ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جنوری ۱۹۹۶ء جلد ۴۴ شمارہ ۱

فی پرچہ =/5 روپے سالانہ =/45

سرکاری اداروں سے =/65 روپے

رجسٹری سے منگانے کی صورت میں مزید ۱۸ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو ۱۹۹۵ء رخصت ہو چکا ہوگا اور آپ نئے عزم، نئے حوصلے کے ساتھ ۱۹۹۶ء میں قدم رکھ چکے ہوں گے۔ کچھ تاخیر سے ہی نئے سال کی مبارک باد قبول فرمائیں۔

جنوری میں رمضان شریف بھی تشریف لا رہے ہیں یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا انتظار مسلمان پورے سال کرتے ہیں اور ہاں ۲۶ جنوری (یوم جمہوریہ) کی مبارک باد بھی قبول کریں کہ یہ دن ہمارے ملک اور ہم سب کے لیے بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔

اسی صفحے میں ہم بہت پہلے جناب ظفر علی بیگ کا تعارف اپنے پیاروں سے کروا چکے ہیں۔ موصوف آج بھی اسی تندہی سے پیامِ تعلیم کے خریدار بنانے میں مصروف ہیں۔ اپنی زبان، اپنی تہذیب اور اپنی قوم کے بچوں اور بچیوں کی بلا غرض خدمت کرنے والا شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ کم از کم ہمیں تو ایسا کوئی دوسرا آج تک نہیں ملا۔

تنویر پھول

نیا سال آیا

نئے سال نے اپنا جلوہ دکھایا
فلک نے حجابِ مسرت اٹھایا
چمن میں بھی غنچوں نے ہے گیت گایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

بہاریں ہیں چھائی ہوئی آج ہر سو
مسرت سے گاتی ہے کوئل بھی کو کو
نسیمِ سحر سے چمن لہلہایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

نئے سال کی دیکھنا شان و شوکت
نیا سال لایا پیامِ اخوت
ہر اک دل میں الفت کا جذبہ سمایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

جہالت کے شعلوں کو یکسر بجھاؤ
جہاں میں دیے علم و فن کے جلاؤ
نئے سال نے ہے یہ تم کو بتایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

شجاعت کا ڈنکا بجاتے چلو تم
وطن کے لیے خوں بہاتے چلو تم
تمھیں پھول نے پھر یہ نغمہ سنایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

روزہ

صوم یا روزہ کے معنی کھانے پینے سے رُک جانے کے ہیں اور شریعت میں عبادت کی نیت سے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانا پینا چھوڑنے اور بُری باتوں مثلاً غیبت، جھوٹ، کسی کو ستانا یا کسی کو تکلیف پہنچانا، بدزبانی اور غصّے سے بچنے کو روزہ کہتے ہیں۔ ہجری سال کے نویں مہینے یعنی رمضان میں مہینے بھر کے روزے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیے ہیں۔

بغیر کسی مجبوری کے روزہ چھوڑنے والا بہت ہی سخت گناہ گار ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مسافر ہو، بیمار ہو یا اسے اور کوئی ایسی مجبوری ہو جس میں اللہ کے قانون نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے لیکن ان دنوں کے بدلے دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر اس فرض کو پورا کرنا ضروری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"جو شخص بلا کسی عذر یا بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے اور اس کے بدلے ساری عمر روزے رکھتا ہے تو اس نقصان کو پورا نہیں کر سکتا۔"

احادیث میں روزہ دار کے لیے بہت بڑے ثواب کا ذکر آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص پورے ایمان اور یقین کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے رمضان کے روزے رکھے اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

دوسری تمام عبادتوں کے مقابلے میں روزے میں ایک بہت بڑی خاص بات یہ

ہے کہ روزے کے علاوہ تمام دوسری عبادتیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج ایسی ہیں کہ جن کا علم دوسروں کو ہو سکتا ہے لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا معاملہ صرف اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے، روزے کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی چھپ کر کھا پی لے اور کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں تو لوگ یہی جانیں گے کہ روزہ دار ہے۔ روزہ وہی رکھتا ہے جس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ ہر بات اور ہر کام کو جاننے والا ہے۔ کوئی کام اس سے چھپ کر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے صرف اللہ کی محبت میں اور صرف اسی کے لیے بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنے والا روزے میں کبھی چھپ کر بھی کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس سے روزہ جاتا رہے۔ پھر روزہ دار کو یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ اسے اس کے روزے کا بدلہ صرف اللہ ہی دے گا۔ اور اگر وہ روزہ نہیں رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہو جائے گا اور آخرت کی زندگی میں اسے اللہ کی ناراضی کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اسی لیے روزہ رکھنے سے اللہ پر اور آخرت پر ایمان مضبوط ہوتا ہے اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ دینا میرے ذمّے ہے"

دوسری عبادتوں کی طرح روزے کا صحیح اثر اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے جب روزہ اچھی طرح سوچ سمجھ کے رکھا جائے۔ سوچ سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے ہوئے اور صرف اس کی رضا کے لیے جو روزہ رکھا جائے گا اس کا اثر انسان کی ساری زندگی پر پڑے گا۔

جو شخص اللہ کے خوف سے اور آخرت کی جواب دہی کے خیال سے روزے میں کھانا پینا چھوڑ سکتا ہے اس سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زندگی کے باقی کاموں میں اللہ کی نافرمانی کرے اور برابر کرتا رہے، نہ اسے اللہ کا خوف ہو اور نہ آخرت کی فکر۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دار کی زندگی گناہوں سے پاک ہونے لگتی ہے، وہ اللہ کی ناخوشی سے ڈرتا ہے اور اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔

سچی اسلامی زندگی گزارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کا ڈر اور اس کی رضا کی طلب بے حد ضروری ہے۔ جس کو نہ اللہ کا ڈر ہو اور نہ اس کے دل میں اللہ کو

راضی کرنے کی آرزو ہو، وہ کبھی اسلامی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزے سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے لیکن یہ تقویٰ آپ سے آپ پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ روزہ دار جہاں تک ہو سکے اس بات کی کوشش کرے کہ وہ کوئی کام اللہ کی نافرمانی کا نہ کرے۔ جو شخص روزہ تو رکھتا ہے لیکن اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا، روزہ اسے زبردستی نیک نہیں بنا سکتا۔ جو لوگ روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حرام اور حلال کی پروا نہیں کرتے اور زندگی کے دوسرے کاموں میں اللہ کے نافرمانوں اور اس کے باغیوں کی اطاعت کرتے رہتے ہیں، بے ایمانی، دھوکا، بدزبانی، غیبت اور اسی طرح کے دوسرے گناہوں میں پھنسے رہتے ہیں، اللہ کے دوسرے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے انھیں روزے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، وہ بلا وجہ فاقے کرتے اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جب کسی نے روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنا اور برے کام کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ اس کا کھانا اور پانی چھڑا دے"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا"

دراصل تقویٰ، ایمان اور اسلام کی اصل ہے۔ زندگی کے سارے کام اللہ کی ناخوشی سے ڈرتے ہوئے انجام دینا اور اس کے احکام کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنا ہی تقویٰ ہے۔ اس صفت کو پیدا کرنے کے لیے روزہ سب سے زیادہ مفید ہے۔

نونہالو! تم بھی رمضان کے روزے ضرور رکھا کرو اور تراویح بھی پڑھا کرو۔ تراویح کی ۲۰ رکعت نماز جماعت کے ساتھ عشا کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان رمضان کے مہینے میں روزے رکھ کر اور رات کو تراویح کی نماز میں پورا قرآن مجید پڑھ یا سُن کر وہ تربیت حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ کو درکار ہے۔

روزے کے کچھ ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں، انھیں اچھی طرح یاد کر لو۔

اگر کوئی روزے کی حالت میں سخت بیمار پڑ گیا تو اسے اجازت ہے کہ وہ روزہ

توڑ دے، اور صحت کے بعد قضا کرے۔ جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں، ایک وہ جن سے صرف قضا لازم آتی ہے دوسری وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔

قضا کی صورتیں:

قضا کے معنی پورے کرنے کے ہیں، روزہ قضا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی کا ایک یا کئی روزے چھوٹ گئے تو رمضان کے بعد اتنے ہی روزے رکھ لیے جائیں۔ رمضان کے بعد فوراً روزہ رکھ لینا بہتر ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔ یہ سارے روزے سال بھر میں کسی بھی وقت اکٹھے یا الگ الگ رکھے جا سکتے ہیں۔ قضا والے روزے کی صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد غلط فہمی میں کچھ کھا پی لینا۔
۲۔ بے ارادہ کسی چیز کا پیٹ میں پہنچ جانا جیسے پانی یا گوشت کا دانتوں میں پھنسا ہوا ٹکڑا۔
۳۔ دن بھر کچھ کھایا پیا نہیں مگر روزے کی نیت نہیں کی۔
۴۔ روزے میں منہ بھر کر قے کر دی۔
۵۔ لوہے یا لکڑی کا ٹکڑا یا کنکری وغیرہ نگل جانا۔
۶۔ بھولے سے کھا لیا، پھر یاد آیا تو یہ سمجھ کر کھا لیا کہ اب تو روزہ ٹوٹ گیا ہے۔

وہ باتیں جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں

۱۔ کھانے پینے کی کوئی چیز قصداً کھا لینا۔
۲۔ قصداً کوئی ایسا کام کرنا جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مثلاً سرمہ لگانا، یا سر پر تیل ڈالنا پھر یہ سوچ کر کہ اب تو روزہ ٹوٹ چکا ہے، کچھ کھا پی لیا تو ایسی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔
۳۔ قصداً کوئی ایسا کام کر لیا جس سے روزے کی حالت میں منع کیا گیا ہے۔

کفارہ

ساٹھ مسکینوں کو بہ یک وقت کھانا کھلانا، یا مسلسل دو ماہ روزے رکھنا بلا عذر روزہ توڑنے کا کفارہ ہے، ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک اوسط درجے کا کھانا کھلا دینا بھی جائز ہے۔ ●

مسعود احمد برکاتی

وہ آرہی ہے

جناب مسعود احمد صاحب برکاتی کا نام ہمارے پیامیوں کے لیے نیا نہیں ہے ہمارے پیامی برکاتی صاحب کو اپنا دوست سمجھتے ہیں ـــــ بزرگ دوست۔ ان کی تحریروں کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور انھیں اپنا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں۔ برکاتی صاحب کی بچوں کے ادب سے وابستگی دو ایک سال سے نہیں بلکہ ۴۰-۴۲ سال سے ہے۔ اتنے طویل عرصے تک شاید کوئی ادیب اس تسلسل، لگن اور استقلال سے بچوں کے ادب سے وابستہ نہیں رہا۔ آپ ۱۹۵۳ء سے آج تک ہمدرد نونہال کے اڈیٹر ہیں لیکن پیام تعلیم کو بھی اکثر و بیشتر نوازتے رہتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو پیام تعلیم کی ترقی میں سب سے بڑا ہاتھ آپ کے برکاتی صاحب کا ہی ہے۔ برکاتی صاحب خاصے دور اندیش انسان ہیں ان کی نظر ہمیشہ مستقبل پر رہتی ہے اسی لیے انھوں نے زیر نظر مضمون پانچ سال قبل ہی لکھ کر بھیج دیا۔ پڑھیے۔ بلکہ غور سے پڑھیے۔ یہ مضمون آپ کا مستقبل سنوارنے کے لیے ہی تو لکھا گیا ہے۔ (ادارہ)

وہ آرہی ہے۔ بہت جلد آرہی ہے۔ اس کا استقبال کرنے کے لیے سمجھ دار لوگ خوب تیاری کر رہے ہیں۔ وہ اس کے پہنچنے سے پہلے خود آگے بڑھ کر اُس کو خوش آمدید کہیں گے۔ اُس کو گلے لگائیں گے۔ اس کو خوش کر دیں گے۔ وہ اُن پر مہربان ہو جائے گی اور ان کو تحفوں سے نوازے گی اور مالا مال کر دے گی۔

وہ اس بات سے خوش ہوگی کہ ان لوگوں نے مجھے صحیح پہچانا، میری قدر کی، میری عزت کی، اس لیے میں ان کے لیے وہ سب کچھ کروں گی جو میرے بس میں ہے، اور اُس کے بس میں بہت کچھ ہوگا۔ اس میں بے پناہ طاقت ہوگی۔ وہ جن لوگوں سے خوش ہوگی ان کو تمام آسانیاں پہنچا دے گی اور آرام کے تمام طریقے بتائے گی، اسی لیے ان لوگوں نے آج سے تیس برسوں

پہلے سے اس کی آمد کی اور اس کو خوش کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔
لیکن اب اس کے آنے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے' اس لیے ہم جیسے لوگوں کے لیے بہت کم موقع رہ گیا ہے۔ پھر بھی موقع بالکل گیا نہیں۔ اگر ہم اس کی رفتار کو سمجھ لیں اور اپنی رفتار تیز کر دیں تو شاید کچھ حاصل کر سکیں۔
اس کے آنے میں صرف ۵ سال رہ گئے ہیں اور ہم اس کا استقبال کریں نہ کریں وہ تو آئے گی' اس لیے جو وقت بھی رہ گیا ہے اس میں جتنی کوشش بھی کر سکتے ہیں کر لیں۔ تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ میں کس کے آنے کا ذکر کر رہا ہوں۔
اکیسویں صدی کے آنے کا!
وقت اپنی رفتار سے چلتا ہے۔ وہ کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جو اس کے ساتھ ساتھ چلے وہ اُن کو خوب نوازتا ہے' انعام دیتا ہے۔ اعزاز دیتا ہے۔ جس طرح سیکنڈ 'منٹ' وقت کو ناپنے کے پیمانے ہیں' اسی طرح صدی بھی وقت کی ایک اکائی ہے' ایک پیمانہ ہے۔ ہم نے' تم نے بیسویں صدی میں آنکھ کھولی۔ اسی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ جو پہلے پیدا ہوئے تھے اُن کی زندگی کا بڑا حصّہ اسی صدی میں گزرا اور جو بہت بعد میں تمھاری طرح پیدا ہوئے اُن کی زندگی کی ابتدا ہے اور زندگی کا بڑا حصّہ نئی صدی میں گزرے گا' اس لیے ان کو اکیسویں صدی کے تقاضوں کو سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔
بیسویں صدی جس میں ہم اس وقت زندگی گزار رہے ہیں' یہ بھی بہت بڑی صدی ہے۔ بڑی سے میری مراد اہم ہے۔ وقت کے پیمانے کے لحاظ سے تو سب صدیاں برابر ہوتی ہیں۔ ہر صدی سو سال کی ہوتی ہے' لیکن جس صدی میں زیادہ بڑے کام انجام پائیں' زیادہ اہم واقعات گزریں' زیادہ انقلابات اور تبدیلیاں ہوں' زیادہ بڑے لوگ پیدا ہوں' وہ صدی اہم اور عظیم ہوتی ہے۔
یوں تو انسان نے جب سے زمین پر قدم رکھا ہے اُس کے قدم برابر آگے ہی بڑھ رہے ہیں' اور وہ اپنی سہولت کے لیے مسلسل کوشش میں مصروف ہے۔ اس کی کوششیں کام یاب بھی ہوتی رہی ہیں' لیکن قاعدہ ہے کہ جب انسان چلنا شروع کرتا ہے تو اس کی چال تیز ہوتی جاتی ہے' اسی طرح ہر صدی کے بعد آنے والی صدی میں انسان نے ترقی کی طرف قدم

بڑھائے ہیں۔ بیسویں صدی میں اس کے قدم بہت تیز ہوگئے تھے۔ انسان کے علم میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اس نے دماغ سے زیادہ کام لینا شروع کر دیا۔ اپنی زندگی کو آرام دہ اور آسان بنانے کے لیے نئے نئے راستے سوچے۔ نئی چیزیں ایجاد کیں، نئے نئے آلات اور اوزار بنائے۔ اُن سے بہت سے کام آسان بھی ہوگئے اور دنوں کے بجائے منٹوں میں ہوگئے۔

آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے تک کوئی شخص ایک شہر سے دوسرے شہر جاتا تھا تو اس کے عزیز اور دوست اس کو رو رو کر رخصت کرتے تھے اور خیریت سے پہنچنے کی دعائیں کرتے تھے۔ گویا سو دو سو میل جانا بھی بڑا کام تھا۔ اب دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچنے میں ۲۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں لگتے۔ اور خبریں؟ خبریں تو ہزاروں میل دور سے منٹوں میں پہنچتی ہیں۔ امریکا ہمارے ملک سے کتنی دور ہے، لیکن وہاں اگر کوئی واقعہ ہو تو اس کی خبر ہمارے گاؤں کا ایک کسان تک بھی اپنے کھیت میں کام کرتے ہوئے گھنٹے دو گھنٹے میں سن لے گا۔ دیکھا! کتنی باخبری کا دور ہے۔

بیل گاڑی کی جگہ ریل گاڑی نے لے لی، موٹر کار نے لے لی، ہوائی جہاز ایجاد ہوا، جسے ہم اپنے بچپن میں "چیل گاڑی" کہتے تھے۔ اب اس میں بیٹھ کر گویا ہوا کے کندھوں پر اڑتے ہیں۔ٹیلی فون نے آواز کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی دکھائی شروع کر دیں۔ٹیلی وژن نے علم کو پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا (ہمارے ملک میں نہیں) فوٹو کاپی کی مشینیں تھیں ہی، اب ایک چیز اور آگئی ہے، ٹیلیکس (TELE FAX) جو تمھارے خط منٹوں میں امریکا، افریقہ یورپ جہاں چاہو پہنچا دیتی ہے۔ ٹیلے فون میں نئی نئی باتوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اور کمپیوٹر نے تو تہلکہ مچا دیا ہے، بلکہ یہ دور ہی کمپیوٹر کا دور ہے۔ یہ سب اس لیے ہو سکا کہ انسان نے اپنی علم سے کام لیا اور علم کو بڑھایا۔ سائنس میں ترقی کی۔ سائنس بھی علم ہی ہے۔ سائنس کا عملی پہلو ٹکنالوجی کہلاتا ہے۔ اس ٹکنالوجی کی بدولت ہی سب حیرت انگیز کارنامے انجام پائے۔

میں کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ بیسویں صدی میں علم، سائنس اور ٹکنالوجی کی مدد سے انسان نے زبردست ترقی کی اور اس سے زیادہ یہ کہ ترقی کے نئے دروازے کھول دیے۔ اکیسویں صدی تو اس سے بھی کہیں تیز ہوگی۔ اس کی تیزی کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اس کا مقابلہ تو کیا اس سے دوستی کرنے کے لیے بھی ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی، اور سب سے بڑا ہتھیار کیا ہے؟

سب سے بڑا ہتھیار علم ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العلم سلاحی

علم میرا ہتھیار ہے

لیکن عزیزو! ہم علم ہی میں پیچھے ہیں اور یہی وہ ہتھیار جس کے بغیر ہم اکیسویں صدی میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ اکیسویں صدی تو آئے گی' لیکن وہ ہمیں گلے لگانے کے بجائے ہمارے پاس سے گزر جائے گی۔ وہ صرف حسین لوگوں کے پاس رُکے گی اور ان کو تحفے دے گی' ان سے ترقی اور راحت کے وعدے کرے گی۔ معلوم ہے اس کی نظر میں حسین لوگ کون ہوں گے' وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں۔

تم علم حاصل کرنے میں مصروف ہو' اس لیے تمہارے لیے بڑا اچھا موقع ہے کہ واقعی علم حاصل کرو۔ ایسا علم جو اکیسویں صدی کو پسند ہو۔ صرف امتحان پاس کر لینے کو علم حاصل کرنا نہیں کہتے۔ تم سے اگر کوئی یہ کہے کہ "علم حاصل کرنے میں محنت کی ضرورت نہیں ہے' بس اتنا پڑھو کہ امتحان میں کام یاب ہو جاؤ اور امتحان پاس کرنے کے بہت سے طریقے ہیں: نقل' سفارش' دھن اور دھونس ــــ ان سے کام لے لینا۔" تو ایسا شخص تمہارا دوست نہیں ہے' دشمن ہے۔ سچا دوست وہ ہے کہ جو تمھیں طاقت ور بنانا چاہے اور علم کی طاقت حاصل کرنے میں مدد دے۔ ہر طاقت ناکام ہو سکتی ہے' ہر ہتھیار کم زور پڑ سکتا ہے' لیکن علم کا ہتھیار کبھی بے کار نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسا ہتھیار ہے جو ایک بار تمہارے پاس آگیا تو پھر ہمیشہ تمہارے کام آئے گا۔ ہر بُرے وقت میں تمہارا ساتھ دے گا۔ ہر پریشانی سے بچائے گا۔ تمھیں ہر عزت اور محبت کا مستحق بنائے گا۔

لیکن ایک بات اور کہہ دوں۔ تم علم کے علاوہ کسی ہتھیار کو ہاتھ نہ لگانا۔ کسی ایسے ہتھیار کو تو چھونا بھی مت جس سے کسی کو تکلیف پہنچے' کوئی انسان پریشان ہو۔ تم اپنے علم اور سائنس کو ہتھیار بنانے کے کام میں ہرگز نہ لانا۔ جن لوگوں نے ایسے ہتھیار بنائے وہ کتنے ہی بڑے ہوں ان کی عزت کرنے کو میرا دل تو نہیں چاہتا۔ علم انسان کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے' زندگی کو آسان بنانے کے لیے ہوتا ہے' انسان کو تکلیف پہنچانے اور زندگی کو ختم کرنے کے لیے نہیں ہوتا۔

عبید اللہ اظہر

ایک کہانی

● استاد کی عزت اور علم کی محبت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
● آسمان سے نوٹ برسنے کی خواہش کے بجائے رحمتِ خداوندی برسنے کی خواہش کرو۔
● آنکھوں والا وہ ہے جو اپنے عیب اور دوسروں کے ہُنر دیکھے۔

نظام الملک طوسی تاریخ کے چند معروف زعما میں سے ہیں۔ یہ واقعہ انھی سے متعلق ہے۔ اُن کا معمول تھا کہ اپنے ہاں آنے والے علما کی بڑی قدر کرتے۔ اُن کو پوری پوری وقعت دیتے اور اُن کا احترام ملحوظ رکھتے۔ وہ ہمیشہ چند قدم آگے بڑھ کر علما کا استقبال کرتے۔ اُن کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر انھیں اپنی مسند کے قریب لاتے اور اپنے دائیں بائیں بٹھاتے۔ توجہ اور انہماک سے اُن کی باتیں سنتے۔ علما اُن کے ہاں سے رخصت ہوتے تو مطمئن ہوتے کہ اُن کی عزت افزائی میں کوئی کمی نہیں کی گئی ہے لیکن پھر علماء نے ایک عجیب بات محسوس کی۔

علما نے دیکھا کہ ایک عالم دین ایسے بھی ہیں جب آتے ہیں تو نظام الملک طوسی ان کا استقبال کرنے کے لیے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں، انھیں بڑی محبت سے اپنے ساتھ لاتے ہیں اور اپنی مسند پر بٹھاتے ہیں یہ واضح طور پر ایسا سلوک تھا جسے سب نے دیکھا اور محسوس کیا۔

اور ایک دن یہ بات زبانوں پر بھی آگئی۔

علما میں سے ایک نے شکایت کے انداز میں نظام الملک طوسی سے کہا۔۔۔" علما دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی محفل میں امتیازی سلوک بھی ہوتا ہے "۔

نظام الملک طوسی نے کہا۔۔۔" صرف ایک عالم دین ایسے ہیں جن کے معاملے میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے "۔

" جی ہاں لیکن ایک کے ساتھ بھی امتیازی سلوک کیوں کیا جائے ؟ "

نظام الملک طوسی نے کہا۔۔۔" ظاہر ہے اس کی کوئی وجہ ہوگی "۔

سوال کیا گیا۔ "آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

نظام الملک طوسی نے کہا...؟ "دراصل اُن عالم دین اور بقیہ علماء میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔"

نظام الملک طوسی کی یہ بات سُن کر تمام علما حیرت سے اُن کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ حضرات مجھے میرے محاسن سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ میں اسے بھی اہمیت دیتا ہوں لیکن وہ جو آتے ہیں اور جنھیں میں ہمیشہ اپنی مسند پر جگہ دیتا ہوں۔ وہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرتے ہیں۔"

محفل میں خاموشی چھا گئی۔ پھر نظام الملک طوسی نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا...

"کیا یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اُس کی بہت زیادہ قدر کی جائے؟"

سعد الدین انصاری

نیکی میں مدد کرنا

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری میں اور نہ مدد کرو گناہ اور سرکشی میں۔

تفسیر

کسی انسان سے ایسا رشتہ ہرگز نہ رکھو جس سے اللہ کا رشتہ ٹوٹ جائے انسانوں سے تمھارا حقیقی رشتہ گوشت اور خون کا نہیں بلکہ روح اور عمل کا ہے۔ نیکوں کی نیکی اور خدا پرستی میں جتنی مدد بھی کرو تمھارا دینی فرض ہے۔ لیکن بُروں کی برائی اور خدا سے سرکشی میں ایک ذرّہ بھی اگر تم نے مدد کی تو تم سے بڑھ کر کوئی خدا کا مجرم نہیں

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم" صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ظالم کی مدد کیسے ہو"، آپ نے فرمایا کہ "ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے"، کس قدر دانائی اور حکمت سے بھری ہوئی بات ہے، آپ نے فرمایا ہے "اگر مخلوق کی فرمانبرداری میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو وہ فرمانبرداری کسی طرح درست نہیں"

ابن قسیم
۲/۲۔ بیلاسس روڈ
ناگپاڑہ، بمبئی ۸

ایک ننھے بوسنیائی مجاہد کی سرگزشت

ایک تصوّراتی تحریر

آج دستور کے خلاف فضا پُرامن ہے، کوئی گولی اور راکٹ داغنے کی آواز سنائی نہیں دی۔ سراجیوو کی سڑکیں پُرسکون ہیں۔ مختلف شاہراہوں پر مسلم مجاہدین پہرہ دے رہے ہیں۔ کہیں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ مجاہدین کے لیے آج آرام کا دن ہے ویسے ہم نہتّے محصور لوگوں کو آرام نصیب کہاں۔ جب دن کے اجالے پوری کائنات کو اپنے حصار میں لے لیتے ہیں تو ہم بوسنیائی باشندوں کو سورج کی کرنوں میں زندگی کی کرن نظر آنے لگتی ہے لیکن جب کائنات پر تیرگی چھا جاتی ہے تو ہمارا دل ڈوبنے لگتا ہے جس طرح سراجیوو کے در و دیوار تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں اور زندگی کا چراغ اس طرح ٹمٹماتا نظر آنے لگتا ہے جیسے ہمارے گھروں میں موم بتیاں دم توڑ رہی ہوں۔ ویسے ان دنوں ہم موم بتیاں ہی راتوں میں جلاتے ہیں کیوں کہ دشمنوں نے بوسنیا کے واحد بجلی پاور ہاؤس کو تباہ کر دیا ہے۔

آج محاذِ جنگ سے صحیح و سالم واپس آنے کے بعد میری ماں مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ شاید ان کو میدانِ جنگ میں میری پیٹھ نہ دکھلانے یا ہمّت وجواں مردی سے لڑنے کے بارے میں شک تھا لیکن میں ان کو یہ یقین دلانے میں ناکام رہا کہ آج ہم نے سیکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کر کے محاذِ جنگ پر فتح یابی حاصل کرلی ہے دراصل میری ماں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس طرح میرے والد اور میرے دونوں بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اور انھوں نے ان علماء سے جو جہاد میں شریک ہیں سُن رکھا ہے کہ قیامت کے دن شہیدوں کو اتنا بڑا مرتبہ ملنے والا ہے کہ شہدا دنیا میں آکر بار

شہید ہونے کی تمنا کریں گے لہٰذا اُس دن سے میری ماں کے ذہن میں یہ سما گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں وقت دیواں مردی سے لڑتا ہوا میں جلد شہید ہو جاؤں اور اپنے والد اور بھائیوں کے مرتبہ تک پہنچ جاؤں۔

کچھ دنوں پہلے شہادت کا یہ جذبہ میری ماں کے اوپر سوار ہو گیا تھا چنانچہ ایک روز وہ میری رائفل لے کر جہاد کے لیے نکل پڑیں تھیں اور لنگڑاتی بیچ سڑک تک پہنچ چکی تھیں ان کا ایک پاؤں اُس وقت شہید ہو گیا تھا جب وہ میرے والد کی مرہم پٹی اپنے گھر میں کر رہی تھیں کہ دشمن کی توپوں کا ایک گولہ میرے والد کے لیے موت کا سبب بنا اور میری ماں بُری طرح زخمی ہو گئیں جس میں اُن کو ایک پاؤں سے محروم ہونا پڑا، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ میں اس وقت کن نفسیاتی الجھنوں سے گزرا تھا لیکن اللہ رب العالمین سب سے بڑا سہارا ہے۔ میری ماں مجھے شہید کرانے پر تلی ہوئی ہیں اور میں اُن سے کہتا ہوں "ماں! میں تمہارا آخری سہارا ہوں، تم مجھے کیوں اپنی آنکھوں سے دُور کر دینا چاہتی ہو" تو میری ماں کا جواب ہوتا ہے "بیٹا تم جیسے اگر ہزار بیٹے بھی ہوتے تو میں انھیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے پر اکساتی"، میں اُن کی باتوں کو اَن سُنی کر دیتا ہوں اور فضاؤں میں کسی موہوم شئے کی طرف نظر کو جمانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ شئے میرے خیالوں کی حد سے دور ہوتی نظر آتی ہے اور پھر خیالات کے یہ تانے بانے یک لخت ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں جب میری ماں مجھے جہاد پر جانے کے لیے اکسانا شروع کر دیتی ہے۔

کچھ ہی دنوں پہلے مجاہدین کمانڈر کی جانب سے یہ پیغام ملا تھا کہ مجھے ایک محاذ پر جانا ہے جہاں مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی کو دشمنوں نے اپنے نرغے میں لے لیا ہے اور وہاں پر بہت سخت ناکہ بندی کر دی ہے بوڑھے، بچے، عورتیں آہ و فریاد کر رہے ہیں اُن کو دشمنوں کے حصار سے نجات دلانی ہے۔ اور یہ قصّہ تقریباً بوسنیا کے تمام شہروں کا ہے۔

جب سے اقوام متحدہ کی فوجوں نے بوسنیا میں قدم رکھا ہے ہم بوسنیائی باشندے اور محصور ہو گئے ہیں اور چند سالوں سے ہم نہتے عوام کو روندا جا رہا ہے کچلا جا رہا ہے اور تہہ تیغ کیا جا رہا ہے لیکن دنیا کی کمینی خود غرض طاقتیں تماشائی

بنی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان حصاروں کو توڑ کر ہم نے پیش قدمی شروع کر دی ہے اور دشمنوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور وہی دشمن جو ہمیں کچلا کرتے تھے، ہماری آبرو سے کھیلا کرتے تھے ان کو بھاگنے کا راستہ نہیں مل رہا ہے اور ہمارے ہاتھوں جہنم رسید ہو رہے ہیں اور وہی بیرونی طاقتیں جو ہماری مدد سے کتراتی ہیں۔ ہماری فتح یابی سے تشویش میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور امن کی میز پر بلانا شروع کر دیتی ہیں لیکن ہم نے ان دوغلی طاقتوں کو جھٹک دیا ہے اور میدانِ جہاد میں کو د پڑے ہیں۔ ہم ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے لیکن ہم اپنے مذہب اور اس کے تشخص پر آنچ نہیں آنے دیں گے اور ہم تیغوں کے سایے میں اسلام کا جھنڈا بلند کریں گے۔ اس کے لیے اللہ کی راہ میں جان دے دیں گے۔

ہم دشمنوں سے مصائب و آفات جھیل ہی رہے ہیں لیکن اپنوں نے بھی کافی دکھ پہنچایا ہے سب سے زیادہ ہمیں اپنے بھائیوں پر بھروسا تھا دسیوں مسلم ممالک تیل کی دولت سے مالامال ہیں لیکن اس کا عشر عشیر بھی ہمیں مدد کے طور پر نہیں مل رہا ہے چند ہمدرد مسلم ممالک کو چھوڑ کر سب بے بسی سے ہمیں لٹتے ہوئے، برباد ہوتے ہوئے، نیست و نابود ہوتے ہوئے، نسل کشی کے عمل سے گزرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن ہماری مدد کو آنے کے لیے تیار نہیں۔ ہماری قوم بھی کیا بے حس ہو گئی ہے جب ایک عرب گورنر نے چند عورتوں کے لٹ جانے پر سندھ پر حملہ کر دیا تھا اور ایک عرب عورت کی آہ و فریاد پر ایک عباسی خلیفہ کے دربار میں زلزلہ پیدا ہو گیا اور اس ایک آہ نے تاریخ کے رُخ کو موڑ دیا تھا لیکن یہاں سیکڑوں خلفا ہیں اور بے شمار دربار، اس کے باوجود ہزاروں عصمتیں لٹ رہی ہیں کوئی زلزلہ نہیں پیدا ہوتا، لگتا ہے پوری قوم کی زندگی برف کی طرح منجمد ہو گئی ہے جو پگھل نہیں سکتی، پتھر بن گئی ہے۔ اس میں حرکت و تموج نہیں۔

ہم بوسنیائی عوام جنگ کی تباہ کاریوں سے بہت ٹوٹ چکے ہیں۔ ہماری آبادیاں منتشر ہو چکی ہیں اور مختلف ملکوں میں رفیوجی کی زندگی گزار رہے ہیں اور بہت ہی مفلوک الحال کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہم بچے پیار و محبت سے محروم ہیں، علم و ہنر سے بے بہرہ، اپنے مستقبل کو تاریک دیکھ کر ان جانی راہوں پر سفر کر رہے ہیں اور ان دنوں کا انتظار کر رہے ہیں کہ

کب ہمیں آزادی ملے گی اور ہمارے پیارے وطن میں کب وہ صبح آئے گی جب ہم پرندوں کی طرح چہچہائیں گے اور فضاؤں میں آزاد گھومیں گے پھریں گے۔
اے اللہ ہماری زندگی میں وہ سویرا کب آئے گا؟

میری عمر ان دنوں تین سال تھی جب ابو جان کو امریکا میں ملازمت مل گئی تھی۔ ایک سال بعد وہ امی جان اور مجھے بھی امریکا لے گئے۔ وہ ڈیڑھ دو سال میں خود تو دادی اماں سے ملنے وطن واپس آتے تھے مگر میں اور امی جان کئی سالوں سے وطن واپس نہیں لوٹے تھے۔ امی جان کا کیونکہ کوئی قریبی رشتہ دار زندہ نہیں تھا اس لیے انہوں نے ابو جان سے کبھی زور دے کر نہیں کہا کہ انہیں بھی وطن لے چلیں۔

کبھی کبھی تین چار سال میں دادی جان اور چاچا فرحان بھی امریکا آجایا کرتے تھے۔ اور ہر دفعہ ابو سے کہتے تھے کہ زبیر کو کچھ دنوں کے لیے وطن بھیج دے وہ اپنی اس خواہش کا ذکر خطوط میں بھی کیا

کرتے تھے۔ ان تقاضوں کی وجہ سے بالآخر ابو جان نے ایک مہینے کے لئے مجھے دادی جان کے یہاں وطن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ میں ابو جان کا فیصلہ سن کر خوشی سے جھوم اٹھا۔ پورے بارہ سال بعد اپنے وطن جانے کا موقعہ مل رہا تھا۔ یوں سمجھیں کہ میں بالکل نئی جگہ جارہا تھا۔ کیونکہ اب مجھے اپنے وطن میں گزارے ہوئے وہ کم عمری کے دن بالکل یاد نہیں تھے۔

"ابو جان! میری خواہش ہے کہ آپ دادی جان کو میری آمد کی اطلاع نہ دیں۔ میں اچانک وہاں پہنچ کر ان کو سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔" میں نے ابو جان سے کہا۔

"مگر بیٹے...... پھر تم اپنا گھر تلاش کیسے کرو گے......؟" ابو جان نے کہا۔ "یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ آپ پتہ لکھ کر دیں میں پہنچ جاؤں گا۔ اب میں چھوٹا سا بچہ تو ہوں نہیں۔ پورے سولہ سال کا ہوں...." میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں امی جان کو اطلاع نہیں دیتا ہوں۔" ابو جان نے میری بات مانتے ہوئے کہا ایک ہفتے بعد کی پرواز سے مجھے بمبئی جانا تھا۔ اب میں تصور ہی تصور میں اپنے وطن پہنچ جاتا۔ کبھی دادی اور چاچا سے ڈھیروں باتیں کرنے لگتا کبھی اچانک اپنی آمد پر ان لوگوں کی حیرانی کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ یوں انتظار کا وہ ہفتہ بہت سست رفتاری کے ساتھ گزر ہی گیا۔

میں ابو جان اور امی جان کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ جہاز کی روانگی تک ابو اور امی جان مجھے مشرقی رسم و رواج اور وہاں پہنچ کر لوگوں سے ملنے ملانے کے آداب سکھاتے رہے۔ اور پھر ابو اور امی نے بہت ہی فکر مندی سے مجھے وداع کیا۔

دوران پرواز بھی میں تصورات میں کھویا رہا۔ لمبے سفر نے تھکا کر رکھ دیا....... پھر یہ اعلان سن کر کہ جہاز بمبئی میں لینڈ کرنے والا ہے۔ پوری تھکن ہوا ہو گئی۔ اپنے وطن پہنچنے پر اتنی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حالانکہ مجھے وطن میں گزارا ہوا بچپن یاد بھی نہیں تھا۔

میں تمام مراحل سے فارغ ہو کر ٹرالی دھکیلتا ہوا لاؤنج میں پہنچا۔ ابھی میں نے چند قدم ہی طے کئے ہوں گے کہ ایک ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس شخص نے قریب آکر کہا۔ ام جانتا ائے تمارا نام زبیر ائے......"

"مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا.....؟" میں نے شدید حیرانگی کے عالم میں چونکتے ہوئے پوچھا۔

تب اس شخص نے انگلیوں پر کچھ گننا شروع کیا اور کچھ لمحوں بعد کہا! ام کو تو یہ بی پتہ ائے کہ تھم گلشن اقبال میں جمیلہ بی بی کے پاس جائے گا۔ ام مسافر لوگ کا شکل دیکھ کر حساب لگاتا ائے اور سب کچھ جان جاتا ائے۔"

میری حیرانگی میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اور ہونقوں کی طرح اس بالکل شخص کو دیکھے جارہا تھا۔ وہ مجھے بہت بڑا جادو گر لگ رہا تھا۔

"تھم گیا ہو تو چائے ...... ؟ لہذا گاڑی میں بیٹھ کر چلو ام تھم کو تمہارا منزل پر چھوڑ دے گا۔" اس شخص نے کہا اور میرا جواب سنے بغیر ٹرالی مجھ سے لے کر پارکنگ کی طرف چل دیا۔ میں بھی حیرانگی کے عالم میں اس کے پیچھے چلتا ہوا اس کی گاڑی تک پہنچا۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد ابھی ہم نے مشکل سے دو میل کا ہی سفر طے کیا ہو گا کہ اس شخص نے اچانک گاڑی روک لی۔ اور کہا "اِدر بیٹو ام توڑی دیر میں آتا ائے۔" یہ کہہ کہ وہ گاڑی سے اترا اور ایک طرف چل دیا تب میں نے دیکھا کہ صرف وہی گاڑی نہیں تمام گاڑیاں وہیں روڈ پر پہنچ کر رکتی جارہی ہیں کچھ ہی دیر بعد آس پاس گاڑیوں کا رش لگ گیا۔ میں یہ صورتحال دیکھ کر مزید حیران ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سب گاڑیاں رک کیوں گئیں۔ وہاں آس پاس سب لوگ کسی گہری سوچ میں ڈوبے معلوم ہو رہے تھے اور ان کے چہرے بھی اترے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ سب پریشان دکھائی دے رہے تھے ہماری گاڑی ایک عجیب و غریب قسم کے ریسٹورنٹ کے آگے رکی ہوئی تھی جہاں زیادہ تر لوگ ایسے پلنگوں پر بیٹھے تھے جو اس سے قبل میں نے کہیں نہیں دیکھے تھے۔ چار لکڑیوں کو جوڑ کر اس پر رسیوں کا جال جوڑا ہوا تھا دوسری حیران اور پریشان کن بات یہ تھی کہ وہاں بیٹھے سب لوگ اس قدر پریشان تھے کہ سامنے رکھی ہوئی کھانے پینے کی اشیا سے بھی ہاتھ روک لیا تھا۔ مجھ پر حیرانگی اور پریشانی کا حملہ اس قدر شدید ہوا تھا کہ کسی سے کچھ پوچھنے کا بھی خیال نہیں آیا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں خوف زدہ ہو گیا تھا کہ پتہ نہیں میرے قدم رکھتے ہی وطن پر شاید کونسی مصیبت آن پڑی ہے۔ تقریباً وہاں رکے دو تین منٹ گزرے ہوں گے کہ لاؤڈ اسپیکر سے کوئی اعلان کیا جانے لگا۔ اعلان میں کیا کہا جارہا تھا میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ مگر اس اعلان سے لوگوں کے چہروں پر خوشی چھلکنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد ٹریفک رواں دواں ہو گئی۔ لیکن اپنے خیالوں میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ ڈرائیور کے آنے اور گاڑی میں بیٹھنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ جب دھماکہ ہوا تو خوف کے مارے اچھل پڑا۔ اور تھر تھر کانپنے لگا۔

"کیا بات ائے ...... ؟ تھم کانپ کیوں رئے او...... ؟ ڈرائیونگ سیٹ سے اسی جادوگر ڈرائیور کی آواز آئی۔

"وہ ...... وہ ...... دھماکہ کیسا تھا ...... ؟" میں نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

اس پر وہ ہنس پڑا اور کہا۔ "گاڑی کا دروازہ بند لونے کا آواز تھا۔"

میں اس کی بات سن کر کھسیانا ہو گیا اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ روڈ پر گاڑیوں کا رش بہت بڑھ گیا تھا۔ ڈرائیور بڑی مہارت سے گاڑی کو آگے بڑھا رہا تھا۔ ایسے وقت مجھے خیال آیا کہ کچھ دیر قبل کی ماحول پر طاری کیفیت کے متعلق ڈرائیور سے معلوم کروں۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔ تو

وہ بولا "خاموش رہو...... دیکھتا نہیں رش کتنا ہے ...... بات کرو گے تو ٹکر ہو جائے گی۔" میری بات پر اس نے ڈانٹنے والے لہجے میں کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ اور سوچنے لگا "یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ کاش سرپرائز کے خیال سے ابو جان کو میں نے دادی جان کو اپنی آمد کی اطلاع دینے سے منع نہ کیا ہوتا۔" میں پھر سوچوں میں ڈوب گیا۔

"اترو گھر آگیا ......" ڈرائیور کی آواز آئی۔

میں نے چونک کر دیکھا گاڑی کسی کوٹھی کے برآمدے میں کھڑی تھی۔ میں نے گیٹ کھولا۔ اور نیچے اتر پڑا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی تو گیٹ پر بہت ہی بڑی مونچھوں والا بندوق بردار نظر آیا۔ بندوق بردار کی موجودگی مجھے کچھ عجیب سی محسوس ہوئی۔ "اور اُدر کیا دیکھتا ہے؟ چل اندر ......" ڈرائیور نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"مگر... مگر... مگر..." میں نے ڈرتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ میرا ڈرنا لازمی تھا بھلا دادی جان کے گھر میں اگر کوئی مجھ پر حکم چلائے تو گڑ بڑ کا احساس تو ہونا ہی تھا۔ "اگر مگر کیا لگا رکھی ہے؟ میرے آگے چلو۔" ڈرائیور نے تیوری چڑھا کر کہا۔ میں اس کے ساتھ چل دیا۔ اس نے ایک کمرے کا دوروازہ کھول کر کہا۔ "تم یہاں رہو گے۔ جب تک معاملہ نو دو گیارہ ہو جائے۔ بات روم اندر ہے باہر نہیں نکلنا ہے۔ ورنہ ......"

یہ سن کر میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میرا برا حال ہو گیا میں سمجھ گیا تھا کہ اب میری خیر نہیں ...... یقیناً میں جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔

میری آنکھوں میں آنسو آگئے کچھ دیر پہلے میں کتنا خوش تھا اپنے ملک آنے پر مگر وہاں پہنچتے ہی میرے ساتھ ایسا سلوک ہوا کبھی غیر ملک میں بھی میرے ساتھ نہ ہوا تھا۔

میں ان افسوس ناک سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ سائرن کی آواز نے فضا کو چیر کر رکھ دیا۔ ابھی سائرن کی آواز ختم ہی ہوئی تھی کہ فضا گولیوں کی آواز سے لرز اٹھی سائرن اور پھر گولیوں کی آواز کسی دشمن ملک کی طرف سے حملے کی نشاندہی کر رہی تھی۔ ایک اور مصیبت کی آمد کے خیال سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ساتھ ہی میں رونے بھی لگا۔ ایک تو فائرنگ بالکل قریب سے ہو رہی تھی۔ میں رونے کے ساتھ ساتھ خدا سے گڑ گڑا کر دعائیں مانگ رہا تھا کہ کوئی گولی دیوار کو پھاڑتی ہوئی مجھے نہ لگے۔

"اے لڑکے ......! یہ کیا چھوٹے معصوم بچوں کی طرح آنسوے بہائے جا رہے ہو، ۔ شرم کرو ...... ہمارے خاندان میں اتنا ڈرپوک تو کوئی نہیں تھا۔ تم کس پر گئے ......؟" میں نے چونک کر دیکھا۔ دادی جان دروازے میں کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھیں۔

ان کو دیکھ کر میں خوشی سے جھوم اٹھا اور دوڑ کر

ان سے چمٹ گیا۔ دادی جان میرے سر دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر یوں گزر گئی پھر میں جھٹکے سے الگ ہو گیا اور ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی آتے ہی میرے ساتھ کیسا برا سلوک ہو رہا ہے۔ اور تو اور آپ کے گھر میں بھی مجھے اس طرح رکھا گیا جیسے اغوا کر لیا گیا ہو اور آپ چھپ کر یہ تماشہ دیکھتی رہیں۔"

"اچھا......! تو اب چور کوتوال کو ڈانٹنے لگا۔" دادی جان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب......؟" میرا لہجہ سوالیہ تھا۔

"مطلب یہ کہ تو اچانک آ کر مجھے حیران کرنا چاہتا تھا۔ جواب میں میں نے تیرے ساتھ ڈرامہ کیا۔"

یہ بات سن کر میں ہنس بیٹھا۔ اور پھر میں نے دادی جان سے کہا۔ "جلدی سے کھانا تو کھلوا دیں۔ بہت زوروں کی بھوک لگی ہے۔"

دادی جان نے فوراً کھانا لگوا دیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چائے کا دور چلا اور پھر میں نے دادی جان کو ایئرپورٹ پر جادوگر ڈرائیور سے ملاقات اور پھر راستے میں پیش آنے والے واقعات سنا ڈالے۔

"تیرے ساتھ جو کچھ ہوا۔ تو اس سزا کے لائق تھا۔" دادی جان نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"وہ کیسے دادی جان......؟" میں نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تم نے مجھے حیران کرنے کا کمزور منصوبہ بنایا۔ اپنے ابو کو تو مطلع کرنے سے منع کیا مگر والدہ کو منع نہیں کیا۔ جیسے میں انہوں نے مجھے فون کر کے مطلع کر دیا۔ پھر تو نے بغیر سوچے سمجھے ڈرائیور پر بھروسا کیا۔ یہ تو تیری خوش نصیبی ہے کہ وہ ہمارا ملازم ہے۔ اور میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جادوگر بن کر گیا۔ تیسری بات تیری اسلامی اصولوں اور احکامات سے لاعلمی ہے۔ افطاری کے وقت راستے میں ٹریفک رک گیا کہ روزہ کھول سکیں۔ پھر مغرب کی اذان کو تم نے خیریت کا اعلان جانا۔ اس غفلت میں تیرے علاوہ تیرے والدین کی کوتاہی ہے۔ ان کو تو میں دیکھ لوں گی۔ یہاں پھر تم نے بندوق بردار کو بھی نہیں پہچانا وہ تیرے چچا تھے جس نے نقلی مونچھیں لگا رکھی تھیں۔ وہ سائرن جسے تم نے حملے کی اطلاع سمجھا۔ وہ عید کا چاند نظر آنے کی اطلاع کے طور پر بجا گیا تھا اور اسے سن کر خوشی کے اظہار کے طور پر لوگوں نے ہوائی فائرنگ کی تھی۔ اب بتاؤ...... قصور وار تم ہو کہ میں؟!!" دادی نے مسکرا کر پوچھا۔

میں نے شرمندہ ہوتے ہوئے اپنی کم علمی کا اعتراف کر لیا۔ در حقیقت اصل سرپرائز تو دادی جان نے مجھے دیا تھا!!

الٹا اڑنے والا پرندہ

تمام پرندے چونچ کی طرف اڑتے ہیں لیکن HIMMING نامی پرندہ دم کی طرف یعنی الٹا بھی اڑ سکتا ہے۔

مرسلہ...... یاسر بن شاد،

غائب دماغ

عبدالقادر

بہت مشہور ہیں غائب دماغی میں پروفیسر
وہ غور و فکر کے دریا میں رہتے غرق ہیں اکثر
سنا ہے اک پروفیسر پہنچ کر شب کو کمرے میں
چھڑی کونے میں رکھتے اور جاتے پھر مسہری پر
گئے اک رات کمرے میں تو حرکت ہوگئی الٹی
چھڑی رکھ دی مسہری پر، کھڑے خود ہو گئے جاکر
گزاری رات کونے میں، سمجھ میں کچھ نہیں آیا
بنا ہوں میں چھڑی کیسے؟ پریشاں تھے پروفیسر
کسی اک اور ایسے ہی پروفیسر کا قصہ ہے
جماعت میں انھیں دینا تھا مینڈک پر اہم لیکچر
چلے اک کیک اور مینڈک کو لے کر اپنی جیبوں میں
جماعت میں کہا جا کر "مرا لیکچر ہے مینڈک پر"
یہ کہہ کر کوٹ کی جیبوں میں اپنے ہاتھ پہنچائے
فقط وہ کیک ہی پایا، نکالے ہاتھ جب باہر
لگے وہ بڑبڑانے کیک تو رستے میں کھایا تھا
کہاں غائب ہوا مینڈک؟ پریشاں تھے پروفیسر
بہت مشہور ہیں غائب دماغی میں پروفیسر
وہ غور و فکر کے دریا میں رہتے غرق ہیں اکثر

سرزمین عرب کا سرسبز و شاداب شہر

طائف

راحیل رفیق

سعودی عرب میں مکّے کے جنوب مشرق میں سطح سمندر سے ۴۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر طائف نامی شہر واقع ہے۔ اس کا پرانا نام "وج" ہے۔ شہر کے ارد گرد قلعے نما چار دیواری ہونے کی وجہ سے اس کا نام طائف پڑ گیا۔ یہ پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے سیر و تفریح کا پر فضا اور ٹھنڈا مقام ہے۔ اچھی آب و ہوا کی وجہ سے یہاں کی زمین زرخیز ہے اور انگور، انار، کیلے اور دوسرے موسمی پھل کافی تعداد میں پیدا ہوتے ہیں۔ عربستان کا مشہور میوہ اور حاجیوں کی طرف سے دنیا بھر میں تحفے میں دی جانے والی کھجور کے بھی لاتعداد باغات طائف میں ہیں۔ عرب کے سلطان، شیخ اور امیروں نے یہاں کوٹھیاں اور بڑی بڑی محل نما عمارتیں بنوائی ہیں جن میں سرسبز باغات بھی ہیں۔ ان عمارتوں سے طائف شہر کی رونق کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اس طرح طائف عرب صحراؤں میں منفرد مقام رکھتا ہے۔

یہ وہی طائف ہے جہاں ہمارے پیارے نبیؐ نبوت کے دسویں سال اس وقت تشریف لے گئے جب مکّے میں کفار نے آپؐ پر بے شمار مظالم ڈھائے۔ دراصل آپؐ کا خیال تھا کہ اگر طائف والے اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے تو طائف کو اسلام کا مضبوط مرکز بنایا جاسکے گا۔ لیکن طائف والوں نے بڑا گستاخانہ رویہ اختیار کیا اور ہمارے پیارے نبیؐ پر پتھر برسا کر آپؐ کو لہولہان کردیا۔ زخموں سے چور ہو کر آپؐ نے عتبہ نامی نصرانی کے باغ میں پناہ لی۔ عتبہ کے غلام نے آپؐ کو اس حالت میں سنبھالا۔ آپ کے ہاتھوں اور سر مبارک کو چوما اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس نے آپ کو انگور کا خوشہ بھی پیش کیا۔ اس جگہ پر یادگار کے طور پر مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

حضرت جبرائیل نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ! آپ حکم دیں تو طائف والوں کو پہاڑوں کے درمیان دبا کر کچل دوں۔"
لیکن ہمارے نبیؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ دعا فرمائی کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ ہو سکتا ہے اسلام سے ناواقف ان لوگوں کی نسلوں میں اللہ تعالٰی اسلام قبول کرنے والے پیدا کر دے۔

طائف میں آپؐ نے ایک مہینے قیام کیا اور واپس مکہ تشریف لے گئے۔ اس واقعے کے دس سال بعد یعنی ہجرت کے ساتویں سال میں اسلامی فوج نے طائف کا ۲۰ دن تک محاصرہ کیا اور "غزوۂ طائف" کے کچھ ماہ بعد طائف والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

آج کل تو طائف میں غیر ملکیوں کے لیے بھی کچھ جگہ مخصوص کر دی گئی ہے اور سعودی پائلٹوں اور فوجیوں کی تربیت کا سنٹر بھی قائم ہو گیا ہے۔ طائف کا موجودہ اسلامی ماحول ہمارے پیارے نبیؐ کی دعاؤں کا ہی پھل ہے۔

مینڈک مینار

فراز حسین لطفی

عوامی جمہوریہ چین کے صدر مقام بیجنگ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "بیجنگ ریویو" کی ایک رپورٹ کے مطابق چین کے صوبے ہنان کے ہنگ شان پہاڑی علاقے میں ہر سال موسم بہار کے آغاز پر (۴ فروری کے لگ بھگ) بڑی تعداد میں مینڈک ایک ہفتے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر مینڈک لمبا سفر طے کر کے آتے ہیں۔ علاقے کے جنگلاتی اور پہاڑی ماحول کے باعث یہاں آنے والے مینڈک چھلانگ نہیں لگا سکتے البتہ ان کے گروہ فینگ گوانگ مندر کے سامنے دھان کے کھیتوں کی طرف تیزی سے رینگتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں کی ہموار زمین اپنے گرم موسم کی وجہ سے مینڈکوں کے اجتماع کے لیے مثالی مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض اوقات یہاں جمع ہونے والے مینڈک ایک دوسرے پر چڑھ کر مینار کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جسے بلاشبہ مینڈک مینار کا نام دیا جا سکتا ہے، لیکن کبھی کبھی زیادہ اونچائی کے باعث یہ مینار ٹوٹ جاتا ہے، لیکن مینڈک فوراً ہی ایک دوسرے پر چڑھ کر دوبارہ مینار بنا لیتے ہیں۔ رپورٹ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس مینڈک میلے کے انعقاد کا مقصد کیا ہے۔

نئے سال کا نیا تحفہ

سید فتح علی انوری

طٰہٰ میاں شام کو کرکٹ کھیل کر لوٹے اور سیدھے چھت کی طرف لپکے۔ سال کا آخری سورج ڈوبتے ہوئے دیکھنے کا کئی دنوں سے انتظار کررہے تھے۔ چھت کے اوپر سے یہ منظر ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ طٰہٰ نے محسوس کیا کہ آج تو سورج واقعی بوڑھا اور تھکا ماندہ نظر آرہا تھا، لیکن کل صبح یہی سورج جب نئے سال کی خوش خبری لے کر طلوع ہوگا تو کتنا جوان اور امنگوں سے بھرپور دکھائی دے گا۔

نئے سال کا بھی کیسا انتظار رہتا ہے! نئے نئے ارادے کیے جاتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے کی ہمت جمع کی جاتی ہے۔ پرانی اور بے کار عادتوں پر نظر ڈالی جاتی ہے کہ کون کون سی پرانی عادتیں چھوڑ کر نئی اور زیادہ دل چسپ اور مفید عادتیں اختیار کی جائیں۔ پچھلے تجربات سامنے آتے ہیں اور ان کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ ہم نے کہاں کہاں غلطیاں کیں اور آنے والے سال کے دوران ان تجربوں سے کیا سبق سیکھا جائے۔

تھوڑی دیر میں سال کا آخری سورج غروب ہوگیا۔ مشرق کی طرف سے شام کا دھندلکا رات کی تاریکی میں بدلنے لگا اور ایک ننھے سے تارے نے ڈرتے ڈرتے اپنا سر ابھارا۔ طٰہٰ میاں نیچے اترے۔ اپنے کمرے میں آئے اور آرام کرسی پر نیم دراز ہوکر آنکھیں بند کرکے سوچ میں غرق ہوگئے۔

سب سے پہلے انھیں اپنے دیر سے اٹھنے کا خیال آیا اور انھوں نے سوچا کہ یہ تو واقعی بُری عادت ہے۔ دیر سے سو کر اٹھنا تو سچ مچ کاہل پن کی نشانی ہے۔ لڑکپن بھی کیسا لاابالی پن کا زمانہ ہے۔ سچے موتیوں اور ہیرے جواہرات کی طرح آزمائی ہوئی نصیحتیں سامنے بکھری پڑی رہتی ہیں اور ہم بے پروا لڑکے انھیں معمولی کنکر پتھر سمجھتے ہیں حالانکہ ان نصیحتوں اور ہدایتوں میں تو ہزاروں سال کا تجربہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس بات میں بڑی صداقت ہوگی :

سویرے ہی اٹھے گا جو آدمی
رہے گا وہ دن بھر ہنسی اور خوشی
نہ آئے گی سستی ذرا نام کو
کرے گا خوشی سے ہر اک کام کو
رہے گا وہ بیماریوں سے بچا
یہ ہے سو دواؤں سے بہتر دوا

طٰہٰ میاں نے عہد کیا کہ کل ہی صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھیں گے۔ طٰہٰ میاں آرام کرسی سے اٹھے اور ٹائم پیس میں ساڑھے پانچ بجے کا الارم لگا دیا اور پھر آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اب انھیں وہ اشعار یاد آنے لگے :

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی
عجب تھی بہار اور عجب سیر تھی
صبح کا تھا وقت' ٹھنڈی ہوا
پرندوں کا تھا ہر طرف چہچہا
یہی جی میں آئی کہ گھر سے نکل
ٹہلتا ٹہلتا ذرا باغ چل

باغ بھی قریب ہی تھا۔ طٰہٰ میاں نے اس نصیحت پر بھی پابندی سے عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اٹھے اور الماری میں سے ایک ڈھیلا ڈھالا موٹا سا سوئیٹر نکالا اور ایک کرسی کی پشت پر پھیلا دیا تاکہ صبح ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلتے ہی اس پر نظر پڑے اور صبح کی سیر کو نکل چلیں۔ انھوں نے دراز میں سے اپنا "واک مین" نکالا۔ اس کے بیٹری سیل کا معائنہ کیا۔ اس میں لگا ہوا کیسٹ نکالا اور نیا کیسٹ ڈھونڈنے لگے۔ اچانک طٰہٰ میاں کی نظر میز پر پڑی جہاں ایک بند پیکٹ دکھائی دیا۔ یہ پیکٹ تحفے کی طرح ہرے رنگ کے کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ اس پر سنہرے رنگ کی ڈوری لپٹی ہوئی تھی اور اس پر "نیا سال مبارک" لکھا ہوا تھا۔

جلدی جلدی طٰہٰ میاں نے یہ پیکٹ کھولا۔ اس میں پانچ نئے کیسٹ رکھے تھے۔ طٰہٰ میاں نے پیکٹ کے کاغذ پر دوبارہ نظر ڈالی' مگر بھیجنے والے کا نام درج نہیں تھا۔ ضرور ان کے کسی

گھر ے دوست نے مائیکل جیکسن کے نئے البم سے نئے گانے ریکارڈ کر کے بھیجے ہوں گے اور یہ تحفہ صرف آفتاب ہی بھیج سکتا ہے' کیوں کہ آفتاب ہی ان کی طرح مائیکل جیکسن کا شیدائی تھا۔

اگلی صبح نمودار ہوئی۔ عین وقت پر الارم بجا اور طٰہٰ میاں ایک جست میں کھڑے ہو گئے۔ موٹا سوئیٹر پہنا' فلیٹ جوتے پہنے' واک مین اپنی پیٹی سے باندھا۔ اس کا ہیڈ فون سر پر جمایا اور بڑی پھرتی سے باغ کی سیر کو چل پڑے۔

باغ میں کچھ عجیب ہی سماں تھا! ہواؤں نے گرد و غبار کا لبادہ اتار پھینکا تھا۔ فضا نکھری نکھری محسوس ہو رہی تھی۔ ہر طرف تراوت اور تازگی تھی۔ پودے' پتے' پھول' شبنم سے نہائے دھوئے کھڑے تھے۔ ہری بھری گھاس زیادہ سرسبز نظر آرہی تھی۔ پرندوں کے چہچہانے کے علاوہ ہر طرف سکوت اور سکون ہی سکون ایسا تھا کہ جیسے کائنات نے ابھی ابھی نیا جنم لیا ہے۔ ہر چیز میں ایک نرالا نویلا پن تھا۔ بادِ سحر اٹھلاتی پھر رہی تھی اور سارا باغ ایک وجد کے عالم میں تھا۔ طٰہٰ میاں کا دل چاہا کہ مائیکل جیکسن کی طرح ناچنے لگیں۔ انھوں نے "واک مین" کا بٹن دبایا۔ سیر پر نکلنے سے پہلے انھوں نے پرانے کیسٹ کی جگہ تحفے میں ملنے والے پیکٹ سے ایک نیا کیسٹ لگا لیا تھا۔

بٹن دباتے ہی ایک ایسی حسین آواز ان کے کانوں نے سنی کہ طٰہٰ میاں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کوئی نہایت خوش آواز قاری سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر رہے تھے! دوسرے ٹریک پر ایک دھیمی مگر واضح آواز میں ترجمہ بھی سنا جا سکتا تھا۔

"تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

اس مکمل سورۃ نے طٰہٰ میاں کے دل پر عجیب اثر پیدا کیا۔ ان کی اندرونی آنکھیں کھلنے لگیں اور ذہن میں اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی نعمتیں نظر آنے لگیں۔ ان میں سے بے شمار نعمتیں اس سرسبز و شاداب باغ کی شکل میں ان کے سامنے موجود تھیں۔

"تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

سیر ختم ہوئی۔ طٰہٰ میاں گھر کی طرف لوٹنے والے تھے کہ فجر کی اذان بلند ہوئی۔ "نماز نیند سے بہتر ہے۔" باغ کے ایک سرے پر مسجد تھی۔ طٰہٰ میاں کے دل میں والہانہ خواہش پیدا ہوئی

کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہیے۔ مسجد میں داخل ہوئے۔ اپنا "واک مین" بڑی احتیاط سے ایک اونچے مقام پر رکھا۔ وضو کیا۔ اچانک ذہن میں خیال گزرا کہ شبنم بھی تو صبح سویرے تمام سبزہ زار کو وضو کراتی ہے۔ ان کی عقیدت بیدار ہو رہی تھی۔ نماز ادا کی اور دعا کی :

"اے میرے پروردگار! جو نئی عادتیں میں نے آج سے شروع کی ہیں انھیں قائم رکھنے میں میری مدد فرما۔"

یہ دن ان کی زندگی کا حسین ترین دن تھا۔ سارا دن چاق و چوبند رہے۔ ایک گھنٹے کی جگہ تین گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد بھی تازہ دم رہے۔

باپ کا مرتبہ

باپ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی نعمت عطا کی ہے۔ باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتا ہے اور بڑی محبت اور پیار سے ان کی پرورش کرتا ہے۔ باپ وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے پیارے نونہالوں کو ہر دکھ اور پریشانی سے بچاتی ہے۔ رات کے اندھیروں میں جب نونہال کسی انجانے خوف سے ڈرتے ہیں تو باپ انھیں سینے سے لگا کر انھیں تحفظ کا احساس دلاتا ہے۔ باپ کی آغوش میں وہ سکون اور آرام پاتے ہیں۔ باپ وہ مقدس ہستی ہے جو اپنے بچوں کو صحیح' غلط اور اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے۔ وہ انھیں اچھے اچھے کام کرنے کی ہدایت دیتا ہے' نیک کام کرنے کی نصیحتیں کرتا ہے۔ نونہال اپنے باپ کی سرپرستی میں ہر مشکل اور ناممکن کام کو ہنستے ہوئے خوشی خوشی کر ڈالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہم زمین پر رہنے بسنے والوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے باپ کی صورت میں ہر نونہال کو ایک رہ نما' ایک محافظ' ایک سرپرست اور ایک ایسا فرشتہ دیا ہے جو اپنے بچوں کو خوشیاں دیتا ہے اور ان کے ہونٹوں پر بکھری ہوئی مسکراہٹیں دیکھ کر خود بھی خوش ہوتا ہے۔ یہ خوشی اس کی ساری محنت اور جدوجہد کا انعام ہے جو وہ اپنے بچوں کے لیے کرتا ہے۔

خبرنامہ

مرتبہ: مرزا ظفر بیگ

رپورٹر : عذرا ظہیر

واشنگٹن میں ایک گیارہ سالہ امریکی بچی نے ایک انجن والا ہوائی جہاز تین ہزار میل تک تنہا اڑا کر تنہا پرواز (سولو فلائٹ) کا عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ یہ بچی امریکا کے مغربی ساحل سے مشرقی ساحل بیٹ ڈیاکو تک جہاز اڑا کر لے گئی۔ راستے میں اس نے کئی ہوائی اڈوں پر جہاز کو اتارا اور اس میں تیل بھروایا۔ بچی نے بتایا کہ وہ بڑی ہو کر خلاباز بننا چاہتی ہے۔

رپورٹر : مریم محبوب

موسم برسات میں جب بادل خوب برس رہے ہوں تو یقیناً آپ باہر نکلنے کے لیے چھتری لیں گے۔ اب آپ چھتری سے دو کام لے سکتے ہیں۔ بارش سے بھی بچاؤ کا کام لے سکتے ہیں اور اپنے مخالف کو گولیوں کا نشانہ بھی بنا سکتے ہیں۔ یہ خطرناک چھتری دراصل ایک بندوق ہے جسے اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں ایک بڑا سوراخ نال کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ اتنی بڑی ہے کہ آسانی سے جسم میں سوراخ کرسکتی ہے۔ یہ چھپا ہوا ہتھیار لندن کی بندرگاہ پر پکڑا گیا جسے چند امریکی اسمگل کرنا چاہتے تھے۔ اس کا مالک جان پورٹس تھا جس نے اسے اپنی گاڑی میں رکھا تھا۔ اسے گاڑی صاف کرنے والوں نے تلاش کیا۔ عدالت نے جان کو بارہ سو ڈالر جرمانے کی سزا دی ہے۔ عدالت نے کہا ہے کہ بغیر لائسنس یہ چھتری جرم ہے جس سے ایک انسان کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

رپورٹر : نازش

جنوبی اٹلی کے شہر اسکندری میں ایک دفعہ خون کی بارش ہوئی جس سے لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ کیمیائی امتحان سے معلوم ہوا کہ یہ واقعی خون کی بارش تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پرندوں کا ایک غول ہوا کے طوفان میں پھنس کر ہلاک ہو گیا تھا۔ اس طرح ان کا خون ہوا میں شامل ہو کر بارش کی شکل میں برس پڑا۔

رپورٹر : فرحان

آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ آسٹریلیا کے بعض علاقوں میں ایسے بکرے بھی پائے جاتے ہیں جو مچھلیاں کھاتے اور درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

رپورٹر : ثاقب نبیل

برطانیہ کے ایک ہسپتال میں پیٹ کے درد کا ایک مریض داخل ہوا۔ جب اس کے پیٹ کا ایکسرے لیا گیا تو پیٹ کی شکل ایک ایسی تجوری کی طرح نظر آئی جس میں ہر قسم کے سکے موجود تھے۔ اپریشن کے بعد اس کے پیٹ میں سے چار سو چونسٹھ سکے برآمد ہوئے۔

رپورٹ : مرزا عمران بیگ

گلیشیر برف کا وہ بلند پہاڑ ہوتا ہے جو کسی وادی میں زمین پر بنتا ہے۔ پھر یہاں سے یہ ایک ایک ملی میٹر کرکے سمندر کی طرف کھسکتا ہے اور اپنے راستے میں آنے والے پتھروں اور چٹانوں کو بھی ساتھ لے جاتا ہے۔ جب کہ آئس برگ گلیشیر کا موٹا ٹکڑا ہوتا ہے جو اس وقت ٹوٹ کر الگ ہوتا ہے جب گلیشیر سمندر میں داخل ہوتا ہے۔ سمندر میں گرتے ہی آئس برگ پگھلنے لگتا ہے اور ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ یہ سمندر میں سفر کرنے والے بحری جہازوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

۲۲ سال تک

رپورٹ : نگہت ایاز

آپ یقیناً یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ مشہور جاسوسی ناول نگار اگاتھا کرسٹی کا ایک ڈراما "ماؤس ٹریپ" لندن میں ۳۳ سال سے زائد عرصے تک مسلسل اسٹیج ہوا اور آج تک اس کی مقبولیت کا وہی عالم ہے جو پہلے دن تھا۔

رپورٹ : منور حبیب

امریکا میں آئیزبل مشی گن کے ایک سرکس سے کچھ عرصے قبل ۲۰۰ فیٹ لمبا ایک اژدہا "بلیک ماسٹر" فرار ہوگیا جس سے شہر میں ہلچل سی مچ گئی۔ بعد میں یہ اژدہا تجارتی علاقے سے پکڑا گیا۔

ایک کروڑ راکٹ

رپورٹ : سہیل یوسف

کیا آپ یقین کریں گے کہ امریکا میں ہر سال دس ملین (ایک کروڑ) راکٹ اڑائے جاتے ہیں۔ آپ یقیناً حیرت میں پڑ گئے ہوں گے، لیکن یہ بڑے سائنسی راکٹ نہیں بلکہ چھوٹے ہیں اور ہاتھوں سے تیار کیے جاتے ہیں۔ امریکا میں بچے، جوان یہاں تک کہ بوڑھے بھی یہ مشغلہ اپنا رہے ہیں۔ اب تو امریکا میں ایسے بہت سے راکٹ کلب قائم ہوچکے ہیں جو اپنے ارکان کو راکٹ کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ اگر آپ امریکا میں ہوں تو صرف ۵۰ ڈالر خرچ کرکے یہ سائنسی مشغلہ اختیار کرسکتے ہیں۔ یہ راکٹ ۲ یا ۳ فیٹ سے زیادہ اونچے نہیں ہوتے اور کاغذ، ہلکی دھاتوں اور سیاہ پاؤڈر کو ملاکر بنائے جاتے ہیں۔ باہر سے دیکھنے میں بڑے خوب صورت اور بالکل بڑے تجرباتی راکٹ کا نمونہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان راکٹوں کو اسٹینڈ پر رکھ کر بجلی کے ذریعے سے اڑایا جاتا ہے۔ نونہال کھیل ہی کھیل میں بہت سے سائنسی حقائق معلوم کرلیتے ہیں مثلاً راکٹ نیوٹن کے عمل اور ردعمل کے قانون کے تحت اڑتا ہے۔ اس کے علاوہ راکٹ پر ہوا کے دباؤ اور ایندھن جلنے کے سائنسی اصولوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور سائنسی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

رپورٹ : صائمہ ناز

گرل گائیڈ تحریک کی جونیئر ارکان کو براؤنی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا لباس (یونی فارم) براؤن بلاؤز اور براؤن اسکرٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔
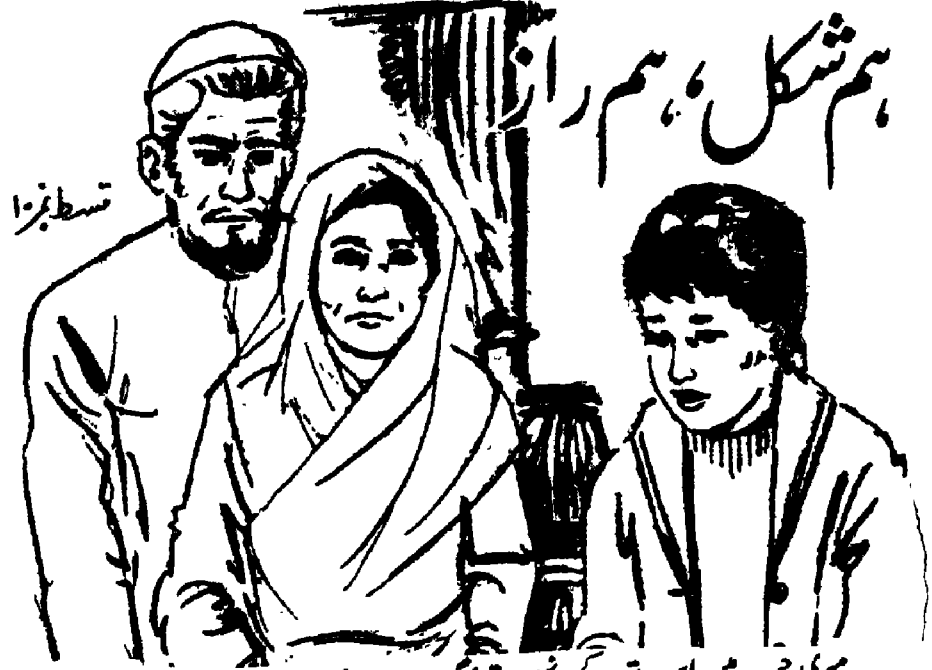
میری جیب میں اس وقت کچھ نہیں تھا، مگر چارلی ضد کر رہا تھا کہ میں اس کی اور اس کے دوستوں کی نہاری کی دعوت کروں۔ میرے انکار کرنے پر یقیناً وہ میری بے عزتی کرتا اور ممکن ہے ہاتھا پائی پر اتر آتا، لیکن ٹھیک اسی وقت ڈیوڈ مسیح اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آیا اور اس نے کہا: "ٹھیرو، کیا بات ہے چارلی؟"

چارلی نے اسے بات بتائی۔

ڈیوڈ مسیح نے پوچھا:

"تمھیں نہاری کھانے کے لیے پیسے چاہئیں نا، چاہے کوئی بھی دے دے؟"

"شرط یہ ہارا ہے، اس لیے اسے ہی دینے چاہئیں۔ اس کے سوا اور کون دے گا؟ یہاں اس کے کون سالے چاچے بیٹھے ہیں؟"

"اگر میں دے دوں تو؟"

"چلو ٹھیک ہے، تم ہی نکالو۔" دوسرے لڑکے نے کہا۔ اس کا سر صاف تھا اور روشنی میں چمک رہا تھا۔ اس نے گلے میں رومال باندھ رکھا تھا اور بکریوں کی طرح منہ چلا چلا کر پان کھا رہا تھا۔

ڈیوڈ مسیح نے یہ سن کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور سو روپے کا نوٹ نکال کر چارلی کی طرف

بٹھلوایا، جسے گنجے لڑکے نے جھپٹ لیا اور ہاتھ اونچا لہرا کر بولا :

"آہا، آج تو مزے آگئے۔ نلی والی نہاری ہوگی استاد۔"

"میاں داو زندہ باد۔" تیسرے نے ہاتھ اٹھا کر نعرہ لگایا۔

وہ سب چارلی کے ساتھ شور و غل مچاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تو میں نے حیرت سے ڈیوڈ مسیح کی طرف دیکھا اور پلکیں جھپکانے لگا۔ اس نے ایسے نازک موقعے پر مہربانی کی تھی کہ میں اسے منع نہیں کرسکا، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟

"میں قریب ہی رہتا ہوں چاکی واڑے میں۔" وہ بولا۔

میں اس سے کچھ پوچھنے والا ہی تھا کہ اچانک خیال آیا کہ قریشی صاحب نے اس سے گفت گو کرنے سے منع کیا تھا اور یہ ہدایت دی تھی کہ میں اسے دیکھ کر دھتکار دوں اور قریب نہ آنے دوں۔ یہ بات مجھے الجھن میں ڈال رہی تھی کہ انھوں نے ایسا کیوں کہا تھا؟

"تم نے اس وقت مجھے ایک بڑی پریشانی سے بچالیا، تمھارا شکریہ ڈیوڈ۔ میں سو روپے تمھیں دو تین دن میں ادا کردوں گا، مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے آج مجھ پر یہ مہربانی کیوں کی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ تو میرا بیٹا ہے مستانے۔" اس نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

"مگر میرے ابا تو قریشی صاحب ہیں۔" میں نے بھویں سکیڑ کر کہا اور ناگواری ظاہر کی۔

"جب مجھے سزا ہوئی تھی تو اس وقت تو بہت چھوٹا تھا، اس لیے میں نے تجھے قریشی کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ قریشی تیرا حقیقی باپ نہیں ہے۔"

"حقیقی تو تم بھی نہیں معلوم ہوتے، اس لیے کہ تم ڈیوڈ مسیح ہو اور میں پرویز مستانہ ہوں۔ میں تمھارا بیٹا کیسے ہوسکتا ہوں ؟" میں نے جرح کی۔

"ناموں کے چکر میں نہ پڑ مستانے، تو میرا بیٹا ہے بس۔ اگر تجھے اپنا نام اچھا نہیں لگتا تو میں تیرا نام بدل دوں گا۔" وہ بات بدل کر بولا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور مجھ پر اپنی محبت کیوں نچھاور کر رہے ہو؟ میرا مطلب ہے کہ تمھاری کہانی کیا ہے؟ تمھیں کس بات پر سزا ہوئی تھی ؟"

اس نے میرے شانے پر دباؤ ڈال کر مجھے لکڑی کی بنچ پر بٹھلوایا۔ پھر بیرے کو بلا کر دو گلاس

بالائی والی چائے لانے کا آرڈر دیا اور بولنے لگا :

"میری کہانی کوئی خاص نہیں ہے۔ میں پہلے علاقہ میں رہتا تھا' ایک بڑے آدمی کی حویلی میں۔ اس بڑے آدمی نے جب میرے بیٹے کو مار دیا تو میرا غم سے برا حال ہوگیا۔ میں انتقام کی آگ میں دہکنے لگا۔ میں بدلا لینے کے جوش میں اندھا ہوگیا اور میں نے اپنے بھائی کے بہکائے میں آکر اس بڑے آدمی کا بچہ اٹھالیا اور اسے اپنے ساتھ قدرکالت بمبئی لے آیا۔ اس آدمی نے مجھے ایک مقدمے میں پھنسا کر سزا کرادی تو میں نے اس بچے کو قریشی کے حوالے کردیا۔ اب میں جیل سے واپس آگیا ہوں۔ سزا پوری کرکے تو۔ تو۔"

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خاموش ہوگیا' کیوں کہ بیرا بالائی والی چائے لے آیا تھا۔ اس کے انکشاف سے میرے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔

"وہ یقیناً پرویز مستانہ کو مدرکالت سے بمبئی لایا تھا اور مجھے پرویز سمجھ کر یہ سب باتیں کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ پرویز بھی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا' مگر قسمت نے اسے کہاں لا پھینکا تھا۔ اس احمق آدمی کی وجہ سے وہ کیسی مصیبت زدہ زندگی گزار رہا تھا۔ معلوم نہیں اب اس کے والدین کہاں ہوں گے اور اپنے بیٹے کے بچھڑ جانے پر پتا نہیں ان کا کیا حال ہوا ہوگا ! اس کی صورت شکل مجھ سے ملتی جلتی تھی' لیکن قسمت کتنی مختلف تھی !

میں نے بالائی والی چائے کا ایک گھونٹ لیا تو وہ مجھے مزے دار معلوم ہوئی۔ میں حویلی میں دارجلنگ سے آئی ہوئی خاص قسم کی چائے پیتا تھا جس کا مزہ میں کبھی بھول نہیں سکتا' لیکن اس وقت گڑ کی وہ چائے بھی اچھی لگ رہی تھی۔ میں نے ڈیوڈ سے کہا :

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے مدرکالت سے اغوا کرکے لائے ہو اور تم نے مجھے میرے ماں باپ سے جدا کردیا ہے؟ تمھیں ایسا کرتے شرم نہیں آئی ؟"

اس نے گھگھیا کر کہا : "مجھے معاف کردو مستانے ! میں انتقام میں اندھا ہوگیا تھا۔ جہاں تک سچی بات بتانے کا تعلق ہے تو یہ بات کسی نہ کسی روز تمھیں معلوم ہی ہوجاتی' اس لیے میں نے ابھی سے بتا دی۔ اب میرے ساتھ چلو۔"

"تم نے جو کہانی سنائی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے مجھے انتقام لینے اور میرے باپ کو سزا دینے کے لیے اغوا کیا تھا۔ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟ تم سے اچھے تو قریشی صاحب

ہیں جنھوں نے مجھے اپنے بچوں کی طرح پال پوس کر بڑا کیا ہے۔ اب وہ مجھے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور یہ ایک طریقے سے غلط بھی نہیں ہے۔ میں ان کے پاس کیوں نہ رہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میرے ساتھ چل مستانے ! میرے بچے !اس کی آواز بھرانے لگی۔"

"ایک شرط پر۔" میں بولا۔

"وہ کیا؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔ اس کی دھندلائی ہوئی آنکھیں پھر سے چمکنے لگیں۔

"یہ بتاؤ کہ اس بڑے آدمی کا نام کیا ہے جس کا میں بچہ ہوں؟"

"وہ۔۔وہ۔۔ م۔۔میں۔۔ نہیں بتا سکتا۔" اس نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں ؟" میں نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا' اس لیے کہ کسی نے مجھے قسم دے رکھی ہے۔" اس نے بے چارگی سے کہا اور ہچکیاں لے کر رونے لگا۔

اور اب پرویز مستانہ کی طرف چلتے ہیں

میں جس تیز رفتاری سے زینے سے لڑھک رہا تھا اس سے مجھے اندازہ ہوتا تھا کہ جب میں نیچے تک پہنچوں گا تو میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ میں اس وقت بدحواس ہو رہا تھا' مگر میں نے خود پر قابو پایا اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دائیں طرف والی ریلنگ کی فولادی اور چوکور سلاخ میرے ہاتھ میں آگئی جو ریلنگ میں آرائشی طور پر لگی ہوئی تھی۔ اس سلاخ کے ہاتھ میں آتے ہی میرے جسم کو زبردست جھٹکا لگا اور میں لڑھکتے لڑھکتے رک گیا۔ چند لمحوں تک یوں ہی خاموش پڑا رہا۔ پھر جب حواس ٹھکانے آگئے تو میں نے زینے پر بیٹھ کر سب سے پہلے اپنے جوتے اتارے اور گہرے گہرے سانس لیتا ہوا نیچے اترا۔

اس وقت میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور حلق بالکل خشک تھا۔ مجھے رہ رہ کر یاد آرہا تھا کہ سلطان احمد یہاں سے بھاگ کر اسی لیے بمبئی گیا ہے اور اس نے میرے گھر میں پناہ لی ہے کہ یہاں کوئی اس کا دشمن پیدا ہوگیا ہے جو اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ مجھے سلطان سمجھ کر اب وہ میری جان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

اب میرے لیے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ میں خاموش رہوں اور آئندہ قدم پھونک پھونک کر اٹھاؤں۔ موقعے کا منتظر رہوں اور اس شخص کو پکڑلوں جو سلطان کی جان کا دشمن ہے۔ دوسرے یہ کہ غل مچاؤں اور گھر کے سب لوگوں کو جمع کرکے یہ قصہ سناؤں اور دیکھوں کہ ان کے تاثرات کیا ہیں۔ یقیناً جو گھبرایا ہوا سا ہوگا وہی مجرم ہوگا۔

سب کو جمع کروانے اور غل مچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں پورٹیکو میں جاکر فوزیہ کو یہ بات بتادوں جو میرے ساتھ جوگنگ کرنے کے لیے باہر جانے والی تھی اور کار کے پاس میرا انتظار کر رہی تھی۔

زینوں پر رگڑ لگنے سے میرے جسم پر خراشیں پڑگئی تھیں' مگر کہیں چوٹ نہیں آئی تھی۔ میں اپنی خراشوں کو سہلاتا ہوا پورٹیکو میں چلا گیا۔ دائیں طرف نیلے رنگ کی وہ کار کھڑی تھی جس پر میں صبح اسکول گیا تھا جب کہ بائیں طرف فوزیہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بے تابی سے میری طرف لپکی اور اپنی کلائی کی گھڑی پر نگاہ ڈال کر بولی :

"آپ نے بہت دیر کردی بھائی جان!" پھر اس کی نگاہ اچانک ہی میرے پاؤں پر پڑی تو اس نے چونک کر کہا : "ارے' آپ کے جوتے کہاں گئے ؟"

"وہ میں نے ابھی ابھی اتار دیے ہیں' کیوں کہ۔" میں نے منہ بناکر کہا : "میں زینے سے گر گیا تھا' اس لیے کہ۔"

اس نے پھر میری بات کاٹ دی : "تو کیا اب کبھی جوتے نہیں پہنیں گے ؟"

"اگر تم سنجیدگی سے میری بات نہیں سنوگی تو میں تمھاری پٹائی کردوں گا۔" میں نے اس کا کان کھینچ کر کہا۔

"ہائے اللہ ! اچھا اچھا' بتایئے۔" وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔

میں نے اسے مختصر لفظوں میں جب یہ بتایا کہ کسی نے مجھے مارنے کی کوشش کی ہے اور زینے پر کوئی چکنی چیز مل دی ہے تو وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگی اور گھبرا کر بولی :

"پھر تو آپ کے بہت چوٹیں آئی ہوں گی۔"

"نہیں اللہ کا شکر ہے کہ بچ گیا' چند معمولی خراشیں آئی ہیں۔"

"آیئے اندر چلتے ہیں۔ ایسی حالت میں جوگنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ کہیں پھر کچھ ہوگیا

تھے۔" اس نے اندیشہ ظاہر کیا۔

میں اس کے ساتھ اندر چلا گیا تو وہ تھوڑی دیر میں سب لوگوں کو جگا کر لے آئی۔ ماموں، ممانی اور چچا، چچی تو پہلے ہی جاگ چکے تھے اور نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے البتہ اس کے بھائی بہن جو جلدی اٹھنے کے عادی نہیں تھے آنکھیں مل رہے تھے۔ وہ لوگ جو اوپری کمروں سے آ رہے تھے فوزیہ انھیں ہدایت دے رہی تھی کہ وہ زینے کے شروع کے دو قدمچوں پر پاؤں نہ رکھیں۔

ماموں گلزار نے اس سے سوال کیا : "کیا ہو گیا، آخر بات کیا ہے بیٹی ! ان دو قدمچوں کو کیا ہو گیا ہے ؟"

"اس پر کسی نے گریس یا تیل لگا دیا ہے ابّو !"

"ہائیں !" بہت سی آوازیں ایک ساتھ اُبھریں۔ پھر میرے سب بھائی بہن اور چچا جان لپک کر اوپر پہنچے اور انھوں نے قدمچوں کے پاس بیٹھ کر انھیں غور سے دیکھا۔ پھر میرے جوتوں کے تلے دیکھے گئے۔ چچی جان نے کہا :

"ہاں، گریس ہے، مگر یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

چچا رحمت نے کہا : "وہ بعد میں معلوم کریں گے، پہلے یہ بتاؤ کہ تمھیں چوٹ تو نہیں لگی ؟" انھوں نے میرے ہاتھ پاؤں ٹٹولے۔

احمد نے سوچ کر کہا : "گریس تو مشینی کل پرزوں میں ڈالی جاتی ہے۔ ایسا تو نہیں کہ ڈرائیور نے یہ حرکت کی ہو !"

"ٹھیک ہے، اس بلاؤ۔" ماموں نے کہا۔

حمیدے ڈرائیور کو بلایا گیا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ویسے بھی حمیدے نے سلطان کو گود میں کھلایا تھا، اس لیے اس پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد باری باری سب کو بلایا گیا، مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

جب سب لوگ چلے گئے تو مجھے خیال آیا کہ رنجو مالی کو تو بلایا ہی نہیں گیا۔ میں فوزیہ سے یہ بات کہنے والا تھا کہ یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ میں اس سے خود پوچھوں گا۔ سب نے مجھے ہوشیار رہنے کی تاکید کی اور پھر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

جوگنگ کے لیے اب جانا نہیں تھا' اس لیے میں واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسکول جانے میں کافی دیر تھی' اس لیے میں بستر پر لیٹ کر دوبارہ سو گیا۔

اس روز ناشتا کرنے کے بعد جب میں کار میں بیٹھ کر اسکول گیا تو سب سے پہلے اسی لڑکے سے ملاقات ہو گئی جو بہت زیادہ گپیں ہانکتا تھا۔

"تم نے کل کا میچ جتوادیا' لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میرے ماموں زاد بھائی ایک مرتبہ اسٹار الیون کی طرف سے کھیل رہے تھے تو انھیں آخری اوور میں۔۔۔"

میں نے منہ بنا کر کہا : "ہٹ بے ایک طرف کو۔ پتا نہیں کہاں کی ہانکتا رہتا ہے۔"

وہ لڑکا جھجک کر پیچھے ہٹ گیا اور مردہ لہجے میں بولا :

"یہ تم کیسے بات کر رہے ہو' لینگوئج پلیز۔"

"ہٹ پرے کو' ہر وقت کی چیں چیں اچھی نہیں لگتی۔" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا اور اس کے دائیں پہلو سے کترا کر کلاس روم کی طرف چلا گیا۔

پہلا پیریڈ اردو اور دوسرا انگریزی اور پھر علم کیمیا کا تھا۔ سب طالب علم سائنسی تجربہ گاہ کی طرف چل دیے۔ اسکول کی تجربہ گاہ اوپری منزل پر تھی اور دیکھنے میں بے حد شان دار۔ اس میں کیا کچھ رکھا ہوا تھا اور اس کی کیا قدر و قیمت تھی' میں اس سے لاعلم تھا۔

تجربہ گاہ میں ایک لمبی اور وزنی سی میز تھی جس پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک لکڑی کے شیلف تھے اور ان شیلفوں میں چھوٹی بڑی بوتلیں سجی تھیں۔ بوتلوں میں لال' نیلا' پیلا پانی اور کچھ میں کیڑے مکوڑے بھرے ہوئے تھے۔ کیکڑے' چھپکلیاں' لال بیگ اور مُردہ مچھلیاں وغیرہ۔ چند بڑی بوتلوں میں مجھے آبی پودے بھی رکھے دکھائی دیے۔

سب سے پہلے استاد صاحب نے اوکسی جن کی تیاری پر لیکچر دیا اور تختہ سیاہ پر لکھ کر کچھ سمجھایا۔ دوسرے طالب علم یقیناً سمجھ گئے ہوں گے' لیکن میرے تو سر پر سے گزر گئی۔ چند چیزیں یاد رہ گئیں مثلاً مینگنیز' جست کے ٹکڑے وغیرہ۔ اسے نلکی میں بھرو' پھر گرم کرو تو اوکسی جن علاحدہ ہو کر شیشے کی نلکیوں کے ذریعہ سے دوسری طرف پہنچ جائے گی۔ پانی کے تسلے میں شیشے کے اوندھے جار رکھو اور جب وہ اوکسی جن سے بھر جائیں تو انھیں الگ رکھتے جاؤ۔ پھر اوکسی جن پر تجربے کرو۔

انھوں نے سب کچھ سمجھانے کے بعد سب کو اشارہ کیا کہ وہ تجربہ گاہ کی میز کی طرف چلے جائیں۔ میں بھی ان میں شامل ہو کر چلا گیا۔ دل الٹ پلٹ ہو رہا تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیسے ہوگا۔

کاش کہ وحید قریب ہوتا تو مشکل آسان ہو جاتی، لیکن وہ کافی دور دوسری میز پر تھا اور اس وقت بوتلوں کی آڑ میں تھا، اس لیے صاف طرح سے نظر بھی نہیں آرہا تھا۔

استاد فیض الرحمان یہ بھی سمجھا چکے تھے کہ اسپرٹ لیمپ جلا کر شیشے کی نلکیاں کیسے موڑی جائیں گی۔ تجربہ گاہ کے ملازم نے دائیں طرف کی الماریوں کو کھول کر سائنسی ساز و سامان نکالا اور سب طالب علموں کے سامنے میز پر سجا دیا۔

میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو دیکھا کہ میرے ساتھیوں نے اسپرٹ لیمپ جلا لیے ہیں اور شیشے کی نلکیاں موڑ رہے ہیں۔ میں نے جھٹ سے ایک نلکی اٹھالی اور اس کا درمیانی حصّہ لیمپ کی لو پر رکھا تو نلکی تھوڑی سی دیر میں ملائم ہو گئی، مگر جب میں نے اسے پینتالیس درجے پر موڑنا چاہا تو چٹ کی زور دار آواز آئی اور وہ بیچ سے ٹوٹ گئی۔ میں نے گھبرا کر دونوں ٹکڑے میز پر رکھ دیے۔

وہاں دو نلکیاں اور پڑی تھی۔ میں نے اس میں سے ایک اٹھا کر پھر موڑی، مگر پھر "چٹ" کی آواز آئی اور اس کے بھی دونوں ٹکڑے ہاتھ میں آگئے۔ میں نے سوچا کہ یہ گھاٹے کے سودا ہے اور اس طرح سے میں ماسٹر صاحب کی نگاہ میں آجاؤں گا۔

میں نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے والے اوپری شیلف کی ایک بوتل میں مردہ چھپکلی پڑی تھی۔ میں نے اسے بوتل میں سے نکالا اور چاروں طرف دیکھا۔ دائیں طرف سے تیسرے طالب علم نے دو نلکیاں مطلوبہ زاویے پر موڑ دی تھیں۔ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے چھپکلی اس کی طرف اچھال دی۔ وہ اس کے سر پہ جا پڑی۔ اس نے اپنے سر پر جو ہاتھ پھیرا تو مردہ چھپکلی اس کے ہاتھ میں آگئی۔

"آئے۔ آئے۔ امی۔" وہ گھبرا کر چیخا، پھر دوڑتا ہوا اس پارٹیشن کی طرف جانے لگا جہاں استاد فیض الرحمان بیٹھے تھے۔ میں نے اس کی طرف پلٹ کر یوں ہی حلق سے دو تین بے معنی سی آوازیں نکالیں اور گھبرا کر پوچھا :

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟"

اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ میں سمجھا تھا کہ اب وہ ماسٹر صاحب سے میری شکایت کرے گا' اس لیے میں نے پھرتی سے وہ مردہ چھپکلی اٹھا کر اسی بوتل میں ڈال دی اور اس کی مڑی ہوئی شیشے کی نلکیاں اٹھا کر اپنے سامنے اور اپنی ٹوٹی ہوئی نلکیاں اس کے سامنے رکھ دیں۔ بھاری جسم والا وہ لڑکا جو بہت زیادہ بولتا اور بے پر کی ہانکتا تھا مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اور اس کے دیدے تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔

ماسٹر صاحب آئے' مگر انھیں ایسی کوئی غیر معمولی بات دکھائی نہیں دی کہ وہ کسی طالب علم سے پوچھ گچھ کرتے۔

"معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہاں تو کوئی چھپکلی وغیرہ نظر نہیں آرہی ہے۔ تمھیں وہم ہوا ہوگا۔۔۔ چلو اپنا کام کرو۔" انھوں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

اس لڑکے نے اپنی نلکیاں اٹھا کر قیف میں پھنسانی چاہیں تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ نلکیاں کیسے ٹوٹ گئیں۔

میں سر جھکائے تمام چیزوں کو سیٹ کرنے میں اس طرح مصروف تھا جیسے مجھے کسی چیز کا کچھ پتا ہی نہ ہو۔

میں نے محسوس کیا کہ بہت زیادہ بولنے والا لڑکا جس کا نام شاید باقر تھا' کچھ کہنے کے لیے بے تاب تھا اور اس کی زبان کھجلا رہی ہے۔ میں اسے منع کرنا چاہتا تھا کہ وہ کسی سے کچھ نہ کہے' اس لیے میں نے اسے سرگوشی میں آواز دی :

"اے شش۔۔۔ باقر۔۔۔"

اس نے میری طرف نہیں دیکھا اور اسی طرح اس لڑکے کی طرف گردن گھمائے رہا جس کی نلکیاں میں نے اٹھائی تھیں۔

"اے باقر۔۔۔ باقر۔۔۔ میری طرف دیکھ بھائی۔"

اس نے تو میری طرف نہیں دیکھا البتہ شیلف کے دوسری طرف کھڑے ہوئے لڑکے ضرور پریشان ہوگئے اور ایڑیاں اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگے۔ میں سر جھکا کر پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا' مگر تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوگیا کہ چالاکی سے کسی کی نلکیاں اٹھالینا تو آسان

ہے، لیکن انھیں ترتیب دے کر اوکسی جن بنانا بہت دشوار ہے۔ اس کے لیے علم اور شوق کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصّہ تعلیم کے بغیر گزار دیا تھا۔ یہ کتنا بڑا نقصان تھا!

جب وہ لڑکا باقر میری طرف متوجہ نہیں ہوا تو مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اس لڑکے سے یا ماسٹر صاحب سے میری شکایت نہ کردے۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو سامنے شیلف میں رکھی ایک بوتل میں مجھے پتھر کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا۔ شاید وہ سنگ مرمر تھا، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ پانی میں کیوں رکھا ہے۔

میں نے شیشی اٹھا کر اس کا پانی اپنی ناند میں گرادیا اور سفید پتھر کو چٹکی میں دبا لیا۔ اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے اس میں سے دھواں نکلتے دیکھا۔ چلو ہوگا۔ میں نے سوچا اور تاک کر اسے باقر کی کھوپڑی پر مارا۔ پتھر ہوا میں تیرتا ہوا اس کی کھوپڑی پر پڑا تو اس میں آگ لگ گئی۔

باقر اچھل کر مڑا، اس نے میری طرف اور پھر فرش پر پڑے پتھر کی طرف دیکھا۔ پتھر دھڑا دھڑا جل رہا تھا اور اس میں سے سفید گاڑھا دھواں نکل رہا تھا۔

"ہائے۔ بچاؤ۔ آگ۔ آگ۔" اس نے بے ساختہ کہا۔ پھر یوں اچھلنے کودنے لگا جیسے اسے کسی نے شعلوں میں دھکیل دیا ہو!

میں دوڑ کر اس کی طرف گیا اور میں نے جلتے پتھر پر اپنا جوتا رکھ دیا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے بجھ سا گیا، مگر جب میں نے اس پر سے جوتا ہٹایا تو وہ پھر بھڑک کر جلنے لگا۔ اب تو میں بھی گھبرایا اور اس پر پاؤں مارنے لگا۔ اس دوران میں دو چار لڑکے اور آگئے۔ ان میں سے ایک نے حیرت سے کہا:

"ارے! یہ تو فاسفورس ہے، اسے کس نے نکالا ہے؟"

"فاسفورس، یہ کیا ہوتا ہے؟" میں حیرت سے سوچنے لگا۔

اسی لڑکے نے کہا: "فاسفورس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ہوا میں جلنے لگتا ہے، اس لیے اسے پانی میں رکھتے ہیں۔ اسے مذاق میں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔"

باقر نے کہا: "کسی نے میرے سر پر مارا تھا۔ میں ماسٹر صاحب سے شکایت کروں گا۔"

دو صندوق

میرزا ادیب

جنگل بیابان۔ دور تک ویرانیاں۔ نہ کہیں آدم نہ آدم زاد۔ گھنے درختوں کے نیچے کوئی جنگلی جانور تیزی سے گزر جاتا تو چند لمحوں کے لیے خوف ناک سناٹے میں زندگی سی آجاتی۔ اس کے بعد پھر وہی سکوت، وہی موت کا سناٹا اور اونچے اونچے پیڑوں کے اوپر چھائے ہوئے اندھیرے۔

ایسے ویرانے میں یہ اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا کہ دن کے کتنے بجے ہیں اور سورج اپنا سفر طے کرکے کہاں پہنچ گیا ہے۔ یکایک مشرق کی طرف سے ایک سانڈنی تیز قدم اٹھاتی ہوئی آئی اور آگے ہی آگے بڑھتی چلی گئی۔ سانڈنی کی پیٹھ پر ایک آدمی بیٹھا تھا جس کے سر اور

داڑھی کے قریب قریب آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔ اس آدمی نے اپنی پشت ایک درجن کے قریب اُن چھوٹی بڑی گٹھریوں سے لگا رکھی تھی جو ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں ان گٹھریوں میں اس نفیس سفید کپڑے کے تھانوں کو رکھا گیا تھا جو جنگل سے دور ایک قصبے میں تیار ہوتا تھا اور جس کی جنگل کے پار شہروں میں بڑی مانگ تھی۔ یہ آدمی جس کا نام امجد تھا پیشے کے اعتبار سے ایک تاجر تھا۔ مہینے میں دو تین بار کئی قصبوں کے سوداگر ایک قافلے کی صورت میں جنگل کے پار تجارت کی غرض سے شہروں میں جاتے تھے اور وہ بھی انھی قافلوں میں شریک ہو جاتا تھا۔ اس روز وہ جب اپنا سامان اپنی سانڈنی کی طرف لے جانے لگا تو اسے خبر ملی کہ قافلہ تو صبح ہی صبح جا چکا ہے۔ یہ اطلاع پا کر اُسے غصہ تو بہت آیا کہ قافلے کے سردار نے نہ تو اس کا انتظار کیا تھا اور نہ اسے شامل ہونے کی دعوت دی تھی، مگر اب ہو کیا سکتا تھا۔ وہ بارہا قافلوں کے ساتھ اس جنگل میں سے گزرا تھا۔ ایک بار تنہا بھی سفر کر چکا تھا۔ اس لیے گھر میں بیٹھ کر کڑھنے سے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ سامان سانڈنی پر لاد کر چلا جائے اور اس نے یہی کیا۔

سانڈنی کو وہ کوئی بار بردار جانور نہیں سمجھتا تھا بلکہ دوست اور ہمدرد جانتا تھا اس سانڈنی نے کئی سال تک اس کا ساتھ دیا تھا اور اب بھی دے رہی تھی۔ جنگل کا سفر خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور پھر امجد تو تنہا تھا۔ وہ قیمتی کپڑا لے جا رہا تھا اور اس کپڑے کی تجارت پر اس کا اور اس کے بیوی بچوں کی ساری ضروریات کا انحصار تھا۔ اگر کہیں سے ڈاکو آ جائیں تو وہ تنہا ان کا کیوں کر مقابلہ کر سکتا ہے؟ یہ خیال دو تین بار اس کے ذہن میں آیا مگر وہ ایک بہادر آدمی تھا۔ خطرے کا خیال زیادہ دیر تک اس کے ذہن میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت سفر آدھے سے کچھ زیادہ طے ہو چکا تھا وہ اپنے کاروبار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس کے پاس جو قیمتی کپڑا ہے وہ بہت کم سوداگروں کے پاس ہوگا۔ وہ مطمئن ہو گیا مگر پھر اس نے سوچا:

"میرے گاہک دو بڑے دکان دار ہیں جو مجھ ہی سے مال خرید اکرتے ہیں مگر کہیں مجھ سے پہلے کوئی سوداگر ان کے پاس نہ چلا جائے۔"

اس بات کا اسے خطرہ تھا۔ یہ خطرہ محسوس کر کے اس نے سانڈنی کو زیادہ تیز دوڑانے

کا اپنا ہی طریقہ استعمال کیا۔ وہ اس مقصد کے لیے سانڈنی کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرتا تھا اور ابھی اس کا ہاتھ سانڈنی کی گردن پر ہی ہوتا تھا کہ وہ تیزی اختیار کر لیتی تھی۔ سانڈنی اس سفر میں تھک گئی تھی۔ جانور بھی اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں خوش رہتا ہے۔ ساتھی نہ ہوں تو وہ اُداس ہو کر جلدی تھک جاتا ہے۔ اس وقت امجد بھی تنہا تھا اور اس کی سانڈنی بھی تنہا تھی۔ دونوں ناخوش تھے۔

درختوں کی لمبی قطار ختم ہو گئی تھی۔ دوسری قطار ان سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اچانک اس کی نظر مٹی کے ایک تودے کے پاس ایک انسان پر پڑی۔ کوئی اوندھے منہ گھاس کے اوپر پڑا تھا۔

"یہ کون ہے؟" اس کے دماغ میں یہ سوال آیا اور اس نے بے اختیار سانڈنی کی لگام کھینچ لی۔ جب سانڈنی بیٹھ گئی تو وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس اوندھے منہ پڑے ہوئے انسان کی طرف بڑھا:

"کون ہو تم؟" اس نے سوال کیا۔ جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ اس نے کئی بار پوچھا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اب اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر آواز دی۔ وہ کسی بچے یا بوڑھے کا ہاتھ لگتا تھا۔

"کہیں یہ مر تو نہیں گیا!" یہ بات ذہن میں آتے ہی وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس کا جی چاہا کہ اسے چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں یہ خطرہ بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ کہیں دُکان دار اس کے جانے سے پہلے سامان خرید نہ لیں۔ اس صورت میں اسے بڑا نقصان ہو سکتا تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا مگر اس کے ضمیر نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس انسان کو چھوڑ جائے جو نہ جانے زندہ تھا یا مر چکا تھا۔

"اگر زندہ ہے تو میں اس کی مدد کر سکتا ہوں۔" یہ خیال اس کے دماغ میں آیا اور اُس نے اس آدمی کے سر کو ذرا اوپر اُٹھایا مگر وہ تو ایک بوڑھی عورت تھی جو آہستہ آہستہ سانس لے رہی تھی۔

"کون ہیں آپ؟" امجد نے پوچھا، مگر جواب نہ ملا۔ وہ اسے خاموشی کے ساتھ بڑے

غور سے دیکھ رہا تھا کہ بڑھیا نے دھیرے دھیرے اپنی آنکھیں کھول دیں۔
"کون ہو تم؟" یہ سوال بڑے مدھم لہجے میں بڑھیا نے کیا۔
"میں ایک سوداگر ہوں۔ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟"
"پا... نی ..." بڑھیا نے آہستہ سے کہا۔

امجد سانڈنی کی طرف گیا۔ گٹھریوں کے درمیان اس نے دو چھاگلیں رکھ چھوڑی تھیں۔ ایک چھاگل میں سے وہ دو تین بار پانی پی چکا تھا اور دوسری بھری کی بھری تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھاگل کو اُٹھانے کے لیے بڑھایا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں صرف ایک چھاگل تھی اور یہ وہ چھاگل تھی جو آدھی سے زیادہ خالی ہو چکی تھی۔ دوسری چھاگل جو پانی سے بھری ہوئی تھی وہاں نہیں تھی۔ وہ حیران تھا کہ دوسری چھاگل کہاں گئی؟

اُسے فوراً یاد آگیا کہ سفر شروع کرنے کے تھوڑی دیر بعد اس نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ ایک پیڑ کے نیچے آرام کیا تھا۔ گٹھریاں ٹھیک حالت میں نہیں تھیں، سب کو اُتار کر اُس نے دوبارہ ترتیب کے ساتھ رکھا تھا اور وہیں پیڑ کے نیچے بھری ہوئی چھاگل چھوڑ آیا تھا۔ اس وقت نہ تو واپس جانا مناسب تھا اور نہ وقت ضائع کرنا۔ اُس نے چھاگل اٹھائی اور بُڑھیا کے پاس گیا۔ چھاگل ایک طرف رکھ کر اس نے ضعیف اور کم زور بُڑھیا کو بٹھانے کی کوشش کی وہ کم زوری کی وجہ سے بیٹھ نہ سکی۔ امجد نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور چھاگل اس کے ہونٹوں سے لگادی۔ نہ جانے وہ کب کی پیاسی تھی کہ چھاگل میں بہت کم پانی رہ گیا۔ پیاس بجھانے کے بعد بڑھیا کی توانائی بحال ہوگئی تو اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اماں جی! آپ جنگل میں تن تنہا کیسے رہ گئیں؟"
بڑھیا نے پیڑ کے تنے سے ٹیک لگادی اور بولی:

"کیا کہوں بیٹا! ہونی تو ہو کر ہی رہتی ہے۔ جنگل کے پار شہر وزیر شاہ میں میری دونوں بیٹیاں بیاہی ہوئی ہیں۔ کبھی کبھی اُن سے ملنے کے لیے تڑپنے لگتی ہوں۔ میرے گھر کے پاس سوداگر رہتے ہیں۔ وہ مہینے ڈیڑھ مہینے بعد تجارت کی چیزیں لے کر اس شہر میں جاتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ چلی جاتی ہوں اور واپسی پر وہ ساتھ ہی لے آتے ہیں تو بیٹا.... ہوا یہ:"

بڑھیا ذرا رکی۔ سانس درست کیا اور پھر کہنا شروع کیا:

"آج میں ان سوداگروں کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ میں سانڈنی پر بڑے آرام واطمینان کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ایک دم دور گردو غبار کے بادل سے چھا گئے۔ بڑا شور ہوا۔ سوداگروں نے خطرہ دیکھ کر سانڈنیوں کی رفتار تیز کردی مگر ڈاکوؤں کے گھوڑوں نے انھیں گھیرے میں لے لیا اور لوٹ مار شروع ہوگئی۔ ایک ڈاکو میری طرف بڑھا۔

میں نے کہا، "میں ایک غریب بوڑھی ہوں۔ میرے پاس کیا ہے۔ میں تو اپنی بیٹیوں سے ملنے جارہی ہوں۔ ان کے بچوں کے لیے مٹھائی اور کھلونے ہیں۔ لینا چاہتے ہو تو لے لو۔"

"چھوڑ دو بڑھیا کو۔" اس کے ایک ساتھی نے کہا اور مجھے چھوڑ دیا گیا۔ سوداگروں نے بچنے کے لیے سانڈنیوں کو دوڑانا شروع کردیا تھا۔ ڈاکوؤں کے گھوڑے ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔" یہ کہہ کر بڑھیا چپ ہوگئی۔

امجد نے پوچھا، "پھر کیا ہوا اماں؟"

"پھر کیا بیٹا! سوداگر اور ڈاکو نظروں سے دور ہوگئے۔ مجھے پتا نہیں پھر کیا ہوا؟"

"آپ اکیلی رہ گئیں؟"

"ہاں، یہ لمبا چوڑا جنگل اور میں کمزور، ضعیف بڑھیا۔ سوچا اب کیا کروں، کدھر جاؤں۔ اللہ کا نام لے کر چل پڑی کہ راہ میں کوئی نہ کوئی قافلہ مل جائے گا۔ اور مجھ پر رحم کھا کر جنگل کے پار پہنچا دے گا۔"

"آپ واپس چلی جاتیں۔"

"کیوں کر چلی جاتی بیٹا! جانے والے تو شہر کی طرف جا چکے تھے اور چند روز بعد ان کی واپسی ہونی تھی۔"

"آپ نے شہر کو جانے والے قافلے دیکھے؟"

"کہاں دیکھے بیٹا! مجھے صرف یہ پتا تھا کہ سوداگر مال واسباب لے کر جارہے ہیں۔ خبر نہیں وہ کس راہ سے جارہے تھے۔ ادھر کوئی قافلہ نہ آیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی گئی۔ بار بار امید بندھتی گئی کہ کوئی قافلہ آرہا ہے لیکن کوئی بھی نہ آیا۔ لگتا ہے میں راہ بھول کر ادھر آگئی تھی۔"

"ہاں اماں! یہی ہوا ہے۔ یہ قافلوں کا راستہ نہیں ہے۔ میں اس راستے سے صرف اس لیے جاتا ہوں کہ ایک تو یہ زیادہ لمبا نہیں ہے اور میں اس سے واقف بھی ہوں۔"

"اور پانی ہے؟" بڑھیا کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ امجد نے چھاگل اس کے منہ سے لگا دی۔ جتنا پانی بچ گیا تھا وہ بھی بڑھیا نے پی لیا۔

"اب تم اپنی سناؤ بیٹا!" بڑھیا نے پوچھا۔ امجد نے اپنی کہانی اسے سنائی اور کہانی ختم کرنے کے بعد کہا:

"اماں! اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"تمھاری سانڈنی پر تو بہت کپڑا لدا ہوا ہے!" بڑھیا نے سانڈنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کوئی بات نہیں اماں! میں اٹھاتا ہوں آپ کو۔" امجد نے سہارا دے کر بڑھیا کو اٹھایا اور اسے سانڈنی کی طرف لے چلا۔ گٹھریوں کے آگے تھوڑی سی گنجایش نکل آئی تھی۔ امجد نے گٹھریوں کو ذرا پیچھے کر دیا اور بڑھیا وہاں بیٹھ گئی۔

"چل میرے بیٹے! اللہ تیرا بھلا کرے!" بڑھیا کے منہ سے نکلا۔ امجد کے بیٹھنے کے بعد سانڈنی جلدی جلدی چلنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد آندھی چلنے لگی۔ صحرا کی آندھی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ آندھی تھمی تو گرمی بہت بڑھ گئی۔ امجد کو بہت پیاس تھی مگر چھاگل کا سارا پانی تو وہ بڑھیا کو پلا چکا تھا۔ اس نے ضبط سے کام لیا اور بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا۔ اللہ اللہ کر کے جنگل ختم ہوا اور سانڈنی شہر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں بڑھیا نے امجد سے پوچھا:

"تم میرے ساتھ میری بیٹی کے گھر چلو گے؟"

"نہیں اماں! مجھے معاف کر دیں۔ میں بڑی دیر کے بعد دکان دار کے پاس جا رہا ہوں۔ اور دیر ہو گئی تو رہی سہی امید بھی خاک میں مل جائے گی۔" امجد نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! میں تمھیں اپنا محسن سمجھتی ہوں۔ اگر تم میری مدد نہ کرتے تو شاید میں زندہ نہ رہتی۔ اب جو یہاں خیر خیریت سے پہنچ گئی ہوں تو یہ اللہ کے فضل اور تمھارے احسان کا نتیجہ ہے۔ آج رات میری بیٹی کے ہاں بسر کرو۔"

امجد بولا، "اماں جان! میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ ایک فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے۔ اس وقت تو مجھے جانے دیں۔ واپسی پر انشاءاللہ آپ کے ہاں آؤں گا۔" بڑھیا خاموش ہو گئی اور پھر بولی:

"اچھا، میں تم کو اپنا پتا بتائے دیتی ہوں۔ غور سے سنو! باغیچہ گل محمد، منڈی علاقہ گل محمد میرے داماد کا نام ہے۔ تمھیں گھر ڈھونڈنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"مجھے یاد رہے گا اماں جی، پہنچ جاؤں گا۔"

"میں انتظار کروں گی بیٹا!"

"اچھا، اب اجازت دیجیے۔"

بڑھیا چند قدم طے کر کے گھوڑا گاڑی میں بیٹھ گئی اور امجد اپنے راستے پر چل دیا۔ جب امجد بازار میں پہنچا تو دونوں دکان دار اس کو دیکھ کر ہنس پڑے۔ یہ وہی دکان دار تھے جو امجد سے ہمیشہ کپڑا خریدتے تھے اور اس کا انتظار کرتے تھے۔

"یہ کیا اٹھا لائے ہو امجد؟" ایک بولا۔

"کیا اس مرتبہ یہاں سیر کرنے آئے ہو؟" دوسرے نے اس کا مذاق اڑایا۔

"نہیں میں بیچنے کے لیے سامان لایا ہوں۔" امجد کو اُن کی باتیں سن کر غصہ تو بہت آیا، لیکن اس نے غصّے کو پی لیا۔

"دیکھو میاں امجد!" پہلا دکان دار کہنے لگا، "ہم سامان سنبھال کر نہیں رکھتے۔ ہمارا اصول ہے اِدھر خریدو، اُدھر بیچ دو۔ ہم نے کپڑا خرید کر بیچ بھی دیا ہے۔ اب اگلے مہینے آنا۔"

امجد کو یہ بات بڑی بُری لگی۔ وہ بولا:

"میں یہ سامان کیسے واپس لے جا سکتا ہوں؟"

"جیسے لے کر آئے ہو۔"

بات بڑھتی گئی۔ دوسرے دکان داروں نے مداخلت کر کے ان کو صلح صفائی سے معاملہ طے کرنے پر مجبور کر دیا۔ غلطی امجد کی تھی۔ اسی کو قصور وار ٹھیرایا گیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ وہ اپنا سامان بیچ دے۔ دکان داروں نے اس کی کم زوری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اونے پونے داموں کپڑے کے سارے تھان خرید لیے۔ امجد کو توقع سے بہت کم رقم ملی تھی۔ اسے غصّہ بھی

تھا اور پریشانی بھی مگر اس وقت اسے اپنا وعدہ یاد آ گیا جو اس نے بڑھیا سے کیا تھا۔ پتا اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ پیاس کی شدت سے اس کا بُرا حال تھا۔ ایک دکان پر رُک کر اس نے شربت پیا اور وہیں بڑھیا کا پتا یاد کرنے لگا۔ کاروباری نقصان پر اسے کافی رنج تھا اور کچھ کرنے کو اُس کا جی نہیں چاہتا تھا، مگر چوں کہ وعدہ کر چکا تھا اس لیے بڑھیا کے ہاں جانا تو تھا ہی۔ اسی دوران ایک آدمی دکان پر شربت لینے آیا۔ شربت والے نے اسے بوتل دیتے ہوئے کہا:

"گل محمد! تم نے پہلی بوتل کے پیسے بھی نہیں دیے تھے۔"

یہ نام سنتے ہی امجد کو یاد آ گیا کہ بڑھیا نے اپنے داماد کا نام گل محمد ہی بتایا تھا۔ یہ نام یاد آتے ہی اسے باغیچہ گل محمد بھی یاد آ گیا۔ امجد نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک کر پوچھا:

"جناب مجھے باغیچہ گل محمد جانا ہے۔ کیا آپ مہربانی کر کے مجھے راستہ بتا دیں گے؟"

"ضرور ضرور۔" وہ آدمی بولا، "قریب ہی ہے۔ سیدھے جائیں۔ ایک پھل کی دُکان آئے گی۔ اس دکان کے سامنے ایک گلی ہے۔ وہی باغیچہ گل محمد کہلاتی ہے۔"

امجد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سانڈنی کی لگام پکڑ کر بازار میں چلنے لگا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے پھلوں کی دکان نظر آ گئی۔ اس کے سامنے جو کشادہ گلی تھی وہیں اس کو جانا تھا۔ ایک لڑکے نے گل محمد کے مکان کی نشاندہی کر دی۔ اور اب وہ ایک بڑی شان دار عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ اس کے دروازے پر رُکا ہی تھا کہ ایک آدمی تیزی سے اس کی طرف آیا:

"آ گئے آپ! نانی اماں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے سانڈنی کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور کہا، "اندر تشریف لے چلیے۔"

امجد نے دروازے پر قدم رکھا۔ خوش آمدید کہتی ہوئی کئی آوازیں بلند ہوئیں۔ بچے اور عورتیں اس کا استقبال کرنے کے لیے اس کی طرف آ رہے تھے۔ ان میں وہ بڑھیا بھی تھی۔ اس نے امجد سے کہا:

"شکر ہے بیٹا، تم آ گئے۔ سارا گھر تمھارا انتظار کر رہا تھا۔"

"گھر ڈھونڈنے میں آپ کو کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟" ایک جوان عورت نے پوچھا۔ یہ بڑھیا کی بیٹی تھی۔

"جی نہیں۔" امجد نے جواب دیا۔

"ہم نے نوکر کو ہدایت کر دی تھی کہ سارا وقت گلی میں رہے اور آپ کے آنے کا انتظار کرے" دوسری جوان عورت بولی۔ یہ بڑھیا کی دوسری بیٹی تھی۔ امجد جلد واپس جانا چاہتا تھا، مگر بڑھیا، اس کی بیٹیوں اور گھر کے دوسرے لوگوں نے اتنا اصرار کیا کہ وہ ایک رات وہاں گزارنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ دوسرے روز دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد امجد نے اجازت چاہی اور کہا:

"گھر پر میرے بچے انتظار کر رہے ہیں۔ اب مجھے نہ روکیے۔"

یہ سن کر سب کو مایوسی تو ہوئی لیکن مجبوری تھی امجد کو جانا تھا۔ جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ امجد نے پانی کی چھاگلیں رکھ لیں۔ سانڈنی کو سفر کے لیے تیار کیا اور جب وہ چلنے لگا تو نوکر دو صندوق لے آیا۔ بڑھیا نے صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"بیٹا امجد! ایک صندوق میں تو تمھارے بچوں کے لیے کچھ کھلونے اور کپڑے ہیں اور یہ بڑا صندوق تمھارے لیے ہے۔"

"اماں جان! آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں بیٹا! تمھارے احسان کا بدلہ تو دیا نہیں۔ یہ تو اس احسان کا اعتراف ہے جو تم نے میری زندگی بچا کر مجھ پر کیا تھا۔"

نوکر دونوں صندوق اٹھا کر دروازے کے باہر لے گیا۔ امجد سب سے مل ملا کر رخصت ہوا۔

لمبا سفر طے کرنے کے بعد امجد گھر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی اکلوتی بہن بہت بیمار ہو گئی ہے۔ جلدی جلدی سامان گھر میں رکھ کر وہ بہن کے گھر چلا گیا۔ دس روز بڑی پریشانی میں گزرے۔ گیارھویں دن اس کی بہن کا انتقال ہو گیا۔ یہ امجد کے لیے بڑا صدمہ تھا۔ اس نے بڑے صبر سے کام لیا، مگر غم دور نہ ہوا۔

دن گزرتے گئے۔ جتنی رقم وہ اپنے تھان اونے پونے داموں بیچ کر ساتھ لایا تھا وہ خرچ ہو گئی تھی۔ نئے تھان خریدنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ یہ ایک بڑی پریشانی کی بات تھی۔

ایک روز اس کی بیوی بولی:

رشید کے ابا! ہم سب کو بڑا صدمہ پہنچا ہے، مگر گھر کو بھی تو دیکھنا ہے۔ قرض چڑھ گیا ہے۔ اس طرح کیسے گزارا ہوگا۔ گھر کا خرچ کیسے چلے گا؟ کاروبار کا کیا ہوگا؟"

امجد کو غصہ آ گیا "تو میں کیا کروں؟ میرے پاس سامان خریدنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔" بیوی خاموش ہو گئی۔ بچے جو جاگ کر ناشتا مانگ رہے تھے ادھر آ گئے۔ انھیں دیکھتے ہی امجد کو ان دو صندوقوں کا خیال آ گیا جو رخصت ہوتے وقت بڑھیا نے اسے دیے

تھے۔ اس نے بیوی کو آواز دی:

"عائشہ، میں دو صندوق لایا تھا"

"ہاں ان کا تو خیال ہی نہیں رہا۔ تمھارے پلنگ کے نیچے پڑے ہیں" امجد نے جاکر دونوں صندوق نکالے۔ چھوٹا صندوق کھولا تو اس میں سے بڑے خوبصورت کھلونے اور کپڑے نکلے۔ بچوں کو بڑی خوشی ہوئی۔

"اب بڑا صندوق بھی کھولو!"

"میرے کپڑے ہوں گے"

"کھولو تو سہی"۔ بیوی نے اصرار کیا۔

بڑا صندوق کھولا گیا۔ وہ سارا صندوق اعلا درجے کے قیمتی کپڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ عائشہ ایک ایک کپڑا اُٹھا کر رکھنے لگی۔

"یہ کیا ہے؟" عائشہ نے چمکتی ہوئی چیزیں دیکھ کر کہا۔

"کیا ہے؟" امجد بولا۔

"دیکھو تو کپڑوں کے نیچے یہ اشرفیاں!" عائشہ نے خوشی بھرے لہجے میں کہا۔

امجد نے دیکھا کہ صندوق میں بہت سی اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں۔ عائشہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ بولی: "یہ تمھارے اس احسان کا بدلہ ہے جو تم نے اس نیک بڑھیا پر کیا تھا"

امجد کہنے لگا "عائشہ میں کیا اور میرا احسان کیا! اللہ رحمت کرتا ہے تو کسی کو رحمت کا فرشتہ بناکر بھیج دیتا ہے۔ یہ بڑھیا رحمت کا فرشتہ تھی"

ایک لمحہ میں پچپن ہزار فارن ہائٹ کا درجہ حرارت

جب بجلی لمحہ بھر میں ایک بار زمین پر لپکتی ہے تو اس کے ذریعے لاکھوں ہزاروں وولٹ بجلی کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ آسمانی بجلی لپکنے کے اس عمل کا نام لائٹنگ فلیش ہے۔ صرف ایک بار ہی لائٹنگ فلیش سے جو توانائی پیدا ہوتی ہے اگر کوئی ایسا ذریعہ (وسیلہ) ہوتا تو اس توانائی کو استعمال کرکے ایک لاکھ میگاواٹ تک وہ بجلی (قوت) پیدا کی جاسکتی جو ہم گھروں اور کارخانوں میں استعمال کرتے ہیں۔

ایک بار کی لپک کی پیمائش سے جو حرارت خارج ہوتی ہے اس سے ۵۵۰۰۰ فارن ہائیٹ تک درجہ حرارت پیدا ہوتا ہے۔ حرارت کے اخراج کا وقفہ ایک سیکنڈ کے لاکھوں حصے کے برابر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ حرارت کے اخراج کا وقفہ اگر ایک منٹ تک قرار پالے تو زمین پر موجود ہر شے جل بھن کر بھسم ہوجائے۔

ایک طرف ایک بار کی لپک سے بے پناہ درجہ حرارت اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری طرف اس کی بے مائگی جو ایک لمحہ کے لاکھوں حصے کے برابر ہے۔ اس سے اگر نقصان پہنچے یا وہ نقصان کا باعث بن جائے اور وہ کسی قسم کے کپڑے پر گرے تو اسے صرف اس حد تک جلائے گی ایک معمولی سا سیاہ دھبہ بنا نظر آئے گا۔

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لیکچرر باٹنی زولوجی، گورنمنٹ کالج
ٹونک (راجستھان)

> ایک عورت نے اپنی سہیلی کو بتایا "میرے شوہر کو دانتوں سے ناخن کترنے کی عادت تھی مگر میں نے ان کی یہ عادت چھڑا دی۔"
> سہیلی بولی "وہ کیسے؟"
> عورت نے جواب دیا "میں نے ان کے دانت چھپا کر رکھ دیے ہیں!"

سانس کی بدبو اور اس سے چھٹکارا

یہ انسانی فطرت ہے کہ پُرکشش اور خوبصورت لباس والی شخصیات سے عام طور پر لوگ متاثر ہی نہیں بلکہ کبھی کبھی مرعوب بھی ہو جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کی شخصیات سے بات چیت کے دوران جب بھی اُن کی سانس کی بدبو کا ہمیں احساس ہوتا ہے تو اُن افراد کی شخصیت پر زنگ لگا محسوس ہونے لگتا ہے اور اُن کی امیج جو ہمارے تصور میں تھی اس کو گہرا جھٹکا لگتا ہے۔ یہی نہیں اکثر ایسے افراد جن کو اپنی سانس کی بدبو کا احساس ہوتا ہے وہ خود بھی کسی نہ کسی حد تک احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی اُن کا یہ احساسِ کمتری اُن کی ترقی کی راہوں میں رکاوٹ تک بن جاتا ہے۔

ہماری سانسوں میں بدبو نہ ہو اس کا بہت آسان اور سیدھا طریقہ ہے کہ منہ کو صاف رکھا جائے۔ جب بھی ہم کھانا کھاتے ہیں تو اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہمارے دانتوں کے درمیان پھنس جاتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر ہمارے منہ میں کافی تعداد میں جراثیم پائے جاتے ہیں اس لیے جب بھی ہم کھانا کھاتے ہیں تو دانتوں میں پھنسے کھانے کے اُن چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر یہ جراثیم حملہ بول دیتے ہیں اور اُن سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کی تعداد میں لگاتار اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جراثیم کی تعداد بڑھنے پر جہاں ایک طرف وہ منہ کے بافتوں (TISSUES) پر حملہ کرتے ہیں اور اُن کو نقصان پہنچاتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ اپنی تحولی حرکات (METABOLIC ACTIVITIES) کی وجہ سے کئی قسم کی بدبودار گیسوں کا اخراج بھی کرتے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ بدبودار گیس "ہائیڈروجن سلفائیڈ" (HYDROGEN SULPHIDE) ہے۔ جس کی بدبو سڑے ہوئے انڈے کی بدبو جیسی ہوتی ہے۔ دوسری گیس "میتھائل مرکپٹن" (METHYL MERCAPTAN) ہے جس کی بدبو بھی بہت ناگوار معلوم ہوتی ہے جب یہ گیس سانس کے ساتھ باہر آتی ہے تو ہماری سانسیں بدبودار ہو جاتی ہیں۔

منہ میں موجود جراثیم سے چھٹکارا پانے کے لیے منہ کی صفائی کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ دانتوں کے علاوہ مسوڑوں، حلق اور دانتوں کے آس پاس ہونٹوں اور گالوں کے درمیان موجود دہلیزی (VESTIBULE) کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے تاکہ وہاں جراثیم چھپے نہ رہ جائیں اس کے علاوہ دانتوں اور مسوڑوں پر لگے سفید دہی جیسے مادے جسے "ٹارٹر" (TARTAR) کہتے ہیں کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے۔ کیونکہ ٹارٹر اور دانتوں کے درمیان آکسیجن کی مقدار بہت کم ہونے

کی وجہ سے وہاں موجود جراثیم بہت تیزی سے پنپتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ منہ کی بدبُو سے چھٹکارا پانے کے لیے زبان کی بھی معقول صفائی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ زبان پر چپکے کھانے پینے کے اجزا اور ٹارٹر وغیرہ جراثیم کو پنپنے کے لیے اچھا پلیٹ فارم مہیا کرا دیتے ہیں اس لیے زبان کو بہت اچھی طرح صاف کرنا چاہیے۔ دھیان رہے کہ اچھی طرح صاف کی گئی زبان کا رنگ گہرا گلابی ہوتا ہے۔ اگر زبان پر سفید رنگ کی پرت لگی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پر لاکھوں کی تعداد میں جراثیم موجود ہیں۔

منہ کی صفائی کرنے کے بعد ہماری سانسیں بدبُو دار نہ ہوں اس کے لیے اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا منہ سوکھا نہ رہے یعنی ہمارے منہ میں موجود لعابی غدود (SALIVARY GLANDS) کے ذریعے لعاب دہن (SALIVA) کا افراز لگاتار جاری رہے تاکہ اس سے ہماری منہ کی صفائی ہوتی رہے۔ اس کے علاوہ لعاب دہن میں موجود خامرہ (ENZYME) یعنی "لائیسوزائم" (LYSOZYME) لگاتار جراثیم کو ختم کرتا رہتا ہے۔ لعابِ دہن میں موجود کافی مقدار میں آکسیجن کی وجہ سے بھی منہ میں جراثیم کی تعداد بہت دھیمی رفتار سے بڑھتی ہے کیونکہ منہ میں پائے جانے والے جراثیم "غیرہوائی قسم کے" (ANAEROBIL) ہوتے ہیں اس لیے زیادہ آکسیجن کی موجودگی میں وہ ٹھیک سے پنپ نہیں پاتے۔ منہ گیلا رکھنے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر سے پانی یا کسی قسم کا رس وغیرہ پیتے رہنا چاہیے۔ منہ کو گیلا بنائے رکھنے کے لیے لیموں کی سکنجی سب سے اچھی چیز ہے۔ کئی بار منہ کے سوکھ جانے پر آپ نے خود بھی اپنے منہ میں بدبُو آنے کا احساس کیا ہوگا۔ خاص طور سے سوکر اٹھنے پر۔ چونکہ سوتے وقت منہ میں لعاب دہن (تھوک) کا نکلنا بہت کم ہو جاتا ہے اس لیے منہ میں جراثیم بہت تیزی سے پنپنے لگتے ہیں جن کی وجہ سے منہ میں سے بدبُو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح بھوک لگنے کی حالت میں، لگاتار بہت دیر تک بات چیت کرتے رہنے پر، ناک بند ہونے یا کثرت کرتے وقت منہ سے سانس لینے پر یا وہ لوگ جو شراب پیتے ہیں، اس میں موجود الکوہل کی وجہ سے اکثر منہ سوکھنے لگتا ہے اور سانس بدبُودار ہو جاتی ہے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہی لعابِ دہن کا نکلنا کم ہونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوانوں کے مقابلے زیادہ عمر کے افراد کی سانسوں میں اکثر زیادہ بدبُو ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کیونکہ معصوم بچوں کے منہ میں لعابِ دہن کا افراز لگاتار ہوتا رہتا ہے اس لیے ان کے منہ سے بدبُو نہیں آتی۔

کچھ لوگوں میں دانتوں، زبان اور منہ کی ٹھیک طرح سے صفائی اور منہ میں معقول مقدار میں لعاب دہن کے افراز کے باوجود سانسوں میں بدبُو آتی ہے۔ اس بدبُو کے آنے کی کچھ اور وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً لہسن، پیاز یا مولی وغیرہ کے کھانے کے بعد سانسوں میں بدبُو آنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اکثر اس طرح کی چیزوں کے کھانے کے بعد ان میں موجود کیمیائی اجزا خون میں ملنے کے بعد پھیپھڑوں تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سے ان اجزا کی بُو سانس کے ساتھ جسم سے باہر نکلتی ہے۔ اس طرح کی بدبُو سے چھٹکارا پانے کے لیے ابھی تک کوئی معقول حل نہیں ہے۔ صرف اتنا کیا جا سکتا ہے کہ اس دوران کافی مقدار میں پانی یا کسی قسم کا رس پیا جائے۔ جس سے کچھ حد تک اس بُو کی تیزی کو کم کیا جا سکتا ہے۔

کچھ لوگوں میں تحولی نظام (METABOLISM) کی کسی خرابی کی وجہ سے بھی ان کے سانسوں میں عجیب سی بُو آنے لگتی ہے جیسے تحولی نظام کی ایک خرابی "ٹرائی میتھائل میینوریا" (TRIMETHYLEMENURIA)

کی وجہ سے جب بھی یہ افراد اس طرح کی غذائیں کھاتے ہیں جن میں کولین (CHOLINE) پائی جاتی ہے جیسے انڈے، مچھلیں وغیرہ تو ان لوگوں میں "کولین" سے بنا مادہ یعنی ٹرائی میتھائل امین (TRIMETHYLAMINE) ایک مخصوص خامرے (ENZYME) کی غیر موجودگی کی وجہ سے اپنے آگے کے سادے مرکبات میں نہیں ٹوٹ پاتا اور خون میں اس کی مقدار بڑھنے لگتی ہے اس لیے ایسے افراد میں پھیپھڑوں کے ذریعے اس کی بدبو سانسوں میں مل جاتی ہے اور اس طرح سانس بدبودار ہو جاتی ہے۔ ایسے افراد کے پسینے اور پیشاب سے بھی مچھلی جیسی چھیلند آتی ہے کیونکہ "ٹرائی میتھائل امین" پسینے اور پیشاب کے ساتھ بھی خارج ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ذیابیطس (DIABETES) کے مریضوں اور ان افراد میں جن کو جسم کی ضرورت کے مطابق غذائیت میسر نہیں ہوتی یا جو "ناقص غذائیت" (MALNUTRITION) کے شکار ہوتے ہیں۔ ان کے خون میں کافی مقدار میں "کیٹون باڈیز" (KETONE BODIES) بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ جن کی تیکھی بُو سانس اور پسینے کے ساتھ جسم کے باہر آتی ہے جو نہ صرف خود کو بُری معلوم ہوتی ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس بُو سے کراہیت آتی ہے۔ اسی طرح زکام کے پک جانے یا معدے کی بیماریوں کی وجہ سے بھی ناک اور منہ سے نکلی سانس کی بدبو دوسروں کی کوفت کا باعث بن جاتی ہے۔ سانس کے ساتھ اس طرح کی بدبوؤں کا موثر علاج تو تبھی ممکن ہے جب ان وجوہات کا کوئی موثر علاج کیا جائے۔ سانسوں میں ان وجوہات سے پیدا شدہ بدبو سے کچھ حد تک چھٹکارا پانے کے لیے منہ کی معقول صفائی اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے پانی یا کسی قسم کا رس وغیرہ لیتے رہنا چاہیے۔

کچھ لوگ منہ کی صفائی اور سانسوں کی بدبو سے چھٹکارا پانے کی غرض سے "ماؤتھ واش" (MOUTH WASH) کا استعمال کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ "ماؤتھ واش" میں موجود کیمیائی اجزاء وقتی طور پر منہ میں ایک ملمع چڑھا دیتے ہیں۔ یا کچھ قسم کے "ماؤتھ واش" "اینٹی بایوٹیکس" ہوتے ہیں (ANTI BIOTICS) جو کچھ قسم کے جراثیم کو مار ڈالتے ہیں مگر "ماؤتھ واش" منہ کی بدبو سے چھٹکارا پانے کا کوئی موثر علاج نہیں ہے بلکہ "ماؤتھ واش" میں موجود الکوہل (ALCOHAL) منہ کو اور زیادہ تیزی سے سکھا کر آخر کار منہ کی بدبو بڑھانے میں ہی مدد کرتے ہیں۔

آخر میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ منہ اور سانسوں میں بدبو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو اس سے چھٹکارا پانے کے لیے منہ، دانتوں اور زبان کی باقاعدہ صفائی کی ضرورت ہے تاکہ منہ سے لعابِ دہن کا لگاتار اخراج ہوتا رہے اس کا بھی دھیان رکھا جائے۔ لگاتار تھوڑی تھوڑی مقدار میں پانی یا کسی قسم کا رس لیا جائے تو منہ میں نمی بنی رہے گی۔ جس کی وجہ سے منہ کی بدبو پر بہت حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ ان باتوں پر عمل کے باوجود بھی اگر سانسوں میں بدبو بنی رہے تو ڈاکٹر کی صلاح لی جائے۔

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

بچوں کے لیے

کتاب	قیمت
نماز پڑھیے	۴/۵۰
السلام علیکم	۷/۵۰
حضرت یوسف علیہ السلام	۴/۵۰
حدیث کیا ہے	۴/-
حضرت عمر فاروقؓ	۶/-
نقوش سیرتؐ اوّل	۵/-
نقوش سیرتؐ حصہ دوم	۵/-
نقوش سیرتؐ حصہ سوم	۵/-
نقوش سیرتؐ حصہ چہارم	۵/-
نقوش سیرت حصہ پنجم	۵/-
رسالہ دینیات اوّل	۳/-
〃 دوم	۴/-
〃 سوم	۵/-
〃 چہارم	۵/-
〃 پنجم	۶/-
〃 ششم	۶/-
〃 ہفتم	۶/-
〃 ہشتم	۶/-
حضرت آدم علیہ السلام	۴/-
حضرت یحییٰ علیہ السلام	۳/-
بزرگان دین	۴/-
امت کی مائیں	۴/۵۰

کتاب	قیمت
اچھی باتیں	۴/۵۰
خوب سیرتؐ اول	۶/-
خوب سیرتؐ دوم	۶/-
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں	۴/۵۰
سلطان جی رحؒ	۴/۵۰
سیرت پاک مختصر مختصر	۳/-
کمسن صحابی	۶/-
رحمان کا مہمان	۶/-
اسلام کے جاں نثار	۵/-
نور کے پھول	۹/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	۶/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۳/-
حضرت طلحہؓ	۳/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	۳/-
حضرت سلمان فارسیؓ	۳/۵۰
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۳/-
حضرت محبوب الٰہیؒ	۳/-
حضرت معین الدین چشتیؒ	۳/-
حضرت فرید گنج شکرؒ	۳/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	۳/-
نیک بیٹیاں	۳/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاءؒ	۳/-
حضرت حمزہؓ	۳/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۳/-
حضرت ابوہریرہؓ	۴/-
اللہ کے صفی	۲/۵۰
اللہ کا گھر	۴/۵۰
اللہ کے خلیلؑ	۳/۵۰
رسول پاکؐ کے اخلاق	۴/-

کتاب	قیمت
قرآن پاک کیا ہے؟	۵/-
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل	۶/-
〃 دوم	۶/-
اسلام کے مشہور امیر البحر	۹/-
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل	۷/۵۰
〃 حصہ دوم	۶/-
اسلام کیسے شروع ہوا	۷/۵۰
رسول پاکؐ	۶/-
دس جنتی	۷/۵۰
سرکار کا دربار	۶/۵۰
چار یار	۷/۵۰
آں حضرتؐ (اردو)	۳/۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی)	/۴۰
ہمارا دین حصہ اوّل	۸/۵۰
ہمارا دین حصہ دوم	۸/۵۰
ہمارا دین حصہ سوم	۸/۵۰
تحسین القرآن	(زیر طبع)
منہاج القرآن	۴/۵۰
ائمہ اربعہ	(زیر طبع)
ارکان اسلام	۴/-
عقائد اسلام	۴/۵۰
خلفائے اربعہ	۱۰/۵۰
نبیوں کے قصے	۷/۵۰
ہمارے رسولؐ	۶/-
مسلمان بیبیاں	۶/-
ہمارے نبیؐ (اردو)	۴/-
ہمارے نبیؐ (ہندی)	زیر طبع
سرکار دو عالمؐ	۹/-
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد)	۲/-
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں)	۴/۵۰

محمد قیوم اعتصامی

دیوار چین

دنیا کی سب سے بڑی دیوار

دیوار چین کو خلا بازوں نے چاند پر سے کسی آلے کی مدد کے بغیر دیکھا تھا۔
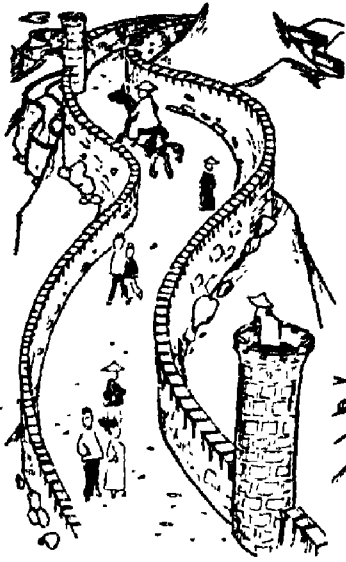
جسے ہم دیوارِ چین کہتے ہیں اہلِ چین اسے عظیم دیوار (گریٹ وال) کا نام دیتے ہیں یہ دیوار کئی صدیاں پہلے چین کے قدیم بادشاہوں نے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی غرض سے پورے ملک کے اردگرد تعمیر کرائی تھی تاکہ بیرونی حملہ آوروں کی مداخلت سے بچا جاسکے کیونکہ پرانے زمانے میں بعض بادشاہ ایک دوسرے ملک پر حملے کرنے، مال و دولت لوٹنے، تباہی و بربادی پھیلانے اور لوگوں کو غلام بنانے کو اپنی بہادری اور شان و شوکت کا حصہ سمجھتے تھے اس لیے اکثر ملکوں کے بادشاہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے رہتے تھے۔ مختصر سے اس پس منظر کو بیان کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم پرانے زمانے کے لوگوں کے طور طریقوں کو جان سکیں اور عظیم دیوار کی تعمیر کا مقصد سامنے لاسکیں۔

جب دیوار کی تعمیر ہوئی تھی تب اس کی لمبائی تین ہزار میل تک تھی اس کی چوڑائی دس بارہ فٹ بلکہ کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ ہے ہر دس پانچ میل کے بعد دیوار پر برجی نما محرابی و مخروطی چوکیاں تعمیر کی گئی ہیں جس میں پہرے دار بیٹھتے تھے اور دور دور تک نگاہ دوڑایا کرتے تھے۔ دیوار پر پیدل سپاہیوں کے علاوہ گھوڑ سوار پہرے دار بھی گشت کرتے تھے۔ دیوار کی بلندی کہیں تو بیس فٹ سے بھی اوپر ہے اور کہیں اس سے کم بھی ہے یہ بل کھاتی ہوئی میلوں تک چلی گئی ہے۔ دیوار کے اوپر پالیوں کے اندر چلنے کے لیے جو جگہ بنائی گئی ہے اس کے دونوں اطراف پتھر کی بنی اینٹوں کے پختہ جنگلے بنائے گئے ہیں تاکہ چلنے والوں کو آسانی و سہولت حاصل رہے۔ اس دیوار کی مرمت کا کام بھی بادشاہی وقتوں میں کرایا جاتا رہا تھا مگر جب بادشاہی عہد ختم ہو گیا ملک کے دفاع اور حفاظت کے طریقے بھی بدل گئے تب اس دیوار کی وہ تاریخی ضرورت تو ختم ہو گئی جس کے تحت اسے بنوایا گیا تھا البتہ اب اسے آثارِ قدیمہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اسی اہمیت و ضرورت کے تحت دیوارِ چین کو ہر برس ہزاروں کی تعداد میں سیاح اور شائقین دیکھنے جاتے ہیں بلکہ اس پر دوڑ لگاتے ہیں اور دوڑ لگانے کے مقابلے ہوتے ہیں۔

اب یہ دیوار کئی مقامات پر منہدم یعنی گرچکی ہے کئی جگہوں پر اس کا صرف نشان رہ گیا ہے کہیں کہیں وہ اسی طرح گری ہے کہ اس کا ملبہ بکھرا نظر آتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیوار ملیامیٹ ہوچکی ہے بچی نہیں بلکہ اس کے بعض حصے تو اب بھی کئی سومیلوں تک ثابت وسلامت ہیں ان پر برجیاں بھی محفوظ ہیں ان کی مناسب مرمّت اور دیکھ بھال بھی کی جاتی ہے جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دیوار کی تعمیر کو صدیاں نہیں چند مہینے ہی گزرے ہیں چین میں جانے والے سیاح عظیم دیوار کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے بلکہ خود چین کی حکومت جب کسی ملک کے سربراہ یا غیر ملکی وفد کو دورے پر چین آنے کی دعوت دیتے ہیں تو وہ انھیں خاص طور پر دیوار دکھانے لے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس دیوار کو دنیا کے ایک عجوبے کی حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیا کے جن سات بڑے عجائبات کو شمار کیا جاتا ہے ان میں بعض کے اب نشان ہی باقی رہ گئے ہیں جبکہ عظیم دیوار چین وہ عجوبہ ہے جو اپنی پوری شان وشوکت اور ہیئت وعظمت سے موجود ہے اور اس کا شمار سات بڑے عجوبوں میں کیا جاتا ہے اس دیوار کی پختگی کا عالم بھی عجیب ہے۔

۱۹۸۷ء سے دیوار پر دوڑ لگائی جارہی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں اسے ۲۲ جون تک دوڑ لگانے کا ایک مقابلہ ہوا تھا۔ دوڑ دیوار کے اس حصّے پر لگائی جاتی ہے جو محفوظ ہے۔ یونگ شان کے مقام کے نزدیک دیوار دستبرد زمانہ سے بچی ہوئی ہے ورنہ اکثر جگہوں پر دیوار سلامت نہیں رہی۔ لولنگ کے قریب دیوار کھنڈر میں بدل چکی ہے حالیہ دوڑ میں بہت سے ملکوں کے سیاحوں نے دوڑ میں حصّہ لیا تھا۔ فرانس کے ایک باشندے ڈونیس ٹیراز جو دیوار پر تعمیر کی گئی چوکی واقع "لے آویونگیٹو" پر سب سے پہلے پہنچے تھے یہ دیوار کا مشرقی حصّہ ہے یہیں پر دیوار کا ایک سرا ختم ہوتا ہے۔

دیوار پر دوڑ لگانے کا حال چینی صحافی جناب ہان تیان ژو نے اس طرح بیان کیا ہے بیجنگ شہر کے مشرقی حصّے میں واقع "جنت گھر" پانچ سو سال پرانی عمارت ہے اسے پندرھویں صدی کے آغاز میں منگ خاندان کے ایک شہنشاہ یونگ لی نے تعمیر کرایا تھا اس کے ساتھ ہی ایک عالی شان باغ بھی بنوایا گیا تھا جس میں زمانہ قدیم کے درخت پائن اور سائپریس (سرو کی قسم یا سرو جیسا) ہزاروں کی تعداد میں اُگے ہوئے ہیں یہ اگرچہ درخت ہیں مگر ان کے لگانے میں جس ذہانت کا ثبوت دیا گیا ہے اسے دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے دوڑ کا آغاز ہوا۔ دوڑ میں شریک ہونے والے تمام تر یورپی لوگ تھے ان کی تعداد چالیس مرد اور عورتوں پر مشتمل تھی جن کو عظیم دیوار پر عالمی دوڑ میں حصّہ لینا تھا۔ اگرچہ شرکا میں بلجیم، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، جرمنی ممالک کے باشندے تھے مگر ان میں فرانسیسیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

وہ جنت گھر میں واقع قدیم عمارتوں کو دیکھنے کے بعد درہ "جویونگ گوآن" کی طرف روانہ ہوگئے کیونکہ اسی درّہ سے انھیں دیوار پر چڑھنا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ "دیوار چین" محض میدانی علاقوں ہی سے نہیں گزرتی بلکہ وہ وادیوں، پہاڑیوں، گھاٹیوں، دریاؤں، دہانوں اور درّوں میں سے گزرتی ہے۔ دیوار پر دوڑ لگانے کا ایک مقصد تو تفریح ہے تاہم اس پر چلنے سے چین کی قدیم تہذیب سے آشنائی بھی ہوجاتی ہے۔ دیوار چین پر دوڑ لگانے، چلنے یا مسلسل سفر کرنے کا سب سے

پہلا تصوّر دو فرانسیسی لڑکیوں لیسلی گارودل اور اگینس گارودل کا پیش کردہ ہے۔ یہ دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں۔ وہ دو برس قبل فرانس سے فرینچ چائنی فرینڈ شپ یوتھ گروپ کے تحت دورے پر بیجنگ آئی تھیں۔ انھیں چین کے قدرتی مناظر کے حسن وجمال نے اس قدر مسحور کیا کہ انھوں نے اپنے ہم وطنوں کے علاوہ یورپی ممالک کے لوگوں کو چین اور دیوار چین پر عجائبات سے متعارف و روشناس کرنے کی تجویز پیش کی تھی چنانچہ انھی کی تجویز نے اب دیوار پر عالمی دوڑ کی راہ ہموار کر دی تھی۔ دوڑ کا آغاز درّہ جو یونگ گوآن سے ہوا اور وہ چائنا انٹرنیشنل ٹریول ایجنسی جس کے تعاون سے دوڑنے کی مہم تکمیل کو پہنچی۔

۳۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا مقصود تھا کیونکہ دیوار کا یہ حصّہ صحیح سلامت ہے بلکہ اسی طرح ہے جس طرح وہ زمانہ قدیم میں بنا تھا ۴۵ کلومیٹر روزانہ کے حساب سے انھوں نے یہ فاصلہ آٹھ دنوں میں طے کیا۔ ان دنوں میں کئی بار زوردار بارش بھی برسی، آندھیاں بھی چلیں اور اولے بھی پڑے مگر آفرین ہے ان جیالوں کے کہ انھوں نے اف تک نہ کی اور یہ بھی نہ کہا کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔

پیام تعلیم کیلنڈر ۱۹۹۶ء

عبدالمجید آنیکل					جنوری اپریل جولائی	فروری اگست	مارچ نومبر	مئی	جون	نومبر دسمبر	اکتوبر
۲۹	۲۲	۱۵	۸	۱	پیر	جمعرات	جمعہ	بدھ	ہفتہ	اتوار	منگل
۳۰	۲۳	۱۶	۹	۲	منگل	جمعہ	ہفتہ	جمعرات	اتوار	پیر	بدھ
۳۱	۲۴	۱۷	۱۰	۳	بدھ	ہفتہ	اتوار	جمعہ	پیر	منگل	جمعرات
★	۲۵	۱۸	۱۱	۴	جمعرات	اتوار	پیر	ہفتہ	منگل	بدھ	جمعہ
★	۲۶	۱۹	۱۲	۵	جمعہ	پیر	منگل	اتوار	بدھ	جمعرات	ہفتہ
★	۲۷	۲۰	۱۳	۶	ہفتہ	منگل	بدھ	پیر	جمعرات	جمعہ	اتوار
★	۲۸	۲۱	۱۴	۷	اتوار	بدھ	جمعرات	منگل	جمعہ	ہفتہ	پیر

عبدالمجید ٹیچر ویورس کالونی ، نیوپیٹ ، آنیکل ۵۶۲۱۰۶ ضلع بنگلور (کرناٹک)

مکتبہ پیام تعلیم کی نئی کتابیں

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
" " ظ انصاری ۶/-
بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/-
بچوں کی گیرڈ اطیس ۶/-
" " شگفتہ رحت ۴/۵۰
بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
بچوں کے علی سردار جعفری ۴/-
بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
چارلی چیپلن اور کینتھ اینڈرسن ۹/-
بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/-
بچوں کے میر امّن دلی والے ۴/۵۰
بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/-
بچوں کے مرزا غالب ۴/-
بچوں کے رنگا رنگ خسروؒ ۴/-
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
بچوں کے سلطان جی رح ۴/۵۰
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵۰
بچوں کی صالحہ عابد حسین ۴/-
بچوں کے ذاکر سید عابد حسین ۴/-
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
بچوں کے میرزا ادیب ۴/۵۰
بچوں کے غلام السیدین ۵/-
بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بچوں کے ذاکر صاحب ۷/-
دادا نہرو ۶/-
اندرا گاندھی کی کہانی ۶/-
محمد شفیع الدین نیری ۷/۵۰
ہمارے عظیم سائنس داں ۹/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/-
مولانا آزاد کی کہانی ۱۸/-
جوہر قابل ۴/۵۰
بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی ۱۰/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۲/-
میر انیس ۲/-
امیر خسروؒ ۲/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/-
کہانی بھی، معلومات بھی ۶/-
چیزوں کی کہانی ۷/۵۰
یہ کیسا بخار ہے ۶/-
آپ کا جسم ۶/-
گندا پانی ۴/-
کیوں اور کیسے؟ ۶/-
سائنس کی دنیا ۸/-
کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
عجائب گھر ۶/-
ذرّے کی کہانی ۲۱/-
علاج میرا دشمن ۶/-
پرواز کی کہانی ۴/۵۰
غذا کی کہانی ۳/۵۰
رنگوں کی بستی ۵/-
غذائیں دوائیں ۸/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
صحت کے ۹۹ نکتے ۳/-
صحت کی الف بے ۵/-
سنہرے اصول ۵/-
پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵۰
دہلی ۲/-
انوکھا عجائب خانہ (۲ حصے) ۱/۵۰
سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۷/۷۵
ان تھک جان (زیر طبع)
بھن بھن بانو "
جاں باز سپاہی "
ہمت کے پھل "
موم کا محل "
پڑدادا کی کہانی "
پٹھانوں کی کہانیاں "

نظمیں

پھلجھڑیاں ۶/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بتاشے (نرسری گیت باتصویر) ۷/۵۰
ہنستی کلیاں (زیر طبع)
لوٹے کھلونے ۶/۵۰
سہانے ترانے ۴/۵۰
بچوں کے افسر ۶/-
بچوں کے اقبال ۶/۵۰

میرے پسندیدہ اشعار

خط لکھوں تو کیا لکھوں میری آرزو مدہوش ہے
خط پہ آنسو گر رہا ہے اور قلم خاموش ہے

محمد مزمل آزاد، مہادیب دگھی، کشن گنج، بہار

پھول شبنم میں ڈوب سکتے ہیں زخم مرہم میں ڈوب سکتے ہیں
جس کو ہو آسرا تیرا اوہ تو غم میں بھی ڈوب سکتے ہیں

شیریں تبسم۔ نعل صاحب پورہ۔ امراوتی

جس سے بچوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو
گھر میں اپنے نہ کبھی ایسے رسالے رکھنا

عبداللہ ہلال ۸۴۴۰ اب، کمال پورہ، مالیگاؤں

آئی آواز ایک حاجی کو
تو فقط اپنا وقت کھوتا رہا
تجھ کو حج کا ثواب کیسے ملے
تیرا ہم سایہ بھوکا سوتا رہا

محمد قمر عالم۔ رحیم آباد، تاج پور سمستی پور، بہار

ہر گھڑی خوفِ خدا دل میں بسائے رکھیے
زندگی اپنی گناہوں سے بچائے رکھیے

عائشہ ابراہیم قریشی۔ شری رام پور، احمد نگر

کتنی مجبوریاں پلکوں پہ سجا لیتے ہیں
ہم کہاں روتے ہیں حالات رُلا دیتے ہیں

قاضی محمد کاظم علی، جگتیال ضلع کریم نگر

اس بے خبر حیات کا کیا اعتبار ہے
ہر وقت موت سر پر بشر کے سوار ہے

محمد شکیل احمد۔ اسلام پورہ ــــــ جلگاؤں کاسودہ

جس شخص میں ایثار کا جذبہ نہیں ہوتا
کردار سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا

ذکی انور۔ السبیل اکیڈمی، ارریہ (بہار)

غم و خوشی کا توازن یہاں کسے معلوم
ہزار اشک نکلتے ہیں اک ہنسی کے لیے

عبداللہ مالکی۔ الکتاب، ارریہ (بہار)

بکھری پڑی ہیں دامنِ ساحل پہ سیپیاں
ڈوبا ہے موتیوں کو کوئی کھوجتا ہوا

محمد ماجد اقبال۔ اسلام نگر، ارریہ (بہار)

زندگی میں درسِ عبرت لے ثباتِ گل سے تو
شب کو چٹکا، صبح مہکا، دن ڈھلے مرجھا گیا

حسان احمد کفلی۔ مبارک انٹرپرائزز، کرشنا نگر، کپلوستو، نیپال

شیش محلوں سے ہیں اپنے گھروندے ہی عزیز
ان میں انساں کا لہو صرفِ چراغاں تو نہیں

ظفر احمد انصاری۔ سریاں مبارک پور، اعظم گڑھ

ان سے ضرور ملنا سلیقے کے لوگ ہیں
سر بھی قلم کریں گے بڑے احترام سے

محمد شہزاد قیصر۔ السبیل اکیڈمی، ارریہ (بہار)

خونِ انساں کا زمانے میں ہوا ہے ارزاں!
اور ادھر شور ہے ہر چیز کی مہنگائی کا

محمد راشد حسین۔ سیلوی اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ

وہ پھول جسے چاٹ گئی دھوپ کی خواہش
پھر شاخ پر اس پھول کو کھلتے نہیں دیکھا

محمد شاہد نواب۔ ریل پار اوہ کے روڈ، آسنسول

مت چھین اپنا نام مرے لب سے اس طرح
بے نام زندگی میں ترا نام ہی تو ہے

محمد فیروز انور۔ این۔ آر۔ آر۔ روڈ، آسنسول

یوں تو مرے خلوص کی قیمت بھی کم نہ تھی
کچھ لوگ زر پرست تھے دولت پہ مر گئے

عمران حسین ملا۔ اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول بھٹکل

کامیابی نے صدا چومے ہیں اُن کے ہی قدم
حوصلہ رکھتے ہیں جو گر کے سنبھل جانے کا

نجمہ نکہت۔ اسلام پورہ کاسودہ، ضلع جلگاؤں

اپنے دم سے ہے زمانے میں گھٹالوں کا وجود
ہم جہاں ہوں گے گھٹالے ہی گھٹالے ہوں گے

ایس۔ محمد ثاقب۔ بینا پارہ، اعظم گڑھ (یوپی)

کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو
جب کہ بوڑھے روشِ دینِ خدا بھول گئے

عرفان احمد ٹیلر۔ ۹۵ موتی تالاب، مالیگاؤں

جس نے سیکھا ہے سدا شمع کی صورت جلنا
وہ مٹا دیتا ہے ظلمت کو اُجالا کر کے

سلطانہ جہاں۔ اسلام پورہ، کاسودہ۔ ضلع جلگاؤں

یارب یہ مسلماں کیسے ہیں جو دین کی عظمت بھول گئے
کلمہ تو زبانی یاد رہا کلمہ کی حقیقت بھول گئے

ظہور اکرمی۔ شاذلی اسٹریٹ بھٹکل ۳۷

اس دور میں انساں کا چہرہ نہیں ملتا
کب سے میں نقابوں کی تہیں کھول رہا ہوں

شبلی ارسلان۔ السبیل اکیڈمی، اررریہ (بہار)

ہمیں رونا بھی آتا ہے ہمیں ہنسنا بھی آتا ہے
بغیر عنوان کی تقریر فرمانا بھی آتا ہے

نازنین فاطمہ۔ بینا پارہ، اعظم گڑھ (یوپی)

تلاطم خیز موجیں ہیں گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں

آفریں ناز۔ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ، کرشنا نگر، نیپال

جب زباں پہ محمدؐ کا نام آگیا
آسماں سے درود و سلام آگیا

محمد اسمٰعیل احمد شیخ، کاروار

سوئی ہوئی دنیا کو بیدار کیا ہم نے
فطرت کے ارادوں کا اظہار کیا ہم نے
باطل کی خدائی کا انکار کیا ہم نے
یہ جرم اگر ہے تو سو بار کیا ہم نے

عذرا روحی۔ رایل ہوٹل، اررریہ (بہار)

حوادث سے اُلجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

محمد مشتاق۔ اردو نیشنل اسکول، کاغذی پورہ، جلگاؤں

سوچتی ہوں اپنی ماں کا حق ادا کیسے کروں
میری عزت میری عظمت کا سبب ہے میری ماں
میں شرارت بھی اگر کرتی تو وہ کرتی تھی پیار
میری نعمت میری دولت ہے وہی ایک مہرباں

اے۔ ایس کوثر۔ انڈین سلک سینٹر، مبارک پور، اعظم گڑھ

اظہارِ حقیقت بھی کہیں جرم نہ ٹھہرے
اس شہر میں سچ بات کا دستور نہیں ہے

محمد فیروز عبدالسلام، بڑھئی پورہ منگرول پیر، آکولہ

پتھر اُبالتی رہی اِک ماں تمام رات
بچے فریب کھا کے چٹائی پہ سو گئے

انیسہ ناز شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

جوانو! یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہوجائیں جو ہو عزمِ سفر پیدا

محمد ندیم — دیوان پورہ، منگرول پیر آکولہ

الٰہی پھر مزہ کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا
حیاتِ جاوِداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری

عبدالصبور جھنڈا نگری، سارک انٹرپرائزز کرشنا نگر

جس کے آنگن میں امیری کا شجر لگتا ہے
اُس کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے

وحیدالرحمٰن نیازی - دوٹانکی - بمبئی

ہمت سے ہر شکست بدلتی ہے فتح میں
ٹوٹے پروں کے تیر ہوا میں چلائیے

شیریں صبا، حافظ پورہ منگرول پیر، آکولہ

فنا ہونے میں سوزِ شمع کی مِنّت کشی کیسی
جلے جو آگ میں اپنی اسے پروانہ کہتے ہیں

مکرم مرزا — کدورہ — جالون

جھوٹ میں بول نہیں سکتا، نہ ہوگا یہ تو
میرا اللہ میاں دیکھ رہا ہے مجھ کو

فیض احمد قیصر — کمہرولی، کمتول، دربھنگہ بہار

ضمیر کانپ تو جاتا ہے آپ کچھ بھی کہیں
وہ ہو گناہ سے پہلے کہ ہو گناہ کے بعد

محمد اشفاق قادری، ۵۰۱، مولوی ٹولہ، بدایوں

ہر ایک موڑ پر ایک بھیڑ قاتلوں کی ہے
ہر ایک ہاتھ میں خنجر دکھائی دیتا ہے

ارشاد علی، موضع کمہرولی، کمتول، دربھنگہ بہار

یہ دیکھنا ہے سمندر پہ کیا گزرتی ہے
میں اپنی پیاس کا قصہ سنا کے آیا ہوں

غالب احسن ڈوریا سوناپور، ارریہ بہار

خیر مقدم کو بچھائیں ہیں نگاہیں ہم نے
آپ آجائیں دعاؤں کا ذخیرہ لے کر

محمد راشد اعظمی — خدا داد پور

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

●

ایک روز مومنو تمھیں مرنا ضرور ہے
پڑھتے رہو نماز یہ قولِ رسول ہے

محمد شاہد حسین، فورٹ ہائی اسکول جگتیال

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

محمد سرفراز عالم، سلفیہ جونیئر اسکول اہرا، سرائے، دربھنگہ

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

محمد ظفر رضا خاں، چوڑی پٹی روڈ، کشن گنج بہار

اے غم عشق میری آنکھ کو پتھر کر دے
ہیں میرے سر پہ ترے اور بھی احساں بہت

زبیر احمد۔ بڑھئی پورہ، منگرول پیر، آکولہ

میری عمر اتنی دراز ہے، میری زندگی کا یہ راز ہے
کہ جو پیدا ہوا تو سنی اذاں، جو مرا تو وقتِ نماز ہے

محمد فیروز عالم قادری۔ للیا۔ کٹیہار۔ بہار

عقابی روح جب بیدا ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

نسرین۔ کہرولی، کمتول، دربھنگہ، بہار

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

محمد علی، اعظم اسٹور، این آر آر، روڈ آسنسول

جب پڑا وقت گلستاں پہ تو خوں ہم نے دیا
اب بہار آئی تو کہتے ہیں تیرا کام نہیں ہے

غازی کمال احمد، ڈوریا سونا پور، اررِیہ بہار

تم نے تو ہنہ کو پھیر کر خوشیاں سمیٹ لیں
میں نے اداسیوں کو مقدر بنا لیا

ذاکر حسین امجد حسین، غوثیہ چوک شہادہ، دھولیہ

میرے زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

محمد اسلاف درگاہ کوارٹر، منگرول پیر، آکولہ

اب بھی سازوں سے تار ملتے ہیں
اب بھی شاخوں پر پھول کھلتے ہیں
تم نے ہم کو بھلا دیا تو کیا
اب بھی راہوں میں چاند ملتے ہیں

فیروز فیضی۔ دانیال پور، تیگھرا بیگوسرائے بہار

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہوتی
ہو جس کے جوانوں میں خودی صورتِ فولاد

ماسٹر اعجاز احمد شیخ، ٹیکری پورہ منگرول پیر

جس کے بھی دل میں دولت عشقِ حضورؐ ہے
بے شک وہ جنتی ہے جہنم سے دور ہے

ساجد عالم۔ نالہ روڈ۔ راؤرکیلا۔ اڑیسہ

اے دیکھنے والے مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تجھ کو بھی مقدر کہیں مجھ سا نہ بنا دے

محمد فردوسی، مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی۔ سمستی پور بہار

بکھری ہوئی ہواؤں کا رُخ ہی بدل گیا
سنبھلا جب آدمی تو زمانہ سنبھل گیا

اطہر البشر۔ السبیل اکیڈمی۔ اررِیہ۔ بہار

لوگ اپنے مضمحل چہروں کو ہیں بھولے ہوئے
مدتیں گزری ہیں شاید آئینہ دیکھے ہوئے

امداد احمد، رانی پور، بڑہریا، سیوان بہار

فرصت کہاں تھی ہم کو کہ ہم کھولتے کتاب
ورنہ تمام علم تو قرآن ہی میں تھا!
اے شمع تجھ پہ رات یہ بھاری ہے کس طرح
ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

فرقان طاہر، سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے

اپنے حدود سے نہ بڑھے کوئی عشق میں
جو ذرّہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہیں

محمد جاوید۔ کوٹھی — منگرول پیر، آکولہ

سمجھ لو میری ہستی کو جو دنیا سے مٹاؤ گے
نہ شب بھر نیند آئے گی نہ پل بھر چین پاؤ گے

شفیق الرحمٰن شفق، چونا بھٹی مسجد۔ بمبئی نمبر ۳

نازک تھا دل تو پھول کی پتّی سے بھی لیشر
دنیا کے حادثات نے پتّھر بنا دیا

جاوید اختر — کمہرولی — دربھنگہ۔ بہار

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے لیکن
لوگ بے درد ہیں کہ پھولوں کو مسل دیتے ہیں

ضیاء الرحمٰن راہی — منگرول پیر ضلع۔ آکولہ

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

بلال ارشد — سرائے میر۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

مصائب میں اُلجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

عبدالنعیم۔ حافظ پورہ۔ منگرول پیر۔ آکولہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

محمد فیض یزدانی، دوام پور، بیلا گنج، گیا۔ بہار

خدا کو یاد کر بندے بنا جنّت میں گھر اپنا
مؤذن کی اذاں سن کر اٹھا تکیہ سے سر اپنا

زبیر احمد — برھئی پورہ۔ منگرول پیر، آکولہ

پڑھتے رہو نماز تو چہرہ پہ نور ہے
پڑھتے نہیں نماز تو اپنا قصور ہے

محمد عزیز الرحمٰن۔ فورٹ ہائی اسکول، جگتیال

ہزاروں باغ ویران ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہ آئی ہے وہاں فصلِ بہار اب تک

محمد عبدالرزاق۔ دیوان پورہ منگرول پیر آکولہ

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰ سوزِ صدیق دے

قمر جاوید، مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹمین رام پور

سانپوں سے سانپ لپٹتے رہے پیار سے مگر
انسانیت کے جسم کو انسان ڈس گئے

محمد تقی الدین لقمان، فورٹ ہائی اسکول جگتیال

اس سال شرافت کا لبادہ نہیں پہنا
پہنا ہے مگر اتنا زیادہ نہیں پہنا

محمد امین انصاری محلہ پٹھان ٹولہ سرائے میر

جس وقت میں ظلمت کو ضیا کہنے کی سوچوں
جب خون کو میں رنگِ حنا کہنے کی سوچوں
جس وقت جفاؤں کو وفا کہنے کی سوچوں
جب ظالم و جابر کو خدا کہنے کی سوچوں
اس وقت سے پہلے رگِ جاں کاٹ دے یارب
ہونٹوں کو میرے سی دے زباں کاٹ دے یارب

راغب علی صدیقی، غفار منزل جامعہ نگر نئی دہلی

کون بہتے ہوئے اشکوں پہ نظر رکھتا ہے
لوگ ہنستے ہوئے چہروں کو دعا دیتے ہیں

کنیز فاطمہ — ہانگل۔ کرناٹک

تابندہ میری چھوٹی سی
گوری گوری موٹی سی
گڑیا جیسی رانی ہے
لگتی بڑی سہانی ہے

عبداللہ سلمان ۔ آزاد نگر ۔ پرتاپ گڑھ یوپی

نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلے گا جو مومن
اسی کی زندگی در اصل زندگی ہوگی

ارشاد احمد قریشی ۔ آستانہ ۔ کارنجہ (لاڈ)

زندگی کا راستہ مجھ کو بتایا موت نے
ہم ہوئے تیار مرنے کو تو جینا آگیا

محمد شاداب رضا ۔ للیا ۔ کٹیہار ۔ بہار

قبر روشن ہوگئی نورِ نبیؐ سے اس طرح
عاشقوں کو موت بھی اور قبر بھی اچھی لگی

ملک شاکر ۔ باگودہ ۔ راویر ۔ ضلع جلگاؤں

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

عمران احمد غنی انصاری ۔ قاضی پورہ ۔ شہادہ

ہم تو اس کی سادگی پر مر مٹے
بے مروت تھا، مگر لگتا نہ تھا

فیروز اشرف خاں ۔ ملکاپور ۔ ضلع بلڈانہ

ساون آیا ساون آیا
ساون آیا بارش لایا
سارے کھیت پڑے تھے سوکھے
سب کھیتوں کی پلٹی کایا

جاں باز ۔ مقام چکجادہ، درگاہ بیلا ۔ ویشالی

آئے ہیں عجیب انداز سے وہ ڈالے ہوئے رخ پر بالوں کو
جب زلف ہٹی ایک شور مچا، سورج نے گہن کو چھوڑ دیا

امتیاز ۔ سمراؤں ۔ دربھنگہ ۔ بہار

جو لوگ جانتے ہیں خدا کے عذاب کو
چھوتے نہیں وہ بھول کے جامِ شراب کو

قاضی محمد کاظم علی ۔ کریم نگر ۔ جگتیال

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

شاہد اقبال مدرس تجوید القرآن خیرو امشرقی چمپارن بہار

ساحل کے تماشائی امداد اگر کرتے
پھر میرا سفینہ کیوں غرقابِ الم ہوتا

دیبا فاطمہ ۔ درگاہ بیلا ۔ ویشالی ۔ بہار

نہ ہوگی غیر کی تقلید نہ اب نقل اپنوں کی
ہم اپنا راستہ احباب سے ہٹ کر بنائیں گے

رئیس احمد عبدالحق ۔ دھولیہ ۔ مہاراشٹر

مرے ہاتھ میں اے قلم جلد آجا
مجھے آکے اچھا سا لکھنا سکھا جا
میں خط اپنے ابا کو تجھ سے لکھوں گی
اور انعام میں ان سے پیسے میں لوں گی
قلمدان اچھا سا اک مول لاکر
میں رکھوں گی تجھ کو پھر اس میں چھپا کر

یاسمین بنت سید بشیر مستری، مانک چوک، امرطا پور

اے خدا یوں کٹے زندگی کا سفر
میں ہمیشہ چلوں دین کی راہ پر

محمد مزمل انصاری ۔ مومن پورہ ۔ بالا پور

اقوالِ زرّیں

حقیقی بادشاہ کون

• حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون لوگ ہیں؟ فرمایا "علماء" اس نے پوچھا کہ بادشاہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا "زاہد لوگ" (دنیا سے بے رغبتی کرنے والے) اس نے پوچھا بیوقوف احمق کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو دین کے ذریعے سے دنیا کماتے ہوں۔

• حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ آخرت کے بادشاہ اور وہ فقرا عارفین ہیں۔

• حضرت شیخ ابو مدین فرماتے ہیں کہ بادشاہت دو طرح کی ہوتی ہے ایک شہروں کی، دوسری دلوں کی حقیقی بادشاہ زاہد ہی ہوتے ہیں (جو دلوں کے بادشاہ ہوتے ہیں)

مولوی رفیق احمد شیخ مدرسہ ضیاء العلوم باکوروڈ اسلام پورہ

تین چیزیں انسان کو عمل سے دور رکھتی ہے

• دولت
• رتبہ
• حکومت

محمد اقلیم خاں کرناک بندر بمبئی نمبر ۱

• دشمن سے زیادہ خطرناک وہ شخص ہے جو دوست بن کر دھوکا دے۔

• انسان خود اتنا عظیم نہیں ہوتا جتنا کردار اُسے عظیم بناتا ہے۔

• اچھے اخلاق سے بہتر مخلوق کا کوئی عمل نہیں ہے۔

• خوش اخلاقی سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

عبیدالرحمٰن عبدالعلیم شیواجی نگر، گونڈی بمبئی

• بُری کتابیں ایسا زہر ہیں جو جسم کو نہیں روح کو مار دیتی ہے۔ (ٹالسٹائی)

• اگر تم غلطیوں کو روکنے کے لیے دروازے بند کر دوگے تو سچ بھی باہر رہ جائے گا۔ (ٹیگور)

• جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے (ایکن)

شبینہ نوشی خان، دیوان پورہ، منگرول پیر

زندگی کیا ہے

• زندگی ایک گلشن ہے جہاں پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں۔

• زندگی ایک ایسا اسٹیج ہے جہاں انسان پہلی سیڑھی پر ہی ڈگمگا جاتا ہے۔

• زندگی ایک ایسا استاد ہے جس سے ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

محمد مشتاق احمد عبدالمناف، اسلام پورہ، کاسودہ

ماں

• ماں کا حکم خدا کے حکم کے بعد ہے
• سب سے زیادہ پیار ماں کرتی ہے
• سب سے زیادہ حق ماں کا ہے
• ماں کی عزت کرو کیونکہ اُس نے تجھے جنم دیا
• ماں کا دل مت دُکھاؤ

سرفراز نواز فہمی۔ درگاہ بیلا۔ چندن پیٹی

• صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اُو فاجر سے پکارتے ہیں۔

• ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اُو خاسر خسارے والے

سے پکارتے ہیں۔
● عصر کی نماز چھوڑنے والے کو اوعاصی سے پکارتے ہیں۔
● مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے پکارتے ہیں۔
● عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو او مُضیع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں۔

شبانہ عبدالرشید جمعدار۔ہلسی۔کرناٹک

شجرِ عمل

● اچھا درخت جوں جوں پُرانا ہوتا ہے زیادہ سایہ دار ہوتا ہے۔
● رشتہ داروں کے ساتھ کھاؤ پیو مگر معاملہ نہ کرو۔
● جس کا غصہ زیادہ ہوتا ہے اُس کے دوست کم ہوتے ہیں۔

کہکشاں پروین، اولڈ اسٹیشن روڈ، راوڑکیلا

● تم میں سب سے زیادہ خراب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں۔
● ہر شخص کو غم، عمر کے مطابق نہیں اُس کے صبر کے مطابق ملتے ہیں۔
● شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ عوام الناس کو ایذا پہنچانا ہے۔

محمد اعظم عبدالرزاق شیخ، منگلور، کرناٹک

لمحہ

کسی کو پرکھنے کے لیے صرف ایک لمحہ ہی کافی نہیں ہوتا اور نہ ہی پہلی نظر میں کسی کے کردار کو سمجھنے کے لیے آخری ہو سکتی ہے۔

انجم آرا محمد ذاکر۔ اسلام پورہ، کاسودہ

● ماں اپنی اولاد کے حق میں سایۂ رحمت ہے
● ماں وہ چمن ہے جو پھولوں اور کانٹوں دونوں کو پناہ دیتی ہے۔
● ماں وہ سمندر ہے جس کی ممتا کا کوئی کنارہ نہیں۔
● ماں کی آغوش دُکھوں کی دوا ہے۔

شائستہ نشاط اختر، چکیادو، درگاہ بیلا، وشالی، بہار

پانچ چیزیں

حضرت شفیق بلخیؒ مشہور صوفی اور بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں تو ان کو پانچ جگہ پایا۔
۱۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔
۲۔ قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔
۳۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا۔
۴۔ پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔
۵۔ عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔
(نزہتہ المجالس)

ماسٹر اعجاز احمد شیخ ٹیکری پورہ منگرول پیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی باتیں

● آپس میں تحفے بھیجا کرو، تحفہ دل کی کدورت کو صاف کرتا ہے۔
● کسی مسلمان کے لیے سلام علیک سے بڑھ کر کوئی عمدہ تحفہ نہیں۔
● آدمی آپس میں ایسے ہیں جیسے کنگھی کے دانے۔
● رشوت دروازے سے داخل ہوتی ہے تو امانت کھڑکی کی راہ سے نکل جاتی ہے۔

محمد حنیف ایم نگارچی۔ بیجاپور (کرناٹک)

قبر کی آواز

روزانہ پانچ وقت قبر انسان کو پکارتی ہے
۱۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ کوئی مونس و غم خوار اپنے ساتھ لے آنا۔ (تلاوتِ قرآن)
۲۔ میں اندھیرا گھر ہوں کوئی شمع اپنے ساتھ لے آنا۔ (رات کی نماز)
۳۔ میں مٹی کا گھر ہوں کوئی فرش اپنے ساتھ لے آنا۔ (اچھا عمل)
۴۔ میں سانپ اور بچھوؤں کا گھر ہوں، تریاق اپنے ساتھ لے آنا۔ (صدقہ)
۵۔ میں فقر اور غربت کا گھر ہوں، کچھ خزانہ اپنے ساتھ لے آنا۔ (کلمۂ توحید)

عروسہ خاتون ــــ پتا نہیں لکھا

- محبت خدا سے ہو تو بندگی بن جاتی ہے۔
- محبت والدین سے ہو تو فرض بن جاتی ہے۔
- محبت دولت سے ہو تو فکر بن جاتی ہے۔
- محبت دوست سے ہو تو مثال بن جاتی ہے

نرگس جمال ــ نالہ روڈ۔ راوڑ کیلا، سندر گرھ اڑیسہ

- وقت ایک ایسا سمندر ہے جس کی لہریں گنتے گنتے اگر کوئی لہر بھول جاؤ اس کے غم میں ان لہروں کو نہ گنوا دینا جو آنے والی ہے۔
- کتابوں کے اوراق کی بہ نسبت انسانوں کے چہرے کا مطالعہ زیادہ دلچسپ سبق آموز ہوتا ہے۔

تحسین فاطمہ ــــ مظفر پور۔ بہار

حفاظت

کہتے ہیں کہ مرد عورت کی حفاظت کرتا ہے لیکن نہیں۔ بلکہ بیٹا ماں کی، خاوند بیوی کی، باپ بیٹی کی، اور بھائی بہن کی حفاظت کرتا ہے۔ حفاظت صرف مقدس رشتوں کی کی جاتی ہے عورت کی نہیں۔

وحید الرحمٰن نیازی ــــ دو ٹانکی۔ بمبئی ۸

ماں

- ماں کی محبت سب سے بڑی نعمت ہے۔
- ماں کی خدمت سب سے بڑی دولت ہے۔
- ماں کی خوشی سب سے بڑی خوشی ہے۔
- ماں کی خوشی سے جنت اور ماں کی ناخوشی سے جہنم ہے۔

نور الصبا قریشی۔ بڑھئی پورہ، منگرول پیر کوٹہ

- ماں باپ کی عزت کرو اور ان کا ہر حکم مانو۔
- صبح سویرے اٹھو، آنکھ کھلتے ہی فوراً کلمہ شریف پڑھو۔
- استاد کا کہنا مانو اور اپنے والدین کی طرح ان کی عزت کرو۔
- جھوٹ بولنا سب سے زیادہ سخت گناہ ہے۔

طلحہ نقشبندی القادری۔ بالا پور ضلع آکولہ

نماز کی پابندی

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا احترام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کا پانچ طرح سے اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔
- ایک یہ ہے کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔
- دوسرا یہ کہ اس پر سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔
- تیسرا یہ کہ قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال

داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔
• چوتھا یہ کہ پل صراط پر سے آسانی سے گزر جائے گا۔
• پانچواں یہ کہ حساب کتاب سے محفوظ رہے گا۔

عبدالجاوید قریشی ــــــ بالاپور ضلع آکولہ

• اگر تو گناہ ہی پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔
• حرص سے تو روزی نہیں بڑھتی، قدر البتہ گھٹ جاتی ہے۔
• دولت، آرزو سے، جوانی خضاب سے اور صحت دواؤں سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔

شاہ نواز احمد، السبیل اکیڈمی، اراریہ، بہار

• تمہارا راز تمہارا قیدی ہے لیکن افشاں کے بعد تم اس کے قیدی بن جاؤ گے۔
• وہ شخص قابلِ اعتبار نہیں جو خود اپنا خفیہ صلاح کار نہیں۔
• اگر تم اپنا راز دشمن سے چھپا کر رکھنا چاہتے ہو تو اپنے کسی دوست سے اس کا ذکر مت کرو۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

• گناہ اندھیرا ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔
• محنت تقدیر کا دایاں ہاتھ ہے۔
• اس خوشی سے دور رہو جو غم کا کانٹا بن کر دکھ دے۔

قدسیہ کوثر، عزیزیہ اردو اسکول، بوکل گوڑا عادل آباد

• سب سے زیادہ نادان وہ شخص ہے جو بھلانے والی باتوں کو یاد رکھے اور یاد رکھنے والی باتوں کو بھول جائے۔

• زندگی ایک سفر ہے مگر اکثر لوگ زندگی کو منزل سمجھ لیتے ہیں۔
• مومن وہ ہے جس کی زندگی میں دو چیزیں مکمل طور پر جمع ہو جائیں (۱) اصول پسندی اور (۲) اعلا کردار۔

راغب علی، غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

• بچے کے لیے سب سے پہلی اور سب سے بہتر تربیت گاہ اور مدرسہ ممتا کی آغوش ہے۔
• ایک مومن کی موت کے وقت اس کے چہرے پر تبسم کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔
• مال عمر میں آسائش کے لیے ہے نہ کہ زندگی اور عمر مال کی آسائش کے لیے۔

محمد شاکر فرخ محلہ علی پورہ ٹوگانواں ضلع سہارنپور یوپی

• جو شخص بغیر اجازت کسی کا خط پڑھے گا وہ قیامت کے دن آگ دیکھے گا۔
• جو اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتا ہے اس کی روزی میں وسعت اور موت میں تاخیر کی جاتی ہے۔
• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجتے ہیں سود خوار پر، سود دینے والے پر، سود کا کاغذ حساب و کتاب لکھنے والے پر۔

محمد کوثر اعظم، چک عبدالغنی، سمبوٹی، ہستی پور، بہار

چار چیزوں سے چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔
• خاموشی سے سلامتی
• اچھے کام کی عادت سے خوشحالی
• سخاوت سے سرداری
• شکر گزاری سے رزق میں بڑھوتری

جاوید اختر راشد۔ کھرولی، کمتول، دربھنگہ، بہار

قلمی دوستی کے کالم کے لیے اس وقت دو ہزار سے زیادہ پیامیوں کے خطوط جمع ہیں۔ انشاء اللہ سب ترتیب سے شائع ہوں گے لیکن ان پیامیوں کے پتے شائع نہیں ہوں گے جن کے پتے پہلے ایک بار شائع ہو چکے ہیں،

(ادارہ)

نام: رضاء الدین عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: املو مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یو۔پی

نام: محمد سرور عالم عمر: ۱۶ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مدرسہ اسلامیہ شمس بازغہ گورھا، اردیہ، بہار

نام: صبیحہ تبسم عرف سونی
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: کرکٹ دیکھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت ایم، ڈی نعیم الحق اولڈ آؤٹ اسٹیشن روڈ، نیتا جی مارگ، راورکیلا، اڑلیسہ

نام: طفیل احمد عمر: ۱۲ سال
مشغلہ: کبڈی کھیلنا
پتا: گھر نمبر ۸۷۸ کمال پورہ نزد مالیگاؤں ورکشاپ مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر

نام: محمد اکرم میرٹھی عمر: ۱۸ سال
تعلیم: عربی سوم
مشغلہ: مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت مستری حنیف، مکان نمبر ۲۲، محلہ کھیڑہ پوسٹ خاص۔ ضلع میرٹھ۔ یو۔پی

نام: عبید الرحمٰن عبد العظیم
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم، امنگ، نور پڑھنا
پتا: ۲/ایس/۲۱ شیواجی نگر، گونڈی، بمبئی ۴۳

نام: راحت انجم
مشغلہ: بہنوں سے دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: پولیس چوکی، مبارک پور، اعظم گڑھ

نام: فخر الدین شہاب الدین خاں عمر ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت سلا دو خاں، بھنگار والے کولھاپور روڈ نزدک پٹرول پمپ، اسلام پور ضلع سانگلی مہاراشٹر

نام: محمد پرویز عالم عمر: ۱۵ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا: معرفت محمد ارمان علی، ۱۴/۱ شاہی اصطبل گارڈن ریچ روڈ۔ کلکتہ ۲۴

نام : غالب احسن   عمر ۱۰ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔ ہنر سیکھنا
پتا : معرفت محمد انوار الحق، مقام و پوسٹ ڈوریا
سونا پور، ضلع ارریہ بہار

نام : ضیاء الرحمٰن   عمر : ۱۵ سال
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : الحافظ جنرل اسٹورس، رمضانی مسجد شاپ نمبر ۲
کمال پورہ، مالیگاؤں

نام : ثمینہ
تعلیم : آٹھویں کلاس
مشغلہ : صرف لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتا : معرفت یوسف شیخ، کارکوندی محلہ، نالاسپارہ
بمبئی — مہاراشٹر

نام : انیس الرحمٰن انیس   عمر : ۱۰ سال
تعلیم : ایس ایس سی
مشغلہ : کراٹے سیکھنا۔ دوستی کرنا
پتا : شیواجی نگر گونڈی پلاٹ نمبر ۳۰، ایف لائن
روم نمبر ۴، بمبئی ۴۳

نام : شاکرہ شیریں
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پکوان پکانا، دوستی کرنا صرف بہنوں سے
پتا : معرفت مولانا نیاز احمد کمرہ نمبر ۷ چوتھا منزلہ
احمد عمر بلڈنگ نمبر ۱۶۳ دوٹانکی۔ بمبئی

نام : احمد مشرف   عمر : ۱۵ سال
تعلیم : ایس ایس سی

مشغلہ : دوستی کرنا، کرکٹ دیکھنا
پتا : معرفت عبدالرحمٰن نمبر مارٹ، آنند گڑھ پارک
سانڈوکرولی بمبئی ۷۹

نام : کے صدیق احمد   عمر : ۱۹ سال
تعلیم : بی کام
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا : عثمان پیٹ، پہلی گلی، مل وشارم، تمل ناڈو

نام : محمد اویس نعیم قریشی   عمر : ۱۱ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : کاپڑ والا بلڈنگ، پہلا منزلہ بمبئی ۳

نام : عتیق الرحمٰن ابن عبدالعظیم   عمر ۱۱ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، اچھی اچھی کتابیں پڑھنا
پتا : شیواجی نگر، گونڈی بمبئی نمبر ۴۳

نام : عبدالسلام
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام گاندھی نگر ضلع بیلگام

نام : محمد اقلیم محمد حلیم خاں   عمر : ۱۱ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : جماعت میں اوّل آنا، اپنے مضمون رسالوں
میں شائع کروانا۔
پتا : کرناک بندر پیرپے بلڈنگ روم نمبر ۳۷ بمبئی نمبر ۱

نام : سروری خاتون

تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کیرم بورڈ کھیلنا
پتا : البشیر اسکول، جتوار پور، چوتھ، سمستی پور، بہار

نام : شاہ فیصل
تعلیم : عربی دوم
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ یوپی

نام : تنویر عبدالحمید ملا　　عمر : ۱۵ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : ڈائمنڈ جوبلی کمپاؤنڈ روم نمبر ۶ بمبئی ۲

نام : محمد لقمان　　عمر : ۱۴ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت محمد قاسم سلفی، تاج پور ضلع سمستی پور بہار

نام : شبانہ خاتون
مشغلہ : قرآن پاک کی تلاوت کرنا
پتا : مدرسہ دارالعلوم لکشمی پور، چاکند گیا۔ بہار

نام : وحیدالرحمن نیازی　　عمر : ۱۵ سال
مشغلہ : تاریخی سکے جمع کرنا
پتا : احمد عمر بلڈنگ ۱۶۲، چوتھا منزلہ، روم نمبر ۷
دوٹانکی، بمبئی ۸

نام : بی۔ صدیقہ سلطانہ
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کیرم کھیلنا، عام معلوماتی کتابیں پڑھنا
پتا : معرفت بی۔ ہنورولی۔ اے۔ ۱۸۰/ ۷
نزد عیدگاہ مسجد گنتکل ضلع اننت پور۔ اے پی

نام : سید طٰہٰ خطیب
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : تیرنا، جانور پالنا، دینی معلومات فراہم کرنا
پتا : سادات محلہ پیٹھن　ضلع اورنگ آباد

نام : محمد آصف شیخ یوسف ٹیلر
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : مانک چوک المرڈا پور تعلقہ چکھلی ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

نام : مدثر احمد خاں　　عمر : ۱۸ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : کرانہ دکان، آسی گاؤں، منگرول پیر ضلع آکولہ

نام : سونی گھائل
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت امجد گھائل، جاکر اکیڈمی، ڈھیٹی
ضلع ارریہ بہار

نام : فرحانہ عبدالرشید انصاری
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کشیدہ کاری کرنا
پتا : مکان نمبر ۵۳، عبدالغنی سیٹھ بلڈنگ غیبی نگر
بھیونڈی

نام : محمد شوکت علی　　عمر : ۱۳ سال

تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، دوستی کرنا
پتا : سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے دربھنگہ بہار

نام : افتخار احمد عمر : ۱۶ سال
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : پیامِ تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا : معرفت حاجی مقبول احمد، پرانی جامع مسجد پھولپور ضلع اعظم گڑھ یو۔پی

نام : گلشن آرا
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : بچوں سے پیار کرنا
پتا : معرفت ظہور الحق ایڈوکیٹ، اسلام نگر، ارریہ بہار

نام : مرزا غالب عمر : ۱۸ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : منشی گری
پتا : معرفت ظہور الحق ایڈوکیٹ، اسلام نگر، ارریہ بہار

نام : ہاجرہ خاتون
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا، پیامِ تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت حاجی عبدالحمید انصاری، جگدیش پور پوسٹ پھولپور، اعظم گڑھ ۔یو۔پی

نام : وی شفیق احمد عمر : ۱۹ سال
تعلیم : بی۔ای (سی۔ایس)
مشغلہ : دینی کام کرنا، پیامِ تعلیم پڑھنا
پتا : عبداللہ صاحب گلی، رِل وشارم، تمل ناڈو

نام : محمد جمشید خاں
مشغلہ : اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : پان دکان انڈال نمبر ۱۳ پوسٹ انڈال ۷۱۳۳۲۱

نام : صابرہ ناز
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیامِ تعلیم اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : معرفت حسین خاں پٹھان، جامع مسجد چوک سلوڑ

نام : زبیر خاں نذیر خاں
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : ادبی رسالے پڑھنا
پتا : لوٹس کالونی گوونڈی۔ بمبئی ۴۳

نام : محمد آصف پرواز قریشی
مشغلہ : قرآن پڑھنا، دوستی کرنا
پتا : شطرنجی پورہ، بالاپور ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام : ساجد پرویز عمر : ۱۸ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، افسانہ نویسی
پتا : معرفت احمد پرویز، آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر ضلع آکولہ۔ مہاراشٹر

نام : محمد افسر نیاز عرف گڈو
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : پیامِ تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا : ڈھبٹی ضلع ارریہ بہار

نام : محمد ارجمند اعظم عمر : ۲۰ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت

مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: السبیل اکیڈمی، ارریہ، بہار

نام: محمد مدثر الرحمٰن شاداب
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کا ادب کرنا
پتا: زراعت نگر، مسجد رحمانیہ، آرمور

نام: صدّاف حسین عمر: ۵ سال
تعلیم: پرائمری
مشغلہ: پابندی سے اسکول جانا
پتا: رحمٰن منزل مخدوم کالونی، اسٹریٹ، بھٹکل

نام: محمد ارمان عمر: ۸ سال
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول ضلع مظفر پور۔ بہار

نام: خطیب شاکر ربّانی عمر: ۱۱ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: نماز کے لیے دعوت دینا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول دربھنگہ۔ بہار

نام: محفوظ عمر: ۸ سال
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول دربھنگہ۔ بہار

نام: فاروقی جامع بصیر
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا اور سائنسی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا: جونا بازار کوتوالی دروازہ، نزد قادر باشاہ مسجد بیرٹھ ۴۳۱۱۲۲

نام: عبدالرحیم عمر: ۱۵ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: الکتاب، ارریہ، بہار

نام: محمد مقیم
تعلیم: تیسری جماعت (عربی)
مشغلہ: پیام تعلیم اور تاریخی کتابیں پڑھنا
پتا: قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری یوپی

نام: محمد امجد علی عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، لائبریری جانا
پتا: نکتو محلہ، این۔ آر۔ آر۔ روڈ۔ آسنسول ضلع بردوان، مغربی بنگال

نام: محمد عمران عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، کمپیوٹر سیکھنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے دربھنگہ

نام: محمد سفیان احمد عمر: ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: استادوں کی خدمت کرنا
پتا: بھیرباہی، پوسٹ کوئیلا استھان دربھنگہ بہار

مکتبہ پیام تعلیم کی
نئی اور دلچسپ کتابیں
ننھے منے بچوں کے لیے

کتاب		قیمت
بتاشے	(باتصویر)	۷/۵۰
جاں نثار دوست	(باتصویر کہانیاں)	۶/-
شیر اور بکری	"	۷/۵۰
چاند کی بیٹی	"	۶/-
بھیڑیے کا گانا	"	۷/۵۰
جادو کی ہنڈیا	"	۶/-
چالاک بلی	"	۷/۵۰
دم کٹی لومڑی	"	۷/۵۰
کتے کا خواب	"	۷/۵۰
گدھے نے بجائی بانسری		۷/۵۰

بڑے بچوں کی دلچسپ کہانیاں

کتاب	قیمت
ایلس کی دنیا	۱۰/۵۰
پتھر کا خرگوش	۱۰/-
سرخ موت	۴/۵۰
دنیا کی عجیب و غریب کہانیاں	۷/۵۰
انمول کہانیاں	۴/۵۰
پتھر کی گڑیا	۷/۵۰
ریل کے نیچے	۴/-
افریشیا کی کہانیاں	۷/۵۰
۸۰ دن میں دنیا کا چکر	۳/-
ہزاروں خواہشیں	۹/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/-
گلی ور کے تین حیرت انگیز سفر	۶/-
جادو کا چقماق کی ڈبیہ	۴/۵۰
گیارہ ہنس اور ایک شہزادی	۴/-
دادی اماں کی کہانیاں	۶/-
سفر کے قصے	۵/-
پہاڑی مہم	۴/۵۰
تین بندوقچی	۱۰/-
ہم بنے کما نڈو	۵/-
ایک تھا مرغا ککڑوں کوں	۶/-
پریوں کی کہانیاں	۶/-
سمندر کا بادشاہ ہار گیا	۴/۵۰
چوں چوں بیگم	۴/-
ماسٹر شامت	۶/-
تھوڑی تارا ماتھے چاند	۴/-
پکڑے گئے	۷/۵۰
درویش کا تحفہ	۶/-
ہوا سے فرار	۷/۵۰
بکرے کی تعریف	۶/-
جھیل کا راز	۶/-
قصر صحرا اوّل	۷/-
قصر صحرا دوم	۱۰/-
قصر صحرا سوم	۸/-
ممّوں کی تباہی	۷/۵۰
پیار کا پنچھی	۴/-
ہیروں کے چور اور سونے کی تلاش	۷/۵۰
پادری کی روح	۴/-
ٹھگ نے ٹھگا ٹھگ کو	۴/۵۰
گدھا کہانی	۹/-
خفیہ سرنگ	۶/-
بڑھیا کی بھینس	۴/۵۰
تیس مار خاں	۴/۵۰
چالاک خرگوش کی واپسی	۱۵/-
غریب لکڑہارے کی کہانی	۶/-
نردولی کا آدم خور	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
خلائی مسافر	۶/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
نرالے گویے	۴/۵۰
باتونی کچھوا	۴/۵۰
جادو کا چھلا	۳/-
جادو کی سارنگی	۳/-
بدر شہزادی	۶/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
ننھا سیاح	۷/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
سام پر کیا گزری	۳/۵۰
جگنو کی بلی	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۹/-
چور پکڑو	۲/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
خالی ہاتھ	۹/-
کھلونا نگر	۸/۵۰
حاجی بابا کی ڈائری	۷/۵۰
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۶/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/-
ابو علی کا جوتا	۶/-
ننھا سراغ رساں	۵/-
پُراسرار غار	۶/-
ظالم ڈاکو	۶/-
عرب دلیسوں کی عوامی کہانیاں	۷/۵۰
دلّی کی شادی	۴/-
رحمت شہزادہ	۴/۵۰
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰

● "میری بیوی میرا حکم کبھی نہیں ٹالتی۔ کل رات میں نے کھانے کے بعد اُسے پانی گرم کرنے کے لیے کہا۔ تو اس نے فوراً گرم کر دیا۔"

دوست نے پوچھا "لیکن تمھیں اتنی رات کو گرم پانی کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"اصل پر انھوں نے کہا میں اتنی رات گئے ٹھنڈے پانی سے برتن صاف نہیں کر سکتا تھا۔"

ادریس بیگ جنتا جونیر کالج بارسی ٹاکلی ضلع آکولہ

● ایک موٹی تازی امیر عورت کے گھر اس کی پڑوسن آئی تو اس نے دیکھا کہ عورت مرغ کی ٹانگ چبا رہی ہے اور میز پر بہت سے مرغن کھانے چُنے ہوئے ہیں۔ پڑوسن نے پوچھا۔

"بہن! میں نے تو سُنا تھا کہ ڈاکٹر نے تمھیں پرہیزی کھانا بتایا ہے۔"

عورت بولی "وہ تو میں کھا چکی۔ اب دوپہر کا کھانا کھا رہی ہوں۔"

شکیلہ عنبری ——— پتا نہیں لکھا

● ایک دیہاتی گدھے پر اناج لاد کر شہر کی طرف لا رہا تھا۔ شہر میں داخل ہوا تو گدھا ایک چوراہے پر اَڑ گیا اور ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔

دیہاتی پہلے تو اسے کھینچتا رہا۔ پھر دھکے دیے۔ مگر جب گدھا بالکل ٹس سے مس نہ ہوا تو دیہاتی سخت غصہ کی حالت میں اس پر ڈنڈے برسانے لگا۔

اتنے میں اس کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا اور لوگ اس کو شرم دلانے لگے۔

"تم کتنے بے رحم انسان ہو۔ کس قدر بے دردی سے بیچارے کو مار رہے ہو؟"

دیہاتی کچھ دیر تک تو لوگوں کی باتیں سُنتا رہا۔ پھر ہاتھ سے ڈنڈا پھینک کر گدھے کے سامنے آیا اور چار مرتبہ جھک کر فرشی سلام کیا۔ اور عاجزی سے بولا.....

"سرکار! مجھے معاف فرمادیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس شہر میں آپ کے اتنے سارے رشتہ دار رہتے ہیں۔"

محمد ارشد حسین، این آر آر روڈ آسنسول ۲

● دو دوست وعظ سُن کر واپس آ رہے تھے۔ ایک بولا "وہ میرے ساتھ جو شخص بیٹھا تھا، بڑا بدتمیز تھا۔ کم بخت آیا تو وعظ سننے کے لیے تھا لیکن سارا وقت سوتا رہا اور زور دار خراٹا لیتا رہا۔ یہاں آکر سونا ہی تھا تو یہاں آیا ہی کیوں تھا؟"

دوسرا دوست بولا... "ہاں واقعی بہت بدتمیز تھا۔ اس قدر زور زور سے خراٹے لے رہا تھا کہ تین چار بار اس کے خراٹوں سے میری آنکھ بھی کھل گئی۔"

غلام دستگیر ملّا ——— اشکلی

● ایک اخبار میں ایک دن لکھا ہوا تھا۔۔اس شہر کے نصف لوگ بیوقوف ہیں۔
یہ پڑھ کر شہر کے بہت سارے لوگ اخبار کے دفتر میں جمع ہو گئے۔ اور اس کے ایڈیٹر سے احتجاج کیا۔
دوسرے روز اخبار نے اس کی تصحیح یوں کر دی۔
"اس شہر کے نصف لوگ عقلمند ہیں۔"

جاوید غلام غوث چوہرہ

● ایک کا جوتا چھوٹا تھا۔ انھیں چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی نے ان صاحب سے پوچھا۔
"کیوں بھائی... یہ تنگ جوتا کہاں سے لیا آپ نے؟"
وہ جلے بھنے تو تھے ہی۔ بولے۔" درخت سے توڑا ہے۔"
دوسرا بولا۔" بڑی جلدی کی آپ نے۔ چند مہینے ٹھہر کر توڑتے تو آپ کے ناپ کا ہو جاتا۔"

شیخ محمد عمران محمد علی روڈ بمبئی ۳

● ایک ڈاکٹر صاحب بیمار پڑ گئے۔ انھوں نے اپنے نوکر سے کہا جاؤ کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔
نوکر نے کہا آپ تو خود ڈاکٹر ہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔" مجھے معلوم ہے مگر مجھے نہ بلانا کیونکہ میری فیس بہت زیادہ ہے۔"

رئیس احمد، محلہ علی نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

● ایک آدمی اپنے دوست سے کئی دنوں کے بعد ملا۔ اور دوست سے پوچھنے لگا۔ کہو بھائی بال بچوں کا کیا حال ہے؟
دوست:۔ میرا ایک بیٹا انجینیر، دوسرا ڈاکٹر اور تیسرا وکیل ہے۔
خوب بہت خوب لیکن تمھارا چوتھا بیٹا بھی تو تھا؟
"کیا بتاؤں وہ پڑھ لکھ نہیں سکا اور حجام بن گیا،" اس آدمی نے کہا۔
"پھر تم اسے گھر سے نکال کیوں نہیں دیتے؟"
"کیسے نکالوں... گھر کا تمام خرچ تو وہی چلاتا ہے۔"

ذکی احمد بردی پور، کنسی سمری دربھنگہ بہار

● اخباری رپورٹر:۔ کیا آپ اس حادثے پر روشنی ڈالیں گے۔
آدمی:۔" تم لوگ سمجھتے کیوں نہیں۔ روشنی ڈالنے کے لیے میرے پاس ٹارچ ہوتی تو میں ہول میں کیوں گرتا۔"

محمد شمشاد عالم، چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

● عمران : (جاوید سے) جاوید بھائی، آپ بازار تک جا رہے ہیں۔ یہ خط پوسٹ کر دیں گے کیونکہ بہت ضروری ہے۔ میں اپنے والد کے پاس بھیج رہا ہوں۔
جاوید : "جی بہت اچھا"
ایک ماہ گزر جانے کے بعد جب خط کا جواب نہیں آیا تو عمران کو کافی فکر ہوئی۔ اتفاق سے جاوید سے ایک دن ملاقات ہو گئی تو پوچھ بیٹھے۔" جاوید بھائی، آپ نے وہ میرا خط ڈال دیا تھا نا...؟"
جاوید :۔ (خط جیب سے نکالتے ہوئے) دیکھیے عمران صاحب۔ اگر آپ کو اتنی جلدی

ہے تو مجھے خود ہی ڈال دیجیے "

محمد اشرف علی، سلفیہ جونیر اسکول، لہریا سرائے

● ایک عورت بڑی پریشان سی ایک ڈاکٹر کے پاس آئی اور بولی "ڈاکٹر صاحب، جب سے آپ نے میرے شوہر کا دل بدلا ہے میں بہت پریشان ہوں "

ڈاکٹر : "کیوں؟ کیا بات ہے کیا اب وہ آپ سے وعدے وعید نہیں کرتے ؟"

عورت : نہیں، وعدے تو وہ پہلے سے بھی زیادہ کرتے ہیں لیکن پورے ایک بھی نہیں کرتے"

ڈاکٹر (پرسکون لہجے میں) "دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اسٹاک میں کسی عام آدمی کا دل نہیں تھا اس لیے میں نے ایک سیاسی لیڈر کا دل آپ کے شوہر کو لگا دیا"

سرفراز نواز فہمی — درگاہ بیلا

● ایک سائکل سوار جا رہا تھا کہ اس کی سائکل کے نیچے ایک لڑکا آگیا اور رونے لگا سائکل سوار نے اسے ایک روپیا دیا کہ وہ چپ ہو جائے روپیا لے کر لڑکا کہنے لگا۔

"چچا جان کل آپ کس وقت یہاں سے گزریں گے ؟ "

شازیہ جمیل — کمبرولی، کٹول، دربھنگہ، بہار

● ایک انگریز جج کے سامنے گانے کی چوری کا مقدمہ پیش ہوا۔ جج گانے کے معنی نہیں سمجھتے تھے کہ گانے کیا ہوتی ہے؟ اس لیے لوگوں سے بڑے تعجب کے ساتھ پوچھنے لگے کہ گانے کیا چیز ہے؟

لوگوں نے انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہ سمجھے اور غصے میں حکم دیا کہ اسے کمرۂ عدالت میں حاضر کرو۔

لوگوں نے جج صاحب سے عرض کیا کہ سرکار وہ کمرۂ عدالت میں نہیں آسکتی۔ وہ باہر کھڑی ہے "

جج صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے " اچھا تو ہم اس کو دیکھتا ہے "

جج صاحب گانے کو دیکھ کر لوگوں سے بولے "تم لوگ ہم کو تنگ کرتا ہے یہ کیوں نہیں بولتا کہ بل کا میم صاحب ہے"

محمد عابد محمد سلیم، مولانا کمپاؤنڈ، کمال پورہ، مالیگاؤں

● ایک بڈھا آدمی تھا اور اس کی ایک بیوی تھی روز دونوں میں جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ ایک دن جھگڑا کرکے بڈھا آدمی ایک گوشے میں بیٹھا اور اس کی بیوی دوسرے گوشے میں۔ ان کے گھر ایک فقیر آیا اور اس نے سوال کیا اللہ کے نام پر دو اللہ تمھیں ہزار نعمتیں دے گا۔ اس بڈھے آدمی نے جواب دیا، ایک نعمت سے تو میں بے زار ہو گیا ہزار نعمتیں لے کر کیا کروں گا؟

محمد احتشام عالم عبدالرزاق منیار، مانک چوک لمرا پور

● مشہور اداکار باب ہوپ کو ایک بار ایک مقدمے میں گواہ کے طور پر عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ ڈاکو کے وکیل نے باب ہوپ کو اپنے سوالات سے پریشان اور ہراساں کرنے کی کوشش کی۔

"مسٹر ہوپ! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ڈاکا کس وقت ڈالا گیا؟" اس نے پوچھا۔

"میرا۔ میرا خیال ہے" باب ہوپ نے کہنا شروع کیا۔

" عدالت کو آپ کے خیال سے کوئی دلچسپی

جہیئے ہے میرے سوال کا جواب دیجیے۔ ڈاکہ کس وقت ڈالا گیا تھا؟"
وکیل نے دوبارہ ان کی بات کاٹی "اپنا خیال نہیں درست بتائیے"
"میں سمجھتا ہوں"
"مجھے بلاواسطہ جواب کی ضرورت ہے"
وکیل گرجا۔
باب ہوپ نے خصوصیت سے اس کی طرف دیکھا "آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں کیا سمجھتا ہوں؟"
"ہرگز نہیں"
"پھر تو میں گواہی نہیں دے سکتا" باب ہوپ نے جج سے مخاطب ہوتے ہوئے مایوسی سے کہا "کیونکہ میں بغیر سوچے کچھ بول نہیں سکتا میں وکیل نہیں ہوں"

جاوید اختر کھرولی، کنول دربھنگہ۔ بہار

● ایک بیوقوف احمد آباد ریلوے اسٹیشن سے بمبئی جانے کی غرض سے دہلی جانے والی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ ڈبے کے اندر اوپر والی سیٹ پر ایک مسافر سویا ہوا تھا۔ اس بیوقوف نے نیچے والی سیٹ پر اپنا ڈیرا جما لیا اور اوپر لیٹے ہوئے مسافر سے پوچھا "بھائی آپ کہاں جائیں گے؟" اس نے کہا "جی میں دہلی جاؤں گا" اس بیوقوف نے کہا "سائنس والوں نے کیا کمال کی گاڑی بنائی ہے، اوپر بیٹھو تو دہلی، اور نیچے بیٹھو تو بمبئی جاتے ہیں"

محمد سہیل تنویر، نیراد دو گرلز اسکول، ایوت محل

● احمد: تمہارے والد صاحب کیا کام کرتے ہیں؟
کریم: میرے والد صاحب ایک فقیر ہیں۔
احمد: تمہارے پاس کار ہے بہت بڑا گھر ہے پھر بھی تمہارے والد صاحب بھیک مانگتے ہیں؟
کریم: میرے والد صاحب ایک نیتا ہیں وہ گھر گھر جا کر ووٹ مانگتے ہیں۔

امداد احمد رانی پور بڑہریا، سیوان۔ بہار

● ایک مرتبہ کسی رئیس نے کسی فقیر کو بہت پرانی اور پھٹی ہوئی چادر دی۔ فقیر بڑا ہی مسخرہ تھا۔ اس نے چادر کو بوسہ دے کر کہا سبحان اللہ اس میں تو کلمہ بھی لکھا ہے اور زور زور سے پڑھنے لگا۔ لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ۔ کسی نے کہا بھائی پورا کلمہ تو پڑھو "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو فقیر کہنے لگا بھائی یہ چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بہت پہلے کی ہے اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اس چادر پر جتنا لکھا ہے میں اتنا ہی پڑھ رہا ہوں۔ یہ سن کر رئیس شرمندہ ہو گیا اور فقیر کو نئی چادر دے دی۔

سید تبریز شاہ گونڈ واکرڈی

● ایک مسافر چلتی گاڑی پر چڑھنے لگا تو گارڈ نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور بولا۔ چلتی گاڑی میں چڑھنا جرم ہے۔ اتنے میں گارڈ کا آخری ڈبہ آ گیا۔ گارڈ لپک کر چڑھنے لگا تو اس آدمی نے اس کو پکڑ کر کھینچ لیا اور بولا "دوسروں کو جس کام سے روکتے ہو وہی خود کرتے ہو"

محمد قمر عالم رحیم آباد سمستی پور بہار

● بدصورت خاوند: میری والدہ بہت خوبصورت تھی۔
بیوی: تو شاید آپ نے اپنے والد کا نقشہ پایا ہے

وسیم احمد اشوک نگر، آرمور، نظام آباد

● مشہور سائنس داں اور موجد تھامسن ایڈیسن اکثر بہت گہری سوچوں میں رہتے تھے۔ اکثر سامنے کی بہت ساری باتیں انھیں یاد نہیں رہتی تھیں ایک روز وہ راشن کے لیے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ جب ان کا نمبر آیا تو کلرک نے پوچھا جناب آپ کا نام؟ تھامسن نے دماغ پر زور ڈالا لیکن ان کو اپنا نام یاد نہ رہا، گھبرا کر انھوں نے اپنے پیچھے والے آدمی سے پوچھا جناب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرا نام کیا ہے؟

آفرین عبدالعزیز شیخ، لعرت نگر، گھاٹ کوپر بمبئی ۸۶

● احمد: (حامد سے) "پتا نہیں لوگ پندرہ دن تک کیسے نہیں نہاتے؟"
حامد: تم کتنے دن کے وقفے سے نہاتے ہو؟
احمد: "مجھے تو چودھویں دن ہی بے چینی محسوس ہونے لگتی ہے"

سیدہ ماریہ — صرافہ چوک۔ناندیڑ۔مہاراشٹر

● استاد: میں نے تصویر بنانے کو کہا تھا مگر تم نے تصویر کیوں نہیں بنائی؟
شاگرد: میں نے میدان میں گھاس چرتی ہوئی گائے کی تصویر بنائی ہے دیکھیے نا۔
استاد: اچھا اس میں گھاس کہاں ہے؟
شاگرد: اسے تو گائے کھا گئی۔
استاد: اچھا تو گائے کہاں ہے؟
شاگرد: "گھاس کھانے کے بعد گائے یہاں کیا کرے گی؟"

سمیع اللہ — لہریا سرائے، دربھنگہ بہار

● ایک موٹا شخص: (دبلے پتلے آدمی سے) یار تمھیں دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں قحط پڑا ہوا ہے۔
دبلا پتلا شخص: (شوخی سے) "بیشک لیکن تمھیں دیکھ کر قحط پڑنے کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے"

شازیہ تمکین، چاند کوٹھی، اسام گنج، مظفر پور

● احمد علی: (محمد علی سے) میں نہانے میں صرف پانچ منٹ لگاتا ہوں، کیونکہ میں صابن استعمال نہیں کرتا۔
محمد علی: ارے تم سے پہلے تو میں نہاتا ہوں "کیونکہ میں نہاتے وقت پانی استعمال نہیں کرتا"

انیس احمد، محلہ علی نگر، مبارک پور اعظم گڑھ

● ایک بار ایک فلمی ہیرو دہلی آیا تو ایک پرستار نے اس سے آٹوگراف لینے کے لیے اپنی ڈائری آگے بڑھا دی۔ ہیرو نے اپنے پرستار پر نظر ڈالی اور ایک گدھے کا فوٹو بنا کر ڈائری اسے واپس کر دی۔ اس پرستار نے فوراً ڈائری اس کے ہاتھ پر واپس رکھتے ہوئے کہا "جناب مجھے آپ کا فوٹوگراف نہیں، آٹوگراف چاہیے"

محمد یحییٰ خاں، ظفر خاں، عزیز پورہ، بیڑ

● ڈاکٹر: (مریض سے) مجھے کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے کہ جو چیک آپ نے دیا تھا وہ بینک سے واپس آگیا ہے۔
مریض: "عجیب اتفاق ہے کہ جس بیماری کا علاج آپ نے کیا تھا اس کی علامات بھی واپس آ رہی ہیں"

دستگیر مومن نیر سنّی مسجد استفنی

منا: ابا جان۔ جب آپ دفتر چلے جاتے ہیں تو امی جان آپ کی قمیص پکڑ کر خوب روتی ہیں

شوہر: (بیوی سے) "بیگم کیا تم کو واقعی مجھ سے اتنی محبت ہے کہ میری قمیص کے ساتھ لگ کر روتی ہو؟"
بیوی: "میں تو اس لیے روتی ہوں کہ اس جیب میں ایک پیسہ تک نہیں ہوتا۔"

حسن افروز نرگس رانی پور، سیوان بہار

● ماں نے غصے سے اپنے بیٹے سے کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ دیکھتے رہنا دودھ کب ابلتا ہے۔"
بیٹے نے بڑے بھولے پن سے جواب دیا "ہاں امی، میں دیکھ رہا تھا جس وقت دودھ ابلا تھا اس وقت گھڑی میں دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔"

نگار سلطانہ، دلوان پورہ، منگرول پیر، آکولہ

● ایک شخص نے اپنے نئے ملازم سے کہا "جاکر بازار سے گوشت لے آؤ۔" ملازم بولا "جناب میں نیا آدمی ہوں، بازار میں راستہ بھول جاؤں گا۔" وہ صاحب خود ہی بازار سے گوشت لے آئے اور پھر پکانے کے لیے نوکر سے کہا تو چالاک نوکر نے کہا "میں گیس پر پکانا نہیں جانتا۔" مالک نے خود ہی پکا لیا۔ پھر نوکر سے کہا "آؤ کھاؤ۔" نوکر نے کہا "مجھے بار بار انکار کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپ کہتے ہیں تو کھا لیتا ہوں۔"

شبانہ اعظمی، چکچادو، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

● پاگل خانے کا ایک پاگل خط لکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اس سے پوچھا "یہ خط کس کو لکھ رہا ہے؟"
پاگل نے کہا کہ خود اپنے آپ کو۔
ڈاکٹر: "کیا لکھا ہے؟"
پاگل: "مجھے کیا معلوم، یہ خط مجھے ابھی ملا ہی کب ہے۔"

ذیشان عابدی، بردی پور، کنسی سمری، دربھنگہ بہار

● ایک ڈائرکٹر ایک فلم بناتا ہے جو کہ ڈراؤنی ہے جب وہ فلم مکمل ہوئی اور ایک بڑے شہر میں لگی تو بہت سے لوگوں نے اسے دیکھا اور بہت سے تعریفی خطوط اس ڈائرکٹر کو موصول ہوئے کہ آپ کی یہ فلم ہمیں بہت پسند آئی۔
ان خطوط میں ایک ایسے شخص کا خط بھی تھا، جس نے لکھا تھا کہ مجھے فلم تو بہت پسند آئی لیکن فلم کی ہیروئن زیادہ ڈراؤنی نہیں لگی۔ اگر اس کی جگہ میری بیوی ہوتی تو اور مزہ آتا، اگر کبھی اس طرح کی فلمیں بنانی ہو تو میری بیوی کو یاد کر لینا۔"
خط پڑھ کر ڈائرکٹر مسکرایا اور اس نے جوابی خط میں اس شخص کو لکھا کہ "اگر ایسی بات ہے تو تمہاری بیوی کیوں؟ اس کام کے لیے میری بیوی ہی کافی ہے اس سے زیادہ ڈراؤنی تمہاری بیوی ہو ہی نہیں سکتی۔"

نوشینہ انجم محمد اکبر، نیر اردو گرلز اسکول، ایوت محل

● ایک لڑکے نے اپنے پاپا سے کہا کہ وہ دیکھیے بارات آرہی ہے۔ لڑکے نے پاپا سے پھر کہا کہ بارات ہمیشہ گھوڑے پر کیوں آتی ہے؟ تو پاپا نے کہا کہ بیٹے اگر بارات گھوڑے پر نہیں آئے گی تو پتا کیسے چلے گا کہ کس گدھے کی شادی ہے۔

محمد سید علی، جاوید اقبال اسٹور، آسنسول ۲

آدھی ملاقات

● میں اپنے بھائی کا نام پیام تعلیم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور میرے دل نے چاہا کہ میں بھی آپ کو خط لکھ ڈالوں۔ میری تحریر اچھی تو نہیں ہے پھر بھی مجھ کو آپ سے امید ہے کہ آپ جس طرح میرے بھائی کی تحریر کو چھاپ دیتے ہیں اسی طرح میری تحریر کو چھاپ کر مجھے خوش کرنے کی کوشش کریں گے۔

مدثر علی چوگلے، آشتی تعلقہ کھیڈ، رتناگیری

● ماہ نومبر کے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ میں آپ کا شکریہ کس طرح سے ادا کروں۔

محمد اقلیم محمد حلیم خاں پیرپے بلڈنگ، بمبئی نمبر ۱

● ماہ نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ بہت بہت شکریہ جب میں نے پہلے صفحہ پر اپنا نام محمد ثاقب میاں (بہار شریف) دیکھا تو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اور میں نے بار بار دیکھا اور پڑھا۔ اس کے لیے ایک بار اور شکریہ۔ یہی سب دیکھ کر ہمارے ایک ساتھی محمد احترام الحق (بہار شریف) نے سالانہ خریدار بننے کا فیصلہ کیا اور میں نے اس سے سالانہ چندہ لے کر منی آرڈر کر دیا۔ اور ہاں ایک بات یہ کہ میرا ایک ساتھی کسی مجبوری کے تحت آپ سے ہندی میں خط و کتابت کر سکتا ہے یا نہیں؟[1] اس کا جواب پیام تعلیم کے کسی بھی کالم میں دے دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

[1] ضرور کر سکتا ہے۔

محمد ثاقب، محلہ شیخانہ خرد، بہار شریف نالندہ

● پیام تعلیم کا مطالعہ میں تین ماہ سے کر رہی ہوں یہ رسالہ مجھے بے حد پسند ہے۔ مضامین اور کہانیاں دلچسپ پرکشش اور معلومات افزا ہیں۔

ثمینہ خانم قادر خاں پٹھان، چھاٹ گلی بیڈ گام

● آپ کی ارسال کردہ پانچ کتابیں "حدیث کیا ہے؟" "نور کے پھول" "اندرا گاندھی کی کہانی" "بچوں کے ذاکر صاحب" اور "اُمت کی مائیں" مجھے مل گئی ہیں۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ میں آپ کا شکریہ کن الفاظ میں کروں۔ آپ نے مجھ کو یہ انعام دے کر میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی۔

رخسانہ پروین، مکان نمبر ۴۹ چھپر والی مسجد نئی دہلی ۲

● مجھے پہلی بار پیام تعلیم پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ رسالہ بے حد دلچسپ اور معلوماتی ہے۔

محمد محفوظ عالم، برنپور، آسنسول، بردوان

● آپ نے پیام تعلیم میں میری تحریر شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی ہے مجھے آگے لکھنے کا حوصلہ دیا ہے

شبینہ نوشی خان، دیوان پورہ، کھرول [illegible]

● یہ رسالہ پڑھنے کے بعد میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ خاص طور سے گدگدیاں، پسندیدہ اشعار اور چھوٹی چھوٹی کہانیوں نے میرا دل موہ لیا۔

عادل سرور، بلوا، پوسٹ کاکن، ضلع اررپہ بہار

● اس ماہ کا پیام تعلیم بہت پسند آیا۔ سات پریوں کی کہانی اور جادوئی آم کی کہانی پسند آئی اور پڑھ کر دل بہت خوش ہوا۔

ایس حبیب النساء عربک ہائی اسکول، گنگکل

● آپ کا شائع کردہ رسالہ پیام تعلیم پہلی بار پڑھنے کا شوق ہوا اور بہت ہی پسند آیا اس لیے میری دلی تمنا ہے کہ میں بھی اس میں حصّہ لوں۔

محمد افضال ایٹوی، مدرسہ افضل العلوم تاج گنج آگرہ

● اس شمارے میں "مشوروں کی دکان" "وبالِ جان" جیسی کہانیوں نے دلوں کو جیت لیے۔ اور "شہید زندہ ہیں" جیسا مضمون ہم لوگوں کے دینی معلومات میں کافی اضافہ کردیتا ہے۔

محمد اشرف علی، سلفیہ جونیر اسکول ہرپا سرلٹ

● ماہ جون کا رسالہ میری نظر سے گزرا، اس رسالہ کے پسندیدہ اشعار میں ایک ہی شعر دو جگہ شائع ہوا ہے لیکن دو نام سے۔ براہِ کرم اس پر توجّہ دیا کریں۔

محمد اجمل انصاری محلہ پورہ دلھن، مبارک پور

● ستمبر اور اکتوبر کا پیام تعلیم دستیاب ہوا۔ پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔

ارشاد احمد قریشی، آستانہ کارنجہ (لاڈ)

● ماہ ستمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ تمام مضامین قابلِ تعریف ہیں۔ "مکھیوں کا شہر" پڑھ کر تو لوٹ پوٹ ہی ہوگیا۔

عزیز الرحمٰن انصاری۔ قیبی نگر، بھیونڈی

● تقریباً دو سال سے ہم لوگ پیام تعلیم کا مطالعہ کررہے ہیں اور میرے بھائی جان شیخ اصغر غلام پیام تعلیم کے مختلف کاموں میں حصّہ لیتے رہے ہیں۔ پیام تعلیم میں "الٰہ دین اور چالیس دیو" "ہم شکل ہم راز"، میرے پسندیدہ اشعار بے حد پسند آئے۔

شیخ اختر رسول، جامع مسجد روڈ نہادی جلگاؤں

● یہ رسالہ ہمارے گاؤں میں سب کو پسند ہے سبھی لڑکے اسے خریدتے ہیں۔ بچوں اور بڑوں کے اندر مطالعے کا شوق بڑھ رہا ہے۔

محمد شمس العارفین، مقام و پوسٹ گیاری، اررپہ بہار

● جب بھی پیام تعلیم ڈاکیا گھر لاتا ہے تو ہم تمام بہن بھائی اس پر جھپٹ پڑتے ہیں اس لیے کہ یہ ہم سب کا محبوب رسالہ ہے۔

محمد حارث محلہ قانسیان، جانسٹھ مظفر نگر یوپی

● آپ نے میرا نام قلمی دوستی میں شائع کیا، جس سے اچھی اچھی سہیلیاں مجھے ملی ہیں اس کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی، جو کام میرا پیارا رسالہ پیام تعلیم نے کردیا۔

نغمہ پروین قادری، گیاری، اررپہ بہار

● ماہ ستمبر کے پیام تعلیم میں سائنس کیا ہے اور کیوں ہے اور غذائی سمیت یہ دونوں مضمون بہت پسند۔

آیا اس سے بہت ساری معلومات حاصل ہوئیں۔

احمد ضحاک۔ الحرا بورڈنگ، اررپہ، بہار

● اگست کے پیام تعلیم میں میرا ایک بھیجا ہوا لطیفہ شائع کیا اس کے بعد ماہِ ستمبر کے پیام تعلیم میں قلمی دوستی کے کالم میں آپ نے مجھ جیسے حقیر کو جگہ دی۔ اس کے بعد اکتوبر کے پیام تعلیم میں میرے پسندیدہ اشعار کے کالم میں میرا شعر شائع کیا۔ بہت بہت شکریہ۔
"ہم شکل ہم راز" بہت اچھی کہانی ہے۔ مجھے یہ کہانی بہت پسند آئی۔

الطاف علی چوگلے۔ آشتی۔ کھیڈ۔ رتناگیری

● میں بلاناغہ سات مہینوں سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرے چھوٹے بھائی کو یہ رسالہ بہت ہی پسند ہے۔ شکیل صدیقی کی "ہم شکل ہم راز" قسط وار کہانی بہت دلچسپ ہے۔

محمد انور۔ شیگاؤں۔ ضلع بلڈانہ۔ مہاراشٹر

● اقوال زریں کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرا نام شائع کیا۔

شیخ صادق شیخ رحمٰن، مانک چوک امڑاپور، بلڈانہ

● پیام تعلیم میں "ہم شکل ہم راز" بہت پسند آیا۔ بے حد سنسنی خیز حالات میں ہم نے سلطان احمد اور پرویز مستانہ کو چھوڑا ہے۔

دیبا فاطمہ ——— درگاہ بیلا

● نومبر کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر دل کو بہت خوشی ہوئی، خاص کر انعامی معمّا دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ "ہم شکل ہم راز" بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز کہانی ہے۔ ہر ماہ بے صبری سے انتظار کرتا ہوں۔

محمد اظہر خان، محمدیہ اسٹور، احمدی مسجد، بمبئی نمبر ۸

● ستمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ سبھی مضامین پسند آئے۔

سرور نواز نظامی ——— درگاہ بیلا

● ماہ اکتوبر کا پیام تعلیم ملا اس میں مجھے "نیند بھی کیا چیز ہے" "دیپاولی" "گدگدیاں" بہت اچھی لگیں۔

نازیہ فردوس۔ محلہ پھولانگ، نظام آباد

● ستمبر کے شمارے میں اپنا مضمون "الو کے رسم و رواج" دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ پیام تعلیم میں مضمون شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

جعفری حبیب الرحمٰن، شیواجی نگر، گونڈی، بمبئی

● ماہ اکتوبر کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا خاص کر مجھے غزہ کے اسرائیلی زمین کا پڑوسی، ہوائی جہاز کی کہانی، گدگدیاں اور اشعار بھی بہت پسند آئے۔

رسول بی ——— گنبکل

● ہم شکل ہم راز قسط وار اچھی جا رہی ہے اس جیسے بچوں کی کوششیں میں میری کہانی "ہو کر سلیٹ ریپٹ جاتا ہے" چھاپ کر آپ نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اس کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ثروت شفیق، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

● پیام تعلیم کی سبھی کہانیاں، نظمیں، سائنسی اور معلوماتی مضامین اور بچوں کی کوششیں وغیرہ بہت پسند آئیں۔

محمد اعظم عبدالرزاق شیخ ـــــ منگلور کرناٹک

● اس ماہ نومبر کے پیام تعلیم میں مجھے پسندیدہ اشعار، چٹکلوں کی عدالت، بچوں کی کوششیں اور گدگدیاں اچھے لگے۔

احمد مشرف ـ آنند گڑھ پارک سائٹ وکرولی بمبئی

● ماہ اکتوبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا اس میں "پیکیٹ کا راز" بہت پسند آئی اس کے علاوہ قسط وار کہانی "ہم شکل ہم راز" بہت عمدہ لگی۔

رئیس احمد، محلہ علی نگر، مبارک پور اعظم گڑھ

● پیام تعلیم بفضل خدا برابر آرہا ہے۔ گھر کے سبھی افراد پڑھ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پیام تعلیم اب بہت اچھا ہوتا جارہا ہے۔

رئیس احمد عبدالحق ـ دھولیہ ـ مہاراشٹر

● پیام تعلیم خاص طور پر بچوں کے مطالعہ کے لیے کافی کار آمد ہو رہا ہے۔ معلوماتی کالم سے نوعمر بچوں کو نئی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ضیاء الرحمٰن قریشی، منگرول پیر ضلع آکولہ مہاراشٹر

● مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے "ہم شکل ہم راز" جو قسط وار ہے یہ بہت ہی مزے دار ہے اور باقی مضامین قلمی دوستی آدھی ملاقات، گدگدیاں اور میرے پسندیدہ اشعار بہت خوب ہیں

فیصل سیر اب ـــــ بھٹکل

● ماہ اکتوبر کا پیام تعلیم وقت مقررہ پر مل گیا۔ اس دفعہ اشعار کی تو آپ نے بھرمار کر دی۔ حکیم صاحب کے مشورے تو ہمیں بہت اچھے لگتے ہی ہیں۔ گدگدیاں اور بچوں کی کوششیں تو میرے پسندیدہ موضوع ہیں۔ اس دفعہ انٹرویوز بھی معلوماتی لگے۔

سیما فردوس جابری ـــــ آرمور

● اگست کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ شکریہ، اسی طرح ہر ماہ پیام تعلیم خوشیوں کا پیغام لے کر آئے اور ہر گھر کی رونق بڑھاتا رہے۔

نوید پٹیل ـ کوہ نور ہوٹل ـ پانڈھر کوڈا

● پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ سبھی مضامین پسند آئے اور قسط وار "ہم شکل ہم راز" کا کیا کہنے۔ یہ کہانی تو خود اپنی ایک مثال بن گئی ہے۔

ظفر احمد انصاری، سرائیاں، مبارک پور یوپی

● بہت سے پیامی بھائی بہن رسالے کی خوب تعریف کرتے ہیں جو کہ بالکل جائز ہے۔ دل کو موہ لینے والی کہانیاں، اقوال زریں، عام معلومات بچوں کی کوششیں، گدگدیاں، آدھی ملاقات جیسے کالم بہت ہی عمدہ ہیں۔

منیر احمد خاں قریشی ـــــ منگرول پیر، آکولہ

● مئی ۹۵ء میں لکھی کہانی "چھوٹی سی بات" ہمیں بہت اچھی لگی۔ اس کے مصنف کو ہماری طرف سے بہت بہت مبارکباد۔

ریاض الحق، سرائے حمید، جیا گھاٹ، دربھنگہ

فاطمہؓ کی حسن وخوبصورتی

چہرۂ انور بی بی بتول فاطمہؓ کا نہایت درجہ نورانی ومنور تھا۔ چودھویں رات کی چاندنی آپ کے چہرۂ انور سے شرمندہ ہوتی تھی چنانچہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ میں اندھیری رات میں حضرت فاطمہؓ کے چہرۂ منور کی نورانی روشنی میں تاگا سوئی میں پرو لیتی تھی اور روایت ہے کہ آپ کا حسن وجمال نہایت درجہ منور ونورانی تھا۔ اس واسطے آپ کا نام مبارک زہرہ رکھا گیا۔ حضور انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی فاطمہ زہراؓ سے ایسی محبت تھی کہ آپؐ بیٹی کو اپنے گھر میں تشریف لاتے دیکھتے تو تعظیم کو کھڑے ہوجاتے اور بیٹی کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ لیتے اور پیاری بی بی بتولؓ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے تھے اور نہایت محبت اور شفقت سے اپنی جگہ پر بٹھلاتے تھے

روایت ہے حضرت امام عسکریؑ سے کہ جب خداوند کریم نے آدم علیہ السلام اور بی بی حوا علیہا السلام کو بہشت بریں میں جگہ دی تو حوا علیہا السلام اور آدم علیہ السلام نہایت خوشی کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک روز بی بی حوا سے آدم علیہ السلام نے کہا کہ "حق تعالیٰ نے سوائے میرے اور تمہارے اور کسی بندے کو نیک اور ایسا بہتر نہیں پیدا کیا اور نہ کسی کے صفحۂ وجود پر مجھ سے زیادہ زیبائی ورعنائی کا نقش کھینچا"، اسی وقت خداوند کریم نے روح الامین کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ اور بی بی حواؑ کو فردوس اعلیٰ میں لے جاؤ۔ روح الامین بحکم رب العالمین حضرت آدمؑ اور حواؑ کو فردوس اعلیٰ میں لے گئے۔ دونوں وہاں کی سیر وتفریح کرتے اور جنت میں پھرنے لگے۔ اسی اثنا میں حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ایک لڑکی جواہرات کے فرش پر نہایت جاہ وجلال وعزت وکمال سے بیٹھی ہے اور ایک نور کا تاج اس کے سر مبارک پر جگمگا رہا ہے اور گوہر لؤلؤ کے دو آویزے ایسے اس کے گوش مبارک میں پڑے ہیں کہ جن کی روشنی سے تمام بہشت بریں چمک دمک رہا ہے حضرت آدمؑ ایسے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر جھجک گئے اور روح الامین سے پوچھنے لگے کہ یہ لڑکی جو اس رعنائی و زیبائی کے ساتھ اس مسند عزت پر جلوہ افروز ہے

ایک عالم مرتبہ بزرگ خاتون کو عدالت میں ایک مرد اور ایک عورت کے ہمراہ گواہی دینے کے لیے جانا پڑا۔ قاضی نے دونوں عورتوں کے بیانات جدا جدا لینے چاہے۔ بزرگ خاتون نے الگ گواہی دینے سے قرآن کی آیت (۱) کی بنا پر انکار کردیا اور عدالت سے کہا کہ خدا نے دونوں عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اس غرض سے قرار دی ہے کہ اگر ایک کوئی بات بھول جائے تو دوسری یاد دلادے۔ ظاہر ہے کہ جدا جدا گواہی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

قاضی نے اس قرآنی استدلال کو قبول کرلیا اور دونوں خواتین کی گواہی ایک ہی ساتھ لی۔ یہ بزرگ خاتون حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ تھیں۔

(۱) البقرہ ۲۸۲

المرسل: مدثر نظر۔ سرلٹے کوٹی۔ کشن گنج۔ بہار

سن کی سب سے بڑی اولاد کون ہے؟ تب روح الامین نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ فاطمہؓ بیٹی محمد مصطفےٰ کی اور زوجہ علی شیر خدا کی ہے جو سر پر نورانی تاج ہے اس کے یہ نشانی علیؓ کی ہے اور دونوں کانوں میں جو سبز و سرخ موتی ہے اس میں سبز موتی بیٹے حسنؓ کی نشانی ہے اور جو سرخ موتی ہے وہ نشانی شہید کربلا حسینؓ کی ہے۔ یہ سُن کر حضرت آدمؑ اپنی کہی ہوئی بات پر بہت شرمندہ ہوئے۔

انیسہ ناز شیخ ساتڈو، اسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

اپنی چھوٹی بہن سے انٹرویو

س:- تھوڑا رُکیے۔

ج:- جی کہیے۔

س:- کیا آپ پانچ منٹ کا وقت دے سکتی ہیں۔

ج:- کیوں نہیں۔

س:- آپ کا اسم شریف؟

ج:- میرا نام عظمیٰ آفرین ہے۔

س:- اچھا عظمیٰ جی آپ کس اسکول میں پڑھتی ہیں اور کون سی جماعت میں؟

ج:- میں اردو گرلس اسکول بون باگیواڑی میں درجہ ششم میں پڑھتی ہوں۔

س: آپ تعلیم کے بعد کیا بننا چاہتی ہیں؟

ج:- ٹیچر! تاکہ میں مسلمان بہنوں کو پڑھا سکوں اور وہ اسلامی طرز پر اپنی زندگی گزارنے کا اہل بنیں۔

س:- آپ کو 'پیام تعلیم' سے کب سے لگاؤ ہے؟

ج:- جب سے میں نے پڑھنا سیکھا تب سے یعنی ہم "پیام تعلیم" کے بہت پرانے خریدار ہیں۔

س:- اچھا عظمیٰ جی آپ کو پیام تعلیم میں سب سے اچھا کیا لگتا ہے؟

ج:- بچوں کی کوششیں، اقوال زریں اور لطیفے۔

س:- آپ کے مشغلے؟

ج:- ماں باپ کی خدمت کرنا۔ پڑھنا و کھیلنا۔

س:- آپ پیاری بھائی بہن سے کچھ کہنا چاہیں گی؟

ج:- ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا
(علامہ اقبال)

س:- عظمیٰ جی آپ کا پتا کیا ہے؟

ج:- ایک شرط پر بتاؤں گی کہ صرف چھوٹی بہنیں مجھ سے دوستی کریں۔

عظمیٰ آفرین معرفت غوث محی الدین کلادگی جامعہ نگر بون باگیواڑی ضلع بیجاپور (کرناٹک)

آصف محمد کلادگی۔ بون باگیواڑی، بیجاپور کرناٹک

آوازوں کے ذکر میں
جو مرنے کے بعد آتی ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن مرتا ہے آسمان سے تین آوازیں آتی ہیں اے فرزند آدم تو نے دنیا کو چھوڑا یا دنیا نے تجھ کو چھوڑا تو نے دنیا کو راضی رکھا یا دنیا نے تجھ کو راضی رکھا، تو نے دنیا کو سمیٹا یا دنیا نے تجھ کو سمیٹا۔ اور جب غسل دیتے ہیں تو تین آوازیں آتی ہیں اے فرزند آدم کہاں گیا تیرا زور، کس نے تجھے ناتواں کیا اور کہاں گئیں تیری باتیں کس نے تجھے گونگا بنایا اور کہاں گئے تیرے دوست، کس نے تجھے اکیلا کیا۔ اور جب کفن پہناتے ہیں تو یہ آوازیں آتی ہیں کیا تو سفر کو بے توشہ جاتا تھا اور اب اپنے گھر سے نکلتا ہے سو کبھی نہ پھرے گا اور تو ہولناک گھر کی طرف جاتا ہے۔ اور جب جنازے پر لٹاتے ہیں تو یہ آوازیں آتی ہیں اے فرزند آدم تجھے خوشی ہے اگر توبہ کر کے مرا ہو، اور تجھے خوشی ہے اگر خدا

کی رضامندی تجھ پر ہو اور افسوس و غم ہے تجھ
پر اگر خدا تجھ سے ناخوش ہے۔ اور نماز کے
واسطے جنازہ رکھتے ہیں تو یہ آواز آتی ہے۔ اے
فرزندِ آدم جو کچھ تو نے کیا بھلا یا برا سب تیرے
واسطے ہے اگر تیرے نیک کام ہیں تو نیکی پاوے گا
اور اگر تیرے کام برے ہیں تو برائی دیکھے گا اور
جب دفن کیا جاتا ہے زمین سے یہ آوازیں آتی
ہیں اے فرزندِ آدم تو میری پیٹھ پر ہنستا تھا اب
روتا ہے تو میری پیٹھ پر خوشیاں کرتا تھا اور
اٹھکیلیاں مچاتا تھا اب مغموم اور غم زدہ ہوتا ہے۔
اور جب دفن کر کے لوگ پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اے بندے تو اکیلا ہو گیا بے کس رہ گیا
یہ سب تجھے اندھیرے میں چھوڑ گئے جن کے لیے
تو میری نافرمانی کرتا تھا سو میں آج ایسی رحمت
کروں گا جس سے خلق کو تعجب آوے اور ایسی
شفقت کروں گا کہ ماں باپ بیٹے پر نہ کریں۔

عبدالسمیع بن عبدالمجید، محلہ نیا گنج سکندرہ راؤ علی گڑھ

چار دیو

کسی گاؤں میں ایک بڑھیا اور اس کے بیٹے
رہتے تھے۔ بڑھیا بہت غریب تھی۔ کسانوں
کے گھروں میں کچھ کام کر کے تھوڑا بہت کما لیتی
تھی لیکن اس کا لڑکا جو جوان ہو چلا تھا۔ کچھ کام نہیں
کرتا تھا۔ دراصل وہ اتنا بیوقوف تھا کہ کچھ کام
کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے جتنے لوگوں نے کام
پر رکھا دوسرے ہی دن نکال دیا کیونکہ یا تو وہ
کام خراب کر دیتا تھا یا اپنے سپنوں میں کھویا رہتا تھا
کسی نے اس سے ہنسی میں کہہ دیا تھا کہ تو کھیتی
بنے گا اس لیے وہ اپنے کھیتی بننے کا سپنا
دیکھا کرتا تھا۔۔۔۔ ایک دن اس کی ماں نے تنگ
آکر اس سے کہا بیٹا اب میں اس لائق نہیں رہی
کہ دونوں کا پیٹ بھر سکوں۔ مجھے اس گاؤں میں
اب کام نہیں ملے گا۔ تو باہر جا کر اپنی نوکری ڈھونڈ۔
اس کے پاس جو بھی آٹا تھا اس سے اس نے چار
روٹیاں بنائیں اور کہا ان کے علاوہ تجھے دینے
کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تم کو دو
باتیں بتاؤں گی اس پر عمل کرنا۔۔۔۔ دیکھو اتر کی طرف
نہیں جانا اور جانا بھی تو راستے میں کنوئیں پر نہ رکنا
وہاں خطرہ ہے لیکن لڑکا تو بیوقوف تھا۔ اسے
کچھ یاد نہیں رہا۔ وہ اتر ہی کے طرف چل دیا اور
راستے میں بڑا کنواں دیکھ کر اس کے کنارے
روٹی کھانے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر اس نے کسی پانی
بھرنے والے کی راہ دیکھی تاکہ اس سے پانی
مانگ سکے۔ کوئی نہ آیا تو اس نے روٹیوں کی پوٹلی
کھول لی۔ وہ سوچنے لگا کہ میں تھوڑا تھوڑا کھاؤں
یا سب روٹیاں کھا جاؤں۔ وہ روٹیوں کو الٹ
پلٹ کر کہنے لگا کہ ایک کھاؤں کہ دو کھاؤں یا
تین کھاؤں یا چاروں کھا جاؤں۔ وہ برابر یہی کہتا
رہا۔ کچھ طے نہ کر سکا۔ اصل میں اس کنوئیں میں
چار دیو رہتے تھے جو کنوئیں پر رکنے والے آدمیوں
کو کھا جاتے تھے۔ اسی خطرے کی بات سے بڑھیا نے
پہلے ہی آگاہ کیا تھا دیوؤں کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کون ہے
جو ہمیں ہی کھانے کی بات کر رہا ہے۔ انھوں
نے اسے ڈرانے کے لیے ایک خوفناک آواز
نکالی لیکن بیوقوف لڑکے نے کچھ سنا ہی نہیں۔
وہ کہتا رہا۔۔۔۔ کہ ایک کھاؤں کہ دو کھاؤں کہ
تین کھاؤں یا چاروں کھا جاؤں۔ اب دیو بہت
ڈر گئے انھوں نے سوچا کہ یہ سچ مچ ایسا طاقتور
ہے کہ ہماری گرجدار آواز سے نہیں ڈرا۔ یہ
ہمیں کھا ہی جائے گا۔ انھوں نے باہر آکر لڑکے
سے کہا کہ اگر تم ہمیں نہ کھاؤ تو ہم تم کو بہت دھن

دیں گے۔ کتنا چاہتے ہو؟ لڑکا انھیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس کی سمجھ میں صرف یہ آیا کہ کتنا چاہتے ہو۔ اس نے گھبراہٹ میں کہا۔ ایک لاکھ ہیرے۔ دیو نے کہا ہیرے لے کر تم یہاں سے چلے جانا ورنہ اچھی بات نہیں ہوگی۔ یہ کہہ کر دیو کنویں کے اندر گیا اور ایک بوری لاکر دی جس میں ایک لاکھ ہیرے تھے۔ لڑکا بھاگتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا۔ اب گاؤں میں اس کی سب عزت کرنے لگے تھے کوئی اسے اب بیوقوف بھی نہیں سمجھتا تھا۔

محمد خالد اعظمی، کھریواں سرائے میر اعظم گڑھ

کنجوس

ایک آدمی تھا تو بہت امیر مگر کنجوس تھا۔ خرچ کے نام پر اس کا دم نکلتا تھا۔ دکانداروں کو سود پر بہت قرض دیتا تھا اس طرح وہ بہت پیسے حاصل کرتا تھا۔ وہ روز صبح کو دکانداروں کو دیکھنے جاتا اور دوپہر میں واپس گھر آتا۔ کنجوس کا ایک چوکیدار گھر کی دیکھ بھال کرنے کے لیے تھا۔ چوکیدار کنجوس کے گھر کے پاس ہی ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ وہ مچھلی کھانا زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس کی بیوی اکثر مچھلی پکایا کرتی تھی۔ چوکیدار نے اپنی بیوی سے کہا " دوپہر سے قبل مچھلی پکا دو۔ ہمارا مالک آجائے گا۔ وہ گوشت اور مچھلی نہیں کھاتا اور وہ اس کی مہک کو بھی پسند نہیں کرے گا۔"

ایک دن مالک جلدی گھر آگیا۔ وہ چوکیدار کے گھر کے نزدیک سے گزرا۔ اسے مچھلی کی بو محسوس ہوئی۔ یہ مہک اس کو بہت پسند آئی۔ کچھ دیر بعد اس نے چوکیدار سے پوچھا "آج تم کیا پکا رہے تھے؟" چوکیدار نے جلدی سے کہا " میں ایسی غلطی دوبارہ نہیں کروں گا جناب مہربانی کر کے معاف کر دیجیے۔"

کنجوس نے کہا "ڈرو نہیں، میں غصّہ میں نہیں ہوں۔ تمھاری بیوی کیا پکا رہی تھی؟ مجھے بتا دو۔"

چوکیدار نے کہا "ہم مچھلی پکا رہے تھے۔"

کنجوس نے کہا "تم اسے روز پکاؤ مجھے اس کی مہک پسند ہے۔" چوکیدار اور اس کی بیوی نے سوچا "شاید ہمارا مالک پاگل ہو گیا ہے۔" پھر وہ لوگ روزانہ مچھلی پکانے لگے۔

پندرہ دن کے بعد ایک شام چوکیدار اور اس کی بیوی مالک کے پاس گئے۔

چوکیدار نے اپنے مالک سے کہا۔ جناب! آپ کو مچھلی کی مہک پسند ہے۔ اسی لیے ہم لوگ اسے روز پکا رہے ہیں لیکن مچھلی سستی نہیں ہے۔ یہ بہت مہنگی ہے۔ یہ بہت پیسے میں ملتی ہے۔ مجھے ایک ماہ میں صرف تیس روپے ملتے ہیں۔ سارے پیسے پندرہ دن میں ہی ختم ہو گئے۔ اس لیے اب مچھلی نہیں پکا سکتا۔ ہاں اگر آپ کچھ مدد کریں تو آپ کی خوشی کی خاطر پکا سکتا ہوں۔

کنجوس نے کچھ سوچا پھر کہا "اوہ! بالکل ٹھیک۔ یہیں انتظار کرو۔" وہ کمرے میں گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اس نے ایک تھیلے سے چاندی کے سکّے نکالے۔ اس سکّے کو ایک ایک کر کے زمین پر گرانا شروع کیا۔ چوکیدار اور اس کی بیوی سکّے کی ٹن ٹناہٹ سن کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا "ہمارا مالک ہمیں یہ پیسے دے گا۔" کچھ دیر بعد مالک باہر آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب اس نے چوکیدار اور اس کی بیوی سے کہا "کیا تم لوگوں نے چاندی کے سکّے کی جھنکار سنی؟"

"ہاں جناب ہم نے سنی۔" چوکیدار نے کہا۔

"کیا تم کو مزہ ملا؟" کنجوس نے پوچھا
"ہاں جناب" چوکیدار اور اس کی بیوی نے کہا۔
تب کنجوس نے کہا "بالکل ٹھیک اسی طرح میں نے مچھلی کی خوشبو کا مزہ لیا۔ تم لوگوں نے سکّے کی آواز کا مزہ لیا۔ میں نہیں پوچھتا ہوں تمھاری مچھلیوں کے بارے میں۔ اس لیے تم مت پوچھو میرے پیسے کے بارے میں۔ اب تم جاؤ۔"

(مرکزی خیال انگریزی سے)

صفیہ فاطمی حلیم کالج، شاہ گنج، پٹنہ

انتقال

دوہرا بدن، گورا رنگ، ایرانیوں جیسی بڑی بڑی آنکھیں، کتابی چہرہ، سفید لمبی داڑھی، آواز سریلی اور بلند، مزاج میں تمکنت اور وقار، طبیعت میں شوخی اور ظرافت، قوم سیّد، قوت حافظہ بے مثال۔ تقریر و تحریر کے خود مختار، دینی خدمات میں اپنے معاصر علماء عظام سے سو قدم آگے۔

یہ ہیں مولانا سیّد مرتضیٰ مظاہری ناظم کتب خانہ شبلی نعمانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جنھیں آج ساری دنیا یاد کرتی ہے مولانا موصوف ندوۃ العلماء جیسے ادارے کے لیے سورج اور چاند تھے بظاہر سفید داڑھی کے بوڑھے آدمی تھے مگر مزاج کی شوخی اور چہرے کے وقار سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ نوجوان بلکہ زندہ دل نوجوان تھے۔ ان کا عزم و استقلال ہمالیہ کی طرح استوار، دل آبِ زمزم کی طرح پاک و صاف، دماغ آسمان کی طرح بلند، نظر آفتاب کی طرح روشن، فکر دریاؤں کی طرح رواں، علم سمندر کی طرح گہرا، عقل چراغ کی طرح پُر نور، الغرض کلام شہد کی طرح شیریں و موثر تھا اور مزاج کلی کی طرح نازک و شگفتہ اور زہد و قناعت میں یکتائے روزگار۔

مولانا کا قلب صافی یقین و ایمان کے نور سے معمور تھا، انھوں نے حق کو مستحکم اور باطل کو راکھ کا ڈھیر سمجھا، مولانا کا عقیدہ یہ تھا کہ سورج کا طلوع و غروب آگے پیچھے ہو سکتا ہے مگر حق کی کامیابی اور باطل کی شکست آگے پیچھے نہیں ہو سکتی انھوں نے اس ادارے کے لیے جانی و مالی بیش بہا قربانیاں دیں، تکلیفیں جھیلیں، مشقتیں اٹھائیں، کیونکہ ان کی روحِ ایمانی پکار رہی تھی کہ علمی خدمات انجام دو، انھوں نے اس ادارے کے لیے کافی عمر صرف کی ــــ مگر دوستو! اس عالم فانی میں جو چیز وجود پذیر ہوتی ہے وہ فنا پذیر بھی ہوتی ہے جو شخص آنکھیں کھولتا ہے اس کی آنکھیں ایک روز ضرور بند ہوتی ہیں۔ حیات کا مزہ لوٹنے والے موت کا مزہ بھی چکھنے پر مجبور ہوتے ہیں، زندگی کا لطف اٹھانے والے فنا کے گھاٹ بھی اترتے ہیں جو اس دنیا میں آیا ہے وہ جانے پر ضرور مجبور ہوا ہے جب انبیاء اور اولیاء کو بھی جانا پڑا تو اوروں کا شمار ہی کیا ہے۔

آخرکار مولانا صاحب بھی اپنے مولا کے آگے سرخرو ہونے کے لیے موت کی گود میں سونے پر مجبور ہوئے۔ ۷۲ سال کی عمر میں چند روز کی بیماری میں مبتلا ہو کر ۴ نومبر ۱۹۹۵ء کو ساڑھے بارہ بجے شب کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور ڈالی گنج کے شمالی جانب دفن ہوئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

ابرِ رحمت ان کی مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

مقبول احمد چپارنی نعمانیہ ہوسٹل ندوۃ العلماء لکھنؤ

چھاپہ خانہ

کاغذ اور چھپائی کی ایجاد سب سے پہلے چین میں ہوئی تھی۔ دنیا کی سب سے پہلی چھاپی گئی کتاب "ہیرا کا سوتر Hira Ka Sutra" تھی۔ یہ کتاب لکڑی کے ٹھپّوں سے چھاپی گئی تھی۔ بعد میں لوگوں نے دیکھا کہ لکڑی کے ٹھپّے نرم ہونے کی وجہ سے جلدی خراب ہو جاتے ہیں تو ان کا دھیان دھات کے ٹھپّے بنانے کی طرف گیا لیکن دھات کے ٹھپّے رائج کرنے میں تقریباً ۴۰۰ سال لگ گئے

تیرھویں صدی میں چین کے "پی شینگ" Pi Sheng نے سب سے پہلے سخت مٹی اور دھات کے ٹائپ بنانے میں کامیابی حاصل کرلی۔ ۱۳۱۴ء میں ایک دوسرے چینی "وانگ چنگ" Wang Ching نے سخت لکڑی کے ٹائپ بنائے۔

چینی علوم و فنون سے متاثر ہو کر ۱۳۱۹ء میں کوریا کے ایک بادشاہ نے دھات کے ٹائپ ڈھالنے کا کارخانہ لگوایا۔ جیسا کہ "مختصر تاریخ عالم" کے صفحہ ۱۹۸ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کارخانے میں کانسے کے ٹائپ بنائے جاتے تھے۔ ۱۴۰۹ء میں انھیں ٹائپوں سے ایک کتاب شائع کی گئی۔

پندرھویں صدی کے آس پاس چھپائی کا یہ طریقہ یورپ میں پھیلنا شروع ہوا۔ پندرھویں صدی کے آخر تک یورپ کے مختلف لوگوں کی کوششوں سے اپنے اپنے ڈھنگ کے چھاپہ خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ ان لوگوں میں خاص طور سے جرمنی کے "گوٹین برگ" Gutenberg کا نام سرفہرست ہے۔

یورپ سے چھپائی کی صنعت کے سو سال کے اندر ہی ۱۵۵۶ء میں چھپائی مشینیں ہندستان پہنچ گئیں۔ ہندستان میں پہلا چھاپہ خانہ اتفاقاً ہی پہنچا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک عیسائی پادری اپنا چھاپہ خانہ "ابی سینیا" لے جا رہا تھا۔ جب وہ گوا کے ساحل پر پہنچا تو اچانک اس کا انتقال ہو گیا اور وہ چھاپہ خانہ ہندستان میں ہی رہ گیا۔ اس طرح ہندستان میں پہلے چھاپے خانے کا قیام عمل میں آیا۔

حروف تہجی کے ہر حرف کا الگ ٹائپ ایک سی اونچائی کا بنانا اور انھیں آپس میں جوڑ کر الفاظ اور الفاظ اور جملوں کی قطاریں بنانے کا مضبوط خیال جرمنی کے "گوٹین برگ" کے دماغ میں ہی آیا۔ اس نے یہ کام کرنے کے لیے مختلف قسم کے سانچے بنا... اس کے لیے اس کو ایک خاص حروف تہجی بنانی پڑی جو ڈھلائی کے لیے کامیاب ثابت ہوئی۔ کمپوز Compose کیے گئے میٹر Matter پر ایک برابر روشنائی لگانے کے لیے انھوں نے ایک نئی ترکیب نکالی۔ ضرورت کے مطابق مناسب دباؤ ڈالنے والی ایک ہینڈ پریس مشین بھی انھوں نے بنائی۔ اور اس پریس کے ذریعے جو سب سے پہلی کتاب شائع کی وہ ۱۲۸۲ صفحات پر مشتمل بائبل مقدس تھی۔

جرمنی کے بعد اٹلی اور فرانس میں چھپائی کی صنعت شروع ہوئی اور بہتر قسم کے پریسوں کا قیام عمل میں آیا۔ بعد میں برطانیہ نے بھی اس طرف پیش قدمی کی۔ برطانیہ کے "ولیم کیکسٹن William Kakston" نے "ہومر Homer" کی عظیم شعری تخلیق "ایلیڈ Iliyad" کا انگریزی ترجمہ چھاپنے کا کام سنبھالا۔ اپنی ستر سالہ زندگی میں انھوں نے ۸۰ کتابوں کو شائع کیا۔ اس کے بعد تو کتابیں اور اخبار وغیرہ زندگی کا غیر معمولی حصہ بن گئے لیکن

"گوٹمبرگ" کے بعد ۳۵۰ سال تک چھپائی کی تکنیک میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوا۔ ٹائپ Type کے حروف ہاتھ ہی سے کمپوز کیے جاتے تھے اور چھپائی کی مشین بھی ہاتھ ہی سے چلائی جاتی تھی۔

تقریباً ۱۸۱۲ء میں جرمنی کے ایک ناشر "فریڈرک کینگ" Faraidrik Kaling نے بھاپ سے چلنے والی چھپائی مشین کی ایجاد کی۔ فریڈرک جرمنی سے برطانیہ آکر بس گئے تھے۔ انھوں نے اپنی مشین میں چھپائی کی تکنیک میں کافی سدھار کیا۔ اس نے ٹائپ کے فرمے کو اس طرح کمپوز کیا کہ وہ روشنائی لگانے والے ایک سلنڈر کے آگے پیچھے آسانی سے سرک سکے۔ اب صرف ہاتھ سے کاغذ سرکانے کا کام باقی رہ گیا تھا۔ اس طرح کافی محنت کی بچت ہو گئی۔

۱۸۳۰ء میں "رگس" Rigs نام کے ایک آدمی نے ٹریڈل پرنٹنگ مشین بنائی۔ لیکن اس مشین میں ایک نقص یہ تھا کہ وہ چاروں طرف برابر دباؤ نہیں ڈال پاتی تھی جس سے چھپائی کہیں ہلکی اور کہیں گہری ہوتی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۴۰ء میں "ڈیجینر" Degenen نے ایک سدھری ہوئی ٹریڈل مشین بنائی لیکن یہ بھی ناکام ثابت ہوئی۔

۱۸۵۱ء میں "جارج گارڈن" نے ایک ٹریڈل مشین بنائی جس میں وہ لگاتار سدھار کرتے رہے اور بالآخر ۱۸۶۱ء میں انھوں نے ایک ٹریڈل پرنٹنگ مشین بنائی جو اس وقت کے مطابق کافی کامیاب ثابت ہوئی۔

اس کے بعد تو جیسے پرنٹنگ مشینوں کا طوفان سا آگیا۔ ہر بار ایک نئی مشین دیکھنے کو ملتی۔ یہ طوفان تھما تب، جب آفسیٹ پرنٹنگ مشین کی ایجاد ہوئی۔

آج کے موجودہ دور میں آفسیٹ چھپائی ایک بہترین طریقہ مانا جاتا ہے۔ اس مشین پر ایک پلیٹ سلنڈر، دوسرا بلینکیٹ سلنڈر اور تیسرا امپریشن سلنڈر خاص ہوتا ہے۔ پلیٹ سلنڈر سے ربڑ پر داب پڑتی ہے اور ربر سے کاغذ پر چھپائی ہوتی ہے۔

آفسیٹ کے ذریعے چھپنے والے میٹر کا فوٹو لے کر اسے پلیٹ پر اتارتے ہیں۔ پلیٹ پر یہ میٹر سیدھا چھپ جاتا ہے۔ اس سیدھے میٹر کی چھاپ جب ربر بلینکیٹ پر پڑتی ہے تو وہ الٹا ہو جاتا ہے اور اس ربر بلینکیٹ سے جب کاغذ پر چھپائی ہوتی ہے تو میٹر سیدھا چھپ جاتا ہے۔

آفسیٹ پرنٹنگ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں چھپائی صاف ہوتی ہے اور نقص نہیں ہوتا۔ اس میں چونکہ میٹر ٹائپ کی طرح ابھرا نہیں ہوتا اس لیے بہت کم داب کی ضرورت ہوتی ہے جس سے کاغذ پر سلوٹ یا داب کے نشان نہیں پڑتے۔

جناب پیاری، پورہ صوفی، مبارک پورہ اعظم گڑھ

لالچی لومڑی

ایک بھوکی لومڑی اپنے بھٹ میں سے نکل کر ادھر ادھر کھانے کی تلاش میں پھر رہی تھی۔ اسے دور سے کھانے کی چیز کی بو آئی۔ وہ گھبرائی ہوئی اس طرف دوڑتی گئی۔ دیکھا کہ کسی جانور کی چھوڑی ہوئی کھال پڑی ہے۔ اسے اٹھا کر وہ اپنے بھٹ کی طرف چلی۔ جب وہ بھٹ کی طرف آرہی تھی تو اسے راستے میں کچھ موٹے تازے مرغے دانہ چگتے ہوئے دکھائی دیے۔ لومڑی کا دل چاہا کہ مرغوں کو چٹ کر جائے لیکن مرغوں کے مالک کا ایک نوکر پاس ہی کھڑا اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ لومڑی گھات میں بیٹھ گئی۔

ایک گیدڑ کا اُدھر سے گزر ہوا بولا۔ اے بہن! یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ لومڑی نے جواب دیا۔ بھائی آج صبح سے بھوکی ہوں۔ بڑی تلاش سے یہ کھال کا ٹکڑا ملا تھا اور اسے ہی لے کر اپنے بھٹ کی طرف چلی تھی تو خوش قسمتی سے یہ مزے دار مرغے نظر آ گئے ان کی فکر میں بیٹھی ہوں۔ دیکھوں کوئی قابو میں آتا بھی ہے یا یوں ہی وقت بیکار جاتا ہے۔

گیدڑ نے کہا۔ بہن میں نے خود ایک مرغے کو پکڑنے کے لیے بہت کوششیں کیں مگر یہ کالا سا آدمی جو ان کی نگرانی کر رہا ہے بڑا شریر ہے وہ ہر وقت بہت دھیان سے تاڑتا رہتا ہے جب تک وہ کھڑا ہے یہاں داؤ لگنا محال ہے اس کھال کے ٹکڑے کو غنیمت جانو اور وقت بیکار ضائع مت کرو۔

لومڑی نے کہا۔ واہ بھائی واہ۔ خوب ہمت بندھائی تم نے تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس باسی چھوڑی ہوئی کھال کو لیے بیٹھی رہوں اور اس مزے دار مرغے کو حضور کے لیے چھوڑ دوں۔ ہوا یہ کہ اس نے وہ کھال زمین پر رکھی اور موقع پا کر ایک مرغے پر جھپٹی۔ مرغوں کی نگرانی کرنے والا غافل نہ تھا۔ اس نے تاک کر اپنے ہاتھ کی لکڑی ایسی ماری کہ وہ لومڑی کی ٹانگ پر جا پڑی۔

لومڑی چوٹ کھا کے لنگڑاتی ہوئی الٹی بھاگی کہ لاچار اپنے گھر جائے اور کھال ہی صبر و شکر سے کھائے مگر جہاں کھال رکھ گئی تھی وہاں آئی تو معلوم ہوا کہ کھال چیل لے اڑی

دیکھا بچو! لالچ کتنی بڑی بلا ہے لومڑی اپنی لالچ کی وجہ سے پھر بھوکی رہ گئی اور مزے دار مرغے کے لالچ میں کھال بھی کھو بیٹھی۔ اس لیے بھول کر بھی اپنی زندگی میں لالچ مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ جتنا دیتا ہے اسی کو غنیمت سمجھ کر اس کا شکر ادا کرنا اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

ساجد پرویز، آسے گاؤں، متعلقہ منگرول پیر، ضلع آکولہ

ناپ تول میں انصاف کرنے کا حکم

ہم کو ہدایت کی گئی ہے کہ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کریں چنانچہ اس امر کو بڑے اہتمام کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ دیکھو خدائے مہربان نے قرآن شریف جیسی حکیمانہ کتاب عطا کی کہ افراط و تفریط سے بچ کر سیدھے راستے پر چلیں۔ اس نے انسان کو قوت گویائی سے سرفراز فرما کر دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کیا۔ اسی طرح آفتاب و ماہتاب برابر اپنے حساب سے گردش میں ہیں اور ان کی چال میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ بیل بوٹے اور درخت بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہیں۔ آسمان کو بلندی عطا کی گئی اور تمہارے لیے ترازو بنا دی گئی۔ یہ بے جان چیز ہے۔ مگر ٹھیک ٹھیک تولنے کا حق ہمیشہ ایک طور پر ادا کرتی ہے۔ وزن میں کمی بیشی ہو تو صاف بتا دیتی ہے۔ یہ سب اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ان چیزوں کو پیش نظر رکھ کر معاملات میں عموماً اور ناپ تول میں خصوصاً عدل و انصاف کے رشتے کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور عبرت کی آنکھ ہمیشہ کھلی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے ان کرشموں کو نہ بھولیں۔

سعود احمد قریشی محلہ مدار تکیہ، منگرول پیر، آکولہ

نوبل پرائز

نوبل انعام کو جاری کرنے والے ڈاکٹر الفرڈ نوبل تھے اس لیے اس انعام کو نوبل پرائز

کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا انعام ہے۔

الفرڈ نوبل کی پیدائش ۲۱ اکتوبر ۱۸۳۳ء میں سویڈن کی راجدھانی اسٹاک ہوم میں ہوئی۔ وہ ایک سائنس داں تھے۔ انھوں نے ڈائنا مائٹ کی ایجاد کی۔ تاکہ کانوں سے دھاتیں برآمد کی جائیں پہاڑوں اور چٹانوں کو توڑ کر پتھر حاصل کیے جائیں۔ (ڈائنا مائٹ ایک قسم کا بارود ہے جس کی ذرا سی مقدار بڑے سے بڑے چٹان کو اڑا سکتی ہے یہ ایک مفید ایجاد ہے لیکن بہت سی دوسری ایجادوں کی طرح اس کا بھی غلط استعمال کیا جانے لگا) نوبل کو جنگ سے نفرت تھی۔

اپنی اس ایجاد سے انھوں نے کافی دولت کمائی۔ وہ ایک فیاض اور رحم دل شخص تھے۔ ایک وصیت کے ذریعے انھوں نے اپنی تمام دولت بین اقوامی انعام کے لیے وقف کر دی۔ ان کی وصیت کے مطابق ہر سال یہ انعام امن، ادب، فزکس، کمسٹری اور ادویات پر نمایاں کام کرنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ انعام ۱۹۰۱ء سے جاری ہے ۱۹۶۹ء سے معاشیات کو بھی اس انعام میں شامل کیا گیا۔ جو لوگ سائنس اور معاشیات میں کوئی نمایاں کام کرتے ہیں یا دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے کوئی بڑی خدمت انجام دیتے ہیں۔ انھیں یہ انعام بلا امتیاز مذہب اور رنگ و نسل دیا جاتا ہے۔ نوبل انعام میں سند، تمغا اور کثیر رقم شامل ہے۔ انعام حاصل کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک سال کے اندر اس رقم کو حاصل کر لیں۔ ایک سال کے بعد یہ رقم نوبل فنڈ میں جمع ہو جاتی ہے۔

اس انعام کو سب سے زیادہ جرمنی کے لوگوں نے حاصل کیا، اس کے بعد انگلستان فرانس، امریکا، سویڈن اور ناروے کے لوگوں نے حاصل کیا۔

ہندستان نے بھی یہ انعام حاصل کیا۔ سب سے پہلے رابندر ناتھ ٹیگور کو ادب کے لیے ان کی کتاب "گیتا نجلی" پر اور سی۔ وی۔ رمن کو فزکس کے لیے یہ انعام ملا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ہرگوبند کھورانہ کو ادویات اور ڈاکٹر سبرامنین چندر شیکھر کو فزکس کے لیے یہ انعام دیا گیا۔ ڈاکٹر کھورانہ اور ڈاکٹر چندر شیکھر ہندستان میں پیدا ہوئے لیکن یہ دونوں امریکی شہری ہیں۔

مدر ٹریسا کو بھی اس عظیم انعام سے نوازا گیا۔ جنھوں نے اپنی زندگی خدمت خلق خاص کر معذور بچوں اور کوڑھ کے مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے وقف کر دی ہے۔

نوبل انعام کی تاریخ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ روس کے مشہور ادیب بورس پاسترنک اور فرانس کے جین پال سارتر نے نوبل پرائز لینے سے انکار کیا۔ انگلینڈ کے مشہور ڈراما نویس جارج برنارڈ شا نے بھی اس کو لینے سے انکار کیا تھا لیکن پھر راضی ہو گئے اور اس رقم کو انگلینڈ اور سویڈن کے درمیان ادبی و ثقافتی تعلقات کو بڑھانے کے لیے ایک سوسائٹی قائم کرنے کے لیے وقف کر دی۔

ڈاکٹر الفرڈ نوبل ۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو انتقال کر گئے لیکن اپنے شاندار کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

عطاء الرحمٰن بدر شیخ، ۴۸/۴۹ گرانٹس بلڈنگ، قلابہ، بمبئی ۵

سائکل کی آپ بیتی

میں اپنے گھر کے آنگن میں اسکول کا ہوم ورک کر رہی تھی کہ اچانک جیسے مجھے کسی کے رونے کی

آواز آئی، میں نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ اچانک میری نظر کونے میں رکھی ہوئی سائکل پر پڑی میں سائکل کے قریب گئی اور اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو سائکل نے اپنی آپ بیتی سُنانا شروع کر دی۔

سائکل نے کہا: جب میں نئی تھی تو ہر کوئی مجھے خریدنا چاہتا تھا۔ میرے بہت اچھے دام ملتے تھے۔ ایک دن ایک شخص مجھے خرید کرنے گیا۔ جب میں اُس شخص کے گھر پہنچی تو میری اچھی طرح خاطر کی گئی۔ مجھ پر سواریاں ہونے لگیں۔ میری اچھی طرح حفاظت ہونے لگیں۔ میں لوگوں کو منٹوں میں اُن کی منزل تک پہنچاتی تھی۔ میں نہ سوتی تھی اور نہ ہی تھکتی تھی۔ میں مالک کے اشاروں پر ناچتی تھی میرا جسم ہی کچھ اس طرح سے بنا ہے کہ کتنا ہی دشوار راستہ ہو میں اس پر بھی اُچھلتی کودتی اور فرّاٹے بھرتی ہوئی چلتی تھی۔

میں انسان کی خدمت کرتے کرتے اب بوڑھی ہو گئی ہوں۔ کام کرنے والے اعضا اب خراب ہو گئے ہیں۔ اس لیے میں اپنی بچی ہوئی زندگی اس کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں روتے ہوئے گزار رہی ہوں۔ اگر انسان نے میری قدر کی ہوتی تو آج میں یہاں اس طرح پھینکی نہ جاتی۔ سائکل کی آپ بیتی سُن کر مجھے بھی بے حد افسوس ہوا۔

صالحہ مسعود رضوانی۔ سکھ ساگر۔ وسائی

راجا کے دو بیٹے

کسی شہر میں ایک راجا تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام تھا دھرم پال اور دوسرے کا نام شیشو پال دونوں بھائی تھے دونوں ایک اسکول میں پڑھ رہے تھے اچانک اُن کے والد بیمار پڑے اور چند دنوں کے بعد دنیا سے چل بسے۔ ان دونوں بھائیوں نے سوچا کہ ہمارے والد بہت سارے دولت اور روپے پیسے چھوڑ گئے ہیں ہم دونوں بھائی کو زندگی بسر کرنے میں کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی اٹھانے کی ضرورت نہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ اُن کے والد بہت بڑا قرض چھوڑ گئے تھے۔ اس قرض کو چکانے چکانے اُن کی ساری جائداد اور زمینیں بک گئیں یہاں تک کہ اُن کے رہنے کے لیے مکان تک نہ رہا اب یہ دونوں بھائی مجبور ہو کر گھر سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک کمہار کے یہاں پہنچے۔ کمہار کا بڑا بیٹا گدھے پر مٹی لاد کر لا رہا تھا اور اس کا چھوٹا بیٹا چاک چلا رہا تھا یہ دیکھ کر اُن دونوں بھائیوں نے سوچا کہ شاید یہاں ہمیں کوئی کام مل جائے گا۔ دھرم پال نے کمہار سے پوچھا کیا بھائی ہمیں کوئی کام دوگے؟ تو اس نے کہا ہاں، اس کے بعد کمہار نے پوچھا کہ کیا تمھیں مٹی گوندنا آتا ہے تو انھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر کمہار نے پوچھا کیا تمھیں چاک چلانا آتا ہے؟ پھر اُن دونوں نے وہی جواب دیا کہ "نہیں"، تو کمہار نے کہا کہ تب میرے پاس تمھارا کوئی کام نہیں ہے۔ یہ دونوں بھائی افسوس کرتے چلنے لگے۔ چلتے چلتے ایک لُہار کے یہاں پہنچے اور لُہار سے پوچھا کہ کیا بھائی ہمیں کوئی کام دوگے؟ لُہار نے لوہا پیٹتے ہوئے کہا کہ کیا تمھیں لوہا پیٹنا آتا ہے؟ ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ "نہیں" لُہار نے کہا کہ تب میرے پاس کوئی کام نہیں ہے جاؤ اپنا راستہ لو۔ پھر یہ دونوں بھائی چلنے لگے۔ راستے میں ایک کسان ملا۔ شیشو پال کے بڑے بھائی دھرم پال نے کسان سے کہا کہ کیا بھائی ہمیں کوئی کام دوگے؟ کسان نے پوچھا کیا تمھیں بیج بونا آتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر کسان

نے پوچھا کہ تمھیں تلاش کرنا کیا ہے؟ اس کے بعد پھر پوچھا کیا تمھیں ہل جوتنا آتا ہے؟ تو ان دونوں بھائیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب کسان نے کہا کہ میرے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ یہ دونوں بھائیوں نے کسان سے کہا، اگر آپ ہمیں سکھلا دیں تو ہم ہر کام کر سکتے ہیں۔ کسان نے پہلے تو یہ کہا کہ میرے پاس سکھلانے کا وقت نہیں ہے۔ پھر ان دونوں بھائیوں کی حالت دیکھ کر انھیں رکھ لیا۔ کسان بہت نرم دل والا تھا۔ اس نے ان دونوں بھائیوں کو پالا پوسا اور سب کام سکھلا دیا۔ کچھ عرصے بعد بوڑھا کسان اس دار فانی سے چل بسے اور بوڑھے کی ساری جائداد ان دونوں بھائیوں کی ہوگئی اور وہ دونوں وہیں رہنے لگے۔ (ماخوذ)

توفیق عالم کیٹہاری، جامعہ رحمانیہ ریوڑی تالاب وارانسی

ایک پیامی سے انٹرویو

س:۔ سب سے پہلے آپ اپنا تعارف پیامیوں سے کرا دیجئے۔

ج:۔ میرا نام محمد شعیب ہے اور والد محترم کا نام غلام محمد باغبان ہے۔

س:۔ ذرا یہ بتائیے آپ کہاں رہتے ہیں؟

ج:۔ جی میں بیلگام ضلع کے شہر اتھنی میں چاند تارا محلہ میں رہتا ہوں۔

س:۔ آپ اپنی تعلیم کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟

ج:۔ جی ہاں کیوں نہیں۔ میں مدرسہ دار العلوم ثنائی سے عالمیت کا کورس کر چکا ہوں۔

س:۔ آپ کس زبان کو پسند کرتے ہیں؟

ج:۔ میں اردو، عربی اور فارسی پسند کرتا ہوں۔

س:۔ آپ کے پسندیدہ مصنف کون ہیں؟

ج:۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا ابو الحسن ندوی اور مولانا منظور نعمانی، مولانا محمد الیاس مومن اور مولانا آدم صاحب عطاری میرے پسندیدہ مصنف ہیں۔

س:۔ آپ کو کس کے اشعار کے ساتھ لگاؤ ہے۔

ج:۔ مجھے لگاؤ ڈاکٹر علامہ اقبال کے اشعار کے ساتھ ہے۔

س:۔ آپ کے پسندیدہ شعراء کون ہیں؟

ج:۔ علامہ اقبال، غالب، جگر، شکیل بدایونی، حفیظ جالندھری، امتیاز مومن۔

س:۔ آپ پیام تعلیم کب سے پڑھ رہے ہیں؟

ج:۔ جی پانچ سال سے۔

س:۔ آپ کے پسندیدہ رسالے کون سے ہیں؟

ج:۔ پیام تعلیم۔ نور، ہدیٰ وغیرہ۔

س:۔ آپ کتنے بھائی بہن سے ہیں؟

ج:۔ جی ہم چار بھائی بہن ہیں۔

س:۔ پیامی بھائیوں، بہنوں کے لیے کوئی نصیحت؟

ج:۔ اچھے اخلاق پیدا کریں، سبھی دوست دشمن کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔ زندگی میں بڑے بڑے کام کریں۔ دنیا میں نام روشن کریں۔

س:۔ اب آخر میں آپ اپنا پتا بتاتے جائیے۔

ج:۔ جی میرا پتا۔ محمد شعیب باغبان، کرناٹک سوڈا فیکٹری اتھنی ۵۹۱۳۰۴ ضلع بیلگام (کرناٹک)

امتیاز احمد مومن اتھنی، بیلگام کرناٹک

ایک کھلاڑی دوست سے انٹرویو

س:۔ آپ اپنا تعارف پیارے پیامی بھائیوں سے کرائیں۔

ج:۔ میرا نام نجم الدین نوری ولد بدرالدین احمد گیاری ادریہ ہے اور میں اپنے ضلع کا مشہور فٹ بال کھلاڑی ہوں۔

س :- آپ کس اسکول اور کس درجہ میں پڑھتے ہیں اور آپ کی عمر کیا ہے؟

ج :- میں اسٹیبل اکیڈمی ارریہ، درجہ نہم میں پڑھتا ہوں۔ اور میری عمر تقریباً ۱۵ سال ہے۔

س :- آپ اتنی کم عمر میں ڈسٹرکٹ لیبل پر کیسے کھیل رہے ہیں؟

ج :- میری خواہش یہ ہے کہ میں آگے چل کر ایک اچھا کھلاڑی بنوں۔ یہ خواہش میری پہلے بھی تھی جس کی وجہ سے اسکول میں چھوٹے چھوٹے میچ میں کھیلتے کھیلتے اور ایک اچھے کھلاڑی ہونے کے ناتے ڈسٹرکٹ لیبل پر چنا گیا۔

س :- آپ حال میں کہاں کہاں میچ کھیلنے جانے والے ہیں؟

ج :- میں حال میں بیرپور، پورنیہ، کشن گنج وغیرہ میچ کھیلنے جانے والا ہوں۔

س :- آپ ہمارے پیامی بھائیوں کو کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

ج :- جی ہاں کیوں نہیں۔ میں پیامی بھائیوں سے یہی کہوں گا کہ وہ ابھی سے ہی اپنے آپ کو اچھے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اور ایک اچھے کردار کو بنانے کے لیے پیام تعلیم بہتر تحفہ ہے اسے کثرت سے پڑھیں۔

نورالاسلام ابن ڈاکٹر جوادالحق ارریہ بیرگاچھی، ارریہ بہار

حاضر جوابی

روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کہیں جا رہے تھے راستہ خراب تھا ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے دیکھ کر فرمایا لڑکے ذرا ہوش سے چلو کہیں پھسل نہ جانا۔ لڑکے نے فوراً جواب دیا اگر میں گر دوں گا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کو ہوش کرنا چاہیے اگر آپ کا پانو پھسل گیا تو وہ تمام مسلمان جو آپ سے متابعت کرتے ہیں آپ کے ساتھ پھسلیں گے جن کا اٹھنا دشوار ہوگا۔ آپ پر اس لڑکے کی حاضر جوابی کا ایسا اثر ہوا کہ رو پڑے۔

تبسم بانو شمس الدین جلالی محلہ بھرگاؤں

سیدہ رابعہ حبیب

پیام تعلیم

چھوٹے بچوں کا نگہباں ہے پیام تعلیم
اور ترقی کا بھی ساماں ہے پیام تعلیم

ملک در ملک ہی پھیلی ہے اسی کی خوشبو
ایک بے مثل گلستاں ہے پیام تعلیم

اس کے اوراق سے ملتا ہے عجب کیف و سرور
ذہن کے روگ کا درماں ہے پیام تعلیم

میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں مضامیں اس کی
میرے گھر کا یہی مہماں ہے پیام تعلیم

میرا محبوب "رسالہ" مجھے ملتا ہی رہے
رابعہ کا دلی ارماں ہے پیام تعلیم

قدوسی منزل کھیراپدا، بالاسور

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

۱۔ آپ کا نام
۲۔ آپ کے والد صاحب کا نام
۳۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔ ان کے نام لکھیے۔
۴۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن کس اسکول اور کس درجے میں پڑھتے ہیں (اسکول کا پورا پتا لکھیے)
۵۔ آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا ہے؟
۶۔ اپنے اساتذہ کا نام لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ وہ آپ کو کون سا مضمون پڑھاتے ہیں۔
۷۔ آپ کو کون سا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ آپ کی زندگی میں کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ بہت خوش ہوئے اور کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ دکھی ہوئے۔
۹۔ آپ کون سا لباس اور کون سی غذا پسند کرتے ہیں
۱۰۔ اپنے قریب ترین دوستوں کے نام لکھیے۔
۱۱۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ کیا آپ نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کب۔
۱۳۔ کیا آپ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ ان مصنفین اور شاعروں کے نام لکھیے جن کی نگارشات کو آپ بہت پسند کرتے ہوں۔
۱۵۔ پیام تعلیم آپ کب سے پڑھ رہے ہیں اس میں آپ کو کون سا کالم پسند ہے اور کون سا ناپسند
۱۶۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں۔

تعارف نامے

۱۔ محمد انعام الحق
۲۔ محمد انوار الحق سلفی
۳۔ میرے دو بھائی اور دو بہن ہیں۔
بھائی، محمد ریاض الحق، عبدالحق۔ بہن سعیدہ بیگم، بی بی شکیلہ
۴۔ میں عربی کے تیسرے درجے میں پڑھتا ہوں۔ میرے اسکول کا نام معہد التعلیم الاسلامی ۸/۱ جوگابائی نئی دہلی ۲۵-۱۱
میرا بھائی عبدالحق اردو ہندی کے پہلے درجے میں اور محمد ریاض الحق اردو ہندی کے درجہ پنجم میں پڑھتے ہیں۔
میری بہن بی بی شکیلہ ہندی کے آٹھویں درجے میں پڑھتی ہے اور سعیدہ بیگم اردو ہندی کے چوتھے درجے میں پڑھتی ہے۔ اور اسکول کا پتا ہے، مدرسہ عربیہ خادم الاسلام محلہ نیم ثاقفہ بادلی ضلع رام پور یوپی۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "تاریخ" ہے

۶ ۔ اساتذہ کے نام: عبدالمجید مدنی، محمد الیاس سلفی، ماسٹر ابوذر، ماسٹر ثروت، قاری اشفاق قاسمی
مضامین: تاریخ، حدیث، عربی ادب، تفسیر قرآن، صرف، نحو، ہندی، انگلش، حساب، جغرافیہ
حفظ قرآن پاک ۔
۷ ۔ میرا پسندیدہ کھیل "فٹ بال" ہے ۔
۸ ۔ جب میں نے جامعہ اردو علی گڑھ سے "ادیب" کا امتحان دیا تو اس میں فرسٹ پوزیشن آنے کی وجہ سے بہت خوش ہوا جس کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں عربی کے دوسرے درجے میں فیل ہوگیا تو میں بہت ہی زیادہ غم زدہ تھا اس لیے کہ اس سے پہلے کبھی بھی فیل نہیں ہوا تھا۔
۹ ۔ میں سفید لباس اور جس غذا میں (پروٹین اے) ہو، اس کو پسند کرتا ہوں۔
۱۰ ۔ میرے خاص دوستوں کے نام ہیں۔ محمد امام الدین، محمد لیاقت، محمد صدر عالم ندیم، ذوالقرنین شفیق
۱۱ ۔ ہاں میں نے اپنے دوستوں کو تحفہ دیے ہیں۔
۱۲ ۔ ہاں! میں نے اپنے کھیلنے اور پڑھنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد ۱۲ بجے تک پڑھنے کا وقت، اور نماز عصر کے بعد سے مغرب تک کھیلنے کا وقت ۔
۱۳ ۔ جی ہاں! میں اپنے والدین اور اساتذہ، بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔
۱۴ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، اور مولانا عبدالسلام بستوی کی نگارشات، اور علامہ اقبال، میر تقی میر، مرزا غالب کے اشعار کو بہت پسند کرتا ہوں ۔
۱۵ ۔ میں پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے "قلمی دوستی" کا کالم ناپسند ہے باقی سب کالم مجھے پسند ہے۔
۱۶ ۔ میں مستقبل میں دین اسلام کا داعی بننا چاہتا ہوں ۔
میرا پتا: محمد انعام الحق معرفت دانش فاروقی جی ۵/ اے، ابوالفضل انکلیو نئی دہلی ۲۵

ج ۱ ۔ مدبر
ج ۲ ۔ نذیر احمد شیخ۔
ج ۳ ۔ میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ دو بھائی مدثر اور مدکر اور ایک بہن متقاء ہے۔
ج ۴ ۔ میں رئیس ہائی اسکول درجہ نہم درجہ میں پڑھتا ہوں ۔ میرے دونوں بھائی بھی اسی اسکول میں پڑھتے ہیں ۔ مدثر ہشتم درجے میں اور مدکر ہفتم درجے میں پڑھتا ہے۔ اسکول کا پورا پتا: رئیس ہائی اسکول اینڈ جونیر کالج تھانہ روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر) ہے بہن مومن گرلز ہائی اسکول درجہ پنجم میں پڑھتی ہے ۔ اسکول کا پورا پتا: مومن گرلز ہائی اسکول تھانہ روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر ہے۔ یہ اسکول بھی اتفاق سے قریب ہے۔
ج ۵ ۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔ کیونکہ زیادہ تر کتابیں اردو زبان کی ہوتی ہیں ۔
ج ۶ ۔ جناب صلاح الدین خاں صاحب اردو مضمون پڑھاتے ہیں ۔
ج ۷ ۔ کرکٹ۔

ج ۸ — ۱۹۸۹ء میں جب میں بمبئی گیا تو جانے کے بعد گیٹ وے آف انڈیا دیکھا، بعد میں مشہور رانی باغ میں گیا تو وہاں جنگلی جانوروں کو زندہ دیکھا۔ جن کی کہانیاں اکثر کتابوں میں پڑھتا تھا۔ ان جنگلی جانوروں کو جب میں نے زندہ دیکھا تو اس لمحے میں بہت خوش ہوا تھا۔ اور جب ۱۹۹۲ء میں ۶ ردسمبر کو بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا تو یہ تکلیف دہ خبر جب مجھے معلوم ہوئی تو اس لمحہ میں بہت زیادہ دکھی ہوا۔

ج ۹ — میں طالب علم ہوں۔ اسکول یونیفارم کی شکل میں شرٹ اور پتلون کا استعمال کرنا ہوتا ہے اس لحاظ سے میں نے گھریلو لباس کی شکل میں شرٹ اور پتلون کا استعمال مناسب سمجھا۔ میں سادہ غذا پسند کرتا ہوں جو بخوبی آسانی سے ہضم ہوسکے، تاکہ صحت برقرار رہے۔

ج ۱۰ — قریب ترین دوستوں کے نام محمد شیث، صادق، فیروز ہیں۔

ج ۱۱ — ہاں تحفہ کے طور پر اکثر ادبی، دینی، علمی، سائنسی اور معلوماتی کتابیں دیتا ہوں۔ کیونکہ تحفہ دوستی کا ذریعہ ہے۔ تحفہ دینے سے ہمدردی بڑھتی ہے اور دوستی میں تازگی اور پختگی آجاتی ہے۔

ج ۱۲ — کھیلنے کا وقت نماز عصر کے بعد اور پڑھنے کا وقت نماز مغرب کے بعد مقرر کیا ہے۔

ج ۱۳ — ہاں میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔

ج ۱۴ — مصنفین میں جناب مسعود احمد برکاتی صاحب اور جناب یوسف ناظم، اور شاعروں میں جناب علامہ اقبال اور شیخ سعدی شیرازی رح کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔

ج ۱۵ — پیام تعلیم ۱۹۸۷ء سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں صرف بنیادی کالم، بچوں کی کوششیں اور اقوال زریں بہت پسند ہے اور دوسرے کالم بھی ناپسند ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا سب کالم علمی، ادبی، سائنسی، مذہبی اور معلوماتی ہوتے ہیں۔

ج ۱۶ — میں مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا: مدبر شیخ نذیر احمد، مسیحی دواخانہ، اشرفی منزل تھانہ روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر) پن نمبر ۴۲۱۳۰۲

ج ۱ — میرا نام عفان احمد عثمانی ہے۔

ج ۲ — میرے والد محترم کا نام ڈاکٹر ساقی عثمانی ہے۔

ج ۳ — ہم لوگ دو بھائی بہن ہیں ایک میں اور ایک میری بڑی بہن زیبا جبیں عثمانی۔

ج ۴ — میری بڑی بہن "جامعات الصالحات" رام پور سے فارغ ہو چکیں اور میں ابھی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درجہ دہم میں زیر تعلیم ہوں۔

ج ۵ — میرا پسندیدہ مضمون اردو، عربی اور انگریزی ہے۔

ج ۶ — میرے اساتذہ کرام کا نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا محمد طارق صاحب ندوی — یہ مجھے فن صرف کی کتاب پڑھاتے ہیں۔

ماسٹر محمود داؤد صاحب — یہ مجھے انگریزی پڑھاتے ہیں۔
مولانا محمد رشید صاحب ندوی — یہ مجھے فن نحو کی کتاب پڑھاتے ہیں۔
مولانا محمد آفتاب عالم ندوی — یہ مجھے انشاء پڑھاتے ہیں۔
مولانا محمد ظفر عالم صاحب ندوی — یہ مجھے فن فقہ کی کتاب پڑھاتے ہیں۔
مولانا نذیر احمد صاحب ندوی — یہ مجھے عربی ادب پڑھاتے ہیں۔
مولانا محمد سلیم اللہ صاحب ندوی — یہ مجھے حدیث شریف کا درس دیتے ہیں

ج ۷ — مجھے کھیلوں میں سب سے زیادہ کرکٹ پسند ہے
ج ۸ — میرا جب داخلہ دارالعلوم میں ہوگیا تو میں بہت خوش ہوا۔ اور جب سوئے اتفاق میری دادی جان کا انتقال ہوگیا تو مجھے بہت دکھ ہوا۔
ج ۹ — میرا پسندیدہ لباس شلوار، کرتا ہے اور میری محبوب غذا مٹن پلاؤ ہے۔
ج ۱۰ — میرے قریب ترین دوست مقبول احمد صدیقی ہیں۔
ج ۱۱ — جی ہاں، ہم اپنے دوستوں کو تحفے دیتے ہیں۔
ج ۱۲ — میں نے اپنے پڑھنے لکھنے کا وقت وہی مقرر کیا ہے جو عصر کے بعد کھیلنے کودنے اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد بچ جاتا ہے۔
ج ۱۳ — جی ہاں — بڑوں کی خدمت کرنا، والدین اور اساتذہ کا احترام کرنا اور ان کی فرمانبرداری کرنا میرا فرض ہے۔
ج ۱۴ — مولانا سید ابوالحسن ندوی، اور اسمٰعیل میرٹھی کی نگارشات بہت پسند ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر علامہ اقبال اور کلیم عاجز کے اشعار بھی بہت پسند ہیں۔
ج ۱۵ — میں تقریباً پانچ سالوں سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس میں بچوں کی کوششیں بہت پسند ہے اور کوئی کالم میری نظر میں ایسا نہیں ہے جو مجھے ناپسند ہو۔
ج ۱۶ — میں ایک جید عالم دین بن کر یورپ کے چیلنج کا اسلام کی جانب سے جواب دینا اور لوگوں کو اسلام کی حقیقتوں اور اس کی چاشنی سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔
میرا پتا: عفان احمد عثمانی، معہد القرآن کمرہ نمبر ۵۶/۷، ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی ۲۲۶۰۰۷

ج ۱ — میرا نام احمد رضا صابری عرف شہزادہ ہے۔
ج ۲ — میرے والد صاحب کا نام مفتی شبیر احمد صابر القادری ہے
ج ۳ — میرے چھ بھائی اور ایک بہن ہے جن کے اسماء یہ ہیں۔ محمد رضا قادری، احمد رضا صابری حامد رضا صابری، مصطفےٰ رضا صابری، توقیر رضا صابری، تنویر رضا صابری اور بہن غزالہ شاہین
ج ۴ — میرے سب سے بڑے بھائی اور میں مدرسہ جامعۃ الاشرفیہ مبارک پور مجوزہ عربی یونیورسٹی ضلع اعظم گڑھ (بھائی جان) دسویں جماعت میں اور میں ساتویں جماعت میں زیر تعلیم ہوں۔
میرا تیسرا بھائی حامد رضا صابری دارالعلوم فیض الرضا مقام و پوسٹ ددری (ا)یا نان پور

ضلع سیتامڑھی بہار میں چھٹی جماعت میں زیر تعلیم ہے باقی میرے تمام بھائی بہن گھر کے ایک مکتب میں جس میں مصطفیٰ رضا صابری چوتھی جماعت میں، توقیر رضا صابری تیسری جماعت میں اور تنویر رضا صابری پہلی جماعت میں مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم مقام و پوسٹ اندولی، وایا پریہار ضلع سیتامڑھی بہار میں زیر تعلیم ہیں۔

ج ۵:۔ مجھے عربی اور انگریزی بہت پسند ہے

ج ۶:۔ میرے استاد حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی اور حضرت مولانا نور الحق صاحب، حضرت مولانا جلال الدین مصباحی، حضرت مولانا جمالِ مصطفیٰ، حضرت مولانا اسرار احمد مصباحی، حضرت مولانا نعیم الدین مصباحی، حضرت مولانا ناظم علی مصباحی ہیں۔
جس میں پہلے استاد معلم الانشاء اور مجانی الادب، دوسرے استاد قرأت، تیسرے استاد ہدایۃ النحو، چوتھے استاد فصول اکبری، پانچویں استاد شرح مائۃ عامل، چھٹے استاد انگلش اور ساتویں استاد مرقاۃ پڑھاتے ہیں۔

ج ۷:۔ میرا سب سے پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔

ج ۸:۔ میری خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب میں الجامعۃ الاشرفیہ کے ٹیسٹ میں کامیاب ہو گیا۔ میں اپنی زندگی میں اس دن کو بہت منحوس سمجھتا ہوں اور سب سے غمی مناتا ہوں جن دنوں میں دار العلوم حمایت العلوم بھوپور گرنٹ اترولہ ضلع گونڈہ یوپی میں زیر تعلیم تھا اور ایک دیوار سے گر جانے کی وجہ سے میرا بایاں ہاتھ ٹوٹ گیا، اس دن مجھے بہت زیادہ غم ہوا۔

ج ۹:۔ میں سفید چمک دار لباس بہت پسند کرتا ہوں، اور غذا میں چاول سے زیادہ روٹی۔

ج ۱۰:۔ میرے قریب دوستوں میں محمد نعیم بارہ بنکوی، محمد نور عالم نعیمی، اور محمد الطاف حسین ہزاری باغی ہیں

ج ۱۱:۔ ہاں میں اپنے دوستوں کو تحفہ دیتا ہوں کیونکہ یہ حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

ج ۱۲:۔ ہاں میں نے پڑھنے اور کھیلنے کے لیے ضروری اوقات متعین کیے ہیں۔ صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک پڑھتا ہوں اس کے بعد ڈیڑھ بجے تک آرام کرتا ہوں، پھر دو بجے سے چار بجے تک پڑھتا ہوں اور چار بجے سے شام تک کرکٹ کھیلتا ہوں، پھر رات میں بارہ بجے تک پڑھتا ہوں اس کے بعد سو جاتا ہوں۔

ج ۱۳:۔ میں اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی حتی الامکان تعظیم و تکریم کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔

ج ۱۴:۔ میں شاعروں میں حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور علامہ اقبال کو بہت پسند کرتا ہوں اور مصنفین میں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اور شارح بخاری مفتی شریف الحق کو بے حد پسند کرتا ہوں۔

ج ۱۵:۔ میں پیام تعلیم تقریباً چار ماہ سے پابندی کے ساتھ قریب ہی بک اسٹال سے لے کر پڑھ رہا ہوں، اس کے تمام کالم مجھے بے حد پسند ہے۔

ج ۱۶:۔ میں مستقبل میں ایک عالم باعمل بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا: احمد رضا صابری معرفت مولانا فقیر احمد مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم مقام و پوسٹ اندولی وایا پریہار سیتامڑھی بہار

ج ۱ :۔ میرا نام ایم۔ ذکیہ سلطانہ ہے اور میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھتی ہوں۔

ج ۲ :۔ میرے والد صاحب کا نام ایم چاند باشاہ ہے۔

ج ۳ :۔ میری تین بہنیں ہیں۔ کوثر، نازیہ، شبانہ۔ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔

ج ۴ :۔ میری دوسری بہن دسویں جماعت میں، تیسری ساتویں جماعت میں، چوتھی بہن چوتھی جماعت میں اور میں پڑھتی ہوں انٹرمیڈیٹ (سیکنڈ ایئر) میں۔ اسکول کا نام ہے عربک ہائی اسکول نزد عیدگاہ مسجد۔ گنتکل۔

ج ۵ :۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔

ج ۶ :۔ میرے استاد کا نام ٹی۔ ہونورولی ہے اور وہ ہمیں توبۃ النصوح پڑھاتے ہیں۔

ج ۷ :۔ مجھے ٹینس بہت پسند ہے۔

ج ۸ :۔ جب ہم حیدرآباد گئے تھے تو سب سے مل کر خوب خوشی منائی تھی اور جب میری قریب ترین سہیلی بہار انجم مجھ سے جدا ہوگئی۔ مجھے تو رونا آگیا۔

ج ۹ :۔ میں سادہ چوڑی دار لباس بہت پسند کرتی ہوں اور میری من پسند غذا ہے فرائی کیا ہوا گوشت۔

ج ۱۰ :۔ میری نہایت ہی قریب ترین سہیلیاں صالحہ، صوفیہ، انجم، رضولۃ ہیں۔

ج ۱۱ :۔ میں سہیلیوں کو تحفے ضرور دیتی ہوں۔

ج ۱۲ :۔ میرے پڑھنے کا وقت صبح کو نماز کے بعد ہے اور کھیلنے کا عصر کے بعد صرف تھوڑی دیر کے لیے۔

ج ۱۳ :۔ جی، ضرور احترام کرتے ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ بڑوں کا احترام کرنا چاہیے۔ میں خاص کر پیام تعلیم میں بھی بہت پڑھا ہے۔

ج ۱۴ :۔ ڈاکٹر علامہ اقبال، مولانا حسرت موہانی، غالب وغیرہ۔

ج ۱۵ :۔ میں پیام تعلیم ۱۹۹۰ سے پڑھ رہی ہوں۔ مجھ کو گدگدیاں، اقوال زریں، اور معلومات بھی۔

ج ۱۶ :۔ میں مستقبل میں ایک مخلص و ہمدرد آفیسر بننا چاہتی ہوں جس کی اس دور میں بڑی کمی ہے۔

میرا پتا: معرفت ایم، چاند باشاہ۔ ڈیزل میکینک، انجن اسٹریٹ، مین روڈ، گنتکل ۵۱۵۸۰۱

ج ۱ :۔ میرا نام سید اسلم علی ہے۔

ج ۲ :۔ میرے والد صاحب قبلہ کا نام سید اصغر علی ہے۔

ج ۳ :۔ میرے پانچ بھائی ہے کوئی بہن نہیں۔ سب سے بڑے ہیں۔ عمر علی (۲۰) دوسرے اسعد علی (۱۸)، تیسرا میں اسلم علی (۱۶) چوتھا اکرم علی (۱۴) اور آخری آفتاب علی (۱۱)

ج ۴ :۔ میرے بڑے دونوں بھائی آرٹس، سائنس اور کامرس کالج جو بیڑ میں B.Sc F.Y کر رہے ہیں۔ میں اسی کالج میں (آرٹس) گیارھویں میں ہوں۔ چوتھا بھائی مصطفےٰ اینگلو اردو ہائی اسکول میں دسویں میں اور پانچواں بھی اسی اسکول میں ساتویں جماعت میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

ج ۵:- مجھے اردو سے بہت لگاؤ ہے اس لیے میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔
ج ۶:- چونکہ میں کالج میں پڑھتا ہوں اس لیے میرے اساتذہ ڈی۔جے پاٹل سر ہمیں معاشیات پڑھاتے ہیں۔ ایس۔ ڈی پاٹل جغرافیہ پڑھاتے ہیں۔ شیخ سر انگلش پڑھاتے ہیں اشندھے سر تاریخ پڑھاتے ہیں اور جوگی سرہندی پڑھاتے ہیں۔
ج ۷:- مجھے کرکٹ بہت پسند ہے۔
ج ۸:- میں اس وقت بہت خوش ہوا جب میں دسویں میں فرسٹ کلاس سے پاس ہوا۔ لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا تب سے اللہ کے کرم سے خوشی ہی خوشی ملی کوئی غم نہیں ملا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔
ج ۹:- مجھے پیارے لال پینٹ اور ڈھیلا شرٹ بہت پسند ہے۔ غذا میں مجھے چاول اور کوئی بھی قسم کا گوشت بہت پسند ہے۔
ج ۱۰:- میرے قریبی ترین دوست عبدالرحیم، اسلم، عبداللہ اور لیاقت بھی مجھے عزیز ہیں۔
ج ۱۱:- جی تحفہ تو نہیں دیتا البتہ انھیں ہوٹل وغیرہ میں کچھ نہ کچھ ہر وقت کھلاتا رہتا ہوں۔
ج ۱۲:- دسویں میں تھا تو پڑھائی کا وقت مقرر تھا مگر اب گیارھویں میں تو کبھی بھی پڑھتا ہوں اور کبھی بھی کھیلتا ہوں۔
ج ۱۳:- جی ہاں
ج ۱۴:- شاعروں میں صرف ڈاکٹر محمد اقبال، مصنفوں میں پریم چند اور ابن صفی کی نگارشات بہت پسند ہے۔
ج ۱۵:- پیام تعلیم کا مطالعہ میں مارچ ۱۹۸۹ء سے کر رہا ہوں اور اب تک میرے پاس پیام تعلیم کی وہ ساری کاپیاں محفوظ ہیں۔ پیام تعلیم میں مجھے سارے کالم اچھے لگتے ہیں۔ کوئی بھی ناپسند نہیں ہے۔
ج ۱۶:- ویسے تو مستقبل میں میں فارسٹ انجینیر بننا چاہتا ہوں مگر ساتھ ساتھ میں ایک ادیب و مصنف بننے کی بھی خواہش رکھتا ہوں۔

میرا پتا: سید اسلم علی اصغر علی محلہ چار علی، نزد مسجد چوپڑہ ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

پیامی ادبی معما نمبر ۹۱ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل: (۱) اندھیرے گھر (۲) نعمان بن ثابت زوطی (۳) حضرت یوسف علیہ السلام
(۴) رانی (۵) قاعدہ (۶) خیبر (۷) آزادی (۸) بچوں

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے پانچ خوش نصیب فی کس اسّی روپے تقسیم کیے گئے

۱۔ جی، ایف، زہرا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار
۲۔ ذکیہ پروین صلاح الدین، ویشالی نگر۔ جوگیشوری، بمبئی ۱۰۲
۳۔ عرفیہ پروین محمد یونس، عباس نگر، مالیگاؤں، ناسک
۴۔ اطہر علی خاں، مقام و پوسٹ، کرجت، رائے گڑھ، مہاراشٹر
۵۔ صابرین فاطمہ گیاروی، آزاد اکیڈمی اسکول، ارریہ۔ بہار

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے پانچ خوش نصیب فی کس چالیس روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) ایم، ایس سلمان، مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج، اورنگ آباد بہار (۲) عفان احمد عثمان، معہد القرآن کمرہ نمبر ۵۶ ندوۃ العلماء لکھنؤ (۳) شیخ عمران الدین رحیم الدین، نندور بار، دھولیہ، ایم، ایس (۴) عظمت اقبال ظفر نگر۔ بی، کے، ڈی روڈ۔ ایوت محل، مہاراشٹر (۵) ابوالفرحان انجم محمد یونس ماسٹر ۱۹۳ بوار گلی مالیگاؤں

اعلان

رمضان المبارک کے مقدس مہینے کی وجہ سے پیامی ادبی معما نمبر ۹۲ شائع نہیں کیا جارہا ہے
انشاء اللہ آیندہ مہینے سے سلسلہ جاری رہے گا۔ (ادارہ)

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ" سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

فروری ۱۹۹۶ء — جلد ۴۴ — شمارہ ۲

بچوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم

فی پرچہ =/5 روپے — سالانہ =/45

سرکاری اداروں سے =/65 روپے

رجسٹری سے منگانے کی صورت میں مزید ۱۷ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

ہمارے جو پیامی رمضان المبارک کے اس بابرکت مہینے میں پورے روزے رکھ رہے ہوں گے انھیں اب عید کا بے چینی سے انتظار ہوگا۔ انھیں ذرا صبر سے کام لینا چاہیے اس لیے کہ عید تو انھیں کی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر روزے رکھے۔ عبادت کی، بھوک پیاس کی پروا نہیں کی۔ ہم انھیں پیشگی عید کی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ "اپنا تعارف خود کرائیے" کا سلسلہ بہت کامیاب ہو رہا ہے۔ پیامیوں کے تعارف نامے تقریباً روزانہ آرہے ہیں مگر صرف تعارف نامے پر ہی اکتفا نہ کیجیے بلکہ کہانیاں اور مضامین بھی لکھیے۔

ہمارے کئی پیامیوں نے نہ صرف اپنے شہر کے اسکولوں کے پتے بھیجے بلکہ اپنے دوستوں کو خریدار بھی بنایا۔ اگر ہمارے سب پیامی صرف ایک ایک خریدار بنائیں تو آپ کی نگارشات پڑھنے والوں کی تعداد دوگنی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے؟ صرف ایک خریدار بنانا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے نا۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

نعت شریف

ضیاءالحسن ضیا

رسولِ ہاشمی تمؐ ہو حبیبِ کبریا تمؐ ہو
خدا کے رازداں تم ہو ہمارے رہ نما تمؐ ہو
محبت اور صداقت کی ہمیں تعلیم دی تمؐ نے
علَم بردارِ رحمت ہو، حبیبِ کبریا تمؐ ہو
تمہارے خلق کی خوش بو سے دو عالَم مہکتے ہیں
تمہارا ہر عمل پیارا، خدا کے دل رُبا تمؐ ہو
تمہیں قرآن میں کتنے لقب اللہ نے بخشے
کہیں شمس الضحیٰ تم ہو کہیں بدرُ الدّجیٰ تمؐ ہو
تمہیںؐ کو ربِّ عالَم نے بلایا عرشِ اعظم پر
نبوت ایسی پائی ہے امامُ الانبیا تمؐ ہو
کہوں اس سے سوا کیا، ہو ضیا کے جزوِ ایماں تمؐ
تمہیں ہر ابتدا ہو شاہِ دیں، ہر انتہا تمؐ ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہال اسکول جاتا تھا۔ نونہال کی محترم ماں محبتوں سے سرشار تھی۔ وہ اپنے نونہال کو ناشتے دان دیتی تاکہ وقفے میں وہ بھوکا نہ رہے۔ ایک انڈا اور ایک ڈبل روٹی کا ٹکڑا اور ایک سیب روز کھالیا کرے، مگر ماں محبّت کی آنکھوں سے دیکھتی کہ اُس کا نونہال کم زور رہتا ہے۔ اسکول سے آتا ہے تو اُس کا ناشتے دان خالی ہوتا ہے، مگر گھر آکر وہ روٹی پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

نونہال کے اسکول کے راستے میں ایک باغیچہ پڑتا تھا۔ اُس کے دروازے پر ایک غریب نونہال ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہتا تھا۔ بھیک مانگتا تھا۔ ایک دِن ماں نے اپنے نونہال کا چُپکے سے پیچھا کیا کہ دیکھے کہ وہ اسکول کیسے جاتا ہے۔ کیا کرتا ہے۔ نونہال باغیچے سے گُزرا۔ دَروازے پر بھیک مانگتے نونہال کے پاس بیٹھا۔ اُس نے اپنا ناشتے دان کھولا۔ اَنڈا، توس اور سیب اُس نونہال کو دے دیا اور اسکول چلا گیا۔

ماں اپنے نونہال کا یہ عمل دیکھ کر حیران ہو گئی۔ اُس کے بھوکا رہنے کا راز جان گئی، مگر نہال ہو گئی کہ اُس کا نونہال کس قدر عظیم ہے!

تمھارا دوست اور ہمدرد
حکیم محمد سعید

عبادت

مسعود احمد برکاتی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ عبادت کے معنی ہیں بندگی، پرستش اور پوجا، لیکن اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اسلام میں ہر وہ کام عبادت ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبے سے کیا جائے۔ اسلام میں دین اور دنیا الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ دونوں کے راستے الگ الگ نہیں ہیں۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان دنیا کو چھوڑ دے اور ایک کونے میں بیٹھ جائے۔ دنیا کو چھوڑ دینے کو رہبانیت کہتے ہیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

انسان کو دنیا میں رہ کر دین پر قائم رہنا چاہیے اور اچھے کام کرنے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا فرمائی ہے۔ اس کا انتظام اللہ کے نیک بندوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو امن اور راحت نصیب ہو اور وہ سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

جن کاموں کو لوگ دنیا کے کام کہتے ہیں اگر ان کو بھی اچھی نیت سے کیا جائے اور ان کا مقصد بھی انسان کی فلاح ہو تو وہ کام بھی عبادت ہیں۔ علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے، کیوں کہ علم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ تجارت کرنا بھی عبادت ہے۔ جو تجارت جھوٹ بول کر، لوگوں کو دھوکا دے کر، کم تول کر، کپڑا کم پھاڑ کر، مال کا عیب چھپا کر، ضرورت سے زیادہ منافع لے کر کی جائے وہ عبادت نہیں ہے بلکہ گناہ ہے، لیکن مسلمان تاجر مناسب منافع لیتا ہے، خریدار کو دھوکا نہیں دیتا، اپنے مال کی جھوٹی تعریف نہیں کرتا۔

لوگوں کے کام آنا، ان کی خدمت کرنا، ان کو صحیح راستہ بتانا اچھا مشورہ دینا بھی عبادت ہے۔

ماں باپ کی اطاعت کرنا، بزرگوں کا ادب کرنا، چھوٹوں پر رحم کرنا، ان سے شفقت اور محبت سے پیش آنا بھی عبادت ہے۔ کسی سے اچھی طرح ملنا، میٹھی زبان میں بات کرنا، ان کی بھلائی چاہنا، ان کے لیے دعا کرنا بھی عبادت ہے۔ غرض زندگی کا ہر کام جو دین کے مطابق کیا جائے اور جس کا مقصد دنیا کو لوگوں کے لیے پر سکون بنانا ہو، عبادت ہے۔

نافرمانوں کا انجام

عتیق الرحمٰن صدیقی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام مدین تھا۔ یہ آپ کی تیسری بیوی سیدہ قطورہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی اولاد بنی مدین کہلائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام انھی کی اولاد میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی قوم کی طرف انھیں نبی بنا کر بھیجا۔ جس بستی میں حضرت شعیبؑ کا قیام تھا وہ بھی اس قبیلے کی وجہ سے مدین کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ بستی آج بھی شرق اردن کی بندرگاہ معان کے قریب موجود ہے۔ پرانے زمانے میں جو تجارتی شاہ راہ بحیرۂ احمر کے کنارے یمن سے مکّہ اور ینبوع ہوتی ہوئی ملک شام کی طرف جاتی تھی اور ایک دوسری شاہ راہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں آباد تھیں۔

اس قوم کا پیشہ تجارت تھا۔ ایک بڑی تجارتی سڑک پر آباد ہونے کی بنا پر اس کی تجارت خوب چمکی ہوئی تھی۔ علاقہ بھی خاصا زرخیز تھا۔ آب وہوا نہایت خوش گوار تھی۔ نہروں اور آبشاروں نے اس مقام کو شاداب اور پُر فضا بنا دیا تھا۔ ہر طرف میووں پھلوں اور خوشبو دار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ ایک نہایت خوب صورت اور شاداب گھنے درختوں کا جھنڈ ہے۔ قرآن مجید نے بھی اس کو "ایکہ" یعنی جھنڈ کہہ کر تعارف کروایا۔ یہاں کے رہنے والے لوگ مزے کی زندگی گزار رہے تھے، مگر خوش حال ہونے کے باوجود طرح طرح کی مذہبی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر اپنے جیسے انسانوں کو انھوں نے معبود بنا لیا تھا۔ ان کو اپنا اللہ اور کار ساز سمجھنے لگے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اخلاقی طور پر اتنے گر گئے تھے کہ بھاری ٹیکس لیے بغیر تجارتی قافلوں کو گزرنے نہ دیتے تھے۔ ان قافلوں کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے اور راستے کا امن خطرے میں ڈال رکھا تھا۔ ناپ تول میں کمی کرنے لگے تھے۔ اپنی طاقت کے بل پر وہ اپنے حصّے سے زیادہ حاصل کر لیتے اور جو چاہتے لوگوں سے کرا لیتے، مگر دوسرے لوگوں کو جب ناپ تول کر دیتے تو اپنی طاقت کے زور سے انھیں کم دیتے اور

[illegible] لوگوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ ان سے انصاف کا اپنا حق حاصل کر سکتے۔ اسی طرح دوسرے معاملات میں بھی وہ اپنے سے کم زور لوگوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتے۔ انھیں ایمان لانے سے منع کرتے اور جو لوگ حضرت شعیبؑ پر ایمان لا چکے تھے انھیں ڈراتے دھمکاتے اور مختلف حربوں سے انھیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی ان بُری عادتوں کو دیکھ کر بہت دکھ محسوس کرتے اور انھیں بار بار اللہ کے راستے کی طرف بلاتے۔ آپ نے انھیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی اللہ نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ آج میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیرے گا اور اے برادران قوم! ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔" (سورۂ ھود، آیت ۸۴ ـ ۸۵)

دولت کی زیادتی، زمین اور باغوں کی زرخیزی نے حضرت شعیبؑ کی قوم کو بہت مغرور بنا دیا تھا۔ ان کی گردنیں تکبر سے اکڑی ہوئی تھیں اور وہ اتنے بد مست ہو گئے تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں طعنے دینے لگے۔ انھوں نے کہا: "اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ بس تو ہی ایک عالی ظرف اور راست باز (سچا) آدمی رہ گیا ہے۔" (سورہ ھود)

حضرت شعیبؑ بڑے خوش بیان اور شیریں زبان تھے۔ اپنی بات کو نہایت خوب صورت انداز میں بیان کرنے کا ملکہ انھیں حاصل تھا۔ انھوں نے اپنے بھائیوں کو سوچنے کی دعوت دی اور بڑی دل سوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تمھیں روکتا ہوں انھیں میں خود کروں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم سیدھے راستے پر آجاؤ۔ ایسا نہ ہو کہیں تمھاری ہٹ دھرمی تمھیں اس نوبت تک پہنچا دے کہ آخر تم پر وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا، اس لیے تم اپنے رب سے معافی مانگو۔

مگر غرور میں، جاہل قوم کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آرہی تھیں۔ وہ کہنے لگے:

شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہمارے درمیان بے زور آدمی ہے۔ تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔ تیرا بل بوتا تو اتنا نہیں ہے کہ ہم پر بھاری ہو۔" (ھود)

حضرت شعیبؑ نے افسوس سے کہا: "کیا تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں میرا خاندان زیادہ ڈر کا باعث بن رہا ہے؟ اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو۔ تم وہ سب کچھ کرتے رہو جو کرتے ہو۔ عنقریب اللہ کا فیصلہ بتا دے گا کہ عذاب کا مستحق کون ہے اور کون جھوٹا ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔"

حضرت شعیبؑ کی قوم سرکشی، بغاوت اور نافرمانی سے بالکل باز نہ آئی۔ چند ضعیف اور کم زور انسانوں کے علاوہ کسی نے بھی آپ کی آواز پر کان نہ دھرا اور اللہ کے نبی کو جھٹلاتے ہی رہے۔ انجام خراب ہوا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پس انھیں ایک دہلا دینے والی آفت نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیبؑ کو جھٹلانے والے آخر برباد ہو کر رہے اور شعیبؑ یہ کہہ کر ان بستیوں سے نکل گئے کہ اے میری قوم کے لوگو! میں نے اپنے رَب کے پیغامات تم کو پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبولِ حق سے انکار کرتی ہے۔"
(الاعراف آیت ۹۱ - ۹۳)

ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکے کے لوگوں کو یہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے اور انھیں تنبیہہ کر رہے تھے کہ جو قوم اللہ کے حکموں سے سرتابی کرتی ہے، اپنے نبی کی بات کو خاطر میں نہیں لاتی اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر نہیں کرتی اس کا انجام بڑا عبرت ناک ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی یہ ہے ہم اللہ کے ساتھ دوسروں کو اس کی ذات اور صفات میں شریک ٹھیرائیں۔ اپنے بھائیوں پر ظلم کریں اور ان کا حق ماریں اور لین دین میں انصاف سے کام نہ لیں۔ ایسا کرنے سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ نفرتیں بڑھنے لگتی ہیں اور طرح طرح کی خرابیاں رونما ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں اگر اللہ کی طرف رجوع نہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ اللہ کے عذاب کی صورت میں نکلتا ہے۔

آپ کس دنیا میں رہنا پسند کریں گے؟

سید فتح علی انوری

یہ دنیا جس پر ہم رہتے ہیں ایک کرے پر مشتمل ہے۔ تمام کائنات میں اس کرۂ ارض کو ایک اکائی سمجھا جاتا ہے، مگر انسان نے اس ایک کرۂ ارض کو بے شمار حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ امیروں کی دنیا، غریبوں کی دنیا، پہلی، دوسری اور تیسری دنیا، کالوں کی دنیا، گوروں کی دنیا، ترقی یافتہ دنیا، ترقی پذیر دنیا، پسماندہ دنیا، معلوم نہیں اس دنیا کی ابھی کتنی اور تقسیم باقی ہے۔

مگر دنیا کی اصل اور صحیح تقسیم اب تک نہیں ہو سکی اور وہ ہے علم کی دنیا اور بے علمی کی دنیا۔ علم کی دنیا شرافت، شائستگی، بردباری اور رواداری کی دنیا ہے جہاں انسان انسان کی عزت کرے، جہاں آدمی اپنے ماضی سے سبق سیکھ کر اپنا مستقبل سنوارے، جہاں قانون اور انصاف کا بول بالا ہو، جہاں انسان کی بھلائی اور ترقی عام ہو اور جہاں انسانی برادری پروان چڑھے۔ بے علمی کی دنیا وہ دنیا ہے جہاں ان تمام خوبیوں کا قحط ہے۔

آپ کس دنیا میں رہنا پسند کریں گے؟ مگر کیا ایسی آئیڈیل دنیا کہیں موجود ہے؟ ظاہر ہے کہ ابھی تو نہیں ہے، لیکن اگر سب مل کر کوشش کریں تو ایسی دنیا بن سکتی ہے۔

نونہالو! آؤ ایسی دنیا تعمیر کریں۔
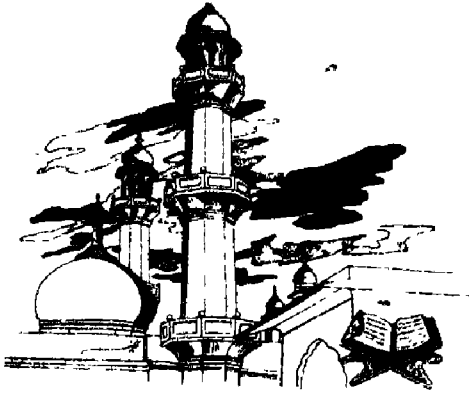
فہیم احمد صدیقی

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

چودہ سو برس پہلے سرزمین عرب پر بسنے والے جاہلیت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ لوگ بتوں کو اپنا رب مانتے تھے۔ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس غفلت کے زمانے میں مکّے کی گلیوں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی بن کر دنیا کے لوگوں کو اللہ کا پیغام سنانے تشریف لائے۔

اہلِ عرب آپؐ کو ایک نیک انسان کی حیثیت سے جانتے تھے۔ وہ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھواتے تھے۔ آپؐ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے لیکن جب آپؐ کی زبان سے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے پتھر کے بتوں کی بُرائی سُنی تو آپؐ کے مخالف ہو گئے۔ آپؐ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، مگر وہ آپؐ کو تبلیغِ اسلام سے باز نہ رکھ سکے۔ جب آپؐ طائف تشریف لے گئے تو آپؐ پر اس قدر پتھر مارے گئے کہ آپؐ لہو لہان ہو گئے۔ آپؐ زخموں سے چُور ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ جبریل امینؑ تشریف لائے۔ عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! اگر آپؐ حکم دیں تو میں اُحد پہاڑ کو آپس میں ملا دوں تاکہ طائف کی پوری بستی تباہ ہو جائے۔" مگر اس شدید تکلیف کے عالم میں بھی رحمۃ للعالمینؐ فرماتے ہیں " اے جبریلؑ! ہرگز نہیں۔ یہ نادان ہیں۔ نہیں جانتے کہ کیا اچھا ہے کیا بُرا ہے۔ میں تو رحمت بن کر آیا ہوں زحمت بن کر نہیں۔ یہ نہیں تو ان کی نسلیں ضرور ایمان لائیں گی۔"

آپؐ کے ماننے والوں پر بھی طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔ کسی کے جسم کو جگہ جگہ سے جلا دیا گیا، کسی کو تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا، مگر آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں

میں سے کسی نے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ پھر وقت نے دکھایا کہ اسلام نے عرب کے اُن سرکش لوگوں کو اللہ کا سچّا تابع دار بنادیا اور وہ ایسے اچھے انسان بنے کہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے مثال بن گئے۔ آپؐ نے بُت پرستی کا خاتمہ کردیا۔ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے لوگوں کو ایک کردیا۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بنادیا۔ جب مکّہ فتح ہوا تو اسلام کے بدترین دُشمن، حضورؐ کے رحم وکرم پر تھے۔ آپؐ کا ایک اشارہ ان سب کو خاک وخون میں نہلا سکتا تھا لیکن ان کے ساتھ جو سلوک کیا وہ عالمِ انسانیت کے لیے ایک روشن مثال بن گیا۔ اس موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا " جاؤ آج تم سب آزاد ہو"۔ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ حضورؐ کا سلوک آپؐ کے بلند کردار کی دلیل ہے۔

حضورؐ کو بُری عادتوں میں جھوٹ بولنا سب سے زیادہ ناگوار محسوس ہوتا تھا۔ آپؐ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اپنی بکریوں کا دودھ خود دُوہتے، اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے، اپنے جوتے کی مرمت خود کر لیتے، اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور جب کسی محتاج کو دیکھتے تو اپنا کھانا پینا تک اُٹھا کر اسے عنایت کر دیتے اور خود بھوکے رہتے۔

آپؐ نے اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے تمام رات پریشان رہتے تھے لیکن یہ بھوک آپؐ کو اگلے دن کا روزہ رکھنے سے نہ روک سکتی تھی۔ رات کو کچھ کھائے پیے بغیر ہی آپؐ روزہ رکھ لیتے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "میں آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگتی تھی اور حضورؐ سے کہتی " کاش! ہمیں گزربسر کی حد تک سامان میسّر ہوتا"۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے" مجھ سے پہلے جو جلیل القدر پیغمبرؑ دنیا میں تشریف لائے انھوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں برداشت کیں لیکن راہِ حق میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہے اور اسی حالت میں اللہ سے جا ملے۔ وہاں ان کو طرح طرح کی نعمتیں عطا کی گئیں۔ میں ڈرتا ہوں کہیں دنیا کی نعمتوں کی زیادتی آخرت کی نعمتوں میں کمی کا سبب نہ بن جائے"۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں ہمارے لیے دینی اور دنیاوی سرمایہ ہیں۔ آج دُنیا کے کونے کونے میں مسلمان موجود ہیں جو آپؐ کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں۔

آخری سبق

رضا محمد قریشی

پہلے زمانے کا ذکر ہے۔ کسی دور دراز علاقے میں ایک بوڑھا استاد زندگی بسر کر رہا تھا جس کے سات شاگرد تھے۔ وہ انھیں لکھنے پڑھنے کے علاوہ ریاضی کی تعلیم بھی دیتا تھا اور کبھی کبھی انھیں جفاکشی اور بہادری کی زندگی گزارنے کی تاکید کرتا تھا۔

تمام شاگرد اپنے استاد کی بے حد عزت کرتے اور اسے کبھی شکایت کا موقع نہ دیتے تھے تاکہ استاد بھی ان سے خوش رہے۔

جب شاگردوں نے تعلیم مکمل کر لی تو استاد نے انھیں آخری سبق پڑھاتے ہوئے کہا:

"میرے پیارے بچو! میں نے جو کچھ پڑھا ہے وہی تمھیں پڑھا دیا ہے۔ اپنی زندگی کے تجربات بھی تمھیں بتا دیے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ گے اور کام یاب زندگی گزارو گے۔"

استاد کی باتیں سن کر ایک شاگرد اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

"استادِ محترم! آپ نے بجا ارشاد فرمایا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ہمارا امتحان لیں تاکہ پتا چل سکے کہ ہم اپنی تعلیم میں کام یاب ہوئے ہیں یا نہیں؟"

ایک دوسرے شاگرد نے کہا:

"محترم استاد! آپ نے ہمیں تمام علوم کی تعلیم دی ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمالیں کہ ہم زندگی میں کہاں تک کام یاب ہو سکیں گے۔"

بوڑھے استاد نے اپنا سر اٹھایا اور کہا:

"ہاں! اب تمھاری آزمائش کا وقت آگیا ہے' اس لیے کوشش کرو کہ اپنی تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔"

استاد نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور سات سکّے نکال کر کہا:

"میرے بچو! میں تمھارا امتحان لے رہا ہوں۔ تمھیں ایک رات اور ایک دن کی مہلت

دیتا ہوں۔ بازار میں جو عمدہ چیز دکھائی دے اسے خرید کر اپنے گھروں میں رکھ دو۔ تمہاری خریداری اور انتخاب سے مجھے معلوم ہوگا کہ تم نے اپنی تعلیم سے کتنا تجربہ حاصل کیا ہے۔"

استاد نے ہر شاگرد کو ایک ایک سکّہ دیا اور سب شاگرد استاد کو اللہ حافظ کہہ کر بہترین اور عمدہ چیز کی خریداری کے لیے بازار کی طرف چل پڑے۔

تمام شاگردوں نے اپنے لیے عمدہ عمدہ چیزیں خریدیں اور گھر میں اپنے استاد کا انتظار کرنے لگے تاکہ استاد بہترین شاگرد کا انتخاب کرے۔

جب استاد پہلے شاگرد کے گھر پہنچا تو اس نے استاد سے کہا:

"میں نے اپنے سکّے سے لکڑیاں خریدی ہیں تاکہ سردیوں میں ان کی آگ سے اپنا کمرہ گرم کروں اور کھانا پکاؤں۔"

استاد نے کہا: "ہاں! ایندھن مفید چیز ہے، لیکن تم اپنے سکّے سے اس سے بھی بہتر چیز خرید سکتے تھے۔"

اب دوسرے شاگرد کی باری تھی۔ اس نے اپنے استاد کے سامنے گھر کا دروازہ کھولا اور تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا۔

استاد اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں ایک مرغی موجود ہے جو گندم کے دانے کھا رہی ہے۔

شاگرد نے مرغی کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "میں نے مرغی خریدی ہے، یہ مرغی انڈے دے گی اور کچھ عرصے بعد اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھا لوں گا۔"

یہ سن کر استاد نے کہا: "مرغی اچھا پرندہ ہے، تم اس کے انڈوں اور گوشت سے فائدہ اٹھا سکو گے، لیکن اگر کوشش کرتے تو اس سے بہتر چیز بھی خرید سکتے تھے۔"

اگلے شاگرد نے ایک گائے خریدی تھی۔ اس نے اپنی گائے استاد کو دکھائی اور کہا:

"میرا خیال ہے کہ میں نے بہترین چیز خریدی ہے۔ یہ گائے روزانہ دودھ دیتی ہے۔ ہر سال بچہ بھی دیتی ہے۔ اس کے فائدے ہر ایک کو معلوم ہیں۔"

اس دفعہ بھی استاد نے کہا: "میرے بچے! واقعی گائے مفید جانور ہے، لیکن تم اپنے سکّے سے اس سے بھی بہتر چیز خرید سکتے تھے۔"

چوتھے شاگرد نے ایک گھوڑا خریدا تھا جسے بوڑھا استاد دیکھ کر مسکرایا اور چل دیا۔
پانچویں شاگرد نے کچھ پھل خریدے تھے اور وہ سمجھتا تھا کہ اس نے اچھی خریداری کی ہے، لیکن استاد نے کہا: "دنیا میں ان سے عمدہ اور مفید چیزیں موجود ہیں۔"
چھٹے شاگرد کا کمرا خالی تھا۔ اس شاگرد نے کہا:
"استاد محترم! میں نے کافی کوشش کی، لیکن مجھے کوئی عمدہ چیز نظر نہیں آئی۔ میں کئی چیزیں دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہر ایک چیز کچھ دیر کے لیے مفید ہے، لیکن اس کے بعد بے اثر ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنا سکّہ محفوظ کر کے رکھ لیا ہے۔"
بوڑھے استاد نے کہا: "تم بزدل ہو، کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی ایسی مفید چیز موجود نہ ہو جو اس سکّے سے نہ خریدی جا سکے؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تمھارے پاس سکّوں کا ایک ڈھیر بھی ہو تو تمھاری سمجھ میں نہ آسکے گا کہ ان سے کون سی چیز خریدوں اور کون سی نہ خریدوں، بلکہ ایسی رقم کا ہونا یا نہ ہونا تمھارے لیے ایک جیسا ہے۔"
ساتواں شاگرد ایک جوان اور تجربے کار انسان تھا۔ اس نے اپنے سکّے سے ایک چراغ خریدا تھا اور اسے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ وہ استاد کی تعظیم کے لیے آگے بڑھا۔
استاد مسکرایا اور کہنے لگا: "میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے سکے سے یہی چراغ خریدا ہے؟"
شاگرد نے کہا: "جی استاد محترم!"
استاد نے کہا: "شاباش میرے بیٹے! تم نے سب سے عمدہ چیز خریدی ہے۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم میرے شاگردوں میں سب سے عقل مند ہو۔"
استاد نے چراغ اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرے شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:
"میرے پیارے بچو! ہر ایک چیز اپنی حد تک مفید اور کار آمد ہے، لیکن چراغ کی روشنی سب سے عمدہ ہے۔ ہم اس کی روشنی میں اپنے کئی کام انجام دے سکتے ہیں۔ جب ہم دعوا کرتے ہیں کہ ہم مفید انسان ہیں تو ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے لیے خود کو مفید ثابت کریں اور ساری انسانیت کی خدمت کریں۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے ہم صرف اپنی ذات کی فکر میں لگے رہیں۔ پیارے بچو! تمھیں کوشش کرنی چاہیے کہ زندگی میں دوسروں کے لیے راستے کا چراغ بنو۔ پھر تم دعوا کر سکو گے کہ کام یاب زندگی گزار رہے ہو۔"

بچوں کے لیے

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۹/-
نماز پڑھیے ۴/۵۰
السلام علیکم ۷/۵۰
حضرت یوسف علیہ السلام ۴/۵۰
حدیث کیا ہے ۴/-
حضرت عمر فاروق رض ۶/-
نقوشِ سیرتؐ اوّل ۵/-
نقوشِ سیرتؐ حصہ دوم ۵/-
نقوشِ سیرتؐ حصہ سوم ۵/-
نقوشِ سیرتؐ حصہ چہارم ۵/-
نقوشِ سیرت حصہ پنجم ۵/-
رسالہ دینیات اوّل ۲/-
" دوم ۴/-
" سوم ۵/-
" چہارم ۵/-
" پنجم ۶/-
" ششم ۶/-
" ہفتم ۶/-
" ہشتم ۶/-
حضرت آدم علیہ السلام ۴/-
حضرت یحییٰ علیہ السلام ۳/-
بزرگانِ دین ۴/-
امت کی مائیں ۴/۵۰
اچھی باتیں ۴/۵۰
خوب سیرتؐ اوّل ۶/-
خوب سیرتؐ دوم ۶/-
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
سلطان جی رح ۴/۵۰

سیرتِ پاک مختصر مختصر ۳/-
کمسن صحابی ۶/-
رحمان کا مہمان ۶/-
اسلام کے جان نثار ۵/-
نور کے پھول ۹/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیق رض ۶/-
حضرت عبداللہ بن عمر رض ۳/-
حضرت طلحہ رض ۳/-
حضرت ابو ذر غفاری رض ۳/-
حضرت سلمان فارسی رض ۳/۵۰
حضرت عبداللہ بن عباس رض ۳/-
حضرت محبوب الٰہی رح ۳/-
حضرت معین الدین چشتی رح ۳/-
حضرت فرید گنج شکر رح ۳/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح ۳/-
نیک بیٹیاں ۳/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاء رح ۳/-
حضرت حمزہ رض ۳/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض ۳/-
حضرت ابوہریرہ رض ۴/-
اللہ کے صفی ۲/۵۰
اللہ کا گھر ۴/۵۰
اللہ کے خلیل ۳/۵۰
رسول پاکؐ کے اخلاق ۴/-
قرآن پاک کیا ہے؟ ۵/-
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۶/-
" دوم ۶/-
اسلام کے مشہور امیر البحر ۹/-
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل ۷/۵۰

" حصہ دوم ۶/-
اسلام کیسے شروع ہوا ۷/۵۰
رسول پاکؐ ۶/-
درسِ جنتی ۷/۵۰
سرکار کا دربار ۶/۵۰
چار یار ۷/۵۰
آں حضرتؐ (اردو) ۳/۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی) /۴۰
ہمارا دین حصہ اوّل ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ دوم ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ سوم ۸/۵۰
تحسین القرآن (زیرِ طبع)
منہاج القرآن ۴/۵۰
ائمہ اربعہ (زیرِ طبع)
ارکان اسلام ۴/-
عقائدِ اسلام ۴/۵۰
خلفائے اربعہ ۱۰/۵۰
نبیوں کے قصے ۷/۵۰
ہمارے رسولؐ ۶/-
مسلمان بیبیاں ۶/-
ہمارے نبیؐ (اردو) ۴/-
ہمارے نبیؐ (ہندی) زیرِ طبع
سرکارِ دوعالم ۹/-
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد) ۲/-
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں) ۴/۵۰

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/-
بچوں کے "ظ" انصاری ۶/-
بچوں کی آپا جان (گیرڈ انجس) ۶/-

آخر کیا وجہ ہے کہ ہمیں "حیرت" ہوتی ہے۔ سوچتے سوچتے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ جب کوئی ایسی بات رونما ہو جس کا ہونا بظاہر ناممکن نظر آئے تو ہمیں "حیرت" ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کوئی ایسی بات جسے ہمارا ذہن کچھ دیر کے لیے قبول نہ کرے یا ماننے پر تیار نہ ہو تو جو کیفیت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اسے عرف عام میں "حیرت" کہتے ہیں۔ اس دنیا میں بے شمار لوگوں نے انتہائی بُرے حالات میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں، ایسے کارنامے جن کی ان سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس مضمون میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں معلومات دی جا رہی ہیں جنہیں پڑھ کر آپ حیرت کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

انیسویں صدی میں بلجیم کے ایک مشہور مصور چارلس فیلو پیدائشی طور پر دونوں بازوؤں سے محروم تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے پیروں سے مصوری کرنے میں کمال حاصل کیا اور اپنے زمانے کے بڑے مصوروں میں شمار ہونے لگے۔

بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ ان کے ہاتھ تو سلامت تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے مصوری کے لیے عجیب و غریب طریقے اختیار کیے ان ہی میں ایک بانگ ارنان نامی چینی مصور سرفہرست ہے۔ وہ اپنے منہ کو ٹیوب اور زبان کو برش کے طور پر استعمال کر کے مصوری کرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ وہ رنگوں کا ذائقہ محسوس کر کے مصوری کرنے کا شوقین ہے۔

مصوری کی بات چلی تو آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ ۱۹۵۸ء میں لندن کی ایک آرٹ گیلری میں

۳۸۰ تصویریں نمائش کے لیے رکھی گئی تھیں، لیکن حیرت کی بات یہ ہے یہ کسی انسان نے نہیں بلکہ دو بندروں نے بنائی تھیں۔ اور یہ تصویریں ایک لاکھ پونڈ میں فروخت ہوئی تھیں۔ ہے ناں حیرت کی بات!

ڈاکٹر طہٰ حسین ۱۸۸۹ء میں مصر میں پیدا ہوئے۔ وہ پیدائشی طور پر نابینا تھے، لیکن اس معذوری کو انہوں نے اپنے مقصد میں حائل ہونے نہیں دیا۔ قاہرہ اور پیرس کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۲۰ء میں "فواد اوّل یونیورسٹی" میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بیس برس تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بعد میں ۱۹۵۰ء میں وزیرِ تعلیم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انہوں نے چالیس سے زیادہ کتابیں تحریر کی ہیں۔

اسی طرح جان گرمشا ولکنسن نابینا ہونے کے باوجود ماہر نباتیات تھے وہ تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ لیکن انھوں نے زبان سے چھو کر پھولوں کو پہچاننا سیکھ لیا تھا۔ وہ پانچ ہزار مختلف قسم کے پھول چھوتے ہی فوراً اس کا نام بتا دیتے تھے۔

آج کی دنیا میں ترقی کرنے کے لیے تعلیم کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور یقیناً یہ ضروری بھی ہے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے تعلیم کے بغیر صرف اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت کے بل بوتے پر غیر معمولی ترقی کی۔

مثلاً اینڈریو جانسن جو ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷۵ء میں ان کا انتقال ہوا پیشے کے اعتبار سے درزی تھے انھوں نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ امریکہ کے سترھویں صدر بنے۔ انھیں ۱۸۶۵ء میں صدر لنکن کے قتل کے بعد صدر چنا گیا تھا۔

اسی طرح خسرو پاشا ترکی کے ایک مشہور سیاستدان گزرے ہیں وہ ترکی کے وزیر اعظم اور سپہ سالار بھی تھے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، ان کا انتقال ۱۸۸۵ء میں ہوا۔

فرانس کے مشہور سائنس دان آندرے ماری ایمپئر ۱۷۹۹ء میں لیونز میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے، بورک ان بریس میں طبیعات اور کیمیا کے پروفیسر مقرر ہوئے نپولین کے قائم کردہ تعلیمی ادارے لائسی میں بھی پروفیسر رہے، پیرس کے "ای کول پولی ٹیکنیک" میں بھی برقیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ مشہور سائنس دان جیمس کلارک میکسویل نے انھیں "برقیات کا نیوٹن" کہا تھا، برقی رو کی اکائی کا نام بھی انہی کے نام پر "ایمپئر" رکھا گیا ہے، لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے کسی اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ اپنی خداداد صلاحیتوں اور مطالعہ سے انھوں نے سائنس کی دنیا میں

بلند مقام حاصل کیا تھا۔

اسی طرح مشہور موجد اسٹیفن سن جنھوں نے دنیا کی سب سے پہلی ریل گاڑی بنائی تھی اور کافی شہرت حاصل کی تھی لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ انھوں نے سترہ سال کی عمر میں صرف اپنا نام لکھنا سیکھا تھا۔

جرمنی کے تھامس شوانکر پیدائشی معذور تھے مگر انھوں نے پاؤں سے خوشنویسی (خطاطی) میں کمال حاصل کیا اور مشہور کاتبوں میں شمار ہوئے۔

مشہور مسلم طبیب، سائنس دان، ماہر لسانیات اور شاعر بو علی سینا درد قولنج کے علاج کے ماہر تھے اور بے شمار مریض ان کے علاج سے شفایاب ہو چکے تھے لیکن خود ان کا انتقال درد قولنج ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔
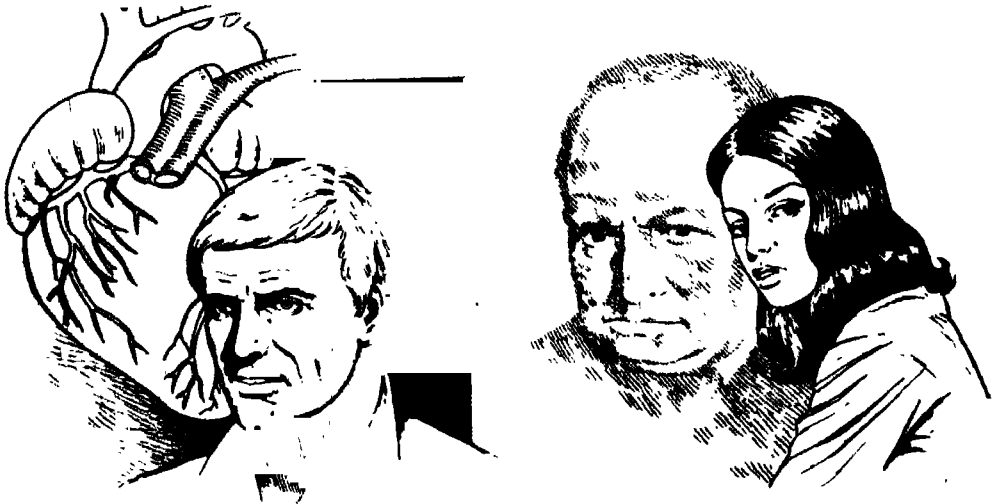
اسی طرح ستمبر ۱۹۷۴ء میں ویلاک (آسٹریلیا) میں میونخ یونیورسٹی کے ڈاکٹر جوزف اسٹریل (امراض قلب کے ماہر) ایک بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی تقریر کا موضوع بھی "دل کا دورہ اور اس کا سدِباب" تھا۔

چرچل کی بیٹی "انجمن انسداد خودکشی" کی ایک مخلص ممبر تھی لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ خود ان کے انتقال کی وجہ خودکشی تھی۔

ہنگری کے مشہور سائنس دان کاؤنٹ استوان پاگل ہوگئے تو ڈاکٹروں نے ان کے لیے شطرنج کھیلنے کا علاج تجویز کیا۔ چنانچہ ایک شخص کرائے پر ان کے ساتھ چھ سال تک شطرنج کھیلتا رہا اور اختتام پر استوان تو

ٹھیک ہوگئے لیکن وہ شخص ایسا پاگل ہوا کہ ڈاکٹروں نے اس کو لاعلاج قرار دے دیا۔

مشہور عالم سائنس دان مادام کیوری نے سب سے قیمتی دھات ریڈیم دریافت کر کے عالمی شہرت حاصل کی تھی۔ ریڈیم یورینیم سے تقریباً دس لاکھ گنا تابکار ہے اس کی ایک گرام کی قیمت لاکھوں روپے بنتی ہے۔ یہ واحد خاندان ہے جسے سب سے زیادہ نوبل انعامات ملے۔ مادام کیوری کو نوبل انعام دو بار ملا۔ اس کی بیٹی جولیٹ کیوری اور شوہر پیری کیوری نے بھی نوبل انعام حاصل کیا۔ مادام کیوری دنیا کی پہلی سائنس دان عورت ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ نہایت غریب خاندان میں پیدا ہوئی تھیں یہاں تک کہ سردی میں جب اوڑھنے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو گھاس پھونس یا اخبارات اوڑھ کر سردی سے بچنے کی کوشش کرتی۔ دس سال کی ہوئی تو والدہ چل بسی۔ اس نے ملازمت کر کے اپنی بہن برونیا اسکلوڈوسکا (واضح رہے کہ مادام کیوری کا اصل نام مانیا اسکلوڈوسکا ہے) کو پڑھایا پیرس میں دوران تعلیم اکثر بھوک سے بے ہوش ہوجاتی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی محنت اور صلاحیت کی بدولت اتنا بڑا مرتبہ حاصل کیا۔

حیرت انگیز واقعات، واقعی حیرت انگیز تو ہوتے ہیں لیکن غور کریں تو ہر واقعے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات پوشیدہ ہوتی ہے جس پر عمل کر کے زندگی سنور سکتی ہے اور ہمت اور عزم وہ چیزیں ہیں جن کے سامنے دنیا کی کسی مشکل کی کوئی اہمیت نہیں۔

میاں خوں خوں

حیات اللہ انصاری

شہر میں ایک گھنا پیپل کا پیڑ تھا۔ اس پر ایک بندر رہتا تھا۔ گول گول منہ، لمبی لمبی دم، چم چم کرتی ہوئی آنکھیں۔ بندر ہر وقت کھیل تماشے کیا کرتا تھا۔ اچھلتا کودتا۔ طرح طرح کی آوازیں نکالتا۔ لڑکوں کی ہر بات کی نقل کرتا اور لڑکیوں کو منہ چڑاتا۔

بچوں نے اس بندر کا نام میاں خوں خوں رکھ دیا تھا۔

میاں خوں خوں کے گرد لڑکوں اور لڑکیوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ کوئی مٹھائی لا رہا ہے تو کوئی چٹپٹی پھلکیاں کھلا رہا ہے۔ یہ کھاتے تھے اور مزے کرتے تھے۔

ایک دن ایک لڑکے نے میاں خوں خوں کو رسّی میں گرہ لگانی سکھائی۔ انھوں نے بات ہی بات میں سیکھ لی۔ لڑکے نے خوش ہو کر کہا :

"واہ وا، ہمارے میاں خوں خوں بھی کیسے عقل مند ہیں ! اگر کہیں جنگل پہنچ جائیں تو بندروں کے بادشاہ بن جائیں۔"

دوسرے دن میاں خوں خوں شہر سے جنگل کو چل دیے۔ کودتے پھاندتے درختوں پر اچکتے اچکاتے شام تک جنگل پہنچ گئے۔ وہاں بندروں سے کہنے لگے :

"بندرو، بندرو ! میں ہوں میاں خوں خوں۔ بڑا عقل مند ہوں۔ مجھے اپنا بادشاہ بنالو۔"

بندروں نے کہا : "کوئی کمال دکھاؤ تو جانیں کہ عقل مند ہو۔"

میاں خوں خوں نے جواب دیا : "اچھا، اپنی عقل مندی دکھاؤں گا کسی دن۔"

ایک دن میاں خوں خوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ آگے ایک ڈبے میں پسی ہوئی مرچ رکھی ہے۔ انھوں نے کہا :

"آہا ہا، یہ تو بڑی اچھی چیز ملی۔ جنگل کے بندر بھلا کیا جانیں مرچ۔ ابھی ان کو اس کا مزہ چکھاتا ہوں اور اپنی عقل مندی جتاتا ہوں۔"

میاں خوں خوں نے ایک چھلانگ لگائی اور مسافر کے پاس سے ڈبا اچک لیا وہ بے چارہ

ہنس ہنس کرتا رہا۔ یہ ڈبا لے کر یہ جا وہ جا۔ جنگل میں غائب۔

دوپہر کا وقت تھا۔ سب بندر ایک گھنے پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ اچک پھاند مچا رہے تھے۔ بندریاں جوئیں دیکھ رہی تھی۔ بڑے بندر آرام سے لیٹے تھے۔

میاں خوں خوں چپکے سے درخت پر چڑھ گئے اور لگے اوپر سے مرچیں ہوا میں اڑانے۔ بندروں کی آنکھ اور ناک میں جو مرچیں پہنچیں تو چھینکیں آنے لگیں اور آنسو بہنے لگے۔ سب گھبرائے کہ یہ کیا آفت آئی۔

بندروں نے ادھر دیکھا، ادھر دیکھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ میاں خوں خوں اونچے درخت پر بیٹھے کوئی لال لال چیز ہوا میں اڑا رہے ہیں۔ بندروں نے سوچا، ہو نہ ہو یہ چھینکیں اور یہ آنسو اسی لال چیز سے آرہے ہیں۔ تب انھوں نے دوڑ کر میاں خوں خوں کو پکڑ لیا اور پوچھا :

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟"

میاں خوں خوں نے جواب دیا :

"تم کو دکھا رہے ہیں کہ ہم کو کیا آتا ہے۔ اب کہو ہیں ہم عقل مند؟"

"تمہاری تو آنکھیں پھوٹ گئیں اور تم کہتے ہو یہ عقل مندی ہے، کہیں عقل مندی ایسی ہوتی ہے" بندروں نے میاں خوں خوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔

میاں خوں خوں چپ ہو رہے اور دل میں کہنے لگے :

"ٹھیر جاؤ، میں تم سے نہ منوالوں کہ میں عقل مند ہوں تو میرا نام میاں خوں خوں نہیں۔"

رات آئی۔ سب بندر سو رہے۔ میاں خوں خوں چپکے سے اٹھے اور ایک بندر کی دُم دوسرے بندر کی دُم سے، دوسرے بندر کی دُم تیسرے بندر کی دُم سے باندھ دی۔ اسی طرح دو دو بندروں کی دُمیں آپس میں باندھ دیں۔ پھر اپنی جگہ آکر سو رہے۔

صبح جب بندر سو کر اٹھے تو بڑا شور ہوا۔ ایک بندر ادھر زور لگا رہا ہے دوسرا ادھر۔ ایک کہتا ہے : "چھوڑو جی ! تم مجھے کیوں پکڑے ہوئے ہو؟" دوسرا کہتا ہے : "واہ وا ! پکڑے ہو تم اور کہتے ہو مجھے۔ چھوڑ نہیں تو کاٹتا ہوں۔" ایک ادھر خوں خوں کر رہا ہے تو دوسرا ادھر۔ میاں خوں خوں مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

بہت دیر کے بعد میاں خوں خوں نے سب بندروں کی دُمیں کھول دیں۔ جب بندر کھل گئے تو میاں خوں خوں ان سے کہنے لگے :

"کیوں بندرو ! مانتے ہو کہ میں عقل مند ہوں؟"

بندروں نے کہا : "آپ بڑے عقل مند سہی، مگر ہمارے ہاں سے تشریف لے جایئے۔ ہم کو ایسے عقل مند نہیں چاہئیں۔"

بندروں نے میاں خوں خوں کو دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکال دیا۔

سوچتے سوچتے ایک بات سمجھ میں آگئی۔ تب تو یہ مارے خوشی کے خوں خوں کرنے لگے اور شہر کی طرف چل دیے۔

میاں خوں خوں کودتے پھاندتے شام تک شہر پہنچ گئے۔ اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ ایک جگہ بہت سی رسیاں رکھی تھیں۔ ان کو جو میاں خوں خوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے : "آہاہاہا ! میں ایسی ہی چیز تو ڈھونڈ رہا تھا۔"

بندروں کا ایک بہت بڑا دشمن اژدہا تھا۔ تاڑ کے جتنا لمبا۔ بھینسے کا جتنا موٹا۔ وہ جاڑوں بھر سوتا اور گرمیوں بھر جاگتا۔ جب بھوکا ہوتا تو بندروں کے درخت پر چڑھ آتا۔ اژدہے کو دیکھتے ہی بے چارے بندروں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے۔ جو جس جگہ ہوتا وہیں کا وہیں رہ جاتا۔ اژدہا جتنے بندر چاہتا نگل لیتا۔

آج بندر بے چارے بہت گھبرائے ہوئے تھے، کیوں کہ کل سے گرمیاں آرہی تھیں، اس لیے سورج نکلنے پر اژدہا جاگنے والا تھا۔ یہ خبر سن کر میاں خوں خوں کو ایک بات سوجھی تھی، اس لیے وہ شہر چل دیے تھے۔

میاں خوں خوں شہر سے جنگل کو واپس ہوئے۔ چلتے چلتے رات ہوگئی۔ بھیانک جنگل اندھیرا اتنا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ راستے میں ندی نالے پڑتے تھے۔ سانپ بچھو کا بھی ڈر تھا، مگر میاں خوں خوں بھاگتے رہے، کیوں کہ ان کو یہ دھڑکا لگا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے پہنچنے سے پہلے سورج نکل آئے۔ پھر اژدہا جاگ پڑے گا اور پھر کچھ نہ ہوسکے گا۔ وہ برابر بھاگتے رہے۔

بھاگتے بھاگتے میاں خوں خوں اژدہے کے پاس پہنچ ہی گئے۔ وہ ایک سوکھے ٹھنٹھ سے لپٹا

سو رہا تھا۔ سورج کی پہلی کرن نکل آئی تھی۔' اس لیے کسمسا رہا تھا اور اٹھنے ہی والا تھا۔

میاں خوں خوں شہر سے ایک رسّی لائے تھے۔ انھوں نے جھپٹ کر اس کا پھندا اژدہے کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر اسے درخت سے باندھ دیا۔

اژدہے نے منہ اٹھا کر انگڑائی جو لی تو پھندا گلے میں پھنس گیا۔ پھر تو جیسے جیسے وہ زور لگاتا پھندا گلے کی پھانسی بنتا جاتا۔

اب تو لگا اژدہا زور زور سے پھنکاریں مارنے اور میاں خوں خوں کو دھمکانے۔ میاں خوں خوں ذرا نہیں ڈرے۔ اس کو منہ چڑاتے ہوئے وہاں سے چل دیے۔

بندروں نے جو سنا اژدہے کا چیخنا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی۔ انھوں نے کہا : "یہ نئی بات کیسی' آج تک اژدہا اس طرح نہیں چلایا۔" پھر تو چلے وہ ادھر درختوں میں چھپتے چھپاتے۔ وہاں پہنچ کر بندروں نے کیا دیکھا کہ اژدہے صاحب بکری کی طرح درخت سے بندھے ہوئے ہیں اور چلا رہے ہیں۔ بندروں نے جو یہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ لگے اژدہے کو چڑانے :

"کیوں جناب اژدہے صاحب؟ مزاج تو اچھے ہیں؟ اس دفعہ غریب خانے پر تشریف نہیں لائے؟ کیا ہم سے کچھ خفا ہیں؟"

ایک نے کہا : "لولو ہے' لولو۔"

دوسرے نے کہا : "میں میں ہے' میں میں۔"

بندر خوب اُچکے کودے' ناچے تھرکے۔

اژدہے کا گلا کستے کستے اتنا کس گیا کہ اس کی سانس بند ہوگئی۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرگیا۔

بندروں نے کہا : "جس نے اژدہے کو باندھا ہے وہ بڑا عقل مند ہے۔ مل جائے تو اپنا بادشاہ بنالیں گے۔"

بندروں کا جانی دشمن ایک اور بھی تھا' تیندوا۔ دہکتے انگاروں جیسی آنکھیں۔ چاقو جیسے ناخن۔ منہ ایسا ڈراونا کہ دیکھے تو لرزا چڑھے۔ وہ روزانہ درخت پر چڑھ آتا اور تین تین چار بندر پھاڑ کر کھا جاتا۔ اژدہا گرمیوں میں ستاتا تھا' مگر یہ سال بھر۔

میاں خوں خوں اب اس گھات میں لگے کہ کسی طرح اس کا بھی خاتمہ کیا جائے۔

ایک دن میاں خوں خوں نے دیکھا کہ شکاری بندوق لیے گھوم رہا ہے۔ وہ کہنے لگے کیسی

اچھی بات ہو جو تیندوا اس کے ہاتھ سے مارا جائے۔

شکاری گھومتا گھامتا تیندوے کی جھاڑی کے پاس آیا۔ وہ ایسی گھنی تھی کہ اندر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس نے تیندوے کو نہیں دیکھا۔

میاں خوں خوں چھلانگیں مارتے، درختوں درختوں جھاڑی کے اوپر آگئے۔ نیچے جھانکا۔ دیکھا کہ تیندوے صاحب اپنی بیوی بچوں سمیت آرام سے سو رہے ہیں۔ میاں خوں خوں چپکے چپکے ایک نیچی شاخ پر اتر آئے۔ اپنی دم میں خوب پسی ہوئی مرچیں لگائیں۔ دم نیچے لٹکائی اور تیندوے صاحب کی ناک میں کردی۔

تیندوے صاحب کی ناک میں مرچ کا لگنا تھا کہ انھوں نے زور سے کہا :

"آچ چھیں !"

میاں خوں خوں اُچک کر دور جا پہنچے اور لگے بندروں سے پکار پکار کر کہنے :

"بھائیو ! جلدی آؤ جلدی۔ نیا تماشا دیکھو۔" سب بندر دوڑتے آئے۔

تیندوے کی چھینک سے اس کی بیوی کی آنکھ کھل گئی اور اس نے شکاری کو بھی دیکھ لیا۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی : "ارے چُپ چُپ ! شکاری۔"

تیندوے نے جواب دیا : "آچ چھیں !"

بیوی بگڑ کر بولی : "ارے چپ چپ۔ کچھ پاگل ہوا ہے۔"

تیندوے نے کہا : "آچ چھیں، آچ چھیں !"

بیوی اور بگڑی اور کہنے لگی : "ارے کم بخت ! شکاری نے دیکھ لیا ہے۔"

تیندوے نے کہا : "آچ چھیں، آچ چھیں، آچ چھیں !"

شکاری نے تیندوے کو دیکھ لیا اور ٹھائیں سے اس کو گولی ماردی۔ وہ مر گیا اور اس کی بیوی اپنے بچوں کو لے کر اس جنگل سے بھاگ گئی۔

جتنے بندر تھے سب کے سب خوشی سے خوب خوب اُچکے کودے، خوب خوب ناچے تھرکے۔ سب میاں خوں خوں کی عقل مندی کے قائل ہوگئے۔ جب بندروں کو معلوم ہوا کہ اژدہے کو بھی میاں خوں خوں ہی نے مارا ہے تو اور خوش ہوئے اور ان کو اپنا بادشاہ بنالیا۔

عالمی یوم صحت

پولیو کیا ہے؟

پولیو تین سال سے کم عمر کے بچوں کی بیماری ہے۔ اس سے بڑی عمر کے بچوں کو بھی لگ سکتی ہے، لیکن ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اردو میں اسے "بچوں کا فالج" کہتے ہیں۔ فالج بہت ہی خراب بیماری ہے، کیوں کہ اس میں ہاتھ اور بازو یا ٹانگیں یا دونوں سُن ہو جاتے ہیں۔ ان میں حرکت کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔

پولیو ایک وائرس سے ہوتا ہے۔ وائرس، جراثیم سے بھی بہت چھوٹا ہوتا ہے، آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ سانس سے جسم کے اندر چلا جاتا ہے۔ یہ مرض تھوک اور پاخانے وغیرہ کے ذریعہ سے ایک بچے سے دوسرے بچے کو بھی لگ سکتا ہے۔

اس میں پہلے بچے کی طبیعت خراب ہوتی ہے۔ جسم میں درد محسوس ہوتا ہے۔ فلو کی سی علامتیں ہوتی ہیں۔ پھر پورے جسم میں کمزوری آجاتی ہے اور فالج ہو جاتا ہے۔ بعض بچوں کو فوری طور پر فالج ہو جاتا ہے۔ رات کو ٹھیک ٹھاک سوتے ہیں، صبح اٹھتے ہیں تو بازو اور ٹانگیں بے حس ہوتی ہیں اور حرکت نہیں کرتیں۔

جب ایک بار فالج ہو جائے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں، لیکن اب اس کا ایک ٹیکا بن چکا ہے۔ اس ٹیکے کی بنیادی خوراکیں چار ہیں:

- پیدائش کے وقت
- ۶ ہفتوں کے بعد
- ۱۰ ہفتوں کے بعد
- ۱۴ ہفتوں کے بعد

ہمارے ملک میں پولیو کی بیماری عام ہے۔ اس سے بچاؤ کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچہ پیدا ہونے کے بعد سے وقت پر پولیو کی خوراکیں باقاعدگی سے دیں۔

حکیم کبوتر والے

م۔ ندیم (علیگ)

ان کا نام تو کچھ اور تھا، لیکن وہ حکیم کبوتر والے کے نام سے مشہور تھے، کیوں کہ حکیم صاحب کو کبوتر پالنے کا شوق تھا۔ مریضوں کو دیکھنے کے بعد ان کا زیادہ تر وقت اپنے پیارے

کبوتروں کی دیکھ بھال میں گزرتا تھا۔

حکیم صاحب اپنی وضع قطع سے بالکل علی بابا لگتے تھے۔ بدن پر ڈھیلا ڈھالا سا کھدر کا کرتا۔ شلوار نما پائجامہ یا پائجامے نما شلوار، پیروں میں پرانی وضع کی سلیم شاہی جوتیاں، سر پر پگڑی، ان کا بدن چھریرا تھا۔ چہرہ پتلا، اور خوب صورت سی ڈاڑھی، رنگ گورا، آنکھیں چمک دار، آواز کڑک دار، بار بار گول کمانیوں والے چشمے کو ناک کے اوپر سرکاتے جو سَرک آتا تھا۔

پرانے زمانے کا کچا پکا سا مکان۔ باہر کی بیٹھک کو مطب خانہ بنا لیا تھا۔ اندر والے حصے میں آنگن میں کبوتروں کے کابک تھے اور دالان میں حکیم صاحب کی چارپائی۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حکیم صاحب کسی مریض کی نبض بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں اور حال سن رہے ہیں کہ پٹ سے چڑیا کا کوئی بچہ گھونسلے سے حکیم صاحب کے صافے پر آن گرا۔ بات یہ تھی کہ بیٹھک کچی تھی۔ اس کی کڑیوں میں چڑیوں نے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ حکیم صاحب "جیو اور جینے دو" کے قائل تھے۔ ان کو کبھی ان چڑیوں سے شکایت نہیں ہوئی اور شاید چڑیوں کو بھی حکیم صاحب سے کوئی شکایت نہ تھی ورنہ وہ ان کے مطب میں اپنے گھونسلے کیوں بناتیں۔

اب حکیم صاحب نے اس مریض کی نبض چھوڑ دی اور فوراً اس چڑیا کے بچے کے حال کی طرف توجہ فرمائی اور کسی مریض کے ساتھی کو حکم دیا کہ چڑیا کے بچے کو گھونسلے میں واپس بخیر و عافیت پہنچا دے۔

حکیم صاحب کے حکم کی فوراً تعمیل کی جاتی اور بڑے اہتمام کے ساتھ چڑیا کے بچے کو واپس گھونسلے میں پہنچا دیا جاتا، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بچہ کسی دوسری چڑیا کے گھونسلے میں پہنچ جاتا۔

حکیم صاحب کے ہاتھ میں اللہ نے بڑی شفا دی تھی۔ نزدیک اور دور سے بہت مریض آتے تھے۔ حکیم صاحب ہر مریض کو چاہے وہ امیر ہو یا غریب اس کی باری آنے پر بہت توجہ سے دیکھتے اور بڑے صبر کے ساتھ اس کا حال سنتے۔ ان کا نسخہ بہت سستا ہوتا تھا۔ اکثر دوائیں تو وہ اپنے دوا خانے سے ہی دیتے تھے۔ حکیم صاحب کی ایک خصوصیت اور تھی۔ وہ یہ کہ کسی

مریض کو گھر پر دیکھنے نہیں جاتے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ ان کے مطب میں آئے ہوئے مریضوں کی حق تلفی ہوتی ہے!

حکیم صاحب اکیلے تھے۔ ان کے بیوی بچے نہیں تھے۔ بس وہ، ان کے کبوتر اور ایک ان کا ہی ہم عمر نوکر جو ان کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا نام مالک تھا۔ وہ ان کا بیک وقت باورچی، کمپاؤنڈر اور دوست، سب کچھ تھا اور حکیم صاحب سے اس طرح سے بات کرتا تھا جیسے حکیم

صاحب ان کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ حکیم صاحب کا مالک ہے۔ وہ حکیم صاحب سے اچھے کپڑے پہنتا تھا اور دیکھنے میں اصل مالک وہی لگتا تھا۔ کچھ بھی ہو وہ ان کا قدیمی نوکر تھا اور بہت وفادار۔ حکیم صاحب ہمیشہ اس سے نرمی سے مخاطب ہوتے اور "میاں مالک" کہہ کر پکارتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ یہ ان کی جوانی کا قصہ ہے۔ ایک بار بہت بارش ہوئی۔ ان کا کچا مکان طوفانی بارش میں بیٹھ گیا اور ان کی بیوی اور اکلوتا بچہ اس میں دب کر فوت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ پھر دوبارہ مطب قائم کیا۔ اب وہ دنیا میں رہ کر بھی دنیا والوں سے الگ تھے، مگر خدمت خلق کرتے تھے۔

صبح سے دوپہر تک مریضوں کی آمد و رفت رہتی۔ حکیم صاحب اور مالک کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ شام کو مطب بند ہو جاتا تھا۔ مدتوں سے حکیم صاحب کا مطب اسی انداز سے چل رہا تھا۔ آمدنی کافی تھی، لیکن حکیم صاحب کے رہن سہن اور زندگی کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ حکیم صاحب کا کوئی رشتے دار بھی نہیں تھا۔ وہ کسی کے ہاں شادی بیاہ کے موقعے پر بھی نہیں جاتے دیکھے گئے تھے۔ محلے والوں کا خیال تھا کہ حکیم صاحب نہایت کنجوس قسم کے انسان ہیں۔ ان کے گھر میں بہت دولت ہے۔ اس کی رکھوالی کرتے ہیں اور کسی کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیتے۔

حکیم صاحب ہفتے میں ایک دن یعنی جمعے کو مطب کی چھٹی رکھتے تھے اور باہر نکلتے تھے۔ کہاں جاتے تھے، یہ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ سارا کام ان کا خادم "مالک" ہی کرتا تھا۔

حکیم صاحب کی عمر ستر سال کی ہو چکی تھی۔ کبھی کبھی بیمار بھی پڑ جاتے تھے۔ ایک دن صبح مریضوں کو دیکھنے باہر نکلے تو بولے:

"بھائیو! اب ایسا لگتا ہے کہ میں آپ لوگوں کی بہت دن تک خدمت نہیں کر سکوں گا۔ اب مجھ پر کوئی دوا اثر نہیں کر رہی ہے۔ جب انسان ناکارہ ہو جائے تو اسے دنیا چھوڑ دینی چاہیے۔"

"ارے حکیم صاحب! اللہ آپ کو ابھی سو سال تک زندہ سلامت رکھے۔ ہم غریبوں کے

آپ مسیحا ہیں۔"

"ارے میاں! اب تو مسیحا خود ہی بیمار ہے۔"

اس دن جیسے تیسے کر کے مریضوں کو نمٹایا۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ گھر کے اندر گئے۔ مالک میاں نے چائے بنا کر دی۔ آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو شام ہونے کو تھی۔ مالک نے حسب پروگرام کبوتروں کو دانہ کھلا کر بند کر دیا تھا۔ حکیم صاحب نے کہا:

"آج تمہاری کسی عزیز کی بیٹی کی شادی ہے نا؟ جاؤ بھائی! ضرور شرکت کرو۔ ہاں کچھ لے لیا ہے دینے کو؟ اللہ مبارک کرے۔"

حکیم صاحب کو بخار تھا۔ مالک ان کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا' لیکن حکیم صاب کے اصرار پر وہ اس خیال سے چلا گیا کہ جلد ہی واپس آجائے گا۔

اس دوران تیز آندھی آگئی۔ بارش ہونے لگی اور بجلی کڑکنے لگی۔ چار چور بہت دنوں سے موقعے کی تلاش میں تھے۔ آج ان کو موقع مل گیا تھا۔ چاروں اپنے منہ پر ڈھاٹے باندھے اندر آگئے۔ سرہانے رکھی لالٹین کی روشنی میں حکیم صاحب نے ان کو دیکھا تو تیز بخار میں وہ ان کو ملک الموت سمجھے' مگر جب چوروں نے ان سے کڑک کر کہا تو وہ اصلیت سمجھ گئے۔

"مال کہاں چھپا رکھا ہے۔ بتاؤ ورنہ تمہارا گلا دبا دیں گے۔"

"جس مال کی تلاش میں آئے ہو وہ بہت دور جا چکا ہے۔" حکیم صاحب نے کہا۔

"کہاں ہے چابی؟ نکال بڈھے! ورنہ تیری خیر نہیں۔" ایک چور نے ان کا گلا پکڑا' مگر بخار اتنا تیز تھا کہ فوراً ہی اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

"لو! یہ ہے چابی۔ کوٹھری میں میری تمام عمر کی کمائی بند ہے۔ جوتوں کے ڈبے ہیں ان میں ہے۔" حکیم صاحب نے سرہانے سے نکال کر چابی دے دی۔

چابیاں جھپٹ کر کوٹھری کا تالا کھولا گیا۔ ساری کوٹھری میں چاروں طرف جوتے کے گتے کے ڈبے بھرے پڑے تھے۔ چوروں نے خیال کیا کہ واقعی ان ڈبوں میں حکیم صاحب نے نوٹوں کی شکل میں گڈیاں چن کر چھپا کر رکھی ہیں۔

مگر ان ڈبوں میں نوٹوں کے بجائے خطوط' اور منی آڈر کی رسیدیں تھیں۔ حکیم صاحب اپنی ساری آمدنی یتیموں' بیواؤں اور ضرورت مندوں کو منی آڈر سے بھیجا کرتے تھے۔ ان کا زیادہ تر

وقت مطلب کے بعد اس کام میں گزرتا تھا۔ وہ یہ کام بہت راز داری اور خاموشی کے ساتھ برسوں سے انجام دے رہے تھے۔

ایک چور نے غصّے میں ان کی گردن پکڑ کر کہا: "سچ سچ بتاؤ! تم نے اپنی دولت کہاں چھپا رکھی ہے؟"

"ارے بے وقوفو! عقل کے اندھو! میں جھوٹ نہیں کہتا۔ میری عمر بھر کی ساری دولت یہی ہے۔ میں جو کچھ کماتا تھا وہ اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتا تھا۔ مجھے تو اپنے لیے صرف ایک جوڑا کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روٹی چاہیے تھی۔ میں جانتا تھا کہ دولت اکٹھا کرنا مصیبت ہے۔ چور اُچکے لگ جاتے ہیں۔ دیکھو! میری چارپائی کے نیچے جو بکس ہے اس میں دو پرانے جوڑے ہیں۔ میرا گاڑھے کا کفن ہے، یہی ہے میری دولت۔ تم چاہو تو میرا کفن لے جاسکتے ہو۔ اسے بیچ کر چند رُپے تم کو حاصل ہو جائیں گے۔"

ایک چور نے جلدی سے چارپائی کے نیچے سے ٹین کا بکس کھینچا۔ واقعی اس میں دو پرانے جوڑے اور گاڑھے کا کفن تھا۔ چوروں کو ایک نامعلوم سے خوف نے گھیر لیا۔ وہ شرمندہ بھی تھے اور خوف زدہ بھی۔ وہ جلد سے جلد گھبرا کر وہاں سے بھاگے۔

جب مالک واپس آیا تو اس نے سارے گھر کو الٹ پلٹ پایا۔ اس کی سمجھ میں جلد ہی ساری بات آگئی، مگر وہ مطمئن تھا کہ چوروں کو لے جانے کے لیے کچھ بھی نہیں ملا ہوگا، مگر حکیم صاحب کچھ کہنے سننے کے لیے زندہ نہ رہے تھے۔ شاید اس راز سے پردہ اٹھ جانے کا ان کو دلی صدمہ ہوا تھا۔

دوسرے روز حکیم کبوتر والے کا جنازہ اٹھا تو ساری خلقت شریک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی خود ساختہ کنجوسی کے راز سے بھی پردہ اٹھ چکا تھا۔ حکیم صاحب کی بے لوث خدمت خلق اور غریب پروری کا ہر زبان پر چرچا تھا اور وہ لوگ جو ان کی برائی کرتے تھے دل سے شرمندہ تھے۔

اب حکیم صاحب کے مکان میں مالک میاں اور ان کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ حکیم صاحب کی وصیت کے مطابق یہ مکان مالک میاں کو ملا تھا۔ حکیم صاحب کی یہ کہانی میں نے بھی مالک میاں کی زبانی سنی تھی۔

نظامِ شمسی کے سیّارے

مُشتری

احمد خاں خلیل

سورج کی طرف سے پانچواں ستارہ مشتری (JUPITER) ہے۔ یونانی اور رومی دیو مالا میں مشتری (جوپیٹر) کو دیوتاؤں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کی اہم معلومات یہ ہیں:

سورج سے اوسط فاصلہ	۷۷۸،۳ ملین کلومیٹر
اس کا ایک دن	زمین کے ۴۱،۰ دن کے برابر ہے
اس کا ایک سال زمین کے	۸۶،۱۱ سالوں کے برابر ہے
اس کا قطر	۷۹۶،۱۴۲ کلومیٹر ہے
اس کے	۱۶ چاند ہیں

نظام شمسی کا یہ سب سے بڑا سیارہ ہے۔ اسے گیس کا دیو بھی کہتے ہیں۔ حجم میں یہ زمین سے ہزار گنا بڑا ہے۔ یہ گیند کی طرح بالکل گول نہیں بلکہ قطبین پر ذرا چپٹا ہے۔

مشتری کی فضا میں ہر وقت بادل ادھر ادھر تیرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی شکل ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ گزشتہ سو برس سے اس پر ایک بیضوی طوفان نظر آرہا ہے جسے "بڑا سرخ دھبا" کہتے ہیں۔

اس کی فضا ہائیڈروجن اور ہیلیئم سے مل کر بنی ہے۔ اس میں ہائیڈروجن کے دوسرے مرکبات مثلاً میتھین، پانی اور امونیا کے علاوہ ایسی ٹیلین (ACETY LENE)، کاربن مونو اوکسائڈ اور ہائیڈروجن سائنائڈ بھی پائے جاتے ہیں۔

مشتری کے بادلوں اور اس کے رنگوں کی ترکیب ایک راز ہے جو ابھی معلوم نہیں ہوا۔ خیال ہے کہ سفید بادل امونیا سرس (AMMONIA CIRRUS) کے ہیں۔ اس کے علاوہ زرد بادل ہیں۔ بادلوں میں نارنجی مائل گلابی اور نیلے اور سلیٹی دھبے ظاہر کرتے ہیں کہ گیسوں کے رد عمل سے یہ رنگ نظر آتے ہیں۔

بادلوں کے اوپر کا درجۂ حرارت منفی ۲۴۰ درجے فارن ہائیٹ ہے، اندر کے حصے کا درجۂ حرارت ۵۴۰۰۰ ہے۔ مشتری میں ایک نہایت طاقت ور مقناطیسی میدان موجود ہے۔

شب قدر کی فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

ترجمہ

ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا، اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے انتظام کے لیے اترتے ہیں، سلامتی ہی سلامتی، یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

تشریح: قرآن پاک رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اس نعمت کے نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی برکت والی رات کو منتخب فرمایا۔

اس رات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان تمام کاموں کو انجام دیتے ہیں جن پر ان کو مامور کیا جاتا ہے، ایمان والوں کے لیے یہ رات سراپا امان اور سلامتی کی رات ہوتی ہے۔ ہماری سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ ہمیں ان مبارک گھڑیوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جائے۔

سناؤں تمہیں ایک قصہ عجیب — کہ تھا ایک لڑکا بہت ہی غریب
محلّہ کے سب لوگ خوش حال تھے — فقط اس کے والد ہی کنگال تھے
کوئی اُس کو خاطر میں لاتا نہ تھا — کوئی پاس اپنے بٹھاتا نہ تھا
سمجھتے تھے سب اس کو ناحق ذلیل — مگر پاس اُن کے نہ کچھ تھی دلیل
غریبی کا لیکن اسے غم نہ تھا — حسد سے نہ تھا دور کا واسطہ
شکایت نہ تھی اس کو تقدیر سے — اسے کام تھا صرف تدبیر سے
کسی سے کبھی وہ جھگڑتا نہ تھا — کبھی اپنے چھوٹوں سے لڑتا نہ تھا
وہ جاتا تھا اسکول بھی شوق سے — اسے پیار کرتے تھے گھر کے بڑے
جو پکتا تھا گھر میں وہ کھاتا تھا وہ — بُری بات لب پہ نہ لاتا تھا وہ
کسی سے اسے کچھ شکایت نہ تھی — کوئی یاد جھوٹی حکایت نہ تھی
وہ پڑھ لکھ کے جب ہو گیا کامیاب — محلے میں اس کا نہ تھا پھر جواب
رویّہ ہر اک کا بدلنے لگا — ہر اک اس کے کہنے پہ چلنے لگا

جو بننا ہے تم کو بڑا آدمی
گزارو اُسی کی طرح زندگی

غنی دہلوی

عیدمُبارک

آیا نظر لو عید کا چاند
دیکھو بچّو! عید کا چاند

کل تم بچّو عید مناؤ ‏ مل کے خوشی کے نغمے گاؤ
عید خوشی کا دن ہے بچّو ‏ اچھّا کھاؤ، اچھّا پہنو
کپڑوں میں اب خوشبو لگا کر ‏ عید ملو تم گھر گھر جا کر
باپ اور ماں سے گلے لگو تم ‏ عیدی لے کر خوب ہنسو تم

میٹھا بھی تم کھاؤ بچّو
بول بھی لیکن میٹھے بولو

عید کا دن ہے کتنا پیارا ‏ سب سے بڑا تہوار ہمارا
باغ میں جا کر جھولا جھولو ‏ کھیلو کودو، بھاگو دوڑو
مل کر بچّو، جشن مناؤ ‏ خوب ہنسو اور خوب ہنساؤ
لوٹ کے پھر تم گھر میں آؤ ‏ اچھی اچھی چیزیں کھاؤ

گلے لگو اور گلے لگاؤ
یک جہتی کے پھول کھلاؤ

سیّد رشید الدین احمد

عید کی سچّی خوشی

برسوں دن لوٹ کر آنے والے تہوار کو عید کہتے ہیں۔ یہ ہم مسلمانوں کے جشن کا روز ہوتا ہے۔ بچپن کی عیدیں بڑی میٹھی سلونی ہوتی ہیں۔ عید کا چاند دیکھنے کے بعد بچّوں کے لیے رات بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کب صبح ہوگی اور وہ نہا دھو کر نئے کپڑوں میں سج بن کر اپنے بڑوں کے ساتھ عید گاہ جائیں گے، لوٹ کے بزرگوں سے عیدیاں وصول کریں گے اور پھر کس طرح اسے اچھی اچھی چیزوں کی خریداری پر خرچ کرکے خوب خوشیاں منائیں گے۔

عید آتی ہے تو اپنے ساتھ بہت سی یادیں بھی لاتی ہے۔ اس روز کتنے چہرے ذہن کے پردے پر ابھرتے ہیں۔ چہرے جو اب کبھی نظر نہیں آئیں گے۔ چہرے جو آج گھر سے بہت دور مشرق و مغرب کے ملکوں میں خوش بھی ہوں گے اور اُداس بھی۔ ایسے ہی چہروں میں ایک چہرہ نظام صاحب کا بھی ہر عید پر یاد آتا ہے۔ مسکراتا خوشی سے دمکتا۔ گرم جوش انداز میں ہاتھ پھیلائے گلے ملنے کے لیے بے چین، ایک مخلص انسان کا سچّی خوشی سے تمتماتا چہرہ۔ عید کے روز بھی پُرانے کپڑوں میں۔ مسرتوں کی افشاں سے سجا چہرہ۔ وہ بہت دور رہتے ہیں لیکن عید کے دن بہت قریب محسوس ہوتے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ ان کا ہر دن عید اور ہر رات شب برات ہوتی تھی۔ ان کے والد شاہی شکار گاہ کے نگراں تھے۔ سیر و شکار کے عاشق، شاہی گھرانے کے لوگوں اور ان کے عالی مرتبہ مہمانوں کے لیے شکار کے انتظامات کروانا، ان کی ذمّے داری تھی۔ شاہی خاندان کے عالی دماغ افراد ان کی بڑی قدر اور عزّت کرتے تھے۔ انھوں نے شہر سے

باہر ایک خوب صورت ندی کے کنارے باغوں اور کھیتوں کے درمیان اپنے خاندان والوں کی ایک بستی بسا رکھی تھی۔ ندی کے اس پار شکار گاہ میں چرتے ہرن، جھومتے درخت اور لہلہاتے سبزہ زاروں میں ان ہرنوں کی کلیلوں، ندی کی سطح پر شور مچاتے آبی پرندوں کے جھنڈوں، دن کے وقت اڑتی رنگ برنگ تتلیوں اور رات کو جگنوؤں کی چھوٹی پھلجھڑیوں کے مناظر دیکھ کر لوگ یہی کہتے تھے کہ وہ جیتے جی جنّت میں رہتے ہیں۔

عیش و آرام کی زندگی اور روپوں پیسوں کی بہتات سے اکثر دماغ بہک جاتے ہیں۔ ایک فارسی شعر کے مطابق شراب پی کر نہ بہکنا آسان ہوتا ہے لیکن دولت اور اقتدار کے نشے سے مست نہ ہونا بڑی مردانگی کا کام ہوتا ہے۔ شاہی عنایتوں اور انعام و اکرام کے باوجود نظام صاحب کے والد بہکے نہیں تھے یعنی عیش کے دنوں میں بھی خوف خدا اور اللہ کی یاد ان کے ساتھ تھی۔ وہ اپنے عزیزوں اور غریبوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سب کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے۔

آخر وقت نے کروٹ بدلی اور شاہی رخصت ہو گئی۔ اسی کے ساتھ بہت سوں کی طرح نظام صاحب کا خاندان بھی انقلاب کے بے رحم تھپیڑوں کی زد میں آگیا۔ پہلے والد بیماری اور ضعیفی سے رخصت ہوئے پھر آمدنی کے سارے راستے بند ہو گئے۔ یہ ان کی نوعمری بلکہ لکھنے پڑھنے اور کھیلنے کودنے کے دن تھے۔ ایک دن تھا کہ وہ اسکول سے لوٹ کر بندوق لیے شکار گاہ میں نکل جاتے تھے۔ پھر یہ وقت آن پڑا کہ تعلیم چھوڑ کر ٹیکس کے محکمے میں جیسے تیسے نوکر ہو گئے۔ دن بھر سائکل پر ٹیکس وصول کرنے کی ڈیوٹی دی گئی۔ چاہتے تو بہت کچھ کما لیتے لیکن حرام اور حلال کے فرق نے اس سے روکے رکھا۔ کنبہ بڑا تھا اور آمدنی کم۔ روکھی سوکھی کھا کر گزر کر رہے تھے۔

وہ اکثر شام کے وقت ملنے آجایا کرتے اور شکار و مہم جوئی کے قصّے سنا کر ہم سب کا دل بہلاتے۔ خوب ہنستے ہنساتے۔ انھیں دیکھ کر لگتا تھا کہ ان سے زیادہ خوش انسان کوئی نہیں ہے، حالانکہ ان کی زندگی بڑی مشکل سے بسر ہو رہی تھی۔ پھر رمضان آگئے اور اسی کے ساتھ وہ کچھ کھوئے کھوئے نظر آنے لگے۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو ٹال گئے لیکن ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ عید قریب آ رہی ہے، والدہ، بیوی بچّوں اور بہن بھائیوں کے لیے عید کے جوڑوں کا انتظام ان کے لیے مشکل بلکہ

ناممکن ہے، اس لیے ایک جاننے والے دکاندار سے انھیں کپڑے دلوادوں، وہ قسطوں میں پیسے ادا کردیں گے۔ اگلے دن میں نے ایسا ہی کیا۔ میرے اصرار پر نظام صاحب نے اپنے لیے بھی عید کا جوڑا ایک لے لیا۔ اب وہ مطمئن نظر آتے تھے۔

ان کے والد کی بسائی ہوئی اس بستی میں ان کے ایک عزیز باقر صاحب بھی رہتے تھے۔ ان کے حالات بہت خراب تھے۔ بڑی مشکل سے اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا پیٹ پال رہے تھے۔ وہ نظام صاحب کے بزرگ تھے، اس لیے نظام ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ وقت پر لگا کر اڑتا ہے۔ یہ رمضان بھی اپنے آخری عشرے میں پہنچ گیا۔ گھر گھر عید کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں، اس لیے اب شام کی نشست بھی برخاست ہو گئی تھی۔

عید کی نماز سے لوٹ کر سب سے پہلے نظام صاحب سے ملنے ان کے گھر پہنچا تو ان کے چھوٹے بھائیوں اور بچوں کو نئے کپڑوں میں خوش و خرم دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اتنے میں بلند آواز سے عید مبارک باد دیتے نظام صاحب بھی اپنے کمرے سے برآمدے میں آ گئے۔ وہ پرانا دھلا ہوا جوڑا پہنے تھے۔ میں پہلے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا پھر مجھے ان پر بڑا غصہ آیا کہ انھوں نے میرا پسند کیا ہوا جوڑا نہیں پہنا تھا اور وہ اس کے باوجود اتنے خوش نظر آ رہے تھے گویا عید کی ساری خوشیاں انھوں نے سمیٹ لی ہوں۔ میرا چہرہ دیکھ کر وہ تاڑ گئے اور بڑی گرم جوشی سے گلے ملتے ہوئے بولے:

"آپ ناراض نہ ہوں، میں نے اپنا جوڑا باقر بھائی کو پہنا دیا ہے۔ وہ پیوند دار کپڑے پہن کر نماز کے لیے نکل رہے تھے، مجھ سے یہ دیکھا نہ گیا، میں نے اصرار کر کے انھیں اپنا نیا جوڑا پہنا دیا ہے۔ میں خوش ہوں تو پھر آپ بھی خوش ہوں۔ عید خوشی کا موقع ہوتا ہے، مجھے عید کی سچی خوشی مل گئی ہے۔"

میں نے انھیں دوبارہ کھینچ کر اپنے گلے لگا لیا، زندگی کا ایک سنہری اصول پا کر آج میں بھی بہت خوش تھا۔ واقعی دوسروں کو خوش کرنے والے ہی سچی عید مناتے ہیں۔

گیارھواں ٹکڑا

ہم شکل، ہم راز

شکیل صدیقی

اسے ماسٹر صاحب تک جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی' کیوں کہ وہ آوازیں سن کر خود ہی اس طرف آگئے تھے۔ انھوں نے گہرا سانس لے کر کہا :

"یہ فاسفورس شیشی سے کس نے نکالا ہے ؟"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہوں۔ میں خود معلوم کرلوں گا۔" انھوں نے سر ہلا کر گونج دار آواز میں کہا : "تم لوگ اپنا کام جلد ختم کرو۔ اور ہاں جوزف کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ یہاں پونچھا مار کر صفائی کرے۔"

سب لڑکے اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے اور ایک لڑکا تجربہ گاہ سے باہر چلا گیا۔ جوزف یقیناً جمعدار کا نام ہوگا جسے بلانے وہ باہر گیا تھا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا کہ فاسفورس کے جلنے سے سب کی توجہ ادھر ہوگئی اور باقر اس بات کو بھول گیا کہ میں نے دوسرے لڑکے کی میز سے نلکیاں اٹھائی تھیں۔

"باقر ! تمھارے کپڑے تو نہیں جلے؟" میں نے اس سے ہمدردی جتاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں تو۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر اور جسم کو تھپ تھپا کر کہا : "مگر یہ تم مجھے باقر کیوں کہہ رہے ہو؟ میرا نام باقر کب ہے' میں تو رشید ہوں۔"

"اوہ ہاں سلمان !" میں نے گڑبڑا کر کہا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ آواز دینے پر میری طرف کیوں نہیں دیکھ رہا تھا۔

دوسرے لڑکوں کی طرح میں نے بھی اسپرٹ لیمپ روشن کردیا اور اسے امتحانی نلکی کے نیچے حرکت دینے لگا تاکہ اوکسی جن نکل کر دوسری طرف جار میں جمع ہوجائے۔ میں نے سوچا آج بہرحال کچھ نہ کچھ نکل ہی آئے گا۔ اوکسی جن نہ سہی نائٹروجن یا کاربن ڈائی اوکسائڈ ہی سہی۔ اگر اس میں ناکامی ہوئی تو میں اوکسی جن کے دو تین جار اٹھالوں گا۔

وہ لڑکا جو جمعدار کو بلانے گیا تھا تھوڑی دیر بعد واپس آکر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ مجھ سے ہی نہیں دوسرے لڑکوں سے بھی نلکیاں ٹوٹ گئی تھیں جنھیں انھوں نے نیچے رکھی ہوئی پلاسٹک کی ٹوکریوں میں ڈال دیا تھا تاکہ جمعدار آکر سب کو سمیٹ لے۔

دس منٹ بعد تجربے گاہ میں ایک ٹرالی داخل ہوئی اور ایک لمبا سا آدمی اسے دھکیلتا ہوا اندر آگیا۔

"کھٹ۔ کھٹ۔ گھر۔ گھر۔ گھر۔"
اس کے قدموں سے عجیب سی آواز پیدا ہو رہی تھی۔
وہ پہلی قطار میں جا کر پلاسٹک کی ٹوکریاں ٹرالی میں الٹنے لگا۔
"کھٹ۔ کھٹ۔ گھر۔ گھر۔ گھر۔" وہ ایک ٹانگ گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ سلطان احمد پر بھی تو کسی ایسے ہی آدمی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا؟ میرے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔
وہ پہلی قطار کی صفائی کر کے میری طرف آیا۔ میں اس کی طرف مڑا، مگر یہ دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی کہ اس نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھ رکھا ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ سٹ پٹا گیا تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ سلطان احمد نے یہ بتایا تھا کہ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں ہیں جنھیں وہ راجپوتوں کی طرح اٹھائے رہتا ہے اور دائیں رخسار پر زخم کا ایک لمبا سا نشان ہے۔ اس کی ایک ٹانگ غالباً لکڑی کی تھی !
مونچھیں تو مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھیں اور گال۔ گال صاف تھے۔ اوہ نہیں۔ زخم کا نشان بائیں یا دائیں کلائی پر تھا۔ لیکن اس کی کلائیاں بھی میں نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لیے وہ قمیص کی آستینوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ میرا دل دھک۔ دھک۔ کر رہا تھا۔
"یہ۔ یہ کون ہے؟" میں نے رشید کے نزدیک جا کر پوچھا۔
"جمعدار ہے، کیوں ؟"
"اس کا نام کیا ہے؟" میں نے اضطراب سے پوچھا۔
"جوزف مسیح۔ مجھے حیرت ہے کہ تم اسے پہچان کیوں نہیں پا رہے ہو۔ سلطان ! یہ تمھاری حویلی پر بھی تو کام کرتا ہے !" اس نے کہا۔
یہ سن کر میرا جسم جھن جھنانے لگا۔

سلطان احمد کی زبانی

میں ڈیوڈ مسیح کو روتا ہوا چھوڑ آیا۔ اس نے پرویز مستانہ کو اس کے والدین سے الگ کیا

تھا، اس لیے مجھے اس سے کوئی ہم دردی نہیں تھی۔ رات میں بستر پر لیٹا تو مجھے خوب گہری نیند آئی، اس لیے کہ میں نے چالیس پچاس بالٹی پانی بھرا تھا اور میرے جسم کا ہر حصّہ دکھ رہا تھا۔ خواب میں دیر تک مجھے اپنی امّی اور بھائی بہن نظر آتے رہے۔

صبح جب حلوا پوری کا ناشتا کرنے بیٹھا تو آپا ذکیہ نے پان مسالا چباتے ہوئے کہا :

"اے مستانے ! تو ہم سب کو کینٹا کب لے چلے گا ؟"

"کینٹا ؟ وہ کہاں ہے ؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"وہی سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔" انھوں نے ایسے کہا جیسے میری معلومات میں اضافہ کر رہی ہوں۔

"آپا ایلی فینٹا کا ذکر کر رہی ہیں۔" درخشاں نے اپنا بستہ درست کرتے ہوئے کہا۔ وہ اسکول جانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"اچھا ایلی فینٹا مگر کیا تم سب جاؤ گی میرے ساتھ ؟" میں نے گھبرا کر پوچھا ــــــ میں ایلی فینٹا خود بھی دیکھنا چاہتا تھا بلکہ پہلے روز سے جب کہ میں بمبئی آیا تھا یہ خواہش میرے دل میں مچل رہی تھی، لیکن اپنی سات بہنوں کو وہاں لے جانا اور سلامتی کے ساتھ واپس لانا مجھے ابھی سے بہت دشوار معلوم ہوا۔

"پچھلے ہفتے آپ نے وعدہ کیا تھا بھائی جان۔" نگہت آرا نے باورچی خانے کے دروازے سے کہا۔ وہ چائے بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"مجھے تو یاد نہیں ہے۔" میں نے پیچھا چھڑانے والے انداز میں کہا۔ ہو سکتا ہے کہ مستانے' نے ان لوگوں سے ایسا کوئی وعدہ کیا ہو' لیکن اس کی جگہ تو اب میں آچکا تھا۔ مجھے ان لوگوں کے ساتھ چلنا مصیبت معلوم ہو رہا تھا۔

"یاد کیسے نہیں ہے' آپ کو چلنا پڑے گا۔" عصمت آرا اور نگہت آرا نے یک زبان ہو کر کہا۔ پھر میرے قریب آئیں اور مجھے جھنجھوڑنے لگیں۔ یہ اپنائیت اور محبت کا عجیب انداز تھا۔ مجھے ان پر پیار آگیا۔ میں نے ہنس کر کہا : "اچھا اچھا چلوں گا' شیطان کی خالاؤ ! چلوں گا۔"

"کب ؟" انھوں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"آج ہی شام کو۔" میں نے جواب دیا۔

"شام کو دیر ہو جائے گی بھائی جان۔ دوپہر کو چلیں گے' شام تک لوٹ آئیں گے۔"
درخشاں بولی۔

"ٹھیک ہے' منظور۔" میں نے وعدہ کرلیا۔ اس دن کام پر سے میں جلدی لوٹ آیا۔ ساتوں بہنوں نے تیاری شروع کی تو ایک گھنٹہ اس میں لگ گیا۔ ہم تین بجے تک گھر سے نکل پائے۔ میں اپنے ساتھ جو پیسے لایا تھا انھیں تو کسی جیب کترے نے اڑا لیا تھا۔ پرویز بھی کچھ دے دلا کر نہیں گیا بلکہ اس کے ذمے جو قرض تھے وہ میری گردن پر لد گئے تھے۔

میں نے استاد برکت سے پیشگی لے لیا' مگر ہاتھ میں اب بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں اپنی بہنوں کو ٹیکسی میں گیٹ وے لے جاتا۔ ——— آپا ذکیہ نے بتایا کہ پانچ نمبر کی بس میں سوار ہونا ہے۔ جب اس نمبر کی بس آگئی تو میں نے پہلے بہنوں کو سوار کرایا پھر خود بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب کنڈکٹر آیا اور اس نے ٹکٹ کی آواز لگائی تو میں اسے پیسے دینے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ بس گیٹ وے نہیں جائے گی۔

میں گھبرا کر اتر آیا اور تمام لوگوں کو بھی اتار لیا۔ دیکھا تو وہ ۵۔سی کی بس تھی۔ بڑی مشکل سے گیٹ وے کی بس ملی' مگر میں نے اس میں سوار ہونے سے پہلے کنڈکٹر سے بھی تصدیق کرلی۔ مجھے کھڑکی کے پاس جگہ ملی تھی' اس لیے مشہور عمارتوں کو دیکھنے کا اور اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کا موقع مل گیا۔

ابا جی کی وصیت پر عمل کرکے میں ایک سائنس داں بننا چاہتا تھا' لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے سمندر سے بھی عشق تھا۔ میں بحری جہازوں میں بیٹھ کر دنیا کی سیر کرنا چاہتا تھا' اس لیے میں نے میرین انجینئرنگ کے لیے درخواست دے رکھی تھی۔ اگر نیوی کے شعبہ انجینئرنگ میں شامل ہو جاتا تو میرے تمام شوق پورے ہوسکتے تھے۔ اس سلسلے میں میں نے ایک ٹیسٹ بھی دیا تھا اور اپنے بھیّا کے ایک دوست رؤف سے بھی رابطہ کیا تھا۔ رؤف نیوی میں لیفٹیننٹ تھا۔

بس گیٹ وے پر رکی تو تمام مسافر اتر پڑے۔ میں اپنی بہنوں کے ساتھ اتر کر آگے گیا تو ایک بڑا سا شیڈ دکھائی دیا۔ اس شیڈ سے لکڑی کے زینے نیچے چلے گئے تھے جہاں لانچیں مسافروں کو ایلی فینٹا کی طرف لے جارہی تھیں۔ وہ لانچیں عام لوگوں کے لیے تھیں جب کہ

کچھ فاصلے پر نیوی سے تعلق رکھنے والے جوان چھوٹی لانچوں اور موٹر بوٹوں میں سوار ہو کر آ جا رہے تھے۔ سفید براق وردیاں پہنے جوان مجھے بہت اچھے لگے۔

لکڑی کا وہ زینہ جس سے لوگ نیچے جا رہے تھے مسلسل پانی پڑنے سے کائی زدہ اور پھسلواں ہو گیا تھا۔ اس کے دونوں پہلوؤں پر ریلنگ بھی نہیں تھی کہ سہارا لے کر نیچے جایا جا سکتا۔ چھوٹی بہنیں تو اچکتی پھاندتی ہوئی لانچ میں جا کر بیٹھ گئیں' مگر آپا ذکیہ گھبرا گئیں۔ ویسے بھی ان کے پاؤں میں اونچی ایڑی کا چمکیلا سینڈل تھا' اس لیے پاؤں زمین پر جم کر نہیں پڑ رہا تھا۔

"مستانے! میں نیچے کیسے جاؤں؟" انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"جیسے سب لوگ جا رہے ہیں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

انہوں نے میرے ہاتھ کا سہارا لے کر زینے پر قدم رکھا' مگر تین چار قدم طے کرنے کے بعد ان کا پاؤں پھسل گیا۔ وہ دھم سے زینے پر گریں اور ان کا چمکیلا سنہرا سینڈل اڑتا ہوا پانی میں چلا گیا۔ انہوں نے سہم کر حلق سے ڈرری ڈری آواز نکالی: "ہائے اللہ! یہ سمندر اتنا نیچا کیوں ہے؟"

"سمندر اگر اونچا ہو جائے تو پانی ہمارے گھروں میں داخل نہیں ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

آپا گھبرائی ہوئی تھیں اور ان میں نیچے جانے کی ہمت نہیں تھی۔

"میری مانو تو تم لوگ ہو آؤ اور مجھے یہیں چھوڑ دو۔" انہوں نے کہا۔

"کیا کر رہی ہو بی! اٹھو تو سہی۔ لوگ کیا کہیں گے؟" میں نے ناگواری سے کہا۔

انہوں نے دوسرا سینڈل اتار کر ہاتھ میں لے لیا اور میرے سہارے لانچ میں پہنچ گئیں۔ لانچ چلنے والی تھی کہ انہوں نے "اے میرا سینڈل" کہہ کر شور مچا دیا۔ ان کا سنہرا سینڈل پانی میں ڈوبا نہیں تھا' اس لیے کہ اس کی ایڑی لکڑی کی تھی۔ وہ لانچ سے تھوڑے فاصلے پر تیر رہا تھا۔ ایک پیراک بچے نے اسے پانی سے نکال کر ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ انہوں نے شکریے کے ساتھ اسے اٹھنی دی۔ ایسے بہت سے بچے وہاں سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ لوگ اٹھنی چونی پانی میں پھینک دیتے تو وہ فوراً پانی میں غوطہ لگا کر اسے تہ میں بیٹھنے سے پہلے پکڑ لیتے اور پھر اوپر آ جاتے۔ یہ نظارہ بے حد دل فریب تھا!

سمندر کے نمکین پانی میں پڑے رہنے سے سینڈل کا رنگ اڑ گیا اور وہ ہرا ہو گیا۔ اسے

دیکھ کر آپا کو رونا آگیا۔ انھوں نے روہانسی آواز میں کہا :
"میں اس کم بخت دکان دار سے کل نمٹوں گی۔ تو بھی میرے ساتھ چلیو۔"
"اچھا چلوں گا۔ ابھی تو سکون سے بیٹھو۔" میں نے کہا۔
لانچ ایلی فینٹا کی طرف بڑھنے لگی تو مجھے بہت اچھا لگا۔ جی چاہتا تھا کہ کپڑوں سمیت سمندر میں چھلانگ لگادوں اور لانچ کے ساتھ ساتھ تیرتا ہوا کہیں دور نکل جاؤں۔ آگے جاکر بڑے جہاز کھڑے دکھائی دیے۔ وہ لنگر انداز تھے۔ لہریں خوب شور مچا رہی تھیں اور لانچ ست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی' لہروں کو کاٹتی اور ڈگمگاتی ہوئی۔
شروع میں سمندر پُرسکون تھا' اس لیے لانچ روانی سے بہتی رہی' مگر بعد میں جب اونچی لہریں آنے لگیں تو وہ دائیں بائیں ڈگمگانے لگی۔
"اے۔۔اے۔۔ہے۔۔اررر۔۔۔" آپا ذکیہ کے حلق سے ڈری ڈری سے عجیب آواز نکلی۔
میری دونوں چھوٹی بہنوں نے بھی سریلی آواز میں ان کا ساتھ دیا۔
میں پہلے تو لطف اندوز ہوتا رہا' مگر ایک آدھ بار میرے حلق سے بھی ڈری ڈری سی آواز نکل گئی۔ حال آنکہ میں اچھا پیراک ہوں اور رواں پانی میں ایک آدھ فرلانگ تیر سکتا ہوں۔
"چل تو جلال' آئی بلا کو ٹال۔" آپا نے رودینے والی آواز میں کہا اور لانچ کا ایک تختہ زور سے پکڑ لیا۔ وہ ایسی ساکت بیٹھی تھیں جیسے کوئی بُت ہوتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر وہ حرکت کریں گی تو لانچ ڈوب جائے گی۔
میں نے ان کا کندھا پکڑ کر ہلایا تو انھوں نے گھبرا کر کہا :
"اررر۔۔کک کیا کر رہے ہو بھیّا ! یہاں جان پر بنی ہے اور تمھیں مذاق کی سوجھی ہے۔"
"اے۔۔ قی۔ قی۔۔ قعہ۔" لانچ والا عجیب انداز سے ہنسا : "آپا ! آپ لوگ ڈرتا کائے کو اے۔ اپارا لانچ ڈوبنے کو نئیں سکتا" اس نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔ اس کا جسم مضبوط تھا اور بال چھوٹے گھنگھریالے تھے۔
"رہنے دے' تیری بات پر اعتبار نہیں ہے۔" آپا نے ہونٹ سکیڑ کر کہا : "اگر لانچ ڈوب ہی گئی تو تو کیا کرلے گا۔"

"اللہ پھر تو ہمارے پیٹ میں بہت سا پانی بھر جائے گا" عصمت آرا نے کانپتی آواز میں کہا، پھر میرا شانہ جھنجوڑ کر بولی : "بھائی جان ایلی فینٹا کب آئے گا ؟"
"بس آنے ہی والا ہے، ڈرو نہیں احمق !" میں نے ہنس کر کہا : "سمندری سفر اسی لیے تو دل چسپ لگتا ہے کہ ہر لمحے جان پر بنی رہتی ہے۔"
درخشاں میرے قریب آکر بیٹھ گئی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی : "بھائی جان ! میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیجیے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"
"بھیا ! میرا بھی خیال رکھنا۔" آپا نے دور سے کہا۔
میں نے کہا : "مجھے تم سب کا خیال ہے اور اب تم لوگ کنارے پر پہنچنے والے ہو۔ وہ دیکھو، وہ رہا کنارہ "
کنارہ دیکھ کر سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ اب تک ایک دوسرے سے لپٹی اور سانس روکے بیٹھی تھیں۔ جب لانچ کنارے سے جا لگی تو ان کے ہونٹوں پر پھیکی پھیکی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

ایلی فینٹا پر اترنے کے بعد تھوڑا سا چلنا پڑا۔ پھر ٹھاٹھیں مارتا اور جھاگ اڑاتا سمندر نظر آیا تو سب بہنوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ چھوٹی بڑی لہریں جھاگ اڑاتی ہوئی کنارے تک آ جا رہی تھیں۔ یہ تماشا مسلسل جاری تھا۔
میں تو جیسے مسحور ہوگیا۔ یوں دیر تک گم صم کھڑا سمندر کو دیکھتا رہا جیسے کسی نے مجھے جادو کے زور سے پتھر کا بنا دیا ہو ! تھوڑی دیر بعد میں نے جوتے اور موزے اتارے اور پتلون پنڈلیوں تک چڑھانے کے بعد سمندر میں کچھ دور تک چلا گیا۔ وہاں زیادہ آگے جانے کی اجازت نہیں تھی، اس لیے کہ ساحل پر گہرے گڑھے تھے جو تیرنے والوں کے لیے خطرے کا باعث بنتے تھے۔

نگہت، عصمت، درخشاں اور فرزانہ سب ہی لطف اندوز ہوئیں۔ آپا پہلے تو ڈر کے مارے پانی میں نہیں گئیں اور دور سے نظارہ کرتی رہیں۔ پھر دوسروں کے مجبور کرنے پر وہ بھی پانی میں چلی گئیں، لیکن اس وقت زور زور سے چیختی ہوئی وہاں سے نکل آئیں جب ایک کیکڑے نے ان کی ٹانگ پر کاٹ لیا۔ اس نے آپا کی ٹانگ پر ہی نہیں کاٹا بلکہ ان کے انگوٹھے سے بھی لپٹ

گیا۔ وہ ہائے ہائے کرتی خشکی پر آئیں تو سب ان کے گرد جمع ہو گئے، مگر کسی کی ہمت نہ پڑی کہ وہ کیکڑے کو پکڑ سکے۔ میں نے ہی بہادر بن کر اسے پکڑا اور آپا کے انگوٹھے سے چھڑایا۔

آپا واپس آنے کے لیے شور مچانے لگیں۔ باقی بہنیں بھی تھک چکی تھیں اور پانی سے کھیلنے کی وجہ سے ان کے سر بھاری ہو رہے تھے، اس لیے میں نے واپس چلنا ہی مناسب سمجھا۔ ہم وہاں سے پلٹ کر کنارے پر آئے اور ایک لانچ میں بیٹھنے لگے۔

تھوڑے ہی فاصلے پر وہ جگہ تھی جہاں سے نیوی کے جوان اپنی لانچوں میں سوار ہو رہے یا اتر رہے تھے۔ اچانک ایک نوجوان پُروقار انداز میں چلتا ہوا میری طرف آگیا۔ اس نے صاف اور شفاف انگریزی میں کہا :

"ہیلو سلطان ! تم یہاں کب آئے ؟ تم نے تو آنے کی اطلاع تک نہیں دی۔ مائی ڈیئر ! تم نے نیوی کے شعبہ انجینئرنگ میں جس عہدے کی درخواست دی تھی اس کا نتیجہ نکل آیا ہے۔"

میں وہاں گم صم کھڑا رہ گیا۔ اس وقت عجیب سی صورت حال سے دوچار تھا۔ ظاہر ہے کہ مجھے انگریزی ہی میں جواب دینا تھا۔ اگر میں اسے جواب دے دیتا تو میرا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ میرا راز کھل جاتا اور یہ ظاہر ہو جاتا کہ میں پرویز کے بجائے سلطان ہوں۔ اگر جواب نہ دیتا اور خاموشی اختیار کیے رہتا تو یہ نہ معلوم ہوتا کہ میں نیوی کے کیڈٹ امتحان میں کام یاب ہوا ہوں یا ناکام ! اسے پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ لیفٹیننٹ رؤف تھا۔

اور اب پرویز مستانہ کی زبانی سنئے

رشید نے میری طرف حیرت سے دیکھ کر پوچھا :

"تمہیں کیا ہو گیا ہے سلطان ؟ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟"

میں نے اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور جوزف مسیح کا جائزہ لینے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ گھبرا سا گیا ہے۔ مجھ سے آنکھیں چرا رہا ہے۔ اگر وہ حویلی میں صفائی پر مامور تھا تو اس کو چاہیے تھا کہ وہ میرے سامنے جھکتا اور ادب سے پیش آتا۔

میں انتظار کرتا رہا۔ وہ نگاہیں جھکائے ہوئے جب میرے قریب آیا تو اس نے مری مری سی آواز میں کہا : "سلام باؤ جی۔"

میں نے کہا : "وعلیکم، کام کیسا چل رہا ہے؟ تم حویلی میں نہیں آئے؟"

"آیا تو تھا، مگر آپ اس وقت آرام کر رہے تھے۔ مجھے تو چوہدری صاحب نے بہت صبح آنے کا حکم دے رکھا ہے جی۔"

"اچھا۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔" میں نے سرہلا کر کہا۔

کبھی کبھی سردی کے موسم میں لوگ عموماً صافے کا کنارہ چہرے پر لپیٹ لیتے ہیں جسے ڈھاٹا کہتے ہیں۔ یہ چوں کہ ایک عام سی بات تھی اس لیے میں اس پر اعتراض نہ کرسکا۔ البتہ اس بات نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ مثلاً یہ کہ اگر وہ حویلی کا ملازم بھی تھا تو اس نے اپنا چہرہ کیوں چھپایا؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے دل میں کوئی چور تھا !

اب مجھے اسکول سے گھر جانے کی جلدی تھی تاکہ میں وہ جگہ دیکھ سکوں جہاں وہ اپنا سامان رکھتا ہے۔ اس روز کوشش کے باوجود مجھ سے اوکسی جن نہیں بن سکی جس پر ماسٹر صاحب بہت بُرا مانے۔

اس دن گھر آنے کے بعد میں نے کپڑے بدلے اور کھانا کھا کر امّی کے کمرے میں گیا۔ صبح جب میں اپنی خیریت بتانے ان کے کمرے میں گیا تو وہ سو رہی تھیں۔ وہ چوں کہ تہجد گزار تھیں اس لیے اندھیرے اٹھتی تھیں اور ناشتا کرنے کے بعد سوجاتی تھیں۔

جب میں ان کے کمرے میں پہنچا اور میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے میری بلائیں لیں اور تشویش سے کہا :

"تم خیریت سے تو ہونا میرے لعل؟ احمد بتا رہا تھا کہ تمھارا پیر صبح زینے پر پھسل گیا تھا؟"

"جی ہاں، ٹھیک ہوں امّی ! زیادہ چوٹ نہیں آئی، بس پیر ذرا سا پھسل گیا تھا، ایک آدھ روز میں بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔"

انھوں نے بے چین ہو کر میرا چہرہ ٹٹول کر دیکھا پھر سرگوشی میں بولیں :

"تم نے سلطان کو بلانے کے لیے خط وغیرہ لکھا ؟"

"سلطان کو بلانے کے لیے کیوں؟ یہاں تو اس کی جان کو خطرہ ہے۔ اسے وہیں رہنے دیجیے۔

(جاری)

ایک آدمی مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہنے لگا:
"حضرت! مجھے کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ کھاؤں پیوں بھی اور میرا روزہ بھی نہ ٹوٹے۔"
مولوی صاحب فوراً بولے:
"جائیے کسی ہٹے کٹے آدمی کو پکڑ لیجیے اور اس سے مار کھائیے اور غصہ پیجیے۔ روزہ بالکل نہیں ٹوٹے گا۔"

عبدالودود انصاری
ندی پاڑا، آسنسول، بردوان
(مغربی بنگال)

سونا
ایک سنہری دھات

پیارے پیامیو! آپ نے سونے کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ ایک قیمتی، نہایت وزنی سنہری دھات کا نام ہے جس میں کافی چمک دمک ہوتی ہے، اسی چمک دمک کی وجہ سے انسان اس سے مختلف طرح کے زیورات بناتا ہے یہ قیمتی شئے جس کے پاس جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ دولت مند سمجھا جاتا ہے آج دنیا میں جتنے ممالک ہیں اُن کے درمیان تجارت یا لین دین سونا کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن میں سونا جتنا اہم مقام رکھتا ہے اتنا دوسرا عنصر نہیں رکھتا ہے۔ سونا حاصل کرنے کے لیے مختلف لڑائیاں لڑی گئیں۔ قومیں اور ممالک نیست و نابود ہوگئے۔ انسان بھیانک سے بھیانک جرائم کا مرتکب ہوا۔ جہاں سونا ایک رحمت ہے وہیں یہ زحمت بھی ہے۔ اِس سلسلے سے ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ فری جیوں کے بادشاہ میداس نے دیونس اُس نامی دیوتا سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جس چیز کو چھوئے وہ سونا بن جائے۔ دیوتا نے بادشاہ کی خواہش پوری کر دی۔ اب بادشاہ خوشی سے پھولے نہ سمایا لہٰذا اب وہ جس چیز کو چھوتا وہ سونا بن جاتا۔ گھر، دروازے، میز، کرسیاں، وغیرہ سبھی چھونے پر سونے بن گئے۔ اس خوشی میں بادشاہ ناچنے لگا۔ کچھ دیر بعد اُس کی ایک خوبصورت بیٹی سامنے آگئی۔ بادشاہ نے خوشی میں بیٹی کو پکڑ لیا۔ جیسے ہی بادشاہ نے اپنی بیٹی کو چھوا وہ سونا بن گئی اب بادشاہ کو بہت فکر ہوئی اسے اپنی خواہش کی غلطی کا احساس ہوا۔ پھر جب بادشاہ کو بھوک لگی کھانا اور پانی لایا گیا۔ جب بادشاہ نے کھانے میں ہاتھ لگایا کھانا سونا ہوگیا۔ پانی پینا چاہا پانی سونے میں بدل گیا۔ اس طرح بادشاہ کے لیے زندگی دوبھر ہوگئی اب نہ وہ کھا سکتا تھا اور نہ ہی پی سکتا تھا۔

پیامیو! یہ تو تھی ایک درد بھری کہانی۔ آئیے اب آپ کو سونے کے بارے میں کچھ معلومات بھی فراہم کی جائے، سونا ایک دھات ہے۔ اردو میں اسے سونا، عربی میں ذھب، فارسی میں زر، ہندی میں کنچن، سنسکرت میں سورن، مصری میں نوب، انگریزی میں گولڈ اور لاطینی زبان میں اورم (AURUM) کہا جاتا ہے لاطینی لفظ (AURUM) لفظ (AURORA) سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی "علی الصبح" کے ہوتے ہیں اسی لیے سونا کی سائنسی علامت Au ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب پتھر کے ہتھیار اور آلات گھس کر بنائے جاتے تھے جس کو عہدِ متاخر حجری (NEOLITHIC AGE) کہا جاتا ہے اسی دور میں زمین کی کھدائی کے دوران پتھروں کے بنے مختلف اوزار کے ساتھ ساتھ سونے کی بنی ہوئی اشیاء بھی پائی گئی تھیں جیسے ہی سونے کی قدر و قیمت اور اس کے استعمال کے فائدے تہذیب انسانی کو معلوم ہوئے

لوگوں کے اندر اس کی کھوج اور جستجو کی خواہش اور اُبھرنے لگی۔ کہا جاتا ہے کہ اہرامِ مصر کی کھدائی کے دوران آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کافی مقدار میں سونے کے بنے زیورات اور گھریلو سامان برآمد کیے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سونے کی جانکاری سب سے پہلے مصر والوں کو ہوئی، اس کے بعد ہندستان، چین عراق، یورپ وغیرہ ممالک میں تقریباً ۱۰۰ صدی قبل مسیح سے اس کی واقفیت کا پتا چلتا ہے۔ زمانۂ قدیم میں سونے کے بنے سکّے استعمال ہوتے تھے ایک اندازے کے مطابق تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل سونے کے سب سے پہلے سکّے ڈھالے گئے تھے جو لیڈیا (LYDIA) میں بنائے گئے تھے تقریباً ساتویں صدی قبل مسیح میں یونان میں سونے کے سکّے رائج تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آرمینیا (ARMENIA) ایک ایسا ملک تھا جہاں پہلی صدی قبل مسیح ہی سے سونے کے سکّے رائج تھے۔

سونا آزادانہ یعنی قدرتی شکلوں میں خالص دستیاب نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ مختلف دھاتوں میں ملا ہوتا ہے جو ڈلوں کی شکل میں دستیاب ہوتا ہے یہ لچک دار ہوتا ہے جسے پیٹ کر ورق میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ ہر ایک ورق کو سونے کی پتی (GOLD LEAF) کہا جاتا ہے۔ یہ پتیاں اس درجہ پتلی ہوتی ہیں کہ ایک انچ موٹے سونے سے تقریباً (280000) اوراق بنائے جا سکتے ہیں۔ کافی پتلی سونے کی پتی سے سبز رنگ کی ہلکی روشنی بھی خارج ہوتی ہے سونے پر نہ تو ہوا کا اثر ہوتا ہے اور نہ ہی خالص پانی کا۔ یہ حرارت اور بجلی کا عمدہ موصل ہے۔ سونے کا استعمال برقی ملمع کاری (ELECTROPLATING) میں بھی ہوتا ہے۔ یہ صرف ماء الملوک (AQUA RE_IA) نامی محلول میں گھلتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق زمین کے اندر اب بھی تقریباً ایک کھرب سونا موجود ہے۔ کیمیاگروں نے سونے کی دریافت میں جو گرانقدر کوششیں کی ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ دراصل اس وقت کے کیمیاگر پارس پتھر (PHILOSOPHER'S STONE) کی تلاش کے مہم پر تھے کیونکہ ان لوگوں کو پارس پتھر کے بارے میں یقین تھا کہ یہ ایسی دھات ہے جو دوسری دھاتوں کو چھو کر سونا بنا دیتی ہے لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ کیمیاگر پارس پتھر تلاش نہیں کر سکے حالانکہ اس کی کھوج میں کئی کیمیاگروں کو اپنی جان بھی گنوانا پڑی۔

● ایک آدمی کے گھر کے سامنے گدھا مرا پڑا تھا۔ اس نے میونسپلٹی فون کیا کہ میرے گھر کے سامنے گدھا مرا پڑا ہے۔ اٹھوالیں۔ جواب ملا "وہیں دفنا دو"

آدمی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر جل کر بولا "دفنا تو دیتا مگر میں نے سوچا کہ پہلے خاندان والوں کو اطلاع کردوں"

اشفاق احمد، سلفیہ جونیر اسکول ہرپا سرائے بہار

● استاد: (لڑکوں سے) تم لوگوں میں جو کاہل ہو ہاتھ اٹھادے۔ تمام بچوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے صرف احمد کا ہاتھ نیچے تھا۔

استاد: شاباش احمد۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کاہل نہیں ہو۔

احمد: نہیں سر! ایسی بات نہیں ہے مجھے ہاتھ اٹھانے میں بھی کاہلی محسوس ہورہی ہے۔

محمد احتشام عالم، آسنسول بردوان

● ایک صاحب جو ملک بھر میں بہت جھوٹے مشہور تھے کسی شہر میں آئے تو ان کی شہرت سن کر ایک بوڑھی عورت اس سے ملنے آئی اور بولی "بیٹے کیا تم وہی ہو، جس سے بڑا جھوٹا اور کوئی نہیں"، جھوٹے نے جواب دیا۔ محترمہ چھوڑیے اس بات کو۔ میں تو آپ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا ہوں۔ کمال ہے یہ عمر اور اس پر یہ حسن، یہ جمال اور یہ کشش، جواب نہیں" وہ خاتون شرما کر بولیں "ہائے اللہ لوگ کتنے جھوٹے ہیں جو ایک اچھے خاصے آدمی کو جھوٹا کہتے ہیں"

راغب علی، غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

● دیہاتی: (گارڈ سے) یہ گاڑی اتنی دیر سے کیوں کھڑی ہے؟

گارڈ: انجن میں کوئلہ ڈالا جارہا ہے۔

دیہاتی: اس میں گاڑی روکنے کی کیا بات ہے انجن روک دیتے۔

جاوید اختر کمہرولی، کنول دربھنگہ۔ بہار

● ماسٹر صاحب: رشید تم کیوں رو رہے ہو؟

رشید: ماسٹر صاحب۔ اسکول کی گھڑی گر کر ٹوٹ گئی ہے، اب ہمیں چھٹی کیسے ملے گی؟

شاذیہ جمیل کمہرولی دربھنگہ، بہار

● ماسٹر صاحب نے ایک لڑکے سے سوال کیا لیکن لڑکا جواب نہیں دے سکا۔ اس نے دوسرے لڑکے سے پوچھا۔ دوسرے لڑکے نے پہلے لڑکے کے کان میں کہا "ماسٹر صاحب تو سٹھیا گئے ہیں" یہ دیکھ کر ماسٹر صاحب چیخ کر بولے۔

"ارے تو اسے کیوں بتا رہا ہے، کیا اسے معلوم نہیں"

ارشاد علی، موضع کمہرولی، دربھنگہ، بہار

● استاد : جہاز کیوں تیرتا ہے اور سوئی کیوں ڈوب جاتی ہے؟
شاگرد : جہاز تیرنا جانتا ہے اور سوئی تیرنا نہیں جانتی۔

محمد شمیم رضا ، اردو اسکول ، راؤرکیلا اڑیسہ

● ایک دفعہ کسی جنرل اسٹور والے کے پاس فون آیا "آپ کے پاس سوجی ہے"، دکاندار نے جواب دیا "جی ہاں" پھر پوچھا گیا اور "گھی" دکاندار نے جواب دیا "جی ہاں موجود ہے"۔
ایک دفعہ پھر پوچھا گیا "اور چینی بھی"، دکاندار نے پھر کہا "جی ہاں"، دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تو پھر آپ حلوہ کیوں نہیں بنا لیتے"۔

غفار قاسم بیگ ھوبیدار بستی، شری رام پور

● ایک انپی ماتھے پر ٹکٹ لگا کر لیٹر بکس میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اتنے میں ڈاکیا آگیا، اس نے زور سے انپی کی پیٹھ پر لات ماری۔ انپی بولا "بھئی ٹکٹ کہاں لگا ہے اور مہر کہاں لگا رہے ہو؟"

حافظ جاوید رتنا گیری مہاراشٹر

● نوکر : (اپنے لکھپتی آقا سے) حضور مجھے آپ کا وہ وقت بھی یاد ہے جب آپ کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔
لکھپتی آدمی : (گھبرا کر) وہ کب؟
نوکر : جب آپ غسل خانے میں نہا رہے تھے

حنیف احمد خاں ، چوک سہاور ایٹہ ، یوپی

● ایک دیہاتی شہر میں گیا، اس نے دیکھا کنویں میں ایک آدمی گر گیا ہے، اسے لوگ رسّی سے نکال رہے ہیں وہ اپنے گاؤں لوٹ گیا، درخت کی اونچی شاخوں پر ایک لڑکا بیٹھا ہے وہ نیچے اترنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن وہ نیچے نہیں اتر پا رہا تھا۔ دیہاتی نے لوگوں سے کہا کہ وہ رسّی اوپر پھینک دے تاکہ وہ بچہ رسّی کو اپنے پیر میں باندھ لے۔ پھر دیہاتی نے لوگوں سے کہا کہ اب رسّی کھینچ لو۔ رسّی کے کھینچنے کے ساتھ ہی بچہ زمین پر گر کر مر گیا۔

محمد افضل ۔ پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

● سپاہی: تمہارا کیا نام ہے۔
ملزم : دیوانہ
سپاہی: باپ کا نام
ملزم : مستانہ
سپاہی : کہاں رہتے ہو
ملزم : موانہ
سپاہی : اچھا تو سامنے ہے تھانہ

عظیم الرحمن ، پورہ صوفی ، مبارک پور اعظم گڑھ

● اسکول میں ماسٹر صاحب کا معمول تھا کہ چھٹی کے وقت ماسٹر صاحب "ڈسمس" بولتے تو تمام لڑکے کلاس سے گھر چلے جاتے لیکن ایک مرتبہ صرف "ڈس" کہا تو تمام بچے چلے گئے مگر ایک بچہ نہیں گیا۔ ماسٹر صاحب نے پوچھا کہ "تم کیوں نہیں گئے؟"، بچے نے جواب دیا کہ "آپ کی مس (Miss) کا انتظار کر رہا ہوں۔

ایچ، ایم، پٹنوی، مدرسہ تعلیم الدین، بھدر روڈ

● ایک مرتبہ بیربل غریبوں کے واسطے چندہ جمع کر رہے تھے۔ جب وہ روپے کا تھیلا ایک کنجوس کے سامنے لے گئے تو اس کنجوس نے

کہا کہ میں کچھ نہیں دوں گا، کیوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ بیربل نے کہا، اچھا تو اس تھیلی میں سے کچھ روپے لے لو۔ کیوں کہ یہ چندہ بھی تم جیسے غریبوں کے لیے ہو رہا ہے۔

کوثر اعظم، مقام چک عبدالغنی، سمستی پور، بہار

● ایک آدمی باتھ روم میں نہا رہا تھا۔ اتنے میں چور آئے اور کپڑے لے گئے۔ اس آدمی نے فوراً پولیس اسٹیشن میں فون کیا۔ پولیس آئی، اور اس نے اس آدمی کو باتھ روم سے باہر آنے کو کہا۔ لیکن اس آدمی نے کہا۔
ساون کا مہینا پون کرے شور، کیسے میں باہر آؤں میری چڈی لے گئے چور۔

صوفیہ غنی شاہ، صوبیدار بستی، وارڈ نمبر ۲ شری رام پور

● ایک صاحب کی بہو گھر والوں سے سخت ناراض تھی کئی دنوں سے کھانا نہیں کھا رہی تھی گھر کے سبھی افراد اس سے کھانے کو کہہ کہہ کر تھک چکے تھے لیکن وہ کسی صورت میں کھانے کو تیار نہیں تھی، مگر آخر کب تک؟ بھوک حد سے بڑھ گئی۔ گھر میں ایک بکری پلی ہوئی تھی، وہ بولنے لگی۔ تو بہو نے فوراً کہا "ویسے تو گھر کے سب لوگ کھانے کو کہہ کہہ کر تھک چکے ہیں کسی کے کہنے پر میں نے نہیں کھایا لیکن اب تو بھی کہتی ہے کہ تو لے تیرے کہنے پر کھا لیتی ہوں۔"

محمد اشرف، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

● ایک درزی محلے والوں کے کپڑے لے کر فرار ہو گیا۔ لوگوں کو معلوم ہوا تو افسوس کرنے لگے۔ ایک دن ایک احمق درزی کی دکان کے سامنے کھڑا رو رہا تھا۔

ایک شخص نے پوچھا "تمھاری کیا چیز لے گیا ہے؟"
وہ بولا "کم بخت میرا ناپ لے گیا ہے۔"

محمد سید علی خان، آر آر روڈ۔ آسنسول ۲

● بیٹا: (ابا جان سے) میرے سینگ کیوں نہیں؟
باپ: "لیکن وہ کیوں؟"
بیٹا: "ماسٹر صاحب کہتے ہیں۔ تو اللہ میاں کی گائے ہے۔"

غلام صفدر، ۸ سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

● ایک ماسٹر صاحب نے اپنے شاگرد کو ٹرین کے کرشمے کے اوپر ایک مضمون لکھنے کے لیے کہا۔ شاگرد نے لکھا: "رامو ریل کی پٹری پر سے جا رہا تھا۔ سامنے سے ریل آئی۔ ریل نے "کو" کی۔ رامو بازو ہو گیا اور ریل سیدھی چلی گئی۔"
ماسٹر صاحب نے کہا "عام طور پر یہی ہوتا ہے یہ کونسا کرشمہ ہوا۔ شاگرد کو بہت غصّہ آیا۔ اس بار اس نے لکھا "رامو ریل کی پٹری پر سے جا رہا تھا سامنے سے ریل آئی۔ رامو نے "کو" کی ریل بازو ہو گئی اور رامو سیدھا چلا گیا۔"

محمد حنیف نگارچی بیجاپور

● ایک دیہاتی نیا نیا شہر آیا تو دودھ دہی کی دکان پر گیا اور دیکھا کہ دکاندار دودھ کی دھار بنا رہا ہے تو دیہاتی کہنے لگا کہ "دو گز دودھ مجھے بھی دے دو۔"

وحید الرحمٰن نیازی دوٹانکی بمبئی

● ایک صاحب ڈرائنگ روم کی سجاوٹ کے لیے رنگین مچھلیاں خریدنے کی غرض سے مچھلیوں کی

ایک دکان پر پہنچے۔ رنگ برنگی خوبصورت مچھلیاں دیکھ کر انھوں نے دکاندار سے مخاطب ہو کر پوچھا اچھا ذرا یہ تو بتائیے کہ ”ان مچھلیوں میں نر کون ہے اور مادہ کون“، ارے یہ کون سی مشکل بات ہے دکاندار نے عالمانہ انداز میں کہا ”بھائی جو تیر رہے ہیں وہ نر ہیں، جو تیر رہی ہیں وہ مادہ ہیں۔

اصغر خان، مکتبہ اسلامی، تھانہ روڈ بھیونڈی

● کلب میں ایک صاحب نے تین آدمی اور ایک کتے کو ایک ساتھ تاش کھیلتے دیکھا تو حیران رہ گئے اور کہنے لگے بہت ہی ہوشیار کتا معلوم ہوتا ہے۔ کتے کا مالک بولا اتنا ہوشیار بھی نہیں کمبخت کے پاس جب بھی اچھے پتے آتے ہیں دُم ہلانے سے خود کو نہیں روک سکتا۔

مہر النساء، سٹی زن اسٹورس چشمہ، حیدر آباد

● ایک شخص کو آنکھوں کی شکایت تھی وہ ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا ”ڈاکٹر صاحب مجھے آنکھوں کے آگے دائرے گھومتے نظر آتے ہیں۔ کچھ علاج کیجیے“۔ ڈاکٹر نے اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور آنکھوں میں دوا کے چند قطرے ٹپکا کر چند منٹ آرام کرنے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مریض سے پوچھا ”کہو، کچھ فائدہ ہوا؟“

”جی ہاں! اب دائرے صاف نظر آنے لگے ہیں“ مریض نے جواب دیا۔

بدر الاسلام دار الثقافہ، دیوبند یوپی

● مشہور ارب پتی راک فیلر ایک دن اپنے دفتر سے نکلے تو انھیں ایک اجنبی نے روک کر اپنی دکھ بھری کہانی سنائی اور امداد کی درخواست کرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر راک فیلر میں بیس میل پیدل چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ راستے میں مجھے جتنے لوگ ملے سب ہی نے یہ بتایا کہ نیویارک میں آپ سے زیادہ رحم دل کوئی دوسرا شخص موجود نہیں“۔

”کیا آپ اسی راستے سے واپس جائیں گے؟“

اجنبی ”جی جناب عالی“

راک فیلر ! ”میرا ایک کام کر سکیں گے“

اجنبی ! ”ضرور جناب والا“

راک فیلر ! ”برائے مہربانی واپسی پر اس افواہ کی تردید کرتے جائیں۔“

محمد اعظم شیخ منگلور

● ایک شخص کو لائبریری سے کتابیں چرانے کی عادت پڑ گئی اور یہ عادت اتنی بڑھی کہ رفتہ رفتہ لائبریری خالی ہو گئی۔

ایک دن تنگ آکر لائبریرین ان صاحب کے گھر آئے اور کہا ”اجازت ہو تو لائبریری کا بورڈ اتار کر آپ کے گھر پر لگا دوں“

عبد الرحیم الفلاح الکتاب اررِیہ بہار

● مصنف ”کیا میرے نئے ڈرامے کا انجام خوشگوار تھا؟“

ڈائرکٹر ”یقیناً ہر آدمی خوش تھا کہ ڈراما ختم ہو گیا“

شاہد کلیم، انجمن فیضان عزیزی، محلہ پورہ خواجہ مبارک پور

● ایک لڑکا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ چھٹی کے لیے کیا بہانہ بنائے۔ بہت دیر سوچنے کے

بعد اس نے استاد کو درخواست دی، جناب میرے دادا کی شادی ہے اس لیے اسکول نہیں آسکوں گا۔

استاد نے درخواست دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا، وہ اس عمر میں شادی کیوں کر رہے ہیں؟"
بچے نے معصومیت سے جواب دیا" جناب وہ تو اب بھی شادی نہیں کر رہے تھے میں زبردستی کرا رہا ہوں"۔

ندا کوثر حیدر لوج چندوارا، مظفر پور۔ بہار

● دیہاتی بیوی : اب میں اس گھر میں ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔ برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔
شوہر : ارے کیا ہوا؟
بیوی : دیکھتے نہیں باورچی خانے میں پتیلی مجھے دیکھ کر سیٹی مارنے لگتی ہے۔

شیخ اصغر شیخ غلام مصطفےٰ، جامع مسجد روڈ نہادی

● ایک دیہاتی کی سائکل چوری ہو گئی تھی لوگوں نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ خوش نظر آرہا ہے آخر ایک آدمی نے اس دیہاتی سے پوچھا۔
"بھائی صاحب! آپ کی سائکل چوری ہوئی ہے لیکن آپ پھر بھی خوش ہیں، آخر کیا بات ہے؟"
اس دیہاتی نے جواب دیا" میں یہ سوچ کر خوش ہوں کہ جس وقت میری سائکل چوری ہوئی اس وقت میں سائکل پر سوار نہیں تھا ورنہ چور مجھے بھی چرا کر لے جاتا"۔

عقیل احمد سالم گلشن آباد مالیگاؤں

● ایک صاحب ڈاکٹر کے پاس گئے اور کہا۔ "ڈاکٹر صاحب کوئی ایسی دوا بتائیے جس سے میرے سارے دکھ درد ایک ساتھ ختم ہو جائیں"۔
ڈاکٹر : آپ بندوق کی صرف ایک گولی کھا لیجیے"۔

طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور، ضلع آکولہ

● استاد : اگر باڑھ کا پانی خطرے کی نشان سے اوپر چلا جائے تو کیا کرنا چاہیے۔
شاگرد : ہمیں فوراً خطرے کی نشان کو اور اوپر کر دینا چاہیے۔

عادل سرور، التسبیل اکیڈمی، ارریہ۔ بہار

● ایک مکان کی چھت سے روزانہ عجیب وغریب آوازیں آتی تھیں۔ کرایہ دار پریشان ہوا اور مالک مکان کے پاس پہنچا اور کہا" جناب مکان کی چھت روزانہ چرچرایا کرتی ہے"۔ مالک مکان نے کہا" گھبراؤ نہیں دراصل چھت روزانہ تسبیح پڑھتی ہے"۔ اس پر کرایہ دار نے برجستہ کہا" لیکن حضور مجھے ڈر ہے کہ چھت کسی دن تسبیح پڑھتے پڑھتے سجدہ میں نہ گر جائے"۔

منظر خان پانی باغ کشن گنج بہار

● ایک مفت خورہ کسی دعوت میں بن بلائے چلا گیا۔ خاتون خانہ نے پوچھا" کیوں بھئی آپ کون ہیں"؟ جواب ملا" آپ کے مہمان کے دوست کا میں دوست ہوں"۔ میزبان نے انھیں پلیٹ میں میلا سا پانی ڈال کر دیا۔ مفت خورے نے پوچھا" یہ کیا ہے"۔ میزبان نے جواب دیا۔ "یہ مرغ کے شوربے کے شوربے کا شوربہ ہے"۔

محمد شمشاد نزد مسجد مالیر کوٹلہ

● ماں : "تم بالکل نکمے ہو اور اپنے باپ

سے ہی کچھ سیکھو۔

بیٹا : "انھوں نے کون سا کارنامہ انجام دیا ہے"

ماں : "دیکھتے نہیں اچھے چال چلن کی وجہ سے جیل کے افسروں نے ان کی باقی ماندہ سزا معاف کر دی ہے"

مختار عالم پورنوی، جامعہ ابن تیمیہ، چندن بارہ بہار

● "تمھارے دروازے کے باہر کئی روز سے ایک پٹھان کو بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم نے کوئی چوکیدار رکھ لیا ہے؟"

چاہو تو چوکیدار کہہ لو، ویسے وہ فرنیچر والا ہے اور مجھ سے فرنیچر کی قیمت وصول کرنے کے لیے بیٹھا ہے۔

"اس کی ادائیگی کیوں نہیں کر دیتے؟"

"اس نے دھمکی دی ہے کہ جب تک میں ادائیگی نہیں کروں گا وہ میرے دوسرے قرض خواہوں کو دروازے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دے گا۔"

محمد زاہد حسین اسلام نگر اررریہ بہار

● استاد : (شاگرد) ہر انسان کو دوسرے انسان کی مدد کرنی چاہیے۔

شاگرد : (شوخی سے) تو سر! آپ کو بھی امتحان میں میری مدد کرنی چاہیے۔

فضیل احمد اسلام گنج مظفر پور بہار

● ایک مسافر ٹرین میں سفر کر رہا تھا کہ ٹکٹ چیکر آیا اور اس سے ٹکٹ مانگا۔ مسافر نے فوراً جوتے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ٹکٹ چیکر نے کہا یہ کیا بدتمیزی ہے۔ مسافر نے کہا۔ بدتمیزی نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ آج کل جیب بہت کٹ رہی ہے اس لیے میں ٹکٹ جوتے میں رکھتا ہوں۔ پاکٹ میں نہیں۔

اعجاز احمد، محلہ علی نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

● ایک آدمی سڑک پر بیٹھے کیلے فروخت کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آنے کے دو کیلے، آنے کے دو کیلے، اتنے میں ایک آدمی آکر دو کیلے کھا لیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ جانے کے کتنے؟

فیروز علی، نئی بستی، بدنیرہ، ضلع امراوتی

● ایک مسافر نے سفر کرتے ہوئے بیڑی پینا شروع کر دی۔

کنڈکٹر : "ارے بھائی صاحب کیا کر رہے ہو؟ دیکھا نہیں وہ سامنے کیا لکھا ہے"

مسافر : بھائی صاحب، میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔

کنڈکٹر : "لکھا ہے No Smoking یعنی سگریٹ پینا منع ہے۔"

مسافر : لیکن بھائی صاحب میں تو بیڑی پی رہا ہوں۔

محمد تبریز بسرا ضلع سندرگڑھ اڑیسہ

● استاد : (عدنان سے) ٹیپو سلطان کے باپ کا کیا نام تھا؟

عدنان : حیدر علی

استاد : حیدر علی کا اصلی نام کیا تھا؟

عدنان : شہباز خان

رضوان خاں، قادر آباد پلاٹ، پربھنی مہاراشٹر

● ایک جہاز پر لوگ سفر کر رہے تھے تو خلا میں آندھی آگئی اور جہاز کا پچھلا حصہ ٹوٹ کر گر گیا

اس وجہ سے سارے لوگ اوپر کے راڈ کو پکڑ کر لٹک گئے۔

جہاز سے اعلان ہوا کہ کسی بھی ایک آدمی کو جہاز سے چھلانگ لگانا پڑے گا۔ وزن بھاری ہونے کی وجہ سے جہاز کے گرنے کا خطرہ ہے۔ مگر کوئی بھی چھلانگ لگانے کو تیار نہیں ہوا۔ تبھی پیچھے سے آواز آئی۔ میں آپ لوگوں کی خاطر چھلانگ لگا کر جان دینے کو تیار ہوں۔ سارے مسافر بہت خوش ہوئے۔ ایک مسافر نے کہا۔ یہ تو بہت بہادری کی بات ہے چلو اسی بات پر تالی بجانا چاہیے۔ اور سارے لوگوں نے تالی بجائی تب سارے لوگ نیچے تھے اور بہادری دکھانے والا اوپر راڈ پکڑے لٹکا رہا

تابش احمد چکجادو ویشالی بہار

● اکبر: (بیربل سے)، بتاؤ بیربل، اگر ایک ہی آدمی بادشاہ رہتا تو کتنا اچھا۔ اس پر بیربل نے جواب دیا۔ "حضور تب آپ کی باری کیسے آتی۔"

شمیم راجا، اردو اسکول، راوڑکیلا، اڑیسہ

● ایک صاحبہ عورتوں کے جلسے میں بچوں کی پرورش کے عنوان پر تقریر کر رہی تھی۔ کہ داہنی جانب سے یہ آواز آئی۔

"بیگم تقریر ہو چکی۔ اب سنبھالیے اپنے لاڈلوں کو۔ چار گھنٹے ہوئے مجھے پریشان کر دیا ہے انھوں نے۔ میں باپ ہوں ان کا، ماں نہیں؟"

انیسہ ناز۔ شیخ ساؤنڈ، اسلام پورہ، کاسودہ

● ایک لڑکے کو گانے کا بڑا شوق تھا۔ مگر اس کا باپ اس کے خلاف تھا۔ آخر وہ اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں چلا گیا۔ اس کا باپ اسے ڈھونڈنے لگا مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ ایک بار وہ لڑکا اسی گھر میں گا رہا تھا کہ اچانک اس کا باپ وہاں آگیا اور کہنے لگا۔ "بھلا ہو ان گدھوں کا جو باہر کھڑے تمھارا گانا سن رہے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا اور فوراً اندر چلا آیا۔"

سید اسلم علی اصغر علی، نزد مسجد چوپڑہ جلگاؤں

● تین آدمی اپنے کمال کی باتیں کر رہے تھے، ایک نے کہا "میں نے ایک آدمی کو مصنوعی ہاتھ لگا کر اسے دنیا کا بہترین بولر بنا دیا۔"

دوسرے نے کہا "میں نے ایک آدمی کو مصنوعی پیر لگا کر دنیا کا بہترین دوڑنے والا بنا دیا۔"

تیسرے نے کہا "یہ سب بکواس ہے میں نے ایک گدھے کو آدمی کا سر لگا کر جعلی نیتا بنا دیا۔"

سہیل الرحمٰن درگاہ بیلا

● کیلا: (لیموں سے) یار لیموں مجھے تجھ پر بڑا ترس آتا ہے۔

لیموں: وہ کیوں؟

کیلا: کیوں کہ لوگ تجھے نچوڑ نچوڑ کر کھاتے ہیں

لیموں: لیکن یار مجھے تجھ پر بڑا ترس آتا ہے

کیلا: مجھ پر، وہ کیوں؟

لیموں: کیوں کہ لوگ مجھے تو صرف نچوڑ نچوڑ کر کھاتے ہیں لیکن لوگ تجھے تو ننگا کر کے کھاتے ہیں۔

فصیح الحسن بیلگام کرناٹک

بچوں کی کوششیں

خدا کا شکر ادا کرنا اور ماضی کو نہ بھولنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی۔ دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ خدا نے اُن کو آزمانا چاہا اور اُن کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا، تجھ کو کیا چیز پیاری ہے۔ اُس نے کہا " مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جائے اور یہ بلا جاتی رہے جس سے لوگ مجھے اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے اور گھن (نفرت) کرتے ہیں۔ اس فرشتے نے اپنا ہاتھ اُس کے بدن پر پھیر دیا وہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔ اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی۔ پھر پوچھا تجھ کو کون سے مال سے زیادہ رغبت ہے؟ اُس نے کہا اونٹ سے۔ پس ایک اونٹ اس کو دے دیا اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کون سی چیز پیاری ہے۔ کہا " میرے بال اچھے نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا وہ فوراً اچھا ہوگیا اور اچھے بال نکل آئے

ناوک حمزہ پوری
ڈاک خانہ بشیر گھاٹی
ضلع گیا (بہار)

کُہرا

کُہرا چھایا بڑا گھنیرا
چھایا ہے ہر سمت اندھیرا

دُھندلایا ہے منظر منظر ۔۔۔ چھائی ہے دُھند اندر باہر
گھر، دروازہ، ٹولا، بستی ۔۔۔ نظر نہیں آتا ہے کچھ بھی
ندیاں، نالے، پربت، جنگل ۔۔۔ آنکھوں سے ہو گئے ہیں اوجھل
دس فٹ آگے کی چیزیں بھی ۔۔۔ دُھند میں دیتیں نہیں سُجھائی
ٹپ ٹپ پیڑوں کے پتوں سے ۔۔۔ گرتے ہیں پانی کے قطرے
پڑھنا لکھنا بھی ہے مشکل ۔۔۔ کھیل میں بھی کب لگتا ہے دل
کُہرے سے ڈر گیا ہے سورج ۔۔۔ جا کر کہیں چھپا ہے سورج

جلدی آجا سورج راجا
آ کے اندھیرا دور بھگا جا

پھر پوچھا تم کو کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا گائے، پس اس کو ایک گائے دے دی اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا۔ تجھ کو کیا چیز چاہیے؟ کہا اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کر دے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں۔ اس فرشتے نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ درست کر دی۔ پھر پوچھا تجھ کو کون سا مال پیارا ہے؟ کہا بکری۔ پس اس کو ایک بکری دے دی۔ تینوں کے جانوروں نے بچّے دیے۔ تھوڑے دنوں میں اونٹوں، گایوں اور بکریوں سے جنگل

بھر گیا۔ پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے اسی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا۔ میں ایک مسکین آدمی ہوں، میرے سفر کا سب سامان لٹ گیا ہے آج سوائے خدا اور تیرے کوئی وسیلہ نہیں۔ میں اللہ کے نام پر جس نے تجھے اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی ہے تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچوں۔ وہ بولا یہاں سے چل دور ہو، مجھے اور بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں۔ تجھے دینے کی گنجایش نہیں۔ فرشتے نے کہا شاید میں تم کو پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہیں تھا اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہیں تھا کہ خدا نے تجھ کو اس قدر مال عنایت فرمایا۔ اس نے کہا۔ واہ کیا خوب یہ مال تو میری کئی پشتوں سے (باپ دادا) کے وقت سے چلا آتا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو پھر خدا تجھے ویسا ہی کر دے جیسے پہلے تھا۔ پھر گنجے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ پھر اندھے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا میں مسافر ہوں۔ بے سامان ہو گیا ہوں، آج بجز خدا کے اور پھر تیرے کوئی وسیلہ نہیں ہے میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تجھ کو نگاہ بخشی۔ تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس کے سہارے سفر پورا کروں۔ اندھے نے کہا بے شک میں اندھا تھا خدا تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھے نگاہ بخشی۔ جتنی بکریاں تیرا جی چاہے لے جا اور جتنی چاہے چھوڑ جا۔ خدا کی قسم کسی چیز سے میں تجھے منع نہیں کروں گا۔ فرشتے نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجھ کو کچھ نہیں چاہیے فقط تم تینوں کی آزمایش منظور تھی سو ہو چکی۔ خدا تجھ سے راضی ہوا۔ اور ان دونوں سے ناراض۔

فائدہ: خیال کرنا چاہیے کہ ان دونوں کو ناشکری کا یہ نتیجہ ملا کہ تمام نعمت چھن گئی اور جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے خدا ان سے ناراض ہوا اور آخرت میں دونوں نامراد رہے اور اس شخص کو اللہ کا شکر ادا کرنے کی وجہ سے یہ ملا کہ نعمت بحال رہی۔ خدا اس سے خوش ہوا اور دنیا و آخرت میں شاد و بامراد ہوا۔

مرسلہ بے، اے خان، اردو ہائی اسکول، کلمبہ ایوت محل

اَمَل حضرمی سے انٹرویو

س:۔ آپ اپنا تعارف کرائیے؟

ج:۔ جی میرا نام امل حضرمی ہے۔

س:۔ آپ کہاں کی رہنے والی ہیں؟

ج:۔ میں کول بنگلہ آرمور کی رہنے والی ہوں۔

س:۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں؟

ج:۔ ہم چار بھائی بہن ہیں۔

س:۔ آپ کون سے کلاس کی طالبہ ہیں، اپنے اسکول کا نام بتلائیے۔

ج:۔ میں رحمانیہ اسکول کی طالبہ ہوں اور چھٹے درجے میں پڑھتی ہوں۔

س:۔ جی آئی او (چلڈرن سرکل) کی صدر آپ کو کس نے بنایا؟

ج:۔ میرے استاد محترم مولانا فضل الرحمٰن قریشی صاحب امیر جماعت جماعت اسلامی آرمور نے بنایا۔

س:۔ بحیثیت صدر آپ کیا کام کرتی ہیں؟

ج:۔ جی میں تو ہر ہفتہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ اجتماع کرتی ہوں۔ اچھی اچھی کہانیاں اور صحابۂ کرام کے واقعات سناتی ہوں۔ اس کے لیے مجھے قریبی گاؤں (پرکٹ) جانے کا بھی اتفاق ہوا۔

س:۔ آپ کی پسندیدہ ہستیاں کون سی ہیں؟

ج :۔ جی میری پسندیدہ ہستیاں تو جی آئی او کی صدر باجی آمنہ جابری ریشیمہ۔ باجی خدیجہ شاہین باجی سیما ثمرین وغیرہ ہیں۔
س :۔ کیا آپ کو جانوروں سے بھی محبت ہے؟
ج :۔ جی ہاں۔ مجھے اپنی بلی سے بہت محبت ہے جب کبھی اسے بخار آتا ہے تو اسے بابا کی گاڑی میں اسے دواخانے بھی لے جاتی ہوں، اس کا بہت خیال رکھتی ہوں۔
س :۔ آپ کون سی کتابیں شوق سے پڑھتی ہیں؟
ج :۔ وہی کتابیں جس کے پڑھنے سے اخلاق سدھرتے ہیں جیسے نور، ہلال اور پسندیدہ رسالہ پیام تعلیم وغیرہ۔
س :۔ آپ تمام دن اور کون کون سے کام کرتی ہیں؟
ج :۔ گھر کا کام، امی بابا کی خدمت، نمازوں کی پابندی اور مولوی صاحب سے عربی شوق سے پڑھتی ہوں۔
س :۔ آپ کو کیا پسند ہے؟
ج :۔ ہر حال میں سچ بولنا مجھے بہت پسند ہے۔
س :۔ کون سا رنگ آپ پسند کرتی ہیں؟
ج :۔ مجھے سفید اور چاکلیٹی کلر بہت پسند ہے کیونکہ یہی میرا اسکول کا ڈریس ہے۔
س :۔ آپ بڑی ہو کر کیا بننا پسند کرو گی؟
ج :۔ جی میں بڑی ہو کر یہاں کی صدر جی آئی او بنوں گی تاکہ زیادہ سے زیادہ دعوت دین کے کام کر سکوں۔
س :۔ پیامی بہنوں کو کچھ پیغام دیجیے گا۔
ج :۔ یہی کہ اپنی زندگی کو غنیمت جانیں اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ اپنے اندر بی بی عائشہؓ اور بی بی فاطمہؓ جیسی اوصاف پیدا کریں۔

سیما جابری فردوس، آرمور، نظام آباد اے پی

اطہر عزیز
بمبئی

معصوم شکایت

اے سالِ نو کبھی تو
اتنا بتا دے۔ مجھ کو
تو ہے اگر سویرا
میں بھی خوشی کا ڈیرا
تو ہے اگر اُجالا
میں روشنی کا مالا
مانا کہ تو ہے خوشبو
میں بھی نہیں ہوں آنسو
مانا کہ تو ہے نغمہ
کیا میں ہوں کوئی نالہ؟
تجھ سے جہاں کی زینت
میں ہوں وطن کی عزت
تو حُسن کا ہے غنچہ
میں امن کا فرشتہ
تو ہے اگر ترانہ
میں علم کا خزانہ
تو پیار کا ہے ساتھی
میں دوستی کا عادی
یعنی کہ جو ہے تجھ میں
وہ بات بھی ہے مجھ میں
پھر تو ہی کیوں ہو نیارا
اور میں بنوں نہ پیارا
اے سالِ نو کبھی تو
اتنا بتا دے مجھ کو

بلا عنوان

عاصم جیسے ہی روتے ہوئے گھر میں داخل ہوا۔ ایس کی امی کی نظر عاصم کے سر سے بہتے ہوئے خون پر پڑی۔ وہ جلدی سے اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئیں اور مرہم پٹی کروائی۔ راستے میں امی کے پوچھنے پر عاصم نے جھوٹ بتا دیا کہ کھیلتے وقت گر گیا تھا اس سے چوٹ لگ گئی امی یہ سن کر چپ ہو گئیں

گھر پہنچے تو ابو آفس سے آچکے تھے۔ ابو نے جو یوں عاصم کے سر پر پٹی بندھی دیکھی تو پوچھ بیٹھے۔ "کیا ہوا، کیسے ہوا؟" عاصم نے پھر وہی جھوٹ دہرایا۔ ابو غصے میں آگئے کہا "سچ سچ بتانا عاصم کیسے چوٹ لگی ہے ورنہ بہت مار کھاؤ گے۔" عاصم کو تو معلوم تھا کہ ابو جھوٹ بولنے پر کتنا ناراض ہوتے ہیں اور پیٹنے سے بھی نہیں چوکتے۔ مار کے ڈر سے عاصم نے سچ سچ بتا دیا کہ "غفور چچا کے باغ سے آم توڑتے ہوئے پتھر سر پر لگ گیا تھا۔"

ابو نے عاصم کو ڈانٹ پلانے پر اکتفا کیا اور وعدہ لیا کہ اب کبھی ایسا کام نہیں کرو گے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے اور جھوٹ بھی نہیں بولو گے۔

دن گزرتے گئے، ایک دن عاصم اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا کہ اطلاعی گھنٹی بجی۔ اس نے دروازہ کھولا، باہر ابو کے پرانے دوست عالم چاچا کھڑے تھے۔

"السلام علیکم" عاصم نے انھیں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام"، انھوں نے جواب دیا اور پوچھا "عاصم بیٹا، آپ کے ابو ہیں گھر پر؟"

"دیکھتا ہوں"، کہہ کر عاصم ابو کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

ابو اپنے کمرے میں بیٹھے آفس کے کاغذات دیکھ رہے تھے۔

"ابو عالم چاچا آئے ہیں"، عاصم نے اندر جاکر کہا۔

"کہہ دو ابو گھر پر نہیں ہیں"، ابو نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

"لیکن ابو.....؟" عاصم نے حیرت سے ابو کی طرف دیکھا جو ہمیشہ اسے جھوٹ بولنے سے منع کرتے تھے۔ اور بری طرح سے پیٹ دیتے تھے لیکن آج خود ہی جھوٹ بولنے کو کہہ رہے ہیں۔

کیوں کہ ابو نے عاصم چاچا سے کافی قرض لے رکھا تھا، ابو اگر کہہ دیتے کہ آج نہیں ہے بعد میں لے لینا تو کون سا عالم چاچا ان پر مقدمہ کر دیتے یا ان کو پھانسی لگوا دیتے۔ عاصم وہیں کھڑا یہ سب سوچے جا رہا تھا۔

"کیا ہے عاصم کیوں سر پر کھڑے ہو، جاؤ کہہ دو ابو گھر پر نہیں ہیں"، ابو غصے میں چلائے۔

(دیوان خانہ اور ابو کے کمرے کے درمیان فاصلہ ہی کتنا تھا، عاصم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ اپنا جواب سن چکے تھے۔)

عاصم کے آتے ہی وہ بولے "اچھا عاصم بیٹا میں چلتا ہوں، یہ کارڈ لو، یہ میرے بڑے بیٹے ندیم کی شادی کا کارڈ ہے، اپنے ابو، امی کے ساتھ تم بھی ضرور آنا، یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

عاصم تو جھوٹ بولنے سے بچ گیا لیکن اندر ابو خفیف سے بیٹھے کچھ سوچے جا رہے تھے۔

راشد احمد شیخ کرلا بمبئی ۷۰

اپنی سہیلی سے انٹرویو

س:- آپ اپنا مختصر تعارف پیام تعلیم کے قارئین سے کرائیے۔

ج:۔ میرا نام عائشہ صدیقہ ہے۔ میں پرکٹ ضلع نظام آباد میں رہتی ہوں۔
س:۔ آپ کے والد محترم کا کیا نام ہے؟
ج:۔ میرے والد محترم کا نام عبدالوحید ہے۔
س:۔ آپ کس اسکول اور کس درجہ میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں؟
ج:۔ میں گرلز ہائی اسکول کے درجہ نہم میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔
س:۔ آپ کے مشاغل؟
ج:۔ مطالعہ کرنا محنت سے تعلیم حاصل کرنا۔
س:۔ آپ کس رسالے کو پسند کرتی ہیں؟
ج:۔ پیام تعلیم کو۔
س:۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتی ہیں؟
ج:۔ میں مستقبل میں ڈاکٹر بن کر ساری قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔
س:۔ اچھا یہ بتائیے کہ آپ کے خاص دوست کون کون سے ہیں؟
ج:۔ ترنم سلطانہ، انجم سلطانہ، گوہر، نسرین، نصرت، ہاجرہ بیگم، رئیس جہاں وغیرہ۔
س:۔ آپ کے پسندیدہ کھلاڑی کون ہیں؟
ج:۔ ہندستانی کپتان محمد اظہرالدین اور وسیم اکرم۔
س:۔ آپ کے پسندیدہ مضامین کون سے ہیں؟
ج:۔ میرے پسندیدہ مضامین انگریزی، حساب، تیلگو اور اردو۔
س:۔ آپ پیام تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہیں؟
ج:۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پیام تعلیم بجائے ماہانہ کے پندرہ روزہ ہوتا تو اچھا تھا۔
س:۔ ایسا کیوں؟
ج:۔ کیوں کہ یہ رسالہ ہمیں بہت اچھا لگتا ہے ہر ایک شمارے کے بعد دوسرے شمارے کے لیے بہت انتظار کرنا پڑتا ہے۔

● چینی سے چیونٹیوں کو دور رکھنے کے لیے پانچ کلو کے ڈبے میں دو لونگ ڈال دیں۔ زیادہ چینی ہو تو لونگوں کی تعداد بڑھا دیں۔ ڈبے میں چیونٹیاں نہیں گھسیں گی۔
● تھوڑے عرصے کے بعد پلاسٹک کی بالٹی، ٹب، مگ، بوتلیں وغیرہ بہت میلی ہو جاتی ہیں اور صابن سے دھونے پر بھی صاف نہیں ہوتے۔ ایک کپڑے میں تھوڑا سا مٹی کا تیل لگا کر اس سے پلاسٹک کے برتن صاف کریں اس کے بعد صابن اور پانی سے دھو ڈالیں۔ تھوڑی دیر دھوپ میں رکھ دیں۔ اس کے بعد استعمال میں لائیں۔ اگر پلاسٹک کے جگ گلاس یا فریج کی بوتلیں وغیرہ میلی اور پیلی ہو جائیں تو نیم گرم پانی میں نمک ملا کر اس سے دھوئیں۔ برتن اُجلے سفید ہو جائیں گے۔

س:۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، کیوں کہ آپ نے ہمارے لیے اپنا قیمتی وقت دیا۔
ج:۔ ارے ایسی کوئی بات نہیں۔

شہزادی انجم، گرلز ہائی اسکول، پرکٹ ضلع نظام آباد

آداب میزبانی

حضرت ابو حفصؒ ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلیؒ کے مہمان ہوئے، اور چار ماہ تک ان کے یہاں قیام کیا۔ شیخ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ ہر قسم کے نئے نئے کھانے کھلاتے رہے۔ حضرت ابو حفصؒ خاموشی سے کھاتے رہے۔ جب چلنے لگے تو فرمایا تم میرے پاس نیشاپور آکر مہمان ہوگے تو میں تمھیں آداب میزبانی سکھاؤں گا۔ حضرت شیخ حیران رہ گئے اور عرض کیا۔ حضرت کیا مجھ سے کوتاہی ہوئی یا آپ کی شان میں گستاخی ہوئی۔ حضرت نے فرمایا نہ کوتاہی

ہوئی نہ گستاخی بلکہ تم نے میری بڑی عزت افزائی کی ہے لیکن میری خاطر مدارات میں بے جا تکلف کیا اور تکلف کرنے والا آدمی اچھا میزبان نہیں ہوسکتا مہمان کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ وہ میزبان پر گراں گزرتا ہے اور وہ دل میں کہتا ہے کہ اب مجھے جلدی ہی یہاں سے جانا چاہیے۔

محمد عثمان شیخ، امرت نگر، دوار کا نمبر ۲ گھاٹ کوپر، بمبئی ۸۶

ایک طالب علم سے انٹرویو

ج:۔ محمد ارشد القادری

ج:۔ والد صاحب قبلہ کا نام حافظ محمد شیث صاحب

ج:۔ میری جائے پیدائش باڑا سیتا مڑھی ہے۔

ج:۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی۔

ج:۔ اردو اور عربی

ج:۔ یا نبی اب مدینہ بلا لیجیے
میری خوابیدہ قسمت جگا دیجیے

ج:۔ پانچ مہینے سے پابندی کے ساتھ مطالعہ کر رہا ہوں۔

ج:۔ تمام رسالوں میں سب سے پسندیدہ رسالہ میری نظر میں پیام تعلیم ہے۔

ج:۔ قریب ترین دوست حافظ محمد میکائیل اور غلام محمد۔

ج:۔ میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔

ج:۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا روم

ج:۔ میری دعا ہے کہ ربّ قدیر پیام تعلیم کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

ج:۔ پتا: مقام باڑا پوسٹ لہوریا، وایا پریہار ضلع سیتا مڑھی، بہار

مرسلہ: احمد رضا صابری شہزادہ

بدی کا انجام

پورا شہر فساد کی آگ میں جل رہا تھا۔ چاروں طرف خون خرابہ اور لوٹ مار کا ماحول تھا۔ دو خطرناک ڈاکو جو ایک گھر کے دو معصوم بچوں اور ان کے والد کو ٹھکانے لگا کر اور گھر کا روپیا پیسا اور سونے کے زیورات لوٹ کر لائے تھے۔ ایک اندھیری گلی کے موڑ پر بیٹھ کر ان کا بٹوارا کر رہے تھے۔ شہر میں چاروں طرف کرفیو کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس سناٹے کو چیر کر قریب کی گلی میں سے آتے ہوئے کچھ لوگوں کے قدموں کی آہٹ سن کر دونوں چونک پڑے اور ان میں سے ایک نے جا کر جھانکا۔ اس نے اشارے سے اپنے ساتھی کو بتلایا کہ ایک عورت اور بچہ اپنے ہاتھوں میں کچھ سامان لیے اسی طرف آرہے ہیں دوسرا ساتھی بولا۔ بہت خوب ایک اور شکار پھنسا۔ دیکھ کیا رہے ہو جا کر ٹھکانے لگا دو اور مال چھین لو۔ اس کا ساتھی یہ سنتے ہی اندر گلی میں چلا گیا اور قریب پہنچتے ہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ان پر جھپٹ پڑا۔ دو چیخوں اور سسکیوں نے تھوڑی دیر کے لیے رات کے گہرے سناٹے کو چیر دیا۔ مگر پھر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ اس کا دوسرا ساتھی جس کے کہنے پر اس نے یہ کام کیا تھا اٹھ کر وہاں پہنچا اور ٹارچ سے لاشوں کا جائزہ لینے لگا۔ ارے ...... یہ کیا .... ؟ یہ صورتیں تو اس کی جانی پہچانی سی لگیں۔ مرنے والا کوئی اور نہیں خود اس کی بیوی اور بیٹا تھا جو فسادیوں کے حملے کے ڈر سے بھاگ کر کہیں پناہ لینے کے لیے گھر سے نکلے تھے۔ اپنی بیوی اور بچے کی لاشوں کو دیکھ کر وہ بدحواس سا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا کرے۔ اگرچہ وہ خود بھی مجرم تھا مگر اس وقت تو وہ اپنے ساتھی کو مجرم سمجھنے لگا۔ وہ نفرت کی آگ

میں جل رہا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور گولیوں سے اپنے ساتھی کا سینا چھلنی کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بنا پانی کے مچھلی کی طرح تھوڑی دیر تڑپ کر وہ بھی ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہو گیا۔

اسی بیچ ادھر سے گزرتی ہوئی فوجیوں کی ایک ٹکڑی وہاں پہنچ گئی اور...... اور اس کو ہتھکڑی پہنا دی گئی .....

(ہندی سے ترجمہ)

انیس الدین زبیری، ایبر موتی مسجد قصبہ رچھا ضلع بریلی یوپی

افطار: ایک فیشن بن گیا ہے

افطار پہلے ثواب کی نیت سے کرایا جاتا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ افطار اب فیشن بن گیا ہے افطار پہلے روزہ دار اور غریب لوگوں کو کرایا جاتا تھا اب افطار کے وقت روزہ دار اور غریبوں کو بہت کم پوچھا جاتا ہے بلکہ امیر اور ان کی سوسائٹی کے لوگوں کو پوچھا جاتا ہے۔ آج کل افطار بھی کھڑے ہو کر کیا جاتا ہے افطار میں اتنی چیزیں (علاوہ کھجور کے) کھانے کے لیے ہوتی ہیں کہ افطار کرنے میں ایک گھنٹہ لگتا ہے۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز یا تو قضا ہو جاتی ہے یا کچھ رکعتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ ہمارے اسلام میں جتنی سادگی کی ہدایت ہے اس کا الٹا ہی ہو رہا ہے۔

میں آج اپنے مسلمان بھائی بہنوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ افطار کرائیں، ضرور کرائیں مگر غریب غربا اور بے سہارا لوگوں کو نہ بھولیں تاکہ انھیں ثواب بھی ملے۔

بڑے گھروں میں افطار کے بعد مغرب کی نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے ہم مسلم لوگ شرعی کاموں کو چھوڑ کر غیر شرعی کام کرنے لگے ہیں۔

• روزہ تو رکھتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے۔

• برقع تو پہنتے ہیں لیکن اس طرح جس طرح کوئی غیر مرد ہم کو دیکھ سکے اور ہم اس کو۔

• افطار تو کراتے ہیں لیکن ثواب کی نیت سے نہیں بلکہ اپنی امیری ظاہر کرنے کے خیال سے۔

• بدن پر کپڑے تو پہنتے ہیں لیکن اس طرح کہ دوسروں کو ہمارا جسم دکھائی دے۔

• روزہ بھی ہم اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے نہیں رکھتے بلکہ لوگوں کو دکھانے اور اپنے آپ خوش ہونے کے لیے رکھتے ہیں۔

• سردیوں میں پیروں کی انگلیوں کا سرخ ہو کر سوج جانا ایک عام شکایت ہے۔ اس شکایت کو دور کرنے کے لیے دیسی شلجم لے کر انھیں ابال لیں۔ پھر اس پانی میں نمک اور سرسوں کا تیل ملا کر پیروں کو اس میں ڈبوئے رکھیں اور ابلے ہوئے شلجم آہستہ آہستہ انگلیوں پر ملیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پیروں کو خشک کر کے کپڑے میں لپیٹ کر سو جائیں۔ پھٹی ہوئی ایڑیوں پر بھی ابلے ہوئے شلجم ملیں۔ دو تین دن میں ٹھیک ہو جائیں گی۔

• اگر آپ چاہتے ہیں کہ اونی کپڑوں کا رنگ خراب نہ ہو تو انھیں ہمیشہ الٹا کر کے استری کریں ورنہ رنگ خراب ہو جائے گا۔

• جرابیں اور دستانے جب نئے نئے خریدیں تو انھیں رات بھر پانی میں ڈبو دیں۔ اس طرح ایک تو وہ جلد پھٹیں گے نہیں اور نہ ہی چھوٹے ہوں گے۔

کوثر جہاں، محلہ بنگل گوڑہ عزیزیہ اسکول، عادل آباد

پپو نے کہانی سنائی

"آج کس کی باری ہے؟" اباجان نے پوچھا۔

"پھوپی کی" ہم سب نے جواب دیا۔
"اچھا تو کہو پھوپی کہانی" آپا جان نے کہا۔
"میں تو نہیں کہتی" اس نے ٹھٹھک کر کہا۔
"کیوں؟" آپا جان نے وجہ پوچھی۔
"میں کہتی ہوں تو سب ہنسنے لگتے ہیں" پھوپی نے وجہ بتائی۔ آپا جان نے ہم سب کو منع کیا کہ کوئی نہیں ہنسے گا اور ہم سب نے وعدہ کیا کہ کچھ نہ بولیں گے۔ تو پھوپی نے کہانی شروع کی۔

ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمھارا خدا بادشاہ۔ آنکھوں دیکھی کہتے نہیں کانوں سنی کہتے ہیں۔ کہنے والے کو ثواب نہیں۔ سننے والے کو عذاب نہیں۔ ایک تھا بادشاہ۔ وہ بہت غریب تھا۔ اس کا خزانہ ہر وقت مال سے بھرا رہتا تھا۔ اللہ کا دیا اس کے یہاں سب کچھ تھا۔ اچھا اچھا کھانا کھاتا۔ اچھے اچھے کپڑے پہنتا۔ محلوں میں رہتا۔ اس کے نوکر چاکر بہت تھے اس کے پاس بہت بڑی سلطنت تھی۔ وہ اپنی سلطنت کسی کو نہ دیتا۔ اپنی سلطنت ہر وقت اپنے پاس رکھتا۔ وہ کسی کو دکھاتا بھی نہ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کوئی اس کی سلطنت نہ چھین لے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ بادشاہ سو کر اٹھا تو اس نے منہ نہیں دھویا اُسے بھوک بہت زیادہ لگی تھی۔ منہ دھوئے بغیر اپنی امی جان سے کھانا مانگا۔ اس کی ماں بیچاری بیوہ تھی۔ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس دن کھانے کو کچھ نہ تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہاں سے کیا لایا جائے جو پکائے اور بیٹے کا پیٹ بھرائے۔ اس نے اس سے کہا اچھا ہاتھ منہ دھو ڈالو تو کھانا دوں۔ کھانے کی لالچ میں بادشاہ نے ہاتھ منہ دھو ڈالا۔ تو بھی اسے کھانا نہ ملا تو بادشاہ روتے ہوئے باپ کے پاس گیا۔ باپ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ بتایا کہ امی جان نے کھانے کو نہیں دیا۔ باپ کو بڑا قلق ہوا۔ باپ نے اللہ میاں سے دعا کی تو اللہ میاں نے کھانا بھیجا۔ سب نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا یا سچ مچ اللہ ہی سب کا رازق ہے۔

پھوپی کہانی کہہ چکی تو میں نے آپا جان سے کہا کہ اب تو ہنسیں؟ ہنسی روک کے ہم سب کا پیٹ پھولا جا رہا تھا۔ اصل میں آپا جان بھی ہونٹوں سے ہونٹ دبائے تھیں۔ کہانی ختم ہونے پر ہنسی کا گول گپا جو پھوٹا ہے تو بس کچھ نہ پوچھیے لوٹ پوٹ گئے سب اور پھوپی یہی کہتی رہیں۔ کیوں سب ہنستے ہیں؟ اب کوئی کیا بتائے کہ ہم کیوں ہنستے ہیں؟

(ماخوذ۔ سمجھ کا پھیر)

محمد عتیق محمد ابرار، کہنہ نور سوسائٹی۔ ایوت محل، مہاراشٹر

وظائف ماہِ رمضان شریف

• رمضان شریف میں نمازِ عشا اور تراویح کے بعد روزانہ تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی بہت فضیلت ہے پہلی مرتبہ پڑھنے سے گناہوں سے مغفرت ہو جائے گی۔ دوسری مرتبہ پڑھنے سے دوزخ سے نجات اور تیسری مرتبہ پڑھنے سے جنت کا مستحق ہو جائے گا۔

• ماہ رمضان شریف کی ۲۱ ویں شب (رات) ۲۱ مرتبہ سورۃ القدر پڑھیں اس کا پڑھنا بہت افضل ہے ترقی رزق اور ہر جائز مراد پوری ہوگی۔

• ماہ رمضان کی ۲۳ ویں شب کو سورۂ یٰسین ایک مرتبہ اور پھر ایک مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھنا بہت افضل ہے درازیٔ عمر اور مہلک بیماریوں سے حفاظت ہوگی۔

• ماہِ رمضان شریف کی ۲۵ ویں شب کو جو شخص سات مرتبہ سورۂ فتح پڑھے گا اس کی ہر جائز مراد پوری ہوگی اور دشمن پر کامیابی حاصل ہوگی۔

• ماہِ رمضان کی ۲۷ ویں شب کو جو شخص سورۂ ملک پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور قیامت کے دن یہ سورہ اس کی سفارش کرے گی۔

• ماہ رمضان کی ۲۹ ویں شب کو جو شخص سورۂ واقعہ سات مرتبہ پڑھے گا تو اللہ اس کو فقر و فاقے سے محفوظ رکھے گا۔

رخسانہ بنت محمد عمر، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

فضیلت ماہِ رمضان

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور منادی پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو، اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ و قرآن بندے کے لیے شفاعت کریں گے روزہ کہے گا اے رب میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا اے رب میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا۔ میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور دونوں کی شفاعت قبول ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ، کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ عزّوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جب کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ بیہودہ بکے اور نہ چیخے پھر اگر اس سے کوئی لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔

بی بی جویریہ، اے گارڈ گولی، ہبلی (کرناٹک)

سحری کے فضائل

فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے روزہ دار لوگو! سحری کھاؤ کہ جو تم نعمت کھاؤ گے قیامت کے روز اس کا حساب نہ ہوگا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ سحری کے وقت اٹھ کر یہ دعا زیادہ پڑھے یا واسع المغفرۃ، تو اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے۔ لکھا ہے کہ جو شخص روزے کی نیت سے سحری کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر لقمے پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔

طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور، آکولہ، مہاراشٹر

روزہ دار کا رُتبہ

• روزہ دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔
• روزہ دار کے لیے ہر روز جنّت آراستہ کی جاتی ہے۔
• سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔
• رمضان شریف کی آخری راتوں میں روزہ دار کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔

عزیز الرحمٰن عبدالغفار انصاری، فیضی نگر، بھیونڈی، تھانہ

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

۱۔ آپ کا نام
۲۔ آپ کے والد صاحب کا نام
۳۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔ ان کے نام لکھیے۔
۴۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن کس اسکول اور کس درجے میں پڑھتے ہیں (اسکول کا پورا پتا لکھیے)
۵۔ آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا ہے؟
۶۔ اپنے اساتذہ کا نام لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ وہ آپ کو کون سا مضمون پڑھاتے ہیں۔
۷۔ آپ کو کون سا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ آپ کی زندگی میں کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ بہت خوش ہوئے اور کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ دکھی ہوئے۔
۹۔ آپ کون سا لباس اور کون سی غذا پسند کرتے ہیں
۱۰۔ اپنے قریب ترین دوستوں کے نام لکھیے۔
۱۱۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ کیا آپ نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کب۔
۱۳۔ کیا آپ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ ان مصنفین اور شاعروں کے نام لکھیے جن کی نگارشات کو آپ بہت پسند کرتے ہوں۔
۱۵۔ پیام تعلیم آپ کب سے پڑھ رہے ہیں اس میں آپ کو کون سا کالم پسند ہے اور کون سا ناپسند
۱۶۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں۔

ضروری: سوال لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف ترتیب سے سوال نمبر لکھ کر جواب لکھیے۔ آخر میں اپنا پورا پتا لکھنا نہ بھولیے

تعارف نامے

۱۔ مجھے غوثیہ نشاط کہتے ہیں
۲۔ میرے والد صاحب کا نام عبدالرحیم نشتر ہے۔
۳۔ میرے تین بھائی ہیں اور میں ان کی اکلوتی بہن ہوں۔ اس طرح ہم چار ہیں۔ بڑے بھائی کا نام محمد دانش غنی ہے، دوسرے کا محمد حارث غنی اور چھوٹے کا نام محمد سالک غنی ہے۔
۴۔ بڑا بھائی گیارھویں میں زیر تعلیم ہے۔ تیسرے بھائی جان آٹھویں جماعت میں اور سب سے چھوٹے تیسری جماعت میں ہے میں نویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔
ہمارے اسکول کا نام ساوتری مادھیمک ودھیہ مندر ابیت ہے۔
۵۔ میرے پسندیدہ مضامین اردو اور انگریزی اور فارسی ہیں۔
۶۔ ہمارے اسکول کے اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

سیدہ شایستہ میڈم	سائنس
شیخ متین	ریاضی

نیاز فریدی — انگریزی
عبدالرحیم نشتر — اردو، تاریخ شہریت، جغرافیہ، معاشیات
شیخ چاند — ہندی
بشیر مقادم — مراٹھی
شیخ چاند

۷۔ مجھے کبڈی کا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ میری زندگی کا ایک یادگار لمحہ وہ ہے جب میں آٹھویں میں ۹۷،۳ فیصد نمبر لے کر پہلا نمبر آئی تھی اس دن کی خوشی مجھے تاحیات یاد رہے گی۔ میری زندگی کا ایک دکھ بھرا لمحہ وہ بھی ہے جب میں چھٹے سال کی تھی اُن دنوں ہماری حالت ٹھیک نہیں تھی۔ میرے والد نے مجھے "K.G" میں ڈالا تھا اور مالی حالت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے میرے والد K.G، اسکول کی فیس صرف ۲۰ روپے ادا نہیں کر سکے اور مجھے اسکول سے خارج کر دیا گیا تھا اس دن میں بہت روئی تھی اور وہ دن مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔
۹۔ میں کاٹن کے سادہ لباس پسند کرتی ہوں۔ میری پسندیدہ غذا کھچڑی اور مچھلی ہے۔
۱۰۔ میری قریب ترین سہیلیوں کے نام ہیں۔ شگفتہ طاہر منڈالکر، نازیہ محمد حسین چرمزے، شاہین مقادم۔ رفت امداد علی چوڑ شبد۔
۱۱۔ ہاں! تحفہ تو دیتی ہوں لیکن تحفے میں کتابیں دیتی ہوں اور کچھ نہیں۔
۱۲۔ ہاں! میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ پڑھنا تو کبھی بھی ہوتا ہے جو کتاب ہاتھ میں آجاتی ہے اسے پورا پڑھ کر ہی دم لیتی ہوں، اور کھیل تو صرف اسکول میں ہی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی ہوں۔
۱۳۔ ہاں! میں اپنے والدین اور اساتذہ اور بزرگوں کا کہنا مانتی ہوں اور ان کا احترام کرتی ہوں کیوں کہ والدین کی خدمت کرنے سے بڑا کوئی کام نہیں اور اساتذہ اور بزرگوں کا کہنا ماننا ہمارا فرض ہے۔
۱۴۔ میرے پسندیدہ مصنفین ہیں شوکت تھانوی، کرشن چندر، یوسف ناظم، شکیل صدیقی۔ اور پسندیدہ شاعر ہیں: اسمٰعیل میرٹھی، نظیر اکبر آبادی، حفیظ جالندھری، ظفر گورکھپوری۔
۱۵۔ میں پیام تعلیم اس وقت سے پڑھ رہی ہوں جب میں چوتھی میں تھی تو ایک بار پیام تعلیم میری نظروں سے گزرا، تبھی سے میں پیام تعلیم پڑھ رہی ہوں۔
پیام تعلیم میں مجھے اقوال زریں، میرے پسندیدہ اشعار اور معلومات کے کالم پسند ہیں۔
۱۶۔ میں مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں کیوں کہ خدمت خلق سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔ آج کے جدید دور میں مہنگائی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ ایک غریب انسان اپنی چھوٹی سی بیماری کا بھی علاج نہیں کر سکتا اور فیس کے نام سے ہی ٹوٹ جاتا ہے اس طرح وہ زندگی سے ۔۔ اور موت سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ میں ڈاکٹر بن کر غریبوں کا علاج کرنا چاہتی ہوں

جو بے سہارا ہے جو اپنا علاج نہیں کرسکتے۔ میں ان کا سہارا بننا چاہتی ہوں، انھیں زندگی کا احساس دلانا چاہتی ہوں۔ میں خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے نیک کام میں میری مدد کرے۔

۱۔ میرا نام محمد وجیہہ الحق ہے۔
۲۔ میرے والد محترم کا نام ماسٹر محمد یوسف صاحب ہے۔
۳۔ میرے پانچ بھائی اور دو بہن ہیں۔ مولانا عبدالودود قاسمی، محمد داؤد، محمد وصی احمد، محمد وارث علی۔ زرینہ خاتون، فرحانہ خاتون۔
۴۔ میرے دو بھائی دربھنگہ میں زیر تعلیم ہیں اور بقیہ سب گھر ہی پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مجھ سے بڑے بھائی بی۔ اے میں اور ان سے چھوٹے میٹرک کے امتحان کی تیاری میں مشغول ہیں، اسکول کا نام۔ ڈان باسکو اسکول دربھنگہ بہار ہے۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ادب ہے۔
۶۔ میرے اساتذہ کے نام مندرجۂ ذیل ہیں جناب نیر اعظم کیفی، جناب خورشید، جناب مولانا محمد یونس صاحبان وغیرہ ہیں۔ یہ ہم کو اردو، انگریزی، ہندی اور دیگر مضامین بھی پڑھاتے ہیں۔
۷۔ میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔
۸۔ جب میرے بھیا نے دارالعلوم دیوبند سے فاضل کیا تب بہت خوشی ہوئی۔ اور جب میرے چچا شوکت علی صاحب کا انتقال ہوگیا تو بہت دکھ ہوا۔
۹۔ ہمیں پینٹ اور شرٹ کے علاوہ پائجامہ اور کرتا بھی پسند ہے اور ہمیں روٹی زیادہ پسند ہے چاول کے مقابلے میں۔
۱۰۔ افتخار احمد کیفی، رضی احمد اور خلیل احمد۔
۱۱۔ جی ہاں، ہم بھی اپنے دوستوں کو کسی خاص مواقع پر تحائف دیتے ہیں۔
۱۲۔ جی، ہم نے اپنے پڑھنے لکھنے کا ایک ضابطہ اور پروگرام بنا رکھا ہے کہ ہمیں کس وقت کون سی کتاب کا مطالعہ کرنا ہے اور کس وقت کیا لکھنا ہے۔
۱۳۔ جی ہاں، ہم اپنے اساتذہ کا، اپنے والدین کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہم میں سے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
۱۴۔ سرسید احمد خاں، ابوالحسن علی ندوی، ان مصنفین کی کتابیں بے حد پسند ہیں اور شاعروں میں علامہ اقبال، غالب اور شاد عظیم آبادی بہت ہی پسند ہیں۔
۱۵۔ میرے بھیا جب اعظم گڑھ میں زیر تعلیم تھے تو وہ ۱۹۹۰ء میں پیام تعلیم کے چند شمارے لائے تھے۔ بس میں نے اسی وقت سے پیام تعلیم کے عاشقوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا لیا۔ مجھے حکیم صاحب کا کالم بے حد پسند ہے اور ناپسند، بس یہی کہ پیام تعلیم تھوڑا تاخیر سے دستیاب ہوتا ہے۔

۱۶۔ میں ایک شریف ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں تاکہ عوام کی خدمت کرسکوں۔
پتا: محمد وجیہہ الحق، بلوا ہا ٹولہ، ڈلوکھر، مدھوبنی بہار ۸۴۷۰۰۴

۱۔ میرا نام مومن عبدالحکیم ہے۔
۲۔ میرے والد محترم کا نام مومن نثار احمد ہے۔
۳۔ ہم تین بھائی ہیں۔ مومن عبدالرحیم، مومن عبدالحکیم، مومن محمد سلیم۔
۴۔ میں اس وقت دسویں جماعت کا طالب علم ہوں، رفیع الدین فقیہ ہائی اسکول میں پڑھتا ہوں۔ رفیع الدین فقیہ ہائی اسکول، نظام پورہ، بھیونڈی ضلع تھانہ۔ میرا چھوٹا بھائی محمد سلیم پانچویں جماعت کا طالب علم ہے جو میونسپل اسکول نمبر ۷ بورڈ بھیونڈی، نظام پورہ ضلع تھانہ میں پڑھتا ہے۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔
۶۔ میرے استاد محترم کا نام پرویز احمد ہے جو ہمیں اردو پڑھاتے ہیں۔
۷۔ مجھے کرکٹ، کبڈی کا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ میری زندگی میں خوشی کا وقت وہ تھا جب ہر منزل پر کامیابی ہمارا قدم چوم رہی تھی۔ دکھ کا وقت وہ تھا جب ہمارے والد کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا اور چند سال بعد ہی ہماری والدہ بھی ہمیشہ ہمیشہ ہمیں روتا سسکتا ہوا چھوڑ کر دار فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئیں۔
۹۔ میں سادہ، سفید لباس پسند کرتا ہوں۔ نیز غذا میں سبزی، ترکاری اور ہلکی جلد ہضم ہونے والی غذا پسند کرتا ہوں۔
۱۰۔ میرا سب سے بہترین دوست "کتاب" ہے جس کا نام پیام تعلیم ہے
۱۱۔ جی ہاں؛ دوستوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ہر خوشی کے موقع پر یا ان کی کامیابی پر نذرانہ پیش کرتا ہوں۔
۱۲۔ جی ہاں۔ پڑھنے کا وقت: صبح ۵ بجے سے ۷ بجے تک۔ کھیلنے کا وقت: شام ۵½ بجے سے ۶½ بجے تک۔
۱۳۔ جی ہاں! میں بزرگوں اور استادوں کا کہنا مانتا ہوں۔
۱۴۔ مصنف: سرسید احمد خاں، ابوالکلام آزاد، سلیمان ندوی۔ شاعروں میں سب سے زیادہ پسند ہے علامہ اقبال، مرزا غالب، میر تقی میر۔
۱۵۔ پیام تعلیم کا مطالعہ مسلسل چار سال سے کر رہا ہوں۔ اس میں مجھے تمام کالم بہت پسند ہیں سائنسی کالم اور بھی زیادہ مرغوب ہیں۔
۱۶۔ میں مستقبل میں بااخلاق ہمدرد نیک اچھا انسان بننا چاہتا ہوں۔
پتا: مومن عبدالحکیم، ۷۹، اسلام پورہ، نزد مسجد، بھیونڈی ضلع تھانہ ۴۲۱۳۰۲

۱۔ میرا نام فیصل ارسلان ہے۔ لوگ مجھے شاہ فیصل کے نام سے بھی پکارتے ہیں

۲۔ میرے والد محترم کا نام مولانا ابوذر اصلاحی ہے۔
۳۔ میرے سات بھائی بہن ہیں، ان کے نام ہیں شکیب ارسلان، نیلوفر روحی، غزالہ روحی، عذرا روحی
فیصل ارسلان، شبلی ارسلان اور سب سے چھوٹا اسامہ ارسلان ہے۔
۴۔ میرے بڑے بھائی جناب شکیب ارسلان صاحب نے اعظم گڑھ شبلی کالج (یوپی) سے ایم۔کوم
کیا ہے۔ میری دو بہنیں، نہیلا چاودھیالہ اررییہ میں بالترتیب بی۔ اے اور آئی۔ اے میں پڑھتیں
ہیں باقی چار بھائی بہن بالترتیب کلاس پانچویں، آٹھویں، نویں اور دسویں میں اسٹیبل اکیڈمی
آزادنگر اررییہ (بہار) میں زیر تعلیم ہیں۔
۵۔ میرا سب سے پسندیدہ مضمون حساب ہے۔
۶۔ میرے اسکول میں ۲۳ اساتذہ کرام ہیں جن میں صرف ۱۲ اساتذہ ہی میرے کلاس میں
تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں جناب مشتاق صاحب "حساب"، جناب محمد افتخار عالم "کرکس"، جناب
محمد جواد عالم "کیمسٹری"، جناب محمد عارف عالم "بائیلوجی"، جناب مولانا نعیم الدین خاں مظہری "اردو"،
جناب مرشد عالم "ہندی"، جناب محمد افضل حسین "جغرافیہ"، جناب محمد معتصم زبیری "ا.۳۷.۲.۶"، جناب
محمد منصور عالم "تاریخ"، جناب شکیب "سیوکس"، جناب محمد امان عالم "انگریزی" اور جناب مولانا
مشتاق احمد صدیقی "فارسی اور دینیات" پڑھاتے ہیں۔
۷۔ مجھے کھیل میں سب سے زیادہ کرکٹ کا کھیل پسند ہے۔
۸۔ وہ میری زندگی کا بہت ہی خوشی کا لمحہ تھا جب میں اپنے پریوار کے ساتھ دیہات کو خیرباد
کہہ کر شہر میں سکونت پذیر ہوا، اور اچھی تعلیم کی غرض سے اپنے من پسند ادارہ اسٹیبل اکیڈمی
میں زیر تعلیم ہوا۔ وہ ایک منحوس دن تھا جب مجھے خبر ملی کہ صبح چہل قدمی کرتے ہوئے
میرے ایک عزیز اور جانثار دوست تنویر عالم کا ایک ٹرک سے ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے
ان کے دماغ میں شدید چوٹ لگی تھی اور خون کانوں کی طرف سے اُبل پڑا تھا جس کی وجہ
سے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھے تھے
۹۔ میں ہمیشہ سفید رنگ کی شلوار کرتا پہننا پسند کرتا ہوں اور کھانے میں مچھلی، چاول شوق
سے کھاتا ہوں، اس کے علاوہ پھل وغیرہ مجھے بہت پسند ہیں۔
۱۰۔ ہمارے بہت سے دوست ہیں لیکن ان میں اسمٰعیل حیدر، عدیل یزداں، اور ایس ایم رضا
میرے رازدار اور جانثار دوست ہیں۔
۱۱۔ ہمارے یہاں تحفہ تحائف کا چلن نہیں ہے پھر بھی ہم سبھی دوست آپس میں ایک دوسرے
کو تحفہ تحائف سے نوازتے رہتے ہیں جس سے ہمارے بیچ دوستی کی کڑی مضبوط ہوتی
رہتی ہے۔
۱۲۔ میں اور میرے دوستوں نے مل کر ایک نظام الاوقات کا بورڈ بنالیا ہے جس میں پڑھنے
اور کھیلنے کے اوقات مقرر ہیں۔ شام ۴ بجے سے ۵ بجے تک کُل ۱½ گھنٹے کھیل کا
وقت ہے۔ صبح، دوپہر اور رات کو پڑھائی کے علاوہ مختلف ضروریات کے اوقات مقرر

کیے گئے ہیں۔
۱۳۔ میں اپنے اساتذہ، والدین اور بڑے بوڑھوں کا احترام دل و جان سے کرتا ہوں اور ان کے حکموں کو ہر حال میں بجالانے کی کوشش کرتا ہوں، کیوں کہ میں اسے اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں اور اسے کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں لیکن کبھی کبھی میں دماغی الجھنوں اور جھنجھلاہٹوں کی وجہ سے اُن کے چھوٹے چھوٹے حکموں کو ٹال دیا کرتا ہوں۔ جس پر مجھے افسوس ہے۔
۱۴۔ شاعروں میں ڈاکٹر علامہ اقبال، مرزا غالب اور میر تقی میر ہمارے محبوب شاعر ہیں۔ مصنفین میں ہر دل عزیز مصنف سید سلیمان ندوی، میر امن دہلوی، مولوی نذیر احمد، مولانا مودودی، رجب علی بیگ سرور، سر سید احمد خاں کے نام قابل ذکر ہیں۔
۱۵۔ میں پیام تعلیم کا مطالعہ تقریباً دو سال سے کرتا آرہا ہے۔ اس کے سبھی کالم مجھے پسند آتے ہیں خاص کر بچوں کی نگارشات کے سبھی کالم مجھے بہت پسند ہے۔ جہاں تک ناپسند ہونے والی بات ہے ادارہ نے ابھی تک ایسا کوئی کالم نہیں چھاپا جو راقم کو ناپسند ہو۔
۱۶۔ میں مستقبل میں ایک پُرجوش، ولولہ انگیز۔ اور دلوں میں جذبہ رکھنے والا اڈیٹر بن کر داعیٔ اسلام کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ یہی وہ ایک شمع ہے جو بھٹکے ہوئے راہروں کو سیدھا راستہ دکھانے والا سچا راہی ہوتا ہے اور دین کا سب سے بڑا داعی ہوتا ہے۔
پتا: فیصل ارسلان، الشبیل اکیڈمی، آزاد نگر، اررہ بہار ۸۵۴۳۱۱

۱۔ میرا نام وسیم رضا ہے
۲۔ میرے والد صاحب کا نام محترم مسعود ہے۔
۳۔ میرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ان کے نام اس طرح ہیں بڑی بہن شگفتہ یاسمین، اور شائستہ فرحین۔ اور میں وسیم رضا اور چھوٹا بھائی رمیز رضا ہیں۔
۴۔ میری بڑی بہن میونسپل کالج میں بارھویں درجے میں پڑھتی ہیں اور ان سے چھوٹی بہن سی۔ ٹی کالج میں گیارھویں درجے میں پڑھتی ہیں۔ اور میں اور میرا چھوٹا بھائی اردو ہائی اسکول راؤرکیلا (جو مین روڈ کے قریب ہے) میں دسویں جماعت اور میرا بھائی چھٹی جماعت کا طالب علم ہے۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون، اردو، انگریزی اور حساب ہے۔
۶۔ میرے اساتذہ کے نام اور ان کے مضمون مندرجہ ذیل ہیں۔ ہیڈ ماسٹر عبدالجبار غنی، جو ہمیں اردو اور جغرافیہ پڑھاتے ہیں۔ جناب عطا حسین خاں، یہ ہمیں حساب اور سائنس پارٹ ون پڑھاتے ہیں۔ جناب انوارالحق، یہ ہمیں سائنس پارٹ ٹو، پڑھاتے ہیں۔ جناب نعیم الحق ہمیں انگریزی پڑھاتے ہیں۔ جناب ایس۔ منڈل، ہمیں ہسٹری پڑھاتے ہیں۔
۷۔ مجھے کھیلوں سب سے زیادہ کرکٹ اور فٹ بال پسند ہیں۔
۸۔ مجھے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خوشی تب ہوئی جب مجھے پانچویں کلاس میں اسکالرشپ

ملی تھی اور مجھے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ دُکھ اس وقت ہوا تھا جب میری دادی جان کا انتقال ہو گیا تھا۔

۹۔ مجھے لباس میں کُرتا اور شلوار بہت پسند ہے اور غذا میں مجھے بریانی اور میٹھی چیزیں کھانا بہت پسند ہے۔

۱۰۔ میرے قریب ترین دوستوں میں محمد ارشد، شعیب اختر، عبدالقدوس، محمد جاوید، منور اعظم اور شبیر احمد ہیں۔

۱۱۔ میں اپنے دوستوں کو تحفہ دیتا ہوں کیوں کہ تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے۔

۱۲۔ ہاں، میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ میں اسکول کے بعد چار بجے سے چھ بجے تک کھیلتا ہوں اور چھ بج کر تیس منٹ سے نو بجے تک پڑھتا ہوں۔

۱۳۔ ہاں میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہا مانتا ہوں کیوں کہ جو بڑوں کی بات مانتے ہیں وہی مستقبل میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

۱۴۔ مجھے مصنفوں میں پریم چند اور عصمت چغتائی اور شاعروں میں مولانا حالی، مرزا غالب اور علامہ اقبال بہت پسند ہیں۔

۱۵۔ میں پیام تعلیم تقریباً دو سال سے پڑھ رہا ہوں، اس میں مجھے قسط وار کہانیاں، اقوال زریں اور معلومات، کالم بہت پسند ہیں اور مجھے ان میں آدھی ملاقات پسند نہیں ہے۔

۱۶۔ میں مستقبل میں بہت بڑا بزنس مین بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا یہ ہے: وسیم رضا معرفت محمد مسعود۔ نیر آری فوگ ہوسپیٹل، بھٹی روڈ، راولکیلا ضلع سندر گڑھ

۱۔ میرا نام محمد عثمان غنی

۲۔ میرے والد کا نام عبدالرؤف ہے۔

۳۔ میرے تین بھائی اور ایک بہن ہے، محمد خلیل الرحمٰن، محمد مدثر لیسین، محمد شعیب اور بہن کا نام آسیہ کوثر ہے۔

۴۔ ہاسن ضلع تعلقہ آلور منصورہ میں ہم دو بھائی زیر تعلیم ہیں۔ میرا ایک بھائی بیجاپور میں (ملعمص) اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ میری بہن پرائمری نمبر ۳ اردو گرلز اسکول میں پڑھ رہی ہے اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔ اسکول کا پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور، ہاسن، کرناٹک

۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "اردو" ہے۔

۶۔ اساتذہ کے نام اس طرح ہیں، سید جاوید صاحب، ریاضی طبیعیات، نصرت رحیم صاحب کیمیا، حیاتیات، صدر اللہ خاں صاحب، سماجی تعلیم، ضیاء الرحمٰن صاحب عربی، تفسیر، اختر قاسمی صاحب، فقہ، تاریخ اسلام، محسن علی صاحب اردو، وثیق الرحمٰن حدیث، غوث محی الدین صاحب انگریزی، سراج الدین صاحب، کنڑ،

۷۔ مجھے کرکٹ بہت پسند ہے۔

۸۔ جب میں نے سن شعور کو پہنچ کر اپنے آپ کو پہچانا تھا اس وقت بہت خوشی ہوئی تھی لیکن ایک دینی ماحول میں رہتے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میں نے فلم دیکھی جس کی وجہ سے مجھے معطل رکھا گیا تھا۔ بہت دکھی ہوا تھا۔
۹۔ میں عربوں کے لباس کو پسند کرتا ہوں اور غذا میں "چنا" پسند کرتا ہوں جس سے ہر چیز یعنی (روٹی، سالن، چاکنا وغیرہ) بنتی ہے۔
۱۰۔ غلام نبی، محمد حنیف، میرے قریب ترین دوست ہیں۔
۱۱۔ جی ہاں، اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ جی ہاں، میں نے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ عصر سے مغرب تک کھیلنا، صبح ۶-۳۰ بجے سے ۴-۷ تک اور رات میں ۷ سے ۸ بجے تک (وقفہ برائے نماز و طعام) ۹ سے ۳۰-۱۰ بجے تک پڑھنا۔
۱۳۔ جی ہاں! چوں کہ یہ ہماری (Teen age) ہے۔ اس لیے نتیجہ سوچے بغیر کام کرتے ہیں کبھی کبھی آپے سے باہر ہو کر اساتذہ کو الٹا جواب دیتے ہیں پھر معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔
۱۴۔ مصنفین میں سید ابوالاعلیٰ مودودی، مائل خیر آبادی، اور شاعروں میں علامہ اقبال، مرزا غالب، حالی۔
۱۵۔ پیام تعلیم تقریباً ۱۹۹۰ء سے پڑھ رہا ہوں۔ گدگدیاں، پسند کرتا ہوں۔ پسندیدہ اشعار مجھے پسند نہیں ہے۔
۱۶۔ میں مستقبل میں دین اسلام کا سچا اور پکا داعی بننا چاہتا ہوں۔

۱۔ محمد نجیب پاشا
۲۔ حشمت کمالی پاشا
۳۔ میرے پانچ بھائی بہن ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں، محمد تمکین پاشا، محمد فہد پاشا، محمد فرید پاشا، فارعہ پاشا اور فرح پاشا۔
۴۔ میں بنگالی بازار ہائی اسکول میں دسویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ میرے بھائی میرے ہی اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ مجھ سے چھوٹے بھائی نویں جماعت، ساتویں جماعت، اور دوسری جماعت کے طالب علم ہیں۔ میری بہنیں مولانا آزاد اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ ایک آٹھویں جماعت میں اور دوسری بہن پانچویں جماعت میں زیر تعلیم ہیں۔ ہمارے اسکول کا پتا یہ ہے ۳۹/آئی بنگالی بازار، گارڈن ریچ کلکتہ ۷۰۰۰۲۴۔ میری بہن کے اسکول کا پتا: ۸۳/ایچ پہاڑ پور روڈ، گارڈن ریچ کلکتہ ۷۰۰۰۲۴۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "اردو" ہے۔
۶۔ میرے اساتذہ کے نام حسب ذیل ہیں: محمد تنویر، الف انصاری، محمد اقبال صاحبان۔
۷۔ مجھے فٹ بال بے حد پسند ہے۔

۸۔ میری زندگی میں ایک لمحہ ایسا خوشی کا بھی آیا جب میں گھر میں بیٹھا کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک فقیر نے دروازے پر صدا لگائی اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا اور جیب سے ۲۵ پیسے نکال کر اس کے پیالے میں ڈال دیے۔ وہ جانے لگا تو اس کی نظر الماری کی طرف اٹھ گئی جہاں کرکٹ اور وکٹ رکھا تھا۔ اس نے مجھے وکٹ دینے کے لیے کہا میں نے وکٹ اسے دے دیا۔ اس نے اسے ٹھوک بجا کر دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ کیا میں یہ ڈنڈا لے لوں۔ میرا ڈنڈا ٹوٹ گیا ہے،، میں نے ایک نظر فقیر کو دیکھا اور پھر وکٹ کی طرف دیکھا جو اوپر سے تھوڑا سا ٹوٹا ہوا تھا۔ شاید کسی وجہ سے کھیل کے دوران ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے بابا، آپ لے لیں۔ غریب بوڑھا فقیر بہت خوش ہوا اور دعا دیتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ گیا۔ اس دن مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں نے ایک غریب فقیر کی مدد کی ہے۔

لیکن ایک دن ایسا بھی آیا کہ مجھے بہت دکھی ہونا پڑا اس دن ہماری پیاری دادی جان اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ اس دن مجھے بہت افسوس ہوا اور میں بہت دکھی ہوا۔

۹۔ میں سادہ لباس اور سادہ غذا کھانا پسند کرتا ہوں۔

۱۰۔ میرے قریب ترین دوستوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ تنویر، گڈو، فخرالدین، راشد۔

۱۱۔ جی ہاں! میں اپنے دوستوں کو تحفہ دیتا ہوں خاص کر نئے سال کے موقع پر۔

۱۲۔ جی ہاں، میں نے اپنے کھیلنے اور پڑھنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ صبح فجر کے وقت اٹھتا ہوں اور سات بجے تک پڑھتا ہوں۔ شام کو چار بجے سے پانچ بجے تک کھیلتا ہوں۔ اس کے بعد آٹھ بجے تک پڑھتا ہوں۔

۱۳۔ جی ہاں، میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں۔

۱۴۔ مصنفین کے نام یہ ہیں: یوسف ناظم، بانو سرتاج، ایم یوسف انصاری، بابو آر، کے شاعروں کے نام یہ ہیں: افسر میرٹھی، رفیع احمد، حیدر بیابانی، سطوت رسول۔

۱۵۔ میں پیام تعلیم پانچ سال سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں مجھے سبھی کالم بہت پسند ہے ناپسند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۶۔ میں مستقبل میں ایک اچھا ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں تاکہ ملک و قوم کی خدمت کر سکوں اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو سکوں۔

میرا پتا: محمد نجیب پاشا۔ بی ۱۱۹، بنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ ۲۴ ۰۰۰ ۷

۱۔ مساجد زکی

۲۔ محمد زید ایوبی

۳۔ ہم سات بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ نام بالترتیب یہ ہیں۔ خالد، عابد، ساجد، مساجد، عارف شاہد، راشد، مریم، مبشرہ۔

۴۔ خالد احمد، بی۔ اے کی تعلیم سٹی کالج مالیگاؤں میں حاصل کر رہے ہیں۔

عارف احمد، پانچویں جماعت، سوئیس ماڈل اسکول گینڈا میدان میں پڑھ رہا ہے۔
میں خود آٹھویں جماعت، شیخ عثمان ہائی اسکول ہزار کھولی میں پڑھ رہا ہوں۔
شاہد زکی، تیسری جماعت، موتی پری پرائمری میں پڑھ رہا ہے۔
۵۔ اردو، عربی، تاریخ شہریت۔
۶۔ شگفتہ آپا، مجھے اردو پڑھاتی ہیں۔ قدسیہ آپا۔ انگریزی پڑھاتی ہیں
۷۔ کرکٹ۔
۸۔ خوشی کا لمحہ وہ تھا جب میں سکنڈ نمبر سے کامیاب ہوا اور انعام ملا۔ غم کا لمحہ، بابری مسجد کی شہادت
۹۔ لباس، سادہ، غذا سادہ۔
۱۰۔ عبداللہ ہلال، طفیل احمد، انیس احمد، خالد اختر انصاری، اظہار احمد
۱۱۔ جی ہاں۔ ہم اپنے دوستوں کو تحفے دیتے ہیں۔
۱۲۔ پڑھنے کا وقت: ظہر تا عصر۔ کھیلنے کا وقت: عصر کے بعد مغرب تک
۱۳۔ یس انکل۔ ہم اپنے بزرگوں اور اساتذہ کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ مائل خیرآبادی۔ علامہ اقبال۔
۱۵۔ میں پیام تعلیم ۱۹۹۲ء سے پڑھ رہا ہوں اور مجھے اس میں ہر چیز پسند ہے۔
پتا:۔ ۱۸/۱۴ مولانا کمپاؤنڈ، کمال پورہ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

۱۔ سعید الزماں خاں۔
۲۔ والد صاحب کا نام ابوبکر خاں ہے۔
۳۔ ہم چھے بہنیں اور دو بھائی ہیں۔
عائشہ، فاطمہ، زہرہ، رقیہ، کلثوم، عاطفہ، اور ہم دو بھائی سعید الزماں خاں، زین العابدین خاں۔
۴۔ میری بڑی دو بہنیں جامعات الصالحات سے فارغ ہیں۔ بقیہ چار بہنیں انجمن نورالاسلام اردو ہائی اسکول (تلک نگر) لنک روڈ ساکی ناکہ روڈ بمبئی ۷۲ میں زیر تعلیم ہیں۔
۵۔ میں جامعۃ الاسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک بلساڑ گجرات میں حافظہ کر رہا ہوں۔ اور میرے بڑے بھائی زین العابدین خاں تریسا ہائی اسکول بمبئی ۷۲ میں دسویں جماعت کا طالب علم ہے۔
۶۔ میں ابھی حافظہ کر رہا ہوں۔ ویسے حفظ قرآن کا بہت شوق ہے۔
میرے استاد کا نام عبدالحیٔ صاحب ہے۔ حافظ بناتے ہیں۔
۷۔ مجھ کو کرکٹ کھیلنا بہت پسند ہے۔
۸۔ میں اپنی زندگی میں جب اپنے والدین کو چھوڑ کر گجرات جا رہا تھا تو بہت غمگین تھا اب میں حافظہ کر رہا ہوں تو بہت خوش ہوں۔
۹۔ میں کرتا پاجامہ، گول ٹوپی پہننا پسند کرتا ہوں، اور غذا میں جو وقت پر مل جائے۔

۱۰۔ دانش بغدادی، عمران بغدادی، ابوطلحہ، محمد ظفر میرے اچھے دوست ہیں۔
۱۱۔ ابھی تحفہ دینے کا موقع نہیں آیا۔
۱۲۔ پڑھنے کے لیے فجر بعد اور عشا بعد اور کھیلنے کا وقت مغرب سے عشا تک۔
۱۳۔ جی ہاں، ہم اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ مصنفین میں وصی اقبال، شکیل انوار صدیقی اور شاعروں میں علامہ اقبال، اکبر الٰہ آبادی
۱۵۔ میں پیام تعلیم چار سال سے پڑھ رہا ہوں۔ پیام تعلیم میں بچوں کی کوششیں بہت پسند ہے بلکہ سبھی چیز پسند ہے ناپسند کا سوال ہی نہیں۔
۱۶۔ میں مستقبل میں عالم حافظ، قاری، مفتی بننا چاہتا ہوں۔

پتا: سعید الزماں خاں، ۱۔ رڈینٹ ہاؤس، نیر فرینڈ مسلم سوسائٹی، لنک روڈ، موہلی ویلیج ساکی ناکہ، بمبئی ۷۲

۱۔ طفیل احمد
۲۔ محمد یعقوب
۳۔ مجھے ملاکر دو بھائی اور دو بہن ہیں۔ سب سے بڑا میں ہوں۔ مجھ سے چھوٹی بہن کا نام ثمرین ہے اس سے چھوٹی شبانہ اور سب سے چھوٹا بھائی سہیل ہے۔
۴۔ طفیل احمد، چوتھی جماعت، شیخ عبدالودود پری پرائمری اینڈ پرائمری اسکول اے ٹی ٹی ہائی اسکول مالیگاؤں، ثمرین، تیسری جماعت جے اے ٹی گرلس ہائی اسکول مالیگاؤں، شبانہ اور سہیل اسکول نہیں جاتے۔
۵۔ سائنس اور اردو۔
۶۔ رخسانہ آپا، اردو، نسیم آپا، سائنس، ریاضی، عقیلہ آپا، ہندی، رخسانہ آپا، انگریزی، جلیل سر، جغرافیہ، دینیات عقیلہ آپا۔
۷۔ کرکٹ۔
۸۔ چھوٹے بھائی سہیل کی پیدائش ہوئی تو میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کہ اللہ میاں نے مجھے میرا ایک ساتھی اور بھائی دیا۔
۶ر دسمبر ۹۲ء کو جب ملک دشمن لوگوں نے بابری مسجد کو شہید کر کے جمہوریت کا قتل کیا۔ یہ میری زندگی کا سب سے دکھی لمحہ تھا۔
۹۔ شرٹ، پینٹ۔
۱۰۔ مسعود احمد، نثار احمد، ماجد زکی، محمد زبیر ایوبی، ظہیر احمد، عبدالرشید، میرے عزیز دوست ہیں۔
۱۱۔ جی ہاں! میں اپنے دوستوں کو اردو کی کتابیں دیتا ہوں تاکہ وہ بھی اردو جاننے والے بنیں۔
۱۲۔ میں اپنے پڑھنے کا وقت صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے تک اسکول میں اور عصر بعد مقرر کیا ہے اور کھیل کے لیے مغرب سے عشا تک، اس کے بعد تھوڑی اسٹیڈی کر کے سو جاتا ہوں۔
۱۳۔ ہاں، مانتا ہوں۔
۱۴۔ مائل خیر آبادی، ایم یوسف انصاری، شکیل صدیقی کی تحریریں اور اسمٰعیل میرٹھی، علامہ اقبال کی نظمیں۔
۱۵۔ میں پیام تعلیم کا جولائی ۹۴ء سے مطالعہ کر رہا ہوں اس میں مجھے تمام کالم پسند ہے ناپسند کا سوال ہی نہیں۔
۱۶۔ میں ڈاکٹر بن کر سسک سسک کر جان دینے والے مریضوں کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لینا چاہتا ہوں۔

پتا: مکان نمبر ۷۸، کمال پورہ، جنرل ورکشاپ کے پاس۔ مالیگاؤں، مہاراشٹر

آدھی ملاقات

● جنوری ۱۹۹۶ء کا پیام تعلیم تو سچ مچ ہمارے لیے نئے سال کا تحفہ ثابت ہوا۔ خبرنامہ، بہت خوب رہا۔ ہم شکل ہم راز، کی دسویں قسط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مگر اب اگلی قسط کا انتظار ہے۔ گدگدیاں، پڑھ کر تو پیٹ میں بل پڑ گئے۔ بچوں کی کوششیں پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ خدا کرے پیام تعلیم ترقی کی راہوں پر گامزن رہے۔

محمد شمشاد محلہ پانڈیاں مالیر کوٹلہ، پنجاب

● ماہ جنوری کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا اور اس وقت ملا جب میں پیام تعلیم کے سلسلے میں اپنے ایک دوست سے اس کا ذکر کر رہا تھا اسی وقت میرے دوست نے پیام تعلیم کو پڑھنا شروع کیا اور پڑھنے کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں بھی ہر ماہ رسالہ پیام تعلیم پڑھوں گا مجھے بہت پسند آیا۔

محمد اکمل ازہری پورہ دلھن، مبارک پور اعظم گڑھ

● ہر ماہ پیام تعلیم کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے میرے ابا خاص طور پر میرے لیے پیام تعلیم لاتے ہیں جب تک پیام تعلیم پوری طرح پڑھ نہ لوں تب تک چین نہیں آتا۔ اب تو امی اور ابا بھی پیام تعلیم بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ واقعی پیام تعلیم تعریف کے لائق ہے۔

رئیسہ پروین، گاندھی نگر، بیلگام (کرناٹک)

● میرے اور میرے گھر والوں کی طرف سے تمام پیامی دوستوں کو نیا سال مبارک ہو۔ جنوری کا پیام تعلیم بہت اچھا لگا۔ کہانی اور پسندیدہ اشعار اور معلومات بہت پسند آئے۔

ایس، زیڈ یعقوب، ملاڈ (ویسٹ) بمبئی ۹۵

● ماہ دسمبر کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر قلبی راحت ہوئی۔ اس شمارے کی سبھی کہانیاں مجھے بہت اچھی لگی خاص طور پر، جادو کا پلنگ،، بہت بہت پسند آئی۔

سیف اللہ خالد دیورا بندھولی دربھنگہ بہار

● ماہ جنوری کا پیام تعلیم ملا۔ پیام تعلیم کھولنے کے ساتھ میرے سامنے خبرنامہ آیا۔ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ سے گزارش ہے کہ خبرنامہ ہر ماہ شائع کرتے رہیں۔ اور ایک بات، کیا پیام تعلیم کے دو سال کے روپے ایک ہی ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

ٹ دو سال کا چندہ بھیج سکتے ہیں۔ (ادارہ)

محمد حنیف ایم نگارچی، نیر جامع مسجد دیوڈی بیجاپور

● جنوری ۱۹۹۶ء کا پیام تعلیم ملا جو ابھی میرے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ اس میں ہم شکل ہم راز، لطیفے، میرے پسندیدہ اشعار اور بچوں کی کوششیں بھی قابل تعریف ہے۔

محمد حسن نور اللہ انجمن مفید الیتمیٰ مدنپورہ، بمبئی ۸

● پیام تعلیم ہمارے یہاں ایک سال سے مسلسل آرہا ہے۔ ہم لوگ اس کو پڑھنے کے لیے آپس میں باری

مقرر کرتے ہیں مگر ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو پہلے وہ پڑھ لے۔

شگفتہ پروین، مدرسہ محمدیہ بیبی پور، اکنڈریا، وارانسی

• پیام تعلیم میں تمام مضمون پسند آئے۔ اس میں خاص طور پر ڈاکٹر جمیل جالبی کی کہانی 'ناشکرا ہرن' بہت نصیحت آموز ہے۔ بھائی شکیل صدیقی کی قسط وار کہانی ہم شکل ہم راز بہت پسند آئی۔

انیس الدین زبیری، قصبہ و پوسٹ رچھا، بریلی یوپی

• پیام تعلیم اب ہر ماہ پابندی کے ساتھ مل رہا ہے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آٹھویں دسی، مقادم ہائی اسکول کھیڈ میں پڑھتا ہوں۔ میری آپ سے ایک یہی شکایت ہے کہ آپ نے ابھی تک میرا کوئی بھی خط 'آدھی ملاقات' کے کالم میں نہیں شائع کیا۔

الطاف علی چوگلے۔ آشٹی۔ کھیڈ، رتناگیری

• ماہ دسمبر ۹۵ء کا رسالہ ملا، دل خوش ہو گیا۔ مجھے 'جادو کا پلنگ'، اور 'مجھے چاند لے دو' بہت پسند آئے۔ 'ہم شکل ہم راز' تو ہم دونوں بھائیوں نے خوب دلچسپی سے پڑھا۔

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر، گونڈی بمبئی

• جنوری کا رسالہ 'پیام تعلیم' بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ آکر ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ 'پیام تعلیم' کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ مجھے پیام تعلیم میں 'میرے پسندیدہ اشعار' بہت ہی پسند آتے ہیں۔

محمد الیاس اتھنی ضلع بیلگام کرناٹک

• ماہ جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ سبھی مضامین قابل تعریف ہیں۔ مجھے پیام تعلیم بہت ہی پسند آیا۔ میرے گھر میں ممی، ڈیڈی اور بہن بھائی اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور یہ رسالہ ہمارے تمام رشتے داروں اور میرے دوستوں کو بھی پسند آیا۔

معراج فرحین گولڈن جوبلی اسکول، نظام آباد

• پیام تعلیم میں اقوال زرّیں، معلومات اور کہانیوں کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیام تعلیم دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہے۔ آمین

تبسم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک، امراؤتی

• ماہ دسمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا، جو نہایت ہی شاندار اور دیدہ زیب تھا۔ اس میں ہم کو "گدگدیاں"، اقوال زریں، قلمی دوستی، میرے پسندیدہ اشعار اور کہانیاں اچھی لگیں۔

وقار احمد، ماسٹر بک سینٹر، ہوسپیٹل چوک سمستی پور بہار

• اکتوبر کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ 'میرے پسندیدہ اشعار' کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ سب گھر والے اور دوستوں نے مبارک باد دی اور خوشی کا اظہار کیا۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میرا شعر شائع کیا۔

فوزیہ کبریٰ، انصار گرلز ہائر سکنڈری اسکول، مبارک پور

• اس ماہ کے شمارے میں "ایک خوش نصیب صحابی"، "عید گاہ"، "بٹوارہ"، "اچھی سزا" اور "ہم شکل ہم راز" بہت پسند آیا۔ آپ اسی طرح سے ہمیشہ پیام تعلیم میں نئی اور اچھی کہانیاں شائع کریں تاکہ بچوں میں پیام تعلیم پڑھنے کی خواہش پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ پیام تعلیم کے خریدار بڑھیں۔

پرویز اختر، نالہ روڈ، راؤرکیلا، سندر گڑھ، اڑیسہ

● ماہ اکتوبر ۱۹۹۵ء کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔

محمد حامد اقبال، السبیل اکیڈمی، اسپیتی روڈ ارریہ

● اس ماہ کا تازہ شمارہ پڑھا، "ہم شکل ہم راز"، حضرت عثمان غنیؓ" اور گدگدیاں، اشعار بھی بہت اچھے لگے۔

مختار شیخ سید پورہ بالاپور آکولہ

● پیام تعلیم کہنے کو تو نونہالان وطن کا رسالہ ہے لیکن سچ پوچھیے تو ہم نوجوانانِ وطن بھی اس سے کچھ کم مستفیض نہیں ہوتے۔ اس کا مستقل کالم، حکیم محمد سعید صاحب کے مشورے، تو شمارے کی جان ہوتا ہے۔ محترم حکیم محمد سعید صاحب کا اندازِ بیان اس قدر شگفتہ، دلکش اور دلنشیں ہوتا ہے کہ مریض ان کی باتیں سن کر ہی نصف شفایاب ہوجاتا ہوگا۔ اللہ انھیں تا دیر سلامت رکھے۔ جس رسالے میں یوسف ناظم، پروفیسر افتخار اجمل عتیق الرحمٰن صدیقی و دیگر مقتدر اور معتبر اہل قلم کی نگارشات شائع ہوں وہ رسالہ بام عروج کو کیوں نہ پہنچے

مناظر حسن شاہین، مڈل اسکول لکشمی پور، چاکند گیا

● ماہ اکتوبر کے شمارہ میں شائع کردہ سبھی مضامین خاص طور سے پیکٹ کا راز اور ہوائی جہاز کی کہانی بے حد پسند آئے۔

نغمہ پروین، پوسٹ گیاری ضلع ارریہ بہار

● آپ جو اردو کے فروغ کے لیے محنت کررہے ہیں اس کے لیے میں آپ کو دلی مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اور زیادہ وسائل عطا فرمائے جس سے یہ مشن آپ جاری رکھیں۔ میں ایک ثانوی ہائی اسکول میں مدرس ہوں اور آپ کا رسالہ سبھی بچے پڑھیں اس لیے کئی بچوں کو میں نے خریدار بنایا ہے

رفیق ابراہیم پرکار، کرجی تعلقہ کھیڈ، رتناگیری

● ماہ اکتوبر کے شمارے میں "ہوائی جہاز کی کہانی" سے سائنسی معلومات میں اضافہ ہوا۔

خورشید احمد انصاری محلہ مومن، بیگوں شریف

● اکتوبر کے شمارہ میں بندہ کا مختصر مضمون "گناہِ بے لذت" شائع کرنے پر شکریہ۔

مولوی رفیق احمد شیخ، مدرسہ ضیاء العلوم باکوڑا ایلڈانہ

● ماہ ستمبر کی ۱۱ تاریخ بروز پیر کو میرے والد محترم جناب خلیل احمد مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ تمام پیامی بھائی بہنوں سے التجا ہے کہ ان کے حق میں بخشش کی دعا کریں۔

لہ ادارہ پیام تعلیم بھی مرحوم کی مغفرت کے لیے دعاگو ہے۔

ارشاد احمد منیار پور، دھتور سلطانپور یوپی

● ماہ اکتوبر کے پیام تعلیم میں میرا چھوٹا بھائی سرفراز عالم قلمی دوستی میں اپنا نام دیکھ کر اچھل پڑا۔ ہوائی جہاز کی کہانی، نیند بھی کیا چیز ہے قابل تعریف رہا۔

محمد قمر الزماں، گیاری ارریہ۔ بہار

● جولائی ۱۹۹۵ء کے شمارے میں صفحہ ۴۴ پر منور خاں کا انٹرویو پڑھا، ان میں اور مجھ میں بہت کچھ ایک جیسا ہے۔ جیساکہ

۱۔ منور خاں کی پیدائش یکم جون ۱۹۸۱ کو ہے اور میری بھی یکم جون ۱۹۷۹ سے ہے یعنی کہ میرا اور منور خاں کا پیدائش کا دن ایک ہی دن ہے۔ اور منور خاں مجھ سے دو سال چھوٹے ہیں۔
۲۔ میرا پسندیدہ رنگ بھی سفید ہے پسندیدہ پھل آم ہے۔ پسندیدہ پھول گلاب ہے اور پسندیدہ شاعر علامہ اقبال، میرے پسندیدہ شاعر کا شعر بھی وہی ہے۔
۳۔ اور ہاں! یہ تو بہت حیرت کی بات ہے کہ میری پوری اسکولی زندگی میں صرف اور صرف ایک بار جماعت پنجم میں سیکنڈ آیا تھا اور وہ میری زندگی کا سب سے یادگار دن تھا۔
۴۔ یہ بھی حیرت ہے کہ میں نے بھی دادا، دادی کو نہیں دیکھا جس کا مجھے غم بھی ہے۔ میں تو آپ دونوں یعنی کہ منور خاں اور الطاف حسین کا شکر گزار ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھ جیسے کو مجھ سے ملا دیا۔ میں تو انٹرویو پڑھ کر خوش ہو گیا۔ منور خاں اگر آپ مجھ سے خط و کتابت کرنا چاہتے تو اس پتے پر رابطہ قائم کریں۔

عطاء شیخ، ۸/۴، گرانٹس بلڈنگ، تیسرا منزلہ بمبئی ۵۔۔۔۔ ۴

● اکتوبر، نومبر کا تازہ شمارہ ملا۔ سبھی مضامین لطیفے اشعار۔ جاگو جگاؤ، قلمی دوستی، آدھی ملاقات، کہانیاں بے حد پسند آئیں۔

امت المعیز عرف فرزانہ جان دارالعلوم محمدیہ بنگلور

● پیام تعلیم کا ہر مضمون نہایت ہی دیدہ زیب و دلکش ہوتا ہے اور بہت ہی ذوق شوق سے حقیر اس کا مطالعہ کرتا ہے۔

غلام جیلانی مظفر پوری، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

● حقیقت ہے پیام تعلیم اک درسگاہ ہے جو ہمارے لیے تعلیم و تربیت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

اسماء بتول، پٹھان ٹولہ، سرائے میر اعظم گڑھ

● آپ کا رسالہ پیام تعلیم اکتوبر ۹۵ء میں نے پڑھا۔ بہت اچھا لگا۔ میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔

لطیفہ عبدالرزاق شاستری نگر، شولاپور

● اکتوبر کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ خاص طور سے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی کہ میرے دوست محمد امجد اقبال کا نام آدھی ملاقات میں شائع ہوا۔

سونی گھائل، جاگرا اکیڈمی ڈیہٹی، ارریہ۔ بہار

● تازہ شمارہ ملا۔ پڑھ کر جھوم اٹھا۔ پیام تعلیم واقعی بہت ہی دلچسپ ہے۔ خاص کر اس میں "ہوائی جہاز کی کہانی" اور "ہاتھ کٹا شیطان" بہت اچھی تھیں اور "نیند بھی کیا چیز ہے"، یہ بہت پسند آئی۔

دادا پیر، کڈک ۔۔۔ ضلع دھارواڑ۔ کرناٹک

● میں پیام تعلیم کا مطالعہ دو سال سے کر رہا ہوں مجھے سب رسالوں میں یہ رسالہ بے حد پسند ہے۔

محمد مفان۔ ۱۵ ایم، او، ایف ہوسٹل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

● انکل جی میں نے ستمبر، اکتوبر اور نومبر کا پیام تعلیم پڑھا۔ اقوال زریں اور معلومات، کیا ہی اچھے ہیں۔

ام زریں ۔۔۔ بیڑ ۔۔۔ مہاراشٹر

● اپنی نظم "کیا ہی توحید ہے؟" روانہ کیا تھا وہ مارچ ۱۹۹۵ء کے پیام تعلیم میں شائع ہوئی۔

ایڈیٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسی کو (نظم) نقل کر کے جولائی ۱۹۹۵ء کے پیام تعلیم میں منظور عالم (بہار) نے اپنے نام سے شائع کرائی ہے۔ یہی نہیں حافظ محمد عاصم خان (علی گڑھ) نے فروری ۱۹۹۱ء کے پیام تعلیم سے شیطان کی فریاد نقل کر کے پیام تعلیم اگست ۱۹۹۵ء میں شائع کروائی ہے۔

مدبر شیخ ۔۔۔ ۲۲، تھانہ روڈ۔ بھیونڈی

• نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ تمام مضامین پسند آئے اور لطیفے بھی۔

انصاری جنید اختر محمد مرتضیٰ، نیا پورہ۔ مالیگاؤں

• یوں تو پیام تعلیم کی کہانیاں، اشعار، گدگدیاں بچوں کی کوششیں اور معلوماتی مضامین کافی دلچسپ ہوتے ہیں لیکن بچوں کی مزید دلچسپیوں کے پیش نظر اور دماغی ورزش کے لیے مزے دار پہیلیوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

• میں پیام تعلیم کی نئی قاری ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت ہی پسند آیا۔ زیادہ تر اقوال زریں، اشعار، قلمی دوستی وغیرہ پسند آئے۔

عفیفہ ناز ۔۔۔ کوہ نور سوسائٹی ایوت محل

• مجھے پیام تعلیم کا شمارہ ملا۔ یہ رسالہ مجھے بہت پسند آیا۔ اس رسالہ کو میرے بھائی عبید الرحمن، پھر میری والدہ نے پڑھ کر اپنی پسند کا اظہار کیا۔

عتیق الرحمن بن عبد العظیم، شیواجی نگر، بمبئی ۴۳

• قلمی دوستی اور میرے پسندیدہ اشعار میں میرا نام آیا، اس کے لیے آپ کا شکریہ۔

عبید الرحمن باز، دوٹانکی بمبئی ۸

• پیام تعلیم پڑھنے کا پہلی بار اتفاق ہوا۔ واقعی بے حد دلچسپ اور معلوماتی رسالہ ہے۔ "نیند بھی کیا چیز ہے"، بہت پسند آئی۔ اس کے علاوہ بچوں کی کوششیں، کے تحت محمد شاہد عتیق کی تحریر "ضدی لڑکی"، بہت پسند آئی، اور "ہم شکل ہم راز" کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

محمد امام الدین، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی ۲۵

• لکھنا ضروری یہ ہے کہ میرا لڑکا ہر ماہ آپ کے رسالہ پیام تعلیم کا باشوق مطالعہ کرتا تھا۔ اس نے اپنا نام ماہ اکتوبر ۹۵ء کے پیام تعلیم رسالہ میں قلمی دوستی میں بھیجا تھا وہ شائع کر دیا گیا۔ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ میرے لڑکے کا اچانک ۱۱ ستمبر ۹۵ء کو انتقال ہو گیا۔ یہ لڑکا سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے میں درجہ پنجم میں پڑھتا تھا۔ اس کی عمر لگ بھگ ساڑھے گیارہ سال تھی۔ اس کا مشغلہ تھا اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ اس کا پورا نام تھا محمد مظفر حسن شاد۔ اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ ادارہ پیام تعلیم شاد میاں کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے۔

بدر الحسن صدیقی، محلہ پکی حویلی دربھنگہ۔ بہار

• ہماری نانی جن کی عمر ۸۰ سال کے لگ بھگ تھی وہ بہت نیک، صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ۷ دسمبر صبح ۵ بجے اس دنیا سے چل بسیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ سبھی پیامی بہن بھائی اور بزرگوں سے میری درخواست ہے کہ میری نانی کے لیے اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری نانی کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

محمد خالد اعظمی کھریواں اعظم گڑھ یوپی

قلمی دوستی کے کالم کے لیے اس وقت دو ہزار سے زیادہ پیامیوں کے خطوط جمع ہیں۔ انشاء اللہ سب ترتیب سے شائع ہوں گے لیکن ان پیامیوں کے پتے شائع نہیں ہوں گے جن کے پتے پہلے ایک بار شائع ہو چکے ہیں۔

(ادارہ)

نام: محمد طیب عمر: ۱۷ سال
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: ادھر ادھر کی باتیں کرنا
پتا: متعلم المعہد الاسلامی مانک مئو، سہارنپور۔ یوپی

نام: محمد عرفان محمد عثمان عمر: ۱۴ سال
مشغلہ: کتابوں کا مطالعہ اور مقابلوں میں حصہ لینا
پتا: ممتاز چوک، گولڈن ٹیلرس، مالیگاؤں

نام: سمین شوکت علی مجگلے
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، تیرنا
پتا: نرسوبا واڑی، تعلقہ شرول ضلع کولھاپور، مہاراشٹر۔

نام: نازنین خالد
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بہنوں سے دوستی کرنا
پتا: جامع مسجد روڈ سنجر پور، اعظم گڑھ

نام: حنا کوثر شیخ سانڈو رضوی
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: نظمیں اور کہانیاں یاد کرنا
پتا: معرفت شیخ بھکاری، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

نام: محمد آصف شیخ ساندو رضوی عمر: ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کبڈی کھیلنا، حدیثیں سننا
پتا: معرفت شیخ بھکاری اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

نام: غوثیہ نشاط
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: اچھی اچھی کتابیں پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: گھر نمبر ۲۰، امیبت رائے گڑھ، مہاراشٹر

نام: محمد عادل اکیلا
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا: گلی نمبر ۷، گھر نمبر ۱۰۰۴۱، اسلام پورہ، مالیگاؤں

نام: فیضان سرور
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: کورس کی کتابیں پڑھنا اور فٹ بال کھیلنا
پتا: مقام کلوا، پوسٹ کاکو، ضلع اررئیہ، بہار

نام: محمد شکیل ابن شیخ لعل عمر: ۱۰ سال

تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مقام و پوسٹ۔ ہرڈپوری تعلقہ پیٹھن ضلع اورنگ آباد

نام : محمد سرفراز عالم
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا، فٹ بال کھیلنا
پتا : مدرسہ دارالعلوم رحمانی، زیرو مائل، ارریہ بہار

نام : محمد عباد اللہ عمر : ۱۱ سال
تعلیم : درجہ حفظ
مشغلہ : دینی کتاب پڑھنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام و پوسٹ : پریہار، ضلع سیتامڑھی بہار

نام : محمد نوشاد عثمانی
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : گھر فاضل، پوسٹ شاہ پور گھونی، وینی، سمستی پور بہار

نام : شاہین مسرت
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : شاعری
پتا : معرفت علاء الدین ٹیلر، بابو تالاب، آسنسول
ضلع بردوان، مغربی بنگال

نام : محمد مرشد علی عمر : ۹ سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : سبق یاد کرنا، کھیلنا
پتا : اعظم اسٹور، این، آر، آر روڈ، نکھو محلہ آسنسول ۲

نام : محمد رضی حسن بیدار

تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : نقلیں جمع کرنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت ڈاکٹر محمد صبیح سالم پلاسمنی، بہادر گنج
ضلع کشن گنج بہار

نام : مرزا غفران رفیقی عمر : ۱۶ سال
تعلیم : عربی دوم
مشغلہ : اردو سے محبت کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ

نام : جمال اشرف عمر : ۱۰ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا
پتا : محلہ پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

نام : محمد سرفراز حسین عمر : ۱۲ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا
پتا : معرفت ابراہیم خاں باڑی والے، بڑمیرا روڈ
نمونہ نورنگ ساڑی، امراوتی

نام : فخر الدین، شہاب الدین
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت ایس ایس خان،
اسلام پورہ

نام : رفیع الدین منصوری عمر : ۱۴ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، فٹ بال کھیلنا
پتا : اسلامیہ عربک کالج، منصورہ الورہاس

نام: فیصل سیراب
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: مختلف رسالوں کا دلچسپی سے مطالعہ کرنا
پتا: رحمٰن منزل، شیخ اسٹریٹ، مخدوم کالونی، بھٹکل

نام: اخلاق عالم عمر: ۱۶ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: ماں باپ کی خدمت کرنا
پتا: معرفت شکیل رحمانی، رلجا باغیچہ پوسٹ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد بہار

نام: عبدالسلام عمر: ۱۸ سال
تعلیم: درجہ عربی اوّل
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت سیف اللہ خاں، پاکورڈا ضلع بلڈانہ

نام: شمس الدین ساقی عمر: ۱۶ سال
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: اسلام پورہ۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ یو۔پی

نام: توقیر احمد کامران عمر: ۱۴ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: رسالے اور درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: گرام بوکڑا، پوسٹ ڈوریا سوناپور ضلع اررریہ بہار

نام: نوشاد عالم
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ممتاز انصاری، محلہ حنیف اللہ خاں، دربھنگہ بہار۔

نام: محمد راشد اقبال عمر: ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد جاوید اقبال پوسٹ مدنپور ضلع اررریہ بہار

نام: محمد اسحاق
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور ہاسن

نام: ایس۔ ایم۔ مہتاب عالم (مونو)
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت ایم ظفر الحسن۔ مدھے پورا مدھوبنی بہار

نام: انور کمال عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا: مبارک پور، اعظم گڑھ۔ یو۔پی

نام: ابو رافع عمر: ۴ سال
تعلیم: قرآن پڑھنا
مشغلہ: شرارت کرنا
پتا: حیدرآباد، قاضی ہیڈ لوم، مبارک پور اعظم گڑھ

نام: محمد ساجد
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، جنرل نالج کا مطالعہ کرنا
پتا: السبیل اکیڈمی، عثمانیہ بورڈنگ، اررریہ بہار

نام: فضیل احمد عمر: ۱۳ سال

تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : بزرگوں کی خدمت کرنا، محنت سے پڑھنا
پتا : معرفت سید نصر احمد، چاند کوٹھی، امام گنج مظفر پور، بہار

نام : شمس پرواز راہی
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : سرائے کوڑی، کشن گنج بہار

نام : صوفیہ پروین
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : محنت سے پڑھنا
پتا : معرفت ابو نصر، تسلداعا، بہادر گنج کشن گنج بہار

نام : محی الدین پیرزادہ
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا : اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور ضلع ہاسن

نام : محمد ابو نصر عمر : ۱۳ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت محمد ابو صالح، پوسٹ گیاری ضلع ارریہ بہار

نام : محمد لیاقت علی سیوانی
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : نعت و حمد پڑھنا، اور اچھی کتابیں پڑھنا
پتا : جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو یوپی

نام : شمشاد عالم عمر : ۱۴ سال

مشغلہ : اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام و پوسٹ لکشمی پور، وایا چاکند ضلع گیا بہار

نام : مصباح الدین طارق عمر : ۲۶ سال
تعلیم : بی، ایس، سی
مشغلہ : پسندیدہ رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام و پوسٹ لکشمی پور، وایا چاکند ضلع گیا بہار

نام : محمد وجیہہ الحق عمر : ۱۱ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا : ڈلوکھر، وایا بابو برھی ضلع مدھوبنی بہار

نام : مرزا غفران رفیقی عمر : ۱۶ سال
تعلیم : عربی دوم
مشغلہ : رسائل و جرائد کا مطالعہ کرنا
پتا : مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ

نام : عزیز احمد سلیم
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مستی چک ضلع چھپرا بہار

نام : سمیع اللہ عمر : ۱۳ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : گانا سننا اور دوستی
پتا : معرفت محمد امانت اللہ سلفی، ہوا محل امام باڑی ہریا سرائے۔ دربھنگہ بہار

نام : ایس۔ رسول بی
تعلیم : دسویں جماعت

مشغلہ: اردو، عربی، انگریزی سیکھنا
پتا: معرفت ایس عبدالحسین ہیڈ آفس پوسٹ گنتکل

نام: صابر حسین حاصی عمر: ۱۹ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: اچھے لڑکوں سے دوستی کرنا
پتا: معرفت صابریہ ہوٹل، کامیشور مارکیٹ
اسٹیشن مین روڈ، دربھنگہ بہار

نام: گلستاں خانم
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت تمجید علی خاں مکان نمبر ۱۹۰/۳۳۰
غفار منزل ایکسٹینشن، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

نام: عبدالستار انصاری عمر: ۱۶ سال
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: صرف پیام تعلیم پڑھنا
پتا: گورکشن روڈ، پربھنی

نام: محمد منصور عالم
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت امین الدین، سرائے کوڑھی کشن گنج بہار

نام: عبدالباسط
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول، بھٹکل

نام: محمد فاروق شیخ

تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: شطرنج کھیلنا
پتا: کے۔آئی۔اے۔ڈی۔بی کوارٹرس نمبر ۳۔ڈی
انڈسٹریل ایریا، بائی کم پڑی، منگلور (کرناٹک)

نام: رضا اختر عمر: ۲۲ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد احسن اقبال، ڈیہٹی، مدنپوڑا اردیہ بہار

نام: محمد تنویر عالم عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اچھی نظمیں جمع کرنا
پتا: مڈل اسکول، لکشمی پور، وایا چاکند گیا بہار

نام: مناظر حسین عمر: ۲۴ سال
مشغلہ: مضامین اور کہانیاں لکھنا
پتا: موضع ڈیو، ڈاکخانہ بارا، وایا چاکند، گیا، بہار

نام: محمد زاہد حسین
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: شاعری
پتا: معرفت جبار پان دکان، بابو تالاب آسنسول

نام: عبداللہ اسامہ
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قرآن شریف پڑھنا
پتا: مسجد عرفات، قاضی پورہ، کورٹلہ

میرے پسندیدہ اشعار

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

مولانا شاہ امام سیتامڑھی بہار

ہے کٹھن منزل تسلیم تو پروا کیا ہے
سر کے بل دھار پہ تلوار کی چلنا سیکھو

افتخار احمد کتھولی حاجی پور، ویشالی بہار

عامر یہ سجدہ کیسا ہے ہم کو بھی کچھ بتا
دل ہے کہیں، خیال کہیں ہے نظر کہیں

ارشاد علی کمہرولی کنتول دربھنگہ بہار

اے خدا حاضر و ناظر ہے خبردار ہے تو
محرم راز نہاں واقف اسرار ہے تو

محمد ناصر سنت کبیر وارڈ بھنڈارہ مہاراشٹر

مرد و زن کا مل جانا سر تماشا گاہ میں
پردۂ نسواں اٹھانا آج کل فیشن میں ہے

فیاض احمد مصر پور بڑا پورہ مہراج گنج اعظم گڑھ

ارادہ جن کا پکا ہو یقین جن کو خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اظہر ربانی، میر بھیٹہ کشن گنج بہار

سچ گھٹے یا بڑھے تو سچ نہ رہے
جھوٹ کی کوئی انتہا ہی نہیں
چاہے سونے کے فریم میں جڑ دو
آئینہ جھوٹ بولتا ہی نہیں

محمد اشفاق قادری، مولوی ٹولہ بدایوں یوپی

بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں

محمد امجد احمد ہیرالال چوک محبوب گنج بیڑ

بنا لیتے ہیں راہیں بھی لگن ہے جن کو منزل کی
بھٹک جاتے ہیں جن کا عزم مستحکم نہیں ہوتا

شاہ فیصل مخدومی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

عروس زیست کی افسردگی دیکھی نہیں جاتی
کہ ہونٹوں پر اجل کے اب ہنسی دیکھی نہیں جاتی

محمد عبد المعید عرب گلی آرمور ضلع نظام آباد

بات کرنے کا سلیقہ چاہیے
پھر جو کہنا ہے وہ کہنا چاہیے

احمد بن شمعون، سلفیہ جونیر اسکول دربھنگہ بہار

بتائیں کیا تمھیں مرنے کے بعد کیا ہوگا
بیاض لائیں گے شعرا، مشاعرہ ہوگا

محمد افتخار علی محلہ گنج۔ جگتیال اے پی

پگھلنا علم کے خاطر مثال شمع، زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے کہ خدا کیا ہے

شیخ یوسف علی فورٹ ہائی اسکول، جگتیال

سسکتی ڈوبتی انسانیت نے
ترے ہی سایے میں تسکین پائی

عبد المعبود کفایت اللہ جامعہ ابن تیمیہ، چمپارن بہار

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائے گا
میں بہرحال کتابوں میں ملوں گا تم کو!

سید بدر الدین اشرف بخاری شریف فیض آباد یوپی

مجھے بخشش دے وہی مرتبہ مرے دل میں جس کا خیال ہے
میں خطا کروں تو معاف کر میں طلب کروں تو نواز دے

راشد فہمی، مقام و پوسٹ پریہار ضلع سیتا مڑھی

جانے کیا بادلوں کے درمیان سازش ہوئی
میرا گھر مٹی کا تھا میرے ہی گھر بارش ہوئی

محمد عظیم جاوید، اولڈ اسٹیشن روڈ، راوڑکیلا

یہ نیپال ہم سب کا پیارا وطن
ہمالہ کی آغوش میں اک چمن

مطیع الحق نیپالی، جامعۃ التوحید، بجوا نیپال

یارب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے
ہر دم نمازیوں سے مسجد بھری رہے

محمد شہزادہ سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

محمد سلمان کرن محلہ تکیہ بازار، مگہر ضلع بستی یوپی

جس پیڑ کی چھاؤں میں لگے دھوپ کی مانند
اس پیڑ پہ پنچھی بھی بسیرا نہیں کرتے

ثمینہ یوسف میمن ـــــ امراوتی ـــ

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کر بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

محمد الیاس محمد اقبال خاں ـــ نندربار

جب تک بکے نہ تھے کوئی جانتا نہ تھا
تم نے خریدا ہم کو تو انمول کر دیا

محمد ناظر محبوب ـــ تامبرٹی ہلسی کرناٹک

بہاریں ختم ہونے پر خزاں کا دور آتا ہے
چمن روتا ہے ایک دن دوسرے دن مسکراتا ہے

مہ ناز پروین اردو مڈل اسکول جونیو بولی

بس اٹھ بیٹھو بچو بہت سو چکے
بہت وقت بے کار تم کھو چکے

سیدہ سعدیہ شیرازیہ، عشاقی چمن، گنتکل

ہم اہل وفا حسن کو رسوا نہیں کرتے
پردہ بھی اٹھے رخ سے تو دیکھا نہیں کرتے

نکہت تبسم چکنوٹہ مظفرپور بہار

یارب نہ تخت و تاج دے مجھ کو نہ مال دے
انسانیت کا درد مرے سینے میں ڈال دے

محمد امجد شاہ بابو تالاب آسنسول

کیسی ہی مصیبت ہو بڑے شوق سے آئے
کم ظرف کے احسان سے اللہ ہی بچائے

فرزانہ الیاس محلہ پھولانگ، نظام آباد

دیکھا نہیں کسی کو حقارت کی نظر سے
مجھ سے میری نگاہ کی قیمت نہ پوچھیے

ناہید جبیں ـــــ منگرول پیر

اے گردش حالات کبھی تجھ میں نہ آئے
ہم پر جو گزرتی ہے گزر جائے بلا سے

نزہت انجم قریشی، بڑھئی پورہ، منگرول پیر

کچے دھاگوں کے سہارے دیر پا ہوتے نہیں
تیز آندھی میں پتنگیں مت اڑایا کیجیے

عائشہ صدیقہ محمد اشفاق، مدرسہ انوار العلوم جلگاؤں

کشتی ہیں نے پار لگادی میں خود ڈوب گیا تو کیا
برسوں میرے عزم کا قصہ سب سے دریا بولے گا

طلحہ نقشبندی القادری بالاپور ضلع آکولہ

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نظارے ہم کو ڈھونڈیں گے نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

صفیہ غنی شاہ شری رام پور ضلع احمد نگر

چل اے نذیر اس طرح تو کارواں کے ساتھ
جب تو نہ چل سکے تو تیری داستاں چلے

روبینہ انجم پنکی شیخ احمد تالاب پورہ، ایوت محل

سارے جہاں کے غم کو سموتے رہے ہیں ہم
کتنی ہمارے قلب کو گہرائیاں ملیں

جعفری فرحانہ خاتون جعفر علی، گوونڈی بمبئی

بے کار کی تہمت ہے خوابیدہ سمندر پر
ساحل کی خموشی نے طوفاں کو ہوا دی ہے

شاہ فیصل مخدوم پور متعلم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

کون آیا ہے یہاں کوئی نہ آیا ہوگا
میرا دروازہ ہواؤں نے ہلایا ہوگا

محمد اقلیم خاں ـ کرناک بندر بمبئی ا ـ

جو اچھی چیز ہوتی ہے اُدھر ہی دھیان ہوتا ہے
جوانی کا زمانہ بھی بڑا شیطان ہوتا ہے

کلیم الدین للوا باری جوکی ہاٹ ارریہ بہار

بچوں کو پڑھانا ہے یہ سب سوچ رہے ہیں
قرآن پڑھانا ہے مگر یہ نہیں سوچا

عادل جمال ـ کمال پور ضلع بلند شہر یوپی

ایک ایماندار لڑکا

ایک لڑکا ہے بڑا ایماندار
آزمائش ہو چکی ہے چند بار
ایک دن وہ نیک دل اور باحیا
اپنے ہمسایہ کے گھر میں تھا گیا
آدمی بالکل نہیں واں نام کو
کیوں کہ ہمسایہ گیا ہے کام کو
تازہ تازہ بیر ڈلیا میں بھرے
بے حفاظت گھر کے اندر ہی دھرے
آگیا اتنے میں ہمسایہ وہاں
کھیل میں مصروف ہے لڑکا جہاں
اپنے بیروں میں نہ پائی کچھ کمی
ہو کے خوش لڑکے سے بولا آدمی
بیر یہ تم نے چُرائے کیوں نہیں
کیوں چُراتا چور تھا کیا میں کہیں
چور جب بنتے کہ کوئی دیکھتا
دیکھنے کو میں ہی خود موجود تھا
کچھ بُرائی آپ میں گر پاؤں میں
پانی پانی شرم سے ہو جاؤں میں
واہ وا شاباش : لڑکے واہ وا
نوجواں مردوں سے بازی لے گیا

قمر عالم، رحیم آباد، تاجپور ضلع سمستی پور بہار

کمال بزدلی ہے پست ہونا اپنی آنکھوں میں
اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

انصاری محمد عاکف الطاف احمد، پوار گلی، مالیگاؤں

ہو جس میں مری ماں کا دمکتا ہوا چہرہ
یارب میں وہی روپ نگر ڈھونڈ رہا ہوں

شیخ یعقوب ظہور الدین ملاد ویسٹ بمبئی

سمجھ میں نہ آئی میری بات اس کو
دیوانہ سمجھتا ہے مجھ کو دیوانہ

دادا پیر ــــ دھارواڑ ــــ کرناٹک ــ

دو دلوں کے درمیان ربط محبت چاہیے
زندگی میں باہمی ذوقِ رفاقت چاہیے

عبدالرحمٰن ــ الکتاب ــ اررِیہ بہار

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

احمد شرف مدرّس دارالعلوم امدادیہ چونابھٹی سجد بمبئی

اپنی نامرادی پر آندھیوں کو ہے حیرت
اک چراغ بجھتا ہے سو چراغ جلتے ہیں

رباب خانم تجید علی خاں، غفار منزل جامعہ نگر نئی دہلی

ــــ میری آرزو ــــ

امّی میں چاہتی ہوں اُڑ کر فلک پہ جاؤں
تاروں کے ساتھ کھیلوں ان سے ملوں ملاؤں
پھر کہکشاں کو لے کر ہاتھوں میں ہاتھ دے کر
میں رات بھر خوشی سے کھیلوں خوشی میں گاؤں
پھر کھیل کر فلک پر، آ جاؤں صبح ہوتے
دن ہو تو یہ کہانی میں آپ کو سناؤں

فوزیہ فردوس یوسفی ــــ مالیگاؤں مہاراشٹر

میری دانست میں ہر غم ہے خوشی کی تمہید
میں نے ہر شام کو آغازِ سحر جانا ہے
آدمی خدا بننے کی کوشش میں ہے مصروف
لیکن یہ تماشا بھی خدا دیکھ رہا ہے

شبینہ نوشی خاں دیوان پورہ منگرول پیر اکولہ

آزادیٔ وطن پہ ہے شاداں ہر اک مگر
ہم اب بھی کوئی کارِ نمایاں نہ کر سکے

عبیدہ ہم اکیلے تھے تو رہزن سے بھی بچ نکلے
مگر ہمراہ رہبر کے لٹا ہے کارواں اکثر

جمیل ہم کو کوئی دیکھے غلامِ مصطفےٰ ہیں ہم
ہماری ٹھوکروں سے مشکلوں کا حل نکلتا ہے

عبداللہ ہلال ۴۰۴۰ ا۔ب کمال پورہ، مالیگاؤں

یہ جانے کون سا ہے راز جو چھپاتا ہے
وہ اپنے گھر کا کسی کو پتہ نہیں دیتا

شفیق الرحمٰن مدرسہ دارالعلوم امدادیہ بمبئی نمبر ۳

زمیں کے چپّے چپّے پر، نشاں تھے جس کے سجدوں کے
تکبّر نے اسی ابلیس کو شیطان بنا ڈالا

آفریں فردوس الطاف انصاری، انجمن چوک مالیگاؤں

دنیا سے جا رہا ہوں کفن میں چھپا کے منہ
افسوس بعد مرنے کے آئی حیا مجھے

نازیہ فردوس محلہ پھولانگ نظام آباد

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیالِ رزق ہے رزّاق کا خیال نہیں

کرپورا شتیاق احمد عثمان پیٹ اسٹریٹ میل وشارم

افسوس ہم ہی بھول گئے راہِ مستقیم
بس ٹوپیاں لگا کر مسلماں ہو گئے

شیخ حسن الدین رحیم الدین، نندوربار ضلع دھولیہ

اردو ہے جس کا نام ہم ہی جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر، گونڈی بمبئی

اے وطن میرے وطن
امن کے جگنوؤں میں تیرا سب سے اونچا نام ہے
امن تیرا دین و مذہب، امن ہی پیغام ہے
اے وطن میرے وطن
تیری مٹی سے بنا ہوں کام یہ کر جاؤں گا
تیری عظمت کے لیے مٹ جاؤں گا، مر جاؤں گا
اے وطن میرے وطن
تو ہے جھرنوں کا ترنم، آبشاروں کا نکھار
شام کی رنگینیاں، دلکش سویرے کی بہار

محمد الیاس گولی پورہ، امراؤتی مہاراشٹر

تنگ ہو جائیں گی جب تم پر خلا کی وسعتیں
لوٹ ہی آؤ گے آخر اپنی دنیا کی طرف

محمد تشریف خاں کرناک بندر بمبئی ۹

کون کرتا ہے یہاں وقت کے کانٹے کا علاج
لوگ تو زخم کو ناسور بنا دیتے ہیں

شمیم پروین ستارا کمہرولی، کمتول، دربھنگہ بہار

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

عبیدالرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر، گونڈی، بمبئی

اک دن پیوندِ خاک ہونا ہوگا
تنہا تنہا لحد میں سونا ہوگا

ملک شاکر ملک صابر، گودہ راویر، جلگاؤں

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

عالیہ تسنیم بنت ہارون رشید، منڈی بازار، ورنگل

پندرہ اگست

پندرہ اگست کو ہم
آزاد ہو گئے تھے
سارے ہی غم بھلا کر
ہم شاد ہو گئے تھے
کچھ بھی ہو اپنا مذہب
ہم سب ہیں بھائی بھائی
غیروں سے ڈٹ کے ہم نے
مل کر لڑی لڑائی
اب لاج بھی ہے رکھنا
اپنے چمن کی ہم کو
کرنا ہے پاسبانی
گنگ و جمن کی ہم کو

شاداں رحمٰن جولی، دلاور پور، مونگیر، بہار

نہ تو میں کسی کا حبیب ہوں نہ تو میں کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں

سیماب مرزا ——— کدورہ

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

خان مرسلین شیواجی نگر، گوونڈی، بمبئی ۴۳

کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا
جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا

ایم شاکر شاہجہانپوری، حسین باغ بریلی یو، پی

پھول سجائیں دامن پہ یہ زخموں کی پہچان نہیں
جو نہ کسی کا دکھ بانٹے وہ پتھر ہے انسان نہیں

فوزیہ عثمانی، انسان اسکول کشن گنج بہار

سارے جہاں کے بچے
لگتے ہیں کتنے اچھے
شفاف ان کی باتیں
اور صاف ان کی باتیں
نفرت سے دور بچے
الفت سے چور بچے
سب کے قریب آئیں
سب کو گلے لگائیں

ایچ ایم پٹنی مدرسہ تعلیم الدین بہادر روڈ، بھاؤ نگر

ہوائے تند نے اس کو گرا دیا آخر
جو پیڑ میرے لیے سایہ دار برسوں تھا
یہ اک مثال ہے اے دوست بھائی چارے کی
میرے پڑوس میں شنکر پوار برسوں تھا

سلمان اعجاز دھولیہ غریب نواز نگر

فرض کیوں کر نہ ہو شوہر کی اطاعت مجھ پر
یہ بہن دوسرے درجہ پہ خدا ہوتا ہے

مرزا معظم بیگ کدورہ جالون

قصور اپنا یہی ہے کہ ہم باوفا نکلے
اسی لیے تو نظر سے گرا دیا تم نے

محمد نہال رحمانی متعلم معہد عثمان بن عفان نئی دہلی ۲۵

الم، الم نہ رہا خوشی، خوشی نہ رہی
تیرے بغیر کسی شے میں دلکشی نہ رہی

علیم اللہ عثمانی متعلم معہد عثمان بن عفان جامعہ نگر دہلی ۲۵

لچک ہے شاخوں میں جنبش ہوا سے پھولوں میں
بہار جھول رہی ہے خوشی سے جھولوں میں

کلیم اللہ عثمانی متعلم معہد عثمان بن عفان جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

مرے گھر میں جس دن سے ٹی وی لگا ہے
اسی دن سے ہر فرد بدلا ہوا ہے

منیب اختر آزاد نگر، پرتاپ گڑھ یو پی

—— نانی کدھر گئی؟ ——

ایک تھی پیاری پیاری نانی
روزانہ کہتی وہ کہانی
ایک دن جب کہ رات ہوئی
سنو انوکھی بات ہوئی
وقت کہانی کا جب آیا
نانی کو موجود نہ پایا
ناصرہ آپا سے بھی پوچھا
ہاجرہ آپا سے بھی پوچھا
گھر کا اک اک کمرہ دیکھا
الماری میں بھی جا کر دیکھا
گڈو کوئی خبر تھے لائے
گھر کے باہر سے چلائے
نانی رضوانہ کے گھر ہے
ایک انوکھی بات مگر ہے
سب سے چھپ کے وہ بیٹھی ہے
نانی ٹی وی دیکھ رہی ہے
بچوں نے نانی کو پکڑا
چاروں طرف سے اس کو جکڑا
چلو چلو میں آتی ہوں
قصہ کوئی سناتی ہوں
اٹھتے اٹھتے بولی نانی
کدھر ہے گڈو کہاں ہے جانی
لوج! یہ ٹی وی کیسا آیا؟
میں نے بچوں کو تڑپایا

شبیر احمد ماہر، اردو ہائی اسکول ناگوٹھانہ رائے گڑھ

اقوالِ زرّیں

• راستوں کی ویرانی اور چلچلاتی دھوپ سے ڈر جانے والے منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔
• جو انسان دوسروں کے دل جیت سکتا ہے وہ ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہے۔

زیبا فاطمہ، مقام و پوسٹ درگاہ بیلا، چندن پٹی بہار

• علم پیغمبروں کی میراث ہے اور دولت فرعون و قارون اور کفار کی۔ (حضرت ابوبکرؓ)
• علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعوا نہیں کیا، جبکہ دولت کے نشہ میں بہتوں نے خدائی کا دعوا کیا۔ (حضرت ابوبکر صدیق)
• حاکموں کے پاس جانے والے علماء اللہ کے دشمن اور علماء کے پاس جانے والے حاکم اللہ کے دوست ہیں۔

شیخ اصغر، شیخ غلام مصطفےٰ ــــ بھنڈارہ ــــ

• سب سے بڑا جاہل، بدعقل وہ ہے جو دوسروں کو اچھے کام کی طرف راغب کرے اور خود اس سے غفلت برتے۔

فخر عالم ــ ۸ سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

• گناہ ایک طرح کا ناسور ہے اسے ترک نہ کیا جائے تو بڑھتا ہی جائے گا۔ (حضرت جعفر صادق)
• جو شخص انتقام کا خواہشمند ہوتا ہے وہ گویا اپنے زخموں کو تازہ رکھتا ہے (حکیم عرب)
• جسم کی صحت کم کھانے میں ہے اور روح کی صحت کم گناہ کرنے میں۔ (ذوالنون مصری رح)

رئیس احمد ــــ مبارک پور اعظم گڑھ

• گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے۔
• اگر روزی عقل سے حاصل کی جاتی تو دنیا کے تمام بیوقوف بھوکے مر جاتے۔
• اپنی ماں کی خدمت کرو بعد میں اولاد تمھاری خدمت کرے گی۔
• آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ عمل ہے۔

عفرانہ قمر ــ حیات پور ــ ارریہ ــ بہار

• کامل ایمان ان کا ہے جن کے اخلاق اچھے ہوں۔
• ایمان کا کمال حسنِ خلق ہے۔
• آدمی کی سعادت اچھا خلق ہے۔

محمد شعیب راہی باغباں ــــ اٹھنی

ہر وقت اللہ کو یاد رکھیے

• کوئی بھی کام شروع کرتے وقت کہیں۔ بسم اللہ
• کسی کام کا ارادہ کرتے وقت کہیں ــ انشاء اللہ
• خوشی کے وقت کہیں ــــ سُبحان اللہ
• کسی چیز کی تعریف کرتے وقت کہیں۔ ماشاء اللہ
• بیدار ہوتے وقت کہیں ــــ لا الٰہ الا اللہ

امجد علی، مکھو محلہ، آسنسول، مغربی بنگال

• شجرۂ نسب کے سایے میں پناہ لینے والا دنیا میں کوئی جگہ حاصل نہیں کر سکتا۔
• اپنی خواہش کے لیے دوسروں کی مسرتوں کو خاک میں نہ ملاؤ۔
• تم پاک دامنی کے ساتھ رہو تمھاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔
• ہر تازہ سانس نئی حیات اور نئے صبر و استقلال کا وسیلہ ہے۔

محمد صادق محمد حسن مانک چوک، احمد پور، بلڈانہ

دعائیں

"یااللہ" جو شخص اس مقدس نام کو جمعہ کی نماز کے بعد تنہائی میں بیٹھ کر دوسو بار پڑھے۔ اس کا جو مقصد ہو وہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا ہوگا اور بیمار پر سو بار پڑھ کر دم کیا جائے تو بیمار اچھا ہوگا۔
"یاواسع" جو شخص اس مبارک نام کو کثرت سے پڑھے اس کے رزق میں وسعت ہوگی۔
"یاعلیم" جو شخص اس متبرک نام کو روزانہ ایک سو بار پڑھے اس کی عقل و دانش میں ترقی ہوگی۔
"یارزاق" اس مبارک نام کو جو شخص فجر کی نماز سے پہلے اپنے گھر کے کونوں پر دس بار پڑھ کر دم کرے اس کی روزی میں برکت ہوگی۔
"یامستقیم" جو کوئی اس مقدس نام کو چھے سو تیس مرتبہ شب قدر میں پڑھے گا قیامت کے دن وہ اس کی ہولناکیوں سے بے خوف رہے گا۔

سید اسمٰعیل سید چاند نلا پورہ، ناندورہ، بلڈانہ

• زندگی کی بڑی فتح نفس پر قابو پانا ہے۔
• دوسروں کے دیے ہوئے غم بھول جاؤ اور اپنے غم یاد رکھو۔

عرفان اکیلا عبداللہ ہلال مالیگاؤں

• جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اچھی گفتگو کرے۔
• علم کے بغیر انسان اندھا ہے۔
• لالچ انسان کو برائیوں پر آمادہ کرتا ہے۔
• دوسروں کو خوش کرکے جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔

عبدالصبور محمد ٹانگری، کرشنا نگر، نیپال

• فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

• شرک کے بعد بدترین معصیت خلق خدا کو ایذا پہنچانا ہے۔
• رضائے الٰہی پر راضی رہنا قلب کو تسکین دیتا ہے۔

شیخ محمد ندیم شیخ محمد عبدالرؤف، محبوب گنج، بیڑ

• عالم پانی کے بغیر بھی سیراب رہتا ہے اور جاہل پانی کے اندر رہ کر بھی تشنہ رہتا ہے۔
• اگر دوست کانٹا ہو تو خود تمھارا بویا ہوا، اگر کمخواب ہے تو خود تمھارا بُنا ہوا۔
• خدا کی عظیم طاقت تیز و تند طوفان میں نہیں بلکہ ہلکی نسیم میں ہے۔
• کامیابی کا زینہ ناکامی کی بہت سی سیڑھیوں سے مل کر بنا ہے۔

سیفی عبداللہ پیامی، مدرسہ مدینۃ العلوم شری رام پور

• حکمت ایسا درخت ہے جو دل سے اگتا ہے۔ اور زبان سے پھل دیتا ہے۔
• دل اگر سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ بھی کچھ نہیں کرسکتی۔
• دل امیر کا ہو تو رکھ لیا جاتا ہے اگر غریب کا ہو تو توڑ دیا جاتا ہے۔
• اگر کسی کے دل میں جگہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا پورا نام لے کر پکارو۔

ارشاد علی کھرولی، کنول، دربھنگہ، بہار

• جو شخص اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا۔
• جس شخص کو غصہ دیر سے آتا ہے عقلمند ہے اور جسے غصہ جلد آتا ہے وہ بیوقوف ہے۔

سید اسمٰعیل ناندورہ

• اچھی باتیں یاد رکھنے سے دکھ کم ہوتے ہیں۔
• ہمت بلند ہو تو مفلسی دور ہو جاتی ہے۔
• جو چاہو گے وہ اللہ ضرور دے گا پہلے اس سے مطیع اور فرما بردار ہو۔
• جو اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ کبھی کسی کو برا نہیں کہتے۔

نوشیں فاطمہ عزیزیہ اردو اسکول، بوکل گوڑا عادل آباد

• بحث کرنے میں جاہل سے شکست کھالے۔
• زبان چلانے میں عورت سے شکست کھالے۔
• مال خرچ کرنے میں شیخی خور سے شکست کھالے
• علم وہنر کے اظہار میں استاد سے شکست کھالے

عبدالسلام، برنپور ضلع بردوان، مغربی بنگال

• شرم وحیا عورت کی خوبصورتی کے زیور میں ایک بیش بہا ہیرا ہے۔
• شرم وحیا انسان کو بہت سے عیبوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

امداد احمد رانی پور، بڑہریا، سیوان بہار

نمازی

نمازی چار قسم کے ہوتے ہیں
۱۔ آٹھ کے، ۲۔ ٹھاٹھ کے، ۳۔ کھاٹ کے، ۴۔ تین سو ساٹھ کے۔
۱۔ آٹھ کے، جو جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔
۲۔ ٹھاٹھ کے، جو پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں
۳۔ کھاٹ کے، جو نماز جنازہ پڑھتے ہیں
۴۔ تین سو ساٹھ کے، جو عید کی نماز پڑھتے ہیں

محمد راشد اعظمی، خداداد پور سنجرپور، اعظم گڑھ

• اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔
• سادگی ایمان کی علامت ہے۔
• سچ نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔

عظمت آرا چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

• تکبر اور غرور ایسی نامراد چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان گدھے سے بدتر ہو جاتا ہے۔
• محسن کا احسان نہ ماننا اوّل درجے کی نالائقی ہے۔

محمد انیس چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی، بہار

• مومن کے لیے اتنا علم کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
• خدا کا خوف اور خدا سے امید دونوں برابر ہونا چاہیں۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
• زبان پر گلہ اور شکوہ نہ لاؤ۔ راحت کی زندگی نصیب ہوگی۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

شیخ معظم شیخ منیر منیار، اسلام پورہ سنادو (ایم پی)

• جو کام تمہاری کوشش سے باہر ہو اسے خدا کی مرضی پر چھوڑ دو۔
• عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف بول کر سوچتا ہے۔
• ہمیشہ سچ بولو اگر تم جھوٹے مشہور ہو جاؤ گے تو تمہارا سچ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا۔

محمد شمشاد عالم۔ چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

پیام تعلیم کا تعارف اپنے دوستوں سے کرایئے

فی پرچہ 5/= روپے سالانہ 45/=
سرکاری اداروں سے 65/= روپے
وی پی منگانے کی صورت میں مزید ۱۰/= روپے خرچ آئے گا
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے رمضان شریف اپنی برکتیں نازل کرکے اور عید آپ پر خوشیاں نچھاور کرکے رخصت ہوگئے۔ اب آپ کو تیاری کرنا ہے۔ اپنے امتحانات کے لیے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ اب آپ اپنے کھیل کا وقت تھوڑا کم کردیں اور اپنی پڑھائی کا وقت بڑھا دیں تاکہ آپ امتحان میں امتیازی نمبروں سے پاس ہو کر اپنے والدین کو خوش ہونے کا موقع دے سکیں اور خود بھی خوش ہوسکیں۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اس شمارے میں آپ کو کہانیاں کچھ کم ملیں گی لیکن ایسے مضامین ضرور پڑھنے کو ملیں گے جس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ پڑھیے اور خالی وقت میں اپنی رائے سے مطلع کیجیے۔

ہمارے پیامی "میرے پسندیدہ اشعار" اور "اپنا تعارف خود کرائیے" میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں یہ کوئی بری بات نہیں مگر آپ کے پیام تعلیم میں دوسرے کالم بھی تو ہیں وہ بھی آپ کی نگارشات کے منتظر ہیں ان کے لیے بھی لکھیے مگر پڑھائی کے وقت میں ہرگز نہیں۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

"اس مضمون کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"خیال!!!" ہم نے ہاتھ میں پکڑے مضمون پر دوبارہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"جی میرا مطلب ہے کہ آپ اس مضمون کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟"

"جی ہاں کیوں نہیں، میں اسے باآسانی گھٹیا قرار دے سکتا ہوں۔" ہم نے اطمینان سے کہا۔

"گھٹیا؟ آپ خود گھٹیا انسان ہیں، آپ کی سوچ گھٹیا ہے اور رائے بھی، سمجھے؟" موصوف بھبھک کر بولے اور مضمون چھین کر پیر پٹختے باہر نکلے گئے۔

قارئین! آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا ہوا؟ دراصل ہوا یوں کہ ہمیں بچوں کے ایک رسالے کی ایک دن کی ادارت کا اعزاز مل گیا۔ کیوں کب اور کیسے ملا؟ اس کی تفصیل چھوڑیئے۔ فی الحال ہم آپ کو یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ایک دن کی ادارت کے دوران ہم پر کیا گذری؟ جب ہم گردن اکڑائے ایڈیٹر کی کرسی پر براجمان ہوگئے تو ہم نے ایک انوکھا فیصلہ کیا وہ یہ کہ جن لکھنے والوں کو اپنی تحریریں شائع کروانی ہیں وہ خود اپنی تحریریں لے کر ہمارے دفتر آئیں تاکہ ہم سامنے ہی تحریر پڑھ کر موقع پر ہی فیصلہ دے دیں۔ ساتھ ہی ہم نے یہ بھی طے کر لیا کہ کسی قیمت پر گھسے پٹے، غیر معیاری اور نقل شدہ مضامین

اشاعت کے لیے منتخب نہیں کریں گے۔ اب اس انقلابی فیصلے اور ایک دن کی ادارت کے نتیجے میں ہمیں کیا کیا بھگتنا پڑا؟ یہ آپ بھی پڑھیے!

"یہ کیا ہے؟"

"ایک واقعہ!"

"ہوں" ہم واقعے میں گم ہو گے۔

"یہ واقعہ کس کے ساتھ پیش آیا تھا؟" ہم نے سوال کیا۔

"چچ چچا کے ساتھ۔" موصوف ہکلائے۔

"چچا؟ کہیں آپ کے چچا کا نام چرچل تو نہیں تھا؟"

"جی!!!" لڑکا گھبرا گیا۔

"ہمارا مطلب ہے کہ یہ واقعہ تو چرچل کے ساتھ پیش آیا تھا، ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آرہا ہو تو آپ کے چچا بھی وہیں کہیں موجود ہوں اور سادگی میں یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آرہا ہے۔ اس لیے انھوں نے آپ کو یہ واقعہ سنا دیا۔" ہم نے تشریح کی۔ لڑکا ایک لفظ کہے بغیر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

"یہ قصّہ دیکھیے" ایک لڑکی نے اپنا پلندہ ہماری طرف بڑھایا۔

کیا ہے؟"

"ایک دلچسپ قصہ"

"دلچسپ" ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قصے میں دلچسپی تلاش کرنے لگے۔ "اگر دلچسپ قصے ایسے ہوتے ہیں تو پھر بدمزہ، روکھے پھیکے قصّے کیسے ہوتے ہیں ہمشیرہ؟" ہم نے دردناک لہجے میں سوال کیا۔

"آپ اس کی دلچسپی کو محسوس کرنے کی کوشش تو کیجیے۔"

"اچھا! ارے نظر آگئی دلچسپی" مل ہی گئی دلچسپی"، ہم چلائے۔

"کہاں کہاں دلچسپی محسوس ہوئی آپ کو؟" اشتیاق سے پوچھا گیا۔

"جہاں "ختم شد" لکھا ہے اس چھوٹے سے لفظ میں آپ نے دلچسپیوں کا ایسا خزانہ سمو دیا ہے کہ کیا بیان کروں؟ آئندہ سے آپ صرف یہ لفظ لکھ کر لے آیا کریں باقی قصہ ہم خود لکھ لیں گے۔"

"ہنھ!" لڑکی غراتی ہوئی اپنا دلچسپ قصہ سینے سے لگائے باہر چل دی۔

"یہ لطیفہ پڑھیے، اسے پڑھ کر آپ کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے۔" ایک لطیفہ پیش کرتے ہوئے کہا گیا۔

"محترم! اب اس لطیفے کے سارے کس بل نکل چکے ہیں اور وہ دن گئے جب یہ لطیفہ پیٹ میں بل ڈالتا تھا اب تو یہ صرف تیوری پر بل ڈال سکتا ہے۔"

"تو پھر یہ لطیفے پڑھیے۔" حوصلہ ہارے بغیر کہا گیا۔

"پڑھ لیئے ہیں، بچپن سے اب تک یہی لطیفے پڑھ رہے ہیں، اب اور کتنی دفعہ پڑھیں؟" ہم کلبلائے

"تو پھر یہ لطیفے؟"

"یہ لطیفے اگر چھاپ دیئے جائیں تو ان پر انعام بھی رکھنا پڑے گا۔"

"جی ہاں بہترین لطیفے پر، ہے ناں؟"

"جی نہیں اس سوال پر کہ بچو! بتاؤ ان لطیفوں میں ہنسنے والی کون سی بات تھی؟ جو بچہ اس سوال کا جواب دے گا اسے انعام دیا جائے گا۔"

"مگر انعام میں کیا دیا جائے گا؟"

"یہی لطیفے۔" ہم نے قہر آلود لہجے میں کہا اور اگلے صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"یہ دیکھیے! میری ڈائری کے چند صفحات۔" موصوف نے چند صفحات ہمیں تھمائے۔

"ہوں غالباً یہ صفحات شیکسپیئر کی ڈائری سے پھاڑے گئے ہیں۔"

"جی کیا مطلب؟"

"یہ باتیں آپ نے خود لکھی ہیں؟"

"جی بالکل سو فیصد۔"

"اچھا!" غالباً شیکسپیئر مرتے وقت آپ کو اپنے تمام اقوال ایک ڈائری میں لکھ کر دے گیا ہوگا کہ بیٹا! میرے مرنے کے بعد اسے اپنے نام سے چھپوا لینا کیوں یہی بات ہے ناں؟" ہم نے فاتحانہ نگاہ ان پر ڈالی وہ پھنکارتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"یہ میں نے اقبال پر ایک مضمون لکھا ہے۔ ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے۔" ایک لڑکی ڈرتے ڈرتے بولی۔

"تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟ اقبال اب زندہ تو ہے نہیں جو آپ اتنا ڈر رہی ہیں، لائیے دکھائیے کیسا ہے آپ کا مضمون؟ ہوں! اس مضمون کو پڑھ کر مجھے محسوس ہو رہا ہے آپ کا ڈرنا بجا

ہے شکر کیجیے کہ یہ مضمون آپ نے علامہ کی زندگی میں نہیں لکھا ورنہ ...... خیر جایئے توبہ کیجیے اور آئندہ کسی بزرگ ہستی کو خراج تحسین پیش کرنے کی کوشش نہ کیجیے گا ورنہ جان لیجیے خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ " لڑکی کچھ نہ سمجھتے ہوئے مایوسی سے چل دی۔

"یہ ایک مزاحیہ مضمون ہے۔ " ایک صاحب نے چند صفحات ہمارے سامنے میز پر رکھتے ہوئے اعلان کیا۔

"اچھا! لایئے پڑھ کر دیکھتے ہیں۔ " مضمون پڑھنے کے بعد ہم نے ٹھنڈی سانس لی اور پوچھا۔

"کیا آپ کے والدین بہت ظالم ہیں؟ "

"جی نہیں۔ " حیران آواز میں جواب ملا۔

"پھر کیا آپ کی والدہ سوتیلی ہیں خدانخواستہ؟ "

"نہیں تو۔ "

"کیا معاشرے نے آپ کو بہت دکھ دیئے ہیں؟ "

"جی نہیں" وہ چلائے۔

"تو پھر یہ مزاحیہ مضمون لکھ کر آپ نے پڑھنے والوں سے کس بات کا انتقام لیا ہے؟

"مم مگر یہ مضمون تو میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اگر یہ نہیں چھپا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ "

اچھا ٹھیک ہے ہم اس مضمون کو "معاشرے کے ناسور" نامی کالم میں لگا دیں گے، اب تو خوش؟" "جی۔ " وہ آنسو پونچھتے ہوئے باہر نکل گئے۔

اب ہم اگلے صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جی میں یہ یادگار اور خوفناک واقعات لکھ کر لایا ہوں، یہ واقعات میرے دادا کے ساتھ پیش آئے تھے۔ "

"ہوں! " ہم اس کے مسودے میں گم ہو گئے۔ "آہا، بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر" ہم احتراماً کھڑے ہو گئے! "آپ دنیا کے عظیم اور مشہور شکاری جم کاربٹ کے پوتے ہیں۔ "

"جی نہیں تو۔ " لڑکا گھبرایا۔

اگر آپ کے دادا جم کاربٹ نہیں تھے تو یہ پھر انہوں نے آپ سے جھوٹ بولا ہے کہ یہ واقعات ان کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ "

"میرے دادا جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ " لڑکا چیخا۔
" دادا نہیں بولتے تھے مگر آپ تو بول سکتے ہیں ناں؟ "
"شٹ اپ! " لڑکا چیخ کر بولا اور جم کاربٹ یا اپنے دادا کے کارنامے تھام کر باہر نکل گیا۔
" یہ میری کہانی پڑھیے۔ " ایک کہانی پیش کی گئی۔
"اوہو! تم نے بہت دیر کر دی یہ کہانی تو پہلے ہی دو لڑکے اور تین لڑکیاں لکھ کر لاچکے ہیں۔ "
"کیا؟؟؟ " لڑکی غمگین ہو گئی۔ "اور کچھ لائی ہو؟ "
"جی یہ نظم ہے۔ "
"اچھا اگر یہ نظم ہے تو اس میں اتنی بدنظمی کیوں ہے؟ "
"جی یہ آزاد نظم ہے۔ " لڑکی نے فریاد کی۔
" آزاد؟ یہ تو کوئی بے راہ رو نظم لگ رہی ہے۔ اس کو ذرا راہِ راست پر لائیے۔ " ہم نے نظم واپس کرتے ہوئے مشفقانہ لہجے میں کہا۔
"جی آپ فرمایئے! " ہم نووارد سے مخاطب ہوئے۔
" یہ دیکھیے! " میں نے اپنی بچپن کی یادوں اور واقعات کو مضمون کی شکل دی ہے اس کا عنوان ہے "میرا بچپن۔ "
"جی آپ کا بچپن؟ یہ تو رشید احمد صدیقی کا بچپن ہے جس پر آپ نے غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ "
ہم نے ابتدائی سطریں پڑھتے ہی کہا۔
" دراصل میرا اور رشید احمد صدیقی کا بچپن بہت ملتا جلتا ہے۔ " لڑکا ڈھٹائی سے مسکرایا۔
" تو پھر ٹھیک ہے، آپ اپنا بچپن واپس لے جایئے جسے آپ کا بچپن پڑھنا ہوگا وہ رشید احمد کا بچپن پڑھ لے گا جو نویں جماعت کی درسی کتاب میں موجود ہے۔ "
" یہ کہانی میں نے بہت محنت سے لکھی ہے۔ " ایک صاحبہ نے اپنی کہانی بڑھاتے ہوئے کہا۔
"جی ہاں محنت تو صاف ظاہر ہے، بھئی مختلف رسالوں سے لطیفے ڈھونڈنا اور انھیں جوڑنا واقعی بہت محنت طلب کام ہے لیکن تم نے لطیفے تو جمع کر لیئے مگر کہانی لکھنا بھول گئیں جاؤ شاباش اس میں تھوڑی سے کہانی ڈال کر لاؤ تب بات بنے گی۔ "
"مم مگر کہانی کہاں سے ڈالوں؟ "

"وہیں سے جہاں سے یہ لطیفے ڈالے ہیں۔"

"اچھا جی۔" وہ سر ہلاتی ہوئی چل پڑیں۔

"یہ ایک معاشرتی کہانی ہے۔"

"ہوں اس میں کہانی کہاں ہے اور معاشرہ کہاں ؟"

"اس میں معاشرے کے ناسوروں یعنی تخریب کاروں اور دہشت گردوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔" ہمارے اسسٹنٹ نے ہمارے سامنے ایک کہانی رکھتے ہوئے کہا۔

"براہِ کرم آپ اس مصنف کو بے نقاب کیجیے جس نے یہ کہانی لکھی ہے، وہ خود بھی کسی ناسور سے کم نہیں۔" ہم گھسی پٹی کہانی پڑھتے ہوئے بھڑک کر بولے۔ "یہ میری کہانی دیکھیے، یہ بھی ایک معاشرتی کہانی ہے جو ضمیر فروشوں کو کچوکے لگائے گی۔" ایک صاحب نے اپنی کہانی پیش کرتے ہوئے کہا۔ "فی الحال تو یہ مجھے کچوکے لگا رہی ہے اور شائع ہونے کے بعد قارئین آپ کو کچوکے لگائیں گے، لہٰذا اس کا شائع نہ ہونا ہی بہتر ہے۔"

"لیکن یہ بہت زبردست کہانی ہے، دراصل میں نے منشیات فروشوں کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔"

"کبھی آپ ان قارئین کا بھی قریب سے مشاہدہ کیجیے جو اس قسم کی کہانیاں پڑھ پڑھ کر تنگ آچکے ہیں۔"

"ہنہ"۔ وہ صاحب خفا ہو کر باہر چل دیئے۔ اتنے میں گھڑی نے پانچ بجنے کا اعلان کیا اور ہمیں احساس ہوا کہ ہماری ایک دن کی آمرانہ ادارت کا دورانیہ ختم ہو گیا ہے۔ اس اثناء میں ایڈیٹر صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور مسکرا کر پوچھا۔ "کیا کچھ منتخب کر لیا؟"

"یہ ہمارے بس کا روگ نہیں۔" ہم نے شرمندہ ہو کر اعتراف کیا۔

"دیکھا! آپ لوگ ایڈیٹر کو کتنا برا بھلا کہتے ہیں، اب پتا چلا کہ ایڈیٹر کتنا مظلوم ہوتا ہے اور اسے کیا کیا بھگتنا پڑتا ہے؟ ہم بڑی مشکلوں سے ایسی تحریریں منتخب کرتے ہیں جو معیاری ہوں اور نقل شدہ نہ ہوں اور اگر اتفاق سے کوئی غیر معیاری مضمون یا نقل شدہ کہانی شائع ہو جائے تو آپ لوگ آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں، ایڈیٹر کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑ پڑتے ہیں"

"خیخ خدا حافظ"

ہم نے اس تلخ حقیقت پر مبنی بیان کے جواب میں خدا حافظ کہنا بہتر سمجھا۔ "خدا ہی حافظ" ان کا جوابی خدا حافظ سنتے ہی ہم سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی ادارت کی تمنا نہیں کی۔

شامت

ظلِ ہما

دادی کھٹ کھٹ کرتی آئیں
ساتھ میں اپنے لاٹھی لائیں

آتے ہی بستر پر بیٹھیں
جلدی سے لحاف میں لیٹیں

بولیں سُنو گے تم یہ کہانی
ایک تھا راجا ایک تھی رانی

ہم بولے ، کوئی اور کہانی
ہو گئی کہانی اب یہ پُرانی

ہم نے مِل کر شور مچایا
ابو کو بستر سے اُٹھایا

ابو پھر کمرے میں آئے
ساتھ میں اپنے ڈنڈا لائے

مَت پوچھو آگے کی کہانی
یاد آ گئی پھر ہم کو نانی

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:

۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔

۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھیے' جس خط میں پتا نہیں ہو گا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے' اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

س : عمر ۱۳ سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ مجھے کاغذ کھانے کی عادت ہے جس کی وجہ سے مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

مدثر شہزاد

ج : اب تک یہ کہا جاتا رہا ہے کہ کاغذ کھانے کی خواہش یا مٹی کھانے کا شوق خرابی ہضم اور

پیٹ میں کیڑوں کی موجودگی ہے' مگر اب صحیح تر یہ ہے کہ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ کچھ نہ کچھ کھانے کا شوق انسان کی فطری کم زوری ہے۔ انسان کھانے کے لیے ندرت چاہتا ہے۔ نئی نئی چیزیں مانگتا ہے۔ کاغذ بھی ایک نئی چیز ہے۔ ایسی نئی کہ کاغذ انسان نہیں کھایا کرتے' مگر بعض انسان بغاوت کے طور پر کاغذ کھانا پسند کرتے ہیں۔

میاں مدثر شہزاد! اب آپ یہ ضرور جان لیجیے کہ یہ عادت خراب ہے۔ اس کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ آپ کے پاس ہے۔ آپ فیصلہ کرلیں تو یہ عادت ختم ہوجائے گی۔

س : عمر ۱۹ سال ہے۔ میں بچپن سے ہی بہت کم زور ہوں۔ کبھی کوئی خاص بیماری بھی نہیں ہوئی' صرف موسمی بخار ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں میں بیمار رہتا ہوں۔ کبھی کبھی پیٹ میں درد محسوس ہوتا ہے۔

میرا سلیم

ج : انسان جب بالغ ہوجاتا ہے' جوانی کی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کی ذمے داریاں بڑھ جایا کرتی ہیں۔ ان ذمے داریوں میں ایک ذمے داری اپنی طاقت اور اپنی صحت کی حفاظت کرنا بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک قومی ذمے داری ہے' اس لیے کہ قوم کے ہر نوجوان کو طاقت ور اور مضبوط ہونا چاہیے۔ اب آپ اپنی کم زوری کے بارے میں اس انداز سے غور کرلیں۔ آپ کو اصول حفظ صحت کو رہ نما بنانا چاہیے۔ رات جلد سونا صبح جلد اٹھنا' پاک صاف رہنا' دل سے نفرت کو نکال دینا' اچھی سادہ غذا کھانا' پیٹ کو اناڑی کی بندوق کی طرح نہ بھرنا۔ ان باتوں کے ساتھ ورزش ضروری ہے۔

س : میری ناک ہر وقت بند رہتی ہے اور سانس لینے میں دقت ہوتی ہے اور ہر وقت پکی بھی رہتی ہے۔ میں آٹھویں کلاس کی طالبہ ہوں۔ پڑھائی میں دل نہیں لگتا۔ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

ہما اختر قریشی'

ج : بہت سے انسان منہ ہاتھ خوب دھوتے ہیں۔ دانت بھی صاف کرتے ہیں' مگر یہ بھول

جانتے ہیں کہ ناک بھی صاف کرنی چاہیے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ وضو نہیں کرتیں۔ اگر پانچ وقت وضو کرتیں تو ناک صاف رہتی اور اس میں بندش ہوتی نہ پکاؤ۔ آپ ناک صاف کرنے پر توجہ کریں۔ گرم پانی میں نمک ملا کر رات کو روزانہ ہفتے دو ہفتے ناک صاف کریں۔

س : میری رنگت پیلی ہے اور آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے ہیں۔ چہرے پر تل کے علاوہ دھبے ہیں۔ علاج بتا دیجئے۔ عائشہ

ج : بیٹی! سیاہ حلقے اور پیلی رنگت ظاہر کرتی ہے کہ آپ کے جگر کا فعل درست نہیں ہے۔ سیاہ حلقے عام طور پر جسم میں خون اور نیند کی کمی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے اور اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ ہمدرد مطب سے رابطہ کریں۔ چہرے پر تل کے لیے گل منڈی ۱۰۔ ۱۲ عدد رات گرم پانی میں بھگو کر صبح مل چھان کر کم از کم ایک ماہ تک پئیں۔ اب سردی کا موسم ہے' اس لیے یہ پانی نیم گرم کرکے پی لیں۔ توقع ہے کہ اس سے آپ کا چہرہ صاف ہوجائے گا۔ کھلی ہوا میں ورزش کریں' خشک خوبانی' سیب' گاجریں' پالک' چقندر اور شلجم زیادہ کھائیں۔پانی زیادہ پئیں اور ٹی وی کے سامنے کم بیٹھیں۔ اس سے مضر صحت شاعیں نکلتی ہیں اور نیند بھی پوری نہیں ہوتی۔

س : میری عمر ۱۴ سال ہے۔ مجھے ایک دو سال سے سانس کا مرض ہے۔ میرے والد محترم نے مجھے کئی ڈاکٹروں کو دکھایا' لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مجھے اکثر سردیوں میں دمے کی شکایت رہتی ہے۔ کھانسی شدت اختیار کرلیتی ہے۔ فیصل اے کریم

ج : فیصل میاں! مجھے آپ کا حال پڑھ کر بڑا دکھ ہوا ہے کہ میرا نونہال بہت تکلیف میں ہے۔ آپ نسخہ نمبر ۲۰ استعمال کرنا شروع کریں۔ یہ آپ کو ہمدرد سے مل جائے گا۔ صبح جوش دیں' چھان کر پی لیں۔ پھر اس میں پانی ڈال کر رکھ دیں۔ اسی کو رات جوش دیں' چھان کر پی لیں۔ ۲۰ دن لگاتار پیتے رہیں۔ اس سے فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ

روح نے نوکری بچالی

س۔م۔ دانش

ایک اصول پسند روح کی کہانی

"آج سے تمہیں ہیڈ کانسٹیبل کے عہدے پر ترقی دی جاتی ہے، مجھے پوری امید ہے کہ تم ماضی کی طرح مستقبل میں بھی اپنے فرائض اسی محنت، لگن اور ذمے داری کے ساتھ ادا کرتے رہو گے"۔

سپاہی شہاب الدین کو اس کی بہادری، احساس ذمہ داری اور لگن پر خصوصی انعام سے نوازتے ہوئے ایس۔ پی چودھری نے کہا۔

سپاہی شہاب الدین نے کھٹاک سے دونوں ایڑیاں آپس میں ملائیں پوری چستی سے صاحب کو مکمل سلیوٹ کیا اور سپاہیانہ انداز میں سینہ تانے چلتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ ابھی، ابھی ملنے والی ترقی اور صاحب کے تعریفی کلمات سے وہ بہت خوش تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کون کہتا ہے کہ ایمانداری، محنت اور لگن سے فرائض انجام دینے کا انعام نہیں ملتا۔ پھر وہ نپے، تلے قدم اٹھاتا، پولیس لائین میں ملنے والے اپنے رہائشی کوارٹر کی طرف چل دیا۔

کل سے اسے نئے فرائض سنبھالنے تھے اس کی ڈیوٹی ولار لوئنڈا ایریا میں لگائی گئی تھی۔

شاداب نگر پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ایک سرسبز و شاداب شہر تھا۔ یہاں کی قدرتی آب و ہوا، خوبصورت اور دلکش مناظر اپنی مثال آپ تھے۔ سبزے سے لدی ہوئی خوبصورت پہاڑیوں پر سے شہر کا منظر اور بھی حسین محسوس ہوتا۔ شہر کے عین وسط میں مرکزی بازار تھا، جہاں ہر قسم کی چیزیں آسانی سے مل جایا کرتی تھیں۔ صاف ستھرا، شہر اور صحت مند تندرست و توانا لوگ اس شہر کی شناخت تھے۔ اس شہر میں ایک قبرستان بھی تھا۔ گورا قبرستان کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ ۱۸۵۷ء کی مختلف لڑائیوں میں حصہ لینے والے انگریز سپاہیوں اور افسروں کی قبریں اسی قبرستان میں تھیں۔ شہاب الدین کو اس کے محکمے کے ایک ساتھی قیصر نے بتایا تھا کہ "یہ علاقہ دس بجے رات کے بعد سے سنسان ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کسی کتے کے بھونکنے کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ رات کی ڈیوٹی دیتے ہوئے طویل خاموشی اور تنہائی کے احساس سے کبھی دل بری طرح گھبرانے بھی لگتا ہے"۔

"بھائی۔ تو فکر مت کر...... مجھے خاموشی یا تنہائی سے بالکل بھی خوف محسوس نہیں ہوتا"، شہاب الدین نے بڑی بے پروائی سے اپنے دوست کو جواب دیا تھا۔ قیصر نے شہاب الدین کو گورا قبرستان میں ایک انگریز افسر کی قبر دکھا کر بتایا تھا کہ وہ کسی لڑائی میں مارا گیا تھا اور اس کی انگریز بیوی نے اس کے مرنے کے کچھ عرصے بعد دوسری شادی کر لی تھی تب سے اس کی روح برابر بھٹکتی پھر رہی ہے۔ سنا ہے بہت ہی اصول کا پابند شخص تھا اور بے اصول لوگوں سے تو بہت بری طرح پیش آتا تھا۔

شہاب الدین نے ساری باتیں خاموشی سے سن تو لیں، مگر اسے یقین نہیں آیا۔

دوسری رات سے اس کی ڈیوٹی شروع ہوگئی، وہ گشت لگاتا ہوا قبرستان تک پہنچتا اور غیر ارادی طور پر اس کی نظریں پرانی قبروں کی طرف اٹھ جاتیں۔ ایک ہفتہ آرام سے گزر گیا اسے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں ہوئی۔ چیڑھ کے درختوں کی آواز بھی اس کے کانوں سے ٹکراتی، اور ہڈیوں کو کپکپا دینے والی سرد ہوائیں بھی چلتیں۔ مگر شہاب الدین معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی دیتا رہتا۔

آج شام ہی سے شہاب الدین کافی تھکاوٹ سی محسوس کر رہا تھا۔ دو دن قبل گاؤں سے اس کے والدین ملنے آئے تھے۔ دن میں خاطر مدارات اور ان سے باتیں کرنے کی وجہ سے اس کی نیند بھی پوری نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے ڈیوٹی کا نصف وقت تو بڑی کامیابی سے گشت لگاتے پورا کر لیا۔ مگر اس کے بعد نیند اس پر غالب آنے لگی۔ وہ بار بار اپنے آپ کو ڈیوٹی کے لیئے آمادہ کرتا۔ آج تک وہ کبھی اپنے فرائض کی انجام دہی سے غافل نہیں ہوا تھا لیکن یہ آج اسے کیا ہو رہا تھا اسے کیا معلوم تھا کہ عین اسی وقت ایک پولیس جیپ اسے چیک کرنے کے لیے ولار اؤنڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

شہاب الدین نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی، تین بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کچھ دیر کے لیے کسی درخت کے موٹے تنے سے پیٹھ لگا کر اونگھ لیا جائے۔ پھر وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے وہ مستعد اور ہوشیار کھڑا ہو۔

جیپ موڑ پر آکر رک گئی..... اور پولیس وردی میں ملبوس ایک شخص اتر کر دھیرے، دھیرے آگے بڑھنے لگا، اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ تھی جس کی روشنی وہ ادھر، ادھر ڈال کر جائزہ لے رہا تھا۔

سوا تین بجے تک شہاب الدین کی آنکھیں پوری ہوشیاری کے ساتھ کھلی ہوئی تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ نیند کے خمار سے جھپکنے لگیں...... یہاں تک کہ ساڑھے تین بجے وہ پوری طرح غنودگی کے عالم میں ڈوب گیا۔ اور نیند نے اس کے ہوش و حواس پر پوری طرح غلبہ پالیا۔

پولیس آفیسر برابر اپنی ٹارچ سے اطراف کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ولار اؤنڈ میں ڈیوٹی دینے والے سپاہیوں کی اپنی فرائض سے غفلت مشہور تھی۔ اکثر رات کو ڈیوٹی دینے والے سپاہی سوتے اور اونگھتے ہوئے پائے گئے تھے جس کی وجہ سے چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔ سپاہیوں کو چوکنا رکھنے کے لئے محکمہ کی طرف سے ان لوگوں کی خصوصی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس وقت شہاب الدین بھی آنے والے لمحے کی نزاکت سے قطعی بے خبر تھا۔

عین اسی وقت جیسے کسی نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔ شہاب الدین ہڑبڑا کر ہوشیار ہو گیا۔ اور آنکھیں

پھاڑ پھاڑ کر اپنے جھنجوڑنے والے کو دیکھنے لگا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ نیند کا خمار دور کرنے کے لیے اس نے اپنی دونوں آنکھیں مل ڈالیں پھر ادھر، ادھر دیکھا مگر وہاں کوئی ہوتا تو نظر آتا۔ فضاء میں ایک گنگناتی ہوئی سی آواز ابھری، انگریزی لہجہ اور گوراشاہی اردو "بے وکوف...... ٹم اپنی نوکری کھونا مانگتا ہے...... ٹمارا صاحب اڈر ہی آنا مانگتا ہے ہوشیاری سے اپنا ڈیوٹی ڈو......" شہاب الدین نے پھر آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا خوف کی ایک لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی......
جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا تھا...... اس نے اس سمت اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں، جدھر سے آواز آتی محسوس کی تھی...... فضا میں ہواؤں کی شوں، شوں اور پتوں کے آپس میں ٹکرانے کی ملی جلی آوازیں تیز ہو گئی تھیں...... اندھیرے میں درخت جھومتے ہوئے دیو سے لگ رہے تھے، سردی کا اثر بھی بڑھ گیا تھا...... اور ایک لمبی تڑنگی سفید رنگت کی شبیہہ فوجی وردی میں ملبوس قبرستان کی طرف اڑتی ہوئی سی نظر آئی...... اور ایک قبر کے پاس جا کر غائب ہو گئی......

شہاب الدین کے پاس حیران ہونے کا وقت قطعی نہیں تھا۔ ویسے ساری صورت حال پوری طرح اس کی سمجھ میں آ چکی تھی...... قیصر کے الفاظ اس کے کانوں میں بری طرح گونج رہے تھے کہ سنا ہے وہ بڑا اصول پسند تھا، بے اصولی تو قطعی برداشت نہیں کرتا، کتنے ہی لوگوں کو اس کی سزا بھی دے چکا ہے...... اس نے ایک بار پھر دھڑکتے دل کے ساتھ اس قبر کی طرف دیکھا جہاں وہ شبیہہ غائب ہو گئی تھی اور پھر گشت پر چل پڑا......

ٹھیک اسی لمحے ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی، "رک جاؤ کون ہو تم......" اس نے اپنی رائفل سے نشانہ لیتے ہوئے کڑک کر پوچھا...... روشنی میں ذرا سی حرکت ہوئی اور اگلے ہی لمحے تھانہ انچارج اس کے سامنے تھا...... شہاب الدین نے فوراً رائفل سیدھی کی، اور سلیوٹ دے مارا۔ "سر آپ...... یہاں اس وقت......" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں شہاب الدین...... آج کی رات بہت سرد ہے...... ہوا بھی کتنی تیز ہے...... میں نے سوچا، دیکھوں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں......"

"نہیں جناب...... پریشانی کیسی......؟ سب ٹھیک ٹھاک ہے" "بہت اچھے...... شاباش......" کہتے ہوئے انچارج نے اس کے شانے پر تھپکی دی اور مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔

اگلے دن انگریز افسر کی سفید پتھر والی قبر پر تازہ پھولوں کی چادر بچھی ہوئی تھی۔

جنابِ سائنس سے ملاقات

سید فتح علی الوری

گھر میں میرے مطالعے کا وقت ذرا مختلف ہے۔ رات گیارہ بجے تک ٹیلے وژن چلتا ہے۔ ملنے جلنے والوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ گھر کے سب لوگ جب سونے کی تیاری کرتے ہیں اور ہر طرف سکون ہوجاتا ہے تو میں پڑھنے بیٹھتا ہوں اور ڈھائی تین بجے تک باقاعدگی، یکسوئی اور گہرائی سے پڑھتا رہتا ہوں۔ اس وقت چاروں طرف خاموشی ہوتی ہے۔ کبھی دو چار کتے ل کر بھونکنے لگتے ہیں، مگر میں ان کے بھونکنے سے متاثر نہیں ہوتا۔ گرمی کے زمانے میں اپنے کمرے کی دونوں کھڑکیاں کھول دیتا ہوں۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پنکھے کی تیز ہوا سے کاغذ نہیں پھڑپھڑاتے۔

یہ پچھلے امتحانوں کے زمانے کی بات ہے۔ اپنے پروگرام کے مطابق سب سے پہلے میں نے انگریزی کے چار سبق دہرائے۔ حساب کی چھے سات مشقیں کیں اور پھر فزکس کی کتاب کھولی۔ رات کے دو بج چکے تھے۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی آگئی تھی۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں سے ہوا کے جھونکے کے ساتھ نیند کا جھونکا بھی چوری چھپے آجاتا تھا۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس وقت غنودگی میں تھا یا جاگ رہا تھا۔ اچانک کھڑکی کے پردوں میں حرکت ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک برف جیسے سفید جھک بالوں اور لہراتی ہوئی داڑھی والے بزرگ آسمانی رنگ کی قبا (ڈھیلا ڈھالا کرتا) پہنے میرے سامنے کھڑے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں کرۂ ارض کا چھوٹا سا خوب صورت گولا تھا جس کے اندر سے نیلگوں شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اور ان کے نورانی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ یہ یقین دلارہی تھی کہ

"ڈرو نہیں، میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔"

میں نے کرسی سے اٹھ کر انھیں سلام کیا اور وہ بزرگ بڑے پروقار انداز میں دیوار کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ کرۂ زمین کا چھوٹا سا چمک دار گولا انھوں نے آرام سے میری میز پر رکھا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے:

"برخوردار! ڈرو نہیں، میں محنتی اور علم سے شوق رکھنے والے لوگوں کا دوست ہوں۔ میرا

م سائنس ہے۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے تو رات کو سیر سپاٹے کو نکل کھڑا ہوتا ہوں اور دیکھنا
چاہتا ہوں کہ کون کون میری تلاش میں ہے۔ تمھارے کمرے میں اس وقت روشنی دیکھی اور
تمھیں مطالعے میں مصروف پایا تو دل چاہا کہ تمھارے سر پر ہاتھ رکھوں، شاباشی اور یقین دلاؤں
کہ تم اگر اسی طرح ہمت، محنت اور لگن سے پڑھتے رہے تو ایک نہ ایک دن اچھے سائنس داں
بن سکتے ہو۔ مگر ذہانت کے ساتھ لگن شرط ہے اور منزل بھی تمھاری نظروں کے سامنے ہونی
چاہیے۔"

میں نے ہمت کرکے عرض کیا: "جناب محترم سائنس صاحب! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ
آپ نے مجھے عزت بخشی۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ سے میری یوں ملاقات
ہو جائے گی۔ میں تو ابھی سائنس کی الف بے پڑھتا ہوں۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ سائنس کیا
ہے؟ کیا سائنس صرف کیمسٹری، فزکس اور بیالوجی کا نام ہے؟ کیا صرف کچھ اصطلاحیں یاد
کرنے سے سائنس آجاتی ہے؟ میں تو اب تک یہ سمجھتا رہا ہوں کہ سائنس شاید کوئی سخت
مزاج خاتون ہوں گی، کیوں کہ ہم لوگ سائنس کے لیے مونث کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے،
"مجھے سائنس نہیں آتی، کیا تمھیں سائنس آتی ہے؟ سائنس بڑی مشکل چیز ہے وغیرہ۔"

جناب سائنس مسکرائے اور بولے: "میاں صاحب زادے! علم میں مونث مذکر کا فرق
نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف بولنے کا طریقہ ہے۔ خیر، یہ تم نے اچھا سوال پوچھا کہ سائنس کیا ہے۔
معلومات یعنی علم انسان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ ہر اس معلومات کا مجموعہ علم کہلاتا ہے جو
صدیوں کی محنت، مشاہدوں، تجربوں، فکر اور غور کے ساتھ کسی ترتیب اور سلیقے سے جمع کیا گیا
ہو، جس میں اصول دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور جس سے آدمی اپنی روز مرہ کی زندگی
دوسروں کے تجربات اور خیالات سے رہ نمائی حاصل کرسکتا ہو، لیکن ہر علم خالص سائنس میں
نہیں آتا۔ مثلاً ادب اور فلسفے کو سائنس نہیں کہا جاتا، کیوں کہ ان علموں کا تعلق عملی تجربات
سے نہیں بلکہ خیالات سے ہے۔ سائنس بھی معلومات کا ایک بہت بڑا اور سلیقے سے جمع کیا ہوا
ذخیرہ ہے جو قدرت کے پوشیدہ اصول تلاش کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سائنس کا تعلق
ٹھوس حقیقتوں سے ہوتا ہے۔ یہ علم صرف مشاہدوں پر بھروسا نہیں کرتا بلکہ تجربات اور صحیح
ناپ تول کی مدد سے ایسے نتیجے تلاش کرتا ہے جو کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ بھروسے کے

ساتھ ثابت کرسکے۔ ایک چھوٹی سی مثال سنو! پہلے پانی' برف' بھاپ اور گیس کا بنیادی فرق پہچانا گیا۔ تجربات کے ذریعہ سے مختلف گیسوں کی خاصیت معلوم کی گئی۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ ایک نظر نہ آنے والی گیس ایسی ہے جو فضا میں پائی جاتی ہے اور جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں ۔ اس کو اوکسی جن کہا گیا۔ پھر تجربات سے ثابت کیا گیا کہ یہ اہم ترین گیس اصل میں ہائڈروجن گیس کا اوکسائڈ ہے۔ جب کبھی بھی ہائڈروجن گیس کے دو ذرے اوکسی جن گیس کے ایک ذرے سے ملیں گے تو پانی نمودار ہوگا۔ اب یہ حقیقت کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ آزمائی جاسکتی ہے اور اس پر مکمل بھروسا کیا جاسکتا ہے۔"

جناب سائنس صاحب نے میز پر رکھے ہوئے ننھے سے چمک دار گلوب کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے:" یہاں ہر چیز اپنی خاصیت سے پہچانی جاتی ہے۔ ان خصوصیتوں میں شکلیں' مقدار اور حرکت جیسی خوبیاں شامل ہیں۔ ان میں بو' ذائقہ ' آواز اور رنگ بھی شامل ہیں' مگر ہر وہ چیز جو ٹھیک ٹھیک ناپی تولی جاسکتی ہے وہ سائنس کے درجے میں آتی ہے۔ سائنس کے لیے درست ناپ تول شرط ہے اور ناپ تول کے لیے ریاضی ضروری ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ریاضی یا حساب سائنس کا لازمی حصہ ہے۔ ہر وہ علم سائنس ہے جس میں ریاضی ایک لازمی حصہ ہو' کیوں کہ سائنس میں فرضی باتوں پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ حساب' پرکھ' اور ناپ تول کے ذریعہ سے تجربات کے بعد ہر عمل کو یقینی اور قابل بھروسا بنادیا جاتا ہے۔ پھر یہ تجربات جہاں چاہو کر ڈالو۔ اگر حساب اور ناپ تول درست ہیں تو نتیجہ ہر جگہ ایک ہی آئے گا۔ سائنس کا مقصد دراصل یہ ہے کہ کائنات کے پوشیدہ راز سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تب ہی کائنات کی تسخیر ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ بتاؤ کیا سمجھے؟"

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا:" جناب! میں یہ سمجھا ہوں کہ کائنات کی ہر چھوئی جاسکنے والی چیز کی اصلیت کو حساب اور ناپ تول کے ذریعہ سے دریافت کرنے کا علم سائنس ہے جس پر مشاہدے اور تجربے کا عمل جاری رہتا ہے اور ایسے نتائج اور اصول دریافت کیے جاتے ہیں جو کسی وقت اور کسی جگہ دہرائے جاسکتے ہیں۔"

جناب سائنس صاحب نے خوش ہو کر کہا:"شاباش!" مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ مشاہدہ انتہائی غور سے کیا جاتا ہے۔ ہر تجربہ انتہائی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور ناپ تول انتہائی سچائی

کے ساتھ کی جاتی ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ کائنات کے بارے میں ہر قابل بھروسا علم کا نام سائنس ہے، ایسا ٹھوس علم جس پر مکمل بھروسا کرکے آگے بڑھا جاسکے، اسی لیے سائنس کے ہر میدان میں ہر وقت تحقیق ہوتی رہتی ہے۔"

"میں نے نہایت ادب سے کہا: "شکریہ جناب! کیا ہی اچھا ہو کہ آج مجھے مشاہدے اور تجربے کا فرق بھی معلوم ہوجائے۔"

جناب سائنس صاحب مسکرائے اور کہنے لگے: "یہ بھی اچھا سوال ہے۔ ذہن میں کوئی شک و شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ معلومات میں کوئی جھول نہیں رہنا چاہیے، جہاں جھول پایا جائے وہاں معلومات ادھوری رہ جاتی ہے۔ اب مشاہدے اور تجربے کا بنیادی فرق بھی اچھی طرح ذہن نشیں کرلو۔ مشاہدے کے معنی ہیں دیکھنا۔ مشاہدہ صرف اتنا بتاتا ہے کہ اگر یہ بات اگر یوں ہو تو شاید نتیجہ یہ نکلے، یہاں صرف خیال کی بات ہوتی ہے، صرف گمان کیا جاسکتا ہے۔ کوئی بات سو فی صد بھروسے کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی۔ اس کے برعکس تجربہ کرتے وقت ضرورت کے مطابق کنٹرول موجود ہوتے ہیں۔ تجربہ کنٹرول کی گرفت میں ہوتا ہے۔ ہر چیز کو مختلف طریقوں سے ناپا تولا اور آزمایا جاسکتا ہے، اس لیے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ قابل یقین ہوتا ہے اور اسے اسی نتیجے کے ساتھ باربار دہرایا جاسکتا ہے۔ کچھ علم ایسے بھی ہیں جن میں صرف مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے، مگر تجربات کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسے ستاروں کا علم۔"

"ایک بات اور بتادیجئے کہ سائنس اور ٹکنالوجی میں کیا فرق ہے؟" میں نے گزارش کی۔

"سائنس کے ذریعہ سے معلوم کیے ہوئے اصولوں کو عملی جامہ پہنا کر انسانیت کے لیے نئی نئی سہولیات پیدا کرنا ٹکنالوجی کہلاتی ہے۔ سچ پوچھو تو سائنس کا مقصد نئی ٹکنالوجی دریافت کرنا ہے اور ٹکنالوجی کا مقصد انسانی زندگی کو ہر اعتبار سے آراستہ اور مطمئن کرنا ہے۔ زندگی اللہ تعالٰی کا سب سے بڑا عطیہ ہے جس کو قائم رکھنے کے لیے پروردگار نے دنیا والوں کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے۔ سائنس ان تمام نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کا علم ہے۔ سائنس سے ترقی ہے۔ جہاں ترقی نہیں ہوتی وہاں پسماندگی ہوتی ہے۔ اچھا اب اللہ حافظ!"

کھڑکی سے باہر صبح، کے آثار نمایاں ہورہے تھے۔ مرغے اذانیں دینے کی تیاریاں کررہے تھے۔ ہوا کا ٹھنڈا سا جھونکا آیا۔ کھڑکی کے پردوں میں حرکت ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے جناب

سائنس رخصت ہو گئے۔

میں آنکھیں ملتا ہوا چاروں طرف گھور رہا تھا۔ فزکس کی کتاب میرے سامنے کھلی رکھی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ صرف خواب ہی ہو سکتا ہے۔ میرا کمرا گھر کی اوپری منزل پر ہے اور گیٹ پر رات گیارہ بجے تالا لگادیا جاتا ہے۔ اوپری منزل پر آنے کے لیے دروازہ گھر کے اندر ہے۔ کھڑکیوں سے صرف ہوا ہی اندر آسکتی ہے۔ یہ یقیناً ایک خواب تھا، مگر دلچسپ اور سبق آموز خواب!

گھڑی

غنی دہلوی

بچو ! کتنی اچھی گھڑی ہے
دیکھو کتنی پیاری گھڑی ہے
ہاتھ پہ باندھو پھر بھی چلے گی
جیب میں رکھو پھر بھی چلے گی

بتلائے گی وقت یہ تم کو
دیکھو گے جب اس کو بچو
اس کی دیکھو تم پابندی
ساتھی ہے یہ وقت کی کتنی

سوئے ہوؤں کو پہلے اٹھائے
دفتر کا پھر وقت بتائے
وقت سے یہ اسکول کے بچو
کرتی ہے آگاہ بھی تم کو

وقت پہ آؤ وقت پہ جاؤ
اپنی گھڑی کی خیر مناؤ
گردش میں ہے دیکھو سوئی
تھکتی نہیں ہے بچو سوئی

ہر دم چلتی رہتی ہے یہ
کام ہمیشہ کرتی ہے یہ
دن تاریخ ہے اس کے اندر
اور ہے اس میں بچو کیلنڈر
وقت مقرر کھیل کا کرلو
اپنی گھڑی پہ نظریں رکھو

پھول پھول خوشبو

فرماں بردار بندہ

مرسلہ : بلال

شیخ سعدی ایک دن جنگل میں کہیں جا رہے تھے۔ انھیں دور سے ایک سوار اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص شیر جیسے خوں خوار اور خوف ناک درندے پر سوار ہے۔ شیر جیسے خوں خوار درندے کو دیکھ کر شیخ سعدی پر ہیبت طاری ہو گئی اور وہ بھاگنے کی سوچنے لگے۔

شیر سوار یہ دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

"سعدی! تجھے تعجب تو ہو گا کہ انسان نے درندے پر قابو کس طرح پایا ہے۔ آ میں تجھے اس کا طریقہ بتاؤں۔ تو خدا کا فرماں بردار بندہ بن جا۔ تمام مخلوق خود بخود تیرا حکم ماننے لگی اور تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

مرسلہ : نازش خان

☆ خوش کلامی ایسا جوہر ہے جو سامعین کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے (پاسکل)

☆ میں تصنع اور بناوٹ سے الفاظ کا جادو جگانے سے قاصر ہوں، لیکن خوش کلامی سے لوگوں کا دل موہ لیتا ہوں (شیکسپیئر)

☆ خوش کلامی صراطِ مستقیم کی طرف لے جاتی ہے اور بدکلامی ناہموار راستوں کی طرف لے جاتی ہے۔ (جانسن)

ہدایت

مرسلہ : شجاعت اللہ خاں

ڈاکٹر نے مریض کا معائنہ کرتے ہوئے کہا:

"تمھاری حالت تو پہلے سے زیادہ بگڑ گئی ہے۔ لگتا ہے تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ دن میں دس سے زیادہ سگریٹ نہ پینا۔"

مریض نے آہ بھر کر کہا:

"میں تو دس سگرٹ بھی مشکل سے پیتا ہوں۔ آپ کی ہدایت سے پہلے تو میں سگرٹ کے قریب تک نہیں جاتا تھا۔"

مرسلہ : محمد عدیل پرویز

سقراط نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"تم نے پرندوں کو پرواز کرتے دیکھا ہے؟"
کئی آوازیں بلند ہوئیں:
"ہاں دیکھا ہے۔"
"ان کے کتنے پر ہوتے ہیں؟" سقراط نے دوسرا سوال کیا۔
بہت سی آوازیں آئیں: "دو"۔
"اسی طرح ترقی کے بھی دو پر ہوتے ہیں۔ ان پروں کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔"
لوگوں نے سوال کیا:
"وہ دو پر کون سے ہوتے ہیں؟"
سقراط نے جواب دیا:
"ایک پر تو لوگوں کے پاس اپنی لیاقت کا ہوتا ہے اور دوسرا پر دوسرے لوگ اپنی حماقت سے فراہم کرتے ہیں۔ یعنی کام یاب انسان کو ایک پر اپنی لیاقت سے ملتا ہے اور دوسرا دوسروں کی حماقت سے ملتا ہے۔ جنہیں یہ دو پر میسر آجاتے ہیں ان کی ترقی لازمی ہے۔"

پرانا پن

مرسلہ : رقیہ سعیدی

نیا قیدی : "یہ بہت ہی قدیم طرز کی جیل ہے۔ آخر حکومت اس کی حالت کچھ بہتر کیوں نہیں بناتی ؟"
گارڈ : "کیا مطلب ہے تمہارا؟"
قیدی : "مطلب یہ ہے کہ میں دس مرتبہ یہاں آیا ہوں اور ہر مرتبہ مجھے روشن دان ہی کے ذریعہ سے فرار ہونا پڑتا ہے۔"

مرسلہ : نور محمد

☆ جب کسی بزرگ سے ملنے جاؤ تو سلام کرکے ادب سے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔
☆ برے لوگوں سے ہمیشہ پناہ مانگتے رہو۔
☆ جب تک کسی بات پر مجبور نہ ہوجاؤ بالکل مت ہنسو۔
☆ بلا مقصد کسی طرف قدم نہ اٹھاؤ۔
☆ دو چیزیں سامنے ہوں تو پہلے آسان چیز کو اختیار کرو۔

بزرگوں کی نشانی

مرسلہ : حمیرا صادق حسین

ایک بادشاہ نے جشن منایا۔ خوشی میں اس نے چند قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق جو قیدی رہا ہوکر آتا جھک کر بادشاہ کو سلام کرتا اور باہر نکل جاتا۔ ایک بوڑھے قیدی نے آکر سلام کیا تو بادشاہ نے پوچھا:
"تم یہاں کب سے قید ہو؟"
"حضور کے دادا کے وقت سے۔" بوڑھے قیدی نے جواب دیا۔
"اسے دوبارہ قید میں ڈال دو۔ یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے۔" بادشاہ نے حکم دیا۔

اصل موتی

مرسلہ : سید اقبال رضا زیدی

☆ شاید کہ تم اس شخص کو بھول جاؤ جس کے ساتھ تم ہنسے ہو، لیکن اس کو ہرگز فراموش نہیں کرو گے جس کے ساتھ رو رہے تھے۔

☆ صرف بے غرض دوستی ہی وہ پھول ہے جس میں کانٹے نہیں ہوتے۔

☆ اپنی کامیاب زندگی کے حسین واقعات کے ایسے خوش نما پھول بکھیرو کہ لوگ انھیں چننے کی کوشش کریں۔

☆ دنیا میں اگر ایک پرخلوص دوست مل جائے تو زندگی سکھ سے بسر ہو جاتی ہے۔

☆ آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ پیچھے مڑکر نہ دیکھا جائے۔

کیپٹن

مرسلہ : تابندہ جبیں

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ ویسے آپ کرتے کیا ہیں؟"

"جی میں کیپٹن ہوں۔"

"ماشاء اللہ پھر تو آپ میرے بچوں کے آئیڈیل ہوئے۔ یہ تو بتایئے کمیشن کب ملا آپ کو؟"

"ارے صاحب! کمیشن ملا کہاں، کمیشن تو دینا پڑا!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سلیکشن کمیٹی کو کمیشن دے کر ہی تو اپنے شہر کی کبڈی ٹیم کا کیپٹن بنا ہوں۔"

جہنم کی زبان

مرسلہ : قاضی راشد محمود

ایک بوڑھا پادری پارک میں بیٹھا عبرانی زبان کی ابتدائی کتاب پڑھ رہا تھا۔ ایک روسی ایجنٹ کی اس پر نظر پڑی تو اس نے پوچھا:

"یہ تم کون سی زبان کی کتاب پڑھ رہے ہو؟"

پادری نے جواب دیا:

"عبرانی زبان کی جو جنت میں بولی جاتی ہے۔"

ایجنٹ نے کہا: "اگر تم جہنم میں گئے تو؟"

بوڑھے نے کہا: "مجھے روسی زبان بھی آتی ہے۔"

چمک پارے

مرسلہ : فرخ بختاور

☆ استاد کی عزت اور علم کی چاہت کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔

☆ علم اور عمل ساتھ ہوں تو ترقی کی راہیں جلد طے ہو جاتی ہیں۔

☆ دشمن سے غافل رہنے کا مطلب دشمن کو خود حملے کی دعوت دینا ہے۔

☆ ان کو وفادار نہ مانو جو تمھارے ہر قول و فعل کی تعریف کریں۔

☆ عورت صرف اس راز کو پوشیدہ رکھتی ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔

☆ ہوا میں قلعے بنانے سے بہتر ہے کہ

زمین پر جھونپڑا تعمیر کرو۔

☆ جو انسان تنہائی میں خوش رہتا ہے وہ درندہ ہے یا پھر دیوتا۔

ست رفتار

مرسلہ : صبا جمیل

ایک روسی اپنے ہندستانی دوست کو روس کے وسیع رقبے کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ وہ بڑے فخر سے بولا:

" اگر آپ روس میں ٹرین پر سوار ہوں تو تیسرے دن بھی روس ہی کے اندر ہوں گے۔"

پاکستانی دوست نے کہا:

"اچھا! میرا خیال تھا کہ ست رفتار ٹرینیں صرف ہمارے ملک میں ہی چلتی ہیں۔"

بطخ ریستوراں

مرسلہ : ثمر جہاں

امریکی سیاح چین کے ایک ریستوراں میں کھانا کھا رہا تھا۔ اس ریستوراں کی خصوصیت بطخ کی ڈشیں تھیں اور ان ڈشوں کی وجہ سے وہ ملک بھر میں مشہور تھا۔ اس کی ہر ڈش میں بطخ ضرور شامل ہوتی تھی۔ ریستوراں کا ویٹر ہر ڈش میز پر رکھ کر سیاح کو اس کے بارے میں تفصیل سے سمجھاتا تھا:

"یہ بطخ کا بھنا ہوا سینہ ہے۔ یہ بطخ کی ٹانگ ہے۔ یہ بطخ کا بازو ہے۔"

پھر ایک ڈش لائی گئی اور امریکی سیاح سمجھ گیا کہ وہ بھنی ہوئی مرغی ہے۔ اس کا تعلق کسی طرح بھی بطخ سے نہیں ہو سکتا۔ کچھ دیر تو وہ ویٹر کی وضاحت کا انتظار کرتا رہا پھر اس سے برداشت نہ ہوسکا اور اس نے پوچھ ہی لیا:

"اور یہ کیا ہے؟"

"یہ بطخ کی دوست ہے جناب!" ویٹر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

مظاہرہ

مرسلہ : حنا نے خان

پولینڈ کے ایک شہر میں زبردست مظاہرہ ہو رہا تھا۔ مشتعل ہجوم پولیس پر پتھراؤ کر رہا تھا۔ مغربی یورپ کا ایک سیاح دور کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے ایک بپھرے ہوئے ادھیڑ عمر شخص کا بازو تھام لیا اور بولا: "ہمارے ملک میں جب مظاہرہ ہوتا ہے تو ہم پولیس پر ٹماٹر اور انڈے پھینکتے ہیں تاکہ کوئی پولیس والا زخمی نہ ہونے پائے۔ تمھیں بھی پولیس پر پتھروں کے بجائے انڈے اور ٹماٹر پھینکنے چاہئیں۔"

ادھیڑ عمر شخص نے غصے سے سیاح کی طرف دیکھا اور طنزیہ لہجے میں بولا:

"ہم انڈوں اور ٹماٹروں کی کمی پر مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے پاس انڈے اور ٹماٹر ہوتے تو ہم ہرگز مظاہرہ نہ کرتے!"

فیصلہ

فضل بادشاہ

ہر طرف ہو کا عالم ہے، خاموشی ہے۔ سارا جنگل ویران نظر آرہا ہے۔ کہیں کسی حرکت کا نشان نہیں اور نہ کسی چرند پرند کی کوئی آواز ہے۔ اچانک یہ خاموشی ٹوٹ گئی۔ جنگل کے ایک گوشے سے مدھم سی غمگین گفت گو سنائی دی۔ غم سے جھکی ہوئی انگور کی بیل کہہ رہی تھی:

"پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا، ہمیں کس جرم کی سزا مل رہی ہے؟"

پاس ہی سے آبنوس کے درخت نے کہا: "ہوگا کیا؟ شام کو "متحدہ مجلس جنگلات" والوں نے سارے جنگل کے حشرات، حیوانات اور نباتات کو بلایا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟"

"آخر یہ ابن آدم ہم سے کیا چاہتا ہے؟ یہ کیوں ہماری جان کا دشمن ہوگیا ہے؟ ہم نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟" انگور نے نہایت بے چینی سے کہا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

چاندنی رات ہے۔ جنگل کے بیچوں بیچ ایک کھلا میدان ہے۔ ایک طرف مٹی کا ٹیلا ہے۔ جنگل کے سارے جانور "متحدہ مجلس جنگلات" کے جلسے میں ایک ایک کرکے جمع ہو رہے ہیں۔ ہر جانور اجلاس شروع ہونے کا منتظر ہے۔ مجلس پانچ ممبروں پر مشتمل ہے۔ ان میں پرندوں، جانوروں، کیڑے مکوڑوں، پودوں اور درختوں کے نمائندے شامل ہیں۔ عقاب، شیر، شہد کی مکھی، رات کی رانی اور صنوبر اس کونسل کے ممبر ہیں۔ شیر کونسل کی صدارت کر رہا ہے۔

اجلاس کا باقاعدہ آغاز کوئل کی سریلی کوک سے ہوا۔ پھر شیر نے گفت گو کا آغاز کیا:

"میرے ساتھیو! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، آج ہم سب یہاں اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ انسان کے بارے میں بات کریں جو ہماری تباہی پر تلا ہوا ہے۔ ہمیں ختم کرڈالنا چاہتا ہے۔ آئے دن جنگلات کاٹے جارہے ہیں۔ انسان اپنی تخریبی کارروائیوں سے آلودگی پھیلا رہا ہے۔ اس کی توجہ، جنگلات کی حفاظت اور پرورش سے ہٹتی جارہی ہے۔ جنگلات ویرانوں کی صورت اختیار کررہے ہیں۔ شاید کچھ ہی دن میں جنگلات کا نام و نشان بھی نہ رہے۔ عزیز درختو! یہ مسئلہ صرف تمھارا نہیں بلکہ سب کا ہے۔ جنگل کے سب جان دار تمھارے ساتھ ہیں۔"

شیر نے تمام جانوروں پر ایک نظر ڈالی' درختوں کو امید کی ایک کرن نظر آئی۔
شیر پھر بولا۔" کسی چرند پرند کی بقا درختوں کے بغیر ممکن نہیں۔ویسے بھی جنگلات کی کمی سے ہماری آبادی گھٹ گئی ہے اور مسائل بڑھ گئے ہیں' اس لیے درختوں کی حفاظت کے لیے سب کو آگے آنا ہوگا۔"

یہ سنتے ہی سب جانوروں نے نعرے لگانے شروع کیے۔شیر نے گرج کر ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کہا:"اس لیے آپ سب اس مسئلے پر سوچیں۔ اس کا کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا پڑے گا۔"

شیر کی بات ختم ہوئی تو سب جانور چلے گئے۔ پھر احتجاج شروع ہوا۔ درختوں نے پھل دینے چھوڑ دیے۔ پتے جھڑ گئے۔ سبزہ ختم ہوگیا' یہاں تک کہ سرسبز جنگل اجڑ گئے۔ خزاں کا سماں تھا' مگر انسان ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر پرندے اور جانور دوسرے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ جنگل کے تمام نباتات و حیوانات نے "متحدہ مجلس جنگلات" کی سرپرستی میں جلسے جلوسوں اور ہڑتالوں کا آغاز کیا۔ ہڑتال' ہنگامے اور فساد ہوئے' مگر کچھ نہ ہوا۔ ایک بار پھر سب "متحدہ مجلس جنگلات" کے پاس آئے اور طے پایا کہ یہ مسئلہ اس بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے جس میں حیوانات ' نباتات اور انسان تینوں شامل ہیں۔ بورڈ نے یہ مسئلہ بڑی عدالت کے سامنے پیش کردیا۔

"بڑی عدالت " نے درختوں اور انسان کو طلب کیا۔ عدالت انسان' جانوروں اور نباتات سے بھری تھی۔ جج کے فرائض "کائنات" انجام دے رہی تھی۔ ملزم یعنی انسان کو کٹہرے میں کھڑا کردیا گیا۔ پھر کارروائی کا آغاز ہوا۔ وکیل استغاثہ نے اٹھ کر کہا:

" جناب والا! میرا مظلوم موکل ایک زمانے سے انسان کا محسن ہے۔ یہ اسے زندگی کی سہولتیں دے رہا ہے۔ رہائش کا سامان فراہم کررہا ہے' اس کی خوراک کا ذریعہ ہے' مگر خود ایک طویل عرصے سے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ بیسویں صدی میں تو اس پر ظلم و زیادتی کی حد ہوگئی۔"

ملزم کٹہرے میں کھڑا سن رہا تھا۔ عدالت میں خاموشی تھی۔
"مدعی کو حاضر کیا جائے۔"جج نے گرج دار آواز میں کہا۔

مدعی یعنی درخت نے کہنا شروع کیا:

" میری ابتدا انسان سے بھی پہلے ہوئی ۔ ساری زمین پر میری حکومت تھی۔ اس احسان فراموش انسان کی میں نے بہت خدمت کی ہے۔ جناب والا! اسے یہ خوش گوار موسم کس نے دیا؟ بارش کا سبب کون بنا؟ وہ بارش جس سے اس کے کھیت لہلہاتے ہیں' یہ سرسبز کھیت غلے کے ڈھیر فراہم کرتے ہیں۔ ان کی قابل کاشت زمین کو کٹاؤ سے کون روکتا اور بچاتا ہے؟ ان کے مویشی جو ان کے لیے آمدنی کا ذریعہ ہیں' ان کو چارہ کون فراہم کرتا ہے؟ یہ مویشی انھیں دودھ اور گوشت فراہم کرتے ہیں۔ یہ مجھ میں رہنے بسنے والے جانوروں کو شکار کرتے ہیں اور سجاوٹ اور تفریح کے لیے گھروں میں رکھتے ہیں۔ان کو عمارتی لکڑی ' کپڑا ' کاغذ ' دوائیں' ایندھن' پھل اور سبزیاں کون دیتا ہے؟ آبی اور فضائی آلودگی کو کون کنٹرول کرتا ہے؟ شور کی آلودگی کو کون بڑھنے سے روکتا ہے؟ انسان کی زندگی میں کس نے خوشی کے رنگ بکھیرے ؟ ان کو جینے کے مواقع اور سہولتیں کس نے فراہم کیں؟ وہ میں ہوں جناب والا! میں نے انسان کی زندگی میں خوشی کے رَس گھول دیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اور ہمیں اس کی خدمت کے لیے بنایا گیا ہے۔ وہ انسان جسے ہم نے جینے کا موقع فراہم کیا' زندگی کی خوشیاں دیں ہماری تباہی پہ تلا ہوا ہے۔ آئے دن زہریلی گیس پھیلا رہا ہے۔ دھماکوں پر دھماکے کررہا ہے ۔ روز بروز جنگلات کا صفایا ہورہا ہے۔ اس احسان فراموش کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے۔"

کہتے کہتے درخت کے آنسو نکل پڑے۔ پھر وکیل نے چند گواہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر "زمین" کو پیش کیا گیا۔

زمین نے کہا: " ان جنگلات نے مجھے تحفظ دیا' مجھے کٹاؤ سے بچایا تاکہ میں انسانوں کے لیے اچھی فصلیں دوں' مگر ان کے ہر وقت کے دھماکوں سے نہ صرف درختوں اور جنگلات کی صحت خراب ہورہی ہے بلکہ میری صحت پر بھی برا اثر پڑرہا ہے۔ بارش بھی انہی کی وجہ سے ہوتی ہے' یقیناً انسان مجرم ہے۔"

اس کے بعد تینوں موسم سردی' گرمی' بہار آئے اور ان نعمتوں کا ذکر کیا جو جنگلات اور درختوں نے انسان کو دی ہیں۔ آخر میں "زمانہ" آیا اور کہا:

"میں نے ہمیشہ جنگلات کو انسان کے ساتھ نیکی کرتے دیکھا اور انسان کی خدمت میں مصروف پایا۔ اور دوسری طرف انسان کو ان کی کٹائی اور تباہی کرتے دیکھا۔"

وکیل استغاثہ کارروائی مکمل ہونے پر بیٹھ گیا۔

اب وکیل صفائی اٹھا اور وکیل استغاثہ کے لگائے ہوئے الزامات کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی دیر تک بولتا رہا۔ جج نے اس کے بعد ملزم یعنی انسان کو اپنی صفائی میں بولنے کے لیے کہا۔

ملزم نے کہا: "جناب والا! مجھ پر لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں۔ میں نے ہی درختوں کی بہتر نشو و نما کی۔ ان کے لیے عمدہ مصنوعی کھادیں بنائیں' ان کی بیماریوں کی روک تھام کے لیے دوائیں تیار کیں۔ ان کی حفاظت کے لیے ادارے مقرر کیے' ان کو پانی دینے کے لیے ملازمین رکھے۔ جناب والا! یہی میری درخت دوستی کا ثبوت ہے۔"

پھر گواہوں کی باری آئی۔ خزاں کا موسم آیا اور کہا: "میں نے کبھی ان جنگلات اور درختوں کو انسانوں کو کچھ دیتے نہیں دیکھا جب بھی میں آیا میں نے جنگلات خشک دیکھے ہیں۔ ان کا دعوا غلط ہے۔"

اس کے بعد دوسرے گواہ لالچ ' دولت ' خود غرضی اور ضمیر فروشی کو بلایا گیا' مگر وہ وہاں موجود نہ تھے البتہ ان کی طرف سے ایک پیغام تھا جس میں لکھا تھا:

"بے وقوف دوست انسان! ہم دنیا میں ہیں' مگر دنیا کے نہیں۔ جو ہمارا دوست ہوتا ہے وہ نہایت ذلیل اور کمینہ ہوتا ہے۔ ہم سے نیکی کی امید رکھنا بے کار ہے۔"

ملزم کٹہرے میں سر جھکائے کھڑا تھا' وکیل صفائی سٹ پٹا گیا' عدالت میں نعرے لگنے شروع ہوئے۔ جج نے آرڈر ' آرڈر کہہ کر انھیں خاموش کرایا۔

پھر جج نے فیصلہ سنایا: "درختوں پر مظالم کا ذمے دار انسان ہی ہے۔ ابن آدم کے گواہوں کے بھاگ جانے ' فاضل وکیلوں کے بیانات اور گواہوں کی شہادتوں کے مطابق انسان مجرم ثابت ہو چکا ہے۔ اس لیے.........

جج صاحب نے اتنا کہہ کر اپنے دائیں بائیں کھڑے غربت اور آلودگی کو دیکھا جو جلاد کے فرائض انجام دے رہے تھے اور کہا: "اگر انسان اپنی حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آیا تو وہ

جانے اور یہ جلاد!"

یہ فیصلہ سن کر درختوں اور جانوروں کی خوشی کی انتہا نہ رہی 'کیوں کہ انھیں انصاف مل گیا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کیا کرتا ہے؟ فیصلہ وقت کرے گا۔

ہارس پاور کا مطلب کیا ہے؟

یہ قوت کی اکائی ہے۔ جیمز واٹ نے یہ بات معلوم کی تھی کہ اوسط درجے کا گھوڑا ایک منٹ میں ڈیڑھ سو پونڈ کا وزن ۲۲۰ فیٹ کی بلندی تک لے جاسکتا ہے۔ اس وقت سے قوت کے شمار کے لیے یہ اکائی استعمال کی جاتی ہے۔ اس اکائی کے مطابق آدمی میں $\frac{1}{8}$ قوت ہارس پاور کے برابر ہوتی ہے۔

کیا سمندر پر جمنے والی برف نمکین ہوتی ہے؟

شمالی سمندروں میں برف کے دیو نما تودے عام طور پر نظر آتے ہیں۔ جب یہ برف بننی شروع ہوتی ہے تو اس میں تازگی ہوتی ہے' لیکن پھر اس میں نمکیت بڑھتی جاتی ہے۔

پانی کا جمنا

پانی خواہ گہرا ہو یا اتھلا' اس کی صرف بالائی سطح جمتی ہے' اندر پانی موجود رہتا ہے' لیکن جب پانی زیادہ گہرا ہوتا ہے تو اس عمل میں زیادہ وقت لگتا ہے' کیوں کہ برف اس وقت تک نہیں بن سکتی جب تک سارا پانی کم از کم ۴۰ درجے فارن ہائیٹ کا درجۂ حرارت اختیار نہ کرلے۔ اس کے بعد بالائی سطح ۳۲ درجے پر آجاتی ہے اور جم جاتی ہے' لیکن نیچے پانی باقی رہتا ہے۔

بچوں کے لیے

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۹/:
نماز پڑھیے ۴/۵۰
السلام علیکم ۷/۵۰
حضرت یوسف علیہ السلام ۴/۵۰
حدیث کیا ہے ۴/:
حضرت عمر فاروق رضؓ ۶/:
نقوش سیرتؐ اوّل ۵/:
نقوش سیرتؐ حصہ دوم ۵/:
نقوش سیرتؐ حصہ سوم ۵/:
نقوش سیرتؐ حصہ چہارم ۵/:
نقوش سیرت حصہ پنجم ۵/:
رسالہ دینیات اوّل ۳/:
" دوم ۴/:
" سوم ۵/:
" چہارم ۵/:
" پنجم ۶/:
" ششم ۶/:
" ہفتم ۶/:
" ہشتم ۶/:
حضرت آدم علیہ السلام ۴/:
حضرت یحییٰ علیہ السلام ۳/:
بزرگان دین ۴/:
امت کی مائیں ۴/۵۰
اچھی باتیں ۴/۵۰
خوب سیرتؐ اول ۶/:
خوب سیرتؐ دوم ۶/:
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
سلطان جی رح ۴/۵۰

سیرت پاک مختصر مختصر ۳/:
کمسن صحابی ۶/:
رحمان کا مہمان ۶/:
اسلام کے جان نثار ۵/:
نور کے پھول ۹/:
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ۶/:
حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ ۳/:
حضرت طلحہ رضؓ ۳/:
حضرت ابو ذر غفاریؓ ۳/:
حضرت سلمان فارسیؓ ۳/۵۰
حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۳/:
حضرت محبوب الٰہی رح ۳/:
حضرت معین الدین چشتی رح ۳/:
حضرت فرید گنج شکر رح ۳/:
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ۳/:
نیک بیٹیاں ۳/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاؒ ۳/:
حضرت حمزہ رضؓ ۳/:
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ۳/:
حضرت ابوہریرہؓ ۴/:
اللہ کے صفی ۲/۵۰
اللہ کا گھر ۴/۵۰
اللہ کے خلیلؑ ۳/۵۰
رسول پاکؐ کے اخلاق ۴/:
قرآن پاک کیا ہے؟ ۵/:
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۶/:
" دوم ۶/:
اسلام کے مشہور امیر البحر ۹/:
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل ۷/۵۰

" حصہ دوم ۶/:
اسلام کیسے شروع ہوا ۷/۵۰
رسول پاکؐ ۶/:
دس جنتی ۷/۵۰
سرکار کا دربار ۶/۵۰
چار یار ۷/۵۰
آں حضرتؐ (اردو) ۳/۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی) /۴۰
ہمارا دین حصہ اوّل ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ دوم ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ سوم ۸/۵۰
تحسین القرآن (زیر طبع)
منہاج القرآن ۴/۵۰
ائمہ اربعہ (زیر طبع)
ارکان اسلام ۴/:
عقائد اسلام ۴/۵۰
خلفائے اربعہ ۱۰/۵۰
نبیوں کے قصے ۷/۵۰
ہمارے رسولؐ ۶/:
مسلمان بیبیاں ۹/:
ہمارے نبیؐ (اردو) ۴/:
ہمارے نبیؐ (ہندی) زیر طبع
سرکار دو عالم ۹/:
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد) ۲/:
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں) ۴/۵۰

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/:
بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/:
بچوں کے "ڈا" انصاری ۶/:
بچوں کی آپا جان (گیرڈا فلپس) ۶/:

آسان ورزشیں جو آپ کو چاق وچوبند بنا دیں گی

کچھ عرصہ قبل ایک امریکی ادارے نے اسّی سال سے زیادہ عمر کے صحت مند بوڑھوں کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر ماہرین نے اُن کی پُوری زندگی پر تحقیق کی اور یہ پتا چلانے کی کوشش کی کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بدولت یہ بوڑھے کبھی بیمار نہیں ہوئے اور ابھی تک مکمل طور پر صحت مند ہیں۔

تحقیق سے معلوم ہُوا کہ اُن سب بوڑھوں کی زندگیوں میں صرف دو قدریں مشترک ہیں۔ نمبر ا۔ اعتدال اور نمبر ۲ ہلکی پھلکی ورزش۔ صحت سے متعلق، دنیا بھر کے ماہرین اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ زندگی کو خوشگوار بنانے اور صحت مند رکھنے کے لیے "اعتدال" انسان کی پہلی اور بنیادی ضرورت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کھانے پینے سے لے کر زندگی کے ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کیجیے ... آپ خوش رہیں گے ... اس بات میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اور اعتدال کے ساتھ ساتھ اگر آپ نے ہلکی پھلکی ورزش کو اپنا معمول بنا لیا تو گویا اچھی صحت کے لیے ایک ضمانت آپ نے خود اپنے ہاتھوں فراہم کر لی۔

یاد رکھیے! صحت مند جسم ہی صحت مند ذہن کا مالک ہوتا ہے۔ جسم صحت مند ہوگا تو فکر کے دھاروں اور سوچ کے زاویوں میں بھی تازگی آئے گی۔ جسم توانا ہوگا تو آپ خوش اور پُردم رہیں گے اور آپ کے اندر ستاروں پہ کمندیں ڈالنے کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ کیونکہ بیمار اور قنوطی لوگوں نے اس دُنیا کو کبھی کچھ نہیں دیا۔

"پیامِ تعلیم" کی خواہش ہے کہ اس کے قارئین ساتھی' اقبال کا شاہین بنیں'۔ اپنے آپ کو آنے والے وقت کی بڑی ذمّہ داریوں کے لیے تیار کریں۔ لکھنے پڑھنے اور گھر کے کام کاج کے علاوہ تھوڑا سا وقت کھیل کُود کے لیے بھی نکالیں۔ یہ چند ورزشیں جو ہم یہاں پر آپ کے لیے تحریر کر رہے ہیں اُنھیں بغور پڑھیے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان پر عمل کرنے سے بہت جلد آپ اپنے اندر نئی تبدیلیاں محسوس کرنے لگیں گے۔

ان سادہ اور آسان ورزشوں کا مختصر سا کورس نکولس کافو دیسکی نے تیار کیا ہے، جو جسمانی ورزشوں کے مستند ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ورزشیں جسم کی دلکشی اور تندرستی کو قائم رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ آپ بھی آزما کر دیکھیے۔ ان سے آپ کے جسم میں لچک، قوّتِ برداشت، توانائی، پھُرتی اور توازن پیدا ہوگا اور آپ ہر کام مکمل ہم آہنگی، دلچسپی اور تیزی سے نمٹانے لگیں گے۔

لچک۔ آپ کا جسم اگر لچکدار ہے تو آپ یہ ورزشیں بآسانی کرسکیں گے۔

(ا) دیوار کی طرف پُشت کرکے سیدھے کھڑے ہوجائیے۔ دونوں بازو اُوپر اُٹھائیے، سر، کندھے کمر، کُولہے اور بازو دیوار سے لگے رہیں۔ ہتھیلیاں، کلائی پر سے موڑ لیجیے اور جسم کو بار بار پھیلانے اور کھینچنے کی کوشش کیجیے۔ اس سے تمام پٹھوں اور اعصاب میں کھچاؤ پیدا ہوگا۔

(ب) فرش پر سیدھے بیٹھ کر ٹانگیں سامنے پھیلا دیجیے اور پھر پاؤں کی انگلیاں اور انگوٹھے چھُونے کی کوشش کیجیے۔ ایسا کرتے وقت ضروری ہے کہ دونوں پاؤں آپس میں ملے رہیں اور گھٹنوں میں خم نہ آنے پائے۔

(ج) سیدھے کھڑے ہوجائیے۔ بایاں ہاتھ اُوپر اٹھا کر اُسے پُوری طرح پیچھے لانے کی کوشش کیجیے۔ دایاں ہاتھ بھی اُسی طریقے سے نیچے کی طرف پھیلا کر پیچھے لائیے۔ پانچ سیکنڈ اسی حالت میں رہیئے۔ اب دایاں ہاتھ اُوپر اور بایاں ہاتھ نیچے کرکے یہی ورزش دوبارہ کیجیے۔ اس سے جسم کے مختلف جوڑوں میں لچک اور نرمی پیدا ہوتی ہے۔

(د) ٹانگیں ملا کر سیدھے کھڑے ہوجائیے۔ گھٹنے اکڑا لیجیے۔ دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر بازو اُوپر اُٹھائیے۔ ہتھیلی کا رُخ باہر کی طرف رکھیے۔ اب اس حالت میں آہستہ آہستہ نیچے جھکنا شروع کیجیے اور جس قدر آسانی سے ممکن ہو جھکتے جائیے۔ اس کے بعد سیدھے کھڑے ہوجائیے۔ اور اسی ورزش کو دُہرائیے۔ ورزش کا یہ انداز بھی جسم کے جوڑوں میں لچک پیدا کرنے کے لیے مفید ہے۔

قوّتِ برداشت۔ اگر آپ کام کے دوران، جلدی تھک جاتے ہیں تو ان ورزشوں کو آزمائیے۔

(ا) سیدھے کھڑے ہوکر ہاتھ رانوں پر رکھ لیجیے۔ کندھے پیچھے گرا کر سر جھکا لیجیے اور ناک کے راستے آہستہ آہستہ سانس خارج کیجیے۔ پھیپھڑے جب بالکل خالی ہوجائیں تو دونوں بازو اُوپر اٹھائیے اور پھر بلند انداز میں سانس اندر کھینچیے۔ اس طرح کہ آپ کی چھاتی کا پھیلاؤ کم از کم ۱½ انچ بڑھ جائے

(ب) ایک ہاتھ سامنے اور دوسرا پیچھے کی طرف پھیلا دیجئے اور سانس خارج کرتے ہوئے جسم کو موڑنے اور بل دینے کی کوشش کیجیے۔ پھر دونوں ہاتھ سر کے اُوپر لے جائیے۔ ایک ٹانگ گھٹنے پر سے دُہری کرکے اُوپر اُٹھا لیجیے۔ اور آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیے۔ یہاں تک کہ سینہ پھُول کر ڈیڑھ انچ بڑھ جائے۔

توانائی:۔ چہرے کی ساخت اور انداز بڑی حد تک اعصابی توانائی اور قوت کا مرہونِ منت ہے۔ سامنے دیے ہوئے خاکے کے مطابق فرش پر بیٹھ جائیے۔ پاؤں کی صرف اُنگلیاں فرش سے چھُوتی رہیں۔ باقی پاؤں ٹخنے اوپر اُٹھا ہونا چاہیے۔ اب ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ لیجیے۔ کہنیوں کو پوری قوت سے پیچھے دبائیے۔ اب بائیں ٹانگ آگے نکالیے اور جسم کو بل دے کر بائیں کہنی سے دائیں ٹانگ کے گھٹنے کو چھُونے کی کوشش کیجیے۔ پھر سیدھے بیٹھ جائیے اور اسی طرح دائیں کہنی سے بائیں ٹانگ کا گھٹنا چھُوئیے۔

(ب) ٹھوڑی اور ایک گھٹنا فرش پر رکھ دیجیے۔ دوسری ٹانگ بالکل سیدھی اُوپر اُٹھائیے۔ اس کے بعد پاؤں اور ہاتھوں پر زور ڈالتے ہوئے بازو سیدھے کرنے کی کوشش کیجیے۔ اور پھر فرش پر سے ٹھوڑی اور گھٹنا ایک ساتھ اُوپر اُٹھائیے۔

توازن:- (ا) اپنے جسم میں توازن کی قوت کا اندازہ کرنے کے لیے دونوں ہاتھ پہلوؤں کی جانب پھیلائیے۔ ایک ٹانگ گھٹنے پر سے دُہری کرکے اُوپر اُٹھائیے اور آنکھیں بند کرلیجیے۔ اس حالت میں اگر آپ دس سیکنڈ تک بے حس و حرکت کھڑے رہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے جسم میں اپنا توازن قائم رکھنے کی خاصی صلاحیت موجود ہے۔

(ب) پہلے کی طرح سیدھے کھڑے ہو جائیے۔ آنکھیں کھُلی رکھیے۔ ہاتھ پہلوؤں کی جانب قدرے اُوپر کے رُخ اُٹھائیے۔ مڑے ہوئے گھٹنے والی ٹانگ سیدھی کرکے پوری طرح پیچھے کی طرف لے جائیے۔ آنکھیں بند کرکے آہستہ آہستہ آگے جھکیے۔ پوری طرح جھکنے کے بعد جسم پانچ سے دس سیکنڈ تک اسی حالت میں رہنے دیجیے۔ اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جائیے۔ اور یہی ورزش دوبارہ کیجیے۔ رفتہ رفتہ جسم میں اپنا توازن قائم رکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔
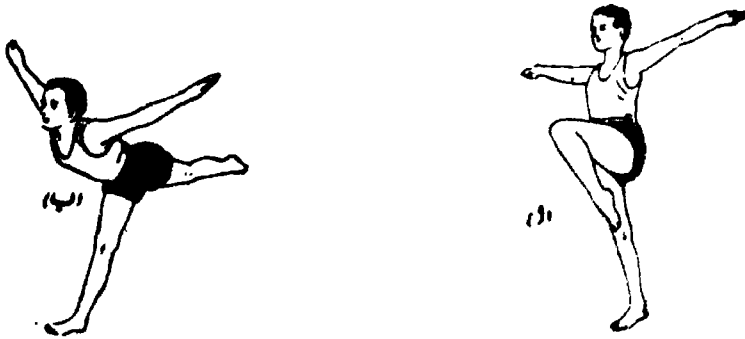
پُھرتی :- (۱) اپنے قد کی مناسبت سے دیوار پر ایک دائرہ کھینچیے۔ اس کے قریب دونوں ٹانگیں قدرے کھول کر سیدھے کھڑے ہو جائیے اور گھٹنوں میں ہلکا سا خم ڈال کر اسی ہتھیلی سے فرش کو چھوئیے۔ اب تیزی سے سیدھا ہونے کی کوشش کیجیے۔ دس سیکنڈ میں اگر دس بار آپ دائرے اور فرش کو ٹھیک طرح سے چھو لیں تو سمجھ لیجیے، آپ پھرتیلے ہیں۔

(ب) جسم میں پھرتی پیدا کرنے کے لیے یہ ورزش نہایت مفید ہے۔ ٹانگیں کھول کر سیدھے کھڑے ہو جائیے۔ کندھے پیچھے اور ہاتھ پہلوؤں کی جانب اُوپر اُٹھے ہوئے ہوں۔ اب نیچے جھک کر بائیں ہاتھ سے پاؤں کے دائیں انگوٹھے کو چھونے کی کوشش کیجیے۔ یہی عمل دوسرے ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ دُہرائیے اور بتدریج اُسے تیز تر کرتے جائیے۔ مگر خیال رہے کہ نیچے جھکتے وقت بازو اور ٹانگوں میں خم نہ آنے پائے۔
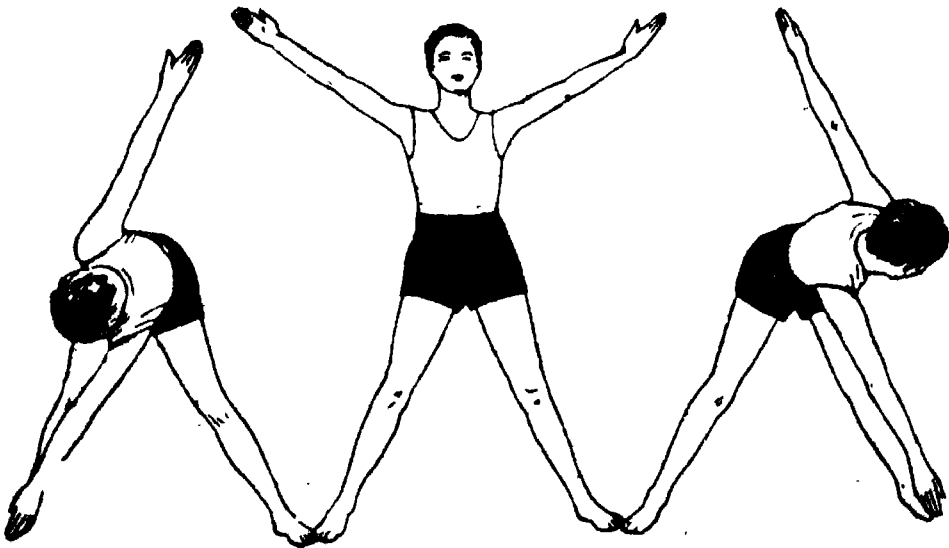
مختصر ورزشیں:۔ صبح سو کر اُٹھیں تو طبیعت سُست اور مضمحل سی ہوتی ہے۔ اس سے نجات پانے کے لیے مندرجہ ذیل ورزشیں نہایت مفید ہیں۔

(ا) سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھ سر سے اُوپر اُٹھائیے۔ پنجوں کے بَل کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ پوری قوت سے اور زیادہ اُوپر لے جانے کی کوشش کیجیے۔ اس سے جسم میں اینٹھن اور کھنچاؤ پیدا ہو گا اور تمام سوئے ہوئے اعصاب میں تحریک پیدا ہو گی۔

(ب) پنجوں کے بَل فرش پر بیٹھ جائیے۔ دونوں گھٹنے ہاتھوں کے حلقے میں لے لیجیے اور آہستہ آہستہ پوری قوت سے سارے جسم کو دائیں بائیں بَل دینے کی کوشش کیجیے۔ ساری سُستی اور اضمحلال فوراً غائب ہو جائے گا۔

(ج) دونوں ہاتھ سر سے اُوپر لے جا کر انہیں زیادہ سے زیادہ اُوپر اُٹھانے کی کوشش کیجیے اور خوب گہری سانس لیجیے۔

(د) سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھ رانوں پر رکھ لیجیے۔ کندھے جُھکے ہوئے اور سر قدرے آگے مُڑا ہُوا ہو۔ ٹانگیں پوری طرح اکڑا کر آہستہ آہستہ نیچے جُھکیے اور ہاتھوں سے فرش کو چھُونے کی کوشش کیجیے۔

(ج)

(د)

(ب)

ہم شکل، ہم راز

شکیل صدیقی
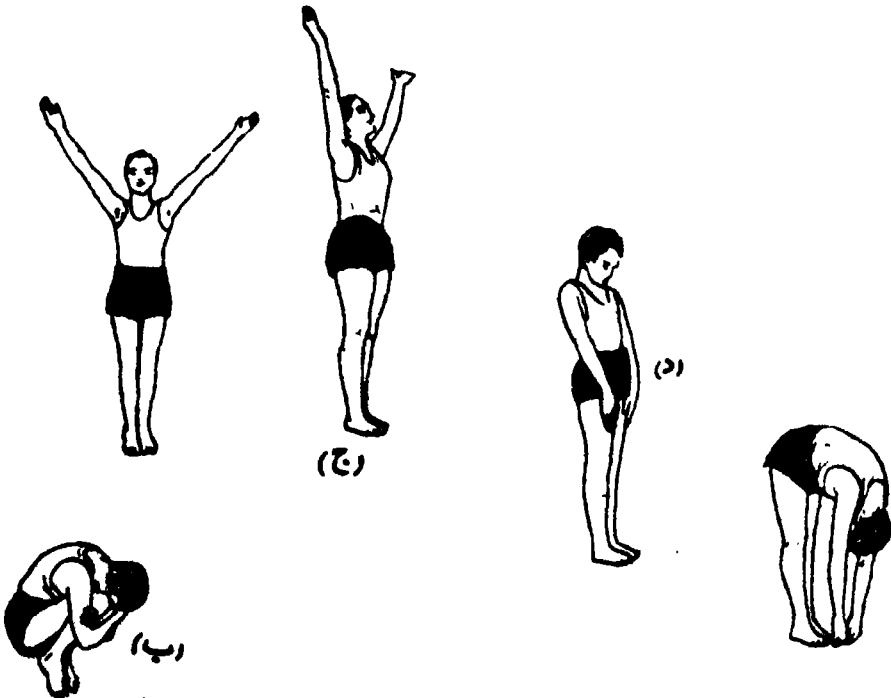
(قسط نمبر ۱۲)

"امی! یہ جوزف مسیح کون ہے؟"

"جوزف مسیح؟ اس کے بارے میں تمہیں کیسے پتا لگا؟"

"وہ حویلی میں کام کرتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کب سے کام کر رہا ہے اور اسے کس نے رکھا ہے؟"

انھوں نے تشویش سے کہا: "میرا خیال ہے کہ کسی نے نہیں رکھا، اس لیے کہ اسے تو تمہارے ابا جی۔۔۔ مم۔۔۔ میرا مطلب ہے سلطان کے ابا جی نے ڈیوڈ مسیح کے ساتھ ہی حویلی سے نکال دیا تھا۔ یہ دونوں بھائی پہلے حویلی میں کام کرتے تھے۔ ایک دن کیا ہوا کہ چوہدری حشمت صاحب گیراج سے کار نکال رہے تھے کہ ڈیوڈ مسیح کا بچہ اس کی زد میں آگیا۔ اس کی ماں نے اس دودھ پیتے بچے کو کیاریوں میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور خود کسی کام میں لگ گئی تھی۔ بچہ گاڑی کے پچھلے ٹائر سے دب کر ختم ہوگیا۔ چوہدری صاحب بہت روئے دھوئے۔ انھوں نے ڈیوڈ اور اس کی بیوی سے بہت معافی مانگی، مگر وہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا۔ چوہدری صاحب اسے معاوضہ دینے پر بھی تیار تھے، مگر وہ راضی نہیں ہوا۔ پھر اس نے ایک ایسی حرکت کی کہ پولیس نے اسے لمبی سزا دے دی۔ سنا ہے کہ وہ کراچی چلا گیا تھا۔ یہ جوزف اس کا بھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے حویلی میں پھر کہاں رہنا تھا۔ وہ بھی چلا گیا۔ اس نے خود ہی کام چھوڑ دیا تھا، لیکن

اب تم بتا رہے ہو کہ وہ پھر کام کررہا ہے۔ مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں۔ معلوم نہیں کب سے کررہا ہے۔ میں گلزار سے پوچھ کر بتاؤں گی؟"

"رہنے دیں امّی! میں خود معلوم کرلوں گا۔"

"بیٹا! تجھے تو اس کے بارے میں معلوم ہوگا؟" امّی نے اچانک پوچھا۔

"کس کے بارے میں امّی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اسی ڈیوڈ کے بارے میں۔"

"نہیں تو، بھلا مجھے اس کے بارے میں کیوں معلوم ہونے لگا۔ وہ تو آپ نے ابھی بتایا تو معلوم ہوا۔"

"حیرت ہے۔" انھوں نے آہستہ سے کہا۔ پھر گہرا سانس لینے کے بعد بولیں:

"پرویز بیٹا! تیری پرورش کس نے کی ہے؟ مم۔۔ میرا مطلب ہے تیرے والد کا کیا نام ہے؟"

میں نے جواب دیا: "ان کا نام قریشی صاحب ہے۔ میری سات بہنیں ہیں۔ امی! میں ان کو یہاں لاکر آپ سے ملواؤں گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا، پھر کوئی خیال آتے ہی مجھے لپٹا لیا اور کہنے لگیں:

"مگر اب میں تجھے کہیں نہیں جانے دوں گی۔ تم ایسا کرو کہ سلطان کو بھی یہاں بلالو۔ میرا دل خالی خالی سا ہورہا ہے۔"

"ٹھیک ہے بلالوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

انھوں نے دھیرے سے کہا: "کل ہی تار دے دینا۔ جب اسکول سے واپس آؤ تو تار گھر پر اتر کر اسے تار دے دینا۔"

میں سر ہلا کر ان کے پاس سے چلا آیا۔ اب مجھے جستجو ہو رہی تھی کہ جوزف مسیح کے بارے میں معلوم کروں، مگر میں تو سلطان احمد کی جگہ تھا۔ سلطان کو سب کچھ معلوم ہونا چاہیے۔ اگر میں کسی سے کچھ پوچھوں گا تو یہی جواب ملے گا کہ کیوں؟ آپ کو نہیں معلوم؟ آپ اب تک کہاں تھے؟ کیا آپ کی آنکھیں بند ہیں؟"

میں نے ایک نئی ترکیب سوچی۔ میں فوزیہ کے کمرے کی طرف گیا اور اس کے دروازے پر

آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی : "کون ہے؟" پھر قدموں کی چاپ ابھری اور دروازہ کھل گیا۔ فوزیہ دکھائی دی۔ اس نے حیرت سے کہا :

"آپ ؟ مگر آپ تو ہمیشہ مخصوص انداز سے دستک دیتے تھے۔"

"میں نے اپنا انداز بدل دیا ہے۔ تم اس کی پروا نہ کرو۔"

"آپ کچھ بدلے بدلے سے لگ رہے ہیں۔" اس نے پلکیں جھپکا کر کہا : "آپ نے کہا تھا کہ پرستان سے آئے ہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ہسپتال سے اپنا دماغ بدلوا کر آگئے ہیں۔"

میں نے بھاری آواز میں کہا : "ممکن ہے ایسی ہی بات ہو۔" پھر میں کمرے میں داخل ہوگیا۔ راحیلہ معلوم نہیں اس وقت کہاں تھی۔ دائیں طرف دو بستر تھے جو خالی پڑے تھے اور بائیں طرف ایک بڑی سی میز اور دو کرسیاں تھیں۔ شاید وہ اس پر اسکول کا کام کرتی تھی۔ میز پر چند کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں جاکر کرسی پر بیٹھ گیا اور کتابیں الٹنی پلٹنی شروع کردیں۔ دو کتابوں کے نیچے وہی البم تھا جو ایک روز پہلے اسکول جاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور جو اس نے مجھے نہیں دیکھنے دیا تھا۔ بہر حال اس وقت میں البم کو دیکھ سکتا تھا اور فوزیہ مجھ سے کوئی بہانہ نہیں کرسکتی تھی۔

"فوزیہ! ایک بات ہے جو میں کسی کو بتانا نہیں چاہ رہا تھا، مگر اب بتانی ہی پڑ رہی ہے۔ مجھے کچھ آدمیوں نے اغوا کرلیا تھا۔ انھوں نے مجھے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ہوسکتا ہے اس وجہ سے میرے دماغ میں کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی ہو، لیکن یہ بات کسی کو بتانا نہیں۔"

"نہیں، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔" اس نے مسکرا کر کہا جیسے میری بات کو ایک شان دار گپ یا ہوائی سمجھ رہی ہو۔ اس نے چند لمحوں بعد کہا :

"یہ بتائیے کہ آپ کو کن لوگوں نے اغوا کرلیا تھا؟ اور کیوں؟"

"رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔ میں انھیں چکمہ دے کر بھاگ آیا۔" میں نے کہا، پھر خاموشی سے البم کے صفحات پلٹے، مگر وہ صفحہ کہیں دکھائی نہیں دیا جس پر دو ایک جیسے بچوں کی تصویر تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ فوزیہ نے اسے البم سے نکال لیا تھا ! مگر کیوں ؟

میں نے اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ جوزف کے متعلق بہرحال معلومات

حاصل کرنی تھیں، اس لیے میں نے کہا : "فوزیہ، یہ نیا جمعدار جوزف جب سے آیا ہے صفائی کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے کان سے پکڑ کر نکال دینا چاہیے۔"

"صفائی ! ہاں یہ تو میں بھی محسوس کر رہی ہوں۔ ایک تو یہ کہ وہ بہت صبح آتا ہے، اس لیے پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ باقی سارا دن اپنی کوٹھری میں چارپائی توڑتا رہتا ہے یا پھر گھومتا رہتا ہے۔ اسے چلتا ہی کردیں۔ دو مہینے پہلے رام لچھمن کام کرتا تھا اسے معلوم نہیں کیوں ابّو نے علاحدہ کردیا۔"

"میں ذرا اسے ابھی جاکر ڈانٹنا ڈپٹنا چاہتا ہوں۔ تم بھی چلو۔"

"مجھے کام ہے۔ آپ ہی ہو آیئے۔" اس نے کہا۔

میں اس کے کمرے سے نکل آیا۔ باہر آکر میں نے راہ داری طے کی، پھر گیلری میں جاکر برآمدے اور اس کے بعد لان میں پہنچ گیا۔ لان کے دائیں طرف پھاٹک کے قریب ملازموں کے کوارٹر تھے۔ میں کسی سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ جوزف کا کوارٹر کون سا ہے، اس لیے اندازے سے اس طرف چل پڑا۔ جب میں پہلے کوارٹر کے قریب پہنچا تو حمیدے ڈرائیور کی صورت نظر آئی۔ وہ کسی کام سے کوارٹر سے نکل رہا تھا۔ اس نے محبت سے پوچھا :

"کہاں جارہے ہیں چھوٹے صاحب ؟"

"جوزف کی کوٹھری تک۔ اس سے ایک بات پوچھنی تھی۔"

"پتا نہیں کیا بات ہے، منجھلے چوہدری صاحب بھی ادھر ہی گئے ہیں؟"

"کون؟ ماموں صاحب ؟ " میں نے پوچھا۔ ان کا نام سن کر میرے خون کی روانی تیز ہوچکی تھی۔ "وہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"معلوم نہیں سرکار۔" وہ بولا اور پھاٹک کی طرف چل پڑا۔

میں اندازے سے آگے بڑھا تو تیسرے کوارٹر میں جوزف کی جھلک دکھائی دی۔ اس کے کوارٹر کا دروازہ کھلا تھا اور ماموں گلزار اندر کھڑے تھے۔ جوزف اندر سے کوئی چیز نکال کر آرہا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت سانولی تھی اور اوپری ہونٹ پر بھاری اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں جو راجپوتوں کی طرح اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں۔ اس کی ایک ٹانگ لکڑی کی تھی اور وہ اسے گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ کھٹ۔ کھٹ۔ گھر۔ گھر۔ گھر۔"

"یہ لیجیے۔" اس نے کہا اور ماموں کی طرف ایک ڈبا بڑھا دیا۔ اس پر لگا ہوا لیبل مجھے دور سے نظر آ گیا۔ وہ گریس کا ڈبا تھا اور اسے ہم لوگ موٹر سائیکلوں کے پرزوں پر لگانے کے لیے ہی استعمال کرتے تھے۔ ماموں کی پیٹھ میری طرف تھی، اس لیے وہ مجھے دیکھ نہ سکے، مگر جوزف نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ بُری طرح سے گھبرا گیا۔ ● ● ●

میری سمجھ میں ایک ترکیب آئی۔

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس طرف کھینچا جدھر سے وہ آیا تھا۔ اپنی بہنوں کا خیال آتے ہی میں نے پلٹ کر انھیں لانچ سے اترنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم اس جگہ سے دور ہو گئے تو میں نے کہا: "میں چند دن کے لیے بمبئی میں اپنے عزیزوں کے ہاں آیا تھا وقت کم تھا اس لیے تم سے ملنا یاد نہیں رہا۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میری بہنیں لانچ سے اتر آئی تھیں اور اب تشویش سے رؤف کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ نیوی کا ایک افسر مجھے اپنے علاقے میں کیوں لے گیا ہے۔ میں نے انھیں دلاسا دیتے ہوئے کہا: "تم لوگ ٹھیرو میں ابھی آتا ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ تمھارے رشتے دار ہیں۔" رؤف نے شک کے لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا: "میرے نتیجے کا کیا رہا؟ میں کام یاب ہوا کہ نہیں۔"

"تم کام یاب ہو چکے ہو۔" اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "مگر میں یہ اپنی طرف سے بتا رہا ہوں۔ محکمے کی ڈاک کے ذریعے سے تمھیں آگاہ کیا جائے گا۔"

"اوہ! اللہ کا شکر ہے۔" میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

وہ بولا: "آؤ جہاز پر چلو تمھیں کھلے سمندر کی سیر کراؤں۔ اپنی رشتے داروں کو بھی ساتھ لے لو۔"

"نہیں میں پھر کسی وقت آؤں گا۔" میں نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ اگر اس کے ساتھ رہا تو میرا راز کھل جائے گا اور میری بہنوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں پرویز نہیں ہوں۔ اس راز کے

کھلنے پر یقیناً ان لوگوں کو صدمہ پہنچتا۔

"او کے' آؤ تم لوگوں کو سیر کرا دوں۔" اس نے کہا: "دیکھو انکار نہ کرنا۔"

میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا' مگر کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مجبوراً میں نے اپنی بہنوں کو اس طرف بلا لیا۔ وہ حیران تھیں کہ ان کے موٹر سائیکل میکینک بھائی کی دوستی نیوی افسر سے کیسے ہے؟

میری سات بہنوں اور ہم دونوں کو ملا کر چوں کہ نو افراد ہوگئے تھے اس لیے رؤف نے ایک بڑی لانچ لے لی۔ ہم دونوں آگے اور بہنیں پیچھے بیٹھ گئیں۔ رؤف سے بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی تھی اس لیے وہ بہت کچھ سننا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ حال آنکہ وہ کم ہی بات کرتا تھا' مگر اس وقت وہ خاموش ہی نہیں ہو رہا تھا۔ شکر ہے کہ وہ انگریزی میں بات کر رہا تھا اسی لیے میری بہنیں نہیں سمجھ پا رہی ہوں گی' لیکن ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی پیدا ہو رہا ہوگا کہ میں اس کی باتیں کیسے سمجھ رہا ہوں اور میری اس سے کیسے دوستی ہو گئی۔

رؤف باتیں کیے جا رہا تھا اور میں صرف ہوں ہاں میں اس کا جواب دے رہا تھا۔ اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ جلدی سے میں لانچ سے اتر کر بھاگ لوں مگر سفر جیسے بہت لمبا ہو گیا تھا اور خشکی قریب ہی نہیں آرہی تھی۔

"تم بہت سنجیدہ اور خاموش سے ہو کیا بات ہے؟ مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی! میں نے تمھیں کیڈٹ افسر بننے کی خوش خبری سنائی' مگر تمھارے ہونٹوں پر مسکراہٹ تک دکھائی نہیں دی؟"

میں باچھیں پھاڑ کر مسکرایا اور میں نے آہستہ سے اردو میں کہا: "دراصل میں خوش خبری پا کر حیرت زدہ تھا اس لیے میرے منھ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔"

"تم کہاں ٹھیرے ہوئے ہو؟" اس نے اچانک پوچھا: "اور تمھارا فون نمبر کیا ہے؟"

رؤف کے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا میرے ہوش و حواس پھر جواب دینے لگے۔ اگر میرا راز کھل جاتا تو پرویز کے گھر والوں کو صدمہ پہنچتا۔ اس کے علاوہ بمبئی میں میرا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ ویسے میرے کئی اور واقف کار تھے مگر میں ان میں سے کسی کے ہاں جانا نہیں چاہتا تھا ورنہ پھر حویلی تک خبر پہنچ جاتی اور پرویز کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔ یہ سب سوچ کر میں نے رؤف سے کہا: "میں تمھیں خود ہی فون کر لوں گا اور ملنے بھی خود آجاؤں گا۔

وہ بولا: "اچھا مگر تم مجھ سے اتنی راز داری کیوں برت رہے ہو؟"
ساحل آگیا تو لانچ ڈرائیور نے رسّی ریلنگ کی طرف اچھال دی۔ کنارے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس نے رسّی ریلنگ سے باندھ دی تاکہ لانچ بالکل کنارے سے لگ جائے اور مسافروں کو اترنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ میں نے رؤف کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کیے رہا۔ میں نے آپا ذکیہ کو سہارا دے کر اوپر پہنچایا۔ پھر باقی سب خود ہی چلی گئیں۔ رؤف میرے اس عجیب رویے پر الجھن میں مبتلا تھا۔ بہرحال اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور کہا میں اس کے ساتھ آفیسرز کلب چل کر چائے پی لوں۔ میں نے بہانہ بنایا میں جلدی میں ہوں۔
وہ بولا: "چلو ٹھیک ہے یونہی سہی۔ یہ بتاؤ کہ گاڑی کہاں کھڑی کی ہے۔ تمہیں تو نئی نئی گاڑیوں میں سوار ہونے کا بہت شوق ہے۔ آج کل کون سی رکھی ہوئی ہے؟"
اس کے سوالات مسلسل مجھے مصیبت میں گرفتار کر رہے تھے۔ اگر میں ان میں سے کسی ایک کا بھی جواب دیتا تو میری حیثیت کا راز کھل جاتا اور پھر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ میں نے اپنی بہنوں کے سامنے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اسے ایک طرف لے گیا۔ "میں چوں کہ ایک تقریب میں شریک ہونے کے لیے دو دن پہلے آیا تھا اس لیے گاڑی نہیں لایا۔"
"اوہ تو پھر میں تمہیں نیوی کی وین میں چھوڑ دیتا ہوں۔" اس نے بے چینی سے کہا۔
"نہیں، نہیں، میں ٹیکسی میں چلا جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ اس پیارے اور پُر خلوص دوست سے جان چھڑانا مجھے بہت مشکل لگ رہا تھا۔
"کیا کہہ رہے ہو دوست۔" اس نے مجھے حیرت سے یوں دیکھا جیسے میرے سر پر سینگ نکل آئے ہوں: "چوہدری حشمت کا بیٹا ٹیکسی میں جائے گا۔"
میں گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ میں اسے کیا بتاتا کہ میں تو پانچ نمبر کی بس میں بھی سیر کر چکا ہوں۔ زندگی حویلی میں رہنے، بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومنے اور قیمتی کپڑے پہننے کا نام ہی تو نہیں ہے۔ اس میں دکھ، مصیبت، پریشانیاں اور پانچ نمبر کی دھواں دیتی بس کا سفر بھی شامل

ہے۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک آزمائش میں ڈالا ہے تو مجھے رونا چیخنا نہیں چاہیے' صبر سے اس سے وقت کو گزارنا چاہیے۔

میں کسی بس میں سوار ہو کر اسے شک و شبہ میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ مجھے نیول کیڈٹ بننا تھا اور ایسی ویسی حرکت سے وہ میری طرف سے مشکوک ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں نیوی کی وین میں بیٹھنے کو تیار ہو گیا' مگر اس شرط پر کہ وہ میرے ساتھ نہیں جائے گا اور میں جہاں چاہوں گا اتر جاؤں گا۔ اس نے ہامی بھری تو میں نے اس سے دو ہزار روپے مانگے۔

میں نے کہا: "مجھے شاپنگ کرنا تھی۔ جلدی میں آیا تھا اس لیے زیادہ رقم نہیں لا سکا۔ جاتے ہی بھجوادوں گا۔"

"ہاں' ہاں ضرور میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے کہا اور ایک طرف کو چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ آفیسرز میس گیا ہے یا پھر کسی دوست کے پاس۔

وہ دس منٹ بعد وین میں واپس آیا۔ پھر اس نے دوسروں کی نظروں سے بچا کر مجھے دو ہزار روپے دے دیے۔ ہم سب وین پر سوار ہو گئے تو وہ کھڑا دیر تک مجھے دیکھتا اور ہاتھ ہلاتا رہا میں نے ڈرائیور سے صدر تک چلنے کو کہا۔ راستے میں' میں نے محسوس کیا کہ میری بہنیں بہت بے چین ہیں اور مجھ سے پوچھنا چاہتی ہیں لیکن ڈرائیور کی موجودگی میں جھجک رہی ہیں۔

وین صدر کے علاقے میں پہنچی تو میں ریگل سنیما کے پاس اتر گیا۔ جب وین آگے چلی گئی تو بہنوں نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ نیوی والا کون تھا؟ میں اس سے کیسے واقف ہوں؟ میں صدر میں کیوں اتر گیا' ہمارا گھر تو ریڈیو اسٹیشن کے سامنے ہے لہٰذا وہاں اترنا چاہیے تھا وغیرہ وغیرہ۔ میں ان سوالوں کے جواب میں کہا کہ میں گھر چل کر سب کچھ بتاؤں گا۔

حقیقت یہ تھی میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا تھا۔ گھر پہنچنے میں جو وقت لگتا میں اس عرصے میں کوئی کہانی گھڑنی چاہتا تھا۔

میں نے سب کو گھر کے دروازے پر چھوڑا' درخشاں اندر جانے لگی تو میں نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا اور کہا: "ادھر آری۔"

"جی بھائی جان!" اس نے معصومیت سے کہا۔

"میں ذرا ایک کام سے انصاری صاحب کے گھر جارہا ہوں۔ تم لوگ پریشان نہ ہونا۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے۔ انصاری صاحب دور تھوڑی رہتے ہیں۔ تیسری گلی میں رہتے ہیں۔ آپ ذرا سی دیر میں واپس آجائیں گے۔ جا تو چکے ہیں پہلے بھی کئی مرتبہ۔"

"ہاں، میں ابھی آیا۔" میں نے کہا اور وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا تیسری گلی کی طرف چل پڑا۔ تیسری گلی میں تیز روشنی ہو رہی تھی اس لیے کہ بجلی کے کھمبے کے علاوہ چند مکان والوں نے بھی سامنے کے رخ پر بلب لگوا رکھے تھے۔ میں نے ستائیسواں مکان گن کر دروازے پر دستک دی تو ایک ہونق آدمی نے دروازہ کھولا اور میری طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔

"جی فرمائیے۔"

"وہ انصاری صاحب سے ملنا ہے۔" میں نے کہا۔

"پنساری؟ یہ تمھیں پنساری کی دکان نظر آرہی ہے؟" اس نے ناگواری سے کہا۔

"میں انھیں بیسی کے پیسے دینے آیا ہوں۔" میں نے کہا میں سمجھ گیا کہ وہ اونچا سنتے ہیں۔

"بیوی؟ کس کی بیوی؟" انھوں نے کان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہاں تو بیوی ہے نہ بچہ ـــــ سب اللہ کو پیارے ہوگئے۔"

"تو پھر آپ کیوں بچ گئے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بھئی ذرا زور سے بولو مچھروں کی طرح کیا بھیں بھیں لگا رکھی ہے؟"

میں نے ان کے کان کے قریب جاکر زور سے کہا: "انصاری ـــــ انصاری میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"انصاری کا مکان اس طرف سے ستائیسواں ہے۔ مگر تم اتنی زور سے چیخ کیوں رہے ہو؟ کیا میں بہرہ ہوں؟"

میں نے انھیں سلام کیا اور آگے بڑھ گیا۔ دوسری طرف ستائیس گن کر میں نے بند دروازے پر دستک دی تو تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور انصاری صاحب کی صورت دکھائی دی۔ شاید مغرب کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر پہلے آئے تھے۔ اس لیے کہ اب بھی تسبیح گھما رہے تھے۔

"السلام علیکم، انصاری صاحب! وہ میں بیسی کے پیسے دینے۔"

"وعلیکم میاں پرویز! اندر آجاؤ۔" انھوں نے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے کہا: "باہر کیوں کھڑے ہو۔"

میں اندر چلا گیا۔ مختصر سا آنگن تھا جہاں ایک طرف مرغیوں کا ڈربا تھا اور دوسری طرف دو چارپائیاں پڑی تھیں۔ سامنے دو کمرے تھے اور دائیں طرف باورچی خانہ۔ آنگن میں تیز روشنی ہورہی تھی۔ میں ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ انصاری صاحب سامنے بیٹھ گئے میں نے رؤف سے لیے ہوئے دو ہزار رپے ان کی طرف بڑھائے اور معذرت کی کہ میں وقت پر انھیں پیسے نہ دے سکا۔

"کوئی بات نہیں اگر تم نے کسی کی مدد کرتے ہوئے دے دیے تھے تو اچھی بات ہے۔ کسی کا کام نکل گیا' مشکل حل ہو گئی۔" وہ بولے۔ انھوں نے رپے رکھ لیے پھر باورچی خانے کی طرف منہ کر کے کہنے لگے "ارے اکبر کی ماں کہاں ہو یہ پرویز آیا ہے۔ قریشی صاحب کا لڑکا۔"

کمرے سے ایک خاتون باہر آگئیں۔ اور انھوں ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں گھر والوں کی خیریت پوچھنے لگیں۔ پھر دو منٹ بعد انھوں نے باورچی خانے طرف منہ کرکے زور سے کہا۔

"اری رضیہ۔۔ او رضیہ سنتی ہے۔"

"جی امّی۔" باورچی خانے کی طرف سے آواز آئی۔

"یہ پرویز آیا ہے۔ اس کے لیے ایک کپ چائے بنا کر لے آ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک دبلی پتلی لڑکی چائے کا پیالا لیے ہوئے نکلی اور اس نے نزدیک آکر پیالا مجھے دے دیا۔ پھر دوسری چارپائی پر جاکر بیٹھ گئی اور دیدے گھما گھما کر میرا جائزہ لینے لگی۔

اس کی نگاہ اتنی تیز تھی کہ مجھے اپنے جسم میں پیوست ہوتی معلوم ہو رہی تھیں۔ نہ جانے کیوں مجھے گھبراہٹ ہونے لگی۔ اس کی امّی نے بھی شاید اندازہ کر لیا۔ انھوں نے نے کہا:

"کیا دیکھ رہی ہے رضیہ' یہ اپنا پرویز ہے۔"

"نہیں امّی! یہ پرویز نہیں ہیں۔" رضیہ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور انصاری صاحب چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔

(پھر کیا ہوا؟ یہ اگلی قسط میں پڑھیے)

آدھی ملاقات

● جنوری کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی میرا نام پیام تعلیم میں آیا تو میرا دل خوشی کے مارے جھوم گیا۔ میری تحریر اچھی نہیں ہے مگر مجھے آپ سے یہ امید ہے کہ آپ میری تحریر ضرور شائع کریں گے۔ اس رسالہ میں نیا سال (نظم) وہ آرہی ہے، دو صندوق اور ہم شکل ہم راز، بہت پسند آئے۔ میری طرف سے تنویر پھول، مسعود احمد برکاتی، میرزا ادیب اور شکیل صدیقی کی خدمت میں سلام عرض کردیں شکریہ

عتیق الرحمٰن ابن عبدالعظیم، شیواجی نگر، گوونڈی بمبئی ۴۳

● میں تقریباً دو سال سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں، مجھے اس رسالے میں سبھی کالم پسند ہیں خاص طور سے بچوں کی کوششیں، تو مجھے دل وجان سے پسند ہے۔ ماہ جنوری کے پیام تعلیم میں کہانی "وہ آرہی ہے" دو صندوق اور چار دیو بہت پسند آئے۔

محمد اویس نعیم قریشی، پیر بے بلڈنگ، روم نمبر ۷، بمبئی ۱

● میں پیام تعلیم کا مطالعہ تقریباً دو سالوں سے کرتا آرہا ہوں۔ اسے میں اپنے نزدیکی بک سیلرز اور بک سنٹر سے حاصل کرتا ہوں۔ یہ پیام تعلیم میرا بے حد پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس بار "ہم شکل ہم راز" (قسط نمبر ۱۰) بے حد پسند آئی۔ اس کے علاوہ 'روزہ' بھی۔

محمد تنویر قمر — رحیم آباد

● ماہ دسمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا جو نہایت ہی شاندار اور دیدہ زیب تھا۔ پیام تعلیم میں معلومات اور گدگدیاں اور سب سے اچھی کہانی "جادو کا پلنگ" تھی۔

محمد شریف جویے، چکودی، بیلگام، کرناٹک

● آپ نے جو روزہ کے بارے میں معلومات دی وہ بہت اچھی تھی۔ ہم شکل ہم راز، دو صندوق، سانس کی بدبو اور اس سے چھٹکارا، یہ سب مضامین بھی پسند آئے اور ماں کے بارے میں جو جانکاری دی وہ بھی پسند آئی۔ میں اور میرے دوست اور ہمارے گھر کے بزرگ اور ہمارے بھائی بہن پیام تعلیم کا مطالعہ پچھلے مہینے سے کر رہے ہیں۔

پیرو شاہ ارمان شاہ، بھساول، مہاراشٹر

● میں پیام تعلیم کا آٹھ ماہ سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ مجھے پیام تعلیم کا ہر ماہ بے چینی سے انتظار رہتا ہے اور رہے گا۔

نعیم راج گولی پورا، امراوتی مہاراشٹر

● میں پیام تعلیم کا مطالعہ ایک سال سے کر رہا ہوں میں ہر ماہ پیام تعلیم کا انتظار بے صبری سے کرتا ہوں ماہ نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اس میں سب چیزیں تعریف کے قابل ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ پڑھنے سے معلومات میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

محمد طالب خاں قمر سیوہا سلطانپور، اعظم گڑھ

● ماہ دسمبر کا پیام تعلیم مجھے بہت پسند آیا۔ یہ رسالہ ہمارے گھر میں سب بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

ارفعہ فاطمہ کروکبل منگلور کرناٹک

● ماہ دسمبر اور جنوری کا رسالہ مجھے ملا۔ بے حد خوشی ہوئی، دونوں رسالے بہت اچھے تھے جس میں مجھے "ہم شکل ہم راز"، اور میرے پسندیدہ اشعار بہت پسند آئے۔ اور سرپرائز اور گدگدیاں بھی۔

عبدالرب عرف فرحان، کورٹلہ ضلع کریم نگر اے پی

● ماہ جنوری ۱۹۹۶ء کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ میں نے بہت سے رسالے پڑھے لیکن مجھے تمام رسالوں میں پیام تعلیم بے حد پسند آیا خاص طور سے اس میں لطیفے، اقوال زریں اور معلومات بہت پسند آئے۔

شمیم الریاض، محلہ پورہ رانی، مبارک پور اعظم گڑھ

● جنوری کا پیام تعلیم ملا، دیکھ کر خوشی ہوئی مگر اس میں میری کوئی بھی چیز شائع نہیں ہوئی یہ دیکھ کر مجھے افسوس ہوا جبکہ میں نے ہر کالم کے لیے ایک ایک خط میں الگ الگ چیزیں پسندیدہ اشعار، گدگدیاں آدھی ملاقات، اقوال زریں اور معلومات۔ آپ کو بھیجی تھیں مگر کسی بھی کالم میں میرا نام نہ تھا نیز میں ایک "ڈراما" اور ایک "کہانی" بھیج رہا ہوں امید ہے کہ اسے پیام تعلیم میں شائع کریں گے۔

محمد نجیب پاشا، بی ۱۱۹ بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴

● میں امنگ خریدنے بک اسٹال پر گیا تو میری نظر پیام تعلیم پر پڑی چنانچہ اسے بھی خرید کر گھر لایا اور پڑھا تو بے حد پسند آیا، اب ہر ماہ بے چینی سے انتظار کرتا ہوں۔

میری اللہ سے دعا ہے کہ یہ یوں ہی چمکتا دمکتا رہے۔ آمین!

مفسر احمد کامل آزاد نگر ارریہ بہار

● جنوری ۱۹۹۶ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ نئے ساز و سامان کے ساتھ دیکھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی۔ مگر دوسرے ہی لمحہ اداسی کا پردہ خوشی پر چھا گیا کیلنڈر کو دیکھ کر۔ آپ کو نئے سال کا تحفہ (مضمون) کے ساتھ نیا سال کا کیلنڈر بڑے سائز کا دینا چاہیے تھا جس کی کشش سے دیگر احباب پیام تعلیم خریدنے پر آمادہ ہو جاتے۔

میں اس خط کے ذریعے تنویر پھول صاحب کا ڈھیروں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ہم سب پیامیوں کے لیے اتنی عمدہ "نیا سال (نظم) پیام تعلیم میں دی۔

محمد قمر الزماں گیاری ارریہ بہار

● ماہ جنوری ۹۶ء کا پیام تعلیم خریدا، اور گھر آکر اسے اطمینان سے بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ جب آدھی ملاقات کے کالم پر نظر ڈالی تو خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ آدھی ملاقات میں اپنا نام دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا آپ کا بہت بہت شکریہ جو آپ نے مجھے میرے پسندیدہ رسالہ میں جگہ دی۔ پیام تعلیم میں آدھی ملاقات میں میرا نام دیکھ کر پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ پہلی مرتبہ کسی رسالہ میں میرا خط شائع ہوا ہے اللہ سے دعا ہے کہ اللہ میرے پیام تعلیم کو زندہ و تابندہ رکھے۔ آمین

محمد انور محلہ ڈگڈالی شیگاؤں ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

● میں نے رسالہ پیام تعلیم جنوری ۹۶ء کا بغور مطالعہ کیا۔ یہ مجھے بہت پسند کیا۔ اس شمارے میں عزیز قیوم انصاری

کا مضمون دیوار چین اور ڈاکٹر اعظم شاہ خان کا مضمون سائنس کی بدبو اور اس سے چھٹکارا۔ یہ دونوں مضمون مجھے بہت پسند آئے اس کے علاوہ سبھی مضامین قابل مطالعہ تھے میں سبھی پیامی بھائیوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

نائب علی پرانی بستی بکھری مبارک پور۔ اعظم گڑھ یوپی

● ستمبر کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا اس میں تمام مضامین کہانیاں، لطیفے بہت پسند آئے خاص کر شاہد جمال کا لطیفہ مجھے بہت اچھا لگا اس لیے میں شاہد جمال کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بدر الحق، محلہ پورہ رانی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

● ماہ جنوری کا پیام تعلیم دیکھ کر بہت ناراضگی ہوئی۔ کیونکہ آپ نے قلمی دوستی میں میری عمر ۱۰ سال کے بدلے ۱۵ سال لکھی ہے جبکہ میں ابھی پانچویں کلاس میں پڑھتا ہوں۔ تمام پیامی کیا سوچتے ہوں گے کہ ۱۵ سال کا ہو کر ابھی پانچویں جماعت میں پڑھتا ہے

محمد اقلیم محمد حلیم خاں اسمٰعیل بیگ محمد ہائی اسکول ممبئی

● خدائے بزرگ و برتر ہماری نیک خواہشات اور پاکیزہ ارادوں کی تکمیل کرلے۔ یہ سال ہمارے لیے خوشیوں کا پیغامبر ثابت ہو، فسادات ختم ہوں اور ملک میں امن وامان قائم ہو، اسی میں ہماری اور ہمارے ملک کی ترقی پوشیدہ ہے۔

شبینہ نوشی خان، دیوان پورہ منگرول پیر آکولہ

● ماہ فروری کا رسالہ موصول ہوا، پڑھ کر دل خوش ہوئی۔ سبھی مضامین پسند آئے خصوصاً میرے پسندیدہ اشعار گدگدیاں اور بچوں کی کوششیں۔

[illegible] محلہ منگرول پیر [illegible]

● پیام تعلیم کے پسند کرنے والے حضرات کو عید مبارک ہو، خاص طور پر ان حضرات کو جو میرے قلمی دوست ہیں جنھیں میں اس سے قبل عید کارڈ ڈال چکا ہوں لیکن ان میں سے ایک کا جواب نہیں آیا خیر ان سے مجھے شکایت تو نہیں لیکن پیام تعلیم کے ذریعے ان تک یہ خط پہنچا رہا ہوں نفیس انصاری (بالا پور) اسرار الوفا اعظمی (مبارکپور) محمد تسلیم (واشیم آکولہ) رحمت اللہ (ہبلی کرناٹک) ان کو اور پیام تعلیم کے تمام پڑھنے والوں کو عید مبارک۔

محمد ناصر حسین شیرازی، موہن پورا، ملکاپورا، بلڈانہ

● جنوری کا پیام تعلیم دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ سبھی مضامین پسند آئے۔ خاص کر میرا سب سے محبوب کالم گدگدیاں بہت پسند آئے، پیام تعلیم دن بہ دن نکھرتا جا رہا ہے۔

محمد شمشاد عالم۔ چکنوٹہ، درگاہ بیلا ویشالی بہار

● فروری ۱۹۹۶ء کا شمارہ ملا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا، خاص طور پر کہانیاں اور اقوال زریں بہت اچھی لگیں۔ اللہ تعالیٰ پیام تعلیم کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

یاسمین اختری، مرزا پور دیاری، ارریہ، بہار

● میں آپ کے رسالہ پیام تعلیم کو اگست ۹۵ء سے ہر ماہ خرید رہا ہوں اور تب سے ہی مطالعہ کر رہا ہوں۔ جنوری ۱۹۹۶ء کا رسالہ بہت ہی اچھا رہا۔ نیا سال، روزہ، دو صندوق اور سبھی مضامین اچھے تھے اور پیام تعلیم کیلنڈر ۱۹۹۶ء کا جو عبدالمجید آئینکل نے تیار کیا ہے مجھ کو پسند آیا اور اس میں ایک چھوٹی سی غلطی ہے جو عبدالمجید آئینکل، سال کے بارہ مہینوں کے ناموں میں سے ماہ نومبر دو وقت یعنی دو جگہ تحریر فرمایا

ہے۔ اس کی جانچ کرنے سے پتا چلتا ہے اس ماہ یعنی نومبر، دسمبر ایک خانے میں ہے اس جگہ پر ستمبر، دسمبر آنا تھا اور دوسری جگہ نومبر، مارچ ہے یہ صحیح ہے۔

محمد عبدالرؤف آرمور ضلع نظام آباد اے پی

● پیام تعلیم ہمارے گھر ہر ماہ پابندی سے آتا ہے یہ بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے کارآمد ہے پیام تعلیم کی اشاعت پر آپ اور اسٹاف پیام تعلیم کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ پچھلے مہینے ادبی معمّا ۹۱ کا حل میں بھیجا تھا پہلے نمبر پر آنے والا نام عرفیہ پروین محمد یونس (عباس نگر، مالیگاؤں ناسک) کا تھا لیکن انعام[ل] ابھی تک آیا نہیں ہے۔ صحیح پتا بھیج رہی ہوں۔ ویسے انعام کا لالچ نہیں صرف خوشی کے لیے منگوا رہی ہوں امید ہے کہ جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کریں گے۔

ل انعام عید بعد بھیجا جائے گا۔

عرفیہ پروین، عباس نگر، مالیگاؤں، ناسک

● میں ماہنامہ پیام تعلیم جنوری ۱۹۹۶ء کے اس شمارے کا مطالعہ کیا ہوں۔ اس شمارے کے صفحہ ۴۲ پر پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۱ کا شاندار نتیجہ ایک غلطی والا خوش نصیب نمبر ۵ ابوالفرحان انجم میں ہی ہوں لیکن ابھی تک مجھے آپ نے میرے انعام[ل] کی کتابوں سے محروم رکھا ہے اور کتاب کی غیر موجودگی میں تشنگی روز بروز بڑھتے جا رہی ہے روزانہ ڈاکیا کا انتظار کرتا ہوں جب انتظار کا پیمانہ بھی لبریز ہوا تو میں نے اسے پوسٹ کارڈ پر چھلکا دیا۔ اس امید کے ساتھ کہ اب مزید ڈاکیا کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

ل انعام عید کے بعد بھیجا جائے گا۔

ابوالفرحان انجم محمد یونس ماسٹر، مالیگاؤں ناسک

فارم حسب قاعدہ

بابت "پیام تعلیم،، نئی دہلی ۲۵

۱۔ مقام اشاعت: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰
۲۔ وقفہ اشاعت: ماہنامہ
۳۔ پرنٹر کا نام: سید وسیم کوثر ہندستانی: پتا: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰
۴۔ پبلشر کا نام: 〃
۵۔ اڈیٹر کا نام: شاہد علی خاں 〃
مالکان کا نام اور پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

چیرمین کا نام: ڈاکٹر سید ظہور قاسم اے۔۱۵۔ ڈیفنس کالونی نئی دہلی ۲۴
۱۔ ڈائرکٹر: نواب اقبال محمد خاں۔ کف پریڈ کولابہ۔ بمبئی ۵
۲ 〃 : سید مجتبیٰ حسین زیدی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰
۳ 〃 : ضیاء الحسن فاروقی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰
۴ 〃 : بشیر الدین احمد وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۲۵
۵ 〃 : خواجہ محمد شاہد ڈی ۳/۲ قدوائی نگر ویسٹ نئی دہلی
۶ 〃 : صدیق الرحمٰن قدوائی۔ باغ شفیق جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

کمپنی کے سرمایے کے ایک فیصد سے زیادہ کے حصے دار جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ اسماعیل یوسف کالج کیمپس بمبئی ۔

میں سید وسیم کوثر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

۲، مارچ ۱۹۹۵ء

دستخط
سید وسیم کوثر

میرے پسندیدہ اشعار

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کے لیے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے

خورشید احمد انصاری، محلہ مومن جامع مسجد بگوں شریف

ہم تم سے چھین لیں گے یہ شان بے نیازی
پھر مانگتے پھروگے اپنا غرور ہم سے

مفسر احمد　آزاد نگر　ارریہ بہار

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

محمد اقبال طاہر، مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی. سمستی پور

تیری ذات سے محبت ترے حکم کی اطاعت
یہی زندگی کا مقصد یہی اصل دین و ایماں

محمد الیاس مومن　اتھنی ضلع بیلگام کرناٹک

سورج کی ضیا سے مجھے انکار نہیں ہے
جاگا ہوا ہر شخص تو بیدار نہیں ہے

طلحہ عتیق　مدار پور　اعظم گڑھ

خدارا اوروں کے گھر میں نہ پھینکیے پتھر
کہ خود حضور بھی شیشے کے گھر میں رہتے ہیں

سید احمد گورنمنٹ ہائی اسکول (فورٹ)، جگتیال

بھٹک گیا ہے رہِ مستقیم سے شاید
وہ کارواں جو بڑے کرّ و فر سے نکلا تھا

محمد ذکی انور، الحرا بورڈنگ اسپیل اکیڈمی ارریہ

ہمیں دھمکا نہیں سکتا کوئی بھی خوف کا موسم
ہمیں توقیر سے جینا ہے جب تک دانہ پانی ہے

محمد مزمل ماتھنی، تعلقہ کھام گاؤں ضلع بلڈانہ

نہ موت قابو میں واثق نہ زندگی بس میں
کریں گی فائدہ اس حال میں دوائیں کیا

ساجد عالم　نالہ روڈ　راوڑکیلا　اڑیسہ

کہاں آنسوؤں کی یہ سوغات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
ابھی الوداع مت کہو ساتھیو
کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی

تسنیم کوثر　بیناپارہ　اعظم گڑھ یوپی

اخلاق وفا کے سجدوں کی جس در پہ داد نہیں ملتی
اے غیرتِ دل اے عزمِ خودی اس در پہ سجدہ کیا معنی

روبینہ ناز بنت عبدالخالق، برھٹی پورا منگرول پیر

ایک ہی الو کافی تھا برباد گلستاں کرنے کو
ہر شاخ پہ الو بیٹھے ہیں انجام گلستاں کیا ہوگا

محمد عبدالخالق، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عبداللہ جہانگیر خداداد پور، سنجر پور اعظم گڑھ

انداز الگ اس کا
ہر رنگ جدا اس کا
یہ اس کی کہانی ہے
اللہ نگہباں جس کا

شاہد شیخ　سداشو گڑھ　کاروار

درد کو آپ محسوس بھی کیجیے
درد پر تبصرہ تو بہت ہو چکا

پرویز اختر نالہ روڈ ماوڑکیلا، اڑیسہ

اسے میں ایک امانت سمجھ کے جیتا ہوں
یہ زندگی ہے کسی اور زندگی کے لیے

نوراللہ شریف، اسلامیہ عربک کالج منصورہ

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنایا گیا

محمد جعفر امام مبینی بوکرڈا ارریہ بہار

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

محمد عبدالرؤف، آرمور ہائی اسکول، نظام آباد

جو لوگ بزرگوں کے احکام پر چلتے ہیں
وہ لوگ مسرت کی آغوش میں پلتے ہیں

سید عزیز امدادالعلوم جگتیال اے پی

دربار محمد ﷺ جو اللہ کو پیارا ہے
جنت میں بھی کیا ہوگا ایسا یہ نظارہ ہے

اجمل احمد خاں، مدار تکیہ، منگرول پیر

کامیابی نے سدا ان کے قدم چومے ہیں
حوصلہ رکھتے ہیں جو گر کے سنبھل جانے کا

غالب احسن ڈوریا سوناپور ارریہ بہار

دل سُن کر ترا نام دھڑکتا ہے ادب سے
حالانکہ تجھے آنکھ سے دیکھا بھی نہیں

شاہین درخشاں آزادنگر ارریہ بہار

میری غربت کو شرافت کا ابھی نام نہ دے
وقت بدلا تو تیری رائے بدل جائے گی

فیض محمد خان، کھرمکی پورہ آکولہ مہاراشٹر

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

فہمی درگاہ بیلا، چندن پٹی، ویشالی، بہار

اس سے پہلے کہ اٹھے غیر پہ انگلی لوگو
اک نظر اپنے بھی کردار پہ ڈالی جائے

عبدالرّبان ڈوریا سوناپور ارریہ بہار

جب تک تھا مجھ سے دور کوئی جانتا نہ تھا
میرے قریب آکے تو انمول ہو گیا

اسد رضا بکھری، مبارک پور، اعظم گڑھ

وقت ہے آگے بڑھو تنکو سے شکایت چھوڑ کر
تبصرے کب تک کروگے گردش ایام پر

راغب جمال، مقام و پوسٹ ڈوریا سوناپور ارریہ

غم کی توفیق بھی سب کو نہیں ملتی عرفان
یہ وہ دولت ہے جو مشکل سے خدا دیتا ہے

ریحان عزیز وارمان، منگراؤاں محلہ پورب اعظم گڑھ

تدبیر سے ہی خود کو تراشو تو بات ہے
تجھ میں تو کسی کے مقدر نہ آئے گا

خواجہ معین العابدین، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال

شعور سجدہ نہیں ہے مجھ کو تو مرے سجدوں کی لاج رکھنا
یہ سر تیرے آستاں سے پہلے کسی کے آگے جھکا نہیں ہے

محمد زبیر، برھائی پورا، منگرول پیر ضلع آکولہ

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

عبدالریاض عبدالشکور انصاری محلہ بیٹھے کار پاتھری

خدمت انسانیت ہی اصل میں ایمان ہے
نفرتوں کے بیج جو بوئے وہی شیطان ہے

طفیل احمد محمد یعقوب ۰۰، ۰ کمال پورہ، مالیگاؤں

مرنے کے بعد بھی میرا یہ احترام ہے
آگے میرا جنازہ ہے پیچھے امام ہے

سید اطہر علی، اسلام پورہ، کلمب ضلع ایوت محل

آنگن میں پھول کیسے کھلاؤ گے دوستو
بارش خدائے پاک کی رحمت چلی گئی

محمد خالد اعظمی کھریواں۔ سرائے میر

دیا خاموش ہے پھر بھی کسی کا دل تو جلتا ہے
چلے آؤ، جہاں تک روشنی معلوم ہوتی ہے

غوثیہ نشاط، امیبت، رائے گڑھ، مہاراشٹر

بے وجہ ڈوبتی نہیں کشتی
کچھ نہ کچھ تو قصور ہوتا ہے

حافظ عبدالرحمٰن پورہ صوفی مبارک پور

چھوڑ کر قرآن مسلم حق سے بیگانہ ہوا
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا

عرفان احمد اکیلا، ۴۹ موتی تالاب، مالیگاؤں

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

عبداللطیف بجوا جامعۃ التوحید

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

عفرانہ قمر حیات پور ارریہ بہار

ہے مبارک یہ مہینہ اس کو نعمت جان کر
بس گلا ہی گھونٹ دو ہر اک غلط ارمان کا

شفیق الرحمٰن، مدرسۃ الاسلامیہ انوار العلوم املو مبارک پور

جھوٹ بدتر گناہ ہے بچو
جھوٹ ہرگز نہ بولنا سیکھو
جھوٹ بے اعتبار کرتا ہے
سب کی نظروں میں خوار کرتا ہے

فرزانہ آرا شیخ ساندو، اسلام پورہ، کاسودہ

جہاں علم سے لوگ سیراب ہوں گے
ممالک وہ زرخیز و شاداب ہوں گے
جو قومیں ہیں بے علم، ان کے سفینے
جہالت کے طوفاں میں غرقاب ہوں گے

محمد تنویر شیخ ساندو، اسلام پورہ، کاسودہ

جو حق ہے وہ حق ہی کہا جائے گا
کسی منصور کو سولی پہ چڑھا کر دیکھو

شبلی ارسلان چلڈرین سرکل، ایس آئی او، ارریہ

تم اپنی بلندیوں پر مت ناز کرو اتنا
ہم نے تو ستاروں کو بھی گرتے ہوئے دیکھا ہے

نوشاد بیگم ——— کھنڈوہ، ایم پی

یہ نہ سمجھو کہ حالات سے ڈر جائیں گے
بات ایماں پر آئی تو مر جائیں گے

سید محمد علی محلہ تلیہ سرونج ضلع ودیشہ (ایم پی)

صوفیوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ مے خواروں میں ہوں
اے بتو، بندہ خدا کا ہوں گنہگاروں میں ہوں

مکرم مرزا — کدورہ — جالون —

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفان سے لڑنے میں مزا اور ہی کچھ ہے

انجم پروین — کھنڈوہ

دل یہ کہتا ہے کہ خنجر گھونپ لوں خود پیٹ میں
ماننے والے خدا کو بے سہارے ہو گئے

ساجد پرویز، آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر آکولہ

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور احتیاج کل دے گی

مرزا سیماب بیگ کدورہ۔ جالون

وہ جینے کی مجھ کو دُعا دے گیا ہے
خدا جانے کیسی سزا دے گیا ہے

محمد عارف خاں، چوک بازار پاتھری، پربھنی

عزائم جن کے پختہ ہوں یقین جن کا خدا پر ہو
تلاطم خیز طوفانوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

محمد شاہد ابن محمد ابراہیم، مخدوم نگر ناندیڑ مہاراشٹر

جنت میں مکاں اپنا بناتے ہیں نمازی
مسجد کو بڑے شوق سے جاتے ہیں نمازی
معبود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی
سجدے کے لیے سر جو جھکاتے ہیں نمازی

عبدالعلیم، گورنمنٹ قورٹ ہائی اسکول، جگتیال

تیرا مفہوم ہے کیا تری عبارت کیا ہے
زندگی تو ہی بتا تری حقیقت کیا ہے

مدثر احمد خاں، آسے گاؤں منگرول پیر آکولہ

جو ہم کو چبانے پہ تُلے ہیں وہ سمجھ لیں
ہم ان کے لیے نرم نوالے نہ بنیں گے

جبّار خاں، مومن پورہ، بالاپور ضلع آکولہ

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچّے سے ماں کی گود خالی ہو گئی

محمد عبدالمعبد آرمور نظام آباد اے پی

ایک بجلی سی تو چمکی تھی ضرور
یہ نہیں ہوش کہ دیکھا کیا تھا

محمد صدام الدین، مقام برداہا، کمتول، مدھوبنی

جدا ہوتے ہوئے جب کوئی کہتا ہے خدا حافظ
تو لب خاموش ہوتے ہیں نظر فریاد کرتی ہے

فیضان احمد اعظمی، کھریواں سرائے میر اعظم گڑھ

راز دل کہہ کر انسان ذلیل و خوار ہوتا ہے
نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے

طارق انور، اسمٰعیل اکیڈمی الحرا بورڈنگ، ارریہ بہار

میرے قلب کی سیاہی چلی لیکے سوئے دوزخ
تجھے واسطہ نبی کا مجھے اے خدا بچا لے

عنایت اللہ (ننھے) پرانا قلعہ، سیوان بہار

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل جاتے ہیں لوگ

شمشاد بیگم — کھنڈوہ ایم پی

بنوگے خسروِ اقلیم دل شیریں زباں ہوکر
جہانگیری کرے گی یہ ادا، نورجہاں ہوکر

محمد رفی احمد، چاتر گھاٹ، لکشمی پور، گیا بہار

کسی کے حسنِ فروزاں کا بول بالا تھا
چراغ گُل تھے مگر رات بھر اُجالا تھا

غلام عباس بالاپور، آکولہ مہاراشٹر

قسمت کا لکھا تو مجھے مل جائے گا آقا
وہ دیجیے جو میرے مقدر میں نہیں ہے

محمد ثاقب ضیا، بلواہا ٹولہ، ڈلوکھر مدھوبنی بہار

اُٹھ کر ذرا تو دیکھوں دنیا کا رنگ کیا ہے
رفتار کیا جہاں کی قدموں کا ڈھنگ کیا ہے

عرفان علی، نواز علی، انجمن مفید الیتامیٰ مدنپورہ، بمبئی

اے شورِ قیامت ہم سوتے ہی نہ رہ جائیں
اس راہ نکلو تو ہم کو بھی جگا جانا

محمد انتظار عالم چودھری، زینت پور، اتر دیناجپور

زندگی جس کا بڑا نام سُنا جاتا ہے
ایک کمزور سی ہچکی کے سوا کچھ بھی نہیں

ملکہ صدیقی، غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

دھرم چوری ہوگیا ایمان چوری ہوگیا
کھوگئی انسانیت، انسان چوری ہوگیا

محمد خالق قریشی، گھاس پورا، کھنڈوہ

بھلا دے ساری دنیا کو سنبھل جا اے دلِ ناداں
جب اپنے ہی نہیں اپنے تو غیروں پہ بھروسا کیا

تبسم النساں، موہنیاں، پلاسی، اررریہ بہار

ماں

ماں کا آنچل	دھوپ میں بادل
ماں کی باہیں	نیند کی راہیں
ماں کا دامن	ہنستا ساون
ماں کا غصّہ	پیار کا غصّہ
ماں خود کیا ہے	صرف دُعا ہے
ایسی دعا ہے	جس کی فضا ہے
سندر سُندر	مہکی، مہکی

انیسہ ناز بنت شیخ ساﺅنڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

لاجونتی کے کسی پودے نے عورت سے کہا
جانتی ہو میں ہوں ایسا پیکرِ شرم و حیا
ہاتھ گر بھولے سے بھی مجھ کو لگا دے آدمی
انتہائے شرم و غیرت سے سمٹ جاتا ہوں میں
مسکرا دی صنفِ نازک لاج کی اس بات پر
پھر تصوّر میں کیا محسوس صرف ہاتھوں کا لمس
تمتما اٹھی حیا بن کر سمٹتی ہی گئی
لاج کا پودا اسے حیرت سے تکتا رہ گیا

قاضی غضنفر علی، حاجی ایس ایم مقادم ہائی اسکول، کھیڈ

اب ہوائیں خود کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

قمر جاوید، مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹیلن، رام پور، یوپی

وہ منزل نقطۂ آغاز ہے مرگِ مسلسل کا
خود اپنی ذات سے جب آدمی بیزار ہوجائے

جہاں آرا، ڈی بلاک او کھلا وہار، نئی دہلی ۲۵

اپنے لہو سے پھول کھلانے کے واسطے
ہر مقتلِ وفا میں پکارا گیا ہوں میں

محمد عدنان پلاسی اررریہ بہار

اقوال زرّیں

ا۔ دیوار کا پتھر خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔
۲۔ سلام میں پہل کرنے والا تکبر کے گناہ سے پاک ہے۔
۳۔ اقرار کو پورا کرو۔ اقرار کی باز پرس ہو گی۔ (قرآن)
۴۔ ہر ناکامی اپنے دامن میں کامیابی کے پھول لیے آتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم کانٹوں میں نہ الجھ جائیں۔
۵۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا، صدقہ و خیرات کی طرح اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (رسولؐ)
۶۔ انسان ہو کر شیطان کا اسیر ہونا انسانیت کی توہین ہے۔
۷۔ سچا انسان بڑا خوش قسمت ہے۔ انسان کو اپنی موت تک جدو جہد کرنی چاہیے۔
۸۔ اچھی کتاب بہترین رفیق ہے۔

ایس۔ ایم رضا شاہ۔ عزیزیہ اردو اسکول۔ عادل آباد۔

☆ جو شخص اپنے والدین کی عزت نہیں کرتا وہ سارے زمانے کے برے لوگوں سے بدتر ہے۔
☆ چغل خور ہمیشہ ذلت کی زندگی جئے گا جو موت سے بدتر ہے۔
☆ پڑوسی کو تکلیف دینے والا ہمیشہ خدا کے قہر و عذاب کا حقدار رہے گا۔

ساجد پرویز۔ آنسے گاؤں، تعلق منگرول پیر۔ ضلع آکولہ

☆ شیر بھوکا مر جائے لیکن گھاس نہیں کھاتا
☆ ظالم انسان کسی پر رحم نہیں کھاتا۔
☆ سچا انسان بات بات پر قسم نہیں کھاتا۔

محمد کوثر اعظم مقام۔ چک عبدالغنی ضلع سمست پور

شکایات مت کر

☆ اپنی قسمت کی اور زمانہ کی
☆ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی
☆ کبھی بھول کر ماں، باپ اور استاد کی
☆ رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی

مرسلہ :۔ اثمر شباب اعظمی اور سنبل شباب اعظمی کمر اواں پوسٹ مزدہ اعظم گڑھ

رات کو سوتے وقت کے عملیات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا "اے علیؓ! رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔

ا۔ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو۔
۲۔ ایک قرآن مجید پڑھ کر سویا کرو۔
۳۔ جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو۔
۴۔ دو لڑنے والوں میں صلح کرا کے سویا کرو۔
۵۔ ایک حج کر کے سویا کرو۔

حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ امر محال ہے مجھ سے یہ کیسے بن سکیں گے :

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ا۔ چار مرتبہ سورہ فاتحہ یعنی "الحمد شریف" پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ دینے کے برابر تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔
۲۔ تین مرتبہ سورۃ اخلاص یعنی " قل ہو اللہ ہو احد " پڑھ کر سویا کرو ایک قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔
۳۔ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت

ادا ہو جائے گی "درود ابراہیمہ"

۴۔ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو۔ دو لڑنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ثواب ملے گا۔ "استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب علیہ"

۵۔ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو ایک حج کا ثواب ملے گا۔

اس پر حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا کروں گا۔

رحمانی زرینہ۔ انصار نگر۔ دھولیہ

ا۔ سب سے بڑی دولت عقل ہے لیکن سب سے بڑی غربت جہالت ہے۔

۲۔ اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے دوسروں کا حق چھیننا ایسا ہے جیسے کتا انسان سے ہڈی چھینے۔

رومانہ پروین۔ (پتہ نہیں لکھا)

☆ اگر کسی کا خلوص خرید نا چاہتے ہو تو خود بھی سراپا خلوص بن جاؤ۔

☆ جنت کی کنجی رسمی عبادات نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔

☆ جس نے بندوں کے حقوق پامال کیے اسے جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی۔

☆ نماز ہمیں عاجزی و انکساری کا سبق دیتی ہے غرور اور سرکشی کا نہیں۔

مرسلہ۔ مظفر نصیب صدیقی۔ ڈبو۔ چاکند گیا (بہار)

☆ قرآن مجید میں اللہ ۲۵۸۴ بار آیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں ۲۶ پیغمبروں کے نام موجود ہیں۔

☆ قرآن مجید میں نماز کی تاکید ۷۰۰ بار کی گئی ہے۔

☆ قرآن کریم میں خیرات کی تاکید ۵۰ بار کی گئی ہے۔

☆ قرآن مجید میں دعا مانگنے کی تاکید ۷۰ بار سے زائد کی گئی ہے۔

☆ قرآن مجید میں اعراب زیر زبر پیش سنہ ۴۳ھ میں لگائے گئے۔

قرآنی آیات کو سب سے پہلے شمار کرنے والی حضرت عائشہؓ ہیں۔ جنھوں نے کل آیات ۶۶۶۶ بتائی تھی۔

قرآن مجید میں چار فرشتوں کے نام موجود ہیں۔

المرسلہ : عبدالودود قاسمی محلہ شیر محمد بھیکو۔ دربھنگہ

☆ جن کے پاس علم ہے ان کے بہت سے دوست ہیں اور جن کے پاس دولت ہے ان کے بہت سے دشمن ہیں۔

☆ قلم ایک بند قفل ہے اور اس کی کنجی عمل ہے۔

روبینہ پروین۔ (پتہ نہیں لکھا)

دوست بناتے وقت تین باتیں یاد رکھو۔

☆ کیا وہ مشکل وقت میں کام آئے گا؟

☆ کیا وہ تمہیں دوستی کے قابل سمجھتا ہے؟

☆ کیا وہ دوستی کی قدر کرنے والوں میں ہے؟

مرسلہ : امداد احمد کرن پور بڑہریا سیوان (بہار)

"اے نفس"

اے نفس : اللہ تعالیٰ کے دیے پر راضی رہ ورنہ کوئی نیا مالک تلاش کر لے جو اس سے بھی زیادہ دے۔

اے نفس : اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے باز رہ ورنہ اس کی مملکت سے باہر چلا جا۔

اے نفس : اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ نہ سکیں ورنہ باز رہ۔

اے نفس: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے ورنہ اس کا عطا کردہ رزق مت کھا۔

اے نفس: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق اور محبت سے پیش آ۔ ورنہ اپنی زبان بند رکھ اور کسی سے تعلق نہ رکھ۔

مرسلہ: فرزانہ اعظمی پڑونا پھولپور اعظم گڑھ یوپی۔

☆ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔

(قرآن شریف)

☆ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو

(حدیث شریف)

☆ سن لو دلوں کا چین اللہ کی یاد سے نصیب ہوتا ہے۔

(قرآن مجید)

طلحہ نقشبندی القادری بالاپور ضلع آکولہ

بہترین نیکی اور شرافت ہے

☆ قابو پاکر معاف کر دینا۔

☆ مخفی قرض اور حق کو ادا کرنا۔

☆ کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔

شازیہ اعظمی نازیہ اعظمی۔ پھولپور اعظم گڑھ

☆ زندگی میں ہم رسم ورواج کی زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں اور موت کے بعد کفن میں لپٹ کر سو جاتے ہیں۔

☆ اگر پانی پر کوئی لہر نہیں تو یہ نہ سمجھو کہ تہہ میں کوئی مگر مچھ بھی نہیں۔

☆ جو گناہ کا مرتکب ہو اسے آدمی سمجھو جو گناہ کر کے نادم ہو اسے ولی سمجھو اور جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان کا باپ ابلیس سمجھو۔

محمد آصیف ابن شیخ ساٹدو۔ کاسورہ۔ جل گاؤں۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے تو اچھا تیرا چلن اچھا تو نے جنت میں گھر بنالیا۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہت ہی زیادہ ناپسند کرتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات کرتا ہے اور بدزبانی کرتا ہے۔

افسانہ بی۔ مجید خان اولیا بیڑی۔ کھنڈوا (ایم۔ پی۔)

رسول اکرمؐ نے فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے، جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے گا۔

☆ عمر کن کاموں میں گنوائی۔

☆ مال کہاں سے کمایا۔

☆ مال کہاں خرچ کیا۔

☆ جو علم اسے حاصل ہوا اس پر کہاں تک عمل کیا۔

صفیہ صدرالدین اعظمی۔ پھولپور اعظم گڑھ

☆ اگر دولت بانٹی جائے تو کم ہوتی ہے اور علم بانٹا جائے تو بڑھ جاتا ہے۔

☆ علم عمل کے بغیر بھی حاصل ہوتا ہے لیکن عمل علم کے بغیر نہیں۔

☆ دولت چرائی جاسکتی ہے مگر علم کو کوئی نہیں چرا سکتا۔

مرسلہ: محمد توقیر علام خلیل آباد۔ اوریہ

☆ قرآن شریف کی تلاوت پابندی سے کرو یہ زمین میں تمہارے لیے روشنی ہے اور آسمان میں نیک چرچے کا سبب ہے۔
☆ مومنوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔
☆ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے پر قابو رکھے۔

ایم اے مجید۔ آمور عرب گلی۔ ضلع نظام آباد آرمور

☆ جو شخص خواہ مخواہ اپنے آپ کو محتاج بتاتا ہے وہ محتاج رہتا ہے۔
☆ انسان کا بڑا پن ان کی کمزوریوں سے نہیں بلکہ اس کی خوبیوں سے جانچا جاتا ہے۔
☆ دوسروں کو حقیر سمجھنا آسان ہے مگر خود کو حقیر سمجھنا بے حد مشکل ہے۔

محمد زاہد۔ لولڈ آوٹ اسٹیشن روڈ۔ اڑیسہ

☆ نیکی سب سے بڑی دولت ہے ہمیں اس کو کھونا نہیں چاہیے۔
☆ اگر چڑیاں متحد ہو جائیں تو شیر کی کھال بھی کھینچ سکتی ہیں۔
☆ دل پر مصیبت آنکھوں کی وجہ سے آتی ہے۔
☆ بچوں کے لیے سب سے بڑی محبت جھگڑالو ماں باپ کی محبت ہے۔

سمعہ کوثر۔ نیشنل اسکول۔ جگتیال

☆ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے
☆ بہترین عمل زبان کی حفاظت ہے
☆ بہترین دولت قناعت ہے
☆ بدترین غذا یتیم کا مال ہے

انیس الدین زبیری۔ قصبہ وپوسٹ رچھا۔

☆ تم کہیں بھی ہو موت تم کو آکر رہے گی۔
☆ ایسے وقت کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جو موت کے وقت اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے۔
☆ اللہ کی راہ میں جو مرا اسے مردہ نہ کہو وہ زندہ ہے۔

مرسلہ: محمد راشد انور۔ مولوی ٹولہ لورپہ۔

☆ ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں باعث دولت اور آخرت میں باعث نجات ہے۔
☆ انسان سے امیدیں قائم کرنے کے بجائے اللہ کے سامنے انکساری کرو۔
☆ ایمان کے بعد افضل ترین نیکی اللہ کے مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔
☆ ہر چیز کے ثواب کا اندازہ ہے مگر صبر کا ثواب بے اندازہ ہے۔
☆ اللہ سے ڈرتے رہو کہ خوف خدا تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

عصمت ناز۔ بسرا۔ ضلع سندر گڑھ (اڑیسہ)

اللہ کی یاد

☆ تم مجھ کو طاعت کے ساتھ یاد کرو میں تم کو اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا۔
☆ تم مجھ کو عاجزی کے ساتھ یاد کرو میں تم کو اپنی فضیلت کے ساتھ یاد کروں گا۔
☆ تم مجھ کو لوگوں کی جماعت میں یاد کرو میں تم کو فرشتوں

کی جماعت میں یاد کروں گا۔
☆تم مجھ کو خوشحالی میں یاد کرو میں تم کو تنگی اور بیماری میں یاد کروں گا۔
☆تم مجھ کو زندگی میں یاد کرو میں تم کو آخرت میں یاد کروں گا۔

احقر۔ محمد تبریز اختر۔ بسرا سندر گڑھ

نماز کے آداب

نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھو بلکہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں قدم پر اور سجدہ میں ناک پر قعدہ میں گود پر اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نظر رکھو ادب سے کھڑے رہو اور ملامت اللہ کی طرف دھیان رکھو۔

شیخ اصغر شیخ غلام۔ قاری شاہ بابا کی درگاہ۔ مہاراشٹر

☆دوست کو اچھے نام سے پکارنا اپنی دوستی کو مستحکم کرنا ہے۔(حضرت عمرؓ)
☆عمل کے بغیر علم ایسا ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔
(امام ابو حنیفہ)
☆دنیا کے خزانے سونے چاندی سے بھرے جاتے ہیں تم اپنے خزانے نیکیوں سے بھرو۔(امام شافعی)

محمد فہید پاشا۔ بنگالی بازار کلکتہ۔ ۲۴

☆سچ بولنا نیکی کا راستہ ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔
☆بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو محبت کرنے والے نصیب ہوتے ہیں۔
☆خوش کلامی بھی صدقہ ہیں۔

☆ہر مشکل انسان کا امتحان لیتی ہے۔

محمد افروز خاں مدرسہ گورنمنٹ ہائی اسکول فورٹ جگتیال

☆ایک ہستی ہے سب سے زیادہ خوبصورت ہے جس کے ہم ہمیشہ مقروض رہتے ہیں۔ وہ ہے ماں۔
(نکولائی استروفسکی)

مرسلہ : شبنم خاں لوکوشیڈ کالونی سمتی پور (بہار)

☆مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔
☆اچھا کردار برائی میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔

پرویز اختر نالہ روڈ ر لوڑ کیلا سندر گڑھ اڑیسہ

☆رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کا تیسرا فرض ہے جو اس فرض سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔
☆دولت کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی ہے جب کہ علم کی کوئی حد نہیں۔
نماز سے گھروں میں برکت ہی برکت رہتی ہے۔

سید احمد۔ گورنمنٹ ہائی اسکول (فورٹ)(اے۔پی۔)

انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔(حضرت محمدؐ)
☆نفرت۔ نفرت سے نہیں محبت سے ختم ہوتی ہے۔
☆غریبوں کی مدد کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

مظفر علی آزاد نگر لوریہ (بہار)

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہے جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر۔
☆رات کو سونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھا کرو۔
☆تم سے بہترین وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔

شاہین درخشاں۔ آزاد نگر اور یہ (بہار)

تکبر۔ علم کو کھاجاتا ہے۔
غم۔ عمر کو کھاجاتا ہے۔
توبہ۔ گناہ کو کھاجاتی ہے۔
رشوت۔ انصاف کو کھاجاتی ہے۔

تسیم کوثر چیلپارہ اعظم گڑھ

☆خدا کی یاد میں آنکھ سے نکلا ہوا ایک قطرہ ہی شاید ہماری نجات کا باعث بن جائے۔
☆بعض اوقات مجبوری میں کڑوا تلخ زہر بھی امرت سمجھ کر پینا پڑتا ہے۔

خواجہ صفی العابدین۔ گورنمنٹ ہائی اسکول (فورٹ)

جس طرح چمک کے بغیر موتی کسی کام کا نہیں ہوتا اسی طرح خوش خلقی کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں۔
☆اگر تم چاہتے ہو کہ تم دن کی طرح روشن ہو جاؤ تو اپنی ہستی کو اپنے دوست کے سامنے جلادو۔

تبسم نسرین محمد اسلعیل چاندنی چوک امراولی

جب منصف، عدالت اور گواہ بک جاتے ہیں تو انصاف نیلام ہو جاتا ہے۔
اپنے دل کا راز کسی کو مت بتاؤ ہو سکتا ہے کہ کل وہ تمہارا دشمن بن جائے۔
☆اگر کوئی تمہیں تحفہ میں مٹی دے تو اسے بھی خوشی سے قبول کرلو۔

ابو طالب اعظمی۔ چیلپارہ اعظم گڑھ

تین چیزیں کافی سوچ سمجھ کر اٹھانی چاہیئے۔
قلم۔ قسم۔ قدم
تین چیزیں کسی انتظار نہیں کرتی
وقت۔ موت اور گاہک

طلحہ شفیق۔ مدفرپور۔ اعظم گڑھ

☆کھانا بسم کر کے شروع کرو اگر شروع میں بھول جاؤ تو آخر میں پڑھ لو۔
☆مریض کے سامنے بیٹھ کر مت کھاؤ۔
☆جو چیز اپنے لیے پسند کرو وہی چیز دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔
☆آپس میں سلام کو رواج دو اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سید اسلعیل سید چاند۔ مالاپورہ مہاراشٹر

☆لوگ بیماری سے کھانا چھوڑ دیتے ہیں لیکن خدا کے خوف سے گنا نہیں چھوڑتے۔

ریحانہ پروین۔ گھاس پور۔ بلند کنواں

☆اتفاق بڑے سے بڑے مسئلے کا حل ہے
☆بروں کی صحبت سے تنہائی اچھی ہے
☆کبھی ماں کی بددعا نہ لو کیونکہ وہ شخص بدقسمت ہوتا ہے جس کو ماں کی بددعا ملتی ہے۔
☆سب سے اچھا وقت وہ ہے جو نماز میں گذرے

مدثر احمد خاں۔ آسیہ گاؤں منگرول پیر آکولہ

دوست

ا۔ بھائی بازو ہوتے ہیں اور دوست دل اور دل کے بغیر کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا خواہ اس کے بازو موجود ہی کیوں نہ ہوں۔
اپنے دوست میں کوئی عیب نظر آئے تو اسے نہایت محبت اور احتیاط سے آگاہ کردو تاکہ وہ اس عیب کو دور کرے۔

محمد فرقان۔ این، آر، روڈ۔ آسکول

● ایک گورکن نے بہت ساری افیون کھالی اور اس نے افیون کی پینک میں اتنی گہری قبر کھود ڈالی کہ خود اس کا باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔ رات زیادہ ہوچکی تھی اور سردی بھی بڑھ گئی تھی۔ گورکن زور سے چلّایا۔
" ارے مجھے سردی لگ رہی ہے کوئی تو کچھ کرو مجھے بچاؤ......"
راستے سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے افیونی نے قبر کی طرف جھانک کر دیکھا اور کہا۔
" بھائی! سردی تو لگنی ہی ہے تمہارے رشتے دار تم پر مٹی ڈالنا جو بھول گئے ہیں۔"

زبیر خان گوونڈی بمبئی ۴۳

● ایک شاعر دوسرے شاعر کے پیچھے بھاگے جارہے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا " آپ ان کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ " شاعر صاحب نے کہا " یہ کمبخت اپنی تو سنا گیا مگر میری نہیں سن رہا ہے۔"

شارب کوثر مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹین، رام پور

● جج: تمہیں اپنی ساس کو کھڑکی سے باہر پھینک دینے پر کڑی سزا دی جائے گی۔
ملزم: لیکن جناب عالی! مجھ سے بے خیالی میں یہ حرکت سرزد ہوئی۔
جج: اور فرض کرو اس وقت کوئی سڑک پر سے گزر رہا ہوتا تب؟

تبریز اختر بسرا، سندر گڑھ اڑیسہ

● باپ بیٹے کھانا کھا رہے تھے ماں نے بیٹے کی پلیٹ میں شوہر کے بہ نسبت کچھ زیادہ کھیر نکال دی۔ یہ دیکھ کر شوہر غصے میں بیوی سے کہنے لگا " میں تمہارا شوہر ہوں یا یہ؟ "
بیوی ابھی کچھ جواب نہ دے پائی تھی کہ لڑکا بولا " یہ میری ماں ہے یا آپ کی؟ "

فیض احمد قیصر گڈو، کھرولی، کمتول، دربھنگہ، بہار

● فلم ڈائرکٹر: (ہیرو سے) اب تم اس پہاڑی سے نہر میں چھلانگ لگا دو۔
ہیرو: (قدرے حیرت سے) لیکن مجھے تو تیرنا نہیں آتا ہے۔
فلم ڈائرکٹر: پروا کی کوئی بات نہیں۔ یہ میری فلم کا آخری سین ہے۔

تبسم نسرین محمد اسمٰعیل چاندنی چوک، امراوتی

● ایک صاحب اپنے کتّے کے ساتھ سیر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک بے تکلف دوست سے ملاقات ہوئی۔ دوست نے کہا۔
" گدھے کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟ "
یہ سن کر ان صاحب کو غصّہ آگیا۔ کہنے لگے " آپ کو یہ گدھا نظر آرہا ہے؟ " دوست نے جواب دیا " جناب! میں آپ سے نہیں، اس کتّے سے کہہ رہا ہوں۔"

سیما پروین، ایم۔ سعید پاشا۔ ایوت محل۔ مہاراشٹر

• لڑکا (باپ سے) ابو جان! شادی کے بعد دولھا کیوں ہنستا ہے اور دلھن کیوں روتی ہے ؟
باپ : کیونکہ وہ دولھے کی آخری ہنسی، اور دلھن کا آخری رونا ہوتا ہے۔

محمد ثاقب اعظمی، مقام و پوسٹ طوی، اعظم گڑھ

• ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا۔ میں اپنے ایک دوست کی شادی کی سلور جوبلی پر جارہا ہوں
"بہت خوب"، دوست نے کہا۔ گویا اس شادی کو ۲۵ سال ہو گئے۔
نہیں، یہ اس کی ۲۵ ویں شادی ہے۔

• ایک دن شوہر صاحب نے بیگم سے کہا۔ آج ہم کھانا ہوٹل میں کھائیں گے۔
"شکر ہے آپ کو خیال آگیا کہ میں کھانا پکاتے پکاتے تھک گئی ہوں"۔ بیگم نے جواب دیا۔
"یہ بات نہیں بیگم! دراصل میں برتن دھوتے دھوتے تھک گیا ہوں"۔ شوہر نے کہا۔

محمد حفیظ الرحمٰن، بسرا، سُندر گڑھ، اڑیسہ

• گاؤں میں ایک بھیڑیا گھس آیا۔ سارے گاؤں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک بہت موٹی عورت نے اپنے خاوند سے کہا "آؤ ہم بھاگ چلیں، کہیں بھیڑیا ہمیں بھی اٹھا نہ لے جائے"۔
خاوند بولا "ڈرو مت، وہ بھیڑیا ہے کوئی کرین نہیں ہے"۔

عبداللہ حکیم عبدالرقیب، پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

• ایک دفعہ شیخ سعدیؒ سر پر پگڑی باندھے کہیں جارہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک دیہاتی ملا اس نے شیخ سعدیؒ کو روک کر ایک خط دیا اور کہا اسے پڑھ دیجیے۔ شیخ سعدیؒ نے خط لے کر پڑھنے کی کوشش کی مگر خط بگڑا ہوا تھا۔ وہ نہ پڑھ سکے۔ دیہاتی نے غصہ میں آکر کہا "اتنی بڑی پگڑی سر پر باندھ رکھی ہے اور خط نہیں پڑھ سکتے"۔
شیخ سعدیؒ نے اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھ کر کہا "تم خود پڑھ لو"۔

محمد ابرار حسینی گلبرگوی جے سی نگر، بنگلور ۶

• ایک صاحب خدا سے دعا کر رہے تھے "اے خدا میں اپنی بیوی سے تنگ آگیا ہوں، میں اب بالکل زندہ نہیں رہنا چاہتا، مجھے اب موت دے دے"
اس پر بیوی نے کہا "اے خدا تو ان سے پہلے مجھے اٹھا لے میں اس دنیا میں جینا نہیں چاہتی ہوں"۔ یہ سُن کر شوہر نے جلدی سے کہا۔
"اے خدا تو اس کی دعا قبول کرلے میں اپنی دعا واپس لیتا ہوں"۔

محمد افروز خان، گورنمنٹ ہائی اسکول فورٹ جگتیال

• ایک دوست نے دوسرے دوست سے پوچھا "تم نے آج اپنے بیٹے کو بہت بُری طرح مارا آخر کیا بات تھی ؟"
جواب ملا "وہ نشے میں تھا"
دوست نے پھر پوچھا "لیکن تم نے اس کو بُری طرح لہولہان کیسے کردیا"
جواب ملا "میں بھی نشے میں تھا"

نورالہدیٰ محمد ساجد، محلہ پرانی بستی کھوتالاب، مبارکپور

• ٹیچر: بتاؤ دنیا گول ہے یا چپٹی ؟"
پرویز : دنیا گول ہے نہ چپٹی، میرے پاپا کبھی جھوٹ نہیں بولتے، وہ کہتے ہیں کہ دنیا ۴۲۰ ہے۔

محمد شوکت عالم۔ آسنسول، مغربی بنگال

● مالک : (نوکر سے) پچاس مرتبہ اٹھو اور بیٹھو اور کہو کہ میں الّو ہوں۔
نوکر : (مالک سے) سرکار میں سو مرتبہ بھی اٹھ بیٹھ سکتا ہوں لیکن آپ کو الّو نہیں کہہ سکتا۔

محمد نظام الدین، اسلامیہ عربک کالج منصورہ، آلور راجستھان

● ایک مسافر... دوسرے سے.. جناب آپ ہر اسٹیشن پر اتر کر اگلے اسٹیشن کا ٹکٹ کیوں خرید رہے ہیں؟
دوسرا... جناب مجبوری ہے ڈاکٹر نے لمبے سفر سے منع کر رکھا ہے۔"

ساجد عالم، نالہ روڈ راوڑ کیلا، اڑیسہ

● ایک بہت چھوٹا قصبہ تھا جس میں کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ آئینہ کیا ہوتا ہے۔ ایک گھر کا آدمی جس کا نام ساجد تھا وہ ایک مرتبہ شہر گیا اور آتے وقت ایک آئینہ لاکر گھر میں رکھ دیا اس کی بیوی آئی اور آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر اپنی ماں سے کہتی ہے کہ ماں میرے شوہر کسی اور کی تصویر لاکر رکھے ہیں۔ ماں دوڑتی ہوئی آتی ہے اور آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر کہتی ہیں رہنے دو بچاری بوڑھی ہے جلد مر جائے گی۔

محمد محی الدین پیرزادہ اسلامیہ عربک کالج منصورہ

● تین عورتیں ایک جگہ بیٹھیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ پہلی عورت بولی وہ میں نے فلم "دو راستے" دیکھی تو ہمارے گھر دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اور دوسری عورت بولی "میں نے فلم "ایک پھول دو مالی" دیکھی تو ہمارے گھر ایک بیٹی اور دو بیٹے پیدا ہوئے"۔ تیسری عورت جو سب سے کم عمر تھی اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی گھبرا کر بولی "ہائے میرے اللہ اب کیا ہوگا؟" دونوں عورتوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "کیا ہوا؟"
"میں نے تو کل ہی علی بابا چالیس چور دیکھی ہے" اس عورت نے روتے ہوئے کہا۔

پرویز احمد بیگ، صوبیدار جی وارڈ نمبر ۲ شیو پور

● ایک شخص : (جیوتشی سے) جیوتشی جی ذرا میرا ہاتھ دیکھیے تو۔ میرے سیدھے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے"۔
جیوتشی : (ہاتھ دیکھتے ہوئے) "تمھیں تو خوش ہونا چاہیے، تمھارے پاس دولت آنے والی ہے"۔
شخص : "میرے تو بائیں ہاتھ میں بھی کھجلی ہو رہی ہے"۔
جیوتشی : "تو اس کا مطلب ہے دولت جانے والی ہے"۔
شخص : جیوتشی جی میرے دائیں پیر میں کھجلی ہو رہی ہے۔
جیوتشی : ہوں، تو تم کوئی نئے سفر پر جانے والے ہو۔
شخص : میرے تو بائیں پیر میں بھی کھجلی ہو رہی ہے۔
جیوتشی : ہوں، چل بھاگ یہاں سے تجھے تو خارش ہو رہی ہے۔

شاہ محمد انیس، بدھوارہ، سورجی انجن گاؤں امراوتی

● ایک صاحب کے گھر مہمان نے کافی دن گزر جانے کے بعد بھی جانے کا نام نہیں لیا تو گھر کے ایک بچے نے مہمان سے پوچھا۔ چچا جان! اب آپ ہمارے گھر کبھی بھی نہیں آئیں گے۔"
مہمان: "آئیں گے تو"
بچہ : "جب آپ جائیں گے ہی نہیں تو آئیں گے کہاں سے"

وسیم رضا۔ پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

بچوں کی کوششیں

درخت کی آپ بیتی

رات بھر ہوا کے تھپیڑے اپنا زور دکھاتے رہے۔ صبح ہوتے ہوتے آندھی تھمی تو ہم تمام دوست گاؤں کا حال جاننے کے لیے نکل پڑے چاروں طرف تباہی مچی تھی۔ افراتفری کا ماحول تھا۔ ہم تمام دوست چلتے چلتے گاؤں کے باہر نکل پڑے۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ ایسے سناٹے میں ہمیں کسی کی سرگوشی سنائی دی۔ دیکھا تو قریب ہی ایک ایک بڑا سا درخت زمین پر پڑا کراہ رہا تھا اور اپنے قریب ہی اُگے ہوئے ننھے ننھے پودوں سے کہ رہا تھا۔

"اے نونہالو! مجھے بھی تمہاری طرح اس دھرتی ماں نے جنم دیا ہے۔ سورج کی سنہری روشنی اور ہوا کے نرم جھونکوں نے میری نشوونما کی۔ پانی نے میری پیاس بجھائی۔ اس طرح ان لوگوں کی پُرشفقت سایے میں میں بڑھتا رہا۔ دھیرے دھیرے میری نرم ٹہنیاں موٹی موٹی شاخوں میں تبدیل ہو گئیں۔ میرے تنے نے سخت چھال کا لباس اوڑھ لیا۔ میرا قد آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ میری ہریالی اور گھنے سایے کو دیکھ کر پرندوں نے میری شاخوں پر گھونسلہ بنانا شروع کیا۔ مسافر میری ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کرتے۔ چرواہے میرے سایے میں کھانا کھاتے۔ بچّے میرے پھل مزے لے کر کھاتے۔ ان کے پھینکے ہوئے پتھر مجھے زخمی کرتے لیکن پھل کے زمین پر گرتے ہی جب وہ خوشی سے ناچ اٹھتے تو میں اپنے درد کو بھول جاتا۔ میری سوکھی پتّیاں کیڑے مکوڑوں کی غذا بنتیں حضرت انسان کو میں صاف ہوا مہیا کرتا۔ اسی طرح ہنسی خوشی دن گزرتے رہے۔ ایک دن ایک شخص ہاتھوں میں تیز کلہاڑی تلے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میری شاخ پر وار کرنے لگا۔ میں درد سے چلّانے لگا۔ تبھی پرندوں نے مجھے بتایا کہ یہ غریب لکڑہارا ہے جو لکڑیاں بیچ کر اپنی بیوی بچّوں کا پیٹ پالتا ہے یہ سُن کر میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ خدمتِ خلق بہترین عمل ہے۔

اے نونہالو! قدرت کا اٹل قانون ہے کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری جڑیں بھی کمزور ہوتی گئیں۔ اور پھر کل کی زوردار آندھی نے مجھے زمین پر گرا دیا۔ مجھے حضرت انسان سے یہی کہنا ہے کہ وہ اگر ایک درخت کاٹے تو دس لگائے۔ تاکہ ہماری نسل باقی رہے اور فضائی آلودگی سے ماحول

ایک بار ایک غیر ملکی مہمان نے اپنے میزبان سے پوچھا "کیا ایرپورٹ یہاں سے قریب ہی ہے؟" میزبان نے کہا "نہیں"

مہمان نے وضاحت چاہی اور پوچھا "پھر ہوائی جہاز کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟" جواب ملا "یہ ہوائی جہاز نہیں، کارپوریشن کے مچھر آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔"

پاک رہے۔ انھیں بھی بارش، صاف ہوا ملتی رہے
خیر اے میرے ننھے پودو! یاد رکھو "دوسروں کے کام آنے میں ہی سچی خوشی ہے"۔
اتنا کہہ کر وہ درخت ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا اور ہم نے "درخت لگاؤ مہم" کا آغاز کردیا۔

آصف اکرم، ایل ایم سردار اردو ہائی اسکول۔ دیوپور، دھولیہ

مدرستہ الاصلاح ایک نظر میں

مدرستہ الاصلاح کی بنیاد مولانا محمد شفیع صاحب مستقیمی کے دست مبارک سے ۱۳۲۷ھ میں رکھی گئی۔ مدرستہ الاصلاح سرائے میر کے قریب ایک سرسبز و شاداب میدان میں آباد ہے اس کے اطراف حسن پور، راجاپور سکرور، کھریواں، منجیر پٹی وغیرہ گاؤں آباد ہیں۔ مولانا مرحوم کی مخلصانہ آرزو مندی کے نتیجے میں اس وقت کی دو اہم عہد آفریں شخصیتیں ان کی رفیق کار بنیں۔

حجتہ الاسلام مولانا شبلی نے اس کے ابتدائی اغراض و مقاصد و طریقۂ کار کا ایک خوبصورت ساخاکہ تیار کیا۔ اور امام المفسرین مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اس کے ابتدائی دور سے لیکر مرتے دم تک بحیثیت ناظم اس کی خدمت میں مصروف رہے۔

مولانا شبلی نعمانی اس مدرسے کے سلسلے میں جو تصویر اپنے ذہن میں رکھتے تھے وہ انھیں کی زبانی سنیے: "اس کو (مدرستہ الاصلاح) کو دین و دنیا دونوں کی تعلیم کا مرکز بنایا جائے اور مذہبی اعلا تعلیم دلائی جائے"۔ مولانا اپنی خواہش کے مطابق اس کا کوئی مکمل نظام نہ بنا سکے کہ اس سے پہلے ہی یہ فرشتہ خصلت انسان اس دنیائے فانی سے کوچ کرگیا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ

مدرستہ الاصلاح اپنی خوش نصیبی پر خدا کا شکر گزار ہے کہ اس کو ایک ایسے رہبر کی رہنمائی ملی جو اس دور آخر میں اسرار کتاب الہٰی کا سب سے بڑا حامل تھا۔ مولانا کا دور زندگی جو کم و بیش ۴۰ سال کی مدت پر مشتمل ہے کتاب الہٰی کے فہم و تدبر پر بسر کیا، مولانا نے اپنی علمی متاع اور تحقیقات کو مسودات کی شکل میں اس مدرسے کے حوالے کرکے یہ علم و عمل کا روشن چراغ ہمیشہ ہمیش کے لیے گل ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس طرح تو اس مدرسے کے وجود میں ان دو شخصیتوں کا اہم رول رہا ہے۔

مدرستہ الاصلاح ہی ایک ایسی منفرد درسگاہ ہے جس کی تعلیم کو جماعتی عصبیتوں سے پاک رکھا گیا ہے اور طرز تعلیم ایسا اختیار کیا گیا کہ طلبہ کے اندر وسعت نظری پیدا ہوسکے اور تکفیر و تفسیق اور بے جا مناقشات سے دور رہ کر مسلمانوں کے فضول آپسی اختلافات کو ختم کرسکیں۔

مدرستہ الاصلاح ایک مدرسہ نہیں بلکہ ایک علمی و فکری ادارہ ہے۔ قرآن سے وابستگی ان کا سرمایۂ افتخار ہے اس کے فضلا اس میدان کے ماہر شہسوار تسلیم کیے گئے ہیں اس (اصلاح) نے قرآنی حقائق و معارف کے واقف کار ایسے فضلاء و محققین پیدا کیے جن کی تالیفات و تصنیفات اسلامی لٹریچر میں بڑی قدر و قیمت کی حامل ہیں۔

علامہ فراہی کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا اختر احسن اصلاحی، مولانا نجم الدین اصلاحی، اور ان کے شاگرد مولانا ابواللیث اصلاحی مولانا صدر الدین اصلاحی اور مولانا بدر الدین اصلاحی اور ان کے شاگرد بے شمار چوٹی کے اصلاحی علماء نے تصنیفات و تالیفات اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے دنیائے انسانیت کو ایسی راہ دکھائی جس سے ہر باخبر آدمی بخوبی واقف ہیں۔

امسال مدرسۃ الاصلاح میں تقریباً ۱۲۰۰ سو طالب علم زیر تعلیم تھے۔ مدرسۃ الاصلاح کا ہر طالب علم باوقار اور تہذیب یافتہ ہوا کرتا ہے اور جہاں کہیں بھی رہتا ہے اس کے اندر اصلاحیت نمایاں مدعیاں رہتی ہے۔ اور امسال ۴۵ استاد تھے جن میں بالخصوص درج ذیل ہیں۔

مولانا محمد مفتی شعیب صاحب اصلاحی قاسمی، جو امسال صدر مدرس بھی تھے۔ مولانا صلاح الدین صاحب اصلاحی، جو کہ قرآن وادب وحدیث کے ماہر استاد ہیں مولانا ایوب صاحب اصلاحی، جو قرآن مجید کے ماہر استاد ومحقق ہیں۔ مولانا انیس صاحب اصلاحی، جو ایک مشہور ادیب اور ساتھ ہی ساتھ شاعر بھی ہیں۔ مولانا عمر اسلم صاحب اصلاحی، جو قرآن کے ماہر استاد ومفسر ہیں۔ مولانا ابوالفیض صاحب اصلاحی ومدنی جو کہ عربی ادب کے ایک مشہور ترین استاد ہیں۔ مولانا نسیم صاحب اصلاحی، جو عربی ادب وحدیث کے مشہور استاد ہیں۔

بلال احمد ـــــ راجا پور سکرور، سرائے میر

دلچسپ خواب

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں تقریباً نو یا دس سال کی تھی۔ میں ایک دن بازار جارہی تھی۔ ابھی میں سڑک کراس کرنے کو سوچ ہی رہی تھی کہ ایک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی "ہے کوئی جو اس اندھے کو سڑک پار کرادے"۔ میں نے دیکھا کہ ایک اندھا سڑک کے کنارے کھڑا آواز لگا رہا ہے۔ میں دوڑ کر اس اندھے کے پاس گئی اور کہا "چلیے بابا۔ میں آپ کو سڑک پار کرادیتی ہوں"۔ میں نے بابا کا ہاتھ پکڑا اور انھیں دھیرے دھیرے سڑک پار کرانے لگی۔ پھر میں نے بابا سے پوچھا "بابا اب آپ کہاں جائیں گے؟" بابا نے جواب دینے کی بجائے الٹا مجھ سے سوال کیا "بیٹا پہلے تم بتاؤ کہ کہاں کی رہنے والی ہو؟" میں نے کہا "میں پاس کی کالونی میں رہتی ہوں"۔ "اور اس وقت کہاں جارہی ہو؟" "جی اس وقت میں بازار جارہی ہوں۔ مجھے کچھ کاپیاں خریدنا ہیں۔ اچھا اب اجازت دو بابا"۔ "بیٹے تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟" "میرا نام ثمینہ ہے اور میں پانچویں کلاس میں پڑھتی ہوں"۔ میری بات پر بابا مسکرائے اور کہا "بیٹے تمھیں کیا کیا پسند ہیں؟" میں نے جواب دیا "مجھے سیر کرنا پسند ہے بابا" اور پھر اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی سہیلی رعنا کی بات یاد آگئی۔ رعنا ہمیشہ مجھ سے کہتی کہ آسمان پر ایک نیم کا پیڑ ہے۔ جس پر سب کے نام کے پتے ہیں۔ اگر کسی کے نام کا پتہ گر گیا تو سمجھ لو کہ وہ مرگیا۔

میں اپنے انھیں خیالوں میں گم تھی کہ اچانک بابا کی آواز میرے کانوں میں گونجی "آسمان میں چلوگی؟ میں تمھیں وہاں کی سیر کراسکتا ہوں۔ میں خوشی سے چلا اٹھی "سچ بابا" "ہاں بالکل سچ لیکن تم اس بات کا وعدہ کرو کہ تم وہاں کوئی شرارت نہیں کروگی۔ ورنہ سیر ادھوری رہ جائے گی"۔ "نہیں بابا میں کوئی شرارت نہیں کروں گی"، میں نے کہا "اچھا تو پھر تم اپنی آنکھوں کو بند کرلو اور جب تک میں

جج: (ملزم سے) "تم نے اس کا ہاتھ کیوں جلا دیا؟"
ملزم: "جناب! میں تو اس سے نوکری مانگنے گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میری مٹھی گرم کردو، چنانچہ میں نے اس کے ہاتھ پر جلتا ہوا سگریٹ رکھ دیا"۔
مرسلہ: گلشن آرا، اسلام نگر، ارریہ، بہار

تھوڑے لیے کو نہ کہوں تب تک بالکل نہ کھولنا۔ میں نے
ایسا ہی کیا۔ پھر بابا کی آواز آئی "اب کھول دو"۔
میں نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں تو کیا دیکھتی
ہوں کہ میں آسمان پر پہنچ گئی ہوں۔ میں نے حیرت
سے چاروں طرف دیکھا۔ اسی وقت بابا نے میرے
کندھے پر ہاتھ رکھا میں نے حیرت سے پوچھا
"بابا... کیا سچ مچ میں آسمان پر پہنچ گئی ہوں۔
بابا نے کہا "ہاں بیٹا۔ آؤ میں تمھیں یہاں کی سیر کرادوں"۔
بابا مجھے ایک ایک چیز کے بارے میں بتاتے جارہے
تھے کہ میری نظر ایک درخت پر پڑی، نہ جانے کیوں
مجھے وہ درخت عجیب سا لگا۔ اس کے جیسے پتے
میں نے کسی بھی درخت کے نہیں دیکھے تھے۔

مجھے رعنا کی بات یاد آئی۔ میں نے بابا سے
پوچھا "بابا یہ درخت کیسا ہے؟" بابا نے کہا
"سنو یہ درخت سب درخت سے الگ ہے۔
اس کے پتوں پر ہر ایک کا نام لکھا ہے۔ اگر کوئی
پیدا ہوتا ہے تو اس کے نام کا نیا پتہ پیڑ میں لگ
جاتا ہے اور اگر کوئی مرجاتا ہے تو اس کے نام
کا پتہ گر جاتا ہے"۔ میں نے بابا کی بات سن کر
سوچا کہ رعنا کی بات ٹھیک تھی۔ یہ سوچ کر میں نے
اس درخت پر نظر ڈالی تو اچانک میرے دماغ
میں خیال آیا۔ ان سب پتوں میں تو میرے نام والا
پتہ بھی ہوگا۔ اگر وہ پتہ گر جائے گا تو میں مر جاؤں گی
نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے کچھ
کرنا چاہیے کیوں نہ میں اپنے نام کا پتہ اچھی طرح
سے باندھ دوں۔

یہ سوچ کر میں جلدی سے درخت پر
چڑھ گئی اور اپنے نام کا پتہ ڈھونڈنے لگی جیسے
ہی وہ نظر آیا میں نے اسے مضبوط دھاگے سے
باندھ دیا اور بہت ہی خوش ہونے لگی۔
اچانک بابا کی غصہ بھری آواز سنائی دی۔

"تم نے شرارت کی" میں تمھیں اب سیر نہیں
کراؤں گا" یہ سن کر میں جلدی سے درخت
سے اتر گئی اور بابا سے معافی مانگنے لگی۔ بابا
کو شاید مجھ پر ترس آگیا "ٹھیک ہے لیکن اب
اگر تم نے کوئی شرارت کی تو میں تمھیں واپس
لے چلوں گا"

پھر بابا مجھے آگے لے کر گئے۔ وہاں بھی
حیرت انگیز چیزیں تھیں ایک جگہ بہت ہی بڑی
جالی تھی۔ جس میں بہت ہی چھوٹے بڑے سوراخ
تھے میں نے بابا سے پوچھا "بابا یہ کیسی جالی ہے؟"
بابا نے کہا۔ بیٹا اسے روزی کی جالی کہتے ہیں۔
"یعنی؟" میں نے بابا سے پوچھا "یعنی یہ چھوٹا
سوراخ دکھائی دے رہا ہے نا۔ یہ جس شخص کے
نام ہوگا اس کے قسمت میں اتنی ہی روزی ہوگی
اور جس شخص کے نام کا سوراخ بڑا ہوگا۔ اس
کی قسمت میں زیادہ روزی ہوگی۔

تو یہ بات ہے ذرا میں بھی اپنا سوراخ
دیکھ لوں۔ میرے شرارتی دل نے مجھے پھر اکسایا
جب میں نے بابا کی طرف دیکھا۔ وہ بڑبڑ کچھ کہتے
ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے جلدی
سے اس جالی میں قدم رکھا اور اپنے نام کا سوراخ
دیکھنے لگی "اُف! اتنے سارے سوراخ" میں
نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ میرے نام والا
سوراخ دکھائی نہیں دیا۔ میں نے پھر بابا کی طرف
دیکھا وہ شاید سمجھ رہے تھے کہ میں ان کے پیچھے
پیچھے آرہی ہوں تبھی تو وہ ہر چیز کی طرف اشارہ
کر کے مجھے کچھ بتا رہے تھے۔ ادھر مجھے بڑی مشکل
سے وہ سوراخ دکھائی دیا جس پر میرا نام تھا۔
میں نے اس سوراخ کو اپنی انگلی سے بڑا کرنا چاہا لیکن
ابھی میں سوراخ بڑا کر بھی نہ پائی تھی کہ بابا کی آواز
سنائی دی "ٹھہرو! ابھی بتاتا ہوں۔ یہ کہہ کر بابا

نے ایک زور کا تھپڑ مارا اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ امی غصہ سے کھڑی مجھے ایک تھپڑ مار کر اٹھا رہی ہیں اور... اور میں اپنے کان کے سوراخ میں انگلی گھما رہی ہوں۔

دوسرے دن میں نے یہ خواب جب سب کو سنایا تو سب لوگ ہنسنے لگے اور جب میں نے یہ خواب رعنا کو سنایا تو اس نے کہا "ثمینہ جب وہ بابا اندھا تھا تو اس نے تمہیں آسمان پہ جاکر سیر کیسے کرائی اور وہاں جاکر وہ کیسے دیکھنے لگا۔ یہ سن کر میں نے کہا، ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی پہنچے ہوئے بزرگ ہوں۔"

ثمینہ نزہت شفیع اللہ خاں، نوغازی پلاٹ۔ آکوٹ، اکولہ

حاضر دماغ غلام

کہا جاتا ہے کہ ایران کے مشہور بادشاہ عمرولیث کا ایک غلام موقع پاکر بھاگ گیا لیکن لوگوں کو فوراً ہی معلوم ہو گیا اور وہ اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ بادشاہ کا ایک وزیر کسی وجہ سے اس غلام سے ناراض تھا۔ غلام کے بھاگنے اور گرفتار ہو کر آنے کا علم ہوا تو اس وزیر نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اس گستاخ غلام کو فوراً ہی قتل کر دینا چاہیے۔ اگر اسے سخت سزا نہ دی گئی تو دوسرے غلاموں کا حوصلہ بڑھ جائے گا اور وہ بھی بھاگنا شروع کر دیں گے۔ غلام نے وزیر کی بات سنی تو سمجھ گیا کہ یہ ظالم دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرانا چاہتا ہے۔ اس نے بہت ادب سے کہا کہ "بادشاہ سلامت، یہ غلام آپ کا نمک خوار ہے اور یقیناً مجھ سے ایک گناہ ہوا ہے لیکن میرے دل سے حضور کی خیر خواہی اور محبت کم نہیں ہوئی ہے اور میں اسی محبت اور خیر خواہی کی وجہ سے یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ

قرضہ دینے والی ایک کمپنی نے اخبار میں اشتہار شائع کروایا "آپ کیوں پریشان ہیں؟ کیا آپ کے پاس رقم نہیں؟ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ اپنے دوستوں سے قرضہ نہ لیں، ہم سے لیں۔ دونوں کے فرق کو سمجھیں آپ کے دوست آپ کو چھوڑ دیں گے لیکن ہم آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

بلا وجہ مجھے قتل کرا کے حضور ناحق میرا خون اپنی گردن پر نہ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب قیامت کے دن میرے قتل کے بارے میں پوچھا جائے تو حضور جواب نہ دے سکیں۔ اگر مجھے قتل کرانا ہی ہے تو پہلے اس کا جواز پیدا کر لیں۔" بادشاہ نے سوال کیا، "وہ کیسے ہو سکتا ہے؟" غلام نے فوراً کہا کہ "حضور اجازت دیں تو میں اس وزیر کو قتل کر دوں اور پھر اس گناہ میں حضور مجھے قتل کروا دیں۔" غلام کی یہ بات سن کر بادشاہ کو ہنسی آگئی۔ اس نے وزیر کی طرف دیکھ کر کہا کہ "بتا اب تیرا مشورہ کیا ہے؟" وزیر خوف سے کانپتے ہوئے بولا کہ "حضور اس فتنے کو اپنے بزرگوں کے صدقے میں آزاد ہی کر دیں تو اچھا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ سچ مچ مجھے کسی آفت میں پھنسا دے۔ قصور میرا ہے کہ میں نے عقل مندوں کی یہ بات یاد نہ رکھی۔

گو حقیر آئے نظر پھر بھی حقیر اس کو نہ جان
اپنے دشمن کی طرف ہاتھ بڑھانے والے
تیرے دشمن کے ستانے پہ بھی ہے تیر اسر
خوب یہ بات سمجھ کر تیر چلانے والے

بادشاہ کو غلام کی حاضر دماغی بہت پسند آئی اور اسے آزاد کر دیا۔

پٹھان تسیم خانم، جامع مسجد چوک، سلوڑ مہاراشٹر

شرارت کا انجام

دو بھائی تھے رفیق اور شفیق۔ دونوں ایک ہی حافظ جی سے پڑھنے جاتے تھے۔ حافظ جی کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کی ٹانگوں میں اکثر درد ہو جایا کرتا تھا۔ وہ مدرسے میں ہی کبھی کبھار لیٹ جاتے اور بچوں کو پاؤں دبانے کے لیے کہتے۔ کچھ بچے خوش دلی سے اور کچھ بچے حافظ جی کے ڈر سے ان کے پیر دبانے لگتے۔

رفیق اور شفیق دونوں بڑے شرارتی تھے دونوں بھائیوں میں خوب جھگڑا ہوتا تھا۔ ان کی شرارت اور جھگڑے سے ان کے والدین پریشان رہتے اور کوشش کرتے کہ رفیق اور شفیق ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ حافظ جی کو بھی دونوں بھائیوں کی شرارت کا علم تھا۔ چنانچہ جس دن حافظ جی نے رفیق اور شفیق کو پاؤں دبانے کا کام دیا تو ان کی ڈیوٹی بھی واضح طور پر بانٹ دی۔ فرمایا کہ داہنا پیر رفیق کا ہے اور بایاں پیر شفیق کا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ اپنی اپنی ڈیوٹی کریں۔ چنانچہ دونوں اپنا اپنا کام کرنے لگے جب حافظ جی کی آنکھ جھپکتی تو دونوں لڑائی شروع کر دیتے اور جب حافظ جی انھیں ڈانٹ پلاتے تو وہ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرنے لگتے۔

حافظ جی کو نیند آ گئی۔ رفیق نے شفیق کو کہنی ماری۔ شفیق نے رفیق کو چیونٹی کاٹی۔ جواب میں رفیق نے شفیق کا کان اینٹھا اور خوب زور سے کھینچا۔ شفیق کو کافی غصہ آیا اور اس نے حافظ جی کا ڈنڈا اٹھا لیا۔ ڈنڈا دیکھ کر رفیق بھاگا۔ شفیق نے کھسیاتے ہوئے کہا "تم بھاگ گئے ہو تو کیا ہوا؟ تمھارے حصے کا پاؤں تو ہے!" اور اس نے ایک زوردار ڈنڈا حافظ جی کے اس پیر پر مارا جو رفیق کے حصے میں تھا۔

حافظ جی درد سے کراہ اٹھے۔ پھر کھڑے ہو گئے۔ سارا معاملہ سمجھنے میں انھیں دیر نہیں لگی۔ انھوں نے دوڑ کر شفیق کو پکڑنا چاہا۔ شفیق آگے آگے اور حافظ جی پیچھے پیچھے۔ دونوں اپنی پوری قوت سے دوڑے جا رہے تھے۔ شفیق تیز طرار لڑکا تھا اور حافظ جی ضعیف۔ اس پر ان کی ٹانگوں میں دائمی درد اور تازہ چوٹ۔ شفیق بھاگنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس نے گھر جانے کی بجائے مظفر پور ریلوے اسٹیشن جانے میں اپنی خیریت سمجھی۔ اسٹیشن پر جو پہلی گاڑی دکھائی پڑی۔ شفیق اس پر سوار ہو گیا۔ گاڑی چل پڑی۔ شفیق اس انجانے سفر پر رخصت ہو گیا۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد اسے شدید بھوک لگی وہ ایک اسٹیشن پر اتر گیا۔ اس نے اسٹیشن کا نام پڑھنے کی کوشش کی۔ بورڈ پر بیگو سرائے لکھا تھا۔ اس نے ہوٹل اور ٹی اسٹال والوں کے آگے ہاتھ پھیلایا اور کوئی چیز مانگی لیکن کسی نے کچھ بھی نہ دیا۔ مجبوراً اس نے مخالف سمت سے آتی ہوئی ٹرین کا سہارا لیا اور دل میں سوچا کہ چل کر حافظ جی اور ابا جی، امی جان سے معافی مانگ لی جائے لیکن زہے قسمت اب کی بار وہ جس ٹرین پر سوار ہوا وہ ٹرین مظفر پور نہ جا کر پٹنہ چلی آئی۔ بھوک کے مارے شفیق کی حالت خراب تھی۔ اس نے سوچا کہ اسٹیشن پر ہی بھیک مانگی جائے۔ چنانچہ وہ ٹرین سے نیچے اترا۔ وہ جیسے ہی نیچے آیا تو ٹکٹ کلکٹر نے اس سے ٹکٹ مانگا۔ اس کے پاس تو ٹکٹ تھا ہی نہیں۔ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ پھر بے تحاشا بھاگنے لگا۔ ٹکٹ کلکٹر زور زور سے چلایا "پکڑو پکڑو"، شفیق آگے آگے اور سپاہی اس کے پیچھے پیچھے۔ پلیٹ فارم ختم ہوا تو شفیق

پٹریوں پر آگیا۔ ایک پتھر سے اس کا پاؤں ٹکرایا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا۔ اس کی ٹانگوں میں کافی چوٹ آئی اور سر بھی پھٹ گیا۔ سپاہی نے اسے کالر پکڑ کر اٹھایا اور پانچ سات ڈنڈے جڑ دیے۔ شفیق درد سے کراہ اٹھا اور بیہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو ہاسپٹل میں پایا۔ اس کے ابو، امی اور حافظ جی کی آنکھیں ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھ رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں " بیٹے! یہ ہے شرارت کا انجام "۔

تنویر علی احمد حلیم کالج، عظیم آباد کالونی، پٹنہ

ایک ٹرانسپورٹر کو اس بات پر بے حد ناز تھا کہ اس کی گاڑیاں دن رات چلتی رہتی ہیں لہذا جب اس نے اپنی ٹرانسپورٹ کمپنی کے نئے دفتر کا افتتاح کیا تو وہاں یہ بورڈ خاص طور سے لگوایا " چودھری نورالدین ٹرانسپورٹ کمپنی۔ ہم فخریہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم کبھی نہیں سوتے "۔ کسی منچلے نے چند روز بعد اس جملے کے نیچے لکھ دیا " اور نہ پڑوسیوں کو سونے دیتے ہیں "۔

پڑوسیوں سے نیک سلوک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے کی تعلیم فرمائی۔ اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی پڑوسیوں کی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بکری ذبح ہوئی۔ گھر کے بازو میں ایک غیر مسلم کا گھر تھا۔ حضرت عبداللہ کے گھر والوں نے بکری کا گوشت اس کے گھر نہیں بھیجا اور جب حضرت عبداللہ گھر آئے تو پوچھا کہ پڑوسی کو گوشت بھیجا۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم نے اس لیے گوشت نہیں دیا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ آپؓ نے جلد ہی اس کے گھر گوشت بھیجا اور پھر کھانا تناول فرمایا۔

اس لیے ہمیں بھی پڑوسیوں کا خیال رکھنا چاہیے جس سے اللہ بھی خوش ہو اور رسول بھی۔ اللہ ہمیں پڑوسیوں کا خیال رکھنے والا بنا دے۔ (آمین) (ماخوذ)

انصاری ماجد زکی، پلاٹ نمبر ۱۴، سروے نمبر ۱۸ مولانا کمپاؤنڈ، کمال پورہ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

چچا چلمن کے کارنامے

چچا چلمن، سوکھے ہوئے ببول کی طرح دبلے پتلے، لمبا قد، آنکھیں کسی ٹیلے کی طرح ابھری ہوئیں، چہرہ پر ہمیشہ بارہ بجتا رہتا، پیشانی کافی لمبی چوڑی کرکٹ کے میدان کی طرح، ناک توتے کی طرح مگر ذرا لمبی بچے دیکھ کر ڈرتے، بڑے دیکھتے ہی کہتے چنگیز خان کی نسل سے ہے لیکن جیسے ہی چلمن میاں اپنا منہ کھولتے اور باتیں شروع کرتے تو کیا بچے، کیا بڑے، کیا بوڑھے، سب چلمن میاں کو گھیر لیتے جیسے نوادر مداری ہو۔

چاچا چلمن کے اندر ویسے تو بہت سی خوبیاں تھیں لیکن ہنسنا ہنسانا ان کی زندگی کا مشغلہ بن گیا تھا۔ باتیں کرتے تو معلوم ہوتا کہ چٹکلوں لطیفوں کی بارش ہو رہی ہے۔ میاں باتوں باتوں میں اکثر کہا کرتے کہ ہمارے پردادا مرحوم جناب شیخ چلی صاحب ایسے تھے، ویسے تھے۔ مزید کہتے کہ بڑے بڑے ڈاکٹر، ہیڈ ماسٹر، انسپکٹر، ان سے ملنے آتے ایک دن غمزدہ لہجے میں کہنے لگے کہ ہمارے چچا جان جنھیں دنیا " چاچا چھکن " کہتی ہے بڑے اچھے

آدمی تھے اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں کئی بڑے
بڑے پلاٹ نصیب کرے۔ آخر عمر میں بھولنے کے
مریض ہو گئے تھے، ایک دن سانس لینا بھول گئے
اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کے انتقال سے نقصانِ عظیم سہنا پڑا۔
پورا گاؤں ماتم کدہ بن گیا، لوگ دھاڑے مار مار
کر رونے لگے، بچوں کی چیخیں، بوڑھوں کی آہوں
سے پورا گاؤں گونج اٹھا اس وقت ہمارا بڑا برا
حال تھا روتے روتے آنسو سوکھ گئے تھے ہم
رو رہے تھے خوب رو رہے تھے ہم نے محسوس
کیا کہ آنسوؤں کی وجہ سے زمین پر کیچڑ ہو گئی۔

سائڈین عرف رمضان میاں ان کے لنگوٹیا
یار ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے سایے
کی طرح لگے رہتے، لوگ دیکھ کر کہتے ایک چھوڑو
ہے تو دوسرا لپیٹو۔ شام کے ٹھیک چھ بج رہے
تھے کہ چلن میاں سائڈین کے گھر جا پہنچے، دروازہ
بند دیکھ کر زور سے چلایا کہ ابے رمضانے دروازہ
کھول! رمضان میاں کے دماغ نے خطرے کا
الارم بجایا کہ مصیبت آن پڑی۔ دل ہی دل میں
جل جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔ ۔ ۔ ۔ کا ورد کرنے
لگے۔ جیسے ہی دروازہ کھولا ویسے ہی چلن میاں نے
اندر چھلانگ لگائی اور صوفے پر اپنے عجیب وغریب
جسم کو گراتے ہوئے کہنے لگے۔ کھانا کھانے سے
پہلے چاے والے ہو جائے۔ رمضان میاں کے
دماغ میں شکنیں پڑنے لگی کہ مان نہ مان میں تیرا
مہمان، جیسے ہی چلن میاں نے کہا کہ رات میں
یہیں قیام وطعام کرنا ہے تو رمضان میاں کا چہرہ
تانبے کی طرح سرخ ہو گیا۔ دل ہی دل میں ایک
درجن بد دعاؤں سے نوازا کہ اے عالی جناب
ملک الموت صاحب اس غریب کا جلد از جلد دنیا
سے پتہ کٹ کیجیے۔ ہندستان میں غریبی عام ہو چکی
ہے ہمارے لیڈران نے غریبی کے خاتمے کے
لیے کئی جلسہ عام کیے لیکن جب غریبی نے ہندستان
سے اسرائیل کی طرح گٹھ جوڑ کر لیا تو ہمارے ملک
وقوم کا درد رکھنے والوں نے نسخہ کیمیا یہ بتلایا کہ
غریبی کو ختم کرنے کے لیے غریبوں کو ختم کرنا ہوگا
تو اے موت کے فرشتے وقت کی نزاکتوں کو جانتے
ہوئے مسلمانوں کی طرح اس کا بھی قلع قمع کر دے
تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، لیکن یہ سوچ کر
کہ مرنے کے بعد کفن دفن کرنا پڑے گا اپنی بددعا
کو واپس لے لی۔ چلن میاں برابر کھانے کی رٹ
لگا رہے تھے۔ رمضان میاں نے جھلا کر کہا کہ
چوہوں کی چٹنی اور مینڈک کا سالن پکا ہے بولو
تو حاضر کروں۔ جب چلن میاں خاموش ہو گئے
تو رمضان میاں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ چلن
میاں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کہنے لگے کہ گھر
میں دن بھر ٹی وی چالو رہنے کی وجہ سے بل بہت
زیادہ آیا اور بل بھرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں
بچوں نے اسکول کو طلاق دے دیا، الو کے پٹھے
اسکول جانے کا نام نہیں لیتے، تمھاری بھابی
ٹی وی کی وجہ سے ٹی بی کی مریض ہو گئی۔ رمضان
میاں کے پوچھنے پر کہنے لگے ٹاٹا کو ٹرانسفر کر کے
ٹی وی پر اور ریڈیو پر ڈبل ٹیبل ٹاڈا لگانا چاہیے؟
کیونکہ: بربادی گلشن کی خاطر بس ایک ہی ٹی وی کافی ہے
ہر گھر میں ٹی وی رکھی ہے انجام گلستاں کیا ہوگا۔

اشفاق حسین سلامت آباد۔ مالیگاؤں

دکھی لڑکی

بہت دن کی بات ہے۔ کسی گاؤں میں سات
بھائی ایک ساتھ رہتے تھے۔ ان ساتوں کی شادی
ہو چکی تھی۔ ان کی ایک بہن بھی تھی جسے ساتوں بھائی

اپنی جان ومال سے زیادہ چاہتے تھے ان کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے والدین کی جائداد بہت کم تھی جو آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔ ایک دن ساتوں بھائیوں نے طے کیا کہ وہ کہیں جا کے کمائیں گے ساتوں نے اپنی بہن سے کہا، ہماری پیاری بہن ہم سب بھائی پردیس کمانے جا رہے ہیں۔ ہمیں تو اپنے ہاتھوں کی بنی ہوئی روٹیاں باندھ کر دے بہن نے کہا۔ اچھا میں صبح جلدی اٹھ کر روٹی پکا دوں گی اور انھیں باندھ کر دوں گی۔ رات کو سب سو گئے صبح ان کی بہن بہت جلدی اٹھی، روٹی پکائی اور ایک بھائی کو سات روٹیاں باندھ کر دیں۔ بھائیوں نے جاتے وقت اپنی اپنی بیویوں سے کہا، ہماری بہن کو تھوڑی سی بھی تکلیف نہ دینا۔" یہ کہہ کر بھائی رخصت ہو گئے۔

اپنے اپنے شوہروں کے جانے کے بعد بیویوں نے اسے اپنے گھر میں بہت تکلیف دینا شروع کیا۔ ایک دن اس کی بھابیوں نے اس سے کہا۔ جا یہ سب کپڑے دھو، مگر سوکھے دھونا۔" بچاری کرتی کیا نہ کرتی۔ بیس جوڑا کپڑا لے کر ندی پر گئی۔ اور وہاں بیٹھ کر رونے لگی۔ وہاں کی دھوبن نے جب رونے کی آواز سنی تو وہ اس کے پاس جاکر بولی "ساتوں بھائی کی بہن تم کیوں رو رہی ہو" لڑکی نے کہا "میری بھابیوں نے مجھے اتنے سارے کپڑے دھونے کو دیے اور کہا کہ اسے سوکھے دھونا میں کیسے دھو سکتی ہوں" دھوبن نے کہا "ہم دھو دیتے ہیں اور سوکھا بھی دیتے ہیں" اور انھوں نے دھو کر اور سوکھا کر دے دیے اور اس نے کپڑا لے کر اپنی بھابیوں کو دیا تو انھوں نے اسے سوکھی روٹی جو کئی دن کی باسی تھی دی اور تھوڑی سی چٹنی دی، اس نے کسی طرح روتے دھوتے کھائی اور پھر دوسرے دن

بیوی نے شوہر سے کہا: "گھر میں لڑکی جوان ہو گئی ہے اور آپ کو کچھ پروا نہیں۔"
"تو کیا کروں؟" شوہر نے بے بسی سے پوچھا۔
"بھئی کوئی لڑکا تلاش کیجیے نا! کیا بڑھاپے میں اس کے ہاتھ پیلے کریں گے۔"
"بیگم! تلاش تو کر رہا ہوں لیکن کیا کروں جو بھی لڑکا ملتا ہے احمق، کام چور اور معمولی شکل وصورت کا ہی ملتا ہے۔"
"لو اور سنو۔ اگر میرے والد بھی یہی سوچتے تو میں آج تک کنواری ہی رہتی۔" بیگم نے تنک کر جواب دیا۔

اس کی بھابیوں نے اسے ایک بہت ہی بڑے تھالے میں چاول دیتے ہوئے کہا "یہ چاول چن کر لاؤ اس میں ایک بھی کنکر دیکھا تو تجھے کھانا نہیں ملے گا اس نے چاول کی تھالی اٹھائی اور لے جاکر پہاڑ پر رکھ دی اور رونے لگی۔ رونے کی آواز سے ادھر ادھر اڑتی چڑیاں اس کے پاس آگئیں اور کہا، ساتوں بھائی کی بہن تو کیوں رو رہی ہے؟" اس نے کہا "میری بھابیوں نے اتنا سارا چاول چن کر لانے کو کہا ہے میں یہ کیسے چن سکتی ہوں میں تو زندگی میں کبھی بھی چاول نہیں چنی" چڑیوں نے کہا "اچھا ہم جاکر چاول میں سے ایک ایک کنکر چن کر پھینک دیں گے تو رو مت" انھوں نے چاول کو چن کر لڑکی کے حوالے کیا۔ لڑکی چاول لیکر گھر گئی تو اس کی بھابیوں نے اسے سوکھی روٹی اور تھوڑی سی چٹنی دی۔ بچاری نے رو رو کر کھالی اور خدا کا شکر ادا کیا۔
کئی مہینے اسی طرح بیت گئے۔ ایک بار ان

کی بھابیوں نے اس سے کہا، اب لکڑیاں ختم
ہوچکی ہیں تو جا کے جنگل سے لکڑیاں لے کر آ، لڑکی
جنگل کے راستے جا رہی تھی کہ اس کے بھائیوں نے
اسے دیکھ لیا۔ انھوں نے اسے پکڑ کر پوچھ تاچھ
کی تو وہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم وستم رو رو کر
بتانے لگی۔ اس کے بڑے بھائی کو اس پر بہت
غصہ آیا، اس نے اپنے گھر میں آنے سے پہلے بہن
سے کہا "تو جا کر گھر کے اندر کہیں چھپ جا، ایسا
چھپنا کہ تیری بھابی تجھے نہ دیکھ سکے اور ہم کہیں کہ
بہن آجاؤ تو تو آنا۔ وہ گھر میں چپکے سے داخل ہو گئی
اور چھپ گئی۔ اس کے بھائی گھر میں آئے اور
آتے ہی کہا میری بہن کہاں ہے؟ بڑی بیوی
نے کہا "وہ تو ابھی ابھی اپنی سہیلی سے ملنے گئی
ہے آپ کو اتنی فکر کیوں ہے، آپ تھوڑی دیر
آرام کریں،، بھائیوں نے کہا پہلے ہماری بہن کو ڈھونڈ
کر لاؤ۔ ساتوں بیویاں اسے ڈھونڈنے لگیں
آخر انھوں نے آکر کہا وہ نہیں مل رہی ہے۔
تب بڑے بھائی نے کہا "بہن آجاؤ"، تو ان کی
بہن روتی ہوئی آئی۔ اس کے کپڑے بہت گندے
تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ بہت دنوں سے نہائی
نہیں ہے۔ اس نے بھائیوں کے سامنے اپنے
اوپر کیے گئے ظلم بتائے۔ بھابیوں نے کہا "یہ
جھوٹ بول رہی ہے اس کو ہم نے بہت آرام
دیا اس سے ایک کام تک نہیں کرایا" یہ سن کر بڑے
بھائی نے کہا "میں ایک بہت بڑا دیگ لاتا ہوں
اور اس میں تیل ڈال کر اسے گرم کرتا ہوں اور
تم ایک ایک کرکے یہ کہتے ہوئے ہاتھ ڈالنا کہ
اگر میں نے تمھاری بہن پر ظلم کیا ہو تو مجھے جلا
ڈال۔

بڑے بھائی نے دیگ لاکر اس میں تیل کو
کھولایا اور کہا کہ ایک ایک کرکے ہاتھ ڈالو چھے
بیویاں ڈال کر مر گئیں اور آخری جو سب سے چھوٹی
تھی اس نے بھی کہا اگر میں نے تمھاری بہن پر
ظلم کیا تو تیل مجھے جلا ڈال، اس نے ہاتھ ڈال
کر کہا ارے یہ تو بہت ٹھنڈا ہے۔ پھر اس نے
اپنی بہن کو کہا کہ تو یہ کہتے ہوئے ہاتھ ڈال کہ اگر
میری بھابیوں نے مجھ پر ظلم نہیں کیا تو تو مجھے
جلا ڈال۔ اس نے ہاتھ ڈالا تو چلا اٹھی "ارے
یہ تو بہت ٹھنڈا ہے پھر اس میں بھابیاں کیسے
جل کر مر گئیں۔ اور پھر ایک چھوٹی بہن اور ایک
بہن بچ گئی۔ اور ساتوں بھائی اور بہن اور اس
کی بھابی ہنسی خوشی رہنے لگے۔

محمد حسن نور اللہ، انجمن مفید الیتمیٰ، مدنپورہ بمبئی ۸

والد کی نصیحت

ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام تھا سمیہ۔
سمیہ کے پاس ایک خوبصورت چڑیا تھی جو سمیہ کہتی
تھی وہ ویسا ہی کرتی۔ ایک دن سمیہ قریب کے
باغ میں گئی تو اپنی ننھی سی چڑیا کو بھی ساتھ لے
گئی۔ جب دونوں باغ میں پہنچے تو دکھائی دیا کہ
ایک ٹہنی پر توتا بیٹھا ہے اس کے ہرے ہرے
پروں پر لال لال چونچ کتنی اچھی لگ رہی تھی
سمیہ بولی "چڑیا تم دیکھ رہی ہو کہ سامنے والے
درخت پر ایک خوبصورت توتا بیٹھا ہے۔
چڑیا بولی سمیہ ہم اس کو پکڑ کر پالیں گے۔
تو سمیہ بولی۔ ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ چڑیا ہم کو اسے
پکڑ کر پال لینا چاہیے۔ چلو ہم اسے پکڑ کر گھر لے
چلیں۔ دونوں نے مل کر توتے کو پکڑ لیا اور
اپنے گھر لے چلے۔ گھر لاکر ایک چھوٹے سے
پنجرے میں ڈال دیا اور پنجرہ لے کر اپنے ابا کے
پاس گئے اور کہا ہم دونوں نے مل کر ایک توتا

کو پکڑ لیا ہے۔ دیکھیے کتنا خوبصورت ہے تو ابا نے کہا بیٹی پرندے کو پکڑ کر قید کرنا اچھا نہیں تم اسے چھوڑ دو، تم جانتی نہیں کہ اس کے بچے بھی رہے ہوں گے وہ سب بھوکے ہوں گے یہ توتا اپنے بچوں کو دانہ لے جاکر کھلائے گا ورنہ بچے بھوکے رہیں گے۔ سمیہ کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا اور اس نے فوراً توتے کو آزاد کر دیا۔

دیکھا آپ نے کس طرح سمیہ نے اپنے باپ کی بات سن کر توتے کو چھوڑ دیا۔

این تحیہ ناز ——— وانمباڑی

اللہ کا کرم

کسی گاؤں میں ایک آدمی رہتا تھا۔ وہ روزانہ بکری چرانے کے لیے پڑوس کے جنگل پر جایا کرتا تھا۔ اسی راستے میں ایک اسکول بھی تھا۔ وہ بچوں کو روزانہ پڑھتے دیکھتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کو بھی پڑھنے لکھنے کا شوق ہوگیا۔ دوسرے دن وہ بکری لے کر آیا اور بکریوں کو میدان میں چھوڑ کر اسکول پہنچا۔ اسکول کے ایک استاد سے اس نے کہا کہ میں بھی پڑھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے پڑھائیں گے؟ استاد نے کہا ٹھیک ہے تم کل سے آنا۔ دوسرے دن وہ اسکول پہنچا۔ استاد نے اس کو چار سبق دیے اور کہا کل یاد کر کے آنا۔ "جھانکا جھانکی کرتے ہیں"۔ "ٹھوکا ٹھوکی کرتے ہیں"۔ "کھسر پھسر اب جاری ہے"۔ "ہرن چھلانگ لگاتے ہیں"۔

یہ چار باتیں پڑھ کر اور سبق لے کر وہ گھر چلا گیا۔ اپنی بیوی سے رات میں سوتے وقت یہ بات کہہ دی کہ تم آج رات کے ۱۲ بجے مجھے جگا دینا۔ میں سبق یاد کروں گا۔ رات کو ۱۲ بجے اس کی بیوی نے اس کو جگا دیا۔ وہ اپنا سبق یاد کرنے لگا۔ "جھانکا جھانکی کرتے ہیں"۔ ٹھیک اسی وقت پڑوس کے ایک گھر میں چور، چوری کرنے کی غرض سے آیا ہوا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر جھانک رہے تھے کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ جب یہ پہلا سبق دُہرایا تو چور چونک اٹھے اور بولے ضرور ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے۔ پھر انھوں نے گھر میں نقب لگانا شروع کر دی۔ تب تک یہ اپنا دوسرا سبق دُہرایا، "ٹھوکا ٹھوکی کرتے ہیں"۔ چوروں کو اب یقین ہوگیا کہ اسے ضرور کوئی دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اسی وقت اس نے اپنا تیسرا سبق دُہرایا۔ "کھسر پھسر اب جاری ہے"۔ چوروں نے اتنا سننے کے بعد وہاں سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب تک اس نے اپنا چوتھا سبق دُہرایا "ہرن چھلانگ لگاتے ہیں"، چور اور تیزی سے بھاگ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو گھر والوں کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی وجہ سے ہمارے گھر میں چوری ہوتے ہوتے بچی ہے تو گھر والوں نے اس کو خوب شاباشی دی اور بہت سارا انعام دیا۔

دیکھا پیاری بھائیو! قسمت کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا ہے۔ آیا ہوا چور کس طرح سے بے نیل و مرام بھاگا۔ اللہ بڑا مہربان ہے۔

اطہر البشر السبیل اکیڈمی ارریہ بہار

مندرجہ ذیل پیامیوں کو ان کی اچھی تحریر پر انعام میں کتابیں روانہ کر دی گئیں۔

- آصف اکرام۔ دیوپور، دھولیہ
- بلال احمد۔ راجاپور، سکرور سرائے میر
- ثمینہ نزہت، شفیع اللہ خاں۔ آکوٹ
- پٹھان شمیم خانم، سلوڑ
- تنویر علی اعظمی، پٹنہ
- انصاری ماجد زکی مالیگاؤں معرفت مکتبہ اطفال
- حسن نوراللہ۔ بمبئی
- اطہر البشر، السبیل اکیڈمی ارریہ بہار

اپنا تعارف خود کرایئے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

۱۔ آپ کا نام
۲۔ آپ کے والد صاحب کا نام
۳۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔ ان کے نام لکھیے۔
۴۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن کس اسکول اور کس درجے میں پڑھتے ہیں (اسکول کا پورا پتا لکھیے)
۵۔ آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا ہے؟
۶۔ اپنے اساتذہ کا نام لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ وہ آپ کو کون سا مضمون پڑھاتے ہیں۔
۷۔ آپ کو کون سا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ آپ کی زندگی میں کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ بہت خوش ہوئے اور کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ دکھی ہوئے۔
۹۔ آپ کون سا لباس اور کون سی غذا پسند کرتے ہیں
۱۰۔ اپنے قریب ترین دوستوں کے نام لکھیے۔
۱۱۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ کیا آپ نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کب۔
۱۳۔ کیا آپ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ ان مصنفین اور شاعروں کے نام لکھیے جن کی نگارشات کو آپ بہت پسند کرتے ہوں۔
۱۵۔ پیام تعلیم آپ کب سے پڑھ رہے ہیں اس میں آپ کو کون سا کالم پسند ہے اور کون سا ناپسند
۱۶۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں۔

ضروری: سوال لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف ترتیب سے سوال نمبر لکھ کر جواب لکھیے۔ آخر میں اپنا پورا پتا لکھنا نہ بھولیے

تعارف نامے

ج ۱:۔ فیصل آفاق۔
ج ۲:۔ جناب آفاق منظر ندوی میرے والد ہیں۔
ج ۳:۔ میرے دو بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بھائیوں کے نام ایمن آفاق، عتبہ آفاق۔ بہنوں کے نام لیلیٰ آفاق، ہلا آفاق اور یسریٰ آفاق۔
ج ۴:۔ میں دسویں کلاس کا طالب علم ہوں اور ۱۹۹۲ء میں میٹرک کا امتحان دوں گا۔ میرے اسکول کا پتا یہ ہے: قاسمیہ ہائی اسکول، ہری داس چٹرجی لین، گیا، بہار۔
بھائی ایمن آفاق درجہ اوّل میں پڑھتے ہیں اور بہن ہلا آفاق درجہ چہارم کی طالبہ ہیں۔ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے ہیں۔ اسکول کا پتا یہ ہے: اقرا اکیڈمی، ملت ہاسپٹل کیمپس، نغتیہ روڈ گیا بہار۔
بہن لیلیٰ آفاق مدرسہ عائشہ للبنات رائے بریلی میں درجہ اعلادیہ کی طالبہ ہیں۔ مدرسہ کا پتا یہ ہے۔ مدرسہ عائشہ للبنات، کہران کا اڈہ، بارا کنواں، رائے بریلی، یوپی۔

بھائی عقبہ آفاق اور بہن یسریٰ آفاق ابھی چھوٹے ہیں اس لیے اسکول نہیں جاتے۔

ج ۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔

ج ۶:۔ میرے اساتذہ کے نام اور مضامین جو ہمیں پڑھاتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا الیاس صاحب	اردو فارسی
زاہد قاسمی صاحب	تاریخ، علم المدن
آل حسن صاحب	جغرافیہ
فاروقی صاحب	ریاضی اور علم طبیعیات
عبدالمقیط صاحب	حیاتیات
شاہد حسن صاحب	کیمیا
امین الرب صاحب	انگریزی
اوپندر ناتھ پاٹھک صاحب	ہندی
احتشام حیدر خاں صاحب	کھیل کود اور جسمانی ورزش کی پڑھائی

ج ۷:۔ مجھے بیڈمنٹن کا کھیل بہت پسند ہے۔

ج ۸:۔ جب میں نے عمرہ کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یہی میری زندگی کا وہ لمحہ تھا جب میں بہت خوش ہوا۔ ایک بار اسکول کی کسی تقریب کے لیے درجہ کے ساتھیوں نے پیسے اکٹھے کیے پیسے مجھے رکھنے کو دیا گیا۔ میں نے پیسے اپنی پتلون کی جیب میں رکھے تھے۔ اتفاق سے کسی نے راستے میں پیسے اڑا لیے۔ یہی میری زندگی کا وہ لمحہ تھا جب میں بہت دکھی ہوا۔

ج ۹:۔ میں لباس میں خان سوٹ اور غذا میں دودھ اور روٹی کھانا پسند کرتا ہوں۔

ج ۱۰:۔ میرے قریب ترین دوستوں کے نام ہیں اشرف احمد، عادل اور محمد وسیم۔

ج ۱۱:۔ جی ہاں میں اپنے دوستوں کو تحفہ میں اچھی کتابیں پڑھنے کو دیتا ہوں۔

ج ۱۲:۔ میں نے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے جو اس طرح ہے۔

صبح فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر تلاوت، پھر گرمیوں میں ۶ بجے سے اور جاڑے میں ۷ بجے سے نو بجے تک ٹیوشن پڑھنے جاتا ہوں۔ ۱۰ بجے سے اسکول جاتا ہوں اور چار بجے لوٹتا ہوں۔ ساڑھے چار بجے ٹیوشن جاتا ہوں اور چھ بجے واپسی ہوتی ہے واپس آکر تھوڑی دیر کھیلتا ہوں۔ مغرب کی نماز کے بعد گھر کا کام کر کے پڑھتا ہوں عشا تک۔ عشا کی نماز کے بعد کھانا وغیرہ کھا کر تھوڑی دیر پڑھتا ہوں۔

ج ۱۳:۔ میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔ البتہ کبھی کبھی نافرمانی بھی ہوتی ہے۔

ج ۱۴:۔ مصنفین میں ابن صفی، میرزا ادیب، پریم چند، راجندر سنگھ بیدی، رشید احمد صدیقی، یوسف ناظم، اور شوکت تھانوی کے نگارشات بہت پسند کرتا ہوں۔

شاعروں میں علامہ اقبالؒ، جگر مرادآبادی، سید کلیم الدین، الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی، غالب، شاد عظیم آبادی کے نگارشات بہت پسند کرتا ہوں۔

ج ۱۵:- پیام تعلیم کا میں نیا خریدار ہوں اور تین مہینے سے اسے پڑھ رہا ہوں۔ ویسے پہلے بھی اسے پڑھنے کا اتفاق ہوا کرتا تھا۔ پیام تعلیم میں مجھے گدگدیاں کا کالم پسند ہے۔ پیام تعلیم میں سبھی کالم اچھے ہیں اس میں مجھے کوئی کالم ناپسند نہیں ہے۔

ج ۱۶:- میں مستقبل میں ایک ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

پتا:- فیصل آفاق، کرن بک ڈپو، ٹی ماڈل اسکول لین، جی بی روڈ گیا۔ بہار ۸۲۳۰۰۱۔

ج ۱:- مجاہد سُروے

ج ۲:- مشتاق احمد عبدالرزاق سُروے

ج ۳:- ایک بھائی اور ایک بہن۔ نام بالترتیب، احمد علی، میزہ بیگم

ج ۴:- میں حاجی ایس ایم مقدم ہائی اسکول اینڈ جونیر کالج کی بارھویں جماعت (آرٹس) کا طالب علم ہوں۔ میرے بھائی اور بہن آدرش ہائی اسکول کرجی۔ کھیڈ میں بالترتیب ہشتم اور دہم جماعت میں زیر تعلیم ہیں۔

ج ۵:- میرا پسندیدہ مضمون اردو ہی رہا ہے بعدہٗ انگریزی اور سماجیات۔

ج ۶:- جناب انصاری شفیق احمد — اردو پڑھاتے ہیں
جناب پٹیل اشفاق احمد — جغرافیہ پڑھاتے ہیں
محترمہ رشیدہ بیگم — انگریزی پڑھاتی ہیں

ج ۷:- شطرنج: میرا سب سے زیادہ پسندیدہ کھیل ہے کیونکہ دماغی ورزش کا بہترین ذریعہ ہے

ج ۸:- دسویں جماعت میں نمایاں کامیابی پر میرے اساتذہ اور ساتھی طلبہ نے ڈھیر ساری مبارکبادیں پیش کیں۔ وہ دن میری زندگی کا گویا ناقابلِ فراموش دن تھا اس دن میں بے حد خوش تھا۔ نانا جان کے داغِ مفارقت دے جانے سے ہمارے گھرانے میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنا ناممکن ہے والدہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب دیکھ کر میں بہت دُکھی ہوا تھا۔

ج ۹:- ایسے تمام لباس جس سے شرافت اور پاکیزگی ظاہر ہو مجھے بے حد پسند ہیں۔ غذا میں چاول اور مچھلی زیادہ پسند ہیں۔ اس کے علاوہ وقت پر غذا جو دے دے میں بہ خوشی کھا لیتا ہوں۔

ج ۱۰:- دوستیاں تو بے شمار ہیں لیکن جن کا میں ہمیشہ ذکر کرتا ہوں وہ نعیم اور ساجد ہیں جو میرے بھائیوں کی طرح میرے دکھ سکھ کے شریک بھی ہیں۔

ج ۱۱:- جی ہاں! حدیث میں کہا گیا ہے کہ "تحفے دیا کرو اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے" دوستوں کی طرف سے بھی مجھے بہت سارے تحائف ملتے رہتے ہیں۔

ج ۱۲:- جی ہاں! علی الصباح بعد نماز فجر دو گھنٹے مسلسل پڑھائی کے لیے وقف ہیں۔ شام ۴ بجے کے بعد سے مغرب تک کے اوقات کھیل کود کے لیے مقرر ہیں۔ بعد نماز عشاء ہوم ورک اور دیگر پڑھائی کے لیے رکھے گئے ہیں۔

ج ۱۳:- جی ہاں! والدین کا فرمان سب سے زیادہ مقدم ہے۔ حدیث میں ہے کہ "جنت، ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور باپ جنت کا ایک دروازہ" یقیناً والدین کی خدمت سے آدمی جنت کا مستحق بن جاتا

ہے۔ بزرگوں کا احترام کرنے کی تلقین بھی مذہب اسلام میں جا بجا کی گئی ہے۔ میں ان پر عمل پیرا ہونے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہوں۔

ج ۱۴:۔ مصنفین میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالحق، صالحہ عابد حسین اور سرسید احمد خاں اور شعرائے کرام میں علامہ اقبال، اکبرالہ آبادی اور مرزا غالب مجھے بہت پسند ہیں۔

ج ۱۵:۔ پیام تعلیم کا میں گذشتہ آٹھ سالوں سے مستقل قاری ہوں۔ رسالہ کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے سائنسی اور معلوماتی مضامین کے کالم قلمی دوستی، اشعار، اقوال زریں، گدگدیاں، حکیم صاحب کے مشورے وغیرہ مستقل کالم سب سے زیادہ پسند ہیں۔ کوئی حصہ یا کوئی کالم ایسا ہو ہی نہیں سکتا جسے ناپسند کیا جائے۔

ج :۔ میں مستقبل میں تعلیم حاصل کر کے ایک مدرّس بننا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ معلّم معمارِ قوم ہوتا ہے قوم کے نونہالوں کے اخلاق و کردار کی تعمیر میں اس کا سب سے بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

پتا: مجاہد مشتاق سروے، پوسٹ کرجی، تعلقہ کھیڈ ۴۱۵۷۰۷ ضلع رتنا گیری

۱:۔ میرا نام سید کلیم اور تخلص رہبر ہے۔

۲:۔ میرے والد صاحب قبلہ کا نام سید بشیر ہے۔

۳:۔ ہم سب چھ بھائی بہن ہیں جن کے نام اس طرح ہیں۔ سید سلیم، سید کلیم رہبر، سید ناظم، سید تسلیم، سید نعیم، اور یاسمین بانو۔

۴:۔ میں ادارہ "انجمن جونیر کالج کھام گاؤں" میں بارھویں جماعت (آرٹس) کا طالب علم ہوں۔ میرے تین بھائی بہن زیر تعلیم ہیں۔ میرا ایک بھائی سید ناظم ضلع پریشد اردو ہائی اسکول امڑا پور میں زیر تعلیم ہے۔ دوسرا بھائی سید نعیم اردو مڈل اسکول امڑا پور ضلع بلڈانہ میں زیر تعلیم ہے اور بہن یاسمین بانو گرلز اردو مڈل اسکول امڑا پور ضلع بلڈانہ میں زیر تعلیم ہے۔

۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو اور انگریزی ہے۔

۶:۔ میرے استاد محترم کا نام سید عثمان ہے جو ہمیں اردو پڑھاتے ہیں۔

۷:۔ میرا پسندیدہ کھیل "والی بال" ہے۔

۸:۔ میری زندگی میں وہ خوشگوار لمحہ ۱۵ اگست ۱۹۹۴ کو آیا تھا جس دن میں نے اپنا خود کا لکھا گیت گایا تھا جس پر مجھے انعام سے نوازا گیا تھا اور وہی گیت ایک رسالے میں شائع ہوا۔ اس کی مجھے بعد خوشی ہوئی۔ ایسی خوشی مجھے پہلے کبھی میسر نہ ہوئی۔ اور میری زندگی کا سب سے تاریک اور دکھی دن یکم مئی ۱۹۸۹ کو تھا۔ اس وقت میں ساتویں جماعت میں فیل ہو گیا تھا۔ اس کی خاص وجہ کچھ لوگوں کی غداری۔ اور ضد تھی۔ میں ساری کلاس میں پڑھائی میں اوّل ہونے کے باوجود اکیلا فیل ہو گیا تھا اس کا غم اور احساس مجھے آج تک ہوتا ہے۔

۹:۔ میرا پسندیدہ لباس پتلون، قمیص ہے اور میری پسندیدہ غذا، ویسے میں تلی ہوئی چیزیں زیادہ پسند کرتا ہوں مگر مجھے وقت پر جو بھی کھانے کو مل جائے۔ میں اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتا ہوں۔

۱۰:۔ میرے قریب ترین دوست، سید نور، عبدالشفیق، سلیم نذر، صادق، عبدالاحد، شیخ اعظم رفیق ہیں۔
۱۱:۔ میں اپنے دوستوں کو اردو کے رسالے تحفے میں دیتا ہوں۔
۱۲:۔ میری پڑھائی کا وقت صبح چھے بجے سے نو بجے تک ہیں اور کھیل کا وقت نو بجے سے دس بجے تک ہے۔ اور رات میں پڑھائی کا وقت نو سے گیارہ بجے تک ہے۔
۱۳:۔ میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا بھی مانتا ہوں۔
۱۴:۔ میں جن مصنفین اور شاعروں کی نگارشات پسند کرتا ہوں ان کے نام یہ ہیں۔ مصنفین میں سرسید احمد خاں، مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالحق، صالحہ عابد حسین، عبدالحلیم شرر اور شوکت تھانوی۔ شاعروں میں علامہ اقبال، ساحر لدھیانوی، فیض احمد فیض، اکبر الہ آبادی وغیرہ۔
۱۵:۔ میں رسالہ پیام تعلیم تقریباً چار سال سے پڑھ رہا ہوں اور اس رسالے کے سبھی کالم مجھے بے حد پسند ہے۔
۱۶:۔ میں مستقبل میں ایک بہترین قلم کار اور اردو کا خدمت گار بننا چاہتا ہوں۔ بس یہی میری خواہش ہے۔
پتا: سید کلیم رہبر امرا پوری، محلہ مانک چوک، امرا پور ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر۔

۱:۔ میرا نام رئیس احمد قلمی نام عبداللہ اور تخلص ہلال ہے۔
۲:۔ میرے والد صاحب کا نام حافظ عبدالواحد ہے۔
۳:۔ میرا صرف ایک بھیا ہے اس کا نام لئیق احمد ہے۔ بہن ایک بھی نہیں۔
۴:۔ میرے بھیا اسکول چھوڑ چکے ہیں۔ انھوں نے آٹھویں تک اے ٹی ٹی ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ اور میں فی الحال دسویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ میرے اسکول کا نام شیخ عثمان ہائی اسکول ہے میرا اسکول ہزار کھولی میں واقع ہے۔
۵:۔ اردو، عربی
۶:۔ مجھے تمام ہی اساتذہ پسند ہیں کیونکہ وہ مجھے تعلیم دیتے ہیں[1]
۷:۔ ادبی معمے کو حل کرنا۔ کبڈی۔
۸:۔ میری زندگی کا خوشگوار لمحہ وہ تھا جب میری پہلی کاوش 'استاد' ماہنامہ اُمنگ میں شائع ہوئی تھی اور میری زندگی کا سب سے دکھی لمحہ وہ تھا جب اس سیکولر وطن کے فرقہ پرستوں نے بابری مسجد کو شہید کر کے ہندستان کے امن کو برباد کیا تھا۔
۹:۔ میرا پسندیدہ لباس کرتا، پینٹ اور شرٹ ہے اور غذا، اللہ کی عطا کردہ ہر چیز۔ خاص طور سے بھنڈی۔
۱۰:۔ عبدالعظیم تقویتی، ماجد زکی، حامد حسین ظفر اور جلیل احمد جلیلی۔ میرے عزیز دوست ہیں۔
۱۱:۔ جی ہاں! میں اپنے ہر دوست کو ہر وقت سلام کا تحفہ دیتا ہوں، جو میرا فرض بھی ہے۔
۱۲:۔ میں کھیل میں بہت کم وقت دیتا ہوں۔ فرصت کے لمحات میں مطالعہ ہی کرتا ہوں، ویسے عصر بعد کھیلتا ہوں۔

[1] اساتذہ کا نام لکھنا ضروری ہے۔ (ادارہ)

۱۳:۔ جی بزرگوں کی خدمت کے بغیر سب کچھ ناممکن ہے انھیں کی دعاؤں کے طفیل سب کچھ ہوتا ہے اسی لیے میں اپنا فرض سمجھ کران کا کہنا مانتا ہوں اوران کی عزت کرتا ہوں۔
۱۴:۔ مصنفین ہیں، ایم یوسف انصاری، یوسف ناظم، حکیم محمد سعید۔ اورشاعروں میں علاّمہ اقبال اور حالیہ شاعروں میں ہر اچھا جو کہ اردو کی صحیح خدمت کر رہا ہے۔
۱۵:۔ میں پیام تعلیم جنوری ۱۹۹۱ء سے باقاعدہ پڑھ رہا ہوں۔ مجھے اس میں قسط وار ناول، بچوں کی کوششیں، پسندیدہ اشعار اور معلومات کے علاوہ جاگو جگاؤ بہت پسند ہے اور ہر ماہ مقابلہ نہ ہونا بہت ناپسند ہے۔ پلیز ہر ماہ مقابلے دیا کریں۔
۱۶:۔ میں مستقبل میں ایک حافظ قاری اور عالم بننے اور اس گندے معاشرے کو راہِ راست پر لانے کا عزم رکھتا ہوں۔ بس اس عزم کو اللہ تعالیٰ پورا فرما دے۔ آمین

پتا: عبداللہ ہلال، ۱۰۴۸ بی، کمال پورہ، مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳

۱:۔ شوکت احمد تیلی
۲:۔ خواجہ غلام احمد تیلی
۳:۔ میرے دو بڑے بھائی ہیں ایک کا نام منان احمد تیلی اور دوسرے کا نام ریاض احمد تیلی۔
۴:۔ میں نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی اسکول جامع قدیم سوپور سے دیا ہے اور میرا بڑا بھائی آئی اے ایس کے امتحان کی تیاری کر رہا ہے اور دوسرا بھائی ہینڈ لوم ٹیکنالوجی میں ڈپلوما کر رہا ہے۔
۵:۔ اسلامیات اور علم کیمیا۔
۶:۔ میرے اساتذہ کے نام یوں ہے مولوی اعجاز الحسن۔ یہ مجھے اسلامیات پڑھاتے تھے۔ محمد مقبول صاحب، یہ مجھے انگریزی پڑھاتے تھے۔
۷:۔ والی بال۔
۸:۔ میری زندگی کا حسین لمحہ وہ تھا جب میں نوودیہ ودیالیہ میں چھٹی جماعت میں داخلے کے لیے منتخب کیا گیا، اور اب تک کوئی دکھی لمحہ نہیں گزرا اور انشاء اللہ نہیں گزرے گا۔
۹:۔ میں لباس میں زیادہ تر کرتا، پاجامہ پسند کرتا ہوں۔ چاول اور دودھ کی غذا زیادہ پسند کرتا ہوں۔
۱۰:۔ میرے قریب ترین دوستوں کے نام یوں ہیں۔ شوکت احمد نجار، جاوید احمد شیخ، بشارت، امتیاز احمد زکی۔
۱۱:۔ نہیں! آج تک میں نے تحفہ لفظ کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ رہی بات دینے کی، وہ تو کبھی نہیں دیا۔
۱۲:۔ ہاں! میں نے پڑھنے کے لیے صبح پانچ بجے سے آٹھ بجے تک وقت مقرر کیا ہے اور کھیلنے کا وقت شام پانچ بجے سے ۶-۳۰ بجے تک۔
۱۳:۔ جی ہاں! میں اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا کہنا مانتا ہوں کیوں کہ انھیں کی دعا سے میرا مستقبل روشن ہوگا۔

۱۴:۔ نثر میں مجھے اپنے بھائی مشتاق احمد کے مضامین پسند ہیں۔ اور شاعری میں اپنے دوسرے بھائی ریاض کی تخلیقات۔ اس کے علاوہ مائل خیرآبادی کی کہانیاں اور علامہ اقبال کی شاعری پسند ہے۔
۱۵:۔ تقریباً سبھی کالم قابل تعریف ہے۔
۱۶:۔ میری دلی تمنا ہے کہ مستقبل میں ڈاکٹر بنوں تاکہ لوگوں کی خدمت کر سکوں۔ (اپنا پتا نہیں لکھا)

۱:۔ انیس شاہ۔
۲:۔ والد صاحب کا نام یونس شاہ ہے۔
۳:۔ میرے علاوہ میری تین بہنیں ہیں۔
۴:۔ نگر پریشد اردو ہائی اسکول سے ۱۰ویں جماعت تک تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ آگے کی تعلیم دوسرے تعلیمی ادارہ سے جاری ہے۔
۵:۔ میرے پسندیدہ مضامین، اردو، سائنس، تاریخ وجغرافیہ ہیں۔
۶:۔ جناب عبدالرحمٰن، ایس ایم ہارون صاحب نے ہمیں اردو، تاریخ وجغرافیہ پڑھایا۔
۷:۔ مجھ کو شطرنج کے علاوہ موسیقی کا، مصوّری کا کافی شوق ہے۔
۸:۔ میں اپنی زندگی میں اس وقت بہت خوش ہوا، جس لمحہ مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے والد و والدین ہیں اور اس وقت بے انتہا دکھی ہوا جس لمحہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ "پیام تعلیم" ۱۹۲۶ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے لیکن یہ رسالہ میری زندگی میں ۱۹۹۱ء میں کیوں آیا۔ اس سے پہلے کیوں نہیں داخل ہوا۔
۹:۔ مجھے سفید و ہلکے رنگ کے سوتی کپڑے بے حد پسند ہیں۔
میری غذا میں سبزیوں کی بھرمار ہیں۔
۱۰:۔ ماسٹر انیس خان، ماسٹر عارف اعجاز صاحب، میکنیکل انجینیر تنویر صاحب، الیکٹریشین محمد اسد صاحب۔
۱۱:۔ حضور کا قول ہے "اپنے دوستوں کو تحفے دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے" اور ہم اس قول پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔
۱۲:۔ میں نے اپنا ایک ٹائم ٹیبل تیار کیا ہے جو درج ذیل ہے۔ صبح ۵ سے ۷ بجے تک پڑھائی، دوپہر کو روزی کمانا۔ شام ۶ بجے سے ۷ بجے بعد نماز مغرب سیر کو نکلنا۔ رات ۹ بجے سے ۱۲ تک پڑھائی کرنا بعدہٗ سونا۔
۱۳:۔ ماں باپ کے بعد اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔
۱۴:۔ میرے پسندیدہ شاعروں میں اقبالؔ، غالبؔ، میرؔ، حالیؔ، دردؔ، وغیرہ ہیں۔ مصنفین میں پریم چند، حالی، سرسید احمد خاں، شبلی وغیرہ۔
۱۵:۔ میں پیام تعلیم کا مطالعہ تقریباً پچھلے چار سالوں سے کر رہا ہوں۔ اس رسالے کے مجھے ابتدائی کالم، سائنس وگدگدیاں، پسندیدہ اشعار، آدھی ملاقات و بچوں کی کوششیں، اچھے لگتے ہیں۔ اس رسالے کی ایک خامی ہے وہ یہ کہ قلمی دوستی میں جو نام شائع ہوتے ہیں ان کی عمریں اتنی کم ہوتی ہے کہ ورق پلٹ دینے کو جی کرتا ہے۔

۱۶:۔ میں تاریخ اور اردو میں پی ایچ ڈی کرنا چاہتا ہوں۔
پتا:۔ انیس شاہ ابن یونس شاہ، بدھوارہ، انجن گاؤں، سورجی ضلع امراؤتی، مہاراشٹر

۱۔ محمد قمر الزماں
۲:۔ مولوی محمد سہیل الدین
۳:۔ میں اور دو بھائی، محمد سرفراز عالم اور محمد شہباز عالم اور ایک بہن بزم آرا ہے۔
۴:۔ تعلیم حاصل کرنے کے لائق ایک بھائی محمد سرفراز عالم اور بہن بزم آرا ہے۔ تعلیم گاہ کے پتے بالترتیب درج ذیل ہیں۔
دارالعلوم رحمانی، زیرو مائل ارریہ بہار۔ مدرسہ اسلامیہ گیاری، ارریہ بہار
۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون سائنس اور حساب ہے۔
۶:۔ میرے اساتذہ کے نام اور مضامین مندرجہ ذیل ہے۔

محمد مشتاق صاحب	حساب، فزکس
محمد منظر صاحب	جغرافیہ، ایس، یو، پی، ڈبلو
محمد وحید صاحب	کیمسٹری
محمد عباس صاحب	ہندی
محمد منصور صاحب	اردو
محمد مسعود صاحب	انگلش
محمد شمس رضا صاحب	تاریخ
محمد محمود صاحب	بایولوجی
محمد ولی صاحب	سی وکس

۷:۔ میرا پسندیدہ کھیل۔ فٹ بال اور کرکٹ ہے۔
۸:۔ ایک بار جب میں نے ایک ڈوبتے ہوئے چھ سال کے بچے کو نہر سے بچایا تو بچے کے والدین اور دیگر حضرات کی تعریف اپنے کانوں سے سن کر اور انعام لیکر بہت خوش ہوا یہ واقعہ ۱۹۹۲ء کا ہے۔ جب میری ایک بہن غزالہ پروین کا کار ایکسیڈنٹ میں (۱۹۸۸ء میں) انتقال کر گئی تو وہ لمحہ ایسا تھا جب میں سب سے زیادہ دکھی ہوا۔
۹:۔ لباس میں پنجابی کرتا پاجامہ اور غذا میں روٹی اور دال زیادہ پسند کرتا ہوں۔
۱۰:۔ قریب ترین دوستوں کے نام:۔ محمد جعفر رحمانی، محمد تنویر عالم، محمد ابو نصر عالم۔
۱۱:۔ جی ہاں! ہر ماہ کے شروع ہی میں۔
۱۲:۔ جی ہاں! پڑھنے کا وقت (گھر پر) رات ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک اور صبح ۴ بجے سے ۷ بجے تک۔
کھیلنے کا وقت: شام ۴ بجے سے ۵ بجے اور ۶ بجے تک۔
۱۳:۔ جی ہاں۔ کبھی کبھی والدین کی بھولے سے نافرمانی بھی ہو جاتی ہے۔

۱۴:۔ مصنفین سرسید احمد خاں، حسین واعظ کاشفی۔ شاعروں میں، علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی
۱۵:۔ دو سالوں سے
۱۶:۔ انجینیر اور ڈاکٹر (فی الحال دونوں کورس کی کتابیں پڑھتا ہوں)
پتا:۔ محمد قمر الزماں، گیاری، اررریہ بہار۔

محمد ثناء اللہ ویشالی اور اظہر حسین دھولیہ، اپنا تعارف ترتیب وار کروائیں۔ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے (ادارہ)

۱:۔ محمد اظہار الدین انصاری
۲:۔ والد محترم کا نام محمد عبد اللہ انصاری ہے۔
۳:۔ ہم دو بھائی اور تین بہن ہیں محمد اظہار الدین، محمد صحاب الدین، وظیفہ خاتون، حلیمہ خاتون، حکیشہ خاتون۔
۴:۔ محمد اظہار الدین گورنمنٹ اسکول سہومی میں پڑھتے ہیں اور چھوٹا بھائی اور بہن گھر مدرسہ میں پڑھتے ہیں۔
۵:۔ اردو۔
۶:۔ ایس ایس عباس رضوی، جو اردو، فارسی، انگریزی پڑھاتے ہیں۔
۷:۔ کبڈی۔
۸:۔ جس وقت ہم بیمار پڑے تھے اس وقت ایسا لگا تھا کہ اب ہم نہیں بچیں گے تو دکھی ہوئے تھے اور جب ہم ساتواں درجہ اچھے نمبروں سے پاس کر گئے تو بہت خوش ہوئے تھے۔
۹:۔ ہم خان ڈریس اور ساگ سبزی اور انڈا پسند کرتے ہیں یہ ہماری مرغوب غذا ہے۔
۱۰:۔ محمد اشرف علی ہمارے خاص دوست ہیں۔
۱۱:۔ ہاں ہم اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے اور لیتے ہیں۔
۱۲:۔ صبح کو ۵ بجے سے ۸ بجے تک گھر پر۔ اس کے بعد نہا دھو کر اسکول آجاتے ہیں پھر ۴ بجے سے ۵ بجے تک کھیلتے ہیں۔
۱۳:۔ جی ہاں، ہم اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔
۱۴:۔ تہران کو کب قدر، رابندر ناتھ ٹیگور۔ علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، وفا ملک پوری،
۱۵:۔ چھوٹی چھوٹی کہانی اور قصے، لطیفے اور اقوال زریں وغیرہ۔ اور قلمی دوستی کی کوئی خاص ضرورت، میں محسوس نہیں کرتا۔
۱۶:۔ میں معلم بننا چاہتا ہوں۔
پتا:۔ اظہار الدین انصاری، مقام پوسٹ ربیع پور، ضلع سیوان بہار

۱:۔ جاوید
۲:۔ والد صاحب کا نام غلام غوث ہے۔

۳:۔ میرا ایک بھائی عابد ہے اور تین بہنیں ہیں ترنم، تبسم اور رخسار۔
۴:۔ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا ہوں۔ عابد تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ ہم دونوں بھائی، اردو اسکول نمبر ا بوئیس چوپڑہ میں۔ ترنم تیسری جماعت میں پڑھتی ہے۔ تبسم اور رخسار پہلی جماعت میں پڑھتی ہیں۔
ان تینوں کے اسکول کا پتا۔ اردو گرلس اسکول محلہ درگاہ علی مقام چوپڑہ ضلع جلگاؤں مہاراشٹر
۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو، عربی اور انگریزی ہے۔
۶:۔ میرے اساتذہ کرام کا نام مندرجہ ذیل ہیں۔

وحید صاحب	حساب اور اردو پڑھاتے ہیں
سلیم صاحب	انگریزی اور مراٹھی پڑھاتے ہیں
رزاق صاحب	ہندی اور سائنس پڑھاتے ہیں
حمید ابا جان	تاریخ اور جغرافیہ پڑھاتے ہیں

۷:۔ مجھے کرکٹ کا کھیل بہت پسند ہے۔
۸:۔ ۱۹۹۵ء کو جب میں نے رمضان شریف کے ۲۹ روزے رکھے تھے تو میں بہت خوش ہوا تھا اور جب مہاراشٹر میں ۳۰ ستمبر کو ایک بھیانک زلزلہ آیا تھا تو میں بہت دکھی ہوا تھا۔
۹:۔ لباس میں، پتلون اور سادہ کرتا، غذا میں گوشت، دہی اور چاول پسند ہے۔
۱۰:۔ میرے خاص دوستوں میں ظہیر اور اشفاق ہیں
۱۱:۔ میں نے تحفے نہیں دیے، مگر ہر ایک کی مدد ضرور کی۔ اپنے دوستوں کو کتابیں پڑھنے کو دیتا ہوں۔
۱۲:۔ صبح میں کھیلنا اس کے بعد لائبریری میں اخبار پڑھنا اور رات کو پڑھنا لکھنا۔
۱۳:۔ جی ہاں، اساتذہ، بزرگوں کا ہم سب بھائی بہن احترام کرتے ہیں۔
۱۴:۔ شاعروں میں غالب اور علامہ اقبال اور خواجہ الطاف حسین حالی۔ اور مصنفوں میں مولانا آزاد، سر سید احمد خاں، سید حامد۔
۱۵:۔ میں دو سالوں سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے پیام تعلیم کا ہر کالم پسند ہے۔
۱۶:۔ میں مستقبل میں اچھی سی نوکری کرنے والا اور نیک دیندار آدمی بن کر اپنے خاندان کا نام روشن کرنا چاہتا ہوں۔

پتا: جاوید غلام غوث، محلہ درگاہ علی، مقام چوپڑہ ضلع جلگاؤں۔ مہاراشٹر ۴۲۵۱۰۷

۱:۔ جاوید احمد
۲:۔ میرے والد محترم کا نام ڈاکٹر عبدالقادر ہے۔
۳:۔ میری چار بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ بہنوں میں فرحانہ تبسم، رخسانہ بیگم، شاہینہ پروین، شبانہ اعظمی، بھائی نوید اور امجد۔
۴:۔ میں انجینیرنگ کالج میں تیسرے سال میں ہوں اور بھائی ٹیکنیکل ہائی اسکول میں اور بہن انجمن اسلام آرٹس سائنس میں پڑھتی ہیں۔

۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون آرکیٹکچر انجینئرنگ ہے۔
۶:۔ میرے اساتذہ میں مس ناز پروین صاحبہ۔ یہ ہمیں ریلوے ٹنسل بریجیں پڑھاتی ہیں۔
۷:۔ میرا پسندیدہ کھیل چلس ہے۔
۸:۔ میں اس وقت بہت خوش ہوا، جب مجھے انجینئرنگ میں سیٹ ملی اور خدا کا فضل و کرم ہے کہ آج تک مجھے صرف خوشی ہی خوشی ملی کوئی غم نہیں ملا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔
۹:۔ مجھے سوٹ بوٹ اور ٹائی بہت پسند ہے اور غذا میں فروٹ اور بادام، میوہ ہے۔
۱۰:۔ شبیر احمد، وسیم رضا، مختار احمد ہیں۔
۱۱:۔ جی ہاں، ہم اپنے مخلص دوستوں کو تحفے دیتے ہیں۔
۱۲:۔ کھیلنے کا وقت نماز عصر کے بعد اور پڑھنے کا وقت نماز مغرب کے بعد مقرر کیا ہے۔
۱۳:۔ جی ہاں، ضرور ان کا حکم سر آنکھوں پر، اساتذہ، بزرگوں اور والدین کے احترام سے ہی میں اس مقام پر ہوں۔
۱۴:۔ شاعروں میں ڈاکٹر محمد اقبال، مصنفوں میں ظہیر النسا نگار جی کے نگارشات بہت پسند ہیں۔
۱۵:۔ میں پیام تعلیم ۱۹۸۹ء سے ہی پڑھتا آرہا ہوں، مجھ کو کہانیوں کے علاوہ وہ تمام نگارشات اور دیگر مستقل کالم بے حد پسند آتے ہیں۔
۱۶:۔ میں مستقبل میں ایک مشہور آرکیٹکچر انجینئر بننا چاہتا ہوں۔
پتا: معرفت ڈاکٹر عبدالقادر ملا، مکان نمبر ۱۶۰ ایم اے، جی فرسٹ گاندھی نگر، ہبلی کرناٹک

۱:۔ محمد ریاض الحق
۲:۔ والد صاحب قبلہ کا نام محمد انوار الحق سلفی ہے۔
۳:۔ میرے چار بھائی اور تین بہنیں ہیں۔
بھائی، شمس الدین، امام الدین، کلام الدین، سلام الدین۔ بہنیں، شمیم النسا، خیر النسا، امیر النسا۔
۴:۔ عربی درجہ پنجم میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ اسکول کا نام و پورا پتا۔ جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس۔
میرا بھائی شمس الدین، عربی درجہ سوم میں اور امام الدین عربی درجہ اوّل میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں۔ بھائی کلام الدین اردو درجہ چہارم میں اور سلام الدین درجہ حفظ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کا پتا: معہد عثمان بن عفان ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵۔ میری بہن شمیم النسا عربی درجہ سوم میں اور خیر النسا اردو درجہ سوم میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ مدرسہ کا پتا: مدرسہ جامعات الصالحات رام پور، یوپی۔
۵:۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو اور عربی ہے۔
۶:۔ رضاء اللہ عبدالکریم المدنی　　فقہ
شہاب الدین صاحب مدنی　　الحدیث
سمیع اختر صاحب ازہری　　عربی ادب

طلحہ صاحب مدنی　　　　تفسیر قرآن
محمد ایوب صاحب قاسمی　　　　اردو ادب
فضل الرحمٰن صاحب ندوی　　　　صرف و نحو
ماسٹر محمد احمد صاحب　　　　انگلش

۷:۔ مجھے فٹ بال، بہت زیادہ پسند ہے
۸:۔ آل انڈیا مقابلہ قرأت میں دوسری پوزیشن حاصل ہوئی، تو میں بہت خوش ہوا۔ اور میرے نانا کے انتقال پر مجھے بہت دکھ ہوا۔
۹:۔ میں سفید لباس، اور جس غذا میں (پروٹین لے) ہو اس کو پسند کرتا ہوں۔
۱۰:۔ عبدالسلام، طارق الاسلام، یوسف، اشتیاق احمد۔
۱۱:۔ جی ہاں! میں اپنے دوستوں کو تحفے تحائف دیتا ہوں۔
۱۲:۔ جی ہاں! میں نے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ کھیلنے کا وقت: بعد نماز عصر سے صلاۃِ مغرب سے پہلے۔ پڑھنے کا وقت: بعد نماز مغرب سے ۱۲ بجے تک۔ صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک۔
۱۳:۔ جی ہاں! میں اپنے والد، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب و احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔
۱۴:۔ مصنفین میں: مولانا عبدالحمید رحمانی، مولانا عبدالوہاب خلجی اور مولانا سمیع اختر ازہری۔ شاعروں میں، مولانا حالی مرحوم، حفیظ جالندھری، غالب اور سودا۔
۱۵:۔ پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں پسندیدہ اشعار، اقوال زریں، گدگدیاں، بچوں کی کوششیں مجھے بہت پسند ہے۔ قلمی دوستی، آدھی ملاقات، پسند نہیں ہے۔
۱۶:۔ میں مستقبل میں دین اسلام کا داعی بننا چاہتا ہوں۔
پتا: محمد ریاض الحق معرفت انصار الحق مکان نمبر ۳۱۳۹ ترکمان گیٹ گلی نواتیلی، دہلی ۶

سعدالدین انصاری

آہستہ چلنا اور آہستہ بولنا

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، اور اپنی آواز کو نیچا رکھو، بدترین آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔

تفسیر

آہستہ چلنے اور آہستہ بولنے میں وقار ظاہر ہوتا ہے، سنجیدگی اور متانت پیدا ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں اگر غرور کے ساتھ نہ ہوں تو پسندیدہ ہیں۔ حضورؐ ہمیشہ نہایت متین اور سنجیدہ رہتے تھے۔ صحابہ کرام اگر نماز کی طرف بھی دوڑ کر آتے تو آپؐ یہی فرماتے کہ "تم میں وقار اور سنجیدگی ہونی چاہیے"، حضورؐ کی سنجیدگی کا یہ حال تھا کہ آپ کو کبھی کسی نے قہقہہ کے ساتھ ہنستے نہیں دیکھا، بس تبسم پر آپؐ اکتفا فرماتے تھے۔

قلمی دوستی

قلمی دوستی کے کالم کے لیے اس وقت دو ہزار سے زیادہ پیامیوں کے خطوط جمع ہیں۔ انشاء اللہ سب ترتیب سے شائع ہوں گے لیکن ان پیامیوں کے پتے شائع نہیں ہوں گے جن کے پتے پہلے ایک بار شائع ہو چکے ہیں،

(ادارہ)

نام: محمد کونین عالم عمر: ۸ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: غالب اور عمران سے دوستی کرنا۔
پتا: معرفت محمد صادق عالم، مقام، ہرپور، پوسٹ تہسیلی ضلع ارریہ بہار۔

نام: شائستہ فرحین
تعلیم: آئی ایس سی سیکنڈ ایر
مشغلہ: کورس کی کتابیں پڑھنا۔
پتا: معرفت محمد مسعود۔ نیر ایری فورغ ہاسپٹل، بھٹی روڈ، راوڑکیلا، ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ

نام: انیس الدین زبیری "امین" عمر ۱۸ سال
تعلیم: انٹر

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: نظر موتی مسجد قصبہ و پوسٹ رچھا ضلع بریلی یوپی

نام: کہکشاں آفرین
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کورس کی کتابوں کو دل لگا کر پڑھنا
پتا: معرفت محمد مسعود، نیر ایری فورغ ہاسپٹل، بھٹی روڈ راوڑکیلا ضلع سندرگڑھ (اڑیسہ)

نام: عبد الغنی عمر ۱۳ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: محلہ پورہ باغ، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

نام: معراج فرحین
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: اسکول کی کتابیں پڑھنا
پتا: انگلش اسکول گولڈن جبلی، نظام آباد، یوپی

نام: محمد ساجد جمیل
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت اقبال اختر نادان قلعہ گھاٹ، دربھنگہ بہار

نام: مومن شاکرہ شبیر احمد
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: ۷۹ اسلام پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ ۴۲۱۳۰۲

نام: فرحانہ سید عبد اللہ شاہ
تعلیم: آٹھویں جماعت

مشغلہ: دینی اور نصیحت آموز کتابیں پڑھنا
پتا: معرفت سید عبداللہ سید حسن شاہ، ۶۶۱۲۰ مالی واڑہ
بیس، احمد نگر، مہاراشٹر

نام: شکیل انجم عمر ۱۶ سال
تعلیم: آئی اے
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: خمیرن ٹولی، سمڈیگا، گملا، بہار

نام: محمد ارشد رضا عمر ۱۶ سال
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مسجد کوارٹر، دھرم پور ضلع بردوان، بنگال

نام: زاہد عالم عمر ۱۵ سال
تعلیم: آئی اے
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: درگاہی محلہ نالہ روڈ، راوڑکیلا، اڑیسہ

نام: عبدالرحمٰن ولد شیخ موسیٰ
تعلیم: بی ایڈ
مشغلہ: دین کی دعوت دینا
پتا: مقام پوسٹ کھیتی تعلقہ پاتو ضلع آکولہ

نام: محمد عرفان باغباں
تعلیم: عربی اوّل
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: پرانا بازار، گلی ماریحال بیلگام

نام: شفیق احمد انصاری
تعلیم: دسویں جماعت

مشغلہ: دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: حاجی ایس ایم مقادم ہائی اسکول، کھیڈ ضلع رتناگری

نام: ریحانہ خاتون بنت محمد شہید
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مدرسہ معہد تعلیم البنات جامعہ ابن تیمیہ،
چندن بارہ، ضلع موتیہاری، مشرقی چمپارن، بہار

نام: غزالہ رونق
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معہد تعلیم البنات، جامعہ ابن تیمیہ، چندن بارہ
مشرقی چمپارن، بہار

نام: صادق رضا عمر ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: چھوٹے بھائیوں کو پریشان کرنا
پتا: معرفت حسان احمد، دھرم پور، سمستی پور، بہار

نام: ساجد رضا عمر ۲۰ سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت حسان احمد، دھرم پور، سمستی پور، بہار

نام: فرحت سلطانہ
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت غلام سبحانی، مرزاپور دیاری، ارریہ، بہار

نام: محمد شمشاد عمر ۱۶ سال

تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت محمد لیسین فروٹ سیلر، نزدیک مسجد، پانڈیاں مالیر، مالیر کوٹلہ، پنجاب

نام : عبدالولی عمر ۱۲ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : محلہ پورہ دلھن، مبارک پور، اعظم گڑھ یو۔پی

نام : ضمیر احمد عمر ۱۱ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : محلہ پورہ دلھن مبارک پور، اعظم گڑھ یو پی

نام : اشتیاق انصاری
تعلیم : حافظ
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : مومن پورہ، سرونج ضلع ودیشا، ایم، پی

نام : انور جمال عمر ۱۸ سال
تعلیم : انٹر فائنل
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتا : معرفت امتیاز احمد محلہ حیدر آباد، مبارک پور اعظم گڑھ، یو۔پی

نام : محمد صدام الدین
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، مچھلیاں پکڑنا
پتا : مقام و پوسٹ بردا ہا، وایا کمتول ضلع مدھوبنی بہار

نام : محمد الیاس عمر خاں

تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : جامع مسجد کے پاس، مالی پورہ سرونج، ضلع ودیشا، ایم، پی

نام : عثمان غنی عابدی
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : روزی کی تلاش
پتا : محلہ حیدر آباد، پوسٹ مبارکپور، اعظم گڑھ یو پی

نام : نجم الرحمٰن انصاری عمر ۱۸ سال
تعلیم : بی اے
مشغلہ : اچھے طالب علموں سے دوستی کرنا
پتا : محلہ حیدر آباد، مبارکپور، اعظم گڑھ یو پی

نام : محمد انور جاوید عمر ۱۷ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : محلہ مسلم کالونی، نزدیک مسجد بلڈنگ ہاؤس، مرود روڈ بائی پاس، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور پنجاب

نام : تبسم نسرین
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : اچھے رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا : چاندنی چوک، امراؤتی

نام : عبدالوہاب عمر ۱۶ سال
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا : محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ یو پی

نام : محمد اشر محمد حلیم خاں عمر ۱۴ سال

تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: پیرچے بلڈنگ کرناک بندر، پی ڈی میلو روڈ
روم نمبر ۳۷، بمبئی نمبر ۱

نام: راشدہ نکہت
تعلیم: ایس۔ ایس سی
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: این، ای، ایس ہائی اسکول، ناگوتھنا رائے گڑھ

نام: شیخ ظہور الدین یعقوب لاڈلے عمر ۱۷ سال
مشغلہ: پیام تعلیم، نور، امنگ پڑھنا
پتا: پلاٹ نمبر ۱۰ روم نمبر ۳۷، اوسی سی، مالونی،
ملاڈ گیٹ نمبر ۵، بمبئی ۹۵

نام: رفیق احمد محمد مرتضیٰ
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: ٹینس کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: گھر نمبر ۱۴۱۰ گلی نمبر ۶، اسلام پورہ، مالیگاؤں، ناسک

نام: ابوبکر صدیق
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: ڈاک ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: ۱۱۰۸، انصار روڈ اسلام پورہ، مالیگاؤں، مہاراشٹر

نام: شیخ عثمان عبدالرحمٰن
تعلیم: بی اے
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بیڈمنٹن کھیلنا
پتا: مقام پوسٹ کھیڈی، تعلقہ پاتور ضلع آکولہ

نام: محمد عبدالحی عمر ۱۳ سال

تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ڈاک بنگلہ، کورٹلہ ضلع کریم نگر اے پی

نام: محمد ضمیر شیخ ساانڈو رضوی عمر سات سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: بڑوں کا کہا ماننا، سچ بولنا
پتا: معرفت شیخ بھیکاری، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

نام: عبدالشہید
تعلیم: آئی اے
مشغلہ: بڑوں کی عزت کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: ساکن بوڑھیماری، پوسٹ الثاہاٹ، کشن گنج بہار

نام: ربّانی۔ لے۔ ملّا عمر: ۱۶ سال
تعلیم: SSL.C
مشغلہ: معلوماتی کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: سکاف روضہ گلی، عادل فوٹو اسٹوڈیو، بیجاپور

نام: آصف اقبال عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کبڈی کھیلنا
پتا: معرفت شمیم عالم جینگڑوا ضلع روتہٹ گور نیپال

نام: معظم رضی عمر: ۸ سال
مشغلہ: والدین کی خدمت کرنا،
پتا: معرفت شمیم عالم جینگڑوا ضلع روتہٹ گور نیپال

نام: انتخاب عالم عمر: ۶ سال
مشغلہ: پڑھنا، کھیلنا
پتا: معرفت شمیم عالم جینگڑوا ضلع روتہٹ گور نیپال

نام: طارق انور عمر: ۱۳ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: جینگڑوا، ضلع روتہٹ گور (نیپال)

نام: عارف ضیاء عمر: ۸ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: جینگڑوا، ضلع روتہٹ گور، نیپال

نام: محمد محمود عمر: ۱۲ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: محلہ سکٹھی، پوسٹ مبارک پور، اعظم گڑھ یو پی

نام: راشدہ پروین بنت شعیب
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: چندن بارہ، اکواری ٹولہ (برہم استھان) ضلع موتی ہاری مشرقی چمپارن بہار

نام: محمد امام الدین انصاری عمر: ۱۹ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: نرائن پور (نواب موڑ) مدھوپور، دیوگھر بہار

نام: ساجد پرویز عمر: ۱۹ سال
تعلیم: ایچ۔ایس۔سی
مشغلہ: دوستی کرنا، افسانہ نویسی
پتا: آسے گاؤں، تعلقہ منگرول پیر ضلع آکولہ

نام: محمد ناہد اختر عمر: ۱۲ سال

تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: محلہ مسلم کالونی، نزدیک مسجد بلڈنگ ہاؤس سرود روڈ بائی پاس، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور پنجاب

نام: زینت پروین
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت عبدالسلام، بڑھئی پورہ منگرول پیر ضلع آکولہ

نام: محمد وجیہہ الحق
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت ثاقب ضیاء، ڈلوکھر، مدھوبنی بہار

نام: عبدالودود قاسمی
تعلیم: فاضل دارالعلوم دیوبند
مشغلہ: پیام تعلیم و دیگر رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا: بابر لاج محلہ شیر محمد بھیگو دربھنگہ بہار

نام: مدثر احمد خاں عمر: ۱۹ سال
تعلیم: ایچ۔ایس۔سی
مشغلہ: دوستی کرنا، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: ایم۔ایس۔خان کرانہ دکان آسے گاؤں، تعلقہ منگرول پیر ضلع آکولہ

نام: عرفان عالم عمر: ۱۶ سال
تعلیم: آئی۔اے
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: نالہ روڈ، راوڑکیلا، اڑیسہ

نام: ریحانہ خاتون
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: بہنوں سے دوستی کرنا
پتا: راوڑکیلا، نالہ روڈ ضلع سندرگڑھ اڑیسہ

نام: محمد حسین خاں عمر: ۱۶ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم شوق سے پڑھنا
پتا: راوڑکیلا، نالہ روڈ، ضلع سندرگڑھ یوپی

نام: محمد زاہد حسین عمر: ۱۲ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت توقیر عالم سلفی، پیغمبر پور، سمستی پور، بہار

نام: عمران ملّا
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت عبدالغفار ملا، بالی روڈ مومن گاروان بھٹکل

نام: محمد اسلم ملّا
تعلیم: ایس۔ ایس ریڈی
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت دادا بھائی ملّا، سیدگلی این بینگری دھارواڑ

نام: شبانہ آفرین
تعلیم: بی ایس سی
مشغلہ: مطالعہ کرنا
پتا: معرفت محمد شکیل۔ اولڈ اسٹیشن روڈ راوڑکیلا اڑیسہ

نام: ہوش اقبال جاوید عمر: ۹ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: جاوید اقبال، جونیر انجینیر کا قاضی پورہ، بالاپور ضلع آکولہ۔ مہاراشٹر

نام: محمد شبیر شانو
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، اخبار پڑھنا
پتا: شانو ہاؤس، مومن، محلہ شیرور، بھٹکل

نام: محمد افضل عمر: ۱۱ سال
تعلیم: پہلی جماعت (فارسی)
مشغلہ: اپنی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: پورارانی انصار گرلس اسکول، مبارک پور اعظم گڑھ

نام: یاسمین پروین
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: قرآن وحدیث اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: قلندریہ اردو ہائی اسکول، منگرول پیر آکولہ

نام: محمد ارشد عمر: ۹ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: مبارک پور انصار گرلس اسکول، اعظم گڑھ

نام: وسیم رضا (راجا) عمر: ۱۵ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ اور فٹ بال کھیلنا
پتا: معرفت نیرا یری توگ ہوسپیٹل، بھٹی روڈ راوڑکیلا ضلع سندرگڑھ اڑیسہ

نام: ظہیر الحق
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا: محلہ پورہ دیوان، اونچی تکیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

نام: شبیر احمد ناہر
تعلیم: بی۔اے
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: این۔ای ایس اردو ہائی اسکول ناگوٹھنہ
رائے گڑھ۔ مہاراشٹر ۴۰۲۱۰۶

نام: قاضی غضنفر علی
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: انگریزی اخبارات کا مطالعہ کرنا۔
پتا: حاجی ایس ایم مقادم ہائی اسکول، کھیڈ، رتناگیری

نام: محمد سلیم ملک
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ، الور ہاسن

نام: محمد شاہد جمال عمر: ۱۸ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مسلم رہبر، جھنگڑوا ضلع روتہٹ گور، نیپال

نام: راشد کمال عمر: ۱۸ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: گھر کا کام کرنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: معرفت صغیر احمد جھنگڑوا ضلع روتہٹ گور
(نیپال)

نام: مشتاق احمد عمر: ۱۶ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: موٹر سائکل سے سیر کرنا
پتا: معرفت جمیل اختر جھنگڑوا ضلع روتہٹ نیپال

نام: رستم علی عمر ۱۳ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت جوحق جھنگڑوا، روتہٹ گور (نیپال)

نام: انور علی عمر: ۱۱ سال
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: درسی کتابیں پڑھنا
پتا: معرفت محمد یونس جھنگڑوا ضلع روتہٹ گور نیپال

نام: محی الدین پیرزادہ منصوری عمر: ۱۱ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ۔ الور۔ ہاسن

نام: شوکت احمد تیلی عمر ۱۶ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
پتا: عمر مارکیٹ، سوپور، کشمیر

نام: سبحانہ غزل
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: انعامی مقابلہ میں شرکت کرنا
پتا: معرفت منصور عالم ناصر، اظہر منزل، گیاری
مقام و پوسٹ۔ گیاری، وایا، ضلع ارریہ بہار

"ہمارے داہنے ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ" سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

اپریل ۱۹۹۶ء جلد ۴۴ شمارہ

فی پرچہ =/5 روپے سالانہ =/45

سرکاری اداروں سے =/65 روپے

ڈاک کے ذریعے منگانے کی صورت میں مزید ۱۰ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/120 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

اس بار دو موسم لگ بھگ ایک ساتھ ہی آگئے۔ ایک الیکشن کا موسم، دوسرا امتحانات کا موسم ہم نے پہلے بھی کہا تھا اب پھر کہہ رہے ہیں کہ آپ بچے آپ کو الیکشن کے ہنگاموں سے دور رکھیے کہ سیاسی پارٹیاں نوجوانوں کو معمولی لالچ یا اہمیت دے کر اپنا الو سیدھا کرتی ہیں۔ الیکشن ختم ہو جائے تو پھر ان کے لیے آپ کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اس قسم کے ہنگاموں سے بے نیاز ہو جائیں۔ اور اپنا زیادہ وقت امتحانات کی تیاری میں لگائیں۔ ہاں اگر آپ بالغ ہیں اور اپنا ووٹ دینے کے اہل ہیں تو ضرور ووٹ دیجیے مگر صرف ایسی پارٹی کو جو سیکولر ہو۔ تمام مذاہب کا احترام کرتی ہو۔ آپسی بھائی چارے کو اہمیت دیتی ہو۔ فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتی ہو اور جمہوریت کی بنیادوں کو مضبوط کر سکتی ہو۔ اس سلسلے میں اپنے بزرگوں سے بھی مشورہ کر لیجیے۔ ہمارے پیامی اپنے خطوط میں پیام تعلیم کی تعریف تو دل کھول کر کرتے ہیں لیکن جن قلم کاروں کی نگارشات کی وجہ سے پیام تعلیم خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ان کا ذکر بہت کم کرتے ہیں نئے پیامیوں سے درخواست ہے کہ وہ پیام تعلیم کی کہانیوں اور نظموں میں لکھنے والوں کی تعریف کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس [illegible] سے چھپوا کر [illegible] سے شائع کیا

حمد باری تعالیٰ

دیکھو یہ اللہ کی شان
مٹی میں بھی ڈالی جان

مٹی سے انسان بنائے
مٹی سے حیوان بنائے

باغوں میں پھل پھول کھلائے
قدرت سے پھر خوب بڑھائے

اللہ کی ہے شان نرالی
ڈالو بیج اور نکلے ڈالی

بھر کے پیٹ کھلاتا ہے وہ
میٹھی نیند سلاتا ہے وہ

يوسف ناظم
۱۹ الہلال ۱۳ باندرہ ریکلیمیشن
بمبئی

اشرف میاں تاخیری

اشرف میاں اپنے گانو کے تنہا درزی تھے۔ جیسے جیسے اُن کا گانو پھیلتا جارہا تھا، درزیوں کی نئی دکانیں بھی کھلتی جارہی تھیں لیکن اشرف میاں کی بات اور تھی وہ اپنے گانو کے سب سے سینیئر درزی تھے۔ انھیں اپنے گاہکوں کے کپڑوں سے عشق کی حد تک پیار تھا جس کسی کا کپڑا قمیص، پایجامہ سینے کے لیے لیتے وہ مہینوں تڑپتا رہتا لیکن اشرف میاں کو ہرگز ہرگز رحم نہ آتا۔ اُن کا کہنا تھا کہ آدمی کو وقت کا پابند نہیں، وقت کو آدمی کا پابند رہنا چاہیے۔ لوگ اپنے کپڑے کے لیے اُن کی دکان کے کم سے کم دس پھیرے ضرور لگاتے اور نامراد واپس جاتے۔ اس کے باوجود اُن سے کپڑے سلوانے والوں کی تعداد کم نہیں تھی۔ اُن کے رجسٹر میں گانو کے ہر شخص کا ناپ موجود تھا اور تاریخ بھی لکھی ہوئی تھی کہ کس نے کس سنہ میں اُن سے کیا سلوایا تھا۔ گانو میں ریڈی میڈ کپڑوں کی دکانیں لگ گئی تھیں لوگ بھی سمجھ دار ہوگئے تھے اس لیے اپنی فوری ضرورت کے کپڑے تو وہ سلے سلائے خرید لیتے لیکن ایک نہ ایک جوڑا اشرف میاں سے ضرور سلواتے۔ شیروانیاں سینا تو اشرف میاں نے تقریباً چھوڑ ہی دیا تھا اس لیے کہ خود لوگوں نے شیروانی پہننا ترک کردیا تھا۔ بش شرٹ کے چار بٹن تو اُن سے لگائے نہیں جاتے تھے سات بٹنوں کی شیروانی وہ کیسے پہنتے ورنہ اشرف میاں کی دکان کی سلی ہوئی شیروانیوں کی دور دور تک شہرت تھی۔ شیروانی پہننے والے کی جسمانی ساخت کیسی ہی ہو یا نہ ہو وہ اُن کی سلی ہوئی شیروانی پہن کر بہت معزز بن جاتا تھا اور دعوتوں میں سارے مہمان اُس کے پیچھے پیچھے گھومتے رہتے۔ وہ کرسی پر بھی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھتا تو کیا مجال جو شیروانی کی وضع بدل جائے۔ نہ اس میں کہیں جھول آتا نہ یہ بغلوں میں پھنستی۔ اُن کے ہاتھ کی سلی ہوئی شیروانی کی اصل خوبصورتی

شیروانی کے مونڈھوں میں ہوتی تھی۔ بے حد خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ دُبلے پتلے لوگ بھی چھوٹے موٹے پہلوان نظر آنے لگتے اس لیے اُن کے اکثر گاہک اپنے گھر میں بھی شیروانی ہی پہنے بیٹھے رہتے۔ گھر میں آنے جانے والے لوگ انھیں غور سے دیکھتے اور مرعوب ہوجاتے۔ یہ سب شیروانی کا کمال تھا۔ معمولی کپڑے کی شیروانی اشرف میاں نے کبھی نہیں سی۔ معمولی کپڑا لانے والے کو اشرف میاں اتنا شرمندہ کرتے کہ وہ اُن کی دکان پر دوبارہ نہ آنے کی قسم کھا لیتا لیکن جاتا بھی تو کہاں جاتا۔ اشرف میاں بڑے دبدبے والے آدمی تھے۔ عمر بھی کافی تھی۔ لوگ ان کی باتیں سننے پر مجبور تھے۔ نماز روزے کے پابند تھے خاص طور پر افطار کے تو سخت پابند تھے۔ کسی وجہ سے کوئی روزہ چھوٹ بھی جاتا تب بھی افطار میں ان کی دلچسپی برقرار رہتی۔ عصر کی نماز کے بعد ہی باورچی خانے میں ان کی آمد و رفت شروع ہوجاتی۔ ساتھ ہی فرمائشیں بھی جاری رہتیں۔ ان کی رائے تھی کہ افطار میں تر چیزیں تو ہونی ہی چاہییں۔ خاص طور پر تربوز اور اناناس پر فدا تھے۔ سنترے اور موسمی سے بھی رغبت تھی۔ انگور تو پسند تھے ہی البتہ انار انھیں نہیں بھاتے تھے۔ کہتے تھے انار کھانے میں منہ بھی دکھتا ہے اور وقت بھی بہت لگتا ہے حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ تر چیزوں کے علاوہ انھیں پالک کے بھجیے، اُبلی دال اور چنے بھی درکار تھے۔ ان کا خیال تھا جب کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب مقرر ہے تو خود افطار کرنے کا بھی ثواب روزے کے ثواب کے برابر ہی ہوگا۔ اشرف میاں کی یہ بات البتہ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ عید الفطر سے زیادہ بقرعید کے عاشق تھے۔ کہتے تھے کباب کھانے کا اصل لطف تو بقرعید ہی میں آتا ہے۔ عید کے دن وہ گھر سے کہیں باہر نہیں جاتے لیکن بقرعید کے دن وہ گاؤں کے ہر گھر میں پائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معدہ بھی اچھا دیا تھا۔ گردے، کلیجی، بھنا ہوا گوشت، بھیجہ، سری پائے، ان سب چیزوں کے ساتھ وہ خوب خوب انصاف کرتے اور بکروں کو دعائیں دیتے۔ اپنے گاہکوں سے بھی کہتے کہ نئے کپڑے اصل میں بقرعید پر سلوانے چاہییں۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ پہلے ہی سے طے رہتا ہے کہ یہ عید کس دن ہوگی۔ شوال کی عید میں تو بعض وقت بڑی پریشانی ہوجاتی ہے اور ۲۹ رمضان کو اگر چاند نظر آگیا تو میری تو شامت ہی آجاتی ہے۔ لوگ رات بھر کپڑے سلواتے رہتے ہیں۔ میں سو ہی نہیں سکتا اور اگر سویا تو وقت پر سِلا نہیں ہو پاتا عیدگاہ

اس وقت پہنچا ہوں جب لوگ گلے مل رہے ہوتے ہیں۔

اشرف میاں کے والد خود بہت بڑے خیاط تھے اور اشرف میاں کو انھوں نے اپنا پورا فن سکھا دیا تھا۔ کپڑا اگر کم بھی ہوتا تو وہ کچھ اس ترکیب سے کاٹتے کہ پوری شیروانی بن جانے پر بھی ٹوپی کے لیے کپڑا بچ رہتا۔ ان کے زمانے میں شیروانی ہی کے کپڑے کی ٹوپی پہن کر لوگ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اشرف میاں نے بھی اپنے والد کی قینچی کی عزت رکھ لی تھی۔ شروع شروع میں تو وہ خیاطی کی طرف نہیں، خطاطی کی طرف راغب تھے۔ لکھتے بھی بہت خوش خط۔ لکھتے تو ایسا معلوم ہوتا موتی پرو رہے ہیں۔ ہر حرف بولتا نظر آتا۔ قاف، نون، جیم، عین، غین کے دائرے تو ننھے خوبصورت بناتے جیسے چاند نکل آیا ہو۔ ان کے والد کو ان کے دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اشرف میاں کو خطاط بنائیں لیکن ان کے والد خاندانی بننے کے قائل تھے اور ساتھ ساتھ اپنے بیٹے کے خوش خط ہونے کا اعتراف بھی کیا تھا لیکن کہتے تھے انھیں ایسا کوئی کام پسند نہیں ہے جس میں اکڑوں بیٹھنا پڑے اور آدمی اپنے قدموں پر کھڑا ہی نہ ہو سکے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ خطاطی تو شوقیہ بھی کی جا سکتی ہے۔ فرصت کے وقت کسی کا طغرا بنا دیا۔ کسی کی شادی کے رقعے کی کتابت کر دی۔ اس میں وقت ہی کتنا لگتا ہے لیکن خیاطی شوقیہ نہیں کی جا سکتی۔ اصل میں بڑے میاں یعنی اشرف میاں کے والد اپنی نوجوانی میں لکھنؤ جیسے شہر میں رہ چکے تھے جہاں ہر شخص کو شیروانی پہننے کا شوق اور سلیقہ تھا۔ اس زمانے میں فرغل کا بھی رواج تھا جو شخص بھی فرغل پہن کر گھر سے باہر نکلتا بس سلام ہی کے جواب دیتا رہتا اس کے ہاتھ تھک جاتے۔ مشہور ہے کہ اشرف میاں کے والد فرغل سینے کے بھی ماہر تھے اور فرغل جامہ اور جبّہ کا فرق جب لوگوں کو بتاتے تو لوگ اپنا سر دھننے لگتے تھے اور حیرت کرتے تھے کہ ایک ہی نمونے کے لباس میں اتنی باریکیاں۔ لکھنؤ کی مسجدوں کے پیش امام بھی انہی کے سلے ہوئے جبّے پہنتے تھے۔ بڑے بڑے واعظ بھی انہی کی تیار کی ہوئی عبائیں اور قبائیں استعمال کرتے تھے اور اکثر شاعر بھی اپنے لیے انہی سے فرغل سلواتے تھے۔ مشاعروں میں خوب داد حاصل کرتے بلکہ خوبصورت فرغل کی وجہ سے صدارت بھی کرتے تھے۔

اشرف میاں کے والد اپنے کسی دوست کے ساتھ شاہجہاں پور بھی ہو آئے تھے اور وہاں ان کی جو کا دھمک ہوئی تھی کہتے ہیں لوگوں نے وہاں ان سے شیروانیاں سلوائیں لیکن اشرف میاں

کے والد کو اپنے آبائی وطن سے بڑی محبت تھی ان کا دل کہیں نہیں لگا، ان کے شاگرد بھی بہت تھے لیکن اگر سچ پوچھا جائے تو ان کے شاگرد رشید بس یہی اشرف میاں تھے۔ لوگ انھیں محبت سے اشرف میاں تاخیری کہنے لگے تھے۔ یہ لقب انھیں بھی پسند تھا۔ انھیں پوری طرح زیب دیتا تھا اور اشرف میاں اس شخص کی تلاش میں تھے جس نے انھیں اس لقب کا مستحق سمجھا تھا بلکہ انھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر وہ شخص انھیں مل جائے اور یہ ثابت کر دے کہ یہ لقب اسی کے ذہن کی پیداوار تھا تو وہ اس کی شیروانی بلا معاوضہ سی دیں گے (کپڑا اسے خود لانا پڑے گا) لیکن اس لقب کے موجد کا پتا نہیں چل سکا۔ دو چار لوگوں نے دعوا تو کیا لیکن جرح میں سب ٹوٹ گئے۔ اشرف میاں زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن جرح ایسی کرتے تھے کہ ان کے گاتو کے وکیل بھی ان کے آگے چپ بول دیتے تھے۔

اشرف میاں اب مردانہ شلوار سوٹ کے ماہر بن گئے تھے۔ یہ پٹھانی لباس اتنا قبول ہو گیا ہے کہ عید کے دن تو شبہہ ہونے لگتا ہے کہ عید کی نماز کابل میں تو نہیں ہو رہی ہے پٹھانی لباس کے شوقین کا دریا دل ہونا ضروری ہے۔ پورا تھان خریدنا پڑتا ہے اور پھر بھی کہیں نہ کہیں کسر رہ جاتی ہے پٹھانی لباس پہن کر لوگ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو بیچ میں تھوڑا سا فاصلہ رکھتے ہیں۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے ورنہ ہوتا یہ ہے کہ جب وہ سجدے میں جا کر دوسری رکعت کے لیے اٹھنا چاہتے ہیں تو ان کے دور دور تک پھیلے ہوئے کرتے کا دامن کسی کے گھٹنے تلے دبا ہوتا ہے اور خود ان کا گھٹنا بائیں طرف کے نمازی کا دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اس کا الزام بہرحال اشرف میاں تاخیری کے سر نہیں تھوپا جا سکتا۔ وہ صرف تاخیر کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ یہ لباس انھوں نے عید کے لیے سلوایا تھا لیکن ہاتھ لگا بقرعید کے موقع پر۔ اتنی تاخیر تو جائز ہے ورنہ اشرف میاں تاخیری کا ارادہ تو کچھ اور تھا۔ وہ خوشامد سے پسیج گئے ۔ اور اشرف میاں کی یہ عادت تو ہم بتانا بھول ہی گئے کہ جب بھی وہ کسی کا پاجامہ سینے کے لیے ناپ لیتے تو دونوں ٹانگوں کا لیتے، انھیں شبہہ ہوتا تھا کہ کسی نے ان کے گاہک کی ٹانگ نہ گھسیٹ لی ہو۔

شمعِ راہ

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر نبی مقرر کیا۔ آپ ایک طویل مدت تک اپنی قوم کو راہِ ہدایت کی طرف بلاتے رہے لیکن ان کی قوم بت پرستی سے باز نہ آئی اور اللہ کے نبی کا مذاق اڑاتی رہی۔
حضرت یونس علیہ السلام آخر کار اپنی قوم کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انھوں نے بیزاری کی حالت میں اللہ سے ان کے حق میں بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس نافرمان قوم پر عذاب نازل فرما۔ یہ بددعا کر کے وحی کا انتظار کیے بغیر آپ اس بستی سے نکل گئے۔ راستے میں ایک بڑا دریا پڑتا تھا۔ آپ ایک مسافر بردار کشتی میں سوار ہو گئے تاکہ دریا عبور کر کے دوسری طرف چلے جائیں۔

مسافروں سے بھری ہوئی یہ کشتی جب بیچ دریا میں پہنچی تو طوفان نے آگھیرا۔ کشتی پانی میں ہچکولے کھانے لگی۔ مسافر زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اس وقت کشتی کے ناخدا نے مسافروں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی غلام ایسا ہے جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر گھر سے فرار ہوا ہو۔

اس نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ اس زمانے میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ مسافر بردار کشتی میں اگر کوئی مفرور غلام سفر کر رہا ہو تو وہ کشتی دریا میں ڈوب جاتی ہے۔

اس وقت حضرت یونسؑ کو خیال آیا کہ میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنی بستی سے بھاگا ہوں۔ یہ سوچ کر آپؑ نے کشتی سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ جلد ہی آپ کو ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ ایک مدت تک حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔ آخر ایک دن حکم الٰہی سے اس مچھلی نے آپؑ کو ایک ساحل پر اگل دیا۔

اسی وقت کدو کی ایک بیل اگ آئی اور تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔ آپؑ اس کے ٹھنڈے سایے میں رہنے لگے۔ ایک دن اس بیل میں کیڑا لگ گیا اور اس کے پتوں کو تیزی سے کھانے لگا۔ تب حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ اس بیل کو تباہ ہونے سے بچا لے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے یونسؑ تم اس بیل کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے کس قدر گڑگڑا کر دعا کر رہے ہو۔ کیا ہمارے وہ بندے جن پر ہم نے تمھیں نبی بنا کر بھیجا تھا اس بیل سے بھی زیادہ حقیر تھے کہ تم ان کے لیے خداوند تعالیٰ کا بھیانک عذاب طلب کر رہے تھے۔ ●●

تسکین زیدی

ثنا کی واپسی

آج چھٹی کا دن تھا۔ ڈیڈی کو کسی ادبی جلسے میں شرکت کرنی تھی اور ممّی کی ضد تھی کہ انھیں رخشندہ آنٹی کے گھر پہنچادیا جائے۔ کب سے وہ ہم لوگوں کو بلارہی ہیں۔ ثنا اور ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ آج کا دن باہر گھوم پھر کر گزارا جائے۔

ہم سب نے مل کر ڈیڈی سے اصرار کیا کہ باہر جاتے ہوئے وہ ہمیں فہیم آباد چھوڑ دیں۔ بہت سوچ سمجھ کر ڈیڈی ساتھ چلنے کو راضی ہو گئے۔ پڑوس کے انکل سکینہ کی گاڑی انھوں نے مانگ لی اور ہم سب دس بجے گھر سے فہیم آباد کے لیے روانہ ہوگئے۔ بہت دنوں کے بعد ہم سب ایک ساتھ کہیں جارہے تھے وہ بھی کار سے ـــ مزہ آگیا۔

پندرہ منٹ میں ہم رخشندہ آنٹی کے گھر پہنچ گئے۔ وہ لوگ ہمیں اچانک دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھے اور آنٹی نے ڈیڈی کا شکریہ ادا کیا۔

"بھائی صاحب آج آپ بھابی اور بچّوں کو لے کر آئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ورنہ آپ جیسے مصروف آدمی کہاں ہمارے غریب خانے پر آنے کا وقت نکال پاتے ہیں"۔

جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے آج سب کا موڈ تھا اس وجہ سے پروگرام بن گیا۔ میں تو ذرا ایک ضروری میٹنگ میں جارہا ہوں۔ وہیں آج لنچ بھی ہے دو بجے تک واپسی ہوگی۔ ثنا کا خیال رکھیے گا۔ اسے باہر نہ جانے دیجیے گا اور وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چل دیے۔

ممّی آنٹی سے باتیں کرنے میں مگن ہوگئیں۔ ثنا، میثم کے ساتھ کھیلنے لگی اور میں چھوٹو سے چھیڑ خانی کرنے لگا۔ چھوٹو، آنٹی کا نوکر تھا جو بچپن سے ان کے یہاں رہتا

تھا۔ وہ پیدائشی گونگا تھا مگر تھا بہت سمجھ دار۔ دوسروں کی ہر بات بہ آسانی سمجھ جاتا تھا اور خوشی و غم کا اظہار وہ اپنے مخصوص اشاروں سے بخوبی کر دیتا تھا۔ عمر اس کی تقریباً بیس بائیس سال کی ہوگی۔ میں نے اس سے اسی کے اشاروں کی زبان میں پوچھا "تمھاری شادی کب ہوگی؟"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ بہت دور بارات جائے گی اور چہرے پر سہرا او سر پر صافہ بنانے کا اشارہ کر کے بتایا کہ ایسے دولھا بنوں گا۔

"میں نے پوچھا تیری جیب میں شادی کے لیے پیسے ہیں؟"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ "پانچ سو روپے جوڑ لیے ہیں وہی کام آئیں گے۔" آنٹی ہم دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ پھر مجھ سے کہنے لگیں۔ "ہاں بیٹا! اس کی شادی ہم نے بنارس میں طے کر دی ہے۔ عید بعد بارات لے کر جائیں گے اس کی ہونے والی بیوی بھی گونگی ہے مگر بڑی خوبصورت ہے۔ اب یہ کمانے لگا ہے خراد کے ایک کارخانے میں بیس روپے روز پر نوکر ہے۔ کافی پیسے اس نے شادی کے لیے جوڑ لیے ہیں۔" آنٹی سے اپنی شادی کی باتیں سُن کر وہ شرما سا گیا اور اس نے اپنی پیٹھ اُدھر سے موڑ لی۔ میں سوچنے لگا کہ جب یہ اپنی گونگی بیوی سے پہلی بار ملے گا تو کیسے اور کیا بات کرے گا؟" آنٹی نے اسے سودا سلف لانے کے لیے باہر بھیج دیا۔ اشاروں اشاروں میں اسے بتا دیا کہ کیا کیا لانا ہے...... روپے پیسے گننا وہ خوب جانتا تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ سب سامان لے آیا اور میرے لیے کامکس بھی لیتا آیا۔ میں تعجب میں پڑ گیا کہ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں کامکس کا شوقین ہوں۔ پھر مجھے یاد آیا کہ پچھلے سال جب وہ ہمارے گھر آیا تھا تو اس نے میری پڑھنے کی میز پر کامکس رکھے ہوئے دیکھ لیے تھے اور انھیں اُلٹا پلٹا بھی تھا۔

چھوٹو بڑا ذہین اور سمجھ دار تھا۔ ایک بار کوئی بات سُن کر اسے ذہن نشیں کر لیتا تھا اور کبھی نہیں بھولتا تھا۔ سب کے چہرے اسے یاد رہتے تھے سب کے گھر وہ پہچانتا تھا۔

چھوٹو مسالہ پیسنے میں لگ گیا اور میں کامکس پڑھنے میں مگن ہو گیا۔ ممی اور آنٹی

کی باتیں طول پکڑتی جا رہی تھیں۔ ہنسی اور قہقہوں کی بوچھاریں ہو رہی تھیں۔ کبھی کسی کی ساڑی کی خوبصورتی کا ذکر، کبھی کسی انکل کے ہینڈسم ہونے کی باتیں، کبھی، کبھی کسی کی عیب جوئی کا ذکر ہو جاتا۔ ثنا اور فیضی گیٹ پر کھیلنے میں مست تھے۔ تبھی آئس کریم والے نے آواز لگادی "رنگ برنگی آئس کریم لے لو۔ دو روپے، چار روپے اور پانچ روپے میں"۔

ثنا تو آئس کریم کی دلدادہ ہے۔ کہیں سے ملے کیسی ہی ملے، اُسے آئس کریم چاہیے، اپنے فریج میں ہر ہفتہ آئس کریم جمائی جاتی ہے۔ پھر بھی باہر کی آئس کریم اسے بہت پسند ہے وہی رنگ برنگی۔ چوسنے والی۔ تو جناب وہ مینیشم کو لے کر سڑک تک آگئی۔ دونوں ایک ایک آئس کریم لے کر چوسنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد جب فیضی اندر آیا تو میں نے کانکھں سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور چونک کر پوچھا "ثنا کہاں ہے؟" اس نے اشارے سے بتایا کہ وہ باہر ہے۔

میں جلدی سے دوڑ کر باہر گیا تو وہاں سڑک پر ثنا کہیں نظر نہیں آئی۔ آس پاس نظر دوڑائی۔ ثنا کا کہیں پتا نشان نہیں تھا۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیا کوئی ثنا کو اپنے ساتھ لے گیا؟ میں دوڑ کر اندر آیا اور میں نے ممی اور آنٹی کو ثنا کے گم ہونے کی بات بتائی تو وہ دونوں بھی فکر مند ہو گئیں۔ پھر بھاگ کر سڑک پر چاروں طرف اسے تلاش کرنے لگیں وہاں اسے نہ پا کر ممی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مجھ سے بولیں "ڈھونڈو اسے، کہاں چلی گئی وہ؟"

آنٹی بھی پریشان ہو گئیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ پھر بھی وہ ممی کو دلاسہ دیتے ہوئے بولیں۔

"نسیم بھابی! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی اسے تلاش کرواتی ہوں۔ یہیں کہیں آس پاس ہوگی"

پھر وہ فیضی کو مخاطب کر کے بولیں۔ تو نے اس کا ساتھ کیوں چھوڑا، جانتا نہیں وہ چھوٹی سی ہے اور یہ جگہ اس کے لیے نئی ہے۔

فیضی نے اپنی توتلی زبان میں کہا "میں تیا تروں وہ میلا ہاتھ چھلا تر بھاگ گئی"

"کس طرف؟"

"اُدھر گئی۔" اس نے باہر آکر ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔
میں اس طرف تیزی سے دوڑ کر چل دیا۔ بہت دور تک جاکر دیکھ آیا۔ مگر ثنا کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ اب میں بھی زور زور سے رونے لگا۔ کیونکہ ڈیڈی کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ انھیں کیا جواب دیا جائے گا کہ ثنا کہاں ہے؟ وہ تو مجھے ڈانٹیں گے اور ممی پر بھی ناراض ہوں گے کہ اسے اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھا؟ ایک طرف میں دوڑ رہا تھا اور دوسری طرف چھوٹو بھاگ رہا تھا۔ ایک چوراہے پر ہم دونوں ٹکرا گئے چھوٹو نے اشارے سے بتایا کہ وہ کہیں نہیں ملی؟ اب کیا کیا جائے۔ کس سے مدد لی جائے پھر ہم نے طے کیا کہ دو طرف اور دیکھ لیا جائے ایک جانب وہ دوڑ گیا اور دوسری طرف میں چل دیا۔ چلتے چلتے میرے پیر تھک گئے تھے۔ مجھے بھی بھوک ستانے لگی تھی۔ آدھے گھنٹے تک ہم دونوں یوں ہی دوڑتے بھاگتے رہے۔ مگر ثنا کا کہیں پتا نشان نہیں ملا۔ میرا دل ڈوبتا جارہا تھا۔ ڈیڈی سے کیا کہوں گا؟ وہ تو مار مار کر میری کھال ہی اُدھیڑ دیں گے۔ آج کل بچے بہت غائب ہو رہے ہیں۔ روز ہی اخبار میں ایک دو بچوں کے گم ہونے کی خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ سنا ہے کہ شہر میں ایک گروہ ہے جو بچوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے پھر انھیں ڈرا، سہما کر بھیک مانگنے پر مجبور کر دیتا ہے اس خیال سے میں کانپ گیا۔ کہیں ثنا اس گینگ کے لوگوں کے چنگل میں تو نہیں پھنس گئی؟ میں اللہ میاں سے منتیں مانگنے لگا کہ میرے اللہ پاک میری بہن کو واپس لادو۔" تبھی راستے میں مجھے ایک آدمی ملا اور میری پریشانی بھانپ کر پوچھنے لگا۔

"بیٹا! تم کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟ بہت پریشان لگتے ہو؟"

میں نے اسے بتایا کہ میری چھوٹی بہن جس کی عمر پانچ برس ہے مجھ سے بچھڑ گئی ہے۔"

تب اس شخص نے مجھے بتایا کہ آگے چوراہے کے پاس حاجی صغیر کے مکان کے نزدیک ایک بچی کو ایک آدمی لے جارہا تھا تبھی حاجی جی نے اسے روک کر پوچھا کہ یہ بچی اتنا رو کیوں رہی ہے تو وہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکا۔ بچی اپنا نام اور پتا صحیح نہیں بتا پارہی ہے بس ڈیڈی، ممی کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔

میرے دل نے کہا "ہاں۔ یہی میری ثنا ہے۔" یہ شخص میرے لیے

خضرِ راہ ثابت ہوا، میں اس کا شکریہ ادا کرکے آگے چوراہے کی طرف تیزی سے دوڑ گیا۔ اور وہاں پہنچ کر میں نے عجیب منظر دیکھا۔ سیکڑوں کی بھیڑ میں چھوٹو ایک آدمی کو پکڑے ہوئے گتھم گتھا کر رہا ہے اور پاس ہی ایک بزرگ (شاید حاجی صغیر) کی گود میں ثنا بیٹھی ہوئی بسکٹ کھا رہی ہے۔ ثنا کو وہاں دیکھ کر جان میں جان آئی اور میں نے اللہ میاں کا شکر ادا کیا۔

اب چھوٹو اس آدمی کو زمین پر گرا کر اپنی زبان میں لوگوں کو بتا رہا تھا۔" یہ میری بہن ہے اسے مجھے دے دیجیے ...... یہ میری ہے ..... یہ میری ہے۔ یہ کھو گئی تھی۔ میں اسی کو ڈھونڈتا پھر رہا ہوں "۔

جب میں ثنا کے قریب آیا تو وہ حاجی جی کی گود سے نکل کر میرے پاس آگئی اور مجھ سے لپٹ کر رونے لگی " بھائی جان آپ آگئے۔ میں آنٹی کے گھر کا راستہ بھول گئی تھی۔ وہ آدمی مجھے اپنے ساتھ لیے جا رہا تھا"۔

حاجی جی اب سارا ماجرا سمجھ چکے تھے وہ مجھے نصیحت کرتے ہوئے بولے۔ " دیکھو بیٹا! اب اس کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ یہاں سے سیدھا راستہ حلیم کالج چوراہے کی جانب جاتا ہے اور سامنے ہی ہنیم آباد کالونی ہے۔ کہو تو میں چھوڑ آؤں۔ جواب میں گونگے نے کہا " اوں۔ اوں "۔ پھر سینے پر ایک ہاتھ رکھ کر کچھ کہنے لگا۔ جس کا شاید مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ہمارے گھر آئے ہیں اور میں راستہ بخوبی جانتا ہوں تم لوگ فکر نہ کرو۔ پھر چھوٹو ثنا کو گود میں لے کر گھر کے لیے چل دیا۔ اور اس آدمی کو پکڑ کر حاجی جی کا لڑکا پولیس چوکی لے کر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ آنٹی کے گھر پہنچ گئے۔ جہاں سبھی ہماری آمد کے منتظر تھے ڈیڈی اور انکل قیصر بھی فکر مند کھڑے تھے۔ ثنا کی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو دینے کی تیاری ہو رہی تھی۔ چھوٹو نے ثنا کو گود سے اتار کر ممی کے پاس کھڑا کر دیا۔ پھر اپنی قمیص سے چہرے کا پسینا یوں پونچھنے لگا جیسے اس نے میلوں کی مسافت طے کی ہے۔ بار بار سب سے کہتا کہ اسے میں لایا ہوں۔ آدمی سے چھڑا کر ممی ثنا کو لپٹا کر زار و قطار رونے لگیں اور سینے سے لپٹا کر پیار کرنے لگیں۔

میں نے ڈیڈی کو بتایا کہ آج اگر چھوٹو ساتھ نہ ہوتا تو میں ثنا کو نہیں ڈھونڈ پاتا

اور وہ آدمی اسے پتا نہیں کہاں لے جاتا۔

ڈیڈی نے چھوٹو کا یہ کارنامہ سن کر اسے آگے بڑھ کر گلے لگا لیا اور کہنے لگے "شاباش۔ بھئی تم تو بڑے کام کے لڑکے نکلے۔ لو یہ تمھارا انعام ہے" اور پچاس کا نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

چھوٹو نے انکار کرتے ہوئے اشارے سے کہا "یہ میری بہن ہے۔ میں یہ انعام قبول نہیں کروں گا۔

ممی کے اصرار کرنے پر اس نے نوٹ تو لے لیا مگر پھر اسے ثنا کو تھماتے ہوئے اشارے سے بولا "لو اس کی گڑیا لے لینا۔"

چھوٹو کے چہرے پر ایک عجیب چمک تھی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈوبی ہوئی تھیں۔

فریدہ نثار

ریموٹ کنٹرول کیا ہے؟ اور کیسے کام کرتا ہے

(نوٹ: اس جناتی شعاع کا نام "انفرا ریڈ رے،، ہے جو نہ صرف سائنسی آلات میں استعمال ہوتی ہے بلکہ جسم کے درد کو ختم کرنے کے لیے بھی استعمال کی جا رہی ہے)

مدثر نے پورا قومی ترانہ سُنا اور بستر پر لیٹے لیٹے ایک اشارہ کیا اور دور رکھا ہوا ٹیلی ویژن بند ہو گیا۔ جی ہاں یہ بات آج سے پچاس سال پہلے تو محض جادوئی کہانیوں میں ہی ممکن تھی مگر ہم آج اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کرشمہ ان شعاعوں کا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتیں یعنی مخفی شعاعیں جسے ہم ریموٹ کنٹرول کے نام سے جانتے ہیں یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ہم مخصوص الیکٹرانک آلات کو بغیر تار کے واسطے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں مثلاً ٹی وی کو آن کرنا، آواز کم یا زیادہ کرنا، چینل درست کرنا، ٹیوننگ کرنا وغیرہ، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ کون سی طاقت ہے جس کے پلک جھپکنے میں یہ کارنامہ انجام پا جاتا ہے؟ اس جناتی شعاع کا نام Infrared Ray ہے آپ اس نام کا پوسٹ مارٹم کریں تو بات اور واضح ہو جائے گی یعنی Infra کا مطلب ہے کم، Red کا معنی ہے لال اور Ray تو آپ جانتے ہی ہیں "شعاع" کو کہتے ہیں گویا اس کا آسان ترجمہ ہوا "لال شعاع" اور بامحاورہ ترجمہ ہوا "زیریں لال شعاع،، مجھے معلوم ہے کہ آپ کہیں گے یہ شعاع نظر تو آتی نہیں ہے پھر لال کیسے ہوئی؟ تو اس کا جواب دینے کے لیے ہمیں دھوپ کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ دیکھ لیا؟ تو بتائیے دھوپ کا رنگ کیسا ہوتا ہے۔ کیا کہا سفید؟ جی نہیں سفید نہیں ہوتا بلکہ دراصل
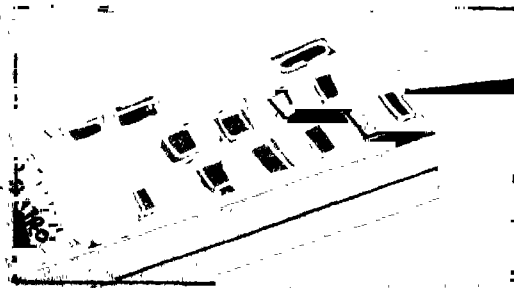
مختلف رنگ کی شعاعوں کا مجموعہ ہے جس میں سات رنگ ہم دیکھ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کو ایسا ہی بنایا ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے کون کون سے رنگ دیکھ سکتے ہیں اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں ایک تجربہ کرنا پڑے گا۔ ایک منشور (Prism) کو تاریک کمرے میں اس طرح رکھیں کہ سورج کی ایک کرن یا شعاع سیدھی منشور کی ایک سطح پر پڑے۔ آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ پردے پر ترتیب وار دھاریوں کی صورت میں نظر آئیں گے بالکل ایسے ہی جیسے بارش کے بعد آسمان پر قوس و قزح ہوتی ہے ہاں تو بات ہو رہی تھی دھوپ کے سات رنگوں کی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ دھوپ کے مختلف رنگ کیوں نظر آتے ہیں؟ ریموٹ کنٹرول کا آلہ دراصل دو حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک حصّہ تو آپ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جبکہ دوسرا حصّہ ٹی وی، وی سی آر کے کنٹرول چینل سے ہوتا ہے آپ کے ہاتھ میں کیلکولیٹر جیسا آلہ دراصل Infra red شعاع پیدا کرنے والی ایک مشین ہے جس میں مختلف طاقت کی Infra red شعاعیں نکل سکتی ہے۔ آپ ٹی وی آن کرنے کا بٹن دباتے ہیں تو ایک خاص طاقت کی شعاعیں اس میں سے نکلتی ہیں اور ایک خاص قسم کے شیشے پر پڑتی ہیں اور وہاں حرارت پیدا کرتی ہیں جس کے نتیجے میں وہاں تھوڑی سی بجلی پیدا ہوتی ہے اس بجلی سے ایک سرکٹ جاری ہو جاتا ہے اس سرکٹ سے ٹی وی کو آن کرنے والا بٹن آن ہو جاتا ہے اس کے بعد ٹی وی آن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آف کرنے کا سرکٹ الگ ہوتا ہے۔ چینل بدلنے کا سرکٹ الگ ہوتا ہے ہم جس قسم کا بٹن دباتے ہیں اسی قسم کی Infra red نکلتی ہے اور اپنے مخصوص سرکٹ پر اثر انداز ہو کر بجلی پیدا کرتی ہے اور وہی کام ہو جاتا ہے اور آپ خبریں سن کر بستر پر لیٹے لیٹے بند کر دیتے ہیں مگر اس طلسماتی شعاع کا یہی ایک کام نہیں ہے بلکہ اس سے جسم کے آرام کا کام بھی لیا جاتا ہے وہ اس طرح کے ایک خاص قسم کا بلب بنایا گیا ہے جس میں سے بہت زیادہ مقدار میں Infra red نکلتی ہیں اس بلب کو لال رنگ کا بنایا جاتا ہے تاکہ روشنی نکلتی ہوئی نظر آئے اگر کسی کے ہاتھ یا پیر میں درد ہو اور ڈاکٹر سکائی کرنے کا مشورہ دیں تو اس بلب کی روشنی اس دُکھتی جگہ پر ڈالیں تو ذرا سی دیر میں آرام ہو جائے گا اس کے علاوہ اس شعاع کا استعمال سائنس دانوں نے یہ کیا ہے کہ زمین پر بیٹھے خلائی اسٹیشنوں اور راکٹ کو کنٹرول کرتے ہیں اس شعاع کے اور بہت سے استعمال ہیں۔

سعدالدین انصاری

دانائی بڑی نعمت ہے

مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ○

جس کو دانائی ملی اس کو بہت بڑی نعمت ملی۔

تفسیر

یقیناً سمجھ سے بہتر انسان کے لیے کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ اسی سمجھ نے اس کو دنیا میں سب سے اونچا کیا ہے اور اسی سمجھ کے کمال نے اس کو زمین پر اللہ کی جانشینی کا حق دیا۔ حکمت اس سوجھ بوجھ کا نام ہے جو ہر اچھا برا، اور کھرا کھوٹا ٹھیک ٹھیک پہچان لے۔ حکمت اچھے اور مفید کاموں کے بار بار کرنے سے بڑھتی ہے۔ دشوار کاموں کے پیہم تجربے دانائی کو بڑھاتے ہیں۔ جو سوچ بچار کر کام نہیں کرتا اس کی فطری سمجھ بھی اللہ لے لیتا ہے۔ پھر اس میں اور جانور میں صورت کے سوا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دیکھو حضورؐ نے دانائی کی قدر کو کس طرح ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا "دانائی کی بات مسلمان کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں اس کو پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے"

ساتھیو! اس بار جو کہانی میں آپ کے لئے لے کر حاضر ہوا ہوں وہ کوئی فرضی کہانی نہیں ہے بالکل سچی اور حقیقی کہانی ہے۔ اس کہانی کا ہیرو ایک نڈر، بیباک اور خوش قسمت پائلٹ ہے .... جو جنگ میں شریک ہو کر کئی بار موت کے منہ میں گیا، اور زندہ بچ کر واپس آگیا۔ اس بہادر اور بیباک پائلٹ

کا نام میتھوسن تھا اور امریکی فضائیہ میں اسے لیفٹننٹ کا عہدہ حاصل تھا۔ میتھوسن کی کہانی پڑھنے کے بعد بے ساختہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے کی کہاوت پر یقین آجاتا ہے۔

میتھوسن کی زندگی ابھی پوری نہیں ہوئی تب ہی تو وہ شکستہ اڑتے ہوئے جہاز میں سے نیچے زمین پر گرنے اور گولیوں کا برسٹ پڑنے پر بھی زندہ بچ نکلا۔ وہ ایک بہادر سپاہی تھا اور دلیر بھی۔

یہ واقعہ ۱۹۵۰ء کا ہے۔ امریکی فضائیہ کے جہاز کوریا پہنچے ہوئے تھے انہیں وہاں بلایا گیا تھا لیفٹننٹ

میتھوسن کچھ عرصے پہلے ہی کوریا پہنچا تھا۔ اسے وہاں گئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے اور جنگ کا بھی اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن اس ناتجربے کاری کے باوجود وہ ہمت اور دلیری کے وصف سے مالا مال تھا۔

امریکی فضائیہ کے طیارے روزانہ کوریا کے محاذ پر گشتی پرواز کرتے یہ ۱۹ دسمبر کا دن تھا، میتھوسن اور چار دوسرے پائلٹ اپنے طیارے میں فضائی گشت پر روانہ ہوئے موسم سرما کا خوشگوار دن، چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ لہلہا رہا تھا۔ میتھوسن اپنے پائلٹ ساتھیوں کے برخلاف اپنا طیارہ ان سے کچھ آگے رہ کر اڑا رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر چیانگ لونگ کے ہوائی اڈے پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ دشمن کے طیارے ہوائی اڈے سے اڑنے کی تیاری کر رہے ہیں اس نے فوراً دونوں طیاروں کو تباہ کر دینے کے متعلق سوچا، "چالاکی اور ہوشیاری کے مظاہرے کا اس سے بہتر موقع اور کون سا ہوگا۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور اسی بہتر موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔

وہ پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن کے طیاروں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اور اسی خیال میں وہ اس بات کو فراموش کر بیٹھا کہ وہ دشمن کی حدود میں ہے۔ اسے یہ بھی قطعی خیال نہیں رہا کہ دشمن ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھا ہوگا .... ابھی وہ کوئی فیصلہ کرنے ہی والا تھا کہ دھائیں کی زبردست آواز کے ساتھ ایک گولہ اس کے طیارے پر آکر لگا .... دراصل میتھو کے طیارے کو دشمن کی ریڈار نصب توپوں نے دیکھ لیا تھا اور درست نشانہ لے کر اپنے بارودی گولے اس پر اگل دیئے تھے۔

جب میتھوسن کے طیارے کو گولہ لگا تو اس نے دل ہی دل میں سمجھ لیا اب زندگی کے ختم ہو جانے کی گھڑی آن پہنچی ہے .... پہلے تو اس کے طیارے نے ایک دو قلابازیاں فضا میں کھائیں پھر اس کا پچھلا حصہ الگ ہو گیا۔ میتھوسن ایکا ایکی اس اچانک صورت حال سے گھبرا گیا۔ کہاں تو دشمن کے طیاروں کو تباہ کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اور کہاں اب خود اس کی اپنی جان پر بنی ہوئی تھی .... اس کا طیارہ فضا میں پھینکے گئے پتھر کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ زمین کی طرف نیچے آ رہا تھا۔

میتھوسن نے ایسے لمحات میں اپنے اوسان بحال رکھے اسے یہ بات اچھی طرح یاد تھی کہ مشکل لمحات میں اوسان کا خطا ہو جانا ہی اصل موت ہے .... اس نے ہینڈل گھما کر کاک پٹ کی چھت سرکائی پھر جو منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ رگوں میں خون جما دینے کے لیے کافی تھا۔ اس نے دیکھا کہ طیارے کا اگلا حصہ باڈی سے الگ ہو کر فضا میں اڑ رہا ہے اس نے کمر سے بندھی ہوئی حفاظتی بیلٹ کھول کر الگ کرنی چاہی عین اسی وقت دشمن کی توپ سے اگلا ہوا ایک اور گولہ اس کے کیبن کے قریب آکر پھٹا

.........میتھوسن ایک طرف کو لوھک گیا۔ اور یوں اس کی جان محفوظ رہی۔ اگر وہ لڑھکنے میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر کرتا تو اس کے جسم کے ٹکڑے فضا میں ہی بکھر گئے ہوتے۔

ابھی وہ اپنی سیٹ پر سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے دیکھا طیارے کا ایک پنکھ ٹوٹ کر جھنجھناتا ہوا اس کے کیبن کے قریب سے گزر گیا۔ اس پنکھ کی کاٹ سے کیبن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ میتھوسن کے حواس اب تک پوری طرح کام کر رہے تھے وہ ذرہ برابر بھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ اسی دوران ایک گولا کیبن پر آکر لگا اور سب کچھ ٹکڑے، ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گیا۔

اب میتھوسن فضا میں نہایت تیزی کے ساتھ بھاری پتھر کی طرح نیچے گر رہا تھا۔ اس نے اپنا پیراشوٹ کھولنا چاہا، مگر ہائے ری قسمت۔ اس نے یہاں بھی اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ پیراشوٹ پوری طرح تباہ ہو چکا تھا .... وہ بڑی تیزی کے ساتھ زمین کی طرف نیچے آرہا تھا .... تباہ شدہ طیارے کے کچھ ننھے ننھے ذرے اس کی آنکھوں میں گھس گئے تھے، جن کی وجہ سے وہ آنکھ کھول کر دیکھنے سے بھی قاصر تھا۔میتھوسن کے دوسرے ساتھی، اپنے طیاروں میں بیٹھے ہوئے اس کی تباہی کا یہ منظر دیکھ دیکھ کر خون کے سے گھونٹ پی رہے تھے......... مگر وہ بے چارے اپنے اس ساتھی کی مدد کرنے سے بالکل ہی قاصر تھے۔

میتھوسن دھڑام سے زمین پر آگرا۔ کچھ دیر تک تو وہ بے حس و حرکت بیہوش پڑا رہا۔ کچھ دیر تک یوں ہی پڑے رہنے کے بعد جب اسے ہوش آیا تو وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اپنے اطراف ایک بھرپور نظر ڈالی اور پھر مدد کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا کر ہلانے لگا۔ وہ اپنے آپ کو اس وقت بالکل ٹھیک محسوس کر رہا تھا۔ ہاں پیٹھ میں ضرور اسے کچھ تکلیف سی لگ رہی تھی۔

اچانک اس نے محسوس کیا جیسے اس کے ارد گرد چاروں طرف بے شمار مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں ....وہ ان آوازوں کو سن کر بے تحاشہ بھاگ کھڑا ہوا کچھ ہی لمحوں بعد وہ سمجھ گیا کہ جس آواز کو وہ مکھیوں کی بھنبھناہٹ سمجھ رہا ہے دراصل وہ گولیوں کی آواز ہے......... شائد اس حادثے میں اس کی قوت سماعت متاثر ہو چکی تھی۔

جس جگہ میتھوسن نیچے آکر گرا تھا وہاں سے صرف تیس گز کے فاصلے پر دشمن کا ایک گشتی دستہ موجود تھا۔ اور گولیوں کی بوچھاڑ اسی دستے کی طرف سے ہوئی تھی .... میتھوسن نے فوراً ہی لپک کر ٹوٹے ہوئے طیارے کے ایک بڑے سے ٹکڑے کی اوٹ میں چھپ کر پناہ لے لی .... دشمن کے گشتی

دستے نے اسے چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔

میتھوسن کو ایک بار پھر اپنی موت نظر کے سامنے کھڑی محسوس ہونے لگی۔ تب ہی ایک حیرت انگیز بات ہوئی وہ یہ کہ ٹوٹے ہوئے طیارے کے اس ٹکڑے کی مشین گنیں اچانک ہی چل پڑیں جس کے خوف سے دشمن کا وہ گشتی دستہ اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ شاید بجلی کے تار آپس میں جڑ جانے کی وجہ سے مشین گن چل گئی تھی اور جلد ہی راؤنڈ پورا ہو کر وہ رک گئی۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میتھوسن نے وہاں سے بھاگ جانے میں اپنی عافیت سمجھی اور وہ اس ٹکڑے کی پناہ گاہ کے پیچھے سے نکل کر بھاگ کھڑا ہوا.......... مگر وہ زیادہ دور نہیں بھاگ سکا ہو گا کہ دشمن کے تازہ دم دستے اس کا گھیرا باندھے وہاں آگے بڑھتے نظر آئے جہاں طیارہ تباہ ہو کر گرا تھا۔

اب اسے اچھی طرح یقین ہو گیا کہ زندگی کا بچنا محال ہے مگر ہمت اب بھی نہیں ہارا تھا۔ قریب ہی اسے ایک دلدلی کھائی نظر آگئی جسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی آئی۔ اس نے جان بچانے کے لیے اس کھائی میں جمپ لگادی اور اندر گھستے ہی پیٹھ کے بل لیٹ گیا۔..........

گشتی دستے کے سربراہ افسر نے سپاہیوں کو کوئی حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی گولیاں چلنے کی آوازیں میتھو کے کانوں سے ٹکرانے لگیں۔ کچھ گولیاں تو اس کے جسم سے چند انچ اوپر سے ہوتی ہوئی گزر گئیں۔ کسی وقت بھی کوئی بھی گولی اس کے جسم میں پیوست ہو کر اس کا کام تمام کر سکتی تھی..........

اپنے وزن کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ دلدل میں اندر کی طرف دھنستا بھی جارہا تھا۔ اور یہ اس کے حق میں اس لحاظ سے بہتر ہوا کہ گولیوں کا نشانہ بننے سے بچ گیا۔

اچانک ہی گولیاں چلنی بند ہو گئیں۔ کچھ دیر تک وہ بے حس و حرکت یوں ہی دلدل میں پڑا رہا۔ چند لمحوں بعد گولیاں چلنے کی آوازیں پھر سنائی دینے لگیں.......... آواز کی سمت قدرے بدلی ہوئی سی تھی۔

میتھو نے ہمت کی اور سر اٹھا کر دیکھا گشتی دستہ اب دوسری سمت فائرنگ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی تمام تر پھرتی کو کام میں لاتے ہوئے تیزی سے اٹھ بیٹھا کسی ان دیکھی طاقت نے اسے ایک بار پھر مرنے سے بچالیا تھا۔

دشمن کا گشتی دستہ فائرنگ کرتا ہوا دوسری طرف کافی آگے نکل گیا۔ میتھو ان کا گولیوں کی زد میں آنے سے بچ جانے پر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے زندہ نکل جانے کے متعلق

سوچ رہا تھا کہ اسے فضا میں ایک امریکی فوجی ہیلی کاپٹر پرواز کرتا نظر آیا........... وہ ہیلی کاپٹر دھیرے دھیرے اسی طرف آرہا تھا، جہاں وہ اپنے وجود کو چھپائے ہوئے بیٹھا تھا۔ شاید ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے اسے وہاں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ جب ہی تو فضا میں اسی جگہ منڈلانے لگا تھا یہ ہیلی کاپٹر حقیقتاً امریکی فضائیہ کا ہی تھا اور اسی کی مدد کے لیے وہاں پہنچا تھا میتھوسن کو ایک بار پھر اپنی زندگی بچ جانے کا یقین ہو گیا اور یہ بھی کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ قوی ہے۔ وہ اگر بچانا چاہے تو کوئی مار نہیں سکتا وہ ہمت کر کے اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر نکلا اور مدد کے لیے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ پڑا۔

ہیلی کاپٹر بڑی تیزی سے زمین پر پہنچا اور ایک پھرتیلے نوجوان نے نیچے اتر کر میتھو کو اس میں سوار ہو جانے میں مدد دی........... پھر اگلے ہی لمحے وہ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر اپنی منزل کی طرف بڑھ گیا۔ میتھوسن کو موت کے بھیانک جبڑوں سے بحفاظت نکال لایا گیا تھا اور یہی اس ہیلی کاپٹر کا مشن تھا۔

کافی طویل عرصے تک میتھوسن زیر علاج رہا اب وہ بالکل تندرست اور صحت یاب ہو چکا ہے بس اس کی گردن میں کبھی کبھی درد سا محسوس ہوتا بعد میں جب ایکسرے وغیرہ کے ذریعہ تشخیص کرائی گئی تو معلوم ہوا کہ گردن کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی یہ جان کر خود میتھوسن کو بھی بڑی حیرت ہوئی۔ پھر اس کا علاج بھی ہو گیا اور یوں میتھوسن کی زندگی اللہ کے ہونے کا ایک ثبوت بن گئی۔

کٹ پیس —— سید خرم انوار

ا..... دنیا کا سب سے پہلا فلم بین ایک کانسٹیبل تھا جسے فلم کا موجد اپنی تیار شدہ نئی ایجاد دکھانے کے لئے سڑک سے پکڑ کر لے گیا تھا۔

...... O ......

۲..... ہم اکثر کسی بات پر کہتے ہیں او کے (OK) جس کا مطلب ہے ٹھیک ہے۔ یہ لفظ اصل میں امریکہ کے لوگوں کی بازاری زبان کا لفظ OLL KORRECT کا مخفف ہے جو دراصل ALL CORRECT کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

...... O ......

۳..... ۱۸۹۵ء میں ایک فرانسیسی موجد نے پیرس میں پہلا فلم شو منعقد کیا۔ اس فلم میں ٹرین کو آتا دکھایا گیا تھا۔ جسے دیکھ کر بیشتر فلم بین ڈر کر سینما ہال سے بھاگ گئے۔

...... O ......

۴..... یونان میں "ارجن میریا" نامی جزیرے کے لوگ مٹی سے نہاتے ہیں کیونکہ مٹی میں صابن قدرتی طور پر پایا جاتا ہے۔

...... O ......

۵..... امریکہ میں ایک شخص الکری نے گھوڑے کے ساتھ دوڑ لگائی اور تقریباً ۱۰۰ گز کا فاصلہ گھوڑے سے پہلے طے کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ انسان گھوڑے کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہے۔

...... O ......

۶..... ۱۹۶۸ء میں نبراسکا کے مقام پر دنیا کے سب سے بڑا "اولا" گرا تھا۔ جس کا وزن تقریباً ۱٫۵ پونڈ اور گھیرا ۱۷ انچ تھا۔

...... O ......

۷..... زمانہ قدیم میں چین کے لوگ ڈاکٹر کا لکھا ہوا نسخہ کھا لیتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ڈاکٹر کا لکھا ہوا نسخہ کھا لینے سے مرض جڑ سے دور ہو جائے گا۔

...... O ......
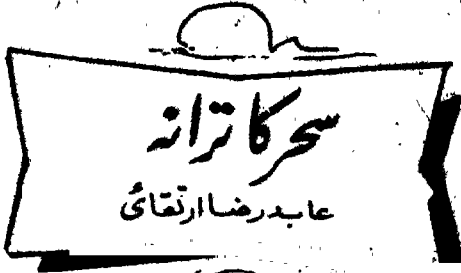
سحر کا ترانہ

عابد رضا ارتقائی

نسیمِ سحر نے شجر سے کہا
گھنی ڈالیوں میں بناؤ جگہ

ہٹو سامنے سے کہ آتی ہوں میں
سحر کا ترانہ سناتی ہوں میں

وہ مشرق سے دیکھو اندھیرا چھٹا
وہ دیکھو ہٹی ایک کالی گھٹا

پرندے تھے جو گھونسلوں میں اٹھے
وہ شکر اپنے رب کا ادا کر چکے

سویرا سیاہی مٹاتا چلا
زمیں پر ہر اک سمت چھاتا چلا

درختوں کے بیچ ایک مسجد سے بھی
اذانِ سحر کی صدا گونج اٹھی

اٹھو نوجوانو! کہ آئی سحر
نگاہوں میں اپنی سمائی سحر
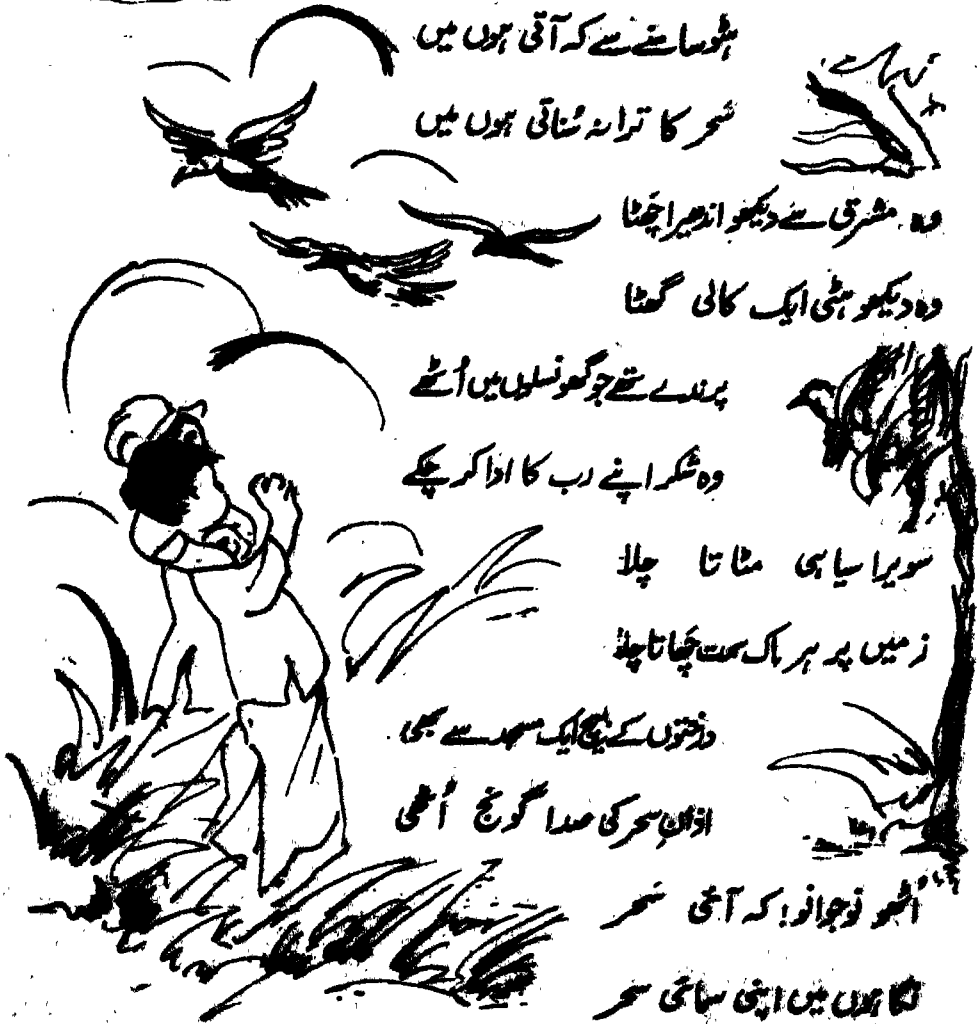
سدا بہار قصے

ایک بادشاہ کی ندامت

سلطان علاؤ الدین بہمنی نے ۸۶۲ھ (۱۴۵۷ء) میں اپنی موت سے کچھ مدت پہلے ایک روز مسجد میں جاکر جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ جب اس نے اپنے نام کے ساتھ لفظ عادل استعمال کیا تو جماعت میں سے ایک عرب تاجر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے سلطان نے گھوڑے خریدے تھے، لیکن اس وقت تک پوری قیمت ادا نہیں کی تھی۔ عرب تاجر نے کہا "اے بادشاہ! جب تو عدل نہیں کرتا تو پھر اپنے آپ کو عادل کیوں کہتا ہے۔ تُو نے سادات کو بے دریغ قتل کرایا ہے۔ مجھ سے گھوڑے خریدے ہیں، لیکن میرا حق ادا نہیں کیا ہے؟ کیا تمھیں یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو عادل کہو؟"

بھری مسجد میں بادشاہ کے آنسو نکل آئے، گھوڑوں کا حساب چکایا۔ سادات کے قتل پر اپنے رنج کا اظہار کیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ ندامت کے مارے اس دن سے لے کر اپنی موت تک محل سے باہر نہیں نکلا۔

پیچھے آنے والے پیچھے رہنے کے مستحق ہیں

ایک بار سردارانِ قریش حضرت عمرؓ کی ملاقات کو آئے، لیکن حضرت عمرؓ نے اُن سے پہلے حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ کو شرفِ ملاقات بخشا۔ یہ سب کے سب آزاد کردہ غلام تھے۔ سردارانِ قریش کو اپنے مرتبے پر بڑا فخر تھا۔ انھیں یہ بات ناگوار گزری کہ اُن پر غلاموں کو ترجیح دی گئی۔

آخر انھی میں سے ایک حق شناس سردار نے انھیں سمجھایا "بھائیو! اسلام نے تو سب کو ایک ساتھ دعوت دی تھی۔ جو پہلے گئے اُن کا حق پہلے ہے اور جو پیچھے گئے وہ پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں :

۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔

۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھیے، جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جا سکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے، اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

سینے میں درد

س : عمر ۲۲ سال ہے۔ میرے سینے میں شدید درد رہتا ہے۔ یہ درد کچھ دن بعد ہوتا ہے اور کچھ دن تک رہتا ہے۔ سو کے اٹھتی ہوں تو پہلے سے زیادہ ہوتا ہے۔ پیروں کے انگوٹھوں کے ناخن بھی خراب ہوجاتے ہیں۔

فائزہ صدیقی،

ج : مانی بیٹا! بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ اگر تم کو ٹائی فائڈ ہوا ہے تو مناسب ہے کہ تم کسی اچھے معالجِ قلب سے مشورہ کرلو' کیوں کہ ٹائی فائڈ بخار کا دل پر اثر ضرور ہوا کرتا ہے۔ احتیاط کرنی چاہیے اور معائنہ قلب کرالینا چاہیے۔ ممکن ہے کہ ای۔ سی۔ جی کی ضرورت پڑے۔ اس کا فیصلہ ماہر امراضِ قلب کریں گے۔

پیروں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کی خرابی تو دورانِ خون کا مسئلہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا تعلق قلب سے ہو۔

س : تین سال پہلے رخساروں پر دور ہوا۔ ٹھیک تو ہوگیا' لیکن اس جگہ نشان پڑ گئے ہیں۔ ازرہ کرم ان کے ختم کرنے کے لیے علاج تجویز فرمائیں۔ محمد عدیم اختر

ج : غالباً نشانات سیاہی مائل ہوں گے۔ آپ رات کو گرم پانی سے منہ دھوکر تولیے سے صاف کرکے داغوں پر ہمدرد مرہم لگائیے۔ سوجائیے' صبح صاف کردیجیے۔ غالباً اس ترکیب سے یہ نشانات دور ہوجائیں گے۔

س : عمر ۱۵ سال ہے۔ آنکھوں کا گرد حلقے پڑگئے ہیں۔ میری نظر پانچ نمبر کم زور ہے۔ مجھے عینک سے سخت چڑ ہے۔ پھر بھی عینک لگوا لی ہے۔ اب تو ایک سال ہوگیا ہے۔ اگر عینک نہ لگاؤں تو سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ دماغ پر زور دوں تو سر میں درد شروع ہوجاتا ہے۔

عمران عبدالحق'

ج : میرے عزیز نوجوان! یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ اکثر نوجوان اپنی قوتوں کی حفاظت نہیں کرتے' بے دردی سے قوت بہا دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان کو صحیح غذا کی سمجھ نہیں ہوتی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ پڑھتے وقت روشنی ہمیشہ بائیں جانب سے آنی چاہیے۔ نوجوانوں کو یہ بھی احساس نہیں ہے کہ ان کے لیے سبزیاں ترکاریاں زیادہ ضروری ہیں۔ اکثر نوجوان ورزش سے کتراتے ہیں۔ ان حالات میں بینائی لازماً کم زور ہوجاتی ہے۔

اب آپ کو سبزیوں پر زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ گاجروں کے موسم میں ایک سیر گاجروں کا رس روزانہ پینا شروع کر دیجئے۔ یہ ایک بہترین علاج ہے۔ آپ عینک لگانا بند نہ کریں ' ورنہ بینائی اور کم زور ہو جائے گی۔ صبح سویرے آنکھوں کی ورزش کرنی چاہیے۔

۱۔ دونوں آنکھوں کو گولائی میں دائیں سے بائیں ۳۰ بار گھمایئے۔ پھر بائیں سے دائیں ۳۰ بار۔

۲۔ دونوں آنکھوں سے خوب اوپر تک دیکھیے۔ ۳۰ بار کر کے پھر نیچے دیکھیے ۳۰ بار۔

صبح صاف ٹھنڈے پانی کے چھینٹے آنکھوں پر ماریے۔ اس سے زندگی آئے گی۔

س: عمر ۱۳ سال۔ میرے سر کے بال جڑ سے بہت گرتے ہیں۔ جوئیں اور لیکھیں بھی ہیں۔ بال لمبے بھی نہیں ہوتے۔ ازرہ کرم کوئی ایسا علاج بتایئے جس سے میرے سر کے بال گرنا بند ہو جائیں۔

ف ' مشتاق

ج: اگر آپ اپنے سر کی صفائی دھلائی پر احتیاط برتتے تو یہ سر جوؤں لیکھوں کا نشیمن نہ بنتا۔ اب یہ جوئیں تو بڑی ضدی ہوتی ہیں۔ ان سے مکان خالی کرانا آسان کام نہیں ہے۔ ایک بار قبضہ کر کے یہ دوسرے جگہ نہیں جانا چاہتیں۔ مجبوراً ان کا قتل عام "ملفین" سے کرنا ہوگا۔ سر میں روزانہ ہمدرد کی "ملفین" لگایئے۔ صبح گندک کے صابن سے دھو ڈالیے۔ ۱۵۔ ۲۰ دن میں فائدہ ہو جائے گا۔

س: میری خالہ کی ران میں بہت تکلیف ہے۔ بہت علاج کروایا مگر کچھ فرق نہ پڑا۔ جب بھی کوئی کام کرتی ہیں ' ران میں شدید تکلیف ہو جاتی ہے۔ ہسپتال سے بجلی کے ٹیکے لگوائے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ براہ کرم کوئی نسخہ تجویز فرمائیں۔

خرم خان '

ج: میری سمجھ میں بات نہیں آئی کہ ران سے مراد اگر ٹانگ ہے اور ٹانگ میں درد ہے تو پھر تو خالہ صاحبہ کو عرق النسا کا مرض ہے۔ اس کا علاج ورد ریا (لین کلرز) دواؤں سے ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے طب کا اصولی علاج ہی کار گر ہو سکتا ہے۔

حکیم صاحب سے مشورہ کرنا چاہیے۔

سونا بن گیا

انوار آس محمد

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی ۔ گھنے جنگل میں مکمل خاموشی تھی۔ کبھی کبھار مینڈکوں کی ٹرٹر سنائی دیتی تو کبھی دور سے کسی بھوکے گیدڑ کے رونے کی آواز آجاتی۔ چاندنی رات تھی۔ ہر طرف ٹھنڈی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ اونچے درختوں سے ہوا کا جھونکا ٹکرا جاتا تو سرسراہٹ ہوتی جس سے ماحول اور خوف ناک ہوجاتا' مگر اس خوف ناک ماحول سے بے نیاز ایک بوڑھا اپنی چھوٹی سی جھونپڑی میں کام میں مصروف تھا۔ جھونپڑی میں چراغ جل رہا تھا اور کھلی ہوئی کھڑکی سے چاند کی روشنی اندر آرہی تھی۔

بوڑھے نے ایک بڑی دیگ کے نیچے آگ جلا رکھی تھی اور نہ جانے دیگ میں کیا ڈال رہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ خوشی سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کو کوئی کام یابی ملنے والی ہے۔ اسے امید تھی کہ وہ جلد ہی لاوے کی طرح کا پیلا چمکتا ہوا مادہ بنالے گا جسے دھوپ میں سکھا کر سونا بنایا جاسکتا ہے۔

کافی دیر تک وہ دیگ میں ایک ڈنڈا ہلاتا رہا۔ بعد میں اس نے دیگ پر ڈھکن ڈھک دیا' دیگ کے نیچے جلنے والی آگ بجھا دی اور پرانا کمبل بچھا کر سو گیا۔ اسے یقین تھا کہ صبح دیگ چمکتے ہوئے مادّے سے بھری ہوئی ہوگی۔

اس بوڑھے کی عمر تقریباً نوے برس تھی۔ پتا نہیں اس کا کیا نام تھا۔ وہ بچپن ہی سے بہت محنتی تھا۔ چالیس سال پہلے وہ اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر اس جنگل میں آکر رہنے لگا تھا۔ اس بات کا کسی کو پتا بھی نہیں چلا تھا کہ بوڑھا اچانک کہاں چلا گیا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بوڑھے کی عمر پچاس سال تھی اور وہ غریب لہار تھا۔ لوہے کی چیزیں بنانا اور بیچنا اس کا پیشہ تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ کاش میں لہار کے بجائے سنار ہوتا تو کتنا امیر ہوتا۔

ایک روز جب اس کی دکان پر کوئی گاہک نہیں آیا تو وہ بہت اُداس ہوگیا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کاش میرے پاس ڈھیروں سونا ہوتا۔ وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ اچانک کہیں سے ایک لال توتا اڑتا ہوا آیا اور بوڑھے کے سامنے بیٹھ کر اس سے کہنے لگا:

"کیوں اداس ہو؟"
بوڑھا لال توتے کو انسانوں کی طرح بولتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بوڑھے نے کہا:
"میں ایک غریب لہار ہوں۔ سخت محنت کرنے کے باوجود بھی آج تک غریب ہی ہوں۔ کاش میں سنار ہوتا!"
"ارے! یہ کونسی مشکل بات ہے۔" بوڑھے کی بات سن کر لال توتے نے کہا۔
توتے کی بات سن کر بوڑھا حیران ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی اچھا توتا ہے جو انسانوں کی مدد کرتا ہے۔
"میں تمھیں سونا بنانے کی ترکیب بتا سکتا ہوں، لیکن ...." لال توتا کہتے کہتے رک گیا۔
"لیکن کیا؟" بوڑھے نے بے چینی سے پوچھا۔
"تمھیں اپنا گھر، دکان اور بال بچے سب کچھ چھوڑنا ہوگا۔ تم اکیلے جنگل میں جاکر رہو گے۔ وہاں سونا بناؤ گے۔" لال توتے نے جواب دیا۔
"لیکن جنگل میں تو خطرناک جانور ہوتے ہیں۔ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"
"میں تمھیں ایک ایسے جنگل کا پتا بتاتا ہوں جہاں خطرناک جانور نہیں ہیں اور اگر کوئی آ بھی جائے تو تم کہنا 'لال توتے آجا۔ اور میں آکر تمھیں بچالوں گا۔
"وہ کیسے؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" یہ کہنے کے بعد سرخ توتے نے بوڑھے کو جنگل کا پتا بتایا اور بہت سی جڑی بوٹیوں کے نام بتائے اور کہا کہ یہ تمام جڑی بوٹیاں اسی جنگل میں ملیں گی۔ ان کو تم دیگ میں پکانا۔ سب کچھ سننے کے بعد بوڑھے نے پوچھا:
"لیکن سونا کتنے دن میں بنے گا؟"
یہ سن کر سرخ توتا بولا: "یہ کہنا تو مشکل ہے کہ سونا کب تک بنے گا، کیوں کہ جڑی بوٹیاں کس خاص ترتیب سے دیگ میں ڈالنی ہیں یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ تم خود ہی اس کا فیصلہ کرنا اور جڑی بوٹیوں کو ایک خاص ترتیب سے دیگ میں ڈال کر رات بھر پکانا۔ اگر جڑی بوٹیاں صحیح ترتیب سے دیگ میں پڑی ہوں گی تو پیلا چمکتا ہوا مادہ بن جائے گا جسے دھوپ میں سکھا لینا۔ وہ سونا بن جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو دوسری ترتیب سے جڑی بوٹیاں ڈالنا۔ ایک نہ

ایک دن تم ضرور کام یاب ہو جاؤ گے۔"

"طوطے! کیا تم کو واقعی نہیں معلوم کہ جڑی بوٹیاں کس ترتیب سے پکائی ہیں؟"

میں نے کہا نا کہ مجھے نہیں معلوم، لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر تم محنت کرو گے تو ضرور کام یاب ہو جاؤ گے۔" یہ کہہ کر لال توتا اڑ گیا۔

بوڑھا بہت خوش تھا۔ دوسرے دن کسی کو بتائے بغیر وہ جنگل کی طرف روانہ ہوا اور کچھ ہفتوں کے سفر کے بعد اس جگہ جا پہنچا جہاں کے لیے لال توتے نے بتایا تھا۔ واقعی اس جگہ کوئی خطرناک جانور نہیں تھا۔ بس اسی وقت سے بوڑھا جھونپڑی بنا کر وہاں رہنے لگا۔ جنگلی پھل کھا کر اور تالاب کا پانی پی کر وہ گزارا کرتا رہا۔ اس نے اپنی جھونپڑی کے باہر کچھ سبزیاں بھی اگا لی تھیں۔ جو جڑی بوٹیاں لال توتے نے بوڑھے کو بتائی تھیں وہ سب جنگل میں مل گئیں، پورا جنگل ہی ان سے بھرا پڑا تھا۔ بوڑھا اپنے ساتھ ایک دیگ بھی لایا تھا جس میں وہ جڑی بوٹیاں پکاتا تھا۔ کئی سال گزر گئے، لیکن بوڑھا اپنے مقصد میں کام یاب نہ ہو سکا۔ کبھی کبھی وہ اداس بھی ہو جاتا، لیکن ہمت نہ ہارتا تھا، کیوں کہ لال توتا اکثر اس سے ملنے آتا تھا اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔

رات گزر چکی تھی۔ صبح ہو رہی تھی۔ بوڑھے کی آنکھ کھل گئی۔ اٹھتے ہی اس نے دیگ کی طرف دیکھا۔ اس کی تو عید ہی ہو گئی۔ دیگ میں سے پیلا چمکتا ہوا مادہ نکل رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ بار بار آنکھیں مسلتا اور غور سے دیکھتا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب حقیقت ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور بڑبڑانے لگا: "آہا میری محنت کا صلہ آخر مل ہی گیا۔ میں اپنے مقصد میں کام یاب ہو گیا۔"

پھر بوڑھے نے چمکتے ہوئے پیلے مادے کو پتوں پر جمع کرنا شروع کیا اور انھیں جھونپڑی کے باہر رکھنے لگا تاکہ دھوپ میں سوکھ کر وہ سونا بن جائے۔ ڈھیروں پتوں پر بوڑھے نے مادہ جمع کر لیا۔ اب اسے دھوپ نکلنے کا انتظار تھا تاکہ اس میں یہ مادہ ٹھوس ہو کر سونا بن جائے۔ وقت گزرتا رہا۔ سورج چڑھتا گیا اور گرمی تیز ہوتی گئی۔ بوڑھے نے مادہ ایسی جگہ رکھا کہ اس پر دھوپ آسانی سے پڑے۔ آہستہ آہستہ دن گزرا شام ہونے لگی، یہاں تک کہ سورج غروب

ہو گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور اس کے ساتھ ہی پیلا چمکتا ہوا مادہ سونا بننے کے بجائے کالا پڑ گیا۔ بوڑھا غم سے نڈھال ہو گیا تھا۔ سارا دن خوشی میں وہ کچھ کھا بھی نہ سکا تھا اور اب اسے بھوک تھی نہ پیاس۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے اداس بیٹھا سوچ رہا تھا کہ ضرور اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے پیلا مادہ ٹھوس ہو کر سونا بننے کے بجائے کالا پڑ گیا۔

ایک بار پھر وہ ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بہت محنتی تھا اور جانتا تھا کہ محنت کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ جہاں میں نے کئی سال محنت کی ہے، تھوڑی اور کرلوں، شاید اس بار کام یاب ہو جاؤں۔ لہٰذا اس نے تین دن اور محنت کی، مگر ناکام رہا۔ پیلا مادہ تو بن جاتا تھا، لیکن وہ کالا پڑ جاتا تھا۔

پھر تو بوڑھے کو ضد ہو گئی۔ ہمت ہارے بغیر وہ دوبارہ سونا بنانے کے لیے جڑی بوٹیاں جمع کر رہا تھا کہ اچانک اسے کسی کے زور سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ بوڑھا چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی نظر سرخ توتے پر پڑی جو ایک درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔

"کہو! بن گیا سونا؟" توتے نے پوچھا۔ بوڑھے نے اداسی سے سر کو انکار میں ہلا دیا۔

ایک بار پھر لال توتا ہنس پڑا۔ پھر بولا : "تم محنتی تو ہو، لیکن بے وقوف بھی ہو۔"

"کیا مطلب؟" بوڑھے نے کم زور آواز میں پوچھا۔

"تم لالچی بھی ہو۔ سونے کے لالچ میں تم نے اپنی آدھی زندگی میرے کہنے پر اس جنگل میں گزار دی۔ بے وقوف شخص! سونا بنانے کا علم دنیا میں کسی کے پاس نہیں۔ دنیا میں صرف وہی لوگ کام یاب ہوتے ہیں جو عقل استعمال کرتے ہوئے محنت کریں۔ جڑی بوٹیوں سے دوا تیار ہوتی ہے، سونا نہیں، بے وقوف!" یہ کہہ کر لال توتا اڑ کر اونچی شاخ پر بیٹھ گیا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں بوڑھا اس پر حملہ نہ کر دے۔ توتا دوبارہ بولا:

"کیا تمھیں نہیں معلوم کہ میں کون ہوں؟ میں شیطان کا چیلا ہوں۔ لوگوں کو بہکانا کام ہے میرا۔ میں روز تمھاری دکان پر آتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے حار بننے کا سوچتے ہو تو میں نے تمھیں بہکانے کا فیصلہ کر لیا اور میں کام یاب ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے، میں نے تم کو سونے کا لالچ دیا اور تم بہک گئے۔ میں کام یاب ہو گیا۔ ہاہاہا!" یہ کہہ کر شیطان کا چیلا جو توتے کی شکل میں بوڑھے کے پاس آتا تھا

دھواں بن کر غائب ہوگیا۔ بوڑھا اپنی جگہ کھڑا تھا۔ اس وقت بھی لالچی اور بے وقوف بوڑھے کو اس بات کا غم نہیں تھا کہ اس نے ساری عمر ضائع کردی، اسے تو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ سونا نہیں بن سکا۔ اس کے کانوں میں سیٹیاں بج رہی تھیں، یہاں تک کہ وہ غم کی شدت سے پاگل ہوگیا اور جنگل میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ وہ خوب ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

"سونا بن گیا! سونا بن گیا!"
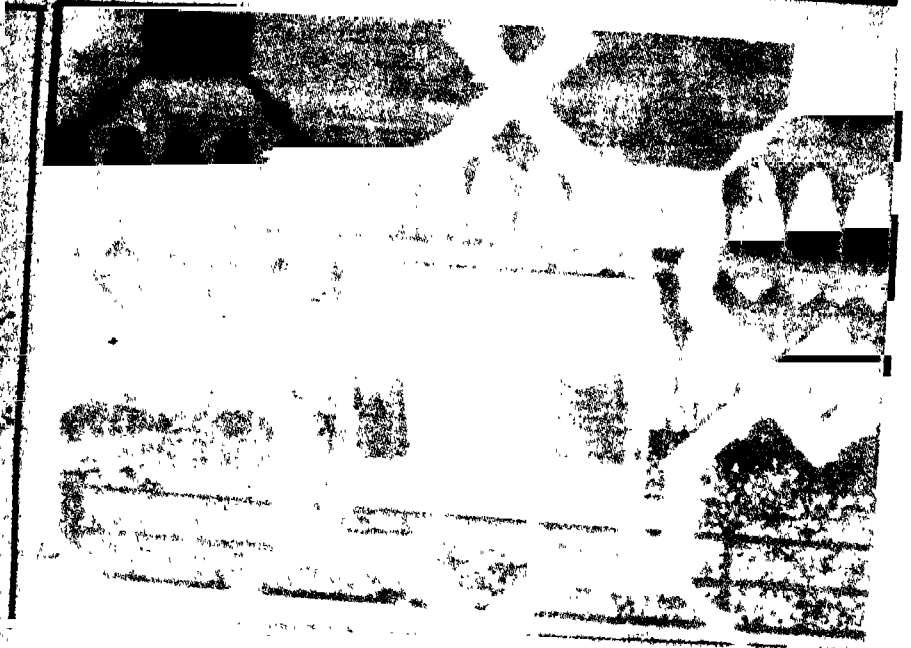
آج ہر مسلمان کا گھر خانہ کعبہ کی بابرکت تصاویر سے منور ہے۔
مگر آج سے سو برس پہلے خانہ کعبہ کی فقط قلمی تصاویر ہی مسلمانانِ عالم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی
تھیں۔ اس مقدس مقام کا کوئی فوٹو گراف دستیاب نہ تھا۔
خانۂ کعبہ اور مناسکِ حج کی جو اوّلین تصاویر کھینچی گئیں اُن کا سہرا ایک نومسلم عبدالغفار کے سر ہے
آج ہم آپ کو اسی عبدالغفار کی داستان سنائیں گے۔
عبدالغفار کا اصل نام کرسچین اسناؤک ہرگرونج -TIAANSNOUCK H
URGRONJE) تھا۔ وہ ۸ فروری ۱۸۵۷ء کو ہالینڈ کے صوبے شمالی برابانٹ میں پیدا ہوا۔ اس کا
باپ ایک پادری تھا۔ چنانچہ ہرگرونج نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لائیڈن
یونیورسٹی میں مذہبیات کے شعبے میں داخلہ لے لیا۔
اس شعبے میں داخل ہونے کے بعد ہرگرونج عربی زبان کے سحر میں گرفتار ہو گیا۔ چنانچہ
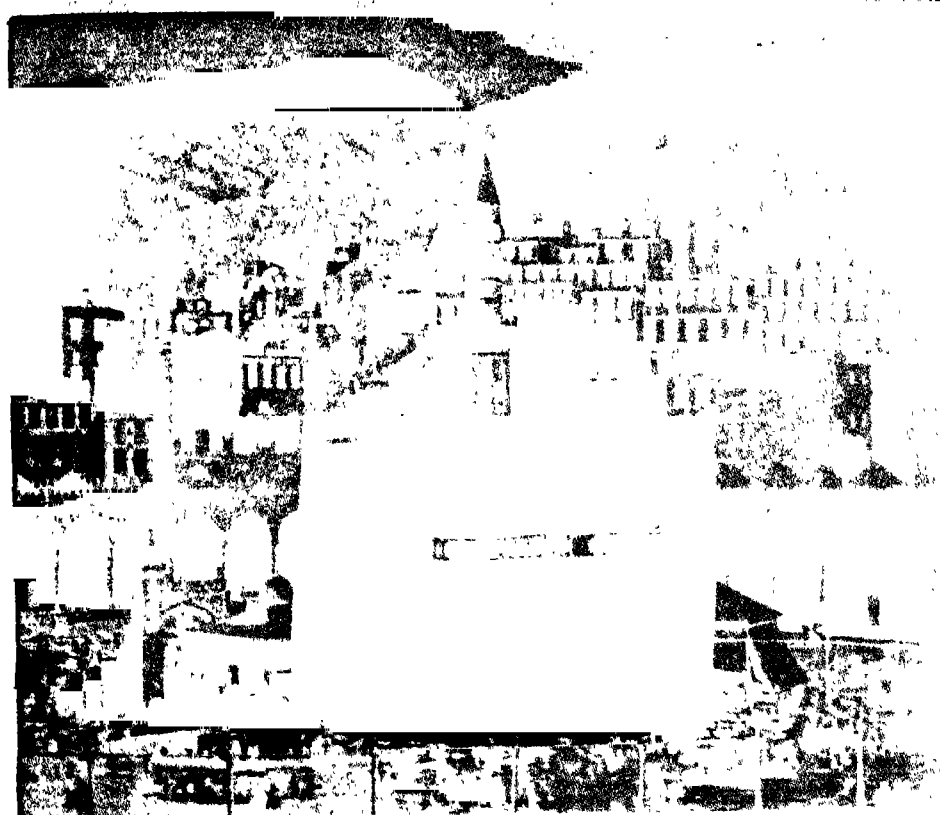
بقیہ زندگی عربی زبان اور عربی تمدن کے مطالعے میں بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۲۴ نومبر ۱۸۸۰ء کو برگرونج نے لیڈن یونیورسٹی سے "مکہ کی زیارت" کے موقع پر اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ مکمل کیا اور اسی برس اس کا یہ مقالہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ اس مقالہ میں نہ صرف یہ کہ حج کے مناسک وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی تھی بلکہ اس میں رکن اسلام کی تاریخ بھی بیان کی گئی تھی۔

۱۸۸۱ء میں ہرگرونج لیڈن یونیورسٹی کے اسلامک انسٹی ٹیوشن میں لیکچرار مقرر ہوگیا۔ جہاں ڈچ ایسٹ انڈیز (جس کا موجودہ نام انڈونیشیا ہے) بھیجے جانے والے افسران کو تربیت بھی دی جاتی تھی۔ اس دوران ہرگرونج اسلامی تعلیمات سے خاصا متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اسلام قبول کر کے خود ذاتی طور پر حج کا تجربہ کرنا چاہتا تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہرگرونج کا نام عبدالغفار رکھا گیا۔ اور نومسلم عبدالغفار اسلام قبول کرتے ہی اپنے دیرینہ خواب "حج بیت اللہ" کی تعبیر دیکھنے کے لیے جدہ روانہ ہوگیا۔ جہاں وہ ۲۴ اگست ۱۸۸۴ء کو پہنچا۔ اگرچہ ابھی اس برس کا حج منعقد نہیں ہوا تھا۔

جناب عبدالقدوس ہاشمی کی تالیف تقویم تاریخی کے مطابق ۱۸۸۴ء میں حج یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو پڑا تھا۔

عبدالغفار نے اس برس حج نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ جدہ، مکہ اور مدینہ کی زیارت میں اور اپنی اسلامی معلومات وسیع کرنے میں بسر کر دیں۔ جدہ میں قیام کے دوران تقریباً چھ ماہ
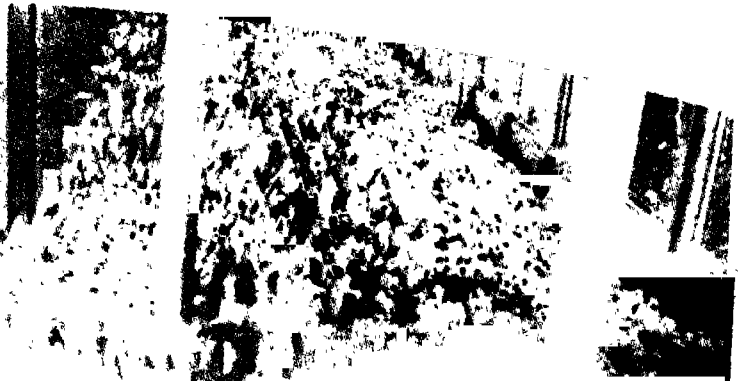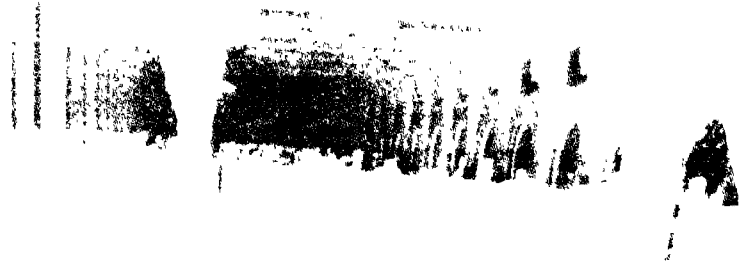
تک ڈچ کونسل کا مہمان رہا۔ ۲۱ فروری ۱۸۸۵ء کو جدہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوا۔ جہاں وہ دوسرے دن، شام کے سات بجے پہنچا۔

عبدالغفار نے اگلے چھ سات ماہ مکہ ہی میں بسر کیے جہاں اس کی ایک عرب سے بڑی گہری دوستی ہوگئی۔ عبدالغفار اپنے ہمراہ ایک کیمرہ بھی لے گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے عرب دوست کو بھی فوٹو گرافی کی تربیت دی۔ اور ان دونوں فوٹو گرافروں نے خانہ کعبہ اور اس برس ہونے والے مناسکِ حج کی متعدد تصاویر کھینچیں جو خانہ کعبہ اور مناسکِ حج کی ابتدائی تصاویر شمار ہوتی ہیں۔

تاہم اسی دوران ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کے باعث نومسلم عبدالغفار حج کی سعادت سے محروم ہوگیا۔ ہوا یہ کہ مکہ کے قیام کے دوران، عبدالغفار نے ایک ایسی تختی کا سراغ لگایا جس پر اسلام سے بھی پہلے زمانے کی سمیری عبارت لکھی تھی۔ عبدالغفار نے یہ تختی کسی طرح پیرس کے میوزیم میں بھیجنا چاہی تاکہ یہ تختی وہاں محفوظ ہوجائے لیکن ترکی حکومت کو جوان دنوں ارض مقدس پر حکمرانی کررہی تھی اس کے

ان ارادوں کا علم ہوگیا۔ چنانچہ عبدالغفار کو فوری طور پر مکہ چھوڑ دینے کا حکم ملا۔ اس وقت حج کے انعقاد میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ رہ گیا تھا۔

عبدالغفار نے مجبوراً فوری طور پر واپسی کا رخت سفر باندھا اور اسی دوران اپنے عرب دوست سے ملاقات کر کے اپنی یاد داشتیں اور کیمرہ اس کے حوالے کر دیا۔ جس نے ۱۹ ستمبر ۱۸۸۵ء کو منعقد ہونے والے حج بیت اللہ کی تصاویر اتار کر وہ یاد داشتیں اور کیمرہ عبدالغفار کو بذریعہ ڈاک روانہ کر دیں۔

عبدالغفار، واپس وطن پہنچا جہاں اس نے ۲ جلدوں میں اپنی کتاب "مکہ" تحریر کی جو ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی اس کتاب کی بدولت عبدالغفار کا شمار یورپ کے چند بڑے ماہرین مشرقیات میں ہونے لگا۔

۱۸۸۹ء میں عبدالغفار نے (Bilder Atlas) کے نام سے ایک اور کتاب شائع کی جس میں اس کے تاریخی سفر کی تصاویر شامل تھیں۔

اسی برس عبدالغفار کو ڈچ ایسٹ انڈیز میں مقامی معلومات کے ریسرچ بیورو ڈائریکٹری پیش کی گئی جو اس نے بخوشی قبول کرلی۔ اور اگلے سترہ برس ڈچ ایسٹ انڈیز میں گزارے ۱۹۰۱ء میں وہ وطن واپس لوٹا جہاں اسے اسلام کی تعلیم دینے کے لئے لیڈن یونیورسٹی میں پروفیسر شپ کی پیشکش ہوئی۔

کچھ عرصے بعد وہ ریٹائر ہوگیا لیکن اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ڈچ حکومت نے اسے عرب اور اسلامی امور کے لئے اپنا مشیر مقرر کرلیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے جدہ بھیجے جانے والے سفارتی نمائندوں کی تربیت کے فرائض بھی سنبھال لئے۔

۲۶ جون ۱۹۳۵ء کو ایک مختصر علالت کے بعد عبدالغفار کا انتقال ہوگیا۔

لیکن اس کے انتقال کے بعد بھی یہ سوال اپنی جگہ قائم رہا کہ کیا عبدالغفار نے دل سے اسلام قبول کیا تھا یا اپنے ہم مذہبوں اور اپنے ہم وطنوں کو اسلام کے ایک عظیم رکن "حج" کے بارے میں بھرپور طرح سے مطلع کرنے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

تاہم اس کا یہ کارنامہ اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا کہ اس نے خانہ کعبہ، مناسکِ حج اور ارض مقدس کی اولین تصویریں کھینچیں۔

اس کی کھینچی ہوئی تصاویر اس مضمون کے ساتھ شائع کی جارہی ہیں تصاویر آج سے ۱۰۶ برس پہلے ۱۸۸۵ء میں کھینچی گئی تھیں۔

موٹر + سائیکل = موٹرسائیکل

عنایت علی خان

سواری کیا ہی اچھی ہے یہ موٹر سائیکل یارو!
بس اک ہلکی سی ٹھوکر چاہیئے اسٹارٹ کرنے کو
بھلا پھر کس کا دل چاہے گا گدّی سے اترنے کو
نہیں ہیں اس کے پر لیکن ہوا کے ساتھ اڑتی ہے
سڑک کے موڑ پر کیا خوب یہ اِترا کے مُڑتی ہے
تم اس کے کیرئیر پر کچھ بھی رکھ دو یہ نہیں رکتی
سوار اس پر ہوں کتنے ہی کمر اس کی نہیں جھکتی ہے
ہُوا کھاتے ہیں پہیئے اور خود پٹرول پیتی ہے
علاج اپنا کرا کے مستری صاحب سے جیتی ہے
بریک اس کو لگا کر روک لو تم جس جگہ چاہو
اگر ہو راستے میں بھیڑ آہستہ اسے کرلو
ذرا آہستہ ہو کر پھر یہ فرفر چلنے لگتی ہے
جدھر مڑتا ہو بتّی اُس طرف کی جلنے لگتی ہے
کبھی پنکچر جو ہو جائے تو مشکل پیش آتی ہے
پھر اپنے بیٹھنے والے کو یہ دگنا ستاتی ہے
دوکاں تک مستری کی کھینچ کر لیجانا پڑتا ہے
وہ پنکچر پھر کھڑے ہو کر وہیں لگوانا پڑتا ہے
نہیں ہے تھان کی حاجت جہاں چاہو کھڑی کر لو
کرو دن بھر کھڑی یا بس گھڑی یا دو گھڑی کرلو
مگر تالا لگا رکھو نہ کوئی چور لیجائے
بھلے ہی پوچھ کر ابّو سے کوئی اور لیجائے

ہم شکل، ہم راز (قسط نمبر ۱۳)

شکیل صدیقی

میں نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا اس لیے میں تیزی سے الٹے قدموں واپس آگیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر جوزف مسیح نے مجھے دیکھ لیا تو وہ یقیناً ماموں گلزار کو بھی بتا دے گا۔ پھر وہ دوڑ کر مجھے پکڑلیں گے۔ ممکن ہے وہ ایسا نہ کرتے مگر مجھے ایسا ہی خیال آیا۔

میں حویلی کی طرف جاتا تو ماموں مجھے دیکھ لیتے۔ اس لیے میں دائیں طرف جاکر ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا، اس لیے کہ تھوڑی دیر بعد ماموں اور جوزف اس کوٹھری سے نکل آئے اور ماموں مجھے ڈھونڈنے لگے۔

"کیا تم صحیح کہہ رہے ہو وہ واقعی سلطان تھا؟"

انھوں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں جی چوہدری صاحب! چھوٹے سرکار تھے!" اس نے کہا اور لکڑی کی ٹانگ گھسیٹتا ہوا نزدیک آگیا۔ میں نے اس کی دائیں کلائی پر زخم کا ایک لمبا سا نشان دیکھا تو میری حالت غیر

ہونے لگی وہ سلطان پر تین بار قاتلانہ حملے کر چکا تھا تو میری کیا حیثیت تھی۔ میں تو ویسے بھی اس کی نقل تھا۔ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ جاتا اور میری اصلیت ظاہر ہو جاتی تو میری پروا کون کرتا؟

وہ کچھ دیر تلاش کرتے رہے پھر یہ سوچ کر حویلی طرف چلے گئے کہ میں ادھر ہی آیا ہوں گا۔ جوزف بڑبڑاتا ہوا اپنی کوٹھری میں واپس چلا گیا۔

میدان صاف پاکر میں درخت کی آڑ سے نکلا اور بے تحاشا حویلی کی طرف دوڑنے لگا۔ سامنے والے دروازے سے اندر جانا مناسب نہیں تھا لہٰذا میں دائیں طرف مڑ گیا۔ اس طرف ایک باتھ روم تھا جس کے قریب ہی سے ایک چکر دار زینہ بل کھاتا ہوا اوپر چلا گیا تھا۔ میں گھومتا ہوا اور بل کھاتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے راہ داری طے کر کے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ میں نے دروازے کو لاک کر دیا اور بستر پر گر کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

میں نے سلطان احمد کی مصیبت کا حل دریافت کر لیا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اس کے ماموں اس کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہوں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اس کی زندگی کے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے۔

ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی کہ وہ اس کی دولت پر قبضہ کر لیں اور اس شان دار حویلی کے مالک بن جائیں۔ لالچ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ انھیں دوست دشمن اور اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی تھی۔

مگر میں یہ سب باتیں کیوں سوچ رہا تھا؟ ضروری تو نہیں کہ ماموں اپنے بھانجے کی جان کے دشمن ہو گئے ہوں۔ یہ سب میرا واہمہ بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ سوال رہ رہ کر میرے دماغ میں چبھ رہا تھا کہ وہ گریس کا ڈبا' جوزف مسیح سے کیوں لے رہے تھے۔ صرف اس لیے کہ وہ اسے ضائع کر سکیں۔ یقیناً جوزف نے ان کے کہنے پر ہی وہ گریس بہت صبح یا بہت رات کو زینے کے دو تین قدمچوں پر لگا دی ہوگی تاکہ میں جوگنگ کرنے کے لیے صبح اٹھوں تو میرا پاؤں پھسل جائے اور میں گر کر ختم ہو جاؤں۔

سب جانتے تھے کہ سلطان احمد صبح دوڑ لگاتا ہے اور ورزش کرتا ہے۔ انھوں نے سلطان کے دھوکے میں مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا یا پھر وہ مجھے اس لیے ہلاک کرنا چاہتے تھے کہ میں نے سلطان کی جگہ لے لی تھی اور حالات کو قابو میں کرنا چاہتا تھا۔

اب مجھے صرف ایک دو روز کی مہلت چاہیے تھی پھر میں اس سازش کو بے نقاب کر

دیتا۔ میں نے سوچا اقی نے درست کہا کہ مجھے سلطان کو تار دے کر بلا لینا چاہیے۔ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔

میں نے اپنا سانس درست کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اپنے کپڑے بدلے اور کمرے سے باہر آگیا۔ اس وقت سہ پہر کے چار بج رہے تھے۔ میں نیچے اترا اور کار پورچ کی طرف گیا۔ وہاں شیورلیٹ کھڑی تھی۔ میں موٹر مکینک ہوں اس لیے ڈرائیونگ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ موٹر سائیکل چلانا تو میں نے سیکھ ہی لیا تھا اس لیے کہ مرمت کرنے کے بعد اسے ٹیسٹ کرنا پڑتا ہے۔ مگر موٹر ڈرائیونگ شوق میں سیکھی تھی۔

مجھے دیکھ کر حمیدے گیٹ پر سے تیز تیز قدموں کے ساتھ آیا اور پوچھنے لگا: "کہاں جائیں گے باؤ جی؟"

"بس ذرا انار کلی تک جانا تھا۔"

"مگر اس میں تو منجھلی سرکار کو کہیں جانا تھا۔" مجھے معلوم تھا کہ منجھلی سرکار کا مطلب ممانی ہے۔

"تو پھر؟"

"میں آپ کے لیے ڈاٹسن نکال کر لاتا ہوں۔"

"چابی مجھے دے دو۔ میں اکیلے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"عماد اوئے عماد باؤ جی کو ڈاٹسن نکال کر دے گیراج سے۔" اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔ میرے لیے عماد بھی نیا نام تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی ذمے داریاں کیا ہیں۔ میں انتظار کرتا رہا۔ جب گاڑی نہیں آئی تو خود ہی گیراج کی طرف چلا گیا' کیوں کہ حمیدے اپنی کوٹھری میں چلا گیا تھا۔ شاید یہ سوچ کر کہ عماد گاڑی لے آئے گا۔

میں گیراج میں پہنچا تو میں نے کار کی چابی اگنیشن میں لگی دیکھی مگر وہاں عماد نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے وہ کسی کام سے چلا گیا ہو۔

میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور گیٹ کی طرف موڑ دی۔ وہاں ایک آدمی گیٹ کھولتا نظر آیا۔ وہ پستہ قد اور موٹا سا تھا۔ اس کا چہرہ چیچک زدہ تھا اور بال گھنگریالے۔

مارکیٹ ایریا کے قریب پہنچ کر میں نے کار کو پارکنگ میں کھڑا کیا اور ایک جنرل اسٹور پر

جا کر پہلے چیونگم کا ایک پیکٹ خریدا پھر تار گھر کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ چوک کے قریب جانا پڑے گا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔

ایک سنسان سڑک پر پہنچ کر نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہوا کہ میرا پیچھا کیا جارہا ہے۔ میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا ور پھر خیال آیا کیوں کہ نہ اسے چیک کرلوں۔ وہ ایک سفید شیراڈ تھی جو میرے پیچھے فاصلہ دے کر آرہی تھی۔

میں نے اپنی کار سڑکوں پر بے مقصد گھمانا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی تصدیق ہوگئی کہ وہ واقعی میرے پیچھے ہے۔ میں نے سوچا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

چوک کے قریب تار گھر میں جاکر میں نے فارم لیا اور باہر بیٹھے ہوئے ایک منشی سے اسے بھروایا اور تار بابو کی کھڑکی میں جاکر وہ فارم اسے تھما دیا۔ اس نے مجھ سے پیسے لینے کے بعد ایک مشین "گٹ گر گٹ گر رر" کی پھر مجھے رسید تھما دی۔

میں نے تار پر رحمت کا دکان کا پتا لکھوادیا تھا تاکہ جب سلطان وہاں کام کرنے آئے تو تار اسے مل جائے۔ مضمون کچھ اس قسم کا تھا۔

"فوراً چلے آؤ امی بہت پریشان ہے۔ تمہارا پرویز۔"

میں تار گھر سے نکلا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے پارکنگ لاٹ میں سفید شیراڈ بھی کھڑی دیکھی۔ میں وہاں کچھ دیر کھڑا رہا اور میں نے ادھر ادھر دیکھ کر اس آدمی کو تلاش کرنا چاہا جو میرے پیچھے وہاں تک آگیا تھا لیکن اس کا ڈرائیور کہیں دکھائی نہیں دیا۔ میں اکتا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

اس وقت تقریباً ساڑھے چار بجے تھے۔ اس لیے سڑکوں پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ میں سست رفتاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا' کیوں کہ میرے دماغ میں مسلسل ماموں گلزار کے متعلق خیالات آرہے تھے۔ وہ جوزف کی کوٹھری سے نکلنے کے بعد مجھے تلاش کر رہے تھے۔ مگر بعد میں جب کہ میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا تھا انھوں نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آخر کیوں؟

کیا وہ مجھے چھوٹ دے رہے تھے یا پھر کسی خاص موقع کے منتظر تھے؟ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ میں ایک بہت بڑے راز سے آگاہ ہوگیا تھا اس لیے وہ مجھے ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اپنی موت کے بارے میں سوچ کر میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر دوڑنے لگی۔

میں تو ایڈونچر کی تلاش میں مدراس آیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں میری جان کے لالے پڑ جائیں گے۔

وہ سڑک سیدھی اور سنسان تھی۔ اس وقت وہاں زیادہ ٹریفک نہیں تھا' اس لیے میں نے رفتار تیز کر دی۔ تقریباً ایک میل چلنے کے بعد مجھے ایک بلی دکھائی دی جو بہت سست رفتاری سے سڑک پار کر رہی تھی میں نے اس بچانے کے لیے بریک لگا دیے۔ اس وقت میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے جب مجھے معلوم ہوا کہ کار کے بریک ڈھیلے ہیں اور میں کار کو نہیں روک سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ بریک خود بہ خود ڈھیلے نہیں ہو سکتے۔ ڈھیلے کر دیے گئے ہیں۔ میرے کسی دشمن نے میری جان لینے کے لیے بریک ڈھیلے کر دیے ہیں یا کرا دیے تھے۔ کار تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی اور اب میں کسی بھی لمحے ایک بڑے حادثے سے دو چار ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے والا تھا۔" میں نے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔

سلطان احمد کی زبانی سنیئے

"تم کیسے کہہ رہی ہو کہ یہ پرویز مستانہ نہیں ہے؟" انصاری صاحب نے حیرت سے اپنی بیٹی رضیہ سے سوال کیا۔

"ناک نقشہ اور خاص طور پر آنکھیں۔" رضیہ نے کہا۔

انصاری صاحب نے الجھن سے کہا: "ناک نقشہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ معلوم نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"آنکھیں! ابو! کیا یہ آنکھیں آپ کو پرویز بھائی کی معلوم ہو رہی ہیں؟ یہ تو بالکل سپاٹ اور بے جان سی ہیں۔ ہمارے لیے ان میں کوئی اپنائیت نہیں ہے۔ ان کا چہرہ دیکھ رہے ہیں آپ؟ کیسا سپاٹ اور روکھا ہے۔ جیسے لکڑی کا بنا ہوا ہے۔۔۔ اور شوخی شرارت اور مسکراتی چمکتی آنکھیں۔۔۔ ان کی کوئی چیز بھی پرویز بھائی جیسی نہیں ہے۔ یہ صرف ان کے ہم شکل ہیں۔"

وہ لڑکی رضیہ بولے چلی جا رہی تھی۔ اگر میں اس سے یہ کہتا کہ وہ ناک نقشے کا فرق بتا سکتی ہے تو یقیناً وہ یہ بھی بتا دیتی' اس لیے کہ اس کی نگاہیں بہت تیز معلوم ہوتی تھیں۔ میرے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اس کا اعتراف کر لوں۔ میں نے کہا:

"ہاں میں پرویز مستانہ نہیں ہوں' مگر میں کسی کو دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ پرویز کی مرضی

بیٹے میں نے اس کی جگہ لی ہے' ایک منصوبے کے تحت میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اس راز کو اپنے تک ہی رکھیے گا۔"

میں وہاں سے چلنے لگا تو انصاری صاحب نے چائے پینے کے لیے روکنا چاہا' لیکن میں نے شکریہ ادا کر کے معافی چاہ لی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گھر آیا تو ابا (قریشی صاحب) نے مجھے اپنے پاس بلا لیا اور ایک کاغذ دے کر کہا: "ڈاکیا آیا تھا۔ کہنے لگا' آپ کا تار آیا ہے۔ میں نے کہا' بھائی کسی اور کا ہوگا۔ ہم غریبوں کو کون تار بھیجے گا۔ کہنے لگا' رحمت کی دکان پر آیا تھا۔ دکان بند ہے' اس لیے میں نے مکان کا پتا پوچھ لیا اور یہاں چلا آیا۔ میں نے کہا میاں تم ہی پڑھ کر بتا دو۔ لو بھئی اس نے تار پڑھا:

"امی کی طبیعت خراب ہے۔ جلدی سے چلے آؤ۔"

"وہ تار کہاں ہے؟" میں نے گھبرا کر کہا۔ وہ دن معلوم نہیں کیسا تھا۔ ہر لمحہ مجھے بے نقاب کرنے اور میرا راز کھولنے پر تلا ہوا تھا۔ اپنا راز کھلنے کی مجھے زیادہ پروا نہیں تھی۔ امی کی طبیعت کا حال سن کر دل بیٹھا جا رہا تھا۔

قریشی صاحب نے کہا: "ڈاکیا تار دے کر جانے لگا تو میں نے کہا' یہ تو بتاؤ کہ تار کس نے اور کہاں سے بھیجا ہے؟ تو جانتے ہو اس نے کیا کہا؟ وہ کہنے لگا' یہ تار مدراس سے پرویز نے بھیجا ہے۔ اس کی بات سن کر مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے کہا' میاں تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ پرویز تو یہاں بیٹھا ہے' میرے پاس۔ مدراس جا کر تار کیسے دے سکتا ہے۔"

میں نے تار کے کاغذ پر ٹائپ شدہ الفاظ پر ایک نظر ڈالی اور پھر ہلکے سے ہنس کر بولا:

"ابا! محکمہ تار سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ میں جا کر پوچھتا ہوں کیا معاملہ ہے؟"

قریشی صاحب روکتے ہی رہ گئے' مگر میں نے کپڑے بدلے اور باہر نکل آیا۔ بہنیں سمندر کی سیر کرنے کے بعد تھکی ہوئی تھیں' اس لیے کسی نے میری طرف توجہ نہیں کی۔ تار پڑھ کر میرے دل و دماغ میں بھونچال سا آگیا۔ میرے اور پرویز کے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ ہم ٹھیک ایک سال بعد ریڈیو اسٹیشن کے پاس ملیں گے مگر' اب وہ صرف دو ہفتے بعد مجھے مدراس بلا رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ چاہے کسی اور نے اسے پہچانا ہو یا نہیں امی نے اسے ضرور پہچان لیا ہے اور اسے ہدایت دی ہے کہ مجھے بمبئی سے بلایا جائے۔

لیکن میں مدراس کیسے جاسکتا تھا؟ کاش کہ کوئی میرے پَر لگا دیتا تو میں اڑ کر اسی وقت وہاں چلا جاتا۔ میں یہ سوچ کر وہاں سے آیا تھا کہ کبھی پلٹ کر وہاں نہیں جاؤں گا' لیکن دو ہفتوں کے بعد ہی یہ احساس ہوگیا کہ اپنوں سے دور رہنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ ان کی یاد ہر لحہ دل میں کسک پیدا کرتی رہتی ہے۔ جو لوگ ہم سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی صورتیں نگاہوں میں گھومتی رہتی ہیں۔

"یا اللہ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

دو گھنٹے پہلے جب رؤف سے اچانک ملاقات ہوئی تھی تو میں نے اس سے دو ہزار روپے لے لیے تھے۔ اب کس سے مانگوں؟ کس کے پاس جاؤں؟ خیال آیا کہ دوبارہ اسی سے کہہ کر دیکھوں' شاید کام بن جائے۔

میں نے دماغ پر زور ڈالا تو اس کا ٹیلی فون نمبر یاد آگیا۔ میں نے ایک پی۔ سی۔ او جا کر اس کا نمبر ڈائل کیا تو آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ رؤف سے رابطہ قائم کرا دے۔ پانچ منٹ بعد اس کا آواز سنائی دی۔ جب میں نے اس سے اپنی مصیبت بیان کی تو وہ بہت حیران ہوا اور بولا:

"اچانک مدراس جانے کی تمھیں کیا سوجھ گئی! ابھی تو تم سمندر کی سیر کرتے ہوئے ملے تھے؟"

"بس ایمرجنسی ہے دوست! کسی طرح سے میرے لیے کوئی بندوبست کرو۔" میں نے کہا۔

"ایک ہی طریقہ ہے تم ایر انڈیا کی نائٹ کوچ سے چلے جاؤ۔ ابھی کافی وقت ہے۔ تم ایر پورٹ پہنچ سکتے ہو۔ شعبہ ٹکٹ پر میرا ایک دوست ہے' وقار۔ اس سے بات کرنا۔ تمھیں اپنا ٹکٹ تیار ملے گا۔

"ہاں شکریہ۔"

"مدراس پہنچ کر اپنی خیریت سے آگاہ کرنا۔ اچھا اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

بمبئی ایر پورٹ پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ ایک تیز رفتار ٹیکسی مل گئی' جس نے

چالیس منٹ میں وہاں پہنچا دیا۔ شعبہ ٹکٹ میں وقار احمد نے مجھے ٹکٹ بنا کر دیا تو میری خوشی کی انتہا نہیں رہی۔

میں چاہتا تو اپنے بارے میں گھر والوں کو بتا کر آسکتا تھا' مگر پھر ایک رونا پیٹنا مچ جاتا۔ ممکن ہے میری ساتوں بہنیں مجھ سے چمٹ جاتیں اور مجھے اپنی جگہ سے ہلنے نہ دیتیں' اس لیے میں دور سے انھیں الوداع کہہ کر چلا آیا۔

جب مدراس جانے والی نائٹ کوچ میں سوار ہو رہا تھا تو مجھے ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ "کھٹ۔ کھٹ۔ کھٹ۔ گھر۔ گھر۔ گھر" جیسے کوئی شخص ٹانگ گھسیٹ کر چل رہا ہو۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک مسافر تھا جو اس طرح چل رہا تھا۔ غالباً ایک ٹانگ سے معذور تھا۔ اس آواز کو سن کر پہلے تو میرا ذہن جھن جھنا گیا کہ یہی آواز سن کر مجھ پر بدحواسی طاری ہوگئی تھی اور میں مدراس سے بھاگ کر بمبئی آگیا تھا۔ اب یہاں بھی وہی آواز پیچھا کر رہی تھی۔

وہ معقول سا آدمی تھا۔ جب میرے قریب سے گزر کر اس نے جہاز میں سوار ہونے کے لیے زینے پر قدم رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کی ایک ٹانگ لکڑی کی ہے۔

لکڑی کی ٹانگ۔ لکڑی کی ٹانگ... لکڑی کی ٹانگ میرے دماغ! میں جھماکے ہونے لگے۔ حویلی میں نیا جمعدار رکھا گیا تھا۔ اس کی بھی تو ایک ٹانگ لکڑی کی تھی اور وہ پاؤں گھسیٹ کر چلا کرتا تھا۔ اس کی مونچھیں بھی راج پوتی انداز میں کناروں سے اٹھی ہوئی تھیں' تو کیا اس رات وہ مجھ پر حملہ کرنے آیا تھا؟

لیکن اسے مجھ سے کیا دشمنی تھی؟ اسے مجھ سے دشمنی تھی یا اس نے کسی کے کہنے میں آکر ایسا کیا تھا؟ مجھے دوسرا خیال زیادہ صحیح معلوم ہوا۔

نائٹ کوچ نے رات بارہ بجے لاہور ایرپورٹ پر اتار تو میں ایک ٹیکسی سے ہوٹل ہلٹن پہنچ گیا جو   گارڈن کے قریب ہے۔ وہاں میرا ایک دوست کلرک ہے۔ اس نے مجھے ایک کمرا دے دیا۔ میں نے رات وہاں گزاری اور صبح ہوتے ہی حویلی کی طرف چل پڑا۔ اس روز جمعہ تھا۔

جب میں ٹیکسی سے اتر کر حویلی میں داخل ہوا تو دربان علی حیدر نے چونک کر میری طرف دیکھا اور آنکھیں مل کر کہا: "چھوٹے سرکار! ابھی تو آپ اندر تھے! اب باہر سے اندر آرہے

ہیں۔ یہ کیا قصہ ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میری آنکھوں کا قصور ہو اور مجھے سب چیزیں ایک جیسی نظر آرہی ہوں؟"

"مجھ جیسا کوئی اندر ہے؟ کیا بک رہے ہو؟" میں نے حیرت ظاہر کی۔

"جی ہاں سرکار! میں نے ابھی پانچ منٹ پہلے خود دیکھا ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ ڈرائنگ روم میں جاکر دیکھ لیجیے۔ آج سب لوگ وہاں جمع ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں دیکھتا ہوں۔ وہاں کون چال باز لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔" میں نے کہا اور حویلی کی طرف بڑھنے لگا۔

اب پرویز مستانہ کی زبانی سنئے۔

میری آنکھیں بند ہوئیں تو اسٹیئرنگ خود بہ خود ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ کار یکایک بائیں طرف مڑ گئی، پھر ایک ہول ناک دھماکا ہوا اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑا ہو۔ میں سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

کافی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو معلوم ہوا کہ کار کو حادثہ پیش آچکا ہے۔ وہ ایک کھمبے سے ٹکرا کر رک گئی ہے، اس کا ونڈ اسکرین ٹوٹ گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں زندہ تھا اور مجھے خراش تک نہیں آئی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ جب میرے ہاتھوں پیروں کی کپکپاہٹ دور ہوئی تو میں دروازہ کھول کر اتر آیا۔ اس کے اگلے حصّے کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ دائیں طرف کی ہیڈ لائٹ چکنا چور ہوگئی ہے اور بونٹ پچک کر اٹھ گیا ہے۔ سامنے کی جالی ٹیڑھی ہوگئی ہے اور انجن کو بھی نقصان پہنچا ہے۔

وہ سنسان سڑک تھی، اس لیے وہاں لوگ جمع نہیں ہوئے تھے ورنہ مصیبت کھڑی ہو جاتی۔ پولیس، عدالت اور کچہری وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا۔ میں وہاں سے پیدل چل پڑا۔ راستے میں خیال آیا کہ دو روز میں مجھ پر دو بار قاتلانہ حملہ ہوا ہے، مگر میں اللہ تعالیٰ کے کرم سے بچ گیا ہوں، مگر ضروری تو نہیں کہ ہر بار قسمت ساتھ دے۔

کار کے بریک اچانک فیل نہیں ہوئے تھے، انھیں کسی نے حویلی میں ڈھیلا کر دیا تھا یا پھر

سلطان احمد کو تار دینے کیلئے گراف آفس میں گیا ہوا تھا اس وقت کسی نے گر بڑ کی
یں وقت مجھے وہ سفید کار یاد آئی جو میرا پیچھا کر رہی تھی۔ اس میں سوار آدمی ہی نے
نے پہنچایا تھا' لیکن وہ کون ہو سکتا تھا۔
میں تو یہاں کسی سے واقف ہی نہیں تھا۔ ہر شخص' ہر جگہ اور ہر چیز میرے لیے اجنبی
ہے۔ حویلی میں سوائے امی کے کون مجھ سے محبت کرتا تھا۔ شاید کوئی نہیں۔ اپنے محبت کرنے
اور چاہنے والوں کو تو میں بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔
حویلی پہنچ کر میں سیدھا حمیدے کی کوٹھری میں چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر شرما اور گھبرا کر بولا:
"یہ آپ کہاں چلے آئے چھوٹے سرکار؟ کوئی کام تھا تو حویلی میں بلا لیا ہوتا۔"
"بیٹھو' میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک مونڈھے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
حمیدے سمٹا سمٹایا میرے سامنے بیٹھ گیا۔
"یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ ممانی جان کار لے کر شاپنگ کے لیے جائیں گی اور مجھے
ٹویوٹا استعمال کرنی ہوگی؟"
"چوہدری گلزار صاحب نے۔" حمیدے نے جواب دیا۔
"مگر وہ کار تو اب بھی میں کھڑی ہوئی ہے۔ ممانی کہیں نہیں گئیں۔"
"نہیں ابھی تو نہیں گئیں۔ ہو سکتا ہے پروگرام بدل گیا ہو۔" اس نے بے بسی سے کہا۔
"یہاں کوئی سفید شیراڈ بھی تھی؟"
"جی ہاں شکور لایا تھا۔ آپ کے جانے کے بعد وہ کار لے گیا تھا۔"
"اسے کس نے یہاں رکھا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے اور اب کہاں ملے گا؟"
"اسے بھی چوہدری صاحب نے رکھا ہے' گاڑیوں کی دیکھ بھال کے لیے۔ ابھی نیا ہی آیا
ہے۔ ڈاک خانے کے پاس رہتا ہے۔ مجھے اس کا گھر معلوم ہے۔ آپ حکم کریں تو میں اسے بلا کر
لے آؤں؟"
"ہاں۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ پھر اسے بتایا کہ شکور نے میری کار کے بریک ڈھیلے کر دیے
تھے جس کی وجہ سے میں حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس کی کوشش تو یہی تھی کہ میری جان چلی
جائے۔ وہ خود سے ایسا نہیں کر سکتا' کسی کے کہنے پر ہی اس نے ایسا کیا ہے۔

● تہمینہ بہت کاہل لڑکی تھی۔ اس نے ایک بار اپنی خالہ سے انار کٹوایا، اس کے دانوں پر نمک چھڑکوایا اور پھر جمائی لے کر بولی،
"خالہ جان! اب آپ اسے کھا بھی لیجیے"

اسرائیل خاں شعبان خاں، بائیکلہ، مالیگاؤں

● ایک چوہا: (دوسرے سے) کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ میرا نام گینز بک آف دی ورلڈ ریکارڈ میں آجائے۔
دوسرا چوہا: (کچھ سوچنے کے بعد) "تم کسی بلی سے شادی کرلو"۔

شیخ جابر شیخ شبیر، بیورہ تعلقہ راویر ضلع جلگاؤں

● گاہک: (درزی سے) پتلون کی سلائی کتنی لیتے ہیں؟
درزی: پچاس روپے۔
گاہک: اتنی سلائی؟ اچھا نیکر کی سلائی بتائیے؟
درزی: دس روپے۔
گاہک: (خوش ہو کر) تو آپ نیکر ہی سی دیں۔ بس لمبائی ۴۴ انچ رکھ دیں"۔

حسن افروز نرگس، دانی پور، سیٹھ حریا، سیوان بہار

● جج: (چور سے) جب تم دکان میں چوری کر رہے تھے تو تم نے اپنے بیوی بچوں کے متعلق کچھ سوچنے کی کوشش نہیں کی؟
چور: "سوچا تھا حضور! مگر دکان میں صرف مردوں کے کپڑے تھے"۔

عبدالماجد قریشی، محلہ شطرنجی پورہ بالاپور، آکولہ

● ایک صاحب نجومی کو ہاتھ دکھانے گئے۔ بہت غور کے بعد نجومی نے انھیں بتایا کہ آپ چالیس برس کی عمر تک غریبی کے سبب پریشان رہیں گے۔
وہ خوش ہو کر بولے "اس کے بعد"
"اس کے بعد آپ کو اس کی عادت ہو جائے گی"۔

محمد آصف پرواز قریشی، شطرنجی پورہ، بالاپور، آکولہ

● ملا نصرالدین نے ایک ادیب کو اپنے گھر بلایا۔ جب ادیب ملا کے گھر گیا تو ملا کہیں گیا ہوا تھا۔ ادیب کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے ملا کے دروازے پر "بے وقوف" لکھ دیا۔ جب ملا گھر واپس آیا تو دروازے سے ہی لوٹ گیا اور سیدھا ادیب کے گھر گیا اور ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا "اپنے دروازے پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو فوراً حاضر ہو گیا"۔

محمد راشد خاں، شطرنجی پورہ بالاپور ضلع آکولہ

● ایک صاحب نے اپنے ایک دوست سے کہا "کل میں نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ میں نے ایک ہاتھی کے دونوں دانت اکھاڑ دیے۔ شیر کی کمر کرانے کے وار سے توڑ دی۔ اور چیتے کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔
"پھر کیا ہوا؟" دوست نے حیرت سے پوچھا۔
"ہونا کیا تھا۔ دکان کے مالک نے مجھے کان پکڑ کر باہر نکال دیا"۔

محمد تبریز اختر، تیلپرا، استاد گڑھ (اڑیسہ)

• ایک بچہ چھت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی امی نے کہا۔
"بیٹا اگر گر گئے تو پانی بھی نہ مانگ سکو گے۔"
بچے نے اطمینان سے جواب دیا "امی! میں پانی پی کر چڑھ رہا ہوں۔"

منیر احمد محلہ کٹرہ، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

• گاہک: (دکان دار سے) جناب، کل جو مرغی آپ نے مجھے دی تھی وہ گھر جاتے ہی مر گئی۔"
دکان دار: حیرت ہے، اس نے ایسی حرکت دکان پر تو کبھی نہیں کی۔"

ثنا، جامع مسجد، کلمب ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

• ایک غیر ملکی سیاح امریکی آرٹ کی نمائش دیکھنے گیا۔ وہ ہال میں داخل ہونے کے لیے قطار میں کھڑا تھا۔ اسی وقت اس کی نظر ایک بچے پر پڑی اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔
"اس ملک کا لباس بڑا عجیب ہے۔ اس بچے کو دیکھو نہ لڑکا ہے نہ لڑکی۔"
پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے جواب دیا۔
"لڑکی ہے"
سیاح نے کہا: "آپ کو کیسے معلوم؟"
جواب ملا: "میں اس کی والدہ ہوں۔"

علی قدر اعظمی، خداداد پور، سنجر پور، اعظم گڑھ

• ایک مسافر کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں دو ڈاکو ملے۔ انھوں نے اس کی تلاشی لی تو کافی رقم نکلی۔
ایک ڈاکو نے پوچھا: "رقم دو گے یا جان؟"
مسافر نے جواب دیا "جان لے لو رقم تو بڑھاپے میں کام آئے گی۔"

فیصل احمد چوکاکو، مخدوم کالونی، بھٹکل، کرناٹک

• بلی سے تنگ آکر بیوی نے شوہر سے کہا: "دیکھو میں اب اس بلی سے پریشان ہو گئی ہوں۔ اسے تھیلے میں ڈال کر جنگل چھوڑ آؤ۔"
تین دن بعد شوہر واپس آیا تو بیوی نے پوچھا "اب کہاں تھے؟"
"بیگم! جنگل سے واپسی پر اپنے گھر کا راستہ بھول گیا تھا"
"تو تم آئے کس طرح؟" بیوی نے پوچھا۔
"بلی کے پیچھے پیچھے چلا آیا" شوہر نے جواب دیا۔

ارشاد احمد، نان پور، پوپری ضلع سیتامڑھی بہار

• جہاز کے انجن میں خرابی پیدا ہونے کی افواہ اڑی تو مسافروں میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک پادری صاحب بھی اس جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ وہ لوگوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہنے لگے "آپ گھبرائیے نہیں۔ میں جہاز کے خیریت سے اترنے کی دعا کر رہا ہوں۔"
ایر ہوسٹس بولی "ٹھیک ہے فادر! آپ دعا کرتے رہیے، یوں بھی ہمارے پاس ایک پیراشوٹ کم ہے۔"

شیخ اصغر شیخ غلام ——— بھنڈارہ

• ایک دوست: (دوسرے دوست سے) "بے وقوف لوگ بھی کبھی کبھی بڑی اچھی بات کہہ دیتے ہیں۔"
دوسرا دوست: "بالکل درست! یہ آپ نے بڑی اچھی بات کہی۔"

شکیل احمد، مسجد نور، کمرہ نمبر ۳، نظام آباد

• ایک سہیلی: "بہن! یہ تمھاری ہمت ہے کہ

اتنا قیمتی ہار ادھار خرید لائیں۔ اپنے میاں کا بھی تو سوچا ہوتا۔"

دوسری سہیلی: "میاں کی خاطر ہی تو لائی ہوں۔ اب ان میں اور زیادہ محنت کا جذبہ پیدا ہو جائیگا۔"

گلشن غالب، اسلام نگر، ارریہ، بہار

● استاد: (شاگرد سے) کیا تم نے کبھی اڑن تشتری دیکھی ہے؟

شاگرد: جی ہاں، کئی بار۔ "ممی کے ہاتھوں سے پاپا کی طرف اڑتی ہوئی۔"

فیض احمد صدیقی، روبی مانٹیسری جونیر ہائی اسکول بارہ بنکی

● ایک چالاک آدمی ایک ہوٹل میں گیا اور خوب اچھے اچھے کھانے منگا کر کھائے۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے چائے منگوائی اور اپنی جیب سے مرے ہوئے چوہا نکال کر (جو وہ گھر سے مار کر لایا تھا) بیرے کی نگاہ بچا کر چائے میں ڈال دیا اور ڈانٹ کر بیرے سے کہنے لگا۔ کمبختو! تم لوگ سنجانے گاہکوں کو زہریلی چیزیں کھلا دیتے ہو۔ دیکھو میری چائے میں مرا ہوا چوہا پڑا ہے میں ابھی پولیس کو فون کرکے بلواتا ہوں اور تمھارا ہوٹل بند کروا دیتا ہوں۔ ہوٹل کا مینجر گاہک کی بات سن کر گاہک کے قریب آیا اور بڑی لجاجت سے بولا۔ صاحب کہیں سے یہ چوہا گرم چائے میں کود پڑا ہوگا۔ ہمیں معاف کر دیجیے آپ پولیس کو نہ بلائیے یہ لیجیے پچاس روپے اور اپنی غلطی کی سزا میں دے رہے ہیں آپ کھانے کا پیسا بھی مت دیجیے۔ گاہک نے کہا ٹھیک ہے مگر آیندہ سے ایسی غلطی نہ ہو۔ ایک دوسرا آدمی (جسے اپنی چالاکی پر ناز تھا) یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا وہ دوسرے ہی دن اسی ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے گیا اور اس نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور آخر میں بیرے سے چائے لانے کے لیے کہا۔ بیرے نے معذرت کرتے ہوئے کہا "صاحب آج چائے تو نہیں ہے۔" گاہک نے غصّہ میں کہا "کمبخت، چائے نہیں ہے تو ہم چوہا تمھارے ہیڈ میں ڈالیں۔ میں تو گھر سے چیسے بھی نہیں لایا۔

محمد یونس رضا، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

● دو چور ایک گھر میں چوری کر رہے تھے کہ اتنے میں مالک جاگ پڑا۔ ایک چور پنکھے پر چڑھ گیا۔ اور دوسرا پلنگ کے نیچے چھپ گیا۔ مالک نے پولیس کو فون کیا۔ پولیس آکر مالک سے پوچھنے لگی "تمھارا روپیا اور زیور سب کچھ صحیح سلامت ہے نا؟" مالک نے جواب دیا "اوپر والا جانے" پولیس نے پھر پوچھا "تمھارے روپے اور سامان تو سب محفوظ ہے نا؟"

مالک نے پھر وہی جواب دیا "اوپر والا جانے" یہ سن کر پنکھے پر بیٹھے ہوئے چور کو بہت غصّہ آیا اور بول پڑا "سب کچھ میں ہی جانوں۔ وہ جو پلنگ کے نیچے چھپا بیٹھا ہے کیا تمھارا باپ ہے۔"

راغب علی، غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی

● پہلا آدمی: "کیا ہر آدمی کو مرنا ہے؟"

دوسرا آدمی — "ہاں۔"

پہلا۔ "میں سوچتا ہوں، جو آدمی سب سے آخر میں مرے گا اسے کون قبرستان لے جائے گا۔"

مشتاق احمد۔ ڈونگر پالی، بھٹکل، کرناٹک

● تین شرابی کسی راستے سے گزر رہے تھے۔ ایک شرابی راستے میں گر گیا۔ دونوں شرابیوں نے

جب اس کی نبض دیکھی تو یہ سمجھا کہ وہ مر گیا۔ پھر دونوں شرابیوں نے اس کے جنازہ کا انتظام کیا اور اسے قبرستان لے جانے لگے لیکن اسے قبرستان نہیں ملا۔ اتنے میں مرا ہوا شرابی اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے قبرستان معلوم ہے۔ دونوں شرابیوں نے کہا "کہاں ہے قبرستان؟"
مرا ہوا شرابی کہتا ہے "میں نہیں بتاؤں گا۔"
"آخر کیوں؟" دونوں شرابیوں نے پوچھا۔
"کیوں کہ میں مرا ہوا ہوں" مرے ہوئے شرابی نے جواب دیا۔

محمد بدیع الدین حفیظ الدین، ہاتھی خانہ ضلع بیڑ

● ماسٹر صاحب: (شاگرد سے) بتاؤ ماں کے پیر کے نیچے کیا ہے؟
شاگرد۔ ماں کے پیر کے نیچے جنت ہے۔
ماسٹر صاحب۔ (دوسرے شاگرد سے) تم بتاؤ باپ کے پیر کے نیچے کیا ہے؟
شاگرد۔ (منہ بنا کر) سر! میرے باپ کے پیر کے نیچے باٹا کا جوتا ہے۔

عظمت آرا، چکونڑہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

● ماسٹر: (فرید سے) "جماعت میں کون شور کر رہا ہے؟"
فرید: "جناب مجھے تو معلوم نہیں، میں تو خلیل کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔"

قمر جاوید، مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹیمن، رام پور

● "کیا یہ اچھا صحت افزا مقام ہے؟" مسافر نے پوچھا۔
"جی ہاں: بہت اچھا ہے" گائیڈ نے جواب دیا اور کہا "جب میں یہاں آیا تھا تو ایک لفظ بھی نہ بول سکتا تھا۔ میرے سر پر ایک بال بھی نہ تھا۔ میں قدم نہ اٹھا سکتا تھا اور لوگ مجھے اٹھا کر بستر پر ڈال دیتے تھے۔"

ابو عبید، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ

● ایک صاحب بس میں سفر کر رہے تھے۔ بس میں بے انتہا رش تھا اچانک ایک بھاری بھرکم مسافر کا پاؤں ان صاحب کے پاؤں پر آگیا۔ وہ صاحب زیادہ دیر تکلیف برداشت نہ کر سکے اور اس مسافر سے کہنے لگے "آپ کے خیال میں نزع کا عالم اچھا ہے یا موت اچھی ہے"، بھاری بھرکم مسافر بولا۔ "ظاہر ہے کہ موت اچھی ہے۔" وہ صاحب تڑپ کر بولے "تو خدارا آپ اپنا دوسرا پاؤں بھی میرے پاؤں پر رکھ دیں۔"

نور القمر تیلر، ماسٹر، پلاسی ہاٹ، ارریہ بہار

● ایک شخص: (قصاب سے) (ایک مریل سی بکری کو دیکھ کر) "اس بکری کی قیمت کیا ہے"
قصاب: "۱۴۰ روپے۔
وہ شخص: "اتنی قیمت۔
قصاب: "جناب کل تک اس کی قیمت ۴۰ روپے تھی لیکن صبح اس نے ۱۰۰ روپے کھا لیے۔

رضیہ رضوانہ، سرائے کوڑی، کشن گنج، بہار

● ایک لڑکے نے ریلوے کے ٹکٹ گھر میں ہاتھ ڈالا اور کہا "بابا جان کا ایک ٹکٹ دیجیے" کلرک نے تمام فہرست چھان ماری مگر اسے "بابا جان" کا اسٹیشن کہیں نہ ملا۔ اس نے چلا کر پوچھا "بابا جان کہاں ہے" لڑکا بولا "وہ پانی پینے گئے ہیں"

محمد آصف شیخ، کھریاں موڑ، سرائے میر

اقوالِ زرّیں

ایک دفعہ شیخ سعدیؒ کسی جنگل سے گزر رہے تھے کہ انھیں ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک نونہال سجدے میں گرا رو رہا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس سے پوچھا "تو کون ہے؟" اس نے جواب نہ دیا تو شیخ سعدیؒ نے دوسری اور پھر تیسری بار پوچھا تو لڑکے نے کہا۔

"تم کون ہو میری عبادت میں خلل ڈالنے والے"

آپ نے پھر پوچھا "تیرا استاد کون ہے جس نے تیری اتنی اچھی تربیت کی ہے؟"

اس نے جواب دیا "میری استاد میری ماں ہے۔ وہ ایک دن چولہے میں لکڑیاں جلا رہی تھی جو بہت بڑی بڑی تھیں اور وہ آگ نہیں پکڑ رہی تھیں۔ پھر میری ماں نے چھوٹی لکڑیاں ان کے ساتھ ڈالیں تو انھوں نے فوراً آگ پکڑلی جس کی وجہ سے بڑی لکڑیاں بھی جلنے لگیں۔ یہ دیکھ کر میں سوچنے لگا کہ قیامت کے دن فرعون و نمرود جیسے گناہ گاروں کو جہنم کی آگ میں جلانے سے پہلے ہم جیسے چھوٹے گناہ گاروں کو جلایا جائے گا۔ بس جبھی سے اللہ تعالیٰ سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہوں۔"

ابو طالب، بیناپارہ، اعظم گڑھ، یوپی

ماں باپ کی سختی یا بہن بھائیوں کی معمولی نوک جھونک یا کسی اور بات سے تنگ آکر آپ کوئی غلط فیصلہ ہرگز نہ کریں، کیونکہ پانی کا بلبلہ جتنی جلدی بنتا ہے اتنی ہی جلدی پھٹ بھی جاتا ہے۔

شبانہ قمر، بنگواں، ارریہ، بہار

تاریخ میں پہلی مرتبہ سلطان کا لقب پانے والے حکمران سلطان محمود غزنوی کو ایشیائی فاتحین میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ وہ ایک منصف مزاج اور بیدار مغز حکمران تھے۔ انصاف اور قانون کے مطابق سب لوگوں سے یکساں سلوک کرتے تھے۔ جرم کرنے والے افسران بھی اپنے آپ کو ان سے نہیں بچا سکتے تھے۔ ایک مرتبہ دربار میں ایک فرد نے عرض کی "سلطان! تمھاری فوج کے ایک سپاہی نے بے حرمتی کر کے ہمیں گھر سے نکال دیا ہے اور گھر پر قبضہ کرلیا ہے" سلطان محمود تلوار بے نیام کر کے اس کے ساتھ ہولیے۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے انھوں نے تمام شمعیں بجھانے کا حکم دیا اور مجرم کو تاریکی میں ہی ختم کر دیا۔ شمعیں روشن ہوئیں تو وہ سجدے میں گر گئے اور پھر فریادی سے کہنے لگے۔

"جب تم نے مجھ سے اپنے گھر کے لٹنے کی فریاد کی تو میرے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ میرا اپنا بیٹا کہیں اس حرکت کا ذمے دار نہ ہو کیونکہ میری فوج کے کسی سپاہی کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ میں نے یہ شمعیں گل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ میرا انصاف اندھا اور بے رحم ہو اور سجدے میں اس لیے گرا کہ میرا بیٹا مجرم نہ تھا۔"

محمد نصیر الدین، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ

- تعصب انسان کو ہزار طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز رکھتا ہے۔
- کینہ رکھنے سے اپنے ہی دل کے زخم ہرے رہتے ہیں۔
- معاف کرنا اچھا ہے۔ بھول جانا اس سے بھی اچھا ہے۔

محمد تبریز اختر، لبسرا، سندرگڑھ، اڈیسہ

دوستی

• کسی شہنشاہ کے تاج کے قیمتی موتیوں سے زیادہ چمکدار اور چاندنی رات سے زیادہ پرکشش اگر کوئی چیز ہے تو وہ دوستی ہے۔
• دوستی ایک مقدس رشتہ ہے جس کی بنیاد اعتماد اور وفا پر قائم ہے۔
• دوستی کا نازک دھاگا فرشتوں نے تھام رکھا ہے۔ محبت اور خلوص کی پریاں اس کی حفاظت کرتی ہیں۔

محمد نظر حسن، بھوکارا، پوٹاخالی، کشن گنج بہار

ـــــ زندہ رہو ـــــ

انتظار کرو ـــــ صبر کے ساتھ
بحث کرو ـــــ دلیل کے ساتھ
عبادت کرو ـــــ محبت کے ساتھ
جھکو ـــــ وقار کے ساتھ
زندہ رہو ـــــ حوصلہ کے ساتھ

غازی کمال احمد، ڈوریا سوناپور، ارریہ بہار

قدر و قیمت

بارش کا ایک چھوٹا سا قطرہ یوں تو کچھ بھی نہیں مگر اس کی اصل قدر و قیمت تپتا ہوا صحرا جان سکتا ہے بپھرا ہوا سمندر نہیں۔

مدبر احمد شبیر احمد، چندن پوری گیٹ، مالیگاؤں

بیکار ہے، وہ اولاد جس میں تابعداری اور فرمانبرداری نہ ہو۔
بیکار ہے، وہ رات جس میں عبادت نہ ہو۔
بیکار ہے، وہ حاکم جس میں انصاف کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔
بیکار ہے، وہ دولت جس میں سخاوت نہ ہو۔
بیکار ہے، وہ گھر جس میں ذکر الٰہی اور تلاوت کلام پاک نہ ہو۔

صبیحہ ناز معرفت مسیح احمد، بنگواں، ارریہ، بہار

• خوشی کا راز وہ حاصل کرنے میں نہیں جو آپ کو پسند ہے بلکہ وہ پسند کرنے میں ہے جو آپ کر رہے ہیں۔
• کامیابی کا راز اللہ تعالیٰ سے ڈھیر ساری دعائیں مانگنے میں نہیں بلکہ ڈھیر ساری محنت کرنے میں ہے۔
• صحت کا راز صبح دیر سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے میں نہیں بلکہ صبح جلدی اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے میں ہے۔

شاذیہ اعظمی ناز یہ اعظمی، ٹھونگا، پھولپور اعظم گڑھ

• صبر اگرچہ کڑوا ہے لیکن اس کا پھل شیریں ہے۔
• صرف نیک ہی نہ بنیے بلکہ کسی کے ساتھ نیکی بھی کیجیے۔
• ہماری نجات کا راستہ صرف اور صرف رسولؐ کا اسوۂ حسنہ ہے۔

محمد شجاعت علی، محمدیہ کالونی، نظام آباد اے پی

نیک انسان

سورج خود بخود کنول کا پھول کھلا دیتا ہے چاند اپنے آپ چاندنی پھیلا دیتا ہے۔ بادل بغیر مانگے ہی پانی برسا دیتا ہے۔ اسی طرح نیک انسان بغیر کہے خود بخود دوسروں کی مدد اور بھلائی کے کام کرتا ہے۔

روبینہ بی، قطب الدین، کھنڈوہ، مدھیہ پردیش

• ہر منزل کے راستے میں کوئی نہ کوئی کانٹا ضرور ہوتا ہے۔

• ہر سناٹا اپنے اندر کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ رکھتا ہے۔
• ہر راز میں کوئی نہ کوئی امتحان انگڑائیاں لیتا ہے۔
• ہر امتحان میں کوئی نہ کوئی تجربہ ضرور ہوتا ہے۔
• ہر سبق میں ایک جستجو کروٹ لیتی ہے
• ہر جستجو کی کوئی نہ کوئی ابتدا ہوتی ہے۔
• ہر ابتدا سے مسائل ضرور پیدا ہوتے ہیں۔
• ہر مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے۔
• ہر کمی یا خرابی ہمیں اصلاح پر اکساتی ہے۔
• اور یوں انسان ترقی کی شاہراہوں پر رواں دواں رہتا ہے۔

تبسم نسرین محمد اسمٰعیل چاندنی چوک، امراوتی

• رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص کسی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو چاہیے کہ اس کو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو چاہیے کہ اس کو اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

منورالزماں اعظمی مدینۃ لائبریری پورہ دلھن، مبارکپور

• ایک مرتبہ معن زائدہ کی خدمت میں تین ہزار قیدی لائے گئے۔ اس نے حکم دیا کہ سب کی گردن ماردی جائے۔ ان قیدیوں میں ایک بچہ بھی تھا۔ اس نے کہا "یا امیر! آپ کو قسم ہے کہ آپ ہمیں پیاسا نہ ماریں۔ ہمیں قتل کی سزا دیجیے مگر تھوڑا تھوڑا سا پانی پلا دیجیے۔" معن زائدہ نے حکم دیا کہ ان کو پانی پلایا جائے۔ جب سب پانی پی چکے تو وہ بچہ اٹھا اور امیر کو مخاطب کر کے بولا "یا امیر! اب ہم سب آپ کے مہمان ہو چکے ہیں اور سادات مہمانوں کی عزت کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ مہمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنا پسند نہ فرمائیں گے۔" معن زائدہ کو اس بچے کی ذہانت پر بہت حیرت ہوئی اور اس نے تمام قیدیوں کی جاں بخشی کر دی۔

عبدالحق بن عبدالوحید ۳۵ سیمل کھیڑا اول بستی، بریلی

• انسان کی اصل عظمت کا جائزہ اس کے کاموں سے لیا جاتا ہے۔
• وہ انسان جو اپنی خوشیاں چھپا لیتا ہے اس انسان کے مقابلے میں زیادہ عظیم ہے جو اپنے غم چھپا لیتا ہے۔
• اپنے کردار کو اتنا بلند کرو کہ چھوٹی چھوٹی باتیں تمھیں متاثر نہ کر سکیں۔
• تمھاری اپنی ذات کے علاوہ کوئی تمھیں سکون نہیں بخش سکتا۔
• دشمن ایک بھی زیادہ ہے اور دوست زیادہ بھی کم ہیں۔
• عادت پر غالب آنا بڑا کمال ہے۔

آسیہ بیگم، موہنیاں، پلاسی، اررِیہ، بہار

• گناہ کسی نہ کسی صورت سے دل کو بے چین کرتا ہے۔ (حضرت عثمانؓ)
• عیب چیں کو کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے۔ (حضرت علیؓ)
• اپنے کو عالم کہنے والا جاہل اور اپنے کو جنتی کہنے والا جہنمی ہے۔ (حضرت عمرؓ)

جاوید اختر راشد، کمہرولی، کنتول، دربھنگہ بہار

• زبان تلوار نہیں لیکن تلوار سے زیادہ تیز ہے۔
• نشہ سانپ نہیں لیکن سانپ سے زیادہ قاتل ہے۔

• غصہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔
• مفلسی بیماری نہیں لیکن بیماری سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔
• خیال ہوا نہیں لیکن ہوا سے زیادہ تیز رفتار ہے۔

محمد ساجد نور الہدیٰ محلہ پرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ

تلاش کر

عورت کی وفا	اس کے خلوص میں
عورت کا غصہ	اس کی زبان میں
عورت کی قابلیت	اس کی سیرت میں
عورت کا ضمیر	اس کی خاموشی میں

محمد آصف بن شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

• علم چاہے تھوڑا ہو عمل زیادہ ہونا چاہیے۔
• انسان کا چہرہ نہیں بلکہ ان کی اچھی سیرت ہی اصل خوبصورتی ہے۔
• طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے۔
• اصل بہادر وہ ہے جو دوسروں کے کام آسکے۔

محمد خالد رضا دبیلو، مرزا پور دیاری، ارریہ، بہار

• دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ہر حال میں انسان کے لیے مناسب ہو مگر یہ خاصیت صرف کتابوں میں ہے۔
• بُرا معلم صرف ایک مدرسے کو بگاڑتا ہے مگر بُری تصنیف ایک عالم کو تباہ کر دیتی ہے۔

محمد شافع الہدیٰ عرف پتلو، حیات پور، ارریہ، بہار

صدقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
• ایک بار سبحان اللہ کہہ دینا صدقہ ہے۔
• ایک بار الحمد للہ کہہ دینا صدقہ ہے۔
• ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا صدقہ ہے۔

• بخار آنے سے روکنا مفید ہوتا ہے۔

عاطف شہاب آصف شہاب، کمراواں، اعظم گڑھ

• بزرگوں کی خدمت کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ)
• حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔ (قرآن پاک)
• رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت انسان کو تلاش کرتی ہے۔

رضوان احمد کرولی، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر

بے پروائی

بے پروائی سے چلائے گئے تیر ایسے نشانوں پر لگتے ہیں کہ تیر اندازوں کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہی حال انسان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا ہے جن سے نہ جانے کتنے دل دکھی ہو جاتے ہیں۔

منصور عالم، سرائے کوڑی، کشن گنج، بہار

• چہرے کی مسکراہٹ دل کی ترجمانی نہیں کر سکتی، لیکن آنکھ کے آنسو دل کے ترجمان ضرور ہوتے ہیں۔
• تمہاری عقل ہی تمہاری استاد ہے۔

فخر عالم، بیلوا، کشن گنج، بہار

میرے پسندیدہ اشعار

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مجاہد الاسلام، بہادر گنج، ابریا سرائے، دربھنگہ

ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا
جس قوم کا رہبر رہزن ہو اس قوم کا عالم کیا ہوگا

نغمہ فروزہ بگواں ارریہ، بہار

دامن میرا تر ہے مگر اے داورِ محشر
اک دردِ محبت ہے مری نیک کمائی

مولانا منیر احمد گجراتی امام نئی مسجد کوڈیبار، ضلع امریلی گجرات

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

محمد عارف خاں سپلائی سنٹر چوک بلاد پاتھر گلا پربھنی

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

مظفر اشرفی چوکا ضلع ارریہ بہار

ایسی تاریکیاں آنکھوں میں بسی ہیں کہ فراز
رات تو رات ہے ہم دن کو جلاتے ہیں چراغ

سرفراز علی، ناظر نوگھر، نوا کیلا، اڑیسہ

یادوں سے محبت کا بھی کر لیا میں نے
پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا

سلطانہ مسرور رضوانہ پاتھرانا، بسنگ، ناسک بھی

جب یاد نہیں آتا مجھے کون ہوں کیا ہوں
دنیا کی حالت پہ کرتب بھول گیا ہوں

سید آفتاب عالم، پرانا قلعہ، سیوان بہار

دوستو جشن مناؤ کہ بہار آئی ہے
پھول گرتے ہیں ہر اک شاخ سے آنسو کی طرح

محمد ابرار محمد انوار ——— بالاپور، آکولہ مہاراشٹر

کسی نے اہلِ ستم سے تو اک حرف نہ کہا
سبھی نے مجھ سے کہا تو ہی حوصلہ کرتا

محمد افتخار علی، فورٹ ہائی اسکول، جگتیال

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا ہی دبائیں گے

محمد غلام حسن بگواں ارریہ بہار

ہم خون کی قسطیں تو بہت دے چکے لیکن
اے خاکِ وطن! قرض ادا کیوں نہیں ہوتا

نوید عالم شیدائی جھلجھلی، بہادر گنج کشن گنج بہار

بارشیں چھت پہ کھلی جگہوں پہ ہوتی ہیں مگر
غم وہ ساون ہے جو ان کمروں کے اندر برسے

آفتاب آزاد اکڈنڈی، سیتامڑھی بہار

روتے روتے سو گیا وہ ایک روٹی کے لیے
اپنے بیٹے کو کھلونا دے کے بہلانا پڑا

امیری خاتون جھلجھلی، بہادر گنج کشن گنج بہار

پاتے ہیں کچھ گلاب پہاڑوں میں پرورش
آتی ہے پتھروں سے بھی خوشبو کبھی کبھی

سلمان قادری شاہ پورسٹ بگواں، ارریہ بہار

کسی شخصیت سے آپ جتنا خوف کھاتے ہیں
خدا سے خوف کھاتے تو ولی اللہ ہو جاتے

قیصر فاطمہ جگواں ضلع ارریہ بہار

مجھ کو شکوہ نہیں اے کاتب تقدیر مگر
رو پڑے تو بھی اگر میرا مقدر دیکھے

عرفان احمد، چھوٹی مسجد اسٹیشن روڈ، سمستی پور

کیسے ہو تری یاد کا اس دل میں بسیرا
ٹوٹی ہوئی ٹہنی پر پرندے نہیں آتے

محمد ناظم احمد، بڑھئی پورہ منگرول پیر، آکولہ

منتشر ہوں گے تو مٹ جائے گا خود اپنا وجود
متحد ہوں گے تو قدموں میں زمانہ ہوگا

محمد شریف بن محمد عثمان قریشی، ناندورہ ضلع بلڈانہ

بے شجر شہر میں گھر اس کا کہاں تک ڈھونڈوں
وہ تو کہتا تھا کہ آنگن میں صنوبر ہوگا

حیدر عباس، انصار کلب، پورہ رانی مبارک پور

روشنی کے پھول برسا کر مجھے دھوکا نہ دو
یاد ہے مجھ کو چمن میں آگ لگ جانے کی رات

شفیق فورٹ ہائی اسکول جگتیال

یہ نہ سمجھو کہ ہر اک راہ میں کلیاں ہوں گی
راہ چلنا ہے تو کانٹوں پر بھی چلنا ہوگا

ناہید تبسم قریشی، لاڈ محلہ آستانہ، کارنجہ، آکولہ

احساس اگر ہے تو محبت کرو محسوس
ہر بات کا اظہار ضروری نہیں لب سے

شگفتہ خاتون، انصار کلب، پورہ رانی مبارک پور

دوسروں کی شمعیں گل کرنے کے بعد
اپنے گھر میں روشنی کرتے ہیں لوگ

عائشہ صدیقہ، گرلز اسکول پرکٹ، نظام آباد

دیکھو جنوں میں ان کے کھلونے نہ توڑنا
ہم کو رقم کریں گے یہ بچے کتاب میں

خواجہ احمد جھلجھلی، بہادر گنج، کشن گنج بہار

عمر بھر کا داغ دے جاتی ہے ادنا بھول بھی
جرم ثابت ہو نہ ہو الزام پھر الزام ہے

یاسمین فاطمہ، گرلز ہائی اسکول، آرمور نظام آباد

کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا کچھ مشکل نہیں
اک ذرا انسان میں چلنے کی ہمت چاہیے

محمد قمر عالم، فاضل پور، شاہ پور بگھونی، سمستی پور

فنا کے بعد بھی حاصل ہے زندگی مجھ کو
مٹا سکا نہ عناصر کا انتشار مجھے!

محمد عبدالرؤف —— مورتاڑ

بہت غرور ہے تجھ کو بھی سرپھرے طوفان
مجھے بھی ضد ہے کہ دریا کو پار کرنا ہے

نصیر احمد، گولڈن جوبلی اسکول نظام آباد

کیوں عید کے دن آنسو پلکوں پہ چمکتے ہیں
بھولے ہوئے غم شاید سینے میں مچلتے ہیں

ایم ابوذر اعظمی، خدادادپور، سنجرپور، اعظم گڑھ

خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا
یہ وہ چیز ہے جو دیکھی کہیں کہیں میں نے

عتیق الرحمن قریشی، بڑھئی پورہ منگرول پیر

دوستی کیا ہے محبت کیا ہے وفا کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ حقیقت کیا ہے

نیر مشتاق اشرف، گرجی ٹولہ، سیدھ مسانگر

محبت کے گھر وندے بہہ گئے سیلاب نفرت میں
بہت مہنگا پڑا تاریکیوں میں روشنی کرنا

خالد انجم شمیم عالم جینگڑوا (نیپال)

الفت نبی کی ہو تو عبادت قبول ہے
ورنہ ہزاروں سجدے کرو سب فضول ہے

سید اسمٰعیل سید چاند، ملاپورہ ناندورہ بلڈانہ

غم بانٹنے کی چیز نہیں پھر بھی دوستو
اک دوسرے کے حال سے واقف رہا کرو

محمد ممتاز سید صالح امین، کلکتہ ۷۳

ہر ایک موج نے جن کو ڈبو دیا انجم
وہ بحر غم میں کناروں کی بات کیا کرتے

محمد اظہر الدین گورنمنٹ ہائی اسکول فورٹ، جگتیال

باطل کی راہ میں ڈٹ جانا، اسلام کی راہ میں کٹ جانا
تم ایٹم بم ہو اے مسلم، جب وقت پڑے تو پھٹ جانا

شاہ المصطفےٰ شاداب، ایل ایس کالج مظفر پور

سفر کا ساتھ ہے یہ منزلوں کا ساتھ نہیں
گزر ہی جائیں گے لمحے، حساب رہنے دو

محمد نعیم الدین، قدوائی نگر، عیدگاہ روڈ، ناندیڑ

چہرے کی خندو خال ہی پڑھتا نہیں فقط
دل کی جلن بھی کرتا ہے محسوس آئینہ

حافظ سیف اللہ خالد اعظمی، دیورا بندھولی در بھنگہ

مجھ کو زندگی تھی بہت مختصر مگر
کچھ یوں بسر ہوئی کہ خدا یاد آگیا

عبدالرحمٰن الکتاب ارریہ، بہار

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

شاداب سبحان، مکان نمبر ۴، جامعہ نگر، نئی دہلی

یہ اور بات ہے کہ تعارف نہ ہو سکا
ہم زندگی کے ساتھ بہت دور تک گئے

سید ناظم علی، آکوٹ ضلع آکولہ، مہاراشٹر

میری ہنسی تو غموں کا لباس ہے
لیکن زمانہ اتنا کہاں غم شناس ہے
جب میں اداس تھا تو زمانہ تھا مطمئن
اب میں ہوں مطمئن تو زمانہ اداس ہے

کہکشاں اعظمی معرفت ایم غلام نبی آزاد، بنگوں ارریہ

جہاں کلیاں چٹکتی ہیں جہاں گل مسکراتے ہیں
وہیں دیکھے ہیں ہم نے زندگی کی آنکھ میں آنسو

ابوطالب اعظمی بنیا پارہ، اعظم گڑھ، یوپی

تو نے جو دیے درد وہ جھلک تو نہیں تھے
اس دل کی زمیں ویسے ہی زرخیز بہت ہے

محمد فیروز خاں، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال

مل کے ہوتی تھی کبھی عید کبھی دیوالی
اب تو یہ حال ہے کہ ڈر ڈر کے گلے ملتے ہیں

فیض محمد خان، اولڈ سٹی، آکولہ مہاراشٹر

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

انیس الدین زبیری، رچھا ضلع بریلی، یو پی

اس قحط دوستی میں کوئی مجھ سے کیا ملے
خود اپنے آپ کو بھی میسر نہیں ہوں میں

محمد یونس علی، گورنمنٹ فورٹ ہائی اسکول جگتیال

کہہ دینا سمندر سے، ہم اوس کے موتی ہیں
دریا کی طرح تجھ سے ملنے نہیں آئیں گے

محمد عارف حسین، افضل پور، پٹنہ ۶

مانگے کی روشنی میں نہ پاؤ گے راستہ
اس تیرگی میں لے کے خود اپنے کنول چلو

محمد فہد پاشا، پی ۱۱۹ بنگالی بازار، گارڈن ریچ کلکتہ

ہم جھیل جھیل اڑتے رہے ہنس کی طرح
قسمت میں جو نہ تھا وہ کنول ڈھونڈتے رہے

ماسٹر اعجاز احمد شیخ، منگرول پیر آکولہ

محشر میں وہ نادم ہو، خدا یہ نہ دکھائے
آنکھوں نے کبھی اس کو پشیماں نہیں دیکھا

زینت پروین، جھلجھلی، بہادر گنج، کشن گنج بہار

حج ادا کرنے گیا تھا قوم کا لیڈر کوئی
سنگ باری کے لیے شیطاں کی جانب گیا
ایک کنکر اس نے پھینکا تو یہ ندا اس نے سنی
تم تو اپنے آدمی تھے تم کو آخر کیا ہوا

محمد حسن اعظمی، ... [illegible]

فضل خدا سے ہوگی مدینے میں میری عید
گزرے گا اب حرم میں مہینہ صیام کا

یک شاکر ... [illegible] ... مہاراشٹر

میرے دوستو زندگی ایک سفر ہے
کبھی ٹھہر جانے کی کوشش نہ کرنا

محمد راشد، محمد پور کوآری، سمستی پور، بہار

تو ہے بندہ خدا کا خدا کی قسم
تیرے دل میں خدا کی محبت نہیں
تو مسلماں ہے لیکن فقط نام کا
گھر میں قرآں ہے لیکن تلاوت نہیں

محمد مسیح الرحمٰن، محمد پور کوآری، سمستی پور، بہار

ان کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گزری
دوست جو ساتھ مرے آئے لبِ ساحل تک

سید ظہیر الدین ایس۔ سرقاضی، رٹی ہلی، کرناٹک

اے چارہ ساز کوشش مرہم فضول ہے
واقف ہیں اپنے زخم کی گہرائیوں سے ہم

شہناز پروین، بڑھئی پورہ، منگرول پیر آکولہ

اہلِ زر گڑیوں کا آنگن میں رچائیں گے بیاہ
مفلسوں کی بن بیاہی بیٹیاں رہ جائیں گی

غازی کمال احمد ڈھڈیا، سونا پور، ارریہ، بہار

ہم نے دل کھول کے ہنسنا ہی مناسب سمجھا
جب کبھی صورتِ حالات پہ رونا آیا

فوزیہ عثمانی، ... اسکول، کشن گنج، بہار

قلمی دوستی

قلمی دوستی کے کالم کے لیے اس وقت دو ہزار سے زیادہ پیامیوں کے خطوط جمع ہیں۔ انشاء اللہ سب ترتیب سے شائع ہوں گے لیکن ان پیامیوں کے پتے شائع نہیں ہوں گے جن کے پتے پہلے ایک بار شائع ہو چکے ہیں۔

(ادارہ)

نام: حنیف خاں یعقوب خاں عمر: ۱۳ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: بسم اللہ کٹ پیس سنٹر، غیاث نگر مین روڈ سروے نمبر ۲۴/۳۰۷، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر

نام: کلیم الدین محی الدین شیخ اعظمی عمر: ۱۵ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: عبادت کرنا، دوستی کرنا
پتا: المدینہ ہوٹل ڈونگری، بمبئی نمبر ۹

نام: جنید خالد
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، ٹہلنے جانا

پتا: ۱۱۷۹، حویلی حسام الدین حیدر، بلیماران، دہلی

نام: ثروت فرحی
تعلیم: ابتدائی عالمہ
مشغلہ: پیام تعلیم اور رائٹنگ پڑھنا
پتا: کمرہ نمبر ۲۴، جامعات الصالحات، ملا مرتضیٰ روڈ، رام پور، یوپی ۲۴۴۹۰۱

نام: مولوی انور علی نیپالی عمر: ۳۰ سال
تعلیم: عالم فاضل
مشغلہ: پیام تعلیم بہت شوق سے پڑھنا
پتا: مدرسہ عربیہ نور العلوم مدھولیا، پوسٹ سیری ضلع نول پراسی، نیپال۔

نام: تنویر عبد الحمید ملا عمر: دس سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: ۲۰۵-اے، ٹھاکر دوار روڈ، ڈائمنڈ حویلی کمپاؤنڈ روم نمبر ۶ بمبئی نمبر ۲

نام: افروز نبالی عمر: ۱۵ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مکان نمبر ۲۴۳۴ گلی گلی بیلگام، کرناٹک

نام: بی بی عائشہ کاٹی منی
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، نظم پڑھنا
پتا: مکان نمبر ۲۴۳۴ گلی گلی، بیلگام کرناٹک

نام: حسین جمالی

تعلیم : بی، ایس، سی
مشغلہ : پسندیدہ رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام پھلواڑی، ٹیڑھا گاچھ، کشن گنج، بہار

نام : تنظیم الرحمٰن عمر : ۱۸ سال
تعلیم : بی، ایس، سی
مشغلہ : فٹ بال کھیلنا
پتا : نزد پولیس اسٹیشن، واسپوئی، گوا ۴۰۳۵۰۰۶

نام : وی، عرفان احمد عمر : ۱۵ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قرآن شریف پڑھنا
پتا : پاکنتی گلی، میل وشارم، تامل ناڈو

نام : نعمان عبدالغفار عمر : ۱۷ سال
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، باسکٹ بال کھیلنا
پتا : ۱۱/۲۵ مشرقی اقبال روڈ، نزد انصار ولا، مالیگاؤں، ناسک ۴۲۳۲۰۳

نام : عمران جہانگیر مجاور عمر : ۱۲ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : بیل ٹریڈنگ کے قریب، مومن محلہ اسلام پور، مہاراشٹر

نام : شاہین درخشاں
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت شبیر احمد، آزاد نگر، ارریہ، بہار

نام : وسیم احمد محمد اشفاق عمر : ۱۲ سال

تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : حدیث پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مکان نمبر ۲۲۰۴، ستار محلہ، نندر بار، ضلع دھولیہ

نام : محمد الیاس عمر : ۱۷ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : مطالعہ کرنا، دوستی کرنا
پتا : معرفت منشی محمد سلیمان، نزد مسجد پاٹڈیاں مالیر کوٹلہ، پنجاب ۱۴۸۰۲۳

نام : شہزادی پروین
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا : معرفت محمد ضیاء الدین، مقام، بابو سلیم پور، پوسٹ ریام، وایا، کیوٹی رنوے، ضلع دربھنگہ، بہار

نام : کرپور اشتیاق احمد
تعلیم : بی، اے
مشغلہ : پابندی سے نماز پڑھنا
پتا : تینگا کارگلی، میل وشارم، تامل ناڈو

نام : شیخ سعید شیخ فیض اللہ عمر : ۱۲ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا
پتا : بیورہ بدروک تعلقہ راویر ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

نام : شہنا نعیم (افسر)
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم اور حساب پڑھنا، دوسروں کی مدد کرنا
پتا : مقام دھپی، وایا، مدھوبنی، ارریہ، بہار

نام: پیرو شاہ، ارمان شاہ
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: شعر و شاعری کرنا
پتا: راویر تعلقہ جلیہ، فتح نگر، جلگاؤں، مہاراشٹر

نام: تبسم نسرین
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: چاندنی چوک، امراوتی

نام: محمد ہلال خاں عمر: ۱۴ سال
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: دوستی کرنا
پتا: او، کے روڈ، ریل پار آسنسول ۲

نام: شمع پروین
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: کھیلنا اور اسکول جانا
پتا: گریڈیا کھنڈر، جہان آباد، بہار

نام: محمد عادل، عمر: ۱۵ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: رسول پور، ڈاک خانہ کوڈ، وایا سونگرہ
ضلع کٹک (اڑیسہ) ۷۵۴۲۲۱

نام: حسن افروز
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت عقیل احمد، پرنس رانی پور، بڑہریا
رانی پور، سیوان، بہار۔

نام: نیاز احمد
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: کے پی محلہ چامراج نگر ضلع میسور (کے، اے)

نام: سید مختار
تعلیم: ڈپلوما
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت سید خواجہ میاں، مکان نمبر ۱۱۱، ایم آئی
جی II/ گاندھی نگر، ہبلی ۵۸۰۰۳۰

نام: سید اسمٰعیل، سید چاند
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ناندورہ، بلڈانہ، مہاراشٹر

نام: یاسین اختری
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت رمنا اور، پوسٹ، مرزاپور دیاری،
ضلع اردیہ، بہار۔

نام: نغمہ فیروزہ
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کشیدہ کاری کرنا
پتا: معرفت غلام حسن، مقام پوسٹ بنگواں، اردیہ بہار

نام: محمد ممتاز عمر: ۱۵ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا: سی پیام ۵ سید صلاح الدین، کلکتہ ۷۳

نام: محمد پرویز امام (ببلو)
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: جے۔کے کالج روڈ پرولیا (مغربی بنگال)

نام: محمد الیاس عمر: ۱۸ سال
تعلیم: ایس ایس، ایل، سی
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت دستگیر عثمان صاحب مومن، اتھنی، بیلگام
کرناٹک - ۵۹۱۳۰۴ -

نام: محمد عظیم جاوید عمر: ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد مسعود، نیر آری فوگ، ہوسپیٹل،
راؤرکیلا، ضلع سندر گڑھ (اڑیسہ)

نام: عرفان عادل عمر: ۱۰ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۸ سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

نام: شمشیر عمر: ۱۱ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت عبدالرحمٰن، پوسٹ منور تھانہ ہیسی
ضلع سہرسہ۔ بہار

نام: محمد عطاء اللہ بن عنایت اللہ عمر: ۱۰ سال
تعلیم: مکتب اول
پتا: معرفت محمد عبداللہ مدنی مدرسۃ العلوم مانڈ نمبر ۲ شری رام پور
احمد نگر۔ ۴۱۳۷۰۹

نام: محمد احمد خاں
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کبڈی کھیلنا
پتا: معرفت امجد خاں، ہانگل شریف، ضلع دھارواڑ
کرناٹک۔

نام: احسن رضا
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: معرفت رضا نور مرزا پور دیاری - ارریہ، بہار

نام: فیضان اشرف عمر: ۱۴ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا
پتا: مسجد گلاب چین، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

نام: شاہد حسن انصاری عمر: ۱۷ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مسجد گلاب چین، محلہ پورہ صوفی مبارکپور اعظم گڑھ

نام: عمران حسین دودوکے عمر: ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: ممبکہ، کھیڈ، رتناگیری

نام: مظفر اشرفی عمر: ۱۴ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد سراج الدین چوکتا، پوسٹ چوکتا
وایا گڑھ جنگی ضلع ارریہ، بہار

آدھی ملاقات

● میں نے ماہ نومبر کا پیام تعلیم دیکھتے ہی خرید لیا پورا رسالہ ایک ہی دن میں پڑھ ڈالا۔ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ اس ماہ میں مضامین قابل تعریف ہیں خاص طور سے کہانی "اللہ رے میری توبہ" اور پرندوں کی عدالت" قابل تعریف ہے۔

محمد شہباز عالم متعلم السبیل اکیڈمی، ارریہ۔ بہار

● ماہ دسمبر کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ خاص کر کے 'بچوں کی کوششیں'، اشعار، معلومات اور جادو کا پلنگ' بہت اچھے لگے۔ آپ پیام تعلیم اشاعت کی تعداد بڑھا دیجیے کیونکہ ہمارے شہر کے کئی بچے پیام تعلیم ایجنٹ کے پاس ختم ہو جانے کی وجہ سے مطالعہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔

انصاری کاشف، شہنشاہ نگر، نو جامع مسجد۔ بیڑ

● دسمبر کے پیام تعلیم میں پیامی ادبی معمّا نہیں تھا یہ دیکھ کر مجھے بہت زیادہ افسوس ہوا۔ آپ ہر مہینے پابندی سے معمّا دیا کریں۔ یہ مجھے بے حد پسند ہے۔ معمّا نہ ہونے سے پیام تعلیم میں ایک بہت بڑی کمی معلوم ہوتی ہے۔

محمد علی فاروقی، خورجہ ضلع بلند شہر۔ یو۔ پی

● دسمبر کا رسالہ ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس رسالہ میں مجھے "اچھی سزا" اور "ایک خوش نصیب صحابی" بہت اچھی لگی، اور ویسے تو تمام مضامین ہی بہت پسند آئے۔

مدثر احمد خاں، آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر اکولہ

● پیام تعلیم ہر لحاظ سے بہت عمدہ رسالہ ہے ہمارے گھر اور آس پاس تقریباً سبھی چھوٹے بڑے اس رسالے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ بس ایک چیز کی کمی تھی اور وہ "انعامی مقابلہ" تھا جس کو بھی آپ نے نومبر کے شمارے میں جاری کر کے پورا کر دیا ہے۔ اور مجھے یہ رسالہ اس لیے بھی پسند ہے کہ آپ اس میں ہر ایک کی تحریر چھاپ دیتے ہیں چاہے خریدار ہو یا نہ ہو۔ اللہ پاک تاقیامت ہمارے اس عمدہ چلڈرن میگزین کو یونہی جاری رکھے۔ آمین۔

محمد ارشد، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب

● دسمبر کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا۔ گدگدیاں، میرے پسندیدہ اشعار" بہت ہی پسند آئے پیام تعلیم میں اقوال زریں کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر خوشی ہوئی لیکن نام غلط تھا شاید کتابت کی غلطی تھی۔ 'بچوں کی کوششیں میں "مسلمانوں کے نام پیغام" بہت ہی پسند آیا۔ شبینہ بہن کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں شبینہ کے خیالات سے متفق ہوں۔ "ہم شکل ہمراز" بے حد پسند آتا ہے۔

رعنا کوثر بنت محمد ضیاء الدین، حافظ پورہ، منگرول پیر

● پیام تعلیم کے تمام مضامین قابل تعریف ہیں۔ پیام تعلیم واقعی ہم پیامیوں کو دینی اور دنیاوی فائدہ پہنچا رہا ہے "ایک خوش نصیب صحابی" اور "تُوار" نے دل کو لبھالیا۔ اس کے لیے دونوں تخلیق کار مبارک باد کے لائق ہیں۔

عبدالودود قاسمی، بابر لاج محلہ شیر محمد بھیگو، دربھنگہ

● پیام تعلیم باصرہ نواز ہوا۔ پڑھ کر تمام کلیات وجزیات سے آگاہی ہوئی۔ خدا کرے آپ اور آپ کے رسالے اسی طرح روز افزوں کی طرح ترقی کی منزل پر گامزن نظر آئیں۔ آمین

محمد حسین۔ گرام۔ لال گرہ، مدھوپور ضلع دیوگھر بہار

● دسمبر کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ ہر کالم قابل تعریف تھا لیکن خاص طور سے "ایک خوش نصیب صحابی"، بچوں کی کوششیں اور لطائف وغیرہ بہت پسند آئے۔

ساجد پرویز، آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر، آکولہ

● پیام تعلیم اپنی تمام تر رعنائیوں اور آب وتاب سمیت جلوہ افروز ہوا۔ سبھی مضامین بے حد پسند آئے۔ میں پیام تعلیم کے حق میں یہی دعا کروں گی کہ یہ رسالہ چاند تاروں کی روشنی کی طرح چمکتا، پھولوں کی خوشبو کی طرح مہکتا، کلیوں کی طرح کھلتا اور رنگین بہاروں کی طرح سدا بہار رہے اور آپ کا سایہ اس پر ہمیشہ فگن رہے۔ آمین۔

تنویر بیگم محمد ممتاز دین، فاروقی جالنہ

● ماہ نومبر کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر میرا دل شاد ہوگیا۔ خاص کر ہمارے بھائی کا نام اس میں چھپا۔ اس ماہ کے پیام تعلیم میں سوجھ بوجھ، پرندوں کی عدالت، شیطان بابا۔ یہ سب مضامین مجھے بہت آئے۔
اور اس پیام تعلیم کے ذریعہ ہمیں زمین کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔

محمد جنید اکرم۔ دارالعلوم بوجگاؤں، پورنیہ

● مدثر ملک صابر، گاؤں بڑا باگودہ، عمر چار سال، جس نے امسال ماہ رمضان المبارک کا ۲٦واں روزہ رکھا۔ اس لیے اس کا تمام خاندان اور گاؤں کے سبھی لوگ لاڈ و پیار کر رہے ہیں۔ مدثر کو شاکر کی طرف سے بہت بہت پیار۔

ملک شاکر صابر، بڑا باگودہ، جلگاؤں

● ماہ فروری کا پیام تعلیم ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ تمام مضامین اور بچوں کی کوششیں بہت پسند آئے۔ یہ رسالہ ہمیں ہر ماہ پابندی کے ساتھ موصول ہوتا ہے ہم اس رسالے کے سالانہ خریدار ہیں اور کیا آپ رسالے کے لائف[ل] ممبر شپ بھی بناتے ہیں ہمیں اطلاع دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

ل (لائف ممبر شپ اس لیے نہیں بناتے ہیں کہ جب اللہ کے فضل سے بڑے ہوجائیں گے تو بڑوں کے رسالے پڑھیں گے۔ ہاں اپنے بچوں کے لیے رسالہ ضرور جاری کروائیں)

جاوید احمد، گاندھی نگر، ہبلی، کرناٹک

● جون ۹۵ء کا پیام تعلیم ایک رفیق کے بک اسٹال پر ہاتھ لگا۔ پڑھا، پڑھ کر دل مسرتوں سے لبریز ہوگیا۔ یہ پرچہ بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ بڑوں کے لیے بھی نشان راہ ہے ساتھ ہی دینی وسائنسی معلومات بہت بہتر ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے

دعا ہے کہ یہ پرچہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔

محمد عمر، محلہ دھوبیان، سرائے ترین ضلع مراد آباد

• ماہ فروری کا پیام تعلیم ملا اور پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی خاص کر اس بات سے خوشی ہوئی کہ محمد رضی حسین بیدار کا نام قلمی دوستی میں دیکھا اور ہاں کہانی "عید کی سچی خوشی اور شب قدر کی فضیلت بہت پسند آئی۔

مظفر اشرفی چوکتا، ضلع ارریہ بہار

• مجھے اس بار لطیفے بہت پسند آئے۔ اس کے علاوہ بچوں کی کوششیں، روزہ اور "سائنس کی بدلو" اور اس سے چھٹکارا، لاجواب اور معلوماتی ہے۔ "وہ آرہی ہے"، "نئے سال کا تحفہ، ایک کہانی اور دو صندوق، نصیحت آموز ہیں۔

محمد ضمیر بن شیخ سانڈو، اسلام پورہ کا سودہ جلگاؤں

• نئے سال کا پہلا شمارہ دستیاب ہوا۔ قسط وار کہانی "ہم شکل ہم راز"، تو پیام تعلیم کی جان ہے۔ دو صندوق، پسندیدہ اشعار، گدگدیاں، اقوال زریں اور بچوں کی کوششیں، تمام کالم نہایت دلفریب ہیں۔

عزیز الرحمٰن عبدالغفار انصاری، غنی نگر، بھیونڈی

• جنوری کے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ میں نے آپ کو دسمبر میں ایک خط لکھا تھا کہ رسالہ میں میرا نام نہیں آیا اس کے لیے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میرا چچا زاد بھائی انگریزی میں آدھی ملاقات لکھنا چاہتا ہے کیا آپ چھاپیں گے؟

ـلہ آپ بھجوا دیں۔ ہم انشاء اللہ ضرور چھاپیں گے۔

محمد عبدالمعید، محلہ عرب گلی آرمور، نظام آباد اے پی

• دسمبر ۹۵ء کا رسالہ بہت پسند آیا۔ خاص کر ایک خوش نصیب صحابی، جادو کا پلنگ بہت پسند آیا۔ میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ پیام تعلیم اور بھی سنورتا جائے۔

جاوید اختر راشد کہرولی، دربھنگہ، بہار

• آہا! واہ واہ "نانی کدھر گئی"، میری نظم دسمبر کے شمارے میں شائع ہوئی۔ شکریہ۔ امید ہے آپ آئندہ بھی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

شبیر احمد ماہر، اردو ہائی اسکول، ناگو ٹھنہ

• پیام تعلیم میں "حکیم کبوتر والے"، اور "شب قدر کی فضیلت"، خدا کا شکر ادا کرنا اور ماضی کو نہ بھولنے کا بیان، بہت پسند آئے اور پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔

ایس حافظہ بیگم، عربک ہائی اسکول، گنٹکل

• فروری کا تازہ ترین شمارہ ملا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی "عید کی سچی خوشی"، "میاں خوں خوں"، اور اشعار بہت پسند آئے۔ تمام پیامی بھائیوں اور بہنوں کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک خاص کر روزہ داروں کو بہت بہت عید مبارک۔

شبینہ نوشی خان، دیوان پورہ، منگرول پیر اکولہ

• آپ کا شائع کردہ رسالہ پیام تعلیم پہلی بار پڑھا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

محمد مدثر، شالیمار پولیس لائن، ملکاپور، بلڈانہ

معلومات

● ہیروشیما اور ناگاساکی (جاپان) پر ۱۹۴۵ء میں جو بم گرایا گیا تھا اس کا نام لٹل بوائے اور فیٹ مین تھا

● جوتے کا چلن ۱۲۰۰ - ۱۶۰۰ ق م سے شروع ہوا۔

● تاج محل کا نقشا جناب مرزا خان نے کھینچا اور اس کی گنبد جناب اسمٰعیل خاں صاحب نے بنایا۔

● دنیا کا سب سے امیر آدمی امریکا کے جناب بل گیٹس ہیں۔ اس کے پاس کل ۱۲۰۹ ارب ڈالر کی رقم ہے۔

محمد قمرالزماں گیاری، ارریہ، بہار

● چاند ہماری زمین سے ۳ لاکھ ۹۰ ہزار کلومیٹر دور ہے۔

● لارڈ ولیم بینٹک نے ہندستان میں دختر کشی رسم بند کروائی تھی۔

● ایک روسی میجر گاگارین نے سب سے پہلے خلائی سفر کیا۔

● شری لال بہادر شاستری ۹ جون ۱۹۶۴ء سے ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء تک ہندستان کے وزیر اعظم رہے۔

● ۱۹۵۲ء میں لیبیا کو آزادی ملی۔

جمال اشرف، پورہ رانی، مبارک پور، یو، پی

ایجاد	موجد	ملک
ایٹم بم	اوپن ہائمر	امریکا
لفٹ	اوٹس	امریکا
ماچس	جان واکر	انگلینڈ
گھڑی	پوپ سلواٹر	فرانس
ٹرام گاڑی	ٹریم	امریکا
قلم	لوئی واٹر مین	امریکا

محمد نوشاد عالم، چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

● کوّے کی آواز آسٹریلیا میں موت کی خبر، نیوزی لینڈ میں شادی کا پیغام، اور ہندستان میں مہمان کے آنے کی خبر سمجھی جاتی ہے۔

● دنیا کا سب سے خوبصورت شہر سنگاپور ہے۔

● پولیو کا انجکشن تیار کرنے والا ڈاکٹر "سالک" ہے۔

● دنیا کا سب سے غریب ملک سوڈان ہے۔

محمد شریف محمد عثمان قریشی، ناندورہ بلڈانہ مہاراشٹر

● انگلینڈ میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۲۷ ستمبر ۱۸۲۵ء کو چلی۔

● فرانس میں سب سے پہلی ریل گاڑی یکم اکتوبر ۱۸۲۵ء کو چلی۔

● آسٹریلیا میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۳۰ ستمبر ۱۸۲۸ء کو چلی۔

● امریکا میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۲۸ ستمبر ۱۸۳۰ء کو چلی۔

● روس میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۴ اپریل ۱۸۳۷ء کو چلی۔

● اٹلی میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۴ اپریل ۱۸۳۷ء کو چلی۔

محمد سید علی ابن آر آر روڈ، مکھو محلہ، آسنسول ۲

● کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی بنیاد ۱۸۰۰ء میں لارڈ ویلزلی نے ڈالی۔

● "وندے ماترم ترانہ" بنکم چندر چٹرجی نے لکھا۔

● دلّی کے تخت پر بیٹھنے والی پہلی عورت رضیہ سلطان ہے۔

● قطب مینار قطب الدین ایبک نے بنایا۔

محمد نجیب پاشا۔ بی ۱۱۹ بنگالی بازار، کلکتہ نمبر ۲۴

● سب سے عظیم ہتھیار : قلم
● سب سے عظیم نعمت : تندرستی
● سب سے عظیم دولت : علم
● سب سے عظیم کتاب : قرآن شریف
● سب سے عظیم مذہب : اسلام
● سب سے عظیم قوم : مسلمان
● سب سے عظیم نام : اللہ تعالیٰ

اقبال اختر ناداں، جمال پور، بیرول، دربھنگہ بہار

● ایک گھڑی دن کے ۲۴ گھنٹوں میں ۸۶ ہزار، چار سو مرتبہ ٹک ٹک کرتی ہے۔
● دنیا کی سب سے بڑی فانڈری (لوہا پگھلانے والی بھٹی) روس میں ہے۔
● چڑیا ایک دن میں اپنے وزن سے زیادہ غذا کھاتی ہے۔

والی عاشق حسین کشمیری، بانڈی پورہ، بارہ مولہ کشمیر

مختلف زبانوں کے عظیم شاعر

اردو	مرزا غالب
ہندی	تلسی داس
فارسی	شیخ سعدی
سنسکرت	کالی داس
بنگالی	رابندر ناتھ ٹیگور
پنجابی	وارث شاہ
انگریزی	ولیم ورڈس ورتھ

ثناء المصطفےٰ شاداب۔ مظفر پور بہار

● دنیا میں سب سے بڑا عجائب گھر لندن میں ہے۔

● انسان کے جسم میں ۲۰۶ ہڈیاں ہیں۔
● انسان کا دل ایک منٹ میں ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے۔
● انسان کے جسم میں اس کے وزن کا ۸ فیصد خون ہوتا ہے۔
● ہندستان میں روزنامہ اخباروں کی تعداد ۱۰۱۲ ہے

محمد عامر نظمی، محلہ علی پورہ نوگانواں ضلع سہارنپور

جن ممالک نے ماہ اگست میں آزادی حاصل کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔

● ہندستان : ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء
● پاکستان : ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء
● بحرین : ۱۵ اگست ۱۹۴۱ء
● انڈونیشیا : ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء
● چاڈ : یکم اگست ۱۹۶۰ء
● نائیجیریا : ۱۳ اگست ۱۹۶۰ء

شیخ اصغر شیخ غلام مصطفےٰ، مقام نہاوی، جلگاؤں

مختلف ممالک کے سکّے

آسٹریلیا	ڈالر
کناڈا	ڈالر
ڈنمارک	کرون
فرانس	فرینک
روس	روبل
امریکا	ڈالر
عراق	دینار
ایران	ریال

محمد مشاد عالم مدرسہ فیض العلوم اونچی مسجد تھانہ ٹین، رام پور

قدیم زمانے کی سلطنتوں کی بنیاد

غلام خاندان کی بنیاد	۱۲۰۶ء
خلجی خاندان کی بنیاد	۱۲۹۰ء

خاندان تغلق کی بنیاد	۱۳۲۵ء
سید خاندان کی بنیاد	۱۴۱۴ء
لودھی خاندان کی بنیاد	۱۴۵۱ء
خاندان سوری کی بنیاد	۱۵۴۰ء
مغل سلطنت کی بنیاد	۱۵۲۶ء

شبانہ پروین قریشی، محلہ مدار تکیہ، منگرول پیر آکولہ

● حضرت آدم علیہ السّلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے تھے۔
● حضرت جبریل علیہ السّلام حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں صرف پانچ مرتبہ حاضر ہوئے۔
● حضرت داؤد علیہ السّلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔
● حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت شعیب علیہ السّلام کے داماد تھے۔
● ایّام مرض میں حضرت ایوب علیہ السّلام کے جسم مبارک میں بارہ ہزار کیڑے تھے۔

بجمہ نکہت عبدالمناف، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

● حضرت آدم علیہ السّلام کی عمر ۱۰۰۰ سال تھی
● حضرت شیث علیہ السّلام کی عمر ۸۸۲ سال تھی
● حضرت ادریس علیہ السّلام کی عمر ۳۵۶ سال تھی
● حضرت نوح علیہ السّلام کی عمر ۹۵۰ سال تھی
● حضرت ہود علیہ السّلام کی عمر ۲۶۵ سال تھی
● حضرت صالح علیہ السّلام کی عمر ۵۸۰ سال تھی
● حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر ۱۹۵ سال تھی

جمال اشرف، محلہ پورہ رانی، مبارک پور اعظم گڑھ

مسجدوں کا شہر	ڈھاکہ
صحراؤں کی سرزمین	افریقہ
قبروں کا شہر	احمد آباد
فولاد کا شہر	پٹس برگ

جدید و قدیم عمارتوں کا مجموعہ	القرہ
سات پہاڑوں کا شہر	روم
نہروں کا شہر	وینس
صحرا کا چمن	ایتھوپیا
جزیروں کا شہر	انڈونیشیا

شیخ محمد عمران محمد علی روڈ بمبئی ۳

حرفوں میں لکھیے

	(ج)
● ۱ نا تھ	ایک ناتھ
● ۲ دست	دوست
● ۳۶ گڑھ	چھتیس گڑھ
● بر ۷	برسات
● ۹ کر	نوکر
● ۱۰ رتھ	دسرتھ
● ۴ پائی	چارپائی
● ۱۲ دری	بارہ دری
● ۱۰۰ ادا	سودا

اکرم خاں۔ دکان نمبر ۸۵، شاہی گیٹ جامع مسجد دہلی

● پہلا اوں ڈے میچ آسٹریلیا اور انگلینڈ کے درمیان ۵ جنوری ۱۹۷۱ء کو ملبورن میں کھیلا گیا۔
● پہلی گیند گرام میگنز نے پھینکی۔
● پہلا رن بائیکاٹ نے بنایا۔
● پہلا وکٹ تھامسن نے حاصل کیا۔
● پہلے رن آؤٹ ہونے والے باسل ڈی اولیورا تھے۔
● پہلے اسٹمپ ہونے والے ایان چیپل تھے۔
● پہلا اوں ڈے آسٹریلیا نے انگلینڈ کو پانچ وکٹ سے شکست دے کر جیتا۔

محمد کوثر محلہ پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

بچوں کی کوششیں

آزادی کی چاہ

ایک تھی چڑیا، ایک تھا چڑا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ گرمی بہت پڑنے لگی۔ بس ان کے دل میں آیا کہ وہ اپنے بچوں کے پاس پہاڑ پر چلے جائیں جو ان سے بہت دور ایک اونچی پہاڑی پر رہتے تھے بالکل اسی طرح جیسے وہ خود اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا بسے تھے۔

لگ بھگ ۲۵ گھنٹے بس اور ریل جیسی سواریوں کا سہارا لے کر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے بچوں کے پاس پہنچ گئے۔

پہاڑی پر موسم میدان سے بالکل مختلف تھا گرمی کی جگہ سردی مگر ایسی کہ قابل برداشت۔ سکھ کی ساری آسانیاں حاصل ہوگئیں۔

چڑا تو گھونسلے کے اندر نہ ٹک پاتا۔ بے مقصد اُڑا کرتا۔ اسے جنگلوں کی سیر میں بڑا مزہ آتا۔ مگر اُڑتے اُڑتے سوچنے لگتا متعلقین یہ نہ سوچیں کہ چڑا بھٹک گیا ہو۔ بس لوٹ پڑتا۔

چڑے کو آرام حرام تھا۔ ذرا دیر رُک کر پھر کہیں دوسری طرف کو نکل پڑتا۔ پہاڑی پر جنگلوں کی سیر میں مست رہتا لیکن اس کی اُڑان میں بریک لگ ہی جاتے۔ وہی سوچ کہ سنگی ساتھی پریشان ہوں گے۔

پہاڑیاں اَن گنت تھیں۔ سب کی سیر نہ کرسکا۔ چڑے کو دکھاوے کے سارے سکھ حاصل تھے۔ مگر آزادی کا سکھ نہ تھا۔ یہاں گھونسلہ اس کے گھونسلے سے اچھا تھا۔ بہت صاف ستھرا۔ ہر چیز کی جگہ مقرر تھی جن کی پابندی چڑے کے بس کی بات نہ تھی۔ اپنا گھونسلہ یاد آنے لگا۔

چڑا اُڑنکھو تو تھا ہی۔ گائک بھی تھا۔ طرح طرح کے گیت گاتا رہتا۔ مگر کچھ دنوں بعد سب گانے چھوٹ گئے۔ اور اب تو اقبال کا یہ شعر ہی اس کی پہچان تھی ؎

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

سچ ہے آزادی سے بڑھ کر کوئی سکھ نہیں۔ مولانا حالیؔ نے بھی اس سلسلہ میں خوب لکھا ہے ؎

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ ناز و نعمت کے حلوے سے بہتر

ثمر عالم صدیقی، رین بسیرا، ۲۲ شاستری نگر، شہر گونڈہ

ایک دفعہ ایک فیکٹری میں آگ لگ گئی تو فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آگ بجھانے لگ گئیں۔ لیکن ایک فائر بریگیڈ کی گاڑی تیزی سے فیکٹری کے اندر داخل ہوگئی اور اس نے ساری آگ بجھادی فیکٹری کے مالک نے اسے دس ہزار روپے انعام دیتے ہوئے پوچھا تم ان پیسوں کا . . . . کیا کروگے ؟ اس نے جواب دیا سب سے پہلے گاڑی کی بریکیں ٹھیک کراؤں گا۔

عجیب ایمانداری

آئیے آج میں ایک عجیب وغریب انصاف کی کہانی سناتا ہوں۔ آپ نے سکندر اعظم کا نام تو ضرور سنا ہوگا۔ اس نے ہندستان پر بھی حملہ کیا تھا اور صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا فتح کرنے کی تمنا رکھتا تھا۔ جب وہ دنیا فتح کرنے کے ارادے سے گھوم رہا تھا تو وہ افریقہ پہنچا اور وہاں کے جنگلی علاقے کے ایک بستی میں پہنچا۔ وہاں کے رہنے والوں نے سکندر اعظم کا استقبال کیا اور اس کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ سکندر وہاں کے رہنے والوں سے ملا۔ ایک دن جب سکندر سردار کے ساتھ بیٹھا تھا، دو شخص سردار کے پاس آئے۔ سردار نے ان لوگوں سے پوچھا وہ کیسے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ حضور میں نے اِس دوسرے آدمی کا ایک کھیت خریدا ہے۔ کچھ دنوں بعد میں اس میں ایک کنواں کھود رہا تھا۔ بہت کھودنے کے بعد اس میں سے ایک بڑا خزانہ نکل آیا۔ اب میں اس آدمی سے کہتا ہوں کہ یہ خزانہ تیرا ہے چونکہ میں نے تو صرف اس کی زمین خریدی تھی۔ زمین کے اندر کی چیزوں کی تو میں نے کوئی قیمت ادا نہیں کی لیکن یہ شخص خزانہ نہیں لیتا۔ دوسرے آدمی نے کہا۔ حضور میں نے تو زمین بیچ دی اب اس کے اندر اور باہر کی تمام چیزوں سے ہمیں کیا واسطہ، اب یہ خزانہ اس کی قسمت سے نکل آیا ہے تو میں کیوں لے لوں؟ یہ تو ہماری ایمانداری کے خلاف ہے۔ دونوں کی باتوں کو سن کر سردار تھوڑی دیر تک خاموش رہا، اس کے بعد اس نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا لڑکا ہے؟ اس نے کہا ہے، پھر دوسرے سے پوچھا، تمہارے لڑکی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، ہے۔ تو سردار نے کہا اچھا تم دونوں اپنے لڑکے اور لڑکی کی ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر دو اور خزانہ ان کو دے دو۔

اس طرح سردار نے خزانے کا فیصلہ کر دیا۔ دونوں فیصلہ سن کر خوش خوش واپس ہو گئے۔ سکندر کو یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ سردار نے سکندر کو متعجب دیکھ کر کہا کہ آپ تعجب میں کیوں ہیں آپ کے ملک میں اس واقعہ کا کیا انصاف ہوتا؟ سکندر نے جواب دیا کہ جناب اوّل تو کوئی ایسا واقعہ ہی پیش نہ آتا، دونوں میں سے ہر شخص خزانہ اپنا لیتا۔ پھر اگر یہ مقدمہ پیش ہوتا تو یہ خزانہ حکومت کا ہو جاتا۔ سردار کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ کیا تمہارے ملک میں پانی برستا ہے؟ کیا وہاں جانور رہتے ہیں؟ کیا ایسی ناانصاف حکومت میں خدا کی رحمت ہوتی ہے؟

پیامیو! کوشش کرو کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح ایماندار بنو اور سکندر اعظم کی بات کو غلط ثابت کر دو۔

ارشاد احمد دھمور، سلطان پور، یو پی

سچائی

ایک گاؤں میں ایک آدمی رہتا تھا اسے پودے لگانے کا بہت شوق تھا اس آدمی نے ایک پودا بڑے شوق سے لگایا تھا وہ روز پودے کو پانی دیتا اور اس کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوتا چند ہی مہینوں میں یہ پودا ایک خوبصورت درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس آدمی کا ایک لڑکا تھا ایک دن اس کا لڑکا ہاتھ میں کلہاڑی لے کر باہر نکل گیا۔ اس کے بچّے کو وہ درخت بہت پسند آیا جو اس کے باپ کو بھی بہت پیارا تھا اس لڑکے نے کلہاڑی کے ساتھ اس درخت کو کاٹنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد درخت نیچے گر چکا تھا۔ لڑکے کا باپ جب واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا

پسندیدہ درخت زمین پر کٹا پڑا ہے وہ کٹے ہوئے
درخت کو دیکھ کر لال پیلا ہو گیا اور غصّے سے بولا
یہ درخت کس نے کاٹا ہے جس نے یہ حرکت کی
ہے اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لڑکے نے جو
پاس ہی کھڑا تھا یہ سن کر سر جھکا لیا اور بولا ابا جان
آپ ناراض نہ ہوں یہ درخت میں نے کاٹا ہے مجھ
سے یہ غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ آپ مجھے جو چاہیں سزا
دیں۔ بچّے کا جواب سن کر باپ کا غصّہ جاتا رہا، وہ
خوش ہو کر بولا۔ بیٹا میں تمھارے سچ سے بہت
خوش ہوں اب مجھے درخت کے کٹنے کا کوئی غم
نہیں، تمھارے ایک سچ نے میرا سارا غصّہ ختم کر
دیا۔ وہ لڑکا جس نے سچ بولا تھا اس کا نام واشنگٹن
تھا۔ بڑا ہو کر وہ امریکا کا پہلا صدر بنا، کیوں کہ اسی
نے امریکا کو آزاد کروایا تھا اس لیے اسی کے نام پر
امریکا کے دارالحکومت کا نام واشنگٹن رکھ دیا گیا۔
ہمیں اور آپ کو بھی چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور
جھوٹ سے بچیں۔ جھوٹ ہزار برائیوں کی جڑ ہے۔

عبدالرحمٰن بن حکیم عبدالرقیب، محلّہ پورہ صوفی مبارک پور

عقلمند ماسٹر

ایک دن ایک آدمی اپنی بڑی بہن سے ملنے
اس کے شہر کو جا رہا تھا۔ شہر اور گاؤں کے درمیان
ایک جنگل پڑتا تھا۔ اس جنگل میں اسے ڈاکوؤں
نے گھیر لیا۔

"کون ہے رے تو؟" ڈاکوؤں کے سردار
نے غصّے بھری آواز میں کہا۔

"ج - ج - جی - میں ایک غریب ماسٹر ہوں۔"
آدمی نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"یعنی تو ماسٹر صاب ہے..... بچّوں کا
امتحان لینے والا ماسٹر صاب ...... ہے؟"

سردار شرارت سے مسکراتا ہوا بولا۔

"جی ...." ماسٹر نے جواب دیا۔

"اچھا تو آج ہم تیرا امتحان لیں گے" سردار
نے کہا۔ پھر اس نے ایک بڑا سا خربوزہ اٹھا کر
ماسٹر کے ہاتھ میں گھما دیا اور بولا "ماسٹر صاب،
اب صرف آپ اتنی سی بات بتا دو کہ خربوزہ کا وزن
کتنا ہے؟" پھر اس نے غصّے بھری آواز میں کہا
"لیکن بالکل ٹھیک ٹھیک وزن بتانا۔ ہم بعد میں
خربوزے کا وزن کر کے دیکھیں گے۔ لیکن اگر تم نے
غلط وزن بتایا تو مار مار کر ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔"

ماسٹر نے خربوزے کو ہاتھ میں ہلا جلا کر
وزن کرنے کا دکھاوا کیا اور سردار کے ہاتھ میں
پکڑاتا ہوا بولا۔ اس خربوزے کا وزن آپ کے
سر کے برابر ہے۔

اب تو سردار کے ہوش ہی اڑ گئے۔ سردار
نے دیکھا کہ اس کے ساتھی سچائی پرکھنے کے لیے
بے تاب ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن تھا کہ جب اس
کا سر دھڑ سے الگ کر کے تولا جائے۔

سردار کھسیانی ہنسی ہنسا اور ماسٹر کی پیٹھ

"یہاں سے مارکیٹ کتنی دور ہے؟" ایک
نوجوان نے کسان سے پوچھا جو ہل چلا رہا تھا۔
"چل کر دکھاؤ" کسان نے جواب دیا۔
جس پر نوجوان کو تاؤ تو آیا مگر خاموشی سے چل دیا۔
"بیس منٹ میں وہاں پہنچ جاؤ گے!"
کسان نے پیچھے سے آواز لگائی۔
"مگر تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"
"میں تمھاری رفتار دیکھنا چاہتا تھا"
کسان نے مسکرا کر جواب دیا۔

پر ہاتھ مار کر بولا۔ بہت خوب۔ اب تو جا۔ تو امتحان میں پاس ہے۔ میں تو تجھے پرکھ رہا تھا۔ ماسٹر مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور ڈاکوؤں کے سردار نے سکھ کی سانس لی۔

محمد سالک جمیل براڑ، محلہ احسان پورہ، مالیر کوٹلہ، پنجاب

ڈر کی تلاش

ایک کسان کے دو لڑکے تھے بڑا لڑکا بہت نیک اور عقلمند تھا گھر کا سب کام کاج وہی کرتا اس لیے باپ اس سے بہت خوش رہتے تھے مگر اس کے برخلاف چھوٹا لڑکا بہت اُجڈ اور بدماغ تھا کسی سے ڈرتا بھی نہیں تھا۔

ایک دن کسان نے چھوٹے لڑکے سے کہا بیٹا تم کچھ سیکھو ورنہ آیندہ تمھاری گزربسر کیسے ہوگی بہت دیر سوچنے کے بعد اس نے جواب دیا کہ ڈر کیا چیز ہے؟ بس میں یہی سیکھنا چاہتا ہوں اور یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی۔ باپ نے لاکھ سمجھایا کہ یہ بھی بھلا کوئی سیکھنے کی چیز ہے۔ پھر اس کے سیکھنے سے گزربسر تھوڑی ہو سکے گی۔ مگر لڑکے نے کوئی دوسرا کام سیکھنے سے انکار کر دیا اور یہی رَٹ اس کو لگ گئی۔ ڈر کیا چیز ہے میں یہی سیکھوں گا۔

ایک دن کسان کے گھر کسان کے دوست پنڈت جی آئے۔ کسان نے اپنے چھوٹے بیٹے کے اُجڈپن کا سارا حال ان سے کہہ دیا۔ پنڈت جی نے کہا اچھا کوئی بات نہیں ہے تم اس کو میرے ساتھ کر دو، میں اس کو بتادوں گا کہ ڈر کیا چیز ہے۔ کسان نے خوشی خوشی اسے پنڈت جی کے ساتھ کر دیا۔ پنڈت جی اسے لے کر اپنے گھر پہنچے۔ ان کے گھر کے سامنے ایک مندر تھا۔ پنڈت جی نے مندر کی صفائی کا کام اس لڑکے کے ذمے کر دیا۔

ایک دن آدھی رات کو پنڈت جی نے لڑکے سے کہا۔ ذرا مندر میں جاؤ تو میں اپنی مالا بھول آیا ہوں تم اسے لے آؤ۔ لڑکا چل پڑا اور مالا لے کر مندر سے باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز باہر کھڑی ہے۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر پوچھا۔ بولتا کیوں نہیں؟ پھر بھی خاموشی رہی۔ تیسری بار لڑکا غصہ میں بولا۔ مگر پھر بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اس نے کہا اچھا تم کوئی بھی ہو جب بولتے ہی نہیں تو یہ لو۔ اس نے اس زور کا دھکا دیا کہ وہ کالی چیز پاس کے ایک گہرے گڑھے میں گر پڑی۔

لڑکا سیدھا پنڈت جی کے گھر لوٹ آیا اور ان کے بستر پر مالا رکھ کر سوگیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ پنڈت جی کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے، ہاتھ میں بھی کافی چوٹ لگی ہے۔ رات کی کالی چیز پنڈت جی ہی تھے۔ پنڈت جی نے لڑکے کو کسان کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور لڑکے سے کہلایا کہ اب تم سمجھ گئے کہ ڈر کوئی چیز نہیں ہے، اگر ڈر کوئی چیز ہوتی تو تم کل رات مجھے دیکھ کر بے ہوش ہو گئے ہوتے۔ ڈر صرف کمزوری کا نام ہے۔

محمد ضیاء الہدیٰ، عفن چیپ اسٹور چھجو محلہ، بہار شریف

داڑھی میں آم

پُرانے زمانے کی بات ہے کہ عرب کا ایک سوداگر ہندستان آیا۔ اس کے قبیلے میں بہت سارے آدمی اور اونٹ شامل تھے۔ اونٹ پر عرب سے لایا ہوا کافی سامان لدا تھا جسے اس نے ہندستان کے بہت سے جگہوں پر فروخت کیا اور اس کے بدلے میں یہاں سے دوسرا سامان خرید کر اپنے ملک بیچنے کے لیے اونٹ پر لاد لیا۔ ہندستان

کے بہت سے جنگلوں میں گھومتے ہوئے اس نے آم دیکھا اور چکھا۔ اس کا مزہ اسے بے حد اچھا لگا۔ اس نے خود پیٹ بھر کر آم کھائے اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو بھی کھلائے۔ سوداگر نے ایک اونٹ پر کافی آم رکھ لیے۔ ان دنوں صرف ریشے والے ہی آم ہوتے تھے۔ اس لیے آم چوستے وقت رس کے ریشے بھی منہ میں آجاتے تھے۔ اس لیے عرب سوداگر نے جو آم لیے وہ ریشے والے ہی تھے۔ راستہ لمبا تھا اس میں مہینے لگ جاتے تھے۔ اتنے دنوں تک آم کیسے اچھا رہتا اس لیے وہ دھیرے دھیرے خراب ہونے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر سوداگر پریشان ہو گیا۔ سوچ سمجھ کر اس نے فیصلہ کیا کہ آم کو خراب کرنے کے بجائے انھیں کھا لینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے سب لوگوں نے سارے آم کھا کر ختم کر دیے
عرب پہنچ کر سوداگر اپنے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور وہاں اس نے اپنے سفر کے بارے میں بادشاہ کو بتایا اور باتوں باتوں میں آم کی بھی بات چل گئی تو سوداگر نے اس کے مزہ کی تعریف کے پل باندھ دیے۔ تعریف سن کر سبھی درباریوں کے منہ میں پانی آگیا۔ بادشاہ بھی ایسی نایاب چیز کو کھانے کے لیے بے تاب ہو گیا۔ اس نے سوداگر کو اس بات کے لیے ڈانٹا کہ وہ کچھ آم اپنے ساتھ لے کر کیوں نہیں آیا۔ سوداگر نے آم لانے اور اس کے خراب ہونے کی داستان بادشاہ کو سنا دی۔ اس پر بادشاہ نے سوداگر کی مجبوری کو سمجھا پھر بھی آم مزہ چکھنے کی خواہش کو وہ دبا نہیں پا رہا تھا۔ بادشاہ نے سوداگر کو حکم دیا کہ کچھ ایسا طریقہ اپنائیے جس سے آم کے مزہ کے بارے میں ٹھیک طرح سمجھا جا سکے۔
سوداگر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اسے ایک ترکیب سوجھی۔ سوداگر نے ایک طرف آگ جلوائی اور اس کے اوپر کڑاہی

ایک لڑکا بتا رہا تھا۔
جب شیطان گدھے کے سامنے سے گزرتا ہے تو وہ شور مچاتا ہے۔
دوسرا بولا: لیکن اس دن میں گزر رہا تھا تو گدھے نے شور مچانا شروع کر دیا۔
تیسرا بولا: گدھے نے تمھیں پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

رکھ کر اس میں چینی اور پانی ڈال دیا۔ سب لوگ حیرت زدہ ہو کر سوداگر کا یہ تماشا دیکھنے لگے، تھوڑی دیر بعد جب چاشنی تیار ہو گئی تو سوداگر نے آگ بجھا کر اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے کچھ وقت تک چھوڑ دیا۔ چاشنی کے ٹھنڈے ہو جانے پر سوداگر نے اپنی لمبی داڑھی کے نچلے حصّے کو اس میں بھگویا اور بادشاہ کے پاس جا کر اسے داڑھی کو منہ میں لے کر چوسنے کے لیے کہا۔ بادشاہ اس بات پر پہلے تو کچھ جھلایا مگر جب سوداگر نے یہ کہا کہ اس کا سواد آم جیسا ہی ہوگا تو بات اس کی سمجھ میں آگئی۔
بادشاہ نے اس کی داڑھی کو منہ میں لے کر چوسا اور درباریوں نے بھی داڑھی میں لگی چاشنی کو منہ میں لے کر اس کا مزہ چکھا۔ داڑھی کو منہ میں لینے سے بڑی گھن آرہی تھی لیکن چاشنی کی مٹھاس انھیں اچھی لگی۔ آم کا مزہ بھلے ہی وہ پوری طرح سے نہیں لے پائے لیکن سوداگر کے دماغ کی سبھی نے تعریف کی۔

محمد امان اللہ النسان اسکول، کشن گنج، بہار

رحم دل شکاری

بہت دنوں کی بات ہے۔ شہر غزنی میں ایک

شخص رہتا تھا۔ اس کا نام سبکتگین تھا وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا مگر بہت غریب تھا۔ ایک گھوڑے کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں تھا وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں گزارتا تھا۔

ایک دن وہ شکار کو جارہا تھا کہ راستے میں اسے ایک ہرنی اور اس کا بچہ چرتے ہوئے ملا۔ سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پیچھے تیزی سے دوڑا۔ دونوں جان بچا کر بھاگے۔ ہرنی کا بچہ بچہ تھا اس لیے تیز بھاگ نہ سکا۔ آخر سبکتگین نے اسے زندہ پکڑ لیا، اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

ہرنی بیچاری اپنے بچّے کے لیے اس کے پیچھے ہولی۔ سبکتگین کی نگاہ ہرنی پر پڑی۔ اس کے افسردہ چہرے اور للچائی ہوئی نگاہ کو دیکھ کر سبکتگین کو رحم آگیا اور اس نے بچّے کو چھوڑ دیا آزاد ہوتے ہی بچہ چھلانگیں مارتا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور دونوں نے خوشی خوشی جنگل کی راہ لی۔

رات میں سبکتگین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا "سبکتگین تم نے ہرنی کے بچّے پر رحم کیا تمھارا یہ کام اللہ کو بہت پسند آیا۔ تمھارا نام بادشاہوں کی فہرست میں درج کرلیا گیا ہے۔ اب تم جلد ہی بادشاہ ہو جاؤ گے۔ دیکھو سلطنت ملتے ہی مغرور مت ہو جانا اپنی رعایا کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنا۔"

اس کے بعد سبکتگین بادشاہ ہوگیا۔ اس واقعے کو اس نے ساری زندگی یاد رکھا اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔

مرسلہ
انصاری ماجد ذکی، مولانا کمپاؤنڈ، مالیگاؤں

سچّی دوستی

ایک گاؤں میں دو دوست رہتے تھے۔ ایک کا نام کریم تھا اور دوسرے کا نام رحیم۔ وہ دونوں کھیت پر ایک ساتھ جاتے تھے اور ایک ساتھ واپس آتے۔ ایک دن کریم کھیت میں گھاس کاٹ رہا تھا۔ اچانک کریم کے پیر میں درانتی (ہانسی) لگ گئی اور وہ چلّایا۔ رحیم نے آواز سنی وہ دوڑ کر آیا اور اسے گھر لے گیا۔ ڈاکٹر کو بلا کر دوائی لگوائی لیکن رحیم بہت پریشان تھا کیونکہ کریم کی طبیعت اور خراب ہوگئی۔ زخم بھی بڑھ گیا۔ رحیم، کریم کی دن رات خدمت کرتا رہا۔ کچھ کھایا نہ پیا بس اللہ سے دعا کرتا رہا کہ کریم کو اچھا کردے۔ دو تین دن گزرنے کے بعد کریم کا زخم اچھا ہوگیا۔ رحیم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے دوست کو گلے لگایا اور پھر دوسرے دن سے دونوں ہنسی خوشی کھیت میں جانے لگے۔

دل سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ دعا ضرور قبول کرتا ہے۔

عرفان خاں رمضان خاں، کلمب، ایوت محل

ٹارزن اور چیتا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ٹارزن اپنی جھونپڑی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس ہرنی دوڑتی ہوئی آئی اور اس کے قدموں کے پاس آکر رونے لگی۔ ٹارزن نے پوچھا کیا بات ہے؟ ہرنی نے کہا میرے چھوٹے سے بچّے کو چیتا کھا گیا ہے۔

ٹارزن نے کھڑے ہو کر کہا آخر یہ چیتا ہمارے جنگل میں کہاں سے آگیا ہے۔ میں اس کو ختم کرکے ہی دم لوں گا۔ ٹارزن سارا دن جنگل میں گھومتا رہا مگر چیتا اسے نہ ملا۔ ٹارزن اگلی صبح

چیتے کو ڈھونڈنے نکلا ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک لومڑی بہت ہی اداس اس کی جھونپڑی کی طرف آرہی ہے۔ ٹارزن سے لومڑی نے کہا میں اور میرے دو بچے اور چند لومڑیاں جارہی تھیں کہ چیتے نے حملہ کردیا اور میرے دونوں بچوں کو اور باقی ساری لومڑیوں کو کھا گیا۔ صرف میں بچ گئی۔ اب تو ٹارزن آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے جنگل کا چپہ چپہ چھان مارا مگر چیتا نہ ملا۔ پھر ٹارزن سمجھ گیا کہ چیتا جنگل کے پیچھے والے پہاڑ سے آتا ہے۔ پھر ٹارزن رات کے اندھیرے میں پہاڑ کی طرف گیا اور وہاں اس نے ایک غار دیکھا جس میں خون کے دھبے اور ہڈیاں پڑی تھیں۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ چیتا یہیں رہتا ہے۔ چیتا تقریباً آدھی رات کو غار میں آتا تھا۔ ٹارزن غار میں بیٹھ کر چیتے کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً آدھی رات کے وقت چیتا جس کے منہ میں نوکیلے دانت تھے جن سے خون ٹپک رہا تھا اور پنجوں میں نوکیلے ناخن۔ جب چیتے نے ٹارزن کو دیکھا تو اس پر چھلانگ لگادی۔ ٹارزن نیچے ہوگیا چیتا زمین پر گر پڑا۔ چیتا دوبارہ پھرتی سے اٹھا۔ اور ٹارزن پر جھپٹا۔ ٹارزن پھر ایک بار بچ نکلا۔ پھر ٹارزن چھلانگ لگا کر چیتے پر بیٹھ گیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے چیتے کی گردن کو پکڑ لیا۔ چیتے نے اپنی گردن چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کا سانس رُکنے لگا۔ ٹارزن نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک وہ مر نہ گیا۔ ایک مرتبہ پھر ٹارزن اور جنگل کے جانور خوشی خوشی رہنے لگے۔

محمد ابرار حسینی گلبرگوی، جے سی نگر، بنگلور ۶

اپنا کام

"بابا، بابا! میرے جوتے پالش کرو۔"

ایک دیہاتی کے پانو پر پاگل کتے نے کاٹ لیا۔ وہ شہر میں ایک سرجن کے پاس گیا اور اسے اپنا زخم دکھایا۔ سرجن نے زخم دیکھ کر کہا: "اس زخم کے گوشت کو کاٹنا پڑے گا جس کے چار ہزار روپے لگیں گے۔"

"واہ جی واہ" دیہاتی غصے سے بولا، "کتے نے تو مفت کاٹا تھا اور آپ کاٹنے کے چار ہزار روپے مانگ رہے ہیں۔"

خالد چلایا۔ ویسے تو خالد میں تمام خوبیاں تھیں مگر ایک بری عادت بھی تھی۔ وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا تھا۔ بس وہ ہر وقت بابا کو آوازیں دیتا۔

"بابا، میرے لیے ناشتا لگادو، بابا میرے کپڑوں پر استری کردو۔ بابا پانی گرم کردو، بابا جوتے پہنادو۔"

اور بابا سارے کام بھاگ بھاگ کر کرتے رہتے، ان کا سانس بھی پھول جاتا تھا مگر خالد کو احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ بابا بڑے شفیق تھے کتنے پیار سے بات کرتے تھے۔ بابا ان کے پرانے ملازم تھے۔

ایک دن انھوں نے خالد سے بڑے پیار سے پوچھا "بیٹا کہاں جانا ہے؟"

"بابا، ہمارے اسکول میں نئے ماسٹر صاحب آئے ہیں بہت اچھے ہیں میں اُن سے ملنے جارہا ہوں" خالد نے بتایا۔

"اچھا تو آپ کو وہ استاد صاحب پسند آئے ہیں" بابا نے اس کے جوتے کے تسمے باندھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بابا، ہم سمجھ لیجیے۔ میں ان سے بہت متاثر ہوا ہوں۔" خالد نے کہا۔

خالد ماسٹر صاحب کے گھر پہنچا مگر دروازے میں اس کے قدم جم گئے، کیونکہ ماسٹر صاحب اپنے گھر میں سفیدی کر رہے تھے۔

"سر! السّلام علیکم"

"وعلیکم السّلام بیٹا! آپ؟"

"جی سر، آپ یہ سفیدی خود، میرا مطلب ہے کسی کو بلا لیا ہوتا!" خالد بات نہیں کر پا رہا تھا۔

"میں اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں"

پھر ماسٹر صاحب اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آئے جہاں چار کرسیاں، ایک میز، ایک کتابوں کی الماری اور ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ "تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔"

خالد کام چور ضرور تھا، بے ادب نہیں۔ لہٰذا اس نے منع کیا: "نہیں سر! چائے آپ نہیں بنا کر لائیے، تکلیف ہوگی۔"

"نہیں بھئی، ذرا سی دیر کا کام ہے۔" ماسٹر صاحب مسکرائے اور چلے گئے۔ خالد یہ کہنا چاہتا تھا کہ چائے میں بنا لاؤں مگر اس کو چائے بنانی ہی نہیں آتی تھی اس لیے اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔

ماسٹر صاحب چائے بنا کر لے آئے اور بولے:

"ہاں، تو تم اس بات پر حیران تھے کہ میں اپنا کام خود کرتا ہوں۔ اللہ نے ہمیں ہاتھ پاؤں اسی لیے دیے ہیں تاکہ ہم کسی کے محتاج نہ رہیں۔ تم نے اکثر لنگڑے، لولے بھکاری کو بھیک مانگتے دیکھے ہو گے۔ وہ ترستے ہیں کہ ان کے ہاتھ پاؤں دوبارہ آجائیں تو یہ کام چھوڑ دیں۔ ہاتھ، پاؤں کے نہ ہونے سے ہی تو انھیں بھیک مانگنی پڑتی ہے۔ وہ محنت مزدوری نہیں کر سکتے۔ ہم کتنے خوش نصیب ہیں ہمیں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر بھی کرنا چاہیے کہ اس نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک، کان وغیرہ جیسی نعمتوں سے ہمیں نوازا۔ بڑا انسان وہی ہے جو اپنے کام کے لیے دوسروں کو تکلیف نہ دے۔"

"جی!" خالد کی نظریں جھک گئیں۔

"کیوں؟ آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے؟" ماسٹر صاحب نے پوچھا۔

"جی! جی ہاں سر۔" خالد کا جھوٹ چہرے سے صاف ظاہر تھا کبھی جھوٹ بولا جو نہیں تھا۔

"دیکھو میاں، اس جھوٹ کو نبھانا ہوگا، اگر آج مجھ سے کہا ہے کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہو تو ہمیشہ کرنے ہوں گے۔ ماسٹر صاحب پتا نہیں کس طرح پہچان گئے تھے۔ شاید ہر استاد چہرہ پڑھ لیتا ہے۔ حامد نے چونک کر ماسٹر صاحب کو دیکھا اور نظریں چرا لیں۔ آج وہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کا عہد کر چکا تھا۔

امام جعفر پاشاہ ہنورے، آدرش ہائی اسکول، کرچی

توتا شہزادہ

کسی ملک میں ایک راجا راج کرتا تھا اس کی سات لڑکیاں تھیں چھوٹی لڑکی سیم کے علاوہ سبھوں کی شادی ہو چکی تھی۔ سیم سب بہنوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور ہنس مکھ تھیں۔ اسے توتے پالنے کا بہت شوق تھا۔ اس لیے اس نے ایک بہت ہی خوبصورت توتا بھی پال رکھا تھا۔ وہ دن بھر اپنے توتے کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور اس کے کھانے پینے کا خوب خیال رکھتی تھی۔

ایک دن کی بات ہے سیم توتے سے کھیل رہی تھی کہ اچانک اس کے کانوں میں آواز آئی "کیا تم

مجھ سے شادی کروگی؟" سِم ڈر گئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن پھر آواز اُبھری۔ "کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟" جب تیسری بار سِم نے غور سے سُنا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ آواز توتے کی ہے وہ خوش ہوگئی اور بولی ہاں، پیارے توتے میں تم سے شادی کروں گی۔ سِم کا یہ کہنا تھا کہ وہاں ایک خوبصورت اور نوجوان شہزادہ کھڑا ہوگیا اور توتا غائب ہوگیا۔ سِم بیچاری سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ تب شہزادے نے کہا ڈرو مت سِم میں تمھارا توتا ہی ہوں۔ آؤ میری آپ بیتی سنو۔ سِم قریب آئی تو شہزادہ یوں اپنی آپ بیتی سنانے لگا۔

میں فلاں ملک کا شہزادہ ہوں۔ مجھے شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ ایک بار میں نے ایک ہرن کا شکار کیا۔ وہ ہرن ایک جادوگرنی بڑھیا کا تھا۔ اس نے مجھے بد دعا دی اور کہا کہ میں تمھیں ایک توتے میں تبدیل کردیتی ہوں اور پھر اس وقت تک تم توتا بنے رہوگے جب تک کوئی خوبصورت لڑکی تم سے شادی کرنے کے لیے تیار نہ ہوجائے۔ سِم تم مجھ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوگئیں تو میں اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ شہزادے کی آپ بیتی سُن کر سِم بہت خوش ہوئی اور پھر جلد ہی بادشاہ نے دونوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے کردی اور دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ (انگریزی سے ماخوذ)

غفران اختر، مقام، پوسٹ ہلدی کھوڑا، کشن گنج

یکم اپریل کا انعام

آج یکم اپریل ہے نا؟ تجمل نے چٹکی بجاتے ہوئے اور بائیں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہاں تو پھر؟" ظہیر اور ضمیر ایک ساتھ بول اٹھے "ہاں تو پھر"

ایک صاحب کے یہاں کرانہ دکاندار نے پورے سال کا بل بھیجا اور ساتھ میں ایک سلپ لگادی جس پر لکھا تھا:

"اس بل کو پورا ایک سال ہوگیا ہے"

جواب میں ان صاحب نے بھی ایک سلپ بھیج دی جس پر لکھا تھا۔

"بل کی سالگرہ مبارک ہو"

مرسلہ: سرور نواز نظامی، درگاہ بیلا، ویشالی

تجمل نے دونوں کی نقل اُتاری "سیدھی اور صاف طرح بات کرو یار۔" اس مرتبہ زاہد بھی ان تینوں کی گفتگو میں شریک ہوگیا جو کہ دراز قامت اور لحیم وشحیم لڑکا تھا۔ "بس آج پڑوسی کی خبر لی جائے میں نے ایک دن پوچھا کہ آپ کا اسم گرامی کیا ہے تو کہنے لگے حضرت نام کی کیا ضرورت ہے، کام کی بات کرو۔ بہت مغرور بنتا ہے۔" تجمل نے منہ بناکر کہا۔ "مگر ہمیں کرنا کیا ہوگا؟" زاہد نے پوچھا۔ "بس تھوڑی سی ہمت اور عقل مندی کی ضرورت ہے یعنی ہم پولیس کے لباس پہن کر ان سے ملنے چلیں گے، بڑے دلیر اور مغرور بنے پھرتے ہیں حضرت پولیس کو دیکھیں گے تو میاں کے فرشتے کوچ کرجائیں گے۔ ویسے اس بہلے تفریح بھی ہوجائے گی، اور لگے ہاتھوں میاں دلیر کا تعارف بھی۔"

"اور اگر کہیں وہ میاں دلیر ہمارے مذاق پر خفا ہوگئے تو؟" زاہد نے پوچھا۔ "تو کیا ہوا اپریل فول کا سہارا لیا جائے گا۔" تجمل نے برجستہ جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد سب اپنی شرارت کو عملی جامہ پہنا رہے تھے۔ زاہد چونکہ لحیم شحیم اور دراز قامت تھا اس لیے اس نے بھائی جان کا این سی سی ڈریس پہن لیا اور بالکل اصلی پولیس والا لگ رہا تھا مزید

رعب ڈالنے کے لیے اس نے نقلی پستول بھی لگا رکھا تھا۔ پڑوسی کے مکان کے قریب پہنچ کر تینوں نے زاہد کو اشارہ کیا۔ زاہد نے دروازے کو دھکا دیا اور جیسے ہی دروازہ کھلا وہ تیزی سے اندر داخل ہوگیا۔ زاہد کو پولیس کے لباس میں دیکھ کر پڑوسی گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ زاہد نے رعب دار آواز میں اسے مخاطب کرکے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو ہمیں چوری کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں، یہ رہا آپ کی گرفتاری کا وارنٹ" اس نے رٹے ہوئے جملے دہرائے اور انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا ایک کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ پڑوسی کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے چشم زدن میں زاہد کے ہاتھ سے کاغذ چھین کر ایک کرارا گھونسا رسید کیا۔ زاہد پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ اس نے نقلی پستول سے ایک فائر کیا جس کی بھیانک آواز سن کر پڑوسی نے بھاگنا چاہا مگر زاہد نے اتنی زور سے لات ماری کہ وہ وہیں الٹ گیا اور دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔

زاہد کو بڑا افسوس ہوا، وہ بھاگا ہوا پانی لینے گیا اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے جیسے ہی اس کا سر اٹھایا اس کے سر کے بال اکھڑ کر زاہد کے ہاتھ میں آ گئے۔

"ارے یہ تو نقلی بال ہیں"، زاہد نے تینوں سے کہا۔ چاروں اس کے قریب پہنچ گئے۔ زاہد نے اس کی داڑھی پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی اکھڑ کر ہاتھ میں آ گئی۔ بغیر داڑھی اور بال کے اس خوفناک اور ڈراؤنی آدمی کی شکل دیکھتے ہی سب چلا اٹھے۔

"ارے یہ تو وہی ڈاکو ہے جس کی تصویر اخباروں میں چھپی تھی اور جس کو دو مہینے سے پولیس تلاش کر رہی ہے" تجمل نے کہا "ہاں ہاں بالکل یہ تو وہی ہے۔ اس کی گرفتاری پر تو پانچ ہزار روپے انعام مقرر ہے۔ ہمیں فوراً ڈیڈی کو بلانا چاہیے۔ تجمل دوڑ کر گھر گیا اور ڈیڈی کو بلا لایا۔ تھوڑی دیر میں پولیس آگئی۔ اور اس کو گرفتار کرکے لے گئی۔ جو کہ ایک مشہور و معروف ڈاکو تھا اور جس سے پولیس پریشان تھی۔

اس کی گرفتاری پر اخباروں میں چاروں کی تصویریں شائع ہوئیں اور پانچ ہزار روپے انعام میں بھی ملے۔ کیونکہ انھوں نے ایک بہت ہی مشہور ڈاکو کو گرفتار کرایا تھا جو کہ میک اپ کر کے ان کے پڑوس میں رہ رہا تھا۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ کاسودہ ملگاؤں

جنت کا ٹکڑا

آج صبح اٹھا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی ناشتا کیا اور بس اسٹاپ کی طرف چلا۔ تاکہ جلد سے جلد اسکول پہنچ سکوں۔ بس اسٹاپ پہنچا تو وہاں ایک عجیب سماں دیکھا۔ لوگ ایک قطار میں کھڑے ہیں نہ کہ لڑ بھڑ کر بس میں سوار ہونے کی کوشش کرتے۔ اسکول جاتے ہوئے راستے میں دیکھا کہ کالج کے لڑکے بزرگ اور معذور لوگوں کو سڑک پار کروا رہے ہیں۔ آج کسی طالب علم نے قانونی خلاف ورزی نہیں کی۔ کسی نے سگنل نہیں توڑا۔ کوئی پولیس والا کسی کو بے جا تنگ نہیں کر رہا تھا۔ سڑک پر کچرے کا نام و نشان تک نہ تھا اور تو اور آج بس کنڈکٹر نے بھی اتنی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ آج تو ہماری کلاس میں کسی لڑکے نے ہوم ورک نہ کرنے یا اسکول سے بلاوجہ غیر حاضری پر کوئی جھوٹ نہیں

بولا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جب میں محلے کی مسجد میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ پوری مسجد نوجوانوں سے بھری پڑی ہے۔ ہر شخص خدا کے حضور سجدہ ریز ہے۔ مسجد سے باہر آیا تو میں نے نوٹ کیا کہ آج وی سی آر کی کوئی بھی دکان نہیں کھلی۔ اخبار اٹھا کر دیکھا تو خلاف معمول کہیں کسی کے قتل کی کوئی خبر نہ تھی اور نہ ہی سیاست والوں کی دھینگا مشتی، بلکہ سیاست داں تو ایک دوسرے کی تعریفیں کر رہے تھے۔ کسی ہنگامے کی کوئی خبر نہ تھی۔ نہ کسی کالج کی کلاسوں کے بائیکاٹ کی کوئی خبر تھی نہ کہیں کسی تخریب کاری کی اطلاع ملی۔ اور تو اور آج ہر چیز خالص ملی۔ ملاوٹ کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ میں سوچنے لگا کہ یہ ہمارا ملک ہے یا میں جنت میں پھر رہا ہوں اور یہ جگہ جنت کا کوئی ٹکڑا۔ اور اس وقت میری والدہ نے آواز لگائی اٹھو بیٹا اسکول کے لیے دیر ہو جائے گی۔ لہذا میں اٹھتے ہوئے سوچنے لگا کہ ہمارا وطن تو واقعی جنت کا ٹکڑا ہے مگر ہم خود اسے دوزخ بنا رہے ہیں۔

احمد حسن، پوسپری بازار مسجد روڈ، سیتامڑھی بہار

حاضر جوابی

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک پیر صاحب نے اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے الٹی سیدھی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ اُن کی بیوی جو ایسی حرکتوں سے بہت چڑتی تھی اس نے پوچھا، ارے پیر صاحب یہ کیا کر رہے ہیں۔ پیر صاحب نے جواب دیا کہ میں کتا بھگا رہا ہوں جو پڑوسی کے گھر میں گھس گیا ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی ان کے لیے کھانے لانے چلی گئی اور کھانے میں چاول اوپر سے رکھ کر اس کے نیچے گھی اور گوشت وغیرہ چھپا دیا اور کھانا پیش کیا۔ پیر صاحب غصہ ہونے لگے کہ گوشت اور گھی کہاں ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ آپ یہاں سے بیٹھے بیٹھے یہ پتا لگا سکتے ہیں کہ پڑوسی کے گھر میں کتا گھس گیا ہے لیکن یہ پتا نہیں لگا سکتے کہ چاول کے نیچے گوشت اور گھی ہے۔ یہ سن کر پیر صاحب سر کھجا کر رہ گئے۔

محمد رحمانی بن عبدالحمید رحمانی مدرسہ عثمان بن عفان دہلی ۲۵

ایک عورت بڑی پریشان حالت میں ڈاکٹر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری بیٹی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ آنکھیں گھوم گئیں ہیں۔ چہرہ عجیب طریقے سے کھنچ گیا ہے۔"

ڈاکٹر: (اچھی طرح معائنہ کے بعد) بچی کو کچھ نہیں ہوا، لیکن برائے کرم اس کی چوٹی ڈھیلی کر دیں۔"

بد دعا کا اثر

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا دورِ خلافت ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم ہیں کوفہ والوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دورِ خلافت میں شکایت کی۔ شکایت میں یہاں تک کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ٹھیک سے نماز بھی نہیں پڑھتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا خدا کی قسم میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھتا ہوں کوئی چیز مجھ سے نہیں چھوٹتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم سے یہی امید تھی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند افراد کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا ان لوگوں

نے ہر مسجد میں حال دریافت کیا وہاں ہر شخص
نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف کی لیکن جب
یہ لوگ عبس کی مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص
جس کا نام اُسامہ تھا کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اگر
تم قسم دے کر پوچھتے ہو تو ہم تم کو پورا حال صحیح
صحیح بتلاتے ہیں۔ سنو سعدؓ کی تو یہ حالت ہے
نہ تو وہ کبھی فوج کے ساتھ جاتے ہیں اور نہ انصاف
کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور نہ عدل کے ساتھ
تقسیم کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعدؓ نے کہا کہ
میں بھی تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیرا
یہ بندہ جھوٹا ہے اور شہرت کی طلب سے کھڑا
ہے تو اس کی عمر لمبی کر اس کی فقیری کو بڑھا اور اس
کو فتنہ میں مبتلا کر۔ اس کے بعد جو کوئی اس کو دیکھتا
اور اس کا حال دریافت کرتا تو وہ کہتا مجھے سعدؓ
کی بد دعا لگ گئی۔ اس واقعہ کے بعد ان کو لوگوں
نے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں بھی
جھڑ گئی تھیں۔

اس قصے سے ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ
اس آدمی نے جس کا نام اُسامہؓ تھا ایک بڑے صحابی
پر تہمت لگائی جس کے نتیجہ میں اس کو ایسی بددعا
ملی کہ اس کا ایسا حشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کسی پر بہتان
لگانے یا کسی کی بُرائی کرنے سے محفوظ فرمائے
اور ہمیں اپنے عیبوں پر نظر رکھنے کی توفیق عطا
فرمائے، آمین۔ (ماخوذ اچھے قصے)

سیدہ عائشہ بتول، تکیہ کلاں، رائے بریلی

ماں

ماں تین حرفوں کا لفظ ہے لیکن اپنے اندر
کتنا نقوش رکھتا ہے۔ کتنا پیار ہے۔ ماں قدرت
کا انمول و بے نظیر تحفہ ہے۔ ماں حقیقت کا آئینہ
ہے۔ ماں اولاد کی خوشیوں کی طلب گار ہوتی ہے۔
عورت کا سب سے نورانی روپ ماں ہے۔ ماں
نیکیوں کا مجسمہ اور فرشتہ صفت ہے۔ اولاد اگر
اپنی چمڑی کا چپل بھی بنا کر ماں کو پہنائے تو ماں
کا وہ احسان چکا نہیں سکتی۔ ماں قدرت کی بہترین
تخلیق زندگی کی حسین ترین تحریک محبت کی معراج
اور عزم و حوصلے کی چٹان ہے۔ ماں کے رشتے
سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ماں وہ ہستی
ہے جو اولاد کی خاطر اپنا حسن، جوانی، رنگ، روپ
سب قربان کر دیتی ہے۔ ماں اولاد کی پرورش
کے لیے آخری دم تک ممتا کی چھاؤں دیتی ہے اسی
لیے کہا گیا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔
قرآن نے ماں کا رتبہ باپ سے بلند کیا ہے۔
اولاد تکلیف بھی دے تو ماں برداشت کرتی ہے
غصے کے وقت بھی دعا دیتی ہے۔ اولاد کی
مصیبت یا پریشانی دیکھ کر رونے لگتی ہے ماں
روشنی کا مینار ہے جس سے اولاد تمام عمر روشنی
حاصل کرتی ہے۔ ماں ایک خوشبو ہے جس کی
مہک ساری دنیا میں ہے۔

زاہدہ انجم نجم الدین، خلجی منزل پتا نہیں لکھا

چالاک چور

بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ ایک مرتبہ
چار چوروں کو جو کہ ایک امیر آدمی کے مکان میں
نقب لگا رہے تھے بادشاہ کے آدمیوں نے گرفتار
کر لیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے
بات سن کر کہا کہ انھیں سزائے موت دی جائے۔
جب جلادوں نے ان میں سے تین کو قتل
کر دیا تو چوتھے چور نے سوچا کہ مجھے جان بچانے
کی کوشش کرنی چاہیے اگر کوشش کامیاب رہی

تو جان بچ جائے گی اور اگر ناکام رہی تو موت سے زیادہ کچھ نہ ہوگا اور بولا۔

اے جلاد ! رکو میں ایک ایسا علم جانتا ہوں جو میرے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو یہ علم دنیا سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ یہ بات تم بادشاہ سے جاکر کہو۔

جلاد بولا کہ تم اب قتل خانے میں آنے کے بعد بھی جان بچانا چاہتے ہو۔ بتاؤ تم کون سا ہنر جانتے ہو؟

چور نے جواب دیا میں تمھیں کیوں بتاؤں اگر تم نے بادشاہ کو دھوکا دیا تو ؟ تب جلاد نے جاکر بادشاہ سے کہا اور بادشاہ نے چور کو بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا ہنر جانتا ہے۔

چور بولا، بادشاہ سلامت اگر سونے کے دانے سرسوں کے بیج کے برابر بنائے جائیں اور انھیں بویا جائے تو صرف ایک مہینے میں ان سے پودے نکل کر پھول بن جائیں گے اور وہ پھول سونے کے ہوں گے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا اے دوست سونا بودو۔

تب چور نے سونے کو گلا کر سرسوں کے برابر دانے بنائے اور دیوان خاص میں بہت ہی محفوظ جگہ پر زمین تیار کرنے کے بعد بادشاہ سے جاکر کہا حضور بیج اور زمین تیار ہے کوئی بونے والا دیجیے۔

بادشاہ نے کہا تم خود ہی کیوں نہیں بوتے۔

چور بولا جہاں پناہ، اگر چور کو سونا بونے کا حق ہوتا تو میں آج غریب کیوں ہوتا۔ سونا صرف وہی بو سکتا ہے جس نے کبھی کسی قسم کی چوری نہ کی ہو۔ حضور آپ کیوں نہیں بو دیتے۔

بادشاہ بولا میں نے بچپن میں والد کے تجوری میں سے فقیروں کو دیا جانے والا روپیا

باہر کچھ گرنے کی زوردار آواز سن کر ایک کسان جلدی سے گھر سے نکلا۔ اس نے دیکھا۔ سڑک کے کنارے گھاس کا ایک بڑا سا گٹھر گرا پڑا ہے اور بارہ تیرہ سال کا ایک لڑکا قریب ہی کھڑا منہ بسور رہا ہے۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں برخوردار!" "آؤ میرے ساتھ اندر چلو۔ کھانے کا وقت ہے پہلے اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ ٹھنڈا پانی پیو۔ پھر آکر اس گٹھر کو اٹھائیں گے"

چرا لیا کرتا تھا۔

چور بولا، تب راج پروہت ہی بوئیں۔

راج پروہت نے کہا میں بچپن میں ماں کے لڈو چرا لیا کرتا تھا۔

تب چور نے کہا پھر تو وزیر ہی بوئیں۔ وزیر بولے ہم لوگ تو خدمت گذار ہیں بھلا چوری سے کب بچ سکتے ہیں۔

چور بولا جب یہاں موجود سبھی لوگ چور ہیں تو مجھے ہی کیوں سزا دی جا رہی ہے۔

چور کی یہ بات سن کر سبھی لوگ ہنسنے لگے اور بادشاہ چور کی اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسے اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ اس طرح چور کی جان بچ گئی۔

بلال ارشد، راجا پور سکرور، سرائے میر اعظم گڑھ

نبیؐ کا طرزِ معاشرت

ایک مرتبہ سفر میں آپؐ نے صحابہؓ سے بکری پکانے کو کہا:

ایک صحابیؓ نے کہا "میں اسے ذبح کروں گا"

دوسرے صحابیؓ نے کہا "اس کی کھال میں

آتار دوں گا"

تیسرے صحابیؓ نے کہا "میں اسے پکاؤں گا"

یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا "میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاؤں گا"

صحابہ کرامؓ نے یہ سنا تو عرض کیا "ہم لوگ لے آئیں گے ہم کافی ہیں"

آپؐ نے ارشاد فرمایا "بے شک تم کافی ہو یہ کام کرو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے لیے امتیازی برتاؤ روا رکھوں، اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے۔"

انظری خانم، اختیار پور، سرسی، پورنیہ، بہار

شرارت کا انجام

آج سے کچھ عرصہ پہلے ایک فیل بان تھا فیل بان ہاتھی چلانے والے کو کہتے ہیں۔ اسے مہاوت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فیل بان ایک درزی سے دوستی رکھتا تھا اور کبھی ہاتھی پر سوار ہو کر درزی کی دکان کے سامنے تھوڑی دیر ٹھہر جاتا

ایک دن اسی طرح اپنے ہاتھی پر سوار درزی کی دکان کے سامنے کھڑا تھا اور اس سے باتیں کر رہا تھا اس وقت درزی سرخ رنگ کا کپڑا سی رہا تھا۔ ہاتھی کو سرخ کپڑے سے قدرتی طور پر محبت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنی سونڈ کو بار بار اس کپڑے کی طرف لے جا رہا تھا۔ درزی ہر بار اس کی سونڈ میں سوئی چبھو دیتا تھا بیچارے ہاتھی کو تکلیف تو ہوتی تھی لیکن بے زبان جانور کچھ نہ بول سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیل بان ہاتھی کو پانی پلانے اور نہلانے کے لیے دریا کی طرف لے گیا۔ جب ہاتھی نہا چکا تو اس نے اپنی سونڈ میں پانی بھر لی۔ فیل بان جب اس کو لے کر دریا سے لوٹا اور اس درزی کی دکان کے سامنے سے گزرا تو ہاتھی نے وہ سارا پانی جو سونڈ میں بھر کر لایا تھا درزی کی طرف پھینکا جس سے دکان میں رکھے ہوئے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ فیل بان نے درزی سے معافی مانگی۔ درزی نے کہا بھائی میرا ہی قصور تھا۔ کیونکہ میں نے ہی اس کی سونڈ میں سوئی چبھوئی تھی۔ میری شرارت سے ہاتھی کو جو تکلیف پہنچی اس نے مجھے اس کی سزا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی جانور پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔"

سیفی عبداللہ، وارڈ نمبر ۲، شری رام پور، احمد نگر

ایمانداری

ایک گاؤں میں ایک راجا رہتا تھا۔ اسے بچپن ہی سے ناانصافی کے خلاف چڑ تھی۔ وہ بہت ہی ایماندار اور انصاف پسند تھا۔ وہ بھی رعایا میں ایمانداری اور انصاف دیکھنا چاہتا تھا۔

ایک دن وہ سوچ میں پڑ گیا کہ رعایا کو کس طرح آزمایا جائے۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اتنے میں راجا کا وزیر آیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ راجا صاحب کچھ سوچ رہے ہیں۔ اور راجا سے اس کی وجہ پوچھی۔ راجا نے وجہ بتائی۔ وجہ سننے کے بعد وزیر بھی سوچنے لگا کہ رعایا کو کس طرح آزمایا جائے اور پھر وزیر کو ترکیب سوجھی۔ اس نے راجا صاحب کو بتایا۔ راجا صاحب نے سنا اور وزیر سے کہا کہ اپنے محل کے پیچھے ایک حوض بنایا جائے، راجا کے حکم کے مطابق محل کے پیچھے حوض بنایا گیا۔ اب اس کی بات کا

اعلان کر دیا جائے کہ گاؤں کا ہر آدمی اور عورت اس حوض میں ایک ایک لوٹا دودھ کا ڈالے راجا کے حکم کے مطابق اعلان کر دیا گیا۔

ایک لڑکے کی ماں نے ایک لوٹا پانی کا بھر لیا یہ سوچ کر کہ سارے گاؤں کے لوگ اس میں دودھ ڈالیں گے اور میرے لوٹے بھر پانی کو کوئی سمجھے گا بھی نہیں اس عورت نے لوٹا لیا اور گھر کے آنگن میں رکھ دیا اور کچھ کام کرنے گھر کے اندر چلی گئی اس عورت کے لڑکے نے دیکھا کہ اس کی ماں حوض میں ڈالنے کے لیے پانی لے جا رہی ہیں وہ دوڑتا ہوا راجا کے محل کی طرف بھاگا اور راجا کو اس کی ساری حقیقت بتائی۔ راجا اس لڑکے کی سچائی اور ایمانداری دیکھ کر بہت خوش ہوا اور وزیر کو حکم دیا کہ اس کی ماں کو حاضر کیا جائے۔ اُس کی ماں کو حاضر کیا گیا۔ اس کی ماں نے راجا سے معافی مانگی راجا نے اُس لڑکے کی ایمانداری اور سچائی دیکھ کر اس کی ماں کو معاف کر دیا۔ اپنے لڑکے کی ایمانداری دیکھ کر اس کی ماں خوش ہوئی اور پھر خوشی خوشی رہنے لگے۔

سمیع اللہ خاں رازدار خاں، مانک چوک امراؤپور

جادوئی بین

کہتے ہیں کہ کسی جنگل میں ایک سپیرا رہتا تھا وہ بہت غریب تھا اور روز جنگل جنگل مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ بین بجا کر سانپ پکڑتا۔ جس دن کوئی سانپ پکڑ نہ پاتا اس دن اس کو فاقہ کرنا پڑتا۔ ایک دن بین بجا رہا تھا کہ ایک پری کا ادھر سے گزر ہوا۔ بین کی آواز سُن کر وہ نیچے اتر آئی، کیونکہ اسے بین کی آواز بڑی پیاری لگ رہی تھی فوراً اس پری نے ایک بوڑھے کا روپ اپنایا اور ایک گڑھے میں گر کر مدد کے لیے چلّانے لگی۔ جب سپیرا نے اپنی دھن ختم کی تو اسے کسی بوڑھے کی درد سے کراہنے کی آواز سُنائی دی۔ سپیرا اس بوڑھے کے قریب پہنچا اور گڑھے سے باہر نکالنے میں اس بوڑھے کی مدد کی۔ بوڑھے نے کہا اے میاں میں اتنی دیر سے کراہ رہا تھا اور تم نے اب مجھے گڑھے سے باہر نکالا۔ سپیرا نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ معاف کیجیے جناب، میں بین بجا رہا تھا اس لیے آپ کی آواز نہ سن سکا۔ پری (بوڑھے) کو احساس ہوا کہ ایک تو سپیرا نے مجھے گڑھا سے نکالا اور خود معافی بھی مجھ سے مانگی۔ وہ فوراً اپنے اصل حالت میں آگئی۔ سپیرا حیرت سے کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔ پری نے کہا تم ایک اچھے انسان ہو، اصل میں میں تمہارا امتحان لے رہی تھی تم اس میں کامیاب ہو گئے اس لیے میں تمھیں یہ جادوئی بین انعام کے طور پر دے رہی ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئی۔ اور سپیرا حیرت سے بین کو دیکھتا رہ گیا۔ آخر کار ڈرتے ڈرتے ہمت کر کے اس نے پری کی دی ہوئی بین بجانا شروع کی۔ کچھ دیر میں اس کے اردگرد ہزاروں سانپ پھن پھیلائے کھڑے ہو گئے اور بین کی آواز پر مست ہو رہے تھے جب دھن ختم ہوئی تو سارے سانپ واپس چلے گئے لیکن ایک اژدھا اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اگر تم روز بین بجاؤ اور سانپ نہ پکڑو تو ہم تمھیں بہت سی اشرفیاں دیں گے۔ سپیرا نے وعدہ کیا کہ وہ اب کبھی کوئی سانپ نہیں پکڑے گا اور ہر روز بین بجائے گا۔ تب سے سپیرا بین بجانے لگا اور سانپ اسے روز اشرفیاں دینے لگا۔

محمد نجیب پاشا، بی ۱۴ بنگالی باڑہ گارڈن ریچ کلکتہ

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

۱۔ آپ کا نام
۲۔ آپ کے والد صاحب کا نام
۳۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔ ان کے نام لکھیے۔
۴۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن کس اسکول اور کس درجے میں پڑھتے ہیں (اسکول کا پورا پتا لکھیے)
۵۔ آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا ہے؟
۶۔ اپنے اساتذہ کا نام لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ وہ آپ کو کون سا مضمون پڑھاتے ہیں۔
۷۔ آپ کو کون سا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ آپ کی زندگی میں کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ بہت خوش ہوئے اور کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ دکھی ہوئے۔
۹۔ آپ کون سا لباس اور کون سی غذا پسند کرتے ہیں
۱۰۔ اپنے قریب ترین دوستوں کے نام لکھیے۔
۱۱۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ کیا آپ نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کب۔
۱۳۔ کیا آپ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ ان مصنفین اور شاعروں کے نام لکھیے جن کی نگارشات کو آپ بہت پسند کرتے ہوں۔
۱۵۔ پیام تعلیم آپ کب سے پڑھ رہے ہیں اس میں آپ کو کون سا کالم پسند ہے اور کون سا ناپسند
۱۶۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں۔

ضروری: سوال لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف ترتیب سے سوال نمبر لکھ کر جواب لکھیے۔ آخر میں اپنا پورا پتا لکھنا نہ بھولیے

تعارف نامے

۱۔ نعما کوثر
۲۔ والد صاحب کا نام محمد ضیاء الدین ہے
۳۔ میری دو بہن اور ایک بھائی۔
بھائی جان محمد شریف الدین، باجی رحما کوثر اور زہرالنساء
۴۔ میں دسویں جماعت میں پڑھتی ہوں، میرے اسکول نام قلندریہ اردو ہائی اسکول دیوان پورہ منگرول پیر ضلع آکولہ، بھائی جان وائی سی، بی اے کالج منگرول پیر، باجی بارھویں جماعت میں قلندریہ اردو جونیر کالج سائنس اینڈ آرٹس منگرول پیر، باجی زہرہ ثنا اردو پرائمری اسکول نعمانیہ نگر نا ندیڑ میں ٹیچر ہے۔
۵۔ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے الجبرا اور سائنس
۶۔ میرے اساتذہ کرام کا نام مندرجہ ذیل ہے۔
محترم عبدالنظیر صاحب — یہ مجھے انگریزی پڑھاتے ہیں
محترم حمید خان صاحب — یہ مجھے اردو پڑھاتے ہیں

محترم مرزا عالم گیر بیگ صاحب — یہ مجھے مرہٹی پڑھاتے ہیں
محترم نجم الحسن صدیقی صاحب — یہ مجھے سائنس پڑھاتے ہیں
محترم محمد ایاز صاحب — یہ مجھے تاریخ پڑھاتے ہیں
محترم محمد احسان القدیر صاحب — یہ مجھے ہندی پڑھاتے ہیں
محترم محمد نثار پرویز صاحب — یہ مجھے جغرافیہ پڑھاتے ہیں
محترم محمد سعد اللہ صاحب — الجبرا اور جومیٹری پڑھاتے ہیں
محترمہ ناہید جمال — یہ مجھے سائنس II پڑھاتی ہیں

۷۔ مجھے سب سے زیادہ کرکٹ پسند ہے۔
۸۔ جب میری سہیلی شمع پروین ۲۰،۹،۹۵ کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئی، وہ دن میری زندگی کا سب سے زیادہ غم کا دن تھا۔ جب میں نویں جماعت میں کشیدہ کاری مقابلے میں فرسٹ آئی تھی میں بہت خوش ہوئی تھی۔
۹۔ مجھے پنجابی لباس پسند ہے اور غذا میں فرائی کیا ہوا انڈا۔
۱۰۔ میری قریب ترین سہیلیاں، روبینہ، غزالہ، شمرہ، عالیہ، رخسانہ نصرت، نکہت، شمع پانڈے۔
۱۱۔ جی ہاں! میں اپنی سہیلیوں کو تحفے دیتی ہوں۔
۱۲۔ جی ہاں، میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے مغرب کی نماز کے بعد سے ۱۲ بجے تک پڑھنے کا وقت اور عصر کے بعد سے مغرب تک کھیلنے کا۔
۱۳۔ جی ہاں! میں اپنے بزرگوں اور اساتذہ کا احترام کرتی ہوں۔
۱۴۔ میرے پسندیدہ مصنفین ہیں میر امّن دہلوی، صالحہ عابد حسین، منشی پریم چند۔ اور شاعر ہیں علی عباس حسنی، حالی، علامہ اقبال، جگر مرادآبادی۔
۱۵۔ میں پیام تعلیم چار سال سے پڑھ رہی ہوں مجھے تمام کالم عزیز ہیں۔
۱۶۔ میں ڈاکٹر بن کر خدمت خلق کرنا چاہتی ہوں۔
میرا پتا: معرفت محمد ضیاء الدین، حافظ پورہ، منگرول پیر ضلع آکولہ، مہاراشٹر

۱۔ واثق زبیر
۲۔ شبیر محمد
۳۔ میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔
بھائی: صادق احمد، عتیق احمد۔ بہن: نسرین بانو
۴۔ میں نویں کلاس کا طالب علم ہوں۔ میرے اسکول کا نام انجمن اردو ہائی اسکول چھوٹی گجری، ایوت محل میرا بھائی صادق احمد ساتویں کلاس کا طالب علم ہے وہ انجمن اردو ہائی اسکول چھوٹی گجری، ایوت محل ۴۴۵۰۰۱ میں پڑھتا ہے۔ میرا بڑا بھائی عتیق احمد ایس ایس سی پاس ہے اور بہن نسرین بانو بھی ایس ایس سی پاس ہے۔

۵ — میرا پسندیدہ مضمون "اردو" ہے۔
۶ — اساتذہ کے نام: سید یٰسین، ندیم احمد، فیروز خان۔ مضامین: اردو، ہندی، مراٹھی، الجبرا، جومیٹری۔
۷ — میرا پسندیدہ کھیل "کرکٹ" ہے۔
۸ — جب میرا نام پیام تعلیم میں چھپ جاتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اور جب نہیں چھپتا ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔
۹ — میں سفید لباس اور جس غذا میں پروٹین زیادہ ہوتے ہیں اس غذا کو میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔
۱۰ — میرے خاص دوستوں کے نام ہیں: وجیہہ احمد، ابوبکر صدیق، سید مجاہد علی انعامدار
۱۱ — جی ہاں! ہم اپنے دوستوں کو تحفے دیتے ہیں۔
۱۲ — جی ہاں! میں نے اپنے کھیلنے اور پڑھنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک پڑھنے کا وقت، اور صرف اتوار کے دن کھیلنے کا وقت۔
۱۳ — جی ہاں! میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں، اور ان کا کہا مانتا ہوں۔
۱۴ — مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر کی نگارشات اور علامہ اقبال، میر، داغ، غالب کے اشعار کو بہت پسند کرتا ہوں۔
۱۵ — میں پیام تعلیم ایک سال سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے قلمی دوستی کا کالم پسند ہے۔
۱۶ — میں مستقبل میں دین اسلام کا داعی بننا چاہوں گا۔
میرا پتا: معرفت عبدالغفار ماسٹر، کلب چوک، ناگپور روڈ، ایوت محل ۴۴۵۰۰۱، مہاراشٹر

---

۱ — میرا نام نغمانہ ترنم ہے، مجھے لاڈ سے نغمہ کہتے ہیں۔
۲ — میرے والد صاحب کا نام یونس احمد خاں ہے
۳ — میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ اور اس طرح ہم چار ہیں۔ بڑی بہن کا نام فرحانہ ترنم، چھوٹے بھائی کا نام محسن اور سب سے چھوٹے کا نام وسیم ہے۔
۴ — بڑی بہن نویں جماعت میں زیر تعلیم ہے اور چھوٹے بھائی پانچویں میں ہے اور میں خود گیارھویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔ ہمارے اسکول کا نام۔ خان محمد اصغر حسین جونیر کالج، رتن لال پلاٹ اکولہ
۵ — میرا پسندیدہ مضمون "اردو، فارسی اور تاریخ" ہے۔
۶ — میرے اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

جناب شیخ امیر	اردو
جناب نبی اللہ	فارسی
جناب مصدق سر	معاشیات
جناب ناصر	تاریخ
جناب تحصیل	انگریزی

۷ — مجھے کھیلوں میں سب سے زیادہ آنکھ مچولی پسند ہے۔

۸ ـــ میری زندگی کا ایک یادگار لمحہ وہ ہے جب میں دسویں جماعت سے کامیاب ہوکر نکلی وہ دن مجھے آج بھی یاد ہے میں اسے اپنی ساری زندگی تک نہیں بھول سکتی۔ میری زندگی کا ایک دکھ بھرا لمحہ وہ بھی ہے جب میرے دادا ابا کا انتقال ہوا۔
۹ ـــ میں سادہ لباس پسند کرتی ہوں۔ میری پسندیدہ غذا پسو ہے اور پھلی دانوں کی کھچڑی۔
۱۰ ـــ میری قریب ترین سہیلیوں کے نام یہ ہیں۔ ملکہ نوشاد اختر، فاطمہ بانو، مسرت شاہین، حسن آرا، حذیفہ خانم۔
۱۱ ـــ جی ہاں! تحفہ تو دیتی ہوں لیکن صرف ضروری چیزیں دیتی ہوں۔
۱۲ ـــ جی ہاں! میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی ہوں۔ اور ضروری کتابیں پڑھتی ہوں۔
۱۳ ـــ جی ہاں! میں اپنے والد، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتی ہوں اور ان کا کہنا مانتی ہوں۔
۱۴ ـــ میرے پسندیدہ مصنفین امیر خسرو، پریم چند ہیں۔ اور پسندیدہ شاعر داغ دہلوی اور حفیظ جالندھری۔
۱۵ ـــ میں پیام تعلیم اس وقت سے پڑھ رہی ہوں جب میں پانچویں میں تھی تبھی پیام تعلیم میری نظروں سے گزرا، مجھے پیام تعلیم میں اشعار اور اقوال زریں بے حد پسند ہے۔
۱۶ ـــ میں مستقبل میں جج بننا چاہتی ہوں تاکہ میں انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر صحیح انصاف کرسکوں، بے گناہوں کو انصاف دوں اور گناہ گاروں کو سزائیں۔ اور ملک کا نام فخر سے اونچا کروں۔
میرا پتا: معرفت یوسف علی گیریج کے پیچھے، بسمل منزل، بید پورہ، آکولہ

۱۔ محمد عبدالرؤف
۲۔ محمد عبدالمقیم صاحب
۳ ـــ میرے دو بھائی ہیں محمد عبدالنعیم، محمد عبدالماجد۔ بہن نہیں ہے۔
۴ ـــ میں اردو میڈیم جماعت ہشتم میں ہوں ضلع پرشید بوائز ہائی اسکول آرمور، اور عبدالماجد بوائز ہائی اسکول آرمور، چھٹی جماعت میں۔ بڑے بھائی عبدالنعیم انٹر سال اول جونیر کالج نظام آباد میں زیر تعلیم ہے۔
۵ ـ میرا پسندیدہ مضمون "سائنس" ہے، مجھے سائنس سے زیادہ لگاؤ ہے۔ سائنس کے تجربات کر کے کوئی اچھی اور مفید چیز ایجاد کرنا چاہتا ہوں۔
۶ ـــ محمد صدیق صاحب — یہ مجھے اردو پڑھاتے ہیں
محمد شریف صاحب — یہ مجھے حساب پڑھاتے ہیں
نرسیال صاحب — یہ مجھے تلگو پڑھاتے ہیں
فہیم (میڈم) صاحبہ — یہ مجھے انگریزی پڑھاتی ہیں
آصفہ (میڈم) صاحبہ — یہ مجھے سائنس پڑھاتی ہیں

آمنہ (میڈم) صاحبہ　　　　یہ مجھے سماجی علوم پڑھاتی ہیں

۷ — مجھے کرکٹ سے زیادہ لگاؤ ہے۔

۸ — جب میں نے A.P. Res-ean Zchool اسکول میں داخلہ کے لیے امتحان دیا، اس امتحان میں پاس ہوگیا تب مجھے بے حد خوشی ہوئی لیکن اسکول میں داخلہ سے دو دن پہلے میں ایسے مرض میں مبتلا ہوگیا تھا کہ ایک ماہ تک دواخانے میں ہی زیر علاج تھا اور اسکول میں داخلہ کی تاریخ ختم ہوگئی اس سے مجھ کو بہت زیادہ دکھ ہوا۔

۹ — میں سفید لباس اور ایسی غذائیں جن میں پروٹین ہو، وہ غذا مجھ کو بہت پسند ہے۔

۱۰ — محمد مکین، محمد شہباز متین، محمد مجاہد اور شوکت علی وغیرہ میرے عزیز دوست ہیں۔

۱۱ — جی ہاں، میں دوستوں کو تحفے دیتا ہوں۔

۱۲ — میں نے ساتویں جماعت سے ہی پڑھنے اور لکھنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ صبح چار بجے سے فجر کے وقت تک پڑھنا اور اسکول سے آنے کے بعد رات ۸ بجے سے ۱ بجے تک پڑھنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ عصر کے بعد تھوڑی دیر تک کھیلنا۔

۱۳ — جی ہاں، میں والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔

۱۴ — مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مرزا غالب کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔

۱۵ — میں پیام تعلیم نومبر ۱۹۹۵ء سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے تمام کالم پسند ہے کوئی بھی ناپسند نہیں ہے۔

۱۶ — میں مستقبل میں استاد بن کر عوام کی خدمت کروں گا۔

میرا پتا: معرفت عبدالمقیم صاحب (آر، ایم، پی) ڈاکٹر، نزد ایک مینار مسجد مورتاڑ ضلع نظام آباد اے پی

---

۱ — میرا نام سیّدہ یاسمین سلطانہ ہے۔

۲ — میرے والد محترم کا نام سیّد عمران ہے

۳ — میری دو بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ بڑی بہن کا نام سیدہ فوشیہ ہے دوسری بہن کا نام سیّدہ آسیہ، اور بھائی کا نام سیّد یونس ہے۔

۴ — میں عربک ہائی اسکول میں نویں جماعت میں پڑھتی ہوں میری بڑی بہن انٹرمیڈیٹ میں پڑھتی ہے دوسری بہن عربک ہائی اسکول میں دسویں جماعت میں پڑھتی ہے اور میرا بھائی ریلوے ہائی اسکول انگلش میڈیم میں پڑھتا ہے اور میرے اسکول کا پتا ہے عربک ہائی اسکول قریب عیدگاہ مسجد گنتکل۔

۵ — میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔

۶ — جناب آر خلا صاحب　　　　یہ مجھے طبیعیات پڑھاتے ہیں

جناب ستار ہادی صاحب　　　　یہ مجھے عربی پڑھاتے ہیں

جناب قدوس صاحب　　　　یہ مجھے ہندی پڑھاتے ہیں

جناب ہنور ولی صاحب　　　　یہ مجھے انگریزی پڑھاتے ہیں

جناب خلیل الرحمٰن صاحب　　　　یہ مجھے اردو پڑھاتے ہیں

دلشاد بیگم صاحبہ یہ مجھے حیاتیات اور کیمیا پڑھاتی ہیں

۷ ــ میرا پسندیدہ کھیل "فٹ بال" ہے۔

۸ ــ جب میں ساتویں جماعت میں تھی تو میں نے بہت محنت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے محنت کا پھل دے دیا اور میں کامیاب ہو گئی تو اس وقت مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور جب میری سہیلی فرزانہ اس گاؤں کو چھوڑ کر دوسرے گاؤں کو چلی گئی تو مجھے بہت دکھ ہوا۔

۹ ــ میں چوڑی دار لباس اور آلو کے پراٹھے پسند کرتی ہوں۔

۱۰ ــ میری قریب ترین دوست طاہرہ اور شمیم ہیں۔

۱۱ ــ مجھے ابھی تک میرے دوستوں کو تحفے دینے کا موقع نہیں ملا۔

۱۲ ــ جی ہاں، میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد پڑھتی ہوں، میں کھیلتی تو نہیں لیکن دوپہر تین بجے سے تھوڑی دیر آرام کر لیتی ہوں۔

۱۳ ــ جی ہاں، میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتی ہوں اور ان کا کہا بھی مانتی ہوں، میرے اساتذہ ہمیشہ ہمیں اچھی نصیحت دیتے ہیں۔

۱۴ ــ مصنفین: شوکت علی تھانوی، منشی پریم چند اور سلیمان اریب ــ شعرا: مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ علامہ اقبالؔ، اور مولانا الطاف حسین حالیؔ،

۱۵ ــ پیام تعلیم میں ۱۹۹۲ء سے پڑھ رہی ہوں۔ مجھے "آدھی ملاقات" کا کالم ناپسند ہے اور باقی سب کالم پسند ہیں۔

۱۶ ــ مستقبل میں میں ایک استانی بننا چاہتی ہوں۔

میرا پتا: معرفت عمران (ڈیزل ڈرائیور) ریلوے کوارٹرس، مکان نمبر اے/۳۴۵، اروندہ نگر گنتکل ۵۱۵۸۰۱، ضلع اننت پور۔

---

۱ ــ میرا نام محمد جلال الدین ناصر ہے۔

۲ ــ میرے والد محترم کا نام سید غلام صابر ہے۔

۳ ــ ہم ماشاء اللہ چھے بھائی ہیں تین مجھ سے بڑے اور دو چھوٹے۔

۴ ــ میرے بڑے بھائی ندیم احمد ہیں جو کہ "مظفر پور" میں ڈاکٹری کے فرائض انجام دے رہے ہیں، دوسرے بھائی محمد خالد دہلی کی ایک فرم میں معزز عہدے پر فائز ہیں۔ تیسرے بھائی محمود غزالی سرودے کالج "گھوسی" میں بی اے کر رہے ہیں۔ میں "ندوا سرائے" انٹر کالج میں سائنس سے ہائی اسکول کر رہا ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی محمد سعدی چھٹی جماعت میں اور اس سے چھوٹا بھائی دوسری جماعت میں ہے۔

۵ ــ میرا پسندیدہ مضمون سائنس ہے۔

۶ ــ میرے استاد محترم ماسٹر کمال الدین فاروقی، حساب پڑھاتے ہیں۔ جناب فیاض خاں، سائنس پڑھاتے ہیں۔

جناب امتیاز فاروقی، انگریزی پڑھاتے ہیں۔
۷ ۔ مجھے کھیلوں میں کرکٹ بہت پسند ہے۔
۸ ۔ پچھلے سال ۲۶ جنوری کے موقعے پر تقریر کے مقابلے میں جب مجھے فرسٹ پرائز ملا تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ جب ہمارے والدین ہمیشہ کے لیے کلکتہ شہر چھوڑ کر اعظم گڑھ آنے لگے تو مجھے بہت زیادہ دکھ ہوا۔
۹ ۔ مجھے گھر میں کرتا شلوار پہننا بہت اچھا لگتا ہے اور کھانے میں شاہی ٹکڑے بہت پسند ہیں۔
۱۰ ۔ شمیم احمد، دلشاد احمد اور شاداب احمد میرے پکّے دوست ہیں۔
۱۱ ۔ میں جنرل نالج اور کھیل کی کتابیں پابندی سے خریدتا ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اچھی کتابیں تحفے میں دینا پسند کرتا ہوں۔
۱۲ ۔ میں فجر کی نماز کے بعد سے ناشتے کے وقت تک پڑھتا ہوں اور پھر مغرب بعد سے سونے کے وقت۔ میرے کھیلنے کا وقت عصر سے مغرب تک ہے۔
۱۳ ۔ جی ہاں۔ والدین کی اطاعت ہی ہمارا اوّلین فرض ہے اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔
۱۴ ۔ مجھے علّامہ اقبال کا کلام اور ادیبوں میں پریم چند پسند ہیں۔
۱۵ ۔ پیام تعلیم میں دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے "بچوں کی کوششیں"، اور "گدگدیاں"، بہت پسند ہیں۔ پیام تعلیم کا کوئی بھی مضمون مجھے ناپسند نہیں۔
۱۶ ۔ میں مستقبل میں ایک ایسا ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں جو غریبوں کا علاج مفت کرے۔
میرا پتا: محمد جلال الدین ناصر، کوریاپار، مئو، اعظم گڑھ۔ یو پی۔

---

۱ ۔ محمد سرور عالم
۲ ۔ محمد رمضان علی
۳ ۔ میرے دو بھائی اور چار بہن ہیں۔ بھائی محمد پرویز عالم، محمد اویس عالم۔ بہن بی بی کوثر، بی بی محترز بی بی عشرت پروین اور زیبا بختیار۔
۴ ۔ میں نویں کلاس میں پڑھتا ہوں۔ میرے اسکول کا نام السّبیل اکیڈمی اڑیسہ۔ میرے بھائی محمد پرویز عالم (آئی، ٹی، آئی) فاربسگنج، اور محمد اویس عالم (بی، ایس، سی، پارٹ II) ڈی، سی کالج، کٹیہار میں پڑھتے ہیں۔
بہن بی بی کوثر پروین کو سرکاری نوکری مل گئی ہے اور دو بہن محترز پروین اور عشرت پروین ایک ہی اسکول میں دسویں جماعت میں پڑھتی ہے۔ اسکول کا پتا طہریا ہائی اسکول طہریا اڑیسہ اور چھوٹی بہن بی بی زیبا بختیار پانچویں جماعت میں مدرسۂ اسلامیہ شمس باز فد لکوڑھا میں پڑھتی ہے۔
۵ ۔ میرا پسندیدہ مضمون حساب ہے۔
۶ ۔ اساتذۂ کرام کے نام محمد مشتاق صاحب، محمد امان صاحب، مولانا نعیم صاحب، ملک صاحب، ابو نصر صاحب۔ مضامین، بالترتیب، حساب، انگریزی، اردو، فارسی، سائنس، تاریخ۔

۷ — میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔

۸ — مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی جب میری بڑی بہن کو سرکاری نوکری ملی تھی اور جب ہم اپنے بھائی کے ساتھ سفر کر رہے تھے تو میرے بڑے بھائی محمد اویس عالم نے اپنے سارے کاغذات (میٹرک سے لے کر کالج تک کے) اٹیچی میں رکھ کر میرے حوالے کر دیے اور وہ مجھ سے راستے میں گم ہو گئے جس سے مجھے بہت غم ہوا۔

۹ — میں سفید لباس اور حسن غذا میں پروٹین اے ہوتا ہے اسے بہت پسند کرتا ہوں۔

۱۰ — میرے خاص دوستوں کے نام ہیں امتیاز عالم، عبدالمنان، محمد شفیق القمر، محمد نظر حسن، محمد سالک، ارجمند اعظم، عادل سرور، طارق انور۔

۱۱ — جی ہاں، میں اپنے دوستوں کو خاص موقعوں پر تحفے دیا کرتا ہوں۔

۱۲ — جی ہاں! میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کر لیا ہے۔ صبح پانچ سے سات بجے تک اور شام چھے بجے سے لے کر نو بجے تک پڑھنے کا وقت۔ اور نماز عصر کے بعد مغرب تک کھیلنے کا وقت۔

۱۳ — جی ہاں میں اپنے اساتذہ اور والدین، بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔

۱۴ — مرزا غالب، علامہ اقبال، اسمٰعیل میرٹھی، میر تقی میر کے اشعار کو بہت پسند کرتا ہوں۔

۱۵ — میں پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں اور خاص کر قلمی دوستی، بچوں کی کوششیں، بہت پسند ہے لیکن صرف گدگدیاں مجھے ناپسند ہے۔

۱۶ — میں مستقبل میں ایس پی بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا: محمد سرور عالم، الشبیل اکیڈمی، ارریہ (بہار) ۸۵۴۳۱۱

---

۱ — میرا نام ایس رسول بی ہے۔

۲ — میرے والد محترم کا نام ایس عبدالحسین ہے۔

۳ — میرے چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ایس عبدالحمید، مستان ولی، بشیر احمد، خواجہ پیر، بہن طاہرہ بیگم۔

۴ — میرے بڑے بھائی بی اے پاس کر چکے ہیں۔ دوسرے بھائی بھی بی اے پاس ہیں۔ تیسرے بھائی انٹرمیڈیٹ پاس کر چکے ہیں اور یہ تینوں اب نوکری بھی کر رہے ہیں۔ میری بڑی بہن دسویں پاس ہیں اور میرا چھوٹا بھائی آٹھویں جماعت میں پڑھ رہا ہے اور میں پڑھ رہی ہوں دسویں جماعت میں۔ میرے اسکول کا نام عربک ہائی اسکول گنتکل ہے۔

۵ — میرا پسندیدہ مضمون اردو، عربی، انگریزی ہے۔

۶ — میرے اساتذہ کرام کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ماسٹر اشفاق حسین — یہ مجھے انگریزی اور تاریخ پڑھاتے ہیں۔

ماسٹر ٹی، ہنومنولی — یہ مجھے انگریزی پڑھاتے ہیں

مولانا سید عبدالستار صاحب — یہ مجھے عربی ادب پڑھاتے ہیں

ماسٹر عبدالقدوس پنڈت　　یہ مجھے ہندی پڑھاتے ہیں
دلشاد بیگم　　یہ مجھے سائنس پڑھاتی ہیں
سید عارف اللہ　　یہ مجھے حساب پڑھاتے ہیں

۷ — مجھے کھیلوں میں سب سے زیادہ کرکٹ پسند ہے۔

۸ — میری خوشی کی اس وقت انتہا نہ رہی کہ جب ہم دادا حیات پہاڑ کی سیر کرنے کے لیے گئے تھے اور وہاں ایک واقعہ بھی گزرا۔ جب ہم پلنگ تالاب سے واپس ہو رہے تھے تب راستہ میں ایسی زوردار بارش ہوئی جو میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی بارش دیکھی ہے اس وقت مجھے ڈر معلوم ہوا۔

۹ — میں سفید چوڑی دار لباس بہت پسند کرتی ہوں۔ میں سادہ غذا پسند کرتی ہوں جو جلد آسانی سے ہضم ہوسکے۔

۱۰ — میری نہایت ہی قریب ترین سہیلیاں، زینت، عائشہ بی، غوثیہ علیم، صبیحہ ہیں۔

۱۱ — جی ہاں! میں اپنی سہیلیوں کو تحفے دیتی ہوں۔

۱۲ — میرے پڑھنے کا وقت صبح کو نماز کے بعد ہے اور کھیلنے کا وقت عصر کے بعد، صرف تھوڑی دیر کے لیے۔

۱۳ — جی ہاں، بڑوں کی خدمت کرنا، والدین اور اساتذہ کرام کا احترام کرنا اور ان کی فرمانبرداری کرنا میرا فرض ہے۔

۱۴ — مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، اور مولانا عبدالسلام بستوی کی نگارشات اور علامہ اقبال، میر تقی میر، مرزا غالب کے اشعار بہت پسند کرتی ہوں۔

۱۵ — میں تقریباً چار سال سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہی ہوں، اور اب تک میرے پاس پیام تعلیم کی وہ ساری کاپیاں محفوظ ہیں۔ پیام تعلیم میں مجھے اقوال زریں، بچوں کی کوششیں، قلمی دوستی اور دوسرے کالم بھی پسند ہیں کسی کالم کے ناپسند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سبھی کالم علمی، ادبی سائنسی، مذہبی اور معلوماتی ہوتے ہیں۔

۱۶ — میں مستقبل میں ایک عالم باعمل بننا چاہتی ہوں۔

میرا پتا: ایس عبدالحسین پوسٹ مین، ہیڈ پوسٹ گنتکل ۵۱۵۸۰۱

---

۱ — محمد مصباح الدین قطب عرف زبیر

۲ — محمد قطب الدین سلیم

۳ — میرے تین بھائی ہے۔ کوئی بہن نہیں۔
محمد بدرالدین قطب، محمد مفتاح الدین قطب، محمد منہاج الدین قطب۔

۴ — ہم سب بھائی این یو ہائی اسکول چندو لال بارہ دری میں پڑھتے ہیں۔ میں دوسرے درجے میں ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی پہلے درجہ میں ہے اور دو چھوٹے ہیں اسکول نہیں جاتے۔

۵ — میرا پسندیدہ مضمون "پاپا" کی کتابیں ہیں اور دینی رسالے۔

۶ — عبدالقدوس صاحب　　حساب
کویتا صاحبہ　　سائنس
بلقیس صاحبہ　　اردو
منور صاحب　　سماجی علوم
لوسی صاحب　　انگریزی
نثار صاحب　　ہندی
دادی اماں　　قرآن شریف

۷ — میرا پسندیدہ کھیل "کرکٹ" ہے۔

۸ — پاپا آفس سے گھر آتے ہیں تو وہ لمحہ خوشی کا ہوتا ہے اور وہ کہیں باہر سفر پر جاتے ہیں تو ہم دکھی ہوتے ہیں۔

۹ — سفید لباس اور ایسی غذا جو تیل والی نہ ہو، روٹی بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔

۱۰ — عمران، عامر، عارف، ارسلان، عدنان میرے خاص دوست ہیں۔

۱۱ — ہاں، ان کی سالگرہ پران کو پاپا سے کہہ کر تحفہ دے آتا ہوں۔

۱۲ — اسکول سے آکر چار بجے سے چھ بجے تک، ہم سب بھائی مل کر کھیلتے ہیں اور مغرب کے بعد ہی پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ دادی اماں صبح ہم کو قرآن پڑھاتی ہیں۔

۱۳ — جی ہاں، ہم اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہا مانتے ہیں۔

۱۴ — ماہر القادری کی 'قرآن کی فریاد' علامہ اقبال کی 'لب پہ آتی ہے دعا' کے علاوہ اسمٰعیل میرٹھی اور آصف فرخی کی چھوٹی چھوٹی کتابیں خرید کر پڑھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔

۱۵ — پیام تعلیم میرے پاپا پڑھتے تھے اور میں ان ہی کے توسط سے پڑھتا ہوں، آج بھی پاپا ہی پہلے پڑھتے ہیں اور بعد میں ہم سب۔ اس میں سب کالم اچھے ہیں۔ قلمی دوستی کا کالم مجھے ناپسند ہے کیونکہ دوست جواب نہیں دیتے۔

۱۶ — میں مستقبل میں ایک سچا مسلمان اور قوم کا معمار، کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا: محمد مصباح الدین قطب "سائبان" ۶۹۴ - ۲ - ۱۹ بیرون فتح دروازہ حیدرآباد ۵۰۰۰۵۳

مکتبہ پیام تعلیم کی اہم کتابیں

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
بچوں کے نظیر اکبرآبادی ۶/-
بچوں کے "فا" انصاری ۶/-
بچوں کی آپا جان (گیرڈا فلپس) ۶/-
بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵۰
بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
بچوں کے علی سردار جعفری ۴/-
بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
چارلی چیپلن اور کینتھ اینڈرسن ۹/-
بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/-
بچوں کے میرامن دلی والے ۴/۵۰
بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/-
بچوں کے مرزا غالب ۴/-
بچوں کے رنگا رنگ خسروؒ ۴/-
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
بچوں کے سلطان جی رح ۴/۵
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵
بچوں کی عالم عابد حسین ۴/-
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/-
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
بچوں کے میرزا ادیب ۴/۵۰
بچوں کے غلام السیدین ۵/-
بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بچوں کے ذاکر صاحب ۷/-
دادا نہرو ۶/-
اندرا گاندھی کی کہانی ۶/-
محمد شفیع الدین نیر ۷/۵۰
ہمارے عظیم سائنس داں ۹/-

چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/-
مولانا آزاد کی کہانی ۱۸/-
جوہر قابل ۴/۵۰
بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی ۱۰/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۲/-
میر انیس ۲/-
امیر خسروؒ ۳/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/-
کہانی بھی، معلومات بھی ۶/-
چیزوں کی کہانی ۷/۵۰
یہ کیسا بخار ہے ۷/-
آپ کا جسم ۶/-
گندا پانی ۴/-
کیوں اور کیسے؟ ۶/-
سائنس کی دنیا ۸/-
کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
عجائب گھر ۶/-
ذرّے کی کہانی ۲۱/-
علاج میرا دشمن ۶/-
پرواز کی کہانی ۴/۵۰
غذا کی کہانی ۳/۵۰
رنگوں کی بستی ۵/-
غذائیں دوائیں ۸/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
صحت کے ۹۹ نکتے ۳/-
صحت کی الف بے ۵/-
سنہرے اصول ۵/-
پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵۰
دہلی ۲/-

انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے) ۱/۵۰
سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۵/۷۵
ان تھک جان (زیر طبع)
بھن بھن بانو ״
جان باز سپاہی ״
ہمت کے پھل ״
موم کا محل ״
پیامی قواعد اردو طلبہ کے لیے ۳/-
״ ״ ״ (بڑا سائز) ۶/-

نظمیں

پھلجھڑیاں ۶/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بتاشے (نرسری گیت باتصویر) ۷/۵۰
چٹکتی کلیاں (زیر طبع)
لوٹے کھلونے ۶/۵۰
سہانے ترانے ۴/۵۰
بچوں کے اختر ۶/-
بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے (باتصویر) ۷/۵۰
جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۶/-
شیر اور بکری ״ ۷/۵۰
چاند کی بیٹی ״ ۶/-
بھیڑیے کا گانا ״ ۷/۵۰
جادو کی ہنڈیا ״ ۶/-
چالاک بلی ״ ۷/۵۰
دم کٹی لومڑی ״ ۷/۵۰
کوّے کا خواب ״ ۷/۵۰
گدھے نے بجائی بانسری ״ ۷/۵۰

ہمارے داہنے ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ۔ سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

مئی ۱۹۹۶ء — جلد ۴۴ — شمارہ ۵

فی پرچہ 5/= روپے — سالانہ 45/= روپے
سرکاری اداروں سے — 65/= روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ جس وقت آپ کے ہاتھ میں ہوگا اس وقت گھر گھر الیکشن کے چرچے ہوں گے اس بار بھی بڑے بڑے سیاسی پہلوان میدان میں اترے ہیں ایک سے ایک پینترے بدلنے میں ماہر ہیں یہی نہیں ان کا انجن بغیر اطلاع کے منٹوں میں پٹری بدل لیتا ہے۔ چلتا ہے کہیں کے لیے، پہنچتا ہے کہیں اور۔ آپ ابھی کم عمر ہیں، ناتجربہ کار ہیں۔ ان کے داؤ پیچ کو آپ ابھی نہیں سمجھ سکتے اس لیے دور ہی رہنا بہتر ہے پھر آپ کو امتحانات کی تیاری بھی تو کرنی ہے۔

اس مرتبہ راجیندر بہادر موج کی نظم پڑھیے یہ تو آپ کے جانے پہچانے بزرگ دوست ہیں عید قرباں کی کتنی پیاری نظم ہے خود پڑھیے اور اپنے دوستوں کو پڑھوائیے۔ طویل کہانی ہم کو ایک ہی قسط میں شائع کرنا اچھا نہیں لگتا لیکن "بلبل خوش نوا" کو دو قسطوں میں شائع کرنا کچھ مناسب بھی معلوم نہیں ہوا اس لیے قلم باریک کرکے اسی شمارے میں شائع کر دی۔

ہمارے چند پیامیوں کا خیال ہے کہ وہ اپنا تعارف خود کرائیے، اور ٹائٹل پر تصاویر شائع نہ کی جائیں۔ آپ بھی اپنی رائے لکھیے۔

پرنٹر، پبلشر سید ندیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

راجیندر بہادر موج
موج مارگ، فتح گڑھ یوپی

عید الاضحیٰ

لہرا کے ابرِ رحمتِ باری اٹھا ہے آج
خوشیاں منائیے جائیے دن عید کا ہے آج

یہ اپنا اپنا بخت ہے اور اپنا اپنا ظرف
اللہ اپنی رحمتیں برسا رہا ہے آج

راہِ خدا میں بیٹے کو قربان کر دیا
ایثار کا عظیم ترین واقعہ ہے آج

قربان ہم بھی اپنے مفادوں کو کچھ کریں
قربانیوں کی رسم کا یہ مدعا ہے آج

ناداروں اور غریبوں کی امداد کیجیے
انسانیت سے پیار کا وقت آگیا ہے آج

اہلِ دِوَل پہ فرض ہے خیرات اور زکوٰۃ
اس فرض کی ادائیگی کا اقتضا ہے آج

ملتے ہیں عید چھوٹے بڑے اور غریب امیر
کتنا حسیں سماں ہے یہ کیسا مزا ہے آج

اہلِ وطن کی عید ہے اہلِ جہاں کی عید
دنیا پہ نشۂ عید کا چھایا ہوا ہے آج

طوفاں اٹھ رہے ہیں مسرت کے ہر طرف
اے موجؔ زندگی میں نیا حوصلہ ہے آج

حکایات و واقعات

رخسانہ جاوید
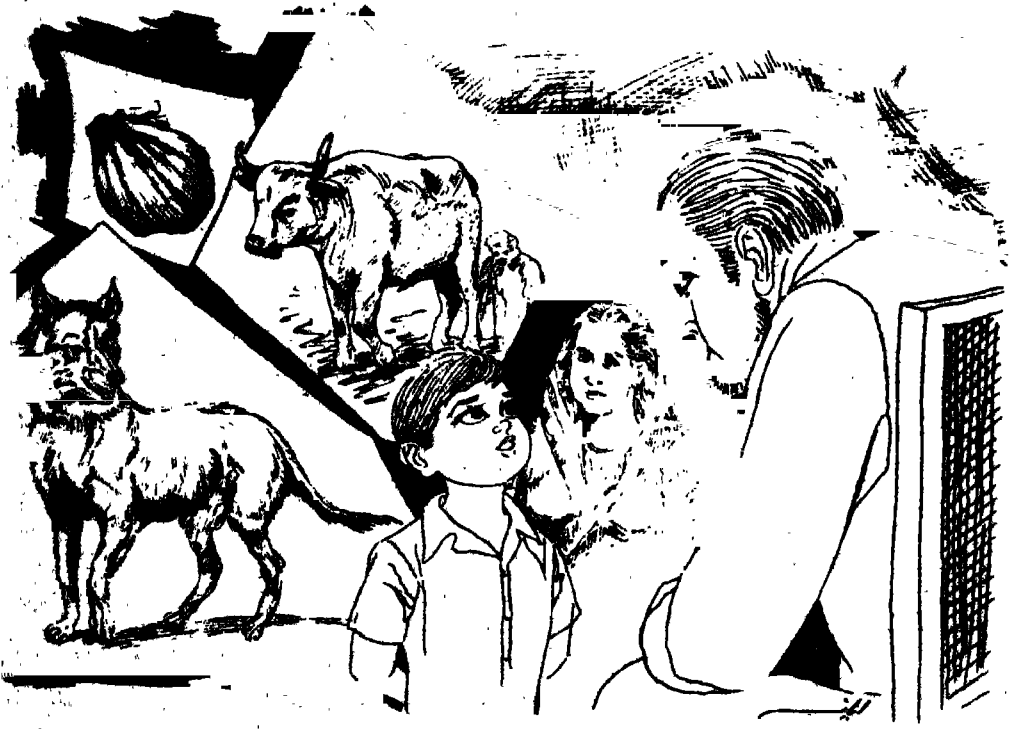
آدمی اور بیل

پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک آدمی کے پاس ایک موٹا تازہ بیل تھا وہ اس بیل کو کاندھے پر اٹھائے پھرتا تھا۔ لوگ اس کی قوت کا کمال دیکھتے تو حیران رہ جاتے وہ سوچا کرتے کہ یہ بلا کی قوت اس معمولی سے شخص میں کیسے آگئی؟ یہ کیا کھاتا ہے؟ اور اتنی طاقت کہاں سے لایا ہے؟

ایک مرتبہ لوگوں میں سے ایک نے یہ کمال دیکھ کر کہا۔ "تم نے اتنی زبردست قوت کہاں سے اور کیسے

حاصل کی؟"

اس پر آدمی نے جواب دیا۔ "یہ بیل جب چھوٹا تھا میں روزانہ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتا تھا کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ میں نے اسے کندھے پر نہ اٹھایا ہو۔ اس مشق کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے اس کا وزن بڑھتا گیا میری قوت بھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اب یہ پورا سانڈ بن چکا ہے مگر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لینے میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔"

کتے کی دم

ایک شخص کو بھوت اپنے بس میں کرنے کا شوق ہوا۔ اس نے بہت منتر سیکھے' چلّے کھینچے مگر بھوت اس کے بس میں نہ آیا۔ لاچار وہ ایک فقیر کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ "حضور! مجھے کوئی ایسی ترکیب بتایئے جس سے بھوت میرے قبضے میں آجائے اور میرا سارا کام کر دیا کرے۔"

فقیر عقلمند تھا۔ اس نے کہا۔ "اس خیال سے باز آجاؤ تم اسے کام نہ بتا سکو گے۔ وہ مسلسل تم سے کام کی فرمائش کرتا رہے گا حتیٰ کہ وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔"

اس شخص نے کہا۔ "میرے پاس بہت کام ہیں وہ کبھی فرصت نہ پا سکے گا۔"

آخر لاچار ہو کر اسے فقیر نے ایک عمل بتا دیا۔ اس نے گھر آکر عمل پڑھنا شروع کیا۔ جب میعاد پوری ہوئی تو بھوت حاضر ہو گیا۔

بھوت ظاہر ہوتے ہی کہنے لگا۔ "مجھے جلدی سے کام بتاؤ میں کیا کروں؟"

اس نے کہا۔ "ایک شاندار عمارت بنا دو۔"

پلک جھپکتے ہی ایک شاندار عمارت تیار کھڑی تھی۔

اس نے کہا۔ "کھیتوں میں ہل چلا دو۔" بھوت نے لمحے بھر میں سارے کھیتوں میں ہل چلا دیا۔

اس نے کہا۔ "روپیا لاؤ۔" اگلے لمحے خزانہ حاضر تھا۔ غرض جو جو مشکل کام تھے سارے اس نے بتا دیے اب اسے کوئی کام نہیں سوجھ رہا تھا۔

بھوت بولا۔ "جلدی کوئی کام بتاؤ ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گا۔"

اب یہ شخص ڈرا اور دوڑا دوڑا فقیر کے پاس پہنچا۔ "حضور! بھوت کو جو کچھ کہتا ہوں۔ وہ جھٹ کر دیتا ہے۔ اب میرے پاس کوئی کام نہیں بچا۔ آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں' ورنہ وہ مجھے ہلاک کر دے گا۔"

اتنے میں بھوت بھی کام تلاش کرتا ہوا آن پہنچا۔

فقیر کے پاس ہی ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ فقیر نے اس آدمی کو ایک خنجر دے کر کہا۔ "اس کتے کی دم کاٹ کر بھوت کو دو اور اسے کہو کہ اسے سیدھی کر کے دے۔"

اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ اس نے جیسے ہی کتے کی دم کاٹی کتا چیختا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔

"جلدی کام بتاؤ' ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گا۔" بھوت آگ بگولا ہو کر بولا۔

اس شخص نے کتے کی دم بھوت کے ہاتھوں میں دی اور کہا۔ "اسے سیدھا کر کے دو۔"
بھوت نے دم ہاتھ میں لی۔ ایک مرتبہ سیدھی کی۔ چھوڑی تو ٹیڑھی نکلی۔ دوسری بار سیدھی کر کے چھوڑی تو پھر بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی تھی۔
ایک دن گزرا، دو دن گزرے، بھوت نے ہزار کوشش کی مگر کتے کی دم سیدھی نہ ہوئی۔ اب تو بھوت بہت سٹپٹایا اور گھبرا کر آدمی سے کہنے لگا۔ "بھائی جو کچھ دھن دولت، روپیا پیسا تجھے دیا ہے وہ سب کچھ تیرا ہے۔ اب مجھے معاف کرو اور چھٹی دے دو۔ تو جیتا میں ہارا۔"
وہ شخص فوراً راضی ہو گیا۔ بھوت اپنے ٹھکانے پر چلا گیا یہ شخص اپنے گھر چلا آیا اور آئندہ بھوتوں کو قابو کرنے سے توبہ کر لی۔

اشرفیوں کی تھیلی

دو آدمی اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ چلتے ہوئے راستے میں ایک کو اشرفیوں کی تھیلی ملی۔ وہ تھیلی اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ "دیکھو بھائی! میں نے راستے میں سے یہ اشرفیوں کی تھیلی پائی ہے۔"
دوسرا شخص بولا۔ "یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے پائی ہے۔ یوں کہو کہ ہم نے پائی ہے۔ اس لیے کہ ہم دونوں ساتھ ہیں اور یہ ہم دونوں کا حق ہے۔"
پہلا لڑنے کے انداز میں بولا۔ "میں یہ بات کیوں کہوں جب کہ تھیلی مجھے ملی ہے۔"
غرض وہ تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جا رہے تھے کہ اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ محسوس ہوئی وہ کہہ رہے تھے کہ یہ دونوں ہی تھیلی کے چور ہیں۔ انھوں نے ہی ہماری اشرفیوں کی تھیلی چرائی ہے ذرا ہاتھ آنے دو ہم انھیں نہیں چھوڑیں گے۔
یہ سن کر تھیلی پانے والا دوسرے سے بولا۔ "کیوں بھئی، اب کیا کریں؟ اب تو ہم مارے گئے۔"
دوسرا بولا۔ "یہ تم نے کیا کہا کہ ہم مارے گئے۔ یوں کہو کہ میں مارا گیا۔ جب تم نے تھیلی پانے میں مجھے شریک نہیں کیا تو اب آفت میں بھی میں تمھارا شریک نہیں ہوں۔"

ماں کا حق

ایک شخص نے اپنی ماں کو کندھے پر سوار کر کے سات حج کروائے۔ ساتویں حج پر اس نے سوچا کہ شاید میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے ورنہ آج کل کون اپنی ماں کو کندھے پر اٹھا کر سات حج کرواتا ہے۔
رات کو وہ سو رہا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا تھا۔ "اے شخص! کڑاکے کی سردی تھی تو بہت چھوٹا تھا اور ماں کے پاس سو رہا تھا کہ تو نے بستر پر پیشاب کر دیا۔ تیری ماں نے اس کڑکتی سردی میں اٹھ کر بستر دھویا، غریبی کی وجہ سے دوسرا بستر نہ تھا۔ اس سخت سردی میں گیلے بستر پر تیری ماں لیٹ گئی اور تجھے رات بھر اپنے سینے پر لٹائے رکھا تو کہتا ہے کہ حق ادا ہو گیا ارے نادان، ابھی تو، تو اس ایک رات کا بھی حق ادا نہیں کر سکا۔" ●●

پیغامِ عید

مسرّت، خوشی ہر طرف عام ہے
خدا کی اطاعت ہی اسلام ہے
یہی عیدِ قرباں کا پیغام ہے

سدا مانو احکام ربِّ جلیل
کرو تازہ پھر آج یادِ خلیل
یہی عیدِ قرباں کا پیغام ہے

ہے لازم، خدا کی اطاعت کرو
غریبوں کی بھی تم اعانت کرو
یہی عیدِ قرباں کا پیغام ہے

کرو دور تم بے کسی، مفلسی
غریبوں کے ہونٹوں پہ لاؤ ہنسی
یہی عیدِ قرباں کا پیغام ہے

سخن پھول کا غور سے تم سنو
خدا کے لیے جاں بھی قرباں کرو
یہی عیدِ قرباں کا پیغام ہے

بلبل خوش نوا

رؤف آرائیں

پرانے زمانے کی بات ہے، ایک بادشاہ اپنی رعایا کو بہت ستاتا تھا۔ اس نے عوام کو لوٹ کر سونے، چاندی اور لعل و جواہر کی اتنی دولت بٹور لی تھی کہ اب اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس دولت کا کیا کرے۔

ایک دن اس نے اپنے ملک کے بہترین کاریگروں کو جمع کرکے انھیں حکم دیا۔ "ایک دیوہیکل درخت بناؤ۔ اس کا تنا ہیرے کا، شاخیں لعل کی، پتیاں زمرد کی اور پھل موتیوں کے ہوں۔ اس کی پتیاں اتنی گھنی ہوں کہ سورج کی ایک کرن بھی ان کے بیچ سے نہ گزر پائے۔"

بادشاہ کی یہ ہدایت سن کر رعایا میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ جب تک یہ درخت بن کر تیار ہوگا بادشاہ شاید ہم کو بھوکوں مار ڈالے گا، لیکن بادشاہ نے ناراضگی ظاہر کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں۔ کسی کی گردن کٹوا دی تو کسی کو جیل میں ڈلوا دیا۔ اس طرح اس نے لوگوں کے منہ بند کردیے۔

سات سال کے بعد وہ درخت تیار ہوگیا۔

بادشاہ نے اپنا پلنگ اس درخت کے نیچے رکھوا دیا اور رات کو وہیں سونے لگا۔

ایک صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے دائیں گال پر سورج کی گرمی محسوس کی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہے کہ درخت کی زمردی پتیوں سے نیلے آسمان کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نظر آرہا ہے اور اس چھوٹے سے سوراخ سے سورج کی ایک کرن اس کے گال پر پڑ رہی ہے۔ وہ گرج اٹھا۔ "ارے کوئی چور میرے درخت کی

ایک پتی چرا کر لے گیا ہے۔ جو کوئی اس چور کو پکڑ لائے گا اسے میں ایڑی سے چوٹی تک سونے سے لاد دوں گا۔"
بادشاہ کے وزیر نے صلاح دی۔ "بادشاہ عالم! رات کو درخت کے ارد گرد چالیس پہرے دار کھڑے کر دیجیے گا
وہ چور کو ضرور پکڑ لیں گے۔"
وزیر کی بات بادشاہ کو پسند آئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ چالیس مسلح پہرے دار درخت کی رکھوالی کرنے لگے
لیکن آدھی رات کے وقت وہ سب کے سب کھڑے کھڑے ہی سو گئے۔
صبح بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ درخت کی پتیوں کے بیچ جو چھوٹی سی کھلی جگہ تھی وہ بڑھ کر دگنی ہو گئی
ہے۔ بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ اس کے سر کا ایک ایک بال سوئی کی مانند کھڑا ہو گیا۔
"جلادو!" اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔
کالے کپڑوں میں ملبوس چودہ جلاد کالے گدھوں کی طرح آموجود ہوئے اور اپنی تلواریں ننگی کر کے ایک آواز
میں کڑک کر پوچھا۔ "کس کی موت آئی ہے؟ کس کا سر تن سے جدا کیا جائے؟"
"ان سب کو قتل کر دو!" بادشاہ نے پہرے دار سپاہیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
دائیں ہاتھ کے وزیر نے کہا۔ "بادشاہ عالم! اگر روز چالیس سپاہیوں کی گردنیں کٹنے لگیں تو تھوڑے ہی دنوں
میں آپ کی فوج ختم ہو جائے گی۔ بہتر ہو گا کہ آپ ان سب کو جیل میں ڈلوا دیں اور درخت کے آس پاس
دوسرے پہرے دار کھڑے کر دیں۔"
ایسا ہی کیا گیا۔ ان چالیس پہرے داروں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔
بادشاہ کے تین جوان بیٹے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے نے باپ سے کہا۔ "ابا جان! آپ اجازت دیں تو آج
رات میں درخت کے پاس پہرہ دوں۔ میں چور کو ضرور پکڑ لوں گا۔"
بادشاہ راضی ہو گیا۔ رات شروع ہوئی تو سب سے بڑا شہزادہ پہرہ دینے لگا۔ آدھی رات تک تو وہ درخت کے
پاس کھڑا پہرہ دیتا رہا لیکن پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ صبح آنکھیں کھولتے ہی بادشاہ نے دیکھا کہ درخت کی پتیوں کے
بیچ جو سوراخ تھا وہ کئی گنا بڑا ہو چکا ہے۔ اس نے فوراً ہی اپنے بڑے بیٹے کو موت کی سزا سنا دی۔
اب بادشاہ کے منجھلے بیٹے نے اپنے باپ سے کہا۔ "ابا جان! اب میں درخت کے پاس پہرہ دوں گا۔ اگر میں
چور کو نہ پکڑ سکا تو بھائی جان کے ساتھ مجھے بھی قتل کروا دیجیے گا۔"
لیکن منجھلے شہزادے کو بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آدھی رات کے بعد اس پر بھی نیند غالب آ گئی۔ صبح ہوتے
ہوتے پتیوں کے بیچ ایک اور کالی جگہ بن گئی جو کم و بیش تھالی جتنی بڑی تھی۔
مارے غصے کے بادشاہ کی آنکھیں جیسے ماتھے پر چڑھ گئیں' بالکل اس بلی کی طرح جس کے حلق میں چربی کا کوئی
بڑا سا ٹکڑا اٹک گیا ہو۔
"جلادو!" بادشاہ نے پکارا۔
لیکن اتنے میں سب سے چھوٹا شہزادہ بول اٹھا۔
"ابا جان! آپ اجازت دیں تو تیر کمان لے کر میں درخت کی حفاظت کروں۔ میں چور کو تیر چلا کر مار ڈالوں
گا۔" بادشاہ نے اجازت دے دی۔

اندھیرا چھا گیا تو چھوٹا شہزادہ تیر کمان سنبھالے غور سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا درخت کے نیچے پہرہ دینے لگا۔ آدھی رات کے وقت اسے نیند آنے لگی تو اس نے چھری لے کر اپنی ایک انگلی تھوڑی سی کاٹ کر زخم پر نمک مرچ چھڑک دیا۔ درد نے نیند کو کوسوں دور بھگا دیا۔ پو پھٹنے سے تھوڑا سا پہلے اچانک ایک عجیب و غریب قسم کا پرندہ کہیں سے اڑ کر آیا اور درخت پر بیٹھ گیا۔ وہ چونچ سے لے کر پنجوں تک سارے کا سارا مختلف قسم کے ہیرے جواہرات کا تھا۔ درخت کی ایک ٹہنی پر بیٹھ کر وہ پرندہ اس طرح چہچہانے لگا کہ زمین و آسمان گونج اٹھے۔ شہزادے کا بالکل جی نہیں چاہتا تھا کہ اس خوبصورت آواز کے پرندے کو تیر مارے لیکن اس نے جی کڑا کر کے اس پر تیر چلا ہی دیا۔ اس کے ہاتھ البتہ کانپ گئے اور تیر پرندے کو صرف چھو کر نکل گیا۔ اس کے بازو کا بس ایک پَر اکھڑ کر نیچے گر پڑا۔ پرندہ اڑ گیا۔

صبح بادشاہ بیدار ہوا تو چھوٹا شہزادہ ایک ہاتھ میں تیر کمان سنبھالے اور دوسرے ہاتھ میں پرندے کا وہ پَر لیے اس کے پاس آیا اور کہا۔ "یہ لیجیے اس پرندے کا پَر جو روز رات کو ہمارے درخت کی پتیاں توڑ کر لے جایا کرتا تھا۔ وہ ایک بلبل خوش نوا تھی لیکن میں اسے مار نہ سکا۔ اس کا نغمہ اتنا شیریں تھا کہ میرے ہاتھ لرز گئے اور میں اس کا ایک پَر ہی گرا سکا۔"

بادشاہ نے وہ پَر ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔ یہ ایک پَر اس ساری دولت پر بھاری تھا جسے بادشاہ اپنے سارے ملک سے سات برسوں میں وصول کرتا تھا۔

بادشاہ بہت خوش ہوا اور قید میں پڑے ہوئے سپاہیوں کو اور اپنے دونوں بیٹوں کو رہا کر دینے کا حکم دیا۔ اسی دن اس نے سارے شہر میں یہ اعلان کرا دیا۔ "جو کوئی اس پرندے کو پکڑ کر لائے گا وہ میرے ساتھ تخت پر بیٹھے گا اور سارے ملک پر حکومت کرے گا لیکن پرندے کو کوئی بھی پکڑ کر نہ لا سکا تو میں سارے شہر کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

بادشاہ کے بڑے اور منجھلے بیٹوں نے اپنے ہاتھ سینوں پر رکھ کر جھک کر سلام کیا اور کہا۔ "ابا جان! اجازت دیجیے تو یہ کام ہم انجام دیں۔"

بادشاہ راضی ہو گیا۔ دونوں شہزادوں نے تاجروں ایسے کپڑے پہن لیے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے نکل گئے۔

تین دن گزر گئے۔ سب سے چھوٹے شہزادے کو خیال آیا کہ میرے دونوں بھائی تو اس پرندے کو پکڑنے سے رہے اور ممکن ہے کہ ابا جان غصے میں سچ مچ سارے شہر کو مٹا کر رکھ دیں۔ مجھے بھی چلنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا۔ "ابا جان! مجھے بھی موقع دیجیے کہ آپ کی خدمت کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس جادو کے پرندے کو پکڑ کر لاؤں۔ میں تو چلا ہی جاؤں گا چاہے آپ اجازت دیں یا نہ دیں۔"

بادشاہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ چھوٹا شہزادہ بھی چلا جائے مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا تو مجبور ہو کر ہاں کرنا پڑی۔

چھوٹا شہزادہ سفر پر نکلا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس نے ایک ہفتے میں اپنے بھائیوں کو جا لیا۔ اب تینوں ایک ساتھ چلنے لگے۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے تین طرف کو راستے جاتے تھے۔ جہاں سے یہ تینوں راستے شروع ہوتے تھے وہاں ایک ایک پتھر پڑا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک پتھر پر لکھا تھا۔ "جو

اس راستے پر جائے گا وہ ضرور لوٹ کر آئے گا۔" دوسرے پتھر پر لکھا تھا۔ "جو اس راستے پر چلے گا اسے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" اور تیسرے پتھر پر لکھا تھا۔ "جو اس راستے پر چلے گا وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔"

بڑے بھائی نے پہلا راستہ اختیار کیا۔ منجھلا بھائی دوسرے راستے پر چلا اور سب سے چھوٹے بھائی کے لیے تیسرا راستہ رہ گیا جس کے پتھر پر لکھا تھا کہ جو اس راستے پر چلے گا وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔

تھوڑی دور چل کر منجھلے بھائی کو ڈر لگنے لگا اور وہ اپنا راستہ چھوڑ کر بڑے بھائی سے جا ملا۔ یہ دونوں چلتے چلتے ایک اجنبی شہر میں پہنچے اور یہیں رہنے لگے۔ انھیں کوئی کام کرنا نہیں آتا تھا۔ ان کے پاس جو کچھ تھا اسے انھوں نے کچھ ہی دنوں میں کھا پی کر ختم کر دیا۔ اب نوبت یہاں تک آگئی کہ وہ راتوں کو سڑک پر سونے لگے۔ تب وہ لاچار ہو کر لوگوں کی چاکری کرنے لگے۔ بڑا بھائی ایک چائے خانے میں نوکر ہو گیا۔ اس کا کام گاہکوں کو چائے، کھانا وغیرہ لا کر دینا تھا۔ منجھلا بھائی ایک طعام خانے کے چولھے میں لکڑیاں ڈالنے کا کام کرنے لگا۔

دوسری طرف چھوٹا بھائی دن رات برابر چلتا رہا۔ دریاؤں کو پار کرتا، جھیلوں کو پیچھے چھوڑتا، صحراؤں سے گزرتا اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا برابر آگے بڑھتا رہا۔ اس کے پاس جو کھانا تھا وہ ختم ہو گیا۔ صرف ایک سوکھی روٹی باقی رہ گئی۔

وہ چلتے چلتے ایک چشمے تک پہنچا جس کے کنارے ایک بہت بڑا اور گھنا چنار کا درخت تھا۔ اس نے گھوڑے سے اتر کر اس کو چنار کے تنے میں باندھ دیا۔ تھیلے میں جو سوکھی روٹی پڑی تھی اسے نکالا اور چشمے کے پانی میں بھگو کر کھانے ہی والا تھا کہ دفعتاً دوری پر گرد و غبار کا ایک بادل سا نظر آیا۔ غور سے دیکھنے پر پتا چلا کہ ایک بہت ہی بڑا لنگور سرپٹ دوڑتا ہوا اسی طرف آرہا ہے۔ یہ دیکھ کر شہزادہ ڈر گیا اور روٹی وہیں چھوڑ کر درخت پر چڑھ گیا۔ لنگور دوڑتا ہوا آیا اور روٹی پر ٹوٹ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسے کھا گیا پھر اپنا منہ پونچھا اور نظریں اٹھا کر انسانوں کی بولی میں شہزادے سے کہا۔ "نیچے اتر آؤ۔"

شہزادے نے سوچا کہ روٹی سے اس کا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ مجھے بھی کھا جانا چاہتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ اور اوپر چڑھ گیا۔

لنگور بھی نیچے کی ایک شاخ پر چڑھ گیا اور شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے آدم زاد! نیچے اتر آؤ۔ یہاں آدمی چلے تو پاؤں جلیں، پرندہ اڑے تو پر جلیں۔ ایسی جگہ تم کیسے آگئے؟"

شہزادہ درخت سے نیچے اتر آیا اور سارا قصہ لنگور کو سنا دیا۔ آخر میں اس نے بہت اداس ہو کر کہا۔ "اگر میں اس بلبلِ خوش نوا کو ڈھونڈ نہ پایا تو میرا باپ سارے شہر کو راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔"

"جس نے مجھے ایک بار روٹی کھلائی، میں اسے چالیس بار جھک کر سلام کرتا ہوں۔" لنگور نے کہا۔ "میں نے تمھاری روٹی نہ کھائی ہوتی تو اچھا تھا لیکن اب کھا چکا ہوں تو تمھارے احسان کا بدلہ چکانا ہی پڑے گا۔ چلو اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ قسمت نے ساتھ دیا تو ہم تم دونوں اس پرندے کو ضرور ڈھونڈ لیں گے اور شہر کو تباہ ہونے سے بچا لیں گے۔"

وہ دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ چلتے چلتے وہ ایک باغ تک پہنچے جو ایک اونچی دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ دونوں گھوڑے سے اترے۔ لنگور نے شہزادے سے کہا۔ "میں اس دیوار کے نیچے ایک سرنگ کھودوں گا۔

تم پانچ دن تک میرا انتظار کرنا۔ اگر میں اس مدت میں نہ لوٹا تو تم جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جانا۔" یہ کہہ کر لنگور سرنگ کھودنے لگا۔

پانچ دن گزر گئے۔

چھٹے دن لنگور واپس آگیا اور اس نے شہزادے سے کہا۔ "میں نے اس پنجرے کے نیچے تک سرنگ کھود دی ہے جس میں سات پردوں کے اندر وہی بلبلِ خوش نوا بند ہے۔ تم سرنگ کے اس سرے تک پہنچ کر پہرے داروں کے سو جانے کا انتظار کرنا۔ جب وہ سو جائیں تو تم پنجرے کو اٹھا کر واپس چلے آنا۔ مگر دیکھو، پنجرے پر پڑے ہوئے پردے کو نہ اٹھانا۔"

شہزادے نے لنگور کی باتیں خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور زمین دوز راستے پر چل دیا۔ منزل پر پہنچ کر وہ پہرے داروں کے سونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سارے پہرے دار سو گئے تو وہ ان کے پاس سے گزر کر پنجرے تک پہنچا اور اسے اٹھالیا۔ اچانک اس نے سوچا کہ پنجرے کے اندر کہیں کوئی دوسرا پرندہ نہ ہو۔ یہ خیال آتے ہی لنگور کی نصیحت بھول کر وہ پنجرے کا پردہ اٹھانے لگا۔ سب سے اوپر کا پردہ تھوڑا سا ہی اٹھایا تھا کہ دفعتاً بلبلِ خوش نوا اس زور سے چہچہا اٹھی کہ وہ بت بن کر کھڑا رہ گیا اور پنجرا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ پہرے دار جاگ گئے۔ انھوں نے شہزادے کو پکڑلیا اور لے جاکر بادشاہ کے سامنے کھڑا کردیا۔

بادشاہ نے فوراً جلادوں کو بلا کر حکم دیا۔ "اس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کاٹ ڈالو۔"

لیکن بادشاہ کے وزیر نے اس سے کہا۔ "بادشاہ عالم، آپ اس نوجوان کو سزا دینے میں عجلت نہ کیجئے۔ پہلے اس سے یہ پوچھ لیں کہ آخر اس کو اس پرندے کی کیا ضرورت تھی۔"

بادشاہ راضی ہوگیا۔

شہزادے نے اسے سارا قصہ کہہ سنایا۔

اس کے بعد وزیر نے بادشاہ سے کہا۔ "اگر ہم نے ایک پرندے کی خاطر اس بہادر نوجوان کو قتل کردیا تو دنیا میں ہماری رسوائی ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ آپ اسے کوئی مشکل کام بتائیں۔"

وزیر کی بات بادشاہ کو پسند آئی اور اس نے شہزادے سے کہا۔ "جس طرف سورج غروب ہوتا ہے تم اس طرف چلے جاؤ۔ نو مہینے چلنے کے بعد ایک شہر ملے گا۔ اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی سونے کے ایک صندوق میں سوتی ہے۔ تم اس لڑکی کو لا کر مجھے دو گے تو میں تمھیں یہ بلبلِ خوش نوا دے دوں گا۔"

شہزادہ، لنگور کے پاس لوٹ آیا اور تمام باتیں بتا دیں۔

وہ دونوں پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ نو مہینے تک برابر چلتے رہے اور ایک شہر کے نزدیک پہنچے۔ وہ شہر کے باہر ایک میدان میں رکے اور لنگور سرنگ کھودنے لگا۔ نو دنوں اور نو راتوں کے بعد وہ اپنا کام مکمل کرکے شہزادے کے پاس لوٹ آیا اور اس سے کہا۔ "جس محل میں بادشاہ کی بیٹی رہتی ہے وہاں تک میں نے سرنگ بنا دی ہے۔ تم اس راستے سے محل میں داخل ہو جاؤ، پھر چالیس زینے چڑھ کر اور چالیس کمروں سے گزر کر اوپر والان میں آجانا۔ شہزادی وہیں چالیس کنیزوں کے گھیرے میں سونے کے ایک صندوق کے اوپر بیٹھی رہتی ہے۔

نیند آنے لگتی ہے تو وہ صندوق کا ڈھکنا کھول کر اس کے اندر لیٹ جاتی ہے۔ تم پہلے صندوق کے اندر دیکھ لینا کہ شہزادی کی آنکھیں بند ہیں یا کھلی ہوئی ہیں۔ آنکھیں کھولے سو رہی ہو تو صندوق کو اٹھا کر چل دینا لیکن اس کی آنکھیں بند ہوں تو رہنے دینا۔"

لنگور نے جیسے کہا تھا ویسے ہی شہزادہ محل میں داخل ہو کر اوپر کے دالان تک پہنچ گیا۔ دروازے سے جھانک کر دیکھا تو شہزادی صندوق کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ارد گرد چالیس کنیزیں موجود تھیں۔ شہزادی اتنی حسین تھی کہ جو دیکھتا ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔

تھوڑی دیر کے بعد شہزادی صندوق کے اندر لیٹ گئی۔ کنیزیں بھی صندوق کے ارد گرد سو گئیں۔ تب شہزادے نے دبے پاؤں جا کر صندوق کے اندر دیکھا۔ شہزادی کی آنکھیں بند تھیں۔ یہ دیکھ کر شہزادے کو چپکے سے کھسک جانا چاہیے تھا، لیکن شہزادی کا حسن و جمال دیکھ کر وہ وہیں ٹھہر گیا اور لنگور کی نصیحت بھلا بیٹھا۔

اچانک شہزادی نے آنکھیں کھول دیں۔ شہزادے کو دیکھتے ہی اس نے چیخ کر پوچھا۔ "کون ہے تو؟ تجھے کیا چاہیے؟"

چیخ سن کر کنیزیں جاگ گئیں۔ انھوں نے شہزادے کو پکڑ لیا اور مشکیں کس کر اسے بادشاہ کے پاس لے گئیں۔ بادشاہ نے غصے میں آ کر اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا، لیکن اس کے وزیر نے کہا۔ "جہاں پناہ! اگر ہم نے اسے قتل کر دیا تو صبح ہوتے ہوتے یہ خبر سارے شہر میں پھیل جائے گی، پھر ہم دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟ بہتر ہو گا کہ آپ اسے کوئی مشکل سا کام بتا دیں۔"

بادشاہ راضی ہو گیا اور اس نے شہزادے سے کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ یہاں سے نو مہینوں کی دوری پر بحر قلزم واقع ہے اور اس کے بیچوں بیچ الماس کا جزیرہ ہے۔ وہاں آرزوتی نام کا ایک جادوگر رہتا ہے جس کے پاس قارا قلدرعاچ نام کا ایک گھوڑا ہے۔ وہ گھوڑا ایک مہینے کا راستہ پلک جھپکتے میں طے کر لیتا ہے۔ تم گھوڑا لا کر مجھے دینا اور میری بیٹی کو لے جانا۔"

شہزادہ لنگور کے پاس لوٹ آیا اور آٹھ آٹھ آنسو روتے ہوئے سارا قصہ اسے سنا دیا۔

لنگور نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "شہزادے! تم پریشان نہ ہو۔ قسمت نے ساتھ دیا تو میں گھوڑا تمھیں دلا دوں گا۔"

دونوں پھر چل پڑے۔ وہ صحراؤں، بیابانوں اور پہاڑوں کو پار کرتے ہوئے چلتے گئے اور ایک بے کنار سمندر ان کے سامنے نمودار ہوا۔ اسے دیکھ کر شہزادہ اداس ہو گیا اور اس نے لنگور سے کہا۔ "ہم اسے کیسے پار کریں گے؟"

لنگور نے اسے تسلی دی۔ "ہر کام میں دل مضبوط کر کے لگ جانا چاہیے۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر لنگور سمندر کے نیچے ایک سرنگ کھودنے لگا۔

چالیس دن بیتے، چالیس راتیں گزریں تو وہ اپنا کام مکمل کر کے واپس آیا اور شہزادے سے کہا۔ "میں نے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے نیچے تک زمین دوز راستہ بنا دیا ہے۔ سرنگ کے اس سرے پر پہنچ کر سوراخ سے اپنا سر باہر نکالنا۔ تمھیں دیکھ کر گھوڑا ہنہنانے لگے گا۔ یہ سن کر جادوگر اپنے بستر سے اٹھ کر گھوڑے کے پاس آئے

گا اور اس کے ایک کوڑا مار کے واپس چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد تم دوبارہ سوراخ سے اپنا سر باہر نکالنا۔ گھوڑا پھر ہنہنانے لگے گا پھر جادوگر آکر اس کے ایک کوڑا مار کر چلا جائے گا۔ تب تم آہستہ سے باہر نکل آنا اور اس سے پہلے کہ گھوڑا ہنہنانے لگے، تم اس کا منہ کشمشوں والے اس تھیلے میں ٹھونس دینا اور اس سے کہنا۔ "صد افسوس قارا قلدر غاچ! تم کب تک اس ظالم کے ہاتھوں مار پیٹ کھاتے رہو گے" یہ کہہ کر پھرتی سے گھوڑے کو لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو جانا۔ زین لگام وغیرہ کی فکر مت کرنا۔ جلدی سے کھسک لینا۔"

لنگور کی باتیں ذہن نشین کر کے شہزادہ زمین دوز راستے پر روانہ ہو گیا اور سرنگ کے اس سرے پر پہنچ کر سوراخ سے اپنا سر باہر نکالا۔

آہٹ پا کر گھوڑے قارا قلدر غاچ نے اپنے کان کھڑے کر لیے، دم اوپر اٹھائی اور بے چین ہو کر ناچنے لگا پھر اس نے شہزادے کو دیکھ لیا اور زور زور سے ہنہنانے لگا۔

جادوگر آگیا۔ قد جیسے مینار، دونوں کندھے جیسے چنار کے درخت، منہ جیسے کوئی غار، آنکھیں جیسے دو پرانے بورے، ناک بالکل تندور جیسی اور کسی بہت بڑے ہاتھی کا جیسا جسم۔ آتے ہی جادوگر یہ کہتے ہوئے گھوڑے پر ٹوٹ پڑا۔ "لعنت ہے! یہاں انسان چلے تو پاؤں جلیں، پرندہ اڑے تو پر جلیں۔" یہ کہتے ہوئے جادوگر نے گھوڑے کی پیٹھ پر ایک کوڑا کھینچ کر مارا اور لوٹ گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد شہزادے نے دوبارہ اپنا سر باہر نکالا۔ گھوڑے پھر ہنہنانے لگا۔

جادوگر پھر آیا اور گھوڑے پر برس پڑا۔ "ارے تجھے موت آئے! آخر کس انسان کی بو پا گیا تو؟ کہاں ہے وہ انسان؟ چاہے آسمان پر ہو یا زمین کے نیچے وہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ پکڑ کر اسے کچا کھا جاؤں گا۔"

جادوگر گھوڑے کو کوڑا رسید کر کے پھر چلا گیا۔ تب شہزادہ اچک کر اوپر چڑھ آیا اور جلدی سے آکر کشمشوں کا تھیلا گھوڑے کے سر سے لٹکا دیا اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "ارے یار! تم کب تک اس جادوگر کے دست نگر رہو گے؟ کب تک اس کی مار کھاتے رہو گے یہ کہتے ہوئے شہزادہ اچک کر گھوڑے پر چڑھ گیا او اسے ایڑ لگائی۔ قارا قلدر غاچ نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اس کے دونوں طرف پر نکل آئے اور وہ کسی چیل کی مانند آسمان کی طرف اڑ چلا۔ اس کے سم کے نیچے سے ایک بجلی سی کوندی جو جادوگر کے ماتھے پر لگی اور وہ جاگ اٹھا۔ وہ۔ "رک جا! رک جا۔" چلاتا ہوا اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑا۔ گھوڑا سمندر کی طرف اڑنے لگا۔ جادوگر اس کے بہت قریب پہنچ گیا اور اس کی دم پکڑنے ہی والا تھا کہ اس نے اپنی پچھلی ٹانگیں زور سے جھٹک کر جادوگر کے منہ پر ماریں وہ سمندر کے پانی میں گرا اور ڈوب گیا۔

نو مہینوں کا راستہ گھوڑے نے نو دنوں میں طے کر لیا، اچانک شہزادے نے دیکھا کہ سامنے صندوق کے اندر سونے والی شہزادی کا شہر ہے اور شہر کے دروازے کے سامنے لنگور بیٹھا اخروٹ توڑ توڑ کر کھا رہا ہے۔

"اب کیا کریں گے؟" لنگور نے شہزادے سے پوچھا۔

شہزادے نے جواب دیا۔ "اب کیا کرنا ہے اب گھوڑے کو دے کر اس کے عوض لڑکی لے لیں گے۔"

"ارے تم بھی کیا باتیں کرتے ہو! بھلا ایسے گھوڑے کو کیسے دے دیں؟ ایک بات سنو۔ میں ایک قلابازی کھا کر گھوڑا بن جاؤں گا۔ تم دونوں گھوڑوں کو لے کر بادشاہ کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ ان گھوڑوں میں سے

کسی ایک کو چن لو۔ بادشاہ مجھے چن لے گا۔"
"لنگور قلابازی کھا کر ایک گھوڑا بن گیا۔ ایک ایسا گھوڑا جس کے آگے قارا قلدر قاچ ایک گدھے سے بھی گیا گزرا لگتا تھا۔ شہزادہ دونوں گھوڑوں کو لے کر شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ اپنے محل میں بیٹھا تھا کہ کھڑکی سے دو کالے رنگ کے بے حد خوبصورت چمکیلے گھوڑوں کو دیکھ کر اس نے اپنے وزیر سے کہا۔ "اس آدمی کو بلاؤ اس کے گھوڑے ہمیں بہت پسند آئے۔ اس نے بیچا تو ہم خرید لیں گے۔"
شہزادے کو بادشاہ کے پاس لایا گیا۔
"تمہارے گھوڑے کے کیا دام ہیں؟" بادشاہ نے شہزادے سے پوچھا۔
"میں انھیں نہیں بیچوں گا۔" شہزادے نے جواب دیا۔ "ان میں سے ایک کو میں آپ کی بیٹی کے عوض میں دے دوں گا۔"
"ارے بیوقوف!" بادشاہ نے کہا۔ "کہیں گھوڑے کے عوض میں لڑکی بھی دی جاتی ہے؟"
تب شہزادے نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی کہی ہوئی بات بھول گئے ہیں۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ قارا قلدر قاچ کو لا کر دو گے تو میں اپنی بیٹی تمھیں دے دوں گا۔"
بادشاہ لاجواب ہو گیا اور اس نے اپنے وزیر سے پوچھا۔ "اب کیا کیا جائے۔"
وزیر نے کہا۔ "مرد کوئی بات کہہ کر اس سے انکار نہیں کرتا۔ شیر جس راستے سے جاتا ہے اس راستے سے نہیں لوٹتا۔ آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا پڑے گا۔"
"ہم دونوں گھوڑے لیں گے۔ ایک کا دام سونے سے چکائیں گے اور دوسرے کے عوض میں ہم اپنی بیٹی دے دیں گے۔" "آپ اپنی بیٹی دے کر ان گھوڑوں میں سے کسی ایک کو لے لیجیے" شہزادے نے جواب دیا۔ "دوسرا میرے پاس رہے گا اور آپ کی بیٹی اس پر سواری کیا کرے گی۔"
"ان گھوڑوں میں سے کون سا زیادہ اچھا ہے؟" بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا۔
وزیر نے قارا قلدر قاچ کو پسند کیا لیکن بادشاہ کو لنگور گھوڑا زیادہ پسند آیا چنانچہ اس نے لنگور گھوڑے کو لے کر اس کے عوض اپنی بیٹی کو مع اس صندوق کے جس میں وہ سوا کرتی تھی، شہزادے کو دے دیا۔
لنگور گھوڑے کو کسی طرح اصطبل میں تو لے آیا گیا لیکن اس نے کسی طرح اپنے آپ کو باندھنے نہ دیا۔ وہ دونوں کان کھڑے کیے دم اوپر اٹھائے اپنی باگ چباتا اور نزدیک آنے والے کو لاتوں سے مارنے اور کاٹنے کی کوشش کرتا رہا، چنانچہ اسے اصطبل کے اندر یوں ہی کھلا چھوڑ کر دروازے پر باہر سے آدمی کے سر جتنا بڑا تالا لگا دیا گیا اصطبل کی چھت پر چالیس پہرے دار کھڑے کر دیے گئے۔ خود بادشاہ اس کے پاس اپنا پلنگ رکھوا کر رات وہیں سویا، لیکن رات کو گھوڑے نے پھر سے لنگور کی شکل اختیار کر لی اور روشن دان سے باہر آ گیا۔
صبح ہوئی اور بادشاہ نے روشن دان سے اصطبل کے اندر جھانکا تو دیکھا کہ گھوڑا غائب ہے۔ وہ ادھر ادھر دوڑنے اور شور مچانے لگا۔
وزیر دوڑا ہوا آیا اور بادشاہ کو تسلی دینے لگا۔ "قارا قلدر قاچ 'جادوگر آرزتی کا گھوڑا تھا اور جادو کا حکم تو ابھی بھی سب ہی روحوں پر چلتا ہی ہے۔ شاید جادوگر اپنے گھوڑے کو واپس لے گیا ہے۔ اسی گھوڑے کے لالچ

میں آج تک کتنے ہی بادشاہوں کے سر کٹ چکے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں یہی غنیمت ہے کہ جادوگر نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور یہ بات بھی ہے کہ آپ کی بیٹی ایک بادشاہ کی ملکہ بننے والی ہے اور گھوڑوں میں سے ایک اس کے پاس ہے۔"

دوسری طرف شہزادی کو مع صندوق لے کر اڑنے والے گھوڑے قارا قدرناج پر سوار شہزادہ اس شاہی باغ تک آپہنچا جہاں بلبل خوش نوا پنجرے میں بند رہتی تھی۔ سامنے ہی لنگور باغ کی دیوار کے نیچے بیٹھا اخروٹ توڑ توڑ کر کھا رہا تھا۔

"اب کیا کریں گے؟" لنگور نے شہزادے سے پوچھا۔

"اب کیا کرنا ہے۔" شہزادے نے جواب دیا۔ "بس اب لڑکی کو دے کر بلبلِ خوش نوا کو لے لیں گے اور گھر چلیں گے۔"

"ارے نادان!" لنگور نے کہا۔ "ایک پرندے کے عوض لڑکی کو کیسے دے دیا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ میں ایک قلابازی کھا کر ایک لڑکی بن جاؤں۔ ایسی لڑکی جس کے سامنے یہ شہزادی نوے سال کی بڑھیا سے بھی گئی گزری لگے۔ تم ہم دونوں کو بادشاہ کے پاس لے جانا۔ بادشاہ مجھے چن لے گا۔"

"کیوں نہ میں اکیلے تم ہی کو بادشاہ کے پاس لے جاؤں؟" شہزادے نے کہا۔

"نہیں۔ ایسا مت کرو۔" لنگور نے جواب دیا۔ "ایمانداری سے کام لینا چاہیے بادشاہ خود پسند کرلے تاکہ بعد میں اسے پچھتانا نہ پڑے۔"

لنگور ایک بے حد حسین لڑکی بن گیا۔ شہزادہ دونوں لڑکیوں کو لے کر محل کے دروازے پر پہنچا۔ بادشاہ نے کھڑکی سے اسے دیکھا اور اور کسی خدمت گار سے کہا۔ "دروازے پر جو بھکاری کھڑا ہے اسے کچھ دے دو۔"

لیکن وزیر نے اس سے کہا۔ "وہ نوجوان کوئی بھکاری نہیں ہے۔ یہ تو وہی شہزادہ ہے جسے آپ نے حسین شہزادی کو لے آنے کے لیے دور دیس بھیجا تھا۔"

بادشاہ نے شہزادے کو اندر بلایا اور اس سے پوچھا۔ "اچھا تو بتاؤ۔ تم ہمارا بتایا ہوا کام کر آئے؟"

"جی ہاں حضور کر آیا ہوں۔" شہزادے نے جواب دیا۔

"لڑکی کہاں ہے؟" بادشاہ نے پوچھا۔

شہزادے نے کہا۔ "آپ نے ایک لڑکی کو لانے کے لیے کہا تھا۔ میں دو لڑکیاں لے آیا ہوں۔ ان میں سے جو آپ کو زیادہ پسند ہو لے لیجیے دوسری میرے پاس رہے گی۔"

دونوں صندوقوں کو کھولا گیا۔ دونوں لڑکیاں ایک ساتھ چھینکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان دونوں کا حسن دیکھ کر بادشاہ دنگ رہ گیا' پھر بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا۔ "ان میں سے کس کو لیا جائے؟"

وزیر نے شہزادی کی طرف اشارہ کیا لیکن بادشاہ کو وہ لڑکی زیادہ پسند آئی جو اصل میں لنگور تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے اسی کو لے لیا اور اس کے عوض میں بلبل خوش نوا کو شہزادے کے حوالے کردیا۔

شہزادہ شہر سے باہر نکل آیا۔ وہ گھوڑے قارا قدرناج پر سوار ہوگیا اور اپنے ایک گھٹنے پر شہزادی والے صندوق کو اور دوسرے گھٹنے پر بلبلِ خوش نوا والے پنجرے کو رکھے گھوڑے کو اڑاتا ہوا اپنے ملک کی طرف

روانہ ہوا۔

ادھر بادشاہ نے بڑی دھوم دھام سے لنگور شہزادی سے شادی رچائی۔ یہ دھوم دھام عین عروج پر تھی کہ لنگور چپکے سے اٹھا' اپنی اصل شکل اختیار کر کے دیوار کے ایک سوراخ سے باہر آیا اور نو دو گیارہ ہو گیا۔

اب شہزادے کا حال سنیے۔

شہزادہ اپنے گھوڑے کو اڑاتا ہوا ایک مقام پر پہنچا جہاں چنار کا ایک پرانا درخت تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لنگور پہلے ہی سے چنار کے نیچے بیٹھا دانتوں سے اخروٹ توڑ توڑ کر کھا رہا ہے۔

"اب کیا کریں گے؟" لنگور نے پوچھا۔

"اب میں اپنے گھر چلا جاؤں۔" شہزادے نے جواب دیا۔

لنگور نے کہا۔ "نہیں پہلے تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ دو چار روز میرے ہاں مہمان رہو پھر اپنے گھر چلے جانا۔"

"تمہارا گھر تو کسی پہاڑ پر کوئی تنگ و تاریک سوراخ ہوگا۔ میں اس سوراخ میں گھس بھی پاؤں گا؟" شہزادے نے جواب میں کہا۔

لنگور ہنس کر بولا۔ "ارے ابھی تک تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میں کون ہوں؟"

شہزادہ لنگور کے ساتھ ہولیا۔ وہ ایک پہاڑ کو پار کر کے ایک پھاٹک کے سامنے جا کر رکے جس پر بہت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور سونے کے کڑے لگے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوئے تو شہزادے نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی عمدہ باغ ہے۔ چاروں طرف رنگ برنگ خوشنما گلاب کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ نالی میں صاف شفاف پانی بہہ رہا ہے۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا تالاب ہے۔ باغ کے چاروں کونوں میں چار مکان ہیں جو سب سونے کے بنے اور ہر ایک میں چالیس کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں نو عمر پریاں بیٹھی لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔

لنگور نے ایک قلابازی کھائی اور اب وہ ایک نہایت خوبصورت پری بن گیا۔

شہزادہ تین دن تک پری کے ہاں مہمان رہا۔ چوتھے دن وہ جانے لگا تو پری نے اپنی چوٹی سے ایک بال توڑ کر اسے دیا اور کہا۔ "کبھی تمہیں کسی مشکل کا سامنا ہو جائے تو اس بال کے ایک سرے کو جلا دینا۔ میں فوراً حاضر ہو جاؤں گی۔"

شہزادے نے پری سے پوچھا۔ "تم نے مجھ پر اتنا احسان کیا' میری برابر مدد کرتی رہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

تب پری نے بتایا۔ "جس دن تم سے میری ملاقات ہوئی اس سے بہت دن پہلے ایک دفعہ میں نے فال دیکھا تھا تو مجھ پر یہ راز کھلا تھا کہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے وہاں ایک ملک ہے جس کا بادشاہ بہت ہی ظالم ہے۔ وہ اپنی رعایا کو بھوکوں مار کر ہیرے جواہرات کا ایک درخت بنوا رہا ہے۔ جب یہ درخت بن کر تیار ہو جائے گا تو ایک دن اسی درخت کی خاطر وہ سارے شہر کو مٹانے پر تل جائے گا۔ اس بادشاہ کے تین بیٹے ہیں۔ سب سے چھوٹا بیٹا سوچے گا کہ اگر اس درخت کی وجہ سے باپ نے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیا تو یہ بدترین بات ہوگی اور ارادہ کرے گا کہ میں اس پرندے کو ضرور پکڑ لاؤں گا جو اس درخت کی پتیاں چرا کر لے جایا کرتا ہے۔"

جب مجھ پر یہ راز کھلا تو میں نے سوچا کہ یہ نوجوان غریب لوگوں کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے پر تیار ہے تو میں کس طرح یہاں تخت پر بیٹھی خوشیاں مناتی، بکھرے اڑاتی رہوں۔ چنانچہ میں سات سال تک برابر تمھیں تلاش کرتی رہی اور تم مل ہی گئے۔"

شہزادے نے پری کا شکریہ ادا کیا اور اسے الوداع کہہ کر شہزادی کو ساتھ لیے اور بلبل نوش نوا والے پنجرے کو اٹھائے اپنے راستے پر روانہ ہو گیا۔

چلتے چلتے شہزادہ اس مقام پر پہنچا جہاں وہ اپنے بھائیوں سے جدا ہوا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور سوچنے لگا۔ "میرے بھائی اب کہاں ہوں گے۔ کیوں نہ میں ان کو تلاش کرلوں۔" یہ طے کرکے وہ ایک غار کی طرف چلا۔ لڑکی اور پرندے والے پنجرے کو اس غار کے اندر چھوڑ کر خود اس راستے پر چل دیا جس پر اس کا بڑا بھائی گیا تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک شہر میں پہنچا۔ ایک چائے خانے میں اس نے دیکھا کہ اس کا بڑا بھائی گاہکوں کی خدمت کرتا پھر رہا ہے۔ شہزادے نے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے چائے خانے کے مالک سے پکار کر کہا۔

"ارے چائے خانے والے! ذرا اپنے اس نوکر سے میرے لیے کھانا اور چائے سامنے کی کارواں سرائے میں بھیج دینا!"

چائے خانے کے مالک نے اپنے نوکر کو بلا کر کہا۔ "یہ لے بدبخت اس سامنے کی کارواں سرائے میں دے آ دیکھ ذرا سنبھال کر لے جا۔ کہیں گرا نہ دے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے نوجوان کے گال پر ایک تھپڑ رسید کیا۔

کھانا لے کر وہ اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آیا تو چھوٹے بھائی نے اس سے کہا۔ "آیئے بیٹھ جایئے اور یہ کھانا آپ خود کھا لیجیے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مالک ناراض ہو جائے گا۔" بڑے بھائی نے کہا۔ "ڈریئے مت۔ وہ ناراض نہیں ہوگا۔" بڑا بھائی بیٹھ گیا اور کھانے لگا۔

کھا چکا تو چھوٹے بھائی نے اس سے پوچھا۔ "آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"میں چائے خانے میں نوکر ہوں۔ یہیں کا رہنے والا ہوں۔ یہیں پیدا ہوا ہوں۔" بڑے بھائی نے جواب دیا۔

چھوٹے بھائی نے کہا۔ "مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ سچ بتا دیں کہ تو میں آپ کو آپ کے وطن پہنچا دوں گا۔"

بڑا بھائی رو پڑا اور اپنی آپ بیتی شروع سے آخر تک سنا دی۔ تب چھوٹے بھائی نے پوچھا۔ "آپ اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھیں تو کیا اسے پہچان لیں گے؟"

"ہاں، پہچان لوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"کیسے پہچان لیں گے؟" چھوٹے بھائی نے پوچھا۔

"اس کی ایک نشانی ہے۔" بڑے بھائی نے کہا۔ "یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ابھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ ایک دن میں گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے ندی پر لیے جا رہا تھا تو چھوٹا بھائی ضد کرنے لگا کہ مجھے بھی ساتھ

لے چلو۔ وہ گھوڑے کے پیچھے دوڑنے لگا۔ گھوڑے نے اسے دولتی ماردی۔ اس کے بائیں کندھے پر اس کا نشان باقی رہ گیا۔"

"آپ نے اس بیچارے کو تسلی دی ہوتی۔ گھوڑے پر بٹھا کر سیر کرادی ہوتی۔ آخر ایسا کیوں نہیں کیا؟" چھوٹے بھائی نے پوچھا۔

"وہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ بس اس لیے ایسا نہیں کیا۔" بڑے بھائی نے جواب دیا۔

"آپ کے چھوٹے بھائی کی جو نشانی ہے وہ اس سے ملتی جلتی تو نہیں ہے؟" یہ کہتے ہوئے چھوٹے بھائی نے اپنا بایاں کندھا کھول کر دکھایا۔

بڑا بھائی اس کے قدموں میں گر پڑا اور سسک سسک کر رونے لگا۔ چھوٹے بھائی نے اسے اٹھایا اور اس کے آنسو پونچھے، پھر وہ اپنے بڑے بھائی کو لے کر بازار گیا اور اسے اچھے اچھے کپڑے اور ایک گھوڑا خرید کر دیا۔ اس کے بعد یہ دونوں منجھلے بھائی کی تلاش میں نکلے۔ پلاؤ بیچنے والے کی دکان میں منجھلے بھائی کا وہی حال تھا جو سالن بیچنے والے کے ہاں بڑے بھائی کا تھا۔ چھوٹے بھائی نے منجھلے بھائی کو بھی اچھا سا لباس اور ایک گھوڑا خرید دیا اور تینوں بھائیوں نے ایک ساتھ اپنے وطن کی راہ لی۔

چھوٹا شہزادہ اپنے باپ کے لیے اچھے اچھے تحفے لیے جارہا تھا۔ بڑے اور منجھلے بھائیوں نے ان تحفوں کو دیکھا تو مارے حسد کے اپنا چین و آرام کھو بیٹھے۔ چھوٹے بھائی نے ان پر جو، جو احسان کیے تھے وہ سب انھوں نے بھلا دیے اور دونوں مل کر چھوٹے بھائی کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ لیکن صندوق میں لیٹی ہوئی لڑکی نے ان کی باتیں سن لیں اور شام کو یہ لوگ رات بسر کرنے کے لیے ایک ندی کے کنارے رکے تو لڑکی نے چھوٹے شہزادے کو اپنے پاس بلا کر اس سے کہا۔

"تمھارے بھائی تمھارے خلاف سازش کیے بیٹھے ہیں۔ وہ تمھیں مار ڈالنا چاہتے ہیں تم کہیں چھپ جاؤ۔"

رات ہوگئی بڑے اور منجھلے بھائی دونوں سونے کے لیے لیٹے۔ چھوٹا بھائی تھوڑی دیر تک لیٹا رہا اور جب اس کے دونوں بھائی سو گئے تو وہ چپکے سے اٹھا اس نے اپنی دری پر بہت سی مٹی ڈال کر اسے اپنی چادر سے ڈھک دیا اور خود ایک طرف چھپ گیا۔ صبح کے قریب دونوں بھائی اٹھ کر چھوٹے بھائی کی دری کے پاس آئے اور اسے اٹھا کر ندی میں پھینک دیا۔ وہ یہ کام کرکے لوٹ رہے تھے کہ اچانک پانی کے چھپ چھپ کرنے کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے مڑ کر دیکھا تو چھوٹا بھائی کنارے پر بیٹھا منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ اپنی سازش کو ناکام ہوتے دیکھ کر انھیں بڑا دکھ ہوا وہ فوراً اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چھوٹے بھائی کو وہیں چھوڑ کر بڑی سرعت سے آگے چلے گئے۔ وہ تھوڑی دور جا کر ریت کے ٹیلے پر رک گئے۔ یہاں انھوں نے ایک جگہ ریت میں ایک تیز دھار تلوار سیدھی گاڑ دی اور اس کے پاس بیٹھ کر خود کو کمر تک ریت سے ڈھک لیا۔ چھوٹا بھائی وہاں پہنچا تو اپنے بھائیوں کو اس حالت میں دیکھ کر ان سے پوچھا۔

"آپ لوگوں نے اپنے آپ کو ریت میں کیوں گاڑ لیا ہے؟"

"تاکہ کمر اور ٹانگیں درد سے بچی رہیں۔" بڑے بھائی نے جواب دیا۔ "آؤ تمھیں بھی ریت میں گاڑ دیں۔ تمھاری ٹانگیں بھی ہمیشہ ٹھیک رہیں گی۔"

چھوٹا شہزادہ گھوڑا سے اترا۔ بڑے بھائیوں نے اسے بھی کمر تک ریت میں گاڑ دیا۔ تھوڑی دیر میں تپتی ریت سے اس کی ٹانگیں جلنے لگیں اور اس نے تڑپ کر کہا۔ "ہائے میری ٹانگیں جل گئیں۔"
بڑے بھائیوں نے مشورہ دیا۔ "تم ذرا اپنی ٹانگیں ہلاؤ۔ ریت ٹھنڈی ہو جائے گی۔"
چھوٹے شہزادے نے اپنی ٹانگیں ہلائیں تو گڑی ہوئی تلوار سے اس کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ بڑے بھائیوں نے اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں اور اسے وہیں چھوڑ کر لڑکی' پرندے اور گھوڑے کو لے کر چلے گئے۔
چلتے چلتے بڑے اور منجھلے شہزادے دونوں اپنے شہر پہنچ گئے اور جو کچھ لائے تھے وہ سب اپنے باپ کو دے دیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے لڑکی کو اپنے بڑے بیٹے کی دلہن قرار دیا اور حرم میں اس کے رہنے کا انتظام کر دیا۔ چالیس کنیزیں اس کی خدمت اور حفاظت کرنے لگیں۔ گھوڑے قارا قلدر غاچ کو بادشاہ نے اپنے اصطبل میں بندھوا دیا اور بلبلِ خوش نوا کے پنجرے کو ہیرے جواہرات کے درخت سے لٹکوا دیا۔
بلبلِ خوش نوا اپنا سر پروں میں چھپائے خاموش بیٹھی رہی۔ چہچہانے کا نام تک نہیں لیا۔ گھوڑا کسی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ کوئی سامنے سے آتا تو اسے کاٹتا اور کوئی پیچھے سے آتا تو اس کو دولتیاں مارتا تھا۔ لڑکی چالیس کنیزوں سے گھری ہوئی دن رات برابر اپنے صندوق میں لیٹی رہتی تھی۔ سر تک نہیں اٹھاتی تھی۔
دوسری طرف تین دن اور تین رات گزرنے پر چھوٹا شہزادہ ہوش میں آیا۔ اسے پری کا دیا ہوا بال یاد آیا اور اس نے بال کو جلایا۔
پلک جھپکتے ہی پری اپنی کنیزوں کے ساتھ اپنے تخت سمیت آ موجود ہوئی۔ آتے ہی اس نے شہزادے سے پوچھا "اے آدم زاد تمھیں کس نے نقصان پہنچایا ہے؟"
چھوٹے شہزادے نے سارا حال سنا دیا تب پری نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ اسے میرے باپ کے پاس کوہ قاف لے جاؤ۔ اس نے اپنی کنیزوں کو اپنے باپ کے نام ایک خط بھی دیا جس میں اس نے لکھا۔
"والد محترم! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس آدم زاد کو زندگی کے سمندر میں نہلا کر ہمارے روایتی طریقوں سے اس کا علاج کروائیں اور چالیس دنوں کے بعد یہ ٹھیک ہو جائے تو واپس میرے پاس بھجوا دیں۔ یہ مجھے سگے بھائی کی طرح عزیز ہے۔"
پریوں نے چھوٹے شہزادے کو دنیا کے اس سرے پر واقع کوہ قاف میں اپنی ملکہ کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔
چالیس دنوں کے اندر اندر شہزادہ بالکل تندرست اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گیا۔ پریاں اسے تخت پر بٹھا کر پھر واپس ملکہ کے پاس لے آئیں۔ پریوں کی ملکہ نے شہزادے سے کہا۔ "میں تمھیں اس حالت میں اپنے باپ کے پاس نہیں جانے دوں گی۔ تمھارا حلیہ کسی اجنبی فقیر جیسا ہو جائے۔ تب میں خود تمھیں پہنچا دوں گی۔ وہاں پہنچنے پر اگر معلوم ہوا کہ تمھارے باپ نے لڑکی کی شادی تمھارے بڑے بھائی سے کر دی ہے اور اسے اپنی جگہ تخت شاہی پر بٹھا دیا ہے تو ہم شہر میں داخل ہی نہیں ہوں گے' باہر ہی باہر سے چلے آئیں گے اور اگر یہ سب ابھی نہیں ہو پایا تو میں اس لڑکی سے تمھاری شادی کر دوں گی۔"
تین مہینے تک پری نے چھوٹے شہزادے کو اپنے ہاں روکے رکھا۔ اس مدت میں شہزادے کے سر کے بال

بتے لمبے ہوگئے کہ اس کی پیشانی کو ڈھانپ لیا۔ اس کے ناخن بھی بہت بڑھ گئے۔ تب پری نے چھوٹے شہزادے کو پھر اپنے تخت پر بٹھایا اور دونوں اس کے وطن کی طرف اڑنے لگے۔

پری نے تخت کو شہر کے باہر چھوڑ دیا اور چھوٹے شہزادے کا ہاتھ پکڑ کے محل میں لے گئی۔

جب وہ محل میں آئے تو بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا اپنے وزیر سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ بہت اداس ہو کر کہہ رہا تھا۔ "کتنے ہی مہینوں سے میں فکر اور پریشانیوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہوں۔ پرندہ جب سے آیا ہے کبھی ایک بار بھی نہیں بولا۔ آج تک گھوڑا ایک بار بھی نہیں ہنہنایا اور لڑکی ہے کہ کچھ کھانے پینے تک کا نام نہیں لیتی۔"

یہ کہتے کہتے اچانک اس نے دیکھا کہ نوجوان بھکاری صحن میں کھڑا ہے۔ اس نے نوجوان کو پکارا۔

"اے! ادھر آؤ۔"

چھوٹے شہزادے نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ اس کے دونوں بھائی باپ کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ اس نے تخت کی طرف جیسے ہی پہلا قدم بڑھایا، بلبلِ خوش نوا اس طرح چہچہا اٹھی کہ سننے والوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے۔ شہزادے نے ایک قدم اور اٹھایا تو گھوڑا قارا قلدر غاچ اصطبل میں زور سے ہنہنانے لگا۔ شہزادے نے تیسرا قدم اٹھایا ہی تھا کہ لڑکی صندوق سے باہر آگئی اور اپنے ہاتھوں میں زریں ساز لے کر چالیس کنیزوں کے درمیان گانا بجانا اور ناچنا شروع کردیا۔

بادشاہ کھل اٹھا اور اس نے چھوٹے شہزادے سے کہا۔

"اے اجنبی فقیر! تم ہمارے لیے بڑی خوشی لے کر آئے ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے تشتری بھر اشرفیاں چھوٹے شہزادے کے اوپر اچھال دیں۔

تب شہزادے نے کہا۔

"میں کوئی اجنبی فقیر نہیں ہوں۔ آپ ذرا بلبلِ خوش نوا سے پوچھیے وہ ساری باتیں آپ کو بتا دے گی۔"

"ارے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ چڑیاں بولیں۔" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔ اتنے میں اچانک بلبلِ نوا انسانوں کی طرح بول پڑی اور اس نے بادشاہ کو سارا قصہ شروع سے آخر تک سنا دیا۔

یہ قصہ سارے شہر میں پھیل گیا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ شہر کو تباہی سے کس نے بچایا ہے شہر کے تمام باشندے چھوٹے شہزادے کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہو رہا ہے تو وہ اپنے دونوں بڑے بیٹوں کے ساتھ شہر سے بھاگ کھڑا ہوا۔

بڑی دھوم دھام کے ساتھ صندوق والی حسین شہزادی سے چھوٹے شہزادے کی شادی ہوئی۔ چالیس دنوں تک سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں اور شادی کی دعوتیں کھائی گئیں۔ جب یہ سب ہو چکا تو پری اپنے ملک واپس چلی گئی۔ جاتے وقت اس نے اپنے سر کا ایک بال توڑ کر چھوٹے شہزادے کو دیا اور کہا۔ "جب کبھی تمھیں مجھ سے ملنے کی خواہش ہو اس بال کو جلا دو۔ بس میں فوراً حاضر ہو جاؤں گی۔"

اس طرح عوام بادشاہ کے جبر و ظلم سے چھٹکارا پا گئے اور چھوٹے شہزادے کی آرزوئیں پوری ہوگئیں۔

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں :

۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔

۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھیے، جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے، اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

پیروں میں بدبو

س: عمر ۱۴ سال ہے۔ میں درجہ دہم کا طالب علم ہوں۔ ہمارے اسکول میں بند جوتے پہننا لازمی ہے۔ میں جب بھی جوتے اتارتا ہوں تو میرے دونوں پیروں سے ناقابل برداشت بو آتی ہے۔ ازراہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔
عامر اختر

ج: آپ کو اپنے اسکول کے قواعد و ضوابط کا احترام کرنا چاہیے۔ اچھے طلبہ ایسا ہی کرتے ہیں اور عظمت پاتے ہیں۔ شاید آپ کے پیروں سے نمی' ہلکا پسینا خارج ہوتا ہے جو موزوں میں جذب ہوتا رہتا ہے اور چوں کہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا' اس لیے اس میں حدت کی وجہ سے بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ آپ رات کو سوتے وقت دونوں پیروں کو نیم گرم پانی سے دھویا کریں۔ موزے پہنے سے پہلے کوئی پاؤڈر پیروں پر لگالیں اور ممکن ہو تو تازہ نیم کی ۱۰۔ ۱۲ پتیاں تلووں میں رکھ کر موزے پہنیں۔

ٹانگوں میں خارش

س: عمر ۱۵ سال ہے۔ میں تین منٹ تک کھڑا رہتا ہوں۔ تو میرے پاؤں اور ٹانگوں میں خارش ہونے لگتی ہے۔ ازرہ کرم علاج تجویز فرمائیں۔ بلال حسین

ج: غالباً یہ دوران خون کا مسئلہ ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جسم میں وٹامن سی کی کمی ہوگئی ہو یا وٹامن بی کی کمی ہو۔ آپ ۵۰۰ ملی گرام کی ایک وٹامن سی کی ٹکیا کھا کر اوپر سے تخم میتھی ۶ گرام کا جوشاندہ بنا کر چند دن پی لیں۔ غالباً یہ خارش دور ہوجائے گی۔

چہرے پر دانے

س: عمر ۱۷ سال ہے۔ پیدا ہوا تو میرا رنگ سفید اور گلابی تھا' لیکن اب میرے چہرے پر بے تحاشا دانے نکل آئے ہیں۔ بہت علاج کرایا' کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ برائے مہربانی کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ محمد ناظم خاں

ج: عمر بڑھنے پر بلوغت کا دور آتا ہے تو کسی میں کم' کسی میں زیادہ ہارمونز کا توازن بگڑتا ہے۔ ہارمونز کی تبدیلیاں چہرے پر دانے لاتی ہیں۔ اس کا علاج گل منڈی سے کرنا چاہیے۔ ۶ گرام گل منڈی رات کو آدھے گلاس پانی میں بھگو دیں۔ صبح چھان کر پی لیں۔ اس سے ہارمونز کا توازن درست رہے گا اور دانے جاتے رہیں گے۔ اپنی غذا میں سے گوشت کو کم کریں اور بڑے بھینس کے گوشت کا تو نام بھی نہ لیجیے گا' یہ گوشت انسان کے لیے سخت مضر ہے۔

گال پچکے ہوئے ہیں

س: عمر ۱۷ سال ہے۔ میرے گال پچکے ہوئے ہیں۔ ویسے میں کھاتی پیتی بہت ہوں۔ جسامت تو بڑھتی جارہی ہے، لیکن گالوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا، بھوک بھی بہت لگتی ہے۔ وقت پر کھانا کھانے کے بجائے پہلے کھالیتی ہوں، اور وقت پر بھی کھاتی ہوں جسامت بڑھتی جارہی ہے۔ ہاضمہ کبھی کبھی خراب رہتا ہے۔ مدیحہ گوہر

ج: میری عزیزہ! زیادہ کھانا کھانا یقیناً اچھی بات نہیں ہے۔ اناپ شناپ کھانے سے ہاضمے کا نظام کسی نہ کسی دن خراب ہو کر رہے گا۔ کم خوراکی سے صحت اچھی رہتی ہے۔ زیادہ کھانے والے ہمیشہ کند ذہن ہوا کرتے ہیں۔ میں نے تو قوم کو "ایک ناشتا۔ ایک کھانا" کا مشورہ دیا ہے۔ یہ ہر انسان کی صحت کا ضامن ہوگا اور ملک میں غذا کا جو قحط پڑا ہے اس کا علاج بھی ایک ناشتا۔ ایک کھانا ہے۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ جس قدر جسم بڑھے گا چہرہ اتنا ہی ست جائے گا۔ آپ کو گالوں کی ورزش کا اہتمام کرنا چاہیے، رات کو گرم پانی سے منہ دھو کر کوئی کریم لگا کر گالوں کی پانچ چھے منٹ تک مالش کریں۔

کھانا بار بار منہ میں آتا ہے

س: کھانے کے بعد کھانا بار بار منہ میں آتا ہے۔ کھانے کے علاوہ جو کچھ کھاؤں بار بار منہ میں آتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مجھے نزلہ ہے، لیکن اندر ہی رہتا ہے۔ اگر کبھی گھی والی چیزیں کھالوں تو نزلہ کبھی تھوک کی صورت میں اور کبھی بلغم کی صورت میں نکلتا ہے اور کبھی کبھی قبض بھی رہتا ہے۔ برائے مہربانی اس کا علاج تجویز فرمائیں۔ شمائلہ

ج: سب سے پہلا جو خیال مجھے آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ضرورت سے زیادہ کھا رہی ہیں۔ اتنا زیادہ کہ معدہ پوری غذا کو اپنی پکڑ میں نہیں لے سکتا۔ بار بار منہ میں پانی آنا اس کی علامت ہے کہ غذا ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ آپ دن کا کھانا ترک کردیں۔ بغیر دوا کے فائدہ ہوجائے گا۔ جب معدہ و جگر کم زور پڑتے ہیں تو نزلہ غالب آتا ہے۔ قبض بھی رہنے لگتا ہے۔

△

بچوں کے لیے

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں
نماز پڑھیے

السلام علیکم ۷/۵۰
حضرت یوسف علیہ السلام ۴/۵۰
حدیث کیا ہے ۴/:
حضرت عمر فاروق رض ۶/:
نقوشِ سیرتؐ اوّل ۵/:
نقوشِ سیرتؐ حصہ دوم ۵/:
نقوشِ سیرتؐ حصہ سوم ۵/:
نقوشِ سیرتؐ حصہ چہارم ۵/:
نقوشِ سیرت حصہ پنجم ۵/:
رسالہ دینیات اوّل ۳/:
" دوم ۴/:
" سوم ۵/:
" چہارم ۵/:
" پنجم ۶/:
" ششم ۶/:
" ہفتم ۶/:
" ہشتم ۶/:
حضرت آدم علیہ السلام ۴/:
حضرت یحییٰ علیہ السلام ۳/:
بزرگانِ دین ۴/:
امت کی مائیں ۴/۵۰
اچھی باتیں ۴/۵۰
خوب سیرتؐ اوّل ۶/:
خوب سیرتؐ دوم ۶/:
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
سلطان جی رح ۴/۵۰

سیرت پاک مختصر مختصر ۳/:
کمسن صحابی ۴/:
رحمان کا مہمان ۶/:
اسلام کے جاں نثار ۵/:
نور کے پھول ۹/:
سب سے بڑے انسان / رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیق رض ۴/:
حضرت عبداللہ بن عمر رض ۳/:
حضرت طلحہ رض ۳/:
حضرت ابو ذر غفاری رض ۳/:
حضرت سلمان فارسی رض ۳/۵۰
حضرت عبداللہ بن عباس رض ۳/:
حضرت محبوب الٰہی رح ۳/:
حضرت معین الدین چشتی رح ۳/:
حضرت فرید گنج شکر رح ۳/:
حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح ۳/:
نیک بیٹیاں ۳/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاء رح ۳/:
حضرت حمزہ رض ۳/:
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض ۳/:
حضرت ابوہریرہ رض ۴/:
اللہ کے صفی ۲/۵۰
اللہ کا گھر ۴/۵۰
اللہ کے خلیل ۳/۵۰
رسول پاکؐ کے اخلاق ۴/:
قرآن پاک کیا ہے؟ ۵/:
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۶/:
" دوم ۶/:
اسلام کے مشہور امیر البحر ۹/:
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل ۷/۵۰

" حصہ دوم ۶/:
اسلام کیسے شروع ہوا ۷/۵۰
رسول پاکؐ ۴/:
دس جنتی ۷/۵۰
سرکار کا دربار ۲/۵۰
چار یار ۷/۵۰
آں حضرتؐ (اردو) ۳/۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی) /۴۰
ہمارا دین حصہ اوّل ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ دوم ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ سوم ۸/۵۰
تحسین القرآن (زیر طبع)
منہاج القرآن ۴/۵۰
ائمہ اربعہ (زیر طبع)
ارکان اسلام ۴/:
عقائد اسلام ۴/۵۰
خلفائے اربعہ ۱۰/۵۰
نبیوں کے قصے ۷/۵۰
ہمارے رسولؐ ۶/:
سلطان بیبیاں ۶/:
ہمارے نبیؐ (اردو) ۴/:
ہمارے نبیؐ (ہندی) زیر طبع
سرکار دو عالم ۹/:
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد) ۲/:
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں) ۴/۵۰

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/:
بچوں کے نظیر اکبرآبادی ۶/:
بچوں کے ... انصاری ۶/:
بچوں کی آپا جان ۶/:

شہزادی گم صم

فضل حق قریشی دہلوی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین بھائی ایک چھوٹے سے گاؤں میں اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ سب بہت غریب تھے اور اکثر سارا سارا دن کچھ کھائے بغیر گزار دیتے تھے۔ ایک دن بڑے بیٹے نے ماں سے کہا:

"امی! میں سوچ رہا ہوں کہ میں کسی اور بستی کی طرف سفر کر جاؤں اور قسمت آزمائی کروں، کیوں کہ یہاں سوائے فاقہ کشی کے کچھ میسر نہیں آتا۔ شاید اللہ کی نظر عنایت ہو اور مجھے اچھا روزگار مل جائے۔"

ماں اس خیال سے بہت رنجیدہ ہوئی کہ اس کا بڑا بیٹا قسمت آزمائی کے لیے کہیں دور جا رہا ہے، لیکن کوئی چارہ نہیں تھا، اس لیے اس نے رضامندی ظاہر کر دی۔ دوسرے روز ماں نے
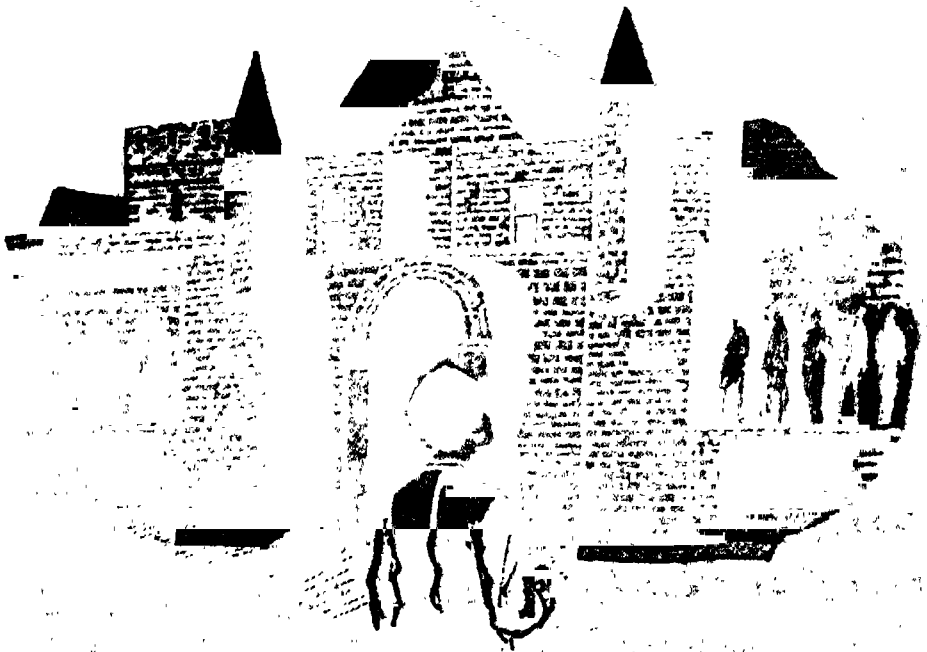
تھوڑا سا کھانا تیار کر کے کپڑے میں باندھ دیا اور دعائیں دے کر رخصت کر دیا۔

بڑا بیٹا کئی روز سفر کرتا رہا اور پھر ایک عالی شان محل کے قریب سے گزرا جس کی بیرونی دیوار پر چند خوب صورت جوانوں کے قد آور پتھر کے مجسمے کھڑے تھے۔ لڑکے نے قریب سے گزرنے والوں سے ان مجسموں کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ محل میں ایک بادشاہ رہتا ہے جس کی بیٹی گم صم ہے۔ بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص اس کی بیٹی کو بولنے کا موقع دے شہزادی کی شادی اس سے کرتے ہوئے دس ہزار اشرفیاں بھی دی جائیں گے، لیکن اگر آمادگی ظاہر کرنے والا شخص اپنی ذمے داری پوری کرنے میں ناکام رہا تو اسے میں اپنے فن سے پتھر کا بنا کر دیوار پر کھڑا کر دوں گا۔

بوڑھی عورت کے بڑے لڑکے نے ذمے داری لی کہ میں اس شہزادی گم صم کو بولنے کے لیے مجبور کر دوں گا۔ اس نے بہت سے لطیفے اس شہزادی کو سنائے، مگر وہ نہ ہنسی اور نہ بولی نہ کوئی اثر لیا۔ چنانچہ اس لڑکے کو بھی پتھر کا بت بنا کر دیوار پر کھڑا کر دیا گیا۔

غریب ماں اپنے بیٹے کی واپسی کا انتظار کرتی رہی اور بہت ہی پریشان رہی۔ تب دوسرے

لڑکے نے بھائی کی طرح ماں سے التجا کی کہ مجھے بھی جانے اور قسمت آزمائی کرنے کی اجازت دے دو۔ میں بڑے بھائی کو ڈھونڈ لاؤں گا۔

مجبوراً ماں نے اسے بھی اجازت دے دی کہ شاید اسے کوئی کاروبار مل جائے اور کچھ روپیہ کما لائے، مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا جو بڑے بھائی کا ہوا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے اسے بھی پتھر کا بُت بنا کر دیوار پر کھڑا کر دیا گیا۔

بوڑھی عورت اپنے دونوں بیٹوں کے انتظار میں رہی اور اسے قدرتی طور پر گمان ہو گیا کہ دونوں کا انجام ایک ہی طرح کا ہوا ہے۔ تب چھوٹے بیٹے سے نہ رہا گیا۔ اس نے بھی ہاتھ جوڑ کر ماں سے اجازت چاہی کہ مجھے جانے دو۔ شاید میری قسمت اچھی ہو۔ میں اپنے بھائیوں کو ڈھونڈ لاؤں اور کچھ رقم بھی لے آؤں جس سے گزر بسر کا سامان خریدا جا سکے۔ میرے لیے گھر میں بیٹھنا ممکن نہیں ہے۔

اب بھی بوڑھی ماں کے پاس اجازت دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اجازت دینے کے ساتھ ہی اس نے بیٹے سے کہا کہ قریب کی عبادت گاہ میں جا کر منت مان کہ اللہ تعالیٰ تیری مدد کریں اور تیری امید بر آجائے۔ چھوٹے بیٹے نے اس ہدایت پر پوری طرح عمل کیا اور اللہ کا نام لے کر چل پڑا۔

چھوٹا بیٹا جب محل کے قریب سے گزرا اور اس نے لوگوں سے دیوار پر لگے ہوئے انسانی مجسموں کا راز معلوم کیا تو غور سے دیکھنے پر آخر کے دو مجسموں کو اپنے بھائیوں کے روپ میں پہچان لیا۔ تمام حال سن کر اس نے اس بدشگونی کو توڑنے کا تہیہ کر لیا۔ بادشاہ کے سامنے قسمت آزمائی کا وعدہ کر کے وہ اس جگہ پہنچا جہاں شہزادی گم صم کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ وہ بہت ہی سنجیدہ تھا۔ وہ ایک دوسری کرسی گھسیٹ کر قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس نے کوئی لطیفہ یا مزاحیہ شعر نہیں سنایا۔ اصل راز یہ تھا کہ اس نے اپنے کوٹ کی تہوں میں ایک نیولا چھپا رکھا تھا۔ کوٹ کا دامن ہٹا کر اس نے نیولے کو آزاد کر دیا۔ وہ اچھل کر شہزادی گم صم کی گود میں جا پڑا۔ وہ ایک دم چیخ اٹھی اور چلا کر کہا:

"بچاؤ بچاؤ۔ اللہ کے لیے مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے کاٹ لے گا۔ میں مر جاؤں گی۔"

محل میں بیٹھے ہوئے سب لوگ دوڑ کر اس جگہ پہنچے جہاں شہزادی گم صم کرسی پر بیٹھی

تھی۔ سب خوشی سے جھوم رہے تھے کہ آخر شہزادی نے بولنا شروع کر دیا۔ اب وہ گم صم نہیں رہی تھی۔ بادشاہ بھی تختِ شاہی سے اتر کر اس مقام پر آگیا۔ اس نے لڑکے کو گلے سے لگا لیا۔ اپنے شاہی لباس کا پلّا اس کے سر پر ڈالا اور فرمان جاری کر دیا:

"یہ ہمارا داماد بن گیا ہے، ہماری بیٹی کا شوہر۔ اسے شاہی قلعے کے ایک بڑے حصّے میں آباد کیا جائے۔ یہ اپنے ماں باپ کو لانا چاہے تو لے آئے۔ انھیں بھی ہمارے اس شاہی محل میں جگہ دی جائے گی۔"

پھر بادشاہ نے قاضی کو بلا کر شہزادی گم صم سے اس لڑکے کا باقاعدہ نکاح کرا دیا۔ اب نوجوان کو شہزادہ کہا جانے لگا۔ وہ اسی روز شام کو اپنی دلھن کو ساتھ لے کر شاہی گاڑی میں اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اسے خوشی خبری سنائی۔ بوڑھی ماں نہالو نہال ہو گئی۔ اس نے اپنی بہو کو گود میں اٹھا لیا۔ ماتھے پر پیار کیا۔ نقد دینے کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔

اللہ کو بھی یہی منظور تھا۔ فوراً آسمان پر بادل چھا گئے۔ بارش ہونے لگی۔ بارش کا پانی شاہی محل کی دیوار پر پڑا تو پانچوں پتھروں کے بت اپنے انسانی روپ میں آگئے۔ بادشاہ نے ان سب پر نوازش لطف و کرم کی اور خزانے سے منگا کر اشرفیوں کے انبار لگا دیے۔

میکو خرگوش

میکو خرگوش نے اپنے سر پر لمبی سی ٹوپی جمائی' لمبے لمبے کانوں کو ٹوپی میں چھپایا' بڑی بڑی نقلی مونچھوں کو تاؤ دیا اور آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر مطمئن ہو کر سر ہلا دیا:

"واہ وا! اب مجھے کون پہچان سکتا ہے!"

پھر اس نے گھر سے باہر آ کر اپنی سائیکل اٹھائی اور آہستہ آہستہ پیڈل مارتا ہوا سائیکل مستری بھالو چاچا کی دکان کی طرف چل پڑا۔

اصل میں چاچا بھالو کو اپنی دکان میں کام کرنے کے لیے ایک مدد گار لڑکے کی ضرورت تھی۔ اس جگہ جو لڑکا کام کرتا تھا وہ چلا گیا تھا اور بھالو چاچا کو کام کرنے میں پریشانی ہو رہی تھی۔ میکو خرگوش سائیکل کی مرمت کرنے کا کام بہت اچھا جانتا تھا' اس لیے اس نے سوچا کہ کیوں نہ میں بھالو چاچا کا مدد گار بن جاؤں۔ لہٰذا ایک دن اس نے اپنے دوست ٹولو خرگوش سے مشورہ

کیا۔ ٹوٹو نے میکو کو بتایا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا وہ سمجھ رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ بھالو چاچا کو خرگوش پسند نہیں ہیں۔ چاچا کا کہنا ہے کہ خرگوش کبھی اچھا مستری ہو ہی نہیں سکتا' اس لیے وہ کسی خرگوش کو اپنی دکان پر نہیں رکھے گا۔

بہت سوچنے کے بعد میکو خرگوش نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا حلیہ بدل کر چاچا بھالو کی دکان پر کام کرنے جائے گا۔ اسے اس کی پکی امید تھی کہ اس کا کام بھالو چاچا کو ضرور پسند آئے گا۔

میکو خرگوش جب بھالو چاچا کی دکان پر پہنچا تو بھالو چاچا ایک سائیکل کی مرمت کر رہا تھا اور پسینے میں شرابور تھا۔ میکو نے بھالو چاچا کو سلام کیا' اپنا تعارف کرایا اور آنے کی وجہ بیان کی۔

بھالو چاچا نے اس سے پوچھا: "مگر تم ہو کون؟ خرگوش سے کافی ملتے ہو!"

"بھالو چاچا' میں خرگوش ہوں یا ہاتھی ان باتوں کو چھوڑیے۔ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ میں ایک اچھا مستری ہوں۔ منٹوں میں سائیکل ٹھیک کر دیتا ہوں اور آپ کو ایک اچھے مددگار مستری کی ضرورت ہے!" میکو نے رعب جھاڑا۔

بھالو چاچا نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں تین دن تمہارا کام دیکھوں گا اور تمہارے کام سے مطمئن ہو گیا تو تمہاری ملازمت پکی ورنہ ..."

"ارے نہیں چاچا' ورنہ کی ضرورت پیش ہی نہیں آئے گی۔" میکو نے اعتماد سے کہا۔
اس کے بعد میکو خرگوش بڑی محنت سے وہاں کام کرنے لگا۔ اس نے کام تو پہلے ہی سیکھ رکھا تھا۔ اس کی دل چسپی اور محنت سے بھالو چاچا بہت متاثر ہوئے۔
اسی طرح کام کرتے ہوئے تین چار دن گزر گئے۔ اچانک ایک دن کیا ہوا کہ میکو ایک سائیکل کی چین بدل رہا تھا اسی وقت ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور میکو کے سر سے ٹوپی اڑ گئی۔ ٹوپی اڑتے ہی اس کے دونوں لمبے لمبے کان باہر نکل آئے۔ خرگوش کی پہچان اس کے لمبے کان ہی تو ہیں۔
"ارے باپ رے! یہ کیا؟" بھالو چاچا زور سے چلایا۔
لیکن اس سے پہلے کہ بھالو چاچا کچھ اور کہتا یا میکو خرگوش کو پکڑتا میکو نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔ کچھ دور تک میکو کو بھالو چاچا کی آواز سنائی دیتی رہی تھی' مگر اس کے بعد شاید بھالو چاچا تھک گیا تھا۔ میکو سیدھا اپنے گھر پہنچا اور اندر سے کنڈی لگالی۔
کئی روز تک میکو خرگوش گھر میں چھپا رہا اور ڈر کے مارے گھر سے باہر نہ نکلا۔ کچھ اسے اپنے کیے پر شرمندگی تھی اور کچھ بھالو چاچا کا ڈر۔ حال آنکہ اس کا دل بار بار اس سے کہتا تھا کہ اس نے کوئی غلط کام تو کیا نہیں ہے' صرف بھیس ہی تو بدلا ہے' مگر جب اسے یہ خیال آتا کہ اس نے بھالو چاچا سے جھوٹ بولا ہے تو وہ بہت شرمندہ ہوتا اور اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی کہ گھر سے باہر جائے۔

"میکو! اے میکو! بیٹا میکو!" یہ آواز بھالو چاچا کی تھی جسے سن کر میکو کے اوسان خطا ہو گئے' مگر اس نے غور کیا کہ بھالو چاچا اسے بڑی محبت سے "بیٹا" کہہ کر پکار رہے ہیں۔
"اس محبت بھری پکار کے جواب میں ضرور دروازہ کھولنا چاہیے۔" بس یہی سوچ کر اس نے بے دھڑک دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر بھالو چاچا ہی تھے۔ وہ بڑے پیار سے بولے:
"میکو! کئی دن سے دکان نہیں آئے! کیا بات ہے؟" طبیعت تو ٹھیک ہے؟ بڑی مشکل سے پوچھتے پوچھتے یہاں تک پہنچا ہوں۔"
بھالو چاچا کے نرم لہجے نے میکو کو حوصلہ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ

اتنا خوش تھا کہ جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

"اپنی دکان پر نہیں چلو گے؟" بھالو چاچا نے لہجے میں مٹھاس گھولتے ہوئے پوچھا۔ پھر میکو نے جلدی سے کہا:

"کیوں نہیں چلوں گا چاچا، ضرور چلوں گا۔ ذرا کپڑے بدل لوں۔ آپ آرام سے بیٹھیے۔"

"کپڑے بدل لو، مگر اب نہ وہ نقلی مونچھیں لگانا اور نہ لمبی ٹوپی اوڑھنا۔ اس کی کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔" بھالو چاچا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دیجیے چاچا، غلطی ہو گئی تھی مجھ سے۔" میکو نے عاجزی سے کہا۔

"ہاں! تم بھی مجھے معاف کر دو پیارے میکو۔ میں آئندہ کسی خرگوش کو برا نہیں سمجھوں گا۔ کسی کو جانے اور سمجھے بغیر اس کے بارے میں رائے قائم کرنا اچھی بات نہیں ہے۔" بھالو چاچا نے کہا اور دونوں مسکرا دیے۔

جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں وہ اپنا ہی نہیں اپنی قوم کا نام بھی اونچا کرتے ہیں۔

نئی صبح کی دُعا

تطہیر زہرا

پچھلے سال ہی کی بات ہے۔ میں انٹر کا امتحان دے کر بالکل فارغ تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ ۲۸ اگست ۱۹۹۳ء کی دوپہر تھی اور گرمی اپنے عروج پر تھی۔ گھر میں میرے علاوہ میرے دو چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی بہن تھی۔ امّی اور بھابھی بازار گئی ہوئی تھیں۔ میں باورچی خانے میں کھانا پکا چکی تھی۔ بس چاول پک رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں عام طور سے دروازے پر نہیں جاتی' لیکن اس وقت میں اس خیال سے چلی گئی کہ شاید امّی اور بھابھی واپس آگئی ہوں۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک بچہ کھڑا نظر آیا جس کی عمر مشکل سے گیارہ بارہ سال ہوگی۔ اس کے جسم پر میلے کچیلے کپڑے تھے۔ سخت گرمی کے باوجود وہ موٹا سا پھٹا ہوا کوٹ بھی پہنے تھا اور پیروں میں پھٹے پرانے جوتے' چہرہ اور بال مٹی سے اَٹے ہوئے' مگر آنکھوں میں بے بسی اور تھکن' اس کے کندھے پر ایک بڑا سا تھیلا بھی تھا۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتی یا دروازہ بند کردیتی اس نے پوچھا :

"باجی ! کیا روٹی پک گئی ؟"

اس کے اس اچانک سوال پر میں نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا : "نہیں۔"

شاید یہ میں نے اس لیے بھی کہہ دیا کہ روٹی تو میں نے پکائی نہیں تھی۔ اس نے میرا یہ جواب سنا اور پلٹ کر واپس چل دیا۔ میں واپس باورچی خانے میں آگئی۔ چاول پک چکے تھے۔ میں کمرے میں آئی' تاکہ سب کو کھانے پر بلاؤں' لیکن مجھ میں ہمت ہی نہ رہی۔ میری نظروں کے سامنے وہی بچہ تھا جس کا چہرہ کسی ایسے پھول کی طرح تھا جو پوری طرح کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا ہو۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے اپنے بھائی ذیشان کو آواز دی اور اس سے کہا کہ ابھی ابھی جو بچہ یہاں سے گیا ہے وہ یہیں گلی میں ہوگا اسے بلا لاؤ۔ ذیشان کے جانے کے بعد میں نے جلدی سے ایک پلیٹ میں چاول اور ایک میں سالن نکالا اور گلاس میں پانی بھرا۔

کچھ دیر بعد وہ بچہ ذیشان کے ساتھ واپس آیا تو میں نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے ایک نظر مجھے دیکھا اور کھانا کھانے لگا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے پانی پیا اور پھر مجھ سے بولا : "باجی ! آپ کھانا بہت اچھا پکاتی ہو۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ہم سب بہن بھائیوں نے کھانا کھایا' لیکن اس بچے کا خیال میرے ذہن سے نہ نکل سکا۔ آج بھی جب کہیں راستے میں اس جیسے کسی بچے کو دیکھتی ہوں تو بے اختیار مجھے وہ بچہ یاد آجاتا ہے اور اس کے جملے میرے ذہن میں گونجنے لگتے ہیں :

"باجی !کیا روٹی پک گئی؟"

"باجی ! آپ کھانا بہت اچھا پکاتی ہو۔"

پھر کئی سوال میرے ذہن میں سر اٹھاتے ہیں اور جب جواب نہیں ملتا تو میں اک نئی صبح کے آغاز کی دعا کرتی ہوں۔

قاضی کی اہلیت

ابی بن کعب نے زید بن ثابت کی عدالت میں حضرت عمرؓ پر مقدمہ دائر کیا۔ عدالت کی طرف سے طلبی ہوئی۔ جب حضرت عمرؓ عدالت میں حاضر ہوئے تو زید بن ثابت تعظیماً کھڑے ہو گئے۔

حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ " زید! یہ تمھارا پہلا ظلم ہے۔ جب تک عمرؓ اور ایک آدمی تمھاری نظر میں برابر نہ ہوں' تم قاضی کے عہدے کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔"

خلیفہ کا فرزند

خلیفہ ولید نے اپنے بیٹے عباس کو ایک غیر مسلم کی زمین جاگیر میں دے دی تھی۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ اس غیر مسلم نے آپ کے یہاں دعویٰ کر دیا۔ انھوں نے عباس کو طلب کیا اور کہا۔ "اس مقدمے میں تمھارا کیا عذر ہے۔"

عباس نے کہا۔ "میرے پاس خلیفہ کا لکھا ہوا حکم موجود ہے۔"

اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا۔ "غیر مسلم کی زمین ابھی واپس کی جائے۔ ولید کی سند اللہ کی کتاب کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

س: لوگ کہتے ہیں کہ چیونٹیوں کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

شازیہ صابر

ج: چھوٹے موٹے کیڑوں مکوڑوں کے آنکھیں ہوتی ہیں لیکن اتنی مختصر کہ نہ ہونے کے برابر۔ وہ ہماری طرح اُن سے دُور تک نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ اُنھیں قدرت نے دوسرے کچھ ایسے حواس عطا کیے ہیں جن سے بینائی کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ مثلاً سونگھنے کی قوت جس سے یہ کیڑے اپنی غذا تلاش کر لیتے ہیں اور آسانی سے اُس تک پہنچ جاتے ہیں۔

س: خلائی جہاز چاند کی سطح کے پاس پہنچ کر اُلٹا کیوں ہو جاتا ہے؟

فاطمہ افشاں

ج: چاند کی سطح پر اُترنے کے لیے خلائی جہاز کا رُخ سیدھا ہوتا ہے لیکن اس کے پیر پیچھے ہوتے ہیں۔ اگر وہ چاند کی سطح کے متوازی ہے تو ظاہر ہے کہ اپنا رُخ بدل کر اُسے عمودی ہونا پڑے گا تاکہ وہ اپنے پیروں کے بل چاند کی سطح پر کھڑا ہو جائے اور خلاباز دروازہ کھول کر باہر نکل سکیں۔

س: اکثر لوگ نیند میں سوتے وقت باتیں کیوں کرتے ہیں؟

خادم حسین

ج: اکثر لوگ تو نہیں البتہ بعض لوگ نیند میں بڑبڑاتے ہیں، کیوں کہ اُن کا دماغ سونے میں بھی کام کرتا رہتا ہے اور پوری طرح آرام نہیں کرتا۔ بعض نہایت مصروف لوگ دن بھر جو کچھ کرتے ہیں اور جن تفکرات میں کھوئے رہتے ہیں، وہی خیالات، رات کو

سوتے ہوئے بھی اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور وہ کبھی غصّے میں، کبھی مایوسی میں اور کبھی خوشی میں چیختے اور بڑبڑاتے ہیں۔

س: گلاس کو بغیر ہلے جُلے پانی میں اُلٹا ڈبوئیں اور اچانک چھوڑ دیں تو وہ اُوپر کیوں اُبھرتا ہے۔ اس میں پانی کیوں نہیں بھرتا؟ فرح بانو،

ج: پانی میں اُچھالنے کی قوّت ہوتی ہے۔ جب آپ بلندی سے پانی میں کُودتے ہیں تو خود بخود اُبھر آتے ہیں۔ جب آپ اُلٹے گلاس کو پانی میں ڈبوتے ہیں تو پہلے سے اُس میں ہوا موجود ہوتی ہے۔ پانی اُسے اُچھال کر اُوپر لاتا ہے اور اس میں موجود ہوا پانی کو اندر داخل نہیں ہونے دیتی بلکہ دھکّا دے کر باہر رکھتی ہے۔

س: آواز کی گونج کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ شاہانہ تحسین،

ج: آواز لہروں کی شکل میں سفر کرتی ہے۔ جب آپ کسی عمارت میں، گنبد میں یا کسی چٹان کے سامنے کھڑے ہو کر زور سے چیختے ہیں تو آواز کی لہریں اُس رکاوٹ سے ٹکرا کر واپس ہوتی ہیں اور آپ تقریباً وہی الفاظ سُنتے ہیں جو آپ نے چیخ کر بولے تھے۔ اسے آواز کی بازگشت یا گونج کہتے ہیں۔

س: جب ہم نہا لیتے ہیں تو اس کے بعد ہمیں نیند کیوں آتی ہے؟

فرحان الرحمٰن خان،

ج: لوگ تو صبح کو سو کر اُٹھنے کے بعد نہاتے ہیں تاکہ جسم تر و تازہ ہو جائے اور سُستی ختم ہو جائے۔ ضروری نہیں کہ نہانے کے بعد پھر نیند آئے۔ نیند کی کیفیت دور کرنے کے لیے ہی تو نہایا جاتا ہے۔ البتہ نہانے سے جسم کو سکون ملتا ہے، اس لیے اگر اس سکون کی وجہ سے کسی کو نیند آجائے تو دوسری بات ہے۔

س: اگر ہم کششِ ثقل کے باعث زمین پر رہتے ہیں تو پھر ہوائی جہاز پر اس کشش کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟ ندیم محمد خاں دیہی،

ج: اُڑتے ہوئے ہوائی جہاز پر کششِ ثقل کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ زمین اُسے نیچے گرانے کی کوشش کرتی رہتی ہے لیکن اُس میں لگے ہوئے انجن اُسے اتنی قوّت سے آگے بڑھاتے رہتے ہیں کہ کششِ ثقل مات کھا جاتی ہے اور ہوائی جہاز بدستور

اُڑتا رہتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس کے انجن کام کرنا بند کر دیں یا کسی اور وجہ سے وہ آگے بڑھنے اور اُڑنے کے قابل نہ رہے تو کشش ثقل اُس پر حاوی ہو جاتی ہے اور وہ نیچے گر جاتا ہے۔ اسی کو ہوائی حادثہ کہتے ہیں۔

س: بجلی کا بلب ٹوٹنے پر آواز کیوں پیدا ہوتی ہے؟

حسن مہدی

ج: بجلی کے بلب کے اندر خلا ہوتا ہے یعنی اس میں ہوا موجود نہیں ہوتی۔ جب وہ گر کر ٹوٹتا ہے تو چاروں طرف کی ہوا زور سے اُس میں داخل ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ اس لیے آواز پیدا ہوتی ہے۔

س: خلا میں جو راکٹ بھیجے جاتے ہیں اُن کو زمین کی کشش سے نکلنے کے لیے کتنی قوّت درکار ہوتی ہے؟

محمد اکبر

ج: ایک راکٹ کو کشش ثقل پر حاوی ہونے اور زمین کے دائرۂ کشش سے باہر نکل جانے کے لیے کتنی قوّت درکار ہو گی، اس بات کا انحصار اُس راکٹ کے بڑے یا چھوٹے بھاری یا ہلکا ہونے پر ہو گا۔ البتہ حساب کتاب اور تجربے سے یہ پتا چلا ہے کہ ایک راکٹ زمین کی کشش سے اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتا جب تک وہ سات میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین سے روانہ نہ ہو۔ اس رفتار سے روانہ ہو کر اُس میں اتنا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ زمین پر واپس نہیں گرتا بلکہ اس کی کشش سے نکل کر خلا میں چلا جاتا ہے۔

س: ٹیلیکس کس طرح کام کرتا ہے؟

ثاقب ادریس

ج: ٹیلیکس دراصل ٹائپ رائٹر جیسی ایک مشین ہوتی ہے جسے ٹیلے پرنٹر کہتے ہیں۔ وہ تاروں کے ذریعے سے دوسرے شہروں اور ملکوں کے ساتھ ملا ہوتا ہے جن میں برقی لہر جاری رہتی ہے۔ جب آپ کسی دوسرے شہر کو کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں تو اس کے نمبر پر اپنا پیغام ٹائپ کرتے ہیں، جیسے جیسے آپ ٹائپ کرتے جاتے ہیں دوسرے شہر میں آپ کے مطلوبہ دفتر میں لگی ہوئی ایسی ہی مشین خود بخود حرکت میں آجاتی ہے اور وہی پیغام ٹائپ کر دیتی ہے۔ اس طرح آپ کا پیغام آن کی آن میں دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے، بالکل اُسی طرح جیسے ٹیلے گرام جاتا ہے۔

آخری ٹکڑا
ہم شکل، ہم راز
شکیل صدیقی

"یہ تو آپ بڑی عجیب باتیں بتا رہے ہیں۔ یہاں آپ کا دشمن کون ہو گیا؟" حمیدے نے اپنائیت سے کہا۔

"میں نے اس کا پتا چلا لیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ ـــــ" میں نے اسے قریب بلایا اور سرگوشی میں اپنا منصوبہ سمجھانے لگا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ شکور اور پھر جوزف مسیح کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اور انھیں کس وقت میرے سامنے پیش کرنا ہے۔

حمیدے نے سر ہلایا: "میں سمجھ گیا جناب! آپ بے فکر رہیے۔"

میں بے فکر ہو کر وہاں سے آنے لگا، پھر مجھے خیال آیا تو میں نے کہا: "تم جا کر وہ کار لے آنا، کسی ٹرک میں ڈلوا کر۔"

"آپ بے فکر رہیے صاحب۔"

میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ شام کی چائے میں نے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مطالعہ گاہ میں پی۔ پھر راحیلہ کے ساتھ کیرم کھیلنے بیٹھ گیا۔ میں تو کلبوں میں کھیل چکا تھا۔ اس لیے میری انگلیاں سیٹ تھیں، لیکن راحیلہ بھی کچھ کم نہیں تھی۔ چوتھے بورڈ میں اس نے مجھ پر گیم کر دیا۔ بہن کی جیت کا سب سے زیادہ مزہ فوزیہ نے لیا اور میرا منہ چڑا کر تالیاں بجائیں۔ ویسے وہ کھیل کے دوران مسلسل بولتی رہی تھی، اس لیے ہاتھ بہکتا رہا۔

رات کے کھانے کے بعد میں اوپر گیا اور میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر زور سے بند کیا جیسے میں وہاں پہنچ گیا ہوں، لیکن پھر تھوڑی دیر بعد میں دروازہ کھول کر نکل آیا اور امی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ ابھی جاگ رہی تھیں۔ میں نے انھیں ساری باتیں بتا دیں۔ وہ مجھے گلے لگا کر سسکیاں لینے لگیں:

"اگر تجھے کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی؟" انھوں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"آپ میری سگی امی نہیں ہیں تو پھر مجھ سے اتنی محبت کیوں کرتی ہیں؟" میں نے کہا۔

"سگی سوتیلی کیا ہوتا ہے۔ میں تو بس ماں ہوں، اس لیے تجھ سے محبت کرتی ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ کا دل بہت بڑا ہے۔ آپ مجھے امی جیسی لگتی ہیں۔"

"پھر تو مجھ سے وعدہ کر کہ تجھے یہاں رہنا پڑے گا۔"

"مجھ سے کچھ محبت کرنے والے بمبئی میں بھی ہیں۔ میں انھیں کیسے چھوڑ دوں؟"

"انھیں یہیں بلا لیں گے میرے بچے! میں نے سوچا ہے کہ سب لوگ ساتھ رہیں گے۔"
پھر انھوں نے ایک حیرت انگیز اور دل چسپ کہانی سنائی:
"ایک ماں تھی جس کے دو بیٹے تھے۔ بالکل ایک جیسے۔ ان کی شکلوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ پھر ان میں سے ایک بچھڑ گیا۔ اب قسمت نے اسے اپنی ماں سے ملا دیا تھا۔ پرویز! تم جانتے ہو کہ ان دونوں بچوں کا کیا نام ہے؟"
"نہیں، نہیں تو۔" میں نے نیند بھری آواز میں کہا۔
"ٹھیک ہے۔ میں کل بتاؤں گی۔" انھوں نے کہا۔ پھر سرہانے لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک ملازم آیا تو انھوں نے اسے ہدایت دی کہ وہ چچا جان کو بلا کر لائے۔ تھوڑی دیر بعد چچا آگئے تو انھوں نے ان سے کہا کہ کل گھر کے تمام افراد ڈرائنگ روم میں جمع ہوں۔ میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" وہ "بہتر ہے" کہہ کر سر ہلاتے ہوئے چلے گئے۔
اس رات مجھے عجیب عجیب خواب آتے رہے۔
صبح ناشتے کے وقت سب لوگ موجود تھے، مگر ماموں گلزار کی صورت دکھائی نہیں دی۔ وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ چچی بجھی بجھی سی نظر آرہی تھیں۔ امی میرے سہارے سے نیچے آگئیں۔ ناشتے کے بعد سب لوگ ڈرائنگ روم میں جمع ہوگئے تو امی پُر وقار انداز میں ایک شان دار صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آنکھیں نہ ہونے کے باوجود وہ سب کچھ دیکھ رہی ہوں۔ گلزار ماموں تھوڑی دیر بعد آگئے۔ وہ کچھ گھبرائے ہوئے سے تھے۔
امی نے پُر سکون لہجے میں کہا: "میں نے کل رات اپنے بچے کو ایک کہانی سنائی تھی، دو ہم شکل بچوں کی کہانی۔ اسے نیند آرہی تھی، اس لیے وہ کہانی ادھوری رہ گئی۔"
"آپا! آپ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ دس سال بعد آپ نے پھر وہی کہانی چھیڑ دی۔" ماموں گلزار نے منہ بنا کر کہا۔
"ہاں، آپ شاید بھول گئیں کہ یہ طے پایا تھا کہ یہ کہانی سلطان کے سامنے نہیں سنائی جائے گی ورنہ اس کا دل دکھے گا، یہ رنجیدہ ہو جائے گا۔" ممانی نے کہا۔
"مجھے وہ سب یاد ہے اور میں سلطان کے سامنے کہاں کچھ کہہ رہی ہوں۔"
"پھر؟ یہ کون ہیں؟" فوزیہ، راحیلہ اور احمد نے یک زبان ہو کر کہا۔

"یہ سلطان نہیں پرویز ہے۔ سلطان کا چھوٹا بھائی۔ میرا بیٹا' جو آج سے دس سال پہلے مجھ سے بچھڑ گیا تھا اور میں انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ یہ بات تم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ اس کی جدائی کے غم میں آنسو بہا بہا کر میری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ میرے جگر کا دوسرا ٹکڑا سلطان میرے قریب نہ ہوتا تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میری کیا حالت ہوتی۔ میں پاگل ہو جاتی یا پھر مر ہی جاتی۔"

"مریں آپ کے دشمن۔ یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟" ماموں نے کہا۔

"امی!" میں نے چیخ مار کہا اور ان سے لپٹ گیا۔ انھوں نے مجھے آغوش میں لے لیا۔ میرا جسم کانپ رہا تھا اور آنکھوں سے مسلسل آنسو بہ رہے تھے۔

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو بالکل سلطان بھائی لگ رہے ہیں۔" فوزیہ نے کہا۔

ممانی نے کہا: "اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ یہ تو فلموں اور ڈراموں والی بات لگتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیں کوئی فلمی کہانی سنا رہی ہیں۔"

"حال آں کہ یہ حقیقت ہے اور کہانی بالکل سچی ہے۔"

دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ سب نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی رہ گئے' کیوں کہ وہاں سے سلطان احمد داخل ہو رہے تھے' میرے بھائی۔

میں دوڑ کر ان سے لپٹ گیا: "بھائی جان!" میں نے روتے اور پھر ہنستے ہوئے کہا۔

"بھائی جان! کیا مطلب؟" سلطان نے حیرت سے کہا: "میں تمھارا بھائی کیسے ہو گیا؟"

امی نے کہا: "یہ تمھارا بچھڑا ہوا بھائی ہے پرویز احمد' جو آج دس سال پہلے جدا ہو گیا تھا سلطان! یہ بات تم سے تمام بزرگوں نے چھپائی تھی تاکہ اس کے غم میں آنسو بہا بہا کر میری طرح تم بھی دیوانے نہ ہو جاؤ اور تمھارا دماغ نہ خراب ہو جائے۔"

"میرا بھائی پرویز۔" بھائی جان نے مجھے ایک بار پھر لپٹا لیا۔ اب ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہ رہے تھے۔ میں اتفاق سے اس وقت ان جیسے ہی کپڑے پہنے تھا۔ سیاہ پتلون اور سفید قمیص' اس لیے ہم دونوں ایک دوسرے کا عکس لگ رہے تھے۔ ایسا عکس جو آئینے کے سامنے کھڑے ہونے پر نظر آتا ہے۔

"مگر بھائی جان! آپ کہاں چلے گئے تھے اور آپ کی جگہ یہ کیسے آ گئے؟" فوزیہ نے پوچھا۔

وہ اب بھی الجھن کا شکار تھی کہ ہم میں سے اصل سلطان احمد کون ہے!

"یہاں جب حالات خراب ہوگئے اور کوئی میری زندگی کے پیچھے پڑ گیا تو میں بمبئی چلا گیا۔ اس میں بھی قدرت کی طرف سے اچھائی تھی۔ مجھے اتفاق سے پرویز مل گیا۔ میں اس کی جگہ چلا گیا اور اسے میں نے یہاں بھیج دیا' تاکہ یہ حالات سے نمٹ سکے۔"

"تمہاری زندگی کے پیچھے کون پڑ گیا خدانخواستہ۔" ممانی نے چونک کر کہا۔

"مجھ پر چار بار قاتلانہ حملے ہوئے ہیں۔ دو بار تو میں نے کوئی توجہ نہیں کی' مگر پھر میں چونک گیا۔ چوتھی بار ایک ایسا شخص میرے کمرے میں خنجر لے کر گھس آیا جو بہت تھوڑے عرصے پہلے ملازم ہوا تھا۔ میں گھبراہٹ میں اسے پہچان نہ سکا' اس لیے حویلی سے بھاگ کر بمبئی چلا گیا۔" سلطان بھائی نے کہا۔

"وہ کون تھا؟" چچی نے پوچھا۔

"جوزف مسیح اور اسے ماموں نے ایک مہینے پہلے ملازمت دی تھی۔ حال آں کہ وہ ہمارے بُرا چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے ملازم نہیں رکھا۔ وہ ــــ وہ ایسے ہی یہاں آگیا ہوگا۔" ماموں نے غصے سے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے۔ "سلطان میاں! مجھ پر ایسا الزام لگاتے ہوئے تم کو شرم آنی چاہیے۔"

"کاش کہ میں جوزف کو یہاں کسی طریقے سے لاسکتا۔" بھائی جان نے کہا۔

"جوزف یہیں ہے اور میں اسے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔" میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا۔ پھر میں اس دروازے کی طرف گیا جو لان میں کھلتا تھا۔ میں نے اس دروازے کو کھول کر آواز دی:

"جوزف! پیارے جوزف! اندر آجاؤ۔ اور زیادہ نہ تڑپاؤ۔"

چند لمحوں بعد جوزف مسیح اپنی لکڑی کی ٹانگ سے آواز پیدا کرتا ہوا اندر آگیا۔ اس کے پیچھے ڈرائیور حمیدے تھا۔ میری ہدایت کے مطابق اس نے نہ صرف یہ کہ جوزف کو تلاش کیا تھا بلکہ اس کی اچھی طرح سے ٹھکائی بھی کی تھی اور یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اس نے اقرار جرم نہ کیا تو اسے پولیس کے حوالے کردیا جائے گا۔

"دو ہفتے پہلے تم میرے سونے کے کمرے میں قاتلانہ حملے کے ارادے سے داخل ہوئے تھے۔ یہ صحیح ہے نا؟" بھائی جان نے سخت لہجے میں کہا۔

جوزف یہ سن کر رونے لگا۔

"تمھارے آنسو اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔" بھائی جان نے کہا: "مگر ہم تمھاری زبان سے اقرار چاہتے ہیں۔"

"مجھے معاف کر دیجیے بی بی جی!" وہ آگے آ کر امّی کے قدموں میں بیٹھ گیا اور رونے لگا۔

"کیا سلطان صحیح کہہ رہا ہے؟" امّی نے پوچھا۔

"میرا سینہ ڈیوڈ کی حالت دیکھ کر پھٹ رہا تھا اور میں انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس موقعے پر چوہدری صاحب نے کہا کہ اگر میں چھوٹے سرکار کو ختم کر دوں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ حویلی اور تمام دولت ہم لوگوں کے قبضے میں ہوگی۔"

"سن رہے ہو گلزار، اب بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟"

"یہ بکواس کر رہا ہے آپا۔" ماموں گرجے۔

بھائی جان نے کہا: "یہ صحیح کہہ رہا ہے ماموں جان! دس سال پہلے اس کے بھائی ڈیوڈ مسیح نے انتقام میں اندھا ہو کر پرویز کو اس حویلی سے اغوا کر لیا اور بمبئی چلا گیا تھا۔ پھر ابا جی نے جب اسے ایک مقدمے میں جیل کی سیر کرا دی تو اس نے پرویز کو قریشی صاحب کے سپرد کر دیا جنھوں نے اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا اور اسے احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اور کا بیٹا ہے۔ ماموں نے اس کے بھائی جوزف کے جذبہ انتقام کو ابھارا اور مجھے ختم کرانے کی کوشش کی، تاکہ ہماری جائیداد پر قابو پا سکیں۔"

"تو کیا جوزف کا کوئی بھائی بھی ہے بمبئی میں؟" فوزیہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، وہ مجھے پرویز سمجھ کر التجا کر رہا تھا کہ میں اس کے گھر چلوں۔"

"بھائی کے انتقام میں اس نے ہی تم پر حملہ کیا ہوگا۔ مجھے تمھاری دولت سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔" ماموں نے جھنجلا کر کہا۔

میں نے کہا: "کہانی اس کے انتقام پر ختم نہیں ہوتی ماموں۔ میں نے جب بھائی جان کی جگہ لے لی تو آپ نے دھوکے میں میرا بھی قصہ ختم کرنا چاہا۔"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو پرویز میاں!" انھوں نے آنکھیں دکھا کر کہا۔
"آپ نے اسی جوزف کے ذریعہ سے زینے پر گریس ملوا کر اسے پھسلواں بنوایا تاکہ میں اس پر سے پھسل کر اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا بیٹھوں یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔"
ماموں جان نے بے چینی سے پہلو بدلا اور بڑبڑا کر رہ گئے۔
میں نے کہا: "کیا اس سلسلے میں بھی کوئی ثبوت دینے کی ضرورت ہے؟ میں جوزف کی کوٹھری کی طرف گیا تھا تو میں نے آپ کو خود اس سے گریس کا ڈبا لیتے دیکھا تھا۔ وہ ڈبا آپ نے ہی اسے دیا ہو گا اور بعد میں واپس لے لیا ہو گا کہ کسی کی نظر اس ڈبے پر نہ پڑ جائے۔"
"میں تو جوزف کی کوٹھری میں اس کا حال پوچھنے گیا تھا کہ اتفاق سے اس نے گریس کا ڈبا نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ کوئی یہ ڈبا اس کی کوٹھری میں رکھ کر چلا گیا ہے اور اسے سازش کے ذریعہ سے دوسروں کے سامنے مجرم بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے ڈبا لے لیا تاکہ اس معاملے کی تحقیق کرا سکوں۔ بس اتنی سی بات تھی۔" ماموں نے بات بنائی، مگر ان کے لہجے سے معلوم ہو رہا تھا کہ ان سے بات بن نہیں رہی ہے۔
"پھر آپ نے ایک ہفتہ پہلے شکور کو رکھا اور سب سے یہ کہا کہ اسے گاڑیوں کی دیکھ بھال کے لیے رکھا جا رہا ہے، مگر اس کا اصل کام یہ تھا کہ وہ موقع ملنے پر میری کار کے بریک ڈھیلے کر دے تاکہ میں کار چلانے کے دوران حادثے کا شکار ہو جاؤں۔ اس نے کل شام ایسا ہی کیا۔ اس وقت میں بھائی جان کو ٹیلے گرام دینے گیا تھا۔ اس نے میرا پیچھا کیا، سفید شیراڈ پر۔ اس کے بعد ٹیلے گراف آفس پر میری کار کے بریک ڈھیلے کر دیے۔ میری کار بجلی کے ایک کھمبے سے ٹکرا گئی، مگر شکر ہے کہ میں بچ گیا۔"
"یہ جھوٹ ہے۔ صرف الزام ہے اس میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ شکور کو میں نے ملازم ضرور رکھا تھا، لیکن اس سے میں نے تمھاری کار کے بریک ڈھیلے کرنے کو نہیں کہا تھا۔" ماموں نے سوفے کے ہتھے پر ہاتھ مار کر غصے سے کہا۔
حمیدے خاموشی سے ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ وہ شکور کو جا کر بلا لائے۔ میری ہدایت کے مطابق وہ شکور کو تلاش کر کے حویلی میں لے آیا تھا اور اس نے چند کرارے ہاتھ اس کی کھوپڑی پر جڑ کر اس سے جرم کا اعتراف کرا لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شکور، حمیدے کو ساتھ آیا اور اس نے روتے ہوئے اعتراف کر لیا کہ اس نے ماموں کے کہنے پر میری کار کے بریک ڈھیلے کیے تھے۔
ماموں کی حالت خراب ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک وہ غصہ ہوتے رہے۔ پھر ان کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور وہ رونے لگے۔ ممانی پھر فوزیہ اور پھر راحیلہ نے انھیں شرمندہ کیا۔ انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں اس بات کا اقرار کر لیا کہ لالچ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اس لیے انھوں نے ایسی غلط حرکت کر ڈالی۔ پھر انھوں نے امی کے قدموں میں گر کر معافی مانگی۔

امی بہت دیر تک خاموش رہیں جیسے کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہوں۔
بھائی جان نے کہا: "صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ ماموں اپنے کیے پر شرمندہ ہیں تو آپ انھیں معاف کر دیں امی۔"
"گلزار! ہو سکتا ہے کہ میں تمھیں معاف نہ کرتی اور کان پکڑ کر حویلی سے باہر نکال دیتی لیکن تمھاری اس خراب حرکت پر سلطان بمبئی گیا تو وہاں اس کی ملاقات اپنے بھائی سے ہوگئی اور میری آنکھوں کا تارا اور جگر کا ٹکڑا میرے پاس آگیا۔ قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ میں سلطان کے کہنے پر تمھیں معاف کرتی ہوں۔" انھوں نے گہرا سانس لے کر کہا پھر ماموں کو گلے لگا لیا۔
میرا خیال تھا کہ شکور اور جوزف کو پولیس کے حوالے کر دیا جائے، لیکن بھائی جان نے مخالفت کی اور کہا کہ ان لوگوں نے ماموں کے بہکائے میں آکر ایسی حرکت کی تھی۔

جب ڈرائنگ روم سے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو بھائی جان نے کہا:
"اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟ تم کیا کرو گے؟"
"میں پڑھوں گا اور پھر بڑا آدمی بنوں گا۔"
"شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی۔"
"میں باقاعدہ کسی اچھے سے اسکول میں داخلہ لوں گا، لیکن اس سے پہلے میں اپنی بہنوں اور امی ابو کو یہاں لانا چاہتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میرے حقیقی والدین نہیں ہیں، لیکن

انھوں نے اتنے عرصے میری پرورش کی اور مجھے اپنے ساتھ رکھا کہ وہ اپنے معلوم ہونے لگے ہیں۔ امّی نے بھی ان لوگوں کو حویلی میں لانے کی اجازت دے دی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم کل صبح کی فلائٹ سے بمبئی چلے جانا۔ میں ان لوگوں کے ٹکٹ منگوا دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کل شام ہی تمھاری واپسی ہو جائے گی۔

"آپ کا شکریہ۔" میں نے گرم جوشی سے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

بھائی جان بولے: "تمھاری خوشی میری خوشی ہے پرویز! سدا خوش رہو۔ پھولو پھلو۔"

میں دوسرے دن کی فلائٹ سے مدراس سے بمبئی آ گیا۔ جہاز میں بیٹھنے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا' اس لیے مجھے عجیب سا لگا۔

میں شام کو گھر پہنچا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے درو دیوار میرے انتظار میں بے تاب ہوں۔ میں دو ہفتوں کے لیے وہاں سے غیر حاضر رہا تھا۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ معلوم نہیں ان دو ہفتوں میں کیا ہوا ہوگا۔

میں گھر میں داخل ہوا تو سب سے پہلے نکہت آرا کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ وہ صحن میں چوکی پر بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھی۔

"بھائی جان؟ امی بھائی جان آ گئے۔ بھائی جان! آپ کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے کہا۔

"معاف کرنا میں دو ہفتے پہلے مدراس چلا گیا تھا۔ وہ میرے بھائی جان مل گئے تھے نا... انھوں نے مجھ سے کہا... پھر وہ خود ہی مدراس پہنچ گئے۔ میرا مطلب ہے کہ ایک سانحہ کے تحت ہم دونوں بھائیوں کو..."

انھیں سنانے کے لیے میری زبان پر بہت سی دل چسپ اور حیرت انگیز کہانیاں مچل رہی تھیں۔ میں اس وقت بہت زیادہ جوش میں تھا اور جلد از جلد سب کچھ کہہ ڈالنا چاہتا تھا' اس لیے گڑبڑا گیا تھا۔ الفاظ میرا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

"دو ہفتے پہلے؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" نکہت آرا نے حیرت سے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے میری ناک پر کسی گینڈے کی طرح سینگ نکل آیا ہو۔

اس کی چیخ و پکار سن کر پہلے آپا ذکیہ اندر سے نکل آئیں۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر عادت

کے مطابق ناک سکیڑی اور منہ ٹیڑھا کر کے بولیں: "رات کہاں رہ گیا تھا شہزادے؟"
"کل رات؟ اوہ ہاں ۔۔ کل رات۔" میں نے گڑبڑا کر کہا۔ مجھے یاد آیا کہ میری جگہ بھائی جان میرا کردار ادا کر رہے تھے اور انھوں نے کسی کو میری غیر موجودگی کا شبہ نہیں ہونے دیا تھا صورت حال دل چسپ اور بڑی حد تک سنگین ہو گئی تھی۔ پہلے بھائی جان یہ یقین کر رہے تھے کہ وہ پرویز ہیں اور میں مدراس میں بیٹھا سب کو سلطان بن کر چکما دے رہا تھا' لیکن اب میں صحیح بات بتانا چاہتا تھا کہ میں دو ہفتوں سے غیر حاضر رہا تھا اور میری جگہ کوئی اور تھا۔
"ہاں کل رات کی بات ہے۔" آپا نے لہجہ بگاڑ کر کہا: "بتاتا کیوں نہیں کہاں گیا تھا؟ جب سے ٹنکی' مٹکے اور بالٹیاں خالی پڑی ہیں۔ گھر میں ایک بوند پانی کی نہیں ہے۔ کیا ہم لوگ نل پر جاتے؟"

میری تو سٹی گم ہو گئی۔ پانی نہ ہونے پر ان لوگوں کو واقعی مصیبت اٹھانی پڑی ہوگی۔
"وہ میں گوہر کے ہاں چلا گیا تھا' کیرم کھیلنے' دیر ہو گئی تو اس کے ہاں سو گیا۔ بہرحال اب سب لوگ چلو۔ میں سب کو لینے آیا ہوں۔"
"کہاں چلیں؟" اماں نے اندر سے نکلتے ہوئے پوچھا
"مدراس' اب ہم مدراس میں رہیں گے۔"
مدراس؟ ہاں مدراس ضرور چلیں گے۔ وہاں تو میں خوب سیر کروں گی۔

"دیوانی ہو گئی ہے نگوڑی! وہاں جا کر رہیں گے کہاں؟" عصمت آرا نے اسے جھڑکی دی۔
"ہم لوگ وہیں رہیں گے' ایک حویلی میں۔" میں نے کہا۔ پھر خاندان کے سب لوگوں جمع کر کے ساری کہانی سنائی۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
"کب چلیں گے مدراس؟" درخشاں نے بے تابی سے پوچھا۔ اسے بہت جلدی تھی۔
"بس شام کو ہی۔"
"اور یہ سارا سامان کیسے جائے گا؟" ابا نے پوچھا۔
"یہیں چھوڑ دیں یا کسی کو دے دیں۔ وہاں سامان کی کمی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔
"نہیں بھئی نہیں' میں تو اپنا پان دان یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔" اماں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سب ہلکا پھلکا سامان رکھ لیجیے۔ وہاں سب چیزیں مل جائیں گی۔ ہم مدراس میں کسی جنگل میں پڑاؤ ڈالنے نہیں جارہے ہیں۔"

سب نے ہنگامی طور پر تیاری شروع کردی۔ جن چیزوں سے انھیں برسوں سے وابستگی تھی وہ اچانک کیسے چھوڑ دیتیں؟ وہ چیزیں، وہ محلّہ، وہ لوگ، سب ہی انھیں عزیز تھے۔ صبح جب محلّے میں انھوں نے لوگوں کو بتایا تو سب حیران رہ گئے۔

دوسرے روز دوپہر کو جب ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ جارہے تھے تو مجھے ٹیکسی کے شیشے میں انصاری صاحب اور رضیہ کا عکس دکھائی دیا۔ وہ ہمارے گھر کی طرف آرہے تھے۔ شاید انھیں ہماری روانگی کی خبر دیر سے ملی تھی۔ ہڑبونگ میں مجھے ان لوگوں سے ملاقات کا خیال نہ رہا۔ اب اگر وہاں پانچ منٹ بھی رکتے تو دیر ہو جاتی۔

ٹیکسی کچھ اور آگے بڑھ گئی تو وہ دونوں آئینے میں چھوٹے چھوٹے دکھائی دینے لگے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میرا کچھ پیچھے رہا جارہا ہے۔ کچھ کیا بہت کچھ بلکہ سب کچھ۔ میں نے اپنا بچپن وہاں گزارا تھا۔ ان گلیوں اور کھپریل کی چھتوں والے تمام مکانوں سے یادوں کی لمبی ڈوریں بندھی تھیں۔ اب جو میں ان چیزوں کو چھوڑ رہا تھا تو مجھے رونا آرہا تھا۔ میری آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ ہچکیوں کی آوازیں آئیں تو میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سب ہی رو رہے تھے۔ ان گلی کوچوں سے شاید سب کے دل بندھے ہوئے تھے۔

ٹیکسی گلی طے کر کے سڑک پر آگئی اور ٹریفک میں شامل ہوگئی تو وہ منظر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ پھر سب کچھ پیچھے رہ گیا۔ اب ہم ایرپورٹ کی طرف جارہے تھے اور ایک نئی زندگی کی ابتدا کرنے والے تھے۔

ذرا ادھر بھی

خط و کتابت اور زرِ تعاون بھجواتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور تحریر فرمائیں۔

میرے پسندیدہ اشعار

عشق کی آگ ہمیشہ میرے سینے میں رہی
دل تو کعبہ میں رہا آنکھ مدینے میں رہی

کونین عالم، مثالی مڈل اسکول لکڑیا، اڑریہ بہار

کامیابی نے سدا چومے ہیں ان کے ہی قدم
حوصلہ رکھتے ہیں جو گر کے سنبھل جانے کا

محمد حسین — محلہ احسان پورہ، مالیر کوٹلہ پنجاب

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

نازیہ فردوس، محلہ پھونگ، نظام آباد لے پی

جاتی ہی نہیں دل سے تیری یاد کی خوشبو
میں دورِ خزاں میں بھی مہکتا ہی رہا ہوں

محمد مزمل انصاری بالاپور، آکولہ مہاراشٹر

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰؐ کے بعد

انجم عزیز منگراواں اعظم گڑھ یو۔پی

کچھ ایسا زود اثر ہے گناہ کا جادو
خدا کا خوف بھی دل سے نکال دیتا ہے

شمس العارفین، علیہ کالجیٹ ہائی اسکول اڑریہ بہار

وعدے مزید کرتے ہیں آئے نہیں کبھی
پھر بھی یہ چاہتے ہیں شکایت کبھی نہ ہو

خواجہ معین العابدین، گورنمنٹ ہائی اسکول مکھتیاں

یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گردِ آفتاب کے

نصرت جہاں، مقام پچھمادو، درگا پیلا ویشالی بہار

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا
دونوں جہاں میں راج ہے ان کا
جن و ملک ہیں ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی بشاہی
رحمت عالم نور مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم

امتیاز احمد خاں، آسے گاؤں، منگرول پیر، آکولہ

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہے مردوں کی شمشیریں

ملک عقیل ملک رفیق، بڑا باگودہ، راویر، جلگاؤں

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

ناہید اشفاق — منگرول پیر - آکولہ

شاید چھپی ہو اس میں امیدوں کی آبرو
یوں نہ کسی غریب کی چادر نچوڑ دیے

صائمہ خان، راج باغ — سری نگر کشمیر

خدا محفوظ رکھے ہر بشر کو تنگ دستی سے
یہ اپنے ساتھ لے کر سیکڑوں الزام آتی ہے

محمد اقلیم محمد حلیم خاں، پیر پے بلڈنگ، بمبئی ۱

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ

محمد منجی خاں معرفت الکتاب، اڑریہ بہار

لایا تھا کیا سکندر، دنیا سے لے گیا کیا
تھے دونوں ہاتھ خالی، باہر کفن سے نکلے

اے اے سوداگر، گاندھی چوک، دھارواڑ

سارے نبیوں میں ہے رتبہ اعلا جن کو دائی حلیمہ نے پالا
ان کی چشم کرم گر نہ ہو تو اک پل بھی گزارا نہ ہوگا

محمد ثاقب اعظمی، صفیہ اعظمی، بینا پارہ اعظم گڑھ

جہاں تک دیکھیے تعلیم کی فرمانروائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے، اوپر خدائی ہے

صفی الرحمٰن ولید پوری ——— ولید پور

نشتر چبھا چبھا کے دل پہ مرہم لگا رہے ہیں
کیا خوب دوستی کا یہ حق نبھا رہے ہیں

محمد علام الدین، برولیا، کمتول، دربھنگہ، بہار

خدایا ایسا دے ایماں تیرا فرماں بجا لاؤں
عطا کر حوصلہ ایسا کہ راہِ دیں میں مرجاؤں

ممتاز احمد پرانا قلعہ، سیوان، بہار

میرے بچوں کو مجھ سے تو جدا کرنا میرے مالک
جو پتہ ٹوٹتا ہے شاخ سے برباد ہوتا ہے

عبداللہ ہلال، ۴۸۰ ب، کمال پورہ، مالیگاؤں

شاید آغاز ہوا پھر کسی زمانے کا
حکم آدم کو ملا ہے جنت سے نکل جانے کا

محمد حنیف لنگارچی، نزد جامع مسجد، بیجاپور

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

عتیق الرحمٰن، شیواجی نگر، گوونڈی بمبئی

کامیابی

نتیجہ سن کے کئی لوگ بدحواس ہوئے
خدا کا شکر ہے ہم امتحاں میں پاس ہوئے
صلہ ملا ہے ہمیں سال بھر کی محنت کا
چمک رہا ہے ستارہ ہماری قسمت کا
یہی تو وقت ملا ہے ہمیں مسرت کا
جو فیل ہو گئے وہ کس قدر اداس ہوئے
خدا کا شکر ہے ہم امتحاں میں پاس ہوئے
جو کھیل کود میں دن رات چور رہتے تھے
ہر ایک کھیل میں شامل ضرور رہتے تھے
جو صبح و شام کتابوں سے دور رہتے تھے
جہاں میں آج وہی مبتلائے یاس ہوئے
خدا کا شکر ہے ہم امتحاں میں پاس ہوئے

محمد آصف بن شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں مے خانوں میں
واہ کیا جوشِ ترقی ہے مسلمانوں میں

محمد شریف جورا کرومتی کرناٹک

محبت اک ایسا معما ہے ناصح
نہ تم جانتے ہو نہ ہم جانتے ہیں

حافظ مفید احمد اعظمی منگراواں، اعظم گڑھ یوپی

اس پر میرے الفاظ اثر کر نہیں سکتے
جس نے کسی اسکول میں پڑھنا نہیں سیکھا

محمد ناظر جی وب سبحانی تامڑی، ہلسی، کرناٹک

ہلال عید دیکھا تو مسرت کا پیام آیا
خدا کے نیک بندوں کو محبت کا پیام آیا

بدر الحق انصار کلب پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

جوانوں کو میری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے

غفرانہ قمر طیبۃ الصالحات، ارریہ۔ بہار

خدا کرے تیرے دامن میں عید آتی رہے
بہار بن کر ہر لمحہ تیرے لبوں پہ مسکراتی رہے

عزیز الرحمن عبدالغفار انصاری، بنیی نگر، بھیونڈی

دفا کرتا اگر سب کا مقدر
کوئی خوابوں کا باشندہ نہ ہوتا

امتیاز احمد انصار کلب، پورہ رانی، مبارک پور، یوپی

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآں میں آیا ہے لاتقنطوا

جمال الدین انصار کلب، پورہ رانی، مبارک پور یوپی

خلا میں دل نہ ہو شامل تو بندگی کیا ہے
زمانہ کھیل سمجھتا ہے سر جھکانے کو

خواجہ احمد جھلجھلی بہادر گنج کشن گنج بہار

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

پدماوتی ٹیچر شیموگہ کرناٹک

میں نے اس دور میں انسان سے محبت کی ہے
جرم سنگین ہے یہ، اس میں رعایت کیسی
شہر میں جھوٹ کی اس درجہ پذیرائی ہے
سچ کبھی کہتا ہوں تو ہوتی ہے ندامت کیسی

نوید احمد شیدائی۔ جھلجھلی، بہادر گنج بہار

دین و ایمان ہے قرآن کی حفاظت کے لیے
ہم تو تیار ہیں ہر وقت شہادت کے لیے

رخسانہ بانو، این آر آر رشید ریل پار، آسنسول

نشہ ایمان ہوتا ہے مزاجِ دین ہوتی ہے
جوانی کی عبادت بھی بہت رنگین ہوتی ہے

حسن افروز نرگس، رانی پورا، بڑہریا، سیوان بہار

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

مبین خاں قریشی۔ منگرول پیر، آکولہ مہاراشٹر

کسی کا رزق رک سکتا نہیں خلاقِ اکبر سے
کہ ننھی پتھر کے کیڑے کو غذا ملتی ہے پتھر سے

عبدالرب احسان، ڈاک بنگلہ کوٹلہ نظام آباد اے پی

تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط اُن کو
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلہ تیرا

سید عزیز مدرسہ دینیات امداد العلوم جگتیال اے پی

پھول مرجھا گئے تو کیا غم ہے
کھلنے والی کلی کی بات کرو

سید معیز مدرسہ دینیات معین العلوم جگتیال اے پی

اک حال میں انسان کی بسر ہو نہیں سکتی
اب رنگِ طبیعت کا بدل جائے تو اچھا

غلام رسول بالاپوری، آکولہ مہاراشٹر

کہاں تک ہم مسلسل رُخ بدلتے جائیں کشتی کا
وہیں طوفاں ابھرتا ہے جہاں ساحل سمجھتے ہیں

محمد معیز الدین گورنمنٹ ہائی اسکول جگتیال اے پی

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا

محمد مقصود عالم متعلم مدرسہ اسلامیہ شاہ پور کھجوری بہار

نظامِ کفر میں ہلچل پڑے اللہ اکبر سے
یہاں تک دل میں جذبۂ ایمان پیدا کر

محمد امجد شاہ، بابو تالاب، آسنسول

سمندر پُر سکوں ہے اس لیے گہرا بھی ہے ورنہ
مچلتی ندیوں میں کوئی گہرائی نہیں ہوتی

ابو محمد گجراکول نیاؤں اعظم گڑھ یو، پی

کہاں لے چلو مجھ کو سرکار میں
جنابِ محمدؐ کے دربار میں

محمد ذاکر احمد ملن پان سنٹر، درگاہ چوک منگرول پیر

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

محمد زبیر احمد، برھنی پورہ منگرول پیر، آکولہ

دل کے قریب آگئے دیکھا جو دور سے
ڈر ہے کہ ہو نہ جائے محبت حضور سے

ایم پرویز۔ ناصرین، خداداد پور، اعظم گڑھ

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو ہے ملاقات کی

کرشیا بانو، چندا منو ضلع بارہ بنکی یو پی

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

محمد الوز محلہ ڈگڈالی، شیگاؤں ضلع بلڈانہ

فتح و نصرت نے چومے ہیں اس کے قدم
جنگ میں آپ کا جو غلام آگیا

محمد شاہنواز، محلہ علی نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

زمین لرزتی ہے بہتے ہیں خون کے دریا
خودی کے جوش میں بندے خدا کو بھول گئے

عبدالرحمن، الکتاب، بک ڈپو ارریہ بہار

اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

عبدالمحی۔ احسان، کورٹلہ، کریم نگر، اے پی

نظر میں رقص کرتے ہیں ستارے شام سے پہلے
یونہی دل بیٹھا جاتا ہے کسی کہرام سے پہلے

ہلال خان۔ او، کے روڈ آسنسول ۲

من کو اگر سنوارا، جو ہر وہ آشکارا
غفلت میں ہے خسارا، بیدار ہو خدارا

سمیہ تحسین رعنا، آرمور نظام آباد اے پی

زباں سے کہہ دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نظر جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

محمد الیاس قریشی، قصاب پورہ، منگرول پیر

بُرا ہوتا ہے عشقِ شعلہ رویاں ستم گر بھی
یہ وہ آتش ہے جس میں خاک ہو جائے سمندر بھی

شیخ بسم اللہ، دولت پورہ، شیگاؤں، بلڈانہ

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

محمد منیر خان متا خان، مدنپورہ، بمبئی ۸

معلومات

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام عبدالمطلب۔
- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا کا نام ہاشم۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا کا نام وہب۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔
- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا
- حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے۔
عبداللہ، قاسم، ابراہیم۔
نوٹ: عبداللہ کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

نسیم اختر دربھنگوی متعلم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور

- ہندستان کے سمندری کنارے کی کل لمبائی ۶۰۸۰ کلومیٹر ہے اس پر دس بڑے اور ۱۰۵ چھوٹے بندرگاہ ہیں۔
- ہندستان ہر سال ۵۰۰۰۰ من کافی غیر ممالک بھیجتا ہے۔
- ہندستان کے کرناٹک، کیرالا اور تامل ناڈو صوبوں میں کافی کی کھیتی کی جاتی ہے۔
- ہندستان میں اس وقت ۱۴۴۷۷۶ چھوٹے بڑے ڈاک خانے ہیں۔

احمد کمال جاوید، اسلام پورہ، مالیگاؤں

- لالہ لاجپت رائے کو شیر پنجاب کہتے ہیں۔
- دنیا کا سب سے زیادہ غریب ملک بھوٹان ہے۔
- جہانگیر کا مقبرہ لاہور میں ہے۔
- پانی پت کی پہلی لڑائی ۱۵۲۶ء میں ہوئی۔
- پانی پت کی دوسری لڑائی ۱۵۵۶ء میں ہوئی۔
- پانی پت کی تیسری لڑائی ۱۷۶۱ء میں ہوئی۔

منشی محمد فیاض، کمار گلی، اودگیر

- ہڈیوں کی تعداد (بالغوں میں) ۲۰۶ ہے۔
- پسلی کی ہڈیوں کی تعداد ۲۴ ہے۔
- خلیوں کی اوسط تعداد ۱۰۱۴ ہے۔
- خون کے لال خلیہ کی حیات ۱۲۰ دن ہے۔
- ایک گردہ کا اوسط وزن ۱۵۰ گرام ہوتا ہے اور صحت مند عورت کے دماغ کا وزن بھی ۱۵۰ گرام ہوتا ہے۔
- ایک جوان مرد کے بدن میں اوسط خون کی مقدار پانچ لیٹر ہوتی ہے۔
- ایک جوان عورت کے بدن میں اوسط خون کی مقدار تین لیٹر ہے۔
- نارمل حالت میں آدمی ایک منٹ میں ۱۶ سے ۱۸ بار سانس لیتا ہے۔

محتشم لطیف لوز باغ بمبئی ۹

- ابراہیم لنکن کی پیدائش ۱۸۰۸ء میں ہوئی۔
- ابراہیم لنکن کی وفات ۱۸۶۵ء میں "گڈ فرائی ڈے" کے دن ہوئی۔ اور ان کے قاتل کا نام جان بکیس بوتھ تھا۔
- سب سے پہلے ایسٹ مین نے کیمرہ بنایا جس کو کوڈک کہتے ہیں۔

عبدالمعبود بن کفایت اللہ، ڈومریا گنج یوپی

• دنیا کا سب سے چھوٹا اخبار میکسیکو امریکا سے نکلتا ہے جو صرف ۴ انچ کاغذ پر چھپتا ہے۔
• ہمارے جسم میں اتنی شکر ہے کہ اس سے تین پیالی چائے بن سکتی ہے۔
• ہمارے جسم میں اتنا فاسفورس ہے کہ اس سے ماچس کی ۲۲۰۰ ڈبیاں بن سکتی ہیں۔

عرفان جمیل، کمھرولی، کمتول، دربھنگہ بہار

• چاند کی روشنی زمین تک پہنچنے میں ۱.۳ سکنڈ لیتی ہے۔
• مرکری سیارہ سورج سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

ایم آفتاب عالم اسلامی، دیگھروا سمتی پور بہار

• انسان کا دماغ مرنے کے بعد دس منٹ تک زندہ رہتا ہے۔
• انسان کی آنکھ مرنے کے بعد تیس منٹ تک زندہ رہتی ہے۔

محمد راشد حسین محمد فرقان طاہر سلفیہ جونیئر اسکول اہرہا سرائے

• فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
• ظہر کی نماز سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
• عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
• مغرب کی نماز سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
• عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادا فرمائی۔

سلمان شاہد، پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ

جانوروں کی رفتار

گھوڑا	۴۸ کلومیٹر فی گھنٹہ
خرگوش	۳۵ کلومیٹر
چیتا	۷۵ کلومیٹر
شیر	۶۰ کلومیٹر
کتا	۴۸ کلومیٹر
بارہ سنگھا	۶۰ کلومیٹر

محمد صادق محمد رحمٰن، مانک چوک امرا پور، بلڈانہ

• دنیا کی سب سے بڑی ندی مسی سپی ہے۔
• دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک امریکا ہے۔
• دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والا ملک چین ہے۔
• دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر پیرس ہے۔
• دنیا کی سب سے بڑی نہر پناما ہے۔
• دنیا کا سب سے زیادہ زراعت والا ملک ہندستان ہے۔

عبید الرحمن باز سلطانپوری، دوٹانکی ممبئی ۸

• سفید ہاتھی تھائی لینڈ میں پائے جاتے ہیں۔
• سعودی عرب میں کوئی ندی نہیں ہے۔
• امریکا کوئلے کی پیداوار میں سب سے آگے ہے۔

محمد سالک جمیل برار، مالیر کوٹلہ، پنجاب

• نیپال ایک ایسا ملک ہے جو آج تک کسی کا غلام نہیں ہوا۔
• نیپال ایک ایسا ملک ہے جس کا جھنڈا چوکور نہیں ہے۔
• نیپال میں کل ۷۶ اضلاع ہیں۔
• نیپال میں عروس البلاد "کاٹھمنڈو" کو کہا جاتا ہے۔

• نیپال میں پوکھرا نامی شہر کو قلب نیپال کہا جاتا ہے۔
• نیپال میں مسلمانوں کی تعداد ۷٪ فیصد ہے۔
• نیپال کا پہلا توحیدی اور تبلیغی مرکز کا نام مرکز التوحید، ہے جو ہمہ وقت پہاڑی علاقوں میں تبلیغ کے لیے سرگرم رہتا ہے۔
• دنیا کی سب سے بڑی چوٹی 'ماؤنٹ ایورسٹ' ہے جو نیپال میں واقع ہے۔

عبدالغفور محمد انگری، کرشنا نگر، نیپال

• دنیا کا سب سے بڑا محل اٹلی میں ہے۔
• دنیا کی سب سے بڑی گھڑی لندن میں ہے۔
• دنیا کی سب سے لمبی لائبریری 'لینن لائبریری' روس میں ہے۔
• دنیا کا سب سے بڑا گھنٹہ گھر ماسکو (روس) میں ہے۔

سیفی محمد عبداللہ سپاہی، مدرسہ مدینۃ العلوم، شری رام پور

• مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ، بہادر شاہ ظفر تھا۔
• مصر کا آخری بادشاہ، فاروق تھا۔
• ایران کا آخری بادشاہ رضا شاہ پہلوی تھا۔
• افغانستان کا آخری بادشاہ ظاہر شاہ تھا۔
• اسپین کا آخری بادشاہ ابوعبداللہ بن حسن تھا۔

نغما کوثر محمد ضیاء الدین، حافظ پورہ منگرول پیر

یونی ورسٹیاں کب قائم ہوئیں:
• مدراس یونی ورسٹی ۱۰ ستمبر ۱۸۵۷ء
• بمبئی یونی ورسٹی ۱۸ جولائی ۱۸۵۷ء
• پنجاب یونی ورسٹی ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۲ء
• کلکتہ یونی ورسٹی ۲۴ نومبر ۱۸۸۹ء
• پٹنہ یونی ورسٹی ۱ اپریل ۱۹۱۷ء
• عثمانیہ یونی ورسٹی ۱۸ اگست ۱۹۱۹ء
• علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی ۱ دسمبر ۱۹۲۰ء
• لکھنؤ یونی ورسٹی ۲ دسمبر ۱۹۲۲ء
• دہلی یونی ورسٹی ۱ مئی ۱۹۲۲ء
• ناگ پور یونی ورسٹی ۴ اگست ۱۹۲۳ء

نزہت انجم عبدالعزیز قریشی، بڑھئی پورہ منگرول پیر

• جہنم کی آگ میں صرف جلن ہوگی روشنی نہیں۔
• آب زمزم شریف دسویں محرم کو دنیا کے تمام پانی میں مل جاتا ہے (روح البیان)
• سفینۂ نوح میں سب سے پہلے مکھی رکھی گئی اور سب سے آخر میں گدھا۔ (روح البیان)

محمد نصیر الدین مسجد گلاب چین پورہ صوفی مبارکپور

قرآنی معلومات

• بنگلہ زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ مولانا عباس علی نے کیا۔
• برمی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ احمد اللہ نے کیا۔
• جاپانی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ شیخ عبدالرشید ابراہیم نے کیا۔
• گجراتی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ حاجی غلام علی حاجی اسمٰعیل رحمانی نے کیا۔
• فارسی زبان میں سب سے پہلے شیخ سعدیؒ نے کیا۔
• جرمنی زبان میں سب سے پہلے مارٹن لوتھر نے کیا۔

محمد رضوان قمر محلہ چھجو بہار شریف، نالندہ بہار

خوب
صورت
گیٹ اپ
کے
ساتھ
مکتبہ
پیامِ
تعلیم
کی
دیدہ
زیب
کتابیں
جھیل کا راز
قیمت 6/-
ٹھگ نے ٹھگا ٹھگ کو
ابصار عبدالعلی
پیار کا پنچھی
فرخندہ لودھی
چوں چوں بیگم
شفیقہ فرحت
قیمت 4/50
حیرت
انگیز
سفر
قیمت 6/-
میرزا ادیب
قیمت 9/-
حسین حسان جامعی
قیمت 3/-

ایک ٹرک اور ٹیکسی کی آپس میں ٹکر ہو گئی۔ ایک راہ گیر نے جائے حادثہ پر موجود دوسرے شخص سے پوچھا:

"یہ حادثہ کیسے پیش آیا؟"

دوسرے شخص نے جواب دیا "اللہ بہتر جانتا ہے۔ نشانہ تو انھوں نے کسی راہ گیر کا ہی لیا ہوگا۔ پتا نہیں آپس میں کیسے ٹکرا گئے۔"

محمد عامر انصاری، مسرت نگر، بیڑ

● ایک امریکی خاتون ریڈی میڈ کپڑوں کی دکان میں داخل ہوئی اور ہینڈ بیگ سے ایک مردانہ قمیص نکال کر سیلز مین سے بولی "مجھے اپنے شوہر کے لیے اس ناپ کی قمیص چاہیے۔ درجنوں دکانیں دیکھ ڈالیں، کہیں نہ ملی، تمھارے پاس ہوگی؟" دکاندار نے قمیص کا سائز دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔ خاتون نے عاجز آ کر کہا "آخر میں کیا کروں؟"

سیلز مین نے ادب سے کہا "میری ناچیز رائے میں آپ شوہر تبدیل کرلیں۔"

عبیدالرحمٰن، شیواجی نگر، گوونڈی بمبئی نمبر ۴۳

● ایک صرّاف اپنے کام میں مصروف تھا۔ ایک شخص آیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ یہاں کیا فروخت ہوتا ہے۔ صرّاف نے غصّے سے دیکھا اور کہا "یہاں گدھے فروخت ہوتے ہیں۔"

اس شخص نے پوچھا "کیا آپ اکیلے رہ گئے ہیں یا کوئی اور بھی ہے؟"

عصمت ناز، بسرا، سندر گڑھ، اڑیسہ

● ان دنوں جب پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ اردو کے صدر تھے مقامی گرلز کالج کی پرنسپل ممتاز حیدر نے رشید صاحب سے کہا "میرے کالج کی لڑکیاں یونی ورسٹی کا شعبۂ اردو دیکھنا چاہتی ہیں۔ آپ کوئی مناسب تاریخ بتادیں تاکہ سہولت رہے۔"

رشید صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "تاریخ لڑکی والے ہی طے کرتے ہیں۔"

اسما تبسم، آرمور ضلع نظام آباد۔ اے پی

● نادر شاہ کے دہلی فتح کرنے کے بعد مغل بادشاہ کی لڑکی سے اس کے بیٹے نصر اللہ کی شادی طے ہوگئی نکاح کے وقت دلھن والوں کی طرف سے اصرار ہوا کہ دولھا کی سات پشت تک شجرۂ نسب بیان کیا جائے۔

نادر شاہ طیش میں آگیا اور بولا "نصر اللہ بن نادر شاہ بن شمشیر بن شمشیر بن شمشیر بن شمشیر بن شمشیر......"

روبینہ اختر، امبیڈکر نگر، ناسک مہاراشٹر

● گاہک: (بیرے سے) "یہ تم کیسی بکرے کی ران (مٹن لیگ) لائے ہو؟ آدھے گھنٹہ ہوگیا کوشش کرتے ہوئے ابھی تک چبا نہیں سکا۔"

بیرا: صاحب! جلدی بھی کیا ہے۔ ابھی ہوٹل

بند ہونے میں کئی گھنٹے باقی ہیں۔"

محمد عظیم لال چوک مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

● استاد نے بچوں کو بتایا "بچے قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ یہ ملک وملت کا مستقبل ہیں۔"
ایک بچے نے معصومیت سے سوال کیا:
"سر! تو پھر حکومت اس سرمایے میں اضافے سے کیوں پریشان ہے؟"

محمد آصف اقبال۔ قمرسال ۔ کیٹھار۔ بہار

● ایک امیر باپ اپنے ایک کاہل بیٹے کو بتا رہا تھا کہ اگر تم اس بٹن کو دباؤ گے تو نوکر تمھیں آکر کھانا کھلا دے گا۔ اور اگر اس بٹن کو دباؤ گے تو نوکر تمھیں پانی پلا دے گا۔ کوئی بھی کام کرنا ہو تمھیں صرف بٹن دبانا ہوگا، نوکر فوراً تمھاری ضرورت پوری کر دے گا۔"
اس پر بیٹے نے باپ سے کہا: "لیکن ڈیڈ کا یہ بٹن کون دبائے گا؟"

محمد ساجد جمیل ـــــ دربھنگہ ـــ بہار

● عمران: (اپنے دوست عابد سے) "دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہوتا ہے؟"
عابد: "جسے امّی ابو اسکول نہیں بھیجتے۔"

عائشہ صدیقہ، گرلز اسکول برکٹ ضلع نظام آباد

● ایک عدد جنگل کا شیر یعنی جنگل کا بادشاہ برائے فروخت موجود ہے۔ بوقت ضرورت بکری بھی بن سکتا ہے اور اس کے منہ سے نوالہ چھیننا بھی مشکل نہیں رہتا۔ بکری کے ساتھ ایک گھاٹ پانی پینے پر تیار رہنے والا ایسا حلیم الطبع اور شرافت کا پتلا شیر آپ کو اور کہیں نہیں مل سکتا۔ دہاڑنے کے علاوہ دُم دبا کر بھاگنے میں بے مثال، سرکس کے بے نظیر رِنگ ماسٹر کے اشاروں پر تگنی کا ناچ ناچنے والا شیر کوڑیوں کے مول دستیاب ہے۔ ایسا شیر دل شیر آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔
نیز ہمارے ہاں سے ہر قسم کے دیگر شیر مثلاً ببر شیر، کاغذی شیر اور گھر کا شیر بھی بازار سے بارعایت خرید فرمائیں۔ شیر کے ہمراہ چابک لینا نہ بھولیے۔

نفیس احمد کھرپواں، مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ

● دو شیخی خور، شیخیاں بگھار رہے تھے۔ ایک نے کہا "ہمارے علاقے میں اگر تم زور سے کوئی بات کہو تو ٹھیک چار منٹ بعد اس کی بازگشت آکر تم سے ٹکرائے گی۔"
دوسرا بولا "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے دوست! میں عموماً اپنے علاقے میں ہرن کے شکار کو جاتا ہوں ہرن ہمیشہ صبح صبح ملتے ہیں۔ چنانچہ سرِ شام خیمے سے باہر نکل کر زور سے کہتا ہوں:
"بس بھائی، خوب سو چکے، اب جاگ اٹھو اور ہرن شکار کرو۔" یہ کہہ کر میں اپنے بستر پہ آکر لیٹ جاتا ہوں۔ ٹھیک چھ گھنٹے بعد میری بازگشت واپس آتی ہے اور مجھے جگا دیتی ہے۔"

عبداللطیف۔ بجوا جامعۃ التوحید (پورا پتا نہیں لکھا)

● ایک شخص نے جوتے خریدنے کے بعد دکاندار سے نئے سال کا کیلنڈر طلب کیا تو دکاندار نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔
"جناب! کیلنڈر اس وقت تو ختم ہو گئے ہیں چند روز بعد رسید دکھا کر لے جائیے گا۔"
وہ شخص سادگی سے بولا۔

"اگر رسید گم ہوگئی تو جوتا دکھا کر لے جاؤں گا"

مہ پارہ بیگم۔ قمرسال کیٹھار، بہار

● شہنشاہ اکبر کے دور میں کسی امیر کبیر شخص نے اپنے نئے مکان کی خوشی میں ملّا دوپیازہ اور بیربل کو کھانے پر مدعو کیا۔ کھانے کے بعد وہ امیر مہمانوں کو اپنا مکان دکھانے لگا اور پوچھا کہ مکان کیسا لگا۔

بیربل بولا "مکان تو اچھا ہے لیکن ایک بات کھٹکتی ہے۔ مکان کے دروازے اتنے چھوٹے ہیں کہ اگر کسی کا انتقال ہوگیا تو جنازہ کیسے باہر نکلے گا۔"

یہ سُن کر میزبان پریشان ہوگیا۔ اس نے ملّا دوپیازہ کی طرف دیکھا تو ملّا جی بولے :

"بیربل کی باتوں پر نہ جاؤ۔ وہ تو بیوقوف ہے۔ تمھارے مکان کے دروازے تو ماشاءاللہ اتنے بڑے ہیں کہ پورے خاندان کا جنازہ آسانی سے نکل سکتا ہے۔"

آفریں الطاف انصاری۔ ۲۰۰ مالیگاؤں

● دلدار کا شمار ذہین و محنتی طالب علموں میں نہیں ہوتا تھا لیکن جب میٹرک کے نتائج کا اعلان کیا گیا تو اخبار میں اس کی تصویر صفحہ اوّل پر شائع ہوئی اس نے سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے تھے۔

اساتذہ اور ساتھی طالب علم حیران تھے کہ ایک نالائق اور نااہل طالب علم کیسے صوبے بھر میں اوّل آگیا۔

"لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم تھی کہ وہ بورڈ آف ایجوکیشن کے چیرمین کا بھتیجا ہے"۔

ساجد پرویز۔ آسے گاؤں، تعلقہ منگرول پیر آکولہ

● دروازے پر دستک ہوئی۔ ارشد کے ابّو نے دروازہ کھولا۔

سامنے ایک اجنبی کندھے پر بیگ لٹکائے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مٹّی سے بھرا ایک لفافہ تھا جو اس نے سامنے بچھے ہوئے قالین پر اُلٹ دیا۔

"بیوقوف! یہ کیا کر دیا تم نے؟" ارشد کے ابّو غصّے سے چلّائے۔

"جناب! آپ غصّہ نہ ہوں۔ میں "ویکیوم کلینر" (فرش صاف کرنے والی مشین) فروخت کرتا ہوں، اگر چند لمحوں میں ہماری مشین سے یہ قالین صاف نہ ہوا تو میں زبان سے چاٹ کر اسے صاف کر دوں گا۔"

"تو پھر شروع ہو جاؤ۔ ہمارے گھر میں بجلی نہیں ہے"، ارشد کے ابّو نے جواب دیا۔

محمد انور محلہ ڈگڈالی، شیگاؤں ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

● ایک دوست (دوسرے دوست سے) "اگر تمھارا ایک کان کسی حادثے میں کٹ جائے تو؟"

دوسرا: "میں ٹھیک سے سُن نہ سکوں گا۔"

پہلا: "فرض کرو اگر دونوں کان کٹ جائیں تو؟"

دوسرا: "میں ٹھیک سے دیکھ نہ سکوں گا۔"

پہلا: "وہ کیسے؟"

دوسرا: "وہ ایسے کہ میرا چشمہ گر جائے گا"

شمیم انور، محلہ کٹرہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

● جنگل میں بہت سے جانور ایک جگہ بیٹھے جگالی کر رہے تھے کہ اچانک کہیں سے ایک شیر نمودار ہوا اور چلّایا "میں شیر ہوں، مجھ سے ڈرو" تمام جانور خوفزدہ ہوکر بھاگ گئے لیکن ایک بوڑھا جنگلی بھینسا آگے بڑھا اور شیر کو ایک زوردار ٹکر مار کر ہوا میں اُچھال دیا۔ شیر دھپ سے زمین پر گرا تو اس کی کھال کے اندر سے ایک بھیڑیا نکلا

ہوا اور کراہتے ہوئے بولا:
"بھائی بھینسے! تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں شیر نہیں ہوں؟"

"یہ تو نہایت آسان بات ہے!" بوڑھے بھینسے نے جواب میں کہا "اصلی شیر کبھی نہیں کہتا کہ میں شیر ہوں۔"

تبسم نسرین محلہ اسمٰعیل چاندنی چوک، امراؤتی

● کرکٹ کی دنیا میں ایک نیا فاسٹ بولر آیا جو ایک ڈاکٹر تھا۔ ایک صاحب کچھ دیر بعد اسٹیڈیم آئے تو میچ شروع ہو چکا تھا۔ انھوں نے برابر والے صاحب سے پوچھا۔
"کیوں صاحب! نیا بولر کیسا ہے؟"
"کمبخت!" ان صاحب نے جواب میں کہا "آتے ہی تین وکٹ اور دو مریض حاصل کر چکا ہے۔"

سہیل، درگاہ بیلا، چندن پٹی، ویشالی، بہار

● صدر لنکن سے ان کے دوست نے پوچھا: "ایک آدمی کی ٹانگوں کی اوسط لمبائی کیا ہونی چاہیے؟"
"کم از کم" صدر نے جواب میں کہا "اتنی کہ اس کی ٹانگ زمین تک پہنچ سکیں۔"

ایم ارمان، بر داہا، کنتول، دربھنگہ، بہار

● رفیق ملازمت کے لیے دفتر روزگار پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ ٹرانسپورٹ کارپوریشن میں ایک "بس ڈرائیور" کی جگہ خالی ہے۔
"لیکن مجھے تو ڈرائیونگ نہیں آتی!" رفیق نے کہا۔
"اس کی فکر مت کرو۔ وہ تمھیں تربیت بھی دیں گے۔" کلرک نے جواب دیا اور رفیق کو تعارفی کارڈ دے کر بس ڈپو بھیج دیا۔ چند روز کی تربیت کے بعد رفیق کو نوکری مل گئی۔ جب وہ پہلی مرتبہ بس لے کر جانے لگا تو ٹرانسپورٹ انسپکٹر نے بتایا کہ کمپنی میں کنڈکٹروں کی قلت کے باعث بس کے مسافروں سے کرایہ بھی اسے خود ہی وصول کرنا پڑے گا۔

رفیق بس لے کر چلا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد انسپکٹر کے پاس فون آیا کہ رفیق کی بس ایک دکان میں گھس گئی ہے۔ انسپکٹر فوراً وہاں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ بس دکان کے شیشے توڑتی ہوئی اندر جا گھسی ہے۔
"یہ حادثہ کیسے پیش آیا؟" اس نے پوچھا۔
"پتا نہیں!" رفیق نے کہا۔ "جس وقت یہ حادثہ پیش آیا اس وقت میں پچھلے حصے میں مسافروں سے کرایہ وصول کر رہا تھا۔"

پیرو شاہ ارمان شاہ، راویر بھساول

● چار گنجے بن بلائے مہمان بن کر ایک دعوت میں پہنچ گئے اور میزبان سے کہنے لگے "واہ! کیا شاندار محفل ہے۔"
"واقعی!" میزبان نے ان کے گنجے سروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپ نے تو آکر محفل کو چار چاند لگا دیے ہیں۔"

خواجہ صفی العابدین، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال اے پی

● نوجوان بیٹسمین کھیلنے جا رہا تھا اور بہت نروس تھا۔ جب وہ میدان میں جانے لگا تو ایک تماشائی نے اسے مخاطب کیا۔
"سنیں! میں نے آپ پر شرط لگائی ہے۔" "اوہ!" بیٹسمین کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ بولا "کہیں میں خوشی کے مارے صفر پر ہی نہ آؤٹ ہو جاؤں؟" "خدا کرے ایسا ہی ہو" دوسرے تماشائی نے کہا۔
"میں نے بھی شرط لگائی ہے۔"

شکیل احمد انصاری، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

اقوالِ زرّیں

● مصیبت میں آرام کی تلاش، مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔ مایوسی موت کا دوسرا نام ہے۔
● بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔
● نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کے برابر ہوتا ہے۔
● محبت اُن سے کرو جو نیکی کر کے فراموش کر دیتے ہیں۔
● دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلواروں کی نہیں، محبت و عمل کی ضرورت ہے۔
● مصائب سے مت گھبرائیے کیونکہ ستارے اندھیری میں چمکتے ہیں۔

محمد اسرائیل توکل نگر، مالیگاؤں، ناسک

● قرآن صرف: طاقوں میں سجانے کے لیے نہیں۔
● قرآن صرف: آنکھوں سے لگانے کے لیے نہیں۔
● قرآن صرف: تعویز بنانے کے لیے نہیں۔
● قرآن صرف: قول و قسم لینے کے لیے نہیں۔
● قرآن صرف: لڑکی کے جہیز میں دینے کے لیے نہیں۔
بلکہ قرآن ــ بامعانی پڑھ کر عمل کر کے دوسروں تک پہنچانے کے لیے ہے تاکہ ہم سچی راہ پر چل کر زندگی کو سنواریں۔

مہر سلطانہ پربھنی مہاراشٹر

● خدا کو حاضر اور ناظر جانتے ہوئے ڈرتے رہو۔
● وہ شخص جو خدا کی راہ میں جان دے گا اس کا اجر گناہ معاف ہو جائے گا مگر قرض نہیں۔
● جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔
● غصہ سے جہالت پیدا ہوتا ہے اور جہالت سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔
● اللہ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے۔

مسعود عالم، خلیل آباد ــ اڑیہ ــ بہار

● میرے ہاتھ میں صرف تلوار ہے۔ میرے بیٹے کے ہاتھ میں قلم اور تلوار دونوں ہوں گی۔
(حیدر علی)
● جس قوم میں غدار ہوں گے اس کے مضبوط قلعے بھی ریت کے گھروندے کے مانند ہوں گے۔
(ٹیپو سلطان)
● شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

ابو طالب اعظمی بینا پارہ اعظم گڑھ، یوپی

● طلبِ علم سے شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت زیادہ باعثِ شرم ہوتی ہے۔
● علم سکون کا باعث ہے اور دولت سکون کو درہم برہم کر دیتی ہے۔
● علم وہ خزانہ ہے جو کبھی خالی نہیں ہوتا ہے۔

حمزہ خالد بینا پارہ اعظم گڑھ یوپی

● جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کہو یہ اللہ کی طرف سے برکت اور پاکیزگی کا باعث ہوگا۔
● سب لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔
● سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔

محمد الیاس قریشی قصاب پورہ، منگرول پیر

• ایک شخص نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ "انسان مجبور ہے یا مختار" حضرت علیؓ نے اس سے کہا "اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ" اس شخص نے ایک ٹانگ اٹھائی۔ حضرت علیؓ نے کہا "اچھا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ" اس نے مجبوری ظاہر کی۔ حضرت علیؓ بولے، "بس یہی انسان کی مجبوری و مختاری ہے"

اسماء جبیں رحمت اللہ، کرہا ضلع امراوتی مہاراشٹر

• قناعت وہ دولت ہے جو ختم نہیں ہوسکتی۔ (حضرت علیؓ)

• ناامید ہونے سے عمر گھٹتی ہے۔ (ارسطو)

• جب عزم کرچکو تو خدا پر بھروسا کرو۔ (قرآن حکیم)

• جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خدا کو نہیں پہچانتا۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

محمد عرفان مکرانی ——— ناندیڑ

• عقل بہترین رفیق ہے۔

• جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

• دنیا کی بے ثباتی کی روشن ترین دلیل موت ہے۔

• قرض سے بڑھ کر کوئی بوجھ نہیں۔

• قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔

• مشورہ سے کیا جانے والا کام بہتر ہوتا ہے۔

اسماء صدیقہ، رحمانیہ اسکول، آرموری اے پی

• آندھیاں چاہے کتنی تیز و تند ہوں، انسانی عزائم اور اُن کے ارادوں کے آگے ہرگز نہیں ٹھہر سکتیں۔

• زندگی میں اکثر مقامات پر راہیں کانٹے ملتے ہیں مگر ان کی چبھن کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے صرف یہ سوچ کر کہ کانٹوں کے ساتھ ساتھ پھول بھی تو ہوتے ہیں۔

• اگر انسان اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیتا رہے اور اُن کا احساس کرتا رہے تو اس کو وہی خامیاں مکمل انسان بنادیں گی۔

• طالب علم، علم کا ایک حصہ اپنے استاد سے حاصل کرتا ہے۔ دوسرا اپنی ذہانت سے حاصل کرتا ہے۔ تیسرا اپنے ساتھی سے اور چوتھا حصہ اپنے تجربات سے حاصل کرتا ہے۔

محمد تنویر ابن شیخ ساانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

• لاالہ الااللہ جنت کی چابی ہے۔

• نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔

• بہادر وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے۔

• روزہ دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔

• مسلمان کی کمائی کا بہترین حصہ وہ ہے جو خدا کی راہ میں خرچ ہو۔

محمد افروز خاں، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال اے پی

بیکار ہے:

وہ عدالت جس میں انصاف نہ ہو۔
وہ شخص جس میں ہنر نہ ہو۔
وہ دریا جس میں روانی نہ ہو۔
وہ قوم جس میں اتفاق نہ ہو۔
وہ عبادت جس میں خلوص نہ ہو۔

محمد ثاقب ضیاء بلوا پاٹولہ، ضلع مدھوبنی بہار

حضرت علیؓ نے کہا

• انسان کی مثال بھی درختوں کی سی ہے کہ وہ ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں لیکن ہر ایک کا پھل مختلف ہوتا ہے۔

● سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے ہم جنسوں کے سب سے زیادہ کام آئے۔
● سب سے بُرا آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو سب سے اچھا سمجھے۔ جو سب کے عیب کو ڈھونڈتا پھرے اور اپنے عیبوں کی طرف سے پردہ پوشی کرے۔
● اچھا آدمی تشدّد کے خلاف بغاوت کرتا ہے مگر اچھے برتاؤ کے سامنے جھک جاتا ہے۔
● عالم آدمی جاہل آدمی کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ خود جاہل رہ چکا ہوتا ہے لیکن جاہل آدمی عالم کو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ وہ ہمیشہ سے علم سے دور رہتا ہے۔

محمد تبریز اختر پوسٹ لبسرا، سندر گڑھ اڑیسہ

● اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کہ اللہ سب کو جانتا ہے۔ (قرآن پاک)
● اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ (قرآن حکیم)
● اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ (قرآن مجید)
● اللہ کسی فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (قرآن حکیم)
● جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے وہ دنیا بھی کھوتے ہیں اور آخرت بھی۔ (قرآن حکیم)

ایس۔ کے ضیاء الدین فیروز ورنگل

● فضول خرچ انسان شیطان کے بھائی ہیں۔
● شرک کے بعد بدترین معصیت خلق خدا کو ایذا پہنچانا ہے۔
● رضائے الٰہی پر راضی رہنا قلب کو تسکین دیتا ہے۔

شیخ محمد ندیم شیخ محمد عبدالرؤف محبوب گنج بیڑ

● ہر مسلمان مرد عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔
● جاہل سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔
● علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔
● جاہل ساتھی سے، تنہا رہنا بہتر ہے۔

مفسر احمد۔ آزاد نگر ــــ اررریہ۔ بہار

● ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔
● کسی کو مت ستاؤ کیونکہ مظلوموں کی آہ بہت جلد اثر کرتی ہے۔
● کسی کو دھوکا مت دو، دھوکا دینا مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں۔

محمد حسن بنیا پارہ اعظم گڑھ یو۔پی

● دل سے اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کو توحید کہتے ہیں۔
● تمام قرآن مجید میں اوّل سے آخر تک توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔
● قرآن مجید افضل ہے سب کتابوں سے۔

سیّد منظور، گورنمنٹ ہائی اسکول، جگتیال اے پی

● انسان کا چہرہ نہیں ان کی اچھی سیرت ہی اصل خوبصورتی ہے۔
● علم چاہے تھوڑا ہو عمل زیادہ ہونا چاہیے۔
● علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد، عورت پر فرض ہے۔
● خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

محمد خالد رضا فرحت سلطانہ، مرزا پور دیاری، ارریہ

● خدا کے احکام اور اس کے آئین کو توڑنا گناہ ہے۔

• جانتے ہوئے بھی بھلائی نہ کرنا گناہ ہے۔
• محبت اور شک ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

نیّر نور، گرلز ہائی اسکول، جگتیال اے پی

• جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کیا، قیامت کے دن اس کا مال گنجا سانپ (انتہائی زہریلا) بنا کر اس کی گردن میں لپیٹ دیا جائے گا جو اسے ڈستا جائے گا اور کہتا جائے گا کہ میں ہی تیرا خزانہ ہوں میں ہی تیرا مال ہوں۔
(حدیث شریف)
• علم حاصل کرو گود سے گور تک۔
• تحصیل علم کے لیے مانند شمع خود کو پگھلا دو۔
• علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔
• لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو اللہ کا عذاب ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

راغب علی، جامعہ اسٹاف کوارٹر، غفار منزل، نئی دہلی ۲۵

• ہر ناکامی کے بعد ایک نئی کامیابی کا امکان موجود رہتا ہے۔
• ناکافی تیاری کے ساتھ رکھا گیا قدم مسئلہ کو پہلے سے بھی زیادہ سخت بنا دیتا ہے۔
• کوئی بڑی کامیابی اس شخص کے حصہ میں آتی ہے جو آج کی محرومی کے بجائے کل کی یافت پر نگاہ رکھتا ہے۔
• دشمن کو معاف کر دینا انتقام لینے کا سب سے کامیاب طریقہ ہے۔
• اندھیرا آئے تو اندھیرے کو نہ کوسیے، چراغ جلا دیجیے اندھیرا خود بخود چلا جائے گا۔
• زندگی کے ہر لمحے میں کچھ بکھیرتے رہو تاکہ کسی دن تمھیں یہ باغ لگا ہوا مل جائے۔

• تم گاڑی نہیں ہو کر اوروں کے چلانے سے چلو، تمہیں آگے بڑھنے کے لیے خود کوشش کرنی چاہیے۔

ظہیر نور الظفر، انسان اسکول، کشن گنج بہار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
• اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔
• جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔
• خدا کی نظر میں وہ عظیم ہے جس کا اخلاق بلند ہے۔
• اللہ کو ماننے کے بعد بہترین دانائی انسانوں سے محبت کرنا ہے۔
• جو شخص بھوکے کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائیں گے۔
• اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ۔
• صرف نیک ہی نہ بنو بلکہ کسی کے ساتھ نیکی بھی کرو۔
• بزرگوں کی خدمت کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
• سخی گنہگار، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عابد سے بہتر ہے۔

رحمانی سلیم احمد، ۱۰۳۲، اسلام پورہ، مالیگاؤں

• بعض لوگ اچھا بننے کے لیے اتنی کوشش نہیں کرتے جتنی کہ اچھا نظر آنے کے لیے کرتے ہیں۔
• راستوں کی ویرانی اور جلتی دھوپ سے ڈرنے والے منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

روحی پروین، موہنیاں، پلاسی، اررِیہ بہار

ایک ضروری بات

ہمارے چند پیامیوں نے قلمی دوستی کے کالم سے پیامی بچیوں کا نام و پتا حاصل کر کے ان کو تہذیب سے گرے ہوئے جملے لکھے جس کا ہمیں بہت دکھ ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب قلمی دوستی میں لڑکیوں کے پتے شائع نہیں کیے جائیں گے۔ پیامی بچیاں قلمی دوستی اور "اپنا تعارف خود کرائیے" کے علاوہ بقیہ تمام کالموں کے لیے اپنی نگارشات بھجوا سکتی ہیں۔

(ادارہ)

نام: عاصم تدبیر خاں عمر: ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: ۲۲۴، ابوالفضل انکلیو۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

نام: غفران احمد انصاری عمر: ۱۸ سال
تعلیم: ہائی اسکول

مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: دیوان شاہ درگاہ اعظمی نگر، مکان نمبر ۸۵۲ بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

نام: علی عمران اعظمی عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: معرفت جناب نورالہدیٰ، نزد نگر پالیکا، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

نام: رفیع اللہ
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج، منصورہ، الورہ، اسن

نام: آصف اقبال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: حدیثیں سننا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محمد اقبال دوپٹہ ہاؤس، نزد ڈپٹی منسٹر ہاؤس محلہ سادے والا، مالیر کوٹلہ، پنجاب

نام: فیضان اشرف عمر: ۱۴ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: اچھے دوست کی تلاش
پتا: معرفت محمد یونس، محلہ پورہ صوفی، مسجد گلاب چین، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

نام: ابو عبید
تعلیم: درجہ عربی سوم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: بھارتی لوہا بھنڈار، سرائے میر اعظم گڑھ یوپی

نام : محمد آزاد حسین عمر : ۱۵ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : اچھی اچھی کتابیں پڑھنا
پتا : معرفت آزاد اکیڈمی، ارریہ بہار

نام : پیرو شاہ، ارمان شاہ
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : دینی و دنیاوی معلومات حاصل کرنا
پتا : تعلقہ راویر، ضلع جلگاؤں

نام : شاہ سہیل احمد عمر : ۷ سال
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : بال کی کھال نکالنا
پتا : معرفت مولوی عبدالرؤف حسامی، مدرّس دارالعلوم انڈے والی مسجد آکولہ۔

نام : خلیل احمد
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کرکٹ اور فٹ بال کھیلنا
پتا : اسلامیہ عربک کالج منصورہ، الورہاسن

نام : کلیم اللہ خاں عمر : ۱۴ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : دینی کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا : جھنڈا محلہ، قلعہ روڈ، جگتیال

نام : سید عرفان احمد عمر : ۱۵ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : مطالعہ کرنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت جناب قاضی عبدالوحید صاحب، محلہ چوہٹہ، مالیر، مالیرکوٹلہ، پنجاب ۱۴۸۰۲۳

نام : سید عمران احمد عمر : ۱۱ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم اور دوسرے رسائل پڑھنا
پتا : معرفت جناب قاضی عبدالوحید صاحب، محلہ چوہٹہ، مالیر، مالیرکوٹلہ، پنجاب

نام : محمد مقصود عالم
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : مدرسۃ الاسلامیہ، شاہ پور بگھونی، سمستی پور، بہار

نام : محمد ساجد احمد عمر : ۱۴ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
پتا : گورنمنٹ ہائی اسکول (فورٹ) جگتیال، ضلع کریم نگر، اے، پی

نام : جنید احمد، عبدالرشید
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : غفور نگر، وڈجئی روڈ، دھولیہ، مہاراشٹر

نام : محمد نسیم اختر عمر : ۱۰ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت محمد ادریس، کیٹھار پانی ٹنکی چوک بربنا، ضلع کیٹھار بہار

نام : مدثر احمد شبیر احمد عمر : ۱۲ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : شرارت کرنا
پتا : چندن پوری روڈ، گھر نمبر ۱، بُسیکلہ مالیگاؤں

نام: محمد محسن رضا
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت رضا نوز، پوسٹ دیاری ارریہ بہار

نام: عبدالقیوم خاں گونڈوی　عمر: ۱۸ سال
تعلیم: عالمیت جاری
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ یو پی

نام: تنویر اختر سلیمانی　عمر: ۱۸ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: محلہ پورہ دلھن، مبارک پور، اعظم گڑھ یو، پی

نام: شمشیر عالم　عمر: ۱۲ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کلام پاک کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت عبدالرحمٰن، پوسٹ منور، تھانہ جلیے
ضلع سمستی پور بہار

نام: شریف احمد　عمر: ۱۷ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا پابندی سے مطالعہ کرنا
پتا: محلہ پورہ دلھن، مبارک پور، اعظم گڑھ یو، پی

نام: محمد شافع الہدیٰ راہی
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت قمر الہدیٰ، حیات پور، چندر دئی،
ارریہ، بہار

نام: شمیم اختر　عمر: ۱۵ سال
مشغلہ: مختلف رسائل پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد فخر عالم ۸ سید صالح لین کلکتہ

نام: ارشد جمال　عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: محلہ پورہ رانی مبارک پور، اعظم گڑھ یو، پی

نام: محمد جبار انصاری
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: گورکشن روڈ ضلع پربھنی، مہاراشٹر

نام: شاداں نعمانی
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد اے پی

نام: محمد ابراہیم ڈار
تعلیم: بی اے
مشغلہ: لوگوں کا دل جیتنا
پتا: اولڈ برزلہ، نزدیک چوک نہلہ، سری نگر کشمیر

نام: مامون الرشید نعیمی　عمر: ۶ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پڑھنا، اور کھیلنا
پتا: چاند منزل، گیاری، ارریہ، بہار

نام: محمد غلام حسنین
تعلیم: آٹھویں جماعت

مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد غلام نبی آزاد۔ بنگواں اررىہ بہار

نام: امیر حمزہ عسکری
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ، الور ہاسن، کرناٹک

نام: عمر سیف اللہ عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مقام وپوسٹ۔ پریہار ضلع سیتامڑھی بہار

نام: عابد حسین شاذ عمر: ۱۸ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: دوستوں کے خطوط کا جواب دینا
پتا: معرفت صابریہ ہوٹل، کامیشور مارکیٹ، اسٹیشن روڈ، دربھنگہ، بہار

نام: سید ابو الاعلیٰ
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ، آلور ہاسن، کرناٹک

نام: سیف اللہ خالد
تعلیم: حافظ قرآن
مشغلہ: دل لگا کر پڑھنا، بڑوں کی خدمت کرنا
پتا: ظفر منزل دیورا بندھولی، جوگیارہ، دربھنگہ بہار

نام: محمد تنویر پیرزادے عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت

مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: ایم اسلم ہلی کیری گلی، جامع مسجد روڈ، بیجاپور

نام: ذاکر حسین راجا
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: دیوان پورہ، منگرول پیر، آکولہ

نام: محمد اظہر عمر: ۱۵ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: پورہ رانی، انصار گرلس اسکول، مبارک پور اعظم گڑھ۔ یو، پی

نام: شہنواز عالم عمر: ۹ سال
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ بہار

نام: وسیم فاروق
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: اسکول جانا
پتا: معرفت شیخ سلیم، گولی پورہ امراوتی، مہاراشٹر

نام: ضمیر احمد عبدالقیوم عمر: ۱۶ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: شاستری محلہ، قدیم جالنہ مہاراشٹر

نام: سید فضل الرحمٰن عمر: ۱۴ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، اسلامیات پڑھنا
پتا: دریا پور، ڈاک خانہ، کوڈی وایا سونگڑی، کٹک، اڑیسہ

نام : عبدالشہید عمر: ۱۵ سال
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا : ساکن بوڑھیباری، پوسٹ التاہاٹ، کشن گنج بہار

نام : زاہد پرویز
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : محلہ سادے والا نزدیک ڈپٹی منسٹر ہاؤس۔
مالیر کوٹلہ، ضلع سنگرور، پنجاب ۱۴۸۰۲۳

نام : محمد افضل رحمانی
مشغلہ : بچوں سے پیار کرنا۔
پتا : محلہ حیدر آباد، پوسٹ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

نام : سلمان فارسی عمر: ۹ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت صابر میڈیسن سنٹر بنگواں چوک، اریہ بہار

نام : محمد اسعد رحمانی عمر: ۱۷ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت حفظ الرحمٰن، محلہ حیدر آباد، مبارک پور
اعظم گڑھ ۔ یوپی ۔

نام : محمد حمزہ عمر: ۶ سال
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : کھیلنا، کہانیاں سننا
پتا : فلیٹ نمبر ۴ پہلی منزل ہنادر اپارٹمنٹ، جوہری فارم، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

نام : واحد ابراہیم مومن
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : مومن محلہ اسلام پور، مہاراشٹر

نام : شیخ افتخار علی عمر: ۱۵ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : رسول پور، ڈاکخانہ کوڈ، وایا سونگڑہ
ضلع کٹک، اڑیسہ

نام : سید عارف حسین عمر: ۱۳ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : قرآن پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : شطرنجی پورہ، بالاپور ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام : ظہیر الحق
تعلیم : گیارھویں جماعت
پتا : محلہ پورہ دیوان اونچی تکیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ، یوپی

نام : عامر عباسی عمر: ۱۳ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : ۸۔ بی/۳۸۷ غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

یاد رکھیے : پیام تعلیم میں صرف وہی نگارشات شائع ہوں گی جو کاغذ کے ایک طرف صاف صاف اور ایک سطر چھوڑ کر لکھے گئے ہوں۔ ہر کالم میں اپنا پورا پتا اور خریداری نمبر ضرور لکھیے ۔ (ادارہ)

● جنوری کے پیام تعلیم میں گدگدیاں، اشعار، بچّوں کی کوششیں، اقوال زریں، وغیرہ مضامین بے حد پسند آئے۔

محمد پرویز حافظ عبدالرشید کاروندیا ضلع اندور ایم پی

● جنوری کے پیام تعلیم میں خاص طور سے ایک ننھے بوسنیائی مجاہد کی سرگزشت، نام کی تحریر بہت ہی اچھی لگی۔ اس کے علاوہ رمضان کے مہینہ میں روزے کے متعلق اور چین کی دیوار کے متعلق جانکاری بہت پسند آئی۔

عادل سرور، پوسٹ بکس ۲۸۹۶ کاٹھمنڈو، نیپال

● ماہ فروری کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا، اور اس ماہ کے شمارے میں "عبادت"، "محسن اعظم"، نافرمانوں کا انجام، حکیم کبوتر والے، بہت زیادہ پسند آیا۔

محمد شہباز خان آزاد سلیم نگر، پنشن کھونٹ، کھگڑیا بہار

● ۱۹۸۰ء سے میں پیام تعلیم کا قاری ہوں۔ جب کہ میں یہ رسالہ لائبریری یا کسی دوست کے گھر سے مانگ کر پڑھتا تھا اور خدا سے دعا کرتا تھا کہ خدا ہمیں ایسا رزق حلال دے جو کہ ہم خود یہ پیارا رسالہ گھر بیٹھے مع خاندان کے لطف اندوز ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری سن لی۔ آج میں برسر ملازمت ہوں اور اسی کے ساتھ اس رسالے کا سالانہ خریدار بھی اللہ نے بنا دیا ہے۔

عبدالرحمٰن کرہاوی ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول المرلوتی

● مارچ کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی مجھے سبھی کہانیاں، اقوال زریں پسند آئے۔

شیخ ظہور الدین، فلیٹ نمبر ۱ روم نمبر ۳، ملاڈ، ممبئی

● پیام تعلیم، حالانکہ بچّوں کا رسالہ ہے لیکن اس میں بڑے بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ ہمارے ہی گھر میں بچّوں سے لے کر بڑوں تک شوق سے پڑھتے ہیں۔
ربّ کریم سے دعا ہے کہ یہ یوں ہی شائع ہوتا رہے اور ہم پڑھتے رہیں۔

شاہین درخشاں، آزاد نگر، اررریہ، بہار

● ماہ مارچ کا پیام تعلیم نکہت گل لیے باصرہ نواز ہوا۔ نہ جانے کیوں پہلے شماروں کی بہ نسبت اس شمارے کا سرورق قابل تعریف ہے۔ رسالہ میں جتنے بھی بھائی بہن قلم کار ہیں ان سب کو بہت بہت مبارکباد

انیسہ ناز شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

● آپ کا پرچہ دینی، سائنسی، معلوماتی مضامین کا ایسا حسین گلدستہ ہے کہ جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ آپ کی ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے کہ آپ پیام تعلیم کے ذریعے ایک نسل تیار کر رہے ہیں۔ انٹرویو کا یہ سلسلہ بھی خوب ہے۔

ملکہ کوثر رحمانیہ اسکول آرمور، اے پی

● ماہ فروری ۹۶ء کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا۔ بچوں کی کوششیں، میں اپنا نام "شہزادی انجم" دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا اور میں نے اسے بار بار دیکھا اور بار بار پڑھا۔ اس کے لیے میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

شہزادی انجم، گرلز ہائی اسکول پرکٹ ضلع نظام آباد

● میں پیام تعلیم بہت ہی لگن سے پڑھتا ہوں۔ مجھے اس رسالے میں لطیفے اور کہانیاں بہت ہی پسند ہیں۔

منور حسن، محلہ پورہ موفی، مبارک پور اعظم گڑھ

● ماہ مارچ کا رسالہ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا اس میں آپ نے میری تحریر شائع کرکے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے آگے لکھنے کا موقع دیا۔

عتیق الرحمن قریشی، بڑھئی پورہ منگرول پیر اکولہ

● مارچ کا پیام تعلیم پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ دراصل میں پیام تعلیم کا نیا نیا قاری ہوں۔ اس شمارے میں "فیصلہ" کہانی پسند آئی۔ لطیفے بھی پسند آئے۔

شیخ متین شیخ موسیٰ، جونا بازار، بیڑ مہاراشٹر

● ماہ مارچ کے شمارہ میں قلمی دوستی کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ ہم شکل ہم راز کی ۱۲ ویں قسط پڑھ کر مزہ آگیا۔

محمد انوار جاوید مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور پنجاب

● پیامی بہنوں اور بھائیوں سے

پیامی بھائیو اور بہنو! آپ سب پیام تعلیم میں شائع ہونے والی ہدایت پر عمل کرتے ہیں یا نہیں، یا صرف مطالعہ ہی کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو آپ سب کو چاہیے کہ ان ہدایت پر عمل کریں اور سارے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ بڑوں کا کہنا مانیں اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئیں۔

مہ جبین مکان نمبر ۳-۱-۹ آرمور اے پی

● میں ماہنامہ پیام تعلیم برابر پڑھتا ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اس کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میرے دوست وغیرہ بھی اس رسالے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ میں سالانہ خریداری کے لیے روپے منی آرڈر کرنے والا ہوں اور ہمارے دوست بھی۔

محمد خالد رضا مرزا پور دیاری، ارریہ بہار

● میں ہر ماہ پیام تعلیم کا بے چینی سے انتظار کرتا ہوں، پیام تعلیم میں سائنسی معلومات، ہم شکل ہم راز میرے پسندیدہ اشعار، اقوال زریں، گدگدیاں بچوں کی کوششیں بہت پسند ہیں۔

ظہیر الحق، محلہ پورہ دیوان اونچی تکیہ، مبارک پور یوپی

● ماہ مارچ ۹۶ء کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا، اور اس میں شرارت کا انجام، دکھی لڑکی، اور پسندیدہ اشعار گدگدیاں بہت پسند آئے۔

سید عقیل احمد، جامعہ عروج الاسلام مارول، جلگاؤں

● مجھے مارچ ۹۶ء کا پیام تعلیم ملا، دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور مجھے اس میں "روح نے نوکری بچالی، فیصلہ، گدگدیاں، پسندیدہ اشعار، تندرستی ہزار نعمت ہے" مضامین بہت پسند آئے۔

رفیع الدین، اسلامیہ عربک کالج منصورہ، آلور ہاسن

● پیام تعلیم ہر ماہ دستیاب ہو رہا ہے۔ گھر کے سبھی لوگ اس رسالہ کو بہت ہی دلچسپی کے ساتھ پڑھتے

ہیں۔ ماہ مارچ کے سبھی مضامین بہت زیادہ پسند آئے۔

ایم ریاض عالم چوکتا، جوکی ہاٹ، اررید، بہار

● ماہ مارچ کا پیام تعلیم پڑھا، اس کے تمام کالم پسند آئے، میں نے اس سے قبل ایک خط آپ کے پاس روانہ کیا تھا ضرور ملا ہوگا۔ آپ نے قلمی دوستی میں میرا نام نہیں شائع کیا اور نہ خط شائع کیا۔ مجھے دکھ ہوا۔

چشتی سید محمد مظفر، جامع مسجد پھپھوند، اٹاوہ

● ماہ مارچ کا پیام تعلیم پہلی بار ہاتھ میں آیا تو پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ دل نے چاہا کہ سال بھر کے پیام تعلیم ایک ہی وقت میں پڑھ لوں۔ پیام تعلیم کے بغیر اسکول میں بھی دل نہیں لگتا۔

محمد ظفر محمد یوسف، مدرسہ عروج الاسلام، مارول

● ماہ مارچ کا رسالہ پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ مجھے اس رسالے میں اقوال زریں، گدگدیاں اور بچّوں کی کوششیں، بہت زیادہ پسند ہیں۔

لبنیٰ خالد ـــــ مولوی گنج ـــــ لکھنؤ

● مارچ کا پیام تعلیم اپنی تمام تر دلچسپیوں کے خزانے سمیٹے ہوئے شاندار انداز میں ہمہ دست ہوا۔ جس کے تمام مضامین قابلِ تحسین ہیں۔ مارچ کے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر دل مسرت سے جھوم اٹھا۔ اس کے لیے ہم آپ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

محمد آصف شیخ ساندو رضوی، اسلام پورہ، کاسودہ

● پیام تعلیم مارچ کے رسالہ میں، 'والد کی نصیحت' ابن تحیہ ناز، وانمباڑی کی لکھی ہوئی کہانی پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ یہ میری اپنی ہی بیٹی ہے۔ یہ اس کی لکھی ہوئی پہلی کہانی ہے جو اپنی محنت سے اور بڑی سوجھ بوجھ سے لکھی ہے۔ وہ اپنا زیادہ وقت پیام تعلیم پڑھنے میں گزارتی ہے اسی لیے میں پیام تعلیم کا خریدار بنا ہوا ہوں۔ جس دن یہ رسالہ مجھے ملتا ہے اسی دن وانمباڑی بھیج دیتا ہوں۔

گدگدیاں کے کالم میں اور دو ورق بڑھا دیں تو اچھا ہے کیونکہ ہمارے بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

میں یہاں بنگلور میں نوکری کر رہا ہوں۔ تین ماہ میں ایک مرتبہ آٹھ دن کے لیے رضا میں بستی جاتا ہوں۔ ورنہ اس کہانی میں لفظ طوطا[1] اور طوطے کی جگہ توتا اور توتے کو درست کر دیتا تھا۔ آیندہ اگر کوئی بھی بچے غلط لکھ دے تو اس لفظ کے نیچے ایک لکیر کھینچ کر بازو میں ہی درست لفظ آپ لکھ دیں تو بچّوں کو اپنی غلطی کا احساس ضرور ہوگا اور درست لکھنے کی عادت بھی ہوگی۔ اس کے علاوہ اپنا نام اور اپنا مضمون پڑھ کر اور بھی لکھنے کا شوق و ذوق ان کے دلوں میں پیدا ہوگا۔

[1] نئے املا کے مطابق 'توتا'، 'ت' سے ہی صحیح ہے۔ (ادارہ)

این۔ اسیر باشاہ ـــــــــ بنگلور

● پیام تعلیم پہلی بار میرے دوست محمد آصف کے پاس دیکھا اور پڑھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ اس رسالے کے پڑھنے سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، دینوی اور دنیاوی معلومات کا خزانہ ہے۔

محمد طارق عبدالکریم مرچنٹ (شہر کا نام نہیں لکھا)

● اس ماہ کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر دل باغ باغ

ہو گیا۔ اس میں تمام مضامین بہت پسند آئے خاص طور سے بچوں کی کوششیں والا کالم بہت پسند آیا۔

بدرالحق انصار کلب پورہ رانی، مبارک پور اعظم گڑھ

● پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میرا نام پیام تعلیم میں آیا تو میرا دل خوشی کے مارے جھوم اٹھا۔ اس میں مجھے "ہم شکل ہمراز" "روح نے نوکری بچالی"، اور "ایک دن کی چاندنی" پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

محمد شمشاد ــــ مالیر کوٹلہ، سنگرور پنجاب

● اس شمارے میں 'میاں خوں خوں'، حکیم کبوتر والے، کافی دلچسپ تھے۔ 'جاگو اور جگاؤ'، نصیحت آمیز تھا۔ اڈیٹر صاحب مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ قلمی دوستی اور تعارف نامے کا کالم بند کر دیجیے کیونکہ تعارف نامے اور قلمی دوستی کی وجہ سے کہانی کے لیے جگہ کم رہ جاتی ہے۔

محمد اقلیم محمد حلیم، پیر چے بلڈنگ، کرناک بندر ممبئی

● مارچ کے پیام تعلیم کا سرورق دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ عمدہ لطیفے اور بہترین مضامین پڑھ کر مسرت ہوئی۔ ویسے تو سارے مضامین اچھے لگے لیکن خاص طور سے "حکیم صاحب کے مشورے"، اور "روح نے نوکری بچالی"، بہت پسند آئے۔

ماسٹر اعجاز احمد شیخ ٹیکری پورہ، منگرول پیر، آکولہ

● پیام تعلیم میں 'اپنا تعارف خود کرائیے'، مجھے پسند نہیں آیا۔ میرے حساب سے اس مضمون سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ آپ سے التدعا ہے کہ اس کے بدلے میں کہانی چھاپیے۔

وحید احمد میر ــ بارہ مولہ ــــ کشمیر

● اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ ماہ مارچ کے پیام میں میرا نام شائع ہوا۔

وسیم رضا، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

● ماہ مارچ کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں نے بہت سے رسالے پڑھے لیکن پیام تعلیم جیسا کوئی رسالہ نہیں۔ خاص طور سے اس میں گدگدیاں، آدھی ملاقات اور اقوال زریں بہت پسند آئے۔

ظفر اقبال، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

● پیام تعلیم رسالہ وقت پر ملا۔ رسالے کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا جب ورق الٹ کر کالم میرے پسندیدہ اشعار' میں اپنا نام پایا تو بے انتہا خوشی ہوئی۔ پیام تعلیم کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

صابرہ بانو ــ اتھنی ــــ کرناٹک

● اس ماہ مجھے تمام مضامین بہت پسند آئے۔ خاص طور پر بچوں کی کوششیں، میرے پسندیدہ اشعار، گدگدیاں اور ایک نیا کالم پھول پھول خوشبو بھی مجھے بہت پسند آیا۔

ارشاد احمد قریشی، آستانہ کارنجہ آکولہ

● میں نے اپنے دوست احتشام عالم سے لے کر پیام تعلیم کا مطالعہ کیا تو یہ رسالہ بہت اچھا لگا میں اس رسالے کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔

حافظ محمود شاہ و حافظ شیخ عرفان، امراؤ پور

بچوں کی کوششیں

ایک بچہ بیمار تھا۔ اس کا باپ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے دل کی حالت دیکھنے کے لیے آلہ لڑکے کے سینے پر رکھا اور کہا: "بیٹا دس تک گنتی گنو۔"
یہ سن کر لڑکا گھبرا گیا اور بولا۔
"ابو آپ مجھے پھر اسکول لے آئے۔"

خدا پر بھروسا

کسی گانو میں ایک عورت، مرد اور ان کے بچے رہا کرتے تھے۔ ان کی ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی اسی میں رہ کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تبلیغی جماعت والے گشت لگاتے اس آدمی کی جھونپڑی کی طرف آئے اور اس آدمی کو تبلیغ کے لیے لے کر جانے لگے۔ جب وہ آدمی اجتماع میں جانے کے لیے تیار ہو گیا تو اس کی عورت نے اس سے کہا کہ آپ تو اجتماع میں جا رہے ہیں۔ میں یہاں اپنے بچوں کا پیٹ کیسے بھروں گی۔ تب اس آدمی نے کہا خدا پر بھروسا رکھو اور تجھے جو چاہیے وہ تو خدا سے مانگ لے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی اجتماع میں چلا گیا۔

عورت نے جب کھانا پکانا چاہا تو اس کو سامان کی ضرورت پڑی تو اس نے اللہ سے کہا کہ اے اللہ میرے شوہر تو اجتماع میں چلے گئے ہیں اور میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ اے اللہ، مجھے پکانے کے لیے سامان دے دے۔ تو اللہ کی رحمت سے پرندوں کو حکم ہوتا ہے کہ جاؤ میری بندی جو کچھ مانگ رہی ہے اسے جنت سے دے دو۔ تو پرندے اس عورت کے جھونپڑے پر کھانے کا سامان گرا کر جاتے ہیں۔ اور یہ عورت اسے پکا کر اپنے بچوں کو کھلاتی ہے اور خود بھی کھاتی ہے۔ اسی طرح ہر روز پرندے اس عورت کے جھونپڑے پر کھانے کی چیزیں گرا کر جاتی تھیں۔ کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

جب اس عورت کا شوہر تبلیغ سے واپس لوٹا تو اس کی بیوی نے سارا ماجرہ اپنے شوہر کو بتایا۔ اس کا شوہر بہت خوش ہوا۔ جلد ہی یہ بات باہر گانو میں پھیل گئی۔ اس عورت کے جھونپڑے کے پاس ایک بہت بڑے امیر عورت رہتی تھی۔ اس نے جھونپڑی والی عورت کا ماجرا سن کر اپنے شوہر کو بھی اجتماع میں بھیج دیا اور پھر خدا سے کہتی ہے کہ اے اللہ مجھے ساز و سامان دے، اے اللہ مجھے ساز و سامان دے لیکن اس عورت کو اللہ نے کچھ بھی نہیں دیا کیونکہ اس عورت کا خدا پر بھروسا نہیں تھا بلکہ اس نے لالچ کی وجہ سے اپنے شوہر کو اجتماع میں بھیج دیا تھا۔

بی بی عائشہ محی الدین، سنجے نگر، چکوڑی، بیلگام

اخلاق کی اہمیت

انسان کو ایک بہترین انسان کہلانے کے لیے

اچھے اخلاق کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ اچھے کردار، نیک چلن اور اچھے صفات کا مجموعہ ہی اخلاق کا اہم ترین جزء ہے۔ معاشرہ میں اچھے اخلاق کو ہی اہمیت دی گئی ہے کیونکہ جس شخص کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں وہ معاشرے میں ایک اچھا آدمی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اور اچھے اخلاق سے وہ ترقی کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں بھی اخلاق کو کافی اہمیت دی گئی ہے۔ ایک حدیث ہے۔

"قیامت کے دن کئی لوگ اچھے اخلاق کی بنا پر بخشے جائیں گے۔"

دوستو! ہمیں بھی آج کے دور میں بہترین اخلاق کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے کیونکہ ہمارا مذہب اسلام اور ہماری تعلیمات اچھے اخلاق کا درس دیتے ہیں۔ خود ہمارے نبیؐ کے بارے میں قرآن نے کہا کہ آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔ بغیر اچھے اخلاق و کردار کے ایک معاشرہ حیوانوں کا معاشرہ ہوگا لیکن بدقسمتی سے ہماری درسگاہوں میں اخلاقی تعلیم ہی کا نام و نشان نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر علم میسر ہے ان کو اخلاق کی ہی تعلیم نہیں
کردار کشی خود ہی کر کے کردار کی باتیں کرتے ہیں

اگر ہم اس مادی تعلیم کا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہماری درسگاہوں کو پھر سے اخلاق کی تعلیم کو جگہ دینا ہوگا۔ کسی نے کہا ہے ؎

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

قاضی محمد عبدالخالق، فورٹ ہائی اسکول، جگتیال اے پی

والدین کی خدمت

حضرت شعیب علیہ السلام ایک بہت مشہور نبی گزرے ہیں۔ آپؑ کو اللہ نے قوم کو سدھارنے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں۔ گھر میں کوئی لڑکا نہ تھا صرف دو بیٹیاں تھیں، وہی گھر کا سارا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے والدین کا پیٹ پالتی تھیں۔ آپ کے گھر میں بھیڑ بکریاں پلی ہوئی تھیں۔ دونوں لڑکیاں انھیں چرانے لے جاتیں اور پھر کنویں سے پانی پلا کر واپس لاتیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دونوں بیٹیاں اپنی بکریاں لے کر کنویں پر آئیں۔ دوسرے چرواہے پانی نکال کر اپنے مویشیوں کو پلا رہے تھے۔ یہ دونوں بے حد شرمیلی تھیں اپنی بکریاں علاحدہ لے کر کھڑی رہیں۔ اتنے میں ایک اجنبی نے دیکھا۔ پاس آکر اُن سے انتظار کا سبب پوچھا۔ لڑکیوں نے بتایا کہ "ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے، باپ بوڑھے اور نابینا ہیں۔ ہم دونوں بہنیں بکریاں چرانے جاتی ہیں۔ جب سارے چرواہے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں، تب ہم پلاتے ہیں۔"

اجنبی نے ترس کھا کر لڑکیوں کی مدد کی۔ پانی کھینچ کر بکریوں کو پلایا۔ لڑکیاں بکریوں کو لے کر گھر لوٹیں اور اپنے ابا جان سے سارا قصہ کہہ سنایا۔

حضرت شعیبؑ نے اجنبی کو بلانے بھیجا۔ بڑی بیٹی بی بی صفورا شرماتی ہوئی گئیں اور اجنبی کو بلا لائیں۔ گھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ یہ اجنبی شخص حضرت موسیٰؑ تھے جنھوں نے مصر میں ایک ظالم فرعونی کو ظلم سے باز رکھنے کے لیے ایسا گھونسا مارا تھا کہ وہ مر گیا تھا اور پھر قتل کر دیے جانے کے ڈر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کو تسلی دی۔ اور بڑی بیٹی بی بی صفورا کو اُن سے اس شرط پر بیاہ دینا چاہا کہ وہ آٹھ یا دس سال تک اُن کی

بکریاں چرائیں۔ حضرت موسیٰؑ راضی ہو گئے۔ اس طرح بی بی صفورا نے مہر میں زیور یا رقم وغیرہ لینے کے بجائے اپنے والدین کی خدمت ہی کو بہ خوشی قبول کر لیا۔

مرزا ادریس بیگ، بارسی ٹاکلی ضلع آکولہ ایم ایس

ایک اندھا، بیمار۔ مگر ہمت والا روسی قلم کار

نکولائی آستروسکی

اکثر آدمی بیماری کی حالت میں یہ سوچ کر چپ چاپ بیٹھ جاتا ہے کہ اب وہ کسی بھی کام کے قابل نہیں ہے اور معاشرے میں اس کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے مگر نکولائی آستروسکی ایک ایسا شخص تھا جو مانتا تھا کہ آدمی چاہے کیسی بھی حالت میں رہے وہ سماج کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے نکولائی آستروسکی روس کا ایک ایسا قلم کار تھا جس نے خطرناک بیماری کی حالت کے باوجود دن رات کڑی محنت کرکے اپنے ملک کی خدمت کی۔ شہرۂ آفاق ناول "اگنی دیکھا" کا تخلیق کار آستروسکی خود کو ایک سپاہی مانتا تھا اور ایک سپاہی کی طرح ہی سخت محنت کو اس نے اپنی زندگی کا مشغلہ بنایا تھا "اگنی دیکھا" جیسے عظیم ناول کی تخلیق بھی آستروسکی نے ہولناک بیماری کی حالت میں ہی پندرہ۔ پندرہ بیس بیس گھنٹے روز سخت محنت کرکے پوری کی تھی۔ آستروسکی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں ایک دم اندھی ہو گئی تھیں۔ وہ چل پھر نہیں سکتا تھا پھر بھی اس کے اندر کام کرنے کی ایک عجیب فطری لگن تھی۔ نکولائی آستروسکی کی پیدائش ۲۹ ستمبر ۱۹۰۹ء میں ہوئی تھی۔ اس کے گھر کی حالت اچھی نہیں تھی۔ آستروسکی کو بارہ سال کی عمر میں ہی ملازمت کرنے کے لیے نکل جانا پڑا۔ اس نے باورچی کا گودام کے مزدور کا۔ بجلی گھر میں کوئلہ جھونکنے والے کے مددگار کا اور ایسے ہی دوسرے کئی کام کیے۔ بڑی پریشانیاں سہیں۔ محنت کی، آگ سے تپ کر وہ فولاد کی طرح مضبوط ہو گئے۔ اس نے ریل کے لیے پٹری بچھانے والوں کے ساتھ سخت کام کیا۔

آستروسکی نے ناول کی نقل اپنے ان دوستوں کو پڑھوانے کے لیے بھیجی جو اس کے ساتھ کے مزدور رہے تھے اور جن کی کردار نگاری ناول میں ہوئی تھی مگر "اگنی دیکھا" کی اصل کہیں کھو گئی۔ آستروسکی اس سے اداس نہیں ہوا اور پھر لکھنے میں لگ گیا۔ آستروسکی کے پاس وقت بہت کم تھا اور کام بہت زیادہ۔ اس کی زندگی کا چراغ کسی وقت بھی بجھ سکتا تھا۔ اسے تو بس ایک ہی فکر تھی کہ وہ محنت کے معاملے میں پچھڑ نہیں

ایک مداری ایک بڑے مجمع میں کرتب دکھا رہا تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک لیموں نکالا اور اس کے رس کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا پھر اس نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہے کوئی مائی کا لال! جو اس لیموں سے ایک قطرہ بھی نکال سکے"۔ مجمع پر کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے لیموں کو اپنے ہاتھوں میں دبا کر بہت سے قطرے نکال دیے۔ لوگ حیران رہ گئے۔ سب سے زیادہ حیرانی مداری کو ہوئی اس نے آدمی سے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا "کیا تم بھی کوئی مداری ہو؟"

"نہیں"، آدمی نے جواب دیا "میں تو انکم ٹیکس آفیسر ہوں"۔

مرسلہ: صادقہ خاتون، بنجھاپور، جاج پور، اڑیسہ

جائے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے پہلی قطار میں کھڑا سپاہی سمجھتا تھا۔ بہادر سپاہی۔ آستروسکی کو ڈر تھا کہ وہ ناول ختم ہونے سے پہلے ہی نہ مرجائے۔ اس کو لکھنے میں کافی تکلیف ہوتی۔ حرف ایک کے اوپر ایک چڑھ جاتے۔ اس کے لیے اس نے کٹے ہوئے گتوں کا استعمال شروع کر دیا۔ آخر میں آستروسکی نے بول بول کر بھی لکھوایا۔ اس طرح اس نے اپنا ناول پورا کیا۔

ناول تیار ہوا اور لوگوں کو خوب پسند آیا۔ ناول کی ساری باتیں، سارے واقعے سچے تھے۔ اسی طرح "اگنی دیکھا" نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی۔ "اگنی دیکھا" کا عموماً سبھی مشہور زبانوں میں ترجمہ ہوا اور لاکھوں کاپیاں چھپیں۔ جلد ہی "اگنی دیکھا" دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئی۔ آستروسکی کی صحت میں کوئی سُدھار نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی صحت مسلسل گرتی جارہی تھی مگر وہ اس خطرناک درد کو سہتے ہوئے بھی کام میں لگا تھا ... پوری محنت، ایمانداری اور لگن سے۔ اب آستروسکی "توفان کے جائے" ناول پر کام کر رہا تھا۔ بچوں کے لیے ایک کتاب "یادو کا بچپن" اور ایک اور ناول "کورچاگن کا سوبھاگیہ" لکھنے کا پلان تھا۔

آستروسکی کے دن بھر کے پروگرام میں پڑھنا ایک اہم پروگرام تھا۔ وہ خود اندھا تھا مگر کسی دوسرے سے اخبار اور دوسری کتابیں پڑھواتا تھا اور خود غور سے سن کر معلومات میں اضافہ کرتا تھا۔ اس کے آس پاس کے لوگ حیران تھے کہ وہ اتنی خطرناک حالت میں اتنا بڑا کام کیسے کرلیتا ہے۔ آستروسکی کو اس کی عجیب وغریب خدمات کے لیے ۱۹۳۵ء میں "لینن تمغے" سے عزت افزائی کی گئی۔ یہ سال آستروسکی کی زندگی کا سب سے غمگین سال بن گیا۔ مرنے سے پہلے ہر حالت میں وہ "توفان کے جائے" پورا کرنا چاہتا تھا اور جیسے تیسے اس نے سخت محنت کرکے ناول پورا کیا۔ اس کے درمیان طبیعت میں لگاتار اُتار چڑھاؤ آتے رہے۔ ناول تو پورا ہوگیا مگر اس کے کچھ ہی دنوں بعد ہی بیماری کا ایک زبردست دورہ پڑا۔ آستروسکی اس بھیانک درد سے تڑپ اٹھا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو نکولائی آستروسکی کی موت ہوگئی۔ مرنے کے وقت وہ صرف ۳۲ سال کا تھا مگر اس نے اتنی کم عمری میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ بہت بڑے اور عملِ عظیم ہیں۔

ہزاروں لوگوں کے لیے جو اپنے کو بیماری یا ایسی ہی کسی دوسری حالت کے سبب بیکار اور ناقابل استعمال سمجھ بیٹھ جاتے ہیں۔ نکولائی آستروسکی ان کے لیے ایک بنیادرس بن کر آیا تھا اور محنت کے لیے لگن کی محبت کا سبق پڑھا کر چلا گیا۔

غازی بن میم، محلہ بھان لوٹی، سہسرام، روہتاس

حقیقی شہزادی

کسی ملک میں ایک شہزادہ رہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جس سے وہ شادی کرے وہ حقیقی شہزادی ہو۔ اس نے جگہ جگہ شہزادیوں کو دیکھا لیکن اُن میں کوئی نہ کوئی خرابی تھی۔ آخر وہ تھک کر اور غم سے نڈھال ہو کر محل واپس آگیا۔

ایک شام جو کہ طوفانی شام تھی، بجلی کڑک رہی تھی۔ موسلادھار بارش ہو رہی تھی، اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے دروازہ کھولا۔ ایک لڑکی جو باہر کھڑی تھی جس کے بال اور کپڑے پانی سے شرابور تھے اور جسم سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ اک حقیقی شہزادی ہے۔ دربان نے ملکہ کو خبر کی۔

شہزادے کی ماں نے سوچا، اگر یہ حقیقی شہزادی

ہے تو اس کا امتحان لینا چاہیے۔ وہ جلدی سے ایک کمرے میں گئی اور شہزادی کے سونے کے لیے بستر تیار کرنے لگی۔ امتحان لینے کی غرض سے اس نے تین چھوٹے چھوٹے مٹر کے دانے سب سے نیچے رکھے اور اس پر بیس موٹے موٹے گدّے رکھ دیے اور ان گدّوں کے اوپر چادر بچھا دی۔ شہزادے کی ماں نے شہزادی سے اس بستر پر سونے کو کہا۔

صبح جب شہزادے کی ماں نے شہزادی سے پوچھا کہ کل رات کیسی بیتی۔ تو شہزادی بولی۔ "بہت خراب رات بیتی۔ میں رات بھر اپنی آنکھ بند نہ کر سکی۔ مجھے لگا کہ میرے بستر کے نیچے کچھ ہے جو مجھے چبھ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے میرے جسم (پیٹھ) پر کالے کالے دھبے ابھر آئے ہیں۔ میں رات بھر درد سے پریشان رہی۔ شہزادی کی ماں سمجھ گئی کہ یہ سچ مچ ایک حقیقی شہزادی ہے شہزادے کی ماں یعنی ملکہ نے اپنے بیٹے سے اس کی خواہش کے مطابق حقیقی شہزادی سے شادی کر دی۔ اس طرح شہزادے کو ایک حقیقی شہزادی دلھن کے روپ میں مل گئی۔

(انگریزی سے ترجمہ)

محمد خالد حسن   پانی باغ کشن گنج بہار

بیربل کی عقلمندی

ایک مرتبہ بادشاہ اکبر نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ دنیا میں بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ جس کے پاس دوست ہے وہی بڑا آدمی ہے۔ دوسرے نے کہا جس کے پاس فوج ہے، وہی بڑا ہے۔ تیسرے نے کہا جس کے پاس علم ہے وہی بڑا آدمی ہے کیونکہ عالم کی ہر جگہ قدر ہوتی ہے۔ آخر میں اکبر نے یہی سوال بیربل سے کیا۔ بیربل نے جواب دیا۔ حضور والا جو شخص دوسروں کا دُکھ درد سمجھتا ہے اور انھیں دور کرنے کو تیار رہے وہی بڑا آدمی ہے۔ بیربل کا جواب سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔

اکبر بیربل کو بہت چاہتا تھا۔ اس لیے دوسرے درباری بیربل سے بہت جلتے تھے ایک دن ایک درباری نے بادشاہ سے پوچھا۔ جہاں پناہ، آپ بیربل کو اتنا کیوں چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ بیربل بڑا عقلمند ہے وہ میرے سوالات کا معقول جواب دیتا ہے اس لیے میں اس کو بہت چاہتا ہوں۔

درباریوں نے کہا۔ نہیں سرکار ہم بھی آپ کے سوال کا معقول جواب دے سکتے ہیں۔ اکبر نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ کل اس بات کی آزمائش ہو جائے گی کہ آپ لوگ زیادہ عقلمند ہیں یا بیربل۔

دوسرے دن دربار میں سب لوگ جمع ہوئے تو اکبر نے ان سے پوچھا۔ بیوقوف سے پالا پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟

ایک نے کہا اس کا سر منڈوا کر گدھے پر بٹھا کر شہر سے باہر بھیج دینا چاہیے۔ دوسرے نے کہا کہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے چاروں طرف گھمانا چاہیے۔ آخر میں بادشاہ نے بیربل سے پوچھا۔ بیربل تم بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔

ایک دوست (دوسرے سے) "ہم میلے میں جا رہے ہیں لیکن وہاں کھائیں گے کیا؟"
دوسرا: "جو سب لوگ کھاتے ہیں"
پہلا: "کیا؟"
دوسرا: "دھکے"

بیربل نے جواب دیا۔ اس کا جواب دس دن کے اندر میرا بھائی آکر دے گا۔ وہ بڑا عقلمند ہے یہاں سے دور رہتا ہے۔ میں اسے یہاں لے آؤں گا بادشاہ راضی ہوگیا۔ اس نے بیربل کو دو سو روپے سواری خرچ دیا۔ بیربل روپے لے کر گھر چلا گیا۔ اور وہاں آرام سے رہنے لگا۔ نویں دن بیربل گھومنے نکلا۔ راستے میں اسے ایک موٹا تازہ آدمی ملا وہ بڑا بیوقوف نظر آتا تھا۔ بیربل نے اس سے پوچھا۔ کیوں جی صرف ایک دن کے لیے نوکری کروگے۔ وہ شخص راضی ہوگیا۔ اور بولا کیا کام کرنا ہوگا۔ بیربل نے کہا۔ تم کو میرے ساتھ دربار میں چلنا ہوگا۔ وہاں کوئی تم سے کچھ بھی پوچھے اس کا جواب نہ دینا۔ چپ چاپ کھڑے رہنا۔ بولو تیار ہو۔ وہ شخص تیار ہوگیا۔ اسے بیربل اپنے گھر لے گیا۔ دوسرے دن اسے اچھا لباس پہنا کر دربار میں لے گیا۔ بادشاہ سے کہا۔ حضور یہی میرا بھائی ہے۔ یہ آپ کی بات کا جواب دے سکتا ہے۔

بادشاہ نے اس آدمی سے پوچھا۔ کیوں جی بیوقوف سے پالا پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟ وہ شخص کچھ نہ بولا۔ خاموش کھڑا رہا۔ بادشاہ نے سوچا شاید یہ آدمی بہرہ ہے اس لیے زور سے اس نے پھر وہی سوال پوچھا۔ پھر بھی وہ آدمی کچھ نہ بولا چپ کھڑا رہا۔ بادشاہ نے پھر پوچھا اس مرتبہ بھی وہ کچھ نہ بولا۔ اب بادشاہ کو غصہ آگیا اس نے بیربل سے پوچھا، تمھارا بھائی تو کوئی جواب نہیں دیتا۔ بیربل بولا، میرا بھائی جواب ہی تو دے رہا ہے۔ بادشاہ نے دریافت کیا وہ کیسے؟ وہ تو کچھ بولتا ہی نہیں۔ بیربل نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ کے سوال کا یہی جواب ہے کہ بیوقوف سے پالا پڑے تو خاموش رہنا چاہیے۔ یہ سن کر بادشاہ خوش ہوگیا اور بولا۔ بیربل تم نے مجھے بھی بیوقوف بنا دیا۔

درباری لوگ بیربل کی ذہانت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس دن سے انھوں نے بیربل سے حسد کرنا چھوڑ دیا اور وہ بھی اس سے پیار کرنے لگے۔

محمد عارف، چھوٹا بازار ملکاپور، بلڈانہ، مہاراشٹر

سایے کی قیمت

ایک گانو کے باہر سیٹھ جے رام رہتا تھا۔ اس نے اپنے مکان کی باہری دیوار کے ساتھ ایک نیم کا پودا لگایا جو دو سال میں بڑا ہوکر اچھا خاصا پیڑ بن گیا۔ سیٹھ کے پاس ہی عیدو کمہار کا گھر تھا۔ عیدو کمہار بڑا سمجھ دار اور حاضر جواب تھا۔

ایک دن بڑی گرمی تھی۔ عیدو اپنے خچر کے ساتھ باہر سے آیا۔ اس نے خچر کو ایک طرف باندھ دیا اور آگے گھاس ڈال دی۔ پھر عیدو تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے سیٹھ کی نیم کے سایے میں لیٹ گیا۔ دوپہر کے بعد جب سیٹھ جے رام آیا تو عیدو کو نیم کے نیچے سوتا دیکھ کر بہت غصہ ہوا اور اپنے منہ میں بڑبڑانے لگا۔ عیدو کی آنکھ کھل گئی۔ سیٹھ کو غصہ ہوتا دیکھ کر بولا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر تو مجھے اس پیڑ کی چھانو میں آرام کرتا نہیں دیکھ سکتا تو تو اس پیڑ کے سایے کا کرایہ لے سکتا ہے۔ سیٹھ اپنے فائدے کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔ آخر کار بیس روپے میں سودا طے ہوا۔ عیدو نے گانو کے کچھ لوگوں کے سامنے پندرہ روپے اور دو گھڑے دے دیے۔

اب عیدو ہر روز کام ختم ہونے پر پیڑ کے نیچے آرام کے لیے لیٹ جاتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ نیم کی چھانو جہاں بھی جاتی عیدو وہیں جاکر اپنا بوسیدہ سا

کپڑا بچھا کر لیٹ جاتا۔ سیٹھ جے رام یہ سودا کر تو بیٹھا مگر وہ اب بہت دُکھی ہو گیا تھا۔ اس نے گاؤں کے لوگوں کے سامنے یہ سودا کیا تھا مکاری بھی نہیں کر سکتا تھا وہ اپنے کیے پر بڑا پچھتا رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

ایک دن سیٹھ جے رام کے بڑے بیٹے کی منگنی تھی۔ سب عزیز و اقارب منگنی کی رسم ادا کرنے اکٹھے ہوئے تھے جب سارے لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو عین اسی وقت عیدو اپنے خچر کو لے کر مہمانوں والے کمرے میں گھس گیا۔ اپنے خچر کو چارپائی کے ساتھ باندھ دیا اور خود کپڑا بچھا کر لیٹ گیا۔ سبھی رشتے دار بہت حیران ہوئے اور جب سبھی کو پتا چلا کہ سیٹھ جے رام نے نیم کے سایے کا سودا کیا تھا تو جے رام بہت شرمندہ ہوا۔ آج سیٹھ جے رام کو سبق ملا پھر عیدو نے اس شرط پر پیسے واپس لینا منظور کر لیا کہ آگے سے کسی بھی مسافر یا کسی بھی آدمی کو نیم کی چھاؤں کا لطف لینے سے نہ روکے گا۔

محمد ارشد، محلہ قاضی چوہٹہ، مالیر کوٹلہ، پنجاب

پینسلین کی کھوج کرنے والا

الیگزینڈر فلیمنگ

گھر کے بغل میں ایک تالاب تھا۔ دو بچے اس میں آکر کودے۔ یہ ہمیشہ ایسی ہی اُچھل کود مچایا کرتے تھے۔ وہ دونوں بھائی بہن تھے بھائی ہمیشہ جیت جاتا تھا۔ وہ تالاب پار کر لیا تھا لیکن وہ اس دن پیچھے رہ گیا۔ بہن نے تالاب پار کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ اور خوشی سے تالی بجانے لگی کیونکہ شاید وہ پہلی بار بھائی سے جیتی تھی لیکن وہ چونک کر رک گئی کیونکہ اس کا بھائی ڈوب رہا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر بہن نے

عارف: (صادق سے) "تم نے گانے کی مشق کیوں چھوڑ دی؟"

صادق: "گلے کی وجہ سے"

عارف: "کیوں گلے کو کیا ہوا؟"

صادق: "پڑوسی نے گلا دبانے کی دھمکی دی ہے۔"

روتے ہوئے چلّایا کہ بچاؤ میرے بھائی کو وہ تالاب میں ڈوب رہا ہے۔" باغ میں مالی کا بیٹا گھوم رہا تھا۔ اُس نے جب یہ آواز سُنی تو دوڑتا ہوا آیا اور تالاب میں کود پڑا۔ اُس کے بھائی کو بیہوشی کی حالت میں تالاب سے باہر نکالا اور مالی کے اس بیٹے نے سمجھ داری اور ہوشیاری سے اس لڑکے کا سینہ ملنا شروع کر دیا۔ دھیرے دھیرے دباتا رہا۔ اصل میں وہ اسے نقلی سانس دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ بیہوش لڑکے نے آنکھیں کھول دیں۔ اسی وقت لڑکے کے والد وہاں آ گئے۔ وہ مالی کے لڑکے کے کام سے بہت خوش ہوئے۔ خوشی سے اس کے والد نے کہا "مانگو کیا مانگتے ہو" مانو جواب پہلے سے ہی تیار تھا مالی کے لڑکے نے جھٹ سے کہا! میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں اپنے لڑکے کی جان بچانے کا وہ اچھا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس مالی کے لڑکے کی مدد کرنے کی ٹھان لی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکا آگے چل کر بہت بڑا ڈاکٹر بنا ہوگا۔ اس نے پینسلین (Penicline) جیسی کام کی دوا ایجاد کی ہو گی اور اس کے علاج میں لاکھوں لوگوں کی جانیں بچی ہوں گی۔ ہاں میں آپ سے الیگزینڈر فلیمنگ کی بات کر رہا ہوں۔ مالی کا وہی لڑکا اتنا بڑا سائنس داں

بنا، اور وہ ڈوبنے والا لڑکا! وہ تھے سر ونسٹن چرچل
جو بعد میں انگلینڈ کے وزیر اعظم بنے تھے۔ الیگزینڈر
فلیمنگ ۶ اگست ۱۸۸۱ء کو ایک فارم میں پیدا ہوئے
وہ فارم اسکاٹ لینڈ (Scotland) کے دکھنی حصّہ
میں ہے۔ ان سے بڑے سات بھائی بہن تھے
وہ سب سے چھوٹے تھے۔ ان کا خاندان کافی
بڑا تھا مگر آمدنی بہت کم تھی اس لیے کافی پریشانی
سے دن گزرتے تھے لیکن کسی نہ کسی طرح کام چل
رہا تھا۔ مگر کب تک۔ الیگزینڈر کے والد چل
بسے۔ الیگزینڈر کی عمر اس وقت سات سال کی
تھی مگر ماں کافی ہوشیار خاتون تھیں۔ انھوں نے
پورے خاندان کو سنبھالا۔ چار بچّے ان کے تھے
اور چار سوتیلے۔ مگر ماں نے سب کو برابر پیار دیا تھا
بچّے بھی ان کا کہا مانتے اور ماں کو ہر طرح سے
خوش رکھتے تھے۔ الیگزینڈر کو اسکول بھیجا
گیا۔ دس سال کی عمر تک وہ پاس کے اسکول میں
جاتے رہے۔ بعد میں وہ اپنے بھائیوں کے
ساتھ جانے لگے۔ وہ اسکول ایک گھاٹی میں تھا
جاتے وقت چار میل اُترنا پڑتا تھا اور لوٹتے وقت
چار میل کی چڑھائی پڑتی تھی۔ کُل ملا کر آٹھ میل ہو جاتے
تھے۔ تینوں بھائی ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ اس
چڑھائی میں انھیں بڑا مزا آتا تھا۔ جنگل کی ہریالی دیکھتے
اور چڑیوں کی بولیاں سنتے۔ راستہ یوں ہی کٹ جاتا۔

دو بھائی لندن میں رہتے تھے اور چشمے
بنانے کا کام سیکھ رہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد
انھوں نے اپنی دُکان بھی کھول لی۔ الیگزینڈر ان
کے پاس آ گئے۔ اسکول میں پڑھنے لگے لیکن پڑھائی
زیادہ نہ چل سکی۔ پیسے کی وجہ سے پڑھائی چھوڑنی
پڑی۔ بھائیوں کی دُکان جمی نہیں تھی۔ گھر کا خرچ
چلانے میں دقّت ہو رہی تھی۔ الیگزینڈر کو نوکری
کرنی پڑی۔ نوکری جہاز بنانے والی کمپنی میں تھی
اس وقت الیگزینڈر کُل سولہ سال کے تھے نوکری
تو کرلی لیکن کھیل کود کا شوق نہ گیا۔ انھیں تیراکی کا
بڑا شوق تھا۔ پانی کی پولو کھیلنے میں وہ بڑے
تیز تھے۔ انھوں نے اپنی ایک جماعت بنائی اور
پولو کے مقابلے میں حصّہ لینے لگے۔ ایک بار مقابلہ
سینٹ میری میڈیکل کالج سے ہوا۔ مقابلہ سخت
تھا لیکن الیگزینڈر نے بھی خوب ہاتھ دکھائے۔
لوگوں پر اُن کی دھاک جم گئی۔ اس کھیل کے ڈائرکٹر
اُن سے بہت خوش ہوئے۔ وہ ایسا کھلاڑی
میڈیکل کالج کی جماعت میں رکھنا چاہتے تھے۔
انھوں نے الیگزینڈر سے کالج میں داخل ہونے
کو کہا۔ چاہتے تو الیگزینڈر بھی یہی تھے لیکن پیسے
کی مجبوری تھی اسی سے بات بگڑ رہی تھی۔ آخر یہ
پریشانی بھی دور ہو گئی۔ الیگزینڈر پڑھنے میں
بڑے تیز تھے۔ اُن کے جیسا ایک بھی طالب علم
نہیں تھا جو بھی امتحانات ہوتے تھے، اس میں
وہ پہلے نمبر پر آتے تھے۔ جس سبجکٹ میں بھی
سوال پوچھے جاتے تھے وہ فوراً جواب دے
دیتے تھے۔ سب لوگ اُن سے خوش تھے۔ میڈیکل
کالج میں انعام بھی بہت سارے دیے جاتے تھے
الیگزینڈر کے سوا اور کوئی طالب علم انعام حاصل
نہ کر پاتا تھا۔ اُن کے پاس بہت سارے میڈل
جمع ہو گئے تھے جو کہ سونے کے تھے۔ انھوں نے
کالج میں آکر بھی کھیلنا نہ چھوڑا۔ تیراکی وہ بہت
کرتے تھے۔ پولو کے مقابلے میں حصّہ لیتے تھے۔
میڈیکل کالج میں آکر وہ ایک دو کھیل اور بھی کھیلنے
لگے۔ وہ نشانے بازی سیکھنے لگے۔ چاند ماری
کرنے میں کافی وقت نکل جاتا تھا لیکن وہ پروا
نہ کرتے تھے۔ اُن کا نشانہ بڑا پکّا ہو گیا تھا۔ وہ
ناٹک بھی کھیلتے تھے۔ ان کی ایکٹنگ کافی اچھی ہوتی
تھی۔ آخر ان کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ وہ جو بھی کام

کرتے اسی میں ڈوب جاتے۔ پڑھنے لگتے تو پورا دھیان لگا دیتے۔ کھیل کے میدان میں جاتے تو جم کر کھیلتے۔ ۱۹۰۶ء میں انھیں ڈگری مل گئی۔ لوگوں نے انھیں ڈاکٹری شروع کرنے کو کہا۔ صلاح بہت نیک تھی۔ پیسے کمانے کے لیے تو یہ صلاح کافی اچھی تھی مگر فلیمنگ نے اس صلاح کو نہ مانا اور کھوج کے کام میں لگنے کی سوچی۔ کھوج کے لیے عنوان بھی چن لیا۔ ان دنوں جراثیم کی کھوج ہوتی تھی۔ پاسچر نے جراثیموں پر بہت سارے تجربے کیے تھے۔ جراثیموں کے بارے میں بہت سی باتیں بھی انھوں نے بتائیں تھی۔ پاسچر نے بتایا تھا کہ ہم بھی ہر وقت جراثیموں سے گھرے رہتے ہیں۔ کروڑوں جراثیم ہمارے چاروں طرف منڈلاتے رہتے ہیں۔ وہ جراثیم ہماری سانس کے ذریعے ہمارے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہمارے کھانے کے ساتھ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ کہیں چوٹ لگ جائے تو بھی حملہ بول دیتے ہیں۔ چوٹ لگی کھال کے ذریعے بھی جراثیم اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ ہم ہمیشہ خطرے میں رہتے ہیں۔ جان کے دشمن سے گھرے ہیں لیکن ہم مرتے کیوں نہیں؟

آخر کوئی بات تو ہوگی ہی۔ اس بات کی بھی کھوج کر لی گئی۔ ہمارے خون میں بہت طاقت ہے۔ ہمارا خون ان جراثیموں سے لڑتا ہے۔ انھیں مار ڈالتا ہے۔ ان کا وار ناکام کر دیتا ہے لیکن اگر ہمارا خون کمزور پڑ جائے تو مجبوری ہے۔ ہم بیمار ہو جاتے ہیں۔ جراثیم کے حملے کا ہم شکار ہو جاتے ہیں۔ فلیمنگ نے اس مجبوری کو دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ کمزور خون کو طاقت دینے کے بارے میں سوچا۔ جراثیموں سے لڑنے کے ہتھیار بنانے کا فیصلہ کیا۔ اسی زمانے میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔ جراثیموں کو برباد کرنے والی دواؤں کی کھوج ہوئی۔ لاکھوں سپاہی زخمی ہو کر آئے تھے اور یہ دوا ان کو لگائی جاتی تھی۔ فلیمنگ نے ان دواؤں کے استعمال پر روک لگائی۔ انھوں نے کہا: "ان دواؤں کا استعمال کم سے کم ہونا چاہیے۔ یہ دوائیں بیماری کے جراثیم کو ضرور مارتی ہیں لیکن یہ بڑا کام بھی کرتی ہیں یہ W.B.C. کو برباد کرتی ہیں۔ W.B.C. ہی تو بیماری سے لڑتے ہیں ان W.B.C. کے ختم ہونے سے ہمیں بڑا نقصان ہوتا ہے۔ ہم بیماری کے جراثیم کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

۱۹۲۲ء میں انھوں نے یہ کھوج پوری کی۔ اسے رائل سوسائٹی کے پاس بھیجا۔ خون کی خوبیوں کے بارے میں بتایا۔ اس کھوج کا اثر اچھا ہوا۔ لوگوں میں ان کی چرچا ہوئی لیکن اصلی بات تو نہیں بنی۔ بیماری کے جراثیموں کا علاج تو نہیں ہو سکا۔

اسی زمانے میں انھیں زکام ہوا۔ ان کی ناک بہتی تھی۔ انھوں نے ناک کا وہ پانی جمع کیا۔ اس پر انھوں نے جراثیم پلے۔ چار ہی دن میں خوب جراثیم ہو گئے۔ بیٹھے بیٹھائے انھیں ایک

ایک صاحب اپنے دوست کی تصویر لے کر فوٹو گرافر کے پاس گئے اور کہنے لگے: "میرے دوست نے یہ تصویر ٹوپی پہن کر کھنچوائی تھی جبکہ میں نے کہا تھا کہ بغیر ٹوپی کے کھنچوانا۔ کیا آپ کسی طرح سے یہ ہٹا سکتے ہیں؟"
فوٹو گرافر تابعداری سے بولا: "جی ہاں جناب لیکن یہ بتائیے کہ آپ کے دوست الٹی مانگ نکالتے ہیں یا سیدھی؟"
ان صاحب نے ایک لمحے کو سوچا پھر دوسرے ہی لمحے معصومیت سے بولے:
"جب آپ ٹوپی اتاریں گے تو خود ہی پتا چل جائے گا۔"

بات سوجھی۔ ان جراثیموں پر ناک کے پانی کا اثر دیکھنے کا خیال کیا۔ ناک کے پانی کی ایک بوند جراثیموں کی جماعت پر ڈالی۔ بڑی عجیب بات سامنے آئی۔ جراثیم مرنے لگے۔ اپنی بات کو انھوں نے کئی بار دُہرایا۔ ہر بار ایک ہی نتیجہ نکلا۔ ناک کے پانی سے جراثیم مر جاتے تھے۔ اب ایک نیا سوال سامنے آیا۔ ناک کے پانی میں وہ گن کیسے آگیا؟ انھوں نے کئی چیزوں پر عمل کیے۔ تھوک میں بھی وہی خاص بات تھی۔ آنسو بھی جراثیم کو مار دیتے تھے۔ جانوروں کے دودھ میں بھی یہی بات نکلی۔ انڈے کی سفیدی سے بھی جراثیم مر جاتے تھے W.B.C بھی جراثیم کو برباد کرتے ہیں۔ اس عمل سے ایک بات صاف ہوگئی۔ کوئی چیز ایسی ضرور ہے جو ان جراثیموں کو مارتی ہے۔ وہ چیز ہر کہیں پھیلی ہوئی ہے۔ اسی کا دریافت کرنا باقی بچا لیکن اس کے لیے بہت باریکی کی ضرورت تھی۔ اس لیے الیگزینڈر فلیمنگ بڑی محنت اور لگن سے اپنے کام میں جُٹ گئے۔ ۱۹۲۸ء کی بات ہے۔ فلیمنگ جراثیموں پر عمل کر رہے تھے ان جراثیموں سے پھوڑے ہو جاتے تھے۔ جہاں سے نکل آتے تھے۔ یہ جراثیم فلیمنگ نے پال رکھے تھے۔ جراثیم ایک برتن میں رکھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے ایک دن وہ برتن کھلا رہ گیا۔ ہوا کے جھونکے سے ایک پھپھوندی اس میں آگری۔ پھپھوندی نے اپنا اثر دکھایا اور اپنے چاروں طرف کے جراثیم کو مار دیے۔ اس سے ایک گھیرا بن گیا اور اس کے گھیرے میں ایک بھی جراثیم نہ بچا۔ سب مر گئے۔ پھپھوندی کے اس اثر سے فلیمنگ چونک گئے۔ انھوں نے اس پھپھوندی کو اچھی طرح پرکھا۔ اسے خود تیار کیا اور دوبارہ اس سے تجربے کیے۔ نتیجہ وہی نکلا، سارے جراثیم مر گئے۔ الیگزینڈر نے ایک بڑی بات کی کھوج کی۔ انھوں نے پھپھوندی کو ٹھوس پر تیار کیا۔ جراثیموں پر اس کا اثر دیکھا۔ پھر جانوروں پر اثر دیکھا۔ خرگوشوں پر عمل کیے۔ چوہوں پر پرکھ کی۔ نتیجے اچھے نکلے، ہر بار جراثیم مر گئے۔

سب باتیں ٹھیک تھیں۔ ایک شک باقی رہ گیا تھا کہ کہیں پھپھوندی میں زہر تو نہیں ہے۔ کہیں وہ جسم پر نقصان تو نہیں پہنچاتی؟ فلیمنگ نے اس شک کو بھی دور کر لیا۔ پھپھوندی زہریلی نہیں تھی۔ نہ ہی وہ نشیلی تھی۔ اس سے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا تھا۔ اسے بنا جھجک کے عمل کیا جا سکتا تھا۔ انھوں نے اس کا نام رکھا پینسلین (Penicilline)

پینسلین کی کھوج ہو گئی۔ اسے پرکھ بھی لیا گیا لیکن اس کا استعمال نہیں ہو سکا کیونکہ پیسے کی کمی تھی۔ پیسے کی کمی سے سارا کام ٹھپ پڑ گیا۔ دو اور سائنس داں بھی اسی کام میں لگے تھے۔ انھوں نے فلیمنگ کی کھوج پڑھی۔ اس کھوج کا ان پر گہرا اثر ہوا۔ وہ پینسلین بنانے کی سوچنے لگے۔ وہ امریکا گئے اور کچھ سوداگروں کو راضی کیا۔ پینسلین کارخانوں میں بننے لگی۔ اسی زمانے میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ پینسلین نے لاکھوں جوانوں کو بچایا۔ کروڑوں لوگوں کو اس بیماری سے نجات ملی۔ لوگوں کا دھیان آخر ان کی طرف گیا۔ انھیں نوبل انعام دیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں انھیں "سر" کا خطاب بھی ملا۔

۱۹۵۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک وہ سائنس کی خدمت کرتے رہے۔ (ماخوذ)

محمد فاروق اعظم، حلیم کالج عظیم آباد کالونی، پٹنہ

نیکی کا پھل

کہتے ہیں کہ کسی گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا جس کا نام فضل احمد تھا۔ ندی کے کنارے اس کا ایک باغ تھا جو نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ باغ میں ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ باغ کے کنارے گلاب کا ایک پودا تھا۔ اس میں کثرت سے پھول لگے ہوئے تھے روزانہ فضل احمد صبح سویرے نماز فجر سے فارغ ہو کر سیدھا مسجد سے باغ کی طرف جاتا اور تروتازہ خوشبودار پھولوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوتا۔

ایک دن فضل احمد پھولوں کی بہار بیٹھ کر دیکھ رہا تھا کہ ایک بلبل پر نگاہ پڑی جو کسی شاخ پر بیٹھی چہچہا رہی تھی اور پھول کی رنگین اور نازک پتیوں کو اپنی چونچ سے توڑ رہی تھی۔ فضل احمد پھولوں کی تباہی دیکھ کر بے چین ہو گیا اور اس نے فوراً جال بچھایا اور بلبل کو پکڑ کر پنجرے میں قید کر دیا۔

پنجرے میں قیدی بلبل نے کسان یعنی فضل احمد سے کہا "اے میرے عزیز! اے مالک گلستاں! مجھ غریب کو تو نے کیوں قید کیا۔ میرا گھونسلہ تو تیرے ہی باغ میں ہے میری چہچہاہٹ کو روزانہ تو سنتا بھی ہے آخر مجھے قید کر کے تو نے کیا حاصل کیا؟"

فضل احمد نے کہا "یہی پھول تو میری دولت ہے ان پھولوں کے لیے میں نے رات دن ایک کیا ہے۔ تو نے انھیں توڑ دیا تو میرے دل کو صدمہ ہوا۔"

بلبل نے کہا "میں نے ایک پھول توڑا تو تیرا دل دکھا۔ مجھے تو نے قید کیا اب بتا میرے دل پر کیا گزر رہی ہے؟"

بلبل کی آہ و زاری کو سن کر فضل احمد نے قیدی بلبل کو آزاد کر دیا۔ بلبل نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا "تو نے میرے ساتھ بھلائی کی میں تجھ کو اس کا بدلہ دوں گی۔ دیکھ تیرے سامنے کے درخت کے نیچے اشرفیوں کا خزانہ ہے اس کو نکال کر اپنی ضروریات میں صرف کر۔"

دوسرے دن فضل احمد نے اس درخت کو کھودا تو اشرفیوں کا خزانہ پایا۔ میرے پیارے بھائیو اور بہنو! ہم اگر بھلائی کریں گے تو اللہ بھی کسی کے ذریعے ہم پر بھی بھلائی اور اپنی مدد بھیجے گا۔

محمد شعیب باغبان، کرناٹک سوڈا فیکٹری، اتھنی

ایک بہت بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے ملاقات کا وقت لینے کے لیے مہینوں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر بغیر وقت دیے ایک مریض کے فلیٹ پر پہنچ گئے۔ مریض بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا "آپ نے بڑی عنایت کی جو تشریف لائے لیکن آپ نے غالباً اگلے ماہ کا وقت دیا تھا۔"

ڈاکٹر مسکرایا۔ بولا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ دراصل ہوا یہ کہ تمھارے ساتھ والے بلاک میں میرا "اپوائنٹمنٹ" تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مریض مر چکا تھا لہٰذا میں نے سوچا جب یہاں آ ہی گیا ہوں تو کیوں نہ ایک تیر سے دو شکار کرتا چلوں۔"

بھلے بُرے کی پہچان

گرمیوں کی چھٹیوں کا پہلا دن تھا۔ حامد اور راشد

سیر و تفریح کے لیے باغ میں جا رہے تھے، راستے میں سڑک کے بیچ میں ایک کتا پڑا تھا اور ایک طرف سے ایک بیل اور کچھ بکریاں آ رہی تھیں اور دوسری طرف سے ایک گدھا آ رہا تھا۔ بیل اور بکریاں کتے سے بچ کر نکل گئیں لیکن گدھے نے کتے کے ایک لات مار دی۔ کتا چلّایا۔

حامد اور راشد نے کہا: کتے! کتے! یہاں سے ہٹ جاؤ۔ راستے میں کیوں پڑے ہو؟

کتے نے اپنے جواب میں کہا: "میں تو راستے میں بھلے اور بُرے کی پہچان کے لیے لیٹا ہوں جو بھلا ہوتا ہے بچ کر نکل جاتا ہے اور جو بُرا ہوتا ہے ٹھوکر مار دیتا ہے۔"

محمد سالک جمیل براڑ، محلہ احسان پورہ، مالیر کوٹلہ

انسان کی پہچان

ایک بار ایک بادشاہ شکار کھیلنے گیا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر اور غلام بھی تھا۔ یہ لوگ شکار کی تلاش میں بہت دُور نکل گئے۔ اتفاق سے راجا کو پیاس لگی اور پانی کی تلاش میں نکل پڑے غلام الگ، وزیر الگ اور بادشاہ الگ۔ غلام کو راستے میں ایک اندھا بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اُس نے اُس اندھے سے کہا: "ارے اندھے یہاں کہیں پانی ہے؟" اندھے نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا غلام آگے بڑھ گیا۔ اسی راستے سے وزیر گزرا۔ اُس نے اندھے سے پوچھا: "نابینا صاحب! کیا اس جگہ پانی ہوگا؟" اُس نے کہا "نہیں"، وزیر آگے بڑھ گیا۔ اسی راستے سے راجا کا بھی گزر ہوا۔ اُس نے بھی اندھے کو دیکھا اور اُن سے پوچھا "چچا محترم! مجھے بہت پیاس لگی ہے۔ یہاں کہیں پانی ملے گا؟" اندھے کے پاس تھوڑا پانی تھا اُس نے پانی بادشاہ کو پلا دیا۔ راجا نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور آگے چل پڑا۔

اچانک محل میں فوجیوں کو بادشاہ سے فوری مشورے کی ضرورت آ پڑی۔ سپہ سالار جنگل میں آیا اور اس اندھے سے پوچھا "کیا آپ نے یہاں راجا کو دیکھا ہے؟" اندھے نے کہا "ہاں ہاں، راجا کے ساتھ اس کا وزیر اور غلام بھی ہے وہ لوگ اسی راستے سے آگے گئے ہیں۔ اُس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سپہ سالار کی، اسی راستے سے جانے پر بادشاہ سے ملاقات ہوگئی۔ باتوں باتوں میں سپہ سالار نے ذکر کیا کہ اُسے جنگل کے ایک اندھے نے آپ کا پتا بتایا۔ وہ راجا کے ساتھ ہی واپس آ رہا تھا۔ بادشاہ نے اندھے سے پوچھا: "چچا جان! اب میں جا رہا ہوں السلام علیکم" اندھے نے اس کا جواب دیا اور بادشاہ آگے بڑھنے لگا۔ پھر بادشاہ کو کچھ یاد آیا۔ اُس نے مڑ کر پوچھا "اچھا آپ نے یہ کیسے جانا کہ یہاں راجا، وزیر اور غلام ہیں؟" تب اندھے نے جواب دیا "سب سے پہلے غلام آیا اور پوچھا "ارے اندھے یہاں کہیں پانی ہے؟" تب میں نے سمجھا کہ یہ بہت نیچے درجے کا آدمی ہے۔ اس کے بعد وزیر آیا اُس نے کہا "نابینا صاحب اس جگہ پانی ہوگا۔ تو میں نے سمجھا کہ اس کا اس سے کچھ اونچا درجہ ہے۔ اخیر میں آپ نے آ کر پوچھا "چچا محترم! مجھے پیاس لگی ہے یہاں کہیں پانی ملے گا؟" تب میں نے جانا کہ ان سبھوں سے آپ کا بہت اعلا درجہ ہے۔

سچ ہے اچھے اخلاق ہی سے انسان کی پہچان ہوتی ہے۔

مرسلہ
صفیہ فاطمی، حلیم کالج، شاہ گنج، پٹنہ ۶

الجھن

اسکول سے نکلتے ہوئے اچانک اقبال کی نظر اس قلم پر گئی اور نہ چاہتے ہوئے اس نے وہ قلم اٹھالیا۔

وہ ایک معمولی قلم تھا جس کا اوپری حصّہ الگ رنگ کا تھا اور نچلا حصّہ الگ رنگ کا جب اس نے قلم کھولا تو اسے قلم کا چہرہ بھی الگ رنگ کا نظر آیا۔ نب ٹوٹ چکی تھی مگر بڑی ہوشیاری سے اسے گھس کر اس قابل بنایا گیا تھا کہ وہ خوب چلتی تھی۔ وہ سوچنے لگا یہ کس کا قلم ہوگا۔ قلم کی حالت تو بتا رہی تھی کہ اسکول میں پڑھنے والے کسی غریب لڑکے کا ہے جو اپنی غریبی کی وجہ سے ایک معمولی قلم بھی نہیں خرید سکتا تھا۔ اس نے مختلف حصّوں کو جوڑ کر یہ قلم تیار کیا ہوگا۔ اقبال کے لیے یہ پین بے مصرف تھا کیونکہ اس کے پاس ایک سے ایک قیمتی قلم تھے۔ اس کے والد بہت امیر تھے۔ وہ ہر ہفتے اسے ایک نیا قلم خرید کر لا دیتے تھے۔ اس لیے یہ قلم اپنے پاس رکھنا باعثِ شرم تھا۔ وہ الجھن میں پڑ گیا۔ یہ پین کس کا ہے اور اس کا کیا کیا جائے۔ ایک جواب تو فوری طور پر اس کے ذہن میں آیا۔ یہ قلم جس کا ہے اُسے دے دیا جائے۔ مگر جانتا نہیں تھا کہ یہ قلم کس کا ہے؟ وہ سوچنے لگا کسی حاجت مند کو دے دیا جائے۔ وہ اپنے دوستوں میں غور کرنے لگا کون ہے حاجت مند۔ اس کے ذہن میں ستّار آیا۔ اُس کے پاس فاؤنٹن پین نہیں ہے۔ اس مرتبہ اُس نے ماسٹر صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جلد ہی فاؤنٹن پین خریدے گا کیوں نہ اُسے دے دیا جائے مگر اُس نے سوچا ستّار کے پاس اتنی حیثیت ہے کہ وہ خرید سکے اور شاید خرید بھی لیا ہوگا۔ اُسے عرفان کی یاد آئی اُس کے پاس بھی پین نہیں ہے۔ قلم نہ رہنے کی وجہ سے کئی بار وہ ڈانٹ بھی سن چکا ہے لیکن پھر اس نے سوچا، عرفان ایک آوارہ لڑکا ہے گھر سے کاپی قلم کے بہانے پیسے لیتا ہے اور اُن کو اُڑا ڈالتا ہے۔ پین اُسے نہیں دینا چاہیے۔ وہ الجھن میں رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا اس پین کا کیا کیا جائے۔ دوسرے دن وہ قلم ساتھ لیے اسکول آ گیا مگر یہاں عجیب تماشا تھا۔ اشرف اپنا قلم تلاش کر رہا تھا۔ اشرف ایک بہت ہی غریب لڑکا تھا۔ اس کے ماں باپ مشکل سے اپنا گزارا کر پاتے تھے مگر اشرف کو پڑھنے کا شوق تھا۔ وہ ساری مجبوریوں کے باوجود پڑھتا تھا۔

اقبال، اشرف کو وہ قلم دیتا ہوا بولا۔

"دیکھو اشرف، یہ پین تمھارا تو نہیں؟"

ارے ہاں، یہ قلم میرا ہی ہے۔ کل ہی گم ہو گیا تھا شکریہ اقبال بھائی۔ اگر یہ گم ہو جاتا تو میں کس چیز سے لکھتا میرے پاس تو پیسے بھی نہیں ہے نیا قلم لانے کے لیے' اشرف بولا۔

ایک خاتون اپنی پڑوسی خاتون سے سنی ہوئی باتیں کسی کو سنا رہی تھیں۔ مخاطب خاتون نے باتوں کے ختم ہونے پر سوال کیا:

"پھر کیا ہوا؟"

خاتون نے ناگواری سے جواب دیا "بہن! میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔ میں نے اپنی پڑوسی خاتون سے جتنا سُنا تھا پہلے ہی اس سے زیادہ آپ کو سُنا چکی ہوں۔"

اقبال کو اشرف کا قلم پہنچا کر بہت خوشی ہوئی۔ اس نے سوچا۔ بہت اچھا ہوا۔ قلم، قلم کے مالک تک پہنچ گیا۔ دوسرے لوگ اس کا صحیح استعمال نہیں کر پاتے۔

محمد نوشاد عالم، چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

خدائی چشمہ

اللہ کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیمؑ ننھے اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہ کو ساتھ لے کر فاران کی وادی میں آئے اور ماں بیٹے کو ایک جگہ ایک درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ اُس وقت یہ جگہ بالکل ویران اور غیر آباد تھی حضرت ابراہیمؑ نے کچھ کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ حضرت ہاجرہ کو دیا اور اُن کو خدا کے سہارے پر چھوڑ کر وہاں سے چل دیے۔ حضرت ہاجرہ نے آگے بڑھ کر اُن سے پوچھا کہ "آپ ہمیں اس ویرانے میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟"، انھوں نے فرمایا کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔" یہ سن کر حضرت ہاجرہ خاموشی سے ننھے اسمٰعیلؑ کے پاس آ بیٹھیں۔ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو ماں بیٹے کو پیاس ستانے لگی یہاں تک کہ ننھے اسمٰعیلؑ پیاس کے مارے تڑپنے لگے۔ حضرت ہاجرہؓ بے قرار ہو کر پاس کی پہاڑی صفا پر چڑھ گئیں کہ کوئی آدمی یا قافلہ نظر آئے تو اس کو مدد کے لیے بلائیں مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو وہ قریب کی دوسری پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں۔ مگر وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح انھوں نے صفا و مروہ پر سات پھیرے کیے، آخری مرتبہ جب وہ مروہ کی پہاڑی سے اتریں تو انھوں نے دیکھا کہ ننھے اسمٰعیلؑ کے ایڑیاں رگڑنے والی جگہ پر کچھ نمی نظر آ رہی ہے۔ انھوں نے وہاں سے مٹی ہٹائی تو زمین سے پانی اُبل اُبل کر باہر نکلنے لگا۔ اُن کے منھ سے بے اختیار نکلا، "زم زم"، جس کا مطلب ہے ٹھہر جا، چنانچہ اس چشمے کا نام ہی "زم زم" مشہور ہو گیا حضرت ہاجرہؓ نے اس کے چاروں طرف مٹی کی منڈیر بنا دی۔ اس طرح پانی بہنے سے رُک گیا۔ اب حضرت ہاجرہؓ نے خود پانی پیا اور بچے کو پلایا۔

سلالہ سعود رضوانی، مراٹھا کمپاؤنڈ، بائیکلہ، ممبئی

دوست

انسانی زندگی میں جہاں دیگر لوازمات ضروری و واجب ہیں وہیں اسے ایک ایسے غم خوار و غمگسار ساتھی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس سے وہ اپنے دل کی باتیں کہہ سکے اور اپنے ذہن میں جو انتشار برپا ہے اُسے ختم کر لے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب انسان پر کوئی آفت یا کوئی بھی ایسا واقعہ گزرتا ہے جس سے اسے کوئی صدمہ پہنچتا ہو تو وہ اسے کسی کو سنانے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ اس وقت یہ جگری دوست ہی اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور اس کی پریشانی و تکلیف کو دور کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے آج کل ایسے دوست ملا نہیں کرتے۔ مدعی تو بہت ہیں لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ اگر ان پر اعتماد کر لیا جائے تو ایک موقع ایسا آتا ہے کہ وہی دوست ایک خطرناک بلیک میلر یا ایک خطرناک دشمن کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کے پاس جب دولت ہوتی ہے تو اسے دوستوں کو تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ہے۔ خود بخود ہزاروں یارانِ دل پذیر حاضر ہو جاتے

ہیں اور جب مفلسی کا دور آتا ہے تو وہ ایک ایک کرکے نظریں پھیر کر جدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت نادان کی آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اب پچھتاوے کا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔ اس وقت بچارا کفِ افسوس ملتا رہ جاتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

غریبی توڑ دیتی ہے جو رشتہ خاص ہوتا ہے
پرائے اپنے ہوتے ہیں جو پیسہ پاس ہوتا ہے

اسعد ڈاکٹر منظور احمد انصاری، بنگال پورہ بھیونڈی

ڈاکٹر: (مریض سے) دوا سے کچھ فرق ہوا؟
مریض: جی ہاں پہلی مرتبہ میں یہاں پیدل ہی آیا تھا۔ دوا کھانے کے بعد آج میں گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر آیا ہوں۔
ڈاکٹر: ایسا کرو یہ گولیاں وغیرہ لے لو اور اب اگلی مرتبہ مجھے گھر بلا لینا۔

رضیہ رضوانہ۔ سرائے کوڑی۔ کشن گنج بہار

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ساتھی تھے سب سے اچھے ساتھی حضرت ابوبکرؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بہت سچے تھے۔ آپؓ بہت نیک تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک ننھی سی بچی جو یتیم تھی اس کی بہت سی بکریاں تھیں۔ آپ روزانہ اس کی بکریاں دوہا کرتے۔ جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چل بسے تو حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ جب آپؓ خلیفہ بن گئے تو وہی ننھی سی بچی آپؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ آپؓ تو خلیفہ بن گئے، سب کے امیر بن گئے اب ہماری بکریاں کون دوہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "بیٹی! گھبراؤ مت، خلیفہ ہونے سے کیا ہوا، سردار تو سب کا خادم ہوتا ہے اب تو میں اور زیادہ خدمت کروں گا بیٹی اطمینان رکھو۔

منصر احمد کامل شبیر احمد، آزاد نگر، ارریہ۔ بہار

حکایتِ شیخ سعدیؒ

ایک بادشاہ اپنے طاقتور گھوڑے پر سوار تھا، گھوڑا کسی وجہ سے بدکا تو بادشاہ سر کے بل گرا اور اس کی گردن ہڈی کے جوڑے ہل گئے اب وہ گردن کو جنبش بھی نہ دے سکتا تھا شاہی طبیبوں نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی لیکن بادشاہ کی گردن ٹھیک نہ ہوئی۔ اس دوران میں ملک یونان کا ایک طبیب اس کے ملک میں آیا اور ایسی قابلیت سے علاج کیا کہ بادشاہ کی گردن ٹھیک ہوگئی۔

علاج کرنے کے بعد یونانی طبیب اپنے وطن لوٹ گیا اور کچھ عرصے کے بعد آیا تو بادشاہ کے پاس سلام کرنے کے لیے بھی پہنچا۔ لازم تھا کہ بادشاہ ازراہ قدردانی طبیب سے مروّت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا لیکن وہ ایسا بن گیا جیسے اس کو جانتا ہی نہ ہو۔ اس بے التفاتی سے طبیب بہت رنجیدہ ہوا۔

یونانی طبیب بادشاہ کے دربار سے باہر آیا تو اس نے ایک غلام کو پاس بلایا اور اس سے کہا کہ میں تمھیں کچھ بیج دیتا ہوں۔ یہ اپنے بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ یہ یونانی طبیب نے دیا ہے۔ دہکتے ہوئے انگاروں

پر ڈال کر اُن کی دھونی لی جائے تو اس کے بہت
سے فائدے ہیں۔

غلام وہ بیج بادشاہ کے پاس لے گیا اور
اسے طبیب کی بات سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے
فوراً آگ جلانے کا حکم دیا لیکن جب بیج آگ پر
ڈال کر دھونی لی تو اسے ایک زور دار چھینک آئی
جس سے گردن کے مہرے پھر سے ٹھکانے
ہو گئے۔ اب تو بادشاہ بہت گھبرایا۔ حکم دیا کہ
یونانی طبیب جہاں کہیں بھی ہو اسے ہمارے پاس
لاؤ۔

بادشاہ کا یہ حکم سُن کر شاہی پیادے اور غلام
چاروں طرف دوڑے لیکن یونانی طبیب نہ ملا۔
نتیجہ یہ ہوا کہ مغرور بادشاہ کی گردن ٹھیک نہ ہو سکی۔

راشد فہمی، مقام و پوسٹ پریہار، سیتامڑھی بہار

پیٹ کی حفاظت آج کی ضرورت

آج کے دور میں حفاظت کو اوّلیت دی جا رہی ہے
دولت کی حفاظت چوروں سے کی جاتی ہے تو ناموَر
لوگوں کی حفاظت کے لیے حفاظتی دستے تعینات ہوتے
ہیں۔ اسی طرح جسم کی حفاظت کے ساتھ جسم کی اندرونی
حفاظت پر بھی دھیان دیا جا رہا ہے۔ آج کل
نیند نہ آنا ایک عام بات ہے۔ اگر غور کریں تو ایسی
کئی مثالیں آپ کو مل جائیں گی کہ ہر گھر میں رہنے والے
سبھی افراد اس تکلیف کا شکار رہیں۔ دل کی تکلیف
کے پیش نظر اکثر لوگ ڈاکٹروں کے چکر لگائے جاتے
ہیں لیکن سب سے اہم مسئلہ پیٹ کی حفاظت کا
ہے جس پر بہت ہی کم لوگ دھیان دے پاتے
ہیں۔ اگر ذرا دھیان دیا جائے تو یہ بات واضح طور
پر سامنے آئے گی کہ "صحت مند، جسم کے لیے ضروری
ہے کہ صحت مند پیٹ ہو۔"

"پیٹ"، جسے جادو کی ڈبیا کہا جاتا ہے اور
حقیقتاً جادو کی ڈبیا کی طرح جسم کا ہر عضو اس کے
اشارے پر ناچتا ہے۔ دل کو ہی لے لیجیے۔
ذرا سی گیس پیٹ میں بھر جائے تو آدمی بے چین
ہو جاتا ہے۔ تیز دھڑکن، بے چینی اور سینہ بھاری
ہو جاتا ہے۔ دل کے دورے کا گمان ہونے
لگتا ہے۔ یوں کہیے کہ پیٹ کا چھوٹا سا جادو
بھی دل کو تگنی کا ناچ نچوا سکتا ہے اور بچارا
پیٹ کا مریض اپنی داستانِ مرض لے کر عموماً
دل کے ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

حکیموں کا خیال ہے "ہر مرض کی ابتدا پیٹ
کی خرابی سے ہوتی ہے۔" اسی لیے عموماً جب بھی
کوئی بیمار علاج کی خاطر جاتا ہے تو اسے پیٹ
کے علاج کے لیے دوا دی جاتی ہے تاکہ پیٹ
صحیح ہو جائے تو جسم کا سارا نظام صحیح ہو سکے گا۔
ہومیوپیتھی کی سوچ ذرا مختلف ہے۔ جسم میں خرابی
آنے سے پہلے یا عضو میں خرابی آنے سے پہلے اس
کی سوچ، اس کے دماغ، اس کی روح یعنی وائٹل
فورس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ جس کے لیے مختلف
وجوہات ہو سکتی ہے جیسے حالات، ماحول، ذہنی
کشمکش جس کی وجہ سے عادات میں تبدیلی آجاتی
ہے پھر عادات کی وجہ سے متواتر ذہن، روح
اور پھر جسم اثر انداز ہوتا ہے۔ جس عضو کی زیادہ
اہمیت ہوتی ہے اسی میں خرابی پیدا ہوتی ہے اس
کو یوں سمجھیے، "ایک بزنس مین جب اپنا کاروبار
شروع کرتا ہے تو ذہنی طور پر ہمیشہ کاروبار میں
کھویا رہتا ہے حالات کے ہچکولے سہتے رہتا
ہے۔ کبھی کاروباری سلسلے میں دیر سے گھر پہنچتا ہے
تو کبھی افسر کے چکر میں کھانا دیر سے کھاتا ہے تو
بزنس اور اس کے لوازمات کی وجہ سے ایک
سیدھی سادھی زندگی حالات کے چکر کا شکار

ہوگئی۔ اس کے کھانے کا وقت، سونے کا وقت یعنی عادت میں تبدیلی آئی پھر یہ تبدیلی اس کے جسم پر پڑنے لگی جسم موٹا بھدا ہونے لگا جو بہت ہی خوبصورت و چھریرا ہوا کرتا تھا۔ ان حالات میں معالج کی رائے لینے کی ضرورت پیش آئی، کیونکہ وقت پر کھانا نہ کھایا جائے اور باہری غذا نہ استعمال کی جائے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ عموماً قابل معالج فروٹ جوس لینے کی ہدایات دیتے ہیں پھر قبض کی شروعات ہوتی ہے پھر گیس بڑھتی ہے پھر ایسیڈیٹی یعنی تیزابیت بڑھ جاتی ہے۔ پھر السر کی شکایت ہے یا نہیں اس کے لیے معالجوں کے چکر شروع ہو جاتا ہے پھر آلہ استعمال کرکے آنتوں کا معدہ کا معائنہ کیا جاتا ہے جسے گیسٹرو اس کو ہی کہتے ہیں۔
آسانی سے ملنے والے موسمی پھل کا استعمال کیا جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی قبض کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے کیونکہ پھلوں کے رس سے جسم میں فائبر نہیں جاتا، یہ فائبر فضلہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ صرف پھلوں کے رس میں فائبر نہ ہونے کی صورت میں جسم قبض کا شکار ہو جاتا ہے۔

عطاء الرحمٰن شیخ، گرانٹس بلڈنگ قلابہ، ممبئی

ایسے بھی نمازی تھے

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک انصاری صحابی جن کا کھجوروں کا ایک بہت بڑا باغ تھا۔ ایک بار کھجوروں کے موسم میں وہ صحابی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز پڑھتے وقت ان کی نظر ایک کھجور کی طرف اٹھ گئی ان کا خیال اسی طرف لگ گیا۔ اور یہ بھول گئے کہ کتنی رکعتیں پڑھیں کتنی رہ گئیں۔ اس غفلت سے ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ انھوں نے طے کیا کہ یہ باغ میرے پاس نہیں رہے گا۔
آپ فوراً حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے فیصلہ کے بارے میں بتایا کہ یہ باغ میں نے اللہ کی راہ میں وقف کیا۔ آپ جہاں چاہیں اس کی رقم صرف فرمائیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ باغ فروخت فرما کر اس کا روپیا دین کے کاموں میں لگا دیا۔

ادریس بیگ، جنتا جونیر کالج بارسی ٹاکلی

ایک شخص رات کو دیر سے گھر آنے کا عادی تھا۔ وہ تھکا ہارا پہنچتا اور پہلے اپنے دائیں پاؤں کا جوتا اُتار کر دھڑام سے فرش پر مارتا، پھر بائیں پاؤں کا جوتا اُتار کر اسی طرح پٹختا اور سو جاتا۔ نیچے کی منزل پر ایک بوڑھا شخص رہتا تھا وہ یہ انتظار کرتا تھا کہ کب وہ شخص آئے اور جوتے پٹخ کر سوئے تاکہ وہ خود بھی سو سکے۔ اس کے آنے سے پہلے سونے میں بوڑھے کو اپنی نیند اُچاٹ ہونے کا اندیشہ رہتا تھا۔ آخر ایک روز بوڑھا اس سے ملا اور کہا کہ میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تنگ آ جاتا ہوں آپ جوتے خاموشی سے اُتارا کریں۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ خاموشی سے جوتے اُتارنے کا وعدہ کر لیا۔ دوسری رات وہ تھکا ہوا گھر پہنچا اور اپنی عادت کے مطابق اس نے جوتا اُتار کر فرش پر دے مارا۔ یک لخت اسے اپنا وعدہ یاد آ گیا۔ اس نے دوسرا جوتا آہستہ سے فرش پر رکھا اور سو گیا۔ صبح جب وہ نیچے اُترا تو اسے وہ بوڑھا شخص ملا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی اور سُرخ تھیں۔ وہ بولا، جناب میں رات بھر جاگتا رہا۔ اس انتظار میں کہ دوسرے جوتے کی آواز کب آتی ہے!!

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

۱۔ آپ کا نام
۲۔ آپ کے والد صاحب کا نام
۳۔ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔ ان کے نام لکھیے۔
۴۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن کس اسکول اور کس درجے میں پڑھتے ہیں (اسکول کا پورا پتا لکھیے)
۵۔ آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا ہے؟
۶۔ اپنے اساتذہ کا نام لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ وہ آپ کو کون سا مضمون پڑھاتے ہیں۔
۷۔ آپ کو کون سا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ آپ کی زندگی میں کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ بہت خوش ہوئے اور کون سا لمحہ ایسا آیا جب آپ دکھی ہوئے۔
۹۔ آپ کون سا لباس اور کون سی غذا پسند کرتے ہیں
۱۰۔ اپنے قریب ترین دوستوں کے نام لکھیے۔
۱۱۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو تحفہ دیتے ہیں۔
۱۲۔ کیا آپ نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کب۔
۱۳۔ کیا آپ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔
۱۴۔ ان مصنفین اور شاعروں کے نام لکھیے جن کی نگارشات کو آپ بہت پسند کرتے ہوں۔
۱۵۔ پیام تعلیم آپ کب سے پڑھ رہے ہیں اس میں آپ کو کون سا کالم پسند ہے اور کون سا ناپسند
۱۶۔ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں۔

ضروری: سوال لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف ترتیب سے سوال نمبر لکھ کر جواب لکھیے۔ آخر میں اپنا پورا پتا لکھنا نہ بھولیے

آیندہ تعارف نامے کی مندرجہ بالا تفصیل شائع نہیں کی جائے گی۔ یہ تفصیل اپنی کاپی پر نوٹ کر لیجیے اور تعارف نامہ بھجواتے وقت جوابات نمبروار لکھیے۔

۱۔ محمد مجیب الدین ایبک
۲۔ محترم جناب ریاض الدین
۳۔ ہم دو بھائی ہیں۔ میرے بڑے بھائی محمد دبیر الدین، اور میں محمد مجیب الدین ایبک۔ میری چار بہنیں ہیں، طلعت فاطمہ، عشرت فاطمہ، نزہت فاطمہ، مسرت فاطمہ۔
۴۔ میں انٹر سکنڈ ائر کر رہا ہوں۔ میرے بڑے بھائی نے ایس۔ ایس۔ سی تک ہی تعلیم حاصل کی ہے میں اور میرے بھائی بھی گورنمنٹ گریڈیڈ اسکول عادل آباد کے طالب ہیں۔ دوسری بہن نے بھی گرلز اسکول عادل آباد میں ایس ایس سی تک تعلیم حاصل کی ہے اور تیسری بہن زیر تعلیم ہے اور چوتھی بہن پانچویں جماعت نونہال اردو اسکول عادل آباد میں زیر تعلیم ہیں۔ ہمارا ذریعہ تعلیم اردو ہی ہے۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "اسلامی تحریک اور ہم" ہے۔
۶۔ میرے اساتذہ۔ ڈاکٹر مسعود جعفری مضمون تاریخ۔ یوسف الدین صاحب، شہریت۔ عظیم الدین صاحب معاشیات۔ قدیر صاحب، اردو۔ ظہیر الدین صاحب، انگریزی۔

۷۔ مجھے کرکٹ بہت پسند ہے۔
۸۔ میری زندگی میں ہر لمحہ خوشی کے ساتھ آیا اللہ کا بہت احسان ہے۔ میری زندگی میں صرف ایک ہی لمحہ دکھ کا آیا جب ۶ دسمبر کو بابری مسجد کی شہادت ہوئی۔
۹۔ مجھے ہر لباس پسند ہے اور ہر غذا پسند ہے، خدا کے کارخانے میں کوئی چیز بیکار نہیں ہے۔
۱۰۔ میرے قریب ترین دوست صغیر احمد، نواز خان، اسحاق احمد، علیم، عالم محمد۔
۱۱۔ میں اپنے دوستوں کو تحفے میں کتابیں دیتا ہوں۔
۱۲۔ میرے پڑھنے کے اوقات صبح دو گھنٹے اور شام چار گھنٹے ہیں۔ کھیلنے کا وقت صرف دو گھنٹے۔
۱۳۔ میں اپنے والدین اور اساتذہ، بزرگوں کا بہت احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا بھی مانتا ہوں۔
۱۴۔ شاعروں میں علامہ اقبالؒ، ماہر القادری، ساحر لدھیانوی، مجروح سلطانپوری وغیرہ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اور مصنفین میں ابن صفی، الیاس سیتاپوری، نسیم حجازی، اقبال شیدائی، قاضی مشتاق احمد۔
۱۵۔ پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ پیام تعلیم میں مجھے اقوال زریں، کالم بہت پسند ہے اور گدگدیاں ناپسند ہے۔
۱۶۔ میں مستقبل میں ایک نیک ہمدرد مسلمان بننا چاہتا ہوں اور ایک اچھا شاعر و ادیب بننا چاہتا ہوں۔
پتا: محمد مجیب الدین ایبک، مکان نمبر ۷۔ ۱۷، مغل پورہ، خانہ پور (۲۰۳۰۴-۵۰) اے۔ پی

۱۔ میرا نام شمیم انور ہے۔
۲۔ میرے والد صاحب کا نام حفیظ اللہ ہے
۳۔ میرے دو بھائی ہیں اور پانچ بہن ہیں۔ بھائی محمد ہاشم، منیر احمد۔ بہن، حسینہ بانو، کہکشاں انجم، حسنیٰ بانو فاطمہ کوثر، نور افشاں انجم۔
۴۔ میں چھٹے درجہ میں پڑھتا ہوں، میرے اسکول کا نام اشرفیہ جونیر ہائی اسکول مبارکپور اعظم گڑھ یو پی ۲۷۶۴۰۴
میرے بھائی محمد ہاشم انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہے ہیں ان کے اسکول کا نام ایم۔ پی کالج مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو پی اور بھائی منیر احمد پانچویں درجہ میں پڑھ رہا ہے اس کے اسکول کا نام اشرفیہ سراج العلوم محلہ نوادہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو پی ۲۷۶۴۰۴۔ بہن حسینہ بانو، کہکشاں انجم کی شادی ہو چکی ہے۔ نور افشاں انجم پڑھتی نہیں ہیں۔ حسنیٰ بانو درجہ سوم میں اور فاطمہ کوثر درجہ دوم میں تعلیم کر رہی ہیں ان کے اسکول کا نام اسکابیہ عزیزیہ محلہ کٹرہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یو پی ۲۷۶۴۰۴
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "تاریخ" ہے۔
۶۔ میرے اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں۔

منشی ممتاز حسین صاحب	یہ مجھے زراعت پڑھاتے ہیں
ماسٹر مظہر علی صاحب	یہ مجھے اردو پڑھاتے ہیں
ماسٹر احمد علی صاحب	یہ مجھے کرٹ سکھاتے ہیں
ماسٹر فیروز احمد صاحب	یہ مجھے حساب پڑھاتے ہیں
ماسٹر تاجدار احمد صاحب	یہ مجھے ہندی پڑھاتے ہیں

ماسٹر سراج احمد صاحب یہ مجھے انگریزی اور جغرافیہ پڑھاتے ہیں
ماسٹر افضال احمد صاحب یہ مجھے سائنس اور تاریخ پڑھاتے ہیں

۷ ۔ میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے ۔
۸ ۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوئی جب ہماری ٹیم کرکٹ کے ایک ٹورنامنٹ میں فائنل میں کامیاب ہوئی۔ اور مجھے سب سے زیادہ دکھ اس وقت ہوا جب میں ایک درخت پر سے اُتر رہا تھا تبھی میرا پیر پھسلا اور میں نیچے گر گیا اور میرے ماتھے پر چوٹ لگ گئی تھی اسی چوٹ کی وجہ سے میرے ماتھے پر اب تک گہرا داغ ہے ۔
۹ ۔ میں ایک طالب علم ہوں اس لیے قمیص اور پتلون کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ گھریلو لباس کے شکل میں بھی شرٹ اور پتلون زیادہ پسند کرتا ہوں اور رہی بات غذا کی تو میں سادہ غذا پسند کرتا ہوں۔
۱۰ ۔ میرے قریب ترین دوستوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں ۔
نظر عالم ، عبدالرحمٰن ، فیضان اشرف ، محمد کوثر ، نسیم اختر ، محمد ساجد
۱۱ ۔ جی ہاں ۔ میں نے اپنے دوستوں کو تحفے دیتا ہوں ۔
۱۲ ۔ جی ہاں ! میں نے اپنے کھیلنے ، پڑھنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے ۔ نماز عصر کے بعد سے کھیلنے کا وقت ۔ نماز مغرب کے بعد سے پڑھنے کا وقت مقرر کیا ہے ۔
۱۳ ۔ جی ہاں ! میں اپنے والدین ، اساتذہ ، اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں ۔
۱۴ ۔ مصنفین میں جناب مسعود احمد برکاتی ، اور جناب یوسف ناظم ۔ اور شاعروں میں جناب علامہ اقبال مرزا غالب کی نگارشات کو بہت پسند کرتا ہوں ۔
۱۵ ۔ "پیام تعلیم" میں تقریباً سال بھر سے پڑھتا ہوں ، مجھے پیام تعلیم کے سبھی کالم پسند ہیں ۔
۱۶ ۔ میں مستقبل میں ماسٹر بننا چاہتا ہوں ۔ ماسٹر بن کر میں بچوں کو ایک سیدھی راہ دکھانا چاہتا ہوں جس کی اس دور میں بڑی کمی ہے ۔
میرا پتا : شمیم انور ولد حفیظ اللہ نئی مسجد محلہ کٹرہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۴۰۴

---

۱ ۔ محمد حسن
۲ ۔ والد صاحب کا نام محمد نور اللہ شیخ
۳ ۔ میرے علاوہ ایک بھائی اور ایک بہن ہے ۔ بھائی کا نام محمد حسین ۔ اور بہن کا نام ریشماں ہے ۔
۴ ۔ میں نویں کلاس کا طالب علم ہوں اور اسی سال میں نویں درجے کا امتحان دوں گا ۔ میرے اسکول کا نام و پتا یہ ہے محمد عمر رجب سیکنڈری اردو اسکول مدنپورہ بمبئی ۸ ۔ میرا چھوٹا بھائی حسین پانچویں کلاس میں پڑھ رہا ہے اس کے اسکول کا پتا یہ ہے ۔ صغرا بادی میونسپل اردو اسکول مدنپورہ بمبئی ۱ ۔ میری بہن ریشماں ، دوسری کلاس میں پڑھ رہی ہے ۔ اس کے اسکول کا نام یہ ہے ۔ نہرو نگر میونسپل اردو اسکول ، کرلا بمبئی ۸ ۔
۵ ۔ میرا پسندیدہ مضمون انگریزی ہے ۔

۶ـــ میرے اساتذہ کے نام اور مضامین جو ہمیں پڑھاتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

محترم اقبال صاحب	معاشیات
محترم نظام صاحب	ہندی
محترم شندے صاحب	مراٹھی
محترمہ نجمہ صاحبہ	سائنس
محترمہ طاہرہ صاحبہ	انگلش
محترمہ شمیم صاحبہ	حساب
محترمہ خورشید صاحبہ	تاریخ و شہریت

۷ـــ مجھے فٹ بال کھیلنا بہت پسند ہے۔

۸ـــ جب میں چوتھی جماعت میں پڑھ رہا تھا اچانک امتحان کے دوران میں مجھے بخار چڑھنے لگا اور ڈاکٹروں نے مجھے دواخانے میں داخل کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مجھے بہت دکھ ہوا۔ اور جب میں پانچویں کلاس میں پڑھ رہا تھا تو مجھے پاس ہونے کی امید نہیں تھی جب امتحان کا نتیجہ نکلا تو میں اچھے نمبر سے پاس ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مجھے بہت خوشی ہوئی۔

۹ـــ مجھے سفید کپڑا بہت پسند ہے اور کھانے میں سبزی روٹی۔

۱۰ـــ میرے قریب ترین دوستوں کے نام ہیں معین الدین، یٰسین، منیر۔

۱۱ـــ میں اپنے دوستوں کو تحفے میں امنگ اور "پیام تعلیم" دیتا ہوں۔

۱۲ـــ میں نے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ صبح فجر کے بعد نہاتا ہوں، اور صبح ساڑھے سات بجے سے بارہ بجے تک اسکول میں رہتا ہوں۔ دو بجے تک کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد دو سے تین بجے تک عربی پڑھتا ہوں اور سوا تین سے پانچ بجے تک اسکول کا کام پورا کرتا ہوں۔ سوا پانچ بجے سے چھ بجے تک کھیلتا ہوں۔ عشاء کی نماز کے بعد تھوڑی دیر پڑھتا ہوں۔

۱۳ـــ میں اپنے والدین، اساتذہ، اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا مانتا ہوں۔

۱۴ـــ مصنفین میں: پریم چند، صالحہ عابد حسین، شوکت تھانوی کے نگارشات کو بہت پسند کرتا ہوں۔ شاعروں میں: علامہ اقبال، غالب، مولانا الطاف حسین حالی۔

۱۵ـــ میں پیام تعلیم کا دو سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ پیام تعلیم میں مجھے گدگدیاں اور "میرے پسندیدہ اشعار" کا کالم بہت پسند ہے۔

۱۶ـــ میں مستقبل میں الیکٹرونک انجینیر بننا چاہتا ہوں۔

میرا پتا: انجمن مفید الیتامیٰ، مدنپورہ، بمبئی ۸۔

دفتر پیام تعلیم
میں
حل وصول ہونے کی
آخری تاریخ
۳۰ مئی ۹۶ء

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 92

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں
آپ جتنے حل چاہیں
بھیج سکتے ہیں لیکن
ہر حل کے ساتھ ایک
کوپن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 — دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ مغل .... نے شیش محل تعمیر کروائے ۔ بادشاہوں / شہنشاہوں / حکمرانوں
۲۔ مسجد عالیہ کے سامنے .... ہے ۔ مسافر خانہ / لنگر خانہ / شفا خانہ
۳۔ شہزادی نے .... سے گھر چلنے کو کہا ۔ شہزادے / ڈھول والے / باندی
۴۔ مسند احمد حنبل میں تقریباً .... حدیثیں ہیں ۔ چالیس ہزار / پچاس ہزار / ساٹھ ہزار
۵۔ بنجارے نے .... سے جواب دیا ۔ لاپروائی / اکھڑپن
۶۔ اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنی فہم و .... سے کام لے ۔ ادراک / تدبیر / تدبر
۷۔ اچانک ان کی نگاہ ایک ڈوبتے ہوئے .... پر پڑی ۔ تنکا / کشتی / بچھو

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

شرائط پیامی اَدبی معمّا: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا کوپن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا چھپے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ جب انعام کا چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر 92 ماہنامہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 92
PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
پیامی معمّا نمبر ۹۲
کوپن ہمراہ حل کے ساتھ لازماً بھیجیں
دستخط

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ،، سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جون ۱۹۹۴ء — جلد ۴۴ — شمارہ ۶

فی پرچہ ‎5/-‎ روپے — سالانہ ‎45/-‎ روپے

سرکاری اداروں سے — ‎65/-‎ روپے

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) ‎320/-‎ روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

آپ کو سن کو یقیناً خوشی ہوگی کہ آپ کے مکتبہ پیام تعلیم کو اور مکتبہ جامعہ کو معیاری اور خوبصورت کتابیں شائع کرنے پر اتر پردیش اردو اکیڈمی نے گرانقدر انعام سے نوازا ہے یہ ہے نا خوشی کی بات لیجیے ایک خوشخبری اور سن لیجیے آپ کے مکتبہ پیام تعلیم نے اپنی کتابوں اور رسالے کی کتابت کے لیے کمپیوٹر خرید لیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی آپ کے پیام تعلیم کے تمام صفحات کی کتابت آپ کا کمپیوٹر کرے گا۔ اچھی اور صاف ستھری۔ وقت بھی کم لگے گا البتہ خرچ ضرور بڑھ جائے گا لیکن اگر آپ نے تھوڑی دلچسپی لی اور پیام تعلیم کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنائے تو انشاء اللہ اس پر بھی قابو پانا مشکل نہیں ہوگا۔ اس مرتبہ چند مجبوریوں کی وجہ سے پیامیوں کی نگارشات کے صفحات کم کرتے پڑے لیکن اس کی تلافی ہم نے اردو کے نامور ادیب اے حمید کی خلائی ایڈونچر سیریز نمبرا کے تعارف سے کر دی ہے۔ اس سیریز کے ۱۲ حصے ہیں تفصیلات اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں اگر آپ نے اس کا ایک نمبر پڑھ لیا تو اس کے پورے بارہ حصے پڑھے بغیر چین نہیں آئے گا۔ یہ ہمارا دعوا ہے۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

۲

اندھی بڑھیا کی مدد

خواجہ عابد نظامی

کہیں ایک دن جا رہے تھے نبیؐ
نظر آئی رہ میں انھیں بھیڑ سی

یہ دیکھا کہ اک اندھی عورت غریب
مصیبت کی ماری ہوئی بدنصیب

اسے راہ چلتے جو ٹھوکر لگی
تو بازار کے درمیاں گر گئی

اسے دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے
شرارت سے آوازے کسنے لگے

جو یہ ماجرا دیکھا سرکارؐ نے
تو آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے

یہ فرمایا لوگو! خدا سے ڈرو
نہ عورت کو اس طرح رسوا کرو

پھر اس اندھی عورت کو چھوڑ آئے گھر
کہ پہنچے نہ لوگوں سے اس کو ضرر

محمدؐ پہ لاکھوں درود اور سلام
جو آتے تھے ہر دم غریبوں کے کام

چین کی لوک کہانی

ایک نیکی

پرُنم جان،

جب بھی چھنگ منگ کا تہوار آتا "چونگ چھنی" ہر ویران قبر پر اگربتیاں جلاتا، روٹی اور سیب کا چڑھاوا پیش کرتا اور دو زانو بیٹھ کر دعائیں مانگتا۔ اسے ایسا کرتے ہوئے برسوں گزر گئے تھے۔ لوگ اب تک اس کی اس عادت سے واقف ہو چکے تھے، لیکن "چونگ چھنی" کی اس نیکی کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اکثر لوگ بیٹھ کر چونگ چھنی کی اس عادت پر باتیں کرتے تھے، لیکن حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔

حقیقت کچھ یوں تھی کہ آج سے تقریباً اتالیس سال پہلے چونگ چھنی تنہا غربت کی زندگی گزار رہا تھا۔ اس کی ماں اس کی پیدایش کے وقت ہی مر گئی تھی۔ باپ بھی چار سال کی عمر میں اسے چھوڑ گیا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد وہ اس بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ اب اسے دو وقت کی روٹی بھی دینے والا کوئی نہ تھا، لیکن جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا اللہ تو ہوتا ہے۔

ابھی اس کا ایک ہی دن فاقے میں گزرا تھا کہ دوسرے دن اس کے گاؤں کے ایک بوڑھے نے اسے اپنے ساتھ کھیتوں پر کام کرنے کو کہا۔ چونگ چھنی فوراً تیار ہوگیا اور یوں اسے کچھ پیسے ملنے لگے جس سے اس کا مشکل سے گزارا ہو جاتا تھا۔

چونگ چھنی اپنی غربت اور تنہائی کی زندگی میں بھی خوش رہتا تھا، لیکن کبھی وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے بہت روتا تھا اور جب بھی وہ رات سونے کے لیے لیٹتا تو اپنے کمرے کی کھڑکی سے گھنٹوں گہرے نیلے آسمان کو دیکھتا رہتا کہ شاید کوئی تارا ٹوٹے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ماں باپ واپس مانگ لے، لیکن کوئی تارا ٹوٹنے سے پہلے ہی چونگ چھنی کو ہمیشہ نیند آجاتی تھی۔

جب چونگ چھنی کی آنکھ کھلتی تو صبح کا اجالا پھیل چکا ہوتا تھا اور چڑیاں جاگ کر چہچہا چہچہا کر سورج کو پکار رہی ہوتی تھیں تاکہ وہ اپنی روشنی پھیلائے تو انھیں بھی دانہ دنکا نظر آئے اور پھر چونگ چھنی سب کچھ بھول کر اپنے کاموں میں لگ جاتا تھا۔

وہ اپریل کا مہینہ تھا۔ ہر طرف گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ درختوں کی نازک ٹہنیاں پھولوں

کے بوجھ سے جھک گئی تھیں اور کچی سڑک کے کنارے کنارے بے شمار لال پھول اُگ آئے تھے' لیکن ان پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کی جگہ آج فضا میں کاغذ جلنے کی ہلکی سی بو پھیل رہی تھی' کیوں کہ آج چھنگ منگ کا تہوار تھا اور جگہ جگہ چوراہوں پر لوگ نوٹ جلا رہے تھے تاکہ یہ نوٹ ان لوگوں تک پہنچ جائیں جو اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

چونک چھنی بھی اچھے کپڑے پہنے بھاپ سے پکی روٹی اور سیب لیے تیز تیز قدم اٹھاتا قبرستان کی طرف جارہا تھا۔ آج قبرستان کے باہر بہت ہجوم تھا جگہ جگہ ٹھیلے والے ٹھیلوں پر لال لال سیب اور رنگ برنگے پھول سجائے کھڑے تھے۔

چونک چھنی نے قبرستان پہنچ کر ایک ٹھیلے والے سے سفید پھول خریدے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا قبرستان کے اندر چلا گیا۔ آج قبرستان کے اندر بھی لوگ خوب نظر آرہے تھے۔ بوڑھی عورتیں اپنے مرنے والوں کی قبروں پر دعائیں مانگ رہی تھیں اور نوجوان قبروں پر سے جھاڑ جھنکار صاف کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ کوئی نوجوان پھول لیے کھڑا تھا' کوئی چڑھاوا پیش کر رہا تھا تو کوئی نوٹ جلا رہا تھا۔ ہر کوئی اپنے مرنے والوں کی یاد منانے آیا ہوا تھا۔

چونک چھنی ادھر ادھر دیکھتا ہوا اپنے باپ کی قبر کی طرف بڑھنے لگا کہ اس کی نظر ایک قبر پر پڑی۔ دھوپ میں اس قبر کا کتبہ چمک رہا تھا' مگر سوائے کتبے کے تمام قبر جھاڑ جھنکار سے گھری ہوئی تھی۔ نہ تو وہاں کوئی دعا کرنے والا تھا اور نہ چڑھاوا چڑھانے والا۔ چونک چھنی نے سوچا کہ ہائے اس بے چارے کا شاید کوئی نہیں ہے۔ یہ سوچ کر وہ اپنے باپ کی قبر پر پہنچا اور قبر پر سے جھاڑیاں اور مٹی وغیرہ صاف کر کے اس نے روٹی کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا' تین سیب اور بہت سارے سفید پھول اپنے باپ کی قبر پر رکھ کر وہ دیر تک دعائیں پڑھتا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر اس ویران قبر پر آیا اور جھاڑ جھنکار صاف کر کے اس نے روٹی کا آدھا ٹکڑا اور سیب اور چند پھول قبر پر رکھے اور بیٹھ کر دعائیں پڑھنے لگا۔

چونک چھنی جس گاؤں میں رہتا تھا وہاں ایک چھوٹا سا محل بھی تھا جس میں روچنگ اور اس کی بیوی رہتے تھے۔ اللہ نے ان کو ہر نعمت دے رکھی تھی۔ نوکر چاکر اور پیسے کی ریل پیل تھی' لیکن ان کی کوئی اولاد نہ تھی جس کی وجہ سے روچنگ اور اس کی بیوی ہر وقت اداس رہتے تھے۔ گاؤں کے تقریباً آدھے سے زیادہ لوگ روچنگ کو اپنی اولاد دینے پر تیار تھے' لیکن

اسے ایک ایسے بچے کی تلاش تھی جو نہ صرف ان کے بڑھاپے کا سہارا بنے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر دعائیں پڑھ سکے۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایسا بچہ کسی ایسے شخص کی اولاد نہیں ہو سکتا جو صرف چند رُپوں کی خاطر اپنی اولاد کو بیچ دے۔ روچنگ کی بیوی بھی بہت رحم دل تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی بچے کو اس کے ماں باپ سے جدا کیا جائے۔ روچنگ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا' مگر وہ ہمیشہ اُداس رہتی۔ آج بھی وہ بہت اُداس تھی اور صبح ہی سے اپنے گھر کے باغیچے میں چپ چاپ کرسی پر بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔ جب روچنگ نے اس کے قریب جاکر قبرستان چلنے کو کہا تو وہ بولی:

"ہم تو اپنے مرنے والوں کی یاد مناتے ہیں' لیکن ہمارے مرنے کے بعد ہماری قبروں پر کون آئے گا۔" یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ روچنگ نے اسے بہت سمجھایا اور آخر اسے قبرستان چلنے پر تیار کرلیا۔

روچنگ اور اس کی بیوی قبرستان پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک چھوٹا سا بچہ ان کے باپ کی قبر کے آگے بیٹھا ہے۔ روچنگ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ تم نے اس قبر پر کیوں چڑھاوا پیش کیا؟ تو چونگ چھنی نے گردن موڑ کر دیکھا اور دکھ سے بولا:

"شاید اس بے چارے کا کوئی نہیں اس لیے۔"

اس کا یہ جواب روچنگ کے دل میں اتر گیا اور اس نے شدت جذبات سے چونگ چھنی کو اپنے گلے سے لگا لیا پھر دوسرے ہی لمحے روچنگ نے خود پر قابو پاتے ہوئے اس کے ماں باپ کے بارے میں پوچھا تو چونگ چھنی نے اپنی تمام کہانی روچنگ کو سنا دی۔

روچنگ کو اس کی کہانی سن کر بہت افسوس ہوا' مگر اسے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ آج اسے ایک بیٹا مل گیا تھا اور چونگ چھنی بھی بہت خوش تھا کہ کوئی تارا ٹوٹے بغیر آج اس کی دعا قبول ہو گئی۔

* آنسوؤں کو مسکراہٹ میں بدل دو تو زندگی میں خوشیاں تلاش کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

* خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی زندگی کا انجام اس کے آغاز جیسا ہو۔

سلام بن رزاق
۱۱/۹ ایل، آئی، جی کالونی
ونوبا بھاوے نگر، کرلا (ایسٹ)
بمبئی ۷۰

چڑیل کی داسی

مراٹھی لوک کہانی

کسی گانو میں ایک کسان رہتا تھا۔ اس کے دو بچّے تھے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی۔ دونوں بھائی بہن ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ ان کی ماں مر چکی تھی۔ باپ بچارا بچوں کی وجہ سے بڑا فکرمند رہتا۔ کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ آخر بچّوں کی دیکھ بھال کو دھیان میں رکھتے ہوئے کسان نے دوسری شادی کرلی۔ سوتیلی ماں گھر میں آگئی۔ مگر وہ خدا کی بندی بچّوں کو سکھ پہنچانے کی بجائے انھیں دکھ دینے کا بہانا ڈھونڈنے لگی۔ ایک دن بچّوں سے بولی "بچّو! یہاں تمھیں بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ تم میری نانی کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے۔ وہاں مزے ہی مزے ہیں — جاؤگے؟ بچّے اس کی مکّاری سمجھ نہیں سکے۔ انھوں نے گردنیں ہلاکر ہامی بھرلی، مکّار عورت نے انھیں وہاں جانے کا پتا بھی سمجھا دیا۔ بچّے روانہ ہوئے۔ مگر وہاں جانے سے پہلے وہ اپنی بوڑھی نانی سے ملنے گئے جو اسی گانو میں رہتی تھی۔ بچّوں نے نانی کو اپنی سوتیلی ماں کی بات بتادی۔ اس بچاری کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے ٹھنڈی آہ بھری اور بولی۔

"میرے ننھے منّے بچو! میں اتنی ضعیف ہوں کہ تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتی مگر راستے میں کھانے کے لیے میں تمھیں دودھ، روٹی اور تھوڑی سی تلی ہوئی مچھلی دیتی ہوں۔ اسے لو اور جاؤ۔ بھگوان تمھاری مدد کرے گا۔" اپنی بوڑھی نانی سے رخصت ہوکر دونوں بھائی بہن اپنی سوتیلی ماں کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے۔ چلتے چلتے دونوں ایک گھنے جنگل میں داخل ہوئے۔ وہاں انھیں ایک گھاس پھوس کا پرانا مکان دکھائی دیا جس کی چھت میں بے شمار سوراخ نظر آرہے تھے۔ اندر

کوئی بڑھیا اس دروازے سے اس دروازے تک لمبی لیٹی ہوئی تھی۔ ان کے پیروں کی چاپ سنتے ہی وہ غصے سے چیخی "کون آیا ہے"؟ پہلے تو بچے بہت گھبرائے مگر بعد میں انھوں نے اپنی میٹھی آواز میں کہا "نانی جان! ہم لوگ آئے ہیں آپ کی خدمت کے لیے۔"

"اچھا۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ تو پھر جیسا میں کہوں ویسا کرو، میں تمھیں انعام دوں گی۔ اگر نہیں کروگے تو کچا چبا جاؤں گی"، بچے ڈرتے جھجکتے جھونپڑے میں داخل ہوئے۔

اس نے دونوں کو کام بتایا اور پھر گھاس کے ایک بڑے سے پولے پر بیٹھ کر ہوا میں اڑ گئی۔ لڑکی کو کپڑا بننے کا کام دیا گیا تھا۔ مگر بچاری اتنی چھوٹی تھی کہ وہ کپڑا بُن ہی نہیں سکتی تھی۔ لڑکی سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ اتنے میں ڈھیر سارے چوہے وہاں جمع ہو گئے، انھوں نے لڑکی سے رونے کا سبب پوچھا جب انھیں اس کے رونے کی وجہ معلوم ہوئی تو چوہے بولے۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ تو ہمیں کچھ کھانے کو دے اور اس بلّی سے ہماری حفاظت کر ہم تیرا کپڑا بُن کر دے دیں گے۔ ادھر کنویں کی منڈیر پر بیٹھا لڑکی کا بھائی بھی رو رہا تھا۔ اسے بڑھیا نے ڈول سے پانی کھینچنے کو کہا تھا مگر ڈول کے پیندے میں اتنے چھید تھے کہ ڈول کے اوپر آتے آتے سارا پانی بہہ جاتا تھا۔ وہیں درختوں پر چند کبوتر رہتے تھے اسے روتا دیکھ کر کبوتروں نے اپنی چونچوں میں درختوں سے گوند اکٹھا کر کے ڈول کے چھید بند کر دیے۔ لڑکے نے پانی بھر دیا۔

ادھر لڑکی نے کپڑا بُن دیا تھا۔

دونوں بے حد خوش تھے۔

اتنے میں بلّی نے چوہوں کو دیکھ لیا اور دبے پاؤں ان کی طرف بڑھنے لگی۔ لڑکی نے بلّی کو پُچکارا۔

"منو تائی! منو تائی! تجھے شاید بھوک لگی ہے۔۔۔ بھیا! مچھلی کا ایک ٹکڑا ہماری منو تائی کو دو نا۔۔۔" لڑکے نے بلّی کے آگے مچھلی کا ٹکڑا پھینکا۔ بلّی مچھلی کا

ٹکڑا کھانے لگی۔ موقع پاتے ہی چوہے اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے۔ لڑکا پیار سے بلی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا رہا ــــ اس نے بلی کو پچکارتے ہوئے پوچھا، یہ بڑھیا تو ہماری نانی دکھائی نہیں دیتی۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کا راستہ بتاؤ۔"
بچوں کے اچھے سلوک سے بلی خوش تھی۔ اس نے مچھلی کا قتلہ نگلتے ہوئے کہا۔
"بڑھیا کی کنگھی اور رومال کسی طرح حاصل کرو۔ پھر تم آسانی سے یہاں سے فرار ہو سکتے ہو ــــ"
بلی نے انھیں کنگھی اور رومال کو استعمال کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ اتنے میں وہ چڑیل بڑھیا واپس آ گئی۔
لڑکے نے پانی بھر دیا تھا۔ لڑکی نے کپڑا بن دیا تھا۔ بڑھیا نے غرا کر کہا، "ٹھیک ہے! ٹھیک ہے! کل بھی اگر اسی طرح کام نہیں ہوا تو - - - - - - -
بچے خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔
"ہم کریں گے ــــ ہم کریں گے۔" انھوں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ چڑیل مطمئن ہو گئی اور پورے گھر میں یہاں سے وہاں تک پسر کر سو گئی۔ بچوں کو موقع مل گیا۔ انھوں نے اس کی کنگھی اور رومال اپنی پوٹلی میں چھپا دیا۔
دوسرے دن جب بوڑھی چڑیل گھاس کے پولے پر بیٹھ کر اڑ گئی۔ تب دونوں بچے موقع دیکھ کر جھونپڑی سے باہر نکلے۔ اب ایک اور مصیبت سامنے کھڑی تھی۔ چڑیل کا کتا انھیں دیکھ کر غرانے لگا۔ لڑکے نے جھک کر اس کی پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور اپنی پوٹلی سے مچھلی کا ایک بڑا سا ٹکڑا اس کے آگے ڈال دیا۔ کتا خوش ہو گیا ــ غرانا چھوڑ کر مچھلی کا کانٹا چچوڑنے لگا۔
دونوں بچے چپکے سے آگے بڑھ گئے۔
تھوڑی دور چلنے کے بعد جھونپڑی کا باڑا آیا۔ باڑا سورج کی شکل کے کانٹے دار پتوں سے گھرا تھا ــــ ان پتوں سے بچوں کا باہر نکلنا مشکل تھا ــــ لڑکی نے اپنے بالوں میں بندھی ربن کھولی اور ربن سے ان پتوں کے ڈنٹھلوں کو کس کر باندھ دیا۔ دونوں کو باہر نکلنے کی جگہ مل گئی۔ دونوں باہر نکل آئے اور تیزی سے ایک طرف چلنے لگے ــ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ وہ اپنے گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ سامنے

گانو کے جھونپڑے نظر آ رہے تھے۔ بچّے بہت تھک گئے تھے۔ وہ املی کے ایک درخت کے نیچے سستانے بیٹھ گئے۔ پوٹلی کھول کر کچھ کھانے لگے۔
جب چڑیل شام کو اپنی جھونپڑی میں واپس لوٹی تو بچوں کو وہاں نہ پاکر وہ اپنے بال نوچنے لگی۔ اس نے بلّی سے پوچھا تو بلّی بولی۔
"ہاں — میں نے انھیں نہیں روکا — اتنے برس میں نے تیری چاکری کی۔ تو نے کبھی پیار کا ایک لفظ نہیں کہا۔ کھانے کو ایک ٹکڑا نہیں دیا،،
کتّے نے کہا
"تو نے مجھے ایک ہڈی تک نہیں دی۔ الٹا مجھے لاتوں سے مارا — جی میں آتا ہے تجھے کاٹ کھاؤں!"
باڑے کے پتّے بھی کھڑکنے لگے۔
"تو نے کبھی ہماری جڑوں میں پانی تک نہیں ڈالا۔ ہمارا تو نے ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ جی چاہتا ہے ہم تیری آنکھیں پھوڑ دیں۔
یہ جواب سن کر چڑیل غصّے سے آگ بگولہ ہوگئی۔ اور اسی غصّے میں اپنے گھاس کے پولے پر بیٹھ کر ہوا میں ہوا ہوگئی۔
ادھر بچے اپنا کھانا ختم کر چکے تھے۔ تبھی انھیں چڑیل کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ لمحے بھر کو وہ ڈر گئے لیکن لڑکے نے جلدی سے چڑیل کی کنگھی باہر نکالی اور بلّی کے بتائے ہوئے طریقے سے چڑیل کی طرف پیٹھ کر کے اسے چڑیل کے راستے میں پھینک دیا۔
جوں ہی کنگھی زمین پر گری۔ چڑیل کے راستے میں کانٹے دار جھاڑیوں کا جنگل پھیلتا چلا گیا اور چڑیل کا راستہ بند ہوگیا۔ بچّے جان لے کر گانو کی طرف بھاگے چڑیل نے کانٹے دار جھاڑیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا اور دوبارہ بچّوں کی طرف لپکی۔ بھائی کی ہدایت پر بہن نے فوراً چڑیل کا رومال باہر نکالا اور پیٹھ موڑ کر رومال کو چڑیل کی طرف اچھال دیا۔ رومال زمین پر گرتے ہی ایک تیز ندی چڑیل اور بچّوں کے درمیان حائل ہوگئی — پانی میں پانو رکھتے ہی چڑیل کی طاقت زائل ہوگئی — اور وہ وہیں ڈھیر ہوگئی۔

بچے آہستہ آہستہ گانو میں داخل ہوئے۔ پہلے وہ اپنی نانی کے گھر گئے نانی نے انھیں پیار سے گلے لگالیا۔ بھگوان کا شکر ادا کیا۔ وہ بچوں کو لے کر ان کے باپ کے پاس آئی۔ بچوں کو دیکھ کر باپ خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ اس نے چٹ پٹ ان کے بوسے لیے۔ گانو میں شور مچ گیا کہ گانو کے کنارے ایک ندی آگئی ہے۔ سب بے حد خوش ہوئے۔ جب کسان کو ساری حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے اپنی دوسری بیوی کو بلایا اور اسے ایک کشتی میں بٹھا کر ندی کے پار روانہ کر دیا۔

چڑیل نے خوشی خوشی اس کشتی کو اپنی طرف کھینچ کر کنارے لگا دیا چڑیل کو بچوں کے بدلے اب ہٹی کٹی داسی مل گئی تھی۔

آج بھی گانو والوں کو ندی کی دوسری جانب بچوں کی وہ سوتیلی ماں دکھائی دیتی ہے۔ تب وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

"ہوشیار! چڑیل کی داسی آرہی ہے۔"

(زیرِ ترتیب کتاب "مراٹھی کی لوک کہانیاں" سے)

صفائی نصف ایمان ہے

حکیم محمد سعید

نونہالو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے۔
دل کی صفائی سے آدمی بے ایمانی، حرام اور کفر سے بچتا ہے۔ یہ تمام ناانصافیاں، رشوت، ظلم اور لڑائیاں اور جھگڑے اس لیے ہیں کہ دل صاف نہیں ہیں۔
بدن، لباس اور ارد گرد (ماحول) کی صفائی سے آدمی بیماریوں سے بچتا ہے۔

بدن کی صفائی

نونہالو! اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صفائی کے جو دو اصول وضو اور غسل بتادیے ہیں، ان میں بدن کی صفائی کی سب چیزیں آگئی ہیں۔
وضو میں منہ، ناک، آنکھیں، کان، چہرہ، سر اور گردن، اور ہاتھ اور پاؤں سب کی صفائی شامل ہے۔
غسل میں پورے بدن کی صفائی ہے۔ جو نونہال دن میں ایک بار غسل اور پانچ بار وضو کرتا ہے، وہ بیماریوں سے بچتا ہے۔ پانچ بار وضو کرنے سے چہرے، منہ اور ہاتھ پاؤں سے چپٹے ہوئے جراثیم دھل جاتے ہیں۔ دانت چمک دار ہوجاتے ہیں۔ آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں۔ چہرہ تازہ ہوجاتا ہے۔ سر کا مسح کرنے اور گردن پر گیلا ہاتھ پھیرنے سے تازگی آجاتی ہے۔ گرمیوں میں اس کی وجہ سے لُو لگنے کی شکایت (سن اسٹروک) نہیں ہوتی۔
صفائی کا ایسا نظام دنیا کی کسی اور تہذیب میں نہیں ہے۔

لباس کی صفائی

نونہالو! لباس کی صفائی یہ ہے کہ لباس دُھلا ہوا اور صاف ہو، اس پر کسی قسم کی گندگی نہ لگی ہو۔ لباس سلیقے سے پہنا جائے۔ آستینوں اور گریبان کے بٹن لگا کر رکھے جائیں۔ بال سنورے ہوں۔ جوتے ٹھیک پہنے ہوں۔ ناک پونچھنے کے لیے رومال استعمال کیا جائے۔

اسکول کی صفائی

نونہالو! تم سب کو چاہیے کہ اپنی اپنی سیٹ اور ڈیسک کو صاف رکھو۔ کاغذ پھاڑ کر اِدھر اُدھر مت پھینکو۔ کتابوں اور نوٹ بُکوں کو قرینے سے رکھو۔ اسکول کے کمرے میں بے کار چیزیں نہ پھینکو۔ اِدھر اُدھر نہ تھوکو۔

گھر کی صفائی

نونہالو! ہر گھر ایک چھوٹی سی دنیا ہے۔ اس میں باتھ روم، باورچی خانہ، سونے، بیٹھنے اور کھانے کے کمرے، اسٹور روم وغیرہ کئی چیزیں ہوتی ہیں۔ ان سب کی صفائی ضروری ہے۔

نونہالو! ایک عام اُصول یہ ہے کہ گھر کے کمرے صاف، روشن اور ہوا دار ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں اندھیرا ہو اور جہاں گندہ پانی جمع ہو وہاں مچھر اور کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ مچھروں سے ملیریے کی بیماری لگتی ہے۔ مکھیاں کبھی گندگی پر بیٹھتی ہیں کبھی کھانے کے برتنوں پر۔ یہ پیٹ کی خرابی کی بیماریاں پھیلاتی ہیں۔ کوئی کھانے کا برتن کھلا نہ رکھا جائے۔ کسی جگہ پانی جمع نہ ہونے دیا جائے۔ اسے گندی نالی کے راستے نکال دیا جائے۔ ہر روز برتن دھوئے اور کھنگالے جائیں۔ ہر روز کمرے صاف کیے جائیں اور چیزوں پر جمی ہوئی دھول جھاڑی جائے۔

نونہالو! پانی اُبال کر پینا چاہیے، اس سے جراثیم مرجاتے ہیں اور پیٹ کی بیماریاں نہیں ہوتیں۔ دودھ بھی ہمیشہ ابال کر پینا چاہیے۔ کوئی کچا اور گلا سڑا ہوا پھل نہیں کھانا چاہیے۔ کھلی رکھی ہوئی باسی چیزیں نہ کھائی جائیں۔ بہت زیادہ ٹھنڈا پانی اور بہت گرم چائے نہ پی جائے۔ اس سے گلا بھی خراب ہوتا ہے اور پیٹ بھی۔

اللہ کے فرشتے

نونہالو! گندی جگہ پر نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ وہاں اللہ کے فرشتے نہیں آتے۔ اسی طرح گندے گھر میں بھی اللہ کے فرشتے نہیں آتے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، غریب ہو یا امیر، صفائی سب پر فرض ہے، کیوں کہ صفائی نصف ایمان ہے۔

———☆☆☆———

اللہ کی رضا

فاطمہ ثروت

عید کی نماز سے پہلے امام صاحب نے اعلان کیا کہ مسجد میں مرمت کا کام ہو رہا ہے۔ اس کے لیے تقریباً بیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ آپ تمام لوگ اس نیک کام میں ہاتھ بٹائیے۔

امام صاحب کا یہ اعلان سن کر ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دینے کی کوشش کی۔ جب سب لوگ چندہ دے چکے تو پچھلی صف میں ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے نہایت قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے اعلان کیا:

"امام صاحب! میری طرف سے دس ہزار روپے کی حقیر رقم قبول کیجیے۔"

سب لوگوں کو اس امیر شخص پر غصّہ آیا کہ اگر اسے چندہ دینا ہی تھا تو یہ عمل چپ چاپ بھی کر سکتا تھا، مگر اس نے صرف دوسرے لوگوں پر رعب ڈالنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ اگر اس کا مقصد یہ ہوتا کہ لوگ اسے دیکھ کر زیادہ سے زیادہ چندہ دیں تو اسے یہ کام سب سے پہلے کرنا چاہیے تھا۔ جب وہ امیر آدمی دس ہزار روپے دے چکا تو بعد میں ایک غریب آدمی بھی اٹھا اور اس نے آہستہ سے کہا:

"امام صاحب! میری طرف سے یہ پانچ روپے قبول کیجیے۔"

امیر آدمی سیٹھ شہزاد دراصل اس غریب آدمی کا افسر تھا۔ اپنے بعد اسے چندہ دیتے دیکھ کر جلدی سے بولا:

"اگر تم پانچ روپے نہ دیتے تو کون سا فرق پڑ جاتا؟ تمھارے پاس کھانے کو تو کچھ ہے نہیں اور چلے ہو میری نقل کرنے!"

غریب شخص نے جس کا نام سلمان تھا، سیٹھ شہزاد سے کہا:

"جناب! میں آپ کے دفتر میں معمولی کلرک ضرور ہوں، مگر اس مسجد کے کام میں حصہ لینا میرا بھی حق ہے۔ میں نے اپنی حیثیت کے مطابق چندہ دیا ہے۔ غریب آدمی کا ایک پیسہ امیر آدمی کے لاکھوں سے بہتر ہے۔"

دونوں میں خاصی دیر بحث ہوتی رہی۔ آخر لوگوں کے کہنے پر انھوں نے اس گرما گرم بحث کو ختم کیا اور پھر ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر عید کی نماز ادا کی۔

عید کے بعد سلمان جب دفتر گیا تو سیٹھ شہزاد نے اس بلایا اور کہا: "سلمان، شاید تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں جناب، ایسی کوئی بات نہیں۔" سلمان نے مختصر سا جواب دیا۔

پھر شہزاد نے سلمان کی طرف دیکھ کر کہا: "ہم تو چندہ صرف پبلسٹی کے لیے دیتے ہیں۔ یہ دیکھو آج میری تصویر اخبار میں چھپی ہے۔"

سلمان نے اخبار کو دیکھتے ہوئے کہا: "جناب! آپ پبلسٹی کے لیے اور ہم صرف اللہ کی رضا کے لیے ایسا کرتے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر اپنی جگہ چلا آیا۔

اب دیکھیے اتفاق کہ اسی روز انعامی بانڈز کا نتیجہ اخبار میں شائع ہوا۔ سلمان کا اس میں پانچ لاکھ رپے کا انعام نکل آیا۔ سلمان نے اس کو اللہ کی طرف سے اپنے لیے اپنے نیک کام کا انعام سمجھا اور اس رقم سے ایک فیکٹری لگائی۔ اس کا ایسا کاربار چلا کہ وارے نیارے ہو گئے۔ اب اس کے پاس بہت دولت تھی۔ وہی سلمان جو ایک کچے سے مکان میں رہا کرتا تھا اب ایک شان دار کوٹھی کا مالک بن گیا۔ اب اس کے پاس پرانی سائکل کے بجائے ایک نئی اور عمدہ کار تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہی سلمان جو اپنے پیسے کو صرف اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتا تھا اب صرف پبلسٹی کے لیے خرچ کرنے لگا۔ آئے دن اخبارات میں اس کے انٹرویو شائع ہوتے، تصویریں چھپتیں۔ سابق افسر شہزاد نے ایک دن اخبار میں سیٹھ سلمان کی تصویر دیکھی جس کے نیچے لکھا تھا:

"ملک کے معروف سماجی کارکن سیٹھ سلمان علی نے غریبوں کی امداد کے لیے ایک لاکھ رپے کا چیک گورنر کو پیش کیا ہے۔"

سیٹھ شہزاد نے یہ خبر پڑھی تو انھیں سلمان کا وہ جملہ یاد آگیا جو اس نے ان سے کہا تھا:

"جناب! آپ تو پبلسٹی کے لیے اور ہم اللہ کی رضا کے لیے پیسہ خرچ کرتے ہیں۔"

"جس وقت سلمان نے یہ بات سیٹھ شہزاد سے کہی تھی تو شہزاد پر اتنا اثر ہوا تھا کہ اس نے اسی دن عہد کرلیا تھا کہ آئندہ صرف اللہ کی رضا کے لیے پیسہ خرچ کروں گا اور

بالکل خاموشی سے کروں گا۔ مگر آج وہی شخص جس کے ایک جملے نے شہزاد کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی خود اپنے دعوے پر عمل نہیں کر رہا تھا۔ سیٹھ شہزاد سوچ رہے تھے کہ آج سلمان کو میری ضرورت ہے۔ اس نے میری اصلاح کی تھی، اب اس کی اصلاح کرنا میرا فرض ہے۔ یہ سوچ کر وہ سلمان کی فیکٹری کی طرف روانہ ہوگئے۔

سیٹھ سلمان نے اپنے سابق افسر کو بڑی خوش دلی سے خوش آمدید کہا۔ سیٹھ شہزاد نے سیٹھ سلمان کے آگے اخبار رکھ دیا اور منہ سے کچھ نہ کہا۔ سلمان سب کچھ سمجھ چکا تھا، مگر پھر بھی اس نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

"میں کیا کروں! اخبار والے زبردستی تصویر کھینچ لیتے ہیں۔"

سیٹھ شہزاد نے کہا:

"میں تو تمھیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ تم نے مجھے جو راستہ دکھایا تھا اب خود تم اس سے بھٹک گئے ہو۔"

سلمان نے سر جھکا لیا۔ بہت دیر کچھ سوچتا رہا، پھر بولا: "سیٹھ صاحب! آپ نے ٹھیک کہا۔ میں کچھ وقت کے لیے اپنے راستے سے ضرور بھٹک گیا تھا مگر آج آپ نے پھر مجھے سیدھے راستے پر ڈال دیا ہے۔ آپ کا شکریہ۔ سیٹھ سلمان آئندہ صرف اللہ کی رضا کے لیے پیسہ خرچ کرے گا۔"

کام اور زندگی

فیض لودھیانوی مرحوم

برکتیں ہیں آج گھر گھر کام سے | چل پڑا دنیا کا چکر کام سے
چاند تارے اور سورج رات دن | کام رکھتے ہیں برابر کام سے
جن کو اپنے فرض کا احساس ہو | دل لگاتے ہیں وہ اکثر کام سے
کامیابی اُن کی قسمت میں کہاں | بھاگ جاتے ہیں جو ڈر کر کام سے
طالبانِ علم پاتے ہیں سدا | امتحاں میں اچھے نمبر کام سے
کھیت ہو اسکول ہو یا فیکٹری | سب کی رونق ہے سراسر کام سے
کاہلی تو جان لیوا روگ ہے | زندگی ہوتی ہے بہتر کام سے
دو گھڑی آرام کرنا چاہیے | جب فراغت ہو میسّر کام سے
یاس سے مارے نکمّوں سے کہو | دور ہوتے ہیں دِلدّر کام سے
یہ کرشمہ بارہا دیکھا گیا | بن گیا بگڑا مقدّر کام سے
تنگ دستی کا گلہ جاتا رہا | ہاتھ آیا اس قدر زر کام سے
زندہ رہنے کا سلیقہ ہے یہی | منہ نہ موڑے کوئی دم بھر کام سے
مُفت میں عزّت کبھی ملتی نہیں | شان کے مالک ہیں افسر کام سے
بیٹھ کر باتیں بنانا سہل ہے | اصل میں کھلتے ہیں جوہر کام سے
لکھنے والوں نے قلم کو تھام کر | بھر دیے دفتر کے دفتر کام سے
قدر کرتا ہے زمانہ کام کی | نام پاتے ہیں ہُنر وَر کام سے
اَمن ہو یا جنگ کا میدان ہو | کامراں ہوتا ہے لشکر کام سے
حوصلہ مندوں کے قرباں جایئے | کر لیا قابو سمندر کام سے
عاقلانہ تجربے بڑھتے گئے | کچھ نہ کچھ حاصل ہوا ہر کام سے
آسماں پر بے خطر اُڑنے لگا | آدمی کو لگ گئے پَر کام سے

فیض کو مردانہ ہمت کی قسم
موم ہو جاتے ہیں پتھر کام سے

پھول پھول خوشبو
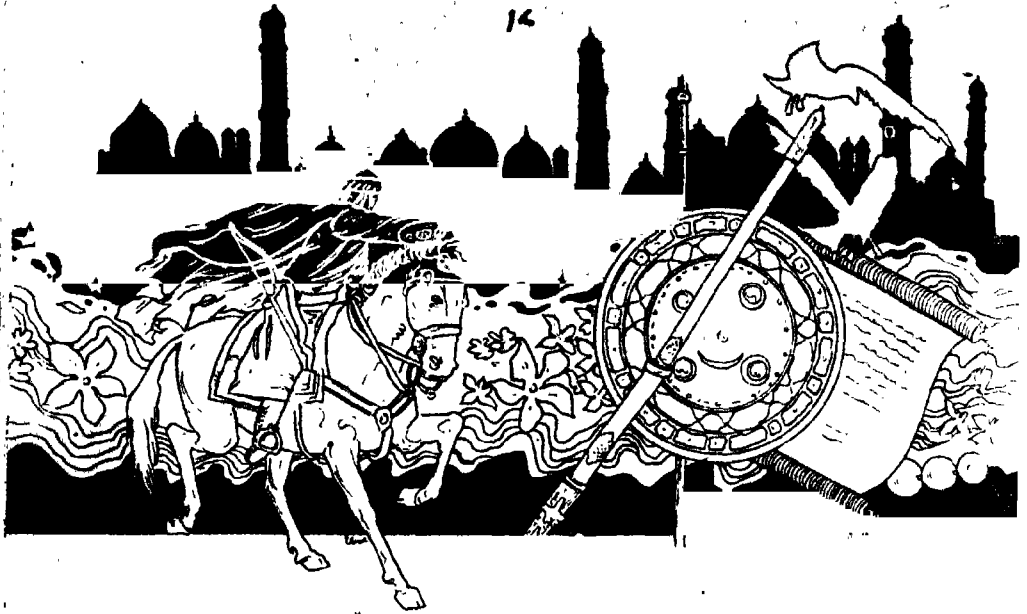
کتابوں کے اقتباسات، لطائف، اقوال اور حیرت انگیز معلومات پر مشتمل، قارئین کی شمولیت کے لیے خوبصورت سلسلہ

یہ کیا ہے؟

ایک مرتبہ مولانا رومؒ کے چاروں طرف کتابیں بکھری پڑی تھیں اور آپ لوگوں کو نصیحتیں فرما رہے تھے کہ اچانک اس مجلس میں ایک پریشان حال شخص داخل ہوا اور کتابوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

مولانا رومؒ نے جواب دیا "یہ وہ چیز ہے جسے تم نہیں جانتے؟"

اجنبی نے غور سے مولانا رومؒ کو دیکھا اور کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں۔

مولانا رومؒ غصے سے کانپنے لگے اور فرمایا "یہ تم نے کیا غضب کیا؟ ان کتابوں کی قیمت کا اندازہ تمھیں نہیں۔ انھیں خریدنے کے لیے کسی بادشاہ کا خزانہ بھی ناکافی ہے۔"

اجنبی نے مسکراتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال کر تمام کتابیں نکال لیں۔ تمام کتابیں خشک تھیں اور ان پر پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی۔

مولانا روم نے حیرت سے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

اجنبی یہ کہتا ہوا چلا گیا "یہ وہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔"

اجنبی کے جاتے ہی مولانا رومؒ کا بُرا حال ہوگیا اور آپ اسی وقت اس اجنبی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ دُور دُور تک تلاش کے بعد آخر آپ نے اسے پالیا۔ یہ اجنبی حضرت شمس تبریزؒ تھے۔

حضرت مولانا روم، حضرت شمس تبریزؒ کی صحبت میں کافی عرصہ رہے اور ان سے اس قدر فیض حاصل کیا کہ روحانی دنیا میں آپ کا مقام بلند ہو گیا۔

اچھی باتیں

۱۔ اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو کیوں کہ خداوند کریم اپنے سورج کو نیک و بد دونوں پر چمکاتا ہے۔

۱۔ آپ کی کامیابی میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس سے آپ کے بہترین دوست بھی ناخوش ہیں۔

۱۔ قبل اس کے کہ بزرگ بنو، علم حاصل کرو۔

۱۔ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

میری خاطر

گاہک کافی کا انتظار کرتے کرتے تنگ آگیا تو اٹھ کر جانے لگا۔ اتنے میں بیرا دوڑا دوڑا آیا اور میز پر کافی رکھتے ہوئے بولا "ناراض نہ ہوں جناب! بڑی مزے دار کافی ہے۔ جنوبی امریکہ کی لایا ہوں۔"

گاہک نے جواب دیا "معاف کرنا مجھے معلوم نہ تھا تم میری خاطر اتنی دور چلے جاؤ گے۔"

نصیحت

لقمان نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ بیٹے! دیانت اور ایمان داری کے بعد ایک مخلص اور دانا دوست کو تلاش کرنا ہرگز نہ بھولنا کیوں کہ ایک مخلص اور دانا دوست پھل دار درخت کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کے نیچے بیٹھو گے تو سایہ دے گا اور اوپر چڑھو گے تو پھل پاؤ گے۔

بھینس

بھینس بہت مشہور جانور ہے۔ چوپایوں میں یہ واحد جانور ہے جو موسیقی سے ذوق رکھتا ہے۔ اسی لیے لوگ اس کے آگے بین بجاتے ہیں۔ بھینس دودھ دیتی ہے لیکن وہ ناکافی ہوتا ہے۔ لہٰذا باقی دودھ گوالا دیتا ہے۔ دونوں کی باہمی امداد سے ہم شہریوں کا کام چلتا ہے۔ تعاون یوں تو اچھی چیز ہے لیکن دودھ کو اچھی طرح چھان لینا چاہیے تاکہ مینڈک نکل جائیں۔ دودھ خریدتے وقت پیکٹ میں بھینس کی تصویر دیکھ لیا کریں۔ اس سے زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہیے۔

(ابن انشاء مرحوم)

دوست دشمن

ننھا پرندہ اڑا جا رہا تھا، شدت کی سردی تھی خون منجمد ہو جانے سے پرندہ زمین پر گر پڑا۔ اتفاق سے

وہاں سے ایک گائے گزر رہی تھی اس کا گوبر پرندے پر آ گرا تو حرارت پاکر وہ چہچہانے لگا۔ عین اس وقت ایک لومڑی وہاں آ پہنچی۔ اس نے پرندے کو گوبر سے صاف کیا اور چٹ کر گئی۔

"ضروری نہیں کہ جو آپ پر غلاظت پھینکے وہ آپ کا دشمن ہی ہو اور جو آپ کو جھاڑ پونچھ دے وہ آپ کا دوست ہی ہو۔

جہالت کا اقرار

ایک عقل مند کو میں نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کوئی اپنی جہالت کا اپنی زبان سے اقرار نہیں کرتا علاوہ اس شخص کے کہ جب کوئی دوسرا بات کر رہا ہو تو وہ اس کی بات کاٹ کر خود بولنا شروع کر دے۔

(شیخ سعدیؒ)

اقوالِ زرّیں

- عظمت چاہتے ہو تو صداقت تلاش کرو۔
- مطالعۂ غم اور اداسی کا بہترین علاج ہے۔
- بُری کتاب ایسا زہر ہے جو جسم کو نہیں روح کو مار ڈالتی ہے۔
- کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ آنسو ہمارے لیے سزا بن جائیں۔

اچھی کتاب

۱ ملٹن نے کہا "ایک اچھی کتاب سلیم الفطرت انسان کے لیے زندگی کا بہترین سرمایہ ہے۔"

۱ بیکن نے کہا "کتابوں کے انتخاب میں آپ کو شعور سے کام لینا چاہیے کچھ کتابیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنھیں چکھا جاتا ہے۔ بعض کو نگلنا پڑتا ہے اور چند ایسی بھی ہیں جو چبانے کے اور کھانے کے کام آتی ہیں۔"

۱ سمرسٹ ماہم نے کہا "مطالعے کی عادت کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیا کے سارے دکھوں سے بچنے کے لیے ایک محفوظ ترین پناہ گاہ تعمیر کر لی۔"

ہے نا عجیب بات

- نائیجیریا (افریقہ) میں "توارج" نامی قبیلے کے مرد نقاب پہنتے ہیں۔
- بھوٹان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس نے بولنے والے ٹکٹ جاری کیے تھے۔

حضورؐ نے فرمایا

- آپس میں سلام کا رواج عام کرو، محبت بڑھے گی۔
اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے، نہ کرنے والا مردہ۔

مردہ۔
- پیٹ سے بڑھ کر کوئی بدترین برتن نہیں۔
- تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترکِ کلام نہ کرو۔
- دنیا کی محبت خطاؤں کا سرچشمہ ہے۔

زندگی

- زندگی حقیقت ہے اسے تسلیم کرو۔
- زندگی حُسن ہے اس سے پیار کرو۔
- زندگی چیلنج ہے اس کا مقابلہ کرو۔
- زندگی دُکھ ہے اس پر قابو پاؤ۔
- زندگی مہم ہے اسے سر کرو۔
- زندگی سفر ہے اسے مکمّل کرو۔

مصروف آدمی

ایک غائب دماغ پروفیسر مضمون لکھنے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اچانک انھیں احساس ہوا کہ ان کے پاس پینسل نہیں ہے۔ انھوں نے اپنی بیوی سے پینسل کے بارے میں دریافت کیا۔

"تمھارے کان پر لگی ہوئی ہے۔" بیوی نے جواب دیا۔

"تم جانتی ہو کہ میں بہت مصروف آدمی ہوں۔" پروفیسر نے چیخ کر کہا۔ "صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں کہ کون سے کان پر ہے؟"

کیسے کیسے لوگ!

زندگی کا سمندر بڑا وسیع، بڑا بے درد، بڑا ظالم اور بڑا ہی پیارا ہے۔ اس کے ساحل پر پہنچو تو بہت سے لوگوں سے شناسائی ہوتی ہے۔ پیارے پیارے لوگ، خالی سیپیوں جیسے لوگ، دمکتی ریت جیسے لوگ، نوکیلی کنکریوں سے جیسے لوگ، حسین سنگریزوں جیسے لوگ اور ان لوگوں میں سے کچھ تو ہتھیلیوں پر جمی ریت کی طرح وقت کی دھوپ پاکر ہاتھوں ہی سے نہیں دل سے بھی اتر جاتے ہیں لیکن کچھ خوشبو صفت لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی انگلیوں کے لمس کی حلاوت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔

اسلامی معلومات

- حسان بن ثابتؓ کو شاعرِ رسولؐ کہا جاتا ہے۔
- جنگِ خندق کا نقشہ سلمان فارسیؓ نے تیار کیا تھا۔
- امامِ حدیث، امام بخاریؒ کو کہا جاتا ہے۔
- پہلی بار بیت المال حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قائم کیا۔
- حضرت سارہ کو "امّ الانبیاء" کہا جاتا ہے۔
- عذرا، حضرت مریمؑ کا لقب ہے۔

تین چٹ پٹی کہانیاں

شمیم نوید

پہلی کہانی — ناک آؤٹ

جاوید نہ تو سفارش کا قائل تھا نہ رشوت کا۔ زندگی کو وہ اپنے ڈھب سے گزارتا۔ دفتر میں جو اس سے جونیر تھے، انھیں بھی کئی کئی بار ترقی مل چکی تھی، مگر جاوید وہیں کا وہیں تھا۔ اس کی بیوی رضیہ اپنے شوہر کے اس رویے پر دل ہی دل میں کڑھتی رہتی، لیکن زبان سے کچھ نہ کہتی۔ وہ اپنے شوہر کے مزاج سے واقف تھی۔

پھر جب مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی اور گھر کا خرچ چلانا مشکل ہو گیا تو رضیہ کو زبان کھولنی ہی پڑی۔

"آخر دوسرے لوگوں کو ترقی کیسے مل جاتی ہے جو آپ کو نہیں ملتی؟" رضیہ نے ایک روز جاوید سے پوچھ ہی لیا۔

"دوسروں کو اس لیے ترقی مل جاتی ہے کہ وہ افسران کی خوشامد کرتے ہیں، اپنے گھروں پر ان کی دعوتیں کرتے ہیں اور نمبر بڑھاتے ہیں اپنے! جب میں اپنے فرائض پوری طرح ادا کرتا ہوں تو پھر افسران کی خوشامد کیوں کروں؟ کیوں انھیں اپنے گھر بلاؤں اور ان سے ذاتی تعلقات پیدا کروں؟ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا!" جاوید نے کسی قدر برہم ہو کر جواب دیا۔

"کیوں، اس میں بھلا برائی کیا ہے؟ اگر آپ اپنے کسی افسر کو چائے پر بلا لیتے ہیں تو کون سی قیامت آجائے گی!" رضیہ بہ ضد رہی۔

"ویسے بھی میں ساگر والا صاحب کو اپنے گھر نہیں بلا سکتا۔" جاوید نے کہا۔ "تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے بچے کتنے شریر ہیں!"

"بچوں کا اس بات سے کیا تعلق؟" رضیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔
"تم نہیں سمجھو گی، ہے تعلق!"
"آپ کچھ بتائیں گے تب ہی تو سمجھوں گی۔"
"ساگر والا صاحب کو دیکھتے ہی بچے زور زور سے ہنسنے لگیں گے اور پھر ساری بات بگڑ جائے گی۔ اپنی ناک کے معاملے میں وہ بے حد حساس ہیں۔" جاوید نے وجہ بتائی: "دراصل ساگر والا صاحب کی ناک غیر معمولی طور پر بڑی ہے۔ انھیں خود بھی اس بات کا احساس ہے۔ دفتر میں کوئی بھی ان کی ناک کی طرف نہیں دیکھتا۔ غلطی سے اگر کسی کی نظر ان کی ناک پر پڑ جائے تو وہ برہم ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے سامنے لوگ کوئی ایسا لفظ زبان پر نہیں لاتے جس میں ناک شامل ہو، مثلاً خطرناک، خوف ناک وغیرہ۔"
"جہاں تک بچوں کا معاملہ ہے تو میں انھیں اس دن امی کے گھر بھیج دوں گی۔" رضیہ نے اپنی دانست میں مسئلے کا ایک حل پیش کیا: "نہ بچے گھر میں ہوں گے نہ خطرے کی کوئی بات ہوگی۔"
"اور بھولے سے اگر تمھاری نظر ان کی ناک پر پڑ گئی تو؟"
"میں ان کی طرف دیکھوں گی ہی نہیں۔" رضیہ نے یقین دلایا۔
"کوئی ایسا لفظ بھی نہ بولنا جس میں ناک آجائے۔ بہت سے محاورے ناک کے ساتھ بولے جاتے ہیں، ان کا بھی تمھیں خاص طور پر خیال رکھنا ہوگا، مثلاً ناک میں دم آنا، ناک اونچی رکھنا، کسی کی ناک کا بال ہونا وغیرہ۔"
"آپ انھیں اسی جمعے کو کھانے پر بلالیں۔ نہ میں ان کی ناک کو دیکھوں گی نہ ناک والا کوئی لفظ بولوں گی۔"
جاوید آخر مان ہی گیا۔ دوسرے دن اس نے رضیہ کو خوش خبری سنادی کہ اس کے افسر ساگر والا نے جمعے کی دعوت قبول کرلی ہے۔ اس روز بدھ تھا۔ رضیہ کی عادت تھی کہ بات بات پر کہتی، میرا تو ناک میں دم آگیا ہے۔ اس نے اگلے ہی روز سے اپنی اس عادت پر قابو پانے کی مشق شروع کردی۔ جمعرات کو سارے دن اس نے ایک مرتبہ بھی یہ محاورہ نہیں بولا۔ شوہر کی ترقی کا معاملہ تھا تو آخر وہ کس طرح خود پر قابو نہ پاتی! جمعے کی صبح ہی اس نے اپنے تینوں بچوں

کو نانی کے گھر بھیج دیا۔

ساگر والا صاحب مقررہ وقت پر مغرب کے بعد جاوید کے گھر پہنچ گئے۔ رضیہ نے بہت اچھا کھانا پکایا تھا۔ ساگر والا نے کھانے کی تعریف کی۔ اس موقع پر رضیہ نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے ساگر والا صاحب کی طرف نظر اٹھانے سے گریز کیا۔ وہ نظریں نیچی کیے بیٹھی رہی۔ جاوید اسے بتا چکا تھا کہ ساگر والا صاحب کھانے کے بعد چائے پینے کے عادی ہیں۔ چائے کے بغیر اس کا کھانا مکمل نہیں ہوتا۔

رضیہ اسی خیال سے کھانے کے بعد چائے بنانے لگی۔ جاوید کو چائے پینے ہی کے دوران میں ساگر والا سے اپنی ترقی کی بات کرنی تھی۔ وہ سب کچھ پہلے سے طے کرچکا تھا۔ رضیہ نے احتیاط کے طور پر ابھی تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ جاوید نے یہ کہہ کر بات بنادی تھی: "یہ ذرا کم ہی بولتی ہیں۔ آپ کچھ خیال نہ کیجیے گا سر!"

"اچھا اچھا" کہہ کر ساگر والا نے سرہلا دیا تھا۔

چائے بناتے ہوئے مجبوراً رضیہ نے ساگر والا کو مخاطب کیا: "جناب! آپ کی ناک میں کتنی چینی ڈالوں؟"

دوسری کہانی — **کاری گر**

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی وہ ایسے لوگوں اور کمپنیوں کے نام فہرست میں تلاش کررہے تھے جو پابندی کے ساتھ اب تک مدتوں سے ٹیکس جمع کرتے آرہے تھے۔

ہر محکمے میں اچھے اور بُرے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان تینوں کا شمار اچھے لوگوں میں نہیں تھا۔ اسی بنیاد پر تینوں میں دوستی بھی تھی۔ انھیں کسی "شکار" کی تلاش تھی۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جو شخص یا فرم پابندی سے ٹیکس ادا کرتی رہتی، وہ اس پر دگنا ٹیکس لگا کر بھیج دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان

سے رابطہ قائم کیا جاتا اور "مک مکا" ہو جاتا۔
"ہاں بھئی مقصود، کوئی ملا؟" منظور نے ہانک لگائی۔
"ہے تو سہی یہ ایک فرم۔ گزشتہ دس سال سے یہ فرم بڑی پابندی سے ٹیکس ادا کر رہی ہے۔" مقصود نے جواب دیا۔
"نام تو بتاؤ، ہے کون؟" اکرام بھی بول اٹھا جو ان کا تیسرا ساتھی تھا۔
"الٰہی بخش اینڈ کو فرم کا نام ہے۔"
تینوں دوست ایک جگہ جمع ہو گئے۔ مشورے سے طے پایا کہ اس برس الٰہی بخش اینڈ کو پر دگنا ٹیکس لگا دیا جائے۔
ٹیکس جمع کرانے کی تاریخ سے پہلے وہ تینوں انتظار کرتے رہے کہ "الٰہی بخش اینڈ کو" کا مالک یا منیجر یا پھر کوئی نمائندہ ضرور آئے گا، مگر ایسا نہ ہوا۔ پتا چلا کہ اس فرم نے مقررہ تاریخ پر دگنا ٹیکس جمع کرا دیا۔ تینوں دوست تلملا کر رہ گئے۔
"بھئی، غلطی ہم سے ہوئی۔ اس پر چوگنا ٹیکس لگانا چاہیے تھا۔" مقصود بولا۔
"یقیناً یہ ٹیکس چوری کرتا ہوگا۔" منظور نے کہا۔
"اور کیا! ورنہ دگنا ٹیکس خاموشی سے کیوں جمع کرا دیتا!" اکرام نے بھی گرہ لگائی۔
"خیر بچ کر کہاں جائے گا، اگلے برس دیکھیں گے۔" مقصود نے اپنے ساتھیوں کو دلاسا دیا۔
اگلے سال انھوں نے الٰہی بخش اینڈ کو پر چوگنا ٹیکس لگا دیا، لیکن اس مرتبہ بھی انھیں ناکامی ہوئی تو وہ جھنجلا گئے۔
"یہ تو کوئی کاری گر معلوم ہوتا ہے! ظالم نے چوگنا ٹیکس بھی ادا کر دیا اور ہم سے آ کر نہیں ملا۔" مقصود جل کر بولا۔
تینوں دوست بڑی دیر تک "الٰہی بخش اینڈ کو" سے تپ کر اسے بُرا بھلا کہتے رہے۔
تیسرا مالی سال آیا تو انھوں نے انتقامی کارروائی کے طور پر دس گنا ٹیکس لگایا۔
"اب دیکھتے ہیں کہ اس فرم کا مالک خود بھاگا بھاگا آتا ہے یا نہیں!" اکرام نے کہا۔
"ایک ہی دفعہ میں اگلا پچھلا سارا حساب برابر کر لیں گے۔" مقصود نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔

"بھلا بتاؤ' دو سال سے ہمیں پریشان کررہا ہے۔ ایسی ڈھیٹ بڑی بھی کوئی نہیں ہوگی۔" منظور منہ بنا کر بولا۔

ٹیکس جمع کرانے کی آخری تاریخیں قریب آنے لگیں تو تینوں دوستوں کی بے چینی بڑھ گئی۔ انھیں بڑی شدت سے "شکار" کا انتظار تھا۔ جب دو روز رہ گئے تو انھوں نے تقریباً اسی (۸۰) سال کے ایک بڈھے کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھا۔ بڈھے کے چہرے پر جھریوں کا جال تھا' سر پر میلی سی ٹوپی' آنکھوں پر نظر کا چشمہ اور پیروں میں گھسے ہوئے چپل تھے۔ وہ ڈھیلی ڈھالی سی شیروانی پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے کا ایک تھیلا بھی تھا۔

بڈھے کا حلیہ دیکھ کر کسی نے اسے لفٹ نہیں دی۔ آخر وہ ادھر ادھر پوچھتا پاچھتا مقصود کے پاس پہنچ ہی گیا۔

"میرا نام الٰہی بخش ہے۔" بڈھے نے اپنا تعارف کرایا۔

"الٰہی بخش!" مقصود تقریباً اچھل پڑا: "الٰہی بخش اینڈ کو کے مالک آپ ہی ہیں؟"

"جی ہاں۔" بوڑھے نے جواب دیا: "مالک کیا' بس کاری گر سمجھ لیں۔"

"کاری گر تو خیر آپ ہیں۔" مقصود معنی خیز لہجے میں بولا: "کھڑے کیوں ہیں' بیٹھیں! مقصود نے اپنے قریب پڑی ہوئی ایک ہتھّے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا: "میں ابھی حاضر ہوا۔"

بڈھے نے کپڑے کا تھیلا کرسی کے قریب رکھا اور بیٹھ گیا۔ ذرا سی دیر میں کھلبلی سی مچ گئی۔ منظور اور اکرام بھی وہیں اپنی اپنی کرسیاں لے کر آگئے۔ ان کو مقصود کی اس اطلاع پر یقین نہیں آیا تھا کہ وہی بڈھا الٰہی بخش ہے۔

"جی بزرگ وار' اب فرمایئے!" مقصود اس بڈھے سے مخاطب ہوا۔

"میاں! فرمانا کیسا' اتنا کہنا تھا آپ لوگوں سے کہ میں بڈھا آدمی ہوں اور اس عمر میں مجھ سے زیادہ کام نہیں ہوتا۔"

وہ تو آپ کی حالت ہی سے ظاہر ہے۔" اس مرتبہ منظور بولا جو بڈھے سے تپا ہوا تھا۔

"آپ لوگوں نے مجھ پر ظلم کی حد کردی ہے۔" بڈھے الٰہی بخش نے کہا۔

"وہ کیسے جناب؟ آخر ہوا کیا؟" مقصود نے انجان بن کر پوچھا۔

"دو سال پہلے کی بات ہے کہ آپ نے مجھ پر دگنا ٹیکس لگا کر بھیج دیا۔ میں ضعیف آدمی ہوں' اس لیے صرف دو گھنٹے کام کرتا تھا۔ جب دگنا ٹیکس لگ گیا تو میں نے مجبوراً چار گھنٹے کام شروع کر دیا۔ پچھلے سال چوگنا ٹیکس لگادیا تو بھی میں یہ سوچ کر برداشت کر گیا کہ چلو' کوئی بات نہیں' آٹھ گھنٹے کام کرلوں گا' لیکن اس مرتبہ حد ہوگئی! دس گنا ٹیکس ادا کرنا میرے بس میں نہیں۔ میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کرسکتا۔ بڑھاپا مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔" بڈھے نے ساری بات کہہ دی۔

تینوں دوست دل ہی دل میں خوش ہوگئے کہ اب کام بن گیا۔ مقصود نے دریافت کیا: "تو پھر اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں۔" بڈھے نے جواب دیا اور کرسی کے قریب زمین پر رکھا ہوا تھیلا اٹھالیا۔

بڈھے نے وہ تھیلا' میز پر رکھ دیا تو منظور نے پوچھا: "اس تھیلے میں کیا ہے؟"

جواب میں بڈھے نے تھیلے سے کاغذوں کے کچھ بنڈل نکالے جو مختلف سائزوں میں کٹے ہوئے تھے' پھر کچھ شیشیاں نکال کر میز پر سجادیں اور آخر میں چند سانچے ان کے ساتھ رکھ دیے' پھر بولا: "میں نے اپنا کام بند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اب میں زیادہ کام نہیں کرسکتا۔ یہ نوٹ چھاپنے کا کاغذ ہے' یہ روشنائی اور یہ سانچے ہیں۔ اب آپ لوگ خود نوٹ چھاپتے رہیں اور خود جتنا جی چاہے ٹیکس لگاتے رہیں' میں چلا۔" یہ کہتے ہی بڈھا اٹھ کھڑا ہوا۔

تیسری کہانی	بھرم

ارشد ایک عرصے سے ملازمت کی تلاش میں تھا۔ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو اس نے اب تک درجن بھر سے زیادہ انٹرویو دیے تھے' لیکن اسے ملازمت نہیں مل سکی تھی۔ روز وہ اخبارات میں "ضرورت ہے" کا کالم دیکھتا اور کہیں نہ کہیں درخواست دے دیتا۔ اس نے بی۔اے کیا تھا۔ گھریلو حالات اس قابل نہیں تھے کہ وہ اپنی تعلیم کو مزید جاری رکھ سکتا۔ اس کے باپ کو ریٹائر ہوئے کئی مہینے ہوچکے تھے۔ سرکاری نوکری بھی نہیں تھی کہ پنشن ہی کا سہارا ہوتا۔ ملازمت نہ ملنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس تجربہ نہیں تھا۔ ہر جگہ انٹرویو میں
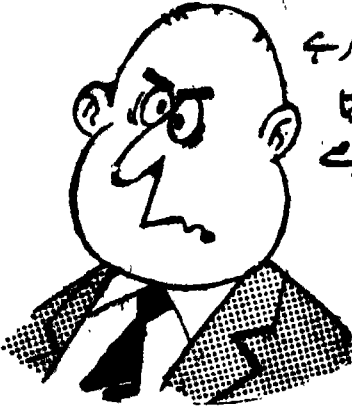
اس سے یہی سوال کیا جاتا کہ پہلے ملازمت کی ہے؟ ظاہر ہے اس کا جواب انکار میں ہوتا۔ وہ دس پندرہ درخواستیں دیتا تو کسی ایک جگہ سے انٹرویو لیٹر آجاتا۔ اس بار خاصے عرصے کے بعد اس کا بلاوا آیا تھا۔

دل ہی دل میں اللہ سے کام یابی کی دعا مانگتا ہوا وہ انٹرویو دینے پہنچ گیا۔ حسب معمول انٹرویو دینے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اس نے قمیص پاجامے میں ملبوس سانولے سے ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا جو اپنی شکل اور حلیے سے چپراسی لگتا تھا۔

اس شخص کے ہاتھ میں گتّے کے چوکور ٹکڑے تھے جن پر بال پین سے نمبر پڑے ہوئے تھے۔ گتّے کا ایک ٹکڑا اس شخص نے ارشد کو بھی تھمادیا۔ ارشد کا نمبر ۱۳ تھا۔ ارشد کے خیال میں یہ نمبر اچھا نہیں تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ پھانسی پانے والے مجرموں کو بھی اتنی ہی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ اس نے بڑی مشکل سے یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹکا اور دل میں دعا کرنے لگا کہ اسے ملازمت مل جائے۔

ٹھیک نو بجے وہ شخص جس نے امیدواروں کو "ٹوکن" دیے تھے، وہاں موجود انٹرویو دینے والوں سے مخاطب ہوا: "ابی تم لوگ اپنے اپنے نمبر کے مطابک اندر جائے گا۔" یہ کہتے ہی وہ دائیں جانب نظر آنے والے دروازے میں داخل ہوگیا اور واپس نہیں آیا۔

کچھ دیر انتظار کرکے پہلے نمبر والا اندر گیا۔ ارشد کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا کہ کہیں پہلے ہی نوجوان کو منتخب نہ کرلیا جائے! اس نے اپنے دل کو تسلی دی، اللہ نہ کرے ایسا ہو! ضرورت مند آدمی اتنا ہی خود غرض ہوجاتا ہے۔

کوئی پانچ منٹ گزرنے کے بعد کمرے کے اندر سے آواز آئی: "لمبر دو!" آواز لگانے والے نے "نمبر" کو "لمبر" کہا تھا۔

پہلا امیدوار شاید انٹرویو دے کر دفتر کے پچھلے دروازے سے نکل گیا تھا۔ دوسرا نوجوان اندر چلا گیا۔ پھر آوازیں لگتی رہیں اور "تیرہ لمبر" یعنی ارشد کی باری بھی آہی گئی۔ وہ جلدی

سے اٹھا اور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے انٹرویو دینے والا کمرے کے بغلی دروازے سے نکل رہا تھا۔ ارشد نے سامنے میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا تو اس کے ذہن کو پہلا جھٹکا لگا۔ یہ وہی شخص تھا جسے ارشد اس دفتر کا چپراسی سمجھا تھا۔

"ابی تم کھڑا کیا ہے' اور میں آ کے بیٹھو!" ادھیڑ عمر شخص نے اس سے کہا: "ہمی اس پھرم (فرم) کا سیٹھ ہے۔ کیا بولا!"

ارشد سامنے رکھی ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد انٹرویو شروع ہوا۔

"ابی ہم تم کو پہلے یہ بتادے کہ ہمارا پھرم نیا نیا ہے۔ اسے تم کو اپنا سمجھ کے کام کرنا پڑے گا۔ کیا بولا!"

"جی بہتر ہے۔" ارشد نے سعادت مندی سے کہا۔

"جیسا ہم تم کو بولا پھرم نیا ہے' اس لیے اس کو جمانا مانگتا۔ فر اس کے لیے جیاستی (زیادہ کام کرنا ہوگا۔ تم کو صبو(صبح) ساڑے چھے بجے تک اور میں ہم دیکھنا مانگتا۔ ہم بھی صبو اسی وخت (وقت) آجاتا ہے۔" سیٹھ ملازمت کی شرائط بیان کرنے لگا: "پھرم چوں کہ نیا ہے' اس لیے تم کو اور دیر بی (بھی) لگ سکتا ہے۔ ہم رات کو گیارہ بجے تک دپتر کھولتا ہے' پر تم اکیلا نہیں ہوگا' ہم بھی بارہ بجے تک بیٹھے گا۔ کیا بولا!..... ابی چھٹی مٹی بی نئیں کرتا' جمعے کو بھی دپتر (دفتر) کھولنا ہے۔ چھٹی کے دن بی دپتر کا ٹیم (ٹائم) وہی ہوگا۔ کیا بولا!"

"آپ جو کچھ بولا ٹھیک بولا سیٹھ' مگر تنخواہ کیا ہوگی؟

سیٹھ نے بتایا: "پھرم ابی چوں کہ نیا ہے۔ اس لیے ہم تم کو ڈیڑھ ہجار (ہزار) دے گا۔ کیا بولا!" پھر سیٹھ اسے سمجھانے لگا کہ دفتر میں کوئی چپراسی نہیں رکھا جائے گا اور صبح دفتر آتے ہی پہلے جھاڑو دینی ہوگی۔

"مجھے آپ کی تمام شرطیں منظور ہیں سیٹھ صاحب!" ارشد خلاف توقع مسکرایا۔ "میں روزانہ صبح ساڑھے چھے بجے دفتر پہنچ جایا کروں گا' دفتر میں جھاڑو بھی دوں گا اور رات بارہ بجے تک کام بھی کروں گا' اس کے علاوہ چھٹی کے دن بھی آؤں گا۔ مجھے آپ صرف اس سوال کا جواب دے دیں کہ آپ جو ڈیڑھ ہزار رپے دیں گے' انھیں میں کس وقت خرچ کروں گا؟ کیا بولا!" ● ●

دوسری کہکشاں

ثازیہ ستار ...
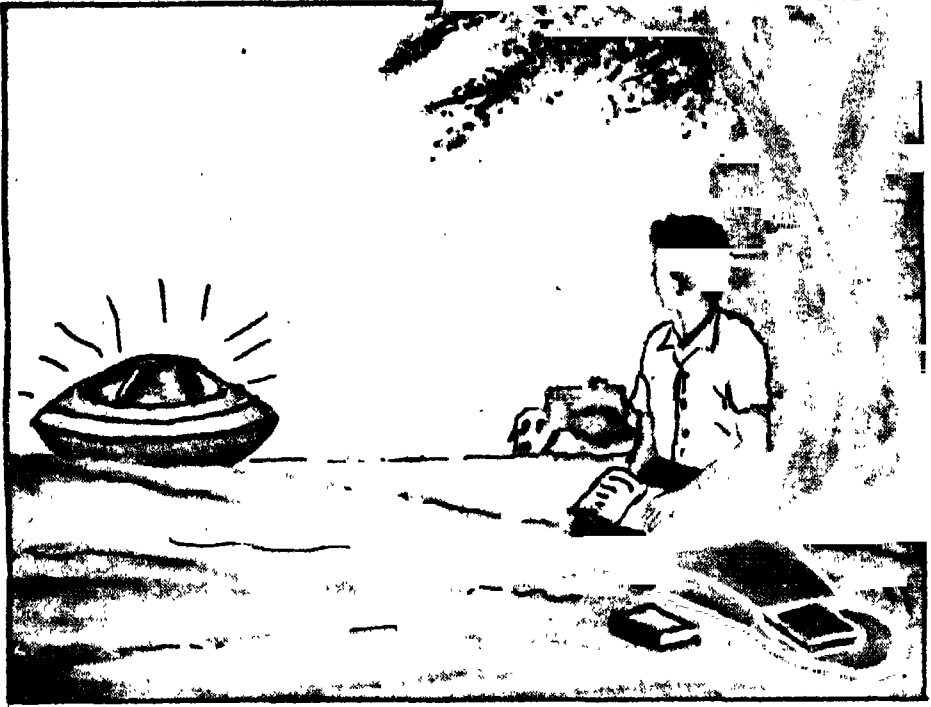
"کامران! تمھیں پتا ہے کہ چند روز پہلے ہمارے خلائی ادارے کو کسی نا معلوم سیارے کی مخلوق کا پیغام ملا تھا؟" وہاج نے اسکول سے واپس آتے ہوئے راستے میں کامران سے کہا۔

"ہاں! میں نے اخبار میں یہ خبر پڑھی تو تھی، لیکن وہ پیغام تو ریاضی کی زبان میں تھا اور ہمارے خلائی ادارے کے ماہرین کچھ سمجھ نہیں سکے تھے۔" کامران نے جواب دیا۔

"مگر کئی روز کی کوشش کے بعد ہمارے ماہرین نے اسے پڑھ لیا۔" وہاج نے بتایا۔

"بہت خوب! تو کیا معلوم ہوا؟" کامران نے پوچھا۔

"یہ پیغام ہماری پڑوسی کہکشاں اینڈرومیڈا میں واقع کسی سیارے کی مخلوق کی طرف سے ہے۔ وہاں کے لوگوں کی زندگی کو شدید خطرہ ہے۔ انھوں نے مدد کی اپیل کی ہے۔" وہاج نے جواب دیا۔

"یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ کس قسم کا خطرہ ہے؟" کامران نے سوال کیا۔
"نہیں، ہمیں تو یہ تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کہکشاں اینڈ رومیڈا کے کون سے سیارے کو خطرہ ہے۔ اگر پیغام کو فوری طور پر پڑھ کر اس کا جواب دیا جاتا تو شاید یہ بات معلوم ہو جاتی۔ ویسے ماہرین کا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے وہ سیارہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہو' کیوں کہ ان کے پیغام کو کئی دن بعد سمجھا گیا ہے۔" وہاج نے جواب دیا۔
"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ دوسرے سیاروں کی مخلوق نہ صرف ہماری موجودگی سے باخبر ہے بلکہ ہم سے رابطہ بھی قائم کر سکتی ہے۔ جب کہ ہم ان سے رابطہ کرنا تو دور کی بات ہے ان کی موجودگی کے بارے میں بھی شک و شبہے میں مبتلا ہیں۔" کامران نے کہا۔
"کاش! ہمیں معلوم ہو سکتا کہ یہ پیغام کس سیارے کی طرف سے ہے اور انھیں کیا خطرہ ہے۔" وہاج نے کہا۔
"ہاں! کاش ایسا ہو سکتا' مگر اتنی سائنسی ترقی کے باوجود کائنات کے بہت سے راز ایسے ہیں جو ابھی تک ہم سے پوشیدہ ہیں۔" کامران نے کہا۔
"ہم بڑے ہو کر سائنس داں بنیں گے تو یہ سارے راز معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔" وہاج نے پر عزم لہجے میں کہا اور اپنے گھر کی طرف مڑ گیا۔
کامران بھی اپنے گھر پہنچ گیا۔ اس نے کھانا کھایا اور کتابیں لے کر اپنے گھر کے پچھلے حصّے میں باغ میں آ گیا۔ اس کا انگریزی کا ٹیسٹ ہونے والا تھا اور اس کی تیاری کرنے کے لیے وہ یہاں آیا تھا۔ باغ میں بیٹھ کر کامران نے پڑھنے کے لیے کتابیں کھولیں' مگر اس کے ذہن میں نا معلوم سیارے کی مخلوق کا پیغام گونجنے لگا۔ نہ جانے کتنے لوگ کس مشکل سے دو چار ہیں۔ اس نے سوچا اور پھر کتاب پر نظریں جما دیں۔
ابھی اسے پڑھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اسے عجیب سی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسے بیضوی شکل کی ایک چیز نظر آئی۔ اس کا درمیان والا حصہ ابھرا ہوا تھا۔ اس میں سے رنگ برنگی روشنیاں نکل رہی تھیں۔ وہ فضا میں جہاز کی طرح معلق تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف آنے لگی۔ ہوائی جہاز کی طرح اس کے پہیے باہر نکلے اور چند لمحوں کے بعد وہ زمین پر موجود تھی۔

کیا یہ اُڑن تشتری ہے؟ کامران کے ذہن میں سوال گونجا پھر حیرت سے اس کو تکنے لگا۔
اُڑن تشتری کا دروازہ کھلا اور اس میں سے دو عجیب و غریب سے انسان باہر نکلے۔ انھوں نے عجیب و غریب لباس پہن رکھے تھے۔ اُن کے قد عام انسانوں جیسے تھے، لیکن چہرے چوکور تھے جن پر تکونی آنکھیں اور گول ناک تھی۔ اُن کے بال چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ کامران ابھی انھیں حیران ہو کر دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ اس کی طرف بڑھے۔ ایک نے قریب آکر کامران کے منہ پر ہاتھ رکھا اور پھر دونوں اُسے اُڑن تشتری کی طرف گھسیٹنے لگے۔ کامران نے شور مچانے کی کوشش کی، مگر اجنبی مخلوق کا ہاتھ اتنی سختی سے اُس کے منہ پر جما ہوا تھا کہ وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ کامران کو لیے دونوں اجنبی اُڑن تشتری میں داخل ہوگئے اور اُس کے ساتھ ہی اس کا دروازہ بند ہوگیا۔ اجنبی مخلوق نے کامران کے منہ سے ہاتھ ہٹا دیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اُن کی تعداد چار تھی۔ چند لمحوں بعد اُڑن تشتری ایک جھٹکے سے اوپر اُٹھی اور فضا میں پرواز کرنے لگی۔

"کون ہو تم لوگ؟ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟" کامران چلانے لگا۔

اجنبی مخلوق نے کامران کی طرف دیکھا اور پھر آلۂ سماعت جیسا ایک آلہ اٹھا کر کامران کو دیا اور اشارہ کیا کہ اسے اپنے کان سے لگا لو۔ اسی طرح کا ایک آلہ اس مخلوق نے اپنے کان سے بھی لگا لیا اور ایک نامعلوم زبان میں کچھ کہنے لگا۔ کامران نے اجنبی مخلوق کا دیا ہوا آلہ اپنے کان پر لگایا تو اسے یوں لگا جیسے وہ اجنبی اردو زبان میں بات کر رہا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا:

"کیا بات ہے؟ تم چیخ کیوں رہے ہو؟"

"تم لوگ کون ہو اور مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" کامران نے اردو میں پوچھا' لیکن اس آلے کی وجہ سے کامران کا اردو کا سوال خود بخود اجنبی مخلوق کی زبان میں تبدیل ہو گیا۔

"ہم تمھاری پڑوسی کہکشاں اینڈ رومیڈا کے ایک سیارے کے رہنے والے ہیں اور تمھیں اپنی دنیا میں لے کر جا رہے ہیں۔" اجنبی مخلوق نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں!" کامران نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب تمھیں وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو گا!" اجنبی مخلوق نے کہا اور اپنے کان سے آلہ نکال دیا جس کا یقیناً مطلب یہی تھا کہ وہ اب کامران سے اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

کامران نے اپنے کان پر وہ آلہ لگا رہنے دیا' کیوں کہ وہ ان کی گفت گو سننا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر تو وہ لوگ خاموش رہے۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔

ایک بولا: "سیبی! اچھا ہی ہوا کہ زمین والوں نے ہمارے پیغام کا جواب نہیں دیا اور نہ ہمارا پتا لگا سکے۔ ہم نے اپنے مسئلے کا حل خود ہی ڈھونڈ لیا اور یہی بہترین حل ہے۔"

"اگر ہم دوبارہ پیغام بھیجتے تو وہ ہمارا پتا لگا لیتے اور پھر لوگ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ ہم خود جا کر زمین کے لوگوں سے ملیں اور ان سے مدد طلب کریں۔" سیبی نے کہا۔

"لیکن شکر ہے کہ یہ احساس ہمیں بہت جلد ہو گیا کہ ابھی زمین کے لوگوں کو ہماری موجودگی کا علم ہونا مناسب نہیں ہے۔" دوسرے اجنبی کاشا نے کہا۔

"اور پھر ایسے حالات میں تو بالکل مناسب نہیں' کیوں کہ ہم بہت مشکل میں ہیں۔" تیسرے اجنبی نے کہا۔ اس کا نام شیزن تھا۔

"ہم تو زمین پر قبضے کا خواب دیکھ رہے تھے کہ یہ تباہی آ گئی۔" سیبی نے کہا۔

"اب تو یہی آرزو ہے کہ ڈاکٹر زیلان اور ڈاکٹر شنوائی کو بچا لیا جائے' کیوں کہ صرف وہی ہمیں اس تباہی سے نکال سکتے ہیں' یہی دونوں ہمارے سیارے کو نئی زندگی دے سکتے ہیں۔" کاشا نے کہا۔

"ہاں! ان دونوں نے ہمیں کتنا منع کیا۔ ڈاکٹر ریلوائی نے ہمیں کتنا روکا' لیکن ہم تو ایٹمی ہتھیار بنانے اور کیمیائی تجربات کرنے کو ہی ترقی سمجھتے تھے۔ ہمیں تو زمین کو فتح کرنے کی خواہش نے اندھا کر رکھا تھا۔" شیزن نے کہا۔

"ڈاکٹر ریلوائی خود تو جان سے گئے ہمارے لیے بھی خطرات چھوڑ گئے۔" سیبی نے کہا۔

پھر وہ سب خاموشی سے بیٹھ گئے۔ اڑن تشتری بہت تیزی سے خلا میں سفر کر رہی تھی۔ جلد ہی وہ اپنی سرزمین پر پہنچ گئی۔ کاشا نے کامران کا بازو پکڑا' اُڑن تشتری کا دروازہ کھلا اور وہ اسے لیے نیچے اتر آئے۔ قریب ہی ایک گاڑی کھڑی تھی۔ وہ اس میں بیٹھے اور گاڑی چلنے لگی۔ یہ ایک جدید ترین کار تھی۔ اُسے اسٹیئرنگ کے بجائے بورڈ پر لگے چند بٹنوں کی مدد سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔ تھوڑی دور سڑک پر چلنے کے بعد کار نے ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا۔ فضا میں اور بھی بہت ساری کاریں اُڑ رہی تھیں۔ ہر طرف اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ کامران نے نیچے کی طرف دیکھا۔ اس اجنبی سیّارے کی مٹّی سُرمئی رنگ کی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف مُرجھائے ہوئے پودے اور ٹُنڈ مُنڈ درخت تھے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کار دوبارہ زمین پر دوڑنے لگی اور پھر ایک بہت اونچی اور بڑی عمارت کے اندر داخل ہو گئی۔

کار رکی اور اجنبی مخلوق کامران کو لیے ایک عمارت میں چلی گئی۔ یہ شاید کسی سائنس داں کی بہت بڑی تجربہ گاہ تھی یا پھر کوئی ہسپتال' کیوں کہ ہر طرف کیمیکل اور دواؤں کی ناگوار بُو پھیلی ہوئی تھی۔ ایک لمبے برآمدے سے گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

کاشا نے ان سے کچھ کہا۔ آلہ کان میں لگا ہونے کی وجہ سے کامران نے بھی ان کی بات سمجھ لی۔ وہ کہہ رہا تھا:

"ڈاکٹر! ہم زمین کا یہ انسان لے آئے ہیں۔ اب آپ فوراً اپنا کام شروع کریں۔ آپ ڈاکٹر زیلان اور ڈاکٹر شنوائی کو بچا لیں۔"

"آپ لوگ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں؟ مجھے میرے گھر واپس چھوڑ آیئے!" کامران نے چیخ کر کہا۔

"تمھیں ہمارے سیارے کے لیے لوگوں کی قیمتی جان بچانے کے لیے لایا گیا ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟ میں کس طرح کسی کی جان بچا سکتا ہوں؟" کامران نے پوچھا۔

"دراصل ہم نے سائنس میں اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ ہمارے لیے تباہی کا باعث بن گئی! ہم نے بے شمار تباہ کن ہتھیار بنائے، کیمیائی تجربے کیے۔ ان کیمیائی تجربوں اور ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال نے ہماری فضا میں زہر گھول دیا۔ سونے پہ سہاگا یہ ہوا کہ اس سیارے کے دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں ہمارے ایٹمی ہتھیاروں نے دوسرے ملک کو تو مکمل طور پر تباہ کر دیا' لیکن ہم بھی ان ہتھیاروں کے خطرناک اثرات سے نہ بچ سکے۔ ہماری فضا زہر آلود ہو گئی اور اس زہر کی وجہ سے لوگوں کے دلوں نے کام کرنا بند کر دیا۔ ہارٹ فیل ہونے لگے۔ ہمارے لوگوں کی بینائی اچانک ختم ہونے لگی۔ گویا ہمارے سیارے کی تہذیب اپنے ہی بنائے ہوئے مہلک ہتھیاروں کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی۔ ہم نے فوری طور پر اس تباہی سے بچنے کے لیے اقدامات کیے۔ فضا کو زہریلے ذرات سے پاک کیا' مگر اس وقت تک ہمارے سیارے کے بے شمار لوگ اس زہر سے متاثر ہو چکے تھے۔ ان لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ہمارے لیے بے حد اہم ہیں اور ہمارا سرمایہ ہیں۔ چناں چہ ان کی زندگیاں بچانے کے لیے ہمارے سائنس دانوں نے ایک ترکیب سوچی ہے کہ زمین کے لوگوں کو یہاں لا کر ان کے دل اور آنکھیں اپنے آدمیوں کے لگا دی جائیں۔ اسی طرح دوسرے اعضا کے ساتھ بھی کیا جائے۔ چناں چہ ہمارے خلائی جہازوں نے تمھاری زمین کے لوگوں کو یہاں لانا شروع کر دیا اور آج تم یہاں پہنچ گئے!" ڈاکٹر نے تفصیل سے بتایا۔

"نہیں ... نہیں ... مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ' ایک جان دار کو زندگی دینے کے لیے دوسرے جان دار کو موت کی نیند سلانا تو صحیح نہیں ہے۔" کامران نے رونا شروع کر دیا۔

"خاموش ہو جاؤ!" ڈاکٹر چیخا۔

"تم زمین والوں سے رابطہ کرو۔ وہ یقیناً تمھاری مدد کریں گے۔ ہمارے ہاں جسمانی اعضا

کے حملیات بھی دیے جاتے ہیں۔" کامران نے کہا۔

"ہم زمین والوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر ہم نے اب ان سے رابطہ قائم کیا تو وہ ہماری کم زوری سے فائدہ اٹھا کر ہماری زمین پر قبضہ کر لیں گے۔ ہمیں اپنا غلام بنا لیں گے۔ تمھاری زمین تو تمھاری آبادی کے لیے کم پڑ رہی ہے۔ تمھاری فضا بھی آلودہ ہو رہی ہے۔ ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں اپنی مدد خود ہی کرنی چاہیے۔" ڈاکٹر نیشو نے کہا۔

"یہ ظلم ہے۔" کامران پھر چلایا۔

"چپ ہو جاؤ اور آرام سے بیٹھ کر یہ کھاؤ۔" ڈاکٹر نے سیب کی طرح کا ایک پھل قریب پڑی ٹوکری سے اٹھا کر زبردستی کامران کو پکڑا دیا۔

"تم جاؤ کاشا اور جا کر ڈاکٹر زنطان اور ڈاکٹر شتوائی کو لے آؤ۔" شیزن نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر زنطان اور ڈاکٹر شتوائی آ گئے۔

"دیکھیے ڈاکٹر! ہم نے آپ کی جان بچانے کا بندوبست کر لیا ہے۔ اس زمینی آدمی کی آنکھیں ڈاکٹر شتوائی کے اور دل آپ کے لگا دیا جائے گا۔" ڈاکٹر نیشو نے کہا۔

"میں نے تمھیں پہلے بھی منع کیا تھا کہ اب یہ ظلم نہ کرو۔ ہمارے سیارے پر آفت ہماری اپنی غلطیوں اور نادانیوں اور اپنی مہلک ایجادات کی وجہ سے آئی ہے۔ ہمیں اپنے لوگوں کی جان بچانے کے لیے کوئی اور طریقہ سوچنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے زمین کے لوگوں کی جان لینا سراسر زیادتی ہے۔" ڈاکٹر زنطان نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! ہم آپ کی زندگی بچانا چاہتے ہیں، کیوں کہ آپ لوگ ہی اس سیارے کو بچا سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نیشو نے کہا۔

"پہلے تو تم لوگ ڈاکٹر ریلوائی کے قائم کردہ تمام زمین دوز اسلحہ خانوں سے نجات حاصل کرو۔ ایک بھی اسلحہ ڈپو اگر اُڑ گیا تو اس سیارے پر کوئی انسان نہیں رہے گا۔" ڈاکٹر شتوائی نے کہا۔

"جناب! آپ کے کہنے سے پہلے ہی ہم تمام اسلحہ خانوں سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ڈاکٹر نیشو نے بتایا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر ہمارے لیے زمین کے لوگوں کی جان مت لو۔ ہم تو اپنا وقت گزار چکے

ہیں۔" ڈاکٹر شنوائی نے کہا۔
"نہیں ڈاکٹر صاحب! ہمیں آپ دونوں کی ضرورت ہے۔ آپ لوگ ہی اس سیارے کی دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نیشو نے کہا۔
"میں اپنی زندگی کے لیے کسی کی جان نہیں لے سکتا۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔
"مجھے ایسی بینائی کی ضرورت نہیں جو کسی اور کو اندھیروں میں دھکیل کر حاصل کی جائے۔" ڈاکٹر شنوائی نے کہا۔
"مجھے تو اس معصوم کو دیکھ کر اپنا بیٹا یاد آ رہا ہے۔ کیسے تڑپ تڑپ کر اس نے میرے ہاتھوں میں جان دی تھی۔ نہیں، میں اپنے لیے اس کی جان نہیں لے سکتا۔ اسے فوراً واپس زمین پر پہنچا دو۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔
"لیکن ڈاکٹر صاحب ۔۔۔" ڈاکٹر نیشو نے کچھ کہنا چاہا۔
"آؤ، میرے ساتھ۔ میں خود تمھیں زمین پر چھوڑ کر آؤں گا۔" ڈاکٹر زنیلان نے کامران کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ عمارت سے باہر نکل آئے۔ سامنے وہی کار کھڑی تھی جس میں بیٹھ کر کامران اڑن تشتری سے یہاں تک آیا تھا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ کار میں بیٹھتے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور بولا: "ڈاکٹر! ریلوائی نے زیرِ زمین جو ایٹمی ہتھیار اور میزائل نصب کر رکھے تھے وہ تمام اسلحہ خانے شاید ہم مکمل طور پر ختم نہیں کر سکے، کیوں کہ زیرِ زمین دھماکا ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی بڑا آتش فشاں پہاڑ پھٹ چکا ہو۔ تابکاری کے اثرات بہت جلد ہمیں اپنی لپیٹ میں لینے والے ہیں۔ بس چند گھنٹے اور ۔۔۔ پھر مکمل تباہی ہمارا مقدر بن جائے گی۔"
یہ کہہ کر اس آدمی نے رونا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر زنیلان نے کامران کو گھسیٹ کر کار میں ڈالا اور کار اُڑاتے ہوئے اُڑن تشتری تک آ پہنچے۔ اگلے ہی لمحے وہ اُڑن تشتری میں بیٹھے زمین کی طرف جا رہے تھے۔
"اپنے ملک، شہر اور جگہ کا نام بتاؤ تاکہ میں تمھیں تمھارے گھر پہنچا سکوں۔ یہ اڑن تشتری کمپیوٹرائزڈ ہے، صحیح جگہ اس میں فیڈ کر دی جائے تو یہ کبھی غلطی نہیں کرتی۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔ کامران نے اپنا پتا بتایا اور بولا:
"مجھے اپنے گھر سے نکلے کافی وقت ہو چکا ہے۔"

"ہمارے سیارے میں تمھاری زمین کے مقابلے میں وقت تیزی سے گزرتا ہے۔ تمھاری زمین پر ابھی صرف دو گھنٹے گزرے ہوں گے' اس لیے تم پریشان مت ہو۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا اور کامران چپ ہو گیا۔

"تم نے دیکھا کہ ہماری مہلک ایجادات کی وجہ سے ہمارے سیارے پر کیسی تباہی آئی ہے؟" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔

"جی ہاں' مجھے اس سب کا بے حد افسوس ہے۔ آپ میرے گھر چلیے' ہمارے ہاں اعضا کی پیوند کاری کے کئی کام یاب تجربے کیے گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم آپ کو بچا لیں گے۔" کامران نے کہا۔

"نہیں' موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ کسی بھی لمحے میرے دل کی دھڑکن رک سکتی ہے۔ میں تمھیں خیریت سے تمھارے گھر پہنچا دوں' یہی بہت ہے۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔

"تو کیا آپ واپس جائیں گے؟" کامران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں' میں اپنی مٹی پر مرنا چاہتا ہوں' لیکن میں تم سے یہ بات ضرور کہوں گا کہ آج کل زمین پر بھی مختلف ملکوں کے درمیان ایٹمی ہتھیاروں کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اسے روکو۔ یہ کیمیائی تجربات' مہلک ہتھیار تمھیں سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں دیں گے۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا اور گہرے گہرے سانس لینے لگے۔ انھیں بہت تکلیف ہو رہی تھی۔

"آپ آرام سے لیٹ جائیے۔" کامران نے انھیں سہارا دے کر لٹا دیا۔

"تم میری فکر چھوڑو' صرف مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ تم بڑے ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرو گے' مگر کبھی مہلک ہتھیار ایجاد نہیں کرو گے" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" کامران نے کہا۔

"یہ میری انگوٹھی رکھ لو' یہ تمھیں اس وعدے کی یاد دلاتی رہے گی۔" ڈاکٹر زنیلان نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر کامران کو پہنا دی۔

اسی وقت اڑن تشتری ایک جھٹکے سے رُکی۔ ڈاکٹر زنیلان نے ایک بٹن دبا کر دروازہ کھولا اور بولے: "لو تمھارا گھر آگیا۔ جلدی اترو۔ مجھے واپس اپنے سیارے پر پہنچنا ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر زنیلان! میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گا۔ آپ کی طبیعت خراب

ہے۔ آپ میرے ساتھ آیئے۔ میرے ملک میں بہت قابل ڈاکٹر ہیں۔ وہ آپ کا علاج کریں گے۔" کامران نے کہا۔

"مجھے اپنے سیارے پر واپس جانا ہے۔ میں اپنے لوگوں کے ساتھ جیا ہوں اور انھی کے ساتھ مرنا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے آپ کا سیارہ اب تک مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہو۔" کامران نے کہا۔

"اس کے باوجود میں وہیں جانا پسند کروں گا۔" ڈاکٹر زنیلان نے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر۔" کامران نے کچھ کہنا چاہا، مگر ڈاکٹر زنیلان نے اس کی بات کاٹ دی اور بولے: "بس، تم اپنا وعدہ یاد رکھنا۔" اور پھر انھوں نے اڑن تشتری کے کھلے دروازے سے کامران کو دھکا دے دیا۔ کامران زمین پر گر گیا۔

اس نے سنبھل کر اِدھر اُدھر دیکھا تو اڑن تشتری غائب ہو چکی تھی، البتہ اس کی امّی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔

"کامران! تم تو یہاں ٹیسٹ کی تیاری کرنے آئے تھے اور نہ جانے کب سے پڑے سو رہے ہو!" امّی نے کہا۔

"امّی! آپ یہاں!" یہ کہہ کر کامران اٹھ بیٹھا۔

"ہاں، میں یہاں۔ تمھارے ابو چائے پر تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ جلدی آؤ!" کامران کی امّی نے کہا اور اٹھ کر چل دیں۔

اف میرے اللہ! وہ اڑن تشتری۔۔۔ وہ نامعلوم سیارہ۔۔۔ ڈاکٹر زنیلان! کیا یہ سب کچھ خواب تھا! کامران نے سوچا اور اپنی کتابیں جمع کرنے لگا۔ اچانک اس کی نظر اپنی انگلی پر پڑی جس میں ڈاکٹر زنیلان کی دی ہوئی انگوٹھی جگمگا رہی تھی اور اسے اس کا وعدہ یاد دلا رہی تھی۔

جادو کی بانسری

یاسمین حفیظ

ملایا کے گھنے جنگلات کے بیچ ایک کسان رہتا تھا۔ نام تھا اس کا عبدالکریم۔ اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی اوشان تھی۔ عبدالکریم نیک پرہیزگار اور خدا ترس انسان تھا۔ اس نے ساری زندگی آبادی سے دور جنگل میں گزار دی۔ جنگل میں ہی وہ اپنی زمین پر فصل اگاتا اور پھر فصل تیار ہونے پر قریبی بستی میں جاکر فروخت کردیتا تھا۔ بستی کے لوگوں سے وہ بہت تپاک سے ملتا تھا۔ لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور اسے مہمان بناکر اپنے گھروں میں لے جاکر خوش ہوتے تھے۔ عبدالکریم سے بستی کے لوگ ہی نہیں بلکہ ملایا کے جنگل کے تمام جانور بھی خوش تھے۔ اس کی نیکی رحم دلی اور عبادت گزاری کی لوگ مثال دیا کرتے تھے۔

کسان عبدالکریم کے روز و شب کام کاج اور عبادت الٰہی میں بسر ہو رہے تھے۔ پھر جاڑوں کا موسم آیا۔ شمالی پہاڑی علاقوں سے برفیلی ہوائیں چلیں اور جنگل میں بہنے والی ندی کا پانی انتہائی ٹھنڈا ہوگیا تو عبدالکریم سخت بیمار ہوگیا۔ اس کی بیٹی اوشان مختلف جڑی بوٹیوں سے اس کا علاج کرتی رہی، لیکن عبدالکریم کی طبیعت ٹھیک نہ ہو سکی۔ پھر اس کا آخری وقت آگیا۔ اس نے اپنے تینوں بیٹوں اور بیٹی اوشان کو قریب بلایا اور کہا:

"میرے بچو! میرا آخری وقت آگیا ہے۔ اب میں اپنے مالک حقیقی کے پاس جانے والا ہوں، مگر تمھیں آخری نصیحت کررہا ہوں کہ آپس میں مل جل کر رہنا اور اپنی بہن کا خیال رکھنا ۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور رحم دلی اور نیکی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا ۔ عزت کی غربت والی زندگی بہتر ہے ذلت کی بادشاہت سے۔" عبدالکریم نے یہ کہا اور اپنے تکیے کے نیچے سے ایک تھیلی نکالی اور بچوں کو دے کر کہا:

"یہ انار کے بیج ہیں، تمھارا اثاثہ۔۔" یہ کہہ کر عبدالکریم اللہ کو پیارا ہوگیا۔

عبدالکریم کے بعد اس کے تینوں بیٹے عبدالکریم کی چھوڑی ہوئی دولت پر لڑ پڑے۔ آخر ان کی لڑائی خون خرابے تک پہنچنے لگی تو اوشان نے ان کے درمیان صلح کرادی۔ تینوں بھائیوں نے آپس میں صلح کرلی، اور اس کے نتیجے میں انھوں نے اوشان کو جائیداد سے محروم کر کے ساری جائیداد پر خود قبضہ کرلیا۔ اوشان باپ کی وفات کے صدمے سے دوچار تھی۔ بھائیوں کو بھی نگاہیں بدلتے دیکھ کر پریشان ہوگئی، مگر وہ ایک باہمت لڑکی تھی۔ بدلتے ہوئے حالات سے گھبرانے کے بجائے اس نے حالات کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ آخر اس نے اُداس نگاہوں

سے آخری بار اپنی جھونپڑی کی طرف دیکھا اور مردانہ بھیس بدل کر بستی کی طرف چل پڑی۔
اوشان کے پاس اس کے باپ کے دیے ہوئے انار کے بیج تھے اور چند سوکھی روٹیاں۔ وہ جنگل کی پگڈنڈیوں پر سفر کرتی رہی۔ کچھ دور سفر کرنے کے بعد اسے ایک درخت کے نیچے ایک بڑھیا نظر آئی جو بے حد بیمار تھی۔ اوشان کو اس پر بہت ترس آیا۔ وہ بڑھیا کی خدمت کرنے کا ارادہ کرچکی تھی۔ اس نے دل و جان سے ضعیف بڑھیا کی خدمت کی۔ آخر کار بڑھیا صحت مند ہوگئی۔ بڑھیا نے اوشان کو ڈھیروں دعائیں دیں اور اپنی جھولی سے ایک پرانی بانسری نکال کر اسے دی اور کہا: "لڑکی! تو نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ یہ جادو کی بانسری ہے۔ اس کے بجانے سے مشکل گھڑی ٹل جائے گی ... جاؤ تم! اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے۔"
اوشان بانسری لے کر دوبارہ سفر پر چل پڑی۔ وہ چلتی رہی، چلتی رہی اور آخر ملایا سے دور ایک سلطنت میں داخل ہوگئی۔ یہ ایک خوش حال سلطنت تھی۔ یہاں کے لوگ خوش و خرم زندگی بسر کررہے تھے۔ اوشان مردانہ بھیس میں شہر کے دروازے سے گزر کر ایک جھونپڑی کے قریب پہنچی اور تھکن سے اسے نیند آگئی۔ وہ کافی دیر سوتی رہی۔ جب اٹھی تو صبح ہوچکی تھی۔ اس کے قریب ایک بوڑھی عورت اور بوڑھا مرد کھڑے تھے اور دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔
"تم کون ہو؟" بوڑھی عورت نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔
اوشان گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی پگڑی غائب تھی اور اس کے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اوشان کو احساس ہوگیا کہ اس کا راز کھل چکا ہے۔ لہٰذا اس نے بوڑھی عورت اور بوڑھے مرد کو اپنی ساری کہانی سنادی۔ یہ دونوں سبزی بیچ کر اپنی زندگی کے دن گزار رہے تھے۔ لہٰذا دونوں نے اوشان کو اپنی بیٹی بنالیا۔ اوشان بھی ان کے درمیاں بے حد خوش تھی۔ وہ ان کی اسی طرح خدمت کرتی تھی جس طرح اس نے اپنے ماں باپ کی کی تھی۔
سبزی والے نے لوگوں کو بتایا تھا کہ چوں کہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ بیٹی دے دی ہے۔ شہر کے لوگ اوشان کو سبزی کی دکان پر بیٹھے دیکھ کر حیرت کرتے۔ جو کوئی بھی اسے دیکھتا اس کے حسن سے متاثر ہوتا تھا۔ اوشان کی حسین صورت اور سیرت کے چرچے دور دور تک پھیل گئے، یہاں تک کہ سلطنت کے شہزادے تابش نے بھی

اوشان کا ذکر سن لیا۔

ایک دن شہزادہ تابش ایک غریب کسان کا بھیس بدل کر اوشان کی سبزی کی دکان پر پہنچا۔ اوشان حسب معمول سبزی فروخت کررہی تھی ۔ شہزادہ اسے دیکھتا رہا۔ وہ لوگوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آرہی تھی ۔ شہزادہ تابش' اوشان کے پاس پہنچا اور اپنی غربت کی داستان سنائی۔ اوشان کا درد مند دل اس کی داستان سن کر دکھی ہوگیا۔ وہ شہزادہ تابش کو اپنے گھر لے آئی اور اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر اسے کھلائی۔ پھر اوشان نے جاتے وقت چند اشرفیاں اور سبزی ایک تھیلی میں ڈال کر اسے دے دی۔ شہزادہ تابش اوشان کے حسن اور حسن اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔ محل میں جاکر اس نے بادشاہ سلامت سے درخواست کی کہ میری شادی اوشان سے کرادیں۔ مگر بادشاہ سلامت سبزی فروش کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی پر رضامند نہ تھے۔ شہزادے کی ضد کی وجہ سے بادشاہ نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ سبزی فروش اور اوشان کو دربار میں پیش کیا جائے۔ بادشاہ کے سپاہی سبزی فروش کے دکان پر گئے اور سبزی فروش اور اوشان کو گرفتار کرکے لے آئے۔ اوشان اور سبزی فروش بے حد پریشان تھے اور بادشاہ کے عتاب سے خوف زدہ تھے۔

بادشاہ نے ایک انتہائی حسین لڑکی کو دیکھا تو اس کا غصہ کم ہوگیا۔ اس نے سبزی فروش سے کہا: "ہم اس لڑکی کی شادی شہزادہ تابش سے کردیں گے' لیکن اس لڑکی کو ایک رات اندھے کنویں میں گزارنی ہوگی اور پھر دوسری صبح اسے ہم چند شرائط بتائیں گے۔ اگر یہ حسین لڑکی ہماری سب شرائط کو پورا کردے گی تو اس کی شادی شہزادے سے ہوجائے گی ورنہ ہم تمہاری اور تمہاری بیٹی کا سر قلم کردیں گے۔"

اوشان اور سبزی فروش اس نئی مصیبت سے پریشان ہوگئے تھے۔ سبزی فروش سمجھ گیا تھا کہ بادشاہ ان دونوں کو جان سے مارنے کا پروگرام بنا چکا ہے' اس لیے وہ بے حد فکر مند تھا' لیکن اوشان ایک باہمت لڑکی تھی' اور اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے ہر مشکل' ہر آزمایش سے بخیر و خوبی نکال دے گا۔

دوسرے دن بادشاہ کے سپاہی اوشان کو دور ویران وادی میں لے گئے جہاں ہر طرف اژدہے' سانپ اور کیڑے مکوڑے تھے۔ سپاہی اوشان کو ایک اندھے کنویں کے قریب لے گئے

جہاں اژدہوں کا سردار انتہائی خطرناک اژدہا رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے اور زبان سے آگ کی لپیٹیں نکلتی تھیں۔ سپاہیوں نے لوشان کو کنویں میں دھکا دے دیا۔ لوشان کی خوف زدہ چیخ بلند ہوئی اور سپاہی قہقہہ لگاتے ہوئے محل کی طرف چل پڑے۔

لوشان نے پچاس فیٹ لمبے اور دس فیٹ چوڑے اژدہے کو دیکھا تو پریشان ہو گئی۔ اژدہا لوشان کو ہڑپ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو اس مشکل وقت میں لوشان کو جنگل والی ضعیف عورت یاد آ گئی جس نے جادوئی بانسری دی تھی۔ لوشان نے بانسری نکالی اور اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین کے ساتھ بانسری بجانے لگی۔ بانسری کی مدھر دھن سن کر اژدہا رُک گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں جادوئی بانسری کی دھن سے اژدہے کا جسم دھواں بن کر غائب ہو گیا۔

صبح کے وقت بادشاہ کے سپاہی خوف ناک وادی میں آئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تمام زہریلے کیڑے، سانپ اور اژدہے وادی سے غائب ہو چکے ہیں۔ سپاہیوں نے کنویں میں جھانکا تو لوشان کو زندہ سلامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سپاہیوں نے سوچا کہ یہ لڑکی کوئی جادوگرنی ہے جس نے تمام اژدہوں کو غائب کر دیا ہے۔ وہ لوشان کو لے کر محل میں پہنچے اور سارے واقعات بادشاہ کو سنائے۔ بادشاہ بھی لوشان کو دیکھ کر حیران رہ گیا، لیکن پھر اسے اپنی شرائط یاد آ گئیں۔ بادشاہ نے لوشان سے کہا :

"حسین لڑکی! اب تمھیں میری شرطیں پوری کرنی ہوں گی"۔

لوشان نے کہا : "بادشاہ سلامت! اس دنیا میں کوئی چیز بھی ناممکن نہیں۔ اگر انسان حوصلہ بلند رکھے تو وہ ستاروں تک پرواز کر سکتا ہے۔ سمندر کی تہ سے موتی لا سکتا ہے۔ زمین میں چھپے خزانے تلاش کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں آپ کی شرطیں پوری کر دوں گی۔ اللہ میرا حامی و ناصر ہے اور بزرگوں کی دعائیں میرے ساتھ ہیں"۔

"ٹھیک ہے لڑکی! میری پہلی شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا پودا اگاؤ جو ایک ہی رات میں اگایا جائے اور رات ہی رات پروان چڑھے اور اس پر پھل بھی آ جائے"۔

"جناب! دوسری شرط کیا ہے؟" لوشان نے پوچھا۔ وہ بے حد پریشان ہو گئی تھی، لیکن عزم و ہمت سے بادشاہ سے دوسری شرط کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

"لڑکی! جب تم پہلی شرط پوری کر دو گی تو دوسری شرط بتاؤں گا۔" بادشاہ نے کہا اور

سپاہیوں کو حکم دیا کہ اوشان کو شاہی باغ میں لے جایا جائے۔ سپاہیوں نے اوشان کو باغ میں پہنچا دیا۔

اب اوشان سوچ رہی تھی کہ ایسا کونسا پودا ہوگا جو رات ہی رات پروان چڑھے اور پھل بھی دے۔ اچانک اسے اپنے والد کے دیے ہوئے انار کے بیج یاد آگئے۔ اوشان نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور زمین کھود کر بیج ڈال دیے۔ پھر اس نے بانسری نکالی اور جادوئی دھن باغ میں گونجنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بیج میں سے کونپل پھوٹی اور تھوڑی ہی دیر میں انار کا درخت بن گیا جس میں بے شمار پھل لگے تھے اور ایک انار سونے کا بھی تھا۔ اوشان نے سونے کا انار درخت سے اتار کر اپنے لباس کی جیب میں ڈال دیا۔

صبح ہوئی تو بادشاہ کے سپاہی باغ میں انار کا درخت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بادشاہ کو بھی پہلے تو یقین نہ آیا' لیکن اس نے جب اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اوشان نے بادشاہ سلامت سے ادب سے عرض کی :

"بادشاہ سلامت! آپ اپنی دوسری شرط بتائیں۔" بادشاہ سلامت نے عزم و ہمت کی پیکر اوشان کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھا اور کہا:

"لڑکی! میری دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں سے شمال کی طرف برف کے سمندر کے اس پار آگ کے دریا کے قریب ایک جادوگر رہتا ہے۔ اس کے پاس ایک سنہری چڑیا ہے جو عقل و دانش کی باتیں کرتی ہے۔ اس جادوگر تک پہنچنا بے حد دشوار ہے' کیوں کہ وہ برف کے سمندر اور آگ کے دریا کے پار رہتا ہے۔ تم میرے لیے سنہری چڑیا لے آؤ۔ میں تمھیں اس محل کی شہزادی بنادوں گا اور تمھارے بوڑھے والدین کی سزا بھی معاف کردوں گا۔"

اوشان بادشاہ سلامت اور اپنے بوڑھے سبزی فروش والدین سے رخصت ہوکر اپنے سفر پر روانہ ہوگئی۔

چلتے چلتے وہ برف کے سمندر پر پہنچی۔ یہاں سخت سردی سے اس کا بُرا حال ہوگیا۔ ٹھٹھرا دینے والی یخ ہوائیں اس کے جسم کو اکڑائے دے رہی تھیں' لیکن وہ حوصلہ مند لڑکی تھی۔ اس نے جیب سے جادوئی بانسری نکالی اور جادوئی دھن بجانے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کے سامنے ایک سفید گھوڑا آگیا جو آسمان پر اڑ سکتا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور گھوڑے پر

سوار ہو گئی۔ گھوڑا اسے لے کر اڑنے لگا۔ چار دن کے سفر کے بعد گھوڑا اسے آگ کے دریا کے قریب لے آیا اور بولا

"بلور لڑکی! میں صرف برف کے سمندر تک سفر کر سکتا تھا۔ اب مجھے رخصت کرو۔ آگے کا سفر تمہیں خود کرنا ہوگا" اوشان نے سفید گھوڑے کا شکریہ ادا کیا اور اسے رخصت

کردیا۔ اب وہ آگ کے دریا کے اس پار جادوگر سے ملنے کی تدبیر سوچنے لگی۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک سفید بادل اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لوشان نے کہا:

"بادل بھائی' بادل بھائی! تم میری مدد کرو۔"

"میں تمہاری مدد کیسے کر سکتا ہوں؟" بادل نے حیرت سے پوچھا۔

"بادل بھائی! تم تھوڑی سی بارش برسادو اور اس آگ کے دریا کی تپش کو کم کردو۔ شاید اس طرح آگ کے دریا کا جادوگر اس طرف آجائے۔"

"ہاں' میں ایسا کر سکتا ہوں۔ تم ایک اچھی اور بہادر لڑکی ہو اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر مشکل' ہر آزمائش سے گزرنے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اچھا انعام دیتا ہے اور ہمت لوگوں کو پسند کرتا ہے۔" بادل نے کہا اور سارے بادل خوب زور زور سے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

آسمان میں یکایک اندھیرا چھا گیا۔ بجلی چمکنے لگی اور بادل جھوم جھوم کر برسنے لگے۔ سارے بادل خوب برس رہے تھے۔ زور و شور سے بارش ہو رہی تھی۔ آگ کے دریا کا جادوگر اس قدر تیز بارش سے پریشان ہو گیا۔ وہ غار سے باہر آیا۔ اس نے جادو کے آئینے میں لوشان کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ بارش لوشان کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جادوگر کو یہ فکر ہو گئی تھی کہ یہ بادل اس کے آگ کے دریا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم نہ کردیں۔ جادوگر نے چیخ کر کہا:

"اے لڑکی! بادلوں کو منع کردو کہ اب نہ برسیں۔"

لوشان نے کہا: "جادوگر! مجھے تجھ سے ملنا ہے۔"

"ٹھیک ہے لڑکی! پہلے تم بارش بند کردو۔ میں آگ کے دریا کی تپش کو کم کردوں گا۔ پھر تم مجھ سے ملنے آجانا۔"

لوشان نے اپنے دوست بادلوں کو برسنے سے منع کردیا۔ بارش تھم گئی۔ جادوگر نے آگ کے دریا کی تپش کم کردی اور دریا میں سے ایک بڑے سے مگرمچھ نے سر نکالا اور کہا:

"اے لڑکی! میری پیٹھ پر سوار ہو جاؤ۔" لوشان مگرمچھ پر سوار ہو گئی۔ مگرمچھ آگ کے دریا میں مزے سے سفر کرتا رہا۔ لوشان کو بھی گرمی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ مگرمچھ دریا کے دوسری طرف لوشان کو اتار کر دریا میں غائب ہو گیا۔

جادوگر نے پوچھا: "اے لڑکی! تم اتنا دشوار سفر کر کے مجھ تک پہنچی ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟"

اوشان نے اسے پوری بات بتائی اور سنہری چڑیا کی فرمایش کردی۔ جادوگر اوشان کی بلند ہمتی اور بہادری سے متاثر ہوا اور کہا:

"اچھی لڑکی! میں یہ سنہری چڑیا تمھیں دے دوں گا۔ اس کے بدلے میں تم مجھے سونے کا انار دے دو۔"

اوشان نے جیب سے جادوئی سونے کا انار نکال کر جادوگر کو دے دیا اور جادوگر نے سنہری چڑیا جو چاندی کے پنجرے میں بند تھی اوشان کو دے دی۔

چند دن اوشان کو اپنے گھر مہمان رکھنے کے بعد جادوگر نے اڑنے والے قالین پر بٹھا کر اوشان کو رخصت کردیا۔ جادو کا قالین اوشان کو بادشاہ کے محل میں لے گیا۔ بادشاہ نے سنہری چڑیا کو دیکھا تو بے حد خوش ہوا۔ اس نے اوشان سے کہا:

"اب شہزادہ تابش سے تمھاری شادی ہوگی۔" اوشان نے کہا:

"بادشاہ سلامت! ہم عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ شاہی محل میں رہ کر ہم عوام کی فلاح و بہبود بہتر طور پر نہیں کرسکتے" بادشاہ نے انھیں اجازت دے دی اور اوشان اور شہزادہ تابش عام لوگوں کے درمیان خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگے۔

مکتبہ پیامِ تعلیم کی اہم کتابیں

سوانح

- بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
- بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/-
- بچوں کے "ق ا" انصاری ۶/-
- بچوں کی آپا جان (گیرڈی انیس) ۶/-
- بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵۰
- بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
- بچوں کے علی سردار جعفری ۴/-
- بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
- چارلی چیپلن اور کینیڈی ایڈیسن ۹/-
- بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/-
- بچوں کے میر امن دلی والے ۴/۵۰
- بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/-
- بچوں کے مرزا غالب ۴/-
- بچوں کے رنگا رنگ خسروؒ ۴/-
- بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
- بچوں کے سلطان جی رحم ۴/۵
- بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵۰
- بچوں کی خالہ عابد حسین ۴/-
- بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/-
- بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
- بچوں کے میرزا ادیب ۴/۵۰
- بچوں کے غلام السیدین ۵/-
- بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲/-
- بچوں کے ذاکر صاحب ۷/-
- چاچا نہرو ۶/-
- اندرا گاندھی کی کہانی ۶/-
- محمد شفیع الدین نیر ۷/۵۰
- ہمارے عظیم سائنس داں ۹/-
- چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/-
- مولانا آزاد کی کہانی ۱۰/-
- جوہر قابل ۴/۵۰
- بچوں کے چار رنگ دوست ۳/۵۰
- گاندھی بابا کی کہانی ۱۰/-
- گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۲/-
- میر انیس ۲/-
- امیر خسروؒ ۳/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

- باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/-
- کہانی بھی، معلومات بھی ۶/-
- چیزوں کی کہانی ۷/۵۰
- یہ کیسا بخار ہے ۶/-
- آپ کا جسم ۶/-
- گندا پانی ۴/-
- کیوں اور کیسے؟ ۶/-
- سائنس کی دنیا ۸/-
- کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
- عجائب گھر ۶/-
- ذرّے کی کہانی ۲۱/-
- ملاح میرا دشمن ۶/-
- پرواز کی کہانی ۴/۵
- خلا کی کہانی ۳/۵۰
- رنگوں کی بستی ۵/-
- غذائیں دوائیں ۸/-
- دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
- صحت کے ۹۹ نکتے ۳/-
- صحت کی الف بے ۵/-
- سنہرے اصول ۵/-
- پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵۰
- دہلی ۴/-
- الو کا عجائب خانہ (۳ حصے) ۱/۵۰
- سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
- تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۷/۲۵
- ان تھک جان (زیرِ طبع)
- بہن بھن بانو 〃
- جاں باز سپاہی 〃
- ہمت کے پھل 〃
- موم کا محل 〃
- پیامی قواعد اردو طلبہ کے لیے ۳/-
- 〃 〃 (بڑا سائز) ۶/-

نظمیں

- پھلجھڑیاں ۶/-
- مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
- بتاشے (نرسری گیت باتصویر) ۷/۵۰
- چٹکتی کلیاں (زیرِ طبع)
- ٹوٹے کھلونے ۶/۵۰
- سہانے ترانے ۴/۵۰
- بچوں کے افسر ۶/-
- بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منّے بچّوں کے لیے

- بتاشے (باتصویر) ۷/۵۰
- جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۶/-
- شیر اور بکری 〃 ۷/۵۰
- چاند کی بیٹی 〃 ۶/-
- بھیڑیے کا گانا 〃 ۷/۵۰
- جادو کی ہنڈیا 〃 ۶/-
- چالاک بلی 〃 ۷/۵۰
- دم کٹی لومڑی 〃 ۷/۵۰
- کوّے کا خواب 〃 ۷/۵۰
- گدھے نے بجائی بانسری ۷/۵۰

مکتبہ پیامِ تعلیم کی پیش کش

یک نہایت دلچسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز

(۱۲ حصے) جسے اے حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیّارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسلِ انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملے کا منصوبہ بناتی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل، نیلی موت : عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار : پُراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے : عمران شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق بھوکی ہیں : خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہ میں خلائی مخلوق کی خوفناک سرگرمیاں

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ : خلائی قاتل مارگن نے جہاز، ریلوے اسٹیشن، اونچی اونچی عمارتوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا لیکن اچانک وہ ایک مسجد کے کنویں میں گر پڑا۔ نمازی کنویں کے پاس جاتے تو انہیں جھٹکے لگتے تھے۔ پھر کیا ہوا ایسی خوفی داستان اس ناول میں پڑھیے۔

۱۱۔ عمران کی زندہ لاش : کارشان نے پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اندر عمران اور شیبا کی لاشیں پڑی تھیں۔ کیا یہ دونوں پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے لیے پورا ناول پڑھیے۔

۱۲۔ شہر پتھر بن گیا : ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگن نے سرخ بٹن دبایا اور سرخ بٹن سے نکلنے والی قاتل شعاعوں نے عورت، مرد، بچے، بوڑھے، ہوائی جہاز، ٹرینیں، ٹیکسی اور موٹریں سب کو پتھر بنا دیا۔ آخر ان قاتل شعاعوں سے چھٹکارا کیسے ملا یہ اس ناول کو پڑھ کر ہی معلوم ہوگا۔

○ خوبصورت تصویروں سے مزین ○ دیدہ زیب سرورق

ہر ناول کی قیمت : دس روپے۔ (پورا سیٹ ۱۲۰/= روپے میں)

اے ۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز

خطرناک سگنل

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔
شہر کے گلی کوچے سنسان ہیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں گہری نیند سو رہے ہیں۔ ریل کے پھاٹک سے تھوڑی دور پُرانے قبرستان میں پُراسرار اندھیرا چھایا ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ دُور شہر کی بتیاں ستاروں کی طرح ٹمٹما رہی ہیں۔ پُرانے قبرستان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی دو منزلہ کوٹھی کی ساری بتیاں بجھی ہوئی ہیں۔ صرف اُوپر والی منزل کے ایک کمرے کی بتی جل رہی ہے۔ یہ عمران کا کمرہ ہے۔ عمران کے امّی ابّو سو رہے ہیں۔ نوکر بھی اپنے کوارٹر میں سو رہا ہے۔ صرف عمران اپنے کمرے میں جاگ رہا ہے۔ اس نے اپنا ایڈوانسڈ ماڈم کمپیوٹر کھول رکھا ہے۔ عمران اس کمپیوٹر میں ایک ایسا آلہ لگانے کی کوشش کر رہا ہے جس کی مدد سے وہ اپنی ٹیلیفون لائن پر باہر سے آنے والا کوئی بھی پیغام تحریری شکل میں رِکارڈ کر سکے گا۔ اس کے علاوہ وہ مُلک کے اندر اور مُلک سے باہر اسی قسم کے ماڈم کمپیوٹر سے آنے والے سِگنل بھی وصول کر سکے گا اور اپنا کوئی بھی پیغام سِگنل کی شکل میں دوسرے کمپیوٹر تک پہنچا سکے گا۔
عمران کو اپنے کمپیوٹر پر نئے نئے تجربے کرنے کا بڑا شوق تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ اپنے کمپیوٹر کو ٹیلے فون لائن سے جوڑ دے اور پھر جب وہ کالج گیا ہوا ہو اور پیچھے اس کا کوئی فون آئے تو وہ سارے کا سارا کمپیوٹر میں محفوظ ہو جائے اور وہ کالج سے واپس آ کر کمپیوٹر چلا کر وہ پیغام تحریری شکل میں پڑھ لے۔ وہ خاص آلے کا تار کمپیوٹر کے تار سے جوڑ رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ عمران کے ہاتھ رُک گئے۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ انسانی قدموں کی آواز دروازے کے پاس آ کر رُک گئی۔ عمران سوچنے لگا۔ آدھی رات کو آنے والا یہ کون ہو سکتا ہے۔

"عمران! دروازہ کھولو۔"

یہ عمران کے ابّو کی آواز تھی۔ اس نے جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اس کے ابّو نے کُھلے ہوئے کمپیوٹر پر ایک نگاہ ڈالی اور ہلکی سی ڈانٹ کے ساتھ کہا:

"یہ تم اتنی رات گئے کیا کر رہے ہو؟"

عمران نے بڑے ادب سے کہا:

"ابّو جان! میں اپنے ٹیلے فون کو کمپیوٹر سے جوڑ رہا ہوں۔ پھر ہم ریسیور اُٹھائے بغیر ٹیلے فون پر کی گئی باتیں کمپیوٹر کی اسکرین پر پڑھ لیا کریں گے۔"

عمران کے ابّو نے ذرا سختی سے کہا:

"بس بہت ہو گیا۔ اب سو جاؤ۔ صبح کالج بھی جانا ہے۔ تمھیں پتا ہے رات کے دو بجنے والے ہیں۔ بند کرو بتّی اور سو جاؤ۔"

"جی ابّا جان!"

عمران تاروں وغیرہ کو سمیٹنے لگا۔ دیوار کے ساتھ اس کا بستر لگا تھا۔ اس کے ابّو چلے گئے۔ عمران نے ہمیشہ اپنے ابّو کا کہنا مانا تھا۔ اس نے سوچا باقی کام کل کروں گا۔ اب سو جانا چاہیے۔ ویسے بھی اتنی رات تک

جاگتے رہنا صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس نے اپنا بستر ٹھیک کیا۔
باتھ روم میں جا کر دانت صاف کیے اور کمپیوٹر کا سوئچ بند کرنے کے
لیے میز کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے سوئچ بند کرنے کے لیے ہاتھ
بڑھایا ہی تھا کہ کمپیوٹر کی اسکرین پر سگنل ابھرنے لگے۔ اس کا ہاتھ
وہیں رک گیا۔ وہ حیران ہوا کہ ابھی اس نے اپنے کمپیوٹر ماڈم کے ساتھ
سگنل وصول کرنے والا آلہ لگایا ہی نہیں پھر اسکرین پر یہ سگنل کیسے
آنے لگے؟

وہ جھک کر کمپیوٹر کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ یہ سگنل مشینی زبان میں
آٹھ آٹھ ہندسوں کے کوڈ میں آ رہے تھے۔ عمران کمپیوٹر کی یہ مشینی زبان
سمجھتا تھا۔ پہلے ۰۱۰۰۱۱۱۰ کے آٹھ ہندسے ابھرے۔ اس کے بعد تھوڑی
تھوڑی تبدیلی کے ساتھ یہ ہندسے ابھرتے چلے گئے۔ یہ بڑے پُراسرار
سگنل تھے اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ عمران اتنی
جلدی انھیں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ساتھ ساتھ
ان سگنلوں کو کاپی پر لکھنا شروع کر دیا۔ یہ مشینی زبان کے کوڈ کی چار
سطریں تھیں۔ اس کے بعد سگنل اچانک بند ہو گئے۔ ہندسے غائب
ہو گئے اور ایک عجیب سی سیٹی کی آواز بلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ عمران
نے کمپیوٹر کو کھلا ہی رہنے دیا۔ کمرے کی بتی بجھا کر ٹیبل لیمپ روشن
کر لیا تا کہ باہر سے زیادہ روشنی نظر نہ آ سکے۔ کاپی پر لکھے ہوئے
مشینی زبان کے سگنل اس کے سامنے تھے۔ وہ اسی لمحے ان سگنلز
کو اپنی زبان میں کھولنے کی کوشش میں لگ گیا۔ جوں جوں سگنل
کھل رہے تھے اور تحریری شکل میں آ رہے تھے عمران کی آنکھیں
حیرت سے کھلتی جا رہی تھیں اور دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی تھی۔

یہ سگنل کسی خلائی مخلوق کے تھے جو ہمارے نظام شمسی سے بھی
باہر کسی دُور دراز نامعلوم سیارے سے بھیجے جا رہے تھے۔ جب عمران

0110010

نے سارے پُراسرار سگنل اپنی زبان میں ترجمہ کر لیے تو اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پڑھا۔ لکھا تھا:

"اس دُنیا کے وقت کے مطابق کل رات ٹھیک ایک بجے خلائی تابوت پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد تم لوگوں کو اپنا قاتل مشن شروع کر دینا ہو گا۔ گریٹ کِنگ کا یہ حکم ہے۔ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔"

عمران یہ خطرناک خلائی سگنل پڑھ کر پریشان ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہیں سگنل کے ترجمہ کرنے میں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر بڑی احتیاط کے ساتھ مشینی زبان کے خفیہ ہندسوں کا سنبھل سنبھل کر ترجمہ کیا۔ پھر وہی تحریر نکلی۔ اب کسی قسم کے شک شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ عمران نے ان ہندسوں کی لمبائی اور ان کے درمیانی وقفوں کو جب اپنے کمپیوٹر کی مدد سے ناپا تو اس پر یہ راز کھُلا کہ یہ سگنل ہمارے نظامِ شمسی سے دور کسی دوسرے نظامِ شمسی سے آئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے نظامِ شمسی سے بھی آگے کسی دور دراز نظامِ شمسی کے سیّارے کی مخلوق اس دنیا پر کوئی قاتل مشن شروع کرنے والی تھی۔

باہر سے عمران کے ابّو کی کرخت آواز آئی۔

"تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ سوئے کیوں نہیں؟"

"سو رہا ہوں ابّا جان!"

یہ کہہ کر عمران نے کمپیوٹر بند کر کے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والی کاپی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کاپی بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے ایک ایسا تباہ کُن خلائی پیغام پکڑ لیا تھا کہ جس کو پڑھنے کے بعد اس کی نیند اُڑ گئی تھی۔ کل رات ایک بجے کسی اجنبی نظامِ شمسی کے سیّارے سے ایک

خلائی تابوت نیچے آنے والا تھا۔ ظاہر ہے کہ جہاں یہ خلائی تابوت پہنچایا جا رہا تھا وہاں کوئی نہ کوئی خلائی مخلوق اسے وصول کرنے کے لیے موجود ہو گی۔ اسی مخلوق کو یہ پیغام سگنل کے ذریعے سے پہنچایا گیا تھا۔ سگنل کے آخر میں کہا گیا تھا کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس خلائی مخلوق کی خفیہ کمیں گاہ قبرستان کے پیچھے ہی کسی جگہ پر ہو گی۔ ایک قبرستان تو ریلوے پھاٹک کے پار ویران ٹیلوں کے درمیان عمران کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ہی تھا۔ کیا اس قبرستان کے پیچھے خلائی مخلوق نے اپنی خفیہ کمیں گاہ بنا رکھی ہے؟ وہ سوچنے لگا۔

عمران کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے۔ اگر اس نے پولیس کو اطلاع کی تو پولیس والے بھی اس کا مذاق اڑائیں گے۔ کیوں کہ اس کے پاس یہ ثابت کرنے کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا کہ یہ سگنل کسی خلائی مخلوق کے ہیں جو اس دنیا کو تباہ کرنے کا کوئی پروگرام شروع کرنے والی ہے۔ اچانک اسے شیبا کا خیال آ گیا۔ وہ صبح شیبا کو یہ سب کچھ بتا دے گا۔ شیبا عمران کی چچازاد بہن بھی تھی اور اس کے ساتھ کالج میں بھی پڑھتی تھی۔ وہ بھی عمران کی طرح سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا بھی علم تھا۔ اس خیال کے ساتھ عمران نے کچھ سکون سا محسوس کیا اور وہ سو گیا۔

دوسرے روز وہ کالج گیا تو باغیچے میں بیٹھ کر شیبا کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے شیبا کالج کے گیٹ میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ عمران لپک کر اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

”شیبا! مجھے تم سے ایک بڑی ضروری بات کرنی ہے۔ اگر فرصت ہو تو ذرا میرے ساتھ آؤ۔“

شیبا نے کتابیں اٹھا رکھی تھیں۔ ہنس کر بولی:

"میرا تو ابھی پیریڈ ہے۔ پیریڈ کے بعد ہی میں تم سے کوئی بات کر سکوں گی۔"

عمران نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

"شیبا! یہ بڑی ضروری بات ہے۔ تم آج کلاس میں مت جاؤ۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" شیبا نے جواب دیا۔ "میں کلاس نہیں چھوڑ سکتی۔ پیریڈ کے بعد ملوں گی۔ بائی بائی۔"

یہ کہہ کر شیبا تیز تیز قدموں سے اپنے کلاس روم کی طرف چل دی۔ عمران سر پکڑ کر رہ گیا۔ اس کا پیریڈ خالی تھا۔ وہ باغیچے کی خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والا پرچہ اس کی جیب میں ہی تھا۔ اس نے پرچہ نکال کر کھولا اور ایک بار پھر خطرناک خلائی سگنل کو پڑھا۔ اس کا کلاس فیلو شہباز اسے دیکھ کر قریب آ گیا اور ہنس کر بولا:

"کس کا خط پڑھ رہے ہو عمران؟ ذرا ہمیں بھی دکھاؤ۔"

عمران نے جلدی سے کاغذ جیب میں رکھ لیا اور بولا:

"خط نہیں ہے۔ میری امّی نے مارکیٹ سے کچھ چیزیں لانے کے لیے کہا تھا۔ وہی لِسٹ دیکھ رہا تھا۔"

شہباز اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ عمران کا دماغ اس کی بے کار باتوں کے لیے بالکل حاضر نہیں تھا۔ مگر مجبوری تھی۔ وہ اس کی باتوں کا ہوں، ہاں سے جواب دیتا رہا۔ شہباز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا بات ہے عمران! تم مجھے کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہو۔"

عمران نے جلدی سے کہا:

"نہیں بھئی۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں کیوں پریشان ہونے لگا"

شہباز کتابیں سنبھالتا ہُوا اٹھا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اُس کی کلاس

شروع ہونے والی ہے۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اسے شیبا کا بڑی شدت سے انتظار تھا۔ باغیچے کی گھاس پر دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ مگر عمران کو سخت بے چینی لگی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیبا آ جائے اور اسے خلائی سگنل پڑھائے اور بتائے کہ اس دُنیا پر کوئی پُراسرار خلائی مخلوق حملہ کرنے والی ہے اور ہماری خوب صورت دُنیا کی سلامتی سخت خطرے میں ہے۔ بڑی مشکل سے پون گھنٹہ گزرا اور شیبا کی کلاس ختم ہو گئی۔

عمران جلدی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ شیبا اپنی ایک سہیلی کے ساتھ باتیں کرتی کلاس سے باہر نکل رہی تھی۔ وہاں کالج میں سب کو معلوم تھا کہ شیبا عمران کی چچازاد بہن ہے۔ عمران کو دیکھ کر شیبا اس کے پاس آ گئی اور بولی:

"اب کہو وہ کون سی ضروری بات تھی جو تم کرنا چاہتے تھے؟"

عمران نے کہا:

"باغ کے کونے میں آ جاؤ۔ وہاں خالی بنچ پر بیٹھ کر تمھیں سب کچھ بتاتا ہوں۔"

شیبا نے مسکرا کر پوچھا، "آخر بات کیا ہے عمران؟ تم یہ ڈراما کیوں کر رہے ہو؟"

عمران کا چہرہ بڑا سنجیدہ تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں باغ کے کونے والی خالی بنچ پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ تب عمران نے کہا:

"شیبا! میں تمھیں ایک ایسا خطرناک راز بتانے والا ہوں جس کا ابھی تک سوائے میرے اس دُنیا کی کسی مخلوق کو علم نہیں ہے۔"

شیبا ہنس کر بولی، "کیا کوئی زلزلہ آنے والا ہے عمران؟"

عمران نے سنجیدگی سے کہا:
"شاید زلزلے سے بھی زیادہ بھیانک بات ہونے والی ہے۔"
اب شیبا بھی سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے کہا:
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
عمران نے جیب سے پراسرار خلائی سگنل کی ترجمہ کی ہوئی تحریر والا پرچہ نکال کر شیبا کو دیا اور کہا:
"کل رات میں نے ایک خطرناک خلائی سگنل پکڑا ہے شیبا۔ یہ مشین زبان میں تھا۔ میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اسے پڑھو۔"
شیبا نے خلائی سگنل دو تین بار غور سے پڑھا۔ عمران کہنے لگا۔
"تم میرے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو شیبا۔ میں نے کبھی کسی سے اس قسم کا مذاق نہیں کیا اور تم یہ جانتی ہو کہ میں جھوٹ سے نفرت کرتا ہوں۔"
پھر عمران نے شیبا کو ساری بات کھول کر بیان کر دی کہ کس طرح رات دو بجے کے بعد وہ کمپیوٹر کو ٹیلے فون لائن سے جوڑ رہا تھا کہ اچانک کمپیوٹر کی اسکرین پر ایک پُراسرار سگنل ابھرنے لگا۔ شیبا نے بڑے غور سے ایک بار پھر خلائی سگنل پڑھا اور عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
"اس سگنل کے کوڈ بٹس کتنے ہندسوں میں تھے؟"
"آٹھ ہندسوں میں تھے۔ کوڈ آٹھ بٹس میں ہی ہوتے ہیں۔"
عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ شیبا ایک بار پھر خلائی تحریر پڑھنے لگی۔ عمران نے کہا:
"کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ غلط سگنل بھی ہو سکتے ہیں؟"
شیبا کی نظریں خلائی تحریر والے کاغذ پر جمی تھیں۔ کہنے لگی۔
"غلط سے کیا مراد ہے؟ آخر تمہارے کمپیوٹر کی اسکرین پر ان سگنلوں کی تحریر ابھری تھی اور تمہارا کمپیوٹر ۳۸۶ مشین والا ایڈوانسڈ
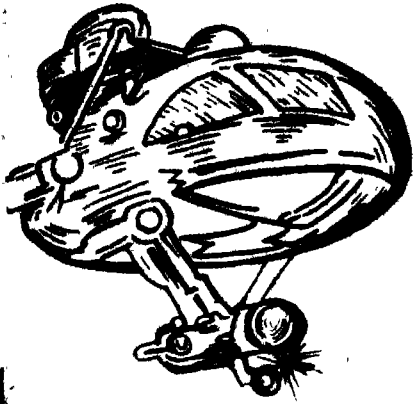
کمپیوٹر ہے۔ ماڈم ہے۔ یہ جدید ترین کمپیوٹر ہے۔ اس پر آیا ہوا سگنل غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ خلائی سگنل ہی ہے جو زمین پر موجود کسی خلائی مخلوق کے کمپیوٹر پر دیا گیا ہے۔"

عمران کو بڑا حوصلہ ہوا کہ شیبا نے اس کی بات پر یقین کر لیا تھا۔ اس نے کہا:

"میں نے سگنل کے ہندسوں کے وقفوں کو ناپا تھا۔ اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سگنل ہمارے نظامِ شمسی سے نہیں بلکہ کسی ایسے خلائی سیارے سے بھیجے گئے ہیں جو کسی دوسرے نظامِ شمسی میں واقع ہے اور جہاں کسی گریٹ کنگ کی حکومت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گریٹ کنگ کا یہ حکم ہے۔ یہ لوگ ہماری دنیا میں کوئی قاتل مشن شروع کرنے والے ہیں جس کے لیے ایک خلائی تابوت آج رات ایک بجے ہماری زمین پر پہنچنے والا ہے۔"

شیبا نے عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا خوف سا اُبھر رہا تھا۔ کہنے لگی:

"سگنل میں ہدایت کی گئی ہے کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ جس خلائی مخلوق کو یہ سگنل بھیجا گیا ہے اس کا خفیہ ٹھکانہ یا لیبوریٹری کسی قبرستان کے پیچھے ہے۔"

عمران نے کہا:

"ایک پُرانا قبرستان تو ہماری کوٹھی کے قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے اسی قبرستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔"

شیبا جیسے گہری سوچ میں تھی۔ بولی:

"یہ شہر کا کوئی دوسرا قبرستان بھی ہو سکتا ہے اس کے لیے مجھے سگنل کی اصلی تحریر کو دیکھنا ہو گا۔ مجھے گھر چل کر وہ سگنل دکھاؤ جس کا تم نے ترجمہ کیا ہے۔"

عمران نے اسی وقت شیبا کو ساتھ لیا اور ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنی کوٹھی میں آ گیا۔ اس کے ابّو دفتر گئے ہوئے تھے۔ امی نوکرانی سے گھر کی صفائی وغیرہ کروا رہی تھیں۔ شیبا کو دیکھ کر بولیں:
"شیبا بیٹی آئی ہے۔ کہو امی کیسی ہیں؟"
شیبا نے بڑے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا:
"امی بالکل ٹھیک ہیں۔ آنٹی۔ عمران نے نیا کمپیوٹر لیا ہے نا۔ بس وہی دیکھنے آ گئی ہوں۔"
عمران کی امی بولیں:
"بیٹی اس کو سمجھاؤ۔ آدھی آدھی رات تک نئے کمپیوٹر کو لیے بیٹھا رہتا ہے۔ رات تو اس کے ابّو نے بھی اسے ڈانٹا۔"
عمران بولا، "امی جان! وہ تو میں ٹیلے فون لائن جوڑ رہا تھا۔ اب رات کو نہیں جاگا کروں گا۔ آؤ شیبا بہن! تمھیں اپنا نیا کمپیوٹر دِکھاؤں۔"
دونوں اوپر والے کمرے میں آ گئے۔ عمران نے جلدی سے اصلی خلائی سِگنل کی نقل نکال کر شیبا کو دِکھائی جس میں چار سطروں میں آٹھ آٹھ ہندسوں کی ٹکڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان ٹکڑیوں میں زیرو اور ایک کا ہندسہ ہی استعمال کیا گیا تھا جیسا کہ ماڈرن کمپیوٹر کی مشینی زبان میں ہوتا ہے، مگر ہر ٹکڑی میں زیرو اور ایک کا ہندسہ بدل بدل کر آیا تھا۔ شیبا کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے ان ہندسوں کو کمپیوٹر میں فیڈ کر کے انھیں اسکرین پر اُبھارا اور ان ہندسوں کے درمیانی فاصلوں کی مدد سے اس قبرستان کی سمت نکالنے کی کوشش کرنے لگی جہاں رات کو ایک بجے خلائی تابوت اُترنے والا تھا اور جس قبرستان کی طرف سِگنل میں اشارہ کیا گیا تھا۔
عمران بھی شیبا کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ دونوں کی نظریں کمپیوٹر کی

اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ شیبا کاغذ پر ساتھ ساتھ کچھ لکھتی بھی جا رہی تھی پندرہ بیس منٹ کی کوشش کے بعد شیبا نے کمپیوٹر اوف کر دیا اور کاغذ پر ایک طرف پنسل سے تیر کا نشان لگاتے ہوئے بولی:

"میرے حساب کے مطابق جس قبرستان کی طرف اس سگنل میں اشارہ کیا گیا ہے وہ تمھاری کوٹھی کے علاقے والا قبرستان نہیں ہے بلکہ یہ شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور شمال مغرب کی طرف شہر کا وہ سب سے پرانا قبرستان ہے جو اب ویران ہو گیا ہے اور جہاں کوئی اپنے مُردے دفن کرنے نہیں لے جاتا کیوں کہ اس قبرستان کے بارے میں کم زور عقیدے والے لوگوں نے مشہور کر دیا ہے کہ وہاں بدروحوں کا بسیرا ہے۔"

عمران نے کاغذ پر ایک نگاہ ڈالی اور بولا:

"ہمیں اس بارے میں پورا یقین ہونا چاہیے کہ قبرستان کون سا ہے۔ کیوں کہ میں آج رات اس قبرستان میں چھپ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہاں خلائی تابوت کس طرح سے لایا جاتا ہے اور میں اس خطرناک خلائی مخلوق کے خفیہ اڈے یا لیبوریٹری کا بھی سراغ لگا کر وہاں کی تصویریں بنانا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت آ جائے اور پھر پولیس کے ساتھ چھاپہ مار کر اس خلائی مخلوق کو پکڑنے اور اپنی خوب صورت دنیا اور پیارے وطن کو آنے والی آفت سے بچانے کی کوشش کی جائے۔"

شیبا نے گہرا سانس بھرا اور بولی:

"عمران! میرا حساب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ آسیبی قبرستان ہی ہے۔ مگر کیا تم رات کو خود وہاں جانا چاہتے ہو؟"

عمران نے کہا، "اگر میں نہ گیا تو اس خلائی مخلوق کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا؟ مجھے یقین ہے کہ جس خلائی تابوت کا سگنل میں ذکر ہے اسے کسی اُڑن تشتری کے ذریعہ سے قبرستان کے پیچھے اتارا

جائے گا۔ میں اس کی تصویر لے لوں گا۔ پھر پولیس کو مجھ پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا۔ ورنہ ہماری بات کا کسی کو یقین نہیں آئے گا۔"
شیبا اُٹھ کر کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔
"عمران! میرا خیال ہے کہ ہمیں انسپکٹر جنرل پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔"
عمران بولا۔ "کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ آئی جی صاحب بھی یہی سمجھیں گے کہ میرا دماغ چل گیا ہے، لیکن جب میں انھیں اُڑن تشتری کی تصویر دکھاؤں گا تو انھیں یقین کرنا ہی پڑے گا۔ اس لیے میرا آج رات کو آسیبی قبرستان میں جانا ضروری ہے۔ شیبا! بہت ضروری ہے۔ میں اپنا کیمرا ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میں فلیش کے بغیر اڑن تشتری کی تصویر بناؤں گا۔ فلیش کی چمک سے خلائی مخلوق کو میرا پتا چل سکتا ہے۔"
شیبا نے عمران کی طرف غور سے دیکھا اور فکر مند لہجے میں کہا:
"عمران بھائی! شاید تمھیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنے خطرناک مشن پر جا رہے ہو۔ وہ خلائی مخلوق یہاں قاتل مشن لے کر آ رہی ہے۔ اگر اس نے اپنے کسی خاص آلے کی مدد سے تمھیں دیکھ لیا تو تمھاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں تمھیں یہی مشورہ دوں گی کہ آسیبی قبرستان میں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ ہم ابھی انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس چلتے ہیں اور انھیں ساری بات بتا دیتے ہیں۔ پولیس خود سارا انتظام کرے گی۔"
عمران کہنے لگا:
"کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ سب ہمیں پاگل کہیں گے۔ اپنے ملک اور یہاں کے رہنے والے بہن بھائیوں کی سلامتی کی خاطر مجھے یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا۔ میں ضرور جاؤں گا رات کو۔ زندگی، موت

تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پھر موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر میرا وقت ابھی نہیں آیا تو دُنیا کی کوئی طاقت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ تم اطمینان رکھو۔"

شیبا نے کہا،" تو پھر میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

عمران بولا،" تم آدھی رات کو گھر سے کیسے نکل سکو گی؟ نہیں نہیں۔ تمھیں میرے ساتھ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ بس تم کسی سے ابھی اس کا ذکر مت کرنا۔"

شیبا کہنے لگی،" مگر اس میں تمھاری جان کو خطرہ ہے عمران! خلائی مخلوق تمھیں ضرور دیکھ لے گی اور پھر...."

عمران نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

"یہ ہمارے مُلک کی سلامتی کا معاملہ ہے شیبا میں اپنی جان پر کھیل کر بھی یہ خطرہ ضرور مول لوں گا۔ اللہ میرے ساتھ ہے۔"

شیبا چُپ ہو گئی۔ وہ عمران کی ضدی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس پر قائم رہتا ہے اور یہ تو واقعی دنیا اور اپنے پیارے ملک کے کروڑوں لوگوں کی سلامتی کا معاملہ تھا۔ عمران کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا،" اپنے ساتھ پستول لے جانا۔ تمھارے ابو کے پاس لائسنس والا پستول ہے۔ میں تمھارے لیے نماز پڑھ کر اللہ میاں سے دعا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے۔" تھوڑی دیر بعد شیبا ٹیکسی میں بیٹھ کر کالج چلی گئی اور عمران دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دن کے وقت اس قبرستان کا ایک جائزہ لینا چاہتا تھا۔

(باقی آئندہ)

صبح کا بھولا

انور فرہاد

"امی! ابّو کے ساتھ میں اسکول نہیں جاؤں گا۔"
"تو پھر کس کے ساتھ جاؤ گے؟"
"کسی کے ساتھ بھی بھیجیے، مگر ابّو ....."
"مگر میں پوچھتی ہوں کہ تمھیں ابّو کے ساتھ جانے میں کیا پریشانی ہے؟"
عدنان کچھ کہتے کہتے رُک گیا اور سوچنے لگا کہ امّی سے کہوں یا نہ کہوں۔
"تم نے جواب نہیں دیا؟" امّی نے اسے خاموش دیکھ کر ٹوکا۔
"بات دراصل یہ ہے امّی ....." یہ کہتے کہتے عدنان ایک بار پھر رُک گیا۔
امّی نے تیوری پر بل ڈال کر کہا: "آج کل اسکول میں تمھارا دل نہیں لگتا، اس لیے اسکول نہ جانے کے لیے آخر تمھیں کوئی بہانہ تو چاہیے نا!"
"نہیں امّی! یہ بات نہیں ہے۔"
"میں سب سمجھتی ہوں۔ تمھیں پتا ہے کہ امّی تو اسکول پہنچانے جا نہیں سکتیں۔ ابّو کے ساتھ جانے سے انکار کر دو۔ اس طرح چھٹی پکّی ہو گئی۔"
عدنان نے جھنجھلاہٹ کے مارے اپنا سر پیٹ لیا اور پھر اس نے سوچا کہ امّی کو بتانا ہی

پڑے گا ورنہ وہ نہ جانے میرے بارے میں کیا کیا سوچتی رہیں گی۔ اس نے آخر بتا ہی دیا:
"دراصل بات یہ ہے امّی کہ ابّو کے ساتھ جاتے ہوئے مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔"
امّی نے اُسے حیرت سے دیکھ کر کہا، "یہ کیا بات ہوئی؟ باپ کے ساتھ جاتے ہوئے بیٹے کو شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں وہ کوئی گرے پڑے آدمی ہیں۔"
"نہیں امّی! یہ بات نہیں ہے۔ بس اُن کی عادتیں بڑی ویسی ہیں۔" عدنان ایک بار پھر چپ ہو گیا۔
"کیسی ہیں؟" امی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ عدنان کیا کہہ رہا ہے۔
"بہت عجیب۔"
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ امّی کہ ابّو راستہ چلتے ہوئے زمین پر پڑی ہوئی چیزیں اُٹھا کر ادھر اُدھر ڈال دیتے ہیں۔" عدنان نے آخر جی کڑا کر کے کہہ ہی دیا۔
امّی نے غصّے سے کہا، "خاموش! وہ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتے۔"
عدنان نے کہا، "آپ یقین کیجیے امّی۔ اگر چلتے چلتے انھیں سڑک پر کوئی شیشے کا ٹکڑا نظر آجائے تو یا تو اُسے کہیں کنارے پھینکیں گے یا اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوئے یا کرچیاں ہوں تو جھک کر ایک ایک کرچی چُنیں گے اور کہیں ایسی جگہ لے جا کر پھینکیں گے جہاں سے کسی کا گزر نہ ہو۔ کبھی کوئی کانٹا دکھائی دیا تو اُسے بھی اُٹھا کر دُور پھینکیں گے۔ کیلے اور آم کے چھلکے بھی راستے سے اُٹھا لیتے ہیں۔ جب گزرتے ہوئے لوگ انھیں اس حال میں دیکھتے ہیں تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔"
عدنان کی امّی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ وہ اپنے شوہر کی حرکتوں سے واقف تھیں۔ اب انھیں اپنے بچّے کی پریشانی کا اندازہ ہوا۔ واقعی اگر عدنان ان کے ساتھ اسکول نہیں جانا چاہتا تو یہ کوئی غلط بات نہیں تھی۔ وہ سوچنے لگیں:
"آخر عدنان میرا ہی تو بیٹا ہے۔ جب مجھے گندگی سے اس قدر نفرت ہے تو میری اولاد کو گندگی کیوں پسند ہوگی؟"
وہ سوچنے لگیں کہ اب عدنان اتنا چھوٹا بھی نہیں کہ اکیلے اسکول نہ جا سکے۔
"تم اپنے ابّو کو منع کیوں نہیں کرتے؟" انھوں نے عدنان سے کہا۔

"میں نے کتنی بار ان سے کہا کہ ابّو آپ کو گھن نہیں آتی راستے سے یہ چیزیں اُٹھاتے ہوئے؟"
مگر وہ جواب میں کہتے ہیں:

"بیٹا! اس میں گھن کی بات کیا ہے؛ میں کوئی گندگی تھوڑی اُٹھاتا ہوں۔ یہ دیکھو یہ کانٹا جو یہاں بیچ سڑک پر پڑا ہے، کسی غریب کے پیر میں چُبھ گیا تو بے چارہ ایک مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔" تھوڑی دیر خاموش رہ کر عدنان نے پھر کہا:

"میں نے ان سے کتنی بار کہا کہ آپ کو غریبوں کا تو بڑا خیال ہے، مگر اپنی پوزیشن کا ذرا خیال نہیں۔ لوگ آپ کو کیچڑ اُٹھاتے ہوئے دیکھ کر کیا سوچتے ہوں گے۔ مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ انسان کو اپنی ظاہری شان و شوکت کی اتنی نمائش نہیں کرنی چاہیے۔ اچھا انسان تو وہی ہے جو دوسروں کا دُکھ درد اپنے سینے میں محسوس کرے۔"

ابھی ماں بیٹے میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اس کے ابّو آگئے۔ انھوں نے فوراً ہی کہا، "ارے بھئی عدنان! کیا آج اسکول جانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

عدنان کے جواب دینے سے پہلے ان کی امّی بول پڑیں، "آج سے عدنان آپ کے ساتھ اسکول نہیں جائے گا۔"

ابّو نے حیرت سے کہا، "ارے! ارے!! یہ میں کیا سُن رہا ہوں؟"

"آپ ٹھیک سُن رہے ہیں۔ عدنان اسکول جائے گا، مگر آپ کے ساتھ نہیں۔"

"پھر کس کے ساتھ جائیں گے عدنان میاں؟" ابّو نے جلدی سے پوچھا۔

"اکیلے۔"

"بالکل اکیلے؟"

"ہاں بالکل اکیلے۔"

"آخر مجھ میں ایسی کیا بُرائی نظر آئی کہ میری خدمات حاصل کرنے سے انکار ہو رہا ہے۔"

"آپ میں یہ بُرائی ہے کہ آپ بہت گندگی پسند ہو گئے ہیں۔ راستے سے گزرتے ہوئے سڑک کی گندگیاں سمیٹتے چلتے ہیں۔"

ابّو نے گھور کر عدنان کو دیکھا۔ اس کی تو جان ہی نکل گئی کہ اب ابّو اس کے کان کھینچ کر کہیں گے، "کیوں نالائق! تو نے اپنی امّی سے کیوں شکایت کی؟"

مگر وہ مسکرا دیے۔ عدنان کی امی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے، "تو عدنان میاں نے میری شکایت کی ہے؟"

"اور کوئی غلط شکایت نہیں کی ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے؟ اپنی پوزیشن کا نہ سہی بچے ہی کا خیال رکھیے۔ اس کے دل و دماغ پر غلط اثر پڑتا ہے۔"

ابو نے نہایت نرمی سے کہا، "مگر بیگم! میں جو کچھ کرتا ہوں وہ کوئی غلط کام نہیں۔ یہ تو نیکی ہے، بہت بڑی نیکی۔"

"ارے بھئی نیکی ہی کرنی ہے تو اور بہت سے کام ہیں نیکی کے۔ پُل بنائیے، مسجد بنائیے، تالاب بنائیے، ہسپتال تعمیر کروائیے، کسی غریب کو حج کروائیے۔"

ابو نے کہا، "ٹھیک ہے، یہ نیکی کے کام ہیں مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ نیکی کے لیے کوئی بڑا کام ہی کیا جائے، ہسپتال بنایا جائے، مسجد تعمیر کروائی جائے، پُل بنائے جائیں۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے کام بھی ہیں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اسی طرح خوش ہوتا ہے جس طرح مسجد یا ہسپتال تعمیر کروانے سے خوش ہوتا ہے۔"

عدنان بیچ میں بول پڑا، "مگر ابو! آپ ہی تو کہتے ہیں کہ ہمیشہ اونچی باتیں سوچا کرو، اپنے خیالات کو بلند رکھو۔"

"ہاں بیٹا! میں یہ بات کہتا ہوں۔ مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنے سامنے کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں چھوڑ کر آدمی بڑی نیکیوں کے پیچھے بھاگے۔ یقین جانو جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کی بڑی نیکیاں بھی قبول نہیں ہوتیں۔"

"یہ آپ کا اپنا فلسفہ ہو گا، میں نہیں مانتی۔" امی نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا نہیں، بلکہ اللہ کا کہنا ہے۔ اللہ کے تمام نیک بندے یہی بتاتے رہے ہیں۔" ابو ایک لمحے کے لیے رُکے اور امی سے بولے،

"بیگم! آپ نے بھی یقیناً یہ بات پڑھی ہو گی کہ اگر آپ کا کوئی پڑوسی بھوکا سو گیا ہے تو آپ کی نماز اور روزے قبول نہیں ہوتے اور اگر کوئی حج پر جانے والا ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا فلاں عزیز یا دوست یا پڑوسی اپنی غربت کی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتا ہے تو یہ حکم ہے کہ تم حج پر مت جاؤ، حج کے اخراجات کے لیے جو پیسے تمہارے پاس ہیں، ان سے غریب کی بچی بیاہ دو۔

اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا اور حج پر چلا جاتا ہے تو اس کا حج قبول نہیں ہوتا۔ مگر جو حج کا ارادہ ملتوی کر کے کسی غریب کی بیٹی بیاہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ اسے اس کا ثواب تو ملتا ہی ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ حج کا ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ سب معلوم ہے۔ میں اتنی جاہل بھی نہیں۔" عدنان کی امی بولیں۔ وہ عدنان کے ابو کی باتوں سے کچھ کچھ قائل ہو گئی تھیں، مگر وہ اس کا اظہار بھلا کیسے کرتیں۔ وہ بولیں، "مگر مجھے آپ کی یہ نیکی بالکل اچھی نہیں لگتی کہ آپ سڑکوں پر جھاڑو دیتے پھریں۔ اگر آپ کو اپنے وقار کا خیال نہیں تو کم از کم ہماری عزت کا تو پاس کیا کیجیے۔" عدنان کی امی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

اس دن کے بعد سے عدنان اکیلے اسکول جانے لگا۔ امی نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اب وہ ماشاءاللہ بڑا ہو گیا ہے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر سڑک پار کیا کرے۔ گھر سے سیدھا اسکول جائے اور اسکول سے لوٹ کر ادھر اُدھر ہرگز نہ جائے، سیدھا گھر آیا کرے۔ عدنان ایک اچھا لڑکا تھا۔ اپنے والدین کی باتوں پر عمل کرتا تھا۔ اس نے اپنی پیاری امی کی باتوں پر چل کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ قابلِ اعتماد ہے۔ اس طرح ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسے کھیلنے کودنے کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی مل گئی۔ وہ پڑھنے لکھنے میں جتنا اچھا تھا، کھیلنے کودنے میں بھی اتنا ہی تیز تھا۔ کرکٹ اس کا پسندیدہ کھیل تھا۔ پہلے وہ اپنے محلّے کی جونیئر ٹیم میں کھیلا کرتا تھا۔ پھر اپنے اسکول کی ٹیم میں کھیلنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصے میں وہ اسکول کی ٹیم کا مایہ ناز کرکٹر مانا جانے لگا۔ وہ آل راؤنڈر تھا۔ جیسی طوفانی بولنگ کیا کرتا ویسی ہی زبردست بیٹنگ بھی کرتا تھا۔

تھوڑے ہی دنوں میں انٹر اسکول ٹورنامنٹ شروع ہوا تو عدنان اور اس کا دوست فرخ اپنی ٹیم کو ہر میچ میں شاندار کامیابی دلوانے لگے۔ اسکول کے تمام طالبِ علم اور استاد ان دونوں سے بے حد خوش تھے۔ انھیں پوری اُمید تھی کہ ان کے یہ مایہ ناز کھلاڑی ان کے اسکول کے لیے ٹرافی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عدنان بڑا اچھا بالر تھا۔ ان سب کھلاڑیوں کے حوصلے بھی بہت بلند تھے۔ آخر وہ سیمی فائنل میں پہنچ گئے۔ ہر ایک کو یہی امید تھی کہ ٹرافی عدنان اور فرخ کی موجودگی میں کوئی اور ٹیم حاصل نہیں کر سکتی۔

جس دن سیمی فائنل تھا، فرخ بڑی بے تابی سے عدنان کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا

جارہا تھا ویسے ویسے اس کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی بے قراری میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

"آخر عدنان کہاں رہ گیا؟" کیپٹن نے فرخ سے دریافت کیا۔

فرخ نے فکرمندی سے کہا، "پتا نہیں کہاں پھنس گیا! آج صبح تو میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی کہ اُسے آنے میں کچھ دیر ہوگئی یا اسے کوئی کام ہے۔"

"ارے میاں! اس میچ سے بھی ضروری کوئی کام ہوسکتا ہے؟" کیپٹن نے جھنجھلا کر کہا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب خود بھی پریشان پریشان سے دکھائی دے رہے تھے، ان دونوں کے قریب آتے ہوئے بولے، "بھائی! میں اسی دن کے لیے کہتا ہوں نا کہ پوری ٹیم کو اسکول بُلایا کرو، اور وہاں سے اسے پلے گراؤنڈ تک لاؤ۔ تم لوگوں نے بعض لڑکوں کو بہت چھوٹ دے رکھی ہے۔ بہت سر چڑھا رکھا ہے۔"

کیپٹن نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا، "نہیں سر! عدنان کوئی غیر ذمّے دار لڑکا نہیں۔ نہ جانے وہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

"تم لوگوں نے اس کی خیر لی؟ اس کی طرف کسی کو بھجوایا؟ کوئی فون وغیرہ کیا؟" ہیڈ ماسٹر صاحب ایک ہی سانس میں کئی سوال کر گئے۔

کیپٹن کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ انتہائی شرمندگی سے بولا، "نہیں سر، اس کا تو ہمیں خیال ہی نہیں رہا۔"

پھر ذرا دیر بعد اسٹیڈیم میں گویا ایک دھماکا ہوا۔ یہ خبر جیسے ایٹم بم کی طرح پھٹی تھی:

"عدنان زخمی ہوگیا ـــــ وہ ہسپتال میں ہے۔"

پلک جھپکتے میں پورے میدان میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

عدنان کیسے زخمی ہوا، عدنان کیوں ہسپتال میں ہے، یہ کسی کو پتا نہیں تھا۔ فرخ کے پاس عدنان کا جو فون نمبر تھا وہ اس کے پڑوسی کا تھا۔ وہاں سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ عدنان زخمی ہوگیا ہے اور ہسپتال میں ہے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے ماسٹر صاحبان بھی فکرمند ہوگئے۔ مگر انھوں نے یہ سوچا کہ اگر اس وقت لڑکوں کی حوصلہ افزائی نہ کی گئی تو ان کی ٹیم کا وقار برقرار رکھنا مشکل ہوجائے گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے تمام کھلاڑیوں کو جمع کرکے ایک چھوٹی سی تقریر کی:

"میرے پیارے بچّو! ہمارے لیے یہ خبر یقیناً افسوس ناک ہے کہ عدنان کھیل

نہیں سکے گا، مگر اس موقع پر حوصلہ ہارنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم نے اب تک جو کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ صرف عدنان کی وجہ سے نہیں۔ بے شک ان میں اس کا حصّہ نمایاں رہا ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لوگوں نے کوئی کارکردگی نہیں کی، کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ ٹیم کی کامیابی کا دارومدار ٹیم ورک پر ہوتا ہے۔ آپ لوگوں نے ہمیشہ بہترین ٹیم ورک کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں شان دار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ آج بھی آپ بہترین ٹیم ورک کا ثبوت دیجیے ان شاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب کی اس تقریر کا لڑکوں پر خوش گوار اثر ہوا اور ان کے مُرجھائے ہوئے چہروں پر عزم و ہمت کی چمک نظر آنے لگی۔ اس کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ہیڈ ماسٹر صاحب نے لڑکوں سے کہا "آج جو لڑکا بہترین کھیل پیش کرے گا میں اُسے ایک خصوصی انعام دوں گا۔ یہ انعام کیا اور کیسا ہوگا، فی الحال میں اس کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بس اتنا سمجھیے کہ ایک انمول تحفہ ہوگا۔"

یہ سُن کر ہر کھلاڑی زیادہ مستعد اور چاق چوبند نظر آنے لگا۔ مگر ان کے اندر چُھپا ہوا یہ احساس بالکل ختم نہیں ہوا تھا کہ عدنان کے بغیر کیا وہ جیت سکیں گے؟

پوری ٹیم نے بہت جی جان لگا کر کھیلا، بڑی محنت کی، اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ فرخ اور دوسرے کھلاڑیوں نے اچھا خاصا اسکور بھی کیا۔ مگر آج مخالف ٹیم کی پٹائی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ عدنان کی طرح طوفانی بولنگ کا ماہر کوئی نہیں تھا۔ عدنان کا میدان میں اتنا رعب اور دبدبہ تھا کہ اسے دیکھتے ہی مخالف ٹیم کے بیٹس مین حوصلہ ہار جاتے تھے۔ جب کہ آج ان کے حوصلے بہت بلند تھے اور انھوں نے خوب جم کر کھیلا تھا۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ عدنان کی غیر موجودگی میں ٹیم ہار گئی، وہ ٹیم جسے عدنان کی وجہ سے ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا۔

دوسرے دن جب فرخ اور اس کی ٹیم کے دوسرے کھلاڑی عدنان کی عیادت کے لیے ہسپتال پہنچے تو ان کی زبانی اپنی ٹیم کی ہار کی خبر سُن کر عدنان کو بے حد دُکھ ہوا۔ وہ اس صدمے سے ایسا نڈھال ہوا کہ اس سے ایک لفظ تک نہیں بولا گیا۔ پھر اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا کہ آخر وہ زخمی کیسے ہوا؟ چند لمحوں تک وہ انھیں خالی خالی نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا:

"میچ کے لیے میں گھر سے تیار ہو کر نکلا۔ میں تیزی سے جا رہا تھا کہ مجھے اسٹیڈیم تک پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔ چند قدم کے فاصلے پر میرا پیر کیلے کے ایک چھلکے پر پڑا اور میں اس تیزی سے پھسلا کہ اپنا توازن برقرار رکھنا میرے لیے مشکل ہو گیا۔ میرے سر، کمر اور پیروں پر چوٹیں آئیں۔ ٹھیک اسی وقت سامنے سے ایک تیز رفتار گاڑی آتی ہوئی نظر آئی تو میں نے بڑی پھرتی سے کروٹ بدلی۔ اب میں سوچتا ہوں کہ اس قدر زخمی ہونے کے باوجود میں نے اتنی جلدی کس طرح کروٹ لی تو تعجب ہوتا ہے۔ میرے کروٹ لیتے ہی گاڑی زن سے گزر گئی۔ میں گاڑی کی زد سے تو بچ گیا تھا، مگر کروٹ لیتے ہی ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مجھے ایسا لگا کہ میرے سارے جسم پر سوئیاں چبھ گئی ہوں۔ اس مصیبت سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے میں نے اُٹھنا چاہا تو میرا ہاتھ لہولہان ہو گیا۔ میں نے پتھر سمجھ کر جس چیز کا سہارا لیا تھا وہ کوئی ٹوٹا ہوا گلاس تھا۔ لوگوں نے مجھے اُٹھا کر ہسپتال پہنچایا۔"

چند دن کے بعد عدنان کو ہسپتال سے چھٹی مل گئی۔ وہ گھر چلا آیا۔ مگر ابھی اس کے زخم بھرے نہیں تھے۔ اللہ نے یہ رحم کیا تھا کہ اس کی کوئی ہڈی ٹوٹی نہیں تھی۔ سر میں چوٹیں آئیں تھیں مگر وہ خطرناک نہیں تھیں۔ کچھ روز بعد سر کے زخم بھی بھر گئے۔ مگر وہ زخم کبھی نہ بھرا جو اسے اس صدمے سے لگا تھا کہ وہ انڈر فورٹین کی قومی ٹیم کے لیے منتخب نہ ہو سکا۔

دو مہینے کے بعد عدنان مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔ امّی ابّو نے اس کی صحت یابی کا جشن منانے کا پروگرام بنایا۔ ایک دن اس تقریب کی خریداری کے لیے عدنان، اس کی امّی اور ابّو گھر سے نکلے ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ سڑک پر آم کا ایک چھلکا پڑا نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی ابّو سے پہلے عدنان اس کی طرف جھپٹا اور جھک کر بلا تکلّف اُٹھا کر دُور پھینک دیا۔

"توبہ! توبہ! یہ کیا کر رہے ہو عدنان؟ تمھیں گھن نہیں آتی سڑک سے گندگی اٹھاتے ہوئے؟" ابّو نے کہا۔

عدنان اپنے ابّو سے لپٹ گیا اور بولا "ابّو! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں نے آپ کو سمجھنے میں بڑی غلطی کی تھی۔ کاش آپ کی طرح ہر آدمی ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو حقیر نہ سمجھے۔ راستوں پر پڑے ہوئے کانٹوں، شیشوں اور چھلکوں کو اُٹھانا اپنی توہین نہ سمجھے۔ اسے گندگی تصور نہ کرے تو میرے جیسا کوئی لڑکا کبھی زخمی نہ ہو، کوئی آدمی کبھی کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔"

● بیوی: (شوہر سے) "آپ کو حلوا پسند ہی نہیں آیا جب کہ بچّے تو حلوے کی تین پلیٹیں ختم کر چکے ہیں"
اندر سے ایک بچّے کی آواز آئی:
"امّی! حلوے کی ایک پلیٹ اور دے دیں، صرف دو کتابیں جوڑنے کی رہ گئی ہیں"

فہیم احمد بیگ، صوبیدار لبستی، شری رام پور احمد نگر

● ایک صاحب سینما دیکھنے گئے۔ ان کی جیب ریزگاری سے بھاری ہو رہی تھی۔ سوچا کہ جیب ہلکی کرلی جائے، اس لیے ٹکٹ کی قیمت ریزگاری کی صورت میں ادا کی۔ ٹکٹ دینے والے نے ریزگاری دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر اندر کرلی پھر کھڑکی سے نکال کر بڑی معصومیت سے پوچھا:
"سینما دیکھنے کے لیے آپ کب سے پیسے جمع کر رہے ہیں۔

محمد افضال حسین، دانیال پور، بیگو سرائے بہار

● ایک ریڑھی والا گلی میں آواز لگا رہا تھا:
"عقل لے لو، عقل لے لو"
ایک راہ گیر نے اسے روکا اور بولا:
"بھیا! یہ تم کیا بیچ رہے ہو؟"
"عقل" اس نے جواب دیا۔
"اچھا! ذرا میں بھی تو دیکھوں"
"نکالو بیس روپے"
راہ گیر نے فوراً بیس روپے دے دیے جس پر ریڑھی والے نے اسے ایک پڑیا تھما دی۔
اس آدمی نے پڑیا کھولی اور چکھتے ہی چلا اٹھا:
"یہ کیا؟ چینی! بیس روپے میں اتنی سی چینی!"
ریڑھی والا فوراً بولا "دیکھا! کھاتے ہی عقل آگئی نا؟"

منظر عالم، متعلم مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی سمستی پور

● استاد: "یہ بتاؤ کہ امونیا اور نمونیا میں کیا فرق ہے؟
شاگرد: "جناب! ایک بوتل میں ہوتا ہے اور دوسرا سینے میں۔"

عبدالرحمٰن کھتری پتور آکولہ مہاراشٹر

● مولوی صاحب کسی دعوت پر گئے تو میزبان نے کھانے کے ساتھ شہد دیا۔ مولوی صاحب نے کھانا کھا کر شہد کی طرف دیکھا اور روکھا شہد کھانے لگے۔ میزبان نے کہا: "مولوی صاحب! روکھا شہد کھانے سے دل جلتا ہے"
مولوی صاحب نے جواب دیا "دلوں کی باتیں تو اللہ جانتا ہے۔ نہ جانے میرے شہد کھانے سے کس کا دل جلتا ہے"

محمد حسن نوراللہ، انجمن مفید الیتٰمی، مدنپورہ بمبئی ۸

● ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نظر سامنے میز پر رکھے ہوئے پوسٹر پر پڑی جس پر درج تھا "آگ لگنے کی صورت میں کاغذ پلٹ کر معلومات حاصل کریں۔
مارے تجسس کے میں نے جلدی سے پوسٹر

الٹ دیا۔ لکھا تھا:

"بیوقوف! آگ لگنے کی صورت میں"

تنزیلہ شیخ ۔ عیدگاہ روڈ بھیونڈی، مہاراشٹر

● امتحان کے کمرے میں ایک لڑکا پیچھے والے لڑکے کے پرچے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ استاد نے ڈانٹ کر پوچھا:

"پیچھے کیا دیکھ رہے ہو؟"

لڑکا بولا "سر! پرچے پر لکھا ہے، پیچھے دیکھیے"

محمد اقلیم محمد حلیم خاں، بیرچے بلڈنگ، بمبئی نمبر ا

● ڈاکٹر مریض کی رپورٹ دیکھتے ہوئے:

"آپ کو سگریٹ نوشی چھوڑ دینی چاہیے"

مریض: "جناب! میں سگریٹ تو چھوڑ سکتا ہوں مگر نوشی نہیں"

ڈاکٹر: "وہ کیوں؟ کیا آپ کو اپنی صحت کا خیال نہیں ہے؟"

مریض: "جناب! نوشی میری بیوی ہے"

کوثر بانو اُپن ہانگل کرناٹک

● خاتون کو اپنے قریب کھڑے ہوئے بچے کو دیکھ کر غصہ آرہا تھا جس کی ناک مسلسل بہہ رہی تھی۔ آخر انھوں نے بچے سے پوچھا:

"کیا تمھارے پاس کوئی رومال وغیرہ نہیں ہے؟"

بچہ بولا: "ہے تو سہی لیکن امی نے کسی کو دینے سے منع کیا ہے"

محمد عثمان محمد عمران، مدرسہ اسلامیہ عربیہ قصبہ مگہر بستی یوپی

● ایک مسخرہ چورا ہے پر زور زور سے آواز لگا رہا تھا کہ کسی صاحب کا نوٹوں کا بنڈل سُتلی سے بندھا ہوا تو نہیں گرا ہے۔ یہ سن کر بہت سے لوگوں نے کہا کہ "میرا گرا۔ میرا گرا"

وہ مسخرہ کہتا ہے کہ نوٹوں کا تو پتا نہیں لیکن سُتلی مجھے ضرور ملی ہے"

تبریز اختر بسرا، سندرگڑھ، اڑیسہ

● جنگ میں ایک آدمی کے ماتھے پر گولی لگی اور وہ مرگیا۔ جب لاش اس کے رشتے داروں کو ملی تو کسی نے کہا۔

"بڑی خیر ہوئی۔ آنکھ بال بال بچ گئی"

عبدالباسط موہنیاں پلاسی، اررریہ بہار

● ایک لندن پلٹ صاحب سے پوچھا گیا کہ صاحب آپ لندن میں کیا کرتے تھے؟ موصوف نے جواب دیا کہ میں وہاں ریسرچ آفیسر تھا۔ اس پر سوال کرنے والا بہت پریشان ہوا اور بولا۔

"آپ تو ان پڑھ ہیں۔ آپ وہاں ریسرچ آفیسر کیسے ہو گئے؟" وہ صاحب بولے "میں دراصل آلوؤں پر ریسرچ کرتا تھا" اس پر پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ "جناب وہ کیسے؟ آلوؤں پر ریسرچ کرنے کے لیے تو ایگریکلچرل ڈگری کا ہونا ضروری ہے"

یہ سن کر لندن پلٹ صاحب نے جواب دیا "بات یہ ہے کہ وہاں پر سبزی کی ایک دکان تھی اور میں وہاں بڑے بڑے آلو چھانٹ چھانٹ کر ایک چھابے میں، اور چھوٹے آلو دوسرے چھابے میں رکھا کرتا تھا"

شبیدا بانو، محلہ علی نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

● محکمہ ڈاک کا ملازم جب ریٹائر ہوا تو الوداعی تقریب کے اختتام پر اس کے ماتحت نے پوچھا "یہ بتائیے کہ ہمارے ساتھ رہ کر کیا ذاتی تجربہ حاصل کیا؟"

"تجربہ تو بہت حاصل ہوا ہے" ملازم نے کہا" مگر آپ سے گزارش ہے کہ میری پنشن کی رقم بذریعہ ڈاک مت بھول جیئے گا"

سلیم رہبر امڑاپور، تعلقہ چکھلی ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

● ایک پریشان حال شخص ایک آدمی کے پاس اپنا شناختی کارڈ کا فارم پُر کرانے کے لیے آیا۔ ان صاحب نے پوچھا "تمھارا نام؟"

"اسلم خان"

"باپ کا نام؟"

"اکرم خان"

جب نوبت شناختی علامت تک پہنچی تو اسلم خاں معصومیت سے بولا "دیکھیے چہرے پر پریشانی کے آثار" (یعنی شاعر)

سلیم بیگ اعظمی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ

● گاہک: (قصائی سے) "یار جلدی کرو میرا قیمہ بنادو"

قصائی: "بابوجی! پہلے چودھری صاحب کی بوٹی بنادوں، پھر آپ کا قیمہ بھی بنادوں گا"

محمد ہدایت اللہ ڈینگنی کوٹہ دھرماپوری

● پہلا: یار ذرا سگریٹ دینا۔

دوسرا: مگر تم نے تو سگریٹ پینا چھوڑ دیا ہے۔

پہلا: ہاں مگر میں ابھی پہلے مرحلے میں ہوں۔

دوسرا: کیا مطلب؟

پہلا: اس میں سگریٹ خرید کر نہیں پی جاتی۔

امجد حسین۔ ابراہیم خان، لونگ ساڑی سینٹر امراوتی

● ایک گپّی نے گپ ہانکتے ہوئے کہا کہ میں ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ ایک جگہ کافی لوگوں کو جمع دیکھ کر قریب گیا۔ دیکھا کہ ایک لڑکا ٹرین سے کٹ کر مر گیا ہے۔ میں نے تھوڑی سی مٹی لی اور ایک منتر پڑھ کر اس کے اوپر پھینک دیا۔ لڑکا فوراً زندہ ہو گیا۔

دوسرے گپّی نے کہا۔ واہ، اس میں کیا کمال ہے میں اسٹیشن پر پہنچا دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ ہے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک بھینس اور ایک ٹرین کے گارڈ صاحب ٹرین سے کٹ گئے ہیں۔ میں نے ایسا منتر مارا کہ آدھے گارڈ صاحب اور آدھی بھینس ایک میں جڑ کر زندہ ہو گئے۔ دن بھر گارڈ صاحب ٹرین میں جھنڈا دکھاتے اور صبح و شام چار چار لیٹر دودھ بھی دیتے۔

شاہد کلیم، محلہ پورہ خواجہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

● استاد: یہ گھر کا کام تم نے کس سے کرایا ہے؟

شاگرد: اباجی سے۔

استاد: سارا انھوں نے ہی کیا ہے؟

شاگرد: نہیں، میں نے بھی ان کی مدد کی ہے۔

سید عین الحسن، ہرا باغ علیگ۔ علی گڑھ

● ایک دولت مند تاجر آدمی نے اپنے دوستوں کو اپنی تین غیر شادی شدہ بیٹیوں کا منصوبہ بتایا۔

نجمہ، ۲۳ سال۔ اس کے لیے میں نے ۲ لاکھ روپے الگ رکھ دیا ہے۔

زینت ۲۸ سال۔ اس کے لیے میں نے چار لاکھ روپے گھر میں رکھا ہے۔

منت ۳۶ سال۔ اس کے لیے میں نے آٹھ لاکھ روپے رکھ چھوڑ ہیں۔

"جناب آپ کی کوئی ۵۰ سال کی لڑکی نہیں ہے؟" بغل میں کھڑے ایک نوجوان نے پوچھا۔

جاوید اختر راشد، کمہرولی، کمتول، دربھنگہ، بہار

• میاں بیوی کا جھگڑا اتنا بڑھا کہ شوہر نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا اور دل بہلانے کے لیے کہیں چلا گیا۔ شام کو جب بھوک نے ستایا تو گھر واپس آیا اور بیوی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا: "کھانے کے لیے کیا تیار ہے؟"
بیوی نے ترش روئی سے جواب دیا "زہر"
شوہر نے نرمی سے کہا "میری تو ایک دوست کے یہاں دعوت ہے۔ میرا کھانا اپنی والدہ کو بھیج دینا"

عائشہ صدیقہ بسرا سندرگڑھ اڑیسہ

• ایک ہاتھی جنگل میں بھاگتا ہوا جا رہا تھا کہ راستے میں اس کی ملاقات ایک چیونٹی سے ہوئی۔ چیونٹی نے پوچھا "ہاتھی بھائی کہاں جا رہے ہو؟"
ہاتھی نے جواب دیا "طبیعت خراب ہے دوا لینے جا رہا ہوں"
چیونٹی نے کہا "بھیا اگر خون کی کمی پڑے تو بلا جھجک مجھے بتا دینا"

سارہ خانم بوٹا گارڈن بھٹکل

• جج نے مجرم سے کہا "تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہے"
یہ سن کر مجرم نے کہا "بالکل غلط، مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی، وکیل صاحب کے ہوتے ہوئے"

محمد شمشاد عالم، چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

• شادی کے موقع پر دولہا، دلھن کی مانگ میں سندور بھرنے لگا۔ تو کسی نے کہا "یہ رسم الٹی ہونی چاہیے یعنی دلھن کو دولھا کی مانگ میں سیندور بھرنا چاہیے"
"اگر ایسا ہوا تو دنیا کے تمام گنجے کنوارے رہ جائیں گے" محفل میں سے آواز ابھری۔

• ایک محترمہ ڈاکٹر کے پاس گئیں اور موٹاپا دور کرنے کے لیے مشورہ مانگا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا "سر کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں گھمائیے"
"دن میں کتنی بار؟" محترمہ نے پوچھا۔ "جتنی بار آپ سے کھانے کے لیے کہا جائے" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

عصمت ناز، بسرا ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ

• ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا۔ "ارے یار! بارش کے درمیان بجلی کیوں چمکتی ہے؟"
دوسرا دوست: "یار تم نہیں جانتے کہ اوپر والا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کہیں زمین سوکھی تو نہیں رہ گئی؟"

معروف، اے، بیخ ہارٹنگ لائن، بیلگام، کرناٹک

• سپاہی: تمھاری کھوئی ہوئی گائے کی کیا پہچان ہے؟
دیہاتی: جناب وہ دم ہلاتی ہے۔

• لڑکا: (نوکر سے) ارے یہ کرسی کیوں گندی ہے؟"
نوکر: اس لیے کہ اس پر صبح سے کوئی نہیں بیٹھا"

ظفر احمد انصاری، سریاں، مبارک پور، اعظم گڑھ

• استاد: تم یہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو کہ گھاس کھانے والے کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔
شاگرد: آج تک میں نے کسی گھوڑے، گدھے، گائے، اونٹ کو عینک لگائے ہوئے نہیں دیکھا۔

معین الدین انصار کلب پورہ رانی، مبارک پور یوپی

• ایک افیمی گنا چوس رہا تھا، مکھیاں اس کی ناک پر بار بار بیٹھ رہی تھی۔ اس نے چاقو نکالا اور ناک کاٹ لی پھر چلا کر بولا: "ارے! اب کہاں بیٹھوگی؟"

راشدہ پروین نکہت، اردو ہائی اسکول ناگوٹھنہ

معلومات

• ہندستان میں پٹرول کی کھوج سب سے پہلے آسام میں ۱۸۶۷ء میں ہوئی تھی۔

• ۱۸۵۳ء میں گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں پہلی بار ٹرین بمبئی سے تھانے کے لیے چلی۔

اکرام انصاری مومن پورہ اودگیر

• سال میں بارہ دن سفر کرنے سے بچیں۔ ۱۲ محرم ۱۰ صفر، ۴ ربیع الاول، ۱۸ ربیع الآخر، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۲ جمادی الآخر، ۱۲ رجب، ۱۶ شعبان، ۲۴ رمضان ۲ شوال، ۱۸ ذیقعدہ، ۸ ذی الحجہ
(حیاۃ الحیوان صفہ ۶۰)

• صحاح ستہ کی مشہور کتاب بخاری شریف میں نو ہزار آٹھ سو بیاسی حدیثیں ہیں۔ (البشیر القادری صفہ ۳)

• امام بخاری کے ایک ہزار اسّی شیوخ اور نوّے ہزار تلامذہ تھے۔ (البشیر القادری صفہ ۲)

• حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر کو فرعون کہتے تھے۔

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چوبیس ہزار مرتبہ باریابی کا شرف حاصل کیا۔ (فتح الباری)

محمد نصیر الدین، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ

• ہلی کا دم دار ستارہ ۱۹۱۰ء میں ہلی نامی سائنس داں کو دکھائی دیا۔

• کلکتہ "ہگلی ندی" کے کنارے واقع ہے۔

• آزادی کے بعد پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں شروع ہوئی۔

• انڈین نیشنل کانگریس کے پہلے صدر ڈبلیو سی بنرجی تھے۔

• بھارت میں پرائمری اسکول کی بنیاد ۱۸۸۷ء میں پڑی۔

مختار شیخ، سیدپورہ، بالاپور، آکولہ، مہاراشٹر

• کھانا پہلے ایسی چیز سے شروع کیجیے جو زود ہضم ہو۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں نمک چاٹنا بہتر ہے۔ (حضرت علیؓ)

• ناک کے بال کٹوانے سے مرض جذام رفع ہو جاتا ہے۔ (حضرت امام جعفر صادقؒ)

• کنگھا زیادہ کرنے سے بلغم رفع ہوتا ہے۔

• چھینک جسم کی ساری کثافت دور کرتی ہے۔

• پیاز کاٹ کر سونگھنے سے درد سر میں آرام آجاتا ہے۔

• تربوزہ کھانے سے مثانہ صاف ہوتا ہے۔

محمد تبریز اختر بسرا، سندرگڑھ اڑیسہ

• بھارت میں پہلا صابن سازی کا کارخانہ میرٹھ میں ۱۸۷۹ء میں شروع ہوا۔

• تاراپور (مہاراشٹر) ۱۹۶۹ء میں پہلا جوہری توانائی مرکز قائم کیا گیا۔

• ہندی بیکری نے ۱۸۹۶ء میں تابکاری کی دریافت کی۔

محمد رضوان قمر محلہ جھجو بہار شریف نالندہ

• ہندستان میں سب سے تیز رفتار ٹرین شتابدی ایکسپریس ہے جو ۱۶۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے

چلتی ہے۔

• وہیل مچھلی ایسی ہے جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

• سب سے زیادہ عمر والا جانور کچھوا ہے جس کی عمر کی حد ۸۰۰ سال ہے۔

محمد شاکر فرخ متعلم مدرسہ اسلامیہ جہیت مئو، لکھنؤ

• عرب کی قدیم ترین جغرافیہ کی کتاب کو نصر ابن شمیل بصری نے ۷۴۰ء میں لکھا۔ اس تصنیف کا نام "کتاب الصفات" ہے۔

• عربی سیاح سلیمان کا سفر نامہ ۸۵۱ء میں لکھا گیا تھا جسے اس کے ہم سفر ابو زید نے ۸۸۰ء میں مکمل کیا۔ یہ پہلی کتاب تھی جو یورپ میں ملک چین کے متعلق چھپی اس کا بعد میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا۔

• مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں اقوام مغرب و مشرق کی وہ حالت دکھائی ہے جو ۹۴۱ء میں تھی۔

• ابو ریحان البیرونی محمود غزنوی کے ساتھ ۱۰۰۰ء میں بھارت آیا اور سندھ و شمالی ہند کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔

• ابن بطوطہ نے ۱۳۲۵ء سے سفر کرنا شروع کیا تھا اور ۱۳۷۷ء میں ایران میں انتقال ہوا۔ اس کو دنیا کا سب سے بڑا سیاح مانا جاتا ہے۔

• بغداد کا باشندہ ابن حوقل نے مسعودی کے اختتام سفر کے بعد سفر کرنا شروع کیا تھا۔

• ابوالحسن علی بن ابی القاسم تیرھویں صدی کا سیاح تھا، ہیئت داں بھی تھا۔

فرحت آمیز کشن گنج بہار

• سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں اللہ کے رسولؐ حضرت محمدؐ سے ملاقات کی اور اس کا خاتمہ بھی ایمان کی حالت میں ہوا۔

• سوال: تابعین کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو اور ان کی موت ایمان کی حالت پر ہوئی ہو۔

• سوال: تبع تابعین کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں تابعی کو دیکھا ہو۔

عبیدالرحمٰن شیواجی نگر گونڈی بمبئی

• جغرافیائی اعتبار سے دنیا (زمین) کا مرکزی حصہ: خانہ کعبہ۔

• اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو رمل کا علم عطا فرمایا تھا۔

• حضرت موسیٰؑ بات کرتے وقت ہکلاتے تھے۔

• حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں میں لوہا بھی موم بن جاتا تھا۔

• حنوک حضرت ادریسؑ کا نام تھا اور آپ حضرت آدمؑ کے پوتے تھے۔

• حضرت یوسفؑ ۳۰ سال کی عمر میں مصر کے حکمراں بنے۔

• نور محمدی کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔

• اللہ تعالیٰ کی سب سے آخری تخلیق انسان (حضرت آدمؑ) ہے۔

بی عائفہ تسلیم، عربک ہائی اسکول گنتکل اے پی

• قرآن مجید کا سب سے پہلا نام "مصحف" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رکھا۔

• وضو کرنے کا حکم ۵ھ کو نازل ہوا۔

• حضرت سارہؑ کو اُمّ الانبیاء (انبیاء کی ماں کہا جاتا ہے)
• دوسری اذان خانہ کعبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔
• پہلی اذان حضرت بلالؓ نے دی۔
• حضرت سمیہؓ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں۔

ماسٹر اعجاز احمد شیخ ٹیکری پورہ، منگرول پیر آکولہ

اسد اللہ خاں غالب:

۱۷۹۷ء میں آگرہ کے مقام پر پیدا ہوئے اور ۷۳ سال کی عمر گزرنے کے بعد ۱۸۶۹ء میں انتقال فرمایا مزار حضرت نظام الدین اولیاؒ کے پڑوس میں ہے آپ کا اصل نام اسد اللہ خاں اور غالب تخلص تھا۔ اردو زبان کو مرزا غالب پر فخر ہے۔ آپ اردو فارسی دونوں زبان کے بلند پایہ ادیب اور شاعر تھے۔ اردو غزلوں کا دیوان اور فارسی کلیات کے علاوہ نیم روز اردوئے معلّیٰ اور عود ہندی آپ کی مشہور کتابیں ہیں ۱۸۵۷ء کا انقلاب مرزا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر، گونڈی ممبئی

• چھاپہ خانہ جان گیوٹن برگ نے ایجاد کیا۔
• ریڈیو: مارکونی نے ایجاد کیا تھا۔
• سورج کی روشنی زمین پر آٹھ منٹ میں آتی ہے۔
• اقوام متحدہ کا صدر دفتر نیویارک میں ہے۔

ماسٹر عبدالصمد، درگاہ کارٹر، منگرول پیر، آکولہ

مختلف ممالک کی راجدھانی

اردن	عمّان
ترکی	انقرہ
جرمنی	برلن
تنزانیہ	دارالسلام
پاکستان	اسلام آباد
ایران	تہران
سعودی	ریاض
عراق	بغداد
روس	ماسکو
بنگلہ دیش	ڈھاکہ

شفا کوثر۔ حیدر لوج، چندوارہ مظفر پور بہار

• اسپین کا قومی نشان عقاب ہے۔
• ہندستان کا سب سے بڑا انعام "بھارت رتن" ہے۔
• ہندستان کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش ہے۔ (آبادی میں)
• سب سے زیادہ ہاکی ورلڈ کپ جیتنے والا ملک پاکستان ہے۔
• بنگال میں اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما ہے۔

سلطانہ جہاں عبدالمناف، کاسودہ، جلگاؤں

• ہندستان میں سب سے پہلی ریل ۱۶ اپریل ۱۸۵۳ء میں چلی۔
• ہندستان میں ۸ ہزار ریلوے اسٹیشن ہیں۔
• ہندستان میں سب سے لمبا پلیٹ فارم سون پور اسٹیشن کا ہے جس کی لمبائی ۲۴۱۵ فٹ ہے۔

محمد سالک جمیل برار مالیر کوٹلہ پنجاب

السلام علیکم عتیق الرحمٰن صدیقی

اس کتاب میں صدیقی صاحب نے آسان زبان میں بچوں کے لیے مذہبی معلومات فراہم کی ہیں۔ جس میں موصوف کے ۱۸ مضامین شامل ہیں۔ قیمت = ۷/۵۰

جھیل کا راز
ثریا فرخ
قیمت 6/-
ٹھگ نے ٹھگا ٹھگ کو
البصار عبدالعلی
قیمت 4/-
خوب
صورت
گیٹ اپ
کے
ساتھ
مکتبہ
پیامِ
تعلیم
کی
دیدہ
زیب
کتابیں
پیار کا پنچھی
فرخندہ لودھی
چوں چوں بیگم
شفیقہ فرحت
قیمت 4/50
گلی ور کے دیس میں
حیرت
انگیز
سفر
قیمت 6/-
میرزا ادیب
قیمت 9/-
تانبیل خاں
حسین حسان جامعی
قیمت 3/-

آدھی ملاقات

• مارچ کا پیام تعلیم موصول ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا، خاص طور سے اس بات کی خوشی ہوئی کہ میرا نام پیام تعلیم میں شائع ہوا۔

امجد اقبال، ڈھٹی، اررریہ، بہار

• میں پیام تعلیم کا مطالعہ پانچ سال سے کر رہا ہوں۔ مجھے مارچ کا پیام تعلیم چاندی کی طرح چمکتا ہوا ملا۔ دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو اٹھا اور خوشی کی بات یہ بھی تھی کہ میرا نام بھی اس میں چھپا تھا۔

محمد حامد اقبال، ڈھٹی، مدنپور بازار، اررریہ بہار

• ہمارے استاد محترم محمد فضل اللہ قریشی صاحب کے ذریعے ہم طالب علموں کو ہر ماہ پابندی سے پیام تعلیم مل جاتا ہے۔ اس پرچے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ سنجیدہ، شائستہ پاکیزہ تخلیقات دلوں کو موہ لیتی ہیں۔ اتنی کم قیمت پر اتنا اچھا پرچہ پورے ملک میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

محسنہ بیگم، رحمانیہ اسکول، آرمور اے پی

• ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیام تعلیم پڑھنے کے بعد اگر اس پر عمل کیا جائے تو انسان کے جینے کی راہ آسان ہو جائے گی۔ مجھے پیام تعلیم کا ہر مضمون پسند ہے خاص طور پر اقوال زریں و گدگدیاں۔

جوہی مہناز، نزد جامع مسجد ضلع کریم نگر اے پی

• مارچ کا پیام تعلیم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ میرا ایک دوست محمد کونین عالم کا نام قلمی دوستی میں چھپا، اس کو وہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

مظفر اشرفی چوکتا اررریہ بہار

• میں بہت دنوں سے پیام تعلیم کا شائق ہوں اس میں لطائف، اشعار اور کہانیاں بہت پسند کرتا ہوں اور قلمی دوستی میں حصہ لینا چاہتا ہوں لیکن مجھے اس میں شامل ہونے کے طریقے معلوم نہیں۔ میں یہ خط پہلی بار لکھ رہا ہوں۔

عاصم علی، اردو ہائی اسکول، اکوٹ، آکولہ

• فروری کا پیام تعلیم ملا، آدھی ملاقات، کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ ہم شکل ہم عمر کی قسط کا تو جواب نہیں۔ ہر ماہ اس کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔

فوزیہ کبریٰ قاضی منزل، مبارک پور اعظم گڑھ

• ماہ فروری کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ اس ماہ کے سبھی مضامین اچھے تھے۔ میں پیام تعلیم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک اور کالم شروع کریں جس میں ہم پیامی بھائی بہن سوال کریں اور ہمیں اس کا صحیح جواب ملے۔

ہلال خاں۔ ایچ، کیو، آر، اسکول، آسنسول

• میں اپنے دوست کا نام پیام تعلیم میں دیکھ کر

بہت خوش ہوا اور میرے دل نے چاہا کہ میں بھی آپ کو خط لکھ ڈالوں۔ میری تحریر ابھی تو نہیں ہے پھر بھی مجھ کو آپ سے امید ہے کہ آپ جس طرح میرے دوست کی تحریر کو چھاپ دیتے ہیں اسی طرح میری تحریر کو بھی چھاپ کر مجھے خوش کرنے کی کوشش کریں گے

عبدالرؤف تاج الدین بیجاپوری، اسلام پور ضلع سانگلی

● ماہ فروری کے پیام تعلیم میں تمام مضامین اچھے ہیں میں گدگدیاں، میرے پسندیدہ اشعار، کا کالم بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔

محمد عبدالرؤف آرمور ضلع نظام آباد اے پی

● ماہ فروری کا پیام تعلیم ماشاء اللہ بہت دلکش اور پیارا رہا۔ اس کی سبھی کہانیاں، آدھی ملاقات گدگدیاں، اپنا تعارف خود کرائیے، وغیرہ بہت پسند آیا۔

محمد پرویز امام (ہیرا) جے کے کالج روڈ، پرولیا۔

● فروری کے پیام تعلیم کے کالم قلمی دوستی میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میں اپنا پیارا پیام تعلیم تقریباً تین سال سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں مجھے ہر کالم پسند ہے اور "ہم شکل ہم راز"، دل کو چھو لینے والی کہانی ہے۔

ساجد صبا، مرزا پور کوٹھی، فاربس گنج، ارریہ بہار

● ماہ فروری کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر قلبی راحت ہوئی۔ اس شمارے کی سبھی کہانیاں مجھے پسند آئیں خاص طور پر "حکیم کوتروالے، میاں خوں خوں، آخری سبق، محسن اعظمؐ" بہت پسند آئے۔

تبسم نسرین، محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک امراوتی

● ماہنامہ پیام تعلیم ہر ماہ میرے انجمن جمیعۃ البیان میں آتا ہے اور ہم لوگ بغور اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور میں خود بھی اس کا سالانہ خریدار ہوں مجھے یہ رسالہ بے حد پسند ہے۔

وسیم احمد، مقام شہدولی، پوسٹ پتھرواں، یو پی

● فروری کا شمارہ ملا تو دل باغ باغ ہوگیا۔ رسالہ میں مجھے سب سے پہلے جاگو اور جگاؤ، نظر آیا۔ سبھی کالم بڑے اچھے ہیں۔ گدگدیاں پڑھتے پڑھتے ہی پیٹ میں بل پڑ گئے۔

اشفاق احمد، جامیر، جلگاؤں، مہاراشٹر

● آج پیام تعلیم کا دسمبر کا شمارہ ہاتھ میں ہے۔ سبھی کہانیاں پسند آئی ہیں جن میں جادو کا پلنگ، بٹوارہ، اور "ہم شکل ہم راز" قابل ذکر ہیں۔

عبدالرشید ہاسپیٹل روڈ (شہر کا نام نہیں لکھا)

● میں نے پیام تعلیم اپنے دوست کے پاس دیکھا۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ میں آپ کو منی آرڈر کے ذریعے ۴۵/ روپے ارسال کر رہا ہوں۔ لہٰذا آپ میرے پر اپریل ۹۶ تا مارچ ۹۷ تک روانہ کریں۔

شکیل احمد مسجد نور، نظام آباد اے پی

● پیام تعلیم رسالہ ملا۔ "آدھی ملاقات" کے کالم میں اپنا نام دیکھ کر خوشی ہوئی۔ اس کے علاوہ کہانیاں اور دیگر کالم بھی اچھے تھے۔

دستگیر سب عثمان، نزد سٹی مسجد، اتھنی، کرناٹک

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ● ● ●

اقوالِ زرّیں

• تمام بُری خصلتوں میں سب سے بُری دو خصلتیں ہیں انتہائی بخل۔ انتہائی بزدلی۔

• سخی گناہ گار اللہ کے نزدیک بخیل عابد سے بہتر ہے۔

• کسی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور دعا کرے کہ اے خدا رزق دے۔ خدا آسمان سے سیم و زر کی بارش نہیں کرتا۔

• اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز روزِ حشر ہے۔

• سب سے بڑی خیانت قوم اور ملّت کی خیانت ہے۔

• جب تک کسی بات کو عقل کے ترازو میں تول نہ لو جواب ہرگز نہ دو۔

• طمانیتِ قلب چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو۔

اعجاز احمد فدائی، ابراہیم پور (پھاٹک) اعظم گڑھ

• امید بہترین دولت ہے جو بھٹکنے نہیں دیتی۔

• ایسے زندہ رہو کہ لوگ تمھاری موت کی دعا نہ کریں۔

• سچے کا تھوڑا سا مال جھوٹے کی بہت سی دولت سے اچھا ہے۔

ترنم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک، امراؤتی

• ماں کا دل مضبوط ہو تو اولاد بھی بہادر بنتی ہے۔

• ماں باپ کی عزت کرو، اولاد تمھاری عزت کرے گی۔

• ماں ایک آہ ہے جو سیدھی عرش بریں پر جاتی ہے۔

• ماں کی اس بات سے ضرور... ہمیشہ ڈرو کہ ماں نفرت یا فریاد سے آسمان کی طرف ہاتھ نہ اٹھا دے۔

ماں لف رفیق بالاپور ضلع آکولہ، مہاراشٹر

• فجر کی نماز ترک کرنے والے کے چہرے سے نور ختم ہو جاتا ہے۔

• ظہر کی نماز ترک کرنے والے کے رزق سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

• عصر کی نماز ترک کرنے والے کے جسم سے قوت ختم ہو جاتی ہے۔

• مغرب کی نماز ترک کرنے والے کے اولاد سے کوئی فیض حاصل نہیں ہوتا۔

• عشاء کی نماز ترک کرنے والے کی نیند سے راحت ختم ہو جاتی ہیں۔

محمد رضوان قمر، محلّہ چھجو بہار شریف، نالندہ

• جھوٹ بہت بڑا عیب ہے۔

• تہذیب و تمدن اچھی چیز ہے۔

• جہالت سب سے شرمناک عیب ہے۔

• غرور بہت بڑا مرض ہے۔

• عمر سفر کرنے والے کی طرح مہمان ہے۔

• مال ڈھلتے ہوئے سایے کی طرح ہے۔

• انسان کی تنہائی بہتر ہے بُروں کی مجلس سے

بلال احمد، راجاپور، سکرمہ، اعظم گڑھ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت و فرمانبرداری کرو، تمھاری اولاد تمھاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی اور تم پاک دامنی کے ساتھ رہو۔ تمھاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ (معجم اوسط الطبرانی)

عبدالسلام شیخ، ملکاپور، بلڈانہ، مہاراشٹر

• دنیا میں سب سے بڑا بہادر وہ شخص ہے جو اپنے غصّہ کو پی لے۔

• صبر کی توفیق سے بہتر کوئی نعمت نہیں ۔
• سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں ۔
• وہ مسلمان نہیں جو پیٹ بھر کھائے اور پڑوسیوں کو بھوکا رکھے ۔
• تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیوی کے حق میں اچھے ہیں ۔
• ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہو ۔
• جھوٹ بولنا منافق کی خاص نشانیوں میں سے ہے ۔
• عہد کا پورا نہ کرنا منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے ۔

محمد شمیم الدین بھاگل پوری، جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ

• خلوص دل سے کرنی چاہیے ۔
دعاء
• کبھی چھوٹا نہیں ہوتا ۔
مرض
• کسی کا انتظار نہیں کرتی ۔
موت ؛
• یاد رکھنا ضروری ہے ۔
موت
• کوئی دوسرا نہیں چھین سکتا ۔
علم ۔
• انسان کو ذلیل کرتی ہے ۔
چوری، چغلی ،

پرویز اختر، نالہ روڈ، راوڑکیلا، اڑیسہ

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

• جو تم سے جدائی اختیار کرے تم اس سے قریب تر ہونے کی کوشش کرو ۔
• جو تم پر ظلم کرے تم اس کو خوشی کے ساتھ معاف کر دو ۔
• خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں جس کی شرارتوں سے پڑوسی امن میں نہ ہو ۔
• تم میں سب سے زیادہ عقلمند شخص وہ ہے جس کے دل میں خدا کی محبت ہے ۔
• مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے لوگ محفوظ رہیں
• برے ساتھیوں کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے تنہا رہا جائے ۔

فیروز بخت ، دیوان پورہ، کھنگر ول پیر آکولہ

کل اور آج

• کل نوجوان ہر چیز سے بے خبر اپنی تعلیم میں مگن تھے اور آج تعلیم سے بے خبر ہیں
• کل بچے معصوم تھے اور آج چالاک ہیں ۔
• کل شیطان کے برے کاموں سے انسان پناہ مانگتا تھا اب ان کے برے کاموں سے شیطان پناہ مانگے ۔
• کل نوجوان اپنی جیب میں قلم رکھتے تھے کہ نہ جانے کب لکھنا پڑ جائے ۔ اور آج اپنی جیب میں کنگھا رکھتے ہیں کہ نہ جانے کب بال سنوارنے پڑ جائیں ۔

محمد اجمل مدرسہ عثمان بن عفان، جامعہ نگر، نئی دہلی

• والدین کی خدمت کرنا بھی خدا کی عبادت ہے ۔
• جو اپنے والدین کا حکم مانتا ہے خدا اس کی سنتا ہے ۔
• والدین کی اتنی خدمت کرو کہ وہ تم سے خوش ہو جائیں اور تمہیں دعائیں دیں جن سے تمہاری آخرت سنور جائے ۔

● والدین کی نافرمانی مت کرو کیونکہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔
● اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شخص سے میں بھی راضی ہوتا ہوں جس سے اس کے والدین راضی ہو۔

محمد جنید، اسلامی پورہ، کلگاؤں، مہاراشٹر

● سلام، اسلام کی نشانی ہے۔
● نماز جنت کی کنجی ہے۔
● دُعا یقین کی آواز ہے۔
● جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔
● اپنے آپ کو پاکیزہ بناؤ۔
● دل کی سب سے بڑی بیماری لالچ ہے۔

مدثر احمد خاں، آسے گاؤں، ہنگرول، آکولہ

● آپس میں تحفوں کا تبادلہ کیا کرو، یہ محبت کا باعث ہوتا ہے۔
● جنت میں بد خلق، بدگو اور سخت گو آدمی داخل نہیں ہوگا۔
● زیادہ نہ ہنسو، زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔
● یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں، بس ایک دل بہلاؤ اور کھیل ہے۔
● دل کی بات چاہے تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جان لے گا۔
● جو شخص اپنے بزرگوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
● نیک وہ شخص ہے جو قرض خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

عاشق حسین کاشمیری، باندی پورہ، بارہ مولہ کشمیر

● حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

● شیطان جھوٹوں سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی بہتر طریقہ پر خدمت کرتے ہیں اور مزدوری کچھ نہیں مانگتے۔
● تفکر انسانی دل و دماغ کی پھلواری ہے جس میں پھول بھی کھلتے ہیں اور کانٹے بھی پیدا ہوتے ہیں۔
● شیطان میں اگر کوئی خوبی ہو سکتی ہے تو یہی کہ وہ کاہل نہیں ہے اور ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔
● جب کوئی بندہ خوف الٰہی سے کانپتا ہے تو اس کے بدن سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کو ہلانے سے پتے۔

انیسہ ناز شیخ ساٹدو، اسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

● ڈرنا چاہتے ہو تو خدا سے ڈرو۔
● رونا چاہتے ہو تو اپنے گناہوں پر روؤ۔
● حاصل کرنا چاہتے ہو تو علم حاصل کرو۔
● پہننا چاہتے ہو تو پورا لباس پہنو۔
● خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوشی دو۔
● قسم، قلم اور قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔

شہزادہ ابوسلمہ، محلہ چھجو، بہار شریف، نالندہ

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتا ہے کہ
● میری طرف آکر تو دیکھ۔ متوجہ نہ ہوں تو کہنا۔
● میری راہ میں چل کر تو دیکھ۔ راہیں نہ کھول دوں تو کہنا۔
● دھونی جما کر تو دیکھ۔ علم و حکمت کے موتی نہ بکھیر دوں تو کہنا۔
● مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ۔ سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا۔
● میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ۔ مغفرت کے دریا نہ بہا دوں تو کہنا۔
● میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھ۔ تکریم کی

انتہا نہ کر دوں تو کہنا۔
• بالآخر میرا ہو کر تو دیکھو۔ ہر کسی کو تیرا نہ بنا دوں تو کہنا۔

عمران زبیری، ہنلفٹ ویر، گنگ روڈ، ہمیر پور

• بہتر وہ شخص ہے کہ دیر سے خفا ہو اور جلد راضی ہو جائے۔ بدتر شخص وہ ہے جو جلد غصہ ہو اور دیر سے راضی ہو۔
• تکلیف کی زیادتی محبت میں کمی کا باعث بن جاتی ہے۔
• زندگی کو غنیمت سمجھو یہ عنقریب تم سے لے لی جائے گی۔

قاضی محمد عبدالخالق، فورٹ ہائی اسکول، جگتیال

بے کار ہے
• وہ علم جس پر عمل نہ ہو۔
• وہ روزی جو حلال نہ ہو۔
• وہ عبادت جو سچے دل سے نہ ہو۔
• وہ زندگی جس میں جدو جہد نہ ہو۔
• وہ دوستی جس میں ایثار و وفا نہ ہو۔

محمد صادق، مانک چوک امراپور، بلڈانہ مہاراشٹر

• خاموشی ایک آسان عبادت ہے۔
• خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔
• خاموشی سونے کی طرح قیمتی ہے۔
• خاموشی عاقلوں کا شیوہ ہے۔
• خاموشی دل کا سکون ہے۔

محمد شعیب باغباں، اکھنی، کرناٹک

• نیکی سے عمر بڑھتی ہے۔ (حضور اکرمؐ)
• والدین کی خوشنودی دنیا میں باعث دولت اور آخرت میں باعث نجات ہے۔
• دشمن کے حسن سلوک پر بھروسا مت کرو کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے پھر بھی اسے بجھانے کے لیے کافی ہے۔
• زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔
• دیو کی طرح طاقتور ہو جانا بڑی اچھی بات ہے لیکن طاقت کو دیو کی طرح استعمال کرنا ظلم ہے۔

محمد ارشد، ایس۔ آئی۔ او۔ مالیر کوٹلہ

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " والدین کی وفات کے بعد ان سے بھلائی کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ ان کے لیے دعاء و استغفار کرنا۔
۲۔ ان کے لیے عہد (وصیت، وعدہ) کو پورا کرنا۔
۳۔ ان کے دوستوں اور ملنے والوں سے احترام و تعظیم سے پیش آؤ۔
۴۔ اس رشتہ کو ملانا جو ان کی طرف سے تمہارے ساتھ تعلق رکھتا ہو یعنی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، ایسے رشتوں کا پورا پورا لحاظ کرنا۔

اشہر شباب اعظمی، کمرواں، نروہ، اعظم گڑھ

• حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
• جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔
• اگر آخرت میں عزت کی زندگی چاہتے ہو تو دنیا میں نیک عمل کرو۔
• اللہ سے ڈرنا اور اسی پر بھروسا کرنا مسلمان کے لیے کافی ہے۔

محمد توقیر عالم، خلیل آباد، ارریہ، بہار

• دنیا کے لیے اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے۔
• آخرت کے لیے اتنی محنت کر جتنا تجھے وہاں رہنا ہے۔
• اللہ کی رضا کے لیے اتنی کوشش کر جتنا تو اس کا محتاج ہے۔
• گناہ اتنا کر جتنا تجھ میں عذاب سہنے کی طاقت ہے۔

محمد اسلم شیخ ٹیکری پورہ منگرول پیر آکولہ

ایک بار ایک ایسے علاقے میں تین مہینے تک کی کرکٹ سیریز کھیلی گئی جہاں بندر بہت تھے۔ ناریل کے درختوں نے وسیع علاقہ گھیر رکھا تھا۔ کرکٹ میچوں کے دوران بندر کئی کئی گھنٹے لگاتار الٹے ٹکٹکی باندھ کر میچ دیکھتے رہتے۔ انھیں کھلاڑیوں کا گیند کو کیچ کرنا اور وکٹوں کا نشانہ لینا بہت پسند آیا۔ سیریز تو ختم ہو گئی مگر بندروں کو چونکہ یہ ادا پسند آ گئی تھی، اس لیے وہ ناریل سے وکٹوں کا نشانہ لینے اور کیچ کرنے کی مشق کرتے رہے۔ اس دوران وہاں سے ایک دانشور کا گزر ہوا۔ اس نے حکایات لقمان پڑھ رکھی تھیں۔ جب اسے پیاس لگی تو سوچا کہ بندر کو پتھر ماروں وہ بھی جواب میں میرے ناریل مارے گا۔ اس طرح مجھے ناریل مل جائے گا اور اس کے پانی سے پیاس بجھالوں گا۔ اس نے پتھر مارا تو بندر نے لپک کر کیچ کر کے وہی پتھر دانشور کے سر پر دے مارا۔ دانشور مایوس ہوا اور زخمی سر لے کر یہ کہتا ہوا رفو چکر ہو گیا۔ "نقل کرنے کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔"

انیس الدین زبیری، قصبہ رچھا ضلع بریلی یوپی

سب سے پہلے

• سب سے پہلے "سبحان اللہ" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا عرش کی عظمت دیکھ کر۔
• سب سے پہلے "الحمد للہ" حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، جب روح پھونکی گئی تو چھینک کر کہا۔
• سب سے پہلے "لا الٰہ الا اللہ" حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان دیکھ کر کہا۔
• سب سے پہلے "اللہ اکبر" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ دیکھ کر۔
جو یہ کلمات کہے گا ان چاروں حضرات کے سایہ میں رہے گا۔

سید یاسر احمد میسور

• ناپاک اور حرام کمائی کے کپڑے پہن کر نماز قبول نہیں ہوتی۔
• فرض نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

محمد جھناں، چک عبدالغنی، سمیو پٹی، سمستی پور

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک رئیس زادے اور غریب زادے میں گفتگو ہوئی۔ رئیس زادے نے کہا کہ دیکھو ہمارے باپ کی قبر کیسی عمدہ اور مضبوط ہے جس پر شان و شوکت برستی ہے اور تمہارے باپ کی قبر کچی اور شکستہ ہے جس پر بے بسی برستی ہے۔ غریب زادے نے کہا بیشک یہ فرق ہے لیکن قیامت کے دن میرا باپ تو قبر میں سے آسانی سے باہر آئے گا اور تمہارا باپ پتھر ہی ہٹانے میں رہے گا وہ جب تک پتھر اور چٹانوں کو ہٹاتا رہے گا، میرا باپ جنت میں پہنچ جائے گا

روبینہ پروین نور خاں ماسٹر، دلیان پورہ منگرول پیر

قلمی دوستی

نام: تاجدار احمد شمس بابر قادر　　عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت رضی احمد تنہا، مقام اسلام نگر ارریہ بہار

نام: فیصل امین　　عمر: ۱۴ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ یو، پی

نام: آصف اقبال　　عمر: ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محلہ احسان پورہ نزدیک مسجد پانڈیاں، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب ۱۴۸۰۲۳

نام: محمد اختر　　عمر: ۱۹ سال
تعلیم: بی ایڈ

مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: انتظامیہ کمیٹی مسجد سرور روڈ، بائی پاس مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور پنجاب

نام: محمد انوار　　عمر: ۱۷ سال
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: انتظامیہ کمیٹی مسجد سرور روڈ، بائی پاس، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب

نام محمد شکیل　　عمر: ۱۸ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: محلہ جرگ چوک، لدھیانہ روڈ، مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب

نام: محمد دلشاد　　عمر: ۱۸ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، حدیث سننا
پتا: انتظامیہ کمیٹی مسجد سرور روڈ، بائی پاس مالیر کوٹلہ ضلع سنگرو، پنجاب

نام: محمد اکمل حسین صادق　　عمر: ۱۴ سال
تعلیم: دوسری جماعت
شغلہ: پیام تعلیم اور دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مقام و پوسٹ چندن بارہ، وایا کنڈواچین پور ضلع مشرقی چمپارن بہار

نام: محمد رضوان قمر　　عمر: ۱۵ سال
تعلیم: بارھویں جماعت (سائنس)
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اور دوستی نبھانا

پتا: محلہ بھو، بہار شریف (نالندہ) بہار

نام: محمد صابر حسین انصاری
تعلیم: حفظ قرآن پاک
مشغلہ: دل لگا کر پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: بکرام پور باندے، وایا سمبوپٹی، سمستی پور بہار

نام: قاری محمد صبغت اللہ عارفی   عمر: ۱۷ سال
تعلیم: درجۂ حفظ
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ہرسنگھ پور، وایا بینی پور، ضلع دربھنگہ بہار

نام: محمد نظیف
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت ماسٹر عبدالصمد، درگاہ کارٹر، منگرول پیر ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام: اعجاز احمد انصاری   عمر: ۱۸ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت محمد عارف کنٹی کاکنوں پورہ رانی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

نام: حافظ محمد ظفر انصاری   عمر: ۱۸ سال
تعلیم: درجہ حفظ
مشغلہ: جری کا کام سیکھنا
پتا: محلہ پورہ رانی، مدرسہ یتیم خانہ، شمودھی روڈ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یو۔پی

نام: فضل محمد صدیقی   عمر: ۱۹ سال

تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: مکان نمبر ۱/۱۲۰۵-۱۳-۹، برکت پورہ نظام آباد۔ اے۔ پی

نام: شکیل احمد   عمر: ۱۹ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مکان نمبر ۱۷-۵-۱۵-۱، اشوک نگر، آرمور ضلع نظام آباد۔ اے۔پی

نام: محمد شمشاد   عمر: ۱۶ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت محمد یٰسین فروٹ سیلر، نزدیک مسجد پانڈیاں مالیرکوٹلہ، ضلع سنگرور پنجاب

نام: محمد راشد حسین سمیلوی   عمر: ۱۲ سال
چھٹی: چھٹی جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا
پتا: سلفیہ جونیر ہائی اسکول، دربھنگہ بہار

نام: محمد ارشد حسین سمیلوی   عمر: ۸ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: کمپیوٹر سیکھنا، کراٹے سیکھنا
پتا: بارہ سمیلا کیوٹی رنوے، سلفیہ جونیر ہائی اسکول، دربھنگہ، بہار

نام: محمد رحمت اللہ سمیلوی   عمر: ۱۶ سال
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: سائنس اور انگریزی کا دلچسپی سے مطالعہ کرنا

پتا: باڑھ سمیلا، کیوٹی رنوے، سمیلا لال گنج، دربھنگہ، بہار

نام: شاکر انور تنہا
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: حمد و نعت پڑھنا
پتا: انور حسین، مقام جوگند، ارریہ بہار

نام: طارق انور
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: معرفت محمد شمس الحق، مقام چکنی کملداہا
ضلع ارریہ، بہار

نام: شکیل احمد شیخ
تعلیم: بی۔ اے
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: چہل پورہ، منگرول پیر، آکولہ، مہاراشٹر

نام: محمد توقیر عالم راہی عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: بیرگاچھی، ارریہ بہار

نام: عاطف رفیق عمر: ۱۴ سال
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت شیخ قدیر بابو، آشیانہ منزل
تلگونگر، ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر

نام: مجیب عالم عمر: ۱۲ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کورس کی کتابیں پڑھنا

پتا: معرفت مقصود عالم نزد پرانی مسجد، سمن پورہ
راجا بازار - پٹنہ ۱۴

نام: جاوید عالم عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت منصور عالم، نزد پرانی مسجد، سمن پورہ
راجا بازار، پٹنہ۔

نام: محمود عالم عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: محنت سے پڑھنا
پتا: معرفت سلیم الدین۔ گاندھی روڈ، میٹھاپور، پٹنہ

نام: ابرار احمد محمد اشفاق عمر: ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: مکان نمبر ۲۲۰۴، ستار محلہ، نندوبار، ضلع دھولیہ ایم ایس

نام: امتیاز احمد عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ، بہار

نام: اشرف علی عمر: ۱۰ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے، دربھنگہ بہار

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

ترتیب کے لیے پچھلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

۱۔ عبدالرشید

۲۔ میرے والد صاحب قبلہ کا نام محمد محبوب بھساری۔

۳۔ میرے علاوہ ایک بھائی یونس، اور ایک بہن ریشماں ہے۔

۴۔ میں لیڈی شریفہ امین جونیر کالج کی ڈی۔ ایڈ سال دوم کا طالب علم ہوں۔ میرے بھائی جنتا جونیر کالج شرول میں زیر تعلیم ہے۔ اور بہن اینگلو اردو ہائی اسکول اور واڑ میں نویں جماعت میں زیر تعلیم ہے۔

۵۔ میرا پسندیدہ مضمون "اردو" رہا ہے بعدہٗ جغرافیہ، تاریخ

۶۔

جناب رفیق دستا	انگریزی پڑھاتے ہیں
جناب عبدالمجید منّا صاحب	جغرافیہ پڑھاتے ہیں
جناب عبدالکریم بلاری	سائنس پڑھاتے ہیں
جناب شوکت ملانی	مراٹھی، ہندی پڑھاتے ہیں۔

۷۔ کرکٹ میرا سب سے زیادہ پسندیدہ کھیل ہے۔ کیونکہ بچپن سے مجھے اس کھیل میں دلچسپی ہے۔

۸۔ جب کوئی اچھی کرکٹ ٹیم جیتتی ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور جب کوئی اچھی کرکٹ ٹیم ہار جاتی ہے تو شدید صدمہ ہوتا ہے۔

۹۔ ایسے تمام لباس جس سے شرافت اور پاکبازی ظاہر ہو، مجھے بے حد پسند ہے۔ غذا میں میٹھی چیزیں زیادہ پسند کرتا ہوں مگر الّٰہ میاں جو دے دیں میں بہ خوشی کھا لیتا ہوں۔

۱۰۔ دوست یوں تو بے شمار ہیں لیکن مبین انصاری اور جمیل صدیقی رفیق خاص ہیں۔

۱۱۔ میں اپنے دوستوں کو "قلم" تحفے میں دیتا ہوں۔

۱۲۔ جی ہاں! بعد نماز فجر دو گھنٹے، شام چار بجے کھیل کود، بعد نماز عشاء ہوم ورک اور دیگر پڑھائی کے لیے۔

۱۳۔ میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا بھی مانتا ہوں۔

۱۴۔ مصنفین میں: مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالحق، عابد حسین وغیرہ۔ شعرائے کرام میں علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی اور مرزا غالب بہت پسند ہیں۔

۱۵۔ پیام تعلیم رسالہ کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ سائنس اور معلوماتی مضامین کے کالم، قلمی دوستی، اشعار، اقوال زریں، گدگدیاں، حکیم صاحب کے مشورے وغیرہ مستقل کالم سب سے زیادہ پسند ہیں کوئی حصہ یا کوئی کالم ایسا ہو ہی نہیں سکتا جسے ناپسند کیا جائے۔
۱۶۔ میں مستقبل میں تعلیم حاصل کرکے آدرش مدرس بننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ معلم معمار قوم ہوتا ہے قوم کے نونہالوں کے اخلاق و کردار کی تعمیر میں اس کا سب سے بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو تم حاصل کرتے ہو، دوسروں تک پہنچانا تبلیغ بھی ہے۔
میرا پتا: عبدالرشید محمد بھساری، پوسٹ، ٹینال تعلقہ شرول، ضلع کولہاپور مہاراشٹر ۴۱۶۱۰۴

۱۔ ارشاد احمد انصاری
۲۔ والد صاحب کا نام جناب خلیل احمد (مرحوم)
۳۔ ہم چار بھائی اور چھے بہنیں ہیں۔ بھائیوں کے نام آفاق احمد، اشفاق احمد، اشتیاق احمد اور بہنیں زبیدہ خاتون (مرحومہ)، نور جہاں خاتون، جمیلہ خاتون، آسیہ خاتون، عالیہ خاتون، صالحہ خاتون۔
۴۔ میں گیارھویں جماعت میں زیر تعلیم ہوں۔ میرے اسکول کا پتا یہ ہے۔ ایچ۔ آئی۔ سی دھمّور سلطان پور۔ میرے بھائی آفاق احمد اور اشفاق احمد سرکاری ملازم ہیں۔ اشتیاق احمد بمبئی میں سلائی کے کاریگر ہیں۔ سبھی بہنیں اپنے اپنے گھر پر ہیں۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ہے۔
۶۔ ہمیں جو ٹیچر پڑھاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

او۔ پی ورما	فزکس
عبدالعزیز انصاری	کیمسٹری
کے۔ کے سنگھ	حیوانیات
بتن سنگھ	انگریزی
آر۔ این پانڈے	ہندی

۷۔ مجھے بیڈمنٹن کا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ جب میں ہائی اسکول فرسٹ کلاس پاس ہوا تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ دکھ کا لمحہ وہ ہے جب میرے والد صاحب کا انتقال ہوا۔
۹۔ میں لباس میں سادہ کپڑا اور کھانے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ وقت پر دیتا ہے۔ اللہ کا شکر بجالاتا ہوں۔
۱۰۔ میرے قریب ترین دوست مصطفےٰ کمالی اور دل بہادر سنگھ ہیں۔
۱۱۔ ابھی تو نہیں لیکن کوشش کروں گا۔
۱۲۔ ہاں! پڑھنے کا وقت شام ۶ بجے سے رات ۱۰ بجے تک اور صبح ۴ بجے سے ۱۰ بجے تک۔ اور کھیلنے کا وقت عصر اور مغرب کے درمیان۔
۱۳۔ جی ہاں! میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا کہنا مانتا ہوں اور ان کا احترام کرتا ہوں۔

۱۴۔ مصنفین میں: پریم چند، شکیل صدیقی، یوسف ناظم۔ شاعروں میں: علامہ اقبال، مرزا غالب، الطاف حسین حالی بہت پسند ہیں۔
۱۵۔ آنکھوں کا تارا پیام تعلیم کا مطالعہ میں مارچ ۱۹۹۵ء سے کر رہا ہوں۔ ہمیں اس کے سبھی کالم پسند ہیں۔
۱۶۔ میں مستقبل میں ڈاکٹر بن کر عوام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔
میرا پتا: ارشاد احمد انصاری، دھمور، سلطانپور یوپی۔

۱۔ ہلال خان۔
۲۔ والد محترم کا نام اختر خان۔
۳۔ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا لڑکا ہوں۔
۴۔ میں اردو میڈیم حاجی قدم رسول جونیر ہائی اسکول کا طالب علم ہوں۔ میں درجہ آٹھویں میں پڑھتا ہوں۔ اسکول کا پورا پتا: حاجی قدم رسول جونیر ہائی اسکول، حاجی نگر آسنسول ۲
۵۔ تاریخ ہمارا پسندیدہ مضمون ہے۔
۶۔ اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

انور حسین	ریاضی
قاسم شاہ	ریاضی اور جغرافیہ
محمود خاں	تاریخ
اسلم قریشی	اردو
نیاز احمد	انگریزی
شکیل	لائف سائنس
قاسم آفتاب	فزیکل سائنس

۷۔ کبڈی۔ کیونکہ یہ ہمارا قومی کھیل ہے۔
۸۔ ہماری زندگی میں خوشی کا وہ لمحہ تھا جب میں نے اپنے اسکول میں ڈراما "بھوکا انسان" کا رول ادا کیا اور میں اوّل انعام کا حقدار بنا۔ میری زندگی میں دکھ ابھی تک آیا ہی نہیں۔
۹۔ مجھے سفید لباس بہت پسند ہے۔ غذا میں دال چاول اور سبزی زیادہ کھانا پسند کرتا ہوں۔
۱۰۔ عبداللہ، سونو خاں، شاداب عالم، مرغوب الحسن، اشتیاق احمد، فیاض عالم، امجد احمد۔
۱۱۔ جی ہاں میں اپنے دوستوں کو دلی تحفہ دیتا ہوں اور یہ تحفہ سبھی تحفوں سے انمول ہوتا ہے۔
۱۲۔ پڑھائی کا وقت۔ صبح نو بجے اسکول کی پڑھائی، چھٹی کے بعد دو گھنٹہ کھیلتا ہوں، اس کے بعد پڑھائی میں لگ جاتا ہوں۔ زیادہ کھیلنا مجھے پسند نہیں۔
۱۳۔ جی ہاں! میں اپنے سے بڑوں کی عزت کرتا ہوں اور ان کا کہنا ماننا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ماں

کے پیروں تلے جنت ہے۔ اساتذہ کا حق ماں باپ کے برابر ہے کیونکہ وہ علم کے راستے دکھاتے ہیں۔

۱۴۔ میرے پسندیدہ مصنفین ہیں: شکیل صدیقی اور کرشن چندر۔ پسندیدہ شاعر: علامہ اقبال، ظفر گورکھپوری، نظیر اکبر آبادی۔

۱۵۔ میں پیام تعلیم تین سال سے پڑھ رہا ہوں۔ ہمیں سبھی کالم پسند ہیں۔

۱۶۔ میں مستقبل میں ایک اچھا ایکٹر بننا چاہتا ہوں۔ یہ میری بچپن کی خواہش ہے۔

میرا پتا: ہلال خان، او، کے روڈ، ریل پار، آسنسول ۲۔ مغربی بنگال

۱۔ میرا نام سعید سلیم جاوید ہے۔

۲۔ میرے والد بزرگوار کا اسم گرامی مولانا اے۔ ایم۔ القاسمی ہے۔

۳۔ ہم دو بھائی ہیں اور ہماری چار بہنیں ہیں۔ جن کے نام ترتیب سے درج ذیل ہے۔
عزالہ فاطمہ زہرا، مسعود سعد سلمان، کنیز فاطمہ زہرا، سعید سلیم جاوید، لوز فاطمہ زہرا، شمامہ فاطمہ زہرا۔

۴۔ میری بڑی آپا جان Dr. V.K.S. College رفیع گنج سے انٹر کر چکی ہیں۔ میرے بھائی جان اسی کالج سے انٹر پاس کرنے کے بعد امارت ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ پھلواری شریف (پٹنہ) سے D E P کر رہے ہیں۔ میری دوسری باجی گرلس ہائی اسکول رفیع گنج سے میٹرک کر چکی ہیں اور میں R.B.R. High School رفیع گنج میں دسویں کلاس کا طالب علم ہوں۔ میری چھوٹی بہن گرلس ہائی اسکول رفیع گنج میں نویں کلاس کی طالبہ ہے اور سب سے چھوٹی بہن مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج میں پہلی کلاس کی طالبہ ہے۔ میرے اسکول کا پتا ہے۔ آر۔ بی۔ آر ہائی اسکول۔ مقام و پوسٹ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار)۔

۵۔ مجھے تاریخ سے بہت دلچسپی ہے۔ میں اس مضمون کے ذریعے دنیا کے گذشتہ واقعات بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔

۶۔ میرے اساتذہ کرام کے اسمار گرامی اور مضامین درج ذیل ہیں۔

ماسٹر عاشق حسین صاحب	فارسی
ماسٹر رفیق عالم صاحب	اردو
ماسٹر للن پرشاد سنگھ	انگریزی
ماسٹر رام چندر پرشاد	تاریخ
ماسٹر سریش پرشاد	جغرافیہ
ماسٹر منظور الحسن صاحب	سائنس، حساب
ماسٹر گپتا پرشاد	ہندی

۷۔ میں کھیلوں میں سب سے زیادہ فٹ بال کو پسند کرتا ہوں۔

۸۔ مجھے اب تک کی زندگی میں سب سے پہلے اس وقت بہت خوشی ہوئی جب میں نے پہلی اول

معمّا میں حصّہ لے کر پہلی بار نقد انعام حاصل کیا۔ اور سب سے زیادہ میں اس وقت دکھی ہوا جب خبر ملی کہ بد معاشوں نے ایودھیا کی پانچ سو سالہ پرانی بابری مسجد کو شہید کر کے زمین بوس کر دیا ہے ۔

۹۔ میں بالکل سادہ غذا، سادہ چاول یا روٹی پسند کرتا ہوں ۔

۱۰۔ میرے قریب ترین دوست: کمال احمد، تنویر نجم، تسلیم عارف، تسلیم احمد ہیں۔

۱۱۔ میں اپنے دوستوں کو زیادہ تر کتابوں کا تحفہ دیتا ہوں ۔

۱۲۔ میں نے اپنے پڑھنے اور کھیلنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے ۔ میں شام کو اسکول سے فرصت پانے کے بعد غروب آفتاب تک کھیلتا ہوں ۔ طلوع آفتاب کے وقت بھی کچھ ورزش وغیرہ کرتا ہوں ۔ بقیہ سارا وقت پڑھنے لکھنے اور کتابوں کے مطالعہ کرنے میں صرف کرتا ہوں ۔

۱۳۔ میں اپنے والدین، اساتذہ اور دوسرے بزرگوں کا جی جان سے احترام کرتا ہوں ۔

۱۴۔ میں شاعروں میں اقبال، حالی اور اکبر الہ آبادی کو اور ادیبوں میں سرسید، شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد اور پریم چند کے نگارشات کو بے حد پسند کرتا ہوں ۔

۱۵۔ پیام تعلیم میں اس وقت سے پڑھ رہا ہوں جب میں تیسری کلاس کا طالب علم تھا۔ پیام تعلیم کا ہر کالم میں بہت پسند کرتا ہوں۔

۱۶۔ میں ملک اور قوم کا سپاہی بننا چاہتا ہوں ۔

میرا پتا: معرفت: مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد بہار ۔

۱۔ کوثر جہاں

۲۔ ہم پانچ بھائی بہن ہیں۔ حمید خان، نعیم خان، کلیم خان، مہ جبیں فردوس

۳۔ میں کوثر جہاں، فسٹ ایر (جونیر کالج مسعود نگر عادل آباد) حمید خان، دسویں جماعت پاس ۔ نعیم خان، چھٹی جماعت (عزیزیہ اسکول عادل آباد)۔ کلیم خان، چوتھی جماعت۔ مہ جبین فردوس ساتویں جماعت (عزیزیہ اسکول عادل آباد)

۴۔ اردو اور تاریخ ۔

۵۔ میرے اساتذہ کے اسمائے گرامی اور مضامین درج ذیل ہیں۔

مسعود جعفری صاحب	تاریخ
مجیب صاحب	معاشیات
شفقت علی صاحب	اردو
منوہر صاحب	شہریت
وجے صاحب	انگلش

۶۔ کرکٹ ۔

۷۔ جب میری سالگرہ کے دن میری بہن فردوس نے مجھے قلم دیا تو وہ میرے لیے بہت خوشی کا دن

تھا۔ اور جب میں ایس ایس سی کے امتحان میں فیل ہوگئی، میری ۱۰ سال کی محنت بیکار ہوگئی، یہ لمحہ میری زندگی کا بہت دکھی تھا۔

۸۔ میرا پسندیدہ لباس سفید کرتہ، سفید پاجامہ اور سفید اوڑھنی ہے اور پسندیدہ غذا ترکاریاں لیکن ترکاریوں میں ٹماٹر کی چٹنی اور چاول۔

۹۔ قیصری، جبین، اسما، عرفانہ۔

۱۰۔ نہیں۔

۱۱۔ میں صبح پانچ بجے سے لے کر سات بجے تک پڑھتی ہوں، پھر گھر کا کچھ کام کرتی ہوں۔ پھر کالج جانے کی تیاری۔ کالج سے واپس آکر پانچ بجے سے لے کر نو بجے تک کھیلتی ہوں۔

۱۲۔ جی ہاں! میں اپنے والدین، اساتذہ، اور بزرگوں کا احترام کرتی ہوں اور ان کا کہنا مانتی ہوں۔

۱۳۔ مصنفین میں: رخ چودھری، میر امّن۔ شاعروں میں علّامہ اقبال، اور جگر مراد آبادی۔

۱۴۔ پیام تعلیم دو مہینے سے پڑھ رہی ہوں۔ اس میں سبھی کالم پسند ہے لیکن سب سے زیادہ قلمی دوستی۔

۱۵۔ بچوں کی ٹیچر بننا چاہتی ہوں۔

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ"، سر سید احمد خاں

جولائی ۱۹۹۶ء جلد ۸۴ شمارہ ۷

بچوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم

فی پرچہ 5/= روپے ـــ سالانہ 45/= روپے
سرکاری اداروں سے ـــ 65/= روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

اڈیٹر: **شاہد علی خاں**

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے جولائی ۹۶ء کا شمارہ حاضر ہے۔ ابھی تو آپ گرمی کی چھٹیوں کے مزے لے رہے ہوں گے۔ یہ شمارہ خود پڑھیے اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھوائیے۔ اس شمارے میں آپ کی نگارشات کے علاوہ آپ کے بزرگوں کے بھی نہایت اہم اور دلچسپ مضامین شامل ہیں۔ اے حمید صاحب کی خلائی سائنس ایڈونچر سلسلے کی دوسری قسط پڑھیے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم کا مضمون پڑھیے، جملے چھوٹے، چھوٹے، خیالات بلند سے بلند تر۔ پروفیسر عصمت جاوید نے کیا خوبصورت طریقے سے ۲۱ ویں صدی کا نقشا کھینچا ہے۔ رہے یوسف ناظم تو یہ آپ کے جانے پہچانے ادیب ہیں ان کے تو مضامین کی تعریف کرتے کرتے آپ تھکتے ہی نہیں۔ روشن لال روشن صاحب نے جس نرم لہجے اور پیارے انداز میں آپ حضرات کو نصیحت کی ہے۔ اس پر عمل کیجیے تو ملک کا وقار بلند ہوگا۔ نازاں صاحب کی نظم ہلکی پھلکی ہے مگر ہے دلچسپ۔ ہمارے ندرت حسین صاحب نے تو کمال ہی کر دیا۔ اولمپک کی مختصر مگر جامع تاریخ آپ کے لیے لکھی اور وہ برو قت، یہ سب بزرگ آپ کے ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ ان کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے دعا کیجیے تاکہ آپ کو ایسے ہی عمدہ عمدہ مضامین پڑھنے کو ملیں۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

جاگو جگاؤ

ایک نونہال سخت پریشان تھا۔ ہونے کو تو اسکول میں اُس کے ماں باپ نے داخل کرا دیا تھا، مگر فیس اَدا کرنے کی سَکَت نہ تھی۔ تین مہینے فیس داخل نہ ہوئی۔ نوٹس جاری ہوگیا کہ اگر فیس جمع نہ ہوئی تو نام کاٹ دیا جائے گا اور کتابوں کا بستہ لے لیا جائے گا۔

نونہال تھا پڑھنے کا شوقین، مگر ماں باپ کی غُربت کا کیا کرتا۔ دل مَسوس کر رہ گیا۔ اُداس تھا اور پریشان۔ اُس کی اُداسی اور پریشانی کا حال آخر اُس کے اسکول کے دوستوں پر کھل گیا۔ نونہال کے اسکول کے چند دوستوں نے آپس میں بیٹھ کر سوچا اور پھر سب نے نہایت رَاز داری سے پیسے جمع کیے اور چپکے سے غریب نونہال کی فیس داخل کر دی۔

غریب نونہال صدر مُدَرِّس کو آخری سلام کرنے گیا۔ اس کا نام کٹ چکا تھا، مگر صدر مُدَرِّس نے بتایا کہ تمھاری فیس تو داخل ہو چکی ہے۔ تم کل کیوں نہیں آؤ گے؟

غریب نونہال حیران کھڑا صدر مُدَرِّس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ میری فیس کس نے جمع کرائی؟ میرے ابّا نے تو کہہ دیا تھا کہ کل سے اسکول نہ جانا۔ میرے ساتھ کھیتوں میں کام کرنا۔

نونہال دوستوں نے اس راز کو راز رکھا۔ یہ بھی عظمت ہے کہ خاموشی سے مدد کی جائے۔ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی خبر نہ ہو!

تمھارا دوست اور ہمدرد — حکیم محمد سعید

ڈاکٹر عصمت جاوید
کباڑی پورہ۔ نیو نہرو بھون
اورنگ آباد ۴۳۱۰۰۱

اکیسویں صدی

کل رات وقت کی ہم بہتی ہوئی ندی میں
ڈبکی لگا کے ابھرے اکیسویں[۱] صدی میں
ہم تھے کسی کے نانا اور تھے کسی کے دلدا
تھی عمر اب ہماری اسّی سے بھی زیادہ
پوتی کے ہاتھ میں تھا چھوٹا سا کیلکیولیٹر[۱]
پوتا سنا رہا تھا اک دھن "گٹار[۲]" لے کر
کہنے لگا نواسا کچھ تو سنائیے گا
پچھلی صدی میں اپنے بھارت کا حال کیا تھا
جو کچھ تھا یاد ہم کو ہم نے بھی کہہ سنایا
پچھلی صدی کا بھارت ہم نے انھیں دکھایا
بچے یہ سن کے باتیں یوں ہم کو تک رہے تھے
جیسے ہم ان کے آگے بینک میں بک رہے تھے
"پگڈنڈیوں" کا مطلب بچے نہ جانتے تھے
ہوتے ہیں یوں بھی رستے، بالکل نہ مانتے تھے
وہ جانتے نہیں تھے کہتے ہیں کس کو "گھوڑا"
کیا شئے ہے "بیل گاڑی" کیا چیز ہے ہتھوڑا
لوگوں کے گھر تھے کیسے، یہ بات جس گھڑی کی
دکھلانی پڑ گئی تھی تصویر جھونپڑی کی!
کہنے لگا نواسا کیا چیز ہے غریبی
کیوں لوگ کاہلی کو کہتے تھے بدنصیبی
مذہب کے نام پر کیوں لڑتے تھے باپ دادے؟
کیا عقل کم تھی ان کی؟ یا تھے ہی سیدھے سادے
جب آدمی ہیں ہم سب، یہ چھوت چھات کیوں تھی؟
محدود عورتوں کی گھر تک بساط کیوں تھی؟
کیوں گھر میں عورتیں ہی کرتی تھیں کام سارا
مردوں پہ، عورتوں کا ہوتا تھا کیوں گزارا ؟
"ہنڈے[۳]" کے نام پر وہ کرتی تھیں خودکشی کیوں؟
ہوتی تھیں وہ بھی انساں، پھر اتنی بےبسی کیوں ؟
کیوں لوگ شادیوں پر کرتے تھے خرچ اتنا ؟
کیا چیز ہے یہ "منگنی"؟ کیا چیز ہے "اُبٹنا"
جو لوگ کچھ بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے
پھر آپ لوگ انھیں کیوں "انسان" مانتے تھے؟
ہم کیا جواب دیتے؟ سنتے ہی ان کی باتیں
گھبرا کے جاگ اٹھے ہم بیسویں صدی میں

---

۱ CALCULATOR ۲ GUITAR ۳ جہیز

یوسف ناظم

۱۹ ار الہلال، باندرہ ریکلیمیشن، بمبئی ۵۰

ترکاری نامہ

شوہر: (بیوی سے) یہ دیکھو تمھاری سالگرہ کا تحفہ ہیرے کی انگوٹھی لایا ہوں۔
بیوی: لیکن میں نے تو کار کی فرمائش کی تھی۔
شوہر: تم نے کہا تو تھا لیکن نقلی کار کہاں ملتی ہے!

پھول پتے صرف درختوں پر نہیں ہوتے۔ ترکاریوں میں بھی ہوتے ہیں جیسے کہ پھول گوبھی اور پتا گوبھی۔ پھول گوبھی پکا کر دسترخوان پر لگائی جائے اور اس کے ساتھ پتا گوبھی بھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے دسترخوان پر بہار آگئی۔ جس کسی نے بھی ان ترکاریوں کو یہ نام دیا وہ شاعر تھا۔ ایسا شاعر جس کا کوئی تخلص نہیں تھا۔ ویسے گوبھیاں تین قسم کی ہوتی ہیں لیکن تیسری قسم کی گوبھی نام جس کا ثقیل ہے گڈا گوبھی زیادہ مقبول نہیں ہے۔ دیکھنے میں بھی یونہی اور پکانے میں مشکل۔ کھانے میں اس سے زیادہ مشکل لیکن کھائی تو یہ بھی جاتی ہے کیوں کہ یہ دونوں گوبھیوں کی رشتہ دار ہے۔ پھول گوبھی اور پتا گوبھی والی بال کی طرح ہوتی ہیں اور انھیں کاٹنے بیٹھو تو بس کٹتی ہی رہتی ہیں ان کا کٹنا دیر سے ختم ہوتا ہے لیکن پک جلدی جاتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پھول گوبھی کھانے سے منہ گول ہوجاتا ہے اور پتا گوبھی کھانے سے باچھیں کھل جاتی ہیں۔ ترکاریوں میں یہ خوبی قدرت کی طرف سے ہوتی ہے جیسے ٹماٹر کھانے سے گال سرخ ہوجاتے ہیں۔ چقندر میں بھی یہی خوبی ہوتی۔ یہ دونوں ترکاریاں تو یونہی کھائی جاسکتی ہیں۔ پکانے کی ضرورت نہیں۔ چقندر کو البتہ ابالنا پڑتا ہے۔ جس پانی میں اسے نہلایا اور ابالا جاتا ہے وہ تک لال ہوجاتا ہے۔ انگریز تو ٹماٹر کے اتنے قائل ہیں کہ اسے ترکاری کہتے ہی نہیں پھل کہتے ہیں۔ کہنے دو ہمارا کیا لیتے ہیں لیکن ہم نے کسی بھی انگریز کو کرکٹ میچ دیکھتے ہوئے ٹماٹر سے شوق کرتے نہیں دیکھا۔ ارے جب اسے پھل مانتے ہو تو کھاؤ بھی اسے سب کے سامنے سیب اور سنگترے کی طرح۔ لیکن نہیں جانے دو ہمارا کیا لیتے ہیں۔ پھول گوبھی اور پتا گوبھی میں ایک فرق یہ ہے کہ پھول گوبھی کے پتے نہیں کھائے جاتے۔ یہ پتے بکریاں کھاتی اور بعد میں دودھ دیتی ہیں۔ پتا گوبھی کے سارے پتے ہمارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ ٹھہرو ایک بات اور یاد آئی ۔ پتوں والی ترکاری پالک بھی ہوتی ہے لیکن اسے بھاجی کہا جاتا ہے۔ پالک تو یوں بھی پک جاتی ہے لیکن بعض گھروں میں پالک کے پتوں کے بھجئے تیار کے جاتے ہیں۔ یہ پتے اوپر سے نظر نہیں آتے۔ جیسے لفافوں میں خط کی طرح بند رہتے ہیں۔ پورا لفافہ لذیذ ہوتا ہے۔ پتے تو نہیں لیکن میتھی میں پتیاں ہوتی ہیں۔ یہ بھی دو قسم کی ہوتی ہیں جن میں سے ایک بہت ہی ننھی منّی پتیوں والی میتھی ہوتی ہے ، یہ کم سے کم ایک درجن ایک ساتھ خریدنی پڑتی ہیں تب بھی کم پڑجاتی ہیں۔

میتھی کے پتے توڑنے میں محنت بہت بہت لگتی ہے۔ تماشا الگ۔ لیکن ان میں ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ ان پتیوں سے میتھی کی روٹی تیار کی جاتی ہے۔ بہت مزا دیتی ہے۔ مزا تو آتا ہی ہے میتھی کے پتوں کا رنگ بھی روٹی میں آجاتا ہے۔ یہ روزانہ نہیں پکائی جاسکتی۔ دو چار مہینے میں ایک آدھ مرتبہ۔ لیکن سچ پوچھو تو ہمیں گول ترکاریاں ہی زیادہ پسند آتی ہیں چاہے وہ والی بال کی طرح سائز میں بڑی ہوں یا کرکٹ بال کی طرح چھوٹی جیسی کہ ٹماٹر اور آلو۔ ٹماٹر کی تعریف تو ہم کرچکے۔ یہ آلو سے اس لیے بہتر تھا کہ چھلکے سمیت کھایا جاسکتا ہے جب کہ آلو کو چھیلنا پڑتا ہے۔ پیاز بھی ہمیں پسند ہے۔ یہ بھی گول آتا ہے اور پیاز کاٹتے وقت آنسو نکل آتے ہیں۔ یہ عجیب وغریب ترکاری ہے۔ اس کے ساتھ جیسا سلوک کرو ویسا ہی مزا دیتی ہے۔ کچی پیاز کھاؤ تو لوگ کہتے ہیں صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اسے نہ بھی کھاؤ اور صرف ساتھ رکھو تو اچھا دوست ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے سمجھ دار لوگ سخت گرمی اور دھوپ کے دنوں میں پیاز ساتھ لے کر گھومنے نکلتے ہیں۔ لو چلتی ہے لیکن انھیں لگتی نہیں ہے۔ یہ لوگ خوش خوش گھر واپس آتے ہیں اور جی بھر کر ترکاریاں کھاتے ہیں۔ ہم نے لوگوں کو پیاز کا سالن بھی کھاتے دیکھا ہے معلوم ہیں پکانے کی کیا ترکیب استعمال کرتے ہیں کہ یہ سالن دوسرے سارے سالنوں میں چیف منسٹر معلوم ہونے لگتا ہے۔ آلو سلیقے سے چھیلے جائیں تو اس کا چھلکا ایک چھوٹا موٹا ہار بن جاتا ہے۔ گلے میں تو نہیں ڈالا جاسکتا لیکن گجرے اور راکھی کی طرح کلائی پر ضرور باندھا جاسکتا ہے۔ اسے سونگھنا نہیں چاہیے اور پانچ منٹ سے زیادہ پاس نہیں رکھنا چاہیے۔ چھلکا اترنے پر آلو اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ صاف شفاف گیہواں رنگ۔ زردی مائل۔ جی خوش ہوجاتا ہے۔ جو لوگ انڈا نہیں کھاتے ایک آلو ابال کر کھالیتے اور کام پر چلے جاتے ہیں۔ جن کا ہاضمہ اچھا ہوتا ہے وہ لوگ دو آلو کھاتے ہیں۔ ابلے ہوئے آلو کھالینے کے بعد بھی ان کا دل نہیں بھرتا اور دوپہر میں لنچ کے وقت یہ لوگ آلو وڑا کھاتے ہیں کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار۔ چار آلو وڑے کھانے والا شخص فوراً پہچانا جاتا ہے۔ یہ ڈکاریں لیتا ہے اور یہ ڈکار دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ اتوار کے دن لوگ خاص طور پر آلو پراٹھا کھاتے ہیں۔ دوپہر کے کھانے پر آلو پراٹھے کھانے سے نیند اچھی آتی ہے۔ اتوار کا دن چھٹی کا ہوتا ہے اس لیے لوگ اٹھتے بھی دیر سے ہیں اور اگر ٹی وی پر کرکٹ میچ نہ دکھایا جارہا ہو تو یہ لوگ آلو پراٹھے کھاکر گہری نیند سوجاتے ہیں۔ کم سے کم دو گھنٹے شام کی چائے پر آلو کی پھلکیاں کھاتے ہیں۔ آلو کی پھلکیاں بھجیوں کی ایک قسم ہوتی ہے۔ یہ چائے کے ساتھ بسکٹ کا مزا دیتی ہیں لیکن انھیں گرم گرم کھانا پڑتا ہے اور یہ روزانہ ممکن نہیں ہے اس لیے لوگ ویفر کھالیتے ہیں۔ ویفر گھر پر تیار نہیں کرنے پڑتے۔ پیسے دو اور کسی بھی دکان سے پیکٹ لے لو۔ چائے کی دعوتوں میں میز پر ویفر ضرور رکھے جاتے ہیں۔ ویفر کی تو اب فیکٹریاں کھل گئی ہیں۔ آلوؤں کی آدھی فصل تو انھی کارخانوں میں چلی جاتی ہے۔ ہم لوگوں کی قسمت میں جو آلو ہوتے ہیں وہ دوسرے درجے کے

ہوتے ہیں لیکن مہنگے اتنے ہی ہوتے ہیں جتنے کہ اوّل درجے کے آلو اگر آلوؤں کی اچھی پرورش کی جائے یعنی انھیں اچھی کھاد فراہم کی جائے تو یہ خربوزوں کی طرح بڑے ہوجاتے ہیں اور ایک آلو پورے گھر کے لیے کافی ہوجاتا ہے لیکن بازار میں لانے سے پہلے خربوزوں کے برابر کے یہ آلو نمایش میں رکھے جاتے ہیں اور ان کے مالک کو نقد رقم کے علاوہ ایک کپ بھی انعام میں دیا جاتا ہے۔ یہ کپ سائز میں آلو سے ذرا سا کم ہوتا ہے اور چاندی کا بھی نہیں ہوتا گو کہ مشہور یہی کیا جاتا ہے کہ انعام میں چاندی کا کپ دیا گیا۔ (زمانہ ہی ایسا آگیا ہے) یہ آلو چھری سے نہیں کاٹے جاتے۔ ان کے لیے بڑے بڑے سروتے استعمال کرتے ہوتے ہیں جو صرف دکانوں اور ہوٹلوں میں ہوتے ہیں۔ ایک آدمی سروتا چلاتا ہے اور اس کا مددگار آلو کے ٹکڑے جمع کرتا رہتا ہے۔ پوری ایک دیگچی بھر جاتی ہے۔ آلو بڑے ہوں یا چھوٹے ان کا ذائقہ ایک سا ہوتا ہے۔ ہم نے بہت چھوٹے آلو بھی دیکھے ہیں ان کی علاحدہ فصل ہوتی ہے جو بھی آلو ہوتا ہے آلو بچہ ہوتا ہے۔ بیروں کی طرح یہ آلو بہت اچھے ہوتے ہیں کئی آلو کھالو پھر بھی معلوم ہوتا ہے آلو کھائے ہی نہیں۔ چھوٹے آلو بازار میں بہت کم لائے جاتے ہیں اور گھروں میں اس لیے نہیں لگائے جاتے کہ جتنی دیر میں یہ آلو چھیلے جائیں اتنی دیر میں دو سیر آٹے کی روٹیاں پک جاتی ہیں۔ آلوؤں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا آٹا بھی تیار کیا اور گوندھا جاسکتا ہے۔ آلو کو لوگ اتنے طریقوں سے پکانے اور کھانے کے بعد بھی پوچھتے ہیں کیا آلوؤں کا تیل تیار نہیں کیا جاسکتا ہے اگر تیار کیا جاسکتا تو یقین ہے یہ لوگ اسے پی بھی لیتے اور اپنے مہمانوں کو یہی تیل پلاتے(نہ جھڑنے والے بال بھی جھڑ جاتے۔)

ترکاریوں نے اب بہت ترقی کرلی ہے پہلے لوگ اچار کے ساتھ ترکاریاں کھاتے تھے۔ اب خود ترکاریوں کا اچار بننے لگا ہے۔ کیا اچار ہوتا ہے چارا چاروں کا مزا ایک اچار میں ایک تیر سے دو شکار تو ہوتے ہم نے سنے تھے لیکن ایک اچار میں اتنے سارے اچار؟

پھول پتوں کی ترکاریوں کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہ بھول گئے کہ ہمیں کہنا کیا ہے۔ ہمیں اصل میں یہ کہنا ہے کہ ترکاریاں پکانا بہت آسان کام ہے۔ سب کو خاص طور پر مردوں کو ترکاریاں پکانا سیکھ ہی لینا چاہیے۔ آنے والے دنوں میں باورچی خانے مردوں ہی کے دَم سے چلیں گے۔ جب ہوٹل مردوں کے بھروسے چل سکتے ہیں تو گھر کیوں نہیں چل سکتے۔ حیرت کی بات ہے کہ جو باورچی ہوٹلوں میں کھانا پکا کر سیکڑوں لوگوں کو کھلا سکتے ہیں خود اپنے گھر میں کھانا نہیں پکاتے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس لیے ہوتا ہے کہ گھر کے کھانے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ یہ عورتوں کا پکایا ہوا ہے۔ برکت بھی اسی لیے ہوگی ہے۔ اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ بچیوں کو سینا پرونا نہ بھی آئے تو دنیا چلتی رہے گی لیکن اگر انھیں کھانا پکانا نہیں آیا تو۔ اب اس "تو" کے بعد ہم کیا لکھیں خود سوچ لیجیے کہ کیا ہوگا۔ ●

100
Atlanta 1996
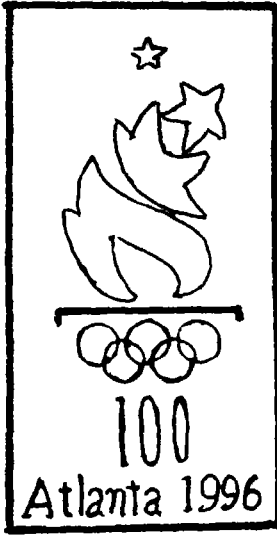
ندرت حسین
قاضی محلہ، نزد مسجد، سہارنپور

اولمپک کھیل

ایتھنز سے اٹلانٹا تک

۲۵ سالہ اسلام زوگم، بوسنیا کا واحد ایتھلیٹ ہے جو امریکا کی جارجیا ریاست کی راجدھانی "اٹلانٹا" شہر میں ۱۹ر جولائی ۱۹۹۶ء سے شروع ہونے والے ۲۶ ویں اولمپک کھیلوں میں اپنے ملک کی نمایندگی کرے گا۔ اکثر لوگ اسلام زوگم کو پاگل قرار دیتے تھے۔ کیونکہ سراجیو کے سرب قبضہ والے علاقے میں بمباری اور گولیوں کی بوچھار کی پروا کیے بغیر یہ کھلاڑی تنہا روزانہ سڑکوں پر گھنٹوں دوڑ کر مشق کرتا رہا، یہ ایک مثال ہے اس جذبہ، لگن اور شوق کی، جس کے تحت ۱۹۷ ملکوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً گیارہ ہزار کھلاڑی، اس صدی کے آخری اولمپک مقابلوں میں حصّہ لیں گے۔

ہر چوتھے سال منعقد ہونے والے ان اولمپک کھیلوں کی ابتدا ۷۷۶ سال قبل مسیح یعنی آج سے ۲۷۷۲ سال پہلے یونان کے شہر "اولمپیا" میں ہوئی تھی، اولمپیا کی نسبت سے ان مقابلوں کا نام "اولمپک" مشہور ہوگیا۔ شروع میں یہ مقابلے ۲۰۰ گز کی دوڑ تک محدود تھے اور صرف ایک دن میں مکمل ہو جاتے تھے لیکن ۵۲ سال بعد ۱۴ ویں اولمپک میں "پینٹا تھلن" نامی کھیل کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں دوڑ، کود اور چکّہ پھینکنا شامل تھا۔ ۶۹۲ ق،م یعنی ۲۱ ویں اولمپک سے ان کھیلوں کو پانچ دن کا کر دیا گیا۔ پہلا اور آخری دن ثقافتی تقاریب کے لیے تھے اور درمیانی تین دنوں میں کھیلوں کے مقابلے ہوتے۔ ۳۲ ویں اولمپک ۶۴۸ ق،م میں مکّے بازی اور کشتی کا ملا جُلا کھیل "پینکریشین" بھی مقابلوں میں شامل کیا گیا۔ اس کے بعد کئی صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن رفتہ رفتہ اس میں

بدعنوانیاں رائج ہوتی گئیں، انعامی مقابلوں کے ججوں کو رشوتیں دی جانے لگیں اور پیار و محبت کے فروغ کے بجائے آپسی رنجشیں اور عداوتیں پیدا ہونے لگیں، بالآخر ۳۹۳ء میں شاہ روم تھیوڈوسیس نے اولمپک کھیلوں پر پابندی لگا دی۔ بعد کی صدیوں میں زلزلوں، سیلابوں اور غیر ملکی حملہ آوروں کے ذریعے اولمپیا شہر ہی نیست و نابود ہو گیا اور دنیا اولمپک کھیلوں کو تقریباً فراموش کر بیٹھی۔

انیسویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی "بیرون پیرے ڈی کبرٹن،، کے دل میں یہ کھیل پھر شروع کرانے کا خیال آیا۔ انھوں نے ۱۸۹۴ء میں "بین اقوامی کھیل کانگریس،، کی بنیاد ڈالی جو بعد میں بین اقوامی اولمپک کمیٹی،، I.O.C. کے قیام کا سبب بنی۔ اس جدوجہد میں ان کے دوست اور معروف تاجر "اوان گلیاس زپے،، نے بھرپور تعاون کیا اور ۶ اپریل ۱۸۹۶ء کو ایتھنز، یونان میں اولمپک مقابلے دوبارہ شروع ہوئے۔ جدید دور کے اس پہلے اولمپک میں ۱۳ ملکوں کے ۳۱۱ کھلاڑیوں نے حصہ لیا اور کل ۹ کھیلوں میں مقابلے ہوئے تھے اور اب جبکہ جدید اولمپک کھیلوں کے ۱۰۰ سال پورے ہو چکے ہیں تو اس سال اکیس کھیلوں (بیس بال باسکٹ بال، والی بال، مکے بازی، تلوار بازی، نشانے بازی، گھوڑسواری، تیراکی، کشتی، سائکلنگ بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، کینوئنگ، ویٹ لفٹنگ، یاچنگ، واٹر پولو، جوڈو، ہاکی، فٹ بال، کشتی رانی اور ایتھلیٹکس) میں مقابلے ہوں گے۔

انعامات و میڈل

وقت گزرنے کے ساتھ انعامات کی نوعیت بھی بہت بدل گئی ہے۔ قدیم دور کے اولمپک کھیلوں کے ساتھ کچھ مذہبی رسومات ادا کی جاتی تھیں، نیز جانوروں کی قربانی بھی کی جاتی تھی۔ چھٹے اولمپک تک جیتنے والوں کو قربانی کے گوشت کا ایک ٹکڑا، تبرک کے طور پر دیا جاتا تھا۔ ساتویں اولمپک سے جیتنے والے کو ایک تاج پہنایا جانے لگا جو زیتوں کی پتیوں سے تیار کیا جاتا تھا۔ پیار محبت اور بھائی چارے کے فروغ کے لیے شروع ہونے والے کھیلوں کے لیے اس وقت یہی انعام کافی سمجھا جاتا تھا! جدید دور کے پہلے اولمپک میں اوّل آنے والے کو چاندی کا تمغہ اور زیتون کی ایک شاخ دی جاتی تھی۔ دوسرے مقام پر آنے والے کو کانسہ کا تمغہ دیا جاتا تھا جبکہ تیسرے مقام پر رہنے والے کو کچھ انعام نہیں ملتا تھا۔ دلچسپ بات یہ کہ سونے کا میڈل، اس وقت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اب پہلا مقام حاصل کرنے والے کو گولڈ میڈل یا طلائی تمغہ ملتا

ہے (اسے آپ سنہرا تمغہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ دراصل چاندی کے تمغہ پر چھے گرام سونے سے پالش کر کے طلائی تمغہ بنا دیا جاتا ہے) دوسرے نمبر پر آنے والے کو نقرئی تمغہ یعنی چاندی کا میڈل اور تیسرے مقام پر رہنے والے کو کانسہ کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹے مقام تک آنے والے ہر کھلاڑی کو ایک سرٹیفکیٹ بھی دیا جاتا ہے۔

اولمپک نشان اور جھنڈا

اولمپک نشان ایک دوسرے سے ملے ہوئے پانچ دائروں یا چھلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ دائرے بائیں سے دائیں ترتیب وار نیلے، پیلے، کالے، سبز اور سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان دائروں سے پانچ برّاعظموں، یورپ، ایشیا، افریقہ، آسٹریلیا اور امریکا کی نمایندگی ہوتی ہے، اور ان دائروں کے ایک دوسرے سے ملے ہونے سے آپسی بھائی چارہ، یک جہتی اور کھیل کے جذبہ کی عکاسی ہوتی ہے۔ جھنڈا سفید ریشمی کپڑے کا ہوتا ہے اور اس پر بھی یہی پانچوں دائرے بنے ہوتے ہیں۔

اٹلانٹا اولمپک کی خصوصیات

اولمپک کھیل دنیا کے سیاسی حالات سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۹۱۶ء کے مقابلے پہلی جنگِ عظیم کی وجہ سے اور ۱۹۴۰ء و ۱۹۴۴ء کے اولمپک دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے منعقد نہیں ہو سکے۔ ۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک کا امریکا نے بائیکاٹ کیا جبکہ ۱۹۸۴ء کے لاس انجلس اولمپک روسی بلاک کے ذریعے بائیکاٹ کی وجہ سے پھیکے اور ادھورے سے رہے تھے۔ لیکن شکر ہے کہ اس مرتبہ ایسا کوئی جھگڑا سامنے نہیں ہے اور جدید اولمپک کے اس سو سالہ جشن میں ریکارڈ تعداد میں یعنی ۱۹۷ ملکوں کے اٹلانٹا اولمپک میں شریک ہونے کا امکان ہے۔

اٹلانٹا میں ساڑھے تین ارب روپے سے زائد خرچ کر کے حفاظت، ٹریفک کھانے پینے، ٹھہرنے اور کھیلوں کے کامیاب ترین انعقاد کے لیے جدید ترین سائنس اور ٹکنالوجی کا بھرپور استعمال کیا جائے گا۔ کھلاڑیوں کو نشیلی اور ممنوعہ دواؤں سے باز رکھنے کے لیے انتہائی حساس مشینوں کا استعمال ہوگا۔ کھلاڑی اور افسران کو لانے، لے جانے کے لیے "بولتی بسیں" استعمال ہوں گی۔ ان بسوں میں اولمپک کے سبھی پروگرام کہاں جانا ہے، کہاں کھیلنا ہے، کہاں ٹھہرنا ہے وغیرہ کے بارے میں آٹو میٹک طریقہ سے اطلاعات

ملتی رہیں گی۔ میزبانی کے لیے ڈیڑھ ہزار ملازمین، ڈائننگ ہال میں ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں لیے ۲۴ گھنٹے موجود رہیں گے۔ ٹیلی وژن پر ان کھیلوں کو دکھانے کے حقوق بین اقوامی اولمپک کمیٹی نے تقریباً ۳۲ ارب روپے میں فروخت کیے ہیں۔

بس اب انتظار کیجیے ۱۹ جولائی ۱۹۹۶ء کا، جب سب سے پہلے یونان، پھر انگریزی حروف کی ترتیب سے تمام شریک ملکوں کی ٹیمیں اور سب سے آخر میں میزبان امریکا کی ٹیم، روایتی افتتاحی تقریب میں شریک ہوکر ۱۷ دنوں تک دنیا کی توجہ کا مرکز بنی رہیں گی۔

اولمپک کھیل۔ ایتھنز سے اٹلانٹا تک

شہر کا نام	ملک کا نام	سنہ	شہر کا نام	ملک کا نام	سنہ
ایتھنز	یونان	۱۸۹۶ء	لندن	انگلینڈ	۱۹۴۴ء
پیرس	فرانس	۱۹۰۰ء	لندن	انگلینڈ	۱۹۴۸ء
سینٹ لوئی	امریکا	۱۹۰۴ء	ہل سنکی	فن لینڈ	۱۹۵۲ء
لندن	انگلینڈ	۱۹۰۸ء	ملبورن	آسٹریلیا	۱۹۵۶ء
اسٹاک ہوم	سویڈن	۱۹۱۲ء	روم	اٹلی	۱۹۶۰ء
برلن	جرمنی	۱۹۱۶ء	ٹوکیو	جاپان	۱۹۶۴ء
پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا			میکسکوسٹی	میکسکو	۱۹۶۸ء
اینٹورپ	بلجیم	۱۹۲۰ء	میونخ	جرمنی	۱۹۷۲ء
پیرس	فرانس	۱۹۲۴ء	منٹریال	کناڈا	۱۹۷۶ء
امسٹرڈم	ہالینڈ	۱۹۲۸ء	ماسکو	سوویت روس	۱۹۸۰ء
لاس انجلس	امریکا	۱۹۳۲ء	لاس انجلس	امریکا	۱۹۸۴ء
برلن	جرمنی	۱۹۳۶ء	سیول	جنوبی کوریا	۱۹۸۸ء
ٹوکیو	جاپان	۱۹۴۰ء	بارسلونا	اسپین	۱۹۹۲ء
ہل سنکی	فن لینڈ		اٹلانٹا	امریکا	۱۹۹۶ء

دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا

پیامی ادبی معما نمبر ۹۲ کا صحیح حل ہمارے ساتھی نے ایسی حفاظت سے رکھ دیا کہ مل ہی نہیں رہا ہے ملتے ہی اعلان کر دیا جائے گا۔ (ادارہ)

شمعِ راہ

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر نبی مقرر کیا۔ آپ ایک طویل مدت تک اپنی قوم کو راہِ ہدایت کی طرف بلاتے رہے لیکن ان کی قوم بُت پرستی سے باز نہ آئی اور اللہ کے نبی کا مذاق اُڑاتی رہی۔ حضرت یونس علیہ السلام آخرکار اپنی قوم کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انھوں نے بیزاری کی حالت میں اللہ سے ان کے حق میں بددُعا فرمائی کہ اے اللہ اس نافرمان قوم پر عذاب نازل فرما۔ یہ بددُعا کر کے وحی کا انتظار کیے بغیر آپؑ اس بستی سے نکل گئے۔ راستے میں ایک بڑا دریا پڑتا تھا۔ آپ ایک مسافر بردار کشتی میں سوار ہو گئے تاکہ دریا عبور کر کے دوسری طرف چلے جائیں۔

مسافروں سے بھری ہوئی یہ کشتی جب بیچ دریا میں پہنچی تو طوفان نے آگھیرا۔ کشتی پانی میں ہچکولے کھانے لگی۔ مسافر زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اُس وقت کشتی کے ناخدا نے مسافروں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی غلام ایسا ہے جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر گھر سے فرار ہوا ہو؟

اُس نے یہ سوال اِس لیے کیا تھا کہ اس زمانے میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ مسافر بردار کشتی میں اگر کوئی مفرور غلام سفر کر رہا ہو تو وہ کشتی دریا میں ڈوب جاتی ہے۔

اس وقت حضرت یونسؑ کو خیال آیا کہ میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنی بستی سے بھاگا ہوں۔ یہ سوچ کر آپؑ نے کشتی سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ جلد ہی آپ کو ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ ایک مدت تک حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔ آخر ایک دن حکمِ الٰہی سے اس مچھلی نے آپ کو ایک ساحل پر اُگل دیا۔

اسی وقت کدو کی ایک بیل اُگ آئی اور تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔ آپؑ اس کے ٹھنڈے سائے میں رہنے لگے۔ ایک دن اس بیل میں کیڑا لگ گیا اور اس کے پتّوں کو تیزی سے کھانے لگا۔ تب حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دُعا کی کہ یا اللہ اس بیل کو تباہ ہونے سے بچا لے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے یونس تم اس بیل کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے کس قدر گڑگڑا کر دُعا کر رہے ہو۔ کیا ہمارے وہ بندے جن پر ہم نے تمھیں نبی بنا کر بھیجا تھا، اس بیل سے بھی زیادہ کمتر تھے کہ تم ان کے لیے خداوندِ تعالیٰ کا بھیانک عذاب طلب کر رہے تھے۔

✿

ذوالقرنین

سنورہ نوری خلیق

ذوالقرنین اپنے زمانے کے بہت بڑے بادشاہ بھی تھے، صاحبِ علم انسان بھی اور کچھ لوگوں نے انھیں نبی بھی لکھا ہے لیکن قرآن مجید میں اُن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک ذی مرتبہ بادشاہ کے طور پر کیا ہے۔ انھوں نے اپنی قوم کو حق کی ہدایت کی اور بھلائی اور بُرائی کے بارے میں تفصیل سے بتایا' یہاں تک کہ وہ لوگ راہ راست پر آ گئے۔ تب انھوں نے مشرق سے مغرب تک سفر کیا' مختلف جزائر اور علاقے فتح کیے' وہاں کے لوگوں کو دعوتِ حق دی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اُن سب پر فوقیت واقتدار عطا کیا۔ قرآنِ پاک نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"اے نبی، کچھ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہیئے کہ میں اُن کا حال تمہیں سُناتا ہوں۔ ہم نے اُسے زمین پر اقتدار عطا کیا تھا اور ہر قسم کے اسباب ووسائل بخشے تھے۔ اس نے (پہلے مغرب کی طرف) ایک مہم شروع کی حتیٰ کہ سفر کرتے ہوئے وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا جہاں اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ وہاں اُسے ایک قوم ملی تو ہم نے حکم دیا کہ اے ذوالقرنین تجھے اختیار حاصل ہے کہ اس قوم کو تکلیف پہنچائے یا ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے اُس نے کہا جو اُن میں سے حد سے گزرے گا ہم اُسے سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رَب کی طرف پلٹایا جائے گا۔ وہ اُسے زیادہ سخت عذاب دے گا اور جو اُن میں سے ایمان لائے گا' نیک عمل کرے گا' اس کے لیے اچھی جزا ہے۔ ہم اُسے نرم احکامات دیں گے۔" سورۃ الکھف آیت ۸۸۔

اِن آیاتِ ربانی سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی طرف مہم کرتے ہوئے چلے اور سورج غروب ہونے کی حد تک سفر کیا جہاں آباد قوم پر اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح عطا فرمائی اور جس طرح کسی بھی حاکم یا بادشاہ کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے عوام پر خدا کا سایہ بن جائے

یا قہرِ خداوندی ثابت ہو، اُسی طرح خدا نے انھیں اچھے بُرے عمل کی قوت و اختیار دیا۔ لوگوں کے ساتھ انھوں نے پورا انصاف کیا۔ اس کے بعد انھوں نے مشرق کی طرف سفر کیا۔ قرآن پاک میں اس دوسری مہم کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے۔

"پھر اُس نے ایک دوسری مہم کی تیاری کی۔ یہاں تک کہ سفر کرتا ہوا طلوعِ آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔"
(سورۃ الکہف)

اِن آیاتِ ربّانی کا یہی مطلب ہے کہ ذوالقرنین مشرق کی طرف ممالک فتح کرتے ہوئے سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مہذب دنیا کی حد ختم ہو گئی اور وہ وحشی قوموں کے علاقے تک جا پہنچے جو نہ تو آرام دہ عمارات بنا کر اطمینان سے زندگی گزارنا چاہتے تھے اور نہ انھیں خیمے بنانے کا شعور تھا بلکہ وہ قوم کھلے آسمان کے نیچے میدانوں میں رہتی تھی۔ نہ لباس تھے، نہ تہذیب و تمدن بلکہ ریگستانوں میں دن رات گزارتے اور جو ملتا، کھا لیتے۔ رات ہوتی تو سردی سے سکڑنے لگے، سورج طلوع ہوا تو جسم میں توانائی آ گئی۔ ذوالقرنین اور اُن کے لشکر کو تعجب سے دیکھا مگر قرآن پاک میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ انھیں مہذب بنانے کے لیے ذوالقرنین نے کوئی ہدایت دی یا نہیں بلکہ ان آیات کے فوری بعد ہی اللہ تعالیٰ ان کی تیسری مہم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"پھر اس نے تیسرے سفر کا سامان کیا یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اُسے اُن کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل سے ہی کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم تمھیں رقم دیں جس سے تم ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دو" (سورۃ الکہف)

یہی وہ تیسرا سفر ہے جس میں ذوالقرنین نے سب سے اہم کام کیا۔ اس بار وہ سفر یا فتوحات کرتے کرتے ایسی جگہ پہنچ گئے جو دو بلند ترین پہاڑوں کے درمیان تھی۔ ان پہاڑوں کو دیکھتے ہی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ اس الگ تھلگ جگہ جو قوم آباد تھی، وہ بھی سب سے الگ تھلگ زندگی گزار رہی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ ذوالقرنین ایک مہربان بادشاہ کی طرح ہیں، نہ لوٹ مار کرتے ہیں نہ عوام کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اُن کے معزز اور فنِ گفتگو میں طاق لوگ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا۔

"جناب! یاجوج ماجوج کی زیادتیاں حد سے بڑھتی جارہی ہیں۔ وہ ان پہاڑوں کے دوسری جانب سے حملہ کرتے ہیں اور ہمیں لُوٹ لیتے ہیں۔ اس وقت ان کے ہاتھوں نہ ہمارا سازوسامان محفوظ رہتا ہے نہ مویشی۔ ان کی تعداد کتنی ہے، یہ بھی کوئی نہیں جانتا۔ بس سننے میں یہی آیا ہے کہ یہ دو بھائی جن کا سلسلہ یافت بن نوح سے ملتا ہے، بہت طویل القامت ہیں۔ ان کے کان بڑے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ان کے مظالم سے بچائیں اور ہماری مدد کریں۔"

ذوالقرنین نے اُن کی بات بہت غور سے سنی اور فرمایا: "تم لوگ کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

یہ سُن کر اُس قوم کے معززین نے پہلے آپس میں بات کی پھر اُن سے کہا: "ہم اُن کی شرارتوں سے تنگ ہیں اور محفوظ ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے پیسا لے لیجیے اور اس راستے کو کسی دیوار یا بند سے مسدود کر دیجیے تاکہ وہ ہماری طرف نہ آسکیں۔ ان دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ ہے، وہ اُسی سے یہاں آتے ہیں۔"

ذوالقرنین نے دیکھا کہ اُن بلند پہاڑوں کے درمیان تھوڑا سا راستہ تھا جس سے یاجوج ماجوج آتے تھے۔ اُس جگہ کو دیکھنے کے بعد اُنھوں نے اُن معززین سے کہا: "مجھے تم لوگوں سے کسی محصول یا رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خدا جو سب سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے، اس نے مجھے بہت دیا ہے۔ البتہ تم لوگ ہاتھ پیروں سے میری مدد کرو تو بہتر ہے۔"

یہ سُن کر وہ لوگ قدرے مطمئن ہوئے اور بولے: "ہم ہر طرح آپ کی مدد کریں گے۔ فرمائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟"

ذوالقرنین نے کہا: "مجھے لوہے کی بڑی بڑی چادریں درکار ہیں جن سے میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کروں گا تاکہ یہ راستہ بند ہو جائے اور اُس علاقے کے لوگ اِس جانب نہ آسکیں۔"

یہ تجویز سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور لوہے کی چادریں مہیا کرنے لگے۔ اس کام میں انھیں کتنا وقت لگا، قرآنِ پاک یا تاریخ میں اس کی وضاحت نہیں ہے بلکہ اِس موقع کے لیے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

"اُس نے کہا، جو کچھ میرے رَب نے مجھے دیا ہوا ہے، بہت کافی ہے۔ بس تم محنت سے میری مدد کرو تو میں تمھارے اور اُن کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں، جس کے لیے تم مجھے لوہے کی چادریں لاکر دو۔" (سورۃ الکہف)

بہر حال ذوالقرنین نے ایک اچھے اور

مہربان حاکم کی طرح انھیں غارت گروں سے بچانے کے لیے کوئی محصول وصول نہ کیا لیکن اُن سے محنت کرائی اور لوہے کی بڑی بڑی چادریں منگائیں اور انھیں کُھلی ہوئی جگہ کو پاٹنے کے لیے نصب کروایا۔ یہ کام اِس طرح کیا کہ پہلے ان چادروں کو نزدیک نزدیک جمایا پھر اُن کے اوپر دوسری چادریں جمائی گئیں یہاں تک کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اس سرے سے اس سرے تک لوہے کی مضبوط دیوار نظر آنے لگی۔ یہ کام کرنے کے بعد انھوں نے حکم دیا، "جس قدر تانبا مل سکے لے آؤ۔"

یہ حکم سنتے ہی اُس علاقے میں آباد یہ قوم تانبا مہیا کرنے لگی۔ اس موقع کے لیے بھی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ کہاں کہاں سے اور کیسے کیسے یہ کام مکمل ہوا۔ بس اتنا ہی فرمایا گیا ہے:

"آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ۔ جب یہ آہنی دیوار آگ کی طرح سُرخ ہو گئی تو اُس نے کہا "لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔" (سورۃ الکہف)

الغرض جہاں سے اور جیسے بھی تانبا ملا، انھوں نے اُسے پگھلایا اور لوہے کی تمام چادروں پر اسی طرح انڈیلا کہ جہاں جہاں جوڑ تھے ڈھک گئے اور جو درزیں تھیں سب بند ہو گئیں اور یہ تانبا ان پر جم گیا جس سے وہ ایک مضبوط توانا آہنی دیوار بن گئی۔ دُور سے دیکھنے والوں کو یہ خانہ دار کپڑے کی طرح نظر آتی تھی یعنی اس دیوار میں لوہے کی چادریں تھیں اور ہر چادر کے جوڑ میں تانبا بھرا ہوا تھا جس کے سبب اس کے بند کھولنا دستِ انسانی کے لیے ناممکن ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس قوم سے کہا: یہ آہنی دیوار اور اس کے بند اتنے مضبوط ہیں کہ اب کبھی بھی یاجوج ماجوج اِدھر نہ آسکیں گے۔ اس طرف آنا، نقب لگانا اور تمھیں نقصان پہنچانا اُن کے لیے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کام کو آسان کیا، یہ اس کی رحمت ہے اور میں نے اپنی پوری کوشش کے ساتھ انتہائی مضبوط اور مستحکم دیوار تعمیر کی ہے لیکن خوب جان لو کہ یہ ابدی اور لازوال نہیں ہے بلکہ جب تک خداوندِ عالم کی مرضی ہے، یہ قائم رہے گی اور جب وہ وقت آئے گا جو خدا کی جانب سے

ہر شے کی تباہی کے لیے مقرر ہے، تو وہ اُسے بھی پیوندِ خاک کر دے گا۔"

پھر ذوالقرنین نے یہاں کتنے وقت تک قیام کیا، واپسی کا سفر کیسے کیا اور کتنی عمر پائی۔ قرآنِ مجید میں اس کی تفصیل نہیں ہے، البتہ انھوں نے طویل عمر پائی اور مشرق سے مغرب تک بڑے انصاف کے ساتھ حکومت کی۔

پیارے بچو! ذوالقرنین کی تعمیر کردہ اس دیوار کے بارے میں بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ دیوارِ چین ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی اور یہ ملک یعنی قفقاز بحیرۂ اسود اور بحیرۂ خزر کے درمیان ہے جہاں بہت اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن میں کہیں راستے بہت تنگ ہیں اور کہیں اتنے کشادہ کہ دوسری جانب سے فوج گزر سکتی ہے اسی لیے صدیوں قبل شمال کی وحشی قومیں ان راستوں سے جنوب کی طرف آتیں اور غارت گری کرتیں جس سے جنوب کی طرف کے لوگوں کا سکون ختم ہو جاتا تھا اور وہ پریشان رہا کرتی تھیں۔ تاریخ سے یہ بخوبی یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ انھی حملوں کو روکنے کے لیے ایرانی فرماں رواؤں میں سے کسی نے ایک بلند اور مضبوط دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی پچاس میل کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی اور چوڑائی دس فٹ کے قریب تھی لیکن اس کی اونچائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُنتیس فٹ بلند ہے یعنی دونوں طرف کے پہاڑوں تک اونچی ہے مگر بے حد تحقیق کے باوجود یہ حقیقت ثابت نہیں ہو سکی کہ اس دیوار کو کس زمانے میں اور کس نے تعمیر کیا تھا؟

صدیاں گزر گئیں، محققین کے لیے ذوالقرنین کی شخصیت قابلِ توجہ بنی ہوئی ہے۔ قدیم زمانے کے مفسرین اور محققین، ذوالقرنین کی صفات سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ شخصیت سکندر کی تھی اور جدید دور کے مفسرین کا خیال ہے کہ یہ تمام تر صفات ایران کے فرماں روا خورس (خسرو یا سائرس) میں تھیں لیکن حقیقت کیا ہے، اِسے ابھی تک سمجھا نہیں جا سکا۔ بس ہر دور میں یعنی حضرت عمر فاروق کے زمانے سے مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویسوں نے اس دیوار کا مشاہدہ کیا اور اسی کو سدِ ذوالقرنین قرار دیا ہے اور قرآن پاک نے اِس کی تعمیر کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کے آثار پائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دیوار اور ذوالقرنین کے بارے میں سورۃ الکہف میں مطلع فرمایا ہے۔

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:
۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔
۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور' ضرور پورا لکھیے' جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے' اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

گیس کی شکایت

س : میرے والد کی عمر ۴۰ سال ہے۔ انھیں گیس کی شکایت ہے۔ بہت علاج کرایا' آرام نہیں ہوا۔ سر میں بھی شدید درد رہتا ہے۔ قربان علی

ج بات تو ادھوری رہ گئی۔ نہ جانے گیس کیسی ہے۔ ان کا ہاضمہ خراب ہے۔ آپ محترم سے فرمادیں کہ پراٹھے اور بڑے کا گوشت کھانا بند کردیں۔ گھی وغیرہ کم نوش فرمائیں۔ دوا کے طور

پر پودینہ ۶ گرام ' اورک ۲ گرام ' پانی میں جوش دے کر چھان کر چائے کی طرح ایک بار ضرور روزانہ پیا کریں۔ درد سر ہاضمہ کی خرابی سے ہوتا ہے۔

ہاتھ پاؤں سن

س عمر ۱۴ سال ہے۔ کافی عرصے سے ہاتھ پاؤں سن ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر خون کی کمی بتاتے ہیں۔ خوراک تو ٹھیک ہے ' مگر ہر وقت بھوک لگتی ہے۔ ہاں ' ورزش نہیں کرتا۔

عبدالصمد ساجد

ج بس میاں ساجد صاحب! آپ ورزش شروع کردیں ' سارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ یہ ہاتھ پیر سن ہوجانا سستی اور کاہلی کا اظہار ہے۔ ویسے وٹامن بی کی کمی سے بھی سن پن آجاتا ہے ' مگر آپ کہتے ہیں کہ خوب بھوک لگتی ہے تو پھر کھاتے بھی خوب ہوں گے۔ زیادہ کھانا اچھا نہیں ہوتا! زیادہ کھانے سے جگر متاثر ہوتا ہے اور پھر وہ قدرتی طور پر وٹامن بی بنانا بند کردیتا ہے۔

تھوک آتا ہے

س عمر ۱۶ سال ہے۔ صبح اٹھتا ہوں تو منہ تھوک سے بھرا ہوتا ہے اور جب تک کوئی چیز نہ کھالوں مسلسل تھوک آتا رہتا ہے۔ والدین کہتے ہیں کہ زیادہ چھالیہ کھانے سے تھوک آتا ہے۔ میں نے پان کھانا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ محمد طالب علوی

ج چھالیہ کھانا یقیناً اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کے محترم والد صاحب بجا فرماتے ہیں۔ منہ میں رطوبت کا زیادہ آنا خرابی ہضم کی ایک علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھانا کھا کر انسان معدے کو پریشان کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ؐ نے فرمایا: " ابھی پاؤ معدہ خالی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔" واضح مطلب یہ ہے کہ کم کھاؤ۔ ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ۔ آپ کا ہضم ٹھیک ہوجائے گا تو رطوبت کا آنا بھی بند ہوجائے گا۔

جذام

س میرے بھائی کی عمر ۲۰ سال ہے۔ اسے جذام کا مرض ہوگیا ہے۔ ازرہ کرم کوئی علاج بتائیے۔ سمیرا آصف خاں

ج میرا مشورہ یہ ہوگا کہ آپ اپنے بھائی صاحب کو جذام کے ہسپتال لے جاکر دکھلائیں اور وہاں

علاج کرائیے۔ جذام کے ہسپتال میں علاج زیادہ فائدے مند رہے گا۔ سب سے پہلا کام تو صحیح تشخیص کرنا ہے۔ یہ خاصا مشکل کام ہے۔ جب مرض کی یقینی تشخیص ہو جائے تو پھر علاج آسان ہو جاتا ہے۔ ویسے جذام قابل علاج مرض ہے۔

خراب صحت

س عمر ۲۱ سال ہے۔ صحت بالکل جواب دے چکی ہے۔ دور سے ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہوتا ہوں۔ تھوڑا سا کام کرنے سے سانس پھولنے لگتا ہے۔ اکثر تھکن محسوس ہوتی ہے۔

زاہد

ج مناسب تو یہ ہے کہ آپ اپنا معائنہ کرائیے اور اچھے معالج سے مشورہ کیجیے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ انسان خواہ مخواہ نہیں بنتا ہے۔ یا تو وہ غلطیاں کرتا ہے۔ نوجوان اپنے ہاتھوں اپنی صحت اور طاقت ضائع کرتا ہے۔ اس نکتے پر غور کرنا چاہیے اور احتیاط کا دامن پکڑنا چاہیے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی پھیپڑوں کا مرض ہو۔

سانس' دمہ' سر کے بال

س عمر ۳۰ سال ہے۔ سانس پھولنے اور دمے کا مرض تھا۔ معالج کی گرم دواؤں کے استعمال سے سر کے سارے بال جھڑ گئے اور جلد نظر آنے لگی ہے۔ ازرہ کرم بال جڑنے کا علاج تجویز فرمائیں۔

اقبال احمد

ج برگ بنفشہ ۶ گرام' تخم میتھی ۶ گرام' پستاں ۷ دانے' اصل السوس ۶ گرام' دمہ بوٹی ۶ گرام اسے جوش دے کر چھان کر صبح و شب ۲۰ - ۲۵ دن پی کر دیکھیے۔ اس سے دمہ کو فائدہ ہوگا۔ سر کے بال گرنا دمہ کا سبب نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوا کا اثر ہو' آپ کو ہمدرد کی "بنفین" اگر مل جائے تو اس کو سر میں لگائیے۔

ایک مسکراتی تحریر

چور چور

زاہد حسین

آج للو پکڑا گیا تھا۔ وہ چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ ایس ایچ او صاحب نے اس کے ساتھ کھڑے ہو کر فوٹو کھنچوائے جیسے بکرا مالکان عید کے موقعے پر اپنے بکرے کے ساتھ تصویریں بنواتے ہیں۔

للو پندرہ چوریوں کی وارداتوں میں پولیس کو مطلوب تھا۔ آخر للو پولیس کے ہتھے یوں چڑھا جیسے سولی پر مجرم چڑھتے ہیں۔ اب کمرہ نمبر چھ میں للو کی جوتا پریڈ ہو رہی تھی اور سلامی کے لیے ایس ایچ او صاحب اپنے عملے کے ساتھ موجود تھے۔ ایک کانسٹیبل للو کو روئی کی طرح

دھنک رہا تھا، لیکن للو نے ابھی تک اپنے گروہ کے خلاف زبان نہیں کھولی تھی اور اپنے سردار کا پتا نہیں بتایا تھا۔ وہ ایسا ڈھیٹ ہوگیا تھا جیسے نالائق طالب علم مار کھا کھا کر ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔

اچانک ایس ایچ او صاحب کے دماغ میں ایک آئیڈیا یوں آیا جیسے بغیر اطلاع کے زلزلہ آتا ہے۔ انھوں نے کانسٹبل کو رکنے کا اشارہ کیا۔ کانسٹبل یوں رُک گیا جیسے چابی ختم ہونے پر کھلونا۔ اب ایس ایچ او صاحب نے سیاست سے کام لیا اور للو کے سر پر ہاتھ پھیرا تو للو کے سر میں موجود جوئیں ایس ایچ او صاحب کے ہاتھ پر دشمن فوجوں کی طرح حملہ آور ہو گئیں، لیکن انھوں نے جوؤں کو ناجائز تجاوزات کی طرح برداشت کیا اور کہا:

"للو! دیکھو! میں تمھارے بڑے بھائی کی جگہ ہوں۔ اگر تم اپنے گروہ کے بارے میں ہمیں بتا دو تو میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھیں سزا نہیں ہوگی۔"

للو نے بڑے صاحب کو یوں ہمدردی جتاتے دیکھا تو اس کے دل میں نیک جذبات یوں بھر گئے جیسے پریشر ککر میں ہوا اور اس نے سب کچھ سچ سچ بتانے کا وعدہ کر لیا۔

پھر للو ماضی کی سوچوں میں اس طرح واپس چلا گیا جیسے کار ریورس گیئر میں جاتی ہے۔ اس قصے کا آغاز آج سے ایک سال پہلے ہوا جب للو چاول چھولے بیچا کرتا تھا، لیکن اس کا حال وہی تھا جو کہ سردیوں میں برف بیچنے والوں کا ہوتا ہے۔ ایک دن معمول کے مطابق اس نے ریڑھی لگائی ہوئی تھی کہ ایک شخص اس کے پاس آیا اور چاول چھولے کی ایک پلیٹ مانگی۔ اب ان کے درمیان چغل خور عورتوں کی طرح گپ شپ ہونے لگی تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو جیب کتروں اور چوروں کا استاد ہے۔ اس نے اپنے اس منافع بخش کاربار میں للو کو شریک ہونے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ وہ کس طرح اپنے شاگردوں کو "فن" سکھاتا ہے۔

"تم! ایسا کرو۔ میرے ہاں ٹیوشن پڑھنے آجایا کرو۔" استاد نے للو کو مشورہ دیا۔

"مگر میں میٹرک میں دس بار فیل ہو چکا ہوں۔ میرے پاس ملاوٹ والا زہر خریدنے کے بھی پیسے نہیں ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں ٹیوشن پڑھنا شروع کر دوں۔" للو نے کہا۔

"ارے تم پیسوں کو مارو گولی۔ جب کمانے لگو تو مجھے میرا حصہ دے دینا۔"

للو پھر بھی کچھ نہ سمجھا۔ بہر حال شام کو للو جو کہ بے روزگاری کے ہاتھوں اس طرح

تنگ تھا جس طرح لوگ مچھروں کے ہاتھوں ہوتے ہیں استاد کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں دس پندرہ لڑکے بیٹھے تھے۔ انھوں نے للو کو یوں خوش آمدید کہا جیسے دہلی سے شملہ بس کے ذریعہ سے سفر کر کے آنے والوں کو ان کے رشتے دار خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہیں للو کو معلوم ہوا کہ یہاں جو بھی جیب کترنے اور چوری کا فن سیکھنے آتا تھا اسے طالبِ فن کہتے تھے اور جب وہ فن سیکھ جاتا تو "فن کار" کہلاتا تھا اور اس کو ایک سند دی جاتی تھی جس پر انجمن جیب کتراں، ایسوسی ایشن اوف چوراں اور بورڈ اوف ڈاکا زنی کی طرف سے تصدیق شدہ فن کار کے کارنامے لکھے ہوتے تھے۔

للو کو اتنی عزت تو اس خواب میں نہیں ملی تھی جسے وہ ہر دوسرے دن دیکھتا تھا جس میں وہ علاقے کا کونسلر منتخب ہوتا تھا۔ اپنی اتنی آؤ بھگت دیکھ کر للو بہت شرمندہ ہوا۔ اس نے اچانک اپنے استاد کے پاؤں پکڑ لیے۔

"استاد جی! میری اتنی عزت نہ کریں۔ میں کوئی چیرمین یا عالمی بینک کا صدر نہیں ہوں۔ میں تو بس آپ کا نالائق شاگرد ہوں۔" للو کا گلا شدت جذبات سے رندھ گیا۔

ادھر استاد جی چھلانگ لگا کر ایک طرف ہوگئے۔ انھوں نے جو جوتے پہن رکھے تھے وہ چوری کے تھے جو ایک مسجد سے چرائے گئے تھے۔ دراصل استاد جی للو کے جذبات کو سمجھنے کے بجائے یہ سمجھے کہ شاید للو ان کے جوتے پہچان چکا ہے اور اتارنے کی فکر میں ہے۔

"کک، کوئی بات نہیں للو! دراصل تم اپنے نام کی طرح واقعی للو ہو۔ تت۔ تم ایسا کرو کہ آرام سے الو کی طرح بیٹھ جاؤ۔" استاد جی نے اپنی بات یوں بدلی جیسے ٹی وی والے کمرشل بدلتے ہیں اور پارٹیاں اپنے منشور۔

اور پھر للو دوسرے طالبانِ فن کی طرح اس فن کی گہرائی میں یوں اتر گیا جیسے سمندر میں غوطہ خور۔ اس نے چار مہینے کے کورس کو صرف دو مہینے میں کسی ٹھیکے دار کے بل کی طرح پاس کر لیا اور سند بھی حاصل کر لی۔

اب للو کی عملی آزمائش ہونی تھی۔ پھر وہ دن آگیا جب للو نے ایک کانسٹیبل کی جیب کاٹ کر اپنے آپ کو فن کار تسلیم کرا لیا۔ ایک کانسٹبل کی جیب کاٹنا للو کو اتنا مشکل لگا جیسے شیر کے منہ میں انگلی ڈال کر اسے قے کرانا۔

اب للو نے باقاعدہ پریکٹس شروع کر دی تھی۔ استاد جی اپنے اس نئے شاگرد سے بہت خوش تھے۔ للو نے بہت کم عرصے میں اپنا نام اتنا روشن کر لیا تھا کہ دوسرے جیب کترے اور چور حضرات رشک کرتے تھے، لیکن حرام کی کمائی کے ساتھ دوسری برائیاں بھی اسی طرح آتی ہیں جس طرح گوشت کے ساتھ چھیچھڑے اور ہڈیاں۔ للو کا چھوٹا سا دل اتنی بڑی رقمیں دیکھ دیکھ کر یوں مچل گیا جیسے بچہ کھلونا دیکھ کر اور بکرا گھاس کو دیکھ کر مچلتا ہے۔ اس نے یہ رقمیں فضول خرچیوں میں اڑانی شروع کر دیں۔ اس کے دل اور دماغ میں کئی برائیاں خود اُگنے والے پودوں کی طرح آنی شروع ہو چکی تھیں اور زیادہ برائیاں یوں آرہی تھی جیسے ڈش انٹینا سے غیر ملکی پروگرام۔

اس نے محلے کے لوگوں کو بھی باؤلے کتے کی طرح تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اور بد اخلاقی کے مظاہرے کرنے شروع کر دیے تھے۔ پہلے جب وہ ریڑھی لگاتا تھا تو وہ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتا تھا، لیکن اب حرام کی کمائی اس کے دماغ پر انگریزوں کی طرح قبضہ جما چکی تھی اور وہی اچھے اخلاق والا بد اخلاق مشہور ہو گیا۔ للو سے لوگ ایسے دور رہنے لگے جیسے طاعون کے مریض سے رہا جاتا ہے۔

ادھر استاد جی کے پانچ شاگرد پولیس کے مہمان بن گئے تھے اور استاد جی کو یہی ڈر تھا کہ کہیں وہ پولیس کی مہمان نوازی (پٹائی) سے متاثر ہو کر اپنے استاد کا اتا پتا نہ بتادیں۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت بُرا ہوتا اور استاد جی کو بھی کئی سال تک پولیس کا مہمان رہنا پڑتا، اس لیے انھوں نے للو کو اپنے ساتھ لیا اور اپنا ٹھکانا یوں بدل لیا جیسے لوگ دولت ہاتھ آنے پر اپنے غریب رشتے داروں سے نظریں بدل لیتے ہیں۔

للو استاد کے ساتھ جونک کی طرح چمٹا ہوا تھا۔ استاد جی بھی اپنے ہونہار شاگرد سے کسی منتخب شدہ کونسلر کی طرح غافل نہ تھے۔ وہ اس کا یوں خیال رکھتے تھے جیسے لوگ گھر کے فرنیچر کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ اپنے اس نئے ٹھکانے میں کئی دن تک چھپے رہے اور پھر پولیس والے بھی ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ آگئے۔ پولیس نے اپنی چھاپا مار کارروائیاں سردیوں کی چھٹیوں کی طرح ملتوی کر دیں۔

کہتے ہیں کہ گھر بیٹھے تو قارون کا خزانہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان دونوں کے ساتھ

بھی ہول۔ انھوں نے بھی گھر بیٹھے اپنی جمع پونجی صابن کی طرح ختم کردی تھی اور اب ایتھوپیا اور صومالیہ کے قحط زدہ لوگوں کی طرح فاقوں پر گزارا کر رہے تھے۔

ایک دن جب ان کو یقین آگیا کہ اب پولیس ان کو نہیں ڈھونڈ رہی ہے تو انھوں نے چوری کا پروگرام بنایا۔ استاد جی نے ایک گھر کی نشان دہی کی جہاں ان کے خیال میں کافی مال تھا۔ للو کو رات کو وہیں چوری کرنی تھا۔ اپنی محدود عقل کے ذریعہ سے استاد جی نے سارا منصوبہ اور گھر کا نقشہ للو کو سمجھا دیا۔ للو اپنے مشن پر کسی خلائی سیارے کی طرح روانہ ہوگیا اور استاد جی مستقبل کے سنہرے خوابوں میں گم ہوگئے۔

رات کے ڈیڑھ بجے للو اس گھر کے نزدیک پہنچ گیا اور دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوگیا۔ گھر میں کوئی آواز نہیں آرہی تھی اور یہ للو کے لیے خوشی کی بات تھی کہ سب گھر والے کسی ہیرو ئنچی کے ضمیر کی طرح سوئے ہوئے تھے۔

للو ایک کمرے میں گھس گیا اور کمرے کی چیزوں کو کھنگالنے لگا کہ اس کی نظر ایک رنگین ٹی وی پر پڑی۔ یہ جدید ماڈل کا ٹی وی تھا۔ للو نے دوسری چیزوں کو چھوڑا اور اس کی طرف مردار خور چیل کی طرح لپکا۔ اس نے ٹی وی اس طرح سر پر اٹھا لیا جیسے یہ اس کے باپ کا ٹی وی ہو۔ ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ اس کا پاؤں ایک میز سے ٹکرایا۔ میز پر رکھے ہوئے برتن ایسے نیچے گر گئے جیسے سردیوں میں درجۂ حرارت گرتا ہے۔ ایک زور دار آواز پیدا ہوئی اور پھر وہی ہوا جو اس طرح کے کاموں میں ہوتا ہے۔ یعنی مالک مکان اپنی دھوتی سنبھالتا ہوا کمرے میں آدھمکا اور فوراً لائٹ جلا دی۔

"اچھا تو تم چور ہو۔" ہاتھی کے پیٹ جیسے شخص نے کہا جو شاید مالک مکان ہی تھا۔

"اور میں کیا ٹارزن ہوں منکو کے بچے!" للو نے بھی اکڑ کر جواب دیا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس شخص نے للو کو پیچھے سے اس طرح جکڑ لیا جیسے مہنگائی نے غریب عوام کو جکڑ رکھا ہے۔ ٹی وی ابھی تک للو کے سر پر ہی تھا۔

"نہیں چھوڑوں گا نہیں چھوڑوں گا۔ تم جیسے چوروں نے میرا ناک میں دم کیا ہوا ہے۔" موٹے آدمی نے کہا۔

"ارے ارے چھوڑو مجھے۔" للو نے موٹے کو اپنے آپ سے جونک کی طرح لپٹا ہوا پایا تو

اس خوف زدہ میمنے کی طرح چلایا جس نے قسائی کو دیکھ لیا ہو۔

"ارے چھوڑو مجھے ورنہ میں ٹی وی کو نیچے پھینک دوں گا۔" للو نے جنگ ہارنے والے جرنیل کی طرح آخری حربہ آزمایا جو کامیاب رہا۔

"اچھا اچھا' ٹی وی نہ پھینکو۔ اس کی اسکرین ٹوٹ جائے گی۔ لو میں نے چھوڑ دیا۔" موٹے نے اپنی دھوتی کو سنبھالا اور للو کو چھوڑ دیا۔ للو فوراً پلٹا اور ٹی وی کو موٹے کی توند پر دے مارا جو اس کی توند سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا اور اس کی اسکرین کرچی کرچی ہو گئی۔ اب موٹے کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ سکتے میں آگیا اور بجائے للو کو پکڑنے کے اسکرین کے ٹکڑوں کو نیچے سے اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا اور بھوں بھوں کر کے رونے لگا۔

للو کسی چھلاوے کی طرح کمرے سے نکل گیا' لیکن اس کی بد قسمتی کہ اس نے موٹے کی بیوی کو نہ دیکھا جو شور سن کر ایک عدد بیلن سمیت کسی میزائیل کی طرح آرہی تھی اسکی صحت بھی کسی ڈینو سار کی طرح تھی۔ پھر ان کا آپس میں ٹکراؤ ہوا۔ اس نے للو کے سر پر زور دار اور کرارا بیلن مارا اور للو اس گدھے کی طرح ڈھیر ہو گیا جس نے اپنی اوقات سے زیادہ بوجھ اٹھایا ہو اور یوں للو اب پولیس کا مہمان تھا۔

ادھر استاد جی اپنے ٹھکانے پر اس طرح خوش تھے جیسے خلا میں جانے والا بندر' کیوں کہ تھوڑی دیر بعد ہی للو ایک خوش خبری اور مال کے ساتھ آرہا تھا۔

دوسری طرف للو نے بڑے صاحب کے سامنے ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اپنے استاد کا پتا اُگل دیا۔

استاد للو کا انتظار کر رہا تھا۔ للو تو نہ آیا' مگر پولیس آگئی اور یوں استاد جی پکڑے گئے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق ابھی تک وہ پولیس کے مہمان ہیں۔

اب للو اپنی مجرمانہ زندگی سے توبہ کر چکا ہے۔ وہ اپنے کیے پر شرمندہ بھی ہے۔ اس نے محلے والوں سے معافی مانگی اور اب دوبارہ چاول چھولے کی ریڑھی لگاتا ہے۔ اگر اسے کوئی چور کہے تو وہ ہنس کر کہتا ہے:

"مجھے چور نہ کہو۔ میں چاول چھولے والا للو ہوں۔"

وہ جان چکا ہے کہ چوری بُری عادت ہے اور حلال کی کمائی کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔

علی ناصر زیدی

س : سیل میں جو کرنٹ بھری ہوئی ہوتی ہے وہ عام بجلی کی طرح جھٹکا کیوں نہیں مارتی ؟

محمد اجمل نعیم

ج : پہلی بات تو یہ سمجھ لیجیے کہ کرنٹ کے جھٹکا دینے کا تعلق اس کے وولٹیج سے ہے۔ ہم ڈیڑھ سو وولٹ تک کی کرنٹ کو آسانی سے برداشت کر لیتے ہیں اور بعض مستری تو اس سے بھی زیادہ وولٹیج برداشت کر لیتے ہیں، کیوں کہ وہ عادی ہو جاتے ہیں۔ ٹارچ کا سیل چھوٹا ہوتا ہے اس کا وولٹیج بہت کم ہوتا ہے، یعنی صرف ڈیڑھ وولٹ، اس لیے سیل کو چھونے سے ہمیں کسی قسم کا جھٹکا محسوس نہیں ہوتا۔

س : لوہے کی کتنی قسمیں ہیں ؟ محمد مسعود بدر صدیقی

ج : دو قسمیں ہیں : عام لوہا اور فولاد۔

س : بتائیے پانی میں پھول تر و تازہ کس طرح رہتے ہیں ؟ محمد فیض عالم

ج : پھولوں کو تر و تازہ رہنے کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی ہے، جو انھیں اس پودے سے حاصل ہوتا رہتا ہے جس پر وہ لگتے ہیں۔ پودے کو تر رکھنے کے لیے ہم اس کی جڑ میں پانی دیتے ہیں جب پھولوں کو پودے سے توڑ کر گل دستہ سجایا جاتا ہے اور گل دان میں تھوڑا پانی بھر دیا جاتا ہے تو پھول اپنے ڈنٹھلوں کے ذریعہ سے گل دان سے یہ پانی تھوڑی مقدار میں کھینچتے رہتے ہیں اور کچھ مدت تر و تازہ رہتے ہیں۔

س : گہرے سمندر میں پائے جانے والے پودے اور جانور اپنی خوراک کس طرح حاصل کرتے ہیں ؟

عبدالرزاق انصاری

ج : قدرت نے جان داروں کے لیے ہر جگہ ان کی غذا کا انتظام بھی کیا ہے۔ گہرے سمندروں میں جہاں بڑے جان دار پائے جاتے ہیں وہاں چھوٹے جان دار بھی جنم لیتے ہیں اور انھیں کھا کر بڑے جان دار

زندہ رہتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھاتی ہے۔ یہ اصول ہر جگہ کارفرما ہے۔

س: جب سورج کی طرف دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیرا کیوں آجاتا ہے؟

ذیشان الرحمٰن

ج: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سورج کی طرف دیکھنا نہیں چاہیے، اس میں بینائی ضائع ہوجانے کا خطرہ رہتا ہے۔ سورج کی روشنی بہت تیز ہوتی ہے۔ خود سورج بہت ہی روشن جسم ہے۔ جب ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری پُتلی بے حد سکڑ جاتی ہے اور ہمیں تھوڑی دیر تک کچھ نظر نہیں آتا۔ جب روشنی کی شدّت کا اثر جاتا رہتا ہے اور ہماری پتلی معمول پر واپس آجاتی ہے تو ہمیں دوبارہ نظر آنے لگتا ہے۔

س: پستہ درخت کا کون سا حصہ ہے؟ اور پستہ کس ملک میں زیادہ پایا جاتا ہے؟

عبدالمجید دستی

ج: پستہ اسی نام کے درخت کا پھل ہے جس پر بادام جیسا سخت خول چڑھا ہوا ہوتا ہے، جسے توڑ کر سبز رنگ کا وہ پستہ حاصل کیا جاتا ہے جو آپ استعمال کرتے ہیں۔ پستہ ایران میں زیادہ پیدا ہوتا ہے۔

س: دل کے دورے آج کل اتنے عام کیوں ہوگئے ہیں؟ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

رابعہ یعقوب

ج: قلب کی بیماریاں اس زمانے میں ہمارے تفکرات اور غیر فطری طرز زندگی کا نتیجہ ہیں۔ تقریباً ہر گھر کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہیں۔ مصنوعی اور فیشن زدہ زندگی ہمیں چین نہیں لینے دیتی۔ ہر شخص زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے میں مصروف ہے اور ورزش اور جسمانی محنت نہیں کرتا۔ ہمارے دل پر ہر وقت بوجھ رہتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

س: جنریٹر کیا ہوتا ہے۔ اس کا کیا اصول ہے؟ مقبول احمد،

ج: جنریٹر اس مشین کو کہتے ہیں جو ہمارے لیے بجلی تیار کرتی ہے اور جس کا انحصار اس قدرتی تعلق پر ہے جو بجلی اور مقناطیسیت کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ایک مقناطیس کے قطبین کے درمیان تاروں کا ایک لچھا ہوتا ہے، جسے آرمیچر کہتے ہیں۔ اس آرمیچر کو ٹربائن کے ذریعہ سے یا کسی اور طرح زور سے گھمایا جاتا ہے۔ وہ مقناطیسی خطوط کاٹتا ہے اور یوں اس میں بجلی پیدا ہوجاتی ہے، جسے باہر نکال لیا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔ آرمیچر کو گھمانے کے لیے بالعموم ٹربائن استعمال کی جاتی ہے جو خود آبشار کے گرتے ہوئے پانی کے زور سے گھومتی ہے۔ ایسی ٹربائن "واٹر ٹربائن" کہلاتی ہے اور

اگر پانی کو اُبال کر اس کی بھاپ سے ٹربائن کو گھمایا جائے تو ہم اسے "اسٹیم ٹربائن" کہتے ہیں ٹربائن کا کام آرمیچر کو گھماتا ہے۔ آرمیچر مقناطیسی میدان میں گھومتا ہے تو بجلی پیدا ہو جاتی ہے۔

س : ریڈار کس نے ایجاد کیا؟ یہ کس اصول کے تحت کام کرتا ہے ؟

عاصم الٰہی کیانی،

ج : یہ دوسری جنگِ عظیم کی بات ہے جو ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک جاری رہی اور جرمنوں نے انگلستان پر بے شمار ہوائی حملے کیے۔ ان ہوائی حملوں سے بچنے اور پہلے سے ان کی اطلاع کرنے کے لیے ریڈار ایجاد کیا گیا۔ اس کی ایجاد میں بہت سے سائنس دانوں اور انجنیئروں کا حصّہ ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ اس کے مرکزی حصّے سے وائرلیس لہریں نکل کر ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی زبردست رفتار سے چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ وہ اپنے راستے میں بحری جہاز، ہوائی جہاز یا کسی بھی دوسری چیز سے ٹکراتی ہیں تو فوراً واپس آکر ریڈار کے ٹیلے وژن جیسے پردے پر اسی چیز کی تصویر پیش کر دیتی ہیں۔ اس طرح اس سے بچنے یا اس کے حملے کو ناکارہ بنا دینے کا پہلے سے انتظام کر لیا جاتا ہے۔

س : انسان پانی میں ڈوب جانے کے بعد پانی کے اندر کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے ؟

عبدالحق

ج : مشکل سے ایک دو منٹ۔

س : ہوائی جہاز کس اصول کے تحت اُڑتا ہے ؟ نثار اختر، کراچی

ج : جس طرح ہم پانی کو پیچھے دھکیل کر پانی پر تیرتے ہیں، اسی طرح ہوائی جہاز اپنے پَروں سے ہوا کو پیچھے دھکیل کر آگے بڑھتا ہے۔ اب پروں والے جہازوں کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ جیٹ طیاروں نے ان کی جگہ لی ہے۔ اس کے انجن سے بھی ہوا کی تیز دھار پیچھے کی طرف نکلتی ہے اور پورا جہاز زور سے آگے بڑھتا ہے۔

س : کیا آسمانی بجلی کو دیکھنے سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے ؟

ممتاز سحر، فرح سحر

ج : آسمانی بجلی کا وولٹیج بہت زیادہ ہوتا ہے اور اسی کے مطابق اس کی چمک بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس پر نگاہ جمانے سے آنکھوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

○

دو دوست، دو دشمن

ڈاکٹر جمیل جالبی

گھنے جنگل میں ایک دلدل کے قریب برسوں سے ایک چوہا اور ایک مینڈک رہتے تھے۔
بات چیت کے دوران ایک دن مینڈک نے چوہے سے کہا :
"اس دلدل میں میرا خاندان صدیوں سے آباد ہے اور اسی لیے یہ دلدل جو مجھے باپ دادا سے ملی ہے، میری میراث ہے۔"
چوہا اس بات پر چڑ گیا۔ اس نے کہا : "میرا خاندان بھی یہاں سیکڑوں سال سے آباد ہے اور مجھے بھی یہ جگہ اپنے باپ دادا ہی سے ملی ہے اور یہ میری میراث ہے۔"
یہ سن کر مینڈک غصے میں آگیا اور تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ بات اتنی بڑھی کہ ان کی

دوستی میں فرق آگیا اور دونوں نے ایک دوسرے سے بولنا چھوڑ دیا۔

ایک دن چوہا وہاں سے گزرا تو مینڈک نے اس پر آوازے کسے جو چوہے کو بہت بُرے لگے۔ اس کے بعد سے چوہے نے یہ کیا کہ وہ گھاس میں چھپ کر بیٹھ جاتا اور جب مینڈک وہاں سے گزرتا تو اس پر حملہ کر دیتا۔

آخر تنگ آکر ایک دن مینڈک نے کہا : "اے چوہے! تو چوروں کی طرح یہ کیا چھپ چھپ کر حملہ کرتا ہے؟ مرد ہے تو سامنے میدان میں آ تاکہ کھل کر مقابلہ ہو اور تجھے میری قوت کا پتا چلے۔"

چوہے نے یہ بات قبول کرلی اور دوسرے دن صبح ہی صبح مقابلے کا وقت مقرر ہوا۔ مقررہ وقت پر ایک طرف سے چوہا نکلا۔ اس کے ہاتھ میں نرسل کے پودے کا ایک لمبا سا تنکا تھا۔ دوسری طرف سے مینڈک آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایسا ہی ایک تنکا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر زبردست حملہ کیا اور پھر ذرا سی دیر میں دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔

ابھی یہ لڑائی جاری تھی کہ دور ہوا میں اڑتی ہوئی ایک چیل نے دیکھا کہ ایک چوہا اور ایک مینڈک آپس میں گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ وہ تیزی سے اڑتی ہوئی نیچے آئی اور ایک جھپٹے میں دونوں پہلوانوں کو اپنے تیز، نوکیلے پنجوں میں دبا کر لے گئی۔

اب وہاں چوہا رہا اور نہ مینڈک۔ دلدل اب بھی موجود ہے۔

خاک بیتی

خواجہ حسن نظامی

جملوات ہیں پہاڑ ہیں اور ہر قسم کے جواہرات ہیں مگر وہ سب مجھ سے ہیں اور میں ان سب کی ماں ہوں۔ نباتات میں ہر قسم کی اگنے والی چیزیں ہیں، مگر وہ بھی سب مجھ خاک سے نکلتی ہیں اور فنا ہوجانے کے بعد خاک بن جاتی ہیں۔ حیوانات بھی سب خاک سے بنتے ہیں اور مرنے کے بعد خاک ہوجاتے ہیں۔ ان چاروں میں سب سے اعلا انسان ہے۔ وہ بھی مجھ خاک سے نکلتا ہے اور پھر خاک میں سما جاتا ہے۔ تو کیا میں نہ کہوں کہ جملوات بھی خاک، نباتات بھی خاک، حیوانات بھی خاک اور انسان بھی خاک۔ وہ سب مجھ میں اور میں ان سب میں۔ نہ وہ غیر، نہ میں پرائی۔ نہ وہ اور، نہ میں اور۔ بھول بھلیاں صورتوں کی ہیں اور صورتیں سب خاکی ہیں۔

میری سرگزشت اتنی طویل ہے اور میری زندگی کے اتنے زیادہ واقعات ہیں کہ اگر میں ان سب واقعات کو لکھواؤں تو دنیا کی ہر طاقت لکھتے لکھتے تھک جائے۔

ذرا خیال کرو، پہلے تمام کائنات میں پانی تھا اور میں خاک اس کی تہ میں چھپی ہوئی تھی۔ پھر اس پانی کو سمندر میں ہٹا دیا گیا، مگر اس کی تہ میں اب بھی موجود ہوں اور پانی کے اندر بے شمار جانور ہیں اور ہر جانور مجھ خاک سے بنتا ہے اور جب مرتا ہے تو پھر میرے اندر سما جاتا ہے۔ سمندر کے اندر پہاڑ بھی ہیں اور درخت بھی ہیں اور دریائی انسان بھی ہیں۔ وہ سب بھی مجھ خاک سے بنتے ہیں اور پھر میرے ہی اندر جذب ہوجاتے ہیں۔ میں خاک کبھی سمندر کی تہ میں پاؤں جما کر بیٹھتی ہوں اور کبھی سمندر کے چہرے پر موجوں میں لہراتی ہوں۔ جتنے کنارے سمندر کے ہیں وہ بھی سب مجھ ہی سے کہتے ہیں اور کناروں کے باہر لاکھوں میل کی حد تک زمین میں سوائے میرے اور کوئی چیز موجود نہیں۔ خوب صورت پھل مجھ سے نمودار ہوتے ہیں۔ بلبل ان سے عشق بازیاں کرتے ہیں۔ کہیں وہ پھول خوب صورت گردنوں کے ہار بنتے ہیں اور کہیں وہ پھول مرنے والوں کے مزار پر چڑھتے ہیں اور خیال کرو کہ ہر ایک واقعے میں

ایک زندگی ہے اور ایک بتی ہے۔

سانپ اور سب موذی جانور میرے اندر سوراخ کر کے گھر بناتے ہیں۔ انسانی گھروں میں رہنے والے چہرے بھی جنگل میں بل بنا کر مجھ میں رہتے ہیں۔ جنگلی جانوروں کا بادشاہ شیر بھی میرے اندر رہتا ہے اور میں ان سب کو اپنے اندر پناہ دیتی ہوں۔

انسان بڑے بڑے محل اور قلعے بناتا ہے۔ کس چیز سے؟ مجھ خاک سے۔ کہ اینٹ خاک سے بنی۔ چونا خاک سے بنا۔ لوہا لکڑی خاک سے نکلے۔ جس چیز پر بھی تو خیال کرے گا میں تجھ کو نظر آؤں گی۔ میں بہروپیا ہوں۔ ہر مقام پر ایک نیا روپ اور نرالی صورت ہوگی۔ پیپل کہے گا میں پیپل ہوں۔ املی کہے گی میں پیپل نہیں املی ہوں۔ امرود، انار، آم، کیلا، ناشپاتی، سیب، انگور ہر ایک پھل کو اپنی یکتائی کا دعوا ہوگا۔ یہ کبھی بھی خیال نہیں کرے گا کہ پیپل بھی خاک، املی بھی خاک، امرود، انار، آم، کیلا بھی خاک، سیب، ناشپاتی، انگور بھی خاک۔ دھوکا فقط عارضی شکلوں کا ہے جو بدلتی رہتی ہیں اور مٹتی رہتی ہیں۔

ایک بھولی بھالی نور کے سانچے میں ڈھلی، ناز کی گود میں پلی چاند سی صورت من موہنی مورت نورجہاں نامی لڑکی باغ میں کھڑی تھی۔ شہنشاہ اکبر کا ولی عہد نونہال خوش اقبال مرزا سلیم جو بعد میں شہنشاہ جہانگیر مشہور ہوا وہ کبوتر ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور نورجہاں کو کبوتر دیے کہ ان کو پکڑے رہو، میں پھول توڑ لوں۔ نورجہاں کے ہاتھ سے ایک کبوتر پھڑپھڑا کر چھوٹ گیا اور اڑ گیا۔ سلیم پھول توڑ کر آیا اور اپنے ایک کبوتر کو نہ پایا تو پوچھا وہ کیا ہوا؟ نور جہاں بولی، صاحب عالم وہ اڑ گیا۔ جہانگیر نے کہا، کیوں کر اڑا۔ نور جہاں نے دوسرا کبوتر اڑا دیا اور بولی، صاحب عالم یوں اڑ گیا۔ جہانگیر اس ادا سے بے تاب ہوگیا اور اس کے دل پر اس بات کا ایسا زخم لگا کہ بادشاہ ہونے کے بعد نورجہاں کو بیوی بنایا اور ساری سلطنت اس کے حوالے کردی۔

جہانگیر کون تھا؟ خاک۔ نور جہاں کون تھی؟ خاک۔ کبوتر کون تھے؟ خاک۔ وہ مہین اور سریلی آواز جو نور جہاں کے حلق سے نکلی خاک سے پیدا ہوئی تھی اور وہ آنکھیں جنھوں نے نور جہاں کو دیکھا اور اس سے خود بھی زخمی ہوئیں اور جہانگیر کے دل کو بھی زخمی کیا وہ کس سے بنی تھیں؟ خاک سے۔

اے۔ حمید　　　　　　　　　　　　　　　　خلائی ایڈونچر سیریز

قسط نمبر ۲

خلائی تابوت اُترتا ہے

(تسلسل کے لیے پچھلے ماہ کا پیامِ تعلیم ملاحظہ فرمائیں)

عمران نے قبرستان سے پہلے ہی ٹیکسی چھوڑ دی۔ یہ علاقہ ویران اور غیر آباد تھا۔ دُور دُور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ جس طرف آسیبی قبرستان تھا اس طرف کوئی سڑک بھی نہیں تھی۔ کبھی ایک کچا راستہ قبرستان کی طرف جاتا تھا۔ مگر جب سے یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ وہاں بدروحوں کا بسیرا ہے یہ راستہ بھی مِٹ گیا تھا اور وہاں خشک کانٹے دار جنگلی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ یہ آسیبی قبرستان چھے سات چھوٹی چھوٹی بنجر، نسواری پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا۔ عمران خشک ریتلی زمین پر جھاڑیوں میں سے گزرتا قبرستان کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ عمران بدروحوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔ وہ سچا مسلمان تھا۔ چناں چہ ایک سچے مسلمان کی طرح اس کا دل اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف سے پاک تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ جس مسلمان کے دل میں اللہ کا ڈر، خوف ہو اس سے دنیا کی ہر شے ڈرتی ہے، لیکن جس کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو اسے دُنیا کی ہر شے ڈراتی ہے۔ احتیاط کے طور پر عمران آسیبی قبرستان کے پُرانے شکستہ دروازے کی بجائے پیچھے کی طرف دو ٹیلوں کے درمیان سے گزر کر دیوار کے پاس آیا۔ یہاں سے قبرستان کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ دیوار کے

پاس رک گیا اور دن کی روشنی میں قبرستان کو دیکھنے لگا۔ قبرستان میں دن کے وقت بھی موت کا سناٹا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں کے پتھروں میں جگہ جگہ خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سوکھے ٹنڈ منڈ درخت بھی تھے۔ کچھ قبروں کے چبوترے بھی تھے۔ ایک پُرانی قبر پر پتھر کی چھتری بنی ہوئی تھی۔ عمران قبرستان میں داخل ہو گیا۔

ساری قبروں کی حالت خستہ ہو رہی تھی۔ کوئی قبر سلامت نہیں تھی۔ لوگ سنگِ مرمر کے کتبے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ قبروں کے پتھر اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ کئی قبریں بیٹھ گئی تھیں۔ ان میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ ایک گڑھے میں عمران کو مُردے کی ہڈیاں بھی نظر آئیں۔ عمران درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آیا تو ایک قبر کے پاس انسانی کھوپڑی پڑی تھی۔ عمران نے کلمہ شریف پڑھا اور مُردے کی کھوپڑی کو اُٹھا کر قبر کے گڑھے میں بڑے احترام سے رکھ دیا۔ پھر اس نے ہاتھ اُٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھی اور مرے ہوئے کی مغفرت کے لیے اللہ کے حضور دعا کی۔ وہ سارے قبرستان میں گھوم گیا۔ اسے کسی جگہ ایسا کوئی نشان نہ ملا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ یہاں خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ لیبوریٹری قائم کر رکھی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ اس قبرستان میں رات کو خلائی تابوت کہاں اُتر سکتا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ سگنل میں یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ خلائی تابوت کا قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق نے قبرستان کے پیچھے اپنی کوئی خفیہ کمین گاہ بنا رکھی ہو گی۔ عمران آسیبی قبرستان کی ڈیوڑھی کے پاس آ کر رُک گیا۔ ڈیوڑھی کی دیوار ایک طرف سے آدھی گری ہوئی تھی اور اس پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہ قبرستان کا سامنے والا دروازہ ہوا کرتا تھا۔ اس حساب سے قبرستان کا پچھلا حصہ جنوب کی طرف ہی ہو سکتا تھا۔ عمران قبروں میں سے گزرتا جنوب کی

طرف آ گیا۔ یہاں قبرستان کی دیوار گری ہوئی تھی اور ایک کچّی پگ ڈنڈی دو ٹیلوں کی طرف جاتی تھی۔ عمران نے جُھک کر زمین کو دیکھا۔ وہاں اسے کسی خلائی مخلوق کے قدموں کے نشان دکھائی نہ دیے۔ اس نے گھوم کر ٹیلوں کا جائزہ لیا۔ ٹیلے بالکل ویران تھے۔ وہاں کوئی غار یا شگاف نہ تھا۔ عمران ایک پُرانی قبر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک اسے سانپ کے پھنکار کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک دَم دوسری طرف ہوگیا۔ پلٹ کر دیکھا کہ ایک سیاہ کالا سانپ زمین سے تین فیٹ بلند ہو کر پھن اُٹھائے اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کی لال زبان بار بار نکل رہی تھی۔

عمران نے ایسا خوف ناک پھن دار سانپ زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سانپ اپنی جگہ ساکت تھا۔ عمران آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ سانپ نے کوئی حرکت نہ کی۔ عمران کا خیال تھا کہ شاید سانپ لپک کر اس کو ڈسنے کی کوشش کرے گا مگر سانپ اسی طرح اپنی لال لال آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔ عمران نے سوچا کہ اسے مار ڈالنا چاہیے نہیں تو ہو سکتا ہے رات کے وقت وہ اسے ڈس لے۔ اس نے ایک قبر پر سے پتّھر اُٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتّھر سانپ کے پھن کے قریب سے ہو کر نکل گیا۔ سانپ نے پھر بھی حملہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ عمران نے دوسری بار پتّھر اُٹھایا تو سانپ بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اُچھلا اور دوسرے لمحے وہ عمران کے اوپر تھا۔ عمران کا سارا جسم دہشت سے کانپنے لگا۔ سانپ نے عمران کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور اپنا پھَن اس کے چہرے کے قریب لا کر آہستہ آہستہ پھنکار رہا تھا۔ عمران دل میں کلمہ پڑھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔ سمجھ گیا کہ موت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ یہ سانپ اسے چھوڑے گا نہیں۔ ابھی اسے ڈس لے گا اور پھر وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا۔ مگر حیرانی کی بات تھی کہ سانپ نے ابھی تک عمران کو کچھ نہیں کہا تھا۔ حال آں کہ

عمران نے اس کو پتھر مار کر کچلنے کی کوشش بھی کی تھی۔ سانپ کی دھیمی دھیمی پھنکار سے عمران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔
اچانک سانپ نے عمران کی گردن کے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور پھر اس کی گردن سے اُتر کر ایک قبر کے سوراخ کی طرف رینگنے لگا۔ عمران پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ سانپ نے قبر کے سوراخ میں اُترنے سے پہلے عمران کی طرف پلٹ کر دیکھا اور پھر بڑے آرام سے قبر میں گھس گیا۔ جب سانپ کی دُم بھی سوراخ میں چلی گئی تب کہیں جا کر عمران کو ہوش آیا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی۔ مگر یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ سانپ نے اسے ڈسا کیوں نہیں۔ جب کہ وہ غصے میں بھی تھا۔ عمران یہی سمجھا کہ اللہ میاں کو اسے بچانا تھا سو بچا لیا۔ وہ اب تیز تیز قدموں کے ساتھ قبرستان سے باہر نکل گیا۔ اُس نے رات کے وقت چھپنے کے لیے ایک جگہ چُن لی تھی۔ قبرستان سے نکلنے کے بعد وہ اپنے کالج پہنچ گیا۔ ایک پیریڈ رہتا تھا۔ وہ پڑھا اور پھر واپس گھر آ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ کر خلائی سگنل کے ہندسوں کو ایک بار پھر کمپیوٹر پر پروجیکٹ کر کے ان کا مطالعہ کرنے لگا۔ اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے شیبا کی آواز آئی۔

"کیا تم قبرستان گئے تھے؟"

"ہاں! مگر تمھیں کیسے پتا چلا؟" عمران نے پوچھا۔

شیبا نے ہنس کر کہا:

"میں نے قیافہ لگایا تھا کہ تم ضرور آسیبی قبرستان گئے ہو گے۔ کسی بدروح سے تو ملاقات نہیں ہوئی؟"

عمران بھی ہنس دیا۔ بولا:

"بدروح تو نہیں لیکن ایک کالے سانپ سے ضرور آمنا سامنا ہو گیا تھا"

پھر عمران نے شیبا کو سارا واقعہ سُنایا۔ شیبا نے کہا:
"تم خوش قسمت ہو۔ اللہ نے تمھیں بچا لیا۔ اب رات کو اس طرف مت جانا۔"
عمران نے فکر مند سا ہو کر پوچھا:
"شیبا! کیا تمھیں یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اسی قبرستان کی طرف اشارہ کیا ہے؟"
شیبا کی آواز آئی:
"مجھے سو فیصد یقین ہے عمران۔ میرا حساب کیلکولیٹر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تم قبرستان میں اپنی حفاظت کرنا۔ اور ہاں ڈیڈی کا پستول ضرور ساتھ لیتے جانا۔"
عمران بولا، "اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں ایک نیک مہم پر جا رہا ہوں۔ اللہ میری حفاظت کرے گا مجھے اس کا یقین ہے۔ میرا مشن خلقِ خدا کو ایک انسان دشمن خلائی مخلوق کی تباہ کاریوں سے بچانا ہے۔"
شیبا نے کہا:
"اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ وہاں سے آتے ہی مجھے فون کرنا۔ میں جاگ رہی ہوں گی اور فون بھی میں نے اپنے سرہانے رکھا ہوگا۔"
"او کے۔" عمران نے کہا۔ "میں قبرستان سے آتے ہی تمھیں ٹیلی فون کروں گا۔"
شیبا نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ عمران نے ایک چھوٹے مگر بڑے طاقت ور کیمرے کا پہلے ہی سے بندوبست کر رکھا تھا۔ یہ کیمرہ ہلکی روشنی میں بغیر فلیش کے بھی تصویر کھینچ سکتا تھا۔ رات کا کھانا عمران نے اپنی امّی ابّو کے ساتھ کھایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے اللہ سے اپنی سلامتی اور مہم میں کام یابی کی دعا مانگی اور اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ابّو جان کا

پستول ڈرائینگ روم کی ایک الماری میں پڑا ہوتا ہے۔ اس نے بارہ بجے کا الارم لگایا اور چادر اوڑھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ دو ایک گھنٹے آرام کر لینا چاہتا تھا۔ اسے نیند آ گئی۔ ٹھیک بارہ بجے رات گھڑی کے الارم نے اسے جگا دیا۔

عمران نے جاگتے ہی الارم بند کیا۔ کلمہ شریف پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا اور جلدی سے بستر چھوڑ کر تیار ہونے لگا۔ اس نے کالی پتلون اور کالی جیکٹ پہنی تاکہ رات کے اندھیرے میں وہ کسی کو آسانی سے نظر نہ آ سکے۔ کیمرے کی فلم چیک کی اور آہستہ سے دروازہ کھول کر سیڑھیاں اترتا نیچے ڈرائینگ روم میں آ گیا۔

ڈرائینگ روم میں مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ عمران نے الماری میں سے اپنے ابو کا پستول نکالا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ پستول جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے باہر باغیچے میں کود گیا۔ باغیچے سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور تیز تیز چوک کی طرف چلنے لگا۔ وہاں اسے ایک خالی رکشا مل گیا۔ وہ رکشے میں بیٹھا اور ڈرائیور سے بلیو کراسنگ کی طرف چلنے کو کہا۔ آسیبی قبرستان بلیو کراسنگ سے ڈیڑھ ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر رکشا والے کے سامنے آسیبی قبرستان کا نام لیا گیا تو وہ بھاگ جائے گا۔

عمران بلیو کراسنگ والے چوک میں اتر گیا۔ چوک کی ٹریفک لائٹ روشن تھی۔ مگر سڑک خالی پڑی تھی۔ کچھ فاصلے پر مشرق کی طرف اونچی عمارتوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران چوک پار کرنے کے بعد اس سنسان کچی سڑک پر آ گیا جو آسیبی قبرستان والی بنجر، ویران پہاڑیوں کو جاتی تھی۔ سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عمران آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ دور سے ویران پہاڑیوں کے خاکے

اُبھرنے لگے تھے۔ پھر وہ ان جُلی ہوئی پہاڑیوں میں داخل ہو گیا اور آسیبی قبرستان کے پیچھے کی طرف آ گیا۔ یہاں گہری خاموشی چھائی تھی۔ آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے مگر ان کی چمک بھی زیادہ نہیں تھی۔ ایک پھیکی سی سلیٹی رنگ کی دُھند قبرستان پر منڈلا رہی تھی۔ اس دُھند نے آسیبی قبرستان کو اور زیادہ دہشت ناک بنا دیا تھا۔ عمران قبرستان کی شکستہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

اسے کالے سانپ کی طرف سے برابر خطرہ لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ اچانک قبر میں سے نکل کر اس پر حملہ نہ کر دے۔ لیکن اس خیال سے اسے تھوڑا اطمینان بھی تھا کہ سانپ نے پہلے اسے نہیں ڈسا تو اب بھی اُسے نہیں ڈسے گا۔ عمران نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ گھڑی کی چمکتی ہوئی سوئیوں نے بتایا کہ رات کا پونا ایک بج رہا ہے۔ خلائی سگنل میں تابوت کے اُترنے کا وقت رات کے ایک بجے کا بتایا گیا تھا۔

عمران نے دائیں بائیں دیکھا۔ اسے وہاں کوئی ایسی خلائی مخلوق نظر نہیں آ رہی تھی جو خلا سے اُترنے والے تابوت کو وصول کرنے کے لیے وہاں موجود ہو۔ وہ ایک عجیب سی اُلجھن میں مُبتلا تھا۔ کہیں خلائی سگنل کسی دوسرے سیّارے میں تو نہیں بھیجے گئے تھے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کسی وجہ سے ہماری زمین کی فضا میں داخل ہو گئے ہوں۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے تاریک پہاڑیوں کی طرف ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور قبرستان کے اندر دیوار کی دوسری طرف چلا گیا اور دیوار کی اوٹ میں سے پہاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

پہاڑیوں میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر

نہیں آرہا تھا۔ عمران نے کیمرا ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ بھرا ہوا پستول اس کی جیب میں تھا۔ وہ ایک سیکنڈ میں موقع آنے پر اسے نکال سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ گڑگڑاہٹ کی آواز کیسی تھی۔ ہوسکتا ہے پہاڑیوں کی دوسری طرف سے کوئی ٹرک گزرا ہو۔ مگر اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ان پہاڑیوں کے پیچھے کوئی سڑک نہیں جاتی۔
اچانک آسمان پر ایسی روشنی ہوئی جیسے کوئی بلب ایک بار جل کر بجھ گیا ہو۔ عمران کی نظریں تارے بھرے آسمان پر لگی تھیں۔ اُس نے سوچا ضرور یہ کسی ٹوٹے ہوئے تارے کی روشنی تھی جو بھڑک کر بجھ گئی۔

وہ ایک ستارے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ پہلے اسے اپنا وہم لگا۔ لیکن یہ ستارہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف آرہا تھا اور جوں جوں قریب آرہا تھا اس کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ عمران کو خلائی اُڑن تشتری کا خیال آگیا۔ ضرور یہ اُڑن تشتری ہے جس میں خلائی تابوت اُتارا جا رہا ہے۔ عمران نے جلدی سے کیمرہ اُٹھایا اور اُسے اپنی آنکھ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ اُڑن تشتری کی روشنی بجھ گئی۔ عمران نے کیمرہ نظروں کے سامنے سے ہٹا لیا۔ وہ گھور گھور کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے کوئی سیاہ رنگ کی گول چپٹی شے نیچے آتی صاف نظر آرہی تھی۔ اس کے نیچے صرف ایک ننھی سی سُرخ روشنی بار بار جل بجھ رہی تھی۔

عمران نے فوراً اس کی دو تین تصویریں بنا لیں۔ اب وہ گول شے کافی نیچے آگئی تھی۔ اس میں سے سرسراہٹ کی ہلکی ہلکی آواز نکل رہی تھی۔ یہ کافی بڑی اُڑن تشتری تھی جو پہاڑیوں کے درمیان آکر زمین سے کوئی پچاس فیٹ کی بلندی پر فضا میں ٹھہر گئی تھی۔ عمران نے جلدی جلدی اُس کی چھ سات تصویریں کھینچ لیں اور پھر دھڑکتے

دل کے ساتھ دیوار کی اوٹ سے اسی طرف دیکھنے لگا۔ اُڑن تشتری کے نیچے سے روشنی نکل کر زمین پر پڑی اسے اس روشنی میں دو انسانی ہیولے نظر آئے جن کا لباس روشنی میں چمکنے لگا تھا۔ اچانک اُڑن تشتری میں سے کوئی شے نیچے لٹکائی گئی۔ یہ شے المونیم کے تابوت کی شکل کی تھی۔ یہ خلائی تابوت ہی ہو سکتا تھا۔ خلائی تابوت آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ عمران نے اس کی بھی اوپر تلے دو تصویریں اُتار لیں۔ اب اس نے کیمرہ جیب میں ڈال کر پستول نکال لیا۔ ابھی تک اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا، مگر وہاں کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا تھا۔

اُڑن تشتری کے نیچے روشنی کے گول دائرے میں جو دو خلائی اجنبی کھڑے تھے انھوں نے خلائی تابوت اُٹھایا اور اسے لے کر ٹیلے کی طرف بڑھے۔ اُن کے جاتے ہی روشنی کا دائرہ بجھ گیا۔ اُڑن تشتری میں سے گونج کی ہلکی سی آواز نکلی اور وہ بلند ہونے لگی۔ عمران نے کچھ اور تصویریں بنا لیں۔ وہ غور سے اڑن تشتری کو دیکھ رہا تھا جو بہت بڑے تاریک دھبے کی طرح لگ رہی تھی اور آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ جوں ہی وہ ایک خاص بلندی تک پہنچی اس نے ایک غوطہ لگایا اور دیکھتے دیکھتے تاروں بھرے آسمان میں غائب ہو گئی۔

چاروں طرف پھر وہی موت کا سا سناٹا چھا گیا۔ عمران پستول ہاتھ میں لیے ٹیلے کی طرف بڑھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دونوں خلائی آدمی تابوت لے کر کہاں گئے ہیں۔ ظاہر ہے اسی ٹیلے میں کہیں ان کی خفیہ کمیں گاہ تھی۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتا اندھیرے میں ٹیلے کے قریب آ کر خشک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں سامنے والے ٹیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں خلائی مخلوق تابوت لے کر گئے تھے۔ مگر وہاں سوائے اندھیرے کے کچھ بھی نہیں

تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ اسی جگہ خفیہ کیں گاہ کا کوئی دروازہ ہے جس کی گڑگڑاہٹ کی آواز کچھ دیر پہلے اسے سنائی دی تھی۔ وہ جھاڑی سے نکل کر ٹیلے کی ڈھال پر اُگی جھاڑیوں کے پاس آکر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑے زمین کو دیکھنے لگا۔ مگر اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کل دن کی روشنی میں وہاں آئے گا۔ تب اسے خلائی کیں گاہ کے خفیہ دروازے کا سراغ ضرور مل جائے گا۔ وہ آہستہ سے اُٹھا۔ واپس مُڑا اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا قبرستان کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ابھی تک اسے کالا سانپ کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ قبرستان دہشت ناک خاموشی کی لپیٹ میں تھا۔ عمران کچے راستے سے ہو کر سڑک پر آگیا۔

رات کے دو بج رہے تھے کہ وہ کوٹھی کی عقبی دیوار پھلانگ کر برآمدے میں آیا۔ دبے پاؤں چلتا ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے ہوکر اندر گیا اور ابّو کا پستول اسی طرح الماری میں رکھ دیا۔ پھر وہ دوسری منزل والے اپنے کمرے میں آیا۔ کیمرے میں سے فلم نکالی۔ اسے سنبھال کر الماری میں رکھا اور کپڑے بدل کر بتی بجھائی اور لیٹ گیا۔ اچانک اسے یاد آگیا کہ شیبا نے کہا تھا آسیبی قبرستان سے واپسی پر مجھے فون ضرور کرنا۔ اس نے ٹیبل لیمپ دوبارہ روشن کیا اور شیبا کا نمبر گھمایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ پھر شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی مگر پُرجوش آواز آئی۔

"عمران یہ تم ہو؟ کیا ہوا؟"

عمران نے کہا:

"اُڑن تشتری اُتری تھی۔ خلائی تابوت اس میں سے اُتارا گیا۔ میں نے ساری تصویریں بنا لی ہیں۔ کل کالج آکر ساری باتیں

بتا دوں گا۔ تصویریں بھی ساتھ لیتا آؤں گا۔ اللہ حافظ! شب بخیر!"
ٹیلی فون بند کر کے عمران سو گیا۔
دوسرے دن وہ دیر تک سویا رہا۔ اس کی امی نے آکر اسے جگایا۔
"کیا بات ہے عمران! آج کالج نہیں جاؤ گے؟"
عمران جلدی سے آنکھیں ملتا اور کلمہ شریف پڑھتا اُٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنی امی کو سلام کیا اور بولا:
"رات پڑھتا رہا تھا امی جان! آپ ناشتا لگائیں میں تیار ہو کر ابھی آتا ہوں۔"
امی کے جانے کے بعد عمران نے الماری میں سے کیمرا نکالا۔ اس میں سے فلم نکالی اور اپنے کمرے کی چھوٹی سی لیبوریٹری میں گھس گیا۔ یہاں اس نے فلم نکال کر ڈیویلپ کرنی شروع کر دی۔ جب اس نے کیمیکلز کے ٹرے میں سے فلم باہر نکالی تو وہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ ساری کی ساری فلم صاف تھی۔ کوئی بھی تصویر نہیں بنی تھی۔ عمران نے بار بار نیگیٹیوز کو دھویا اور کیمیکلز میں ڈالا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ فلم بالکل کالی اور صاف تھی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے سوچا۔
وہ جلدی جلدی تیار ہو کر کالج پہنچ گیا۔
شیبا بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ کلاس روم کے برآمدے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ عمران آیا تو وہ جلدی سے آگے بڑھی۔
"کیا سچ مچ تم نے اُڑن تشتری دیکھی تھی؟ تصویریں لائے ہو؟"
عمران اسے اپنے ساتھ کیفے ٹیریا میں لے گیا اور وہاں بیٹھ کر اسے سارا واقعہ سُنایا اور پھر جیب سے کالی فلم کا رول نکال

کر دکھایا اور کہا :

" ایک بھی تصویر نہیں آئی ۔"

شیبا بڑے غور سے عمران کی باتیں سُن رہی تھی۔ کہنے لگی:

" اس کی وجہ وہ تاب کاری ہی ہو سکتی ہے جو اُڑن تشتری اور خلائی مخلوق اور خلائی تابوت سے نکل رہی تھی۔"

عمران نے کہا:

" میں دن کے وقت وہاں جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے خفیہ خلائی کمیں گاہ کا کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا۔"

شیبا نے کسی قدر تشویش کے ساتھ کہا:

" میں تمھیں وہاں جانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

عمران نے تڑپ کر کہا:

" تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ خلائی مخلوق اس دنیا پر تباہی مچا دے؟ وہ یہاں کے امن پسند لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے؟ نہیں نہیں شیبا! میں ان لوگوں کو اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کام یاب نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنے ملک کے لوگوں کو آنے والی خلائی تباہی سے ضرور بچاؤں گا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ عمران اب ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ کالج سے فارغ ہوتے ہی عمران سیدھا آسیبی قبرستان پہنچ گیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اور چاروں طرف دن کی روشنی پھیلی تھی۔ قبرستان ویران ویران تھا۔ عمران ٹیلوں کے درمیان اس مقام پر آ گیا جہاں رات کو اس نے اُڑن تشتری میں سے خلائی تابوت کو اترتے دیکھا تھا۔ یہاں زمین پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کسی جگہ بھی کسی کے پاؤں

کے نشان نہیں پڑے تھے۔

عمران ٹیلے کے پاس آیا اور جھک کر پتھروں کو غور سے تکنے لگا۔ وہ ٹیلے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اچانک اسے ایک جگہ شگاف نظر آیا۔ شگاف کے اندر پتھر کا زینہ نیچے جا رہا تھا۔ عمران کو یقین ہو گیا کہ اُس نے خلائی کمین گاہ کا سراغ لگا لیا ہے۔ جوں ہی وہ زینے کی طرف بڑھا ایک پھنکار کے ساتھ کالا سانپ اس کے سامنے آگیا۔ عمران جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی کالا سانپ تھا جو اس سے پہلے بھی اسے آسیبی قبرستان میں مل چکا تھا۔ کالا سانپ جیسے عمران کا راستہ روکے کھڑا تھا اور اسے نیچے جانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ایک پتھر اُٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھر کالے سانپ کی اوپر اُٹھی ہوئی گردن پر لگا اور وہ جُھک کر ایک طرف ہو گیا۔ عمران تیزی سے شگاف کے اندر اُتر گیا۔

پتھر کے دو چار زینے اُترتے ہی عمران کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ گر پڑا۔ اوپر پتھروں میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی ایک لکیر نکل کر عمران کے جسم پر پڑی اور اُس کا سارا جسم ایسے سُن ہو گیا جیسے وہ پتھر کا ہو گیا ہو۔ اس نے پورا زور لگا کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور جسم کو ذرا سا بھی نہ ہلا سکا۔ اس کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ بے جان پتھر کی طرح زینے میں پڑا تھا کہ اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی اور کھٹاک سے اس کے پیچھے جیسے لوہے کی ایک دیوار گر گئی اور شگاف کا مُنہ بند ہو گیا۔

عمران دیکھ سکتا تھا، سُن سکتا تھا مگر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آنکھیں گھما گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہلکی نیلی روشنی میں اسے اپنے سامنے ایک چھوٹا سا غار نظر آرہا تھا جس کی چھت سے لکڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ اتنے میں اسے انسانی قدموں کی آواز سُنائی دی۔ قدموں کی بھاری اور سُست چاپ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہی دو خلائی آدمی نمودار ہوئے جن کو عمران نے رات کے وقت اُڑن تشتری کے نیچے کھڑے دیکھا تھا اور جنھوں نے خلائی تابوت اُٹھایا تھا۔ یہ دونوں ہماری دنیا کے انسانوں کی طرح کے تھے۔ صرف ان کا لباس ابرق کی طرح کا خلائی تھا۔ ان کی شکلیں بھی انسانوں جیسی تھیں مگر چہرے ساکت تھے اور آنکھیں جیسے پتھرائی ہوئی تھیں۔ ان کے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز عمران کو صاف سُنائی دے رہی تھی۔ دونوں خلائی آدمی عمران کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے عمران کے بے جان جسم کو اُٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور غار میں ایک طرف چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

(پھر کیا ہوا، یہ آیندہ ماہ پڑھیے)

روشن لال روشن بنارسی
سرائے گوردھن جیت گنج۔ وارانسی

دُعا

حق کی اک شمشیر بنو
بھارت کی تقدیر بنو
نفرت کا ہو دور اندھیرا
پیار سے کر دو نیا سویرا
علم کی وہ تنویر بنو
بھارت کی تقدیر بنو
ہر حالت میں نیک رہو
مل جل کر تم ایک رہو
فولادی زنجیر بنو
بھارت کی تقدیر بنو
پیار کا جذبہ دل میں جاگے
باطل تم سے ڈر کر بھاگے
حق کی وہ تحریر بنو
بھارت کی تقدیر بنو
دل کی بات ہمیشہ مانو
سچائی کو یوں پہچانو
غالبؔ مومنؔ میرؔ بنو
بھارت کی تقدیر بنو
ہر پل ہر دم اونچا رکھو
قوم کا پرچم اونچا رکھو
اک چلتی شمشیر بنو
بھارت کی تقدیر بنو
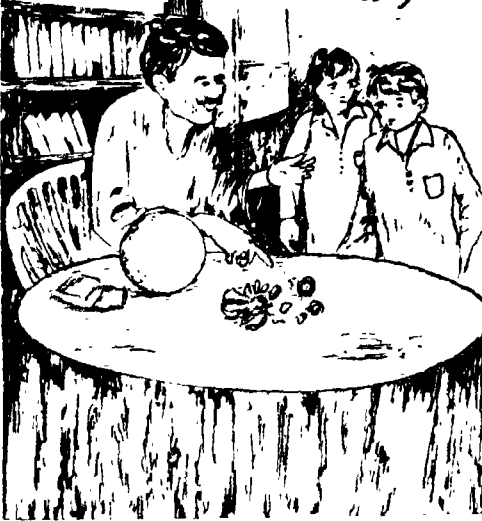
نازاں جمشید پوری
نیشنل آٹو پارٹس، مین روڈ
آزاد نگر، جمشید پور۔ بہار

اپّو منّی بڑی سیانی

اپّو! منّی بڑی سیانی
یاد دلائے سب کو نانی
اس کی ذرا شرارت دیکھو
پیاری پیاری عادت دیکھو
بھوک لگے تو روتی جائے
گود میں پھر نہ کسی کے آئے
نوچے کپڑے پھاڑے کتابیں
شور مچائے کائیں کائیں!
غصّے میں ہو جائے ٹماٹر
لے لی آفت اس کو چھوکر
مٹّی میں بس لوٹ لگائے
پھر نہ سنبھالے میں یہ آئے
گھر میں یہ طوفان اٹھا دے
دودھ پیے تو پھر مُسکا دے
ویسے تو ہے گھر کا اُجالا
لیکن ہے شیطان کی خالہ

بچّوں کی کوششیں

سکندر فتح کے بعد یونان کے ایک علاقے میں گیا۔ وہاں پر ایک شخص دنیا سے بے خبر اپنی جھونپڑی میں سو رہا تھا۔ سکندر نے اسے جگانے کے لیے لات ماری اور کہا "میں نے اس شہر کو فتح کر لیا اور تو اسی طرح بے خبر سو رہا ہے۔" اس شخص نے سکندر کی طرف دیکھا اور کہا "شہر فتح کرنا تو بادشاہ کا کام ہے اور لات مارنا گدھے کا کام ہے کیا کوئی انسان اس دنیا میں نہیں رہا جو بادشاہت ایک گدھے کو مل گئی۔"

موت سے بچ کر کہاں جاؤ گے

کسی گاؤں میں ایک آدمی رہا کرتا تھا وہ موت سے بہت ڈرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک ایسے گھنے جنگل سے گزر رہا تھا جس میں بہت زیادہ درندے تھے، وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک بھیڑیے کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے گھبراہٹ کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا اسے تھوڑی ہی دور پر ایک گاؤں نظر آیا وہ اپنے بچاؤ کے لیے تیزی سے گاؤں کی طرف بھاگا۔

اس گاؤں سے پہلے ایک تالاب تھا اور تالاب کو پار کرنے کے لیے ایک پل بنا ہوا تھا وہ آدمی تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے بھیڑیا تھا اس نے جلدی میں بھیڑیے کو نہیں دیکھا اور تالاب میں کود گیا۔ تالاب میں کودنے کو تو وہ کود گیا لیکن اسے تیرنا نہیں آتا تھا آخر کار وہ ڈوبنے لگا۔ ابھی وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا کہ گاؤں کے کچھ افراد نے اسے ڈوبتے ہوئے دیکھ لیا، وہ لوگ اس کو بچانے کے لیے اس کی طرف لپکے اور اس کو تالاب سے باہر نکال لیا۔ جب آدمی مطمئن ہو گیا کہ وہ بھیڑیے کی مصیبت سے محفوظ ہے تو اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو اسے تالاب کے کچھ فاصلے پر ایک خالی گھر نظر آیا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کیوں نہ میں کچھ دیر اس گھر میں آرام کر لوں۔ یہ سوچ کر جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں چوروں کی ایک جماعت ہے جنھوں نے کچھ دیر قبل ایک تاجر کو قتل کیا تھا اور وہ لوگ اس کے مال کو تقسیم کر رہے تھے۔ تاجر کی لاش سامنے پڑی تھی۔

یہ ماجرا دیکھ کر وہ بہت خوف زدہ ہوا اور پھر گاؤں کی طرف تیزی سے بھاگا۔ جب وہ گاؤں پہنچا تو اس نے سوچا ذرا دیر کے لیے دیوار کے سایے میں آرام کر لوں۔ یہ سوچ کر وہ ایک دیوار کے سایے میں بیٹھ گیا، ابھی اس کی تھکان دور بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اچانک دیوار اس کے اوپر گر پڑی اور وہ مر گیا۔

تو دوستو! اگر کسی کی موت آجاتی ہے تو وہ کتنا ہی بچنے کی کوشش کرے لیکن موت اسے نہیں چھوڑتی آخر اسے نرغے میں لے لیتی ہے۔

شاہ فیصل، مخدوم پور، متعلم مدرسۃ الاصلاح
سرائے میر پوسٹ منگرواں ضلع اعظم گڑھ یو۔پی

پڑوسی کا حق

امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک پڑوسی بڑا رنگین مزاج موچی تھا جو دن بھر تو مزدوری کرتا اور رات کو اپنے شرابی دوستوں کے ساتھ شراب پیتا تھا۔ شراب پینے کے بعد وہ بدمست ہو کر روز ایک شعر گنگناتا تھا، جس کا مطلب کچھ اس طرح تھا۔

"پڑوسیوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا اور ایسے شخص کو کھویا جو لڑائی اور کڑے وقت میں کام آنے والا تھا"

امام ابو حنیفہ چونکہ راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے انسان تھے اس لیے اکثر وہ اپنے پڑوسی موچی کی رنگین مزاجیوں کو دیکھتے اور اس کا شعر سنتے تھے۔

ایک روز پڑوسی موچی کے گھر خاموشی چھائی رہی اور اس کے شعر گنگنانے کی آواز بھی نہیں آئی، چنانچہ صبح صبح امام ابو حنیفہ کو معلوم ہوا کہ موچی کسی وجہ سے گرفتار ہے وہ فوراً گئے اور اپنی سفارش اور ضمانت پر چھڑا لائے۔ راستے میں موچی بولا۔ "واقعی آپ اچھے پڑوسی ہیں، میرے معاملے میں آپ نے پڑوسی کا حق ادا کر دیا۔"

امام اعظم کے اس رویے پر وہ موچی آپ کا مرید ہو گیا اور بعد میں بڑا عبادت گزار بن گیا۔

محمد حسن نور اللہ، انجمن مفید الیتمٰی، مدنپورہ، ممبئی ۸

چار کا چکر

جرمنی کا شہنشاہ "چارلس چہارم" صرف نام کا ہی چہارم نہیں تھا بلکہ وہ دن میں چار مختلف قسم کی میزوں پر چار ہی اقسام کا کھانا کھایا کرتا تھا۔ چارلس کی پسندیدہ شرابیں بھی چار تھی چارلس اپنی چار بیویوں کے ہمراہ چار ایسے محلوں میں رہتا تھا جن کے دروازے بھی چار چار تھے اور کمرے بھی چار۔ ہر کمرے میں کھڑکیوں کی تعداد بھی چار تھی۔ چارلس چہارم کی پوشاکیں بھی چار رنگ کی ہوتی ہیں چارلس چہارم نے گورنر جنرل ڈیوک کیپٹن بھی چار چار مقرر کیے تھے اس کی بگھی میں جتنے والے گھوڑوں کی تعداد بھی چار تھی۔ اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حیرت کی بات یہ کہ اس کی موت بھی چار بج کر چار منٹ پر واقع ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی دیکھ بھال کے لیے چار ڈاکٹر موجود تھے۔

محمد انس عبدالرب انصاری، مالیگاؤں ناسک

استاد : بتاؤ خرم زمین اور چاند کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟
خرم : بہن بھائی کا....
استاد : حیرانگی سے، وہ کیسے؟
خرم : سر چاند کو ہم چندا ماموں کہتے ہیں اور زمین کو دھرتی ماتا۔

تعارف مدرسہ جدید جونی مسجد اسلام پورہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اقرا باسم ربک الذی خلق: پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اور ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، تم میں بہترین وہ ہے جو کہ قرآن سیکھے اور سکھلائے۔

الحمد للہ مالیگاؤں ایک دینی وادبی شہر ہے

جس کی خاک سے ادبا، شعرا میں جہاں مسلم، راشش اور عبد الحمید نعمانی کے نام ہیں وہیں حفاظ و قرا میں حافظ مدار بخش، مفتی قاری محمد حسین جیسے نامور پیدا ہوئے اور انھوں نے جو محنت کی آج اس کی وجہ سے مالیگاؤں شہر علم و ادب کا گہوارہ بنا ہے۔

مدرسہ جدید بھی انھیں گہوارۂ علوم میں سے ایک گہورہ ہے جہاں پر ناظرہ قرآن کے علاوہ حدیث و دینیات کا بھی نظم ہے۔ میرا یہ مدرسہ ابھی ایک سال ہوا جاری ہوا مگر الحمد للہ اتنی فکرمندی اور محنت سے چل رہا ہے کہ آگے یہ ایک بڑا دارالعلوم بنے گا۔ میرے مدرسے میں تین اساتذہ اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ مولوی عقیل احمد ندوی علی ابن حافظ غلام ربانی، مولوی عبد الماجد ندوی ابن بشیر احمد۔ یہ دونوں اساتذہ ہمیں دینیات و حدیث کی تعلیم دیتے ہیں جبکہ تیسرے معلم جو کہ ناظرہ پڑھاتے ہیں۔ وہ عبد اللہ ہلال ہیں۔ مدرسے کے ناظم قاری عبد الحفیظ امام باغ فردوس مسجد ہیں۔ امسال دینیات میں ہمارے مدرسے سے ۶۰ بچوں نے فراغت حاصل کی اور سند کے حقدار بنے۔ یہ مدرسہ مالیگاؤں کے ایک مشہور عالم دین مولانا عبد القادر صاحبؒ کی یاد میں چل رہا ہے جس کا مرکز فلاح الناس ہے مدرسہ جدید کے علاوہ اس کا مرکز اور ۷۳ مدرسہ اپنی جدّ و جہد سے جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مدارس کی حفاظت فرمائے اور ان مدارس سے دین کے داعی پیدا فرمائے۔ آمین

فراز احمدؒ ڈاکٹر فہمی عتیق احمد، مدرسہ جدید جونی مسجد، مالیگاؤں

بہادر لڑکی

گھنے جنگلوں کے قریب ایک قبیلہ آباد تھا وہاں کے سبھی لوگ غریب تھے۔ اس قبیلہ میں ایک نائیلہ نام کی لڑکی بھی رہا کرتی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ والدین نے اسے بڑے ہی لاڈ پیار سے پالا تھا۔ نائیلہ شروع سے ہی ہر کام میں بہت ہوشیار تھی اب اس کی عمر ۱۴ سال کے قریب ہو گئی تھی۔

ایک روز ایسا ہوا کہ ایک ریچھ اس قبیلہ میں آگیا اور لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر بہت سے بچوں کو زخمی کر گیا اس کے ساتھ ساتھ بھیڑ بکریاں بھی اس کا شکار ہو گئیں۔ ریچھ تباہی مچاتا ہوا بڑے ہی سکون کے ساتھ اس گاؤں سے واپس چلا گیا۔

ریچھ کے جاتے ہی سارے قبیلہ میں ایک ہل چل سی مچ گئی۔ کچھ لوگوں کے گھروں سے رونے اور چلانے کی آوازیں آنے لگیں، کچھ لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔

جب قبیلے کے سردار نے یہ سب کچھ دیکھا تو سب کو ایک جگہ جمع کر لیا تاکہ ریچھ سے ہونے والی تباہی کا کوئی حل نکالا جائے۔ سب نے بڑے ہی درد بھرے لہجے میں ریچھ کی طرف سے کیے گئے نقصان بیان کیا اور سب کی یہ رائے ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح ریچھ کو مار دیا جائے تاکہ وہ پھر قبیلہ پر حملہ نہ کر سکے۔ قبیلہ کے سردار نے بھی اسی رائے کو پسند کیا۔ مگر کوئی بھی ریچھ کو مارنے کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ سب کو اپنی جانیں پیاری تھیں یا پھر اس ریچھ کے خوفناک حملے کا ڈر سب کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر قبیلے کے سردار نے سمجھانا شروع کیا، کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی اپنی جان کی بازی لگا کر یہ کام نہیں کرے گا تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ہم سب ایک ایک کرکے ریچھ کے شکار ہو جائیں گے مرنا تو ایک دن سبھی کو ہے۔ پھر ہم بزدلوں کی طرح کیوں مریں۔ بہادروں کی موت مریں ورنہ سکون کی زندگی بسر کریں۔

یہ سب سننے کے بعد بھی کسی میں اتنی ہمت

نہ تھی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ میں ریچھ کا مقابلہ کرنے کے
لیے تیار ہوں۔ سردار خود بیمار اور بوڑھا ہو گیا تھا،
قبیلہ میں جو نوجوان تھے وہ تو جیسے ہاتھوں میں چوڑیاں
پہنے بیٹھے تھے۔ سردار نے سب کو سمجھایا لیکن کوئی
تیار نہ ہوا۔ نائیلہ بھی اس میں موجود تھی۔ جب نائیلہ
نے یہ ماجرا دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور جلدی سے
بول اٹھی "سردار میں ریچھ کو ماروں گی"۔ یہ سنتے ہی
سارے قبیلہ کے لوگ ہنسنے لگے اور نائیلہ کا مذاق
اڑانے لگے۔ ایک نے آواز کستے ہوئے کہا "تو مارے گی
ہا۔ ہا"، مگر نائیلہ نے ان کی ہنسی کی کوئی پروا نہ کی
بلکہ ڈٹ کر بولی "ہاں میں ماروں گی" یہ سنتے ہی
ایک آدمی نے کہا "یہ لڑکی ریچھ کو مارے گی ہا۔ ہا۔ ہا"

سردار نے جب یہ منظر دیکھا تو چلا کر کہا
"خاموش"، تم لوگ اتنے بزدل ہو گئے ہو مجھے
معلوم نہیں تھا اگر تم خود کچھ نہیں کر سکتے تو تمھیں
کسی کا مذاق اڑانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ارے
بزدلو! کم از کم اس لڑکی میں اتنا حوصلہ تو ہے جو اس
نے اتنی بڑی بات بڑے حوصلہ کے ساتھ کہی ہے
مگر تم تو اتنے بزدل ہو کہ اتنا بھی نہیں کہہ سکتے لعنت
ہے تمھاری جوانی پر، شرم آنی چاہیے تمھیں! ایک
ریچھ ساری بستی میں اتنا بڑا حادثہ کر گیا ہے مگر تم
میں سے کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ ریچھ کا مقابلہ
کر سکے اگر ایک لڑکی نے حوصلہ سے کہہ دیا کہ وہ ریچھ
کو مارے گی تو تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو"

نائیلہ ابھی تک اسی جگہ کھڑی تھی۔ ادھر سردار
اپنی بات بھی پوری نہ کر پایا تھا کہ اسے وہی ریچھ
پھر قبیلہ کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ ریچھ کو دیکھتے
ہی سبھی لوگ تیزی سے بھاگنا شروع ہو گئے۔ ریچھ نے
کئی لوگوں پر حملہ بھی کیا مگر دیکھتے دیکھتے سبھی لوگ
اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔

نائیلہ ابھی تک اپنی جگہ سے نہ ہٹی تھی۔ نائیلہ
کے والدین نے اسے لے جانے کی بہت کوشش کی
مگر وہ نہ مانی، اب تو اس کے والدین بھی ریچھ کے
ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر نائیلہ میں ہمت
تھی، حوصلہ تھا وہ اپنی جگہ ڈٹی کھڑی رہی۔

ادھر ریچھ نے جوں ہی نائیلہ کی طرف بڑھنا
شروع کیا۔ نائیلہ بڑی ہوشیاری سے ریچھ کا
سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ وہ خالی ہاتھ تھی
مگر اس کے چہرے پر ذرا بھی ڈر کے آثار نہ تھے اب
ریچھ اس کے کافی قریب آ چکا تھا۔ نائیلہ نے ایک
ہاتھ، پاس پڑے پتھر کی طرف بڑھایا اور موقع پاتے
ہی بڑی تیزی سے وہ پتھر ریچھ کے مارا۔ اتفاق سے
وہ پتھر ریچھ کی آنکھ پر لگا۔ ریچھ ابھی سنبھل بھی
نہ پایا تھا کہ نائیلہ نے پھرتی سے پاس پڑا ہوا ایک اور
بڑا پتھر اٹھایا اور نشانہ تاک کر ریچھ کے سر پر
مارا۔ ریچھ کا سر پھٹ گیا۔ اب ریچھ اس طرح
گھومنے لگا جیسے وہ چکر کھا کر گر رہا ہو۔ دیکھتے
دیکھتے ریچھ زمین پر گر پڑا مگر اب بھی نائیلہ پوری

ایک امیر شخص کے بارے میں مشہور تھا کہ
وہ بہت سخی ہے ایک دن وہ امیر آدمی بازار
سے گزر رہا تھا اس نے ایک بھکاری بچے کو
پچاس کا نوٹ دیتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا
اس نے اپنا رعب ڈالنے کے لیے سو کا نوٹ
نکال کر بچے کو دیا۔ دوسرے آدمی نے پانچ سو
کا نوٹ جیب سے نکال کر بچے کو تھما دیا۔ امیر آدمی
نے اس بات کو اپنی بے عزتی سمجھا اور اپنی جیب
سے ہزار کا نوٹ بچے کو دے دیا۔ بچے نے
ہزار کا نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے دوسرے
آدمی کو کہا "ابا! بس کرو آج کے لیے اتنا ہی
کافی ہے"

طاقت سے ادھر اُدھر کے پتھر اٹھاکر ریچھ کے سر پر مارے جارہی تھی۔ اور ریچھ بُری طرح تڑپ رہا تھا یہاں تک کہ ریچھ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔

اتنے میں قبیلہ کا سردار نائیلہ کے پاس پہنچا۔ اس نے نائیلہ کو اپنے گلے سے لگالیا اور للکار کر کہا "ارے بزدلو، نکل آؤ باہر" دیکھو جب انسان ہمت کرتا ہے تبھی اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ نائیلہ لڑکی ہے، کم عمر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی اور وہ ریچھ کو مارنے میں کامیاب ہوگئی۔

عابد علی خاں شیروانی، مالیر کوٹلہ، پنجاب

میں کیا کہوں

ترکی کے کسی گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا۔ اس کا حسن نامی ایک نوکر تھا۔ حسن نیک اور محنتی تھا مگر وہ بہت بھلکڑ تھا اسے کوئی بات یاد نہیں رہتی تھی۔ ایک دن زمیندار نے حسن کو بازار سے ہک لانے کے لیے کہا۔ ہک کے معنی نمک یا کچھ بھی نہیں، کے ہوتے ہیں۔ حسن نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں۔ زور زور سے ہک ہک کہنا شروع کر دیا اور بازار کی طرف چل پڑا، راستے میں دریا پڑتا تھا دریا کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ ایک کسان مچھلی کا شکار کر رہا ہے۔ حسن بہت شوق سے دیکھ رہا تھا اور زور زور سے ہک ہک کہے جارہا تھا۔ کسان نے سمجھا کہ حسن "کچھ نہیں کچھ نہیں" کہہ رہا ہے۔ اسے بڑا غصہ آیا اور کہنے لگا یہ کیا ہک ہک لگا رکھا ہے "تو پھر کیا کہوں"، حسن نے پوچھا۔ کسان نے کہا "کہو دس بارہ آئیں" اب حسن ہک کو بھول گیا اور زور زور سے کہنے لگا خدا کرے دس بارہ آئیں، خدا کرے دس بارہ آئیں، یہ کہتا ہوا وہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک جنازہ آرہا ہے جنازے کے پیچھے بہت سے مرد روتے پیٹتے جارہے تھے۔ حسن ایک طرف کھڑا ہوگیا اور زور زور سے بولتا جارہا تھا "خدا کرے دس بارہ آئیں" لوگ بہت ناراض ہوئے ایک آدمی ڈانٹ کر بولا یہ کیا کہہ رہا ہے بھاگ یہاں سے۔ تو پھر حسن نے کہا "کیا بولوں؟" آدمی بولا کہو "خدا اسے بخش دے" اب حسن نے یہی رٹ لگائی کہ "خدا اسے بخشے" آگے بڑھا تو دیکھا سڑک کے اوپر ایک مچھلی پڑی ہے حسن مچھلی کو دیکھنے لگا اور زور زور سے کہتا جاتا "خدا اسے بخشے" ادھر سے ایک آدمی گزرا اس نے کہا "تم ایسا کیوں بولتے ہو ایسا کہو کہ ہائے ہائے کتنی بدبو آرہی ہے" آگے بڑھا تو تین عورتیں بن ٹھن کر سسرال جارہی تھی۔ حسن ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور ساتھ ہی زور سے کہتا جاتا "ہائے ہائے کتنی بدبو آرہی ہے"، عورتیں غصہ سے آگ بگولا ہوگئیں انھوں نے حسن کو خوب پیٹا، بولیں "اب کہے گا تو بُرا حال ہوگا"، حسن نے کہا "پھر کیا بولوں"، عورتیں بولیں کہو "واہ واہ بہت اچھے"، حسن یہی رٹ لگاتا ہوا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو گھونسا مارا تو حسن بولا "واہ واہ بہت اچھے"، دوسرے آدمی نے پہلے کو لات ماری تو حسن نے اور زور سے کہا "واہ واہ بہت اچھے"، ان دونوں آدمیوں نے یہ سُنا تو حسن پر برس پڑے۔ مار مار کر حسن کا بُرا حال کر دیا پھر حسن نے پوچھا "پھر کیا بولوں" دونوں آدمیوں نے کہا "کہو بھائیو مت لڑو"، حسن یہی رٹ لگاتا ہوا ایک گلی میں پہنچا۔ گلی میں دو کتّے لڑ رہے تھے۔ حسن رک کر تماشا دیکھنے لگا اور زور زور سے کہنے لگا "بھائیو مت لڑو"، اتنے میں ایک بزرگ آدمی ادھر سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے یہ سنا تو ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئے بولے ارے بیٹے یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تو پھر کیا کہوں، حسن نے کہا۔ بڑے

میاں بولے "کہو بیٹے" "ہٹ جا کتے، بھاگ جا کتے"، حسن بھی رٹ لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ اب بازار آگیا تھا بازار میں ایک موچی دانتوں سے چمڑا کھینچ کر سیدھا کر رہا تھا۔ حسن موچی کے پاس پہنچا اور زور سے کہنے لگا "ہٹ جا کتے، بھاگ جا کتے"، موچی نے سُنا تو گرج کر بولا "خبردار جواب مجھے کتا بولا ورنہ مار مار کر بھُرتا بنا دوں گا۔" تو پھر کیا کہوں، حسن نے پوچھا۔ موچی بولا "نمک"، (دیکھ نہیں) حسن یہ سُن کر اُچھل پڑا اور بولا ارے بھائی تمہارا بہت بہت شکریہ۔ یہی تو میں بازار سے لینے آیا ہوں۔ موچی کی دکان کے سامنے پنساری کی دکان تھی۔ حسن ایک سیر نمک (نمک) خرید کر خوش خوش گھر کی جانب چل پڑا۔

ایک آدمی اپنے دوستوں کے ساتھ شکار کھیلنے گیا۔ شام ہوئی تو واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں وہ آدمی ہاتھ دھونے کی غرض سے جب چشمے کی طرف گیا تو اپنا کوٹ دوستوں کے پاس چھوڑ گیا۔ اس کے ایک دوست نے اس کے کوٹ پر گدھے کی تصویر بنا دی۔ جب وہ صاحب واپس آئے تو انھوں نے کوٹ پر بنی ہوئی گدھے کی تصویر دیکھ کر کہا۔

"یہ کس گدھے نے میرے کوٹ سے منہ پونچھا ہے"!

محمد ابرار حسینی گلبرگوی۔ جے۔ سی نگر، بنگلور ۶

اندھیری رات کا سفر

اسلم اور سلیم کی دوستی سارے گاؤں میں مشہور تھی۔ وہ دونوں ہی بہت رحم دل اور خدا ترس تھے وہ خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور دونوں ہی شکار کے بے حد شوقین تھے۔ ہر چھٹی کے دن وہ شکار پر ضرور جاتے تھے۔

ایک مرتبہ چھٹی سے ایک دن پہلے دونوں نے سوچا کہ کل کسی گھنے جنگل میں شکار کی غرض سے جانا چاہیے لیکن دوسرے دن صبح ہی سلیم کی والدہ جو شہر میں رہتی تھیں اس سے ملنے آگئیں۔ اس لیے سلیم نے شکار پر اسلم کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اسلم کا چونکہ موڈ بن چکا تھا اس لیے اس نے سوچا کہ اکیلے ہی جانا چاہیے۔ ضروری اشیاء لے کر اور اپنے پیارے گھوڑے پر جو نہایت برق رفتاری سے دوڑتا تھا روانہ ہو گیا۔ جنگل میں اس نے ایک ہرے بھرے پیڑ کے نیچے قیام کیا۔ جنگل بہت خوفناک اور گھنا تھا لیکن اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف نہ تھا۔ اس نے دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا۔ اور شام ہوتے ہی وہ بندوق لے کر شکار کی غرض سے نکل پڑا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد ہی اس کو ایک بہت خوبصورت سی ہرنی نظر آئی۔ ہرنی چونکہ بہت خوبصورت تھی اس لیے اسلم نے اس کو گولی کا نشانہ بنانے کے بجائے زندہ پکڑنے کا تہیہ کر لیا۔ ہرنی آہٹ پاتے ہی بھاگنے لگی۔ اسلم نے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ بالآخر کافی تگ و دو کے بعد وہ اس کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا اب شام ہونے لگی تھی۔ لہذا اس نے مزید آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ڈیرے کی جانب واپس ہو گیا۔ خیمے میں پہنچتے ہی اس نے بہت عجلت میں اپنا سامان سمیٹا اور ہرنی کو اپنے گھوڑے میں باندھا اور چل پڑا۔ وہ ہر حال میں سورج غروب ہونے سے پہلے جنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اس نے گھوڑے کو تیزی سے دوڑانا شروع کیا۔ اس نے ابھی آدھی ہی مسافت طے کی تھی کہ

اندھیرا چھانے لگا۔ جنگل اس وقت بے انتہا پُراسرار لگ رہا تھا۔ خوفناک درندوں کی آوازیں جنگل میں گونج رہی تھی۔ سوکھے پتّوں کی کھڑکھڑاہٹ سے عجیب سا ماحول ہو رہا تھا۔

اس نے گھوڑے کی رفتار اور تیز کر دی لیکن فوراً ہی اُسے رُک جانا پڑا۔ کہیں قریب سے کسی ننھے بچّے کے رونے کی آواز آرہی تھی قریب جانے پر اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے کنارے تقریباً ایک سال کا بچّہ پڑا بُری طرح رو رہا تھا۔ فوراً ہی اسے خیال آیا کہ کوئی عورت پاس کی بستی سے پانی بھرنے کنوئیں پر آئی ہوگی اور اپنے بچّے کو چھوڑ کر چلی گئی۔ رات ہونے کے سبب وہ اس بے یارو مددگار بچّے کو تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے اسلم نے اس کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور گھوڑے کو ایڑ لگادی وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کا گھوڑا شاید اندھیرے سے ڈر رہا تھا۔ اس لیے کبھی رُک جاتا کبھی دھیرے دھیرے چلنے لگتا۔ اسلم کو اس پر غصّہ آرہا تھا۔ کچھ دیر بعد گھوڑا کانپنے لگا۔ یکایک اسلم نے پیچھے مُڑ کر بچّے کو دیکھا تو وہ خوف سے چیخ پڑا۔ بچّہ خوش دلی مسکرا رہا تھا اور اس کی ٹانگیں لمبی ہو کر زمین میں گھسٹ رہی تھیں۔ اسلم نے لرزتے ہاتھوں سے بچّے کو کھینچ کر گھوڑے سے الگ کیا اور اسے زمین میں پٹخ دیا۔ بچہ جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بول نہیں سکتا۔ بول پڑا، جاؤ آج تمھیں چھوڑ دیا کیونکہ تم نے مجھے ایک بچّہ سمجھ کر مجھ پر رحم کیا تھا ورنہ آج بچ کر نہ جا پاتے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔ اسلم نے گھوڑے پر چڑھ کر گھوڑے کو ایڑ لگادی اسی وقت گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ نیچے گر پڑا۔

مارے خوف کے اس کی آنکھ کھل گئی سلیم اُسے اٹھا رہا تھا۔ کیا بھئی اسلم آج اسکول نہیں چلنا ہے۔ کب تک پڑے سوتے رہوگے۔"

اسلم ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور سب کچھ سمجھ میں آنے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔

ثنا احمد، مکان نمبر ۴/۱۳۰۳، نیو سر سید نگر، علی گڑھ

نیک دل بادشاہ

کسی ملک میں ایک نیک دل اور سخی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی رعایا اسے بہت چاہتی تھی۔ وہ بھی رعایا کا بہت خیال رکھتا تھا۔ رعایا کی ہر مصیبت دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پڑوسی ملک کے بادشاہ نے اسے ایک خط لکھا۔ اس خط میں لکھا "روزانہ اتنی دولت رعایا پر لٹا کر اگر آپ خزانہ اسی طرح خالی کرتے رہیں گے تو آپ ایک دن فقیر ہو جائیں گے اور اگر آپ یہ دولت اپنی خزانے میں جمع کرتے رہیں گے تو آپ ایک دن بہت زیادہ دولت کے مالک بن جائیں گے۔ خط پڑھ کر بادشاہ ہنسنے لگا اس نے اپنے دوست بادشاہ کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا' اگر میں اب تک کسی کو کچھ نہ دیتا تو آپ کے خیال میں میرے پاس کتنی دولت ہوتی۔ بادشاہ کے دوست نے جواب دیا۔ تب تو آپ کئی کروڑ روپے کے مالک ہوتے بادشاہ نے فوراً اپنے وزیر کو بلایا اور اس سے کہا ملک کے کونے کونے میں اعلان کرادو کہ "مجھے ایک بڑے کام کے لیے بہت سے روپے کی ضرورت ہے" رعایا کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے روپے پیسے کا ڈھیر لگا دیا۔ جس کے پاس جو کچھ تھا وہ بادشاہ کے قدموں میں لاکر رکھ دیا۔ بادشاہ کے محل کے سامنے دولت کا ڈھیر لگ گیا۔ نیک دل بادشاہ نے اپنے دوست سے کہا۔ "دیکھا میرے دوست! ایک اشارے پر رعایا نے اپنی ساری دولت خوشی خوشی دے دی' بادشاہ کا دوست تعجب سے دیکھتا رہ گیا۔ لگاتار جوڑتے رہنے پر بھی اُس سے اتنی دولت جمع نہیں ہوئی تھی۔ نیک دل بادشاہ نے کہا۔ میرے

اچھے اخلاق کی وجہ سے رعایا مجھے اتنا پیار کرتی ہے جو دولت خزانے میں جمع رہے اور لوگوں کی بھلائی کے کام نہ آسکے وہ بیکار ہے دولت کو ہمیشہ اچھے کام میں لگانا چاہیے۔ اتنا کہہ کر بادشاہ نے ساری دولت واپس کردی۔

محمود اختر ــــ تلسلہی' میتھلانی' نیپالی

دولت اور حقیقت

دولت دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے لیکن بہت طاقتور۔ بڑے بڑے راجاؤں' نوابوں میں عقل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دوستوں نے انھیں کھوکھلا کردیا۔ عقل اور سمجھ بوجھ سب سے بڑی دولت ہے جسے علم سے بڑھایا جاسکتا ہے قناعت کے یہ معنی نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرکے بیٹھ جائے بلکہ ہوشیاری وچال بازی سے کمائی ہوئی دولت کے بجائے اپنی محنت سے کمائے پیسے پر گذارا کرنا سیکھے۔

محمد عتیق الدین نیازی
آندھرا پردیش اردو اقامتی اسکول ناگارام' نظام آباد

ہنر کام آگیا

آرمینیا کے کسی ملک پر ایک راجا حکومت کرتا تھا۔ وہ بے حد نیک رحم دل اور رعایا کا خیال رکھنے والا تھا۔ رعایا اس سے بہت خوش تھی۔ بہت دنوں کے بعد رانی کے بیٹا ہوا۔ سارے ملک میں خوشیاں منائی گئیں اور راجا رانی نے ننھے شہزادے کا نام واچاگن رکھا۔

وقت کا پنچھی اپنی تیز رفتار سے اڑتا رہا اور شہزادہ واچاگن نے بچپن کی تمام منزلیں طے کرکے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس کی خوبصورتی دیکھ کر آس پڑوس کے ملک کی شہزادیوں کے رشتے آنے لگے مگر شہزادے نے تمام رشتے ٹھکرا دیے۔ اُسے کوئی بھی شہزادی پسند نہیں آئی۔ جس کی وجہ سے راجا اور رانی پریشان رہنے لگے۔

ایک دن شہزادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں شکار کھیلنے گیا اور شکار کھیلتے ہوئے شہزادہ واچاگن راستہ بھٹک گیا۔ اور پھر راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اسے پیاس ستانے لگی مگر آس پاس کہیں پانی نہ تھا۔ کچھ دور چلنے پر اسے گاؤں نظر آیا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا مانو تپتے ہوئے صحرا پر کسی نے دو بوند پانی ٹپکادیا ہو۔ گھوڑے سے اتر کر اس نے ایک جھونپڑے پر دستک دی۔ دروازہ ایک لڑکی نے کھولا شہزادہ اس لڑکی کی خوبصورتی کو دیکھ کر اپنی پیاس بھول گیا۔ لڑکی نے شہزادے سے پوچھا "آپ کو کیا چاہیے؟" شہزادہ نے کہا "کیا پانی ملے گا؟" "کیوں نہیں آئے اندر آئیے" شہزادہ جھونپڑی میں داخل ہوا تو اسے سامنے چارپائی پر ایک بوڑھا بیٹھا نظر آیا۔ لڑکی نے اسے چارپائی پر بیٹھنے کو کہا۔ پانی پینے کے بعد بوڑھے نے شہزادے سے پوچھا "بیٹا تم کون ہو۔" تب شہزادہ واچاگن نے اسے تمام ماجرا سنایا' پھر بوڑھے نے کھانا کھانے پر اصرار کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد شہزادے نے لڑکی کے بارے پوچھا تو بوڑھے نے بتایا کہ وہ میری بیٹی انایت ہے۔ شہزادہ تو پہلی نظر میں ہی انایت پر فدا ہوگیا تھا۔ اپنے محل جاکر اس نے راجا رانی سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ شادی کرے گا تو صرف انایت سے۔ شہزادہ کی شادی ایک معمولی غریب لڑکی سے ہو بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ راجا رانی پہلے تو ٹال مٹول کرتے رہے لیکن پھر ممتا سے مجبور ہو کر بیٹے کی ضد کے آگے جھک گئے۔

راجا کی جانب سے رشتہ کا پیغام لے کر وزیر انایت کے گھر پہنچا۔ انایت کا جھونپڑا چھوٹا مگر صاف ستھرا اور سجا ہوا تھا۔ ہر طرح کی چیزیں گھر کے مالک کے ہنر کا ثبوت دے رہی تھیں وزیر نے شہزادے کا رشتہ انایت کے باپ کے سامنے رکھا تو انایت کے باپ نے انایت سے پوچھا انایت نے صاف صاف

کہہ دیا کہ "میں نے طے کیا ہے کہ میں اسی آدمی سے شادی کروں گی جس کے پاس کوئی ہنر ہوگا اور جو اپنی کمائی سے خود اپنا خرچ چلا سکے ۔ کیا آپ کے راج کمار کے پاس کوئی ہنر ہے؟" وزیر نے کہا ہمارے شہزادے اتنے بڑے ملک کے راجا ہیں ۔ ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہے۔ بھلا انھیں کوئی ہنر سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ضرورت ہے! وزیر جی ہنر کی ضرورت تو سبھی کو ہوتی ہے۔ جانے کب کس وقت ضرورت آن پڑے۔ تاج کا کیا بھروسا آج ہے کل نہیں، دولت ویسے آنی جانی چیز ہوتی ہے مگر انسان کا ہنر ہمیشہ اس کے پاس رہتا ہے۔ آخر میں یہی چاہوں گی کہ میرا ہونے والا شوہر کسی ہنر کا مالک ہو۔

وزیر نے راج محل لوٹ کر انایت کا پیغام شہزادہ واچاگن کو دیا۔ شہزادہ نے اسی پل کسی ہنر کو سیکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ پھر زری کا کام سیکھنا شروع کردیا۔ چھے مہینے تک محنت اور لگن سے کام سیکھنے کے بعد وہ اس ہنر میں ماہر ہوگیا۔ پھر اس نے انایت کو ایک خوبصورت شال اپنے ہاتھوں سے بناکر نذرانے کے طور پر بھیجی اور ساتھ ایک پیغام بھیجا۔ یہ میرے ہنر کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جلدی ہی واچاگن اور انایت کی شادی ہوگئی۔

دن مہینے اور سال بیتتے چلے گئے۔ راجا رانی بوڑھے ہوگئے اور شہزادہ واچاگن راجا بن گیا۔ اچانک ایک دن واچاگن کا جگری دوست وادھانیک لاپتہ ہوگیا۔ بہت تلاش کرنے پر اس کا کہیں پتا نہ چلا۔ ان دنوں وادھانیک، واچاگن کا صلح کار تھا۔ وادھانیک کے بنا راج محل پہلے جیسا نہیں چلنے لگا۔ پھر انایت، واچاگن کی صلاح کار بن گئی۔ ایک دن انایت نے واچاگن کو صلاح دی "مجھے لگتا ہے کہ راج محل میں بیٹھے بیٹھے ہم رعایا کے سکھ دکھ کا پتا نہیں لگا سکتے ہمارے وزیر چکنی چوپڑی باتیں کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی رعایا کا حال خود معلوم کریں۔ واچاگن کو انایت کی صلاح پسند آگئی اور وہ ایک دن چپ چاپ اپنے راج محل سے نکل گیا۔ اس نے گاؤں گاؤں، شہر شہر گھوم کر رعایا کا حال پوچھا اسے لگا کہ رعایا سکھی ہے۔

گھومتے گھومتے واچاگن، نگر کے باہر گرجا کے نزدیک دھرم شالہ کے پاس پہنچا۔ ایک آدمی اس کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور واچاگن کو باتوں میں لگا کر اسے اپنے ساتھ دھرم شالہ میں لے گیا اور وہاں پہنچ کر اس آدمی نے واچاگن کا سارا سامان چھین لیا پھر اسے دھرم شالہ کے نیچے تہہ خانے میں قید کردیا۔ واچاگن کو وہاں اور بھی کئی قیدی ملے۔ ان میں سے ایک سال پرانا بچھڑا ہوا دوست وادھانیک بھی تھا۔ وادھانیک نے بتایا کہ یہ شخص اس دھرم شالہ کا مالک ہے۔ یہ بھولے بھالے مسافروں کو بہلا پھسلا کر اپنے جال میں پھنسا کر یہاں لے آتا ہے اور ان سے سب کچھ چھین لیتا ہے جن قیدیوں کو کوئی کام آتا ہے انھیں تو یہ قید میں زندہ رکھتا ہے اور ان سے کام لیتا ہے باقیوں کو مروا ڈالتا ہے۔

کچھ دیر بعد دھرم شالہ کا ظالم مالک آگیا اور واچاگن سے پوچھ تاچھ کرنے لگا۔ واچاگن نے اسے بتایا کہ وہ بہت خوب صورت اور دل کش دوشالے بنانا جانتا ہے۔ اس پر دھرم شالہ کے مالک نے اسے دوشالہ بننے کا سارا سامان مہیا کردیا۔ واچاگن نے دھیرے دھیرے بڑی محنت سے دوشالہ بننا شروع کیا۔ پھر اس نے بڑی ہوشیاری سے اسی دوشالے پر زری کی کڑھائی سے انایت کے نام ایک راز دارانہ پیغام بنا۔ واچاگن نے وہ پیغام ایسی ہوشیاری سے لکھا تھا کہ وہ سرسری نظروں سے دیکھنے پر خوبصورت بیل بوٹے لگتے تھے اور نیچے اپنے دستخط بھی کیے۔

دوشالہ تیار ہونے پر واچاگن نے دھرم شالہ کے مالک کو دیتے ہوئے کہا "ویسے تو تم اسے کسی بھی جگہ فروخت کرسکتے ہو لیکن تم نے اگر اسے یہاں کی رانی کو فروخت کیا تو وہ تمھیں بڑا انعام دے گی کیونکہ وہ اس طرح کی چیزیں بہت پسند کرتی ہے۔

واجاگن کی بات مان کر دھرم شالہ کے مالک نے اپنے بیٹے اور چیلے کو دوشالہ لے کر رانی کے پاس بھیجا رانی انابیت دوشالہ دیکھ کر اور اس میں بنا پیغام پڑھ کر سچائی سمجھ گئی اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گرفتار کرلو ان دونوں کو۔ گرفتار کیے جانے کی تھوڑی دیر بعد ہی دھرم شالہ کے مالک کے لڑکے نے انابیت کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ اس نے یہ بھی بتادیا کہ تمام قیدی اور واجاگن کہاں قید ہیں۔

رانی نے پل بھر کی دیری کیے بنا ہی سپاہیوں کو دھرم شالہ کی طرف جانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھایا کہ کوئی بھی سپاہی کے لباس میں نہیں جائے گا۔ دھرم شالہ کا مالک اتنے سارے مسافروں کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا اور دوڑتا ہوا ان کے پاس پہنچا۔ سپاہیوں نے اسے فوراً قید کرلیا۔ کچھ دیر بعد دھوم شالہ کے مالک کے ساتھیوں کو بندی بنالیا گیا۔ اور دھوم شالہ کے تہہ خانہ پر چھاپہ مار کر وہاں کے قیدیوں کو باہر نکال لیا گیا۔ ان میں واجاگن اور وادھانیک بھی تھے اور پھر راجا اور رانی ہنسی خوشی رہنے لگے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو۔ اسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

گاتی چڑیا

ایک گانو میں ایک لکڑہارا علی اور اس کی بہن رانی رہتے تھے۔ ایک دن علی لکڑیاں بیچ کر ترکاری اور آم لے آیا اور رانی سے کہا جلدی سے کھانا بنالے وہ تھوڑی دیر میں گھر واپس آئے گا اور دونوں ساتھ میں کھانا کھائیں گے۔ علی کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رانی نے دروازہ کھولا تو سامنے تین عورتیں کھڑی تھیں۔ ان تینوں کو بہت پیاس لگی تھی۔ رانی نے انھیں عزت سے بٹھایا اور وہی آم جو علی لے کر آیا تھا کھانے کو دیے۔ پانی پلایا۔ وہ تینوں عورتیں بہت خوش ہوئیں۔ اور ان میں سے ایک عورت نے رانی سے کہا کہ وہ جب سر کے بال جھاڑے گی تو موتی جھڑیں گے۔ دوسری عورت نے کہا کہ وہ جب بولے گی تو منہ سے پھول جھڑیں گے۔ تیسری عورت نے کہا کہ وہ جب پلیٹ دھوئے گی تو پلیٹ مچھلی سے بھر جائے گا یہ کہہ کر وہ تینوں عورتیں چلی گئی۔ تو رانی نے یقین کرنے کے لیے کہ ان عورتوں کی باتوں میں کتنی سچائی ہے۔ سر جھاڑا تو واقعی موتی گرنے لگے۔ منہ سے بولنے پر پھول جھڑنے لگے اور پلیٹ دھونے پر پلیٹ مچھلی سے بھر گئی۔ اس نے جلدی جلدی مچھلی پکائی اور علی کے آنے پر اسے کھانے میں مچھلی دی۔ علی سبزی کے بجائے مچھلی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ علی کے پوچھنے پر رانی نے ساری بات بتادی۔ علی ان موتیوں کو بازار میں لے گیا لیکن وہاں سپاہی نے یہ کہہ کر اسے پکڑ لیا کہ یہ اتنے قیمتی موتی ایک غریب لکڑہارے کے پاس کہاں سے آئے۔ سپاہی، علی کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ کے پوچھنے پر علی نے ساری بات بتادی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر یہ سچائی ہے تو بادشاہ اس کی بہن سے شادی کرے گا۔ علی یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنی بہن کو لانے گانو کی طرف چل دیا۔ علی گانو جاکر رانی کو بادشاہ کے پاس لارہا تھا۔ راستے میں جنگل پڑتا تھا۔ اچانک ان کے سامنے ایک عورت آئی اور پوچھنے لگی کہ وہ دونوں جنگل میں کیا کررہے ہیں۔ علی نے ساری بات بتادی یہ سن کر وہ عورت جو اصل میں ایک چڑیل تھی، جل گئی اور کہنے لگی کہ وہ رانی کو کچھ سمجھانا چاہتی ہے کہ بادشاہ کے پاس کس طرح ادب سے بات کرنا چاہیے۔ علی اور اس کی بہن رانی مان گئے۔ چڑیل رانی کو ایک طرف لے گئی اور اس کے سر میں ایک پن چبھادی جس سے رانی چڑیا بن کر اڑ گئی اور خود چڑیل اپنا چہرہ چھپا کر علی کے پاس آئی۔ علی سمجھا رانی ہے وہ دونوں جب بادشاہ کے پاس پہنچے بادشاہ نے چڑیل سے سر جھاڑنے کو کہا لیکن موتی نہیں

جھڑے۔ پھر منہ سے بولنے کو کہا لیکن پھول نہیں جھڑے۔ پھر پلیٹ دھونے کو کہا لیکن مچھلی نہیں تھی۔ علی نے تعجب سے رانی کی طرف دیکھا لیکن یہ کیا؟ وہاں تو رانی کے جگہ وہی عورت تھی۔ علی چلّا چلّا کر کہنے لگا یہ اس کی بہن نہیں ہے لیکن بادشاہ نے ان دونوں کو جیل میں بند کردیا۔ بادشاہ اگلی صبح اپنے باغ میں سیر کررہا تھا کہ ایک چڑیا آئی اور گانا گانے لگی بادشاہ نے سپاہیوں سے چڑیا کو پکڑنے کے لیے کہا۔ سپاہیوں نے جب اس چڑیا کو پکڑ کر بادشاہ کو دیا بادشاہ اس چڑیا کو سہلانے لگا تو اس کے ہاتھ میں کچھ چبھا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ چڑیا کے سر میں پن لگا تھا۔ بادشاہ نے پن نکال دیا۔ پن کے نکلتے ہی رانی واپس اپنی شکل میں آگئی بادشاہ بہت حیران ہوا۔ رانی نے بادشاہ کو ساری حقیقت بتائی۔ بادشاہ نے علی اور اس چڑیل کو بلایا۔ علی اپنی بہن کو پہچان گیا رانی کے سر جھاڑنے پر موتی گرنے لگے۔ بولنے پر پھول جھڑنے لگے اور پلیٹ دھونے پر مچھلی کے پلیٹ بھر گئی۔ بادشاہ نے چڑیل کو پھانسی کی سزا دی اور خود رانی سے شادی کرلی۔

نوشین بانو
ایم ڈی نعیم الحق' انکل میٹل اسٹور اسٹیشن روڈ کیلا

امتحان ایک کرکٹ میچ ہے

کلاس روم ——— پچ
امتحان دینے والا ——— بلے باز
ممتحن ——— امپائر
امتحان کے پرچے بنانے والا ——— بالر
نگراں ——— اسکوائر لیگ امپائر
سوال ——— بدلس
نمبر ——— بلے باز کے بنائے ہوئے رن
مارک شیٹ ——— اسکور بورڈ
سخت سوال ——— تیز باؤلنگ
اچھے جواب ——— اچھی بلے بازی
سخت مارکنگ ——— اچھی فیلڈنگ
امتیازی نمبر ——— سینچری
کوری کاپی ——— کلین بورڈ
نقل کرتے ہوئے پکڑے جانا ——— رن آرٹ

محمد شہود شمیم احمد، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ

سچ کے فوائد اور جھوٹ کے نقصانات

سچائی سے دل کو چین ملتا ہے' چاہے دُکھ ہو یا سُکھ ہر حالت میں سچ بولنا چاہیے۔ کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ جنت کی کیا نشانی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ——— سچ بولنا۔ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بہت بُری عادت ہے جو انسان کو ذلیل اور رسوا کرکے رکھ دیتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا بے وقعت ہوجاتا ہے۔ وہ دنیا والوں کی نظر میں تو ذلیل ہوہی جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ ایک جھوٹ چھپانے کے لیے انسان کو ہزار جھوٹ بولنا پڑتے ہے' ڈر الگ رہتا ہے کہ کہیں میرا جھوٹ کھل نہ جائے لیکن جھوٹ تو ایک دن ضرور ہی کھلجاتا ہے اور سچ بات سامنے آتی ہے۔ اگر انسان ذلت وبدنامی سے بچنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ جھوٹ ہرگز نہ بولے۔ سچ بولنے والوں کی عزت ہر جگہ ہوتی ہے خدا بھی اس سے خوش رہتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ جھوٹ بولتے بولتے خدا کے یہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے گناہ دوزخ میں لے جاتا ہے۔ پیاری بھائیو اور بہنوں یہ بھی جھوٹ کہلائے گا کہ اگر آپ نے کسی کا لکھا ہوا مضمون یا کہانی کسی کتاب سے لے کر اپنے نام سے بھیج دیں تو یہ چوری ہوئی دوسری بات یہ کہ اڈیٹر صاحب کو دھوکا دیا اور جھوٹ تو ضرور ہی ایک دن کھلتا ہے اور اگر غلطی سے آپ کی کہانی شائع ہوگئی

تو ایک نہ ایک دن ضرور ہی کہانی پر کسی یا پڑھنے والے کی نظر پڑھ ہی جائے گی اللہ کے رسول نے فرمایا ہر چھوٹا سا چھوٹا جھوٹ اللہ کے یہاں لکھا جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو ہر موقع پر سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے

عائشہ قدسی قدوائی
علی نگر' اندورن قلعہ' رائے بریلی (یوپی)

بد ترین کیا ہے اور بہترین کیا

حضرت لقمان سے ایک روز ان کے آقا نے کہا۔ کہ آج ایک بکری ذبح کرو۔ اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ بُری ہو۔ وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت لقمان نے بکری ذبح کی اور اُس کے دل اور زبان کو آقا کے سامنے پیش کردیا۔ دوسرے روز ان کے آقا نے پھر کہا کہ آج بھی ایک بکری ذبح کرو اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ اچھی ہو۔ وہ لے آؤ۔ حضرت لقمان نے ایک بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے پھر دل اور زبان ہی کو پیش کردیا۔ آقا نے وجہ دریافت کی تو بولے۔ یہ دونوں چیزیں بدترین بھی ہیں او بہترین بھی اگر بگڑ جائیں۔ تو ان سے زیادہ بری چیز اور کوئی نہیں اور اگر یہ سنور جائیں تو ان سے زیادہ اچھی چیز اور کوئی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کے متعلق ارشاد ہے کہ بدن کا یہ ٹکڑا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر یہ بگڑ جائے تو سارا بدن ہی بگڑ جاتا ہے اور اگر یہ سنور جائے تو سارا بدن ہی سنور جاتا ہے اور زبان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو اس کی یعنی اسے قابو میں رکھنے کی اور غیر شرعی گفتگو سے باز رکھنے کی مجھے ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ پس ہمیں پیامیو! دل اور زبان کی طرف نگاہ رکھنی چاہئے اور انھیں اچھا بنانا چاہیے۔

اعجاز احمد فدائی
ابراہیم پور' دیو کلی تارن' اعظم گڑھ (یوپی)

دنیا کے پانچ بڑے سمندر

(1)۔ بحر الکاہل (PACIFIC OCEAN) اس سمندر کا رقبہ سولہ کروڑ مربع کلو میٹر ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا سمندر ہے اس کے مشرق میں امریکہ اور مغرب میں ایشیا اور آسٹریلیا کے براعظم ہیں اس کی چوڑائی کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سمندر پوری دنیا کی خشکی سے زیادہ جگہ گھیرے ہوئے ہے۔

(2)۔ بحر اوقیانوس (ATLANTIC OCEAN) اس سمندر کا رقبہ آٹھ کروڑ مربع کلو میٹر ہے یہ دنیا کا دوسرا بڑا سمندر ہے اس کے مشرق میں یورپ اور افریقہ اور مغرب میں براعظم امریکہ ہے اس کے دونوں طرف بڑی بڑی بندرگاہیں ہیں اس لیے تجارتی لحاظ سے یہ سمندر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

(3)۔ بحر ہند (INDIAN OCEAN) اس سمندر کا رقبہ سات کروڑ مربع کلو میٹر ہے اس کے شمال میں بھارت' مغرب میں افریقہ اور مشرق میں جزائر شرق الہند (انڈونیشیا) اور آسٹریلیا ہے یہ سمندر زیادہ تر خط استوار کے جنوب میں واقع ہے۔

(4)　بحر　منجمد　شمالی (ANTARTIC OCEAN) یہ سمندر شمالی امریکہ' یورپ اور ایشیا کے شمال میں قلب شمالی کے اردگرد واقع ہے۔ سخت سردی کی وجہ سے چونکہ سال بھر اس کا زیادہ تر بلکہ بیشتر حصہ منجمد رہتا ہے اسی لیے اس کو بحر منجمد شمالی کہتے ہیں۔

(5)۔ بحر　منجمد　جنوبی (ANTARTIC OCEAN) یہ سمندر براعظم انٹارکٹیکا کے اردگرد پھیلا ہوا ہے اور بحر منجمد شمالی سے بھی زیادہ سرد ہے اس لیے اس کا بھی زیادہ تر حصہ منجمد ہی رہتا ہے۔ بحر منجمد شمالی و جنوبی دونوں کا رقبہ ایک کروڑ 39لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔

وسیم شہباز انصاری — کوپرا بکڈپو　مالیگاؤں

عقلمند وزیر

ایک بادشاہ تھا۔ بادشاہ بے حد نیک اور مخلص تھا مگر اس میں ایک زبردست کمی تھی کہ وہ توہم پرست واقع ہوا تھا البتہ اس کا وزیر بہت نیک اور دانا انسان تھا وہ اپنے بادشاہ کو نظام سلطنت چلانے میں بہت مفید مشورے دیتا تھا اور بادشاہ کو غلط اور خوشامدی قسم کے لوگوں سے بچا کر صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بادشاہ کا وزیر سلطنت کے کاموں کے سلسلہ میں راجدھانی سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بادشاہ کے دشمنوں اور مفاد پرستوں نے بادشاہ کو ملک سے باہر نکالنے کا منصوبہ بنالیا' بادشاہ چونکہ توہم پرست تھا اس لیے اسے تخت سے دست بردار کرنے کے لیے اسی قسم کے ہتھکنڈے آزمائے گئے۔

کافی بحث ومباحثہ اور غوروخوض کے بعد سازش کرنے والے مفاد پرستوں میں یہ طے پایا کہ ان میں سے ایک شخص فرضی طور پر جیوتشی بن جائے۔ چنانچہ اس اسکیم کے مطابق ان میں سے ایک آدمی نے جیوتشی کا بھیس اختیار کیا اور کسی کی سمجھ میں نہ آنے والے منتروں کا جاپ کرتا ہوا وہ بادشاہ کی محل تک جاپہنچا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ کوئی بہت پہنچا ہوا جیوتشی ہمارے محل کے باہر کھڑا ہے تو بادشاہ اپنی توہم پرستی کی بناء پر بے چین ہو اٹھا۔ اور اسے محل کے اند بلانے کے لیے اپنے نوکروں کو حکم دیا۔

جیوتشی مہاراج کو بڑی عزت کے ساتھ محل کے اندر لایا گیا۔ بادشاہ عقیدت کے طور پر جیوتشی کو دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے اتر کر جیوتشی جی کے پاس آکر بیٹھ گیا اور اس کی خوب خاطر مدارت کی۔ جب جیوتشی مہاراج پیٹ بھر کر بڑھیا بڑھیا کھانے کھا چکے تو بادشاہ نے جیوتشی سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھا۔ جیوتشی نے اپنا سر ایک دم نیچے جھکالیا اور مسلسل ایک گھنٹہ تک سر جھکائے گیان دھیان میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنا سر اوپر کیا مگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں بادشاہ نے اس جیوتشی سے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ لیکن وہ کچھ بھی بتانے سے گریز کرتا رہا۔ آخر بادشاہ کو بڑی سخت تشویش ہوئی۔ اس نے جیوتشی کی بڑی منت سماجت کی۔ جیوتشی نے کہا۔

"جہاں پناہ ـــــ! اگر میں جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں ـــــ بادشاہ نے جان کی امان جیوتشی کو دے دی اور کہا کہ اس کے مستقبل کا حال وہ بلاخوف وخطر عرض کرے۔ اس مصنوعی جیوتشی نے ایک لمبا سانس کھینچ کر سسکتے ہوئے کہا "حضور ـــــ! میری جیوتشی ودیا کے مطابق آپ ایک سال کے اندر اندر ہی مرجائیں گے۔" جیوتشی کی بات سنتے ہی بادشاہ پر تو جیسے بجلی گر پڑی وہ امور سلطنت سے بے نیاز ہوگیا۔ کھانا پینا سب ترک کردیا اور رو رو کر اس نے اپنا برا حال کرلیا۔ بادشاہ کا وزیر جب سفر سے واپس لوٹا تو اس نے دیکھا کہ سلطنت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے ہر طرف لاقانونیت کا راج ہے۔ بادشاہ کسی فقیر کی صورت اختیار کیے محل کے ایک کونے میں عبادت میں مشغول ہے۔ وزیر کی عقابی نظروں نے سب کچھ تاڑلیا اس نے بادشاہ سے ملاقات کی اور سارے حالات سے آگاہی حاصل کی۔

دوسرے دن وزیر نے اس جیوتشی کو بلا بھیجا۔ جیوتشی نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ وزیر کو بادشاہ کے مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا مگر وزیر بہت ہوشیار اور دانا تھا اس نے جیوتشی سے پوچھا۔

"اچھا مہاراج ـــ کچھ اپنے مستقبل کے بارے میں بھی تو بتاؤ ـــــ؟"

اس نے اپنے مستقبل کے بارے میں وزیر کو بتایا کہ میں اتنی مدت تک زندہ رہوں گا۔ وزیر ان

سب غلط باتوں کا قائل نہیں تھا۔ مگر وہ بادشاہ کو بیدار کرنا چاہتا تھا اس نے تلوار نکال کر فوراً ہی اس جیوتشی کو قتل کر دیا۔ بادشاہ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ وزیر پر بہت برہم ہوا۔ اور قریب تھا کہ وزیر کی گردن زدنی کا حکم دیتا مگر وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ابھی ابھی جیوتشی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اتنے سال تک زندہ رہوں گا اگر واقعی اس کی ابھی زندگی ہوتی تو وہ ہرگز بھی میری تلوار سے ختم نہیں ہو سکتا تھا۔

"یہ سب آپ کے دشمنوں کی کارستانیاں ہیں وہ آپ کو گمراہ کرکے آپ کی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے وزیر کو گلے لگالیا۔"

ایم آفتاب عالم اسلامی ـــــ سادھوپور سمستی پور (بہار)

صبر کیجیے

یہ دنیا حادثات کی دنیا ہے۔ یہاں ہمیشہ ایک جیسے حالات کا رہنا ممکن نہیں۔ یہاں کا سارا نظام قدرت کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس میں ردّو بدل کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ یہاں بارہا تبدیلیاں ہوتی ہیں، نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ میں۔

"یہ نقصان کبھی خوف کی صورت میں آئے گا، کبھی بھوک کی صورت میں، اور کبھی مال اور جان اور فائدہ میں کمی کی صورت میں۔"

(البقرہ - ۱۵۵)

ایسی حالت میں ایک انسان وہ ہے جو فریاد و ماتم کرنے لگتا ہے اور مایوسی کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے مگر یہ سچے انسانوں کا طریقہ نہیں ہے۔

ایسے مواقع پر کسی انسان کے لیے صحیح اور سچّا طریقہ صرف ایک ہے کہ وہ سارے معاملہ کو اللہ ربّ العزّت کی مرضی مان کر اسے بہ خوشی قبول کرلے ان اوقات میں اسے صبر سے کام لینا چاہیے۔ جو شخص مصیبت کے وقت خالقِ کائنات کو یاد کرتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے اسے فوراً ایک نیا سہارا مل جاتا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللّٰھمّ اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیراً منہا (ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ خدایا تو ہماری مصیبت میں ہم کو اجر دے، تو اس کے بعد ہمارے لیے خیر کی صورت پیدا فرما)

ایسے لوگ ماضی کو کھو کر دوبارہ اپنے مستقبل کو پا لیتے ہیں، وہ محرومی میں بھی یافت کا سرمایہ حاصل کر لیتے ہیں جہاں بظاہر کہانی ختم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہاں بھی وہ ایک نیا پیراگراف معلوم کر لیتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنی زندگی کی کہانی از سرِ نو شروع کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

"تمام کامیابیوں کا سب سے بڑا راز صبر ہے اور ناکامیوں کا بے صبری۔"

شبیر نور الظفر، لائن محلہ، کشن گنج بہار

لالچ کا پھل

دو چور تھے۔ ایک بار کسی جنگل میں انھیں ایک پہاڑ پر سونا دکھائی دیا۔ سونا پتھر کے اندر دبا تھا دونوں نے سوچا اسے کیسے نکالیں پھر یہ سونا اصلی ہے یا سونے کی طرح کوئی دوسری چیز ہے۔ سونے کی پرکھ تو انھیں تھی نہیں۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ کسی سُنار کو اس میں سے آدھا حصّہ دینے کی شرط پر بُلا لیا جائے جو اس میں سے سونا نکال کر ہمیں دے دے۔

وہ دونوں ایک سُنار کے پاس گئے۔ سُنار بھی کم لالچی نہ تھا۔ وہ ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ اس نے اپنی بیوی سے رائے لی۔ بیوی نے کہا، "ایسا کرو میں زہر والے لڈّو بنا کر دیتی ہوں، سونا اصلی ہو تو یہ لڈّو ان چوروں کو کھلا دینا پھر سارا سونا اپنا ہو جائے گا۔" سنار کو یہ رائے پسند آئی۔ لڈّو جھولے میں رکھے، تمام اوزار لے کر وہ چوروں کے ساتھ جنگل میں پہنچا۔ پہاڑ میں سے سارا سونا نکال لیا، ایک دم اصلی سونا تھا۔ تقریباً دس کلو۔ اتنا سونا دیکھ کر چوروں کی نیت خراب ہو گئی۔ انھوں نے سوچا کہ اس سُنار کو یہیں قتل کر دیا جائے۔ تو آدھا سونا نہیں دینا پڑے گا۔ اور چوروں نے اس سُنار کو قتل کر دیا۔

اب دونوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا دونوں

نے اپنی سوجھ بوجھ کی بہت تعریف کی، پھران دونوں
نے سُنار کا جھولا دیکھتے ہوئے سوچا اس جھولے
میں کیا ہے۔ جھولے میں دیکھا لڈّو تھے چوروں کو
آج کا دن قسمت والا لگا۔ بھوک تو لگ ہی رہی
تھی اس لیے پیٹ بھر کر لڈّو کھائے۔ زہر والے
لڈّوؤں نے اثر کرنا شروع کیا۔ دونوں چوروں پر
بیہوشی چھانے لگی۔

اور سُنار کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ کے لیے
سو گئے۔

شبیہہ انور بنت محمد انور، اے ون مشنری اسٹور بکشی پور، گونڈہ

پہلے کی اخوت

پہلے زمانے میں مسلمانوں میں باہم جو محبت و
اخلاق تھا اس کی ایک مثال یہ ہے۔ ایک مرتبہ ایک
شخص کچھ کھانے کا سامان لے کر ایک محلہ میں کسی کو کھانا
دینے کے لیے پہنچا اور ایک مکان کے دروازے پر
صدا لگائی کہ یہ کھانے کا سامان ہے، لے جاؤ۔ مالک
مکان گھر سے نکلا جو تین دن کے فاقے سے تھا سوچا
کہ ہم تو تین دن سے ہی بھوک سے پریشان ہیں،
ہو سکتا ہے پڑوسی ہم سے زیادہ بھوکا ہو، پہلے حق
اس کا ہے۔ لہٰذا کھانا دینے والے سے کہا کہ ہمارے
پڑوس میں دے آئیے۔ جب وہ پڑوس کے دروازے
پر پہنچا تو اس گھر میں بھی سب لوگ چار پانچ دن سے
بھوک سے پریشان تھے انھوں نے بھی یہی سوچ کر
کہ ہمارے پڑوسی ہم سے زیادہ دنوں سے بھوکے
ہوں گے اس لیے انھوں نے اسے تیسرے گھر کے
لیے کہہ دیا۔ القصہ مختصر۔ محلہ میں جتنے مکان تھے
سب نے یہی سوچ کر کھانے کو واپس کر دیا کہ
شاید ہمارا کوئی پڑوسی اس کا ہم سے زیادہ حقدار
ہو، مجبوراً واپس آکر اس نے اسی گھر میں جہاں
پہلے صدا لگائی تھی کھانا لینے کے لیے پکارا۔ اس
کا مالک گھر سے نکلا اور بسم اللہ کہہ کر کھانا ہاتھ
میں لیا اور رکھا کہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔
یہ تھی پہلے کی اخوت۔

دو خلا باز خلا میں چہل قدمی کرتے ہوئے
کافی دور نکل گئے۔ ایک نے دوسرے
سے کہا "کچھ نظر آیا اتنی بلندی پر"
دوسرا بولا "ہاں ستاروں کے علاوہ
قیمتیں نظر آرہی ہیں"

مرسلہ: گلشن فاطمہ، اسلام نگر، اررریہ، بہار

سید محمد مظفر چشتی، جامع مسجد پھپھوند ضلع اٹاوہ یوپی

اُف! یہ مہنگائی

اُف یہ مہنگائی، کمر توڑ مہنگائی، سب کو یہاں ہے
گھائی سن لے میرے بھائی۔ کل ٹماٹر کا بھاؤ چار
روپے تھا۔ آج وہی ٹماٹر آٹھ، دس روپے کا ہو گیا
ٹماٹر ہی نہیں بلکہ پورا بازار ہی مہنگا ہو گیا۔ ہمارے
بڑوں کا کہنا ہے کہ پہلے بازار میں دس بیس روپے
میں ایک ہفتے کا سامان خرید لاتے تھے۔ آج اتنے
روپے میں چھوٹی سی تھیلی بھر سامان بھی آنا بہت مشکل
ہے۔ کتابیں اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ غریب تو پڑھ
بھی نہیں سکتے اور کتابیں اور اسکول کا سامان لائے
تو گھر میں چولھا جلنا مشکل ہے اور تنخواہ بھی کم ہوتی
ہے۔

اے کاش! کبھی ایسا ہوتا کہ میرے ہاتھ میں

جادو کا چراغ ہوتا اور میں چراغ کو رگڑتا، فوراً جن حاضر ہوتا اور مجھ سے سوال کرتا، "کیا حکم ہے میرے آقا"، میں کہتا "ہر غریب کی تکلیف دور کر دے ہر غریب کو مالا مال کر دے اور مجھے بھی، ہاں مجھے بھولنا مت۔" اور پھر ہر طرف ہر غریب خوش نظر آتا۔ یا پھر میرے پاس سلیمانی ٹوپی ہوتی تو میں ایک چھوڑ کر سب ٹوپیاں غریبوں میں تقسیم کر دیتا اور کہتا جاؤ جاؤ، جہاں چاہے گھومو، جس ہوٹل میں دل چاہے کھانا کھاؤ، جس مکان میں چاہو رہو، جیسا چاہو کپڑا پہنو، جس دکان سے جو دل چاہو لے لو، مگر صرف امیروں کی دکان سے۔ جان لو کہ اس ٹوپی کو پہن کر آدمی غائب ہو جاتا ہے"، لیکن اب یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جن بھی بوڑھا اور چراغ بھی رگڑتے رگڑتے پتلا ہو گیا ہوگا اور سلیمانی ٹوپی وہ تو کئی آدمیوں کو لے کر غائب ہو گئی۔ آج کی مہنگائی کو سننے اور برتنے پر ہمارے سر سے بھی ٹوپی غائب ہو جاتی ہے۔ ناک میں دم کر دیا اس مہنگائی نے، جیسے جیسے ہمارا ملک ترقی کر رہا ہے ویسے ویسے مہنگائی بھی ترقی کرتے کرتے آسمان میں پرواز کرنے لگی۔ امیروں کو کیا، وہ تو مہنگائی کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن غریبوں کا کیا کریں۔ وہ تو بچارے مرے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی دل کہتا ہے کاش، مہنگائی کبھی انسان یا حیوان ہوتی تو میں مہنگی تلوار سے اسے ختم کر کے اس دنیا سے اس کا وجود ختم کر دیتا لیکن یہ میرا خواب ہے جو شاید کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔

زبیر خان نذیر خاں، لوٹس کالونی، گونڈی ممبئی ۴۳

صفیہ کا کتا

ایک لڑکی تھی اس کا نام صفیہ تھا، وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی۔ صفیہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اس کے والد پولیس آفیسر تھے۔ آج وہ دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ صفیہ آنگن میں بیٹھی تھی اسے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ اس نے آنگن کے دروازے میں سے دیکھا تو وہاں کتے کا ایک بچہ تھا جو سفید اور لمبے بالوں والا تھا۔ وہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا اس نے اسے دیکھا تو بھاگتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آئی اور کہا، میں کتے کا بچہ پالوں گی۔ ماں نے کہا، کتا آئے گا کہاں سے؟ صفیہ نے کہا باہر کھڑا ہے، آپ چل کر دیکھیے۔ صفیہ اور اس کی امی باہر آئے، ماں نے دیکھا تو کہا "لے لو" صفیہ نے اسے گود میں لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ آکر صفیہ کی گود میں سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ صفیہ کو یہ بہت اچھا لگا۔ اس نے اسے گرم کپڑوں میں رکھ کر اسے بٹھا دیا اور آنگن کا دروازہ بند کر دیا مگر زنجیر لگانا بھول گئیں۔ ساتھ میں کتا بیٹھا ہوا تھا جبکہ صفیہ اور امی سو رہی تھیں اسی دوران ان کے یہاں چور آیا۔ کتے نے دیکھا تو صفیہ کے پاس جا کر اس کے گال چاٹنے لگا صفیہ کو کچھ احساس ہوا تو اس کی آنکھ کھل گئی اسی وقت کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔ صفیہ نے اپنی امی کو جگایا۔ صفیہ اور اس کی امی نے دیکھا کہ چور الماری کا تالا توڑ رہا ہے صفیہ کی امی نے صفیہ کو پچھلے دروازے سے پڑوس کے چاچا کے پاس بھیج کر جلد آنے کو کہا۔ صفیہ کے چاچا اور ان کے ساتھ کچھ اور آدمی بھی فوراً آ گئے انھوں نے چور کو پیچھے سے پکڑ لیا، پھر اسے درخت سے باندھ دیا۔ دوسرے دن صفیہ کے والد جو کہ پولیس آفیسر تھے واپس آ گئے اور انھوں نے اسے جیل بھجوا دیا۔ انھیں یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ صفیہ کے کتے نے چور کو پکڑوایا۔

بشریٰ کوثر بنت افتخار احمد قریشی، مومن پورہ، آکولہ

● "پیام تعلیم" ایک استاد خان ممتاز احمد صاحب کے دست مبارک سے پڑھنے کو ملا ۔ رسالہ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور دوسرے دن رسالہ کی خریداری کے لیے چندہ روانہ کردیا۔ سبھی مضامین بے حد پسند آئے ۔ میں پیام تعلیم کے حق میں یہی دعا کروں گی کہ یہ رسالہ چاند تاروں کی روشنی کی طرح چمکتا رہے۔ آمین

نشاط احمد نثار قاضی، ساگوین رتنا گری، مہاراشٹر

● پیام تعلیم کا جنوری، فروری اور مارچ کا شمارہ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ چونکہ یہ رسالہ ہمارے اسکول کی طرف سے آتا ہے اس لیے تین مہینوں سے یہ رسالہ بند تھا۔ اب پھر سے شروع ہوچکا ہے فروری کے شمارے میں میرا تعارف نامہ شائع ہوا تھا جس سے میں اور میرے گھر والے بہت خوش ہوئے۔ مارچ کے شمارے میں میرا ایک شعر بھی شائع ہوا تھا شعر تھا " دیا خاموش ہے لیکن کسی کا دل تو جلتا ہے "، وہاں جلتا ہے کی جگہ چلتا ہے شائع ہوا تھا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آپ نے میرا حوصلہ بڑھایا ہے جس سے میں آپ کی بہت ممنون ہوں۔

غوثیہ نشاط ، امیبت، رائے گڑھ مہاراشٹر

● آپ کا ماہنامہ پیام تعلیم ہمارے گھر جاری ہے ۔ الحمدللہ پابندی سے آرہا ہے اور ہمارے گھر کے سبھی افراد اس کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں اللہ رب العزت آپ کے اس عظیم جد وجہد کو شرف قبولیت سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت آپ سے ہو۔ آمین۔ آپ سے ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر بالفرض ہمارا چندہ ختم ہوگیا ہو تو ہم کو اس سلسلے میں ضرور مطلع فرمائیں اور ہم کو ہمارا خریداری نمبر معلوم نہیں ہے اس لیے براہ کرم رجسٹر میں دیکھ کر ہمارا خریداری نمبر ضرور

● مئی کا پیام تعلیم ملا، اس میں اپنا نام چھپا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ شکیل صدیقی کا مضمون "ہم شکل ہم راز" ختم ہونے کا بہت دکھ ہوا۔ اس کے علاوہ گدگدیاں "میرے پسندیدہ اشعار"، اقوال زرّیں قابلِ تعریف ہیں۔

محمد منیر خاں منا خاں، انجمن مفید الیتمیٰ، ممبئی نمبر ۸

● اس ماہ یعنی مئی کا پیام تعلیم بہت اچھا لگا ۔ عجیب کہانی "ہم شکل ہم راز" کی قسطیں ختم ہوگئیں لیکن ابھی تشنگی باقی ہے۔ عجیب موڑ کی کہانی تھی۔ جناب شکیل صدیقی بھائی کو بہت بہت مبارکباد۔ "بلبل خوش نوا" بھی بہت پسند آئی ۔ دیگر کالم بھی۔ ہمدرد انسائیکلو پیڈیا سے ہماری سائنسی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اسے جاری رکھیے۔

فرزانہ عابدی محلہ قاضی پورہ نزد جامع مسجد نگر بستی یوپی

● مئی کا پیام تعلیم زیر مطالعہ ہے۔ نئی نئی تبدیلیوں کے ساتھ یہ شمارہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ بچوں سے لے کر بڑوں تک کے لیے اس میں مضامین ہوتے ہیں۔

انیس احمد جلیل ماسٹر مالیگاؤں، مہاراشٹر

لکھ دیں لہ آپ کا خریداری نمبر یہ ہے۔ ۹۰۰۳
جون ۱۹۹۶ء میں چندہ ختم ہوگیا۔ ۔ (ادارہ)

حافظ محمد الیاس رکن الدین، عثمان نگر، بھٹکل

● ماہ اپریل کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا۔ سب سے پہلے "ہم شکل ہم راز" پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ سونا بن گیا، "حج کی تکمیل"، اشعار، لطیفے اور "بچوں کی کوششیں" پسند آئیں۔ تعارف نامہ بھی بہت دلکش ہے۔ میں جلد ہی اپنا تعارف نامہ روانہ کر رہا ہوں۔

عزیز الرحمٰن عبدالغفار انصاری، بھیونڈی مہاراشٹر

● پیام تعلیم دن بہ دن بہتر ہو رہا ہے اس میں بہت سارے مضامین، کہانیاں اور دیگر کالم خاص کر میرے پسندیدہ اشعار، اور "معلومات" بہت اچھے ہیں معلومات کا کالم کبھی بند نہ کریں، اس سے بہت کچھ معلومات ہو جاتی ہے۔

محمد الیاس مومن اتھنی ـــــ کرناٹک

● پیام تعلیم اپنی نوعیت و معیار کے لحاظ سے ایک بلند مقام رکھتا ہے۔ آج جبکہ طلبہ و طالبات کا ذہن مطالعہ بالخصوص غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کے لیے بالکل تیار نہیں ہے۔ ٹی وی سیریل نے جہاں بچوں کو لوری سے محروم کر دیا ہے۔ دادی اماں کی کہانیاں ان کے سینے ہی میں دفن ہو چکی ہیں۔ ایسے ماحول میں بچوں کے لیے اور وہ بھی اردو زبان میں کوئی رسالہ پابندی کے ساتھ شائع کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔

ہمدرد انسائیکلو پیڈیا بہت مفید و دلچسپ کالم ہے۔ "بچوں کی کوششیں" بہتر ہے۔ سائنس سے متعلق ہلکا پھلکا مضمون شامل ہو تو بہتر ہوگا۔ اپنا تعارف خود کرائیے ایک غیر دلچسپ اور غیر مفید کالم ہے۔

پیامی ادبی معمّا مطبوعات مکتبہ جامعہ کے تجارتی نقطۂ نگاہ سے تو ٹھیک ہے لیکن بہتر یہ ہوگا کہ بچوں کے معیار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کوئی عام ادبی معمّے کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ بچے شریک ہو سکیں ساتھ ہی ساتھ ہر قاری کے لیے وہ فائدہ مند و دلچسپ ہو۔ مزاحیہ مضمون بھی بچوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے لہ یہ ادبی معمّے ہی تو ہیں آپ اس کو ادبی کہتے ہیں

الطاف انصاری۔ ۲۰۰ پوار گلی ۔ مالیگاؤں

● آپ کا روانہ کردہ ماہنامہ پیام تعلیم مجھے کل ہی وصول ہوا ہے۔ میں بہت ہی شرمندہ ہوں کہ میں نے صبر سے کام نہیں لیا اور لگاتار دو خط آپ کو لکھ ڈالے۔ اس کے لیے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں میں نے آپ کا روانہ کردہ ماہ مئی ۹۶ء کا پیام تعلیم پڑھا جس میں سب سے زیادہ یہ کہانیاں مجھے پسند آئیں۔ بلبل خوش نوا، اور "ہم شکل ہم راز"، اور نظم میں تنویر پھول صاحب کی نظم "پیغام عید" بہت ہی اچھی لگی۔

محمد عاشق حسین، کیشوپور، مظفر پور، بہار

● ماہ مئی کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اس میں "گم صم شہزادی"، اور "ہم شکل ہم راز" کا آخری ٹکڑا پڑھ کر دل شاد ہوگیا۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ "اپنا تعارف خود کرائیے" بند کر دیجیے تو بہت مہربانی ہوگی۔

رئیس احمد، علی نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

● میں پیام تعلیم کا مطالعہ تین ماہ سے نہیں کر پا رہی ہوں یہ رسالہ مجھے بہت پسند تھا لیکن میرے ابّی پتا نہیں کیوں نہیں لاتے۔ میں پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ تو نہیں

سکتی لیکن میں اپنے پیام تعلیم کو اس طرح چھوڑ بھی نہیں سکتی۔ آٹھ سال سے میرے یہاں یہ رسالہ آرہا تھا لیکن اب میں اس رسالے سے محروم ہوگئی ہوں لیکن میں اس میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھیجتی رہوں گی آپ اسے ضرور شائع کیجیے گا میں نہیں دیکھ سکتی اس خوبصورت کتاب کو لیکن میرا نام بہت سے بھائی بہن دیکھ سکتے ہیں۔ مجھے اس رسالہ میں سب سے زیادہ پسند تھا "ہم شکل ہم راز" بہت ہی سنسنی خیز حالات میں ہم نے سلطان احمد اور پرویز مستان کو چھوڑا ہے۔ اے اللہ اس رسالہ کو بہت بڑی عمر سے نوازے۔ آمین۔

بی بی شگفتہ آپ کے نام پیام تعلیم مفت جاری کردیا گیا۔ اڈیٹر صاحب ننھا بچیوں کو رسالے سے محروم رکھنا نہیں چاہتے (ادارہ)

شگفتہ ارشاد، چکبادو، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

● ہر ماہ کی طرح مئی کا پیام تعلیم خریدا۔ تمام مضامین کافی دلچسپ ہیں "ہم شکل ہم راز" کی آخری قسط پڑھ کر تو مزہ آگیا۔ سرورق پر چھوٹے بچوں کی تصویریں شائع کرنے کا سلسلہ بہت اچھا ہے آپ اسے جاری رکھیے "اپنا تعارف آپ خود کرایئے" یہ بھی اچھا ہے۔ اور ہاں آپ سے ایک شکایت ہے آپ نے مئی کے شمارے میں میرے نام سے کسی اور کا لطیفہ شائع کردیا۔ اگر آپ ہمارا ہی لطیفہ شائع کریں تو مہربانی ہوگی پسندیدہ اشعار میں جگہ دینے کا بہت بہت شکریہ! آپ ہر ماہ کچھ نہ کچھ انعامی مقابلہ رکھا کریں تاکہ بچوں میں اور زیادہ دلچسپی پیدا ہو مستقبل کے قلم کاروں کو انعامات دیں تو ان میں لکھنے کا ذوق و شوق اور جذبہ پیدا ہوگا۔

محمد انور محلہ ڈگڈالی (اقبال چوک) شیگاؤں بلڈانہ

● اپریل ۹۶ء کا شمارہ موصول ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ عقیل عباس جعفری کا "مکہ سو سال پہلے" بہت پسند آیا۔ انوار آس محمد کی "سونا بن گیا" کہانی بے حد پسند آئی۔ "ہم شکل ہم راز" کی ۱۳ ویں قسط بھی بہت پسند آئی۔ ان تمام مضامین کے لکھنے والوں کو دلی مبارک باد۔

وسیم احمد، ستار محلہ، ناندیڑ، مہاراشٹر

● مئی کا شمارہ ملا۔ بہت بہت شکریہ، کیونکہ آپ نے میرا چندہ ختم ہو جانے کے باوجود پرچہ جاری رہنے دیا۔ سبھی مضامین پسند آئے۔ خاص کر "ہم شکل ہم راز" بہت اچھا لگا۔ میں آج ہی اپنا چندہ مبلغ ۴۸ روپے روانہ کر رہی ہوں۔ پرچہ ازراہ کرم جاری رکھیں۔

زیبا فاطمہ، درگاہ بیلا، ضلع ویشالی، بہار

● ماہ مئی کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اور اس میں مجھے "شہزادی گم صم" اور اشعار بہت پسند آئے۔ اور مجھے یہ خوشی بھی ہوئی کہ پیام تعلیم میں میرا بھی نام شائع ہوا ہے۔

محمد اسلم ملّا، اوپن بیٹگیری، تعلقہ دھارواڑ

● اس میں کوئی شک نہیں کہ پیام تعلیم صرف دل بہلانے والی چیز نہیں بلکہ اس زندگی کے ریگستان میں وہ ایک ہم سفر اور رہنما کا کردار نبھا رہا ہے اور آج اگر پیام تعلیم وجود میں نہ ہوتا تو ہم کوئی سفر ٹھیک سے طے نہیں کر پاتے اور ہماری حیثیت اس ریگستان میں چکر لگانے والے بگولے کی طرح ہو جاتی جس کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ پیام تعلیم ہم لوگوں میں ڈھکی چھپی صلاحیتیں ابھارنا چاہتا ہے۔ اس صلاحیت کو دنیا والوں پر واضح کرنا چاہتا ہے۔

ایم آفتاب عالم اسلامی، مادھوپور، سمستی پور، بہار

• ماہ مارچ کا پیام تعلیم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی یہ نہایت ہی شاندار تھا۔ پیام تعلیم میں "تندرستی ہزار نعمت ہے" گدگدیاں اور سب سے اچھی کہانی روح نے نوکری بچالی، لگی۔

محمد آفتاب عالم حسن پور سرسونہ

• ماہ مئی کا پیام تعلیم ملا۔ دل کو تسلی ہوئی اور دل بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مجھے بہت تاخیر سے دستیاب ہوتا ہے۔ ہر ہفتے میں تین چار دن جاتا ہوں لیکن روز ہی سننا پڑتا ہے کہ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ اس رسالے میں "بلبل خوش نوا" اور "ہم شکل ہم راز" کی آخری قسط تو بہت ہی پسند آئی ہے اور باقی سب تو مجھے بے حد پسند ہیں ہی۔

محتشم عبداللطیف بنیکر ——— ممبئی ۹

• مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے اسے پڑھنے کے بعد میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ پیام تعلیم خوشیوں کے پیغام لے کر آتا ہے اور ہم سب کے دلوں کو روشن کر جاتا ہے۔ "ہم شکل ہم راز" جو قسط وار ہے یہ بہت ہی مزے دار ہے اور باقی مضامین قلمی دوستی، گدگدیاں، بچوں کی کوششیں، میرے پسندیدہ اشعار بہت خوب ہیں

ثمینہ یوسف میمن امراؤتی مہاراشٹر

• مئی کے پیام تعلیم میں "بلبل خوش نوا"، "آدھی ملاقات" "گدگدیاں" اور "ہم شکل ہم راز" بہت پسند آئے۔ خاص کر "ہم شکل ہم راز" یہ کہانی مجھے بہت پسند آئی میں اپنی طرف سے اور سارے پیامی بھائیوں کی طرف سے شکیل صدیقی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نسیم الریاض و محمد آصف، رضا پورہ رانی مبارک پور

• مئی ۱۹۹۶ء کا پیام تعلیم دستیاب ہوا جو نہایت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب تھا اس ماہ کے شمارے کے تمام مضامین بہت پسند آئے لیکن خاص طور پر "بلبل خوش نوا"، میرے پسندیدہ اشعار، اقوال زریں، معلومات اور بچوں کی کوششیں بھی بہت پسند آئیں

رازق احمد قریشی، آستانہ، کارنجہ، آکولہ

• میں یہ خط اپنے دل و جان سے لکھ رہا ہوں۔ میں نے پہلی بار پیام تعلیم ۱۷ سال کی عمر میں پڑھا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا اس میں سبھی کہانیاں اچھی ہیں۔

محمد حسین، اے سی سی کالونی، گلبرگہ، کرناٹک

• میں پیام تعلیم ۱۹۸۰ء سے پڑھ رہا ہوں۔ شروع شروع میں میری تصویریں بھی اس میں شائع ہوئی تھیں اس وقت پیام تعلیم کافی بڑے سائز کا ہوا کرتا تھا مگر آج یہ چھوٹے سائز میں نکل رہا ہے جو کہ ایک دانشمندانہ فیصلہ ہے۔ اس کمر توڑ مہنگائی کے زمانے میں آپ نے اس کی جو قیمت رکھی ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے۔ آپ سے میری خاص گزارش ہے کہ آپ پیام تعلیم میں معلوماتی مضامین کو زیادہ جگہ دیں جس سے بچوں کی جانکاری میں اضافہ ہو۔

جاوید اقبال، شاہی محلہ، کلتی۔ بردوان مغربی بنگال

• آپ نے پیام تعلیم میں میرا مضمون "انطار ایک فیشن بن گیا ہے" شائع کر کے جو مجھے فرحت بخشی ہے اس کے لیے میں آپ کی بہت ممنون و مشکور ہوں یہ میرا پہلا مضمون تھا۔ مضمون کے شائع ہونے کے بعد قارئین کی جانب سے مجھے خطوط موصول ہوئے ہیں جن کا میں فرداً فرداً شکریہ ادا کر چکی ہوں۔

کوثر جہاں بکل گوڑہ عادل آباد اے پی

● پیام تعلیم کا میں نیا نیا پیامی ہوں۔ میرے دوست نے اس رسالے سے میرا تعارف کرایا۔ تازہ شمارہ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔

چاند بادشاہ خاں، انجمن مفید الیتمیٰ، بمبئی ۸

● چچا جان: مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے "بھائی جان" کے تعارف میں میرا نام محمد فرشید پاشا نہ لکھ کر محمد فرید پاشا لکھ دیا ہے سب میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ خط میں "بھائی جان" کے ہاتھوں سے لکھوا رہا ہوں کیونکہ میں ابھی لکھ نہیں سکتا۔ آپ دعا کریں کہ میں بھی خط آپ کو لکھ سکوں اور "پیام تعلیم" پڑھ سکوں۔

محمد فرشید پاشا، بی ۱۱۹ بنگالی بازار، گارڈن ریچ کلکتہ

● اپریل کے شمارے میں آدھی ملاقات کے کالم میں محمد عبدالمجید۔ آرمور نے اپنے خط میں معلوم کیا تھا کہ اگر میرے بھائی انگریزی میں خط لکھیں تو کیا آپ اس کا ترجمہ کر کے شائع کریں گے۔ آپ نے جواب میں لکھا تھا کہ "ہاں"، شائع کریں گے تو میں یہ خط انگریزی میں لکھ رہا ہوں۔ مجھے اپریل کے پرچے میں "حمد باری تعالیٰ" اور "مکہ سو سال پہلے"، بہت پسند آئے۔ میں اردو پڑھ سکتا ہوں۔ لکھنے میں پریشانی ہوتی ہے۔

ایم، اے رؤف۔ باصر ضلع عادل آباد اے پی

● ماہ اپریل کا تازہ شمارہ نظر سے گزرا۔ پڑھنے میں مزہ آیا۔ پیام تعلیم ہم بچوں کی جان ہے۔ اس شمارہ میں "بچوں کی کوششیں" کے کالم میں باجی انظری خانم کا نام دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ہماری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔

صالحہ خاتون۔ ڈومریا۔ رانی گنج، اررریہ بہار

● مجھے آپ کا پیام تعلیم بہت پسند آیا اور اس میں پسندیدہ اشعار تو بہت پسند آئے اس لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں پیام تعلیم ہر ماہ خرید دوں پھر مجھ کو ایک دوست نے بتایا کہ پیام تعلیم کا ممبر بن جاؤ یہ بات مجھ کو بہت پسند آئی۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ چندہ کیا ہے اور روپے کس پتے پر بھیجے جائیں۔

پیام تعلیم کا زر تعاون سالانہ ۴۵/- روپے ہے جو آپ بذریعہ منی آرڈر ذیل کے پتے پر بھیج سکتے ہیں۔
منیجر ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

محمد عبدالعلیم محسن احمد ڈراور، نواب پورہ اورنگ آباد

● میں نے ماہ اپریل کا پیام تعلیم دیکھتے ہی خرید لیا پورا رسالہ دو ہی دن میں پڑھ ڈالا۔ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ اس ماہ کے مضامین قابل تعریف ہیں خاص طور سے کہانی "جسے اللہ رکھے"، "شناکی واپسی"، "مکہ سو سال پہلے"، اور "اپنا کام"، وغیرہ

کرپور صدیق احمد، تیگا کار گلی، میل وشارم، تامل ناڈو

● میں پہلی بار آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ مجھے یہ رسالہ پیام تعلیم بہت ہی پسند آیا۔

نذرانہ عبدالکریم سروے، پٹیل محلہ کھیڈ، رتناگیری

● میں پچھلے پانچ چھ سالوں سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں گھر کے تمام افراد بھی اس رسالہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ آپ کے اس نیک کام کے لیے ہماری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں ہم سب اس کی ترقی کے لیے دعا گو ہیں۔

سالاری نوید عقیل احمد، ملک پورہ، پرلی ویجناتھ

یاد رکھیے: مختصر خط جلد شائع ہوتے ہیں

نوٹ: گھسے پٹے لطیفے یا ایسے لطیفے جو پیام تعلیم میں شائع ہو چکے ہیں۔ دوبارہ شائع نہیں کیے جائیں گے۔
(ادارہ)

● ایک دن ملا نصیر الدین ایک باغ میں اپنا تھیلا لے کر گئے اور امرود، ناشپاتی وغیرہ سے تھیلا بھرنے لگے۔ وہ یہ کام کر ہی رہے تھے کہ باغ کا مالی آگیا۔ اس نے ملا کو دیکھا تو پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس تھیلے میں کیا بھر رہے ہو؟ ملا نے کچھ سوچا اور بولے۔ میں اس باغ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ ہوا بہت تیز چلی جس سے میں اڑ کر باغ میں آگرا ـــ باغباں بولا۔ بہت اچھے، مگر یہ امرود اور ناشپاتیاں کس نے توڑیں؟ ملا نے جواب دیا۔ بات یہ ہے کہ ہوا بہت تیز تھی۔ میں ہواؤں میں اڑتے ہوئے جس چیز کو پکڑتا وہ ٹوٹ جاتی تھی۔ یہ امرود اور ناشپاتیاں ایسے ہی ٹوٹے۔ باغباں نے کہا۔ اچھا میں یہ مانے لیتا ہوں مگر یہ تھیلے میں کیسے آگئے؟

ملا نے جواب دیا۔ میرے دوست، میں خود یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ کیسے ہوا۔ اللہ بہتر جانتا ہے نہ جانے کیسے یہ سب میرے تھیلے میں آگئے۔

شکیل احمد، آرمور ضلع نظام آباد اے پی

● ایک آدمی ریت میں کچھ تلاش کر رہا تھا بیربل نے دیکھا تو اس سے پوچھا کیا تلاش کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے اپنی انگوٹھی حفاظت کی خاطر اس ریت میں چھپا دی تھی لیکن وہ اب نہیں مل رہی ہے
بیربل نے پوچھا تم نے تو یہاں کچھ نشان بھی لگا دیا ہوگا؟
"ہاں، جہاں انگوٹھی چھپائی تھی اس کے اوپر ایک بادل کا ٹکڑا تھا اب وہ دغاباز بادل کہاں چلا گیا ہے اور اس کے ساتھ میری انگوٹھی بھی چلی گئی ہے۔

توفیق عالم منیر، جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب، بنارس

● ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا کہ "اگر تم بتا دو کہ اس تھیلے میں کیا ہے تو میں تمھیں ایک کیلا دوں گا اور اگر تم یہ بتا دو گے کہ اس تھیلے میں کتنے کیلے ہیں تو میں تمھیں اس تھیلے کے پورے ایک درجن کیلے دے دوں گا۔"

محمد یحییٰ محمد سعید مومن، عیدگاہ روڈ، بھیونڈی، تھانہ

● ایک مریض نے ڈاکٹر صاحب کے پاس جا کر آداب عرض کرتے ہوئے کہا "آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں آپ کے پاس دو سال پہلے سردی کا علاج کرانے کے لیے آیا تھا۔
ڈاکٹر: ہاں پہچانا۔
مریض: آپ نے جاتے وقت مجھے نہانے کے لیے منع کیا تھا۔
ڈاکٹر: ہاں، لیکن اب آپ کو کیا تکلیف ہے؟
مریض: میں وہی پوچھنے آیا تھا کہ اب پانی سے نہا سکتا ہوں یا نہیں۔
ڈاکٹر نے کہا، اور تھوڑے دن ٹھہریے، مُردے کو نہلانے والے آپ کو نہلا دیں گے۔

عبدالرب۔ ڈاک بنگلہ کورٹلہ، کریم نگر اے پی

● میاں: (بیوی سے) سنتی ہو کل میں نے ایک روپیا کا لاٹری کا ٹکٹ خریدا تھا آج اس پر ایک ہزار روپے کا انعام نکلا ہے۔

بیوی : (میاں سے) انعام گیا چولہے بھاڑ میں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم نے ایک روپیہ کس سے پوچھ کر خرچ کیا۔

محمد افروز خاں، گورنمنٹ ہائی اسکول، فورٹ، جگتیال

● استاد : ارشد بتاؤ اگر دنیا میں آکسیجن نہ ہوتی تو کیا ہوتا۔

ارشد : ہوتا کیا؟ ہمارا ایک سبق کم ہوجاتا۔

محمد عمران عالم، بسرا ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ

باپ : بیٹا تم اتنی دیر سے مرغا کیوں بنے ہوئے ہو؟

بیٹا : اباجان، آپ ہی نے تو کہا تھا جو کام اسکول میں کرتے ہو، اُسے گھر پر دُہرایا کرو۔

عرفان عالم، مقام بسرا، ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ

● میاں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کوئی نو روپے دے رہا ہے اور میاں ہیں کہ دس روپے سے کم لینے کے لیے تیار ہی نہیں ہو رہے ہیں۔ اس بیچ میاں کی آنکھ کھل گئی۔ انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ خالی پائے اور بیوی کو کھڑا پایا تو جھٹ سے اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں اور رنگے چیخنے "لاؤ نو روپے ہی دے دو"۔

سید اسمٰعیل، سید چاند ملاپورہ ناندرہ، بلڈانہ

● لڑکے کا باپ : (لڑکی کے باپ سے) "یہ آپ مجھے جہیز میں شطرنج کیوں دے رہے ہیں؟"

لڑکی کا باپ : میں نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی ہاتھی گھوڑوں کے ساتھ کروں گا۔

محمد حسن نوراللہ، انجمن مفید الیتمیٰ مدنپورہ، ممبئی ۸

● ایک صاحب اپنے دوست سے کہہ رہے تھے "جب میں سوٹ پہن کر سبزی لینے جاتا ہوں تو دکاندار مجھے سبزی مہنگی دیتا ہے اور جب پھٹا ہوا کُرتا پہن کر جاتا ہوں تو سبزی سستی دیتا ہے"۔ دوست فوراً بول اٹھا "ہاتھ میں پیالہ لے کر جاؤ سبزی مفت میں مل جائے گی"۔

سرفراز نواز فہمی، درگاہ بیلا، ویشالی، بہار

● ایک آدمی رات میں سو رہا تھا کہ اس کے پیٹ کے اُوپر سے چوہا چلا گیا، وہ چلّانے لگا، چوہا چوہا۔ اس کی بیوی نے کہا، "اس میں چلّانے کی کیا بات ہے" وہ آدمی بولا "اس میں چلانے کی کوئی بات نہیں ہے لیکن میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں یہ عام راستہ نہ بن جائے، نہیں تو کل ہاتھی گھوڑا، بیل سب چلنا شروع کردیں گے۔"

محمد فیضان احمد، مسٹر لاج، ڈی۔ ایس کالج روڈ، لم باڑا کٹیہار

● بیٹا : امّی جان میں اس دنیا میں کیسے آیا؟

امّی : بیٹا میں نے ایک مٹکے میں مٹی بھر کر کچھ دن تک اُسے زمین میں دفن کردیا تھا۔ پھر تھوڑے دن کے بعد دیکھا تو میرے لال اس میں سے تم نکل آئے۔

ایک مرتبہ اُس لڑکے نے بھی ایک مٹکے میں مٹی بھر کر اسے دفن کردیا، پھر تھوڑے دن کے بعد دیکھا تو اس مٹکے سے مینڈک نکلا تو بچّے نے یہ دیکھ کر کہا کہ "جی چاہتا ہے کہ تجھے ماردوں مگر کیا کروں تو میری ہی اولاد ہے"۔

نازنین سلطانہ، ساد آباد، آرمور، اے۔ پی

● ایک دوست : (دوسرے دوست سے) "یار آج جب میں بس میں چڑھا تو مجھے محسوس ہوا کہ کسی نے میری جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر میں ہلا تک نہیں"۔

کیوں؟ پہلے دوست نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

دوسرے دوست نے آہستہ سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت میرا ایک ہاتھ سامنے والے کی جیب میں تھا۔

انیس شاہ یونس شاہ ڈرائیور، بدھوارہ، سورجی انجن گاؤں

● دادی: (ریان سے) بیٹا مسوڑوں پر زبان مت لگاؤ ورنہ دانت نہیں نکلیں گے۔
ریان: دادی! کیا آپ نے بھی بچپن میں اپنے مسوڑوں پر زبان لگائی تھی اس لیے آپ کے بھی دانت نہیں نکلے۔

نعیمہ فردوس محتشم، بیت النسیم، ۱۲ شاذلی اسٹریٹ بھٹکل

● قصاب: (وکیل سے) وکیل صاحب! اگر کسی کا کتا ہمارا گوشت کھا جائے تو کیا کرنا چاہیے۔
وکیل: مالک سے پیسے وصول کرنی چاہیے۔
قصاب: تو مہربانی کر کے مجھے دو روپیا عطا کر دیجیے آپ ہی کے کتے نے میرا گوشت کھا لیا ہے۔
وکیل: میں اپنے مشورے کی فیس چار روپیا لیتا ہوں گوشت کے دو روپے کاٹ کر باقی دو روپے مجھے دے دیجیے۔

تبسم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک، امراوتی

● شوہر: تم سے کہا تھا کہ آج دوست دعوت پر آرہے ہیں سب سامان چھپا کر رکھ دو۔
بیوی: کیوں کیا وہ چور ہیں؟
شوہر: نہیں ایسی بات نہیں اگر انھوں نے اپنی اپنی چیزوں کو پہچان لیا تو؟

محمد انور شیخ جبار، محلہ ڈگڈالی، شیگاؤں، بلڈانہ

● نوکر: (مالک سے) چلّا کیوں رہے ہو؟
مالک: بیوقوف میری انگلی دروازے میں پس گئی۔
نوکر: اس میں چلّانے کی کیا بات ہے، پچھلے دنوں ایک آدمی کار یل کے نیچے سرک گیا تھا اس نے چوں تک نہیں کی۔

ترنم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک، امراوتی

● ایک عورت ایک بس میں سفر کر رہی تھی بس میں بہت بھیڑ ہونے کی وجہ سے ایک لڑکا کا ہاتھ عورت کے پرس سے ٹکرا گیا۔ عورت نے غصّہ سے کہا "کیا کر رہے ہو؟"
لڑکے نے بڑی معصومیت سے جواب دیا "میں بی این کالج پٹنہ سے بی اے کر رہا ہوں"

محمد ضیاء الہدیٰ عرف جیپ اسٹور محلہ چھجو، بہار شریف

● ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو مجھے سب سے اچھا پھل لا کر دے گا اسے بہت انعام دیا جائے گا اور مقابلہ کا دن مقرر کر دیا۔
مقررہ دن پر بہت سے لوگ مختلف قسم کے پھل لے کر آئے۔ سب سے پہلے ایک آدمی نے بادشاہ کو لیموں پیش کیا جسے دیکھ کر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ یہ لیموں سالم اس آدمی کے منہ میں ڈال دیا جائے۔ سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس آدمی کے منہ میں سالم لیموں ڈال دیا تو وہ رونے لگا اور ہنسنے بھی لگا تو بادشاہ نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ "میں اس لیے رو رہا ہوں کیونکہ مجھے درد ہو رہا ہے، اور اس لیے ہنس رہا ہوں کیونکہ باہر جو آدمی خربوزے لے کر کھڑا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟"

محمد ساجد الحق عرف پپو، اسلام نگر، ارریہ، بہار

● دو شہری آپس میں باتیں کرتے ہوئے سڑک پر جا رہے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی ان کے درمیان میں چلنے لگا

ان میں سے ایک شہری نے غصّہ سے کہا "تم احمق ہو یا بیوقوف؟"
دیہاتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔
"دونوں کے درمیان میں ہوں"۔

نیلم فاطمہ، مقام پسرا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ

● راشد: (اسلم سے) یا اللہ کیسے بے ایمان لوگ پڑے ہیں اس دنیا میں۔ ابھی دودھ والے نے مجھے ایک کھوٹی اٹھنی دے دی۔
اسلم: کہاں ہے اٹھنی۔ میں بھی دیکھوں۔
راشد: وہ تو میں نے سبزی والے کو دے دی ہے۔

شکیل احمد، مسجد نور، روم نمبر ۳، پہلی منزل، نظام آباد

● دو بھائی سائکل پر جا رہے تھے بڑا بھائی سائکل چلا رہا تھا۔ ایک موٹر دھول اڑاتی ہوئی ان کے پاس سے گزری، چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا "دھول آرہی ہے" بڑے بھائی نے فوراً گھنٹی بجانا شروع کر دی۔

عاقلہ بانو، عربک ہائی اسکول، گنتکل اے پی

● ایک مقرر صاحب نے نہایت بور اور لمبی تقریر کرنے کے بعد، ہجوم کی طرف منہ کر کے پوچھا "کیا آپ میں سے کوئی بھی شخص کوئی سوال پوچھنا چاہتا ہے"۔
"جی ہاں"، ایک طرف سے آواز آئی "آپ نے کس تاریخ سے تقریر شروع کی تھی۔

آفتاب عالم اعظمی، کھجوا تالاب، مبارک پور، یو، پی

● ایک شخص نفسیاتی معالج کے پاس گیا اور کہنے لگا "آج کل میں بہت بُرے بُرے خواب دیکھتا ہوں آج رات میں نے دیکھا کہ میں بیل بن گیا ہوں اور گھاس چر رہا ہوں"۔

نفسیاتی معالج نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ خواب تو آخر خواب ہی ہے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے"،
اس شخص نے کہا "لیکن ڈاکٹر صاحب، صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو پتا چلا کہ میں نے اپنی آدھی چٹائی چبا ڈالی تھی۔

محمد تبریز اختر، مقام پسرا ضلع سندرگڑھ اڑیسہ

● ایک گاؤں میں لالو بھائی نام کا ایک شخص رہا کرتا تھا اس کی بہت ساری بکریاں تھیں۔ ان بکریوں میں سے اس کی ایک بکری جو اسے بہت عزیز تھی کسی وجہ سے مر گئی۔ اس کی موت پر لالو بھائی خوب روئے۔ لوگوں نے بہت سمجھایا کہ جانور ہی تھا، لیکن لالو بھائی تھے کہ لگاتار روئے جا رہے تھے۔ لوگ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے۔ آخر ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ آپ بکری کی موت پر اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ تب کہیں جا کر لالو میاں نے رونے کا سبب یوں بتایا "ارے میرے بھائیو! جب میری بیوی کا انتقال ہوا تھا تو سب نے مجھے یہ کہہ کر تسلی دی تھی کہ مجھے دوسری بیوی لا دیں گے لیکن جب میری بکری مری تو کسی نے نہیں کہا کہ تجھے دوسری بکری لا دیں گے"۔

فیض محمد خاں غلام محمد خاں، تاجنا پیٹھ ضلع آکولہ

● بارش ہو رہی تھی۔ پوسٹ مین نے خط دینے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ذرا دیر کے بعد ایک آدمی نے دروازہ کھولا اور پوسٹ مین کو دیکھ کر کہا۔ "بھلے آدمی! اتنی بارش میں خود خط لانے کی کیا ضرورت تھی پوسٹ کر دیا ہوتا"۔

نسیم الریاض، اشرفیہ جونیر ہائی اسکول، مبارک پور یو پی

میرے پسندیدہ اشعار

حمد

الٰہی بڑا تیرا احسان ہے
کہ مخلوق کا تو نگہبان ہے
بڑی تیری قدرت، بڑی تیری شان
کیا تو نے سورج سے روشن جہان
ہے رزّاق سارے زمانے کا تو
کہ مختار ہے دانے دانے کا تو
ترا شکر ادا کر سکے کیا زبان
زباں میں بھلا اتنی طاقت کہاں
ترے فیض کا ہے اثر چار سو
چمن کو دیے پھول، پھولوں کو بُو
بلندی پہاڑوں کو دی اس قدر
کہ تھکتی ہے چوٹی پہ جاکر نظر
نہ کیوں کر ترا شکر بلبل کرے
کہ خوشبو سے پھولوں کے دامن بھرے
کرم سے ہے تیرے یہ ساری بہار
نہیں کچھ تری نعمتوں کا شمار

مرسلہ: محمد عبدالرؤف مورتاڑ، ضلع نظام آباد اے پی

نہ کر تقدیر کا شکوہ مقدر آزماتا جا
نہ ڈر منزل کی دوری سے قدم آگے بڑھاتا جا

بی بی مریم، ۱۲۶-اے شاہین باغ، نئی دہلی ۲۵

مصیبت نام ہے اہل وفا کی آزمائش کا
اسی میں آدمی کا حوصلہ معلوم ہوتا ہے

محمود عالم محمد اسمٰعیل انصاری، زیتون پورہ بھیونڈی

جن میں آجاتی ہے انداز خدائی پیدا
ہم نے دیکھا ہے وہ بُت توڑ دیے جاتے ہیں

راشدفہمی پربہار، سیتامڑھی بہار

ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگِ راہ
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

شبینہ نوشی دیوان پورہ منگرول پیر، آکولہ

ہماری محفل میں جو بھی آیا اسی نے جانا بہار کیا ہے
کلی کلی کا نکھار کیا ہے محبتوں کا وقار کیا ہے

منیر خاں، انجمن مفید الیتٰمیٰ مدنپورہ، ممبئی ۸

اپنے اعمال پہ کب تیری نظر جائے گی
زندگی کیا یونہی غفلت میں گزر جائے گی

راغب علی، غفار منزل کالونی، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

میں حقیقت میں تھا اک مقدس کتاب
لوگ پڑھتے رہے ناولوں کی طرح (قرآن مجید)

عبدالقیوم خاں گونڈوی، پتا نہیں لکھا

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل
تری ہمت کی کوتاہی ترے قسمت کی پستی ہے

محمد مجیب محمد امین، مدار تکیہ منگرول پیر

تم ناحق ٹکڑے چن چن کر دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشے کا مسیحا کوئی نہیں کیوں آس لگائے بیٹھے ہو

محتشم عبداللطیف بٹکر، نور باغ، ڈونگری ممبئی ۹

یارب نہ تخت و تاج دے مجھ کو نہ مال دے
انسانیت کا درد میرے دل میں ڈال دے

فرزانہ ناز، بنگواں ضلع ارریہ بہار

جلائے بیٹھے ہیں ہم اس جگہ لہو کے چراغ
جہاں سحر بھی ترستی ہے روشنی کے لیے

اے۔ جی۔ شیخ منیار نہاوی، جلگاؤں مہاراشٹر

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشا ہے
جس شاخ پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

شفقت جہاں، راجیو نگر، پٹنہ بہار

غم کے سایے کبھی نہیں ڈھلتے
عمر ڈھلتی ہے وقت ڈھلتا ہے

کفیل احمد جھتون دربھنگہ بہار

خاموش مزاجی مجھے جینے نہیں دیتی
اس دور میں جینا ہے تو کہرام مچا دو

شبانہ اعظمی معرفت ظفر امام، احمد پور ضلع اررہ بہار

ہمارے بچے بھی دیکھیں گے ہم کو حیرت سے
کبھی جو طاق سے قرآن ہم اتاریں گے

شگفتہ ارشاد، چکجادو، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزاء کا پریشاں ہونا

غوثیہ نشاط، جنی چال روم نمبر ۹ امیبٹ رائے گڑھ

تمدن تصوف شریعت کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

ثمینہ سلطان، منگرول پیر، آکولہ، مہاراشٹر

زباں کی بزم میں گلکاریوں سے کیا حاصل
عمل کی راہ میں گرد و غبار پیدا کر

محمد عاکف انصاری، مالیگاؤں، مہاراشٹر

دیتی جو میری پیاس مجھے حوصلہ تو میں
ہونٹوں کے دائرے میں سمندر سنبھالتا

ریاض احمد نہال احمد، سلامت آباد، مالیگاؤں

آج میں قتل ہوا ان ہی کے ہاتھوں غافل
کل جو میرے لیے جینے کی دعا کرتے تھے

معین الدین نعیمی، گیاری ضلع اررہ بہار

جب تک تصادم میں دم نہ دبے آسماں سے ہم
بے دم ہوئے تو ہم کو زمین نے دبا لیا

فضل الرحمن اعظمی ــــ پتا نہیں لکھا

ساحل ہے نام میرا، مٹاؤ گے کیا مجھے
طوفان مجھ سے سیکڑوں ٹکرا کر رہ گئے

ناہید اشفاق منگرول پیر، ضلع آکولہ مہاراشٹر

آدمی کی قسمت میں صرف غم اٹھانا ہے
زندگی بھی دھوکا ہے موت بھی بہانا ہے

ابرار احمد، نظام اسٹریٹ، جگتیال اے پی

خدا پیغام دیتا ہے خود اپنے ہی نظاروں سے
میرا مطلب ہے پھولوں سے شفق سے کوہساروں سے

نرگس تبسم خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

عابد علی خاں، مالیر کوٹلہ، سنگرور پنجاب

نوجوانو! موڑ سکتے ہو تو موڑ دو رخ زمانے کا
اگر طاقت نہیں تم میں تو تم پھر نوجواں کیوں ہو

جاوید غلام غوث، محلہ درگاہ علی، چوپڑہ جلگاؤں

آؤ مل کر انقلابِ تازہ تر پیدا کریں
دہر پر اس طرح چھا جائیں کہ سب دیکھا کریں

ثروت شفیق ـــــــ ندوہ لکھنؤ

اس دور میں بھی ترے ہونٹوں پہ تبسّم کا نمود
ہنسنے والے تیرا پتھر کا کلیجہ ہوگا

محمد ساجد، لرڈیا، جے گنج علی گڑھ یوپی

خنجر لگا جو پشت میں دشمن کا تھا گماں
پیچھے پلٹ کے دیکھا تو اپنا رفیق تھا

دیبا فاطمہ، درگاہ بیلا ضلع ویشالی بہار

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

محمد اکرام، اقبال چوک شیگاؤں ضلع بلڈانہ

اگرچہ بُت ہے جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الّا اللّٰہ

رحیم النساء رحمانیہ اسکول، آرمور اے پی

خواب ہستی دیکھنے والے ذرا ہوشیار رہ
کیا خبر کل صبح نکلے کس طرف سے آفتاب

گلناز ایم منڈیوال، سیداپور مسجد، دھارواڑ

حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا

راغب جمال، مثالی مڈل اسکول لکڑوا، اررِیہ

ہر جا یہی تاکید ہے داڑھی رکھو رُخ پر
میدان صفاچٹ نہ کرو اس کو منڈا کر

فریدا احمد کفلی، خازن بچوں کی لائبریری مکرشنا گر نیپال

ایک شجر آنگن میں ایسا بھی لگانا چاہیے
جس کا سایہ دوسروں کے گھر بھی جانا چاہیے

سرور نواز نظامی، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

یہ سچ ہے کہ مرتا نہیں کوئی جُدائی میں!
مگر خدا کسی کو کسی سے جُدا نہ کرے

محمد شمس الدین متعلم جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو

ملا جو موقع روزِ محشر الٹ ہی دوں گا حساب تیرا
پڑھوں گا رحمت کا وہ قصیدہ تو جھوم اٹھے گا عتاب تیرا

زاہدہ عرشی، اکرام نگر نزد، صدر بلاک، مونگیر بہار

دشمنوں سے شرمندہ ہونا پڑا
دوستوں کا خلوص آزمانے کے بعد

طفیل احمد ـــــــ مظفرپور بہار

ہر شخص گناہوں کی سزا کاٹ رہا ہے
لاٹھی میں خدا کی مگر آواز نہیں ہے

نازیہ فردوس، محلہ پھولنگ نظام آباد اے پی

قاتل نے ہونٹ سی دیے چاندی کے تار سے
اُس کے خلاف کوئی گواہی نہ دے سکا

محمد اعظم عبدالرزاق شیخ۔ منگلور، کرناٹک

تقصیر میری کیا ہے اے میرے کرم فرما
قدموں میں رہا لیکن دل میں نہ جگہ پائی

محمد الطاف حسین قادری، رانی پور، گڈا بہار

باغ جنت میں محمدؐ مسکراتے جائیں گے
پھول رحمت کے گریں گے ہم اٹھاتے جائیں گے

تنظیم اصغر رضوی، تلسی ماریہ، میرپور، پورنیہ بہار

غرورِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

محمد سلیمان صابر، جھمکا، بہرا، مغربی چپارن بہار

جس کا میرے نبیؐ پر ایمان نہیں ہے
دعوا ہے میرا وہ تو مسلمان نہیں ہے

محمد ثاقب اعظمی، شبلی نیشنل انٹر کالج، اعظم گڑھ

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتا نہیں ہے ہاتھ میرا اس دعا کے بعد

عبدالحئی عمری، جھنجھار پور، مدھوبنی بہار

اس دیس کی دھرتی پر لحد اپنی بنا کر
اس دیس کو ناحشر وطن ہم نے بنایا

سیماب مرزا، کدورہ، جالون، یو۔ پی

ستارے نور دے کر رات سے بھی کچھ نہیں لیتے
شبِ تاریک کو کر کے منوّر ڈوب جاتے ہیں

محمد محسن محمد امین، مدار تکیہ، ہنگرول بیر

اگر تم طیش میں آکر میرا خط پھاڑ بھی ڈالو
تمہارے قدم چومیں گے میری تحریر کے ٹکڑے

محمد شریف بن محمد عثمان قریشی، ناندورہ بلڈانہ

دیکھا نہیں جاتا ہے شبنم میری آنکھوں سے
پھولوں کا حسین چہرہ جب دھوپ میں جلتا ہے

ثروت افروز، لائن کشن گنج۔ کشن گنج بہار

کیا جانیے کیا بات پسند آئی ہے
میرے گناہوں پر رحمت کی گھٹا چھائی ہے

رفعت انجم بنت عبدالسعید، حافظ پورہ، ہنگرول بیر

آئی جب آنے لگے حق پرتو بہرِ زندگی
موت کو بڑھ کر کلیجے سے لگانا چاہیے

مرزا غفران رفیقی، مرزا پور، اعظم گڑھ یوپی

اے ضیا، ماں باپ کے سایے کی ناقدری نہ کر
دھوپ کاٹے گی بہت جب یہ شجر کٹ جائے گا

ثروت فرحی، ابتدائی عالمہ جامعۃ الصالحات رام پور

جاگ اے امتِ شاہِ دنیا و دیں
تیرے سونے کا اب وقت باقی نہیں

ایسی خوشبو چمن کے گلوں میں نہیں
جیسی خوشبو نبیؐ کے پسینے میں ہے

محمد منظور عالم، مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی سمستی پور

—: خوب کروں گی دین کی خدمت :—

میں ہوں مسلم باپ کی بچی
ننھی منی اچھی سچی!!
امی کی ہوں بڑی چہیتی
امی کا ہی دودھ ہوں پیتی
گود میں دادی جان لٹائیں
باتیں کرنا مجھے سکھائیں
آغوں آغوں میں ہوں کرتی
لیٹے لیٹے میں ہوں ہنستی
ملے مجھے گر علم کی دولت
خوب کروں گی دین کی خدمت
شرک مٹاؤں حق پھیلاؤں
ہر لڑکی کو نیک بناؤں
یارب تیرے دین کو جانوں
یارب تیرے حکم کو مانوں

ارشاد علی۔ کہرولی، دربھنگہ بہار

اقوالِ زریں

- زبان کو شکوہ سے روکو، خوشی کی زندگی ملے گی۔
- دنیا ایک جال ہے جس میں نادان ہی لوگ پھنستے ہیں۔
- جوان کا گناہ بھی بُرا ہے لیکن بوڑھے کا گناہ بھی سخت بُرا ہے۔
- دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلوار کی نہیں، اچھے عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔
- علم سے آدمی کی دیوانگی اور دہشت کم ہوتی ہے۔
- ہر انسان کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے مثلاً ماں باپ بیوی، دوست وغیرہ سے۔

محمد رضوان، نور محمد۔ بارا استمبرار، جوکی ہاٹ، ارریہ

- پانی اور نمک کو ملا دینے سے آنسو نہیں بن جایا کرتے ہیں۔
- گلاب توڑنے سے پہلے اس کے کانٹوں سے الجھنا پڑتا ہے۔
- دنیا کے ساتھ اتنی تیز مت دوڑو کہ تھوڑی سی ٹھیس لگ جانے پر منہ کے بل گر جاؤ۔

محمد حسین، بینا پارہ، اعظم گڑھ، یو۔پی

- عمدہ لباس سے قبر کے کفن کو یاد کر۔
- عمدہ مکان سے قبر کے گھڑے کو یاد کر۔
- عمدہ غذاؤں سے قبر کے کیڑے مکوڑے کی غذا نہ بنا۔

ادریس بیگ، بارسی ٹاکلی، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نماز کا اہتمام

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اسے پانچ طرح کے اکرام و اعزاز سے نوازتے ہیں۔

- رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے۔
- اس کا عذابِ قبر ہٹادیا جاتا ہے۔
- قیامت کے دن اس کے نامۂ اعمال سیدھے (دائیں) ہاتھ میں دیے جائیں گے۔
- پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گزار دیا جائے گا۔
- میدان حشر میں حساب سے محفوظ رہے گا۔

محمد علی سید پیر، آزاد نگر، مالیگاؤں، ناسک

زندگی کیا ہے

- پیڑ کی ڈال پر گاتی ہوئی چڑیا بولی۔ زندگی ایک خوبصورت چیز ہے۔
- چور بازار کے سردار نے قہقہہ لگا کر کہا ــــ دولت جمع کرنا ہی زندگی ہے۔
- پنجرے میں بند پرندہ بولا ــــ زندگی ایک قید خانہ ہے۔
- آسمان میں چمکتے سورج نے کہا ــــ روشنی ہی زندگی ہے۔
- سائنس داں نے اپنا نظریہ پیش کیا ــــ مسلسل جدوجہد اور تبدیلی کا نام ہی زندگی ہے۔

محمد اشتیاق عالم انتظار۔ بگڈھرا، ضلع ارریہ، بہار

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

- بچے جنت کے پھول ہیں۔
- جس گھر میں بچے نہیں وہاں برکت نہیں۔
- علم جس سے سیکھو اس کی عزت کرو۔
- جاہل سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔
- بُرے ساتھی سے اکیلے رہنا بہتر ہے۔

عتیق احمد انصاری، محلہ چوتھا نظام پور، بھیونڈی، تھانہ

● مشکلات کو دور کرنے اور خواہشات کو دبلنے اور تکلیف کو برداشت کرنے سے انسان کا کردار مضبوط اور پاکیزہ ہوتا ہے۔
● اہل ہمت کے پاس مقاصد ہوتے ہیں لیکن عام لوگوں کے پاس صرف خواہشات۔
● انسان خود اتنا عظیم نہیں ہوتا جتنا کہ کردار اسے عظیم بناتا ہے۔
● حقیقت کبھی انکار یا اقرار کی محتاج نہیں ہوتی۔

محمد جاوید، جامع مسجد گلی، راوڑ کیلا، اڑیسہ

ماں کی عظمت

● ماں کے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے۔
● ماں دنیا کی حسین ترشئے ہے۔
● ماں اور پھول میں کوئی فرق نہیں۔
● ماں آسمان کا بہترین تحفہ ہے۔

ماہمی سرفراز یوسف، فوزان ویکلی، انصاری روڈ نھانہ

● انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہے۔
● ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔
● زندگی محنت کے بغیر مصیبت اور محنت عقل کے بغیر حیوانیت ہے۔
● آنے والا ہر دن اپنے گزرے ہوئے دن کا معلّم ہے۔
● اس دنیا میں اتنی بلند دیواروں والے محلوں میں نہ رہا کرو جس سے تمھاری آواز گھٹ کر رہ جائے۔
● کردار ایسا ہیرا ہے جو پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔
● دل اگر سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ بھی کچھ نہیں کرسکتی۔

عصمت ناز، بسرا، سندر گڑھ، اڑیسہ

● کم بولنا حکمت کی علامت ہے۔
● جو زبان کی حفاظت کرتا ہے زبان اس کی حفاظت کرتی ہے۔
● غلطیوں کا احساس کامیابی کی کنجی ہے۔
● قلم دل کی زبان ہے اور تحریر ایک خاموش آواز۔

انیس احمد جلیل ماسٹر، چونا بھٹی، مالیگاؤں مہاراشٹر

عورت کیا ہے

حضرت آدمؑ و حضرت حوّا کے سوا تمام انسانوں کی مائیں ہیں اس لیے وہ سب کے لیے قابل احترام ہیں۔ عورت کا وجود انسانی تمدن کے لیے بے حد ضروری ہے اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو مردوں کی زندگی جانوروں سے بدتر ہوتی۔ بچپن سے بھائی بہنوں سے پیار کرتی ہے شادی کے بعد شوہر سے اور ماں بن کر اولاد سے پیار کرتی ہے اس لیے عورت پیار کا تاج ہے۔

محمد شمشاد، نزد مسجد پانڈریان، مالیر کوٹلہ، پنجاب

● وہ عورتیں جہنمی ہیں جو لباس پہن کر بھی برہنہ رہتی ہیں۔
● بدکلامی سے انسان کا رعب و دبدبہ کم ہو جاتا ہے۔

شیخ صادق۔ شیخ رحمٰن، مانک چوک امڑاپوز، ملڈانہ

● حقیقی عظمت و بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔
● اگر تجھے بلندی کی خواہش ہے تو پہلے پستی اختیار کر۔
● خرچ کرو سمجھ کے ساتھ، سوچو جذبہ تعمیر کے ساتھ۔

شہر بانو انصاری، محلہ مومن، بیکول شریف چتوڑ گڑھ

● علم کی طلب میں کہیں جانا عبادت ہے۔
● علم کی تحقیق میں بحث کرنا جہاد ہے۔
● علم کا پڑھنا صدقہ ہے۔

• علم کو دوسروں تک پہنچانا قربت خداوندی ہے۔
• علم جنت کے راستوں کا نشان ہے۔
• علم کے بغیر انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا۔

مطیع الرحمٰن معہد التعلیم الاسلامی ۳/۶ جوگا بائی، نئی دہلی ۲۵

آج کا مسلمان

• خدا کا دیا رزق کھاتا ہے مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتا ہے۔
• اللہ کو جانتا ہے مگر اس کی بندگی نہیں کرتا۔
• رسول اللہؐ کی امت میں ہے مگر اس کی ۔ وی نہیں کرتا۔
• جنت کی خبر رکھتا ہے مگر اس کی خواہش نہیں رکھتا۔
• جہنم کی آگ سے باخبر ہے مگر اس سے نہیں ڈرتا۔
• موت کو جانتا ہے مگر اس کی تیاری نہیں کرتا۔
• قبرستان جاتا ہے مگر عبرت حاصل نہیں کرتا۔
• شیطان کو جانتا ہے مگر اس سے لڑتا نہیں ہے۔

شیخ خالد ابن شیخ نقیر، چالی نمبر ۲، کھرمک پورہ ناندیڑ

گھر میں غریبی آنے کے اسباب
(بزرگوں کی نظر میں)

• غسل خانہ میں پیشاب کرنا
• کوڑا کو گھر میں رکھنا
• عزیزوں سے بدسلوکی کرنا
• مغرب اور عشاء کے درمیان سونا
• مہمان کے آنے سے ناخوشی ہونا
• آمدنی سے زائد خرچ کرنا
• دانتوں سے روٹی کترنا
• بے وضو قرآن پاک کو چھونا
• دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھنا

محمد طارق عبدالکریم مرچنٹ، فلیٹ نمبر ۸۰۲، ممبئی ۸

• سورۂ یٰسین مکہ میں اتری اس میں تراسی ۸۳ آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔
• سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیتیں اور چار رکوع ہیں۔
• سورہ رحمٰن، مکہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر ۷۸ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔
• سورۂ واقعہ، مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھیانوے ۹۶ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔
• سورۂ ملک، مکہ میں نازل ہوئی اس میں تیس ۳۰ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔
• سورۂ مزمل، مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیس ۲۰ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔
• سورۂ کہف، مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو دس ۱۱۰ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔
• سورۂ نوح، مکہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس ۲۸ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔
• سورۂ جن، مکہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔
• سورۂ تغابن، مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ ۱۸ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

طلحہ نقشبندی القادری، بالا پور ضلع آکولہ، مہاراشٹر

فلسفۂ حیات

• انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔
• عقل مند وہ ہے جو دوسروں کو بیوقوف نہیں سمجھتا۔
• آسمان کی زینت ستارے ہیں اور زمین کی زینت تعلیم یافتہ انسان۔

عبدالخالد عبدالرحیم کنگھی والا بلڈنگ تیلی محلہ، ممبئی ۸

معلومات

• ببول کی پتی کینسر کے علاج میں بہت مفید ثابت ہے اور اس کو پیس کر سینے پر لگانا چاہیے۔
• بکری کی سینگ کھجلی پر رگڑنے سے کھجلی کا مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔
• نیم کی پتی کھانے سے جلدی امراض دور ہو جاتے ہیں۔
• گڑھل کا پھول کھانے سے دست نہیں آتا ہے
• کان کے درد کے لیے آم کی پتی کا عرق بہت مفید ہے اسے کان میں ڈالنا چاہیے۔
• داد کے علاج کے لیے کٹھل کے دودھ میں پھٹکری ملا کر استعمال کرنے سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔
• بیل کی چھال کو پیس کر پیر پر باندھنے سے پیر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔
• آگ سے جلی ہوئی جگہ پر بکری کے دودھ میں گلاب کا عرق ملا کر لگانے سے جلن دور ہو جاتی ہے۔
• موسمی کے چھلکے کو سکھانے کے بعد پیس کر کے مہاسے پر لگاتے سے مہاسہ ختم ہو جاتا ہے۔
• گیندے کے پھول میں بھیڑ کے دودھ کو ملا کر گرم پانی میں ڈال کر بالوں کو دھونے سے بال کا گرنا بند ہو جاتا ہے۔
• جامن کے سرکے کو کھانے سے "شوگر" کی بیماری جڑ سے ختم ہو جاتی ہے۔
• پیٹ کے درد کے لیے املی کی پتی کے عرق کو دودھ میں ملا کر پینے سے پیٹ کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

حکیم امراض، انیس احمد خاں، سرائے میر اعظم گڑھ

• سورہ فاتحہ میں آیتیں سات ہیں۔
• حم کی سورتیں سات ہیں۔
• صفا و مروہ کے درمیان سعی سات مرتبہ ہے۔
• طواف کعبہ سات مرتبہ ہے۔
• گائیں، جن کا ذکر سورہ یوسف میں ہے سات مرتبہ ہے۔
• قرآن شریف میں ہے کہ جب تم حج سے واپس جاؤ تو سات روزے رکھو۔
• سجود سات اعضا پر ہے۔
• کن فیکون، سات حرف ہیں۔

اشفاق عمر کوبے، ۱۲/۳۱۳، لطیف نائیک ہاؤس ممبئی

• چار چیزوں کو تھوڑا نہ سمجھو۔
فرض، مرض، دشمنی، آگ
• غلطی کے تین درجے ہیں۔
سہواً، عمداً، خطاءً
• یقین کے تین درجے ہیں۔
علم الیقین، حق الیقین، عین الیقین
• تین چیزیں سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔
قسم، قلم، قدم
• مخلوقات چھ قسم کی ہیں۔
بندے، پرندے، چرندے، درندے، گزندے، پرندے (تیرنے والے)
• دنیا میں دو مذہب ہیں۔
نیک اور بد
• دو آدمی ملک و دین کے دشمن ہیں۔
بادشاہ بے حلم، زاہد بے علم
• محبت کے چھ درجے ہیں۔
رجحان، میلان، دلچسپی، محبت، عشق، جنون
• عدالت سے انصاف حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں درکار ہیں۔
عمر نوح، گنج قارون، صبر ایوب

عبدالودود قاسمی، بابر لاج، محلہ شیر محمد بھیگو، دربھنگہ

کون کیا تھا

- نادر شاہ درّانی : ایک غریب گڈریے کا بیٹا تھا۔
- فرانس کی ملکہ جوزیفائن : ایک تمباکو فروش کی بیٹی تھی۔
- فرانس کا نپولین : ایک معمولی سپاہی سے ملک کا حکمراں بنا۔
- روسی صدر اسٹالن نے ایک معمولی موچی کے گھر جنم لیا تھا۔
- امریکی صدر آئزن ہاور : ایک اخبار فروش تھے۔
- دنیا کی پہلی لیڈی ڈاکٹر ایلز بتھ بلیک ویل تھی۔
- دنیا کی پہلی خاتون پائلٹ صبیحہ خانم ترکی کو سمجھا جاتا ہے۔

محمد حنیف نکارچی ، بیجاپور ، کرناٹک

- دنیا میں سب سے زیادہ یونی ورسٹیاں ریاست ہائے متحدہ امریکا میں ۲۰۰ سے زائد ہیں۔
- دنیا کا سب سے زیادہ گنجان آباد شہر "ٹوکیو" (جاپان) ہے۔
- دنیا کا سب سے بڑا چڑیا گھر "لندن" (برطانیہ) میں ہے۔
- دنیا کی سب سے بڑی آرٹ گیلری "لینن گراڈ" روس میں ہے۔

شفیق الرحمن، بڑھئی پورہ، منگرول پیر، آکولہ

- گنگا ندی کی لمبائی ۲۵۲۵ کلو میٹر ہے۔
- سب سے چھوٹی ندی سابرمتی ہے۔
- ہندستان میں نیشنل پارک ۵۷ ہے۔
- ہندستان میں ٹائیگرس کی کل تعداد ۳۸۰۰ تھی۔

ساجد رضا ابن احمد بخش، ملکاپور، بلڈانہ مہاراشٹر

سب سے پہلے نماز کس نے پڑھی؟

- دو رکعت فرض فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی۔
- چار رکعت فرض ظہر کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی۔
- چار رکعت فرض عصر کی نماز حضرت سلیمان علیہ السلام نے پڑھی۔
- تین رکعت فرض مغرب کی نماز حضرت یعقوب علیہ السلام نے پڑھی۔
- چار رکعت فرض عشاء کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی۔

دیبا فاطمہ، مقام و پوسٹ درگاہ بیلا، ویشالی بہار

- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کل ۳۶ معراج ہوئے ہیں۔
- حضور پاکؐ کے جسم مبارک کو غسل مولا علی شیر خدا نے دیا تھا۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی قبر حضور پاکؐ کے پہلو میں ہے۔
- جوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کلمہ پڑھا۔
- ۴۰ ویں مسلمان حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں۔

فیضان اشرف، مسجد گلاب چین محلہ پورہ صوفی، مبارک پور

- حضرت ابوبکر رضؓ کی وصال ۱۶ جمادی الاول ۱۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو ہوئی۔
- حضرت عمر رضؓ کی وفات ۲۹ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوئی۔
- حضرت عثمان رضؓ کی وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ ہوئی۔
- حضرت علی رضؓ کی وفات ۱۶ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ ہوئی۔

● حضرت امام حسین رضؓ کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۰ھ بروز جمعہ ہوئی۔
● حضرت امام حسنؓ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی۔
● آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق جون ۶۳۲ء کو ہوا۔

ابراہیم خلیل صدیقہ　بھٹکل

● حوضِ کوثر کے بہاؤ کی آواز اگر دنیا میں سننے کا شوق ہے تو کانوں کے سوراخ میں انگلیاں ڈال کر دبائیں پھر جو آواز محسوس ہو وہ حوضِ کوثر کے بہاؤ کی آواز ہے۔ (شفاص ۲۷۴)
● جنت میں داخل ہونے وقت ہر جنتی کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔ (غالیۃ المواعظ ص ۱۲۶)
● جنتیوں کو سب سے پہلے کھانے کے لیے مچھلی کے جگر پیش کیے جائیں گے۔ (غالیۃ المواعظ)

سلمان شاہد، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ

● ۷ نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں نظر بند کیے گئے۔
● ۵ نبوی رجب میں حبشہ کی پہلی ہجرت ہوئی۔
● ۱ ہجری میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔
● ۱۲ نبوی ۲۷ رجب بروز دوشنبہ معراج عطا ہوئی۔
● ۱۰ نبوی میں شعب ابی طالب سے رہائی ہوئی۔
● ۶ نبوی میں حضرت امیر حمزہؓ اور پھر تین دن کے بعد حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔

وجہ القمر، مدرسہ منبع العلوم، خیر آباد۔ مئو، یو۔ پی

● ہندستان کے اولین نوبل پرائز پانے والے (رابندر ناتھ ٹھاکر)
● کانگریس کے سب سے پہلے صدر (ڈبلیو۔ سی۔ بنرجی)
● ہندستان کے پہلے مسلم صدر جمہوریہ (ڈاکٹر ذاکر حسین)
● یونائیٹڈ نیشنز جنرل اسمبلی کی پہلی ہندستانی خاتون صدر۔ (وجے لکشمی پنڈت)
● عالمی عدالت کے سب سے پہلے صدر۔ (ڈاکٹر نگیندر سنگھ)

عذرا فرحین ہما، آرمور، نظام آباد، اے۔ پی

● امریکن خاتون "جوڈو ٹوڈو"، جس کے بالوں کی لمبائی ساڑھے سات فٹ ہے اور قد ساڑھے پانچ فٹ۔ دنیا میں تمام خواتین میں اسی خاتون کے بال سب سے زیادہ لمبے ہیں۔
● صدر ڈاکٹر ذاکر حسین اور فخر الدین علی احمد دونوں کا انتقال غسل خانے میں ہوا۔
● دنیا میں جاپان ایسا ملک ہے جو جنگوں سے دور رہ کے ترقی میں سب سے آگے۔ جہاں بے روزگاری کا مسئلہ نہیں۔ ہر چیز کا استعمال صحیح معنوں میں کیا جاتا ہے۔

ایس۔ ایم رضا شاہ، انجمن اسلام اردو اسکول، نزد بھے ممبئی

● قرآن شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گیارہ جگہ "یا ایّھا النبی"، اور ۲۳ جگہ صرف "نبی" کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔
● پورے قرآن میں بارہ مقامات پر "امام" کا لفظ آیا ہے۔
● مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا۔

ابو عبید، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

ضروری گزارش

آپ معلومات کے کالم کو مستند بنانے کے لیے جس کتاب سے معلومات نقل کریں اس کا حوالہ ضرور دیں، نقل کرنے کے بعد اسے دو تین بار پڑھ لیں تاکہ کسی قسم کی غلطی نہ رہے۔ (ادارہ)

قلمی دوستی

نوٹ: اگر کسی پیامی نے کسی پیامی بچی کو خط لکھا تو نہ صرف یہ کہ اس کی تحریر کبھی پیام تعلیم نہیں چھپے گی بلکہ اس کا نام پیام تعلیم میں شائع کر کے اس کی غیر مہذب حرکت سے تمام پیامیوں کو آگاہ کیا جائے گا۔
(ادارہ)

نام: محمد منیر خاں متاخاں
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: انجمن مفید الیتمیٰ مدنپورہ، بمبئی ۸

نام: ناصرین سلطانہ
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: حساب پڑھنا
پتا: معرفت رضا نور، پوسٹ، مرزا پور دیاری، ضلع ارریہ، بہار

نام: حسن خان
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: رسالے پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: نزد مسجد مانخنی، تعلقہ کھامگاؤں، ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

نام: محمد سرفراز الدین
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد سراج الدین، نذیر آباد، پوسٹ انڈال، ضلع بردوان (مغربی بنگال)

نام: شفیق الرحمٰن عمر: ۱۸ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مدرسہ دارالعلوم امدادیہ چونا بھٹی مسجد، ۴۲ میمن واڑہ روڈ۔ ممبئی ۳

نام: آصف اقبال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: نئی کہانیاں اور لطائف پڑھنا
پتا: ۴۴۳ گرو وارڈ چونا بھٹی، مالیگاؤں

نام: آفاق احمد عمر: ۱۲ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت نظام الدین محلہ پرتی بازار، پوسٹ اس کا بازار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

نام: چاند بادشاہ خاں
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: انجمن مفید الیتمیٰ، مدنپورہ، بمبئی ۸

نام: چشتی میاں عمر: ۶ سال
مشغلہ: قرآن شریف پڑھنا
پتا: جامع مسجد پھپھوند، اٹاوہ، یوپی

نام: محمد نوشاد عالم
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد ریاض بابو تالاب، آسنسول

نام : خواجہ اکرام الدین
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا
پتا : معرفت خواجہ متین الدین، شاکر چوک ضلع جالنہ

نام : فریدہ پٹیل
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، اخبار پڑھنا
پتا : پٹیل چوک وارڈ نمبر ۲، موہالہ۔ اکوٹ

نام : محمد ماجد عرف ماجو　　عمر : ۱۵ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : اچھی کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : ہاجرہ بی کے منزل کے سامنے، وارڈ نمبر ۴
مانا ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام : نوریہ رانا
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کا ادب کرنا
پتا : مانا ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام : آفریں سلطانہ
تعلیم : پہلی جماعت
مشغلہ : ہنسنا اور ہنسانا
پتا : معرفت رضا نور، پوسٹ مرزا پور دیاری، ضلع
ارریہ (بہار)

نام : محمد متین الحق　　عمر : ۱۹ سال
تعلیم : بی کام
مشغلہ : سچی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : محلہ پولیس لائن، جعفر نگر، ناگپور (مہاراشٹر)

نام : ارشاد احمد　　عمر : ۱۸ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : اچھی کتابیں پڑھنا
پتا : معرفت عبدالقیوم قریشی محلہ آستانہ، کارنجہ (لاڈ)
آکولہ، مہاراشٹر ۴۴۴۱۰۵

نام : محمد ابوہریرہ اکرمی　　عمر : ۱۷ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : دینی اور سائنسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مخدوم کالونی، جالی روڈ، بھٹکل

نام : محمد غفران درّانی　　عمر : ۱۸ سال
تعلیم : ڈی۔ ایڈ
مشغلہ : دوستی کرنا، قرآن پڑھنا
پتا : اقبال چوک، شیگاؤں ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر)

نام : مقبول احمد　　عمر : ۱۸ سال
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : دوستی کرنا
پتا : راکٹ اسٹار کلب، محلہ پورہ رانی، سموڈھی روڈ
پوسٹ مبارک پور، اعظم گڑھ (یو۔پی)۔

نام : محمد اسلام غازی　　عمر : ۱۳ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : سید صالح لین، کلکتہ ۳۔

نام : محمد شاہد صدیقی　　عمر : ۱۶ سال
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : اچھے دوستوں کی تلاش
پتا : معرفت ایم ایس صدیقی، ڈاکٹر ذاکر حسین جونیر کالج، پربھنی

نام : شایستہ بانو
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، دینی کتابیں پڑھنا
پتا : معرفت غازی شاہ نوازخان ہاتھنی تعلقہ کھامگاؤں
بلڈانہ، مہاراشٹر ۴۴۴۳۰۳

نام : ٹی۔ ایم عبداللطیف عمر : ۱۹ سال
تعلیم : بی کام
مشغلہ : پسندیدہ رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا : ۱۹ عثمان پیٹ، چوتھی گلی، ایل وشارم

نام : شمیرالنورشاہ ولد ظہیر شاہ
مشغلہ : اپنی حرکتوں سے دوسروں کا دل جیتنا
پتا : قریش نگر، سورجی انجن گاؤں، امراؤتی

نام : عارف شبنم
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت عبدالخالق خاں، بلیک بلڈنگ، طوٰی
اعظم گڑھ یوپی

نام : محمد عبدالرؤف
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : اچھے رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا : معرفت محمد عبدالمقیم (سی، ڈبلو، سی)، پوسٹ مورناڈ
ضلع نظام آباد اے۔ پی

نام : محمد سہیل عمر : ۱۴ سال
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت محمد یٰسین سپرنٹنڈنٹ، بڑا مومن پورہ
بڑی مسجد کے پاس، بالاپور ضلع آکولہ مہاراشٹر

نام : محمد شعیب عبدالباری عمر : ۱۰ سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : فتح شاہ نگر، راویر ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

نام : صوفیہ خانم انصاری سکندر
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، (صرف بہنوں سے)
پتا : ایم، ایچ، بی کالونی، روم نمبر ۴۰۰، گلی نمبر ۲
مالیگاؤں، ناسک

نام : محمد ارشد سیفی عمر : ۱۵ سال
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : دینی اور جنرل نالج کے مقابلوں میں حصہ لینا
پتا : معرفت محمد شریف مکان نمبر ۱۵۹ محلہ چوہٹہ
قاضیان مالیر، مالیرکوٹلہ (پنجاب)

نام : شیخ متین شیخ سعید منیار
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : بلال بیکس امڑاپور تعلقہ چکھلی ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

نام : نغما کوثر
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : معرفت محمد ضیاء الدین حافظ پورہ، منگرول پیر
ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

نام : ساجدہ بانو
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : بھارت کرانہ اسٹور، جامع مسجد کے پاس، ایوت محل

نام : روزی ناز
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : سائنسی معلومات حاصل کرنا
پتا : معرفت غلام رسول، وارڈ نمبر ۱۴، اگرواا اررریہ بہار

نام : نوید حسن
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کراٹے اور فٹ بال کھیلنا
پتا : اسلامیہ عربک کالج منصورہ، الور، ہاسن، کرناٹک

نام : اسمٰعیل خاں
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت ابراہیم خان ماتھنی تعلقہ کھامگاؤں
ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

نام : محمد خالد بکھار
تعلیم : حافظ قرآن
مشغلہ : اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : گرد کمبل، منگلورہ، کرناٹک

نام : شاہین درخشاں
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : آزاد نگر، اررریہ، بہار ۸۵۴۳۱۱

نام : تبسم نسرین
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : چاندنی چوک امراوتی

نام : علقمہ انصار صدیقی عمر : ۱۰ سال
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : سلفیہ جونیر اسکول، دربھنگہ، بہار

نام : جہانگیر عالم عمر : ۱۲ سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : سمستی پور، بہار (پورا پتا نہیں لکھا)

نام : شیخ امجد
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا
پتا : شیخ حمید، ہندستان کوکی، محلہ قدیم، جالنہ

نام : محمد جاوید بن عبدالمجید عمر : ۱۰ سال
تعلیم : مکتب دوم
مشغلہ : بڑوں کا کام کرنا
پتا : معرفت سیفی عبداللہ پیامی مدرّس مدینۃ العلوم
وارڈ نمبر ۲، شری رام پور

نام : محمد فخر یار عمر : ۹ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : علم حاصل کرنا
پتا : دانیال پور، تیکھڑا بیگو سرائے، بہار

نام : عبدالجاوید قریشی عمر : ۱۶ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : شطرنجی پورہ، قلعے کے پاس، بالاپور، ضلع
آکولہ (مہاراشٹر)

اپنا تعارف خود کرائیے

(بہترین تعارف لکھنے والے تمام پیامیوں کو انعامات اور "اعتراف نامہ" پیش کیا جائے گا)

ترتیب کے لیے پچھلے شمارے ملاحظہ فرمائیں

۱۔ میرا نام محمد عطاء اللہ ہے۔
۲۔ میرے والد کا نام ایم شمیم احمد ہے
۳۔ میرے چھ بھائی ہیں۔ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم ہوں۔ میرے بھائیوں کے نام اس طرح ہیں
محمد صبغۃ اللہ، محمد نعمت اللہ، محمد ضیاء اللہ، ثناء اللہ، امان اللہ
۴۔ محمد صبغۃ اللہ حافظِ قرآن ہے اور محمد نعمت اللہ ہائی اسکول میں دسویں کلاس میں ہے اور ضیاء اللہ حفظ قرآن پاک کر رہا ہے۔ اور بقیہ گاؤں کے ایک مکتب میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون عربی، اردو اور انگریزی ہے۔
۶۔ میرے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ندوی	یہ فنِ فقہ کا درس دیتے ہیں۔
مولانا عظیم خاں صاحب ندوی	یہ فنِ حدیث کا 〃 〃
مولانا اقبال احمد 〃	یہ عربی ادب کا 〃 〃
مولانا مظہر الحق کریمی 〃	یہ منطق کا 〃 〃
مولانا عبدالعزیز بھٹکلی 〃	یہ تفسیر کا 〃 〃
مولانا ظفر عالم صاحب 〃	یہ اصولِ فقہ کا 〃 〃

۷۔ مجھے فٹ بال کا کھیل بہت پسند ہے۔
۸۔ میں سب سے زیادہ اس وقت خوش ہوا جب مجھے والد صاحب نے تعلیم کے لیے ندوہ روانہ کیا اور سب سے زیادہ غم اس وقت ہوا جبکہ میرے بڑے بھائی ذکی النور دارالعلوم دیوبند میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔
۹۔ مجھے لباس میں کرتا، پاجامہ بہت پسند ہے اور غذا میں چاول۔
۱۰۔ میرے قریب ترین دوست آفتاب احمد ہیں۔
۱۱۔ جی ہاں! میں اپنے دوستوں کو تحفے دیتا ہوں۔
۱۲۔ جی ہاں، میں عصر سے مغرب تک کھیلتا ہوں اور بقیہ اوقات میں پڑھتا ہوں۔
۱۳۔ جی ہاں! میں اپنے والدین، اساتذہ کرام اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں اور ان کا کہنا بھی مانتا ہوں۔
۱۴۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی نگارشات سے مجھے

بہت پسند ہے اور شاعروں میں ڈاکٹر علامہ اقبال اور غالب
۱۵۔ میں پیام تعلیم ۱۹۹۳ء سے پڑھ رہا ہوں۔ تقریباً ہر کالم پسند ہے۔
۱۶۔ میں مفکر اسلام اور داعی اعظم بن کر اسلام کا سپاہی بننا چاہتا ہوں۔
میرا پتا: محمد عطاء اللہ۔ اطہر ہاسٹل کمرہ نمبر ۲/۱ ندوہ کالج، پوسٹ بکس ۹۳۔ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

۱۔ میرا نام غلام صفدر ہے۔
۲۔ میرے والد محترم کا نام عبدالغفار (مرحوم) ہے۔
۳۔ ہم تین بھائی ہیں اور بہن ایک بھی نہیں ہے۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ غلام سرور، غلام صفدر اور غلام اشرف۔
۴۔ ہمارے بڑے بھائی غلام سرور جو کہ مدھیا مک ہائی اسکول سے پاس ہیں ان کے اسکول کا پتا ہے، سی، ایم، او ہائی اسکول نمبر ۱۱ پیر لین کلکتہ ۷۳۔ اور میں بھی (غلام صفدر) اسی اسکول کے درجہ ہشتم میں زیر تعلیم ہوں۔ اور سب سے چھوٹا بھائی غلام اشرف جو کہ حفظ کر رہا ہے۔ اس کے مدرسہ کا پتا یہ ہے دارالقرآن مدرسہ عظمتیہ۔ نمبر ۱۲ لور چیت پور روڈ، کلکتہ ۷۳
۵۔ ہمارا سب سے پسندیدہ مضمون انگریزی، اردو اور فارسی ہے۔
۶۔ ہمارے اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں۔

شکیل احمد صاحب	ہمیں انگلش اور اردو پڑھاتے ہیں
وصی احمد صاحب	ہمیں تاریخ اور جغرافیہ پڑھاتے ہیں
مختار ندیم احمد صاحب	ہمیں حساب اور فارسی پڑھاتے ہیں
اقبال احمد صاحب	ہمیں لائف سائنس اور فارسی پڑھاتے ہیں
اصحاب الحسن صاحب	ہمیں دینی و دنیاوی امور سے روشناس کراتے ہیں

۷۔ ہمارا سب سے پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔
۸۔ میں جب درجہ ہفتم میں اوّل پوزیشن سے کامیاب ہوا تھا وہ لمحہ میرے لیے یقیناً عید جیسی خوشی کا تھا مگر ہماری زندگی میں ایک لمحہ ایسا بھی آیا جب میں حد سے زیادہ غمگین ہوا تھا اور وہ لمحہ وہ تھا جب میرے والد صاحب کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا تھا۔
۹۔ میں سفید چمک دار لباس زیادہ پسند کرتا ہوں اور کھانے میں خدا کی طرف سے جو بھی روکھی سوکھی مل جائے اسے پسند کرتا ہوں۔
۱۰۔ ہمارے قریب ترین دوست محمد سلیم، عرفان عادل، محمد رفیم احمد اور فخر عالم ہے۔
۱۱۔ جی ہاں ضرور۔ میں تہوار وغیرہ اور ہر خوشیوں کے موقع پر اپنے عزیز دوستوں کو تحائف دیتا ہوں۔
۱۲۔ جی ہاں! میں نے اپنے پڑھنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ صبح سات بجے سے لیکر ساڑھے نو بجے تک پڑھائی کرتا ہوں پھر دس بجے اسکول جاتا ہوں۔ ساڑھے چار بجے اسکول سے واپس آنے کے بعد ساڑھے پانچ بجے تک کھیلتا ہوں اور شام چھے بجے سے لیکر دس بجے رات تک پڑھتا ہوں۔

۱۳ ــ جی ہاں میں اپنے والدین، اساتذہ کرام، بزرگان دین اور اپنے بڑوں کا دل سے احترام کرتا ہوں اور ان کے ہر حکم پر سر خم کرتا ہوں۔
۱۴ ــ میں مصنفوں میں ابو الکلام آزاد، اور الطاف حسین حالی کی نگارشات، اور شاعروں میں علامہ اقبال، مرزا غالب اور میر تقی میر کے اشعاروں کو پسند کرتا ہوں۔
۱۵ ــ مجھے پیام تعلیم سے تیسری جماعت سے ہی لگاؤ ہے۔ مجھے پیام تعلیم کا ہر کالم پسند ہے۔
۱۶ ــ میں مستقبل میں ایک افسر بننا چاہتا ہوں۔
میرا پتا: غلام مقدر، سید صالح لین کلکتہ ۷۳، (ویسٹ بنگال)

---

۱ ــ محمد طارق مبین عرف چنو
۲ ــ والد محترم کا نام ایم اسحاق احمد ہے
۳ ــ میرے تین بھائی اور ایک بہن ہے۔ جن کے نام یہ ہیں مجیب الرحمن۔ ایم منا۔ طارق نیاز ببلو اور بہن بی بی عشرت جبیں گڑیا۔
۴ ــ میں دسویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ میرے اسکول کا نام لال بہادر شاستری ہائی اسکول پلاسی ہے۔ میرے بھائی مجیب الرحمن و ایم منا کپڑے کی دکان (پلاسی میں) کرتے ہیں اور طارق نیاز بی اے فرسٹ ایر ارریہ کالج ارریہ کے طالب علم ہیں۔ اور بہن گڑیا ساتویں جماعت کی طالبہ ہے۔
۵ ــ میرا پسندیدہ مضمون "انگلش، اردو" ہے۔
۶ ــ میرے استاد جناب جے پرکاش ہیں جو جنرل سبجکٹ پڑھاتے ہیں۔
۷ ــ میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے۔
۸ ــ میں دس سال کی عمر میں ابا محترم کے ساتھ اجمیر زیارت کے لیے گیا تھا وہاں کچھ ایسی چیز دیکھنے کو ملیں جس سے بہت خوشی ہوئی اور جب آٹھویں جماعت امتحان دے رہا تھا تو کرکٹ کھیلنے میں میرا ہاتھ ٹوٹ گیا، جس کی وجہ سے امتحان چھوٹ گیا۔ مجھے اس وقت بہت دکھ ہوا۔
۹ ــ میں نیلا لباس، اور کھانے میں ساگ، سبزی زیادہ پسند کرتا ہوں۔
۱۰ ــ میرے خاص دوست ہیں مختار عالم۔ انکور۔ اے عالم۔
۱۱ ــ میں اپنے دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے جاتا ہوں۔
۱۲ ــ میں نے اپنے پڑھنے لکھنے کا وقت مقرر کر لیا ہے۔ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے تک۔ شام ۶ بجے سے رات ۱۰ بجے تک۔ اور میرے کھیلنے کا وقت عصر سے مغرب تک ہے۔
۱۳ ــ میں اپنے اساتذہ، والدین اور بزرگوں کا احترام کرتا ہوں۔
۱۴ ــ مجھے شاعر میں علامہ اقبال اور ادیبوں میں خواجہ حسن نظامی پسند ہیں۔
۱۵ ــ میں سات ماہ سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں۔ اس کا مجھے کوئی کالم ناپسند نہیں ہے۔
۱۶ ــ میں مستقبل میں بی۔ ڈی۔ او بننا چاہتا ہوں۔
میرا پتا ہے۔ محمد طارق مبین چنو۔ موہنیاں۔ پلاسی ضلع ارریہ بہار۔ ۸۵۴۳۳۳

۱۔ میرا نام عبدالرشید میر ہے۔
۲۔ میرے والد صاحب کا نام عبدالعزیز میر ہے۔
۳۔ میں اپنے والدین کا اکلوتا ہوں۔ میرا کوئی بھائی بہن نہیں ہے۔
۴۔ میں سنٹرل ہائی اسکول بارہ مولہ میں پڑھتا ہوں اور میٹرک کا طالب علم ہوں۔
۵۔ میرا پسندیدہ مضمون انگریزی، اردو اور ہندی ہے۔
۶۔ ہمارے اساتذہ کرام مندرجہ ذیل ہیں۔

محمد مقبول صاحب	حساب
نظیر احمد صاحب	سوشل اسٹڈیز۔ جغرافیہ
انور میاں صاحب	اردو
مشتاق احمد صاحب	انگریزی

۷۔ مجھے کرکٹ اور ہاکی بے حد پسند ہیں۔
۸۔ جب میں نے قرآن شریف پڑھنا سیکھا اس وقت میں بہت خوش ہوا اور جب میری والدہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو میں بہت دکھی ہوا۔
۹۔ میں شرعی لباس پسند کرتا ہوں اور میری پسندیدہ غذا ہے دالیں، اور گوشت۔
۱۰۔ میرے قریب ترین دوست ہیں منجیت سنگھ، طارق اور رجید احمد بٹ۔
۱۱۔ جی ہاں! اپنے دوستوں کو اچھی کتابیں تحفہ میں دیتا ہوں۔
۱۲۔ جی ہاں! میں نے پڑھنے لکھنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ دن میں ۱۰ بجے سے ۲ بجے تک اسکول۔ عصر کے بعد سے مغرب تک کھیل کود۔ پھر مغرب سے عشا تک پڑھائی۔
۱۳۔ جی ہاں میں اپنے ہر اس بزرگ کا کہنا مانتا ہوں جو مجھ سے علم اور عمر کے لحاظ سے بڑا ہو۔
۱۴۔ مجھے مصنفوں میں مائل خیرآبادی اور ایم۔ اے راحت پسند ہیں اور علامہ اقبال، غالب اور میر تقی میر پسند ہیں۔
۱۵۔ میں نے پیام تعلیم کا شمارہ دسمبر ۹۲ء پڑھا اور اس کے بعد سے آج تک مسلسل پڑھ رہا ہوں۔ پیام تعلیم ہر لحاظ سے بہتر ہے۔
۱۶۔ میں مستقبل میں پولیس انسپکٹر بننا چاہتا ہوں اور لوگوں کو ڈاکوؤں کی دسترس سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔

میرا پتا ہے۔ عبدالرشید میر معرفت عبدالعزیز، غوثیہ ٹیکسٹائلز، ہوسپٹل روڈ، بارہ مولہ، کشمیر

۱۔ میرا نام انصاری انیس احمد ہے۔
۲۔ والد صاحب کا نام جلیل احمد ماسٹر ہے۔
۳۔ ہم پانچ بھائی ہیں۔ میں انیس احمد، نفیس احمد، شفیق انجم، آصف اقبال اور ضیاء الرحمٰن۔ ایک بہن ہے نزہت ناز۔

۴ ۔ میں نے بی۔ اے سیکنڈ ایر کا حال ہی میں امتحان دیا ہے ۔ کالج کا نام ایم ۔ ایس جی کالج مالیگاؤں کیمپ ۔
نفیس احمد نے حال ہی میں انجمن خیرالاسلام ھسلہ رائے گڑھ میں ڈی۔ ایڈ امتحان دیا تھا اور ایڈ کالج میں فرسٹ آیا تھا۔ شفیق انجم نے ابھی ابھی بارھویں کا امتحان اے ٹی ٹی ہائی اسکول سے دیا ہے۔ آصف اقبال نے ساتویں کا امتحان اردو پرائمری اسکول سے دیا ہے اور اسی اسکول سے ضیاء الرحمٰن نے دوسری کا امتحان پاس کیا ہے اور نزہت نے تیسری جماعت سوئس ماڈل پرائمری اسکول سے پاس کیا ہے۔

۵ ۔ میرا پسندیدہ مضمون اردو ادب ہے۔

۶ ۔ میرے اساتذہ کے نام یہ ہیں ۔

ساگر سر	انگریزی
امان اللہ خان سر	سیاسیات
لطیف سر	اردو
اشفاق انجم سر	فارسی

۷ ۔ مجھے کبڈی پسند ہے ۔

۸ ۔ پونہ میں ڈی۔ ایڈ کالج میں پہلے سال میں فرسٹ آیا تھا اس وقت بہت خوشی ہوئی تھی لیکن دوسرے سال رزلٹ امید کے خلاف آیا، اس وقت بہت دکھ ہوا تھا۔

۹ ۔ مجھے لباس سنت پسند ہے اور سبزی ترکاری پسند ہے۔

۱۰ ۔ میرے جگری دوست محمد عارف، نوید احمد، خلیل احمد، محمد سلیم ہیں ۔

۱۱ ۔ جی ہاں! میں اپنے دوستوں کو تحفہ دیتا ہوں ۔

۱۲ ۔ جی ہاں، صبح پڑھائی، اور شام کے وقت سیر و تفریح کرتا ہوں۔

۱۳ ۔ مصنفین میں نسیم حجازی، التمش، اسلم راہی ۔ شاعروں میں علامہ اقبال، ساحر لدھیانوی، جگر مرادآبادی اور مجاز بہت پسند ہیں ۔

۱۴ ۔ میں پیام تعلیم ۸ سال سے مسلسل پڑھ رہا ہوں ۔ تب سے لے کر اب تک پیام تعلیم میں بیشمار تبدیلیاں ہوئیں ہیں جو کہ قابل تعریف ہے ۔ ایک چیز ناپسند ہے وہ یہ کہ بچوں کی کوششیں میں کئی نگارشات متعدد بار شائع ہوتی رہتی ہیں اس پر توجہ دی جائے اور ہر ماہ نئی نئی چیزیں پیش کی جائیں ۔

۱۵ ۔ میں مثالی مدرس بننا چاہتا ہوں ۔

میرا پتا ہے ۔ انیس احمد جلیل ماسٹر ۔ ۴۳ چونا بھٹی ۔ مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر ۴۲۳۲۰۳

یاد رکھیے : صرف وہی نگارشات شائع کی جاتی ہیں جو ایک سطر چھوڑ کر اور صفحے کے ایک طرف صاف صاف لکھی ہوں۔ ہر مضمون کے آخر میں اپنا نام و پتا ضرور لکھیں ۔

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 93

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۹۶ء ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 — دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ باپ بیٹے کی ملاقات .... سال بعد ہوئی۔ پچاس / دس / چالیس
۲۔ اس لیے نہیں چھوڑا کہ مجھے تم پر .... آگیا ہے۔ رحم / ترس
۳۔ .... آہستہ آہستہ مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاز / سورج / اسٹیمر
۴۔ .... کے کنارے جو پارٹی تھی اس کا بڑا عجیب رنگ تھا۔ جھیل / دریا / سمندر
۵۔ آج ملک کو ایسے .... اور ایسی شاعری کی ضرورت ہے۔ اشخاص / ادب
۶۔ ایک .... سے یہاں کوئی نہیں آیا۔ زمانے / مدت / عرصے
۷۔ یہ تو وہی .... ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر اُترا تھا۔ دین / مذہب

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے
پیامی ادبی معمّا نمبر 93 ماہنامہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 93
PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۳
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر بھیجیے

اگست ۱۹۹۶ء جلد ۸۴ شمارہ ۸

فی پرچہ 5/- روپے ـــــ سالانہ 45/- روپے
سرکاری اداروں سے ـــــ 65/- روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/- روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

یوم آزادی مبارک

۱۵ اگست ہماری زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے یہی وہ دن ہے جب ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ غلامی سے نجات پانے اور ملک کو آزاد کرانے کے لیے، آپ کے بزرگوں نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں، کیسی کیسی قربانیاں دیں، ان کے ذکر سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں ہمیں ان کے کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

بجلی کی آنکھ مچولی اور گرمی کی بہار نے ابھی تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ دن ہو یا رات چند گھنٹے سے زیادہ کام کرنا ممکن نہیں ہے یہ شمارہ بھی اسی افراتفری میں شائع ہو رہا ہے۔ پسند آئے تو واہ وا، نہ پسند آئے تو کوئی شکایت نہیں۔

ہمارے بعض پیامی اپنی نگارشات اتنے چھوٹے کاغذ پر لکھتے ہیں کہ ان کا سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ ہر کالم میں شرکت کے لیے بڑا کاغذ استعمال کریں اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

اپنے پیامیوں سے ایک اور درخواست ہے کہ جب بھی" پسندیدہ اشعار، اقوال زریں، معلومات اور لطیفے وغیرہ لکھیں تو اس تحریر کو ایک دو مرتبہ خود ضرور پڑھ لیا کریں تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ پیامی ادبی معما کا ٹوکن کارڈ پر ہرگز چسپاں نہ کریں اس سے خط بیرنگ ہو جاتا ہے۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاگو جگاؤ

وقت ضائع کرنا کسی لحاظ سے اچھا نہیں ہے بلکہ کوئی چیز بھی ضائع کرنا بُرا ہے۔ مثال کے طور پر اپنے علم اور اپنے ذہن کو کسی بے کار یا غیر مفید کام میں صرف کرنا علم اور ذہانت کو ضائع کرنے کے برابر ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ان کو کسی با مقصد اور مفید کام میں لگائے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مہارت کا مظاہرہ کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو اس نے دربار کے صحن کے بیچ میں ایک سوئی اس طرح کھڑی گاڑ دی کہ سوئی کا ناکا زمین کے اوپر نکلا رہا۔ پھر اس سے ذرا دور جاکر ایک اور سوئی اس طرح پھینکی کہ وہ گڑی ہوئی سوئی کے ناکے میں چلی گئی۔ دربار میں موجود لوگ حیرت اور اس کی کمال کی تعریف کرنے لگے۔

ہارون الرشید پہلے تو چپ رہے، پھر انھوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو ایک دینار انعام میں دیا جائے اور دس دُرّے مارے جائیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ انعام اس کی ذہانت اور مشاقی کا ہے اور سزا اس بات کی ہے کہ اس نے اپنا وقت اور ذہن کسی مفید اور تعمیری کام میں صرف کرنے کے بجائے ایک فضول کام میں ضائع کیا۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

شوکت پردیسی

آزادی کا ترانہ

ہم ارضِ وطن کے رکھوالے
ہم گنگ و جمن کے رکھوالے
ہم سارے چمن کے رکھوالے
ہر ایک جگہ آباد ہیں ہم
آزاد ہیں ہم آزاد ہیں ہم

سچائی ہماری فطرت ہے
انصاف ہماری عادت ہے
ایمان ہماری طاقت ہے
ہر ماں کے لیے شہزاد ہیں ہم
آزاد ہیں ہم آزاد ہیں ہم

آئی ہے بہارِ ماہ اگست
آزاد چمن کے پھول ہیں مست
باطل کو دی ہے ہم نے شکست
مسرور ہیں ہم دلشاد ہیں ہم
آزاد ہیں ہم آزاد ہیں ہم

شوکت! یہ ہماری آزادی
ہر شے پہ ہے بھاری آزادی
ہے جان سے پیاری آزادی
تاریخ میں قابلِ داد ہیں ہم
آناد ہیں ہم آزاد ہیں ہم

کمپیوٹروں کا جام جم: انٹرنیٹ

داستانوں میں بتایا گیا ہے کہ پہلے ایک جام جمشید ہوا کرتا تھا جس میں دیکھنے والے کو دنیا جہان کی کسی بھی چیز کی تصویر نظر آجاتی تھی۔ یہ طلسمی آئینہ انٹرنیٹ کی شکل میں آج ایک ٹھوس سچائی بن گیا ہے جو آپ کو گھر بیٹھے ساری دنیا سے باخبر کر سکتا ہے۔ پیش ہے شاہد اختر کی رپورٹ۔

انٹرنیٹ اس صدی کا اہم ترین عجوبہ ہے۔ یہ لاکھوں کمپیوٹروں کا ایک نیٹ ورک ہے جو مواصلاتی تکنیکوں سے آپس میں جڑے ہیں۔ اسی نیٹ ورک کے ایک کمپیوٹر سے نیٹ ورک سے جڑے کسی بھی دوسرے کمپیوٹر کو ڈائل کر کے اس سے اطلاعات حاصل کی جا سکتی ہیں یا اطلاعات کا تبادلہ کیا جا سکتا ہے اور یہ سب کچھ لمحوں میں انجام پا جاتا ہے، چاہے دوسرا کمپیوٹر لاکھوں میل دور کیوں نہ ہو۔

انٹرنیٹ کے کمپیوٹروں سے اس نیٹ ورک کی شکل صورت مکڑی کے جالے سے کافی حد تک ملتی جلتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ یہ 'نیٹ' اور 'ویب' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مکڑی کے جالے کی طرح ہی آپ اس کے ایک گھیرے سے دوسرے گھیرے کے درمیان اطلاعات کا سفر کر سکتے ہیں۔ یہ گھیرے کہیں بھی ختم نہیں ہوتے اور ہر ایک گھیرے میں معلومات کا بے پناہ خزانہ بھرا پڑا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ اس خزانے کو کھولنے میں اس سے زیادہ وقت نہیں لگتا جتنا کہ گھر کا تالا کھولنے میں لگتا ہے۔

انسانی زندگی پر انٹرنیٹ کے اثرات کے بارے میں سائنس داں اور ماہر سماجیات طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔ کمپیوٹر صنعت سے وابستہ کمپنی مائیکروسافٹ کارپوریشن کے سربراہ بل گیٹس نے حال ہی میں شائع اپنی مشہور کتاب "دروڑاہیڈ" میں انٹرنیٹ کی حیرت انگیز دنیا کی نہایت دلچسپ روداد بیان کی ہے۔ ان کے مطابق اب وہ دن

دور نہیں جب آپ اپنی آرام کرسی سے اٹھے بغیر بھی دنیا بھر سے تجارت کرسکتے ہیں، دنیا کا کوئی ناول پڑھ سکتے ہیں، کپڑوں سے لے کر زیورات اور کار سے لے کر بلیڈ تک کوئی بھی چیز خرید سکتے ہیں، کسی بھی موضوع پر معلومات حاصل کرسکتے ہیں یا کوئی بھی گیت سن سکتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے دوسرے شہروں یا ملکوں میں موجود اپنے دوستوں کے ساتھ تاش یا شطرنج کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ ان سب کی بجائے آپ کی خواہش کرکٹ یا فٹ بال میچ دیکھنے کی ہے تو وہ بھی حاضر ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ آپ اپنی مرضی سے کسی بھی وقت کیمرے کا زاویہ بدل سکتے ہیں یا "ری پلے" کرا سکتے ہیں۔ اور اگر ٹھیک نہ لگے تو کمنٹیٹر کو بدل کر اپنے من پسند کمنٹیٹر کی کمنٹری بھی سن سکتے ہیں۔ اگر آپ کو فلم دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے تو دنیا کی کوئی بھی فلم دیکھ سکتے ہیں۔ اس پر بھی اگر آپ چاہیں تو فلم کے کسی بھی اداکار کو ہٹا کر آپ خود ہی وہ کردار ادا کرسکتے ہیں۔ فلم میں آپ کا چہرہ اور آپ کی آواز ہوگی۔

انٹرنیٹ سے ان گنت امکانات کے دروازے کھلے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ بھدوہی کا قالین بنانے والا دست کار انٹرنیٹ حاصل کرلیتا ہے۔ انٹرنیٹ پر اس کے قالین کو یورپ، امریکہ اور خلیجی ملکوں کے مالدار خریدار دیکھتے ہیں اور دست کار اور خریدار دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سودا طے کرلیتے ہیں۔ دست کار کو عالمی منڈی گھر بیٹھے ہی حاصل ہوگئی۔ ساتھ ہی کسی بچولیے کو اس کے منافع میں حصہ لینے کا موقع بھی نہیں ملا۔

علاج معالجے کے شعبے میں انٹرنیٹ کی زبردست اہمیت ہے۔ انٹرنیٹ پر علاج سے متعلق ایک الگ صفحہ ہوتا ہے جس پر دنیا کے مشہور ڈاکٹر اور طبّی سائنسداں اپنے تجربات اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے کسی بھی مرض کے بارے میں مختلف ماہرین کی رائے پلک جھپکتے حاصل کی جاسکتی ہے۔

انٹرنیٹ پر اس طرح کے ہزاروں صفحات ہیں جن پر تجارت و صنعت سے لے کر گھریلو باتوں تک، ادب اور ثقافت سے لے کر میڈیا تک اور علاج سے لے کر ماحول تک ہر ممکن موضوع پر معلومات اور اطلاعات کا تبادلہ لگاتار ہورہا ہے اور ان صفحات اور موضوعات میں تسلسل اضافہ بھی ہورہا ہے۔ انٹرنیٹ کا ڈھانچہ بھی کچھ اس طرح کا ہے کہ اس میں جتنی بھی اطلاعات ڈالی جائیں بھان متی کے پٹارے کی طرح یہ انھیں قبول کرتا چلا جائے گا۔ علم اور اطلاعات کا اتنا بڑا ذخیرہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ باہم مربوط کمپیوٹر نیٹ ورکوں کے ذریعے ۱۶۰ ملکوں کے پانچ

کروڑ لوگ انٹرنیٹ خاندان کے افراد بن چکے ہیں۔

دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ہندستان نے انٹرنیٹ کی اس طلسمی دنیا سے جڑنے میں کافی دیر کردی ہے۔ پچھلے ۱۵ر اگست کو ودیش سنچار نگم لمیٹڈ (وی ایس این ایل) کی 'گیٹ وے انٹرنیٹ اکسپریس سروس' شروع کرکے انٹرنیٹ ہندستان میں داخل ہوا۔ انٹرنیٹ سہولت حاصل کرنے کے لیے وی ایس این ایل میں رجسٹریشن کرانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے کمپیوٹر کو ٹیلی فون لائن سے جڑوانا ہوگا۔ وی ایس این ایل سے ڈائل اپ یا لیزڈ اکسپریس سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔ دہلی، بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں بنیادی سطح کی سہولت مہیا ہے۔ ان شہروں کے صارفین سیدھے ڈائل کرکے انٹرنیٹ کی دنیا میں داخل ہوسکتے ہیں۔ ان کے ٹیلی فون کا بل لوکل کال کے حساب سے جوڑا جاتا ہے۔ دیگر شہروں میں جن کے پاس ایس ٹی ڈی سہولت ہے وہ ۵۹۹ ڈائل کرکے انٹرنیٹ سے رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔

انٹرنیٹ کے نجی صارف کو ۵ ہزار روپے ماہانہ کے حساب سے ڈائل اپ سہولت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے ۲۵۰ گھنٹے تک اطلاعات کا تبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ تجارتی اداروں کو اس کے لیے ۲۰ ہزار روپے ادا کرنا ہوگا۔ لیزڈ اکسپریس سہولت کے لیے یہ رقم ڈیڑھ لاکھ روپے تک ہوسکتی ہے۔ وی ایس این ایل نے طلبہ کو خصوصی رعایت دی ہے۔ طلبہ ڈائل اپ سہولت صرف ۲۵۰۰ روپے فی ۲۵۰ گھنٹے میں حاصل کرسکتے ہیں۔ (بہ شکریہ روزنامہ "قومی آواز")

نظام شمسی کے باہر دو نئے سیارے دریافت

سان فرانسسکو ۲۰ جنوری (اپ) ایک ہیئت داں نے نظام شمسی کے باہر ستاروں کے اطراف گردش کرنے والے دو سیاروں کے وجود کا انکشاف کیا اور کہا ہے کہ کم از کم ایک سیارے پر شاید ایسے حالات موجود ہوں جو پانی کی موجودگی کے لیے "مثالی" حالات سمجھے جاتے ہیں۔ فرانسسکو اسٹیٹ یونیورسٹی کے شعبۂ طبعیات و فلکیات کے پروفیسر جیوفری مارسی نے کہا کہ برج سنبلہ کے اندر آکاش گنگا سے موسوم ۷۰ ستاروں کے مجلہ ہر ایک کے مدار میں ایک سیارہ دریافت ہوا ہے۔ ان میں دو سیارے ثابت ہو چکے ہیں۔

اس کا اعلان امریکی انجمن فلکیات کے سالانہ اجلاس میں کیا گیا ہے، تین ہی ماہ پیشتر سوئس ماہرین فلکیات نے ستارہ ۵۱ پیگاسی کے مدار میں ایک سیارے کی دریافت کا اعلان کیا تھا۔ مسٹر مارسی اور دوسرے امریکی ماہرین فلکیات نے سوئس دریافت کی توثیق کردی ہے۔

یہ تینوں ستارے جن کے مداروں میں نو دریافت سیارے گردش کررہے ہیں، زمین سے ۴۰ نوری سال کے فاصلہ پر ہیں اور ہر ستارہ سائز میں لگ بھگ آفتاب کے برابر ہے، یہ تمام دریافتیں ستاروں کی کشش ثقل کی طویل المدت پیمائش پر مبنی ہیں۔

درخت لگائیے

مرسلہ: ابوالبیان عبدالواحد

* درخت ہماری کائنات میں سب سے بڑی اور حسین مخلوق ہیں۔ جسامت کے لحاظ سے ان کا کوئی ثانی نہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا درخت کیلے فورنیا کے سیکویا قومی پارک میں ہے' جس کا نام "شرمن" ہے۔ اس کی بلندی نوے میٹر' محیط ستائیس میٹر اور وزن دو ہزار تیس ٹن سے زیادہ ہے۔ اندازے کے مطابق اس کی لکڑی سے ۴۰ مکانات بن سکتے ہیں۔
* اوسٹریلیا میں یوکلپ ٹس (سفیدے) کا درخت سو میٹر اونچا ہوتا ہے۔
* بیچ وڈ کا درخت فضا میں موجود گرد کے ٹھوس ذرات پانچ ٹن سالانہ فی ہیکٹر کے حساب سے پتوں پر جمع کرسکتا ہے۔
* شاہ بلوط کا درخت سالانہ پچاس ہزار پھل دیتا ہے۔
* صنوبر کے پتوں پر موم اور بیروزے کی تہ ہوتی ہے' اس لیے یہ ڈیڑھ سے دو سال تک خراب نہیں ہوتے۔
* درخت آپس میں پیغام رسانی بھی کرتے ہیں۔ بعض درخت نقصان پہنچانے والے کیڑوں کے حملے کی صورت میں خاص کیمیائی مرکبات خارج کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے دوسرے درخت بھی ایسے مرکبات پیدا کرتے ہیں جو کیڑوں کے لیے زہر کا کام کرتے ہیں یا اتنے بدذائقہ ہوتے ہیں جس سے حملے کے خطرے میں کمی آجاتی ہے۔
* درختوں کے تنوں کے اندر ہر سال ایک دائرہ بن جاتا ہے۔ ان دائروں کی تعداد سے درخت کی عمر کا اندازہ لگانا ممکن ہے۔
* درختوں کی جڑوں کا پھیلاؤ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے آس پاس کی مٹی کٹنے سے محفوظ ہوجاتی ہے۔ فن لینڈ کے چیڑ کے ایک درخت کی جڑوں کا جال اتنا وسیع ہے کہ ان جڑوں کی لمبائی پچاس کلو میٹر تک بنتی ہے۔
* ایک جوان پیڑ ہر روز ۴۰۰ لیٹر پانی جذب کرسکتا ہے۔
* ایک بڑا درخت تین ٹن کے ایئرکنڈیشنر کے برابر ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔
* ریاست سنگاپور نے شجرکاری کی وجہ سے ملکی درجہ حرارت میں تین درجے سنٹی گریڈ تک کمی کرلی ہے۔

لقمے پر کیا بیتی!

حماد خالد ضیا ضحی
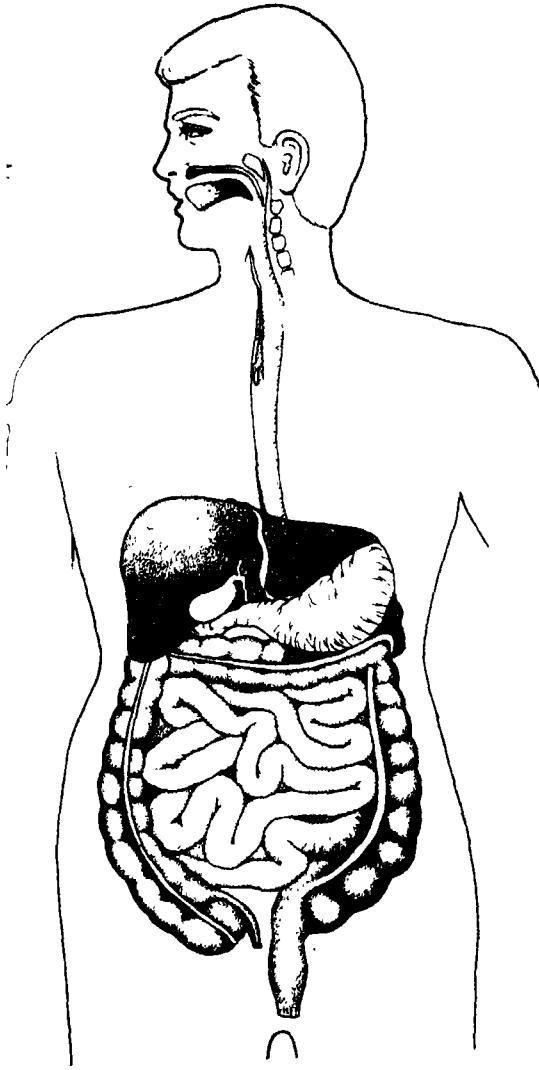
کبھی آپ نے سوچا ہے کہ یہ جو کھانے کے دوران آپ لقمے منہ میں ٹھونسے چلے جاتے ہیں تو ان بیچاروں پر کیا گزرتی ہے؟ اس کا کچھ علم ہے آپ کو؟ آیئے اس لقمہ کی تھوڑی سی حالتِ زار ہم آپ کو سناتے ہیں۔

آپ نے لقمہ منہ میں رکھا اور اسے دانتوں سے چبایا۔ آپ لقمے کو جتنا زیادہ چبائیں گے اتنا ہی فائدہ مند ثابت ہو گا کیونکہ منہ سے معدہ تک جانے والی تنگ نالی (Esophagus) میں سے صرف چھوٹے ٹکڑے ہی گزر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے (Enzgmes) کو زیادہ رقبہ (Sarface area) مہیا کرتے ہیں اور یوں ہضم کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ منہ میں موجود (Salivary glands) ایک لعاب دار مادہ تیار کرتے ہیں جسے مشکل زبان میں لعابِ دہن اور آسان زبان میں تھوک (Saliva) کہا جاتا ہے۔ تھوک لقمہ میں حل ہو کر اسے نرم اور چکنا بنا دیتا ہے تاکہ اسے آسانی سے نگلا جا سکے۔ لیجیے بھئی منہ کا کام تو یہاں ختم ہوا۔ اب آگے کی سنیے۔

یہ لقمہ خوراک کی نالی (Esophagus) سے ہوتا ہوا معدہ میں پہنچ جاتا ہے۔ معدے کی دیوار بہت موٹی ہوتی ہے اور اس میں بہت سے غدود

(Glands) شامل ہوتے ہیں جنہیں گیسٹرک گلینڈز (Gastric Glands) کہا جاتا ہے۔ یہ گیسٹرک گلینڈز، گیسٹرک جوس (Gastric Juice) پیدا کرتے ہیں۔ گیسٹرک جوس میں ایک (Enzgme Pepsin) (پیپسین) ہوتا ہے جو تیزاب (Hcl) کی موجودگی میں پروٹینز وغیرہ کو ہضم کرتا ہے۔ کیا کہا آپ نے؟ نہیں سمجھ میں آ رہا ہے؟۔ اچھا تو اب آسان طریقے سے یوں

سمجھیے Gastric Glands نے Gastric Juice پیدا کیا Gastric Juice میں Pepsin موجود ہے Pepsin نے پروٹینز ہضم کیں۔ آپ کے لقمے میں جتنی زیادہ پروٹینز ہوں گی ان کو ہضم کرنے کیلئے اتنا ہی زیادہ گیسٹرک جوس پیدا ہو گا۔ مثلاً اگر آپ نے لقمے میں سب سے نظر بچا کر ایک گوشت کی بوٹی لی اور اسے منہ تک لے جانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو آپ کے معدے میں زیادہ گیسٹرک جوس پیدا ہو گا کیونکہ گوشت میں پروٹینز زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ اسی دوران معدے کی مسلسل حرکت کی بدولت لقمے کے مزید چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جن میں Enzgmes حل ہو کر ان کو ایک ملغوبہ کی شکل دے دیتے ہیں۔ اب آپ کا لقمہ معدے سے نکل کر چھوٹی آنت میں جانے کے لیے تیار ہے۔

چھوٹی آنت (Small Intesting) بہت ہی پیچ دار ہوتی ہے بالکل ایسے ہی جیسے مری جانے والی کوئی سڑک۔ چھوٹی آنت میں آپ کے مرحوم لقمے کا استقبال تین طرح کی Secretions کرتی ہیں۔

Pancreatic Juice یہ لبلبہ (Pancreas) میں پیدا ہوتا ہے اور ایک چھوٹی سی ٹیوب (Pancrea-tic duct) کے ذریعے چھوٹی آنت یں پہنچتا ہے۔ (Intestinal Juice) اس کو چھوٹی آنت کی اندرونی سطح پر موجود سیلز خارج کرتے ہیں (Bile) اس کو جگر (Liver) پیدا کرتا ہے اور یہ (Bile Duct) کے ذریعے چھوٹی آنت میں پہنچتا ہے۔

(Pancreatis Juice) اور (Intestinal Juice) میں (Enzymes) شامل ہوتے ہیں جو پروٹینز کو (Amino Acid) میں اور (Starch) (نشاستہ) کو (Sugar) میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ (Bil) میں کوئی (Enzgme) نہیں ہوتا لیکن یہ چکنائی (Fast) کو تقسیم کر کے ان کو ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

چھوٹی آنت کی اندرونی سطح پر لاکھوں کی تعداد میں چھوٹی چھوٹی انگلیوں کی طرح کی چیزیں موجود ہوتی ہیں جنہیں (Villi) کہتے ہیں۔ یہ ہضم شدہ خوراک کو جذب کرنے کا اہم کام سرانجام دیتی ہیں۔ چھوٹی آنت، بڑی آنت میں کھلتی ہے۔ بڑی آنت میں (Villi) نہیں ہوتے اور یہاں غیر ہضم شدہ خوراک میں سے پانی اور نمکیات کو جذب کر لیا جاتا ہے۔ باقی غیر ہضم شدہ خوراک جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔

تو یہ تھی جناب ایک لقمے کی مکمل اور سادہ سی آپ بیتی۔ اب آپ جب بھی لقمہ منہ میں رکھیں تو ساتھ ساتھ سوچتے بھی جائیں کہ یہ کس حصہ میں جائے گا اور وہاں اس کے ساتھ کیا کچھ ہو گا؟ اس کا ایک فائدہ آپ کو یہ ہو گا کہ آہستہ آہستہ آپ کو عملِ انہضام (Digestive System) کے بارے میں سب کچھ ازبر ہو جائے گا اور اس کا ایک فائدہ آپ کی امی کو یہ ہو گا کہ آپ سوچنے میں لگے رہیں گے اور کافی کھانا بچ جائے گا گویا "فائدہ کا فائدہ اور بچت کی بچت!"

کھیر کس نے کھائی

بچوں کے مقبول مصنف اشتیاق احمد کی ایک دلچسپ، پُر اثر کہانی

کھیر کی ایک پلیٹ کم تھی۔ یہ دیکھتے ہی امی چلا اٹھیں:

"ہائیں! یہ کھیر کی ایک پلیٹ کہاں گئی، اس کو زمین کھا گئی، آسمان نگل گیا یا پھر ہوا میں اڑن چھو ہو گئی؟"

"بیگم خدا کے لیے!..... ایک جملے میں اتنے محاورے تو نہ بولا کرو..... تم اتنی مزے دار کھیر پکاتی ہی کیوں ہو....."

"اوہو..... عقل کے ناخن لیں، بات کو پہلے تولا کریں پھر بولا کریں..... میں نے کھیر کی نو پلیٹیں بھر کر رکھی تھیں، دسویں پلیٹ اسی وقت فاطمہ اور اس کی بیٹی شہناز کو دے دی تھی، انہیں گرم گرم اچھی لگتی ہے..... یوں بھی الماری میں دسویں پلیٹ آ نہیں رہی تھی ..... ہم کُل نو ہیں ..... آخر نویں پلیٹ کہاں گئی؟ ..... اب میں نو آدمیوں میں آٹھ پلیٹیں کس طرح تقسیم کروں؟ یہ آپ بتا دیں! ..... مجھے تو کوئی اعتراض نہیں..... ویسے مجھے یہ بیل منڈھے چڑھتی

☆ "کیا تم نے اپنا ووٹ بیچا ہے۔"

○ "نہیں جناب میں نے اس امیدوار کو ووٹ اس لیے دیا تھا کہ وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔"

☆ "میرے پاس شہادت موجود ہے کہ تم نے اسے پچاس روپے لے کر ووٹ دیا ہے۔"

○ "آپ کو کوئی پچاس روپے دے تو کیا آپ کو وہ آدمی اچھا نہیں لگے گا۔"؟

گا کہ جس نے کھائی ہے ...... صرف وہ سچ اگل دے۔"

"صحن میں سناٹا چھا گیا...... سب کے سر جھک گئے...... سوائے امی جان کے، اس لیے کہ امی جان نے یہ الفاظ ادا نہیں کیے تھے۔

"م...... میں...... اب...... سچ بولنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔" میں نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"تو وہ تم تھے......چور کہیں کے...... اٹھائی گیرے......" امی جان نے تلملا کر کہا

"لیکن امی جان...... اگر میں نے کھیر کھائی ہے تو بھی آپ مجھے چور کس طرح کہہ سکتی ہیں ان پلیٹوں میں ایک تو میری تھی ہی۔"

"ہاں واقعی...... یہ تو ہے پھر تمہیں اس طرح چوری چھپے کھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں...... اب سچ بولنے پر مجبور ہو چکا ہوں۔"

"آخر سچ کیا ہے...... یہ تم کب بتاؤ گے؟" باجی نے تلملا کر کہا۔

"امی جان کھیر ڈونگے میں نکال کر الماری میں نہیں رکھتیں...... اس طرح ہر ایک کے حصے میں برابر کھیر نہیں آتی...... لہٰذا جب بھی کھیر پکاتی ہیں...... سب کی ایک ایک پلیٹ بھر دیتی ہیں...... اور ایک پلیٹ بھرتی ہیں...... شہناز اور اس کی والدہ فاطمہ کے لیے...... اس لیے کہ آخر وہ بھی اس گھر کی پرانی ملازمہ ہیں...... آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میں جو، ان کے کمرے کی طرف سے گزرا تو شہناز کھیر کھا رہی تھی اور ماں اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی...... اس نے نصف پلیٹ بچا کر اپنی والدہ کی طرف بڑھائی...... فاطمہ نے وہ کھیر بھی بیٹی کو ہی کھلا دی...... کیونکہ وہ محسوس کر رہی تھی کہ ابھی شہناز کا جی اور کھانے کو چاہ رہا ہے...... بس مجھ سے رہا نہ گیا...... چپکے سے ایک پلیٹ نکال کر فاطمہ کو دے آیا...... یہ کہہ کر کہ یہ میرے حصے کی ہے اور آج میرا جی کھیر کھانے کو نہیں چاہ رہا...... اس نے کھیر لے لی...... وہ کھیر کھاتی رہی...... میں اسے کھاتے دیکھتا رہا...... اور سچ تو یہ ہے کہ...... کھانے میں شاید مجھے وہ مزا نہ آتا...... جو...... اس طرح آیا......"

سب لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے...... خالی خالی نظروں سے...... لیکن امی جان نہیں دیکھ رہی تھیں...... اس لیے کے اب صرف ان کا سر جھکا ہوا تھا......

نظر نہیں آتی۔" امی نے روانی کے عالم میں کہا۔

"یہ تو واقعی سنگین معاملہ ہو گیا۔" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"کوئی سنگین ونگین نہیں ہوا...... مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی...... میں نے اپنے حصے کی کھیر کھالی تھی۔" ابا جان بولے۔

"لیجیے...... چڑھ گئی بیل منڈھے...... ارے مم...... مگر نہیں۔" میں بوکھلا اٹھا۔

"کیا مطلب کیا ہوا؟...... یہ بیل منڈھے چڑھتے چڑھتے رہ کیسے گئی؟"

"آپ کا بیان قابلِ قبول نہیں ہے ابا جان...... اس لیے کہ میں سمجھ گیا ہوں...... آپ صرف جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے یہ بات کر رہے ہیں کہ کھیر آپ نے کھالی تھی۔"

"بالکل ٹھیک ہے...... کھیر تو میں نے کھائی تھی۔" باجی بولیں۔

"یہ بھی درست نہیں ہے...... کھیر میں نے کھائی تھی۔" میں نے کہا۔

"غلط...... بالکل غلط...... کھیر میں نے کھائی تھی۔"...... توحید بول اٹھا۔

"ہائیں ہائیں...... یہ کیا گل کھل رہا ہے؟"...... امی جان نے مارے حیرت کے کہا۔

"توحید تم جھوٹ تو نہ بولو...... کھیر میں نے کھائی تھی۔" رفعت نے کہا

"نہیں...... میں نے کھائی تھی۔...... راحت فوراً بولا۔

"اب میں کیسے چپ رہ سکتا ہوں...... جب کہ کھائی صرف میں نے تھی۔" آصف نے کہا۔

"سفید جھوٹ! یہ کام میرا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اُف مالک...... کان نہ پک جائیں یہ سنتے سنتے...... اب پورے گھر میں صرف میں رہ گئی ہوں جس نے یہ نہیں کہا کہ کھیر میں نے کھائی تھی...... لیکن میں یہ بات کیسے کہہ دوں...... جب کہ میں نے کھائی ہی نہیں...... اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ آٹھوں نے ایک کھیر کی پلیٹ کھائی ہو...... کھائی تو کسی ایک نے...... اب فیصلہ کیسے ہو؟"

"فیصلہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے...... ہم سب ایک دوسرے کے لیے اپنی پلیٹ کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ جس گھر میں یہ جذبہ موجود ہو...... وہاں مشکل حالات کے باوجود گزر بسر بہت آسانی سے ہوتی ہے...... لیکن ایک بات عجیب ہو گئی۔" ابا جان نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" سب ایک ساتھ بولے۔

"ہم تو بالکل جھوٹ نہیں بولتے...... لیکن آج آٹھ افراد میں سے کم از کم سات نے تو جھوٹ بولا ہے...... کھیر تو کسی ایک نے کھائی...... کہا سب نے کہ میں نے کھائی...... کیا یہ بہتر نہیں ہو

قصہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ

محمد بن مالک

قرآن پاک ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ وہ مقدس الہامی کتاب ہے جس میں نصیحت کے ساتھ ساتھ ہماری رہنمائی اور بھلائی کے لئے بے شمار سبق آموز، عبرت انگیز اور بے انتہا دلچسپ واقعات بھی جابجا موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قرآنی واقعات ہونے کے حوالے سے ان سے زیادہ سچے واقعات اور کون سے ہو سکتے ہیں۔

اب ہم جو دلچسپ واقعہ آپ کو سنانے جا رہے ہیں وہ قرآن کی سورہ کہف آیت نمبر ۶۰ تا ۸۲ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام قوم بنی اسرائیل میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے صرف آپؑ کو ہی یہ عزت حاصل ہوئی کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست کلام کیا تھا۔ اسی وجہ سے آپؑ کا لقب "کلیم اللہ" ہے۔ جس کا مطلب ہے اللہ سے کلام کرنے والا، اللہ سے باتیں کرنے والا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ

تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اس زمین پر کیا مجھ سے بھی زیادہ علم رکھنے والا تیرا کوئی بندہ موجود ہے؟ اللہ نے فرمایا "ہاں، اور وہ ہیں خضرؑ۔" پوچھا "انہیں کہاں تلاش کروں؟" فرمایا، "اپنے ساتھ ایک نمک لگی ہوئی مچھلی لے لو اور دریا کے کنارے چلو، جہاں وہ مچھلی تم سے کھو جائے یا تم اس کو بھول جاؤ وہیں تمہیں خضرؑ مل جائیں گے۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اور اپنے ساتھی حضرت یوشعؑ سے فرمایا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) تک پہنچ جاؤں۔ چاہے مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔ پس یہ دونوں چلے۔ توشہ دان ہمراہ تھا جس میں نمک لگی ہوئی مچھلی موجود تھی۔ چلتے چلتے آخر مجمع البحرین تک جا پہنچے اور وہاں سمندر کے کنارے آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔ توشہ دان سمندر کے بالکل کنارے رکھا تھا۔ وہاں اتفاقاً "نہر حیات" تھی۔ اس نہر کے پانی کی چند چھینٹے مچھلی پر جا پڑے۔ وہ زندہ ہو گئی اور فوراً ہی جست کر کے سمندر میں کود گئی۔ اس ہلکے سے شور سے حضرت یوشعؑ کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ مچھلی نے جس جگہ پانی میں چھلانگ لگائی تھی وہاں گول اور گہری سرنگ بن گئی بالکل اسی طرح جیسے زمین میں کوئی گول سوراخ ہوتا ہے۔ سرنگ کے ارد گرد کا پانی جم گیا اور اس کے ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا۔ مچھلی پانی میں جس جگہ بھی گئی وہاں یہی ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب کچھ دیر بعد جاگے تو حضرت یوشعؑ ان سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گئے۔ چنانچہ دوبارہ سفر شروع ہوا۔ چلتے چلتے جب حضرت موسیٰؑ کو بھوک اور تھکن محسوس ہوئی تو انہوں نے اپنے ساتھی سے کھانا طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم دریا کے کنارے پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے تو مچھلی وہیں پہ مجھ سے گم ہو گئی تھی اور آپ سے اس کا ذکر کرنا بھی شیطان نے بھلا دیا تھا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ مچھلی نے کس طرح دریا میں اپنی راہ نکالی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اسی کی تو ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس اسی جگہ لوٹے جہاں مچھلی گم ہوئی تھی۔ وہاں دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں موسیٰؑ ہوں اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ (علم) سکھائیں جو آپ کو خدا کی طرف سے سکھایا گیا ہے۔ خضرؑ نے فرمایا کہ موسیٰؑ! آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے کیونکہ میرے پاس جو علم ہے وہ آپ کے پاس نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ میرے پاس نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دونوں کو الگ الگ علم عطا فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہیں کروں گا۔" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا

"اچھا! اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود تمہیں اس کے متعلق بتا دوں۔" چنانچہ وہ دونوں چلے۔ دریا کے کنارے ایک کشتی موجود تھی۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السّلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا۔ ابھی کشتی کچھ ہی دور گئی ہوگی کہ حضرت موسیٰ علیہ نے دیکھا کہ خضرؑ (کلہاڑی یا کسی اور اوزار سے) کشتی کے تختے توڑ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو بہت تعجب ہوا۔ کہنے لگے، "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ان کشتی والوں نے ہم پر احسان کیا۔ بغیر کرایہ لئے سفر کی اجازت دی اور آپ اس کا یہ صلہ دے رہے ہیں کہ کشتی کے تختے توڑ رہے ہیں۔ اس طرح تو کشتی والے ڈوب جائیں گے۔ یہ تو آپ بہت ہی غلط کام کر رہے ہیں۔" خضرؑ نے فرمایا "میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔" حضرت موسیٰؑ کو آپس میں طے کی گئی شرط یاد آگئی۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا، خطا ہو گئی۔ بھولے سے پوچھ بیٹھا۔ معاف فرما دیجئے اور مجھے مشکل میں نہ ڈالئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ واقعی پہلی غلطی بھول کی وجہ سے ہی ہوئی تھی۔ پس دونوں پھر چل پڑے۔ (کشتی ساحل پہ لگ چکی تھی اور دونوں خشکی پہ تھے) کچھ دور جا کر دونوں نے ایک جگہ چند بچوں کو کھیلتے ہوئے پایا۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ کر اس کی گردن مروڑ دی۔ بچہ فوراً مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور فرمانے لگے، "آپ نے بغیر کسی قصاص کے اس معصوم بچے کو ناحق مار ڈالا۔ یہ تو آپ نے بہت ہی خراب کام کیا۔" خضرؑ نے کہا، "کیا میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے اور تمیری تمہاری نہیں نبھ سکتی۔" یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے معذرت کی اور فرمایا اگر اب میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔

پس دونوں چلے۔ چلتے چلتے ایک بستی میں جا پہنچے اور تھکن اور بھوک کی وجہ سے ان سے کھانے کی درخواست کی لیکن بستی والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے صاف انکار کر دیا۔ وہیں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو بہت زیادہ جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب ہو گئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے اسے ہاتھوں سے سیدھا کیا پھر اس کی مرمت کر کے اس کو مضبوط کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام بول اٹھے، "یہ کیا بات ہوئی ان لوگوں نے ہمیں کھانا دینے سے انکار کیا اور آپ نے ان کا یہ کام کر دیا اگر آپ چاہتے تو ان سے اس کام کی اُجرت طلب کر سکتے تھے۔" یہ سن کر حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا "اب میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی ہے۔ اب میں تمہیں ان کاموں اور باتوں کی اصلیت (وجوہات) بتا دیتا ہوں جن پر تمہیں صبر نہ ہو سکا۔" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "کاش موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام

لیتے تو ان دونوں کے اور بھی بہت سی باتیں اللہ ہمارے سامنے بیان فرماتا۔ ")

حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان رازوں کا علم نہ تھا اس لئے بظاہر انہیں خلاف سمجھ کر ان پر اپنی حیرانگی کا اظہار کرتے رہے۔ چنانچہ اب خضرؑ نے موسیٰؑ کو اصل معاملے سے آگاہ کیا۔ فرمایا کہ وہ کشتی غریب مسکینوں کی تھی جو کہ نہایت خوبصورت اور دیگر کشتیوں کے مقابلے میں بڑی تھی۔ اس کو توڑنے اور عیب دار کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم اور غاصب تھا۔ اچھی اور خوبصورت کشتیوں کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی کشتی دیکھ کر اسے چھوڑ دیتا۔ اگر کشتی ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو وہ بادشاہ یقیناً اسے ہتھیا کر ان مسکینوں کو ان کی روزی سے محروم کر دیتا۔

لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ اس کے ماں باپ نہایت نیک اور ایماندار تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور نافرمانی سے عاجز و پریشان نہ کر دے تو چونکہ ان کے پروردگار کی رضا یہی تھی کہ وہ اس کے بدلے زیادہ بہتر اور پاکیزگی والی اولاد ان کو عطا فرمائے اس لئے میں نے اسے مار ڈالا۔ مومن کے لئے خدا کے جو فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی والے ہوتے ہیں۔

اس دیوار کو دُرست کر دینے میں مصلحتِ خداوندی یہ تھی کہ یہ اس شہر کے دو یتیموں کی تھی۔ اس دیوار کے نیچے انکا خزانہ دفن تھا۔ ان کا باپ نہایت نیک و صالح شخص تھا جو اپنے کم سن بچوں کے لئے یہ خزانہ چھوڑ کر مر گیا تھا تو تمہارے رب کی مرضی یہ تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تمہارے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال کر حاصل کر لیں۔ چنانچہ میں نے دیوار سیدھی کر دی تاکہ خزانے کا راز قبل از وقت فاش نہ ہو جائے۔ میں نے اپنی رائے اور اختیار سے کوئی کام نہیں کیا۔ یہ سب تمہارے پروردگار کی مرضی تھی۔ خدا کے ہر کام میں کوئی بہتر مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جسے وہی جانتا ہے۔ یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

جدید شیخ چلّی

عبدالغنی

آپ نے شیخ چلی کے بارے میں یقیناً بہت کچھ سنا اور پڑھا ہوگا۔ اور ان کی دانائی نما حماقتوں کی داستانیں پڑھ کر خوب ہنسے ہوں گے۔ آج ہمارے درمیان پرانے وقتوں کے شیخ چلی تو نہ رہے لیکن اب بھی شیخ چلیوں کی کمی نہیں ہے۔ ایسے ہی ایک شیخ چلی سے بچپن سے لے کر ابھی تک میرا بھی واسطہ رہا ہے۔ اس کا اور میرا ساتھ اسکول کے زمانے سے ہے۔ اُس کا نام تو کچھ اور تھا، لیکن لڑکوں نے شرارت سے اس کا نام شیخ چلی رکھ دیا تھا۔ وہ اُس کا بُرا بھی نہیں مانتا تھا۔ غالباً یہ نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ شروع ہی سے وہ بڑا ظریف یا مسخرا، لیکن ساتھ ہی ساتھ کنجوس اور بڑا موقع شناس واقع ہوا تھا۔ ویسے تو یہ میرا بڑا گہرا دوست تھا لیکن، آپس میں شرارتوں کا سلسلہ بچپن سے چلا تو اب سے چند سال قبل تک جاری رہا۔ اس کی لالچی اور بخیل فطرت اس سے بے ساختگی میں ایسی عجیب و ظریفانہ حرکتیں کرواتی تھی کہ ہر کوئی خود بخود ہنسنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔ آج میں آپ کو اس کے کچھ شگوفے سنا رہا ہوں۔

شیخ چلی اور پائپ

شیخ چلی ایک پانچ منزلہ عمارت کی نچلی منزل میں رہتا تھا۔ میں نے اس کی بیٹھک میں پلاسٹک کے کافی موٹے پائپ کا بڑا سا بنڈل ایک کونے میں ہمیشہ پڑا دیکھا۔ ایک دن میں نے پوچھ ہی لیا کہ آخر اس کمرے میں اس بے ہنگم چیز کا کیا کام؟ تو وہ بولا کہ مکان بہت تنگ ہے اور پانی کی قلت بھی بہت سخت ہے، اسی لیے یہ یہاں رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ پانی بھر لینے کے بعد اسے کہیں اور رکھ دیا کرو، تو بولا کہ پانی بھر لینے کے بعد تو اسے اٹھانا بھی ناممکن ہے۔ میں نے کہا: "کیا مطلب ؟" وہ بولا کہ اس کے اندر بھی پانی بھرا ہوا ہے۔ اس کے ایک سرے پر لکڑی کا ڈاٹ لگا کر بند کیا ہوا ہے۔ ہم اس میں بھی پانی پورا بھر لیتے ہیں اور پھر دوسرا سرا بھی بند کردیتے ہیں۔ وقت پر یہ بڑا کام آتا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کام کے لیے کوئی ڈرم رکھ لو تو وہ بولا کہ ڈرم بہت مہنگے ہوتے ہیں، اور مفت نہیں ملتے ۔ یہ مفت مل گیا ہے تو بُرا کیا ہے۔

ایسے میں ڈرم کی کیا ضرورت؟

مجھے ماننا پڑا کہ ہمارا شیخ چلی مفت میں کام چلانے کے گُر سے پوری طرح واقف تھا۔ اسی طرح اس کے کھیت اور گیراج کا حال بھی سن لیجیے۔

شیخ چلی اور گیراج

جس کوارٹر میں وہ آج سے پندرہ سال قبل رہتا تھا وہ واقعی بہت ہی تنگ تھا' لیکن بقول خود اس کے وہ اس جگہ بہت خوش اور فائدے میں تھا۔ اس وقت اگر اسے کوئی شان دار کوٹھی بھی دے دی جاتی تو شاید پھر بھی وہ اس تنگ کوٹھری کو نہ چھوڑتا۔ وہ جگہ کس طرح اس کے لیے نفع بخش تھی اس کا کچھ اندازہ مجھے ایک رات ہوا۔

ہوا یوں کہ اُس رات میں اُس کے گھر سے تھوڑی ہی دور سے گزر رہا تھا کہ موٹر سائیکل کی بتیوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ بہت کوشش کے باوجود جب بتیاں ٹھیک نہیں ہوئیں تو میں نے یہی فیصلہ کیا کہ موٹر سائیکل کو رات بھر کے لیے شیخ چلی کے گھر چھوڑ دوں' صبح لے جاؤں گا۔ بغیر بتیوں کے گاڑی چلانا خلاف قانون اور خطرناک ہوتا ہے۔

میں گاڑی لے کر اس کے پاس پہنچا اور مدعا بیان کیا تو بڑے تپاک سے بولا کہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ارے اس کے لیے تو میرے پاس بہت محفوظ جگہ ہے۔ آؤ اسے پچھواڑے لے آؤ۔ میں جب اس کے کوارٹر کے پیچھے پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہاں اس نے اچھی خاصی جگہ کو لکڑی کے ٹکڑوں' بانس اور ٹین کی چادروں سے گھیر کر ایک احاطہ سا بنایا لیا تھا۔ اس احاطے کے اندر پندرہ بیس کے قریب موٹر سائیکلیں کھڑی تھیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" تو بتایا کہ یہ میرا گیراج ہے اور یہاں ان لوگوں کی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں جن کے پاس گاڑی رکھنے کے لیے رات کے وقت جگہ نہیں ہے۔ تم بھی اپنی گاڑی یہاں کھڑی کردو۔ بہت محفوظ جگہ ہے۔ ویسے تو میں دوسروں سے فی گاڑی تیس روپے ماہانہ لیتا ہوں' لیکن تمہارے لیے آج کی رات مفت ہے۔ اس کی بات سن کر میں سوچتا رہا کہ میرے لیے مفت ہے یا یہ سب کچھ اس کے لیے مفت ہے!

شیخ چلی اور سبزیوں کا کھیت

ایک دوپہر وہ مجھے راستے میں ٹکرا گیا تو بہت اچھے موڈ میں تھا۔ کہنے لگا:
"چلو' آج دوپہر کا کھانا میرے ساتھ گھر چل کر کھاؤ۔ بہت مزے کا سالن پکوایا ہے۔"
میں ازل سے کھانے کا رسیا! یہ سنتے ہی اس کے ساتھ چل پڑا۔ کھانا شروع کیا تو صرف سبزی ہی سبزی تھی۔ میں تو مزے دار کھانے کے نام پر یہ سمجھا تھا کہ پلاؤ' بریانی یا قورمے وغیرہ کا انتظام ہوگا۔ سبزی دیکھ کر میں نے بھنّا کر کہا:
"کیا یہی کھلانے لے کر آئے ہو؟"
تو وہ بہت حیرت اور سنجیدگی سے بولا:
"ایں! کیا یہ مزے دار نہیں ہے؟ تازہ اور اپنے کھیت کی سبزی ہے۔ کوئی معمولی سبزی تھوڑی ہے۔ جتنی مرضی ہو کھاؤ۔ بہت ہے۔"
میں نے کہا: "کہاں ہے تمہارا کھیت؟" تو بولا کہ گیرج کے پیچھے والے حصّے میں سبزی اگاتا ہوں۔ کسی دن صبح آؤ تو دکھاؤں گا۔ اس طرح سبزیاں مجھے مفت کی پڑتی ہیں۔
واقعی شیخ چلی کی ہر چیز مفت کی ہوتی ہے۔ یہ اس کی دانائیوں کا بہت بڑا کمال ہے۔

شیخ چلی اور فقیر

ایک بار ہم دونوں موٹر سائیکل پر جارہے تھے۔ مجھے ایک گھڑی مرمت کے لیے دینی تھی۔ میں نے ایک گھڑی مرمت کرنے والے کی دکان کے پاس گاڑی روکی اور شیخ چلی سے کہا کہ وہ میری گاڑی کا خیال رکھے۔ میں گھڑی دے کر آتا ہوں۔
جب میں دکان سے واپس نکلا تو دور ہی سے میں نے دیکھا کہ ایک بڑی بی شیخ چلی کو کچھ دینے کی بار بار کوشش کررہی تھیں' مگر وہ غصے سے بار بار ہاتھ جھٹک جھٹک کر انھیں منع کررہا تھا۔ جب تک میں سڑک پار کرتا بڑی بی جاچکی تھیں۔
میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"
تو غصے سے بولا: "بے وقوف بڑھیا! مجھے فقیر سمجھ رہی تھی۔"
میں نے پوچھا: "آخر ہوا کیا؟"
تو اور زیادہ غصے میں بولا کہ میں یہاں کھڑا تھا۔ یہ بڑھیا آئی اور کہنے لگی: "بابا! یہ پیسے رکھ

لو۔ بڑے پریشان دکھائی دیتے ہو۔ پاگل بڑھیا۔"

یہ سنتے ہی میں ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگیا' کیوں کہ اس کا حلیہ واقعی کسی نامی گرامی بھک منگے سے کم نہ تھا۔ لمبے لمبے کانٹے کی طرح کھڑے اور الجھے بال ' جسم پر گندگی کی تہ' ناخن شیر کی طرح لمبے لمبے اور گندی سے بھرے' میلے کپڑے۔ کسی وجہ سے اب اس نے نہانا دھونا' کنگھا کرنا اور کپڑے دھونا سرے سے چھوڑ ہی دیا تھا۔ اس حلیے میں بڑی بی نے اسے فقیر سمجھ کر غلطی نہیں کی تھی۔ ہنستے ہوئے میں نے کہا کہ پیسے تو لے لیتے۔ مفت ہاتھ آرہے تھے۔ وہ مجھ پر برس پڑا اور خون خوار لہجے میں بولا کہ ایسے مفت پیسے مجھے پسند نہیں۔

زندگی میں پہلی بار مجھے حیرت ہوئی کہ شیخ چلی کو یہ کیا ہوگیا۔ مفت کی چیزیں تو اسے ہمیشہ پسند آتی تھیں۔

شیخ چلی اور لکڑی کے کھونٹے

ایک دن میں اس کے گھر پہنچا ہی تھا کہ کہنے لگا۔

"بڑے وقت پر آئے ہو۔ ایک بہت ضروری کام ہے۔ چلو پہلے اسے کر آتے ہیں۔ واپسی پر مزے دار کھانا کھلاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک تھیلا اٹھایا اور موٹر سائیکل پر لد گیا۔ اس کی ہدایت کے مطابق ایک لمبا راستہ طے کرکے ہم ایک ویران' غیر آباد اور چٹیل میدانی علاقے میں پہنچے۔ مجھے رکنے کا کہہ کر خود تھیلا اٹھا کر چل پڑا۔ تھوڑی دور جاکر تھیلے میں سے اس نے لکڑی کے بہت سارے کھونٹے اور ایک ہتھوڑی نکالی۔ پھر اس کے بعد خاصی دیر تک وہ مختلف جگہوں پر یہ کھونٹے زمین پر گاڑتا رہا۔ جب واپس آیا تو میں نے پوچھا:

"یہ کیا کررہے تھے؟"

تو بولا کہ یہ زمین مفت مل رہی ہے۔ جس کا جی چاہے جتنی لے رہا ہے۔ غور سے دیکھو۔ میرے علاوہ بھی اور بہت سے لوگوں نے اپنے لیے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں۔ بے شک یہ علاقہ شہر سے بہت دور ہے' لیکن مفت کی زمین کیا بری ہے۔ کچھ کھونٹے بچے ہوئے ہیں۔ چاہو تو ایک آدھ پلاٹ تم بھی لے ڈالو۔ اس بات کو بہت عرصہ گزر گیا۔ یاد آنے پر ایک دن میں نے ازرہ مذاق اس سے کہا کہ ایک پلاٹ مجھے دے دو' تو بولا کہ اب تو دس دس ہزار کے پلاٹ

ہیں۔ دوست ہونے کے ناتے تمھیں صرف پانچ ہزار میں دے دوں گا۔

شیخ چلی اور جوس کا پیکٹ

اس کی عادت تھی کہ جب کہیں ملتا تو ضرور کچھ کھلانے پلانے کو کہتا۔ ایک بار میں اپنے ایک دوست کی دکان پر بیٹھا تھا کہ یہ آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی اشارے سے باہر بلایا اور بولا کہ کچھ کھلاؤ پلاؤ' بہت بھوکا پیاسا ہوں۔ چلو آج جوس پلادو۔ میں نے بہت منع کیا اور کہا کہ پھر کبھی سہی' لیکن نہ مانا اور مجھے زبردستی کولڈ ڈرنک کی دکان پر لے گیا۔ جوس پیتے ہوئے میں نے سوچ لیا کہ آج اسے درست کرکے ہی رہوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے دکان دار سے مزید ایک پیکٹ جوس کا لیا اور اس سے کہا کہ میں ذرا اپنے دوست کو اس کی دکان پر یہ دے آتا ہوں۔ بس گیا اور آیا۔ چوں کہ میری نیت شرارت کی تھی' اس لیے جاکر واپس آنے کا سوال ہی نہ تھا۔

ایک مہینے بعد میرے دکان دار دوست نے بتایا کہ اس روز سے وہ تمھاری تلاش میں ہے۔ بہت غصے میں ہے۔ تم تو اس دن اسے دھوکا دے کر بھاگ لیے اور دکان دار نے پیسوں کے لیے اسے پکڑلیا۔ اس نے عہد کیا ہے کہ اس شرارت کا تمھیں وہ مزہ چکھائے گا کہ دنیا دیکھے گی۔ میں سنتا رہا اور ہنستا رہا۔ شیخ چلی تو مجھے مزہ چکھانے کی سوچتا ہی رہا اور حالات نے بہت جلد ہی اسے ایک بار پھر میری شرارت کی زد میں کردیا۔

شیخ چلی اور بھابی

ہوا یوں کہ کچھ عرصے بعد جب وہ مجھے ملا تو واقعی سخت غصے میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے فوراً میرا گریبان پکڑا اور جھنجھوڑتے ہوئے بولا کہ سب سے پہلے تین پیکٹ جوس کے پندرہ روپے سیدھی طرح نکال کر رکھ دو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔اسی لمحے میری رگ شرارت پھڑکی اور ذہن نے اسے تنگ کرنے کی فوری منصوبہ بندی کرلی۔ جہاں ہم کھڑے تھے وہاں سے تھوڑی ہی دور ایک کار کھڑی تھی جس میں ایک خاتون بیٹھی تھیں۔میں نے بڑی مسمی صورت بنا کر کہا:

"بھائی! دیکھو وہ سامنے گاڑی میں تمھاری بھابی بیٹھی ہیں اور میں ان کے لیے کچھ سامان

لینے اندر مارکیٹ جارہا ہوں۔ تمہیں یہ اوچھی حرکت کرتے دیکھ کر وہ کیا سوچ رہی ہوں گی۔ تم جاکر اپنی بھابی سے علیک سلیک کرو' میں ابھی آیا۔ باقی جھگڑے پھر طے کرلیں گے۔"

یہ سنتے ہی اس نے فوراً میرا گریبان چھوڑا اور گاڑی کی طرف لپکا۔ میں نے صرف یہ دیکھا کہ اس نے گاڑی میں بیٹھی ہوئی خاتون کو بہت جھک کر فدویانہ انداز میں سلام کیا اور کچھ کہا' اور اس سے پہلے کہ مزید کچھ ہوتا میں وہاں سے رفو چکر ہوچکا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ نہ وہ میری گاڑی تھی نہ بیوی۔ یہ تو بس اس سے جان چھڑانے کے لیے ایک شرارت تھی۔ اس کا جو بھی نتیجہ نکلا وہ میں نے نہیں دیکھا' لیکن بعد میں دوستوں کے ذریعہ سے پتا چلا کہ اب وہ پاگلوں کی طرح مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے اور اگر میں مل گیا تو شاید اس بار وہ مجھے کچا ہی چبا جائے گا۔ وہ سخت طیش میں ہے۔ اس روز اس کی اچھی خاصی درگت بنی تھی۔

اکثر میں سوچتا ہوں کہ کتنی آسانی سے وہ میرے جھانسوں میں آجاتا تھا' لیکن وہ شیخ چلی ہی کیا کہ جو ایسی حماقتیں نہ کرے!

راستے کا پتھر

محمد قمر زماں حجازی

ایک رات پہاڑوں کے اوپر طوفانی بادل چھا گئے اور بجلی کڑکنے لگی۔ اتنی بارش ہوئی کہ ندی نالے بھر گئے اور دریا سے جا ملے۔ دریا نیچے گھاٹیوں سے ہوتا ہوا تیزی سے بہنے لگا۔ اس نے ہر چیز کو تباہ کر دیا۔ ایک چٹان سے ایک بہت بڑا پتھر ٹوٹ گیا۔ وہ کچھ دیر تو تنگ پہاڑی سڑک کے اوپر لٹکتا رہا اور پھر ایک خوف ناک آواز کے ساتھ سڑک کے بیچوں بیچ آ گرا۔

صبح کو آسمان پر چمکیلا سورج نکلا تو شبنم کے قطرے درختوں کے پتوں پر جگ مگانے لگے۔ گھاس جو دب گئی تھی پھر سے سر اٹھانے لگی۔ اتنے میں گاؤں کی طرف سے ایک چھکڑا نمودار ہوا۔ اسے نوکیلے سینگوں والی دو بھینسیں کھینچ رہی تھیں۔ چھکڑے کے اندر ایک آدمی بیٹھا سیٹی بجا رہا تھا۔ وہ ایک پنساری تھا اور نمک خریدنے شہر جا رہا تھا۔ موڑ پر پہنچ کر اس نے چھکڑا روک لیا، کیوں کہ پتھر نے راستہ روک رکھا تھا۔ الٹی طرف دریا بہ رہا تھا اور سیدھی طرف اونچی چٹانیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔

پنساری پہلے تو سر کھجاتا رہا۔ پھر نیچے اتر کر پتھر کے پاس گیا۔ اس نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی، پیٹھ سے زور لگایا، لیکن پتھر ہلا تک نہیں۔

"یہ مجھ سے نہیں ہٹے گا، کسی ایسے شخص کا انتظار کرنا پڑے گا جو مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو۔" یہ کہہ کر وہ زمین پر بیٹھ گیا۔

پھر اس نے ایک چھڑی اٹھائی اور زمین پر پھول پتیاں بنانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ایک اور چھکڑا آ پہنچا۔ اس پر جلانے کی لکڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ لکڑی والے نے پنساری سے کہا:

"ارے بھائی! تم نے اپنا چھکڑا سڑک کے بیچوں بیچ کیوں کھڑا کر رکھا ہے؟ اسے ایک طرف کر لو تاکہ میں گزر سکوں۔ میں بہت جلدی میں ہوں۔"

پنساری بولا: "تمھیں جلدی ہے تو پہلے یہاں آ کر چٹان ہٹاؤ۔ پھر چلے جانا۔"

"کیسی چٹان؟"

"یہاں آؤ' یہ دیکھو! چھکڑوں کے آگے پڑی ہے۔"

لکڑی والے نے نیچے اتر کر پتھر کو دیکھا اور پھر اپنی موٹی صدری اتار کر پتھر کو دائیں بائیں ہلانے کی کوشش کرنے لگا' مگر پتھر نہیں ہلا۔

"یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ ہمیں کسی طاقت ور آدمی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہی ہمارا راستہ صاف کرے گا۔" یہ کہہ کر لکڑی والا بھی پنساری کے پاس بیٹھ گیا۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک گھوڑا گاڑی والا آپہنچا۔ وہ بہت بوڑھا تھا۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ وہ بڑی بے دردی سے گھوڑے پر چابک برسا رہا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ دونوں چھکڑے کیوں کھڑے ہیں تو وہ اول فول بکتا ہوا اپنی گاڑی سے اترا اور پتھر کے آس پاس چکر لگا کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد دو چھکڑے اور آئے' جن پر کمبل اور مٹی کے برتن لدے ہوئے تھے۔ ان کے مالکوں کو بازار پہنچنے کی جلدی تھی۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ راستہ بند ہے تو وہ بہت پریشان ہوگئے ان میں سے ایک بڑے غصے والا تھا۔ وہ پتھر کو سزا دینے کے لیے اس پر چابک برسانے لگا۔

وقت گزرتا رہا۔ دوپہر ہوگئی۔ اب وہاں پورا قافلہ جمع ہو چکا تھا۔ وہ ایک کے بعد ایک اپنی قوت آزماتے رہے' لیکن ان میں سے کوئی بھی پتھر کو نہ ہلا سکا۔

اتنے میں ایک چھوٹے سے قد کا بوڑھا ادھر سے گزرا۔ اس کے کندھے پر ایک چھڑی رکھی تھی جس پر خوبانیوں سے بھری ہوئی ٹوکری لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے چھکڑے والوں کو سلام کیا اور آگے روانہ ہوگیا۔

ایک چھکڑے والے نے کہا: "تمھارے تو مزے ہیں۔ تمھارے پاس کوئی چھکڑا نہیں ہے' اس لیے تم آسانی سے گزر جاؤ گے۔"

"تم بھی گزر سکتے ہو۔" بوڑھا ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"ہم کیسے گزر سکتے ہیں؟"

"اس کے لیے تمھیں اپنی عقل استعمال کرنی چاہیے۔" بوڑھا بولا۔

"ہمیں عقل کی نہیں طاقت کی ضرورت ہے۔"
ایک شخص نے کہا:
"ہم سب پتھر کو ہلانے کی کوشش کر چکے ہیں، لیکن کسی کو کام یابی نہیں ہوئی۔"
"تم سب مل کر اسے ہٹانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ اگر تم کسی دیو کا انتظار کر رہے ہو کہ وہ آکر پتھر ہٹا دے گا تو پھر تمھیں قیامت تک انتظار کرنا پڑے گا۔"
گھوڑا گاڑی والا بول اٹھا: "آؤ بھائیو! ہم سب مل کر زور لگائیں۔"
سب لوگ پتھر کے گرد جمع ہو گئے اور اسے دھکیلنے لگے۔ پتھر نیچے کی طرف لڑھکتا ہوا ایک خوف ناک آواز کے ساتھ گہرے کھڈ میں جا گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اب راستہ صاف تھا۔ چھکڑے آسانی سے گزر گئے۔

نظام چاچا

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں

جمعے کا دن تھا۔ ابھی لوگ ناشتا ہی کر رہے ہوں گے کہ چاروں طرف سے آوازیں آنی شروع ہو گئیں:

"نظام چاچا مر گئے۔ نظام چاچا مر گئے۔"

اسلم جو ناشتا ختم کر کے کپڑے بدل چکا تھا فوراً ہی نظام چاچا کے گھر کی طرف بھاگا جو محلے کے کونے کا ایک گیراج تھا اور جسے چالیس سال قبل نظام چاچا نے آباد کیا تھا۔ چوں کہ اسلم دل لگا کر پڑھتا تھا' اس لیے وہ اسے بہت پسند کرتے تھے۔

نظام چاچا کون تھے؟ یہ کسی کو پتا نہیں تھا۔ وہ کسی کو اپنا ماضی نہیں بتاتے تھے۔ کوئی بہت زیادہ اصرار کرتا تو کہتے کہ بس تمھارے ساتھ ہی کہیں سے آیا تھا اور تمھارے سامنے ہی چلا جاؤں گا۔ لوگ سوچتے کہ شاید وہ اپنے ماضی سے خوف کھاتے ہیں۔ البتہ محلے کے ایک بزرگ صوفی اصغر کبھی کبھار بتاتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد نظام چاچا کی فیملی فسادیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئی تھی۔ عام طور پر وہ دوپہر میں پوسٹ مین سے باتیں کرتے ضرور نظر آتے۔ وہ ہر نئے پوسٹ مین کو فوراً دوست بنا لیتے۔ اس بات پر سب حیران ہوتے۔

بارہ سالہ اسلم نظام چاچا کو ہمیشہ ایک ہی قسم کے معمولات میں مصروف دیکھا کرتا تھا۔ وہ ناشتا کر کے صاحب اپنا رکشا لے کر چلے جاتے اور دوپہر کو واپس آکر عبادت کرتے' مگر دوپہر کا کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کی لمبی عمر کا راز کم خوری اور قناعت میں ہے۔ وہ تھوڑی دیر آرام کرتے اور رکشا لے کر چلے جاتے۔ اس کے بعد وہ مغرب کے وقت واپس آتے۔ جمعے کو تو وہ بالکل رکشا نہ چلاتے۔ اس دن خاص طور سے محلے والوں کی خبر گیری کرتے۔ کوئی بیمار ہوتا تو اس کی مزاج پرسی کے لیے جاتے۔ محلے کی ایسی بوڑھی عورتیں جو بیوہ تھیں ان کا سودا سلف لا کر دیتے۔ اس کے علاوہ وہ سب جاننے والوں کے ہاں جا کر ان کی

خیریت پوچھتے۔ وہ بہت کم کسی کے ہاں چائے یا شربت پیتے۔ اگر کوئی بہت ہی زیادہ اصرار کرتا تو آدھی پیالی چائے یا آدھا گلاس شربت پیتے۔ وہ بہت سے لوگوں کو دیسی دوائیں مفت بنا کر دیتے۔ ان کا مزے دار کھٹا میٹھا چورن تو سب کی ملکیت تھا۔ ان کا بنایا ہوا زیرے کا پانی لوگ آتے جاتے آدھا آدھا پیالہ بھر کر پیتے۔ نظام چاچا خوش ہوتے اور کہتے :

"بھائی! اور پیو' ارے بیٹے! اور پیو یا اری بہن! اور پیو' بلکہ ایک پیالہ گھر لے جاؤ۔ پپو اور گڈو کو بھی پلا دینا۔"

اگر محلے میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو نظام چاچا اس دن رکشا نہیں چلاتے۔ کفن دفن میں مرحوم یا مرحومہ کے گھر والوں کی مدد کرتے اور فاتحہ میں شرکت کرتے۔ وہ اکثر ایسے موقعوں پر یوں روتے گویا مرحومہ یا مرحوم ان کے سگے رشتے داروں میں سے تھا! نظام چاچا کسی طالب علم یا بچے کی موت کو برداشت نہیں کر پاتے تھے۔ ایسے موقعے پر وہ دو دو' تین تین دن سوگوار رہتے۔ سنا ہے کہ ان کے بچے فسادات میں ختم ہوگئے تھے' اس لیے ان کو کسی بچے کی موت کا صدمہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔

نظام چاچا کی خوارک بہت سادہ تھی۔ وہ لباس بھی سادہ پہنتے تھے۔ ان کے اخراجات نہ ہونے کے برابر تھے۔ پھر آخر ان کی ساری آمدنی کہاں جاتی تھی؟ لوگ ان کی آمدنی کے بارے میں بڑی چہ مہ گوئیاں کرتے تھے۔ کئی بار اسلم معصومانہ اور بھولے بھالے انداز میں پوچھا کرتا:

"نظام چاچا! آپ کے روپے کہاں جاتے ہیں؟" تو وہ لمبی آہ بھرتے' مگر ان کی آنکھوں میں جگنو چمکنے لگتے اور پھر وہ گفت گو کا رخ دوسری طرف موڑ دیتے اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کچھ کہتے نظر آتے۔

نظام چاچا کے گیراج کے آگے بڑی سی دری بچھا دی گئی تھی۔ محلے کے بزرگ صوفی اصغر سے سب لوگ کفن دفن کے لیے ہدایات لے رہے تھے۔ پورا محلہ سوگوار تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں۔ گزشتہ رات تک وہ بالکل ٹھیک تھے۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ دودھ گرم کرنے جارہے تھے کہ ایک دم ان کے سینے میں درد اٹھا۔ وہ چارپائی پر لیٹ گئے اور چند ہی لمحوں بعد اللہ میاں کو پیارے ہو گئے۔ ان کی موت کی اطلاع سب سے پہلے محلے کے ایک پڑوسی نے دی جو کسی کام سے ان کے پاس گئے تھے۔ انتقال کے وقت نظام چاچا کی عمر

نوے سال تھی۔

دوپہر کے وقت ان کا جنازہ اٹھا۔ سب ہی لوگ قبرستان تک گئے۔ عصر کے وقت وہ اپنے دائمی گھر (قبر) میں آرام کر رہے تھے۔

شام کو صوفی اصغر نے تجویز پیش کی کہ محلے کے امین اور ذمے دار لوگوں کو نظام چاچا کے سامان کو اپنی تحویل میں لے لینا چاہیے۔ ایک صاحب بولے کہ نظام چاچا کے ٹین کے صندوق میں بڑی دولت ہو گی جو ہم مسجد میں جمع کرا دیں گے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

نظام چاچا کے سامان میں چند کپڑے، ایک کرسی، ایک میز، ایک چارپائی اور ایک ٹین کا ٹوٹا پھوٹا صندوق نکلا۔ وہ صندوق صوفی اصغر نے خود کھولا۔ اس میں بہت سے مڑے تڑے کاغذات اور رسیدیں تھیں۔ رسیدیں پڑھ کر پتا چلا کہ نظام چاچا اپنی آمدنی کا بڑا حصہ مدرسوں اور ایسے اسکولوں کو دیتے تھے جو مالی مشکلات کا شکار تھے۔ انھوں نے کئی اسکولوں کے غریب طالب علموں کے وظیفے بھی باندھ رکھے تھے۔ ان رسیدوں کے علاوہ کچھ شکریے کے خط بھی تھے جن کو پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ خاموشی سے اپنے محلے اور شہر کے غریب اور مستحق طالب علموں کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ ایک خط امریکا سے آیا ہوا بھی ملا، جس میں ایک طالب علم نے لکھا تھا کہ وہ ان کی وجہ سے تعلیم یافتہ بنا اور آج ایک بڑے سائنسی ادارے میں اعلا افسر ہے۔

جس جس نے ان رسیدوں کو دیکھا اور خطوط کو پڑھا نظام چاچا کو خراج تحسین پیش کیا۔

انھی کاغذات میں ایک بوسیدہ سی کاپی بھی تھی۔ اس کے پہلے صفحے پر نظام چاچا نے انتہائی ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ زبان میں لکھا تھا:

"مجھے علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا، مگر میرا باپ مر گیا۔ میں تیسری جماعت سے آگے نہ پڑھ سکا۔ میں محنت مزدوری کرنے لگا۔ اب میں بچوں کو علم حاصل کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں۔"

اس تحریر کو پڑھ کر سب کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اسلم نے جو اس وقت موجود تھا اور اکثر نظام چاچا کو اخبار اور رسالے پڑھ کر سناتا تھا اپنے معصوم سے دل میں عہد کیا کہ وہ بھی پوری زندگی نظام چاچا کی طرح علم کے فروغ کے لیے کام کرے گا۔

ہمارے کان

محمد علی طاھر،

کان ایک ایسا عضو ہے جس سے آواز کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ آواز کو جمع کرکے اسے دماغ تک پہنچانے کا کام انجام دیتا ہے۔ اس کے تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ بیرونی کان ۲۔ وسطی کان ۳۔ اندرونی کان

بیرونی کان (External Ear)

یہ کان کا وہ حصہ ہوتا ہے جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اور آواز کو وصول کرکے ایک ٹیوب کے ذریعہ سے کان کے درمیانی یا وسطی حصے تک پہنچاتا ہے۔

وسطی کان (Middle Ear)

یہ حصہ آواز کی لہروں کو بڑھا کر اندرونی کان تک بھیجتا ہے۔ یہ تین ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ ہتھوڑا ۲۔ اہرن (سندانی ہڈی) ۳۔ رکابی ہڈی

یہ ہڈیاں انسانی جسم میں سب سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ بیرونی کان کے درمیان ایک پردہ ہوتا ہے جو آواز کی موجوں سے مرتعش ہوتا ہے۔ یہ تینوں ہڈیاں آواز کو بڑھا کر اندرونی حصے تک پہنچاتی ہیں۔

اندرونی کان (Internal Ear)

کان کا یہ حصہ گھونگے کی شکل سے ملتا ہے۔ اس میں ایسے باریک اعصابی ریشے ہوتے ہیں جو مختلف آوازوں سے متاثر ہوکر ان کا اثر دماغ تک پہنچاتے ہیں اور یوں آواز کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں :
۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھئے۔
۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھئے، جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے، اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

آنکھوں سے پانی بہتا ہے

س : عمر ۱۷ سال ہے۔ میری آنکھوں سے پانی بہتا ہے۔ ازرہ کرم کوئی حل تجویز فرمائیں۔

عدنان ساجد علی

ج : میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کو چاہیے کہ احتیاطاً اپنی آنکھوں کا معائنہ کسی ماہر امراض

چشم سے کرالیں۔ ممکن ہے کہ آنکھ میں خرابی نہ ہو بلکہ ناک میں کوئی خرابی ہو اور نالی بند ہو۔
آپ خالص عرق گلاب کے چند قطرے رات سوتے وقت آنکھوں میں ٹپکا لیا کریں۔

مسوڑے خراب ہیں

س : عمر ۲۰ سال ہے۔ میرے مسوڑے خراب ہیں۔ جب ٹوتھ پیسٹ کرتا ہوں تو خون آتا ہے اور اکثر نزلہ زکام رہتا ہے۔ خالد جواد علوی

ج : مسوڑے جب خراب ہوتے ہیں اور ان میں پیپ پڑجاتی ہے تو اس سے دانت تو خراب اور کم زور ہوتے ہی ہیں، مگر اس سے مسوڑوں کا درد شروع ہو سکتا ہے۔ اس سے گلے خراب ہوسکتے ہیں۔ آپ نے شاید بے توجہی سے کام لیا ہے اور دانتوں کی صفائی سے غفلت برتی ہے۔ اب آپ خیال رکھیں اور سب نونہال سمجھ لیں کہ رات کو بغیر دانت صاف کیے سونے سے مسوڑے گل جاتے ہیں۔

خالد جواد علوی صاحب! آپ نیم کے تازہ پتوں کو جوش دے کر چھان کر اس پانی سے بہت دنوں تک کلیاں کریں، خاص کر رات کو۔

اپنی غذا سے بڑے کا گوشت خارج کردیں۔ بڑے کا گوشت مسوڑوں کو پگھلا دیتا ہے۔ بُرا ہے۔ مضر ہے۔

نظر کم زور ہے

س : عمر ۱۵ سال ہے۔ میری نظر کم زور ہے اور آنکھوں کے گرد کالے حلقے ہیں جس سے میرا چہرہ بُرا لگتا ہے ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ ارم سلطان جہاں

ج : پہلی بات تو یہ ہے کہ امراض چشم کے کسی اچھے معالج سے آنکھوں کا ٹیسٹ کرالیں۔ اگر نظر کم زور ہے اور عینک کی ضرورت ہے تو فی الحال عینک لگالینی چاہیے۔

جب اودی گاجریں آنی شروع ہو جائیں۔ آدھا کلو گاجروں کا رس نکال کر ایک گلاس روز پینا شروع کردیں۔ یہ بہترین علاج ہے۔

ہمدرد سے خمیرہ ہمدرد لے لیں۔ ایک چمچہ (۱۰گرام) خمیرہ ایک ماہ تک روز کھالیا

کریں۔ اس میں حیاتین الف موجود ہے جو کہ آنکھوں کے لیے خوب ہے۔

امی کا دل گھبرا؟

س : امی کی عمر ۳۰ سال ہے۔ ان کا دل گھبراتا ہے اور چہرے پر سوئیاں سی چبھنے لگتی ہیں، سر میں آگ سی لگتی ہے اور حلق کی نالی بند ہونے لگتی ہے۔ علاج تجویز فرمائیں۔

عتیق الرحمٰن گلزار

ج : محترمہ امی جان کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کسی اچھے معالج سے مشورہ کرلیں تو اچھا ہے۔ اس حال سے میری سمجھ میں بات نہیں آئی ہے۔

نزلہ، بخار، کھانسی

س : عمر ۲۰ سال ہے۔ قد پانچ فیٹ ہے۔ ایک سال سے نزلہ کی شکایت ہے۔ ساتھ میں بخار، ہلکی کھانسی اور گلے میں خراش بھی ہوتی ہے۔ طاہرہ انجم

ج : میرا اندازہ یہ ہے کہ آپ کے جسم میں وٹامن 'سی' کی کمی ہو گئی ہے۔ اس کمی کو دور کرنا چاہیے۔ آپ ہمدرد سے یا کسی اور اسٹور سے ۵۰۰ ملی گرام وٹامن 'سی' کی ٹکیاں خرید لیجیے اور تخم میتھی چائے کے دو چمچوں کے برابر لیں۔ اسے ڈیڑھ کپ پانی میں جوش دیں۔ چھان لیں۔ یہ ایک ٹکیا وٹامن سی کھا کر اوپر سے تخم میتھی کا یہ جوشاندہ پی لیں۔ دس دن صبح اور رات سوتے وقت اور پھر صرف ایک وقت ۲۰ دن تک۔ انشاء اللہ اس ایک تدبیر سے نزلہ زکام وغیرہ کو شفا مل جائے گی۔

○ ○ ○ ○ ○

اے۔حمید

خلائی ایڈونچر سیریز

قسط نمبر ۳

قبر کا زینہ

(تسلسل کے لیے پچھلے ماہ کا پیامِ تعلیم ملاحظہ فرمائیں)

غار زمین کے اندر اتر رہا تھا۔

عمران کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جسم بے حس تھا مگر وہ خلائی آدمیوں کے قدموں کی بھاری چاپ سُن رہا تھا۔ غار میں اندھیرا تھا۔ فضا میں کسی عجیب قسم کی دوائی کی بُو رچی ہوئی تھی۔ عمران خلائی آدمی کے کندھے سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کے دونوں بازو غار کے فرش کو چھو رہے تھے۔ غار ایک طرف مُڑ گیا۔ آگے لوہے کا ایک بند دروازہ تھا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں جا کر رُک گئے۔ ایک نے دروازے کو اپنی انگلی سے چھُوا۔ دروازے کا آہنی پٹ ایک طرف کو کھسک گیا۔ یہ ایک تنگ و تاریک کوٹھری تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک اسٹریچر لگا تھا۔ انھوں نے عمران کو اسٹریچر پر ڈالا اور بھاری قدم اٹھاتے کسی مشینی آدمی کی طرح کوٹھری سے باہر نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی دروازے کا آہنی پٹ بند ہوگیا

عمران اسٹریچر پر بے حس و حرکت ایک مردے کی طرح پڑا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ اندھیری چھت کو تک رہا تھا۔ اس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی مخلوق

نے شگاف کھول کر اس کے لیے پھندا تیار کیا تھا اور وہ اس میں پھنس گیا۔ خلائی مخلوق کو اس کے وہاں آنے کا پتا چل گیا تھا۔ عمران کالے سانپ پر بڑا حیران تھا کہ عین موقع پر اس نے اسے شگاف میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ کالا سانپ اس کا ہمدرد تھا۔ عمران مصیبت میں ضرور پھنس گیا تھا، مگر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی کوشش اور اللہ کی مدد سے بہت جلد خلائی مخلوق کی قید سے فرار ہو جائے گا۔ اسے اپنی امی ابو اور شیبا کا خیال آنے لگا۔ جب وہ گھر نہ پہنچا تو یہ لوگ کس قدر پریشان ہوں گے۔

عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک آواز اسے برابر سنائی دے رہی تھی۔ یہ کسی جگہ پانی گرنے کی آواز تھی۔ آواز مدھم تھی اور مسلسل آ رہی تھی۔ لگتا تھا زمین کے نیچے کسی جگہ پہاڑی شگاف میں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ عمران اللہ سے اپنے وطن کے لوگوں اور اپنی سلامتی کی دعا مانگنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا دماغ وہاں سے فرار کے منصوبوں پر بھی غور کر رہا تھا۔ اگرچہ فرار کا کوئی راستہ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری تھی اور ہوش و حواس کو قائم رکھا تھا۔

شیبا کو معلوم تھا کہ عمران آسیبی قبرستان جائے گا۔ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ کالج سے فارغ ہو کر وہ اپنے مکان پر آکر گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ عمران کا ٹیلی فون کیوں نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی تک آسیبی قبرستان میں ہی ہو۔ جب شام ہو گئی اور عمران کا کوئی ٹیلی فون نہ آیا تو

شیبا گھر سے نکلی اور سیدھی عمران کی کوٹھی پہنچ گئی۔ وہاں عمران کی امی اور ابو کسی قدر پریشان تھے۔ کیوں کہ عمران ابھی تک کالج سے واپس نہیں آیا تھا۔ شیبا نے انھیں یہ بالکل نہ بتایا کہ عمران کہاں گیا ہوا ہے۔ بلکہ کہنے لگی کہ میں ادھر سے گزر رہی تھی سوچا آپ سے ملتی چلوں گھر میں عمران کو نہ پا کر شیبا بھی کچھ گھبرا سی گئی۔ مگر اس نے اپنی گھبراہٹ کو چھپائے رکھا اور عمران کے امی ابو کو حوصلہ دینے لگی کہ وہ کسی دوست کے ہاں بیٹھا ہو گا ابھی آ جائے گا۔ عمران کی امی نے کہا:

"جب کبھی اسے دیر ہو جائے تو وہ گھر فون ضرور کر دیا کرتا ہے۔ ابھی تک اس کا فون بھی نہیں آیا۔"

بات واقعی پریشانی کی تھی۔ شیبا نے انھیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"آنٹی آپ پریشان نہ ہوں میں کالج جا کر پتا کرتی ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ کالج میں دوستوں کے ساتھ گپیں لڑا رہا ہو۔"

یہ کہہ کر شیبا اپنی چھوٹی سی گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس آ گئی۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے عمران کے سب دوستوں کے گھر فون کیا۔ عمران کسی جگہ بھی نہیں تھا۔ شام کے سائے رات کی تاریکی میں ڈھلنے لگے تھے۔ شیبا کی پریشانی بڑھنے لگی۔ ضرور عمران کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ مجھے اس کی مدد کو جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر شیبا نے اپنی ممی سے کہا کہ میں اپنی ایک سہیلی کی سال گرہ پارٹی میں جا رہی ہوں۔ جلدی واپس آ جاؤں گی۔

شیبا گاڑی میں بیٹھی اور تیز رفتاری سے آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہر کی سڑکوں اور عمارتوں میں بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی گاڑی شہر سے باہر آ گئی تھی۔ وہ سڑک چھوڑ کر

قبرستان کے ٹیلوں کو جانے والے کچے راستے پر اُتر گئی۔ یہاں رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ شیبا نے اپنی گاڑی کی بتیاں روشن نہیں کی تھیں۔ گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی تھی۔ آسیبی قبرستان کے سیاہ ٹیلے سامنے نظر آنے لگے تھے۔ شیبا نے قبرستان کی ویران ڈیوڑھی کے باہر دیوار کے ساتھ گاڑی کھڑی کی۔ باہر نکل کر قبرستان کی طرف نگاہ دوڑائی۔ آسیبی قبرستان کے ٹنڈ منڈ درخت اور شکستہ پرانی قبریں شروع رات کے اندھیرے میں ڈوب رہی تھیں۔

شیبا کو اتنا معلوم تھا کہ خلائی سگنل میں قبرستان کے پیچھے کسی جگہ کا ذکر تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی قبرستان کے پچھلے حصے کی جانب آ گئی۔ یہاں سے خشک سوکھی جھاڑیوں سے بھرا ہوا کچا راستہ دو ٹیلوں کے درمیان میں سے ہو کر گزر گیا تھا۔ فضا میں ایسی گہری خاموشی تھی کہ شیبا کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ جھاڑیوں میں چل کر کچھ دور تک گئی مگر اسے عمران کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ پھر وہ قبرستان میں آ کر پرانی قبروں میں گھومنے لگی۔ اس نے ایک دو بار عمران کو آہستہ سے آواز بھی دی مگر عمران وہاں ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ وہ ایک چبوترے والی قبر کے قریب سے گزری تو اسے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ شیبا کے قدم وہیں رک گئے۔ آواز بند ہو گئی تھی۔ وہ چبوترے کی دوسری طرف آہستہ آہستہ چل کر آئی۔ یہاں قبر کے پتھر بکھرے پڑے تھے۔ قبر کے پہلو میں اسے ایک گڑھا دکھائی دیا۔ وہ چبوترے پر چڑھ کر قبر کے گڑھے کو جھک کر دیکھنے لگی۔ وہ یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی کہ گڑھے میں پتھر کی چھوٹی سیڑھیاں نیچے اُتر رہی تھیں۔ شیبا نے عمران کو ایک بار پھر

آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔
شیبا ہر حالت میں عمران کو ڈھونڈ نکالنا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر کہ شاید عمران گڑھے کے نیچے کہیں بے ہوش پڑا ہو۔ وہ قبر کا زینہ اُتر گئی۔ جوں ہی وہ آخری سیڑھی پر آئی اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ نیچے گر پڑی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ زینے کے اوپر قبر کی چھت میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی لکیر اس کے جسم پر گری اور شیبا کا جسم پتھر کی طرح بے حس ہو گیا۔ اس نے اُٹھ کر بھاگنا چاہا مگر وہ اپنا جسم تو کیا اپنی اُنگلی بھی نہ ہلا سکی۔ اس نے چیخ مار کر کسی کو مدد کے لیے بلانے کی کوشش کی مگر آواز اس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔ وہ آواز نکال ہی نہ سکی۔
شیبا کا ذہن اسی طرح برابر کام کر رہا تھا۔ آنکھیں بھی زندہ تھیں۔ وہ سُن رہی تھی۔ دیکھ رہی تھی مگر جسم سارے کا سارا پتھر بن گیا تھا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا ہے اور نیلی روشنی قبر کی چھت میں کہاں سے نکلی تھی۔
اچانک اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے اندھیرے میں پڑے پڑے اپنی آنکھیں گھما کر سامنے کی طرف دیکھا۔ قبر کے نیچے ایک تنگ و تاریک راستہ تھا۔ اِدھر سے دو انسانی ہیولے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے شیبا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ دونوں وہی خلائی آدمی تھے جنھوں نے اس سے پہلے عمران کو بے حس کر کے غار کی کوٹھری میں قید کیا تھا۔ شیبا نے ان دو پُراسرار انسانوں کو دیکھا تو خوش ہوئی کہ شاید وہ کوئی گورکن ہیں اور اس کی مدد کرنے آئے ہیں۔ مگر دونوں خلائی آدمی شیبا کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک خلائی آدمی نے شیبا کو

بورے کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور قبر کے اندر والے تنگ و تاریک غار میں آگے آگے چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اب شیبا سمجھ گئی کہ یہ دونوں خلائی مخلوق ہیں اور اُسے قید کر کے لیے جا رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ عمران کو بھی اسی خلائی مخلوق نے ہی قید کیا ہو۔ شیبا کے دل میں یہی خیال آرہا تھا۔ قبر کے نیچے غار میں چلتے ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ وہ شگاف آہنی دروازے نے بند کر دیا جس کی سیڑھیاں اُترنے کے بعد شیبا مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

یہ غار قبروں کے نیچے سے ہوتا ہوا اسی ٹیلے کے تہ خانے میں چلا گیا تھا جس کی ایک کوٹھڑی میں عمران بند تھا۔ خلائی آدمیوں نے شیبا کو بھی ایک الگ کوٹھری میں لے جا کر اسٹریچر پر ڈالا اور آہنی دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ شیبا بے حس و حرکت اسٹریچر پر پڑی اندھیری کوٹھری میں چھت کو گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب شاید وہ کبھی اس عذاب سے نجات حاصل نہ کر سکے گی۔

شیبا جب رات کو واپس گھر نہ پہنچی تو اس کے ڈیڈی ممی پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ شیبا کو جگہ جگہ تلاش کیا گیا۔ پولیس میں رپورٹ درج کرا دی گئی۔ دوسری طرف عمران کے امی ابو بھی سخت پریشان تھے کہ عمران کہاں غائب ہو گیا۔ انھوں نے بھی تھانے میں رپورٹ درج کرا دی۔ پولیس نے ان دونوں کی تلاش شروع کر دی۔ مگر پولیس کے یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق نے آسیبی قبرستان کے نیچے اپنی خفیہ کمین گاہ میں قید میں ڈال رکھا ہے۔

شیبا اور عمران کو گم ہوئے دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن رات کو بارہ بجے کے بعد آسمان سے پھر وہی خلائی اُڑن طشتری آسیبی

قبرستان کے ٹیلوں میں خاموشی سے اُتری۔ اس میں سے ایک خلائی آدمی جس نے نیلا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا، نکلا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں اس کے استقبال کو پہلے سے موجود تھے۔ اس نیلے سوٹ والے خلائی آدمی کا نام طوطم تھا۔ طوطم خلائی مخلوق کا چیف سائنس دان تھا اور قاتل مشن کے سلسلے میں زمین پر اپنی خفیہ کمیں گاہ میں آیا تھا۔ ٹیلے کے شگاف کا آہنی دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ طوطم اپنے خلائی ساتھیوں کے ہمراہ غار میں داخل ہو گیا۔ آہنی دروازہ بند ہو گیا۔

اس زمین دوز غار کے ایک تہ خانے میں اس خلائی مخلوق نے ایک مختصر سی لیبوریٹری قائم کر رکھی تھی۔ اس لیبوریٹری میں وہ خلائی تابوت ایک میز پر رکھا تھا جو دو روز پہلے خلائی جہاز سے اتار کر وہاں لایا گیا تھا۔ طوطم چیف نے لیبوریٹری میں داخل ہوتے ہی خلائی تابوت پر نگاہ ڈالی اور پوچھا:

"دنیا کے ٹائم کے حساب سے ابھی تابوت کھولنے میں کتنے گھنٹے باقی ہیں؟"

خلائی آدمی نے فوراً کہا:

"دنیا کے ٹائم کے حساب سے اسے کل رات ایک بجے کھولا جائے گا چیف!"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر طوطم چیف کونے میں دیوار کے ساتھ لگے شیشے کے قد آدم سائز کے سلنڈر کے پاس آگیا۔ پھر پلٹ کر بولا:

"ہمارے دونوں قیدی کہاں رکھے ہوئے ہیں؟"

دوسرے خلائی آدمی نے کہا:

"چیف! دونوں کو غار میں الگ الگ جگہ بند کر دیا گیا ہے۔"

طوطم چیف نے بھاری آواز میں کہا:
"خبردار وہ یہاں سے فرار نہ ہونے پائیں۔ اگر فرار ہو گئے تو ہمارے خلائی مشن کا راز کھل جائے گا۔ کیوں کہ یہ دونوں اس جگہ سے واقف ہو چکے ہیں۔"
خلائی آدمی بولا:
"چیف! ہم نے ان کے جسم سُن کر دیے ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتے۔"
طوطم نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہا:
"گریٹ کنگ کو تعجب ہوا ہے کہ اس لڑکے عمران کو ہماری خفیہ لیبوریٹری کا کیسے پتا چل گیا۔ اگر اسے ہمارے قاتل مشن کا علم نہ ہوتا تو وہ ہمارا سراغ لگانے کبھی یہاں تک نہ پہنچتا۔"
دوسرا خلائی آدمی کہنے لگا:
"چیف! ہو سکتا ہے اس لڑکی شیبا اور عمران میں سے کسی نے ہمارے خلائی سگنل کو پکڑ لیا ہو۔ کیوں کہ ان کی اسکینگ رپورٹ سے ہمیں پتا چلا ہے کہ یہ دونوں اس دنیا کی اعلا کمپیوٹر ٹیکنیک کے ماہر ہیں۔"
"ہوں۔" طوطم ٹہلتے ہوئے بولا، "ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اچھا ہوا کہ دونوں اپنے آپ ہمارے پھندے میں پھنس گئے۔"
پہلا خلائی آدمی کہنے لگا:
"چیف! ہم نے انھیں کس لیے زندہ رکھا ہوا ہے انھیں اس وقت ختم کر دینا چاہیے تاکہ ہمارے راز کے فاش ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

(کیا شیبا اور عمران قتل کر دیے گئے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے ستمبر ۱۹۹۶ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں)

بہترین دو، بہترین لو

ڈاکٹر داؤد صالح

دسہرے کا تہوار تھا۔ بستی کے راستوں سے راجا گزرنے والا تھا تاکہ عوام اس کا دیدار کریں اور اس کے ہاتھ سے کھانا اور تحفے وصول کریں۔ بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ اس بھیڑ میں ایک بھکاری بڑے جوش و خروش سے آگے گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے کشکول میں مٹھی بھر چاول تھے جو راجا کے ایک آدمی نے جو آگے آگے چل رہا تھا اسے دیے تھے' لیکن وہ اس سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ تو چاندی یا سونے کے سکّے کا خواہش مند تھا۔ وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا راجا کے ہاتھی کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ بڑی امید لیے انتظار کرنے لگا اور جب اس کی باری آئی تو وہ راجا کے ہاتھی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"میرا پیالہ۔ میرا پیالہ" اس نے چلا کر کہا اور اپنے کشکول کو اونچا اٹھایا تاکہ راجا کا دھیان اس طرف ہو سکے۔ راجا نے مہابت کو حکم دیا کہ ہاتھی روک لو۔

"یہ میرا پیالہ ہے۔ مجھے کچھ خیرات دو۔" فقیر نے بلند آواز سے کہا۔

راجا نے ہمدرانہ نظروں سے اسے دیکھا پھر نہایت نرمی سے کہا:

"پہلے تم مجھے کچھ دو۔"

فقیر یہ سن کر حیران ہوا' لیکن راجا نے دوبارہ یہی خواہش ظاہر کی۔ مایوسی اور بددلی سے فقیر نے اپنے پیالے میں سے چاول کا ایک دانہ نکالا اور راجا کی طرف نفرت اور غصّے سے اچھال دیا۔

راجا نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ اس نے فقیر کے پیالے میں کچھ پھینکا' لیکن اس کا چہرہ رنجیدہ تھا۔

فقیر نے بڑے شوق سے اس چیز کو پکڑ کر اٹھایا اور دیکھا کہ وہ سونے کا ایک ٹکڑا تھا' جو چاول کے دانے کے برابر تھا۔ فقیر نے زور سے کہا:

"میں بھی کتنا بے وقوف ہوں۔ میں نے اپنے سارے چاول کیوں نہ دیے۔"

لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ راجا کا ہاتھی دور نکل چکا تھا۔

ہر پہلی جنوری کو اپنے نئے سال کے ارادے بناتے وقت میں اس کہانی کو یاد کرتا ہوں، حال آنکہ ایسے بہت سے مقاصد اور اصول ہوتے ہیں، جو مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ:

"جو کرنا ہے ابھی کرو۔"

"ستاروں پر نظر رکھو، تم پہاڑ تک تو پہنچ ہی جاؤ گے۔" وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ اور کئی حوصلہ بڑھانے والے مقولے ہیں جو ہمیں کارڈوں اور رسالوں میں ملتے ہیں اور ہم انھیں آنے والے سال میں اپنانے کا ارادہ کر لیتے ہیں، لیکن سالہا سال سے جب سے میں نے یہ کہانی پڑھی ہے میں ہر سال اس عزم کو دہراتا ہوں، یعنی آپ دنیا کو اپنی بہترین چیز دیں۔ اس کے جواب میں دنیا آپ کو بہترین چیز دے گی۔

پھر اس پر عمل در آمد میں جلدی کریں۔ اس فقیر کی طرح نہیں، جس نے فیصلہ کرنے میں دیر لگا دی اور راجا کا ہاتھی دور نکل گیا۔

گھڑے کا پانی

اکثر ہمارے ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ مٹی کے گھڑے میں پانی کیوں ٹھنڈا رہتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مٹی کے برتنوں میں باریک باریک مسام یا سوراخ ہوتے ہیں۔ مٹی کے گھڑے کا پانی ابخرات کی صورت میں ان مساموں سے نکلتا رہتا ہے۔ گھڑے سے باہر آکر یہ ہوا سے ٹکراتا ہے۔ چوں کہ اس طرح زیادہ حرارت والے پانی کے سالمے باہر آتے رہتے ہیں، اس لیے گھڑے کے پانی میں درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے اور وہ ٹھنڈا رہتا ہے۔ اس کے برعکس شیشے کے جگ یا کسی بھی بے مسام برتن میں پانی جلد گرم ہو جاتا ہے۔

مرسلہ: حافظ عمار اشرف ساند، بورے والا

ایک تاریخی کہانی

دو کام، دو نتیجے

نفطو زیدی

اب سے کوئی سو برس پہلے کی بات ہے۔ گرمیوں کی بھری دوپہر میں لمبے قد کا ایک پتلا دبلا لڑکا بستی نظام الدین اولیا سے دلی جا رہا تھا۔ اس راستے پر ایک نواب صاحب بھی سفر کر رہے تھے جو اپنے ہاتھی پر سوار تھے۔ نواب صاحب کا ہاتھی پیدل سفر کرنے والے لڑکے کے پاس سے گزار تو انھوں نے ہاتھی رکوا کر لڑکے سے سوال کیا: "میاں! اس چلچلاتی دھوپ میں پیدل کہاں جا رہے ہو؟"

لڑکے نے جواب دیا: "دلی جا رہا ہوں جناب! کرایہ ادا کرنے کے لیے جیب میں پیسے نہیں، اس لیے پیدل ہی جایا کرتا ہوں۔"

"اوہو یہ تو بڑی بُری بات ہے، اچھا تم یوں کرو ہمارے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو جاؤ۔ ہم بھی دلی ہی جا رہے ہیں۔ تمھیں پہنچا دیں گے۔"

نواب صاحب کی یہ بات سن کر لڑکا خوش ہوگیا۔ فیل بان نے اُسے اوپر چڑھایا اور وہ ذرا دیر بعد نواب صاحب کے برابر عماری میں جا بیٹھا۔

اس لڑکے کا لباس تو بالکل معمولی تھا، لیکن شکل صورت سے وہ کسی شریف گھرانے کا لگتا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: "تمھارے ابا کا کیا نام ہے میاں صاحب زادے! اور تم کہاں رہتے ہو؟"

"جی، میں درگاہ خواجہ نظام الدین میں رہتا ہوں اور میرے والد عاشق علی صاحب اس درگاہ کے متولی ہیں۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"ارے اوہ! تو گویا تم پیر زادے ہو۔ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے خاندان سے ہو۔ اللہ کی خاص مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں تمھاری خدمت کا موقع دیا۔" یہ کہہ کر نواب صاحب نے جیب سے ریشمی رومال نکالا اور لڑکے کے چہرے اور پیروں کی گرد صاف کر کے بہت ادب کے ساتھ اسے اپنی آنکھوں سے لگایا۔

لڑکا حیران ہو کر نواب صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی حالت میں اچانک ایسی تبدیلی آجائے گی کہ بہت شان والے نواب صاحب اس کے پیروں کی خاک کو آنکھوں سے لگائیں گے اور عزت کے ساتھ اپنے برابر ہاتھی پر بٹھائیں گے۔

نواب صاحب بہت محبت اور عقیدت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ایسے اونچے خاندان کے بیٹے کو ایسی خراب حالت میں دیکھ کر انھیں بہت رنج ہوا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولے: "صاحب زادے صاحب! اب یہ ہاتھی جس پر آپ بیٹھے ہیں آپ کا ہے۔ ہماری طرف سے یہ تحفہ قبول فرمایئے۔ دلی پہنچ کر ہم اپنی حویلی کے پاس اتر جائیں گے اور فیل بان آپ کو اس جگہ لے جائے گا جہاں آپ کہیں گے۔ فیل بان بھی آپ کا اور یہ ہاتھی بھی آپ کا۔"

غریب لڑکا بہت حیران ہو کر نواب صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔ نواب صاحب نے اس کی حالت کا اندازہ کر کے بہت محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولے "صاحب زادے صاحب! ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ آپ کے بزرگوں کا صدقہ ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم سب مسلمانوں کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ کے محترم بزرگوں کے صدقے ہی میں ملا ہے۔ اگر اللہ ان سے راضی نہ ہوتا اور ان کی دعائیں قبول نہ کرتا تو ہمیں اس ملک کی بادشاہت نہ ملتی۔ ہمیں افسوس ہے کہ اب ہماری مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے' انگریزوں کے آنے کے بعد ہماری آمدنی بالکل کم ہوگئی ہے۔ پہلے جیسے حالات ہوتے تو اس ہاتھی کے ساتھ ہم آپ کو اور بہت کچھ دیتے' بہرحال اب یہ معمولی سا تحفہ قبول کر لیجیے اور ہمارے حق میں دعا کیجیے۔"

غریب لڑکا اب ساری بات پوری طرح سمجھ چکا تھا۔ اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں جن میں بہت ذہانت ظاہر ہوتی تھی' نواب صاحب کی طرف اٹھائیں اور ادب سے بولا: "محترم نواب صاحب! میں یہ تحفہ لینے سے انکار نہیں کر سکتا' کیوں کہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے' اگر تمھارا کوئی بھائی کسی قسم کا تحفہ پیش کرے تو اسے قبول کیا کرو۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری عزت کی اور ایسا قیمتی تحفہ عنایت فرمایا' لیکن اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"شوق سے میاں' شوق سے! جو کچھ کہنا ہے بلا جھجک کہو۔" نواب صاحب نے بہت خوش

ہو کر کہا۔

"حضور نواب صاحب! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ہمارے بادشاہ کی جگہ اب اس ملک پر انگریز حکومت کر رہے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے جن کی ہم بہت عزت کرتے ہیں۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ ان کی ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ آدمی کو فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے' یعنی اللہ پاک نے جو کچھ دیا ہو اسے خوب سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہیے۔"

"ہاں ہاں میاں' ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ نہ صرف ہمارے بزرگوں نے یہ نصیحت کی ہے' بلکہ یہ تو اللہ پاک کا حکم ہے' قرآن مجید میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطانوں کے بھائی کہا گیا ہے' لیکن بیٹے' ہم نے جو تمھیں یہ معمولی سا تحفہ دیا ہے اسے فضول خرچی نہیں کہا جاسکتا۔ یقین کرو تمھیں اس حالت میں دیکھ کر ہمیں بہت زیادہ رنج ہوا ہے۔ کیا تم اس قابل تھے کہ گرمی کے موسم کی بھری دوپہر میں پیدل سفر کرو۔ ویسے بیٹے' سچ بات یہ ہے کہ ہم واقعی بہت فضول خرچ ہیں۔ بزرگوں کی چھوڑی ہوئی دولت اور بہت بڑی جائداد میں سے ہمارے پاس تمھیں دینے کے لیے یہ ہاتھی ہی رہ گیا تھا اور اپنا فرض سمجھ کر ہم نے یہ تمھاری نذر کر دیا قبول کر لو بیٹے' یہ ہم پر تمھارا احسان ہوگا۔"

لڑکا شرمندہ ہو کر بولا: "محترم نواب صاحب! میں نے یہ بات آپ کے بارے میں نہیں کہی تھی۔ آپ تو میرے محسن ہیں۔ آپ نے نہ صرف مجھے اپنے ہاتھی پر سوار کیا بلکہ یہ بہت قیمتی ہاتھی مجھے دے دیا۔ میں سچے دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے تو دراصل کچھ اور باتیں یاد آگئی تھیں۔ خاص طور سے یہ بات کہ اللہ پاک نے ہم مسلمانوں کو ہندستان جیسے بڑے ملک کا بادشاہ بنا دیا تھا اور ہماری نالائقی کے سبب اب سات سمندر پار سے آئے ہوئے انگریز اس کے مالک بن گئے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بات بھی یاد آگئی کہ میں جن بزرگوں کی اولاد ہوں ان کے لنگر سے سیکڑوں بھوکے روزانہ کھانا کھایا کرتے تھے اور علم حاصل کرنے کے لیے وہ سیکڑوں کوس پیدل سفر کر کے عالموں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' لیکن اب ہمارا یہ حال ہے کہ درگاہ کے چڑھاوے کے سوا آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ جو لوگ درگاہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں میرے بزرگ مختلف طریقوں سے ان کی جیبیں خالی کراتے ہیں اور پھر یہ پیسے

آپس میں بانٹتے وقت لڑتے جھگڑتے ہیں۔ محترم نواب صاحب! یہ ہاتھی جو حضور نے مجھے بخشا ہے جیسے ہی درگاہ پر پہنچے گا میرے رشتے دار مجھ سے چھین لیں گے۔ وہ کہیں گے یہ صرف تیرا نہیں بلکہ ہم سب کا ہے' کیوں کہ نواب صاحب نے خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی اولاد سمجھ کر تجھے دیا ہے۔ رہ گئی علم کی بات' تو اب ہمارا حال یہ ہے کہ میرے خاندان کے زیادہ بزرگ ایسے ہیں جو معمولی خط نہیں لکھ سکتے۔ خود میرے مرحوم والد صاحب کا حال یہ تھا کہ اگر ان کے نام کہیں سے خط آتا تو غیروں سے پڑھوا کر سنتے تھے"

یہ بات کرتے ہوئے لڑکے کی روشن آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ خود نواب صاحب بھی بہت اُداس ہوگئے تھے۔ وہ درد بھرا ٹھنڈا سانس لے کر بولے: "ہاں بیٹے! تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو' لیکن ہماری حالت تو اب اس شخص کی سی ہے جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔ کاش تم جیسا کوئی سمجھ دار شخص پہلے ہمیں مل جاتا' کاش!"

لڑکا ہاتھ کی ہتھیلی سے آنسو پونچھتے ہوئے بولا: "لیکن نواب صاحب محترم' میں ابھی عمر کی اس منزل میں ہوں کہ بگڑی ہوئی اپنی حالت ٹھیک کر سکتا ہوں اور میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی حالت ضرور ٹھیک کروں گا۔ میں محنت سے کماؤں گا بھی اور علم بھی حاصل کروں گا اور ان شاء اللہ اپنے آپ کو ایسا بناؤں گا کہ میرے اچھے کاموں کی وجہ سے میرے بزرگوں کی عزت بڑھے گی۔"

"ان شاء اللہ۔" نواب صاحب نے بہت محبت سے کہا۔ پھر کہا: "ہمیں یقین ہے بیٹے کہ اگر تم اپنے ارادے پر قائم رہے اور واقعی محنت کی تو ایک دن بڑے آدمی بن جاؤ گے۔ جو کوشش کرتے ہیں' اللہ پاک ان کی مدد فرماتا ہے۔ وعدہ کرو جب اللہ تمھیں کام یابی دے گا تو ہمیں یاد رکھو گے۔"

"جی ضرور' آپ میرے محسن ہیں۔ میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔" لڑکے نے کہا۔

بچو! اس کہانی میں تم نے جن نواب صاحب کا حال پڑھا وہ شیخ پورہ برناوہ کے رئیس نواب غلام نصیر خاں عرف نواب بدھن تھے اور جس لڑکے کا حال پڑھا وہ تھے ہندستان کے بہت بڑے ادیب' مصنف' اخبار نویس اور پیر شمس العلما خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

خواجہ صاحب نے بالکل چھوٹی عمر میں شان دار کام یابی حاصل کرنے کا جو ارادہ کیا تھا اس

پر قائم رہے اور اپنی محنت اور قابلیت سے کام یابی کی اس منزل پر پہنچے کہ ان کا شمار دنیا کے بڑے لوگوں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے خود لکھا ہے کہ بچپن میں وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور زیارت کے لیے آنے والوں کے جوتوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اس کام میں جو دو چار آنے مل جاتے تھے' ان سے گھر کا خرچ چلتا تھا اور پھر اللہ نے انھیں ایسی عزت دی کہ جب وہ کسی محفل میں آتے تو راجا' نواب ہاتھ باندھ کر استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حیدر آباد دکن کے ایک نواب صاحب نے تو اپنی مسہری کے سرہانے کی طرف اونچی جگہ بنوا کر ان کے جوتے رکھوا دیے تھے۔

دوسری طرف نواب بدھن کا یہ حال ہوا کہ ان کی بچی کھچی جائداد بھی بک گئی۔ ایک وقت تو ایسا آیا کہ قرقی سے بچنے کے لیے انھوں نے اپنی حویلی خواجہ حسن نظامیؒ صاحب کے نام لکھوا دی جس میں رہتے تھے۔

اگر کوئی آدمی کسی سے قرض لے اور ادا نہ کر سکے تو عدالت حکم دے دیتی ہے کہ جس نے قرض لیا تھا اس کی چیزیں' مکان' زمین وغیرہ نیلام کر کے اسے ان کی قیمت دے دی جائے جس سے قرض لیا گیا تھا۔ اسے قرقی کہتے ہیں اور یہ بہت بے عزتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔

یہ نواب صاحب امیر سے غریب ہوگئے تو اپنی عادتوں کی وجہ سے۔ فضول خرچ ہونے کے علاوہ وہ کچھ وہمی بھی تھے۔ خواجہ حسن نظامیؒ صاحب کے مرید اور خلیفہ ملا واحدی صاحب نے لکھا ہے کہ نواب صاحب کے حقے' لوٹے یا کسی اور چیز کو کوئی اور استعمال نہ کر سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے مہمانوں کے لیے ایک سو کے قریب حقے بنوا رکھے تھے۔ مہمان آتے تھے تو ان کے سامنے الگ الگ حقے رکھے جاتے تھے۔ وہ تو یقیناً یہی سمجھتے ہوں گے کہ مہمانوں کے سامنے الگ الگ حقے رکھوانے سے ان کی شان بڑھتی ہے' لیکن ایسا نہ تھا۔ انسان کی شان تو اچھی عادتیں اپنانے سے بڑھتی ہے جس طرح خواجہ حسن نظامیؒ کی شان بڑھی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا نواب بدھن جیسے لوگوں کا حال تو ویسا ہی ہوتا ہے جیسا ان کا ہوا۔ بزرگوں کی جائداد برباد کرنے کے بعد خود گم نامی کے پردے میں چھپ گئے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے ملا واحدی صاحب نے ان کے بارے میں چند باتیں لکھ دیں ورنہ کوئی جانتا بھی نہیں کہ کوئی نواب بدھن تھے۔

بچوں کی کوششیں

سوال جواب

سوال۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا" بندے کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے اس میں سے بہترین چیز کون سی ہے۔"

جواب۔ وزیر نے کہا۔ عقل سلیم، جس وہ اچھی زندگی بسر کر سکے۔

سوال۔ بادشاہ نے پوچھا، اگر اس کے پاس عقل نہ ہو تو؟

جواب۔ وزیر نے کہا، علم ادب جس سے وہ خوبی پاتا ہے۔

سوال۔ بادشاہ، نے پوچھا اگر اس کے پاس علم بھی نہ ہو تو؟

جواب۔ وزیر نے کہا دولت و ثروت جو اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتی ہے

سوال۔ بادشاہ نے پوچھا اگر اس کے پاس دولت بھی نہ ہو تو؟

جواب۔ وزیر نے کہا اگر اس کے پاس دولت بھی نہ ہو تو اس کے اوپر بجلی گرے یا اسے بیچ دریا میں غرق کر دیا جائے تاکہ مخلوقِ خدا کو اس سے نجات ملے۔

آئر لینڈ کے ایک ڈاکٹر نے اپنے آئرش مریض کو صحت کی بحالی کے لیے دودھ پینے کا مشورہ دیا۔

" میں دودھ ہرگز نہیں پیوں گا ڈاکٹر" مریض نے کہا۔ " یہ بڑی خطرناک چیز ہے میرا دوست دودھ پینے کے دوران ناگہانی موت کا شکار ہو گیا"

" یہ کس طرح ممکن ہے؟" ڈاکٹر صاحب نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہوا یہ کہ میرا دوست دودھ پی رہا تھا کہ گائے اس پر گر گئی"

ڈزنی لینڈ کی سیر

امریکا کے ایک عظیم انسان والٹ ڈزنی نے دنیا بھر کے بچوں کے لیے وہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ جسے دنیا کبھی نہ بھلا سکے گی۔ والٹ ڈزنی ایک ذہین فنکار تھا اسے بچوں سے بے حد محبت تھی اس کا یقین تھا کہ تفریحی مشغلوں کے ذریعے بچوں کو تعلیم و تربیت دینا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس لیے اس نے بچوں کے لیے دلچسپ کہانیاں لکھیں۔ اِن کہانیوں کو اس نے پرندوں اور جانوروں کے کارٹونوں کی شکل میں پیش کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ کہانیاں بچوں میں مقبول ہو رہی ہیں تو اس نے اِن کہانیوں کی کارٹونی فلمیں بنائیں۔ کارٹونی

فلموں کے علاوہ اس نے اصل پرندوں، جانوروں اور حیوانوں کی حقیقی فلمیں بھی بنائیں۔ ان فلموں کی وجہ سے وہ دنیا بھر میں مشہور ہو گیا۔

اس کی کہانیوں کے کردار پرندے جانور اور دوسرے حیوانات تھے جن میں بچے خاص طور پر دلچسپی لیتے ہیں اس نے سوچا کہ کیوں نہ بچوں کے لیے ایسی بستی بسائی جائے جہاں ان کی دلچسپی کے تمام سامان موجود ہوں، جہاں پہنچ کر بچے اپنی کہانیوں کے کرداروں کو چلتا پھرتا دیکھ سکیں اور ان سے محظوظ ہوں۔ ان کی تفریح بھی ہو جائے اور ان میں تجسس کا مادّہ بھی بڑھے۔ اس کا یہ خواب ڈزنی لینڈ کی شکل میں پورا ہوا۔ ڈزنی لینڈ ایک عجیب و غریب بستی ہے جو امریکا کی ریاست کیلی فورنیا کے مشہور شہر لاس انجلیز کے قریب بسائی گئی ہے اور ساٹھ ایکڑ رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔

ڈزنی لینڈ سات حصّوں میں بٹا ہوا ہے۔ ہر حصّہ دوسرے حصّے سے الگ ہے اور دلچسپیوں کی انوکھی دنیا لیے ہوئے ہے۔ ڈزنی لینڈ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے بازار نظر آتا ہے۔ یہ بازار ایک صدی پرانی طرز کا ہے۔ یہاں کی دکانیں، ریستوران، بینک، سواری کے لیے گھوڑا، ٹرام، پرانی وضع کی کاریں، دومنزلہ بسیں اور پرانے ماڈل کا ٹن ٹن کرتا فائر انجن، غرض ہر چیز سو سال پرانی نظر آتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم ایک صدی پہلے کی دنیا کی سیر کر رہے ہیں۔ بازار کے آخری سرے پر ایک الف لیلوی قلعہ ہے جسے سلیپنگ بیوٹی کا قلعہ کہتے ہیں۔ قلعہ سے باہر ہمیں ڈزنی کی کہانیوں کے مشہور کردار، مکی ماؤس، ڈونلڈ ڈک، گوفی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے اپنے انداز میں ٹہلتے کودتے نظر آتے ہیں۔ وہ تفریح کے لیے آنے والے بچوں اور بڑوں کے ساتھ اشاروں میں ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ لوگ ان کے ساتھ فوٹو کھنچواتے ہیں تاکہ یادگار رہے اور سند کے طور پر وہ اپنے دوستوں کو بتا سکیں کہ انھوں نے ڈزنی لینڈ کی سیر کی ہے۔

ڈزلینڈ کا ایک حصّہ جو کھم دیش کہلاتا ہے۔ اس میں ندیاں اور جنگل ہیں۔ کشتی میں بیٹھ کر لوگ جنگل کی سیر کے لیے نکلتے ہیں۔ کشتی میں ایک گائڈ ہوتا ہے۔ وہ پُراسرار جنگل کے خوفناک جانوروں کی روداد اس طرح بیان کرتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگوں سے وعدہ لیتا ہے کہ اگر جنگل کا سفر خیریت سے طے ہو گیا تو لوگ اسے انعام دیں گے۔ اس سفر میں سبھی جانور ملتے ہیں۔ چنگھاڑتے ہوئے ہاتھی، گرجتے شیر، چھلانگیں مارتے ہرن، درختوں سے لٹکے پھنکارتے اژدہے، نہاتے ہوئے گینڈے، ہیبت ناک وہیل مچھلی اور خونخوار شارک۔ وہیل مچھلی اچانک مسافروں پر حملہ کر دیتی ہے اور گائڈ اُسے بندوق سے ہلاک کر دیتا ہے۔ چھوٹے بچے ا ر خوف ... کر چیخ اٹھتے ہیں اور ...

بھی سہم جاتے ہیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ یہ جانور حقیقی نہیں بلکہ ربر اور پلاسٹک کے بنے ہیں اور الکٹرانک آلوں اور ٹیپ شدہ آوازوں کی مدد سے چلتے پھرتے اور آوازیں نکالتے ہیں۔

اس کے بعد لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر بچوں کی کہانیوں کی جادوئی دنیا اور پرستانی قلعوں کی سیر کرتے ہیں۔ یہاں عجیب و غریب چیزیں نظر آتی ہیں۔ لوگ ہاتھی جیسی ہوائی سواری پر اُڑتے ہیں۔ پہاڑوں اور ندی نالوں کو عبور کرتے ہوئے برفانی وادیوں میں پہنچتے ہیں۔ جہاں برف زاد آدمی سے ملاقات ہوتی ہے۔

ڈزنی لینڈ کا ایک حصہ طلسمی دیش کہلاتا ہے۔ یہاں ایک نہایت ہی حسین قلعہ نما عمارت ہے۔ جس کے گیٹ پر ہر گھنٹہ بجنے سے پہلے کچھ سپاہی بینڈ باجے کے ساتھ باہر نکلتے ہیں اور گھنٹہ بجانے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ بارہ بجے چونکہ گھنٹہ بجنے کا عمل دیر تک رہتا ہے لہٰذا تماشائیوں کا ایک سیلاب اس منظر کو دیکھنے کے لیے اُمڈ پڑتا ہے۔ وقت سے دو منٹ پہلے سپاہیوں کا ایک دستہ زرق برق لباس پہنے باہر نکلتا ہے۔ ایک نہایت ہی خوبصورت دُھن پر یہ سپاہی مارچ کرتے رہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس دُھن کو ٹیپ کر لیتے ہیں۔ مارچ کے بعد سپاہی بارہ کا گھنٹہ بجاتے ہیں اور مارچ کرتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ دلچسپ منظر دیکھ کر بھارتی سیاحوں کو حیدر آباد

ایک افیمی نے رات کے وقت پانی میں چاند کا عکس دیکھا اور اپنے دوست سے پوچھا یہ کیا ہے؟ دوست بولا یہ چاند ہے۔

... پہلا افیمی: اوہو تو ہم اتنے اوپر آگئے کہ چاند بھی نیچے رہ گیا ہے۔

کے سالار جنگ میوزیم کی یاد آجاتی ہے۔ یہاں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں سے ہر گھنٹے بعد ایک آدمی باہر نکلتا ہے، گھنٹہ بجاتا ہے اور اندر چلا جاتا ہے۔

اسی طرح یہاں بھوت بنگلہ نامی ایک عمارت بھی ہے لوگ اُس میں داخل ہوتے ہیں۔ دیواروں پر بڑی بڑی تصویریں نظر آتی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تصویریں حرکت میں آجاتی ہیں۔ کوئی منہ چڑھانے لگتا ہے، کوئی آنکھیں جھپکانے لگتا ہے۔ اِس عمارت میں ایسی بہت ساری چیزیں ہیں جنھیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بھوت نہیں ہوتے بلکہ کل پرزوں کے ذریعے ان کو حرکت میں لایا جاتا ہے۔

ایک جگہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان سے اُتر کر آپ ایک نہر پر پہنچتے ہیں۔ یہ نہر جگمگاتے غاروں میں سے گزرتی ہے۔ غاروں کی دیواروں پر مختلف ملکوں کے بچوں کی اپنی دنیا بھی ہے۔ کہیں آسٹریلین بچے کنگارو سے کھیل رہے ہیں تو کہیں چینی بچے کسی پکوڑا کے سامنے

کھیل رہے ہیں۔ ہر ملک اپنی اپنی مشہور عمارتوں، جانوروں اور پس منظر سے آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ بھارت کے بچوں کے پس منظر میں تاج محل نظر آتا ہے۔ عرب بچوں کے پیچھے اونٹ اور کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔ سیر کے دوران جو دُھنیں بجتی ہیں وہ بچوں کے گیتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ انھیں سن کر سیر کرنے والے بچّے بھی گنگنانے لگتے ہیں۔

ڈزنی لینڈ کا ایک دستور یہ ہے کہ وہ اپنے کسی نہ کسی کردار کی سالگرہ مناتے ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں ڈونلڈ ڈک کی پچاسویں سالگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر ایک بڑا جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں خوشنما جھانکیاں اور بینڈ باجے بھی تھے۔ ایک جھانکی میں بڑا سا کیک بنا ہوا تھا۔ بڑی بڑی موم بتیاں بھی تھیں اور ڈونلڈ ڈک ایک سجی ہوئی گاڑی میں سوار سر جھکا کر لوگوں کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ دوسرے ڈزنی کردار مثلاً مکی ماؤس گوفی وغیرہ بھی جلوس میں جھومتے، ناچتے اور گاتے چل رہے تھے اور بچوں کو کھلونے، فینسی ٹوپیاں اور ٹافیاں بانٹتے جاتے تھے۔ سیر کرنے والے بچے بھی جلوس میں شریک ہو جاتے ہیں۔

ڈزنی لینڈ کا رات کا منظر بھی نہایت دلکش اور پُر رونق ہوتا ہے۔ ساری بستی روشنی سے جگمگا اُٹھتی ہے اور پریوں کا دیس دکھائی دیتی ہے۔ جس طرح بھارت میں آنے والا سیّاح اگر تاج محل نہ دیکھے تو اُس کی سیر ادھوری رہتی ہے اُسی طرح امریکا جانے والا سیّاح اگر ڈزنی لینڈ نہ دیکھے تو اُس کی سیاحت بھی ادھوری کہلائے گی۔

[illegible]
[illegible] (مہاراشٹر)

مرغی کے انڈوں کی چوری

کسی گانو میں ایک بوڑھا رہتا تھا اس کی ایک جھونپڑی تھی جس میں وہ اپنی زندگی کے باقی دن گزار رہا تھا کیونکہ اس کے بیوی بچے نہیں تھے۔ اس کے پاس آٹھ دس مرغیاں تھیں۔ مرغیاں انڈے دیتیں ان سے وہ اپنا گزارا کرتا تھا مرغیوں کے رہنے کے لیے بوڑھے نے جھونپڑی کے باہر لکڑیوں کا ایک دڑبا بنا رکھا تھا۔ گانو میں افسر نام کا ایک شریر لڑکا تھا بڑے چھوٹے سب اس سے پریشان تھے کبھی وہ کسی کی گائے، بھینس کھول کر بھگا دیتا تو کسی کے کھیت میں اپنی بکریوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتا تھا کبھی وہ کسی لڑکے کو مار دیتا تھا تو کبھی کسی لڑکے کا کھلونا چھین لیتا۔ افسر کے ماں باپ بھی اُس سے پریشان تھے افسر پر ماں کی باتوں اور مار پیٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن افسر کو اس کی ماں نے چار انڈے لانے کے لیے چار روپے دیے۔ وہ انڈے لینے کے لیے بازار جارہا تھا کہ اس کی نظر بوڑھے کی مرغیوں کے دڑبے پر پڑی اُس نے دڑبے میں جھانک

کر دیکھا تو اس میں اسے چار انڈے نظر آئے افسر نے پہلے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ بوڑھا بھی جھونپڑی میں لیٹا آرام کر رہا تھا افسر نے جھٹ چاروں انڈے اُٹھائے اور اپنے گھر آگیا۔ انڈے اپنی ماں کو دے دیے اس دن اس روپے سے افسر نے مٹھائی کھائی اور پتنگ اڑائی اور خوب مزہ کیا۔ بوڑھے نے جب دڑبے میں انڈے تلاش کیے تو ایک بھی انڈا نہ ملا اس نے سوچا کہ شاید آج کسی بھی مرغی نے انڈا نہیں دیا۔ اسے عجیب سا لگا کوئی نہ کوئی مرغی تو انڈا ضرور دیتی تھی۔ اب انڈا چرانا افسر کا روز کا معمول بن گیا اس کی ماں اسے روز بازار سے انڈے لانے کے لیے پیسے دیتی تھی وہ خود پیسے رکھ لیتا اور بوڑھے کی مرغیوں کے دڑبے میں سے انڈے چرا کر گھر لے جاتا اور پیسوں سے گلچھرے اڑاتا۔ جب روز ہی انڈے غائب ہونے لگے تو بوڑھے کو کچھ شک ہوا کہ ہو نہ ہو ضرور کوئی انڈے چُرا لے جاتا ہے اس لیے وہ مرغیوں کے دڑبے کی نگرانی کرنے لگا۔ بوڑھا کب تک نگرانی کرتا اس کی ذرا نظر چوکتی اور میاں افسر انڈوں پر ہاتھ صاف کر جاتے۔

بوڑھا بہت پریشان ہو گیا کیونکہ اب تو اس کے فاقے کرنے کی نوبت آگئی۔ آخر شکایت کرے بھی تو کس سے، بس وہ خدا سے ہی سے گڑگڑا کر دعا مانگتا تھا کہ چور کو اس کے جُرم کی سزا دے۔ خدا کے گھر دیر ہے اندھیر

> ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور بولا۔
> بندہ خدا تمھاری بیوی کنویں میں گر گئی۔
> دوسرے آدمی نے اطمینان سے جواب دیا۔ "کوئی بات نہیں ہم نل کا پانی استعمال کر رہے ہیں۔"

نہیں اور وہ مجرم کو بے آواز لاٹھی سے مارتا ہے خدا نے بوڑھے کی شکایت سنی اور اس کی دعا قبول ہوئی۔ ایک کالا بچھو آیا اور دڑبے میں بیٹھ گیا آج بھی افسر انڈے چُرانے کی غرض سے آیا، بوڑھا بھی دڑبے کے پاس ہی چھُپا ہوا تھا بوڑھا کسی کام سے جھونپڑی میں گیا افسر کو اس موقع کا انتظار تھا وہ فوراً دڑبے کے پاس آیا اور دڑبے میں انڈے کے لیے ہاتھ ڈال دیا بچھو بھی جیسے اسی کے انتظار میں تھا اس نے فوراً افسر کے ہاتھ پر ڈنک مار دیا افسر کے منہ سے چیخ نکل پڑی یہ سن کر بوڑھا جھونپڑی سے باہر آگیا اور افسر کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اس نے شور مچا کر گانو والوں کو جمع کیا اور اپنی ساری داستان سنا ڈالی۔ گانو والوں نے افسر میاں کو بہت برا بھلا کہا اور اس کے ماں باپ نے اس کی خوب پٹائی کی۔ شرمندگی کی وجہ سے افسر نے کسی کو نہیں بتایا کہ جب وہ انڈے چرا رہا تھا تو اس کے ہاتھ پر بچھو نے ڈنک مار دیا تھا دو دن کے بعد افسر کا ہاتھ سوج گیا اس میں درد ہونے لگا اس نے اپنی ماں کو بتایا اس کی ماں بہت پریشان ہوئی اس نے افسر کو فوراً لے جا کر گانو کے حکیم کو بتایا حکیم صاحب نے ہاتھ کا معائنہ کیا اور

پھر افسر کی ماں سے بولے اب بہت دیر ہو چکی ہے ہاتھ میں زہر چڑھ گیا ہے اس لیے فوراً اسپتال لے جاؤ۔ یہ سن کر افسر کے ماں باپ اور گانو کے کچھ لوگ اسے فوراً اسپتال لے گئے ڈاکٹر نے افسر کے ہاتھ کا معائنہ کیا اور کہا اس کا یہ ہاتھ کاٹنا پڑے گا ورنہ زہر پورے بدن میں چڑھ جائے گا یہ سن کر افسر کے ماں باپ رونے لگے لیکن اس کی جان بچانے کے لیے یہ ضروری تھا اس لیے ان لوگوں نے ڈاکٹر کو ہاتھ کاٹنے کی اجازت دے دی پھر افسر کا وہ ہاتھ کٹ گیا جس سے وہ چوری کیا کرتا تھا اس کا کٹا ہوا ہاتھ گانو کے ہر چھوٹے بڑے کو سبق دیتا تھا کہ چوری کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔

محمد ہارون حاجی عبدالرشید سو... وارڈ نمبر ۲،
... پنچایت نمبر ... ضلع ... (مہاراشٹر)

محمود اور ایاز

سُلطان محمود غزنوی کا ایک غلام تھا۔ نام تھا ایاز۔ بڑا ہوشیار، وفادار، نیک دل، بے طمع اور باادب۔ ان اوصاف کی وجہ سے سُلطان اس کی اتنی عزت کرتا تھا کہ امیروں، وزیروں کو بھی اس پر رشک آتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ شکایت سُلطان کے گوش گزار ہوئی کہ ایک غلام کی اتنی خاطر داری سب کو ناگوار ہے۔

سلطان نے فرمایا: "اچھا اس کا جواب کسی موقع پر دیا جائے گا۔"

کچھ عرصے بعد ایک روز سلطان اپنے امیروں، وزیروں، مصاحبوں اور غلاموں کو ہمراہ لے کر سیر و شکار کے لیے نکلا۔ جب دوپہر کے وقت گرمی کی شدت بڑھ گئی تو شاہی گروہ ایک باغ میں جا ٹھہرا اور سب آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ سلطان اور امیر ایک طرف بیٹھے بات چیت کر رہے تھے کہ دور سے جرس بجتا سنائی دیا۔ پھر گرد اُڑتی نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ کارواں چلا آرہا ہے۔

سلطان نے ایک امیر کو اشارہ کیا کہ خود جاکر دریافت کرے کہ "یہ قافلہ کہاں سے آرہا ہے؟" امیر گیا اور فوراً جواب لایا کہ "حضور! یہ قافلہ بُخارا سے آرہا ہے!"

سُلطان: جائے گا کہاں؟

امیر! حضور والا! "یہ بات تو میں نے دریافت نہیں کی۔"

سلطان: خیر تم بیٹھو۔

اب دوسرے امیر کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور کارواں کی منزلِ مقصود پوچھو۔ وہ جلدی سے گیا اور واپس آیا۔

امیر: جنابِ عالی! یہ کارواں غزنیں کو جارہا ہے۔

سلطان: اچھا تو یہ لوگ بخارا سے کب چلے تھے؟

امیر: یہ بات تو میں نے پوچھی ہی نہیں۔ ارشاد ہو تو اب تحقیق کر آؤں؟

سلطان: نہیں! تم بیٹھو۔

اب سلطان نے لیاز کو طلب کیا۔ وہ کھانا تیار کر رہا تھا۔ فوراً حاضر ہوا۔

سلطان : دیکھو لیاز سامنے جو قافلہ چلا آرہا ہے۔ تم جاؤ اور یہ معلوم کرو کہ یہ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟

اس وقت کارواں دور نکل گیا تھا۔ لیاز اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جھپٹا اور کارواں کو جالیا۔ امیرِ کارواں سے ملا اور جو جو باتیں اس کے نزدیک پوچھنے کے قابل تھیں سبھی پوچھ ڈالیں اور اپنا خوب اطمینان کر کے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان : لیاز کیا خبر لائے؟

لیاز : یہ کارواں بخارا سے آیا ہے۔

سلطان : کہاں جائے گا؟

لیاز : غزنیں۔

سلطان : بخارا سے کب چلا تھا؟

لیاز : آج چالیسواں روز ہے۔

سلطان : کیا کیا مال لایا ہے؟

لیاز : ریشمی کپڑا، پشمینہ، کمور

سلطان : رستے میں کہیں قافلہ لٹا تو نہیں؟

لیاز : کہتے ہیں ایک رات قزاق (ڈاکو) نمودار ہوئے تھے۔ مگر خیریت گزری، غارت گری کی جرأت نہ کر سکے۔

سلطان : ان لوگوں کے پاس سامانِ حفاظت کیا ہے؟

لیاز : پچاس مسلم سپاہی بدرقہ (حفاظتی دستے) کے طور پر کارواں کے ساتھ ہیں۔

میڈیکل کالج کا ایک لکچرار تقریر کر رہا تھا موضوع تھا "کامیاب ڈاکٹر"

وہ کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر کی کامیابی میں اس کی فیس کا بھی بڑا دخل ہے۔ اب آپ میری مثال لے لیجیے میں اگر مریض کو اس کے گھر دیکھنے جاتا ہوں تو ستر روپے فیس لیتا ہوں، اگر مریض میرے کلینک آئے تو اسے چالیس روپے دینے پڑتے ہیں اور ٹیلی فون پر طبی مشورے کی فیس بیس روپے رکھی ہے"

"پیچھے سے ایک طالب علم نے اٹھ کر کہا"

"آپ نے مریض کے قریب سے گزرنے کی کیا فیس رکھی ہے"

سلطان : امیر بخارا کا کچھ حال سنا!

لیاز : امیرِ قافلہ کہتا تھا کہ وہ شتر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

سلطان : اچھا لیاز جاؤ، اپنا کام کرو۔

اُمراء ہیں کہ شرم کے مارے پانی پانی ہوئے جاتے ہیں اور دل ہی دل میں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ لڑکا تو عقل کا پتلا اور دانائی کی تصویر ہے۔ اگر سُلطان اس کی عزّت کرتا اور بڑے بڑے کام لیتا ہے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ لیاز کام کر کے رخصت ہوا تو سُلطان نے امیروں سے کہا کہ آج کا معاملہ تمھاری اس دن کی شکایت کا جواب ہے۔ تم خود سمجھ لو، میں اس کی

اتنی قدر کیوں کرتا ہوں۔ امیروں، وزیروں نے بہت معافی چاہی اور سلطان کی رائے پر تحسین و آفرین کی۔

گھمنڈ کا انجام

کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا ایک مرتبہ اس کے پاس ایک مچھر آیا اور فخر سے کہنے لگا کہ تمھاری میرے یہاں کوئی حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی تم مجھ کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہو اور اگر میں چاہوں تو بغیر خوف کے تم کو ایذا پہنچاؤں اور تمھاری حد یہ ہے کہ جب تم غصہ میں آتے ہو تو زیادہ سے زیادہ یہی کرتے ہو کہ اپنے ناخون سے زمین کو کریدنے لگتے ہو یا اپنے دانتوں سے کاٹنے لگتے ہو جیسے کہ عورت اپنے غصےَ کے وقت کرتی ہے اگر تم میری بات کو سچ نہ جانو تو ہمارے درمیان جنگ ہو جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد جنگ کا اعلان ہو گیا تو مچھر شیر کی ناک سے چمٹ گیا اور ڈنک مار مار کر اس کو بھڑکا دیا اور پھر ناک سے اڑ کر اس کے چہرے پر بیٹھ کر ڈنک مارنے لگا یہاں تک کہ شیر غضب ناک ہو گیا اور اپنے چہرے پر تھپڑ مارنے لگا اور اپنے نتھنے کو زخمی کرنے لگا اور اس کو خون آلود کر دیا اس کے بعد مچھر اس کے سر پر خوشی سے منڈلانے لگا اور خوشی خوشی اڑ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد مچھر کہیں جا رہا تھا کہ اچانک ایک مکڑی کے جال میں پھنس گیا جب اس سے چھٹکارا پانے کی تمام کوششیں رائیگاں ہو گئیں تو اس نے اپنے آپ کو موت کے حوالہ کر دیا اور افسوس کرتے ہوئے کہا:

ہائے افسوس میں درندوں میں سے سب سے زیادہ طاقت ور درندے پر غالب آگیا اور کیڑوں میں سے سب سے کمزور کیڑے کے جال میں پھنس کر مر رہا ہوں۔

تو ساتھیو! اگر ہمارے اندر کوئی اچھائی ہے تو اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے نہیں تو ہمارا حشر مچھر سے مختلف نہیں ہوگا جو گھمنڈ میں آکر اپنی جان کو گنوا بیٹھا۔

شجرکاری اور درختوں کی نگہداشت

درختوں کے بہت سے فوائد ہیں۔ درختوں کی وجہ سے ہوا صاف ستھری رہتی ہے، ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے جو کارخانوں سے اور ہمارے سانس لینے سے خارج ہوتی ہے، درخت اسے جذب کر کے آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ آکسیجن ہماری صحت کے لیے بہت ضروری ہے اور جن علاقوں میں زیادہ درخت ہوتے ہیں وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے، اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بارش کا پانی درخت

کی جڑوں کی وجہ سے اِدھر اُدھر بہنے کے بجائے
ان میں جذب ہو جاتا ہے۔ یہی درخت زمین
کے پانی کو دھوپ سے بچاتے ہیں اور درخت کی
وجہ سے پانی بھاپ بن کر نہیں اُڑتا۔ جہاں
درخت ہوتے ہیں وہاں کنویں اور تالاب
بھرے ہوتے ہیں۔ جب پہاڑوں پر جمی برف
پگھلتی ہے تو اس کا پانی بڑی تیزی سے میدانوں
کی طرف بہتا چلا جاتا ہے اور اس طرح سیلاب
آتا ہے۔ درخت پانی کے اس بہاؤ کو کم کر دیتے
ہیں۔ اس طرح سیلاب کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔
اس لیے ہمیں چاہیے کہ جگہ جگہ نئے نئے پیڑ
لگائیں جو ہمارے لیے فائدہ مند ہیں۔

انصاف کی موت

ایک دن انصاف صاحب، علی الصباح
پریشان کن حالت میں اپنے دوست اخلاص
کے پاس تشریف لے گئے۔ اخلاص نے پوچھا۔
خیریت تو ہے۔ آج آپ بہت پریشان حال
نظر آرہے ہیں۔ ہاں! واقعی میں آج بہت
پریشان ہوں۔ تو کیا آپ ہمیں پریشانی کی وجہ
نہیں بتائیں گے؟ کیا بتاؤں! ایسا لگتا ہے کہ اب
ہمارا جینا مشکل ہو جائے گا۔ ہمارا کوئی ہمدرد و
شفیق نہیں، اور نہ اب ہمارا کوئی یار و مددگار اس
دھرتی پر ہے در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔

ماں: آج میں نے تمھارے لیے پالک
پکائی ہے۔ اسے کھاؤ کیونکہ یہ تمھارے
چہرے پہ رنگ بکھیر دے گی۔
لڑکی: مگر میں سبز چہرہ پسند نہیں کرتی۔

ابھی میں تمھارے پاس آہی رہا تھا کہ راستے
میں دو آدمی آپس میں کسی متنازع جگہ کے لیے
جھگڑا کر رہے تھے میں نے سوچا کہ چلو جھگڑا ختم
کرا دیں چنانچہ میں ان لوگوں کے پاس گیا تو ان
لوگوں نے میرا ڈنڈوں اور گھونسوں سے
استقبال کیا تو میں وہاں سے گرتے پڑتے
تمھارے پاس بھاگ آیا۔ اتنا کہہ کر وہ رونے لگا
پھر روتے روتے اس نے کہا کہ اب میں خودکشی
کرنے جارہا ہوں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو خدا کے
واسطے ایسا نہ کرو میرے دوست! دنیا بڑی ظالم
ہے کوئی کسی کا نہیں ہے اور ایسے معاملات تو
میرے ساتھ بھی رونما ہوتے ہیں
کیا کرو گے۔ صبر کرو انشاءاللہ، اللہ ہماری ضرور
مدد کرے گا۔ ارے ایسی بھی کیا بات ہے ابھی
عدالتیں موجود ہیں ہم جاکر عدالت کا دروازہ
کھٹکھٹائیں گے۔ چلو چلتے ہیں عدالت۔ اور
اخلاص اور انصاف عدالت کے راستے پر چل
دیے تھوڑی دیر بعد وہ عدالت کے سامنے تھے
جب وہ دونوں عدالت کے اندر پہنچے تو دیکھا کہ
وکیلوں کی بحث کے بعد وکیل صاحب فیصلہ کی غلط
راہ چل پڑے۔ یہ سب دیکھ کر انصاف سے رہا
نہ گیا اور جج پاس شکایت کرنے گیا۔ تو جج نے

نے بغیر کچھ سُنے اس کو عدالت سے باہر نکلوادیا، اور وہ دونوں نامراد واپس آگئے انصاف نے بمشکل اپنے لب کو حرکت دی اور کہنے لگا کہ میرے عزیز ساتھی میں کہہ رہا تھا کہ اب ہمارا کوئی سہارا نہیں رہ گیا ہے اور بغیر جام موت نوش کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔ تو اخلاص نے کہا کہ میں اپنی غلطی کی معافی کا خواہش مند ہوں: اس میں غلطی کی کیا بات ہے غلطی تو ہر ایک سے ہوتی ہے۔ ہاں اب میں ایسا غلط مشورہ نہیں دوں گا۔ واقعی ہمارا کوئی مددگار نہیں ایسا لگتا ہے کہ عدالتیں بھی بے رحمی کا [illegible] ہیں "جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے" آج سے چودہ سو سال قبل ہم لوگ کتنے عیش سے رہتے تھے حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین ہم لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے اور ہم لوگوں کو کتنا پیار کرتے تھے کاش! وہ دن پھر لوٹ آئیں آج تو ہم لوگ در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں لگتا ہے کہ اب ساری دنیا ظالم ہو گئی ہے کیا اللہ کی زمین میں اب ہمیں جینے کا کوئی حق نہیں؟ کیا ساری دنیا خونخوار بھیڑیا ہو گئی ہے؟ تو اب گھٹ گھٹ کے جینے سے کیا فائدہ۔ اب حشر کے میدان میں ہی لوگوں کا دامن پکڑیں گے۔ پھر وہ دونوں "انصاف زمانے سے یارب ہے اٹھا جاتا" پڑھ کر سفر آخرت روانہ ہونے ہی والے تھے کہ کہیں سے آواز آئی۔ ناامیدی کفر ہے۔ اللہ کی ذات پر بھروسا رکھو۔ آج نہیں تو کل انصاف اور اخلاص کا بول بالا ہوگا۔

عبرت و نصیحت

ایک بادشاہ اپنے غیر معمولی مٹاپے کی وجہ سے تقریباً معذور ہو گیا تھا۔ اس نے مشہور طبیب ابو بکر رازی سے رجوع کیا۔

رازی نے اس کا معائنہ کیا اور آزردہ لہجے میں بولے۔ "تمھاری عمر میں صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے۔"

بادشاہ کو غصہ آگیا۔ اس نے رازی کو قید میں ڈلوادیا مگر طبیب کی بات نے اسے سخت متفکر کر دیا تھا۔ وہ موت کی ایک ایک گھڑی گننے لگا۔ متفکر ہونا اس کے لیے بہت فائدے مند ثابت ہوا اس کا جسم رفتہ رفتہ گھٹنے لگا اور گوشت کم ہو گیا۔ اٹھائیس دن بعد اس نے طبیب رازی کو جیل سے طلب کیا۔

اور غصے سے پوچھا۔

"ہاں! اب کیا کہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولے: "میں غیب داں نہیں ہوں۔ مجھے تو خود اپنی عمر کا حال معلوم نہیں۔ بھلا آپ کی عمر کا حال کیسے بتا سکتا ہوں؟ میرے پاس آپ کے مرض کی دوا اس کے سوا کوئی بھی نہیں تھی کہ آپ کو غم اور فکر میں مبتلا کردوں۔ اب آپ اچھے

ہیں۔"

بادشاہ نے طبیب کو انعام و اکرام سے نوازا۔

[illegible]

عقلمند حاکم

ایک فقیر بوڑھی عورت کے پاس انجیر کا باغ تھا انجیر کی فصل میں وہ ہر روز انجیر کی تھوڑی مقدار درختوں سے چنتی اور بیچتی تھی اور اس کی قیمت سے اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات زندگی خریدتی تھی۔ اتفاقاً ایک لالچی آدمی اس کے باغیچہ میں گھس گیا۔ چپکے سے انجیر کو چراتا اور بازار لے جاکر بیچتا تھا۔ بچاری بڑھیا جب باغ میں آتی تو دیکھتی کہ کوئی انجیر لے گیا ہے۔ کچھ روز یوں ہی گزر گئے۔ بڑھیا نے مجبور ہو کر شہر کے حاکم سے شکایت کی۔ حاکم ایک عقلمند آدمی تھا۔ اس نے چور کو پکڑنے کی ایک ترکیب کی۔ ایک مٹھی "جو" بوڑھی عورت کو دے کر کہا کہ اس کے ہر دانے کو انجیر کے اندر اس طرح گھسا دو کہ وہ چھپ جائے۔ جب دوسرے روز کوئی پہلے کی طرح انجیر لے جائے تو فوراً آکر خبر کرو تاکہ چور کا پتا لگایا جائے۔ بڑھیا گئی اور حاکم کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ دوسرے دن صبح کو جب باغیچہ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ روزانہ کی طرح چور انجیر لے گیا ہے۔ فوراً وہ اپنے حاکم کے پاس پہنچی اور سارا واقعہ

> سرکس کے منیجر نے اعلان کیا کہ آج سرکس میں داخلہ بالکل مفت ہے۔
> جب پروگرام ختم ہوا تو منیجر نے سرکس کے گیٹ بند کرادیے اور اعلان کیا کہ "خواتین و حضرات" سرکس دیکھنے کی کوئی رقم نہیں البتہ باہر جانے کا ٹکٹ دس روپے ہے۔

بیان کیا۔ اسی وقت حاکم نے ایک کوتوال کو بلا کر کہا بازار جاؤ اور جس جس دکان میں انجیر ہوں چند عدد تازہ انجیر خرید کر الگ الگ رومال میں رکھو۔ اور دکان دار کا نام کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر کاغذ کو بھی اسی رومال میں رکھ دو۔ اور میرے پاس لے آؤ۔ کوتوال بازار گیا اور پروگرام کے مطابق انجیر خریدے اور حاکم کے پاس لایا۔ حاکم ایک ایک انجیر کو چیرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان انجیروں کے دانوں تک پہنچا۔ جن میں "جو" گھسے ہوئے تھے۔ فوراً ہی دکان دار کو بلوایا۔ پوچھا کہ ان انجیروں کو تم نے کس شخص سے خریدا ہے؟ دکاندار نے کہا فلاں شخص سے۔ اسی وقت اس شخص کو سپاہیوں نے حاضر کیا۔ حاکم نے اس سے پوچھا کہ کیا ان انجیروں کو تو نے اس دکاندار کے ہاتھ بیچا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! حاکم نے کہا سچ بول کہاں سے تو لایا ہے؟ ورنہ سزا کے لیے تیار رہ۔ وہ شخص ڈر اگر انکار نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے حاکم سے امان چاہی اور کہا کہ کل رات یہ انجیر ایک بڑھیا کے باغیچہ سے

میں نے چرائے ہیں اور پہلے بھی کئی مرتبہ اس کام کو میں نے کیا ہے۔ حاکم نے پوچھا ان سب کو کتنے میں تو نے بیچا ہے؟ اس نے جواب دیا، اتنے روپے میں بیچا ہے۔ حاکم نے حکم دیا کہ وہ سب بڑھیا کو واپس کر اور اس روپے کے برابر اس شخص سے جرمانہ وصول کر کے اس کو چھوڑ دیا۔ (فارسی سے ترجمہ)

[illegible]

جِن اور لڑکی

بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ مُلک چین کے ایک گانو میں ایک لڑکی لن چو، رہتی تھی۔ اس کے بال بہت لمبے اور کالے تھے۔ اس کی بوڑھی ماں ہمیشہ بیمار رہتی تھی۔ گھر کا سارا کام کاج لن چو، کو ہی کرنا پڑتا تھا۔ وہ صبح سویرے اٹھتی اور بکریاں چرانے پہاڑی پر چلی جاتی تھی۔ اسے روز پانی لانے کے لیے دو میل دور جانا پڑتا تھا۔ یہ سب کام کرتے کرتے صبح سے شام ہو جاتی اور بیچاری اتنی تھک جاتی کہ بستر پر لیٹتے ہی سو جاتی تھی۔

ایک دن لن چو، بکریاں لے کر پہاڑی پر چڑھ رہی تھی کہ اسے شلجم کا ایک پودا نظر آیا۔ شلجم کی پتیاں ہری اور ریشم کی طرح ملائم تھیں۔ لن چو، نے دونوں ہاتھوں سے پودے کو پکڑ کر اکھاڑ لیا۔ پتیوں سے لگا ہوا شلجم باہر نکل آیا۔ خون کی طرح لال اور پیالی کی طرح گول مٹول، پودے کے اکھڑتے ہی چٹان میں سوراخ ہو گیا اور اس میں سے صاف شفاف پانی باہر نکلنے لگا۔ لن چو، نے شلجم کو زمین پر رکھا اور ہتھیلیوں کا کٹورا بنا کر پانی پینے لگی۔ پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ جیسے ناسپاتی کا شربت۔ جوں ہی لن چو، پانی پی کر وہاں سے ہٹی، شلجم کا پودا اچھل کر چٹان کے سوراخ پر جا بیٹھا، پانی بہنا بند ہو گیا۔

لن چو، حیرت میں پڑ گئی۔ ابھی وہ کچھ سوچ بھی نہ پائی تھی کہ ہوا کا تیز جھونکا آیا اور اسے اڑا کر لے گیا۔ لن چو، ایک غار میں جا گری لیکن اسے ذرا بھی چوٹ نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگی۔ اچانک اس کی نظر ایک بوڑھے پر پڑی۔ بوڑھا ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سارا جسم سنہری بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صرف چہرہ نظر آرہا تھا۔ لن چو، اُس کی خوفناک آنکھیں دیکھ کر ڈر گئی۔ بوڑھے نے گرج دار آواز میں کہا: "لڑکی میں اس پہاڑ کا جن ہوں۔ اب تو چشمے کا پتا جان گئی ہے۔ تو اس راز کو اپنے تک ہی رکھنا۔ اگر تو نے کسی کو بتایا تو یاد رکھ! میں تجھے جان سے مار دوں گا۔"

اس کے بعد پھر ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور لن چو، کو اُڑا کر پہاڑ کے دامن میں لے آیا۔ وہ حیران پریشان گھر چلی آئی۔

اُس گانو میں پانی کی کمی تھی۔ بوڑھے مرد، عورتیں اور بچے آبادی سے دور جا کر پانی لاتے۔ لن چو، انھیں دیکھتی تو اسے بڑا دکھ ہوتا۔ وہ سوچتی کاش میں گانو والوں کو چشمے کا راز

بتا سکتی۔ پھر اُسے بوڑھے جن کا خیال آتا تو سہم جاتی۔ وہ اسی غم میں گھلتی رہی اور سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔ اس کے کالے بال بھی سفید ہو گئے۔ گانو والوں کو حیرت ہوئی کہ اتنی چھوٹی بچی کے بال کیسے سفید ہو گئے؟

لن چو، زیادہ دنوں تک خاموش نہ رہ سکی۔ اس نے دیکھا کہ لوگ پانی کے لیے ترس رہے ہیں۔ گانو کے کھیت بھی سوکھے پڑے ہیں اور جانوروں کا بھی بُرا حال ہے۔ اس سے گانو کی یہ حالت دیکھی نہ گئی: آخر اس نے چشمے کا راز لوگوں پر ظاہر کر ہی دیا۔

لن چو، لوگوں کو پہاڑی پر لے گئی۔ وہاں اس نے شلجم کے پودے کو ہٹایا۔ پانی کا چشمہ تیزی سے بہہ نکلا۔ لوگ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ لن چو، نے لوگوں سے کہا: "اس شلجم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔"

انھوں نے فوراً اس پودے کو کچل ڈالا اتنے میں پھر ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور لن چو کو اڑا کر لے گیا۔ لن چو، پھر اسی بوڑھے جن کے سامنے کھڑی تھی۔ جن گرج کر بولا: "نادان لڑکی! تو نے میری بات نہ مانی چشمے کے بارے میں لوگوں کو بتا ہی دیا نا! اب مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ میں تیرے سر کے بال پہاڑ کی چوٹی سے باندھ کر تجھے لٹکا دوں گا۔" لن چو، نے بے خوف ہو کر کہا: "میں اپنے گانو کی خوشی کے لیے جان دینے کو تیار ہوں ــــ مگر مرنے سے پہلے آخری بار اپنی ماں سے ملنا چاہتی ہوں۔"

> ایک آدمی ایک ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا آپ گھر جا کر مریض دیکھنے کی کتنی فیس لیتے ہیں۔
>
> سو روپے ڈاکٹر نے جواب دیا۔
>
> اس آدمی نے کہا کہ پھر جلدی چلیں میری بیوی گھبرا رہی ہو گی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے ضروری سامان لیا اور اس آدمی کو کار میں بٹھا کر چل پڑا۔ ایک دروازے کے قریب جا کر اس آدمی نے کار رکوائی اور کار سے اتر کر کہا یہ لیں سو روپے۔
>
> ڈاکٹر نے پوچھا آپ مریضہ کو نہیں دکھائیں گے۔
>
> آدمی نے جواب دیا "دراصل بات یہ تھی کہ کوئی ٹیکسی والا تین سو روپے سے کم میں مجھے یہاں لانے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے میں نے آپ کو زحمت دی۔

بوڑھے جن نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "ٹھیک ہے تو جا سکتی ہے لیکن یاد رکھ اگر تو لوٹ کر نہ آئی تو چشمے کا سوراخ بند کر دوں گا۔"

ہوا کے جھونکے نے اسے پھر پہاڑی کے دامن میں لا کر اتار دیا۔ وہ گھر آگئی اور کچھ دیر ماں کی خدمت کر کے پہاڑ پر جانے کے لیے نکل پڑی۔ راستے میں ایک بزرگ ملے۔ انھوں نے لن چو، سے کہا: "رکو بیٹی! میں جانتا ہوں کہ تم کہاں جا رہی ہو میں نے بوڑھے جن

کو دھوکا دینے کے لیے ایک پتلا بنایا ہے بالکل تمھارے جیسا۔ اس میں صرف سفید بالوں کی کمی ہے۔ میں تمھارے بال نکال کر پتلے کے سر پر چپکا دیتا ہوں پھر اسے پہاڑی کی چوٹی پر تمھاری جگہ رکھ دوں گا۔" یہ کہہ کر بزرگ نے لن چو، کے ہر کے سفید بال کاٹے، پتلے پر چپکایا اور پتلے کو پہاڑی کی چوٹی سے ٹکا دیا۔ اس کے بعد وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ بوڑھا جن دھوکا کھا گیا۔ لٹکے ہوئے پتلے کو دیکھا تو سمجھا کہ لن چو نے خود ہی اپنے آپ کو لٹکا لیا ہے۔ اس نے دل میں کہا!

"ٹھیک ہے اسے سزا مل ہی گئی۔"

ادھر لن چو، خوشی خوشی گھر لوٹ آئی۔ چشمے کا پانی ملنے سے لوگوں کی تکلیفیں دور ہو گئیں۔ کھیت ہرے بھرے ہونے لگے۔ لن چو، کے سر پر بھی بال اگنے لگے لیکن یہ بال سفید نہیں تھے۔ وہ اپنے کالے بالوں کو دیکھتی، لہلہاتے کھیت دیکھتی، لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دیکھی تو اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔

اسمٰعیل میرٹھی

شیخ محمد اسمٰعیل ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی معمولی تعلیم حاصل کر کے محکمہ تعلیم میں ملازمت کر لی۔ اس ملازمت میں برابر ترقی کرتے رہے اور ۱۸۹۹ء میں سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ وہ ایک اچھے شاعر اور عمدہ نثر نگار تھے۔ غالب سے استفادہ کیا تھا۔ جدید شاعری کی ترقی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ بے قافیہ نظمیں وہ اس قدر عمدہ لکھتے تھے کہ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ نظم بے قافیہ ہے۔ اردو کے وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے انگریزی کی بعض نظموں کا کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

نہر پر چل رہی ہے پن چکی
دُھن کی پوری ہے کام کی پکی

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

عتیق الرحمن عبدالنعیم، تیوانی نگر، ممبئی

شیطان اور انسان

ایک صاحب نے شیطان کو دیکھا اور دریافت کیا کہ حضور مجھے ایسا کام تلقین فرمایئے جس سے میں آپ کی طرح بن جاؤں اور صحیح معنوں میں آپ کا چیلہ بن جاؤں۔ شیطان حیرت سے کہنے لگا کہ یہ عجیب و غریب درخواست آج تک تو کسی نے مجھ سے کی نہیں آخر تم پوچھ کر کیا کرو گے۔ ان صاحب نے کہا کہ حضور دل سے مجبور ہوں، جی چاہتا ہے کہ آپ جیسا بن جاؤں۔ شیطان نے کہا اگر واقعی

مجھ جیسا بننے کی خواہش اور آرزو رکھتے ہو تو دو کام کرنا۔ اول تو نماز چھوڑ دو، دوسرے جھوٹی سچی قسمیں خوب کھایا کرو اور قسم کھانے میں کوئی پروانہ کرو۔ بس ان دو کاموں کے بعد تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور اپنے گرو کا حقیقی چیلہ صرف تو ہی ہوگا۔ وہ بزرگ، شیطان کی یہ ہدایت سن کر بولے خدا کی قسم یہی دونوں کام ساری عمر نہ کروں گا۔ شیطان نے یہ قسم سن کر کہا: میاں آج تک تو میں نے دنیا کو دھوکہ دیا لیکن تم تو میرے بھی استاد نکلے اور مجھے بھی دھوکہ دے گئے۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ آیندہ اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کہوں گا۔ اور نہ ہی کسی کے دھوکے میں آؤں گا۔

گدھا، لومڑی اور شیر

ایک گدھا اور لومڑی نے باہم معاہدہ کیا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے معاہدہ کرنے کے بعد وہ شکار کے لیے جنگل کی طرف نکلے۔ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ان کی ایک شیر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جب لومڑی نے اس مصیبت (شیر) کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ شیر کی طرف بڑھی اور اس نے شیر سے وعدہ کیا کہ اگر حضور والا امان دیں تو میں آپ کے لیے عنقریب ہی گدھے کے شکار کی کوئی تدبیر

دکاندار (مالک مکان سے) جناب جب بارش ہوتی ہے تو چھت ٹپکنے لگتی ہے اور کمرہ پانی سے بھر جاتا ہے۔
مالک مکان۔ میں نے آپ سے پہلے نہیں کہا تھا کہ کمرے میں پانی کا بھی انتظام ہے۔

کروں۔ جب شیر نے اسے نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کر لیا تو وہ گدھے کے پاس آئی اور اسے ہانک کر ایک گہرے گڈھے کے کنارے لے گئی اور اس سے طرح طرح کی جھوٹی باتیں گڑھیں۔ یہاں تک کہ اس کو گڈھے میں داخل کر دیا۔ جب شیر نے دیکھا کہ اب گدھا کسی بھی طرح سے نکل نہیں سکتا تو فوراً لومڑی کو پکڑ لیا اور گدھے کو دوسرے دن کی خوراک بنالیا۔ (عربی سے ترجمہ)

حضرت عمرؓ اور بڑی بی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دوسرے خلیفہ گزرے ہیں وہ مسلمانوں کے ہی نہیں غیر مسلم کی شکایت دور کر کے انصاف کرتے تھے ان سے مسلم اور غیر مسلم بھی خوش تھے ان کا جاہ و جلال ایسا تھا کہ بڑے بڑے سورما بہادر ان سے گھبراتے تھے۔

صبح کا خوشگوار وقت تھا سورج ابھی نہیں نکلا تھا مدینہ منورہ کی گلیوں سے اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی اَلصلوٰۃ خیر مِنَ النوم کی آواز سن کر تمام مسلمان نیند سے بیدار ہو کر مسجد کی طرف جارہے تھے اتنے میں سیدنا حضرت عمرؓ تشریف لائے اور امامت کے فرائض انجام دیے : نماز ادا کرنے کے بعد حضرت مدینہ کی گلیوں سے ہوتے ہوئے شہر کے باہر نکل گئے۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آپ سادہ لباس پہنے، جس میں ٹاٹ کے پیوند لگے ہوئے تھے، خدا کو یاد کرتے ہوئے جارہے تھے جب شہر سے بہت دور نکل گئے تو دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیفہ جس کی کمر پیری کے باعث جھک گئی تھی کمزوری سے اس کے پانو ڈگمگارہے تھے پرانے بوسیدہ پھٹے کپڑے اس کی غربت کی داستان چیخ چیخ کر سنارہے تھے۔ آپؓ نے ضعیفہ کے قریب جاکر پوچھا : "بڑی اماں آپ کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔"

بڑی بی : (جھلاکر) عمرؓ کی جان کو رورہی ہوں جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں غریبوں کے حالات سے واقف ہی نہیں ہیں۔ میں سالوں سے غریبی اور مفلسی جھیل رہی ہوں لیکن انھیں خبر نہیں کہ کیا ہورہا ہے، اور ان کی رعایا کس حال میں ہے ؟

عمرؓ : بڑی بی۔ تم نے کبھی عمر کے پاس جاکر بھی اس کی شکایت کی ہے۔

بڑی بی : سنتی ہوں وہ سخت مزاج ہے بڑے بڑے بہادر اس کے سامنے جانے سے گھبراتے ہیں۔ میں غریب کس طرح اس کے پاس جاتی وہ بڑا بادشاہ اور میں غریب۔ اللہ ہی اسے سمجھے خلیفہ ہو کر اسے عام مسلمانوں کی تکلیفوں کا علم تک نہیں ہے۔

عمرؓ : بڑی بی تم صحرا کی رہنے والی ہو اسے کس طرح معلوم ہوگا کہ تم مصیبت میں ہو۔

بڑی بی : (طیش میں آکر) "جب وہ اپنی رعایا کا حال چال معلوم نہیں کر سکتا، ان کا خیال نہیں رکھتا تو اسے اتنی بڑی سلطنت پر حکومت کرنے کا اُسے کوئی حق نہیں ہے۔"

بڑی بی کے اس جواب نے عمرؓ پر خاص اثر کیا اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئے وہی عمر جن کے قصے بہادری اور دلیری کے مشہور ہیں وہ بڑی بی کی باتیں سن کر بڑی لجاجت کے ساتھ بڑی بی سے معافی مانگ رہے تھے۔ بڑی بی میرا قصور معاف کردو تاکہ میں دوزخ کی آگ سے بچ سکوں میں گناہ گار ہوں، میں اس قابل نہیں تھا کہ اس بوجھ کو اٹھا سکوں (اپنے آپ سے) اے عمرؓ : دیکھ تو خدا کو کیا جواب دے گا کہ اس نے تیرے کندھوں پر جو بوجھ رکھا تھا افسوس کہ تو اسے نہیں اٹھا سکا۔

بڑی بی نے جب یہ باتیں سنیں تو سمجھ گئی کہ یہ عمرؓ ہے اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بیہوش ہو گئی۔ عمرؓ بھاگ کر چشمے سے دامن تر کر کے لائے اور بڑی بی کے منہ پر پانی ٹپکایا جب بڑی بی نے آنکھیں کھولیں تو عمرؓ نے بہت ہی محبت

سے کہا۔

"بڑی بی خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہم دونوں ایک ہی خدا کے بندے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہی سبق دیا ہے کہ غریبی اور امیری کی تفریق مٹاو گورے اور کالے میں کوئی فرق نہ کرو، صرف انسان ہونے کے ناتے سب کو ایک سمجھو اور اللہ کو یہی عزیز ہے۔

بڑی بی میں بہت گناہ گار ہوں میں نہیں جانتا کہ تم ایسی کتنی بے سہارا عورتیں، کتنے یتیم بچے، کتنی بیوائیں عمر کی جان کو رو رہے ہوں گے۔ پھر حضرت عمرؓ نے بڑی بی سے کہا "بڑی بی میں بادشاہ نہیں ہوں مسلم قوم کا ادنا ترین خادم ہوں۔" آپ نے بڑی بی سے معافی مانگی اور اسے کچھ معاوضہ دے کر رخصت کیا اس کے بعد عمرؓ نے سارے ملک میں اعلان کر دیا کہ ضعیف ہو یا بوڑھا، بیوہ ہو یا یتیم، بچہ ہو یا جوان آج سے اس کا وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔

(یہ قصہ "اسلامی کہانیاں" کی کتاب سے لیا گیا ہے جس کے لکھنے والے مقبول الورداوری ہیں۔)

واحد انسان

پیارے دوستو! انسان جو بننا چاہے یقیناً بن سکتا ہے۔ اگر وہ دل میں ٹھان لے کہ مجھے فلاں کام کرنا ہے تو کوئی دنیاوی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ اگر آپ بھی کچھ بننا چاہتے ہیں۔ اپنا، اپنے وطن کا نام اور اپنے والدین کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں تو ابھی سے ٹھان لیجیے کہ ہمیں یہ کام کرنا ہے۔ ضرور کرنا ہے، تو کوئی دنیاوی طاقت آپ کو نہیں روک سکتی۔

آپ نے جغرافیہ کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ آتش فشاں پہاڑوں میں سے آگ کا لاوا نکلتا ہے اور جب وہ پھٹتا ہے تو آس پاس کے علاقے برباد ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جو دنیا کا واحد انسان ہے جو آتش فشاں پہاڑ میں اترا اور دو گھنٹے اس کے اندر رہ کر زندہ واپس آگیا۔

اٹلی میں ایک جگہ ہے سسلی۔ جہاں ایک سائنس داں گزرا ہے "آلپر کرلز" اس نے آتش فشاں پہاڑ کے اندر جانے کی ٹھانی۔ اٹلی کے لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ یہ پاگل ہو گیا ہے، بے وقوف موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ کوئی کہتا بھلا آج تک کوئی اس میں گیا ہے۔ تمھیں معلوم نہیں کہ جب وہ اپنا لاوا اگلتا

ایک فوجی افسر بیرک کا معائنہ کرتے ہوئے ایک سپاہی کے پاس سے گزرا تو سگریٹ کا ٹوٹا دیکھ کر رک گیا۔
فوجی افسر "کیا یہ تمھارا ہے؟"
فوجی "نہیں جناب۔ آپ لے سکتے ہیں"

ہے تو آس پاس کے علاقے جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں لیکن آلپر کرلز کے اوپر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سوچتا تھا کہ یہ سب کے سب بکواس کرتے ہیں انھیں کرنے دو۔ مرنا ایک بار ہے۔ جیسا قسمت میں لکھا ہوگا ویسا ہی ہوگا۔ میں دنیا کو دکھادوں گا کہ میں پہلا آدمی ہوں جو آتش فشاں میں اترا۔

دنیا میں بہت سے سائنس داں گزرے انھیں میں سے کسی نے ایک ایسی چیز دریافت کی جس پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نہ پگھلتی ہے نہ گرم ہوتی ہے جس کا نام ہے "ایس۔ بیس۔ ٹس۔"

آلپر کرلز نے اس کا لباس تیار کیا۔ کیمرے کا کور بنایا۔ ٹارچ کا کور بنایا اور ایک سیکڑوں میٹر لمبا رسہ بنایا اور رسّے کو ایس بیس ٹس کے خولوں میں پرویا اور ایک آنکڑا بنایا اور اعلان کردیا کہ میں فلاں تاریخ کو فلاں وقت آتش فشاں میں جارہا ہوں۔

لوگوں نے سمجھایا کہ مت جاؤ۔ بہت روکا مگر وہ نہ مانا۔ بہر حال وہ تاریخ آئی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنا سارا سامان لے کر وہ چل دیا اور وہاں جاکر اس نے آنکڑے کو پہاڑ پر ٹھونک دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسہ گھماؤ اور اترنے میں میری مدد کرو اور جب میں نیچے سے ٹارچ دکھاؤں تو مجھے کھینچ لینا۔ لہٰذا وہ نیچے اترا۔ ہزاروں لوگوں نے دیکھا۔ ہزاروں کی بھیڑ "چیخ اٹھی" ۔ "ارے پاگل لوٹ آ۔ خودکشی کیوں کر رہا ہے۔" پھر ساتھیوں نے اسے دھیرے دھیرے اتارنا شروع کیا۔ نہ جانے کتنے میٹر نیچے اتر جانے کے بعد وہ رکا اس نے دیکھا کہ نیچے پہاڑ کے اندر بڑی بڑی چٹانیں ہیں ان کے اوپر بڑے بڑے چھید ہیں۔ جب ان میں جھانک کر دیکھا تو لگتا تھا گویا آگ کا سمندر ہے۔ آگ بار بار اوپر کو آتی۔ اتنا کچھ پہننے کے بعد بھی بے ہوش سا ہو جاتا۔ اس نے مختلف گیسوں کا مطالعہ کیا۔ اور وہ اس آگ کے دریا میں تقریباً دو گھنٹے رہا۔ باہر لوگ سوچتے تھے کہ وہ تو وہاں ہی جل کر راکھ ہو گیا ہوگا لیکن ان کا خیال غلط نکلا جب اس نے فوٹو وغیرہ کھینچنے کے بعد ٹارچ دکھائی تو اس کے ساتھیوں نے اسے کھینچا اور وہ باہر آتے آتے بے ہوش ہو گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ زندہ واپس آگیا ہے تو جو لوگ اس کی ہنسی اڑاتے تھے، مذاق کرتے تھے ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ لوگ تعریف کرنے لگے اس کو گلے سے لگانے لگے، چومنے لگے اور وہ اپنے وطن کے ایک اس آدمی پر فخر کرنے لگے گویا وہ اٹلی والوں کا سب سے زیادہ خوشی کا دن ہو۔ اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے اندر کا سب حال بتلایا۔ لوگوں کو اپنی غلط بات کا احساس ہوا اور دل ہی دل میں شرمندہ ہوئے۔

توتا اور مینا

ایک دن ایک مینا کھانا کی تلاش میں جنگل میں گھوم رہی تھی کہ اس نے ایک توتا دیکھا جو بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا اس کی پیٹھ پر بہت سے ہیرے جواہرات لدے تھے جن کے بوجھ کی وجہ سے توتا ٹھیک سے چل نہیں پارہا تھا۔ مینا نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ تمھاری یہ حالت کیسے ہوئی؟

توتے نے جواب دیا آج میں صبح گھاٹی کی طرف ایک غار میں گھس گیا۔ وہاں کچھ اور چھوٹی چھوٹی غاریں بھی دکھائی دیں ایک غار میں سے تیز روشنی نکل رہی تھی میں نے اس غار کے اندر جانے پر دیکھا کہ وہاں طرح طرح کے جواہرات، ہیرے، موتی، چمک رہے ہیں۔ میں اس غار کو حیرانی سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی اندر آیا۔ دیکھتے ہی میں ڈر کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ تب اس نے مجھے روک کر پوچھا "تمھیں کیا چاہیے؟ میں گھبر اگیا اور بولا "مجھے کچھ نہیں چاہیے میں غلطی سے اس طرف آگیا ہوں اب واپس جاتا ہوں۔"

بوڑھا بولا تم لالچی نہیں ہو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی اس لیے میں انعام کے طور پر تمھیں یہ ہیرے، موتی دیتا ہوں۔ توتے کی بات سن کر مینا فوراً بولی مجھے بھی اس جنگل کا پتا بتاؤ۔ توتا

ایک کلب میں تین آدمیوں کے ساتھ ایک کتے کو تاش کھیلتا ہوا دیکھ کر ایک شخص بہت حیران ہوا وہ کتے کے مالک کے پاس گیا اور کتے کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگا صاحب! آپ کا کتا تو بہت ہوشیار معلوم ہوتا ہے ......؟
کتے کا مالک غصے سے بولا اتنا ہوشیار بھی نہیں ہے جب بھی کم بخت کے پاس اچھے پتے آتے ہیں دم ہلانے سے خود کو روک نہیں سکتا۔

بولا جنگل کے دوسری طرف گھاٹی کے پاس وہ غار ہے لیکن وہاں جا کر تم کسی چیز کو چھونا مت لیکن مینا نے توتے کی پوری بات نہ سنی اور چل پڑی کچھ دیر میں مینا اس گھاٹی میں پہنچ گئی اور غار دیکھتے ہی اس کے اندر چلی گئی۔ غار میں ہیرے، موتی چمک رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑی اور وہ اس کو چھو کر دیکھنے لگی لیکن مینا نے جیسے ہی ایک ہیرے پر چونچ ماری اس میں سے کالا دھواں نکلنے لگا۔ دھویں کی گرمی سے مینا کے پَر جھلسنے لگے۔ اتنے میں بوڑھا آدمی وہاں آیا اور گرج کر بولا تم بہت لالچی ہو یہاں سے چلی جاؤ۔ مینا ڈر سے کانپتی ہوئی وہاں سے باہر کی طرف بھاگی۔

تب تک اس کی چونچ کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ اس کی گوری رنگت ختم ہوگئی تھی۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ لالچ بری بلا ہے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

اللہ کا کرم

اسکول کی گھنٹی بجی سارے بچے خوشی سے اپنے اپنے کلاس روم سے باہر نکلنے لگے۔ خالد بھی اپنی جماعت کے بچوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر اُداسی تھی۔ وہ بہت غمگین نظر آرہا تھا کیونکہ خالد کو کل اسکول کی فیس جمع کرنی تھی اور کل ہی فیس بھرنے کی آخری تاریخ تھی۔ خالد ایک نیک اور اچھا لڑکا تھا۔ وہ ہمیشہ ہر سال اپنی جماعت میں اول درجے سے پاس ہوتا تھا لیکن اب اس کو یہ امید نہیں رہی تھی کہ وہ اس بار امتحانات دے پائے گا۔ جب فیس جمع نہیں ہوگی تو امتحان میں کیسے بیٹھے گا۔ فیس دینے کے لیے اس کے پاس روپے نہیں تھے۔ وہ ایک بے حد غریب گھر کا لڑکا تھا۔ اور اس کی امی دوسروں کے گھروں میں کام کر کے مشکل سے خالد کا اور اپنا پیٹ پالتی تھی، اور کسی نہ کسی طرح خالد کو اونچی تعلیم دلوانا چاہتی تھی لیکن اس بار خالد، امی کی بیماری کی وجہ سے اپنے اسکول کی فیس ابھی تک جمع نہیں کرپایا تھا۔ خالد ان خیالوں میں کھویا ہوا تھا اور اس کو اپنے آس پاس کی خبر نہ تھی۔ کہ اچانک سامنے سے آتی ہوئی ایک کار سے ٹکرا گیا۔ صبح کا ناشتانہ کرنے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگیا، جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک عالی شان کمرے میں نرم بستر پر لیٹا ہوا تھا، خالد کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ ابھی وہ یہ سب کچھ دیکھ ہی رہا تھا کہ کوئی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا آدمی تھا۔ خالد کو اٹھا ہوا دیکھ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے لیٹ جانے کو کہا اور خود اس کے قریب آکر کہنے لگا "معاف کرنا میرے دوست یہ حادثہ میری غلطی سے ہوا" خالد کہنے لگا "نہیں نہیں اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے میں ہی اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا اور آپ کی کار کے نیچے آگیا۔" اس شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "میرا نام حامد ہے۔ میں ایک وکیل ہوں، لیکن بچوں کو خیالوں میں کھونے کی کیا ضرورت ہے۔ تم اپنا خیال اپنی پڑھائی میں لگاؤ۔" خالد "نہیں میں اب اور آگے نہیں پڑھ سکتا کیونکہ کل میرا آخری دن ہے اسکول میں فیس جمع کرنے کا، اور امی بہت بیمار ہیں اس لیے ـــــ اتنا کہتے ہی خالد کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ رونے لگا۔ یہ دیکھ کر حامد کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے اور وہ کہنے لگا۔ "اسکول کی فیس میں دوں گا میں تمھیں اونچی سے اونچی تعلیم دلواؤں گا۔ خالد ایک غیرت مند لڑکا تھا۔ وہ کسی اور سے روپے نہیں لے سکتا تھا لیکن جب حامد نے یہ بتلایا کہ کبھی حامد بھی خالد کی طرح ہی غریب لڑکا تھا۔ اسکول میں ہر سال

اول درجے سے پاس ہونے اور پورے شہر کے اسکولوں کے مقابلے میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہونے کی وجہ سے اس کو حکومت کی طرف سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے وظیفہ ملنے لگا تھا۔ انشاء اللہ میں تم کو وظیفہ دلواؤں گا اور تم اعلا تعلیم حاصل کروگے۔ خالد نے حامد کا شکریہ ادا کیا اور اس کو اللہ کا کرم سمجھنے لگا۔ خالد کو اپنی امی کی کہی وہ بات یاد آگئی کہ اللہ اپنے بندوں پر ہمیشہ کرم کرتا ہے۔ خالد کو یہ حادثہ اللہ کا کرم معلوم ہوا۔

ایم۔ فاطمہ بیگم۔ ناتل۔ آندھرا پردیش

چیتے کی بادشاہت

چیتے نے ایک روز صبح اٹھ کر اپنی بیوی سے کہا۔ میں نے رات کو خواب میں اپنے آپ کو جنگل کا بادشاہ بنے دیکھا ہے۔ اِس کا مطلب ہے اب جنگل میں انقلاب لانے کا وقت آچکا ہے جانور پرانے بادشاہ سے تنگ اور تبدیلی کے خواہش مند ہیں اس لیے آج رات سے میں بادشاہ ہوں گا اور آج رات چاند میری تعظیم میں نکلے گا۔ اِس کی بیوی نے بتایا جنگل کا راجا تو شیر ہے تم اِس کی موجودگی میں کیسے بادشاہ بن سکتے ہو۔ مگر چیتے نے کہا ہرگز نہیں میں ہی بادشاہ بنوں گا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور شیر کے غار میں پہنچ کر اونچی آواز میں شیر کو للکارا اور بتایا کہ اس کی بادشاہت ختم ہو چکی ہے۔ شیر نے یہ آواز سنی تو دل میں سوچا کہ یہ کون پاگل مجھے للکار رہا ہے وہ اپنی غار سے باہر آگیا اور چیتے کو دیکھ کر بولا "اے باغی سپہ سالار میں نے تجھے جنگل کی حفاظت کے لیے کمانڈر بنایا ہے اور تو میری ہی حکومت میں بغاوت پر آگیا ہے۔"
چیتا بولا "اب تمھاری بادشاہت کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ میں جانوروں کے مطالبے پر انقلاب کے لیے آیا ہوں۔ شیر نے چیتے کو مزا چکھانے کا فیصلہ کیا۔ چیتا پہلے سے تیار تھا۔ دونوں لڑنے لگے۔ اسی اثناء میں جنگل کے جانور جمع ہوگئے۔ اِن میں کچھ چیتے اور کچھ شیر کی حمایت میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ اور لڑتے لڑتے رات ہوگئی۔ جب چاند نکلا تو اِس کی روشنی میں جنگل کی کوئی چیز ہلتی ہوئی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا صرف دو ایک پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سب جانوروں میں کوئی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، کوئی شدید زخمی تھا اور کوئی بیہوش پڑا تھا۔ صرف چیتے کی ہلکی ہلکی سانسوں کی آواز آرہی تھی۔ اِس وقت وہ ہر اس چیز کا

ایک ڈاکٹر کے دوست نے پوچھا:
کسی عورت یا مرد کے بارے میں یہ جاننے کا کیا طریقہ ہے کہ وہ مر چکا ہے۔
ڈاکٹر نے کہا: جب مرد کے دل کی دھڑکن اور عورت کی زبان بند ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مر گئے ہیں۔

حکمراں تھا جو اس کو جنگل میں نظر آئی۔ چیتے کی اب صرف جنگل پر حکومت تھی نہ کہ جنگل کے جانوروں پر۔ سب جانور ختم ہو چکے تھے۔

دیکھا دوستو! اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کتنی بُری بات ہے چیتے کی بڑائی سے پورا جنگل کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

[illegible]

عصمت پاشا (انونو)

عصمت پاشا اُن قابل تعظیم افراد میں سے ہیں جنھوں نے اپنے ملک اور قوم کی نشاۃ ثانیہ یعنی نئی بیداری، میں اہم کردار ادا کیا۔ ترکی کو جبر و استبداد کی زنجیروں سے نجات دلانے اور اسے جدید طرز پر آراستہ کرنے میں عصمت پاشا نے کمال پاشا (اتا ترک یعنی بابائے ترک) کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔

آج کی موجودہ ترکی کسی زمانے میں دنیا کی عظیم الشان سلطنت تھی سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں ترکی بہت ہی وسیع و مستحکم تھی۔ اس سلطنت کے ماتحت ایشیا، یورپ، اور افریقہ کے بہت سارے علاقے آتے تھے۔ سلطان محمد فاتح (فاتح قسطنطنیہ) اور سلیمان اعظم کے زمانے میں ترکی سلطنت دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں میں سے ایک بن گئی تھی مگر کچھ ہی عرصہ بعد یہ سلطنت تاش کے پتّوں کی مانند بکھر گئی۔ اس کی وجہ تھی ترکی کی کمزور حکومت اور یورپ میں " نو بیداری،، اٹھارھویں و انیسویں صدی میں یورپ میں زبردست بیداری پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں ترکی کے ماتحت یورپ کے تمام علاقے اس کے ہاتھوں سے دھیرے دھیرے نکلتے گئے۔ ایسے مشکل وقت میں بھی حکومت نے کمزوری کا ثبوت دیا ۲۰ویں صدی کے آغاز تک ترکی کی حکومت (خلافت) اتنی کمزور و بوسیدہ ہو چکی تھی کہ ترکی کا اپنا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا تھا حکومت کی بے ترتیبی و کمزوری کی وجہ سے اس کے تمام باہری علاقے اس کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے یورپ نے ترکی کے اندرونی معاملوں میں بھی مداخلت شروع کردی حکومت اِن مداخلتوں کو دبانے میں ناکام رہی ایسے وقت میں ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک بابائے ترک) و عصمت پاشا جیسے وطن پرست نوجوانوں کا ظہور ہوا۔ جنھوں نے ترکی کی نظام حکومت کو بدلنے کا نعرہ بلند کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جدید ترکی کی تاریخ میں جس نے قدیم و فرسودہ نظام سلطنت و خلافت کے کھنڈروں میں جنم لیا اور کمال پاشا اور ان کے وطن پرست ساتھیوں کی آغوش میں پرورش پائی، عصمت پاشا کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا

عصمت پاشا کی پیدایش ۱۸۸۰ میں مرنہ میں ہوئی۔ انھیں بچپن ہی سے سپاہی بننے کا شوق تھا چنانچہ ان کے والد نے انھیں فوجی درس گاہ میں تعلیم دلائی۔ فوجی تعلیم سے

فراغت کے بعد وہ کپتان کے منصب پر فائز ہوئے۔ اُن دنوں ترکی میں خلافت قائم تھی خلیفہ عبدالحمید خاں اپنی کمزور نظام حکومت کی وجہ سے عوام میں غیر مقبول تھا۔ خاص کر نوجوانوں میں اس کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی۔ ایسے حالات میں نوجوانوں نے خفیہ انجمنیں قائم کرنی شروع کر دیں انھوں نے کئی مرتبہ خفیہ تحریکوں کا آغاز بھی کیا۔ ان تحریکوں کے بانی کمال پاشا تھے۔ اور عصمت پاشا ان کے معاون و مددگار تھے اِن لوگوں نے ترکی کو کئی باہری یلغاروں سے محفوظ کیا۔ ۱۹۱۲ میں بلقان کی جنگ چھڑ گئی۔ بلغاریہ، سربیا، و مونٹی نیگرو نے ترکی کے خلاف ہتھیار اٹھالیے، حالانکہ ترک نوجوانوں نے ان کا جم کر مقابلہ کیا مگر روس کی حمایت کی وجہ سے یہ ملک ترکی کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر ترکی کے ایشیائی مقبوضات ان کے قبضے سے نکل گئے یہاں تک کہ ترکی کا اپنا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ ایسے مشکل وقت میں ترکی کے وطن پرست نوجوانوں نے ترکی کو سہارا دیا انھوں نے ترکی کے فرسودہ نظام حکومت کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ خلیفہ نے انھیں دبانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہا۔ کمال پاشا نے انقرہ میں ایک متوازی حکومت قائم کرلی۔ دھیرے دھیرے وطن پرست نوجوانوں کا زور بڑھتا گیا آخر کار ۱۹۲۳ میں ترکی کو کمزور و بوسیدہ خلافت سے نجات ملی۔ خلافت کا خاتمہ

استاد (بچوں سے) وقت کی قدر کرو۔ وقت جانے کے بعد واپس نہیں آتا۔
ظہیر :۔ مگر سر! اسکول کا وقت تو روزانہ آتا ہے۔

اور جمہوریت کا آغاز ہوا۔ عصمت پاشا آزاد ترکی کے وزیر اعظم بنے۔ ۱۹۳۸ تک وہ وزیر اعظم رہے پھر کمال پاشا کی وفات کے بعد وہ صدر نامزد ہوئے اور ۱۹۵۰ تک اِسی عہدہ پر فائز رہے۔ ان کے زمانہ صدارت میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی مگر انھوں نے اپنی دانشمندی سے ترکی کو اس جنگ سے الگ رکھا انھوں نے ترکی کو جدید طرز پر آراستہ کرنے میں بہت سارے تعمیری کام کیے۔ نئے نئے قوانین سے ترکی کو جدید طرز پر آراستہ کیا۔ حکومتی ڈھانچے کو بھی کئی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ پڑوسی ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ ۱۹۵۰ سے ۱۹۶۰ تک وہ حزب اختلاف کے لیڈر رہے۔ ۱۹۷۲ میں وہ لیڈرشپ سے برخاست ہوگئے اور ۱۹۷۴ میں ترکی کے اس عظیم لیڈر کا انتقال ہوا۔

رعنا جادید۔ شاہین منہ، ناتی بہرروان (بنگال)

مضمون صاف، خوشخط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ اور پورا پتا بھی تحریر کریں۔

آدھی ملاقات

☆ ہمارے بھتیجے اور بھتیجیاں ، دوست و احباب اِس ماہ نامے کو بہت دل لگا کر پڑھتے ہیں ، ہم ہی نہیں بلکہ خاص کر ہمارے شہر کے بہت سارے لوگ پیام تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ واقعی یہ رسالہ اپنے آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر ہر ماہ آتا ہے۔ جس میں دینی ، دنیاوی اور سائنسی اور ہر طرح کی معلومات کا خزانہ ملتا ہے

خواجہ شوق نظامی۔ دھارواڑ۔ کرناٹک

☆ بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آپ کو شکریے کے طور پر ایک خط لکھوں۔ میرے والدین اور دوست ، احباب مجھے صرف شرارتی ہی تسلیم کرتے تھے لیکن جب سے آپ نے میری تحریریں چھاپنی شروع کی ہیں تبھی سے میرے والدین اور احباب مجھے ذہین تسلیم کرنے لگے ہیں۔ میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب اگست کے شمارے میں آپ نے میری بھیجی ہوئی "حمد" کو جگہ دی اس کے بعد تو آپ نے میری کہانی اور معلومات وغیرہ چھاپ کر کمال ہی کر دیا۔ اب سبھی مجھے "چھپا ہوا رستم" کہتے ہیں۔ ہم تین بہت گہرے دوست ہیں۔ سالک ، عرفان اور میں۔ اور ہم تینوں ادبی شوق رکھتے ہیں۔

محمد ارشد ، چوہٹہ محلّہ قاضیان مالیر کوٹلہ

☆ پیام تعلیم ملا۔ زبان کا زخم ، اللہ میری توبہ ، پرندوں کی عدالت ، اور بچوں کی کوششیں ، پسندیدہ اشعار ، اقوال زرّیں گدگدیاں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

الیس ، ڈی ، اسمٰعیل ، الیس ، ڈی چاند۔ ناندورہ

☆ آج ہی مجھے پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس میں زبان کا زخم ، ہم شکل ہم راز ، پیغمبروں کے نام ، اور بہت سے اشعار پسند آئے

شیخ ظہور الدین پلاٹ نمبر ا روم نمبر ۴۷ گیٹ نمبر ۵ مالونی کالونی ، ملاڈ ممبئی نمبر ۹۵

☆ جب میں اپنے چچا کی دکان پر گیا تو وہاں بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا تو مزہ نہیں آیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ بچوں کے پڑھنے کے لیے پیام تعلیم ہے تو میں نے پیام تعلیم کا مطالعہ کیا ، پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ انشاء اللہ اس ماہ سے ، ہر ماہ کا پیام تعلیم پڑھوں گا۔

محمد کامران عالم ، مقام گریا (چکنی) پوسٹ کلد اہا ضلع اررىہ۔ بہار

☆ میں پیام تعلیم کا ایک سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ رسالہ بچوں اور بڑوں کے لیے بہت کار آمد ہے پیام تعلیم میں کہانیاں اور

پسندیدہ اشعار، قلمی دوستی، وگدگدیاں، اقوال زریں آدھی ملاقات اور بچوں کی کوششیں پڑھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔

عتیق احمد، انصار محلہ گھر نمبر ۱۱ بھیونڈی، تھانہ

☆ میں سال گذشتہ سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں اب تو پیام تعلیم میرا دوست بن چکا ہے۔ پیام تعلیم ہنساتا ہے اور ہمارے دلوں کو خوش کرتا ہے۔ اس میں اشعار، کہانیاں، مضامین، لطیفے بے حد مزاحیہ اور دلچسپ ہوتے ہیں ایک بار پڑھتے ہی بچوں کے دلوں کو اپنی طرف راغب کرلیتا ہے۔

محمد وسیم، انجمن روم، مین روڈ، بھٹکل

☆ ماہ نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس میں خاص طور سے ہم شکل ہم راز اور ہمارے انصار کلب کا اعلان پڑھ کر دل باغ باغ ہوا تھا۔ میں انصار کلب کی طرف سے اڈیٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بدرالحق انصار کلب، پورہ رانی مبارک پور

☆ دسمبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل خوش ہو گیا، اس میں میرا لطیفہ چھپا ہے۔ یہ رسالہ اتنا اچھا ہے کہ اگر یہ ایک دن بھی دیر ہو جائے تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔ لطیفہ چھاپنے کے لیے میں آپ کا احسان مند ہوں۔ شکریہ

محمد حسن نوراللہ، انجمن مفید الیتمی، ممبئی ۸

☆ میں پہلی مرتبہ "آدھی ملاقات" میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ پیام تعلیم پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ اور اس شمارے میں میرا ایک شعر بھی شائع ہوا تھا۔ میں آپ کا بھرپور شکر گزار ہوں۔

معزاحمد خان اسلامیہ عربک کالج، منصورہ آلور

☆ پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ اس میں میرے کئی ساتھیوں کے انٹرویو، قلمی دوستی، آدھی ملاقات، اور اشعار ہیں اور آپ کے پیام تعلیم کو ہمارے اسکول کے لگ بھگ سبھی لوگ خریدتے ہیں۔ اور دل کھول کر اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

محسن احمد غازی، سرائے کوری کشن گنج (بہار)

☆ میں بہت دنوں سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں اور مجھے یہ رسالہ بہت پسند آیا ہے۔ دین اسلام کی اچھی کتاب ہے اور بچوں کے لیے علم و تعلیم کا ذریعہ ہے۔

محمد احسن رحمانی، جامعہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر

☆ پیام تعلیم پڑھا۔ واقعی بہت اچھا لگا۔

کیونکہ یہ بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کے لیے بھی معلوماتی ہے۔

عبدالمعین انصاری۔ شاہ جہاں پور۔ یو۔ پی

☆ آج پہلی بار اپنے ماہ نامہ پیام تعلیم کے بچوں کی محفل میں شرکت کر رہا ہوں۔ میرے مدرسے کی لائبریری میں ہر ماہ یہ محبوب ترین پرچہ آتا ہے اور میں بڑی پابندی سے اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور یہ سلسلہ تقریباً دو سال سے جاری ہے۔ واقعی تمام مضامین معیاری ہوتے ہیں اور خصوصاً قلمی دوستی کا کالم مجھے بیحد پسند ہے کیونکہ یہ بھی ایک طرح سے قومی اتحاد و اتفاق، اور اسلامی اخوت کے قیام و استمرار کا ذریعہ ہے

محمد غلام غوث القادری، جامعہ امجدیہ رضویہ پوسٹ گھوسی، ضلع مئو۔ یوپی

☆ میں نے پیام تعلیم اٹاوہ میں دیکھا، پڑھا۔ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور بہت پسند آیا میں جب گھر آیا تو میں نے دلشاد احمد سے کہا کہ آپ اُسے ضرور منگوائیں۔ میں اسے اپنے دوستوں کو خریدنے کے لیے ضرور کہوں گا۔

ایس، ایم، مظفر چشتی، پھپھوند۔ اٹاوہ۔ یوپی

☆ پیام تعلیم دیکھ کر خوشی ہوئی۔ اس میں پیامی ادبی معما مقابلہ نمبر ۹۱ دیکھا تو اور خوشی ہوئی کہ آپ نے پیام تعلیم میں معما شائع کر دیا، شکریہ اس میں ہمیں گدگدیاں۔ معلومات۔ اشعار۔ اور بچوں کی کوششیں بہت اچھی لگیں۔

محمد فہد پاشا۔ بی۔ ۱۹ بنگالی بازار کلکتہ۔ ۲۴

☆ پیام تعلیم پڑھا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ پیام تعلیم میں "ہم شکل ہم راز،، کا تو پوچھنا ہی کیا۔ گدگدیاں اور "میرے پسندیدہ اشعار،، بھی بہت اچھے لگے۔

رئیس احمد اعظمی مفتاحی۔ مفتاح العلوم کرواں پوسٹ نردہ ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

☆ پیام تعلیم میں میرا انٹرویو چھپا، بہت خوشی ہوئی۔ آپ سے ایک شکایت بھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا پیامی ادبی معما نمبر ۹۲ شائع ہوا ہے اور آپ نے قید لگائی ہے کہ ۳۰ نومبر تک حل مل جانے چاہیے اور ہمیں ۲۵ نومبر کو رسالہ دستیاب ہوا۔ آپ ہی بتایئے کیسے حل پہنچے گا۔

محمد سلیم امجدی باسنی ناگور۔ راجستھان

☆ پیام تعلیم پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمارے مدرسہ ضیاء العلوم پانوڑا میں پیام تعلیم پابندی سے پہنچ رہا ہے اور طلبہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

معراج علی شیونی متعلم مدرسہ ضیاء العلوم پانوڑا

☆ میں پیام تعلیم ہر ماہ پڑھتی ہوں۔ مجھ کو بڑا مزہ آتا ہے اور میرے ساتھی بھی پڑھتے ہیں اس میں اچھی اچھی باتیں اور پیارے رسول کی باتیں، اور دلچسپ کہانیاں پڑھنے میں بہت مزہ آتا ہے۔

سلمیٰ فردوس، شاستری نگر۔ آر مور۔ اے۔ پی

☆ تازہ پیام تعلیم پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ اس ماہ خاص طور پر 'زبان کا زخم، عبد الغفور کی سوجھ بوجھ، لطیفے اور شیطان کا انٹرویو کافی پسند آئے۔ اس کے علاوہ پسندیدہ اشعار نے دل کو خوش کر دیا۔

محمد صادق سہیل۔ راجیو نگر۔ پٹنہ ۲۴

☆ پیام تعلیم ہاتھوں میں آتے ہی دل میں خوشی کے لڈو پھوٹنے لگے۔ شروع سے آخر تک سبھی مضامین مفید اور کار آمد ہیں۔ مجھے یہ رسالہ اس حد تک پسند آیا کہ میں نے اسے ہر ماہ خریدنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

محمد صابر حسین عاصی۔ در بھنگہ (بہار)

☆ پیام تعلیم ملا۔ اس میں آدھی ملاقات کے کالم میں اپنے دوست احباب کے ناموں کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس لیے میں بھی پرانا قاری ہونے کے ناتے اپنا نام بھیج رہا ہوں۔

محمد ثاقب عالم۔ اسمٰعیل اکیڈمی۔ ارریہ۔ بہار

☆ میں پیام تعلیم کا تقریباً پانچ سال سے قاری ہوں۔ پہلے بک اسٹال سے خرید کر پڑھتا تھا اب اللہ کے فضل سے سالانہ خریدار ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہوں۔ یہ رسالہ اپنی مثال آپ ہے یہ رسالہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ رسالہ بچوں میں اردو ادب کا شوق پیدا کرتا ہے۔

علی محمد حیدر ہریانوی۔ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ۔ یوپی

☆ اس ماہ کا پیام تعلیم بہت پسند آیا۔ اس میں اقوال زریں بہت اچھے لگے۔

نعمان لیاقت گھاوٹے باندرہ توپاڑہ ممبئی ۵۱

اقوال زریں

بے نمازی کا حال

سفیریؒ نے کہا ہے کہ
□ فجر کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اُو فاجر سے پکارتے ہیں۔
□ ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اُو خاسر (خسارہ والے سے) اور
□ عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور
□ مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو اُو کافر سے،
□ عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اُو مضیع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں

ماسٹر اعجاز احمد شیخ، ٹیکری پورہ، منگرول پیر۔

□ وہ حیوان ہے جس میں علم اور اخلاقی خوبیاں نہیں
□ سچ کڑوا ہوتا ہے مگر اس کا ثمرہ میٹھا ہوتا ہے۔
□ عقل مند صبر کرتا ہے مگر بیوقوف انتقام کے لیے سوچتا ہے
□ جو لوگ عزّت کے پیچھے بھاگتے ہیں عزت ان سے دور بھاگتی ہے۔

محمد رفیق نعمانی، محلّہ گھوسیانہ، قصبہ دھورہرہ

ماں کا درجہ

□ ماں راحت و شادمانی کا نغمہ سنانے والی نسیم سحر ہے۔
□ ماں ہے زندگی کی بہترین معمار ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے۔
□ ماں فردوس بریں ہے زندگی کی رونق ہے۔
□ ماں اپنی اولاد کے حق میں سایہ رحمت ہے۔
□ ماں مہر والفت کی حسین ترین دیوی ہے۔
□ ماں ہدایت و راستی کا سنگ میل ہے۔
ماں اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ایک بے مثال نعمت ہے۔
□ ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔
□ ماں کی ہمیشہ قدر کرنی چاہیے کیونکہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

نازنین شفیق۔ سنجر پور۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

□ بُرے لوگ اچھی باتوں میں بھی بُرا پہلو تلاش کرتے ہیں جیسے کہ مکھیاں تمام خوبصورت جسم کو چھوڑ کر صرف گندگی پر ہی بیٹھتی ہیں۔

امداد احمد، رانی پور، برہریا، سیوان (بہار)

زندگی کیا ہے؟

□ زندگی ایک پھول کی مانند ہے جو کھلتا ہے پھر مرجھا جاتا ہے۔

□ زندگی ایک ایسا کانٹا ہے جس کے چبھنے سے جسم میں زہر داخل ہوتا ہے۔

محمد کفایت شری رام پور۔ احمد نگر مہاراشٹر

□ طمع سے پرہیز کرو۔
□ دنیا پرستی سے بچو۔
□ ماں باپ کی عزت کرو۔
□ جلد بازی اور غرور سے بچو۔

خان شہر بانو۔ ملکاپور ضلع بلڈانہ۔ مہاراشٹر

تحفہ

□ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ تم لوگ ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہا کرو۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ اگر کسی کے پاس تحفہ نہ ہو تو؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم کسی کو اپنی مسکراہٹ بھی نہیں دے سکتے۔

محمد رئیس کر اواں، اعظم گڑھ یوپی

□ اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور وہ خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔
□ دھیمی آواز سے باتیں کرو کیونکہ تیز آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔
□ حسن اخلاق آدمی کا بہترین زیور ہے۔

خواجہ صفی العابدین۔ جگتیال۔ اے پی

□ نیک کمائی میں ہمیشہ برکت ہوتی ہے۔
□ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اولاد کے لیے بہت بڑی عبادت ہے۔
□ غصہ کی حالت میں ایسی بات ہرگز زبان سے مت نکالو جس سے بعد میں ندامت کا احساس ہو۔

سید اسمٰعیل سید چاند ملاپورہ، ناندورہ، بلڈانہ

□ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔
□ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔
□ تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا علم ہو پھر بھی مال جمع کرے۔
□ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔
تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔

حافظ نظام الدین، بروٹ، سنگرام پور، بلڈانہ

□ ..... احساس کمتری ہو یا برتری اپنی ذات سے متعلق کم علمی کو ظاہر کرتا ہے۔
□ ...... مرد کتنا بھی جذباتی ہو جائے عقل کا دامن نہیں چھوڑتا .... عورت کتنی بھی عقل مند ہو جائے جذبات سے دامن نہیں چھڑا سکتی۔

☐ .... مسائل ختم ہونے کا انتظار کرنے والا کبھی نیا کام شروع نہیں کر سکتا۔

انجم آرا محمد ذاکر رضوی، اسلام پورہ، کاسودہ۔

☐ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اسلام میں کون سا عمل بہتر ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ غریبوں کو کھانا کھلانا۔ خواہ تم اس کو پہچانو یا نہ پہچانو۔

محمد ساجد انصاری، محلہ پرانی بستی، مبارکپور

کھا جاتی ہیں

☐ جھوٹ، روزی کو
☐ غیبت، نیک اعمال کو
☐ غم، عمر کو
☐ غصہ عقل کو
☐ تکبر، علم کو

ذکی انور، محلہ کھیدو پورہ بختاور گنج ضلع مئو،

☐ چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہے
نیک اولاد۔ نیک بیوی۔ صالح دوست۔ وطن میں معاش۔
☐ دانائی کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں کہیں اسے ملے اپنالو۔
☐ آگ، قرض، مرض، اور دشمن سے کبھی نہیں ہونا چاہیے۔

☐ غم کا بہترین علاج مصروفیت ہے۔

طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور ضلع آکولہ

س۔ وہ کون ہیں جو کبھی دو نہیں ہو سکتے ؟
ج۔ اللہ وحدہ لاشریک، قرآن پاک، میزان، عدل، میدان حشر۔
س۔ وہ دو کون ہیں جو کبھی تین نہیں ہو سکتے ؟
ج۔ منکر نکیر، کراما کاتبین، اور یاجوج ماجوج
س۔ وہ چار کیا ہیں جو کبھی پانچ نہیں ہو سکتے ؟
ج۔ چار نکاح۔ چار خلیفہ۔

محمد نصیر الدین، محلہ پورہ صوفی مبارک پور

☐ مسلمان وہ ہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔
☐ جو پوچھنے سے شرم کرتا ہے وہ علم سے محروم رہتا ہے۔
☐ اللہ نے ہمیں دو کان اور ایک زبان دی ہے یعنی زیادہ سننا چاہیے اور کم بولنا چاہیے۔

ذکیہ سلطانہ، حافظ عبدالوہاب، سمستی پور

☐ جمعہ کا دن سب سے افضل ہے۔
☐ اسی روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے،
☐ اُسی روز جنت میں داخل ہوئے
☐ اور اُسی روز جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے۔ اور اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

شاہ جہاں خاتون، چکنوٹہ۔ درگاہ بیلا، ویشالی

خاموشی

□ خاموشی قلعہ ہے ـــــ مومنین کا
□ خاموشی شیوہ ہے ـــــ عاجزوں کا
□ خاموشی دبدبہ ہے ـــــ حاکموں کا
□ خاموشی خواب ہے ـــــ جاہلوں کا

فیضان احمد اعظمی۔ کھریواں۔ اعظم گڑھ

□ جھوٹ دنیا کے ہر مذہب میں منع ہے۔
□ منزل کو حاصل کرنے کے لیے سفر ضروری ہے۔
□ زندگی مسلسل جدوجہد اور ہمت کا نام ہے۔
□ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اس کی قدر کرو۔
□ غم اور انسان جڑواں پیدا ہوئے ہیں۔

محمد ناظر محبوب سبحانی تامبری، ہلسی، بیلگام

□ ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ (قرآن)
□ شرم و حیا میں سراسر بھلائی ہے۔
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
□ دوسروں کی بجائے اپنی خامیاں تلاش کرو۔
(حضرت عمر فاروق)
□ اختصار گفتگو کی جان ہے۔ (حضرت علیؓ)
□ بدترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو

محمد انور علامہ اقبال چوک وارڈ نمبر

تنگ کرے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
□ مالدار کی دوستی ـــــ مطلب کی نشانی
□ کنجوس کی نشانی ـــــ بربادی وقت کی علامت
□ بے نمازی کی دوستی ـــــ جہنم کی علامت

دیبا فاطمہ، درگاہ بیلا۔ ویشالی (بہار)

□ یقیناً اللہ کو ناشایستہ اور بدکلام شخص ناپسند ہے
□ یقین رکھو، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے
□ جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہے۔
□ جاہل سے اس طرح بھاگو جیسے تیر کمان سے۔

محمد اشرف علی، چک عبدالغنی سمستی پور بہار

□ بسم اللہ پڑھے بغیر جو شخص کھانا شروع کر دیتا ہے تو آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اس کو بسم اللہ کی تاکید کرتے۔
□ خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہو۔

محمد کوثر اعظم، مدرسہ اسلامیہ چکنوٹہ، ویشالی

□ یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو۔
□ نفرت، نفرت سے نہیں محبت سے مٹتی ہے۔

محمد جھناں، چک عبدالغنی، ضلع سمستی پور

□ تمھیں اس دن رونا چاہیے جس دن تم نے نیکی کے بغیر گزار دیا۔ (حضرت ابو بکرؓ صدیق)
□ زبان درست ہو جائے تو دل بھی درست ہو جاتا ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)
□ کمزور پر رحم نہ کھانے والا طاقت وروں سے مار کھاتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

وسیم رضا، سمودھی روڈ، پورہ رانی مبارکپور

□ عاشورہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔
□ عاشورہ کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتشکدۂ نمرود گلزار بنا۔
□ عاشورہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
□ عاشورہ کے روز زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا۔
□ عاشورہ کے روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

محمد اشرف، محلہ پورہ رانی، مبارک پور

۲۶ جنوری ــــ تاریخ کے آئینہ میں
□ ۲۶ جنوری ۱۵۳۰ء میں بابر کی وفات ہوئی۔
□ ۲۶ جنوری ۱۵۳۹ء میں شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی۔
□ ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء میں ہندستان میں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔
□ ۲۶ جنوری ۱۸۷۶ء میں بمبئی سے کلکتہ پہلی ریل گاڑی چلی۔

محمد انور، علامہ اقبال شیگاؤں

ماں

□ ماں کی خدمت میں لگے رہو، ماں کے پیروں تلے جنت ہے۔ (حضرت محمدؐ)
□ سخت سے سخت دل کو ماں کی پُرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔ (علامہ اقبال)
□ ہماری ماں نے ہم کو زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی گزارنے کا سبق دیا ہے۔ (مولانا شوکت علیؒ)
□ مجھے پھولوں اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ (نادر شاہ)
□ ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔ (اورنگ زیب عالم گیر)

سید ظہیر الدین، الیس، کرناٹک۔

معلومات

- دنیا کا سب سے امیر ملک کویت ہے۔
- دنیا کا سب سے غریب ملک بھوٹان ہے۔
- دنیا کا سب سے خوبصورت شہر نیویارک ہے
- دنیا کا سب سے ٹھنڈا ملک سائبریا ہے ۔
- دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔

عتیق الرحمٰن۔ گونڈی۔ ممبئی۔ ۴۳

- دنیا میں سب سے زیادہ سخت قانون سعودی عرب کا ہے۔
- دنیا میں بھوٹان سب سے غریب ملک ہے۔
- روس کے ایک چڑیا گھر میں ایسا ہاتھی ہے جو آدمی کی طرح بولتا ہے۔
- بھارت میں ایک سپریم کورٹ اور اٹھارہ ہائیکورٹ ہے۔

محمد عقیل انجم، سلفیہ جونیر ہائی اسکول دربھنگہ

- قرآن شریف میں سب سے زیادہ حرف الف کا استعمال ہوا ہے
- قرآن کی سب سے بڑی سورت البقرہ ہے۔
- قرآن کے سورۃ النمل کے درمیان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔
- قرآن کا قلب سورہ یٰسین ہے۔
- سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں ہے۔
- قرآن پاک کی ماں سورہ فاتحہ ہے۔
- قرآن پاک کی پہلی مکمل اُترنے والی سورہ فاتحہ ہی ہے۔
- قرآن پاک کا مکی دور مدنی دور کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

محمد ارشد سیفی محلہ چوہٹہ مالیر۔ پنجاب

- آبادی کے لحاظ سے چین دنیا میں تمام ممالک سے آگے ہے۔
- چاول کی پیداوار کے معاملے میں چین کا ساری دنیا میں پہلا نمبر ہے۔

محمد صادق محمد رحمٰن مالک چوک اڑپور ہلوانہ

خالق کائنات کے مختلف نام

- عربی زبان میں ـــــ اللہ
- سنسکرت زبان میں ـــــ دیو
- انگریزی زبان میں ـــــ گاڈ
- یونانی زبان میں ـــــ زیوس
- ہندی زبان میں ـــــ ایشور
- پنجابی زبان میں ـــــ واہ گرو

انصاری اخلاق سراج احمد نندوبار دھولہ

- دنیا کی سب سے گہری جھیل کا نام بیکال جھیل ہے۔
- انسان کے جسم میں ۲۰۶ ہڈیاں ہوتی ہیں اور

چھوٹے بچے میں ۳۰۰ ہڈیاں ہوتی ہیں۔
☐ دنیا کے سب سے گرم دیس کا نام براعظم افریقہ ہے۔
☐ انسان کا دل ایک منٹ میں ۷۲ بار دھڑکتا ہے۔

محمد کامران عالم، گریا (چکنی) کمل ولہار ریہ

☐ دنیا کی سب سے اونچی ایک دس منزلہ (۱۱۰) عمارت امریکا میں ہے۔
☐ "ابران،، سائنس داں نے نائٹروجن کو ازوٹ کا نام دیا تھا۔
☐ "ایڈورڈ جینز،، سائنس داں کی درخواست پر نپولین بوناپارٹ نے انگریزی جنگی قیدیوں کو رہائی کا حکم دیا تھا۔
☐ دنیا میں سب سے زیادہ اخبار روس میں شائع ہوتے ہیں۔
☐ دنیا میں سب سے زیادہ مسجدیں ترکی میں ہیں۔
☐ دنیا کی پہلی خاتون پائلٹ ترکی کی صبیحہ خانم ہیں۔
☐ دنیا کا سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن بی بی سی لندن میں ہے۔

محتشم عبداللطیف ٹکر، نورباغ، ممبئی ۹

☐ حضرت عمر فاروقؓ مکہ مکرمہ میں ۵۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ نام تھا ابو حفص، اور کنیت فاروق۔
☐ حضرت عثمان غنیؓ ۵۷۵ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ قریش سے کی اموی شاخ سے تھا۔
☐ حضرت ابو بکر صدیقؓ ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ نام تھا عبداللہ۔ کنیت، ابو بکر اور لقب صدیق۔ آپ کی چار شادیاں ہوئیں۔

مختار شیخ۔ سید پورہ بالاپور ضلع آکولہ

کتابیں اور مصنف

☐ گوئٹے ـــــــــــــــــــــ فاوسٹ
☐ سعدیؒ ــــــــــــ گلستاں ـــ بوستاں
☐ البیرونی ـــــــــــــــــ کتاب الہند
☐ ٹالسٹائی ـــــــــــــــ وار اینڈ پیس
☐ پنڈت نہرو ــــــــــ ڈسکوری آف انڈیا
☐ امام غزالی ــــــــــ کیمیائے سعادت
☐ غالب ـــــــــــــ اردو معلّٰی عود ہندی

عبدالرحمٰن عبدالعظیم گونڈی۔ ممبئی

ونڈے کرکٹ بین اقوامی میچوں میں پانچ ہزار رنز بنانے والے دس کھلاڑی

نام ـــــ میچ کھیلے ـــ رن بنائے ـــ ملک
ڈیسمنڈ ہینس ـ ۲۳۸ ـ ۸۶۴۹ ـ ویسٹ انڈیز
جاوید میانداد ـ ۲۲۸ ـ ۷۳۲۷ ـــ پاکستان
ووین رچرڈز ـ ۱۸۷ ـ ۶۷۲۱ ـ ویسٹ انڈیز
ایلن باڈر ـــ ۲۷۳ ـ ۶۵۲۴ ـــ آسٹریلیا
ڈین جونس ـــ ۱۶۴ ـ ۶۷۲۱ ـــ آسٹریلیا

رچی رچرڈسن۔ ۲۰۲۔ ۵۶۴۲۔۔ ویسٹ انڈیز
ڈیوڈ بون۔۔ ۱۶۹۔۔ ۵۴۹۷۔۔ آسٹریلیا
گارڈن گرینج۔ ۱۲۸۔۔ ۵۱۳۴۔۔ ویسٹ انڈیز
محمد اظہر الدین۔ ۱۹۵۔۔ ۵۵۰۰۔۔ ہندستان
سلیم ملک۔۔ ۱۹۹۔۔ ۵۰۶۶۔۔ پاکستان

محمد سالک جمیل براڑ۔۔ پنجاب

□ شکر کے کارخانے سب سے زیادہ اتر پردیش میں ہیں۔
□ ہندستان میں چمڑے کے کارخانے آگرہ، کانپور، مدراس، کلکتہ، حیدر آباد، میسور، اور لکھنؤ میں ہیں۔
□ سب سے لمبی جی۔ٹی روڈ یعنی گرنٹ ٹرنک روڈ ہے اسے جرنیلی سڑک بھی کہتے ہیں یہ سڑک کلکتہ سے پشاور جاتی ہے۔

محمد ابوالکلام آزاد کیتھاری۔ مدرسہ، جلیلہ فرقانیہ جرول ٹاؤن ضلع بہرائچ۔ یو۔پی

ایک نظر حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء۔۔۔ پیدائش
ایک ہفتہ بعد۔۔ حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں
۵ سال کی عمر میں۔۔۔ آغوش مادر میں
۶ سال کی عمر میں۔۔ دادا عبدالمطلب کا انتقال
۸ سال کی عمر میں۔۔۔ والدہ ماجدہ کا انتقال
۱۲ سال کی عمر میں۔۔ شام کی طرف پہلا تجارتی سفر۔
۲۵ سال کی عمر میں۔۔ حضرت خدیجہ سے نکاح۔
۳۰ سال کی عمر میں۔۔ قوم کی طرف سے الامین کا خطاب۔
۳۵ سال کی عمر میں۔۔ حضرت علیؓ کی کفالت
۴۰ سال کی عمر میں۔۔ نزولِ وحی کا آغاز
۴۳ سال کی عمر میں۔۔ (اعلان نبوت کا تیسرا سال)
۴۵ سال کی عمر میں۔۔ صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم۔
۴۶ سال کی عمر میں حضرت عمرؓ و حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام۔
۴۷ سال کی عمر میں۔۔ شعب ابی طالب میں محصور ہونا۔
۵۰ سال کی عمر میں۔۔ حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال۔ سفر طائف۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح۔

سلمان شاہد۔ پورہ صوفی۔ مبارک پور۔ یوپی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء

□ حضورؐ کے جھنڈے کا نام "عقاب" تھا۔
□ حضورؐ کی دو تلواروں کے نام "مخذوم" اور ذوالفقار" تھا۔
□ حضور کی ٹوپی کا نام "سیوع" تھا۔
□ حضورؐ کے دو گھوڑوں کے نام "نجز" اور

"تجل،، تھے۔

سعد امین سید۔ اُلہاسنگر، ضلع تھانہ۔

ذرّے سے آفتاب

□ دنیا کا بڑا ڈراما نویس و شاعر۔۔ شیکسپیر، ایک لکڑی فروش کا بیٹا تھا۔

□ امریکا کا مشہور صدر۔ ابراہیم لنکن، ایک غریب کسان کا بیٹا تھا۔

□ امریکا کا مشہور کروڑ پتی۔ جان وان میکر، معمولی ملازم تھا۔

□ فرانس کا مشہور جنرل و بادشاہ۔ نپولین، فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔

□ ہندستان کا بادشاہ۔ قطب الدین، ایک معمولی ملازم تھا۔

□ گراموفون سنیما کا موجد۔ اڈیسن، ایک غریب اخبار فروش کا بیٹا تھا۔

□ ریل گاڑی کا موجد جارج اسٹیفنسن، ایک معمولی مزدور تھا۔

خالد حسن۔۔ کشن گنج (بہار)

سب سے زیادہ پیداوار

□ دنیا کی سب سے بڑی اناج کی منڈی شکاگو ہے

□ دنیا میں سب سے زیادہ گیہوں کناڈا میں ہوتا ہے۔

□ دنیا میں سب سے زیادہ جانور ارجنٹائن میں پائے جاتے ہیں۔

□ کافی سب سے زیادہ برازیل میں پیدا ہوتی ہے۔

□ ربر سب سے زیادہ جزائر انڈونیشیا میں پایا جاتا ہے۔

محمد شبیر عالم، جامعہ عربیہ عین العلوم نوادہ

چار الفاظ

□ اللہ کے حرف چار ہیں۔ ا۔ل۔ل۔ہ

□ اللہ کے رسول کے چار حرف ہیں۔ م۔ح۔م۔د

□ اللہ کے محبوب فرشتے چار ہیں جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل

□ اللہ کی طرف سے چار مقدس کتابیں نازل ہوئیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن مجید

□ رسول اللہؐ کے خلیفہ چار ہیں۔ صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی حیدرؓ

محمد نور اعظیم۔ پتا نہیں لکھا

□ انسان کے جسم کی سب سے مضبوط ہڈی پنڈ لی کی ہے۔ یہ دو ہزار پونڈ تک وزن برداشت کر سکتی ہے۔

□ انسانی جسم میں سب سے سخت چیز انیمل ہوتی ہے۔

□ انسانی ٹانگ میں ۳۱ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

□ انسانی سر میں کل آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

□ ایک نوجوان آدمی کا دل ایک منٹ میں ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے۔
□ انسانی چہرے میں ۱۴ ہڈیاں ہوتی ہیں۔
□ انسانی زندگی کا سب سے بڑا حصہ پانی ہے۔

نازاں ضیاء الرحمٰن اسلام پورہ مالیگاؤں مہاراشٹر

□ آرام دہ درخت۔۔۔ یہ سری لنکا میں پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک ہی پتی اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس کے سایہ میں بیس آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔
□ موم کا درخت۔۔۔ یہ چین میں پایا جاتا ہے اس درخت میں سے ایک ایسا مادہ نکلتا ہے جس سے لوگ موم بتیاں بناتے ہیں۔
بال صاف کرنے کا درخت۔۔۔ یہ جنوبی افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک پتی کھاتے ہیں تو جسم کے بال فوراً صاف ہو جاتے ہیں۔

حسان احمد نور، کرشنا نگر، کپل وستو، نیپال

□ قطب الدین ایبک۔۔۔ دہلی کا وہ سلطان جسے غلام کی حیثیت سے بیس روپے میں خریدا گیا تھا
□ تیمور لنگ۔۔۔ ہندستان پر حملہ کرنے والا وہ سلطان ہے جو ایک معمولی گڈریا تھا۔
□ راک فیلر۔۔۔ امریکا کا سب سے زیادہ دولت مند شخص، جو ایک معمولی کلرک تھا۔
□ جوزیفائن۔۔۔ فرانس کی ملکہ جو تمباکو فروش کی بیٹی تھی۔
□ مسولینی۔۔۔ اٹلی کا وہ ڈکٹیٹر، جو ایک لُہار کا بیٹا تھا۔
ہٹلر۔۔۔ جرمنی کا وہ ڈکٹیٹر، جو اخبار بیچا کرتا تھا
□ کیتھرائن۔۔۔ روس کی وہ ملکہ، جو فوج ایک معمولی خادمہ تھی۔
□ شیکسپیر۔۔۔ انگریزی کا مشہور ڈراما نویس، جو ایک لکڑہارا تھا۔

یٰسین شیخ میمن واڑہ، مرگی محلہ، ممبئی

ماں

احمد وصی۔
ای ر ۲ ہجز نگر اندھیری مشرق، ممبئی

بیتے لمحات یاد آتے ہیں
گزرے دن رات یاد آتے ہیں
جاگتے تھے جو ماں کے آنچل میں
وہی جذبات یاد آتے ہیں
روز، ممتا کی نرم چھاؤں تلے
جشن یہ زندگی مناتی تھی
خواب آنکھوں میں جگمگاتے تھے
نیند پلکوں پہ مسکراتی تھی
اب کہاں وہ سکون کی بارش
زندگی درد میں نہائی ہے
وہ بہت خوش نصیب بچہ ہے
جس نے ممتا کی چھاؤں پائی ہے

گدگدیاں

ایک آدمی۔(نائی سے)"آپ بال کاٹتے وقت لوگوں کو ڈراؤنے قصے کیوں سناتے ہیں۔
نائی۔"اس لیے کہ ایسے قصے سن کر آدمی کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔،،
آدمی۔"وہ کس لیے ؟،،
نائی۔"تاکہ بال کاٹنے میں مجھے آسانی ہو۔

آسناصدیقہ۔ آرمور۔ ضلع نظام آباد

□ایک مرتبہ رات میں بہت زور کا طوفان آیا میاں بیوی بہت گہری نیند سو رہے تھے طوفان کے شور سے بیوی کی آنکھ کھل گئی، اس نے گھبرا کر جلدی سے اپنے میاں کو جگایا۔ دیکھو دیکھو مکان ہل رہا ہے کہیں گر نہ جائے۔ میاں نے کروٹ بدلتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا" ارے تم فکر مت کرو۔ مکان کون سا ہمارے باپ کا ہے۔ ہماری طرف سے کل کا گرتا ہے تو آج ہی گر جائے۔

بدرالحق، محلہ پورہ رانی مبارک پور۔ یوپی

□ایک ساس اپنی بہو کو ہر وقت منحوس کہا کرتی تھی۔ جب بہو کو لڑکی پیدا ہوئی تو ساس بہت خوش ہوئی۔ بہو نے پوچھا۔
"لڑکی پیدا ہونے پر آپ اتنی خوش کیوں ہیں ؟،،
ساس نے کہا۔"اگر لڑکا پیدا ہوتا تو ایک اور منحوس گھر میں آجاتی۔،،

شاداب احمد اعظمی۔ کھریواں۔ اعظم گڑھ

□ایک اندھا فقیر بھیک مانگ رہا تھا تو ایک عورت نے اُسے کھوٹا سکہ دیا۔ فقیر نے کہا" یہ تو کھوٹا ہے،، پھر عورت نے پوچھا۔"تم کو کیسے معلوم۔ تم تو اندھے ہو ؟
فقیر نے جواب دیا۔"میں اندھا نہیں ہوں، میرا بھائی اندھا ہے وہ گیا ہے فلم دیکھنے میں۔ تو کانا ہوں۔،،

نازنین شفیق۔ کھریواں، سرائے میر۔ یوپی

□ایک بھکاری نے بازار میں کسی عورت سے پیسے مانگے، تو اس نے حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا"شرم نہیں آتی تمھیں بھیک مانگتے ہوئے ؟
اچھے بھلے ہٹے کٹے تو ہو اور ہاتھ پانو بھی سلامت ہیں،،
"تو کیا چند سکوں کی خاطر اپنے ہاتھ پانو کٹوالوں،، بھکاری نے تلملا کر کہا۔

محمد عمران عالم۔ نالہ روڈ۔ راوڑ کیلا۔ اڑیسہ

□ایک لڑکا کرکٹ میچ کا پاس لے کر جب گیٹ سے اندر جانے لگا تو اسے روک لیا گیا۔

گیٹ مین۔۔یہ پاس تمھارا نہیں ہے۔
لڑکا۔۔یہ میرے پاپا کا ہے۔
گیٹ مین۔۔ تمھارے پاپا کیوں نہیں آئے ؟
لڑکا۔۔وہ بہت مصروف ہیں۔
گیٹ مین۔۔ تمھارے پاپا آخر کیا کر رہے ہیں ؟
لڑکا۔۔وہ اپنا پاس تلاش کر رہے ہیں۔

رفیع الدین اسلامیہ بک کالج، منصورہ

□ مریض۔۔ڈاکٹر صاحب کیا میں عینک لگانے کے بعد پڑھ سکوں گا؟
ڈاکٹر۔۔ہاں، کیوں نہیں ؟،،
مریض۔۔ بڑی خوشی کی بات ہے ویسے تو مجھے زندگی بھر پڑھنا نہیں آیا۔

محمد اقلیم محمد حلیم خان، پیر چے بلڈنگ، ممبئی

□ ایک دوست۔(دوسرے دوست سے) یار یہ سڑک کدھر جا رہی ہے ؟
دوسرا دوست۔"جب سے میں پیدا ہوا ہوں یہ سڑک یہیں پر ہے۔

محمد رئیس اعظمی کمرواں، اعظم گڑھ یو۔پی

□ ایک بھکاری نے سر جھکائے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی۔ مالکن نے غصے میں آکر دروازہ کھولا اور بولی "کیا چاہتے ہو ؟،،
فقیر نے نہایت عاجزی سے اپنی ہتھیلی پر رکھا ہوا بٹن آگے کیا اور بولا "خدا کے نام پر اس بٹن پر ایک عدد کوٹ ٹانک دیں،،

محمد ارشاد، چوہٹہ، نزد مسجد، مالیر کوٹلہ

□ امجد۔۔ بھئی تم بس بچے بن گئے ہو۔ تمھاری جگہ میں ہوتا تو اس طرح ہرگز نہ روتا
"تم جس طرح چاہو رو لینا۔ مجھے تو یہی طریقہ پسند ہے۔،،

مبین الدین۔ نئی آبادی۔ناندیڑ

□ ایک دفعہ ایک آدمی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔اس وقت اس کے تمام رشتے دار موجود تھے بچے کے ماموں نے کہا"یہ بچہ تو بالکل دادا پر گیا ہے،، بچے کا بڑا بھائی جو کم از کم پانچ چھے سال کا تھا اُس نے کہا"اگر یہ بچہ دادا پر گیا ہے تو اس کی داڑھی اور مونچیں کہاں گئیں،،

محمد عبداللہ کوپا گنجی املو۔ مبارک پور۔یوپی

□ جج۔۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم نے ایک ہفتہ کے دوران سات بار چوریاں کیں۔
ملزم۔۔جی اس میں شرم کی کون سی بات ہے ہفتہ میں تو سات ہی دن ہوتے ہیں۔ اگر آٹھ ہوتے تو آٹھ چوریاں کرتا۔ایک دن میں ایک چوری زیادہ نہیں۔،،

رئیس احمد۔ بیلا ردلھے، سیتامڑھی۔ بہار

☆یک رہ گیر نے چلتے میں دوسرے رہ گیر کو روک لیا اور خنجر دکھا کر کہنے لگا جو کچھ تمھاری جیب میں ہے وہ نکال دو۔
دوسرے رہ گیر نے جیب میں سے ریوالور نکال لیا اور کہا"میرے پاس تو یہی کچھ ہے اب تم بتاؤ تمھارے پاس کیا ہے ؟،،

عبدالباسط۔ پرکٹ۔ ضلع نظام آباد

[] ایک آنکھوں کے ڈاکٹر نے مریضہ کی آنکھیں ٹیسٹ کرتے ہوئے کہا "محترمہ سامنے دیوار پر کیا لکھا ہے، پڑھیں ؟،،
مریضہ نے جواب دیا"ڈاکٹر صاحب مجھے پڑھنا نہیں آتا، تم خود ہی پڑھ کر سنادو،،

سید احمد، گورنمنٹ فورٹ ہائی اسکول جگتیال

[] ایک دیہاتی شہر گیا تو دیکھا ایک بلڈنگ میں لفٹ لگی ہوئی تھی وہ اُسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک بوڑھیا لفٹ سے اوپر گئی اور ایک جوان عورت نیچے آئی تو دیہاتی بوڑھا دیکھ کر بڑے افسوس میں پڑ گیا کہ میں بھی اگر اپنی بڑھیا کو ساتھ لایا ہوتا تو وہ بھی جوان ہو جاتی۔

فیضان احمد اعظمی۔ سرائے میر، اعظم گڑھ

[] دو دوست آپس میں باتیں کر رہے تھے، پہلے دوست نے کہا۔"یار! کل میری بیوی سے میرا جھگڑا ہو رہا تھا۔
"لیکن تمھارے گھر سے تو زور زور ہنسنے سے کی آواز آرہی تھی،، دوسرے دوست نے پوچھا۔
پہلا دوست۔۔ہاں اس کی وجہ یہ تھی کہ میری بیوی مجھ پر برتن پھینک رہی تھی۔ اگر مجھے لگ جاتا تو وہ خوب ہنستی، اور اگر برتن نہیں لگتا تو میں زور زور سے ہنستا تھا۔

محمد نوید اسلم، انسان اسکول، کشن گنج (بہار)

[] بیٹا۔۔(باپ سے)۔ ابارات میں آندھی آئی تھی۔
باپ۔۔(بیٹے سے)۔ کچھ نقصان تو نہیں ہوا؟
بیٹا۔۔(باپ سے)۔ آم کا ایک درخت گر گیا۔
باپ۔۔(بیٹے سے)۔ کوئی آدمی مرا تو نہیں ؟
بیٹا۔۔ آدمی تو نہیں مرا لیکن دو آم شہید ہو گئے

رفعت سلطانہ۔ آرمور۔ ضلع نظام آباد

[] ایک لڑکا امتحان میں اٹھ اٹھ کر آگے والے لڑکے کے پرچے سے نقل کر رہا تھا۔
استاد نے اُسے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا "آپ کہیں تو اُس کے ساتھ بٹھادوں،،
لڑکا بولا۔ شکریہ! مجھے یہیں سے صاف نظر آرہا ہے۔

امتیاز احمد محمد اسحٰق، مومن۔ اتھنی

قلمی دوستی

نام۔ محمد افضل (شانو) عمر ۱۰ سال
تعلیم۔ چھٹی جماعت
مشغلہ۔ اچھی کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد اکمل، ۶۳، حسین باغ بریلی

....

نام: نصرت جاوید ناصر
تعلیم: ایس ایس، سی (جاری)
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت جاوید ناصر، سیدھا سلطان پور بیناپارہ اعظم گڑھ۔ یوپی

....

نام: محمد یسین عبدالرزاق
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: انجمن مفید الیتمیٰ، مدنپورہ، ممبئی ۸

....

نام: محمد سرفراز عالم
تعلیم: عربی اول
مشغلہ: دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مدرسہ دارالعلوم رحمانی، زیرومائل، ارریہ

....

نام: محمد سلیمان صابر
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: درسی اور غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مقام جھکا، پوسٹ، بہرا، ضلع مغربی چمپارن۔ بہار

....

نام: محمد رضوان خان۔ عمر: ۹ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، اور کرکٹ کھیلنا
پتا: محلہ درگاہ علی، تعلقہ چوپڑہ ضلع جلگاؤں

....

نام: محمد امجد اقبال۔ عمر: ۱۴ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: ڈبٹی۔ مدنپور، ارریہ، (بہار)

....

نام: سرفراز قاسم چوگلے
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا: مقام، پوسٹ، بہرولی نمبر ۲، تعلقہ کھیڈ ضلع رتناگیری۔ مہاراشٹر

....

نام: رئیس احمد مساحی۔ عمر: ۱۳ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: پچھم محال، کمرواں، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

....

نام: عبدالرب، عرف احسان۔ عمر ۱۳ سال
تعلیم: نویں جماعت

مشغلہ: پیام تعلیم اور دیگر رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت شیخ حبیب صاحب، مکان نمبر
۲۶/ ۲/ ۳ ڈاک بنگلہ، کورٹلہ، کریم نگر۔

....

نام: محمد علی اصغر عمر: ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: بنگال بک ہاؤس، ساؤتھ بازار، پوسٹ،
انڈال، ضلع بردوان (مغربی بنگال)

....

نام: محمد صابر حسین
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: اچھے دوست کی تلاش
پتا: ۶/ مولانا محمد علی روڈ، کلکتہ

....

نام: روبینہ بہار (شیبا)
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کامکس پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۶۳ حسین باغ بریلی۔ یو۔ پی

....

نام: نزہت سلطانہ
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد محمود عالم، ڈہٹی، مدنپور، ضلع
اررریہ (بہار)

....

نام: زاہد حسین منور علی عمر: ۱۳ سال

تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: انصار نگر۔ دھولیہ

....

نام: محمد ابوہریرہ عمر: ۹ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: درسی کتب اور پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
پتا: معرفت نادرہ خاتون، معرفت راجیش
کرانہ مرچنٹ، شری رامپور، احمد نگر، مہاراشٹر

....

نام: غسانہ بانو دُرانی
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: غریبوں کی مدد کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت ابراہیم خان مقام، ماتھنی، پوسٹ
گارڈ گاؤں، تعلقہ کھامگاؤں، بلڈانہ، مہاراشٹر

....

نام: ساجد اختر عبدالعزیز
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: ۳۱۴ ماآپاڑہ مالیگاؤں، مہاراشٹر

....

نام: شیخ سکندر
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: شیخ بشیر، جامع مسجد کے پاس، ناندورہ بلڈانہ

....

نام: محمد اظہر مسرور خان

تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : روم نمبر ۱۳۳۳ ۵ / او پی ، پی اسلنا ولیج، سندر باغ، این ایس ایس روڈ، گھاٹ کوپر۔ ممبئی

....

نام : مسرور شاہدی
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : شعر و شاعری کرنا
پتا : مقام جھالا، ضلع، کشن گنج، (بہار)

....

نام : سیما شر حد عرف تمنا
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت محمد ارمان علی ایچ ، این ، ایس ، ۱۲ ، رام لوچن ملک اسٹریٹ، کلکتہ ۷۳

....

نام : ہاشم سلیمان
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پابندی کے ساتھ اپنا ہر کام پورا کرنا
پتا : محلہ پورارانی، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

....

نام : انصاری جنید اختر محمد مرتضیٰ
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : ۶۴ ۳ نیا پورہ، گلی نمبر ۱۰ مدنی روڈ مالیگاوں

....

نام : محمد کلام خان
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : ۲ ایچ / ۷ ای کے روڈ، کلکتہ ۲۳

....

نام : ابراہیم چودھری عمر : ۱۸ سال
تعلیم : ایس، ایس، سی
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : بلاسس۔ ممبئی ۸

....

نام : نور جہاں بیگم
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : نماز پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : حدیثا خاتون ، بیٹھن پورہ چوک رمنا۔ مظفر پور (بہار)

....

نام : احمد رضا صابری عرف شہزادہ۔ عمر ۱۱ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : مقام و پوسٹ ، اندولی ، وایا، پریہار ضلع سیتامڑھی۔ (بہار)

....

نام : فرحانہ امین سید
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : مختلف رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا : مقام و پوسٹ ، وانگنی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

....

میرے پسندیدہ اشعار

دیکھا جو اُن کا زخم تو آئی مجھے ہنسی
خود کو لگا جو زخم تو آنسو نکل پڑے
غریب باپ کی میں آبرو بچالوں گی
شباب آنے سے پہلے ہی زہر کھالونگی

مس عطیہ بیگم، مبارکپور، اعظم گڑھ

سہارا غیر کا خوابیدہ کردیتا ہے دانش کو
سہارا ٹوٹ جائے، زندگی بیدار ہو جائے

فرحینہ تفہیم۔ قلعہ روڈ۔ ناندیڑ

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

راشد علی غفار منزل جامعہ نگر دہلی

کیا حقیقت مال کی ہے خون بہایا کیجیے
نیک کاموں کے لیے دولت لٹایا کیجیے

رومانہ حصہ آرمور ضلع نظام آباد

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

اپنی کوتاہی سے تقدیر کو بدنام نہ کر
عزم و ہمت سے مقدر بھی بدل جاتے ہیں

فرحانہ انجم خان، دیوان پورہ، منگرول پیر

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پہ اشک برسانا نہیں آتا

رخشندہ آفرین۔ آرمور، نظام آباد اے پی

حیات جس کی امانت تھی اس کو لوٹا دی
میں آج چین سے سویا ہوں پانو پھیلا کے

عبدالرحمٰن بالا پور۔۔۔۔۔۔ آکولہ

تیر گی اپنے مقدر کی مٹانے کے لیے
چھین کر چاند ستاروں سے اُجالا لے لو

ضحیٰ خان، الکتاب۔۔ ارریہ، بہار

بے ربط زندگی کا عجب یہ صلہ ملا
مجھ کو خدا ملا نہ کوئی ناخدا ملا

علی محمد، جامعۃ الفلاح بلریا گنج

پھر مرا پیکر خاکی ہے ثریا بردوش
پھر تصویر میں کہیں گنبد خضریٰ تو نہیں

محمد فرقان علی۔۔ لہریا سرائے

پستی، پستی، وادی وادی، صحرا صحرا خون
امت والے، امت کا ہے کتنا سستا خون

نذیر احمد۔ مجریال۔۔ اے پی

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

مجاہد احمد ایم جمیل، کروش بیلگام

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک ہو
موت ایسی ہو کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

ساجدہ بانو، قاضی پورہ۔ شہادہ

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
اِس لیے اے شریف انسانو!
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم، سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

شیخ اصغر، شیخ غلام۔ بھنڈارہ

آپ کی شانِ کریمی دشمنوں کے باب میں
پتھروں کے زخم کھا کر پھول برسانے کا نام

محمد حسان سعدی ۹۔ انجمن اسٹریٹ، ویلور

بات سرگوشیوں میں کرتے ہیں
ہم زمانے سے اتنا ڈرتے ہیں

محمد صابر حسین، صابریہ ہوٹل، دربھنگہ بہار

کشتی کا ذمے دار فقط ناخدا نہیں
کشتی پر بیٹھنے کا سلیقہ بھی چاہیے

محمد شاہد الحق، اسلام نگر۔ ارریہ بہار

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

محمد شعیب اختر اسلام اردو ہائی اسکول، ممبئی ۴

ہم جو اپنا لہو نہ دیں عارف
دیپ محلوں کے جل نہیں سکتے

خان محمد عارف اکبر، ۱۲ ایچ ۷ ابی کے روڈ کلکتہ

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

محمد امام الدین جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

بازوئے ہمت سے تو گرتے ہوؤں کو تھام لے
موت کے آغوش میں بھی زندگی کا نام لے

محمد ارمان علی ۸۔ سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

احباب کے کرم پہ بھروسا ہوا مجھے
کتنا میرے شعور نے دھوکا دیا مجھے

شاہدہ شاہین، بڑا محلہ جونیرہ بھوجی

جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے نینوں میں پیار دیکھا ہے

برکت علی سید اقبال لین ممبئی ۳

اس دور کے پھولوں میں کہاں پیار کی خوشبو
یہ دور محبت کا لہو چاٹ رہا ہے

محمد شاداب ایوبی، عثمانیہ بورڈنگ، ارریہ بہار

پیچھے بندھے ہیں ہاتھ اور شرط ہے سفر
کس سے کہوں کہ پانو کا کانٹا نکال دے

تنظیم احمد، خداداد پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

قاتل ہی محافظ ہے قاتل ہی سپاہی ہے
شیشے کی عدالت میں پتھر کی گواہی ہے

عتیق احمد انصار محلہ، بھیونڈی ضلع تھانہ

بندہ نواز کوئی ملے بھی تو کس طرح
کل تک جو تھے ایاز وہ محمود ہو گئے

کھتری محمد فاروق ڈاور۔ کھنڈوہ

تعمیر کی باتیں رہنے دو تخریب کا ساماں ہونے دو
ہر بستی کو ہر قریہ کو، ہر شہر کو ویراں ہونے دو

شبیر نور المظفر، لائن، کشن گنج بہار

چہرہ کھلی کتاب ہے عنوان کچھ بھی دو
جس رخ سے بھی پڑھو گے مجھے جان جاؤ گے

دیکھی گئی نہ مجھ سے اندھیروں کی سرکشی
پھر بن کے آفتاب نکلنا پڑا مجھے

ساجد پرویز۔ آبے گاؤں، آکولہ مہاراشٹر

فریب وقت نے گھر احباب ڈالا ہے
وہاں بھی شمع جلادو جہاں اُجالا ہے

کہکشاں بیگم، محلہ شاستری نگر آرمور اے پی

لوگ سجدے کر رہے ہیں یہ دعا ہونٹوں پہ ہے
ہم کو لوٹا دے خدا شام و سحر کی رونقیں

محمد کلام خان۔ ۲، ایچ، ۷ اپی کے روڈ، کلکتہ ۲۳

کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

محمد جمیل احمد، نئی آبادی ناندیڑ

روزِ افزوں حسن کا ہر دور اک سیارہ ہے
ہے دبستاں لکھنؤ، دلی اگر گہوارہ ہے

محمد مقیم حکیم نظام الحق صدیقی قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری یو۔پی

کہاں سے لاؤں اس اشرف علیؒ کو
جو زندہ کر گئے دینِ نبی کو

معین الدین مدرسہ مظاہر الاسلام، ہردوا گنج

ہمیں لاعلم رکھتے ہیں ہمیشہ اپنے بارے میں
وہ ہم سے ساری باتوں کی وضاحت مانگ لیتے ہیں

محمد شاہد اختر مدرسہ تجوید القرآن، دہلی ۶

سیرت نہیں ہے جس میں وہ صورت فضول ہے
جس گل میں بو نہیں وہ کاغذ کا پھول ہے

سمیرہ سلطانہ۔ آرمور ضلع نظام آباد اے پی

پیامی ادبی معما نمبر ۹۲ کا شاندار نتیجہ

بالکل صحیح حل: (۱) شہنشاہوں (۲) لنگر خانہ (۳) ڈھول والے (۴) چالیس ہزار (۵) اکھڑپن (۶) تدبیر (۷) بچھو

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس: ۵۰ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) عزیزہ نفیس فاطمہ۔ مدار تکیہ، منگردل پیر آکولہ (۲) شیخ باسط مسیح۔ عبداللہ نگر، مالیگاؤں (۳) عزیزہ فردوسیہ بیگم، سیدا پیٹ، ویلور (۴) محمد مظفر اشرفی۔ چوکتا، ارریہ بہار (۵) ساجد انصاری۔ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی (۶) محمد اختر۔ فخر آباد، پاتھری، پربھنی (۷) عائشہ کوثر، نواب پورہ اورنگ آباد ایم ایس (۸) اعجاز حسین رضوی۔ باندرہ۔ ممبئی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس: ۲۵ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئی۔ (۱) ایس کے زہرا، مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد، بہار (۲) عفان احمد عثمانی رفیع گنج بہار (۳) اُمشا صدف فاروقی معرفت مکتبہ اطفال مالیگاؤں (۴) نوید احمد عمران دیورس کالونی۔ آنیکل (۵) محمد سالک جمیل۔ سنگرور پنجاب (۶) شکیل احمد، آرمور نظام آباد اے پی (۷) محمد تقی۔ ابابکر پور ویشالی بہار (۸) عمران عالم۔ سندر گڑھ، اڑیسہ

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 94

600 روپے کے نقد انعامات

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ اگست ۱۹۹۶ء ہے

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ اندر سے جہاز کا فرش بالکل .... کی طرح تھا۔ (آئینے / شیشے / مخمل)
۲۔ تو تم اس .... کو ہمیشہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے رہو گے۔ (وزن / گٹھری / بوجھ)
۳۔ خدا کے لیے مجھے .... لو، ورنہ میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ (بچا / چھپا / ہٹا)
۴۔ اس واقعے کے بعد کئی مرتبہ .... سے ہمارا سامنا ہوا۔ (شیروں / گینڈوں / ہاتھیوں)
۵۔ اس کی تاریخ .... کے بارے میں اختلاف ہے۔ (پیدائش / ولادت / وفات)
۶۔ اس ملاقات کو .... برس بیت چکے ہیں۔ (پندرہ سولہ / بیس اکیس)
۷۔ کیا آپ نے واقعی مجھے .... دی ہے؟ (امان / پناہ)
۸۔ لباس بہت ہی .... پہنتے تھے۔ (معمولی / عمدہ / قیمتی)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر 94 ماہنامہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 94
PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۴

خوب صورت گیٹ اپ کے ساتھ مکتبہ پیام تعلیم کی دیدہ زیب کتابیں
جھیل کا راز
ثریا فرخ
قیمت 6/
ٹھگ نے ٹھگا ٹھگ کو
ابصار عبد العلی
قیمت 4/
پیار کا پنچھی
فرخندہ لودھی
قیمت 6/
چوں چوں بیگم
شفیقہ فرحت
قیمت 4/50
گلی ور کے تین
حیرت انگیز سفر
قیمت 6/
گدھا کہانی
میرزا ادیب
قیمت 9/
مکتبہ پیام تعلیم کی نئی کتاب
صراط مستقیم
حکیم محمد سعید
قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے یہ ہمارا دستورِ حیات ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری
رہنمائی کے لیے اور اچھی زندگی گزارنے کے لیے وہ تمام اصول بیان فرمائے ہیں جو صحیح
راستے پر چلنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس کتاب میں منتخب آیات کا ترجمہ اور تشریح
نہایت آسان زبان میں پیش کی گئی ہے۔ قیمت: ۵۰/۷ روپے

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ،، سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

ستمبر ۱۹۹۶ء جلد ۴۴ شمارہ ۹

فی پرچہ =/5 روپے — سالانہ =/45 روپے
سرکاری اداروں سے — =/65 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

اڈیٹر: **شاہد علی خاں**

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے ستمبر کا پیام تعلیم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس شمارے میں بھی آپ کے ایسے بزرگ ادیبوں کی نگارشات شامل ہیں جن کے پاس ایسے خطوط آتے ہی رہتے ہیں جن میں مضمون لکھنے کی فرمائش ہی نہیں، معاوضہ پیش کرنے کا ذکر بھی ہوتا ہے لیکن ان کی نظر معاوضہ پر نہیں آپ سب کے روشن مستقبل پر ہے۔ یہ حضرات اپنی دیگر اہم مصروفیت کے باوجود آپ کے لیے لکھنے کا وقت نکالتے ہیں۔ دن میں تو ان کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی یقیناً اپنے آرام کا وقت آپ کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ آپ واقعی خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اس دور میں ایسے بزرگ ملے جو صرف آپ کا بھلا چاہتے ہیں اپنا نہیں۔

ڈاکٹر سید حامد حسین نے کیسا اہم مضمون لکھا ہے۔ "عقل کا امتحان" سوال پڑھ کر تو ہم بھی چکرا گئے مگر حل پڑھا تو طبیعت خوش ہوگئی۔ یہ سلسلہ آگے بھی چلے گا۔ ہم نے طے کیا ہے کہ آیندہ کسی ایک سوال پر (جب جب ایسا مضمون چھپے گا) صحیح حل لکھنے والے پانچ پیامیوں کو پچاس پچاس روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

آپ کے دوسرے ادیب رشید الدین صاحب ہیں، کیسی پیاری زبان لکھتے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ ڈاکٹر بانو سرتاج، وقار قادری کی تحریریں بھی دل کو چھوتی ہیں۔ حکیم محمد سعید اور اے۔ حمید صاحبان کے بارے میں ہم کیا کہیں۔ اگر ان کی کوئی تحریر پیام تعلیم میں نہ ہو تو آپ کو پیام تعلیم ہی اچھا نہیں لگتا۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵- سولر لائن اپارٹمنٹس - اے سیکٹر (بی ڈی اے)
کوہ فضا، بھوپال - ایم - پی

عقل کا امتحان

عقل کا امتحان لینا ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ اس سے کسی کی ذہانت کا بھی پتا چل جاتا ہے اور وقت بھی اچھی طرح کٹ جاتا ہے لیکن اب یہ صرف ایک کھیل اور وقت گزارنے کا طریقہ نہیں ہے بلکہ اس سے یہ معلوم کرنے میں بھی مدد لی جاتی ہے کہ کسی شخص میں الجھن کو سمجھنے اور گتھی کو کتنی تیز سلجھانے کی صلاحیت ہے۔ اور الگ الگ ضرورتوں سے الگ الگ قسم کے سوالات تیار کیے جاتے ہیں اور انھیں حل کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ کہیں ان سے ملازمتوں کے لیے صحیح امیدوار چننے میں مدد لی جاتی ہے جیسے بینکوں یا ریلوے کے محکمے میں کام کرنے کی درخواست دینے والوں کو ذہانت کا امتحان دینا ہوتا ہے۔ آئی۔ اے۔ ایس وغیرہ امتحانات میں بھی بعض سوالات اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہیں اعلا تعلیم کے بعض شعبوں میں بھی داخلے کے لیے جو امتحان لیے جاتے ہیں، ان میں بھی ذہانت کی جانچ کی جاتی ہے۔ "پیام تعلیم" میں اب وقتاً فوقتاً اسی قسم کے سوالات اور انھیں حل کرنے کا طریقہ پیش کیا جاتا رہے گا جو الگ الگ قسم کے مقابلے کے امتحانوں میں آپ کے کام آسکے۔

(ادارہ)

○

عقل کا امتحان لینے والے سوالات کو کس طرح حل کریں، یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ اس قسم کے سوال ایک طرح کی گتھی ہوتے ہیں جسے ہمیں سلجھانا ہوتا ہے۔ سوال کے اندر کوئی نہ کوئی گھما ؤ یا پیچ ہوتا ہے۔ یہ بات سیدھی سیدھی نہیں بتائی جاتی۔ سوال کے اندر باتیں جس ترتیب میں بتائی جائیں کوئی ضروری نہیں کہ ہم اُن پر اسی ترتیب سے توجہ دیں بلکہ اس بات کو دھیان میں رکھیں کہ ان سوالات میں اکثر بات کو گھما پھرا کر اور ادھورا بتایا جاتا ہے۔ کبھی بہت ساری کام کی اور بے تعلق باتیں ملا جلا کر پیش کی جاتی ہیں۔ مقصد یہ ہوتا کہ آپ کے دماغ میں اُلجھن پیدا

کی جائے تاکہ آپ گڑبڑ کر جائیں اور صحیح جواب تک پہنچ نہ پائیں۔ اگر آپ چکر میں نہیں پڑے اور صحیح جواب فوراً ڈھونڈھ نکالا تو آپ یقیناً ذہین ہیں۔

○

ایک مثال لیجیے۔ میز پر آپ کے سامنے دھاگے کا ایک گچھا پڑا ہے۔ اُلجھا اُلجھایا۔ آپ کو اس کو سلجھانا ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ ایک دم گچھے پر ٹوٹ پڑیں اور انگلیوں سے دھاگے کے پیچوں کو کھینچ کھینچ کر نکالنے لگیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ دیکھیں گے کہ گچھا سلجھنے کی بجائے گرہوں اور گٹھانوں میں تبدیل ہو گیا ہے اور اسے سلجھانا اور بھی دشوار ہو گیا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ تھوڑی دیر گچھے کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ اُسے غور سے دیکھیں کہ اُس میں کوئی سِرا کہاں نظر آرہا ہے اور وہ پھر کس طرح پیچوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس سرے کو آہستہ سے اٹھائیں اور دھیرے دھیرے اُسے ہر پیچ میں سے نکالتے جائیں یہاں تک کہ آپ دیکھیں گے کہ ایک ڈیڑھ منٹ میں آپ نے پورا سیدھا دھاگا نکال لیا ہے اور کوئی پیچ باقی نہیں رہا۔

عقل کے امتحان کے سوالات کو بھی حل کرنے کے لیے بھی دوسرا طریقہ اپنایا جاتا ہے ہمیں پہلے جہاں ڈھیلا سِرا نظر آتا ہے اُسے پکڑنا ہوتا ہے اور الجھاؤ پیدا کرنے والے ہر پیچ سے بچتے بچاتے گتھی کو پوری طرح سلجھانا ہوتا ہے۔ ہمیں ہر ایسی بات سے بچنا ہوتا ہے جو ہمارے دماغ میں الجھن کو بڑھائے۔ دماغ میں الجھن بڑھنے کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم ایک وقت میں بہت ساری باتیں اپنے دماغ میں بھرنا چاہیں۔ آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آپ دی ہوئی ساری باتوں کو کسی نہ کسی قسم کی ترتیب میں لانے کی کوشش کریں۔ ان کا کوئی سلسلہ تیار کریں۔ ان میں کوئی جوڑ پیدا کریں۔ یہ بھی اچھا ہوگا کہ آپ ساری باتیں اپنی یادداشت میں رکھنے کی بجائے ان میں سے اہم اہم باتیں کہیں لکھتے جائیں۔ جہاں ہو سکے وہاں کاغذ پر نقشا یا شکل بنا لینے سے بھی بڑی مدد ملتی ہے۔

○

اس بار ہم ایسے سوالات اپنے سامنے رکھیں گے جن میں کسی قسم کی ترتیب کا مسئلہ ہے۔ مثال کے طور پر یہ سوال لیجیے۔

سوال ۱: چھے دوست، چاند، لیاقت، نعیم، سعید، رئیس اور واحد ایک قطار میں بیٹھے ہیں۔ (۱) لیاقت، واحد اور سعید کے بیچ میں ہے۔ (۲) واحد، نعیم کے آگے ہے۔ (۳) نعیم، چاند کے آگے ہے (۴) چاند، بائیں سرے پر ہے

(۵) رئیس، سعید کے آگے ہے۔
بتائیے کہ واحد کے آس پاس کون کون ہیں؟

حل: سب سے پہلے تو اتنی ساری باتوں کے گڑبڑ ہو جانے سے بچنے کے لیے آپ کاغذ پر ایک شکل بنالیں تو اچھا ہوگا۔ ایک سیدھی لائن میں چھے نشان لگالیں۔ ابھی انھیں کوئی نام نہ دیں۔

× × × × × ×

اب دی ہوئی معلومات کو دیکھیں اور پتا چلائیں کہ ڈھیلا سرا کہاں ہے۔ جسے پکڑا جاتا ہے کام کی بات (۴) پر ہے جہاں کسی دوست کی کوئی مستقل جگہ معلوم ہوتی ہے یعنی بائیں سرے پر۔ یہ بات اپنے نقشے پر درج کرلیں۔

× × × × × ×
چاند

اب آپ کوئی ایسی بات ڈھونڈیں جس میں چاند شامل ہے۔ یہ بات (۳) پر ہے۔ اب ہمارا نقشا اس طرح ہو جائے گا

× × × × × ×
نعیم چاند

اس کے بعد نعیم کو دھیان میں رکھ کر (۲) سے واحد اور پھر (۱) سے لیاقت اور سعید اور آخر میں (۵) سے رئیس کی پوزیشن معلوم کر سکتے ہیں۔

× × × × × ×
رئیس سعید لیاقت واحد نعیم چاند

اس سے ہم جواب تک پہنچیں گے کہ واحد، لیاقت اور نعیم کے درمیان ہے۔

سوال ۳: چھے لوگ اسلم، بدر، شریف، داؤد، اعجاز اور فہیم ایک گول میز پر بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں۔ (۱) داؤد، اعجاز کے سامنے ہے۔ (۲) اعجاز، شریف کے دائیں اور بدر کے بائیں جانب ہے۔ (۳) شریف، اسلم کے دائیں جانب ہے یہ بتائیے کہ فہیم کے بائیں جانب کون ہے۔

حل: پہلے تو آپ ایک گولا بنائیے اور اس پر چھے نشان لگائیے۔
پہلے تو (۱) کے لحاظ سے داؤد اور اعجاز کو آمنے سامنے رکھ

دیجیے اور پھر باقی لوگوں کو بٹھائیے۔ ایک جگہ خالی رہ جائے گی ظاہر ہے یہ فہیم کی ہے۔ اس کی مدد سے جواب ہوگا :
"بدر"

داؤد ۱
اسلم ۲
۶
شریف ۳
بدر ۵
۴
اعجاز

مشق کے لیے سوالات :
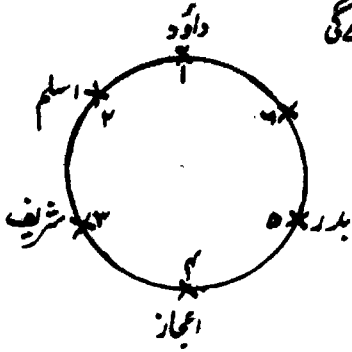
(۱) چار دوست ایک چوکور میز کی ایک ایک سائڈ پر بیٹھ کر تاش کھیل رہے ہیں (۱) عظیم، لئیق کے دائیں جانب ہے اور (۲) عفران، ناصر کے بائیں جانب ہے۔ بتائیے کہ کھیل میں ناصر کا ساتھی کون ہے۔

(۲) پانچ لوگ الف، ب، ج، د، ہ ایک قطار میں بیٹھے ہیں۔ (۱) الف، د کے دائیں جانب بیٹھا ہے (۲) ج اور ب دونوں سروں پر ہیں۔ (۳) ہ، ج کے بائیں جانب ہے۔ (۴) د الف اور ب کے درمیان ہے۔ بتائیے کہ بیچوں بیچ کون بیٹھا ہے ؟

(۳) ایک گول گھیرے کے اندر کشتی کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ پہلوانوں کے چھے ساتھی اظہر، پرویز، صابر، ظہیر، عامر اور فیروز گھیرے کے باہر کھڑے ہو کر پہلوانوں کی ہمت بڑھا رہے ہیں (۱) صابر اظہر اور پرویز کے بیچ میں ہے (۲) فیروز، عامر اور اظہر کے بیچ ہے (۳) عامر، ظہیر کے بائیں جانب ہے۔ بتائیے کہ پرویز کے بائیں جانب کون ہے ۔

(۴) چھے لوگ آگ کے الاؤ کے آس پاس بیٹھ کر آگ تاپ رہے ہیں۔ سلیم، جعفر کے سامنے ہے۔ جعفر، کلیم کے بائیں اور رزاق کے دائیں ہے۔ کلیم، درانی کے بائیں ہے۔ اگر درانی اسمٰعیل سے اور رزاق، جعفر سے اپنی جگہ بدل لیں تو درانی کے بائیں کون بیٹھے گا۔

(۵) ایک قطار میں بنے مکانوں میں چھے لوگ رہتے ہیں۔ بشیر اور فرحت، دبیر کے پڑوسی ہیں اعظم کے پڑوسی اختر اور سکندر ہیں۔ اختر کا گھر نہ تو دبیر کے اور نہ فرحت کے گھر کے پاس ہے۔ سکندر بھی دبیر کے برابر نہیں رہتا۔ بتائیے کہ فرحت کے دو قریب کے پڑوسی کون کون ہیں ؟

حل

سوال ۱ : صحیح جواب : عظیم، ناصر کا ساتھی ہے۔
اس سوال میں ایک جگہ دائیں جانب اور دوسری جگہ بائیں جانب کا تعلق بتایا ہے۔ اچھا یہ رہے گا کہ دونوں باتوں میں ایک جیسا تعلق بنا لیں۔ جیسے دونوں میں دائیں جانب یعنی

(۱) عظیم، لیئق کے دائیں جانب ہے (یہ پہلے سے دیا ہوا ہے)
(۲) ناصر، غفران کے بائیں جانب ہے (یہ دوسری بات سے معلوم ہوا)
اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ساتھ کھیلنے والوں کی جوڑیاں ہیں (۱) عظیم اور ناصر اور (۲) لیئق اور غفران۔

سوال ۲: صحیح جواب: الف

یہاں (۲) سے یہ تو پتا چل جاتا ہے کہ دو سروں پر ج اور ب ہیں لیکن یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ دائیں سرے پر کون ہے اور بائیں سرے پر کون۔ اس گتھی کو سلجھانے میں (۳) سے مدد ملتی ہے کہ ج کے بائیں کون بیٹھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ج دائیں سرے پر ہے۔

×	×	×	×	×
ب			ہ	ج

اب (۴) کی مدد سے بائیں جانب کے سرے پر دال، الف اور ب کو جما سکتے ہیں اور آخر میں ترتیب یوں ہوگی۔

×	×	×	×	×
ب	د	الف	ہ	ج

اس طرح نیچوں بیچ الف ہوگا۔

سوال ۳: صحیح جواب: ظہیر

اس قسم کے سوالات میں کھلا سرا وہاں پکڑا جاتا ہے جہاں یہ دیا گیا ہو کہ کوئی کسی کے دائیں یا بائیں جانب ہے۔ یہاں ہم (۳) سے مدد لے کر کام شروع کریں گے۔ ایک گولا بنا کر پہلے اس میں ظہیر کو جمائیں اور پھر اس کے بائیں جانب عامر کو
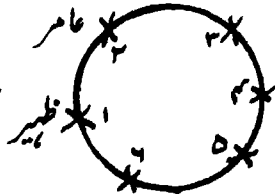
اب ایسی بات سے کام لیں جس میں عامر شامل ہو۔ (۲) کی مدد سے شکل کے اندر ۳ پر فیروز کو ۴ پر اظہر کو بٹھائیں گے۔ باقی رہی معلومات (۱) کو مدنظر رکھتے ہوئے اب ۵ پر صابر اور ۶ پر پرویز کو رکھیں گے۔ شکل مکمل ہو جانے پر یہ پتا چلایا جا سکتا ہے کہ پرویز کے بائیں ظہیر ہے۔
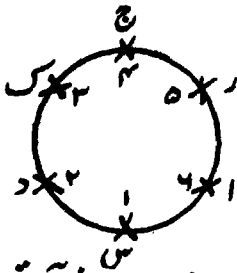
سوال ۴: صحیح جواب : سلیم

یہاں بھی شکل بنا کر سوال کو حل کریں

پہلے شکل میں ۱ اور ۴ پر سلیم اور جعفر کو بٹھائیں اس کے بعد ۳ پر کلیم اور ۵ پر رزاق کو رکھیں۔ پھر ۲ پر درانی کو لائیں۔ اب ۶ خالی رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اسماعیل کی جگہ ہے۔

اس کے بعد سوال کا دوسرا حصہ ہے جس میں کچھ لوگ اپنی جگہ بدلتے ہیں۔ درانی ۶ پر آجاتا ہے اور اسمٰعیل ۲ پر چلا جاتا ہے۔ معلوم کرنا ہے کہ درانی کے بائیں کون ہے یعنی موجودہ حالت میں ۶ کے بائیں کون ہے۔ ۶ کے بائیں ایک ہے جس پر سلیم ہے۔ کیونکہ سلیم جگہ بدلنے والوں میں نہیں ہے اس لیے سلیم ہی ہمارا جواب ہے۔

سوال ۵: صحیح جواب : دبیر اور سکندر۔

شروع میں جو دو باتیں دی گئی ہیں ان کی مدد سے (دائیں سے بائیں) یہ چار ترتیبیں بنتی ہیں۔

(۱) بشیر۔ دبیر۔ فرحت (۲) فرحت۔ دبیر۔ بشیر

(۳) اختر۔ اعظم۔ سکندر (۴) سکندر۔ اعظم۔ اختر

اب کیونکہ سوال میں فرحت کے دو پڑوسی پوچھے گئے ہیں اس لیے فرحت کا گھر سرے پر نہیں ہے یعنی اوپر (۲) پر دی ہوئی ترتیب خارج ہو گئی۔ اب سوال ہے کہ (۱) کو (۳) کے ساتھ جوڑا جائے یا (۴) کے ساتھ۔ (۳) کے ساتھ جوڑنے سے فرحت اور اختر پڑوسی ہو جاتے ہیں۔ سوال میں بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں پڑوسی نہیں ہیں۔ لہٰذا (۱) کو صرف (۴) سے جوڑا جا سکتا ہے۔ اس طرح گھروں کی ترتیب یہ ہوگی۔

بشیر۔ دبیر۔ فرحت۔ سکندر۔ اعظم۔ اختر

اور فرحت کے دائیں بائیں دو پڑوسی دبیر اور سکندر ہوں گے۔

رشید الدین
جوائنٹ اڈیٹر ماہنامہ "شاداب"،
ریڈ ہلز، حیدرآباد - ۴

ایک عالم اور ملّاح

مولانا روم کی ایک مثنوی

مولانا روم فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے۔ وہ ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑے مفکّر، عالم اور صوفی بھی تھے اُن کا سارا کلام تصوف کے مسائل سے بھرا ہوا ہے۔ ان کا پورا نام جلال الدین اور تخلص رومی تھا مگر وہ عام طور پر مولانا روم کے نام سے ہی مشہور ہیں۔ ان کا خاندان علماء اور مشائخین کا خاندان ہے۔ ان کے والد مولانا بہاء الدین بھی بہت بڑے عالم تھے۔ مولانا رومؒ نے اپنی زندگی بہت سادگی اور اسلامی اصولوں کی پابندی میں گزاری۔ ان کے مرشد شمس تبریزیؒ تھے جو تصوف میں کمال رکھتے تھے۔ مولانا روم نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری اور اپنے قلم کو اپنے تک محدود رکھنے کی بجائے اسے عام کیا اور نئی نسل تک پھیلایا۔

مولانا روم ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو ایران کا ایک مشہور شہر ہے۔ انھوں نے کوئی ڈھائی ہزار غزلیں اور سولہ سو رباعیاں لکھی ہیں۔ مگر ان کی سب سے مشہور اور طویل تصنیف "مثنوی" ہے جسے عرف عام میں مثنوی مولانا روم یا مثنوی معنوی کہتے ہیں یعنی ایسی مثنوی جو معنوں سے پُر ہے۔ یہ مثنوی اتنی طویل ہے کہ اس کی سات جلدیں ہیں اور انھوں نے ہر مثنوی میں کچھ نہ کچھ حکمت کی بات بتائی ہے۔ یہ نہایت آسان زبان میں ہے لیکن آسان پیرایے میں بہت گہری باتیں بتائی گئی ہیں۔ ان مثنویوں میں طنز و مزاح کی چاشنی بھی ہے اور انھوں نے مذاق مذاق میں بہت کام کی باتیں بتادی ہیں۔

مثنوی بظاہر بہت چھوٹے چھوٹے قصّوں پر مشتمل ہے لیکن ان قصّوں میں معنوں کا ایک سمندر چھپا ہوا ہے۔ مولانا نے یہ مثنوی اپنے خلیفہ یعنی جانشین چلپی حسام الدین کی فرمائش پر لکھی تھی۔ مولانا دورانِ گفتگو بڑے دلچسپ واقعات سناتے جن میں ایک سبق اور نصیحت بھی ہوتی تھی۔ چلپی کے دل میں ایک دن یہ خیال آیا کہ اگر ان کے مرشد مولانا روم ان ہی باتوں کو نظم کردیں تو کتنا اچھا رہے گا۔ چنانچہ انھوں نے مولانا سے اپنے اس خیال کا اظہار کیا

اور مولانا تیار ہو گئے۔ وہ ہر روز رات میں ٹہلتے جاتے اور چلپی کو اشعار لکھواتے جاتے۔ دوسرے دن صبح چلپی انھیں خوش خط لکھ کر مولانا کو بتاتے اس میں اگر ضرورت ہوتی تو وہ کچھ ترمیم کرتے جاتے۔ اس طرح طویل عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور مثنوی کے سات دفتر یعنی جلدیں تیار ہو گئیں۔

مولانا روم ایک فطری اور الہامی شاعر تھے۔ ان کے دماغ میں جیساکہ غالب نے کہا ہے "آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں" از خود وارد ہوتے۔ اردو کے شاعر علامہ اقبال مولانا روم کے بہت بڑے پرستار تھے اور انھوں نے اپنی شاعری میں ان سے بہت استفادہ کیا تھا اسی لیے وہ اپنے آپ کو مولانا روم کا "مرید ہندی" کہتے تھے یعنی ہندستان میں رہنے والا ان کا ایک مرید۔ انگریزی کی مشہور شاعرہ سروجنی نائیڈو جنھیں گاندھی جی نے بلبلِ ہند کا خطاب دیا تھا، نے بھی مولانا روم سے استفادہ کیا تھا اور ان کا خیال تھا کہ دنیائے ادب میں مولانا روم کا کوئی ثانی نہیں۔

مولانا روم کی شہرت صرف فارسی زبان یا ایران تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے کلام خصوصاً مثنویوں کے ترجمے ہوئے جن میں اردو بھی شامل ہے۔ ون فیلڈ نامی ایک انگریز شاعر نے مثنوی کا بہت اچھا انتخاب کیا اور اسے انگریزی میں منتقل کیا۔ سر جیمز ریڈ ہارس نے مثنوی کی پوری پہلی جلد کو انگریزی میں منظوم کیا۔ پروفیسر نکلسن نے جو انگریزی کے مشہور عالم اور نقاد ہیں مثنوی کی مکمل تشریح انگریزی میں لکھی۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے قول کے مطابق "مولانا روم کا کام مشرق و مغرب کی دانائی کا سنگم ہے"۔

مولانا روم کی شخصیت اور شاعری کا ذکر بہت ہو چکا۔ اب ہم ان کی اس مثنوی کی طرف آتے ہیں جو اس مضمون کا عنوان ہے یعنی "ایک عالم اور ملّاح"، ملّاح کشتی چلانے والے کو کہتے ہیں اور عالم وہ ہوتا ہے جس نے بہت علم حاصل کیا ہے۔ تو قصّہ یوں شروع ہوتا ہے کہ ایک عالم صاحب کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ وہ زبان و قواعد کے بڑے ماہر تھے اور بھی بہت سے علم ان کو آتے تھے۔ ان کے بہت سے شاگرد بھی تھے۔ اس لحاظ سے وہ واقعی قابل تھے مگر وہ کم علم یا بے علم انسانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور نہ صرف انھیں خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ اُن سے بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

ایک دن ان عالم صاحب کو کہیں سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں ایک دریا پڑتا تھا جسے لوگ عام طور پر کشتیوں میں پار کرتے تھے اور پھر خشکی پر اتر کر چل پڑتے تھے۔ دریا پار کرنے کے لیے اُن عالم صاحب کو بھی ایک کشتی کی ضرورت پیش آئی۔ اتفاق سے ایک

چھوٹی سی خالی کشتی دریا کے کنارے کھڑی تھی۔ انھوں نے ملّاح کو اشارہ سے بلایا اور کرایہ طے کر کے اس میں بیٹھ گئے۔

پہلے تو وہ چپ چاپ بیٹھے رہے اور ملّاح کشتی چلاتا رہا۔ ملّاح تو مصروف تھا مگر عالم صاحب اکیلے بیٹھے بیٹھے اکتا گئے اور مجبوراً وقت گزارنے کے لیے ملّاح سے گفتگو شروع کر دی اور اس سے پوچھا "کیا تم صرف کشتی چلاتے ہو یا کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔ تمھیں قواعد آتی ہے؟" بچارا غریب اور ان پڑھ ملّاح بھلا قواعد کیا جانے۔ اس نے تو پہلی بار یہ لفظ سنا تھا۔ اس لیے اس نے معصومیت سے پوچھا "قواعد کیا چیز ہوتی ہے؟" عالم نے یہ سن کر نفرت سے منھ پھیر کر کہا "افوہ! تم تو نرے جاہل ہو۔ تمھیں یہ بھی نہیں معلوم قواعد کیا ہوتی ہے۔ تم نے اپنی آدھی عمر بیکار ضائع کر دی۔"

ملّاح کو عالم کی یہ بات بہت ناگوار گزری مگر وہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا اور چپ چاپ کشتی چلاتا رہا۔ اتنے میں دریا میں طوفان آ گیا اور کشتی بھنور میں پھنس کر ہچکولے کھانے لگی۔ ملّاح نے عالم سے پوچھا "حضرت! آپ کو تیرنا آتا ہے؟" عالم نے غصّہ میں کہا "میں عالم ہوں۔ مجھے تیرنا نہیں آتا۔ یہ تو تم جیسے جاہل لوگوں کا کام ہے۔" اتنے میں کشتی ڈوبنے لگی۔ ملّاح نے کہا "پھر تو بھیّا! تمھاری ساری عمر ضائع ہونے جا رہی ہے۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے اور بس ڈوبنے ہی والی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور تیر کر دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ عالم صاحب اپنے سارے علم کے ساتھ کشتی کے ساتھ ہی ڈوب گئے۔

مثنوی یہاں ختم ہو جاتی ہے مگر اس چھوٹے سے واقعہ سے مولانا روم نے یہ درس دیا ہے کہ غرور اچھی چیز نہیں اور اگر جسے علم نہیں آتا اُسے حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، ممکن ہے وہ کسی دوسرے فن کا ماہر ہو جیسا کہ ملّاح تھا۔ وہ تیرنا جانتا تھا گو اسے قواعد نہیں آتی تھی لیکن تیرنا تو آتا تھا، اس لیے اس کی جان بچ گئی اور عالم اپنے سارے علم کے ساتھ دریا میں غرقاب ہو گئے۔

بس اسی طرح مولانا روم اپنی ساری مثنوی میں ایسے ہی چھوٹے چھوٹے اور سبق آموز واقعات درج کرتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ انھیں منظوم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ مثنویاں دنیائے ادب میں باقی ہیں اور نہ صرف باقی ہیں بلکہ اپنی اہمیت اور وقعت بھی رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر بانو سرتاج
بالمقابل آکاش وانی سول لائن
چندر اپور۔ ۴۴۲۴۰۱

احسان فراموش

(چینی لوک کتھا)

یہ انسان کی احسان فراموشی کی کہانی ہے۔

پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک شخص ندی میں نہانے گیا۔۔۔۔۔ نہ جانے کیا ہوا کہ وہ ندی کے دھارے کے ساتھ بہنے لگا۔ اپنی جان مشکل میں دیکھ وہ زور زور سے مدد کے لیے چلانے لگا۔ اس کی چیخ پکار ایک ہرن نے سنی جو وہاں پانی پی رہا تھا۔ ہرن، ندی میں کود پڑا اور تیرتا ہوا اس آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ آدمی نے اس کے سینگ پکڑ لیے اور ہرن اسے صحیح سلامت کنارے پر لے آیا۔

آدمی نے ہرن کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ وہ اس کے لیے کیا کر سکتا ہے۔ ہرن نے کہا "جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا۔ تم صرف یہ وعدہ کرو کہ میرے بارے میں کبھی کسی کو نہیں بتاؤ گے۔"

ہرن نورنگا تھا، نہایت خوبصورت، کمیاب۔ اسے ڈر تھا کہ اگر لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا تو اس کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ آدمی نے وعدہ کر لیا۔

اسی درمیان اس ملک کی رانی نے خواب میں ایک نورنگا ہرن دیکھا جس کے سینگ چاندی کے تھے، جو بہت خوبصورت تھا۔

صبح ہوتے ہی رانی نے راجا کو اپنا خواب سنایا اور اس نورنگے ہرن کو پکڑوا کر محل میں لانے کی فرمائش کر دی۔ اس نے کہا "میں اس خوبصورت ہرن کے چمڑے سے اپنے لیے لباس بناؤں گی۔ عمدہ بہترین لباس، جیسا کسی کے پاس نہ ہو۔"

راجا نے منادی کرا دی کہ جو شخص نورنگے ہرن کا پتا بتائے گا اسے بے شمار دولت عطا کی جائے گی۔

اعلان اس آدمی نے بھی سنا جس کی جان نورنگے ہرن نے بچائی تھی۔ اس نے

ہرن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے محسن کا پتا کسی کو نہیں بتائے گا مگر اسے لالچ نے گھیر لیا۔ اس نے سوچا، راجا کو ہرن کا پتا بتادوں۔ ہرن تو مارا جائے گا۔ مجھے اس کے سامنے شرمندہ بھی نہ ہونا پڑے گا مگر مجھے دولت مل جائے گی۔ میری زندگی سنور جائے گی۔

وہ راج دربار میں پہنچ گیا۔ اس نے راجا سے کہا "مہاراج۔ سپاہیوں کو میرے ساتھ روانہ کر دیں۔ میں نے اس ہرن کو دیکھا ہے۔ میں اس تک سپاہیوں کو پہنچادوں گا۔"

آدمی سے نورنگے ہرن کی تفصیل سن کر راجا بھی اسے دیکھنے کو بے قرار ہو گیا اور خود بھی سپاہیوں کے آگے آگے چل پڑا۔

ہرن اس وقت اپنی پناہ گاہ میں آرام سے سویا ہوا تھا۔ ہرن کا ایک دوست تھا کوا۔۔۔ کوے نے جب راجا اور اس کے سپاہیوں کو اپنے دوست کے غار کی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ سارا ماجرا سمجھ گیا۔ سمجھ گیا کہ دوست کی جان خطرے میں ہے۔ وہ غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور زور زور سے کاؤں کاؤں۔۔۔ کائیں کائیں کرنے لگا۔

کوے کے شور سے ہرن کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جھپٹ کر باہر نکلا تو دیکھا راجا کے سپاہی اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان کے آگے وہ شخص ہے جس کی اس نے جان بچائی تھی۔ ہرن نے راجا سے کہا "مہاراج۔ رک جایئے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کس ارادے سے یہاں آئے ہیں۔ لیکن مجھے مارنے سے پہلے ایک احسان فراموش انسان کی کہانی سن لیں۔" راجا رک گیا تو ہرن نے پوری کہانی سنا دی۔ راجا بے حد متاثر ہوا۔ اس نے کہا "اے رحمدل ہرن۔ میں ہرگز تمھارا شکار نہیں کروں گا۔ میں اپنی رانی کو کسی طرح سمجھالوں گا۔"

راجا نے اعلان کروادیا کہ نورنگے ہرن کا کوئی بھی شخص شکار نہیں کرے گا۔ ایک انسان کی جان بچانے کے صلے میں اسے اس کی جان کی امان دی گئی ہے۔

راجا نے اس احسان فراموش انسان کو قید کی سزا سنائی۔

وقار قادری
C-76/203, Sector-9
شانتی نگر، میرا روڈ، تھانے (مہاراشٹر)

موسمبی والے ماما کی کہانی

شہر کے بڑے بیوپاری موسمبی والے ماما کے شاپنگ سینٹر کا آج افتتاح ہونے والا ہے۔ ماما مہمانوں کا خیر مقدم کرنے میں مصروف ہیں۔ انھیں میرے دادا جان کا بڑی بے چینی سے انتظار ہے کئی مرتبہ مجھ سے ان کے متعلق دریافت کر چکے ہیں۔ مگر دادا جان بھی خوب ہیں۔ مجھے تو پہنچنے کے لیے کہا اور خود غائب۔ ضرور کسی سماجی کام میں الجھ گئے ہوں گے۔ گھنٹوں کام کرتے ہیں۔

"لو تمھارے دادا جان تو اب تک نہیں آئے۔ موسمبی والے ماما نے بڑی بے چینی سے کہا۔"

"وہ ضرور کسی اہم کام میں پھنس گئے ہوں گے۔" میں نے دادا جان کی طرفداری کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹی سارے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ بس انھیں کی کمی ہے۔"

"آپ افتتاح کروائیے۔ دادا جان آہی جائیں گے۔"

"ان کے بغیر افتتاح کیسے ہوگا۔؟"

"ویسے ماما جی ایک سوال جو نہایت ہی بے موقع ہے آپ اجازت دیں تو پوچھ لوں۔؟"

"ہاں ہاں۔۔ پوچھ لو۔"

"آپ موسمبی والے ماما کیوں کہلاتے ہیں؟" سوال واقعی بے موقع تھا مگر میں چاہتی تھی کہ اس بہانے وہ دادا جان کی غیر موجودگی کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جائیں۔

"سنا آپ لوگوں نے؟ موسمبی والے ماما کی یہ بھانجی جاننا چاہتی ہے کہ اسے موسمبی والے ماما کیوں کہا جاتا ہے۔؟"

یہ سن کر سارے لوگ میری جانب کچھ اس طرح دیکھنے لگے گویا یہ سوال ان کے

دلوں میں بھی ایک طرح سے سر اٹھا رہا تھا۔ ماما نے یہ دیکھ کر اپنی بات کہنی شروع کی۔

" یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں چودہ پندرہ سال کا تھا۔ میرے سر سے ماں باپ کا سایا اٹھ گیا تھا۔ میں گلی گلی بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھر لیا کرتا۔ جی ہاں! کاہل اور ناکارہ لوگوں کے لیے پیٹ بھرنے کا سب سے آسان ذریعہ بھیک مانگنا ہی ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوئے اور دوبارہ اپنی کہانی شروع کی۔

"ان دنوں میرے پاس ایک رکشا آکر ٹھہرا۔ اس میں سے اترنے والے ایک بزرگ کے سامنے بھی میں نے ہاتھ پھیلادیا۔ مگر بجائے بھیک کے ایک زور دار ڈانٹ میرے کانوں سے ٹکرائی۔"

" ہٹے کٹے ہو کر بھیک مانگتے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ ؟"

" صاحب میرے پاس کچھ نہیں میں کیا کروں۔ ؟"

" یہ لو پانچ روپے اور کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرو۔"

انھوں نے میری ہتھیلی پر پانچ کا نوٹ رکھا۔ ان دنوں پیسے کی بڑی اہمیت ہوا کرتی تھی۔ مجھے حیرت بھی ہو رہی تھی اور خوشی بھی کہ آج ایک ایسا شخص مجھے ملا جس نے مجھ پر اعتماد کیا تھا۔ اس کے بعد وہ صاحب سامنے کے مکان میں چلے گئے۔ میں وہ پانچ کا نوٹ لے کر پھلوں کے مارکیٹ کی جانب بڑھا۔ آج میں بھی کچھ محنت مزدوری کو آزمانا چاہتا تھا۔ بازار سے پانچ روپے کی ٹوکری بھر موسمبیاں خرید کر ایک نکڑ پر بیٹھ گیا۔ چند گھنٹوں میں ساری موسمبیاں بک گئی تھیں۔ میری ہتھیلی پر ساڑھے آٹھ روپے جمع ہو گئے تھے۔ اپنے محنت کی پہلی کمائی دیکھ کر میں پھولے نہیں سما رہا تھا۔ وہ پیسے لے کر میں اس مکان پر چلا گیا جہاں وہ گئے تھے۔ یہ مکان انھیں کا تھا۔ مجھے دیکھ کر پاس بلایا۔ میں نے وہ ساری جمع پونجی ان کے قدموں میں رکھ دی۔ وہ بڑے خوش ہو گئے اور وہ رقم مجھے لوٹاتے ہوئے انھوں نے کہا۔

" جاؤ۔ ان پیسوں سے پہلے پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ اور جو پیسے باقی بچیں گے ان سے پھر موسمبیاں خرید کر بازار میں بیچو۔"

ایک ہوٹل میں بیٹھ کر میں نے ڈٹ کر اپنی پسند کا کھانا کھایا۔ ان دنوں کھانے پینے کی چیزیں سستی ہوا کرتی تھیں۔ دو روپے کھانے پر خرچ ہوئے۔ بقیہ ساڑھے چھے روپے لے کر پھر پھلوں کے مارکیٹ کی جانب بڑھا۔ شام تک ساری موسمبیاں دوبارہ ختم ہو چکی تھیں۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ محنت، ایمانداری اور لگن یہ تین چیزیں جس کے پاس

ہوتی ہیں، تقدیر ہمیشہ اسی پر مہربان رہتی ہے۔ ان بزرگ کی دعائیں بھی میرے ساتھ تھیں۔ دھیرے دھیرے میرا کاروبار پھیلتا گیا۔ اب میری ایک پھلوں کی چھوٹی سی دکان بھی بن گئی تھی۔ مختلف قسم کے پھل لاتا اور مناسب داموں میں بیچ دیتا۔ کاروبار کو مزید پھیلانے کے لیے انھیں بزرگ سے جاکر مشورہ کیا۔ انھوں نے بینک سے ملنے والی سہولتوں پر توجہ دلائی بلکہ وہاں سے قرض دلوانے میں میری مدد بھی کی۔ اب میں اپنی محنت سے تجارت میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ ایک دن میں نے ان بزرگ کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو خفا ہو کر کہنے لگے۔

"تم نے جو ترقی کی ہے وہ تمھاری محنت، لگن اور ایمانداری کا ثمر ہے۔ محنت کے بجائے اگر تم میرے دیے ہوئے پانچ روپے کھا پی جاتے۔ دوبارہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تو بھلا میں کیا کر سکتا تھا۔ ؟ شکر ادا کرنا ہے تو اُوپر والے کا ادا کرو جس نے تمھیں محنت، مزدوری کی نیک ہدایت عطا کی۔"

"لیکن میں اوپر والے کے ساتھ ساتھ ان بزرگ کا آج بھی احسان مند ہوں۔ بلکہ میرے بچے بھی ان کے شکر گزار رہیں گے کہ وہ بجائے ایک بھیک مانگنے کے ایک تاجر کے بچے کہلائیں گے۔ میں بھگوان سے یہ پرارتھنا بھی کروں گا کہ وہ ان کے جیسے بزرگ اور پیدا کرے جو غریب اور مجبور نوجوانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔ اور ہمارا ملک ہٹّے کٹّے بھک منگوں سے آزاد ہو جائے۔ میں آج یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں ایسے نوجوانوں کی راہنمائی کے لیے ایک ادارہ کھولنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو غریبوں اور مجبوروں کو بھیک مانگ کر کھانے کی بُری لت سے نجات دلائے۔ اس ادارے میں نوجوانوں کی رہنمائی وہی بزرگ کریں گے۔ جنھوں نے مجھے یہ راہ دکھائی تھی۔" یہ کہہ کر موسمبی والے ماما بیٹھ گئے۔

"اب تو تم جان گئیں کہ میں موسمبی والا ماما کیوں کہلاتا ہوں ؟"

"یہ تو میں جان گئی۔ مگر وہ بزرگ کون ہیں جنھوں نے آپ کی مدد کی تھی ؟"

"ہاں۔ ہاں وہ بزرگ کون ہیں یہ ہم بھی تو جانیں۔ ؟" سارے مہمانوں نے ایک زبان ہو کر سوال کیا۔

"لو وہ آگئے۔۔ یہی وہ بزرگ ہیں۔" یہ کہہ کر موسمبی والے ماما دادا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔

دادا جان کے ہاتھوں شہر کے سب سے بڑے شاپنگ سینٹر کا افتتاح ہوا۔ مہمانوں

نے تالیاں بجائیں۔ مٹھائی کھائی اور داداجان سے ملنے ملانے میں مصروف ہو گئے۔
موسمبی والے ماما کی کہانی سن کر میرا سر فخر سے اونچا اٹھ گیا۔ فخر اس لیے نہیں تھا کہ پانچ روپے دے کر دادا کوئی بڑے انسان بن گئے تھے۔ فخر اس بات کا تھا کہ میرے دادا غریب نوجوانوں کو پیسے دے کر کاہل نہیں بلکہ محنت، مزدوری کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

کے۔ کمار
۲۶۹۶ سیکٹر ۴۰، چنڈی گڑھ

گناہ گار کون ؟

ان دنوں میں تیسری یا چوتھی کلاس کا طالب علم تھا اور عمر تقریباً نو سال تھی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ہم پہلی منزل پر ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ بجلی نہیں تھی۔ اس لیے پنکھے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جہاں والد صاحب بیٹھتے تھے وہاں بجلی کا پنکھا تھا۔ وہ اپنے مالک سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میرے پریوار کے لیے کمرہ میں بجلی لگوادیں۔
دوپہر کو میں اور والدہ لو سے بچنے کے لیے ایک کھڑکی کو کھلا چھوڑ کر باقی کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیتے تھے۔ اس دن میں سو رہا تھا۔ اچانک والدہ نے ہلا کر مجھے جگادیا اور کھلی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے آنکھیں ملتے ملتے دیکھا کہ ایک برف سا سفید کبوتر وہاں بیٹھا ہے۔ میں چارپائی سے اٹھ کر اس کو پکڑنے کے لیے آہستہ آہستہ کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے ہاتھ کبوتر تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ اڑ گیا لیکن باہر بیٹھی بلی نے اچھل کر اس کو دبوچ لیا۔ میری والدہ ایک دم دروازہ کھول کر بلی کے پیچھے بھاگیں۔ لیکن بلی کبوتر کو منہ میں دبائے سیڑھیاں اتر گئی۔ صحن میں خون کے قطرے بکھرے پڑے تھے۔ میں آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ کبوتر کی موت کا گناہ گار کون تھا؟ میں یا والدہ۔ اگر میں اسے پکڑنے کا لالچ نہ کرتا تو شاید کبوتر بچ جاتا۔ اور والدہ کو بھی یہ پتا نہیں تھا کہ باہر بیٹھی بلی کے خوف سے ہی کبوتر کھڑکی میں بیٹھ گیا تھا۔ ●●

صرف ایک قانون

فریحہ ابتسام راؤ

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام "نیک دل" تھا۔ وہ اپنی رعایا میں پھیلنے والی برائیوں سے بہت پریشان تھا۔ اس کے ملک کے لوگ رشوت کھاتے تھے' ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ دولت مند غریبوں پر ظلم ڈھاتے تھے۔ مزدوروں سے کام زیادہ لیا جاتا تھا' مگر اجرت کم دی جاتی تھی چوروں اور ڈاکوؤں نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ غرض کون سی برائی تھی جو "نیک دل" کی رعایا میں نہ تھی۔ بادشاہ اپنے نام کی طرح سچ مچ کا نیک دل تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس ملک میں امن و امان ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے "نیک دل" نے بہت سے قانون بنائے' مگر اس کی رعایا نے کسی قانون کی کوئی پروا نہیں کی۔

ایک دن بادشاہ اسی مایوسی میں بیٹھا تھا کہ اس کے دل میں خیال آیا کہ بادشاہت بھی چھوڑ

دوں اور یہ ملک بھی تاکہ میری جگہ کوئی لائق شخص بادشاہ بن جائے جو حکومت بھی سنبھالے اور رعایا کو بھی سیدھی راہ پر لے آئے۔ پھر بادشاہ نے سوچا کہ درباریوں میں سے کسی کو بادشاہ بنادوں، مگر پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ پہلے سب کو آزما کر دیکھ لوں۔ لہٰذا اس نے ایک کاغذ لکھوایا جس میں صرف ایک سوال پوچھا گیا تھا :

"اگر تم بادشاہ ہوتے تو سب سے پہلا کام کیا کرتے؟"

پھر یہ سوال بادشاہ کے درباریوں اور کچھ خاص امیروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بادشاہ نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا۔ کسی کو بھی یہ نہ بتایا کہ وہ کیا چاہتا ہے بلکہ یہ بہانہ بتایا کہ میں ملک کے مسائل سے بہت تنگ ہوں اور ان کے حل کے لیے آپ لوگوں کی تجویزیں چاہتا ہوں۔

چند روز بعد اس سوال کے جواب بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ بادشاہ نے سب کو غور سے پڑھا۔ کسی نے لکھا تھا کہ وہ سب سے پہلے شاہی خزانے کی دولت میں اضافے کے اقدامات کرتا۔ ایک اور نے لکھا کہ وہ سب رشوت خوروں کو پھانسی دے دیتا۔ ایک کی رائے تھی کہ سب سے پہلے ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ کرتا۔ بادشاہ کو ان سب جوابوں نے مایوس کردیا۔ جس جواب کی تلاش اسے تھی وہ کسی نے نہ دیا تھا۔

پھر بادشاہ نے یہ سوال پورے ملک کے لوگوں سے پوچھا۔ مہینوں تک اس سوال کے جواب آتے رہے، مگر ابھی تک اس کے مطلب کا جواب نہ آیا تھا۔ آخر جواب آنے کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ بادشاہ مایوس ہوگیا کہ اس کی رعایا میں سے کوئی ایک شخص بھی اس عہدے کے قابل ثابت نہ ہوسکا تھا۔ پھر اس کے ذہن میں ایک اور ترکیب آئی۔ اس نے سارے جوابات کو جمع کیا اور اپنے خادموں سے انھیں گننے کو کہا۔ گنتی ختم ہونے کے بعد حساب لگایا گیا تو پتا چلا کہ تین جگہ سے ابھی جواب نہیں آئے تھے۔ بادشاہ کی آنکھوں میں امید کی ایک کرن جاگ اٹھی۔ اس نے حکم دیا کہ ان تین آدمیوں کا پتا چلایا جائے جنھوں نے جواب نہیں بھیجے۔ بڑی مشکل سے تینوں کا پتا چلایا گیا اور ان کے نام پتے بادشاہ "نیک دل" کو دیے گئے۔

بادشاہ نے خود ان کو پرکھنے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ اس نے مسافروں کا بھیس بدلا اور پہلے پتے پر پہنچا اس نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک داڑھی والے بزرگ باہر نکلے۔ بادشاہ نے کہا : "بھائی! میں مسافر ہوں۔ بڑی دور سے آیا ہوں اور ابھی بڑی دور جانا ہے۔ ایک

رات اپنے گھر ٹھیرا لو۔ اللہ تمھیں اس کا بڑا اجر دے گا۔"

بادشاہ کی بات سن کر ان بزرگ نے بڑی شائستگی سے جواب دیا :

"ہاں ضرور، آیئے تشریف لایئے۔"

وہ بزرگ جن کا نام فیوز تھا بادشاہ کو مہمان خانے میں لے گئے۔ پھر انھوں نے بادشاہ سے کھانے کا پوچھا۔ بادشاہ نے کہا کہ پہلے غسل کرلوں تاکہ تھکن اتر جائے۔ میزبان بزرگ نے نہانے کے فوراً بعد کھانے کا انتظام کیا۔ کھانا بہت عمدہ تھا۔ بادشاہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر اللہ کا شکر ادا کر کے لیٹ گیا۔ بادشاہ بزرگ فیوز کی مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہی وہ شخص ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔ شام کو بزرگ سے باتیں شروع ہوئیں۔ باتوں باتوں میں بادشاہ نے ان سے سوال کے جواب کے بارے میں پوچھا تو بزرگ نے جواب دیا :

"ارے نہیں بھائی ! ہم اس سوال نامے کا جواب نہ دے سکے۔ میری بیوی نے وہ سوال نامہ آتش دان کے پاس رکھ دیا تھا۔ ایک آدھ سلگتی چنگاری اڑ کر آئی اور وہ سوال نامہ جل کر

راکھ ہوگیا۔"

بزرگ فیروز رات کا کھانے لینے کے لیے زنان خانے کی طرف گئے تو بادشاہ نے سوچا کہ چل کر اپنے گھوڑے کی خبر لوں۔ ابھی وہ مہمان خانے سے نکلا ہی تھا کہ ایک کمرے میں سے باتوں کی آوازیں آئیں۔ دوسروں کی باتیں سننا ویسے تو بہت بری بات ہوتی ہے' لیکن بادشاہ نے سوچا کہ شاید ان باتوں سے بزرگ کو پرکھنے کا موقع ملے۔ اس نے اپنے کان اسی دروازے سے لگادیے ایک عورت کہہ رہی تھی :

"فیروز! تم بالکل بے وقوف انسان ہو۔ تم ابھی تک مسافر سے یہ نہیں اگلوا سکے کہ اس کے پاس کتنا مال ہے؟"

جواب میں بزرگ فیروز کی آواز آئی : "اوہو ! تم بھی کمال کرتی ہو۔ مسافر اعلا ترین نسل کے عربی گھوڑے پر سوار ہوکر آیا ہے۔ یقیناً کھاتا پیتا ہی ہوگا اور اگر اس کے پاس سے مال پانی نہ بھی ملا تو بھی یہ گھوڑا بہت قیمتی ہے۔ تم کھانے میں بے ہوشی کی اتنی دوا ملا دو کہ اس مسافر کو صبح سے پہلے ہوش نہ آسکے۔ پھر میں اس کے کپڑوں اور سامان کی تلاشی لوں گا اور جو مال پانی ملا اسے رکھ کر اس کے بے ہوش جسم کو دریا میں ڈال آؤں گا۔"

یہ باتیں سن کر بادشاہ دھک سے رہ گیا۔ اسے فیروز پر بہت غصہ آیا۔ وہ واپس مہمان خانے میں آیا۔ اپنا سامان اٹھا کر چپکے سے باہر نکلا' اپنا گھوڑا لیا اور پھر ایک سرائے میں جاکر ہی دم لیا۔ بادشاہ نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے اسے ایک غلط فیصلے سے بچا لیا تھا۔

جب بادشاہ دوسرے پتے پر پہنچا تو اس گھر پر ایک موٹا سا تالا لگا ہوا تھا۔ بادشاہ نے آس پاس کے لوگوں سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ گھر کا مالک اپنے گھر والوں سمیت اپنے رشتے داروں سے ملنے گیا ہوا ہے۔ یہاں سے بادشاہ تیسرے پتے پر پہنچا۔ یہ مچھیروں کی ایک بستی تھی۔ اس میں ایک مچھیرا اپنی جھونپڑی میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی وہ لپک کر اٹھا اور اسے کوئی مچھلی کا سوداگر سمجھ کر بولا :

"بیٹھیں صاحب ! میرا پوتا قاسم ابھی مچھلیاں لے کر آتا ہی ہوگا۔" بادشاہ وہاں چپ چاپ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بوڑھے سے جس کا نام دینو تھا بات چیت شروع کی اور اس سے شاہی سوال نامے کے بارے میں پوچھا۔

ارے بیٹا ! میں ٹھیرا بوڑھا آدمی' بھلا میں اس کا کیا جواب دوں گا۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کام میں بڑی برکت ہے۔ یہاں ہم دو دادا پوتے ہی رہتے ہیں۔ اچھا کھانے پینے کو مل جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے دولت کے بکھیڑوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔"

یہ بات سن کر بادشاہ کا دل دھڑکنے لگا۔ اسے وہ شخص مل گیا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ اس کے ذہن میں تھا کہ جو شخص جواب میں یہ کہے گا کہ اسے بادشاہ بننے کا کوئی شوق نہیں ہے' وہ اسی شخص کو بادشاہ بنائے گا۔ بادشاہ نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے دینو سے پوچھا :

"بابا ! تمہارے پوتے نے اس سوال کا کیا جواب لکھا؟"

دینو نے بتایا کہ جس وقت شاہی سوال نامہ آیا اس وقت تو قاسم بستی سے باہر تھا۔

"تو بابا اسے چاہیے تھا کہ بعد میں جاکر سوال نامہ لے آتا۔"

اس پر دینو نے کہا :

"اسے خود بادشاہ بننے سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ وہ تو بس اپنی مرضی کا بادشاہ ہے۔" یہ

باتیں سن کر بادشاہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اسی وقت ایک لمبا تڑنگا نوجوان کندھے پر مچھلیاں لادے جھونپڑی میں داخل ہوا۔ وہ قاسم تھا۔ اجنبی کو دیکھ کر قاسم ٹھٹکا پھر اندر آگیا۔ بادشاہ نے اپنی تسلی کے لیے اس سے بہت سے سوال کیے۔ دونوں دادا پوتے نے ہر سوال کا جواب بادشاہ کی امید کے مطابق دیا۔

پھر بادشاہ ان سے رخصت ہوا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ پیچھے سے قاسم کی آواز سنائی دی : "ٹھیریے جناب ! پھر اس نے بادشاہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا :
"جناب ! آپ اپنی یہ انگوٹھی تو وہیں چھوڑ آئے۔"

بادشاہ نے قاسم کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ یہ بھی بادشاہ کی آزمائش کا ایک حصہ تھا۔ اس نے آج تک یہی سنا تھا کہ اس کی رعایا میں بے ایمانی عام ہے، اسی لیے اس نے اپنی انگوٹھی جان بوجھ کر جھونپڑی میں چھوڑ دی تھی۔ دینو مچھیرا اور اس کا پوتا اس آزمائش میں بھی پورے اترے اور انھوں نے اسے اس کی انگوٹھی واپس کردی۔

کئی دن بعد کچھ شاہی سپاہی آئے اور مچھیروں کی بستی سے دینو اور قاسم کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بادشاہ نے انھیں اپنے محل میں شاہی مہمان کی حیثیت سے رکھا۔ وہ دونوں بہت حیران تھے کہ یہ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ ابھی تک بادشاہ ان کے سامنے نہ آیا تھا۔ پھر جب انھوں نے اجنبی مسافر کو نیک دل بادشاہ کے روپ میں اپنے سامنے دیکھا تو ان کی حیرت بڑھ گئی۔ جب بادشاہ نے بوڑھے مچھیرے سے کہا کہ وہ اسے اپنی جگہ بادشاہ بنانا چاہتا ہے تو بوڑھے مچھیرے نے سختی سے انکار کردیا۔ پھر بادشاہ نے ساری بات ان دونوں کو بتائی تو دینو نے کچھ دن کی مہلت مانگی۔

تیسرے دن بادشاہ ان کے پاس گیا تو دینو نے بادشاہ سے کہا :

"اے بادشاہ! میں بوڑھا اور کم زور شخص ہوں۔ جب یہ رعایا تم جیسے مضبوط شخص کی بات نہیں مانتی تو پھر میری بات کا کیا خاک اثر لے گی۔ہاں میں تمھیں ایک ترکیب بتاتا ہوں جس پر عمل کرکے شاید تم اپنی مراد پاسکو۔"

اس کا انکار سن کر بادشاہ کو بہت مایوسی ہوئی۔ وہ آہستگی سے بولا : "ہاں! ضرور بتاؤ۔ میں

تمھاری ترکیب پر غور کروں گا۔"

جب بادشاہ نے بوڑھے مچھیرے کی ترکیب سنی تو اس کے مایوس دل میں امید کی کرن پھوٹی۔ اس نے فوری طور پر اس ترکیب پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اگلے ہی روز ملک میں ایک نیا قانون نافذ کر دیا گیا۔ پچھلے سارے لمبے چوڑے قوانین کو ختم کر دیا گیا۔ نئے قانون کی صرف ایک ہی شق تھی جس کا سرکاری آدمیوں کے ذریعہ سے ملک بھر میں چرچا کروایا گیا۔

ملک کے لوگوں نے پچھلے قوانین ختم ہونے پر بڑی خوشی منائی۔ ان کے خیال میں اب وہ ہر بُرا کام کرنے کے لیے بالکل آزاد ہو گئے تھے۔

لیکن کچھ ہی عرصے بعد ان پر حقیقت کھل گئی۔ نئے قانون کی یہ شق پچھلے تمام قوانین پر بھاری ثابت ہوئی۔ پہلے سیکڑوں بلکہ ہزاروں قوانین ہونے کی وجہ سے حکومت کے لیے سب قوانین کو نافذ کرنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ کوئی بُرا کام ایک قانون کی رو سے بُرا ہوتا تو دوسرا کوئی قانون اسی کام کے بُرا ہونے میں شک پیدا کر دیتا، لیکن اب ہر کام میں صرف ایک ہی بات کو پرکھا جاتا کہ اس میں جو جھوٹ بولے گئے ہیں ان پر سزا دی جائے۔ نئے قانون کے تحت سب لوگوں سے یہ کہا گیا کہ جس سے بھی کوئی دوسرا شخص "جھوٹ" بولتا ہے وہ فوراً شاہی پولیس کو اطلاع دے۔

شاہی پولیس صرف ایک بات کا جائزہ لے گی کہ یہ جھوٹ کس نے بولا ہے اور اس جھوٹ بولنے والے کو جھوٹ کی نوعیت کے اعتبار سے کوڑے مارے جائیں گے اور اس کی مالی حیثیت کے مطابق جرمانہ کیا جائے گا۔

اس قانون کا نتیجہ بڑا اچھا نکلا۔ جو شخص کسی دوسرے کے ساتھ بے ایمانی کرتا یا کوئی شخص کسی سستی چیز کو مہنگا بیچتا تو دوسرا شخص فوراً شاہی پولیس کے پاس جاتا۔ شاہی پولیس ساری چھان بین صرف ایک نکتے کے تحت کرتی کہ کیا واقعی پورے معاملے میں کہیں جھوٹ بولا گیا ہے اور جرم ثابت ہونے پر مجرم کو کوڑے لگائے جاتے۔ کوئی شخص کاروبار میں بے ایمانی کرتا، شاہی خزانے میں گڑبڑ کرتا، کسی کو قتل کرتا، کسی پر ظلم ڈھاتا یا کوئی اور غلط کام کرتا تو ہر غلط کام سے متاثر ہونے والا شخص شاہی پولیس کے پاس جاتا۔ ہمیشہ تفتیش سے یہی بات سامنے

آئی کہ واقعی پورے معاملے میں کہیں نہ کہیں جھوٹ ضرور بولا گیا ہے۔

اسی طرح آہستہ آہستہ دو سال گزر گئے۔ اس دوران ہزاروں نہیں لاکھوں جھوٹوں کو کروڑوں کوڑے مارے گئے۔ اس کے نتیجے میں بہت سی برائیاں ملک سے بالکل ختم ہو گئیں۔ جو تھوڑی بہت برائیاں رہ گئیں ان کی تعداد بھی بہت کم تھی۔

یوں صرف ایک جھوٹ کو چھوڑنے سے پورے ملک کی کایا پلٹ گئی۔ اب ملک میں امن وامان تھا۔ لوگوں کی زندگیاں زیادہ آرام اور چین سے گزرنے لگیں۔ اب لوگوں کو خود بھی سچ کی برکتوں کا پتا چلتا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انھیں ان برائیوں سے بھی نفرت ہوتی گئی جن میں وہ پہلے مبتلا تھے۔

نیک دل بادشاہ کی رعایا بھی اسی کی طرح "نیک دل" بن گئی اور یہ سارا کرشمہ صرف ایک "جھوٹ" چھوڑنے کا تھا۔

بادشاہ نے دینو اور قاسم کو مستقل طور پر اپنے پاس رکھ لیا۔ کیوں کہ یہ سارا کرشمہ دینو کی ترکیب کا تھا۔

منورہ نوری خلیق

قرآن کہانی

حضرت داؤد علیہ السلام

بنو اسرائیل کی ہدایت کے لیے نبی آتے اور انھیں ہدایت دیتے رہے لیکن بار بار یہ قوم گمراہی کا شکار ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ جس قدر رحم کھا کر انھیں اصلاح و ہدایت کے مواقع عطا فرماتا یہ بار بار اتنی ہی سرکشی کرتے۔ قرآن پاک میں بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔ الیسع۔ ذوالکفل۔ سموئیل علیہ السلام۔ ان سبھی نے ہی رشد و ہدایت کا فرض ادا کیا۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا ذکر صرف ناموں کے ساتھ کیا گیا۔ ان کے حالات کی وضاحت نہیں کی گئی۔ ان پر ایمان لانے کے لیے بس اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے اس قوم کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے اور شریعت موسوی پر چلتے ہوئے توریت کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرتے رہے۔ قرآنِ پاک سے یہ بھی وضاحت نہیں ہوتی کہ کون پہلے اور بعد میں آیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد آئے تھے۔ بہرحال یہ زمانہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح کے لیے نئی تعلیم و نئی شریعت کو ضروری سمجھا۔ اور یہ زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ہی تھا۔

۱۰۲۰ قبل مسیح میں داؤد بن ایشا بن عوفید اپنے باپ اور بارہ بڑے بھائیوں کے ہمراہ بیت اللحم میں رہا کرتے تھے۔ چونکہ عمر میں سب سے چھوٹے اور صحت میں بہت کمزور تھے لہٰذا کوئی انھیں بہادر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ ایسے میں ان کے دو مشغلے تھے یا تو اپنے خاندان کی بکریاں چراتے یا بنسری اور بربط بجا کر سب کی توجہ پاتے تھے۔ ان کے تمام بھائی بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت کی فوج کے سپاہی تھے۔ کبھی وہ انھیں کھانا پہنچانے بھی جاتے تو طالوت کو بنسری بجا کر سناتے ورنہ فرصت میں پہاڑوں کی طرف چلے جاتے۔

قوم بنی اسرائیل نے مدتوں منتشر رہنے کے بعد اپنے زمانے کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام سے ایک باقاعدہ سردار کی درخواست کی تھی تو انھوں نے اللہ کی مرضی سے طالوت کو مقرر کیا تھا جو بہت جسیم و طاقت ور اور ایک روحانی طاقت رکھتا تھا۔ اس وقت حضرت سموئیل علیہ السلام اس کے لیے دعا کرتے تھے اور وہ خود

بھی قوم کی خدمت کرتا تھا۔ اُس نے بنو اسرائیل کے تمام دشمنوں، فلسطینی، عمونی، موآب، عمالقہ اور مدین سے جنگ کے بعد انھیں شکست دی تھی۔ ایک زمانے میں فلسطینی بادشاہ جالوت نے ان کے خلاف قوت بڑھائی اور مقابلے کا اعلان کیا۔ اس خبر کو سُن کر طالوت نے بنو اسرائیل کے اسی ہزار جوانوں کو تیار کیا اور زبردست اسلحہ سے آراستہ ہو کر جالوت کے مقابلے کے لیے سفر کا قصد کیا لیکن ابھی یہ لشکر روانہ ہی ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لیے فرمایا کہ اس راستے میں ایک دریا آئے گا۔ اُس کا پانی مت پینا۔

بادشاہ طالوت نے اپنی پوری فوج میں اعلان کروا دیا اور روانہ ہو گئے۔ اس وقت اگرچہ ان کے پاس کھانا بھی بہت تھا اور پانی بھی لیکن تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد انھیں دور ایک نہر نظر آئی جس کا پانی صاف و شفاف، ٹھنڈا اور میٹھا نظر آتا تھا۔ طالوت کی فوج کے لوگ اُسے دیکھتے ہی بے تاب ہو گئے۔ انھوں نے سوچا، ہمارے ساتھ جو پانی ہے وہ ٹھنڈا نہیں۔ نہر کا پانی زیادہ فرحت بخش ہوگا۔ اس وقت اگرچہ طالوت نے انھیں پھر ہدایت کی اور کہا۔ "دیکھو۔ یہی وہ نہر ہے۔ اب تم خود کو صابر، فرماں بردار اور مطیع ظاہر کرنا اور اس کا پانی مت پینا۔"

لیکن یہ سننے کے بعد فوج کے زیادہ لوگ نہر دیکھتے ہی بے خود ہو گئے اور چُلّو بھر بھر کر پینے لگے اور جو جس قدر پیتا اس کی پیاس اتنی ہی بڑھتی جاتی یہاں تک کہ اُن کے پیٹ پھول گئے۔ وہ تھک تھک کر گرنے لگے اور کچھ مرنے لگے۔ اس واقعے کے بارے میں اس طرح فرمایا گیا ہے۔

> اور جب طالوت لشکر لے کر چلا تو اس نے کہا ایک دریا پر اللہ کی طرف سے تمھاری آزمائش ہونے والی ہے جو اس کا پانی پیے گا وہ میرا ساتھی نہیں، میرا ساتھی وہ ہے جو اس سے پیاس نہ بجھائے۔ ہاں ایک آدھ چلّو پی لیا تو پی لیا۔ مگر ایک قلیل گروہ کے سوا سب اس دریا سے سیراب ہوئے۔ (البقرۃ، آیت ۲۴۹)

الغرض کہ طالوت کی فوج کے زیادہ لوگوں نے خود کو بے صبر ظاہر کر کے خوب پانی پیا۔ کچھ مر گئے اور جو زندہ رہے وہ اس قدر تھک گئے کہ جنگ تو جنگ سفر کے بھی قابل نہ رہے۔ اس وقت صرف تیرہ سو تیرہ آدمی تھے جو کہتے تھے کہ ہم جالوت سے جنگ کریں گے اور خدا سے کامیابی و نصرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ ورنہ طالوت کی اسی ہزار فوج جنگ سے جی چُرا رہی تھی۔ یہ کیفیت دیکھتے ہوئے بادشاہ طالوت بہت ہراساں ہوا اور ان کی یہ حالت دشمن سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ وہ لوگ اندازہ کر رہے تھے اور ان کے حوصلے

بڑھتے جا رہے تھے۔ ادھر تو جالوت کی کثیر تعداد فوج کے لوگ بڑھ چڑھ کر خوشیاں منا رہے تھے ادھر خود جالوت نے طالوت کو پیغام بھیجا اور کہا: "بنی اسرائیل کے بادشاہ! تم جو بہادر میدان میں لائے ہو وہ ہمارے قابل نہیں ہیں نہ وہ ہمارا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ ہی زیر کر سکتے ہیں، لہٰذا اس باطل خیال کو چھوڑ دو۔"

طالوت کو اس حرکت پر دکھ بھی ہوا اور شرم بھی آئی کہ اسّی ہزار فوج میں صرف تین سو تیرہ لوگ مقابلے کے لیے اس کے ساتھ تھے ورنہ سب کہہ رہے تھے کہ ہم میں جالوت کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ہمیں واپس جانے دو۔ اس صورتِ حال کے بعد طالوت نے اعلان کیا: "تم میں سے جو دلیر جالوت کا سر کاٹ کر لائے گا اُسے اپنی نصف سلطنت انعام دے کر اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دوں گا۔"

اس اعلان کو سننے کے بعد صرف تین سو تیرہ آدمی ہی اس کے ساتھ رہے باقی واپس جانے کا اصرار کرتے رہے۔ تب طالوت نے انھیں واپس کر دیا اور قلیل تعداد کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ اس فوج میں داؤد علیہ السلام کے بڑے بھائی بھی شامل تھے اور حسبِ دستور داؤد علیہ السلام ان کے ساتھ تھے لیکن وہ اسلحہ لگائے ہوئے نہ تھے اور نہ کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ الیشا بن عوفید کا یہ فرزند کوئی بڑا مقابلہ جیت سکتا ہے۔

تاریخ ابنِ خلدون میں لکھا ہے کہ جب حضرت سموئیل علیہ السلام نے طالوت کو کچھ خاص نشانیاں بتائیں جو جالوت کو قتل کرنے والے میں ہوں گی اور داؤد بن ایشا میں وہ علامات موجود ہونے کی خبر دی تو بنو اسرائیل کے معززین اعتراض کرنے لگے لیکن جب وہ سب علامات ان میں موجود پائیں تو انھیں مقابلے پر جانے کی اجازت دے دی لیکن اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی [illegible] کے بجائے اپنے ہی گوپھن میں پتھر رکھا اور میدان میں پہنچے جونہی جالوت نظر پر آیا، پتھر کھینچ کر مارا [illegible] جالوت زخمی ہو کر گرا اور مر گیا۔

یہ وہ بادشاہ تھا جس کے مقابلے پر بڑے بڑے دلیر [illegible] جانے کی توقع کسی کو بھی نہ رہی تھی اور بنی اسرائیل کا بادشاہ طالوت بھی اس سے مرعوب [illegible] ان بادشاہوں کے مقابلے کو اتنی مدت گزر گئی تھی کہ کبھی کو کوئی امید نہ رہی تھی کہ [illegible] کا بادشاہ زیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے معرکہ گوپھن کے ایک [illegible] شکست دے دی اور جالوت کو قتل کر دیا۔ اس موقع کے لیے خدا نے فرمایا۔

طالوت کی فوج نے خدا کے حکم سے ان کو ہزیمت دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کردیا۔
(سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۵)

اس وقت بنی اسرائیل بہت خوش تھے اور اعلان کے مطابق طالوت کا فرض تھا کہ اپنی نصف سلطنت اور بیٹی اس نوجوان کے حوالے کردیتا جس نے اس کے مخالف کو ختم کیا تھا لیکن وہ بڑی ہی شش و پنج میں مبتلا نظر آنے لگا۔ داؤد بن ایشا بیت الحم کے وہ جوان تھے جن کے بارے میں سموئیل علیہ السلام کو خبر دے دی گئی تھی۔ انھوں نے انھیں چھوا پاک کیا اور لوگوں میں اُن کے اوصاف بیان کیے۔ مستزاد یہ کہ سب اُنھیں جالوت پر غالب آتے دیکھ چکے تھے۔ اس لیے طالوت کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ انھیں اپنے مخصوص ہم عصروں میں شمار کرکے اپنا وعدہ پُورا کردیتا لہٰذا بیٹی بھی دے دی اور اپنے اسلحہ خانے کا افسر اعلیٰ مقرر کردیا لیکن اندرخانہ طالوت کے بیٹے اور وہ خود مرعوب ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ کہ بہت کم وقت میں ان کی کیفیت یہ ہوئی کہ وہ بظاہر محبت سے پیش آتے۔ ہر امر کے لیے اُن کی طرف رُجوع کرتے لیکن پس پردہ انھیں قتل کردینا چاہتے تھے۔

ایک دن طالوت نے اپنے تین بیٹوں سے اَن کے قتل کے بارے میں گفتگو کی اس کے یہ تین فرزند دانش ور تھے یہوناتان ۔علم میں بہت زیادہ تھا، ملکیشوع، دلیر تھا، اور ینشبات، عوام میں مقبول۔

ان تینوں سے حضرت داؤدؑ کے قتل کی بات کرکے طالوت نے گویا انھیں ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا لیکن کسی طرح یہ سازش ان پر عیاں ہوگئی یا شاید طالوت کی بیٹی اور اپنی بیوی کے ذریعے انھیں خبر مل گئی کہ اَن کے قتل کے پروگرام بن رہے ہیں۔ یہ جان کر وہ ایک رات اپنے رب کی تسبیح کرتے ہوئے روانہ ہوگئے۔

یہی وہ زمانہ تھا جب طالوت سے ایک خطا سرزد ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے رُوحانی قوّت چھین لی۔ حضرت سموئیل علیہ السلام اس سے ناراض ہوکر کنارہ کش ہوئے اور وہ پھر سے بنی فلسطین سے جنگ میں مبتلا ہوا جہاں اس کے تین دلیر، ذہین اور صاحب علم بیٹے مارے گئے اور اس نے خودکشی کرلی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو احساس ہوا کہ انھیں جالوت جیسے طاقت ور بادشاہ سے نجات دلانے والے داؤد علیہ السلام ہی تھے لہٰذا ان سب نے اتفاقِ رائے سے انھیں اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ اس قوم کی بادشاہت ملنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں باقاعدہ وحی کے ذریعے اصلاح کا حکم بھی دیا۔ یوں حضرت داؤدؑ بادشاہ بھی بنے اور نبی بھی۔

اب بنو اسرائیل بہت خوش تھے حضرت داؤد علیہ السلام نے اَن کے تمام دشمنوں سے مقابلہ کرکے انھیں زیر کیا۔ خدا کے حکم سے انھوں نے بنی کنعان اور بنی فلسطین سے جنگ کرکے ان پر باقاعدہ خراج مقرر کیا۔ پھر

موآب اور عمون سے جنگ کی۔ اس کے ساتھ ہی دمشق، حلب اور آرمینیہ کو زیر کیا۔ یہ دیکھ کر انطاکیہ کے بادشاہ نے خود ہی صلح کے لیے ہاتھ بڑھایا اور انھیں تحائف روانہ کیے جو انھوں نے قبول فرمائے۔ ان فتوحات کے ساتھ ہی خدا نے انھیں جانوروں کی بولیاں سمجھنے کی عقل عطا فرمائی۔ پہاڑوں کو ان کے تابع کیا۔ اور اُن کے ہاتھوں میں اس قدر قوت بھر دی کہ وہ لوہے کو ذرا سے اشارے سے موڑ کر رکھ دیتے تھے لہٰذا اپنی اس قوت کو انھوں نے دوسروں کی بھلائی کے لیے استعمال کیا اور فوج کے لیے زرہ بکتر بنانے لگے۔ ان کی طاقتوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس طرح فرمایا ہے۔

ہمارے بندہ داؤد کو یاد کرو جو صاحب قوت اور بے شک خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ صبح و شام ان کے ساتھ خدائے پاک کا ذکر کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جو جمع رہتے اور ان کے فرماں بردار تھے۔ ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا انھیں حکمت اور معاملات میں فیصلہ کرنے کی سمجھ عطا فرمائی۔ (سورۃ صٓ۔ آیت نمبر ۱۰)

ان کی وجہ سے بنی اسرائیل جو مدتوں سے خود کو بے توقیر تصور کر رہے تھے اب عزت دار سمجھنے لگے اور وہ خود بھی انسانوں اور جانوروں پر حکومت کرتے اور پورے پورے انصاف کے ساتھ اُن کے درمیان فیصلے کرتے رہے۔ ان کے متعدد فیصلے تاریخ میں درج ہیں جو انھوں نے بنو اسرائیل کے درمیان کیے۔ ہفتہ میں ایک خاص دن عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن آپ کسی سے ملاقات نہ کرتے تھے اور جب تک مصروف عبادت رہتے، دربان دروازے پر پہرہ دیتا تھا۔

ایک دن ایک مقدمے کے دو فریق در اقدس پر اس وقت پہنچے جب عبادت خانے کا دروازہ بند کرکے آپ اپنی عبادت میں مصروف ہو چکے تھے لہٰذا دستور کے مطابق دربان نے کسی طرح بھی انھیں اندر نہ جانے دیا۔ تب وہ دونوں عبادت خانے کے پچھلے حصے کی طرف گئے اور دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے۔

(باقی آئندہ)

درِ حیرت

سائنسی موضوعات پر سوال و جواب کا سلسلہ

ایاز محمود

○ ..... جب پنکھا چلتا ہے تو ہمیں ہوا کیوں لگتی ہے؟

بجلی سے چلنے والے پنکھے میں تین یا چار پر ہوتے ہیں۔ آپ نے غور کیا ہو گا کہ یہ پر بالکل سیدھے سپاٹ نہیں ہوتے بلکہ ایک جانب سے تھوڑے سے مڑے ہوئے یا خم کھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے جب پنکھا چلتا ہے تو مزاحمت کی وجہ سے اس جگہ پر موجود ہوا تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹتی ہے۔ اس عمل سے اس مقام پر ایک جزوی خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کو پُر کرنے کے لیے چاروں طرف سے ہوائیں تیزی سے آتی ہیں۔ یوں یہ سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اسی وجہ سے گرمیوں کے موسم میں پنکھے کا استعمال فرحت بخشتا ہے اور گرمی کی شدت میں کمی پیدا کرتا ہے۔

○ ..... اگر عام انسان چاند پر جائے تو اس سے اس

کو کوئی نقصان تو نہیں ہو گا؟

بھائی! عام انسان چاند پر جائے گا کیسے؟ چلتے پھرتے راستہ بھٹک کر تو جا نہیں سکتا۔ اس کے لیے بہت اہتمام اور تیاریاں کرنی پڑتی ہیں۔ خاص قسم کے لباس پہننے پڑتے ہیں جن کی مدد سے خلا نورد چاند کے موسم کی سختی سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہم آپ کو اس سے پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ چاند پر کسی قسم کی فضا نہیں لہٰذا فضائی دباؤ بھی نہیں۔ مخصوص قسم کے خلائی لباس میں اس بات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ دباؤ نہ ہونے کی کیفیت کا توڑ کیا جا سکے اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ چاند کی سطح پر چہل قدمی کرنے کے لیے سائنس دانوں کے پاس آکسیجن کا معقول انتظام ہوتا ہے۔ اس کے بغیر تو زندگی کا تصور ہی محال ہے۔ چاند کے سفر سے پہلے وہاں در پیش آنے والی کیفیات کو مصنوعی طریقے سے زمین پر بنایا جاتا ہے۔ اس میں بے وزنی کی کیفیت بھی شامل ہے لیکن یہ مکمل بے وزنی نہیں کیوں کہ چاند کی کششِ ثقل زمین کے مقابلے میں چھ گنا کم ہے تو پھر اسی تناسب کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ خلا نورد زمین پر ہی ان تمام کیفیات سے دو چار ہوتے ہیں جس سے ان کی اچھی طرح تربیت ہو جاتی ہے۔

○ .... کیا وجہ ہے کہ جب کھولتی ہوئی کسی شے مثلاً چائے وغیرہ میں چمچ یا اسی طرح کی کوئی اور شے ڈالی جائے تو وہ چند لمحوں کے لیے کھولنا بند کر دیتی

نازیہ امجد حسین۔

چمچ کا درجۂ حرارت کھولتے ہوئے پانی کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔ جب پانی میں چمچ یا کسی اور دھات سے بنی ہوئی چیز کو ڈالا جاتا ہے تو تھوڑی سی حرارت پانی میں ڈالے گئے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے کچھ عرصہ کے لیے پانی کا درجۂ حرارت نقطۂ جوش سے کم ہو جاتا ہے اور یوں پانی کچھ عرصے کے لیے کھولنا بند کر دیتا ہے لیکن اگر چمچ کو پانی میں کچھ اور دیر کے لیے رکھا جائے تو کچھ عرصے میں پانی ایک بار پھر کھولنے لگے گا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اب چمچ اور پانی کا درجۂ حرارت ایک ہی ہو گیا ہے لہٰذا چمچ مزید حرارت جذب نہیں کر سکتا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ چمچ عموماً فولاد یا کسی اور دھات مثلاً ایلومونیم وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور یہ دھاتیں حرارت کا اچھا موصل ہیں۔ ان میں حرارت کی منتقلی لکڑی اور پلاسٹک کی نسبت بہتر ہوتی ہے۔

○ ..... اگر کوئی آدمی کہیں سے چلنا شروع کرے تو وہ دوبارہ وہیں پہنچ جائے گا جہاں سے اس نے چلنا شروع کیا تھا، کیوں؟

غضنفر رشید۔

بھائی! آدمی اگر ناک کی سیدھ میں چلتا ہی رہے تو کبھی اس کے رستے میں دریا آئیں گے کبھی بلند و بالا پہاڑی سلسلے اس کا راستہ روکیں گے۔ کبھی لق و دق ریگستانوں کا سامنا ہو گا اور کہیں گھنے پُر خطر

جنگل اس کی راہ میں حائل ہیں گے۔ لیکن اگر ان سب مشکلات کے باوجود چلتا ہی رہے تو عین اسی مقام پر واپس پہنچ جائے گا جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔ اسکی وجہ تو سب کو معلوم ہی ہے اور وہ یہ کہ دنیا گول ہے۔ لہٰذا اگر کسی بھی ایک نقطے سے کوئی ایک سیدھی فرضی لکیر کھینچی جائے تو وہ دنیا کے گرد گول دائرہ بناتی ہوئی نقطۂ آغاز سے جا ملے گی۔ آپ کی دلچسپی اور معلومات کے لیے یہ بھی بتاتے چلیں کہ دنیا کسی گیند کی مانند بالکل گول مٹول نہیں بلکہ یہ قطبین کی جانب سے کسی قدر چپٹی ہے۔

شمعِ راہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک عادل اور نیک دل خلیفہ تھے۔ اُن سے ایک بار کسی نے پوچھا: "آپ اتنے اچھے اور نیک دل کیسے بن گئے؟ کیا یہ گھر کی تربیت تھی یا مکتب میں اُستاد کی مہربانی جس نے آپ کو ایسا بنا دیا؟"

آپؒ نے جواب دیا: "بس ایک چھوٹی سی بات تھی جس نے میری زندگی بدل دی۔ ہوا یہ کہ ایک بار مجھے ذرا سی بات پر اتنا غصہ آیا کہ اپنے غلام کو مارنے کے لیے اُٹھا۔ غلام نے کہا: "خدا کا خوف کیجیے۔ کیا آپ کو قیامت کا دن یاد نہیں؟" بس یہ سننا تھا کہ میں کانپ اٹھا اور میرا ہاتھ رُک گیا۔ دل نے کہا: ہمیں اپنے ہر عمل کا جواب اللہ تعالیٰ کو دینا ہے۔ بس اسی دن سے میں اپنے ملازموں، محکوموں، عورتوں، بچّوں اور سبھی لوگوں سے نرمی، مہربانی اور محبت کا سلوک کرتا ہوں۔ اُس غلام کا وہ فقرہ آج تک میرے کانوں میں گونجتا ہے۔"

بچّو! یہ وہی خلیفہ تھے کہ ایک بار سخت گرمی کے موسم میں جب لونڈی آپ کو پنکھا جھلتے جھلتے تھک کر سو گئی تو آپ چپکے سے پنکھا اٹھا کر خود جھلنے لگے مگر ملازمہ کو نہ جگایا۔ پھر خیال آیا کہ اُسے بھی تو گرمی لگ رہی ہوگی۔ یہ سوچ کر آپؒ اسے پنکھا جھلنے لگے۔ ذرا دیر بعد ملازمہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے خوف سے ہاتھ جوڑ دیے۔ آپؒ نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ آخر تم بھی میری طرح انسان ہو۔ تمھیں بھی گرمی لگتی ہوگی۔"

مکتبہ پیام تعلیم کی اہم کتابیں

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/-
بچوں کے "قاء" انصاری ۶/-
بچوں کی آپا جان (گیرڈا فلپس) ۶/-
بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵۰
بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
بچوں کے علی سردار جعفری ۴/-
بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
چارلی چیپلن اور کینتھ اینڈرسن ۹/-
بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/-
بچوں کے میرامن دلی والے ۴/۵۰
بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/-
بچوں کے مرزا غالب ۴/-
بچوں کے رنگارنگ خسروؒ ۴/-
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
بچوں کے سلطان جی رح ۴/۵۰
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵۰
بچوں کی صالحہ عابد حسین ۴/-
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/-
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
بچوں کے میرزا ادیب ۴/۵۰
بچوں کے غلام السیدین ۵/-
بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بچوں کے ذاکر صاحب ۷/-
دادا نہرو ۶/-
اندرا گاندھی کی کہانی ۶/-
محمد شفیع الدین زبیری ۷/۵۰
ہمارے عظیم سائنس داں ۹/-

چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/-
مولانا آزاد کی کہانی ۸/-
جوہر قابل ۴/۵۰
بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی ۱۰/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۲/-
میر انیس ۲/-
امیر خسروؒ ۲/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/-
کہانی بھی، معلومات بھی ۶/-
چیزوں کی کہانی ۷/۵۰
یہ کیسا بخار ہے ۶/-
آپ کا جسم ۶/-
گندا پانی ۴/-
کیوں اور کیسے؟ ۶/-
سائنس کی دنیا ۸/-
کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
عجائب گھر ۶/-
ذرّے کی کہانی ۲۱/-
علاج میرا دشمن ۶/-
پرواز کی کہانی ۴/۵۰
غذا کی کہانی ۳/۵۰
رنگوں کی بستی ۵/-
غذائیں دوائیں ۸/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
صحت کے ۹۹ نکتے ۳/-
صحت کی الف بے ۵/-
سنہرے اصول ۵/-
پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵۰
دہلی ۲/-

انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے) ۱/۵۰
سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۷/۱۵
ان تھک جان (زیر طبع)
بھن بھن بانو "
جاں باز سپاہی "
ہمت کے پھل "
موم کا محل "
پیام قواعد اردو طلبہ کے لیے ۳/-
" " (بڑا سائز) ۶/-

نظمیں

پھلجھڑیاں ۶/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بتاشے (نرسری گیت با تصویر) ۷/۵۰
چٹکتی کلیاں (زیر طبع)
ٹوٹے کھلونے ۶/۵۰
سہانے ترانے ۴/۵۰
بچوں کے افسر ۶/-
بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منّے بچوں کے لیے

بتاشے (با تصویر) ۷/۵۰
جاں نثار دوست (با تصویر کہانیاں) ۶/-
شیر اور بکری " ۷/۵۰
چاند کی بیٹی " ۶/-
بھیڑیے کا گانا " ۷/۵۰
جادو کی ہنڈیا " ۶/-
چالاک بلی " ۷/۵۰
دم کٹی لومڑی " ۷/۵۰
کوّے کا خواب " ۷/۵۰
گدھے نے بجائی بانسری ۷/۵۰

قبر کا زینہ

قسط نمبر ۴

(تسلسل کے لیے پچھلے ماہ کا پیام تعلیم ملاحظہ فرمائیں)

طوطم چیف نے پلٹ کر خلائی آدمی کی طرف دیکھا اور بولا "تم احمق ہو۔ جو ہمیں معلوم ہے تمھیں معلوم نہیں ہے ہم ان دونوں سے اپنے مشن کے لیے کام لینے والے ہیں۔ اس دنیا کے انسانوں کو ختم کرنے کے لیے اسی دنیا سے ہمیں ان دونوں سے بہتر کوئی لڑکا لڑکی نہیں مل سکتے۔ میں اسی کام کے لیے اپنے سیارے اوٹاں سے زمین پر بھیجا گیا ہوں۔ ہم ان دونوں کے جسموں میں سیکرٹ کیپسول لگا دیں گے۔ اس سیکرٹ کیپسول کی خلائی لہریں ان دونوں کے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں کرلیں گی اور پھر یہ ہمارے سیارے کے ریڈیائی سگنل کے مطابق کام کریں گے۔ ہم ان دونوں کو ان کے گھروں کو واپس بھیج دیں گے اور جو ہم چاہیں گے یہ وہی کریں گے ان کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوگا۔ اپنی کوئی مرضی نہیں ہوگی۔ یہ وہی کریں گے جو ہم انھیں سگنل کے ذریعے سے کہیں گے۔"

خلائی آدمی خاموشی سے اپنے چیف سائنس دان طوطم کی گفتگو سن رہے تھے۔ طوطم نے اپنی خلائی گھڑی دیکھی اور بولا:

"ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اس لڑکے عمران اور لڑکی شیبا کے جسم میں سیکرٹ کیپسول پلانٹ کر دیں گے۔ تم لوگ تیاری شروع کر دو۔"

طوطم چیف المونیم کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں خلائی آدمی تیزی سے کام میں لگ گئے۔ انھوں نے دو اسٹریچر ایک چھوٹی سی خلائی مشین کے نیچے لاکر رکھ دیے اور مشین کو کھول کر اس کے چھوٹے سے کمپیوٹر کو سیٹ کرنا شروع کر دیا۔

طوطم نے اپنے خلائی سوٹ کے اوپر سفید کوٹ پہن لیا تھا۔ کمپیوٹر سیٹ کرنے کے بعد خلائی آدمیوں نے الماری میں سے آپریشن کرنے کے کچھ چمکیلے اوزار نکالے اور اسٹریچر کے سرہانے چھوٹی میز پر رکھ دیے۔

طوطم چیف نے کہا:
"اس الماری میں سے سیکرٹ کیپسول مت نکالنا وہ میں اپریشن سے پہلے خود نکالوں گا۔"
طوطم چیف بار بار اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خلائی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا۔ اس زمین دوز کمین گاہ کے باہر رات ڈھلنے لگی تھی اور پو پھٹنے ہی والی تھی۔ شیبا اور عمران غار کے الگ الگ تہ خانوں میں اپنے اپنے اسٹریچروں پر بے حس و حرکت پڑے سوچ رہے تھے کہ وہ کب تک وہاں رکھے جائیں گے۔ انھیں وقت کا بالکل احساس نہیں رہا تھا۔ انھیں پتا ہی نہیں چلا تھا کہ وہاں پڑے پڑے کتنا وقت گزر گیا ہے۔ نہ انھیں پیاس لگی تھی نہ بھوک ہی محسوس ہوئی تھی۔ عمران کو بالکل علم نہیں تھا کہ اسی غار میں تھوڑے فاصلے پر شیبا بھی ایسی ہی نیم مردہ حالت میں ایک اسٹریچر پر پڑی ہے۔
خفیہ لیبوریٹری میں اپریشن کے لیے ہر شے تیار تھی۔
طوطم چیف کی نظریں اپنی گھڑی پر لگی تھیں۔ وہ بار بار کرسی سے اٹھتا اور پھر بیٹھ جاتا۔ پھر اس نے اپنی انگلی ہوا میں اٹھائی اور کہا:
"پہلے عمران کو لاؤ۔"
دونوں خلائی آدمی اٹھے اور لیبوریٹری سے نکل گئے۔
عمران اپنی تاریک کوٹھری میں اسٹریچر پر بے بسی کی حالت میں پڑا چھت کو گھور رہا تھا کہ اچانک آہنی دروازے کا پٹ ایک طرف ہٹ گیا۔ کوٹھری میں ہلکی سی روشنی داخل ہوئی۔ عمران نے اسٹریچر پر پڑے پڑے آنکھیں گھما کر دیکھا۔ وہی دونوں خلائی آدمی اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ مجھے کہاں لے جانے

کے لیے آئے ہیں ؟ اس نے سوچا۔ خلائی آدمی اسٹریچر کو چلاتے کوٹھڑی سے نکال کر لے گئے۔ عمران اسٹریچر پر نیم جان لاش کی طرح پڑا تھا۔ اسٹریچر غار کی ڈھلان اتر رہا تھا۔ پھر وہ ایک طرف کو گھوم گیا۔ سامنے لیبوریٹری کا دروازہ تھا۔ طوطم چیف نے ہاتھوں پر اپریشن کے سفید دستانے پہن لیے تھے اور بالکل تیار تھا۔ عمران کو اپریشن والے اسٹریچر پر الٹا ڈال دیا گیا۔

عمران کو پہلی بار ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ یہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا یہ اس کے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے ؟ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ طوطم چیف نے عمران کی گردن میں بے ہوشی کا ٹیکہ لگا دیا۔ اس کا جسم تو پہلے ہی سُن تھا۔ اس انجکشن نے اس کا دماغ بھی سُن کر دیا۔ اب وہ نہ سوچ سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔

طوطم چیف نے کمر پر سے عمران کی قمیص کو اوپر سرکا دیا۔ پھر ایک خاص قسم کے خلائی اپریشن چاقو سے عمران کی کمر میں ریڑھ کی ہڈی کے بالکل قریب چھوٹا سا شگاف ڈال دیا۔ خون نکلا مگر خلائی چاقو نے اس خون کو وہیں خشک کر کے زخم کے منہ کو بند کر دیا۔ عمران کی ریڑھ کی ہڈی صاف نظر آ رہی تھی۔

طوطم چیف نے المونیم کی چمٹی سے سیکرٹ کیپسول کو ڈبیہ میں سے اٹھایا اور عمران کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ لگا کر اس طرح سے جوڑ دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سیکرٹ کیپسول بالکل چھوٹا سا تھا۔ اس کے بعد ٹانکے لگا کر گوشت اور پھر کھال کو سی دیا گیا۔ طوطم چیف اپریشن مکمل کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی جگہ دوسرا خلائی آدمی آگے بڑھا۔

اس نے زخم پر ایک ایسی دوائی روئی میں بھگو کر لگائی کہ عمران نے کمر پر سے زخم کا نشان بھی مٹ گیا۔ دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں چاقو سے شگاف ڈال کر عمران کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ سیکرٹ کیپسول جوڑ دیا گیا ہے۔

جب اپریشن مکمل ہو گیا تو طوطم چیف نے حکم دیا:

"اسے تہ خانے میں لے جا کر بند کر دو۔ شیبا کا اپریشن کل صبح ہو گا۔ اس کے بعد کل ہی رات کو بارہ بجے خلائی تابوت کھولا جائے گا۔"

دونوں خلائی آدمی عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر اس کی کوٹھری میں چھوڑ آئے۔ دس منٹ بعد ہی عمران کو ہوش آ گیا۔ صرف اسے ہوش ہی آیا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک ویسے ہی بے حس اور سُن تھا اور وہ اپنے اسٹریچر سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر اس کے جسم کے کس حصّے کا اپریشن کیا گیا تھا؟ وہ اپنے جسم کو گردن اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صرف آنکھیں ہی گھما سکتا تھا۔ اتنا اسے یقین تھا کہ اس کا اپریشن ضرور کیا گیا ہے مگر یہ کس جگہ کا اپریشن تھا؟ یہ معمّا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے لیٹے لیٹے آنکھوں کے ڈیلے نیچے کر کے اپنے جسم پر ایک نگاہ ڈالی۔ اس کا جسم صحیح سالم تھا۔ دونوں بازو اور دونوں ٹانگیں بھی سلامت تھیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ کس قسم کا اپریشن ہوا ہے۔ سیکرٹ کیپسول نے ابھی عمران کے جسم کے اندر اپنا کام شروع نہیں کیا تھا۔ طوطم چیف چاہتا تھا کہ جب شیبا کا بھی اپریشن ہو جائے تو پھر وہ اپنے کمپیوٹر ریموٹ سے دونوں کے سیکرٹ کیپسول چلا دے اور یوں اُن کے ذہن بدل ڈالے اور اپنی مرضی کے مطابق ان سے کام لینا شروع کرے۔

اب ہم شیبا کی کوٹھڑی کی طرف چلتے ہیں۔ وہ اسی زیرزمین خفیہ خلائی لیبوریٹری کی ایک کوٹھڑی میں اسٹریچر پر اس طرح سے پڑی تھی کہ اس کا بھی سارا جسم سُن ہو گیا تھا اور وہ بھی صرف دیکھ سکتی تھی۔ سوچ سکتی تھی اور سُن سکتی تھی۔ وہ نہ حرکت کر سکتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔ شیبا اسٹریچر پر پڑی سخت پریشان تھی۔ اسے اپنے ڈیڈی ممی کا خیال آ رہا تھا کہ نہ جانے وہ اسے کہاں کہاں تلاش کر رہے ہوں گے اور کس قدر پریشان ہو رہے ہوں گے۔ پھر اسے عمران کا خیال بھی آ رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہو گا۔ کہاں ہوگا؟
شیبا اس لیے بھی زیادہ پریشان تھی کہ اس کا جسم خلائی شعاع سے سُن کر دیا گیا تھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ ورنہ وہ ضرور وہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب سوچتی۔ لیکن اب وہ مجبور تھی۔ بے بس تھی۔

کوٹھڑی میں دیوار کے کسی سوراخ میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی آ رہی تھی۔ شیبا چھت کو تک رہی تھی کہ اچانک اسے ایک عجیب سی آواز سُنائی دی۔ یہ ایسی آواز تھی جیسے کسی نے زور سے گہرا سانس لیا ہو۔ شیبا صرف آنکھیں ہی گھما سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں گھما کر اس طرف دیکھا جدھر سے اسے پُراسرار سانس لینے کی آواز آئی تھی۔ اسے اپنے اسٹریچر کے دائیں بائیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ وہ سوچنے لگی شاید یہ اس کا وہم تھا۔ مگر اس کے بعد پھر وہی آواز آئی۔ اس بار یہ آواز ایک زبردست پھنکار کی آواز تھی۔ شیبا نے دائیں جانب آنکھیں گھمائیں اور اس کا ذہن سنسنانے لگا۔ اس کے ذہن پر خوف چھا گیا۔ کیوں کہ اس کی دائیں جانب اسٹریچر کے قریب ہی ایک کالے رنگ کا سانپ فرش سے تین فیٹ بلند پھن اُٹھائے جھوم رہا تھا اور اپنی لال لال زبان نکال رہا تھا۔ شیبا کو اس خیال سے ذرا سی تسلی بھی

ہوئی کہ سانپ اسے ڈس بھی لے تو وہ مرے گی نہیں۔ کیوں کہ ا
کا جسم تو سُن ہو گیا ہے۔ سانپ کا زہر اس کے جسم میں داخ
نہیں ہو سکے گا لیکن سانپ اس کی آنکھوں پر بھی ڈس سکتا۔
ممکن ہے وہ۔ اس کی آنکھیں اپنے دانتوں سے باہر نکال کر پھینک
دے۔ اس خیال سے شیبا پر خوف چھا گیا اور دہشت کے مار
اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ایک بار پھر پھنکار کی زبردست اور رونگٹے کھڑے کر دینے
آواز آئی۔ شیبا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ کالا سانپ اس
چہرے کے اوپر اپنے پھن کو جھکائے اس کی آنکھوں میں اپ
سُرخ سُرخ آنکھیں ڈالے غور سے گھور رہا تھا۔ اگر شیبا بول
تو اس کے حلق سے ضرور چیخ نکل جاتی۔ دہشت کے مارے ش
نے آنکھیں بند کر لیں۔

(کیا سانپ نے شیبا کو ڈس لیا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے آیندہ ماہ کا
پیامِ تعلیم پڑھیے)

دُنیائے طب کی مشہور شخصیت

حکیم ابنِ سینا

محمد عثمان غنی

ان کا پورا نام ابو علی الحسین بن عبداللہ تھا، لیکن وہ تاریخ میں ابن سینا کے نام سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ سینا ان کے پَر دادا کی عرفیت تھی جو شروع میں ان کے نام کا حصہ بنی۔ پھر ان کی کنیت ابن سینا ہوگئی۔ ابو علی الحسین بن عبداللہ بخارا کے قریب ایک گاؤں خدمتین میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بلخ کے رہنے والے تھے۔

ابن سینا غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ صرف دس سال کی عمر میں انھوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا اور عربی ادب کا مطالعہ شروع کردیا۔ پھر ان کے والد عبداللہ نے انھیں ایک بڑے عالم عبداللہ القاتلی کے سپرد کیا۔ القاتلی ایک اعلا درجے کے فلسفی تھے۔ ابن سینا نے ان سے فقہ اسلامی اور نو افلاطونی فلسفے کا درس لیا اور پھر علم نجوم و علم ہندسہ سیکھا۔ ابن سینا نے منطق فطرت اور ریاضی کے مطالعے کے بعد مابعد الطبیعیات کا مطالعہ کیا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ کتاب تو زبانی یاد ہوگئی مگر فائدہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اسی مایوسی کے زمانے میں انھوں نے ایک دن ابو نصر فارابی کی کتاب پڑھی۔ ابن سینا اس سے بے حد خوش ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔

اسی زمانے میں ابن سینا کو ایک عیسائی طبیب نے یہ مشورہ دیا کہ وہ طب کا مطالعہ کریں۔ پھر ابن سینا نے فیصلہ کیا کہ اب تک حاصل کی گئی تمام معلومات کو عملی تجربے کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ یہ کام انھوں نے اپنے مطب میں شروع کردیا۔ طریقہ یہ تھا کہ وہ مریض کا مفت علاج کرتے تھے اور تمام علامتوں کو نوٹ کرتے جاتے تھے۔ پھر ان کی وجوہ پر غور کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بہت جلد دور دور تک مشہور ہوگئے۔ اسی زمانے میں حاکم بخارا نوح ابن منصور بیمار پڑا۔ اس کے مرض کی تشخیص میں تمام درباری طبیب ناکام ہوگئے تو طے پایا کہ حکیم ابن سینا کو علاج کے لیے بلایا جائے۔ لہٰذا انھوں نے نوح ابن منصور کے مرض کی صحیح تشخیص کی اور وہ جلد ہی صحت یاب ہوگیا۔ اس کے بعد ابن سینا نے حاکم بخارا سے اس کا ذاتی

کتب خانہ استعمال کرنے کی اجازت مانگی جو مل گئی ۔ یہ کتب خانہ نادر اور نایاب کتابوں سے بھرا پڑا تھا۔

جب ابن سینا کے والد کا انتقال ہوا تو ان کو باپ کی جگہ حاکم مقرر کردیا گیا۔ ابن سینا اس وقت تک اس جگہ کام کرتے رہے جب تک خانہ جنگی شروع نہ ہوگئی ۔ اس کے بعد انھوں نے البیرونی کے مشورے پر خوارزم میں پناہ لی ۔ خوارزم میں چھے سات سال قیام کے دوران ابن سینا کو مسلسل البیرونی اور ابونصر ابن اسحاق سے ملاقاتوں کے موقع ملے ۔ اس پرامن زمانے میں انھوں نے لوگوں کی فرمایش پر کئی رسالے لکھے ۔

پھر ابن سینا نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور گورگان جا پہنچے ۔ وہاں جاکر بیمار پڑ گئے۔ یہاں کی محفلوں میں وہ کبھی کبھی منطق پر بھی تقریر کرتے تھے ۔ مگر عام طور سے رسالے لکھنے میں مصروف رہتے تھے ۔ اسی قیام کے دوران انھوں نے اپنی مشہور کتاب " القانون فی الطب " لکھنی شروع کی تھی مگر چین انھیں یہاں بھی نہیں ملا اور مجبوراً وہ " رے " روانہ ہوگئے ۔ وہاں سے قزوین اور پھر ہمدان پہنچے جہاں انھوں نے شمس الدولہ کے درد قولنج کا علاج کیا ۔ ہمدان میں قیام کے دوران انھوں نے اپنی کتاب "کتاب الشفا" مکمل کی ۔ انہی دنوں ہمدان کے سلطان نے انھیں اپنا وزیر مقرر کرلیا ' لیکن اس کے فوجیوں کو یہ بات پسند نہ آئی ۔ ایک دن فوج نے ان کے گھر کو لوٹ لیا اور انھیں قیدی بناکر سلطان کے پاس لے گئے اور قتل کا مطالبہ کیا ' لیکن سلطان نے مطالبہ نہ مانا ' البتہ انھیں شہربدر کردیا ۔

وہ اپنے ایک دوست کے مکان میں چھپے رہے ۔ تقریباً چالیس دن کے بعد سلطان کو درد قولنج کا پھر دورہ پڑا تو ابن سینا کو تلاش کروایا ۔ وہ آگئے اور سلطان کا علاج کیا۔ صحت مند ہونے پر سلطان نے انھیں دوبارہ وزیر مقرر کردیا ۔ اس کے بعد سلطان ایک مہم پر روانہ ہوگیا۔ راستے میں دورہ پڑا اور مرگیا ۔ ابن سینا کو ایک بار پھر قید کرلیا گیا۔ آخر ایک صوفی نے انھیں فرار ہونے میں مدد دی ۔ وہ علاءالدولہ کے پاس آگئے اور اس کے درباری بن گئے ۔ یہاں انھوں نے اپنی کئی کتابوں کو مکمل کیا ۔ بعد میں ابن سینا شدید پیچش کی بیماری میں مبتلا ہوگئے اور ۴۲۸ھ / ۱۰۳۷ء میں اٹھاون سال کی عمر میں انتقال کرگئے ۔

●

طب کی روشنی میں

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں :
۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھئے۔
۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھئے، جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے، اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

آنکھوں میں حلقے

س: عمر ۲۳ سال ہے۔ میری آنکھوں کے نیچے کافی گہرے حلقے ہیں۔ براہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ نجمہ شہزاد،

ج: غالباً آپ کی صحت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کمر میں بھی درد رہتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو زیادہ اچھا یہ ہے کہ کسی ماہر طبیبہ یا لیڈی ڈاکٹر سے بھی مشورہ کرلیں۔ عام طور پر خون کی کمی سے آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں۔ آپ کو شاید سنکارا پسند آئے۔ کھانے کے بعد ۲ - ۲ چمچے پینا شروع کردیں۔ اگر ضرورت ہو تو سفوف سپاری پاک ۱۵۔ ۲۰ دن صبح دودھ کے ساتھ کھالیں۔

چہرے پر گوکھرو

س: عمر ۱۹ سال ہے۔ میرے جسم اور چہرے پر جگہ جگہ گوکھرو نکل آئے ہیں۔ ایسا علاج تجویز

کیجیے جو آسان اور سادہ ہو جس سے یہ دانے ختم ہو جائیں اور مزید نہ بڑھیں۔ ت۔ ظ

ج: ہمدرد سے "نمک صافی" لے لیجیے۔ ایک کیپ سول صبح اور ایک رات کھائیے۔ غالباً ۱۵۔۲۰ دن بعد گوکھرو کے نیچے پانی آجائے گا۔ اس وقت گوکھرو نوچ کر پھینک دیں۔ کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ نمک صافی زیادہ دن بھی کھایا جاسکتا ہے۔

نظر کمزور ہے

س: عمر ۱۳ سال ہے۔ میں آٹھویں کلاس کا طالب علم ہوں۔ میری نظر کمزور ہے اور قد صرف ۴ فیٹ ہے جب کہ میرے ہم جماعت مجھ سے لمبے ہیں۔

مجھے کوئی علاج یا ورزش بتائیں۔ عبدالرؤف

ج: میرے دوست! قد تو اب بڑھ نہیں سکتا۔ ہاں ابھی تو آپ ۱۳ سال کے ہیں۔ گنجایش ہے۔ قد بڑھ سکتا ہے۔ اللہ مالک ہے! آپ فوراً مناسب ورزش باقاعدگی کے ساتھ شروع کردیں۔ ورزش سے جسم کے اندرونی غدود مستعد اور متحرک ہوں گے اور قد بڑھانے میں مدد دیں گے۔

کئی بیماریاں

س: عمر ۱۷ سال ہے۔ بھوک کم لگتی ہے۔ چہرے کی رنگت پیلی ہے۔ کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ چکر آتے ہیں۔ بعض اوقات متلی ہوتی ہے۔ رات کو ہلکا سا بخار ہو جاتا ہے۔ ہتھیلیاں گرم رہتی ہیں۔ اگر کچھ کھاؤں تو پیٹ میں اپھارا ہو جاتا ہے۔ مرچ مسالے والی چیز کھانے سے معدے میں جلن ہوتی ہے۔ ازرہ کرم علاج تجویز فرمائیں۔ عاصمہ ریاض

ج: توبہ! ایک مرض ہو تو بتاؤں! آپ نے تو کئی مرض گنا دیے ہیں! اگر غور کیا جائے تو اصل وجہ کھانے میں بے احتیاطی ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: "ابھی چوتھائی معدہ خالی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔" یعنی کم کھانا چاہیے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم

دبا کر کھاتے ہیں، اس طرح کہ معدے میں ہوا کی بھی جگہ نہ رہے۔ اب جب یہ حال ہے تو جناب متلی بھی ہوگی۔ ہلکا سا بخار بھی ہوگا۔ ہتھیلیاں بھی جلیں گی۔ ابھارا بھی ہوگا۔
میاں! اعتدال بڑی چیز ہے۔ احتیاط اور اعتدال ہمیشہ کام آتا ہے۔ زیادتی ہر چیز کی بری ہوتی ہے۔

دماغی کم زوری

س: میرا چھوٹا بھائی دس سال کا ہے۔ اس کی دماغی حالت کم زور ہے۔ اکثر چکر آنے کی شکایت کرتا ہے۔ بچپن میں اسے تیز بخار کی وجہ سے تین بار دورے پڑے۔ ایک بار کتے نے بھی معمولی سا کاٹ لیا تھا۔ ن۔ ب۔
ج: بھائی کو جو دورے پڑے ان کی وجہ سے دماغ کم زور ہو سکتا ہے اور ذہن میں کم زوری آسکتی ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ ان بھائی صاحب کو آپ خمیرہ ہمدرد ۶ گرام صبح دیں۔ رات کو سوتے وقت ایک گولی اسطوخودوس دیں۔ مہینے بھر تک یہ علاج جاری رہنا مناسب ہوگا۔

کم زوری

س: عمر ۱۶ سال ہے۔ میرے گال پچکے ہوئے ہیں۔ مجھے ایسا علاج بتائیں جس سے میری کم زوری بھی دور ہو اور صحت مند بھی ہوجاؤں۔ حماد احمد
ج: میرے عزیز! آپ کو غور کرنا چاہیے کہ صحت اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عطیہ ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ اس صحت کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرنے والے نوجوان ہمیشہ گھاٹے میں رہتے ہیں اور ہمیشہ دکھی رہتے ہیں۔ اپنی قوت کو ضائع کردینے والے نوجوان اپنا حافظہ کم زور کرلیتے ہیں۔ ان کا ارادہ اور عزم کم زور ہوجاتا ہے اور ان میں آگے بڑھنے کی امنگ ختم ہوجاتی ہے۔ اعتدال اور احتیاط کی ضرور ہے۔

پتھر باورچی

سیدہ امرائی انوری

آدمی بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرلیتا ہے۔ میلوں کا سفر پیدل طے کرلیتا ہے۔ پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیاں سر کرلیتا ہے۔ چھوٹی سی کشتی میں گھنٹوں طوفانی لہروں کا مقابلہ کرتا ہے' مگر بھوک اور پیاس ایک حد کے بعد ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ جب بھوک اور پیاس ناقابل برداشت ہوجائے تو ذہن عجیب عجیب ترکیبیں اور تدبیریں سوچتا ہے۔ کچھ لوگ حاضر دماغ اور خوش تدبیر ہوتے ہیں اور ان کی یہ صفت آڑے وقت کام آتی ہے۔

ایک فوجی سپاہی کو میدان جنگ سے دس پندرہ دن کی رخصت ملی۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب ریل گاڑیاں' موٹریں اور بسیں نہیں تھیں۔ مسافر لوگ میلوں پیدل چل کر منزل پر پہنچتے تھے۔ سپاہی کا گاؤں دو تین دن کی مسافت پر تھا۔ میدان جنگ میں صرف دن بھر کا راشن میسر آتا ہے۔ اس فوجی نے خوشی خوشی اپنا سامان لپیٹ کر کندھے پر رکھا اور صبح سویرے چل پڑا۔ دن بھر چلتا رہا۔ دوپہر کو بھوک لگی تو جھولی سے چنے نکال کر کھائے۔ تالاب یا جھیل سے پانی پیا اور پھر چل کھڑا ہوا۔ سورج غروب ہونے لگا۔ یہ لق و دق جنگل تھا۔ شام ہوئی تو بھوک ستانے لگی پھر اندھیری رات چھاگئی۔ سپاہی کو راستہ معلوم تھا اور یہ بھی کہ جنگل کے آخری سرے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے وہاں کوئی نہ کوئی نیک دل آدمی اسے کھانا کھلادے گا۔ مگر یہ گاؤں ابھی بہت دور تھا اور فوجی تھکن سے چور تھا۔ مگر گھر پہنچنے کی خوشی میں وہ چلتا جارہا تھا۔ رات بھی اپنا سفر طے کررہی تھی۔ جنگل میں جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔

چلتے چلتے رات کا ایک بج گیا۔ فوجی بے چارہ بھوک سے مرا جارہا تھا۔ جیسے جیسے بھوک بڑھ رہی تھی پاؤں بوجھل ہوتے جارہے تھے اور ہمت جواب دیتی جارہی تھی۔ گاؤں ابھی دور تھا اور گاؤں میں کھانا ملنے کی امید بھی ختم ہوچکی تھی۔ چلتے چلتے رات کے دو بجنے کو آئے تو جنگل کے کنارے پر دور دو چار روشنیاں ٹمٹماتی دکھائی دیں۔ یہ سوچ کر کہ سارا گاؤں سو رہا ہے فوجی کا دل ڈوبنے لگا۔ اب اس کی بھوک برداشت کی حد سے گزر چکی تھی۔

سپاہی گاؤں کی حدود میں داخل ہوا تو کتوں میں واویلا مچ گئی۔ کچھ بچے کچے کتے تو اتنے دلیر

تھے کہ وہ کان سمیٹے' دانت کوسے اس پر حملہ کرنے لگے۔ سپاہی نے ایک پتھر اٹھایا اور دوسرا پتھر جیب میں ڈال لیا۔ سپاہی گاؤں میں آیا تو دیکھا کہ سب دروازے بند ہیں۔ سارا گاؤں پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ سپاہی نے ایک دروازے پر دستک دی۔ بار بار دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی :

"بھائی! رات کو تو سونے دو' ایسی بھی کیا مصیبت ہے۔ جاؤ صبح کو آنا۔"

سپاہی نے بے تاب ہو کر کچھ اور دروازے کھٹکھٹائے لیکن یہی جواب ملا۔ سپاہی کو معلوم تھا کہ گاؤں کے سب لوگ دن بھر محنت کرتے اور پھر ایسی لمبی تانتے ہیں کہ فجر کی خبر لاتے ہیں' مگر وہ بے چارہ اپنی بھوک کے ہاتھوں مجبور تھا۔ گاؤں کا آخری مکان تھا۔ تمام مکانوں کی طرح کچی دیواریں' چھپر کی چھت' باہر کھونٹوں سے بندھے چار پانچ مویشی' قریب ہی ایک کنواں اور بس۔ سپاہی نے بڑی ناامیدی کے ساتھ اس گھر کے دروازے پر بھی دستک دی اور تھکن سے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس آخری دستک میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک کسان ہاتھ میں لالٹین اٹھائے باہر آیا۔ تھکے ہارے سپاہی کو دیکھ کر پوچھنے لگا :

"کیوں بھائی ! خیر تو ہے؟ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

سپاہی بڑی مشکل سے کہنے لگا : "کیا بتاؤں بھائی ! میدان جنگ سے چھٹی پر اپنے گاؤں جا رہا ہوں۔ صبح سفر پر نکلا۔ اب بھوک پیاس مارے ڈال رہی ہے۔"

کسان نے کہا : "بھوکے کو کھانا کھلانا تو ہر آدمی کا فرض ہے' مگر گھر میں جو کچھ دال روٹی پکی تھی وہ تو ختم ہوئی اور گھر والے سب سو رہے ہیں۔ چولھا ٹھنڈا پڑا ہے۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے وہاں صبح تک اور صبر کر لو۔ گھر میں ایک فالتو کھاٹ موجود ہے' اندر آجاؤ۔"

سپاہی بھوک سے بے حال تھا اور صبح کا انتظار ممکن نہ تھا۔ اسے ایک ترکیب سوجھی۔ گھر میں آیا۔ اپنا بوجھ اتارا اور کسان سے کہنے لگا کہ کسان بھائی میرے پاس ایک جادو کا "پتھر باورچی" ہے۔ اسے دھو کر دیگچی میں ڈالو۔ دیگچی چولھے پر چڑھاؤ اور پھر کمال دیکھو !

کسان لوگ تو شام ہوتے ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ کسان کو بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ پتھر باورچی کا نام سن کر اس کے منھ میں پانی آنے لگا۔ جھٹ پٹ تیار ہو گیا۔ سپاہی نے جیب سے پتھر نکالا جو اس نے کتوں کو ڈرانے کے لیے جیب میں ڈال لیا تھا۔ یہ پتھر کسان کے حوالے

گیا۔ کسان جلدی سے پتھر دھو لایا۔ اسے خالی دیگچی میں ڈالا اور دیگچی کو خالی چولہے پر رکھ دیا۔ یہ آوازیں سن کر کسان کی بیوی بھی اٹھ بیٹھی اور بچے بھی۔ کسان نے پتھر باورچی کی بات سنائی تو بیوی بچے بھی دیگچی کے گرد جمع ہو گئے اور کمال دیکھنے کا انتظار کرنے لگے۔ سپاہی نے کہا : "بچو ! چولہے میں تھوڑی سی آگ تو ہونی چاہیے نا۔ آگ جلے تو پتھر باورچی کا کام آسان ہو جائے گا اور ہاں بھئی، دیگچی میں تھوڑا سا پانی بھی ڈال دیں۔"

سب نے چولہا جلایا، پتیلی میں پانی ڈالا۔ پانی ابلنے لگا تو سپاہی نے کہا :

"اب فیصلہ تمہارا ہے کہ کیا کھانا چاہتے ہو۔ میرے خیال سے دیگچی میں تھوڑے سے چاول ڈال دیے جائیں۔ پھر دیکھیں پتھر باورچی کیا کرتا ہے۔"

کسان کی بیوی اٹھی اور اندر گھڑے میں سے تشتری بھر کچے چاول لے آئی۔ سپاہی نے چاول ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیے۔ تھوڑی دیر میں چاولوں کی مہک آئی تو سب ہی کو بھوک لگنے لگی۔ کسان کے بچوں سے سپاہی نے کہا : "کیوں بچو ! کیوں نہ میٹھے چاول ہو جائیں؟"

ایک بچہ اٹھا اور بھاگ کر تھوڑا سا گڑ اٹھا لایا۔ اب سپاہی نے کیا کیا کہ گڑ چاولوں میں ڈال کر دیگچی پر ڈھکنا ڈھانک دیا اور اپنے جنگی کارنامے سنانے لگا۔ ابھی یہ سب باتیں اور سننا چاہتے تھے کہ دیگچی میں گڑ کے چاول تیار ہو گئے۔ رکابیوں میں چاول نکالے گئے اور سبھی نے میٹھے چاول کھا کر پتھر باورچی کی تعریف کی۔ سپاہی نے بھی پیٹ بھر لیا۔

سب کھانا کھا چکے تو سپاہی نے دیگچی سے پتھر نکالا۔ اسے دھویا اور کسان سے کہنے لگا کہ کسان بھائی، یہ پتھر باورچی میری طرف سے تمہارے لیے تحفہ ہے۔ جب کوئی بن بلائے مہمان میری طرح آ ٹپکے تو یہ کام آئے گا۔ بس ترکیب یاد رکھنا۔

سپاہی کا پیٹ بھرا تو ہمت واپس آ گئی۔ اس نے اپنا بوجھ اٹھایا اور روانہ ہونے لگا۔ کسان اور اس کے بچوں نے اسے بہت روکا، مگر سپاہی بولا : "تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ۔ میرے گھر پر میرے بیوی بچے بھی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ سورج نکلنے تک اپنے گھر کے قریب پہنچ جاؤں گا۔ ایک بار پھر تم سب کا بہت بہت شکریہ اور اللہ حافظ۔"

یہ تھا پتھر باورچی کا کمال۔ سپاہی کی بھوک بجھ گئی۔ کسان اور اس کے بیوی بچے خوش ہو گئے۔ کہانی ختم پتھر باورچی کا پکایا ہوا کھانا ہضم۔

سنہرے حروف

اسلامی فوجوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصے کے بعد مصر کے لوگ گورنر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا حضرت! دریائے نیل خشک ہو گیا ہے، پہلے جب یہ دریا خشک ہوتا تھا تو ہم ایک خوبصورت لڑکی کو دلھن بنا کر دریا میں ڈال دیتے تھے اور پانی اس میں آجاتا تھا، ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اپنے اس رواج کو پورا کریں اگر دریا میں پانی نہ آیا تو ہماری فصلیں سوکھ جائیں گی اور ملک میں قحط پڑ جائے گا"

حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا "یہ سراسر ظلم ہے اور اس ظلم کی اجازت نہیں دی جا سکتی تم لوگ صبر سے کام لو اور دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟"

گورنر نے ان لوگوں کو تسلی دے کر واپس بھیج دیا اور ایک خط امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے نام لکھا، جس میں دریا کے خشک ہونے اور ایک لڑکی کے دریا میں ڈالے جانے کی پرانی رسم کا پورا حال بیان کیا اور پھر پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے؟

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ خط ملا تو آپؓ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا، جس کا مضمون یہ تھا۔

"یہ خط خدا کے بندے عمر بن خطابؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے، اگر تو خدا کے حکم سے بہتا ہے تو ہم خدا ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں اور اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں"

پھر حضرت عمرؓ نے ایک خط گورنر کے نام لکھا اور انھیں حکم دیا کہ میں نے دریا کے نام جو خط لکھا ہے، اسے لے جا کر دریا کی ریت میں ڈال دیا جائے۔ گورنر نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا خط ریت میں رکھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد دریا میں پانی چڑھ آیا اور اس دن کے بعد آج تک دریا کبھی خشک نہیں ہوا۔

میرے پسندیدہ اشعار

ہم سوچا کیے کریں گے توبہ ایک دن
موت یوں آئی کہ توبہ رہ گئی ہم چل دیے

•

قلم ہے ہاتھ میں خنجر کی کیا ضرورت ہے
پڑھا لکھا ہوں سلیقے سے خون کرتا ہوں

•

دور وہ آیا کہ قاتل کو سزا کوئی نہیں
ہے سزا اس کے لیے جس کی خطا کوئی نہیں

قاضی فوزیہ کبریٰ، محلہ حیدر آباد، مبارکپور، یوپی

مجھ کو ہاتھوں کی لکیروں میں نہ الجھائے کوئی
میں ہوں تدبیر سے تقدیر بدلنے والا

شبانہ پروین زاہد خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

بہت پرکھ کے کوئی میر کارواں چننا
تمہاری تاک میں بیٹھا ہوا لٹیرا ہے

محمد مجاہد محمد امین، مدار تکیہ، منگرول پیر، آکولہ

سکندر جب چلا دنیا سے اس کے ہاتھ خالی تھے
فقط خالی نہیں رحم و کرم کے بھی سوالی تھے

شاکر انور، مثالی مڈل اسکول ککڑوا، اررِیہ بہار

رونق بزم بڑھے گی جو عنایت ہوگی
آپ تشریف نہ لائیں تو شکایت ہوگی

ابو سفیان ملیہ کالجیٹ اسکول، اررِیہ بہار

روشن کریں گے عزم کے سارے نئے چراغ
منزل کے راستے میں اگر رات ہوگئی

فرزانہ الیاس نظام آباد اے پی

کیا خبر ان کو کہ ایماں کا اجالا کیا ہے
جن کو معلوم نہیں عظمت مسجد کیا ہے

سید اشفاق، ملا پورہ، ناندورہ، بلڈانہ

اس مرتبہ بھی آئے ہیں نمبر ترے جو کم
رسوائیوں کا کیا مری دفتر بنے گا تو
بیٹے کے سر پہ دے کے چپت باپ نے کہا
پھر فیل ہوگیا ہے منسٹر بنے گا تو

محمد یحییٰ محمد سعید، عیدگاہ روڈ، بھیونڈی

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی چھوٹا کوئی بڑا یہ اس کی حکمت ہے

فرحت سلطانہ، مرزاپور دیاری، اررِیہ بہار

خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں
جو سر سجدے میں جھکتے ہیں وہ زیب دار ہوتے ہیں

شیخ رضوان احمد گوندی، شیواجی نگر، ممبئی ۴۳

شاید مجھے نکال کے کچھ کھا رہے ہیں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں

محمد یحییٰ خاں ظفر خاں، عزیز پورہ بیڑ مہاراشٹر

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انساں پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطاں پر

شافع الہدیٰ راہی، حیات پور، چندر دنی، اررِیہ بہار

بادل سے کھیلتی رہیں پختہ عمارتیں
بجلی گری تو شہر کے کچّے مکان پر

محمد عبدالعلیم سنت پلی اے پی

کون کسی کی خاطر دے گا اتنی سچی قربانی
بادل سب کی پیاس بجھا کر خود پیاسا رہ جاتا ہے

محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ

نظروں میں ہی ہم تھے کسی بزم میں جب تھے
اٹھ آئے تو بھولے سے بھی پوچھا نہ کسی نے

مطلوب رضا، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵

نہ ہو اداس، ریاضت کا صلہ ملتا ہے
لگ سچ کہتے ہیں ڈھونڈنے سے خدا ملتا ہے

محمد حمزہ، نیو سر سید نگر، علی گڑھ، یو پی

چمکتے لفظ ستاروں سے چھین لائے ہیں
ہم آسماں سے غزل کی زمین لائے ہیں

محمد انور، ۵۲ آفتاب ہاسٹل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

کسی کو دو قدم ہی چل کر مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

محمد سلیم انصاری زہرہ ہسپتال برہل گنج، گورکھپور

جہاں والے کسی کو چین سے جینے نہیں دیتے
کسی کو دیکھ لیں ہنستا تو یہ ہنسنے نہیں دیتے

شیبا بانو، محلہ مولا نا مئو اٹمہ۔ الٰہ آباد یو پی

صداقت زیرِ خنجر بھی کبھی چپ رہ نہیں سکتی
حقیقت دار پر بھی مسکرا کر بول سکتی ہے

سیّد عمران احمد، محلہ چوہڑ، مالیر کوٹلہ، پنجاب

حمد

ہر شے میں ہم نے دیکھا تیرے کرم کا سایا
جس راستے میں ڈھونڈا! تیرا نشان پایا
خالق ہے تو خدایا مالک ہے تو خدایا
ہر ایک غلام تیرا پیارا ہے نام تیرا

محمد ظہیر شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

محمد نبی اللہ خاں ناز، عزیز پورہ، گول گلی بیڑ

عزت نہ پا سکو گے بزرگوں کے نام سے
جانیں گے لوگ تم کو تمہارے ہی کام سے

حافظ محمد حماد، شاہ پور بگھونی، سمستی پور بہار

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آصف بیگ، اورواڈ، تعلقہ شرول، کولہاپور

تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے

شاہد [illegible] حبیب، [illegible] ضلع [illegible]

ملا نہ داغ کوئی دامنِ رسالت پر
تو ہار مان کے دشمن نے کہہ دیا ساحر

حبیب الرحمٰن آرک [illegible] مدرسۃ الاصلاح [illegible]

رسول اللہؐ کے عاشق مدینہ جا رہے ہوں گے
یقیناً وہ صلہ اپنی وفا کا پا رہے ہوں گے

ایم اے حمید عرب، آرمور، نظام آباد، اے پی

بھائی بھائی میں یہ ہاتھا پائی
سلف گورنمنٹ یہ آگے آئی
پاتو کا ہوش اب نہ فکر سر کی
ووٹ کی دھن میں ہو گئے پھرکی

حفیظ الرحمٰن، املو، ضلع اعظم گڑھ یوپی

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

حافظ محمد [illegible] خان [illegible]

گزاری عمر میں نے آب کوثر کی تمنا میں
زباں جب تک نہ دھوتا نام کیا لیتا محمد کا

کوثر جہاں، محلہ بنگلہ گوڑہ، عادل آباد، اے پی

اب کون ان پہ خون کا الزام رکھ سکے
جو خون کرکے خود ہی تماشائیوں میں تھے

خواجہ صفی العابدین، گورنمنٹ ہائی اسکول جگتیال

غم سے کمر مری نہیں یونہی جھکی تمر
میں جھک کے ڈھونڈتا ہوں جوانی کدھر گئی

عزیز الرحمٰن، اورسوا، دھوائی، گونڈہ، یوپی

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

سہیل رفیق پرکار، کرجی، کھیڈ، رتناگری مہاراشٹرا

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا جہاں پر خدا نہ ہو

[illegible] یوسف [illegible]

جنگل میں منگل
کتے نے جو گانا گایا
بلی نے بھی ڈھول بجایا
بندر لے کر روٹی آیا
چھین کے سب کچھ شیر نے کھایا

شازیہ جمیل [illegible] کہرولی، دربھنگہ، بہار

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

محبوب عالم، مثالی مڈل اسکول کگرھوا، ارریہ

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

ثمرین صبا بنت محب الحق، منگرول پیر

قولِ محمد قولِ خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

دانش اختر، مثالی مڈل اسکول کگرھوا، ارریہ

زلزلہ اونچی عمارت کو گرا سکتا ہے
میں تو بنیاد کا پتھر ہوں مجھے خوف نہیں

[illegible] دیہات مبارکپور، یوپی

نہ ہم زمیں کے لیے ہیں نہ آسماں کے لیے
جہاں میں آئے ہیں کچھ روز امتحاں کے لیے

احتشام انور، مثالی مڈل اسکول کگرھوا، ارریہ

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور
شمع بھی جلتی رہی پروانہ جل جانے کے بعد

عاطف مسعود، بیرگاچھی، ارریہ بہار

حضور اس طرح گزرے گنبدِ مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بآسانی

[illegible] رضوان رشیقی، مرزاپور، اعظم گڑھ

لباسِ پارسائی سے شرافت آ نہیں سکتی
شرافت نفس میں ہوگی تو انساں پارسا ہوگا

یاسمین اختری، مرزاپور دیارکا، ارریہ بہار

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

سیما فرحین غلام رسول، سیدپورہ بالاپور

روکے ہے جو ایماں مجھے کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

امتیاز احمد مدرسہ خیر العلوم، ڈومریا گنج، یوپی

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

عبدالحئی شکیل احمد، انوار العلوم مئو ائمہ، الٰہ آباد

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

محمد مقیم، دیسی دواخانہ قصبہ محمدی، لکھیم پور کھیری

کوشش کے پروں ہی سے پرواز ترقی ہے
اُڑتے ہیں فضاؤں میں ہر آن لگن والے

دانش خورشید، حاجی قدم رسول اسکول، آسنوا

انھیں یہ فکر ستاروں سے دور جا نہ سکے
ہمیں یہ شرم زمیں کو زمیں بنا نہ سکے

نوجبین، مکتب جامعہ اسلامیہ، بیناپارہ، اعظم گڑھ

اتنی تصویریں جلیں سینے کے آتش دان میں
گھر کے روشن دان کی لکڑی بھی کالی ہوگئی

روشنی ڈورانڈا، رانچی بہار

اس زندگی پہ موت کو ترجیح دیجیے
جس زندگی میں عزم نہ ہو حوصلہ نہ ہو

افروز عالم حمیدی، ماڈرن کالجیٹ ہائی اسکول اریہ

مجھ میں آتا ہے کہ بنالوں میں بھی اک شیشے کا گھر
تم بھی اپنے ہاتھ میں پتھر اٹھانا سیکھ لو

ہلال خاں، ایچ، کیو، آر اسکول آسنسول

اب میرے کاروبار کی حالت نہ پوچھیے
آئینہ بیچتا ہوں میں اندھوں کے شہر میں

عتیق الرحمن، شیواجی نگر، گونڈی، ممبئی

روبی کی گڑیا

روبی کی گڑیا	آفت کی پڑیا
چشمہ لگائے	تیوری چڑھائے
شلوار پکڑے	رہ رہ کے اکڑے
شیشے کے برتن	ٹوٹے چھنا چھن
ایسی قیامت	اتنی شرارت
گڑبڑ گھوٹالہ	گڑیوں کی خالہ
لگتی ہے فتنی	معصوم کتنی
روبی کی گڑیا	آفت کی پڑیا

انیسہ ناز شیخ ساتذو، اسلام پورہ، کاسودہ

پیامی ادبی معمانمبر ۹۳ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔ (۱) چالیس (۲) رحم (۳) سورج۔ (۴) ادب (۵) جمیل (۶) مدت (۷) دین

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس ۵۰/ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) این، ایف، زہرا، مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد بہار۔ (۲) قمر عباس محمد اعجاز مبارکپور اعظم گڑھ (۳) محمد حارث حبان، دارالعلوم الاثریہ بنگلور (۴) عبدالحکیم عبدالسعید بھساول، جلگاؤں (۵) ایس، اے فراز منگرول پیر آکولہ۔ (۶) محمد الیاس، اتھنی بیلگام (۷) محمد آصف اقبال احمد، محوی نگر، مالیگاؤں (۸) سجانہ فردوسی، بسنت پور، اریہ۔ بہار۔

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ فی کس ۲۰/ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) کے، ایف، زہرا۔ (۲) ایس، ایف، زہرا دونوں کا پتا: مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد بہار (۳) آفتاب احمد۔ اطہر ہاسٹل، ندوہ کالج لکھنؤ (۴) اکرم مرزا۔ ندوہ جالون (۵) عبدالرزاق گریڈ بھوی۔ خیرآباد مئو (۶) احمد علی عبدالعلی، پورہ دیوان مبارکپور، اعظم گڑھ۔ (۷) فردوس فاطمہ جالنہ (۸) نزاکت علی سخاوت علی، آکوٹ، آکولہ (۹) فہیم انور انصاری، مولید پورہ مئو۔ (۱۰) وسیم احمد نوادہ، مبارکپور یوپی

بچوں کی کوششیں

محنت کبھی رائگاں نہیں جاتی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔
تاریخی واقعات کو چھوڑیے، سائنداںوں کے کارناموں کو بھی تھوڑی دیر کے لیے نظر انداز کردیجیے۔ اور ارد گرد رہنے والوں اور خاص کر اپنے جانے پہچانے لوگوں کے حالات پر غور کیجیے تو صاف نظر آئے گا کہ یہی لوگ کل کیا تھے اور آج کیا ہیں؟ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا، انھیں کسی نے اٹھاکر نہیں دیا۔ آسمان سے نہیں گرا۔ خدا نے چھپّر پھاڑ کر نہیں دیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کا تو یہ کہنا ہے کہ اے انسان تو نیک نیتی سے، محنت اور لگن سے کام لے، تیری محنتوں کا صلہ تجھے ضرور ملے گا تو ہرگز ناکام نہیں رہے گا۔ بشرطیکہ ویسی محنت کر جیسی کام کی تکمیل کے لیے درکار ہو
اکثر طالب علم اس بات کے شاکی رہتے ہیں کہ انھوں نے محنت تو کافی کی لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلا۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ مانا کہ انھوں نے محنت کی لیکن اس کی کیا ذمے داری کہ انھوں نے شروع سے آخر تک سچی محنت کی ہو۔ تعلیم کے ابتدائی ایام انھوں نے کھیل اور تفریح میں گزار دیے۔ آج کا کام

ایک سرکاری دفتر کے عملے کو آگ بجھانے کی مشقیں کرائی جارہی تھیں۔ فائر اسٹیشن کا افسر اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ خطرے کا الارم بجتے ہی تین منزلہ عمارت کے چار سو ملازمین پانچ منٹ کے اندر اندر عمارت سے باہر نکل گئے۔ اس کارنامے پر سب کو بڑی خوشی ہوئی۔ چھٹی کے وقت ایک افسر نے چھٹی کی گھنٹی بجتے ہی ملازموں کے نکلنے کا وقت نوٹ کرنا شروع کردیا۔ اس مرتبہ ساری عمارت دو منٹ میں خالی ہوگئی۔

کل پر ٹال دیا۔ ابھی تو امتحان کے لیے پورا سال پڑا ہے، کرلیں گے محنت، کہہ کر محنت اور فرض سے لاپروائی برتی۔ اور جب امتحان سر پر آگیا تو اب ہاتھ دھوکر کتابوں کے پیچھے پڑے، سال بھر کا کام ایک ماہ یا پندرہ روز میں پورا کرنے کی کوشش کی۔ رات دن ایک کردیا۔ اور یہ سوچ لیا کہ محنت کی ہے لہٰذا ضرور پاس ہوں گے۔ اور جب امتحان کا نتیجہ برعکس نکلا تو بے ساختہ منہ سے نکلا "ہائیں! محنت تو کبھی رائگاں نہیں جاتی، پر ہماری محنت کیوں رائگاں ہوئی۔ ہم نے تو رات رات بھر مطالعہ میں مصروف رہے وغیرہ وغیرہ،،
ٹھیک ہے، آپ نے محنت کی، لیکن اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتایے کہ آپ نے محنت کے ساتھ ایمانداری سے کام لیا۔ یا

سانپ کے کاٹنے سے مر جاتے ہو
اس لیے سانپ سے ڈرتے ہو مگر تم نے بھی
سوچا ہے کہ تمھارے اندر بھی ایک زہریلا
سانپ ہے جو تمھاری حرص کی شکل میں
دوسروں کو ڈس کر بدی کا زہر پھیلاتا ہے۔ یہ
سانپ جب تمھارے جرم میں شریک ہو جاتا
ہے تو آہستہ آہستہ اتنا طاقت ور ہو جاتا ہے کہ
جب اسے کوئی دوسرا شکار نہیں ملتا تو یہ تم کو ہی
شکار کر لیتا ہے۔ نیک لوگ کبھی بھی ان سانپوں
کو باہر نہیں نکلنے دیتے۔ ان کے نیک اعمال ان
سانپوں کی موت ہیں۔

سال کے بیشتر ایام یونہی برباد ہیں؟ کیا آپ
حصول علم کے لیے پورے ایام تک مسلسل
محنت کرتے رہے؟ اگر ان سب کا جواب نفی
میں ہے تو پھر یہ سمجھ لیجیے کہ آپ نے جتنی
محنت کی اتنا صلہ ملا۔ محنت رائگاں کہاں ہوئی
مکمل محنت کرتے تو بھرپور صلہ بھی ملتا۔ اگر
محنت رائگاں ہی ہو جاتی تو آج ہماری دنیا میں
ریل گاڑی، ہوائی جہاز، آبی جہاز، آلہ باتف،
گراموفون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اور اس قسم کی
ہزاروں چیزوں کا وجود نہ ہوتا۔ آج چاند
ستاروں پر پہنچنے کی باتیں سننے میں نہ آتیں۔
کولمبس نے اگر محنت اور کوشش سے کام نہ لیا
ہوتا بلکہ اپنے ساتھیوں کے مشورہ پر عمل کیا
ہوتا تو دنیا کو امریکا جیسے عظیم براعظم کا پتا بھی
نہ چلتا۔

مثالیں ایک نہیں بے شمار ہیں۔
انسانی جدوجہد نے دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا ہے۔
دنیا کا کوئی کام مشکل نہیں۔ اگر ہم محنت اور
ایمانداری سے کام کریں تو ہماری محنت ہرگز
رائگاں یا برباد نہ ہوگی۔

اشفاق عمر کوپے، یوسف ہاؤس ممبئی ۱۰

ایک عربی حکایت

ایک عربی حکایت ہے کہ ایک
عورت کے پاس دس دینار تھے، اس نے ایک
آدمی کو وہ دینار بطور امانت رکھنے کو دیے۔ ایک
ہفتہ کے بعد اس عورت نے اپنے دینار واپس
مانگے تو اس شخص نے اس کو دس دینار بھی
دیے اور اس کے ساتھ ہی دس درہم بھی
دیے (دینار بڑا سکہ ہوتا ہے اور درہم چھوٹا)
عورت بولی: یہ کیا ہے؟
اس شخص نے جواب دیا۔ دراصل
ہر دینار نے ایک ایک بچہ دیا ہے جو درہم کی
صورت میں ہے۔
عورت خوش ہو گئی سوچا اس طرح
تو بہت سارے درہم مل جائیں گے یہ سوچ
کر اس نے اس آدمی کے پاس دینار چھوڑ دیے
اور کہا کہ ابھی اس کو اپنے ہی پاس امانت رکھ لو
کافی عرصہ گزر گیا تو عورت کو خیال
آیا کہ اب تو سیکڑوں درہم بن گئے ہوں گے
اس لیے اس شخص کے پاس گئی اور اپنی امانت
طلب کی۔ اس نے کہا کہ دینار بچے دے رہے

تھے مگر اب اس کا انتقال ہو گیا۔

اس پر عورت شور مچانے لگی کہ میرے ساتھ دھوکا کیا، کہیں دینار بھی مر سکتے ہیں۔ اس شخص نے کہا۔ شور مچانے کی ضرورت نہیں، پہلے تو تم نے یقین کر لیا کہ دینار کے بچے ہو سکتے ہیں اور اب اس کے مرنے پر یقین نہیں آرہا ہے

بدر الاسلام دار العلوم، دیوبند۔ یوپی

صبر کا پھل

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیا جب غیاث پور میں تشریف لائے تو آپ کو شروع شروع میں کئی کئی دن تک تنگ دستی کے سبب فاقے کرنے پڑے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو چار دن تک کھانا میسر نہ ہوا۔ ایک شخص کو علم ہوا تو اس نے کچھ آٹا آپ کو ارسال کر دیا۔ کھانا ابھی تیار بھی نہ ہوا تھا کہ ایک درویش نے آواز لگائی "کچھ کھانے کو ہے؟" آپ نے فرمایا "حضور کچھ توقف کریں کھانا تیار ہوتے ہی پیش کر دوں گا"

درویش نے کہا "جیسا بھی ہے لے آؤ"

آپ نے ادھ پکا کھانا ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ درویش نے کھانا کھایا اور پھر ہنڈیاں توڑ کر پھینک دیں۔ پھر انھوں نے کہا "تم نے باطنی نعمت فرید سے پائی ہے لیکن میں نے ظاہری تنگ دستی توڑ دی ہے..." یہ کہہ کر درویش

دو بچے آپس میں گپیں ہانک رہے تھے

پہلا: میں نے ایک سو من کی مچھلی پکڑی ہے۔

دوسرا: یہ بھی کوئی بات ہے۔ میں نے جب دریا میں ڈوری ڈالی تو ایک جلتی لالٹین نکلی۔

پہلا: یہ ناممکن ہے۔

دوسرا: ٹھیک ہے تم مچھلی کا وزن کم کر دو میں لالٹین بجھا دیتا ہوں۔

غائب ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے آپ نے کبھی تنگ دستی کا منہ نہیں دیکھا بلکہ دولت کی اس قدر فراوانی ہوئی کہ آپ کثرت سے غلہ اور پیسا غریبوں میں بانٹتے تھے۔

دیکھا پیاری بھائیو اور بہنو! صبر کا پھل ضرور میٹھا ہوتا ہے۔ صبر کرنے والوں کی اللہ مدد کرتا ہے۔

نور لقا۔ مرزا پور ہیا پار کی مار ریہ۔ بہار

میٹھا خواب

ایک دن میں بالو شاہی کی سڑک پر جا رہا تھا۔ راستے میں شربت کی ندی بہہ رہی تھی اور سموسے کی ناویں تیر رہی تھیں۔ جب ہم نے اس کو پار کیا تو وہاں پر مصری کا محل کھڑا تھا۔ اور اس کے دروازے پر لڈو صاحب بندوق تانے کھڑے تھے۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو اتنا غصہ آیا کہ ان کو ایک مرتبہ میں چٹ کر گیا۔ اندر گیا تو امرتی رانی چم چم کا تکیہ لگائے آرام کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر بولیں

جس طرح خوبصورت بالوں میں پانی نہیں ہوتا اسی طرح خوبصورت انسان خوبصورت نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اہم ہونا خوبصورتی ہے۔ خوبصورت ہونا اہم نہیں۔

کی فوج بلائی اور مجھے ربڑ کی دلدل میں پھینک دیا۔ میں نے اس میں سے نکلنے کی کوشش کی تو پھر مجھ پر بتاشے کی گولی اور رس گلے کے بم برسائے گئے۔ ہم نے جب مارنے کی کوشش کی تو میں چارپائی پر لیٹے لیٹے آسمان تک رہا تھا

ارشاد احمد انصاری، دھمور، سلطان پور

موت کی چٹان

سمندر کے بیچ ایک سخت چٹان پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سمندر میں ہر وقت گہرا بادل چھایا رہتا تھا اور چٹان جہازیوں کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جہاز اس چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتے۔ جہازی اس چٹان سے بہت ڈرتے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے اس چٹان کا نام "موت کی چٹان" رکھ دیا تھا۔

اس چٹان سے جہازوں کو بچانے کے لیے ایک رحم دل آدمی نے اس چٹان پر گھنٹی لگا دی۔ ہوا جب چلتی تو گھنٹی بجتی جس کی آواز سے مسافر خبردار ہو جاتے کہ آگے چٹان ہے پھر ان کے دل سے اس رحم دل آدمی کے لیے دعا نکلے بغیر نہیں رہتی۔

ایک سمندری ڈاکو جس کا نام رالف تھا وہ جہازوں کو لوٹتا اور بھاگ جاتا تھا۔ وہ کسی کی تعریف سننا پسند نہیں کرتا تھا جب لوگ اس رحم دل آدمی کی تعریف کرتے تو وہ جل بھن کر رہ جاتا۔

ایک دن وہ کشتی میں بیٹھ کر چٹان پر گیا اور اس نے وہ گھنٹی اتار کر سمندر میں پھینک دی اور واپس لوٹ آیا۔ اب وہاں سے جہازیوں کو خبردار کرنے والی گھنٹی کی آواز نہیں آتی تھی جہازی پھر سے موت کی چٹان سے ڈرنے لگے
ایک دن رالف نے ایک جہاز لوٹا اور وہ اپنی جیت کی خوشی میں جھومتا ہوا جہاز پر بھاگا جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر پڑی تو اس کے ہوش اڑ گئے کیونکہ سامنے موت کی چٹان منہ پھاڑے اس کا انتظار کر رہی تھی، اسے اپنی موت نظر آنے لگی۔ اب تو وہ بہت پچھتایا کہ کیوں میں نے گھنٹی سمندر میں پھینکی لیکن اب چڑیا کھیت چگ گئی تھیں۔

کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔

محمد انور، آفتاب ہوسٹل، علی گڑھ

مچھیرن شہزادی

کسی ملک میں ایک بہت ہی نیک دل بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس بادشاہ کی ایک

بہت خوبصورت اور نیک دل ملکہ تھی۔ اور ان کا ایک پیارا سا بیٹا تھا۔ اس کا نام شہزادہ حامد تھا وہ جتنا خوبصورت تھا اتنا ہی ذہین بھی تھا۔ جب شہزادہ حامد بڑا ہوا تو اس کے والدین کو اس کی شادی کی فکر ہونے لگی۔ دور دراز کے ملکوں سے شہزادے کے لیے رشتے آنے لگے لیکن شہزادے کو کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔

ایک دن شہزادہ سمندر کے کنارے سیر کو گیا۔ سمندر کے کنارے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی۔ شہزادہ لڑکی کو دیکھ کر وہیں پر رک گیا۔ لڑکی کی نظر شہزادے پر پڑی تو وہ کھڑی ہوگئی۔ شہزادہ حامد اس کے پاس آیا اور لڑکی سے کہا تمھارا نام کیا ہے ؟ لڑکی نے اپنا نام خوشبو بتایا۔ شہزادے نے خوشبو سے کہا کیا تم مجھ سے شادی کروگی خوشبو نے کہا "ہاں"، شہزادہ حامد اور خوشبو دونوں ساتھ ساتھ محل میں آئے۔ بادشاہ اور ملکہ نے دونوں کو بہت دعائیں دیں۔ اور دونوں کی شادی کردی۔ ایک دن شہزادے کے دوست نے مذاق سے خوشبو کے چہرے پر پانی ڈال دیا۔ پانی پڑتے ہی وہ ایک مچھلی میں تبدیل ہوگئی۔ شہزادہ حامد نے جب یہ دیکھا تو اس کی سمجھ میں سب کچھ آگیا کہ وہ ایک مچھیرن شہزادی ہے شہزادہ حامد نے خوشبو سے پوچھا کہ کیا تم پھر سے سمندر میں جانا چاہتی ہو۔ تو خوشبو بولی کہ نہیں۔ اب میں یہیں رہوں گی۔ شہزادہ حامد سوچ میں پڑ گیا کہ آخر ایک مچھلی کے ساتھ کیسے زندگی گزارے گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ شاہی دروازے پر اسی وقت ایک فقیر نے صدا لگائی۔ شہزادہ فقیر کی صدا سنتے ہی شاہی دروازے پر گیا اور فقیر کی جھولی میں اپنی انگوٹھی ڈال کر واپس آنا چاہتا تھا کہ فقیر نے کہا۔ "شہزادے ٹھہر جاؤ"، شہزادے نے جواب دیا "بابا میں اس وقت بہت پریشان ہوں مجھے جانے دیجیے"، فقیر نے کہا۔ مجھے تمھاری پریشانی معلوم ہے۔ تم یہ انگوٹھی لو میں نے اس پر کچھ پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ اس انگوٹھی کو سات بار مچھیرن کے جسم پر رگڑو وہ پھر لڑکی کے روپ میں آجائے گی مگر جلدی کرو۔ مچھلی پانی سے باہر زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی"، شہزادے نے انگوٹھی لی اور تیزی سے جاکر سات بار خوشبو کے جسم پر رگڑی۔ خوشبو نے پھر لڑکی کی شکل اختیار کرلی۔ شہزادے نے واپس آکر فقیر کا شکریہ ادا کرنا چاہا لیکن فقیر وہاں نہیں تھا۔ یہ اس کے والدین کی نیکی کا صلہ تھا۔

شیریں ترنم، مین روڈ، رلوز کیلا، اڑیسہ

آخری سانس لیتے ہوئے شوہر نے بیوی سے کہا
"تم مرنے کے بعد انور سے شادی کرلینا"،
"انور سے ؟"، بیوی نے تعجب سے پوچھا۔
"لیکن تم تو اس کے جانی دشمن ہو"، ؟
شوہر نے کہا ! ہاں میں اس سے انتقام لینا چاہتا ہوں"،

پھول اور خوشبو

☆ چلتے ہوئے خیال رکھو کہ تمھارے پانو سے اٹھتی ہوئی دھول کسی کی منزل نہ گم کر دے۔

☆ اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرو کہ زمانہ تمھارے آگے جھکنے پر مجبور ہو جائے۔

☆ زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

☆ اپنی غلطی تسلیم کر لو۔ کبھی بحث نہ کرو۔

☆ سہاروں کی زندگی بے سہارا ہے۔

☆ کسی کے آنسوؤں کو زمین پر گرنے سے پہلے جذب کر لو یہی انسانیت کی معراج ہے۔

بہادری

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا حضرت حمزہؓ تھے۔ آپ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے۔ آپ کا نام سن کر بڑے بڑے سورما کانپ جاتے تھے۔ حضرت حمزہؓ کی ایک بہن تھی بی بی صفیہؓ۔ آپ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ بی بی صفیہؓ بھی اپنے بھائی کی طرح بہت ہی بہادر اور دلیر تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مکے کے کافروں نے مدینے پر چڑھائی کی۔ مدینے کے آس پاس یہودی رہتے تھے۔ مسلمانوں سے ان کا معاہدہ تھا مگر یہ ظالم بھی کافروں سے مل گئے اور کافروں کے ساتھ انھوں نے بھی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ پیارے نبیؐ ساتھیوں کو لے کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے چلے گئے اور عورتوں اور بچوں کو ایک قلعے میں بند کر کے ایک صاحب کو نگراں بنا دیا۔ یہودیوں نے یہ سمجھ کر کہ عورتیں تنہا ہوں گی اپنا ایک فوجی دستہ ان پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس دستے نے قلعے کی دیوار کے پاس اپنا ڈیرا ڈالا اور یہ پتا لگانے کے لیے اپنا ایک جاسوس بھیجا کہ عورتیں اکیلی ہیں یا ان کے ساتھ مرد بھی ہیں۔ بی بی صفیہؓ نے اس جاسوس یہودی کو دیکھ لیا اور جو صاحب نگراں تھے ان سے کہا کہ اس یہودی پر حملہ کریں مگر وہ صاحب یہ کہہ کر بیٹھ رہے کہ مجھ میں اتنی ہمت ہوتی تو آج عورتوں میں کیوں ہوتا میں بھی میدان جنگ میں لڑنے نہ جاتا۔ ان کی طرف سے مایوس ہو کر بی بی صفیہؓ نے خود خیمے سے ایک بانس نکال کر اس یہودی کے سر پر زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ اب نگراں کے پاس جا کر بولیں کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ مگر وہ مرد ہے اس لیے میں اس کا جسم کیسے چھوؤں آپ جا کر اس کا سر کاٹ کر قلعے کے باہر پھینک دیں تاکہ فوجی دستہ ڈر کر بھاگ جائے مگر ان سے یہ بھی نہ ہوا۔ آخر مجبور ہو کر بی بی صفیہؓ نے ہی اس کا سر کاٹ کر قلعے کے باہر اس جگہ پھینک دیا جہاں یہودیوں کا فوجی دستہ ٹھہرا ہوا تھا۔ یہودیوں نے جب اپنے ساتھی کا سر دیکھا تو سمجھ گئے کہ قلعے میں مرد بھی موجود ہیں چنانچہ سب کے سب ڈر کر بھاگ گئے۔

ادریس بیگ، جنتا جونیئر کالج، بارسی ٹاکلی

محبت

محبت! یہ ایک لفظ ہے جو دیکھنے، سننے اور پڑھنے لکھنے کے اعتبار سے نہایت مختصر ہے لیکن سچ پوچھیے تو یہ چھوٹا سا لفظ سارے جہان کو اپنی خوشبو کی باعث اپنی نرم بانہوں میں پناہ دیتا ہے۔ یہ لفظ ایک حسین اور خوبصورت بلبل کی مانند ہے جو ہر ایک کے قلب میں اپنا نشیمن بنا لیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ محبت ایک ایسے آزاد پنچھی کی مانند ہے جو اپنے بازوؤں میں زبردست قوت پرواز رکھتا ہے اور کبھی کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ محبت تو گلاب کے مثل ہے جس کی خوشبو کے لیے اس کی سینچائی بے حد ضروری ہے۔

اگر آپ اس بات کے متمنی ہیں کہ اس سے فیض حاصل کریں تو اس کی دیکھ بھال کیجیے تا قیامت وہ زوال پذیر نہیں ہو سکتا۔ اگر دنیا سے محبت کرنے والوں کا وجود ختم ہو جائے تو دنیا ایک گہرے غار کے اندر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھٹک کر مر جائے۔ محبت کتنی پیاری چیز ہے۔ کتنا قیمتی موتی ہے۔ جہاں محبت ہو وہاں چین ہی چین ہے۔ آیئے سوچیں اور طے کریں کہ من کا یہ انمول موتی کس کو دیں اور اسے کہاں قربان کریں۔

اپنے دلوں کو ٹٹولیے کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ ہمیں سب سے زیادہ محبت

استاد (شاگرد سے) تم نے آج ہوم ورک کیوں نہیں کیا؟ شاگرد: جناب میں ہوسٹل میں رہتا ہوں۔

اپنے والدین سے ہے کیونکہ ہم ان کی پیار بھری گود میں پرورش پاتے ہیں اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں اب یہ سوچیے کہ ماں کی ممتا باپ کی محبت کس نے دی؟ محبت ایک ایسی بستی ہے جس کے حقوق ملکیت خود انسان کو حاصل ہوتے ہیں کہ جسے چاہے اس بستی میں بسا لے۔ اگر اس بستی میں خدا بس جائے تو یہ بستی ساری بستیوں سے اعلا و ارفع ہو جائے۔

محمد افسر نیاز، ذہنی۔ مدنپور۔ ارریہ۔ بہار

دم بڑی یا عقل

ایک جنگل میں بہت سارے جانور جمع تھے۔ لومڑی نے ایک نظر اپنی دم پر ڈالی اور حاضرین سے کہا:

"دیکھو! میری دم کتنی خوبصورت اور لمبی ہے" دوسرے جانوروں نے کہا "تمھاری دم! ذرا ایک نظر ریچھ کی دم پر ڈالو وہ تو تمھاری دم سے لمبی اور خوبصورت ہے"

ریچھ یہ سن کر فخر سے اپنی دم ہلانے لگا۔ لومڑی کو یہ بات بُری لگی، اسے فکر ہوئی کہ کسی طرح ریچھ کی دم چھوٹی کرا دوں ورنہ میری کیا حیثیت رہ جائے گی۔ آخر اس کو

☆ تنہائی میں ذہنی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔
(لارنس سٹو)
☆ گناہ نیکی کے لباس میں دھوکا دے سکتا ہے
(جوئے ٹل)
☆ ایسی شناسائی جو فوراً ہو جائے پچھتانے کا باعث ہوتی ہے۔
(جارنز سمز)

ایک تدبیر سوجھ گئی۔ ایک دن وہ ریچھ کے پاس سے ایک مچھلی کھاتی ہوئی گزری۔ ریچھ نے پوچھا یہ مچھلی کہاں سے پکڑی؟

لومڑی بولی "اسے میں نے اپنی دم سے شکار کیا ہے"

ریچھ نے کہا! عجیب بات ہے، یہ ترکیب مجھے بھی بتادو۔ میں بھی اپنی لمبی دم سے شکار کر کے دیکھوں گا۔ لومڑی نے کہا کہ اس نے برف میں ایک سوراخ کیا اور اس میں اپنی دم ڈال دی، کچھ ہی دیر میں ایک مچھلی اس سے لپٹ گئی۔ بس اس طرح شکار کرلیا۔ تم چاہو تو بڑی آسانی سے مچھلی پکڑ سکتے ہو کیونکہ تمھاری دم تو مجھ سے بھی لمبی ہے۔ اب ریچھ نے لومڑی کی بتائی ہوئی ترکیب آزمائی، پھر کیا تھا برف اس طرح اس کی دم پر جم گئی کہ دم کو باہر نکالنا بھی مشکل ہو گیا۔ ریچھ چیخنے لگا کہ تم نے مجھے دھوکا دیا۔

لومڑی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولی "اہم چیز دم نہیں ہوتی ہے بلکہ عقل ہوتی ہے سمجھے۔"

قمر الاسلام۔ دار الثقافہ۔ دیو بند۔ یوپی

قلم کی آپ بیتی

میں اپنے پرانے قلم سے لکھ رہا تھا کہ اچانک روشنائی کا ایک بڑا اور موٹا سا دھبا میری کاپی پر پھیل گیا۔ اس کے پھیلتے ہی میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں نے اس قلم کو زمین پر پٹخ دیا۔ ایک دوسرا قلم لے کر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ میں پھر اپنے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ اچانک پھر وہی آواز سنائی دی۔ میں نے ذرا غور سے دیکھا تو فرش پر نظر پڑی تو پتا چلا کہ آواز قلم میں سے آرہی ہے۔ میں نے نزدیک جاکر قلم اٹھایا تو اس نے کہنا شروع کیا کہ آج کل کے لڑکوں میں اتنی تمیز کہاں کہ وہ میری عزت کریں۔ حالانکہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں اچھے اچھوں کا دل موہ لوں۔ سخت سے سخت دل کو موم بنادوں۔ اگر میں چاہوں تو دنیا کے نامور سے نامور انسان کو تختہ دار پر چڑھادوں اور خطرناک سے خطرناک مجرم کو تختہ دار سے اُتار دوں۔ میرا جسم معمولی پلاسٹک اور لوہے لکڑی سے مل کر بنا ہے مگر میں پھر بھی بہت عظیم ہوں عقلمند لوگ میری عزت کرتے ہیں اور میری حفاظت کرتے ہیں میں نے علم و ہنر کے وہ موتی لٹائے ہیں کہ دنیا میری آج تک مقروض ہے۔ اگر میرا جسم کسی قیمتی دھات سے بنا ہوتا تو امیر

لوگ مجھے خریدنے کے لئے بڑی سے بڑی رقم لٹاتے۔ غریب تو ایک معمولی پین پاکر ہی خوش ہو جاتے ہیں بڑی بڑی فیکٹریوں میں مجھے تیار کیا جاتا ہے، پھر دوکاندار مجھے اپنی شاندار دوکانوں میں لے جاکر شوکیسوں میں سجاتے ہیں اور پھر لوگ مجھے بڑی عزت و احترام سے گھر لے جاتے ہیں۔ مگر ایک تم ہو کہ مجھے پٹخ کر میری بے عزتی کر رہے ہو حالانکہ بے عزتی کرنے والا اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ مجھے قلم کی اس آپ بیتی کو سن کر بڑی شرم محسوس ہوئی اور تہیہ کر لیا کہ آیندہ کبھی اس طرح قلم کی بے عزتی نہیں کروں گا۔

آفتاب انور اسلامیہ لائبریری مبارک پور۔

انمول تحفہ

وہ ایک بھیانک رات تھی۔ اس کے والد کی طبیعت بہت خراب تھی۔ اس کی ماں نے اس سے ڈاکٹر لانے کو کہا۔ جب وہ باہر نکلا تو چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ہاتھ میں چھتری لے کر ہمت کر کے وہ ڈاکٹر راشد کی کوٹھی کی طرف بڑھا۔ ڈاکر راشد اچھی ہمدردی اور انسان دوستی کے لیے مشہور تھے۔ وہ غریبوں اور مظلوموں کے غم خوار تھے۔

اس نے برآمدے میں پہنچ کر کال بیل بجائی تو خود ڈاکٹر راشد باہر آئے۔ پھر اس نے ڈاکٹر کو اپنے والد کی بیماری کے بارے میں بتایا تو انھوں نے فوراً کار نکالی اور اس کو ساتھ لے کر اس کے مکان پر آئے۔ انھوں نے اس کے والد کا معائنہ کیا۔ ان کے چہرے پر مایوسی کی لکیریں تھیں۔ فراز یہ دیکھ کر کانپ اٹھا۔ ڈاکٹر نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم تمھاری مدد نہیں کر سکے۔

اتنے میں ایک ہچکی کی آواز بلند ہوئی اور اس کے پیارے لاٌ ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے گئے۔ اس کی دو بہنیں تھیں۔ ایک ۱۶ سال کی اور دوسری ۱۳ سال کی۔ بڑی بہن "ہائے میرے ابا" کہہ کر ان پر گر پڑی، غم سے اس کا برا حال تھا۔ ماں الگ سسکیاں بھر رہی تھیں اور فراز کے آنسو بھی امنڈتے ہی چلے آرہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے سب کو دلاسہ دیا۔ اب آپ لوگ ان کے لیے دعائے خیر کیجیے۔ اس رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پھر ڈاکٹر خود ہی ان کے کفن دفن

دو الیمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک الیمی نے دوسرے سے سوال کیا کہ بتاؤ قیامت کے اگلے دن اخبار میں کیا خبر آئے گی؟ دوسرا الیمی: یار اب تم مجھے اتنا بھی پاگل نہ سمجھو۔ ہر اہم دن اخبار کی چھٹی ہوتی ہے۔

کوئی چیز اتنی خوشگوار نہیں ہوتی جتنی وہ ملنے سے پہلے دکھائی دیتی ہے۔

دل اگر سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ بھی کچھ نہیں دیکھ سکتی۔

انسان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کا بھی احترام کرتا ہے جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

خوشیاں ایسی موتی کی مانند ہیں جنھیں تلاش کرنے کے لیے انسان کو زندگی کے سمندر میں چھلانگ لگانی پڑتی ہے۔

کے انتظام میں لگ گیا اور اگلے دن دس بجے دفن سے فارغ ہوئے تب انھوں نے ان لوگوں کے لیے کھانا بھیجا۔

وقت گزرتا رہا۔ غم کے داغ مدھم ہوتے رہے۔ فراز نے ڈاکٹر راشد کو بتایا کہ اس نے ابھی تھوڑے دن پہلے فرسٹ ایر میں داخلہ لیا تھا، پر اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ اس کی ماں تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے ہو سکے تو اسے اپنے یہاں کوئی ملازمت دے دیں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ کوئی فکر نہ کرو، تم اپنی تعلیم جاری رکھو۔ فیس وغیرہ کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

فراز سوچنے لگا کہ ڈاکٹر راشد کتنے رحم دل آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دولت دی اور عزت بھی دی پھر بھی ذرا سا غرور نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔ آپ انسان کے روپ میں رحمت کا فرشتہ ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا اس میں شکریے کی کیا بات ہے۔ ایک انسان کا فرض ہے کہ اپنے دوسرے بھائی کی مدد کرے۔

اب فراز روزانہ کالج جاتا اور ماں نے گھر میں کچھ کام دھندا کر کے گھر کے اخراجات پورے کرنے شروع کیے۔ اس طرح دن گزر رہے تھے۔ فراز کا فرسٹ ایر کا امتحان بھی ختم ہو گیا۔ رزلٹ آیا۔ وہ فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے مزید تعلیم حاصل کرنے کی رائے دی۔ فراز میڈیکل میں داخلہ لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی آرزو کی تکمیل کرے۔ ڈاکٹر راشد کا تبادلہ ہو گیا۔ اب فراز کے لیے تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ ادھر اس کی ماں بھی بیمار پڑ گئی۔ ماں کے علاج کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پیسے کہاں سے لاؤں۔ اتنی جلد مجھے ملازمت کہاں ملے گی؟ انہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ بہن نے آواز دی۔

"بھیا ماں آپ کو بلا رہی ہیں" اس کے خیالات منتشر ہو گئے۔ وہ دوڑ کر ماں کے پاس پہنچا تو ماں نے کمزور لہجے میں کہا۔ بیٹا تو پریشان کیوں ہوتا ہے۔ کوئی ایسی سخت بیماری

نہیں ہے۔ ہم گھر جلد ہی واپس آ جائیں گے۔
رفتہ رفتہ فراز کی ماں ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد فراز ڈاکٹر راشد کے یہاں گیا اور ان کی مدد سے پھر اسکول میں داخلہ لے لیا۔ فراز کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کے حوصلے بلند ہو گئے۔ وہ ڈاکٹر راشد کے احسانات کے بوجھ سے دبا جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کس طرح اس کے احسانات کا بدلہ چکائے۔

اب ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ غم کے بادل چھٹ رہے ہیں۔ اس کے خواب پورے ہونے کو ہیں۔ اس کا میڈیکل کورس بھی پورا ہو گیا تھا۔ صرف ایک سال کی ٹریننگ باقی تھی۔ اس کی بہن کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ فراز یہ سوچ کر خوش تھا کہ وہ بہت جلد اپنی ماں کو آرام پہنچا سکے گا لیکن تقدیر کی بات کون جانے۔

سردی کے موسم میں اس کی ماں پر فالج ہو گیا۔ فراز نے لاکھ تدبیریں کیں لیکن اس کی ماں بچ نہیں سکی۔ فراز کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ ماں جیسی عظیم ہستی جس کے لیے اس نے اتنی محنت کی وہ ہی جب گزر گئی تو اب وہ ڈاکٹر بن کر کیا کرے گا۔ کون اس کی خوشی میں شریک ہوگا۔ وہ کس کے ہاتھ میں اپنی کمائی کا پیسا لا کر دے گا۔ اس کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ رو کر اسے اپنے والدین کی یاد ستانے لگی۔ فراز کو مایوسی نے گھیر لیا۔ وہ دن

بھر گھر میں بیٹھا رہتا اور اپنی ماں کو یاد کر کے آنسو بہاتا رہتا۔ جب ڈاکٹر راشد کو اس بات کا علم ہوا تو وہ فوراً اس کے پاس آئے تاکہ اس کے غم میں شریک ہو کر اس کے دل کا بوجھ ہلکا کریں۔ انھوں نے اسے سمجھایا، اس کے زخم پر مرہم لگایا اور اسے اپنے ساتھ شہر لائے اور اسے ہستی کے غار میں گرنے سے بچالیا۔ اس طرح ڈاکٹر راشد کی مدد سے اب فراز بھی ڈاکٹر ہو گیا۔ ایک مخلص دوست کے بلند اخلاق کے نتیجے میں فراز بڑا آدمی بنا۔ اس دوست نے اخلاق نے ایک سوکھے تالاب کو پھر سے سیراب کر دیا۔ ایک مرجھائے ہوئے چمن میں پھر سے بہار آ گئی۔ ڈاکٹر راشد نے اخلاق کا ایک انمول تحفہ فراز کو پیش کیا۔ بے شک یہ اخلاق ایک انمول تحفہ تھا جس نے فراز کو چمکا دیا۔

بلال خان، ایچ۔ کیو۔ آر۔ اسکول، آسنسول

کیپٹن اپنی ٹیم کی فیلڈنگ سے سخت نالاں تھا ہر میچ میں وہ کیچ پر کیچ گراتے رہتے۔ آخر تنگ آکر اس نے تمام کھلاڑیوں کو اکٹھا کیا اور انھیں بتایا "ہم سب مچھلی کے شکار پر چل رہے ہیں۔
"آخر کیوں؟"، تمام کھلاڑیوں نے احتجاج کیا۔
"میں چاہتا ہوں کہ اس سیزن میں تم کچھ نہ کچھ پکڑ لو۔"

خطرناک غلطیاں

- اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع رکھنا۔
- اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیے کا امیدوار رہنا۔
- ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع رکھنا۔
- اس خیال میں مست رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست، خصبورت اور تونگر ہی رہوں گا۔
- اس نیت سے عیب کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔

نیک دل سلطان

آج سے کوئی سات سال پہلے کی بات ہے۔ دہلی میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ ہندستان کے بیشتر حصّے پر اسی کی حکومت تھی۔ عرف عام میں وہ سلطان کے نام سے مشہور تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ اس کی ملکہ کھانا پکارہی تھی۔ سوئے اتفاق توے سے روٹی اتارنے میں ملکہ کا ہاتھ جل گیا۔ وہ ہانپتی ہوئی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلطان بیٹھا قرآن پاک کی کتابت کررہا تھا۔ ملکہ کو تکلیف میں دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔ بولا کیا بات ہے ملکہ ! ہاتھ میں کیا ہوا ملکہ ! کیا کہوں جہاں پناہ ! روٹی اُتار رہی تھی توے سے ہاتھ جل گیا۔ سلطان اللہ خیر۔ اچھا گھبراؤ نہیں میں دوا لاتا ہوں سلطان کتابت چھوڑ کر اٹھا اور خود ہی ملکہ کے زخم پر معمولی سی دوا لگادی ملکہ نے کچھ سکون محسوس کیا۔ جہاں پناہ اب کیا ہوگا، گھر میں اور کوئی ہے نہیں، دوسرے کام تو الگ رہے۔ کھانا کون پکائے گا۔ سلطان : تم فکر نہ کرو جب تک تمھارا ہاتھ ٹھیک نہیں ہوتا میں تمھاری مدد کروں گا۔ ملکہ : نہیں جہاں پناہ! آپ کیوں تکلیف کریں گے۔ کچھ عرصے کے لیے ایک خادمہ رکھ لیجیے۔ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو پھر سارا کام کاج میں خود ہی کرلیا کروں گی۔ سلطان میں بادشاہ ضرور ہوں لیکن خزانہ میرا نہیں، کتابت سے جو پیسے ملتے ہیں وہ میں تم کو دے دیتا ہوں۔ اس سے جیسے تیسے گزر اوقات ہو جاتی ہے۔ اتنے پیسوں میں ملازمہ کی تنخواہ کیسے نکل سکتی ہے۔ ملکہ : مجھ سے واقعی بھول ہوئی۔ آیندہ ایسی بات منہ سے نہیں نکالوں گی۔ ہم تو قوم کے خادم ہیں۔ سلطان خوش ہو کر پھر کتابت شروع کر دیتا ہے۔

سیدہ بریرہ ڈاکٹر احمد، جامعہ سلفیہ، بنارس

ناسمجھ مچھلی

شہر کے ہنگاموں سے دور ایک چھوٹے سے تالاب میں تین مچھلیاں رہتی تھیں۔ ان میں سے دو دور اندیش تھیں۔ اتفاقاً دو مچھیرے وہاں سے گزرے۔ وہ تالاب میں جال ڈالنے اور تینوں مچھلیوں کو

پکڑنے کے متعلق رائے مشورہ کرنے لگے۔ مچھلیاں یہ باتیں سن رہی تھیں۔ ایک مچھلی تجربہ کار تھی اور مچھیروں کی چالاکیوں سے واقف تھی اور پہلے بھی بہت ساری پریشانیوں کا سامنا کر چکی تھی۔ وہ تالاب کے پانی کے بہاؤ کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اسی بیچ مچھیرا آیا اور اس نے تالاب کے چاروں طرف جال بچھادیا۔ دوسری مچھلی بھی عقلمند تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے غفلت میں وقت برباد کیا اور غافلوں کا یہی حال ہوتا ہے مگر اب بھی وقت ہے گرچہ ہرچند مصیبت کے وقت تدبیر کا استعمال زیادہ کارگر نہیں ہوتا ہے، پھر بھی عقلمند عقل کا استعمال کرتا ہے۔ وہ مردے کی طرح پانی کی سطح پر بے حس و حرکت پڑی رہی۔ جب مچھیرے نے جال کو باہر نکالا اور دیکھا تو وہ بے جان نظر آئی۔ مچھیرے نے اس کو پانی میں ڈال دیا اور تیسری مچھلی جو ناسمجھ تھی وہ بے چینی کے عالم میں کبھی دائیں کبھی بائیں، کبھی اوپر، کبھی نیچے یہاں تک کہ وہ پکڑی گئی

(فارسی سے ترجمہ)

عطا شیخ، تیسرا منزلہ، اسٹرینڈ روڈ، ممبئی

بوشی

بہت زمانے پہلے کی بات ہے کہ ایک شہر میں میاں بیوی رہتے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک دن دونوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ خدا انھیں ایک بچہ عطا

ندیم (سلیم سے) تم نے اپنا پرانا اسٹینو نکال دیا

سلیم: یار عجیب مصیبت تھی جب میں ڈکٹیشن دیتا تھا کمبخت ہر لفظ کے ہجے پوچھتا تھا۔

"اور تم بار بار ڈسٹرب ہوتے ہوگے؟" ندیم نے کہا

سلیم: "نہیں یہ بات نہیں تھی۔ ہر لفظ ڈکشنری میں دیکھنا پڑتا تھا۔"

کرے چاہے وہ ایک انگلی کی طرح حد درجہ چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آخرکار ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کے گھر ایک بچے نے جنم لیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ دونوں نے اس کا نام ایشن بوشی رکھا۔ جس کا مطلب ایک انچ چھوٹا ہوتا ہے۔ جب بوشی پندرہ برس کا ہوا تو اس نے والدین کو الوداع کہا اور قسمت آزمائی کرنے کیوٹو چلا گیا۔ کیوٹو شہر میں بوشی کو ایک دولت مند گھرانے میں کام مل گیا۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے مالک اور اس کی مالکن اسے بہت پسند کرنے لگے۔ کیونکہ بوشی اپنا کام بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کرتا تھا۔ اس کے کام کی وجہ سے اس کے مالکن کی بیٹی بھی اسے بہت چاہتی تھی۔ ایک دن بوشی اپنے مالک کی بیٹی کو لے کر عبادت گاہ گیا۔ راستے میں دو دیو خطرناک جھاڑی سے نکل کر ان دونوں کے سامنے آگئے۔ بوشی نے جان بوجھ کر کچھ ایسی حرکت کی کہ دونوں دیو کی نظر اس کی طرف ہو جائے اور لڑکی کو فرار ہونے کا موقع مل

● کسی نے بو علی سینا سے پوچھا، دن کیسے گزر رہے ہیں؟ کہا گناہ گار ہونے کے باوجود اللہ کی نعمتیں مجھ پر مسلسل برس رہی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس بات پر اللہ کا شکر ادا کروں، کثرتِ نعمت پر یا بے اندازہ عیبوں سے چشم پوشی پر۔

● ابن عربی نے کہا اللہ ہمیں مصائب کے دریا میں ڈبونے کے لیے نہیں بلکہ ہمارے دامن کو دھونے کے لیے لاتا ہے۔

● اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ خدا سے محبت کرتا ہوں اور وہ اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے کیونکہ جب وہ آنکھوں سے نظر آنے والے انسان سے برا سلوک کرتا ہے تو نادیدہ خدا سے محبت کس طرح کر سکتا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت ہی تو خالق کی محبت ہے۔

جائے۔ تب دیو کو بہت غصہ آگیا اور ان میں سے ایک نے بوشی کو اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور منہ میں رکھ کر زندہ نگل لیا۔ بوشی کے پاس ایک سوئی تھی جو اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ وہ اس سوئی کو اپنی کمر میں تلوار کی طرح رکھتا تھا۔ جب اس نے اپنے آپ کو دیو کے پیٹ میں پایا تو سوئی نکالی اور دیو کے پیٹ میں تلوار کی طرح گھونپنے لگا پھر اوپر کی طرف چڑھ کر دیو کے منہ میں چلا آیا اور وہاں تباہی مچانے لگا۔ دیو خوف زدہ ہو گیا اور جلدی سے اسے اگل دیا۔ جب دوسرا دیو بوشی کو دیکھنے کے لیے جھکا تو اس نے اس کی آنکھ میں سوئی چبھو دی۔ اب دونوں کو اچھی طرح سے اس کی چلی تھی۔ اس لیے دونوں فرار ہو گئے۔ ایک دیو اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور دوسرا اپنا سر پکڑے ہوئے تھا۔ جلدی میں دونوں دیو لکڑی کا ایک ہتھوڑا چھوڑ گئے جسے بوشی اور لڑکی نے جو اس کی مدد کے لیے اس وقت وہاں پہنچی تھی۔ پہچان لیا کہ یہ ہتھوڑا جادو کا ہے۔ تم اسے زمین پر مار کر جو خواہش کرو گے وہ پوری ہو جائے گی۔ لڑکی نے بوشی کو بتایا۔ اس طرح دونوں نے ہتھوڑے کو زور سے زمین پر مارا اور ایک خواہش کی۔ دوسرے ہی لمحے بوشی کا قد عام انسان کی طرح ہو گیا اور وہ زرہ بکتر سے آراستہ ایک فوجی لباس میں لڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب لڑکی کے باپ کو اپنی بیٹی کی شادی بوشی کے ساتھ کر دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوئی اور بوشی ایک کامیاب اور وفادار شوہر ثابت ہوا۔ بوشی نے اپنے ماں باپ کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور وہ دونوں ننھے منے بوشی کو عام انسان کی قد و قامت کا دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمائے لیکن اس کے باوجود وہ اسے بوشی ہی پکارتے رہے یعنی ایک انچ چھوٹو۔

محمد ابرار حسینی۔ جے سی نگر، بنگلور

کتوں نے چور پکڑ لیا

مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں

پچھلے دنوں ایک واقعہ پیش آیا جس سے کتوں کی فرمانبرداری کا یقین ہو گیا۔ پچھلے چند سالوں سے مبارک پور کے مختلف محلوں میں چوری کی چھوٹی چھوٹی وارداتیں اکثر ہوا کرتی تھیں جن میں ہزاروں کا مال اسباب چوری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک رات ایک چور جو مبارک پور کا ہی باشندہ تھا جب چوری کی نیت سے ایک گھر میں گھسا تو گھر والے جاگ گئے اور چور کو للکارا۔ شور غل سن کر محلہ پڑوس آس پاس کے سیکڑوں مرد عورتیں اکٹھا ہو گئے۔ چور کدھر بھاگا، کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ سب لوگ قیاس ہی کر رہے تھے۔ اسی دوران سے سر کنڈوں کے جھاڑی کی طرف بھونکتے جاتے اور عوام کی توجہ چوروں کی طرف کرانے کی کوشش کرتے، آخر کچھ لوگوں نے کتوں کی اس حرکت کو غور سے دیکھا اور سر کنڈوں کے درمیان جاکر چوروں کو پکڑ ہی لیا۔ اس وقت تک فجر کی اذان ہونے لگی۔ ہزاروں لوگ جاگ گئے۔ چور دو تھے اس کی پٹائی اتنی کی کہ دونوں نے دم توڑ دیا۔ اب اس طرح کی چھوٹی چھوٹی چوری کرنے والے چور ڈر گئے ہیں۔ دوسرے دن پورے مبارکپور شہر میں کتوں کی اس حرکت کی تعریف کی گئی اور چوروں کے مرنے سے سب کو خوشی ہوئی۔

قاضی عدنان حسان، قاضی منزل مبارکپور

ماں کے قدموں میں جنت

حضرت مخدوم علی کا واقعہ ہے کہ ان کی ماں نے ان سے پانی مانگا۔ اور جب وہ پانی لے کر لوٹے تو دیکھا کہ ان کی ماں سو گئی ہے۔ تو انھوں نے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ان کی نظروں میں ماں کی عظمت اور حضورؐ کی حدیث تھی کہ ماں کے قدموں میں جنت ہے اس لیے انھوں نے ماں کو نیند سے بیدار نہیں کیا اور اسی طرح کھڑے کھڑے ان کی رات گزر گئی اور جب ان کی ماں کی آنکھ کھلی تو انھوں نے اپنے بیٹے کو کھڑا پایا اور دیکھ کر سوچنے لگی کہ میں نے اس سے رات میں پانی مانگا تھا شاید رات بھر کھڑے رہا۔ اور کچھ نہ کہا اور نہ ہی مجھے نیند سے جگایا۔ انھیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو دعا دی اور گلے سے لگالیا۔ اس ادا سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گیا اور انھیں بہت بڑا درجہ عطا فرمایا۔ اس طرح ماں کی خدمت اللہ کو بھی پسند آتی ہے۔

محمد غفران، رانی شگاؤں، بلند شہر

بیرا کونے میں کھڑا دیکھ رہا تھا جب کالک نے پے در پے چینی کے آٹھ چمچ پیالی میں ڈال دیے اور اسے ہلائے بغیر چائے کے گرم گرم گھونٹ اتارنے لگا تو بیرے سے ضبط نہ ہو سکا اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ شاید چمچ چلانا بھول گئے ہیں"

کالک نے نگاہیں اوپر اٹھائیں اور اطمینان سے کہا "میاں بیرے! کوئی شریف آدمی اس قدر میٹھی چائے پی سکتا ہے بھلا؟"

ولیم ٹیل اور کنگ جیسلر

سوئزر لینڈ کی ڈھلوان پہاڑیوں پر ایک آدمی رہتا تھا۔ وہ بہت بہادر اور شکاری تھا۔ اس کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں تھا۔ وہ ہر وقت تیر کمان اپنے پاس رکھتا تھا۔ سوئزر لینڈ سے تھوڑی دور پر ایک ملک آباد تھا۔ اس ملک کے بادشاہ کا نام جیسلر تھا۔ جو بہت مکار قسم کا تھا۔ جیسلر نے یہ قانون بنا رکھا تھا کہ ہر ایک کو اس کا حکم ماننا پڑے گا۔ چاہے وہ صحیح ہو یا غلط۔ اس کے حد پار کے پاس جو کھمبا تھا اس پر رکھی ٹوپی کو جھک کر سلام کرے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ٹوپی کو جھک کر سلام نہ کرے۔ سب جیسلر سے ڈرتے تھے۔

ایک دفعہ اُدھر سے ولیم ٹیل کا گزر ہوا۔ اس نے ٹوپی کو سلام نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہاں کھڑے سپاہی نے کہا "یہ راجا کا حکم ہے کہ جو کوئی ہماری ٹوپی کو سلام نہیں کرتا اسے ہمارے پاس لے آؤ۔" ولیم ٹیل نے کہا "کہ عجیب قانون کس نے بنایا کہ ٹوپی کو سلام کر کے ہی آگے بڑھو" سپاہی نے کہا "یہ ہمارے راجا کا حکم ہے کہ ٹوپی کو سلام کر کے ہی آگے بڑھ سکتے ہو۔" "مجھے آرڈر کی کوئی پروا نہیں" ولیم ٹیل نے جلدی سے کہا "اگر تمھیں کوئی پروا نہیں تو راجا تمھیں قید خانے میں ڈال دے گا" سپاہی نے غصہ میں کہا۔ اور ولیم ٹیل کو پکڑ کر جیسلر کے سامنے لے آئے۔ جیسلر نے کہا "تم نے ہماری ٹوپی کو جھک کر سلام کیوں نہیں کیا؟" "راجا صاحب! مجھے پتا تھوڑے ہی تھا کہ آپ کی ٹوپی کو سلام کر کے ہی آگے بڑھنا پڑتا ہے۔" جیسلر نے کہا "سنا ہے تم بہت بہادر ہو؟" "ہاں ہاں میں بہادر ہوں" ولیم ٹیل نے اکڑتے ہوئے کہا تو جیسلر نے کہا "میں تمھارے نشانے بازی کا امتحان لوں گا۔ اگر تم کامیاب رہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں آزاد کر دوں گا" ولیم ٹیل نے کہا "ٹھیک ہے! مجھے منظور ہے لیکن میں نشانہ کس پر لگاؤں؟" جیسلر نے کہا "تمھارے بیٹے کے سر پر جو سیب رکھا جائے گا تمھیں اس پر نشانہ بنانا پڑے گا۔" یہ سن کر ولیم ٹیل سمجھ گیا کہ راجا کیا چاہتا ہے۔ اس لیے اس نے دو تیر لیے۔ ایک کمر میں رکھا اور دوسرا کمان میں۔ اور اپنے بیٹے سے کہا "بیٹا! ڈرنا نہیں میرا نشانہ سیب ہی ہوگا" بیٹے نے کہا "ڈیڈی! آپ نشانہ لگائیے میں تیار ہوں" یہ کہہ کر وہ ایک دم سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ولیم ٹیل نے تیر چھوڑا۔ تیر نہایت ہی اچھے طریقے سے سیب کو لے اڑا۔ بیٹے کے سر پر ایک کھرونچ تک نہ آئی۔ اور نہ ہی بال بانکا ہوا۔ جیسلر نے تالی بجاتے ہوئے کہا "واہ! تمھارے نشانہ کا جواب نہیں لیکن تم نے دوسرا تیر اپنی کمر میں کیوں رکھا ہے؟" ولیم ٹیل نے غصہ ہوتے ہوئے کہا "دوسرا تیر میں نے اپنی کمر میں اس لیے رکھا ہے کہ اگر میرے بیٹے کا بال بھی بانکا ہوتا تو

میں یہ تیر تمھارے سینے میں پیوست کر دیتا۔
...یہ سن کر میسلر بھڑک اٹھا۔اس نے فوراً کہا
"اسے لے جا کر قلعے کی جیل میں قید کر دو۔..
کئی سپاہی اسے پکڑ کر قید خانے کی طرف لے
گئے۔ سفر سمندری تھا۔ اس لیے ایک ناؤ کی
مدد سے جانا پڑا۔ راستے میں ہی ایک بڑا طوفان
آگیا۔ موجیں خوب امنڈنے لگیں اور
خطرے کا احساس ہوا۔ سپاہیوں نے کہا "ولیم
ٹیل! تم ملاح بھی ہو۔ ہماری مدد کرو اور ناؤ کو
کشتی پر لے چلو۔ ہم تمھیں چھوڑ دیں گے۔..
لیکن ولیم ٹیل نہ مانا اور اپنے تیر کمان کے
ساتھ کنارے پر جمپ لگا دی۔ طوفان ایسا آیا
کہ پورا کنارہ ہی چھپ گیا۔ سپاہی راہ بھٹک
گئے اور وہیں پر کھو گئے۔ ڈیڑھ مہینے بعد ایک
جنگ میں میسلر بھی مارا گیا۔ اب عوام خوشی
خوشی رہنے لگے۔

خلیل خان افضل خان، بھارت نگر۔ ممبئی

لالچ کا انجام

راجاپور نام کے ایک گانو میں ایک
چوہا رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کھانے کی تلاش
میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اتفاق سے اسی
وقت ایک کسان بوری میں مٹر لے جا رہا تھا
اس میں سے ایک مٹر زمین پر گر پڑا۔ اس
چوہے نے آدمی سے کہا "بھائی تم اتنے بے خبر
ہو کہ تمھاری بوری سے ایک مٹر زمین پر
گر پڑا اور تم کو خبر تک نہیں۔ اس کسان نے کہا

ایک نئی نویلی دلھن نے شوہر سے پوچھا اگر میں
باورچی کو نکال کر ایک مہینے تک آپ کو کھانا
کھلاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟
شوہر نے جواب دیا۔ میری بیمہ پالیسی کی رقم

"تم اسے کھا جاؤ۔ چوہا بہت خوش ہوا، دوڑا دوڑا
اسے لے کر اپنے گھر (بل) میں گیا۔ اس نے
سوچا اتنے اچھے مٹر کو کھانے سے بہتر ہے کہ
اسے زمین میں بو دیا جائے۔ اس نے مٹر بو دیا۔
کچھ دن بعد مٹر خوب پھولے۔ چوہے نے
خوب ڈٹ کر کھائے اور کھا کھا کر خوب موٹا
ہو گیا۔

ایک دن اس کا دوست اس سے ملنے
آیا۔ دونوں نے خوب مٹریں کھائیں۔ پھر
کھیل شروع کیا۔ دونوں میں دوڑ کا مقابلہ ہوا۔
دوست کی جیت ہوئی۔ کیونکہ موٹاپے کی
زیادتی سے چوہا تیز دوڑ نہیں سکا۔ وہ بڑھئی کے
پاس گیا۔ اور اسے اپنا پیٹ تراشنے کے لیے
کہا۔ بڑھئی نے کہا۔ میں کیوں تراشوں؟ تو وہ
راجا کے پاس گیا۔ راجا سے کہا راجا بڑھئی
کو مروا دو۔ راجا نے کہا میں کیوں مرواؤں
تب وہ رانی کے پاس گیا۔ رانی سے کہا۔ تم
راجا سے روٹھ جاؤ۔ رانی نے کہا میں کیوں
روٹھوں۔ تب وہ سانپ کے پاس گیا۔ سانپ
نے بھی منع کر دیا۔ اس کو بہت غصہ آیا پھر وہ
لاٹھی کے پاس گیا۔ لاٹھی نے بھی منع کر دیا
اور کہا میں کیوں سانپ کو ماروں۔ اب وہ آگ

کے پاس گیا اس سے کہا۔ تم لاٹھی کو جلا ڈالو۔ آگ نے بھی منع کر دیا تو وہ پانی کے پاس گیا۔ پانی سے بھی کہا۔ پانی پانی آگ کو بجھادو۔ پانی نے بھی صاف انکار کر دیا۔ اب اس نے سوچا کہ ہاتھی سے ملنا چاہیے۔ ہاتھی نے بھی منع کر دیا۔ میں کیوں پانی کو پیوں۔ تب وہ چیونٹی کے پاس گیا۔ اس سے کہا، بہن ایک بار میں نے تم کو ایک شکر کا دانہ دیا تھا۔ چیونٹی احسان فراموش نہیں تھی وہ راضی ہو گئی۔ اس کو دیکھ کر ہاتھی نے کہا۔ مجھے مت کاٹو۔ میں پانی پی جاتا ہوں۔ پانی نے کہا مجھے مت پیو۔ میں آگ بجھا دیتا ہوں۔ آگ نے کہا۔ مجھے مت بجھاؤ۔ میں لاٹھی کو جلا ڈالتی ہوں۔ لاٹھی نے کہا۔ ٹھیک ہے میں سانپ کو مار ڈالتی ہوں تم مجھے مت جلاؤ۔ سانپ نے کہا۔ مجھے مت مارو میں رانی کو ڈس لیتی ہوں۔ رانی نے کہا۔ مجھے مت ڈسو میں راجا سے روٹھ جاتی ہوں۔ راجا نے کہا۔ مجھ سے مت روٹھو میں بڑھئی کو مروا دیتا ہوں۔ بڑھئی نے کہا۔ مجھے مت مرواؤ میں چوہے کو تراش دیتا ہوں۔ اس نے چوہے کے بدن کو تراشا۔ اس سے کہا تم اب جاکر اپنے بدن پر نمک مل کر گرم بالو پر لیٹ جاؤ۔ چوہے نے ایسا ہی کیا۔ وہ تڑپ کر مر گیا۔

فاروق احمد۔ شاہ سر سید نگر۔ علی گڑھ،

پردہ کی بے حرمتی

اسلامی معاشرہ کا ایک اہم جز پردہ بھی ہے جس سے آج ہماری ماں بہنیں لاپروائی برت رہی ہیں اور اس کو ایک دقیانوسی رواج سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں اسلام کے آنے سے قبل پردہ کا کوئی رواج نہیں تھا۔ تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ اسلام سے قبل عورتیں مردوں کے دوش بہ دوش ہر میدان میں پیش پیش رہتیں لیکن عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ ابتداءاً اسلام میں گویا عورت کی پیدائش ہی معیوب سمجھی جاتی تھی لیکن اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کو اسلامی معاشرہ کا جز قرار دے کر اس کی حفاظت کا سامان مہیا کیا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جب کہ ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا عورتیں اور مرد ایک ساتھ عبادت کرتے تھے اور جنگ میں عورتیں بھی شریک رہتی تھیں۔ اللہ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ عورتیں مرد کے دوش بہ دوش کام کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر پردہ کا حکم فرمایا اور یہ بھی حکم دیا کہ عورت مجبوری میں گھر سے باہر نکل کر مردوں کے ساتھ کام کر سکتی ہے لیکن شوق اور دوسروں سے تعریف حاصل کرنے کے لیے باہر غیر مردوں کے ساتھ کام کرنا، اس کے لیے کسی گناہ سے کم نہیں ہے۔ باہر غیر مردوں کے ساتھ کام کرنے کے لیے عورتوں کو پردہ میں رہنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ پردہ کا حکم قرآن شریف

میں نہیں ہے۔ میں یہ بات مانتی ہوں کہ قرآن شریف میں پردہ کا حکم نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن شریف پہلے نازل ہوا اور پردہ دنیا میں بعد میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل چیزوں کا پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۱) بدن کا پردہ (۲) چہرہ کا پردہ (۳) ہاتھ اور ہاتھ کے ناخن کا پردہ (۴) پیر کے نیچے کا پردہ (۵) بال کا پردہ (۶) آواز کا پردہ (۷) کپڑے کا پردہ۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ پردہ صرف بدن کا ہونا چاہیے۔ یہ بات غلط ہے بدن کا پردہ ہر مرد اور عورت کرتے ہیں، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم لیکن پورا جسم کا پردہ صرف مسلمان عورتیں کرتی ہیں۔ آج ۲۱ویں صدی میں پردہ کو حقیر سمجھا جاتا ہے جو لڑکی پردہ کرتی ہے اسے دقیانوسی خیالات کی لڑکی کہا جاتا ہے۔ بے پردہ خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ سماج اس لڑکی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو بے پردہ گھومے۔ بے شک لوگ سامنے تعریف کرتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے برائیاں بھی کرتے ہیں اور بے پردہ خواتین و لڑکیوں کے چہرے پر نور نہیں رہتا۔ آنکھوں سے حیا جاتی رہتی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ بے پردہ رہ کر بغیر کسی جھجک کے باہر آسکتی ہے اور ایسی لڑکیاں بہت بہادر ہوتی ہیں۔ یہ بات غلط ہے کوئی بکری شیر کی کھال پہننے سے شیر نہیں بن جاتی ہے۔ اگر کوئی لڑکی بے پردہ باہر نکلے تو سماج اسے بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔

ایک دفعہ ملا نصر الدین اپنے دوست سے ملنے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو نوکر نے بتایا کہ مالک گھر پر نہیں ہے۔ اسی لمحے مالک کا سر نظر آیا۔ ملا نصر الدین نے نوکر سے کہا کہ اپنے مالک کو کہا کرو کہ اپنا سر بھی ساتھ لے جایا کریں۔

پندرہویں صدی کی لطافت جو زن ہے بے پردہ
جب یہ ہے کہ نگاہوں کی مار پڑتی ہے

لوگوں کا کہنا ہے کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ زمانے کے ساتھ چلو چاہے ہمیں زمانہ کسی بھی راہ پر لے جائے۔ یہ غلط ہے۔ پہلے زمانے میں تعلیم عام نہیں تھی، لڑکیوں کو تعلیم دینا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیاں نماز اور قرآن ہی پڑھتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ آج لڑکیاں اسکول، کالج، یونی ورسٹی جاکر مردوں کے ساتھ پڑھ رہی ہیں۔ لڑکیوں کے سرپرستوں، والدین اور بھائیوں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی اور بہن کو پردہ میں کالج اور یونی ورسٹی جانے کی ہدایت کریں۔ آج کل بہت دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکیاں کالج اور یونی ورسٹی جاتے وقت گھر سے پردہ میں جاتی ہیں اور کالج جاکر پردہ ہٹا دیتی ہیں اور سارا دن بے پردہ گھومتی ہیں۔ لڑکیوں کو اس طرح گھر والوں کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لڑکیاں گھرداری سنبھالنے کی بجائے دفتروں، بینکوں میں نوکری ڈھونڈتی پھرتی

ہیں ۔ گھر کو جنت بنانے کی بجائے دوزخ بنا رہی ہیں۔ اسلام نوکری کی اجازت دیتا ہے لیکن مجبوری میں ۔ جب ہمارے سر پر کسی سرپرست مرد کا ہاتھ نہ ہو تو عورتوں کو نوکری کرنا چاہیے، شوق کے لیے نہیں۔ جو لڑکیاں آج کل کر رہی ہیں گھر کی ذمے داری چھوڑ کر باہر کی ذمے داری کو اپنا فرض سمجھ رہی ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لڑکیاں نوکری اس لیے کر رہی ہیں کہ وہ اپنا میک اپ اور دوسری خواہشات پوری کر سکیں ۔ جو ضروری نہیں ہے۔

کوثر جہاں ،بکل گوڑہ۔ عادل آباد۔ اے پی

موت ۔ ایک حقیقت

ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موت برحق ہے ۔ موت کے نام سے لوگ اتنے خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ جیسے ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔

موت برحق ہے۔ اور اسے آنی ہے

اگر ہم اپنے کردار کو مضبوط کر لیں اور اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کر دیں تو ہمیں موت کے بعد قبر کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔

خودکشی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے

لیکن لوگ اپنی دنیاوی مصیبت سے تنگ آ کر یہ قدم اٹھا لیتے ہیں جس سے خدا قطعی خوش نہیں ۔ موت اللہ کا فرمان ہوتی ہے مگر اس موت سے اللہ ناخوش رہتا ہے۔

اب ہم بہت زمانے پہلے کے تین واقعات آپ کو سناتے ہیں جو موت سے تعلق رکھتے ہیں۔ دو واقعات تو ایسے ہیں جو موت کی دہشت سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا واقعہ خودکشی سے تعلق رکھتا ہے۔

(۱) بہت عرصے پہلے کی بات ہے کسی گانو میں ایک بڑھیا رہا کرتی تھی۔ اس کی ایک ہی اولاد تھی جو نہایت ہی قابل اولاد ثابت ہوئی۔ اس بڑھیا کا شوہر دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔ اس بڑھیا کے بیٹے کا نام تھا اسلم ۔ اسلم دن بھر محنت مزدوری کرتا اور گھر کا خرچ چلاتا تھا۔ اسلم کو دنیا میں اگر کوئی چیز عزیز تھی تو وہ اس کی ماں تھی اور اس کی ماں بھی اسلم سے بہت پیار کرتی تھی دونوں ہنسی خوشی اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ اچانک اسلم کی طبیعت خراب ہو گئی اور وہ موت کے منہ تک پہنچ گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر اس کی ماں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے عبادت میں مشغول ہو گئی ۔ وہ رات ایک اندھیری رات تھی ۔ بجلیاں آسمان میں چمک رہی تھیں ، بارش تیزی سے ہو رہی تھی ، وہ بڑھیا اللہ سے دعا مانگ رہی تھی کہ اے اللہ تو میرے بیٹے کو حیات بخش دے اور اسے صحت یاب کر دے۔ بدلے میں میری جان لے لے۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ اچانک اس کے گھر میں

ایک بیل گھس گیا اور بڑھیا ملک الموت سمجھ کر اس سے کہنے لگی۔ اے ملک الموت روح قبض کرنے سے پہلے دیکھ لینا کہ ہم میں سے بیمار کون ہے۔ لہٰذا اس واقعہ کی روشنی میں ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ اپنی زندگی سے پیار ہوتا ہے۔

(۲) بہت زمانے پہلے کی بات ہے جب عرب میں اسلام قوم کا جھنڈا چاروں طرف لہرا رہا تھا اس وقت یہ روایت عام تھی کہ کسی بھی انسان کی موت آنے سے پہلے ملک الموت اسے اپنا چہرہ دکھا جاتا ہے جس سے پتا چل جاتا تھا کہ اس کی موت کچھ ہی لمحوں میں آنے والی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ساتھ ایسا ہی ہوا اور موت نے اسے غرا کے دیکھا۔ وہ مارے دہشت کے حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں جاکر کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے تو اپنی روحانی طاقت سے سر زمین عرب سے سر زمین ہند میں پہنچادے تیرا مجھ پر کرم ہوگا۔ اور کچھ ہی لمحوں کے دوران وہ سر زمین ہند پر تھا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ موت وہاں بھی پہلے سے موجود ہے لیکن ملک الموت اس بار مسکرا رہا ہے۔ وہ انسان کہتا ہے کہ اے ملک الموت تو میری روح نکالنے سے قبل میرے سوال کا جواب دے کہ جب میں سر زمین عرب میں تھا تو تو نے مجھے غرا کے دیکھا اور جب یہاں ہوں تو تو مسکرا رہا ہے۔ ملک الموت نے کہا کہ جب میں نے تجھے سر زمین عرب میں دیکھا تو اس لیے غرا رہا تھا کہ تیری روح مجھے کچھ ہی لمحوں کے بعد ہند میں نکالنی تھی مگر تو عرب میں نظر آرہا تھا اور یہاں مسکرا اس لیے رہا تھا کہ تو اپنی معینہ جگہ پر اور معینہ وقت پر پہنچا ہوا ہے اور مجھے حیرت بھی ہوئی کہ تو اتنے کم لمحوں میں یہاں کس طرح پہنچا۔ قدرت کے انتظام کو دیکھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔

(۳) عرب کے کسی گانو میں ایک انسان رہتا تھا جو دنیاوی مصیبت سے تنگ آکر ایک دریا میں خودکشی کرنا چاہتا تھا مگر ملک الموت نے اسے روکا اور پوچھا تو مرنا کیوں چاہتا ہے، تیری موت ابھی نہیں ہے وہ شخص کہتا ہے میں دنیا سے تنگ آچکا ہوں اس لیے مرنا چاہتا ہوں میں بہت غریب ہوں۔ ملک الموت کہتا ہے کہ تو اپنی غریبی اگر دور کرنا چاہتا ہے تو جا ایک دواخانہ کھول۔ وہ شخص کہتا ہے مجھے دوا کے بارے میں کوئی واقفیت نہیں میں دواخانہ کھول کر کیا کروں گا۔ ملک

ٹیم میدان میں اتری تو ایک کھلاڑی نے آکر کپتان سے کہا "آج میں گیند پھینکوں گا کیونکہ میری سانس آرہی ہے۔"
کپتان نے اسے حیرت سے دیکھا اور کہا "ٹھیک ہے تم گیند کرلینا، مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی دور سے تم اسے گیند کیسے مارو گے؟"

الموت کہتا ہے کہ جب تیرے پاس کوئی مریض آئے تو اگر میں اس کے سرہانے نظر آؤں تو کہہ دینا یہ نہیں بچ پائے گا اور اگر نظر نہ آؤں تو اسے کچھ بھی دوا دے دینا وہ بچ جائے گا۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا مگر گاؤں کے لوگ اس کے پاس علاج کے لیے نہیں آتے۔ ایک دن ایک آدمی بیمار ہوا تو گاؤں کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اسے اسی شخص کے پاس بھیجا جائے اور ایسا ہی ہوا۔ جب مریض کو لٹایا گیا تو ملک الموت اس کے سرہانے نظر آیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ یہ نہیں بچے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن دوسرا مریض آیا تو دیکھا کہ ملک الموت اس کے پیتانے ہے تو اس کو کچھ دوا دے دی اور وہ ٹھیک ہو گیا اور اسی طرح اس کی شہرت کا ڈنکا دور دور تک بجنے لگا۔ بڑے بڑے حکیم علاج کرنے سے پہلے مریض کو اس شخص کے پاس بھیجتے کہ وہ بچے گا یا نہیں؟ اس کے بعد حکیم علاج کرتے تھے۔ اس طرح اس کی غریبی دور ہو گئی۔

ایک روز اس شخص کے سرہانے ملک الموت نظر آئے تو وہ میاں پورب پچھم ہونے لگے۔ ان کے گھر والوں نے انھیں رسی سے باندھ دیا اور ملک الموت نے کہا کہ اب کیا کرو گے؟ تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں تو تجھے تا قیامت پریشان کرتا مگر میرے گھر والوں نے ہی مجھے مار دیا۔

سراج الدین، عباس ہوٹل، بردوان، بنگال

دردناک واقعہ پاکستان کا

واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بات ہے کہ افطاری سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کے لیے تیاری میں میری مدد کرو۔ بیٹی نے جواب دیا۔ امی مجھے تو ٹی وی پر پروگرام دیکھنا ہے۔ وہ دیکھ لوں پھر کام کروں گی۔ یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی۔ کمرے میں ٹی وی رکھی تھی۔ اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ کہیں مجھے زبردستی کام کے لیے نہ اٹھا لے جائے، دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا۔ ادھر ماں بیٹی کو آوازیں دیتی رہیں۔ بیٹی نے ایک نہ سنی۔ کافی وقت گزر گیا۔ گھر میں سب مرد بھی آ گئے۔ افطاری ہو گئی لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے نہیں نکلی۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ دل ڈر گیا۔ اسکے باپ اور بھائیوں سے کہا۔ انھوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکی زمین پر اوندھی پڑی ہے اس کو دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ سب اٹھا اٹھا کر تھک گئے۔ اب حیران تھے کہ کیا کریں۔ کسی کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی۔ اس نے جو ٹی وی کو اٹھایا تو لڑکی بھی اٹھی۔ اب یہ ہوا کہ اگر ٹی وی کو اٹھاتے تو لڑکی بھی اٹھتی ورنہ کوئی بھی اس کو نہ اٹھا سکتا۔ آخر انھوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی وی کو بھی اٹھایا اور اس کو نیچے لائے اور غسل

دے کر کفن وغیرہ پہنایا۔ جب جنازہ اٹھایا تو حیران رہ گئے کہ چارپائی ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بالآخر انھوں نے ٹی وی کو اٹھایا اور قبرستان تک لے گئے۔ اب انھوں نے لڑکی کو قبر میں دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھاکر گھر لانے لگا۔ جونہی انھوں نے ٹی وی اٹھایا تو میت قبر سے باہر آپڑی۔ انھوں نے پھر اس کو دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھایا پھر میت قبر سے باہر آگئی
اب تو سب کو پریشانی ہوئی انھوں نے لڑکی کو ٹی وی سمیت دفن کردیا۔ اس کا جو حشر ہوا ہوگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

فیروز احمد پورنوی۔ نانگر، پورنیہ، بہار

زیادہ عقلمندی بھی بیوقوفی ہے

ایک بوڑھی عورت کے پاس دو نوکر تھے۔ بڑھیا صبح کو مرغے کی آواز سن کر اٹھ بیٹھتی اور دونوں نوکروں کو جگا کر کام میں لگادیتی۔ نوکر بچارے صبح سے رات تک کام کر کے تھک جاتے تھے ان کو صبح سویرے اٹھنا بہت بُرا معلوم ہوتا۔ جاڑوں کی لمبی راتیں تو خیر کسی طرح بیت جاتیں مگر گرمیوں کی راتوں میں غریب نوکروں کی نیند پوری بھی نہ ہوتی کہ بڑھیا بڑبڑانے لگتی "کمبخت ابھی تک پڑے سو رہے ہو، ذرا دیر میں سورج نکل آئے گا، کیسے ست، نالائق اور کام چور ہیں۔ اٹھو۔ نہیں تو مار مار کر کچومر نکال دوں گی۔" اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے نوکروں نے بہت کچھ سوچا مگر کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔ ایک دن ایک نوکر بولا" بھائی ایک ترکیب میری سمجھ میں آئی ہے،، "کیا؟،، دوسرے نوکر نے پوچھا۔ پہلا نوکر بولا" بڑھیا مرغے کی اذان سن کر اٹھتی ہے میرے خیال میں مرغے کو مار ڈالیں۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری،، دوسرا ہنس کر بولا واہ بھئی تم تو بڑے عقلمند ہو۔ کیا ترکیب سوجھی ہے۔
دونوں نے مل کر رات کو مرغے کا خاتمہ کردیا اور مزے سے چادر تان کر سوگئے۔ دوسرے دن بڑھیا کی آنکھ دیر سے کھلی۔ اس لیے نوکر صبح اٹھنے سے بچ گئے۔
ادھر بڑھیا نے جب دیکھا کہ مرغے کے نہ ہونے کی وجہ سے صبح کو دیر سے آنکھ کھلی تو دوسری رات اسے بالکل نیند نہ آئی اور وہ وقت سے پہلے ہی اٹھ بیٹھی۔ اس نے اٹھتے ہی نوکروں کو جگا کر کام میں لگادیا۔ اب نوکر بہت سٹپٹائے اور دل میں کہنے لگے "اس سے تو پہلے ہی اچھے تھے۔
" سچ ہے آدمی جتنا چالاک بنتا ہے اتنی ہی مصیبت اٹھاتا ہے۔،،

زاہد حسین منور علی، انصار نگر، دھولیہ

اردو خود بھی پڑھئے اور دوسروں کو بھی اردو پڑھنے کی ترغیب دیجیے

اقوال زریں

● کسی سے عزت کر کے اس سے محبت کی امید نہ رکھو۔

● کسی کی غیبت نہ کرو اور نہ سنو۔

● سب سے قیمتی چیز "عزت" اور سب سے مہنگی چیز دوستی ہے۔

● اخلاق کا اچھا ہونا محبت الٰہی کی دلیل ہے۔

فرحت سلطانہ حور لقا، مرزاپور دیاری اوریہ

● حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے آسمان کے امین ہیں اس کے ڈوب جانے سے جو لکھا ہے وہ آسمان کے ساتھ ہو گزرتا ہے۔ میں اپنے صحابیوں کا امین ہوں، میرے بعد جو کچھ لکھا ہے ہو کر رہے گا۔ میرے اصحاب میری امت کے لیے امین ہیں میرے اصحاب کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

(مسلم شریف)

مہ جبیں فردوس، بکل گوڑہ، عادل آباد

● خودداری ہی انسان کی اصلی معراج ہے۔

● جو لوگ صبح کو فیصلہ کرتے ہیں اور شام کو بدل دیتے ہیں وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

● اخلاقی خوبیاں اکثر جھونپڑوں میں پائی جاتی ہیں۔ محلات میں نہیں۔

طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور آکولہ

● نماز چہرے کی رونق ہے۔

● نماز دل کا نور ہے۔

● نماز اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے۔

● نماز جنت کی کنجی ہے۔

● نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے۔

نفیس نور محمد، مدار تکیہ منگرول پیر آکولہ

● آدمی کے تین دوست ہیں۔ ایک تو قبض روح تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک۔ تیسرا قیامت تک۔

روح تک کا ساتھی، اس کا مال ہے۔

قبر تک کے ساتھی، اس کے گھر والے ہیں۔

قیامت تک کے ساتھی، اس کے اعمال ہیں۔

● ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

● دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافروں کے لیے جنت۔

محتشم عبداللطیف بکر۔ ممبئی

● سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہو۔

● جس کے پاس مضبوط قوت ارادی ہے وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیتا ہے۔

● اصولوں کی خاطر لڑنا بہت آسان ہے لیکن ان پر کاربند رہنا بہت مشکل ہے۔

● وہ شخص بڑی تعریف کا مستحق ہے جو علم کی طاقت سے غصے کی شدت کو ختم کردے۔

اسما تبسم، درخشندہ آفرین، آرموراسے پلی

☆علم معبود سے ملاتا ہے۔
☆علم سب کو گلے لگاتا ہے۔
☆علم تقدیر کو بناتا ہے۔
☆علم درس انسانیت پڑھاتا ہے۔

آصف بیگ بابر بیگ، اوروا ڑ، کولہاپور

☆کھاؤ پاک چیز اور عمل کرو صالح۔
☆برائی سے بچو، سچائی کی طرف جاؤ۔
☆جب بھی کسی سے ملو تو سلام کرو۔

عبید الرحمٰن عبد العظیم، شیواجی نگر ممبئی

☆تقدیر زیادہ تر دلیر کا ساتھ دیتی ہے۔ (ٹیی سن)
☆بلند ہمتی کامیابی میں ساتھ دیتی ہے۔ (برٹرینڈرسل)
☆علم و ہنر کا بخیل، مال و دولت کے بخیل سے بھی بڑا مجرم ہے۔ (بقراط)
☆جو لوگ علم حاصل کرنے کے لیے کچھ دن کی مشکلات برداشت نہیں کر سکتے انھیں جہالت کی لعنت اور سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

امتیاز علی خان۔ خضر پور۔ کلکتہ ۲۳

☆اعتقاد اگر سالم نہ ہو تو عبادت بھی بے کار ہے۔
☆جس گھر میں بچے نہیں وہ گھر رحمت سے خالی ہے۔
☆اگر آرام اور خوشی چاہتے ہو تو حسد سے

☆جس گھر میں عورت دکھی رہتی ہیں وہ گھر جلد تباہ ہو جاتا ہے۔

فرزانہ الیاس۔ نظام آباد۔ اے پی

حضرت وارث علی شاہ کے ارشادات
☆جو شخص خدا پر بھروسا کرتا ہے خدا اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔
☆کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔
☆حسد سے احتراز کرو۔
☆اسی ذکر سے فائدہ ہوتا ہے جو بے غرض ہوتا ہے۔
☆خدا نے ہر کام کے واسطے ایک وقت مقرر کیا ہے۔

سلمان شاہد۔ پورہ رانی، مبارکپور۔ یوپی

☆اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لے جو اللہ سے ڈرتے ہوں۔
☆برے کاموں سے منع کرتے رہو خواہ کتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے۔
☆سادہ لباس عورت کی عصمت و عفت کا محافظ ہے۔

شیخ صادق۔ ساتک چوک، امڑاپور، بلڈانہ

☆ابراہیم لنکن ایک روز اپنے دو بیٹوں کے ساتھ سڑک پر سے گزر رہے تھے۔ دونوں بچے رو رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص نے پوچھا "مسٹر لنکن کیا بات ہے آپ کے بچے کیوں رو رہے ہیں؟"

...شخص نے شیخ سعدی سے پوچھا تو جواب دیا "میرے دوست! اس وقت میرے سامنے وہی مسئلہ درپیش ہے جو ساری دنیا کے انسانوں کے سامنے ہر وقت رہتا ہے میرے پاس تین سیب ہیں اور دونوں بچوں میں سے ہر بچہ دو سیب لینا چاہتا ہے۔
نتیجہ۔ دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی ہوس انسانوں کو دکھ پہنچاتا ہے۔

نازاں ضیاء الرحمٰن، نیا اسلام پورہ مالیگاؤں

عظیم انسان وہ ہے جو دوسروں کو معاف کردے۔ جو دوسروں کو خوش نہیں دیکھ سکتا وہ خود بھی خوش نہیں رہ سکتا۔ جو انسان کا شکر گزار نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا۔
جب تم زندگی کے اسرار کو حل کر چکو تو موت کا شوق پیدا ہوگا کیونکہ موت بھی زندگی کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔
عافیت اور امن درکار ہے تو آنکھ اور کان سے کام لو اور زبان بند رکھو۔

محمد ناصر حسین شیرازی، مومن پورہ ملکاپور

اپنی جان اور اولاد کو کوسنا
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے لیے بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد کے لیے اور نہ اپنی خدمت کرنے والے کے لیے اور نہ اپنے مال و متاع کے لیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے کوسنے کے وقت قبولیت کی گھڑی ہو کہ اس میں خدا تعالیٰ سے جو مانگو اللہ

...کیا جاتا ہے۔

روشنیٰ فاروقی۔ شمیم ہامپور، احمد نگر۔

قیامت کے دن مال پر حساب ہوگا۔ علم پر کوئی حساب نہ ہوگا۔ (حضرت علیؓ)
دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اللہ کے لیے چھوڑ دو۔ (حضرت ابوبکرؓ)

نسیم کوثر، بیناپارہ۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

زندگی ایک تحفہ ہے اسے پورا کرو۔
زندگی ایک دعوت ہے اس سے مقابلہ کرو۔
احترام کرنا ہے تو اپنے استادوں اور بڑوں کا کرو۔
پیار کرنا ہے تو اپنے ماں باپ اور چھوٹوں سے کرو۔

نصرت آفرین مؤذن پیر ترکن قدیم جالنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے قدم (میدان حشر میں) اس وقت تک اپنی جگہ سے ہلنے نہ پائیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق سوال نہ کرلیا جائے۔
(۱) اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کہاں کھپایا
(۲) اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کن چیزوں میں مبتلا کیا۔
(۳) مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور اس مال کو کہاں خرچ کیا۔
(۴) جو کچھ جانتے تھے اس پر تم نے کہاں تک عمل کیا۔ (حدیث)

محمد ضیاء الہدیٰ عُرف ٹیپو اسٹور بہار شریف

قلمی دوستی

نام : حسن خان اخوان زادہ
تعلیم : ایس ایس سی
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، رسائل پڑھنا
پتا : معرفت غزنی شاہ نواز خان ، مقام ، ہتھنی ، پوسٹ ، گاردگاؤں ، تعلقہ کھامگاؤں ، بلڈانہ

....

نام : مظفر علی آزاد عمر : ۱۶ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : السبیل اکیڈمی ، آزاد نگر ، ارریہ ، بہار

....

نام : شاہ امام عمر : ۱۵ سال
تعلیم : عربی دوم
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : مدرسہ اسلامیہ انور العلوم املو ، مبارکپور ، ضلع اعظم گڑھ ۔ یوپی

....

نام : محمد پرویز عالم عمر : ۱۳ سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : سلفیہ جونیر اسکول ، لہریا سرائے ، بہار

....

نام : محمد علی ابن محبوب مومن ۔ عمر : ۹ سال
تعلیم : مکتب اول
مشغلہ : اپنا سبق یاد کرنا
پتا : معرفت محمد محبوب مدرسہ مدینۃ العلوم ، وارڈ نمبر ۲ ، شری رام پور ۔ احمد نگر ، ایم ایس

....

نام : محاسن احمد غازی عمر : ۱۲ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا ، دوستی کرنا
پتا : السبیل اکیڈمی ، ہاسپٹل روڈ ، ارریہ ۔ بہار

....

نام : مسعود کلیم
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : محلہ پورہ رانی ، پولیس چوکی ، مبارکپور ،

....

نام : ناہید اختر شیخ رحیم الدین
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : ستار محلہ ، نندوبار ، ضلع دھولیہ ، مہاراشٹر

....

نام : محمد گلاب بن محمد پاپو
تعلیم : عربی اول
مشغلہ : درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : مدرسہ مدینۃ العلوم ، وارڈ نمبر ۲ شری رامپور ضلع احمد نگر ۔ مہاراشٹر

....

نام : عبد المعید عمر : ۱۵ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا ، پیام تعلیم پڑھنا

پتا: عرب گلی، مکان نمبر ۹-۴۳-۲-۲، آرمور
نام: فیضان محمد عمر: ۱۸سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، خط کا جواب دینا
پتا: معرفت ایثار احمد موضع کھریواں، پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ یوپی

....

نام: رفیع الدین عمر: ۱۶سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: تاریخ وسائنس کا مطالعہ کرنا
پتا: موضع رسول پور آنٹ، پوسٹ آسی، اعظم پور ضلع ہردوئی۔ یوپی

....

نام: محمد سالم عمر: ۷ اسال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کبڈی کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: سلطان منزل۔ قدوائی روڈ۔ بھٹکل

....

نام: عبدالمعبود کفایت اللہ عمر: ۲۰اسال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: پیام تعلیم ودیگر رسالوں کا مطالعہ کرنا
پتا: ڈومریاگنج ضلع سدھارتھ نگر۔ یوپی

....

نام: محمد واجد ہارون عمر ۱۲اسال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم اور اسکول کی کتابیں پڑھنا
پتا: ہاجرہ بی کے منزل کے بازو، وارڈ نمبر ۳ مانا

....

ضلع آکولہ (مہاراشٹر)
نام: آصفہ خاتون
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت شیر خان وارمین، شطرنجی پورہ، آکوٹ، ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

....

نام: آفریدہ خاتون عرف بریدہ بیگم
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کپڑا بننا اور بچوں کو ادب سکھانا
پتا: مقام ردپولی، پوسٹ مسولی۔ وایا ہلسنڈ، ضلع سیتامڑھی (بہار)

....

نام: سمیرہ سلطانہ
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: بڑوں کا کہا ماننا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محلہ سعید آباد۔ آرمور ضلع نظام آباد

....

نام: صفیہ سلطانہ
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: تعلیم حاصل کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محلہ سعید آباد، آرمور ضلع نظام آباد

....

نام: عبدالرحمن محمد اسمٰعیل پگڑی
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: تیرنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: بوسا چوک، اولا گڑی، دھارواڑ

نام: عبدالرحمٰن ولد عبدالخالق قریشی
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: دینی تعلیم حاصل کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: اتوارہ گیٹ کے باہر، برہان پور، کھنڈوہ

....

نام: توصیف احمد عمر: ۱۴سال
تعلیم: ہفتم اردو
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: رحمانیہ اسکول، آرمور۔ نظام آباد

....

نام: شیخ رضوان احمد عمر: ۱۴سال
تعلیم: عربی ششم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: دارالعلوم امدادیہ ۶۲ میمن واڑہ، ممبئی

....

نام: محمد ربانی عمر: ۱۱سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پابندی سے پڑھنا
پتا: معرفت ارمان علی، موضع و پوسٹ بھنگواں شریف، وایا کوٹھابرواری، مظفرپور

....

نام: اختر حسین عمر: ۱۲سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: کبڈی کھیلنا
پتا: معرفت جلال الدین مدرسہ مصباح العلوم وارڈ نمبر ۲ شری رامپور، احمد نگر، مہاراشٹر

....

نام: محمد شریف قریشی
تعلیم: ڈی۔ایڈ
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت محمد عثمان قریشی، قریش نگر، ناندورہ۔ ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر)

....

نام: ریاض احمد نہال احمد عمر: ۱۲سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: دینی و ادبی کتابیں پڑھنا
پتا: مکان نمبر ۲۵، گلی نمبر ۱، سلامت آباد مالیگاؤں ضلع ناسک۔ مہاراشٹر

....

نام: ظہیرالدین
تعلیم: عربی دوم
مشغلہ: دینی و ادبی کتابیں پڑھنا
پتا: متعلم مدرسہ جامعہ عربیہ انوارالعلوم قصبہ سوائمہ ضلع الہ آباد یوپی

....

نام: محمد اقلیم محمد حلیم خان عمر: ۱۱سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: پیرچے بلڈنگ، روم نمبر ۷ ۳ پی ڈی میلو روڈ، کرناک بندر، ممبئی نمبر ۱

....

نام: منشی محمد فیاض ولد محمد تقی
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا: کمار گلی، مومن پورہ اودگیر ضلع آر مور

....

نام: لپا پلے تنویر احمد
تعلیم: پی۔یو۔سی
مشغلہ: ماں باپ کی خدمت کرنا
پتا: ۱ر۴۲ عثمان پیٹ، تیسری گلی، میل وشارم، تامل ناڈو

....

نام: عرفان احمد عمر: ۱۶سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ اچھے دوستوں کی تلاش
پتا: ۱۷ نمبر ہیم گھوش لین، سیب پورہ ہوڑہ

....

نام: محمد عبید الرحمٰن
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت عبد الواجد بابو، مدار تکیہ منگرول پیر، آکولہ (مہاراشٹر)

....

نام: محمد رحمٰن اکبر
تعلیم: بی ایس سی
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا کرکٹ کھیلنا
پتا: ۴/۷/۵۱، بی ایچ ایریا، روڈ نمبر ۵، پوسٹ کدما ضلع جمشید پور (بہار)

....

نام: محمد جریر محتشم عمر: ۱۳سال
تعلیم: ساتویں جماعت

مشغلہ: کراٹے سیکھنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ الور حسن کرناٹک۔

....

نام: محمود احمد فاروق احمد عمر: ۱۴سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: ہزار کھولی نمبر ۲۶۷ نزد باغیچہ مالیگاؤں

....

نام: محمد حسن
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۸۲ ای ر ۳ وارڈ نمبر ۲۰ مہرولی، نئی دہلی

....

نام: سید مشتاق سید عبد الرحمٰن،
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، ڈرائنگ بنانا
پتا: پیرچے بلڈنگ، روم نمبر ۹۴ پی ڈی میلو روڈ۔ ممبئی نمبر ۴۰۰۰۰۱

....

نام: فہیم انور انصاری
تعلیم: حفظ کرنا
مشغلہ: ہاکی کھیلنا، اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: ڈیلکس ریڈیو سنٹرس کلب ولید پور، مئو

خط صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور اپنا خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہ بھولیں

آدھی ملاقات

● ہم پیام تعلیم کو کئی سالوں سے پڑھ رہے ہیں۔ یہ رسالہ دن بہ دن ترقی کر رہا ہے۔ ویسے اس کا ہر کالم قابلِ داد ہے لیکن گدگدیاں، معلومات میرے پسندیدہ اشعار، قلمی دوستی اور آدھی ملاقات ہم بچوں کی ہمت افزائی کے لیے بہت اچھے ہیں۔

جویریہ عنبیس رانو، رفعت منزل، کارنجہ، آکولہ

● جولائی کا پیام تعلیم باصرہ نواز ہوا۔ اس ماہ کا سرورق خاص طور سے نظروں کا مرکز بنا۔ بچے کے چہرے میں بلا کی معصومیت اور بھولا پن ہے۔ نظم "اکیسویں صدی" نمایاں ہے۔ جاگو اور جگاؤ صرف بچوں ہی نہیں بلکہ بڑوں کے لیے بھی ایک درس ہے۔

محمد تنویر شیخ ساؤنڈ، اسلام پورہ، کاسودہ

● میں پیام تعلیم کا نیا نیا پیامی ہوں۔ یہ رسالہ تقریباً پانچ ماہ سے پڑھ رہا ہوں۔ میرے دوست حسن نوراللہ نے اس رسالے کے بارے میں تعارف کرایا۔ اس رسالے میں، لطیفے، معلومات، بچوں کی کوشش بہت پسند آئیں۔

محفوظہ نمان، مناخان، مدنپورہ، ممبئی

● میں یہ رسالہ تین مہینے سے پڑھ رہا ہوں۔ میرے دوست نے اس رسالے کے بارے میں تعارف کرایا۔ یہ رسالہ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس میں اقوال زریں، لطیفے، معلومات بچوں کی کوششیں بہت پسند آئیں۔ یہ خط میں پہلی بار لکھ رہا ہوں۔

محمد عرفان محمد صادق محمد عمر، عباس منزل، ممبئی

● جولائی کا پیام تعلیم ایک دوست سے مانگ کر پڑھا۔ بہت اچھا لگا۔ پیام تعلیم مجھے اور میرے گھر والوں کو بے حد پسند ہے۔ میری امی بھی شوق سے پڑھتی ہیں۔ جولائی کے شمارے میں خطرناک سگنل بہت پسند آیا۔ میری اور میری سہیلیوں کی مشترکہ رائے ہے کہ بچوں کے تمام رسالوں میں پیام تعلیم سب سے اچھا رسالہ ہے۔

فوزیہ کبریٰ، قاضی منزل، مبارک پور، یوپی

● ہمارے گھر میں ملک بھر کے بچوں کے رسالے آتے ہیں مگر مجھے "پیام تعلیم" سے بہت محبت ہے۔ اور اپنی کہانی وغیرہ "پیام تعلیم" میں ہی شائع کروانا پسند کرتا ہوں۔

محمد نجیب پاشا، گارڈن ریچ، کلکتہ

● مجھے یہ خوشخبری دیتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ میرے بھائی جان ایس ایس سی کے امتحان میں ڈسٹنکشن کے ساتھ کامیاب

[illegible] انھیں ۹۶ء [illegible]
بھائی جان محمد صابر پیام تعلیم کا مطالعہ بچپن
سے کر رہے ہیں اور انھوں نے پڑھائی کے
ساتھ ساتھ پیام تعلیم کا مطالعہ بھی کیا۔

تحسین بانو عبدالرشید پٹیل، ناچن کھیڑا، جابیر

● پیام تعلیم کا میں نیا نیا پیامی ہوں۔ اس رسالے
میں خطرناک سگنل، میرے پسندیدہ اشعار،
اقوال زریں، قابل تعریف ہیں۔

محمد ایوب یعقوب شیخ، مدنپورہ، ممبئی ۸

● جون کا پیام تعلیم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ
میرے ایک دوست محمد توقیر عالم راہی کا نام
قلمی دوستی میں چھپا۔ اس کو میں دیکھ کر بہت خوش
ہوا۔

دانش اختر، مقام ڈومریا ضلع ارریہ بہار

● پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔
میں نے جو کہانی بھیجی تھی اسے آپ نے شائع
کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مجھے آگے
لکھنے کی ہمت دی۔

سید محمد مظفر چشتی۔ پھپھوند، اٹاوہ یوپی

● ماہ جون کا شمارہ دستیاب ہوا۔ اس میں
اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے
میری تحریر کو اس قابل سمجھا اور اسے اپنے
رسالے میں جگہ دی۔ اس کے لیے بہت بہت
شکریہ۔ میں پیام تعلیم کے ذریعے انصاری
خدیجہ ناز محمد شریف صاحب (دھولیہ) کو یہ اطلاع
دیتی ہوں کہ میں نے انھیں کئی خط لکھے۔

تبسم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک، امراؤتی

● پیام تعلیم مجھے بہت پسند ہے۔ میرے سب
بہن، بھائیوں کو بھی بہت پسند ہے۔ ہر ماہ
شدت سے انتظار رہتا ہے۔ "ذوالقرنین اور
بچوں کی نگارشات"، خاص طور سے پسند آئیں۔
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "پیام تعلیم" کے ذریعے
پیام تعلیم عام کرتا رہے۔

وسیم احمد ندوی، جامعہ عربیہ علی الاسلام نوادہ

● جولائی ۹۶ء کا پیام تعلیم ملا۔ تمام کالم بہت پسند
آئے، اور آدھی ملاقات کالم میں اپنا خط چھپا
دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ شکریہ!

رازق احمد قریشی، آستانہ، کارنجہ، آکولہ

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم بہت پسند آیا۔ خلائی
تابوت اترتی ہے، اور اولمپک کھیل قابل تعریف
ہیں۔ ہمدرد انسائیکلو پیڈیا، جاری رکھیں۔ جس
سے ہمیں جانکاری حاصل ہوگی۔ آپ نے بی بی
"شگفتہ ارشاد" کو مفت پیام تعلیم جاری کیا۔ اگر میں
دہلی میں ہوتا تو آپ کا ہاتھ چوم لیتا۔

محمد حنیف، ایم نگارچی، نزد جامع مسجد بیجاپور

● جولائی کا پیام تعلیم باصرہ نواز ہوا۔ اولمپک کھیل اور ہمدرد انسائیکلو پیڈیا، پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ شمع راہ اور ذوالقرنین ہمیں دین سے روشناس کراتے ہیں۔ چور چور پڑھ کر بڑا مزہ آیا، دو دوست، دو دشمن نصیحت آموز ہے خاک بیتی بھی لاجواب ہے۔ قسط وار کہانی تو بڑی سنسنی خیز ہے۔ باقی تمام مضامین بھی قابلِ تعریف ہیں۔

فرزانہ آرا، شیخ ساندہ، اسلام پورہ، کاسودہ

● جولائی ۹۶ء کا پیام تعلیم ملا۔ سبھی مضامین پسند آئے۔ نظم "ایک سو صدی"، "امومنی بڑی سیانی" دو دوست، دو دشمن اور بچوں کی نگارشات اور اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

کوثر جہاں، محلہ بکل گوڑہ عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

● ماہ جون کا پیام تعلیم دستیاب ہوا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ رسالہ ہے اور اپنا نام چھپا دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔

آفتاب انور اسلامیہ لائبریری، مبارک پور

● پیام تعلیم کا مطالعہ پانچ سالوں سے کر رہا ہوں لیکن خط دوسری بار لکھ رہا ہوں۔ اس میں سبھی کالم بے حد پسند ہیں۔

ثاقب ظفر، غیاث نگر، رانی پور، سیوان بہار

● ۵ جولائی ۱۹۹۶ء کو میرے پیارے دادا جان

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میرے دادا جان برصغیر کے مشہور و معروف اسلامی مورخ، محقق اور عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ (آمین) پیامی بھائی اور بہنیں ان کے حق میں بخشش کی دعا کریں۔

سوگواران: فوزیہ کبریٰ، قدسیہ ملیکہ، شکری ظفر
قاضی منزل۔ مبارک پور، یوپی

(قاضی اطہر مبارک پوری مرحوم نے جو دین کی خدمت کی ہے اس سے پوری اردو دنیا واقف ہے۔ ان کے انتقال کی افسوس ناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی ہے۔ ہر شخص اور ادارہ پیام تعلیم بھی مرحوم کی مغفرت کے لیے دعاگو ہے)
(ادارہ)

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ جس میں مجھے اے حمید کی خطرناک سگنل کی دوسری قسط، اولمپک کھیل، بہت ہی پسند آیا۔ میں اپنی اور پیامی بھائیوں کی طرف سے اے حمید صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

کہکشاں بانو دربھنگہ، بہار

● میں پیام تعلیم کا ایک نیا قاری ہوں۔ مجھے پیام تعلیم میں کہانیاں اور گدگدیاں بہت پسند آئیں۔ میرے دوست محمد گلزار عالم نے مجھے پیام تعلیم کی طرف مائل کیا۔

دانش خو[illegible] قدم رسول جونیر اسکول آسنسول

● آپ کا روانہ کردہ رسالہ پیام تعلیم بابت جولائی کو موصول ہوا۔ جس کا میں نے اوّل تا آخر مطالعہ کیا۔ بچوں اور بچیوں کے لیے یہ بہت ہی معلوماتی رسالہ ہے اور اس سے بڑے حضرات بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اس میں نصیحت آمیز کہانیاں، گدگدیاں، پسندیدہ اشعار و دیگر کالم اپنی جگہ آپ ہے۔

محمد سعد اللہ، امام غوثیہ مسجد، براندیہہ ضلع گریڈیہہ

● جولائی کا پیام تعلیم حاصل ہوا۔ سرورق نے دل خوش کر دیا۔ ندرت حسین کا مضمون "اولمپک کھیل"، اور "زرکاری نامہ" کافی پسند آیا۔ آنسہ حمید کی سلسلہ وار کہانی "خطرناک سگنل" بھی دلچسپ لگی۔

عبید الرحمن خلیل الرحمن، عباس نگر، مالیگاؤں

● میں چھٹی جماعت کی طالبہ ہوں۔ میرا نام ثمینہ عبد الحمید جہاڑیک ہے۔ میں آپ کا رسالہ اپنی سہیلیوں سے لے کر پڑھتی ہوں۔ مگر جو اپنا ہوتا ہے وہ اپنا۔ اس لیے میں اس کی خریدار بن رہی ہوں۔ اس سے میرے لیے یہ فائدہ ہوگا کہ میرے گھر کے افراد بھی اس رسالے سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ثمینہ عبد الحمید جہاڑیک، ٹال ڈپولی، رتناگیری

● جولائی کا پیام تعلیم بہت اچھا لگا۔ دلچسپ کہانی، خطرناک سگنل، گدگدیاں، اشعار۔

یہاں منصورہ میں بہت سے بچوں نے خریدا ہے۔ یہاں پر ہمارے استاد مولانا ضیاء الرحمن صاحب یہ رسالہ مستقل منگواتے ہیں۔

محمد سلیم ملک، اسلامیہ عربک کالج منصورہ، کرناٹک

● ہم پیام تعلیم کا مطالعہ پچھلے تین سال سے کر رہے ہیں۔ واقعی صحیح معنوں میں پیام تعلیم ایک بے مثال رسالہ ہے جو اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ پیام تعلیم کی تعریف الفاظ میں کرنا مشکل ہے۔

امتہ المعز، لایبریالیہ نائنڈہلی میسور روڈ بنگلور

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس ماہ کی کہانیوں میں "شمع راہ" اور "دو دوست، دو دشمن" خاص کر پسند آئیں۔ کالم بچوں کی کوششیں میں "چار کا چکر"، "پڑوسی کا حق"، اور "میں کیا کہوں" نہایت ہی دلچسپ پیرایے میں لکھی گئی ہیں۔

محمد گلزار عالم انصاری، آر ایچ ایس اسکول آسنسول

● اس رسالے کا میں نیا نیا پیامی ہوں۔ میں پیام تعلیم ایک سال سے پڑھ رہا ہوں۔ میں یہ رسالہ ہر بچہ کو پڑھنے دیتا ہوں۔ اس رسالے میں گدگدیاں، معلومات، اقوالِ زریں اور بچوں کی کوششیں بہت پسند ہیں۔

عبدالکریم نقیرا، انجمن مفید الیتیمیٰ، ممبئی

معلومات

گھڑی سائز کا ٹیلی فون بازار میں

دو سال بعد بازار میں دستی گھڑی کے سائز کا ٹیلی فون دستیاب ہوگا جو نمبر ڈائل کرنے کے بجائے نمبر بولنے سے ہی کام کرے گا۔ یہ اعلان جاپان کی ایک بڑی مواصلاتی کمپنی نے کیا ہے۔ نیون ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کارپوریشن نے بتایا ہے کہ اس نے صرف ۷۰ گرام وزنی ایک ٹیلی ویژن تیار کر لیا ہے جو ایک چھوٹے مائیکروفون اور ایک کمپیوٹر کے استعمال سے بولے گئے نمبروں کو سمجھ لیتا ہے۔ کمپنی نے کہا کہ ٹیلی فون کو مختصر بنانے کی راہ میں حائل سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ڈائل اتنا بڑا بنانا پڑتا تھا کہ انسانی انگلیاں اسے چلا سکیں جس سے ٹیلی فون بڑا ہو جاتا تھا۔ اس کے بجائے اس گھڑی نما ٹیلی فون میں نمبر یا نام بولنے سے ہی نمبر لگ جائے گا اور ڈائل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ این ٹی ٹی کا ارادہ اس نئے ذاتی دستی ٹیلی فون نظام کو ناگانو (وسطی جاپان) میں ۱۹۹۸ء کے سرمائی اولمپک کے دوران عام کرنے کا ہے۔

یہ مختصر ٹیلی فون سیلولر فون کی طرح کہیں بھی لے جایا جا سکتا ہے مگر ان کی رینج بہت محدود ہوگی۔ یہ زیادہ سے زیادہ دو سال

میں بازار میں آجائیں گے۔

عبدالعلام، موہنیاں، پلاسی، اریہ، بہار

س: وہ کون سی جگہ ہے جو دنیا کا مرکز کہا جاتا ہے۔

ج: خانۂ کعبہ

س: وہ کون ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا؟

ج: نور محمدیؐ

س: نور محمدیؐ کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟

ج: قلم

س: ابوالبشر کس نبی کو کہتے ہیں؟

ج: حضرت آدم علیہ السلام کو

س: کس پیغمبر کو ابوالانبیاء کا خطاب ملا۔

ج: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

ایم زینت کوثر، متعلم مدرسہ عربک ہائی اسکول گنتکل

- خلا میں جانے والا سب سے پہلا مسلمان شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز (سعودی عرب) تھا۔
- دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک (آبادی کے لحاظ سے) انڈونیشیا ہے۔
- "ویٹکین"، دنیا کا سب سے چھوٹا ملک ہے جس کی آبادی صرف ایک ہزار لوگوں کی ہے۔
- دنیا کی سب سے بڑی دکان "الماوہم" میں ہے جس میں سوئی سے لے کر جہاز تک بکتے ہیں۔

محمد عقیل خان، دہلی کلینک چھوٹا بازار، سرونج

عالمِ اسلام کی مشہور مساجد

مساجد	بانی	سنہ	مقام
مسجد حرام	حضرت ابراہیمؑ	قبل از تاریخ	مکہ معظمہ
مسجد نبویؐ	حضرت محمدؐ	۱ھ	مدینہ منورہ
مسجد اقصیٰ	حضرت سلیمانؑ	۵۸۶ء	فلسطین
مسجد قبا	حضرت محمدؐ	۱ھ	مدینہ منورہ
مسجد قرطبہ	عبدالرحمٰن اوّل	۷۸۵ء	اسپین
تاج المساجد	شاہ جہاں بیگم	۱۸۸۷ء	بھوپال (ایم پی)
جامع مسجد بمبئی	ابراہیم پٹیل	۱۷۵۷ء	بمبئی

محمد عقیل خاں سروجی، ندوۃ العلماء لکھنؤ، یو۔پی

● ہمارے جسم میں ۳ کروڑ سوراخ ہیں جو جسم سے پسینہ اور رطوبت خارج کرتے ہیں۔

● ہمارا دل ایک گھنٹہ میں تقریباً ۴۲۰۰ مرتبہ ایک دن میں ایک لاکھ بار، ایک سال میں ساڑھے تین کروڑ بار دھڑکتا ہے۔

● ہمارے جسم کا خون ہر سال ۱۶۸۳۲۰ میل کا سفر طے کرتا ہے۔

محمد نوشاد۔ ۲۳۷، چھتہ شاہ جی چاوڑی بازار دہلی ۶

س: بیربل کا اصل نام کیا تھا؟

ج: مہیش داس

س: بھارت کا پہلا نام کیا تھا؟

ج: "بجے"

س: نادر شاہ کس نسل سے تھا؟

ج: ایرانی نسل

[illegible]

● گنجان آبادی کے محلے ملک الموت کے کیمپ ہیں۔

● دلیہ۔ انڈے۔ پنیر۔ آلو۔ مکھن۔ بالائی۔ پکے پھل اور تازہ سبزی کھانے سے جسم طاقتور ہوتا ہے۔

● نمک اور گرم پانی ملا کر غرارے کرنے سے دانت اور مسوڑے صاف اور مضبوط ہوتے ہیں۔

● دھندلی روشنی میں پڑھنے سے نظر کمزور ہونے کے علاوہ چہرہ پر جھرّیاں بھی پڑ جاتی ہیں۔

● کانوں میں ٹھنڈا تیل کبھی نہیں ڈالنا چاہیے۔

● شہد اور ادرک ملا کر چاٹنے سے کھانسی کم ہو جاتی ہے۔

● کپڑوں پر گرم استری کرنے سے بیماریوں کے جراثیم مر جاتے ہیں۔

نوشاد احمد ڈومریا ضلع اررَیہ بہار

اصلی نام

● قبولِ اسلام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر عبداللہ رکھ دیا تھا۔

● حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا اصلی نام شیبہ تھا۔

● حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔

عبیدالرحمٰن جمیل الرحمٰن، عباس نگر، مالیگاؤں

نام پیغمبر	عمر شریف
حضرت آدمؑ	۱۰۰۰
حضرت نوحؑ	۹۵۰
حضرت شعیبؑ	۸۸۲
حضرت صالحؑ	۵۸۶
حضرت ادریسؑ	۳۵۶
حضرت ہودؑ	۲۶۵
حضرت یوسفؑ	۱۱۰
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳

محمد وکیل خاں مدرّس معہد التعلیم اسلامی، جوگابائی دہلی ۲۵

کسے کیا کہتے ہیں ؟

یورپ کی جنت	سوئزرلینڈ
سانپوں کا ملک	برازیل
طلوع آفتاب کا ملک	جاپان
مقدس سرزمین	یروشلم
سیاہ برِّاعظم	افریقہ
کنگاروؤں کا ملک	آسٹریلیا

محمد اصغر علی، نزد بنگال اسپورٹنگ کلب، انڈال

قرآن پاک میں

اللہ کا لفظ	۲۶۹۸ بار
رحیم کا لفظ	۱۱۴ بار
رحمٰن کا لفظ	۱۱۴ بار
نبیوں کا ذکر	۲۵ بار

محمد مسعود عالم اہلگاؤں، پورنیہ، بہار

- دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب "قرآن پاک" ہے۔
- قرآن مجید میں اللہ پاک کے اسمائے حسنیٰ ۹۹ ہیں۔
- قرآن مجید میں دعا کی تاکید ۰۰ سے زائد بار آئی ہے۔
- قرآن مجید میں نماز کی تاکید ۰۰ بار سے زائد آئی ہے۔

مسعود عالم ابوالکلام، محمد نگر، بھیونڈی (ایم ایس)

- سوویت یونین (روس) کا ایک پرندہ سہویل (اوکاب) ہاتھی جیسے بڑے جانور کو پنجے میں لے کر اڑ سکتا ہے۔
- فرانس میں مچھر نہیں پایا جاتا۔
- ہوائی دیپ (جزیرہ) میں سانپ نہیں پایا جاتا۔
- فلسطین کی جارڈن ندی میں کوئی مچھلی نہیں پائی جاتی۔
- آسٹریلیا کا ایک آدمی (پاگونی علی) صرف سانپ کھا کر ہی زندہ رہتا ہے۔

رابعہ بیگ، نزد جامع مسجد، باسمتہ نگر، پربھنی

کون کیا تھا

- ایڈیسن ایک کسان کا بیٹا تھا۔
- سقراط ایک بڑھئی کا لڑکا تھا۔
- کولمبس جولاہے کا بیٹا تھا۔
- جرمنی کا ہٹلر ایک لُہار کا بیٹا تھا۔
- نادرشاہ گڈریے کا بیٹا تھا۔

محمد حنیف، نگارچی، بیجاپور، کرناٹک

گدگدیاں

پہلا دوست : ارے تمہارے ہاتھ کو کیا ہو گیا۔

دوسرا دوست : میں نے ایک گھوڑے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تھا تاکہ اس کے دانت گن سکوں۔

پہلا دوست : تو پھر کیا ہوا؟

دوسرا دوست : اس نے اپنا منہ بند کر لیا میرے ہاتھ کی انگلیاں گننے کے لیے۔

عامر سہیل مدرسہ انوارالعلوم اماو، سرائے میر

● ایک بھکاری نے ایک دولت مند عورت سے کہا کہ آپ اپنے صاحب کا کوئی بہت پھٹا پرانا کوٹ مجھے دے سکتی ہیں؟

عورت بولی "مگر تمہارا اپنا کوٹ تو بالکل نیا لگتا ہے"۔ بھکاری نے کہا "میں جانتا ہوں یہ تو میرا سارا دھندہ ٹھپ کیے دے رہا ہے۔

افتخار شیخ، تالاب پورہ وفی، ابوت محل

● شوہر : کمبخت دھوبی کے بچے نے اس کرتے کو اتنا سکیڑ دیا ہے کہ میرے لیے سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہے۔

بیوی : ہائے ہائے اس میں دھوبی بچارے کا کیا قصور؟ آپ نے ہی اپنا سر کھینچ تان کر آستین سے باہر نکالا ہے

محمد عظیم ٹیرانی بستی۔ مبارک پور اعظم گڑھ

● ایک سوالی کے دیر تک اصرار کرنے پر ایک عورت نے اس سے کہا "کیا تم کل کا بچا ہوا سالن کھا لو گے؟

سوالی : ضرور بیگم صاحبہ۔

عورت : تو پھر کل آنا۔

شاکر فرخ، متعلم المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور

● اخبار میں یہ خبر چھپی جس کی سرخی یہ تھی "آدم خور شیر ایک پولیس والے کو ہڑپ کر گیا"۔ ڈی آئی جی نے یہ خبر تفصیل سے دوبارہ پڑھی لیکن یقین نہ آیا۔ اس نے اپنے نائب کو بلا کر کہا۔

"مجھے تو یہ خبر صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ شیر پولیس والے کو کبھی نہیں کھا سکتا۔ معلوم کرو ہمارا آدمی سادہ لباس میں تو نہیں تھا"۔

عاطف رفیق، بالا پور۔ آکولہ۔ مہاراشٹر

● ایک صاحب دفتر میں بیٹھے سادہ پوسٹ کارڈ چوم رہے تھے یہ دیکھ کر ان کے ساتھی نے پوچھا "یہ خط کس کا ہے"؟

"میری بیوی کا ہے"۔ "لیکن یہ تو سادہ ہے" ساتھی نے پوچھا۔ "آج کل ہماری بول چال بند ہے"۔

آفتاب عالم، اسلامیہ لائبریری لال چوک، مبارک پور

● پہلا چور : میرے چچا بڑے خوش نصیب تھے۔

دوسرا چور : "وہ کیسے؟" "جج نے انہیں پانچ مہینے کی سزا دی لیکن وہ پانچ دن بعد ہی مر گئے"۔ پہلے نے جواب دیا۔

محمد پھول خاں۔ امان اللہ گنج۔ ارریہ بہار

جج۔ تم نے ہوٹل سے کھانا کیوں چوری کیا؟
چور۔ مجھے بھوک لگی تھی۔
جج۔ پھر روپے بھی کیوں چوری کیے؟
چور۔ کھانے کا بل بھی ادا کرنا تھا۔

اعجاز الرحمٰن خان۔ بارسی تا کلی۔

[ ] تجریدی مصور کے ایک نمائش میں ایک شخص بہت دیر سے ایک تصویر کے سامنے کھڑا تھا۔ مصور اس شخص کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
"شکریہ! آپ کو میری تصویر پسند آئی۔"
"جی ہاں! کتنی جاندار تصویر بنائی ہے آپ نے" میرے تو منہ میں پانی بھر آیا ہے اُسے دیکھ کر مداح نے جواب دیا۔
مصور نے حیرت سے کہا۔ جی! غروب آفتاب کا منظر دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھر گیا۔
مداح۔ خدا کی پناہ! غروب آفتاب! اور میں سمجھ رہا ہوں کہ انڈا اُبل رہا ہے۔

اسما تبسم۔ آرمور۔ ضلع نظام آباد۔ اے۔ پی

[ ] پاگل مسافر۔ کیوں جی! یہ ریل گاڑی ابھی تک کیوں رُکی ہے؟
کنڈکٹر۔ یہ گاڑی لیٹ جائے گی۔
مسافر۔ تو میں سامان نکال لیتا ہوں۔
کنڈکٹر۔ کیوں؟
مسافر۔ گاڑی کے لیٹنے سے سب سامان ٹوٹ جائے گا۔

محمد غالب۔ اسلام نگر۔ ارریہ۔ (بہار)

[ ] ایک فقیر ایک آدمی کے دروازے پر آواز لگا رہا تھا۔ "کچھ کھانے کو ملے گا بابو جی؟"
اندر سے آواز آئی۔ "ٹماٹر کھاؤ گے"
فقیر بھوکا تھا۔ اس لیے اس نے کہا دو ٹماٹر دے دو۔"
تبھی اُس آدمی کا پڑوسی باہر نکلا اور فقیر سے کہا کہ یہ آدمی توتلا ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ "کما کر کھاؤ"

عائشہ صدیقہ۔ پرکٹ۔ ضلع نظام آباد

[ ] ایک بچہ۔ (اپنے دادا سے) دادا جان! آپ اخروٹ کھا سکتے ہیں؟
دادا۔ نہیں بیٹا! میرے دانت نہیں ہیں۔ میں اخروٹ نہیں کھا سکتا۔
بچہ۔ دادا جان! آپ چنے کھا سکتے ہیں؟
دادا۔ نہیں بیٹے! میں چنا نہیں کھا سکتا۔
بچہ۔ تو دادا جان! یہ چنا اور اخروٹ رکھ لیجیے میں کھیلنے کے بعد آکر کھالوں گا۔

محمد شعیب شمعی باغبان۔ اشٹی

[ ] ایک لیڈر نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "ہمیں اناج زیادہ پیدا کرنا چاہیے"

لیڈر۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "غذا پیدا کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

لیڈر نے برجستہ جواب دیا "پہلے انسانوں کی غذا کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ آپ کی غذا کا نمبر بعد میں آئے گا۔"

عظمت آرا۔ چکنوٹہ۔ درگاہ بیلا۔ ویشالی، بہار

☐ تمھیں انگلش نہیں آتی، ہسٹری، مراٹھی نہیں آتی، حساب نہیں آتا، آخر تمھیں آتا کیا آتا ہے؟

شاگرد۔ سر! مجھے ان مضامین کا نام سن کر پسینہ آتا ہے۔

محمد احفاظ انصاری۔ بالاپور ضلع آکولہ

☐ ایک پاگل۔ (دوسرے پاگل سے) میں چاہتا ہوں اس سوئے ہوئے آدمی کا سر کاٹ کر کہیں چھپادوں۔

دوسرا پاگل۔ کیوں؟

پہلا پاگل۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ آدمی اپنا سر کیسے ڈھونڈے گا۔

رفیق ابراہیم پرکار۔ کرجی۔ کھیڑ۔ رتناگیری

ایک ماسٹر صاحب بچوں کو کانوں سے ملنے والی قیمتی اشیا کے بارے میں سمجھا رہے تھے۔

ماسٹر صاحب۔ کان میں سونا، چاندی ہوتا ہے۔

رفیق۔ ہاں ماسٹر صاحب اب میں سمجھا آپ میرا کان بار بار کیوں پکڑتے ہیں۔

داؤد پاشا۔ اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور

☐ استاد۔ (شاگرد سے) تم کارگزاری کو فقرے میں استعمال کرو۔

شاگرد۔ کل ایک ڈرائیور نے ہماری دکان کے سامنے سے کار گزاری۔

ایم غلام رازق اشرفی، گھوا۔ کوٹہار

☐ بیٹا۔ ابا جان میرے سر میں سینگ ہونا چاہیے نا۔

باپ۔ کیوں؟

بیٹا۔ ماسٹر صاحب کہتے ہیں تو تو اللہ میاں کی گائے ہے۔

محمد امجد احمد، محبوب گنج۔ بیڑ

☐ استاد۔ (شاگرد سے) پہلے دن وجود میں آیا یا رات۔

شاگرد۔ جو رات میں پیدا ہوا ہے تو پہلے رات، اور جو دن میں پیدا ہوا ہے اس کے لیے پہلے دن۔

ایم راشد اعظمی۔ خدلولوپور، اعظم گڑھ یوپی

☐ ایک عورت پر کتا جھپٹنے لگا تو اس نے زور

سے اُسے مچھر مارا، کاٹتی ہوا بھاگا۔
شوہر۔۔ کیا ہوا؟
بیوی۔۔ مجھے کاٹ رہا تھا۔
شوہر۔۔ لیکن وہ تو ایسے چیخ رہا تھا جیسے تم نے اُسے کاٹ لیا ہو۔

سلمان طاہر۔ مدرسۃ الاصلاح۔ سرائے میر

☐ ایک شاعر جو جدید کلام سنانے میں بہت مشہور تھا، اُنھوں نے اپنا کلام سنانا شروع کیا۔
دو پینٹ۔۔۔۔۔۔
"واہ واہ!،، مجمع میں سے آواز آئی۔
دو قمیص۔۔۔۔۔
"واہ واہ خوب،، سامعین نے داد دی
دو ساری، ایک بلاؤز۔۔۔۔۔
"واہ کیا خوب،، دوبارہ ارشاد۔
دو دھوتیاں، دو بنیان۔۔۔
واہ کیا خوب۔ جواب نہیں آپ کا
"معاف کیجیے گا۔،، شاعر نے جھینپ کر کہا
۔ میں غلطی سے دھوبی والی کاپی اُٹھا لایا تھا۔

انیسہ ناز شیخ ساگڑو، اسلام پورہ، کاسودہ

☐ ایک شخص اپنے رشتے دار کے پاس گیا۔ جب وہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو گھر کے خادم نے پندرہ، بیس روٹیاں پیش کیں۔ مہمان جب چودہ روٹیاں کھا چکا تو خادم نے کہا۔ ارے بھائی ذرا پانی بھی پی لیں۔
مہمان۔ ارے بھائی! میں آدھا کھانا کھا کر پانی

چاہوں۔

حفظ الرحمن الیاس۔ نوادہ۔ ضلع اعظم گڑھ

☐ اسلم۔ (زرین سے) جب میں ممبئی آیا تھا تو میرے جسم پر کوئی کپڑا ہی نہیں تھا۔
زرین۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے تم تو اتنے بڑے امیر ہو۔
اسلم۔ کیونکہ میں ممبئی ہی میں پیدا ہوا۔

محمد شارب کوثر۔ پلاسی، اررریہ۔ بہار

☐ امرتی کے متعلق ایک بات بڑی عجیب اور مزے دار بات ہے۔
وہ کیا ہے بھلا؟
وہ یہ کہ تم اُسے پیدا ہونے سے پہلے بھی کھا سکتے ہو۔

حسیب دلاور۔ حمدوے۔ سری۔

☐ ایک آٹھ نو سال کا بچہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ "ماں چھوٹی کو کیا پلا رہی ہو؟
چھوٹی کو دوا پلا رہی ہوں۔،، ماں نے جواب دیا
بچہ۔ کیوں؟
ماں۔ تاکہ چھوٹی کے دانت نکل آئیں۔
بچہ۔ تو پھر تھوڑی سی دوا دادی کو بھی پلا دو تا کہ ان کے بھی دانت نکل آئیں۔

ایچ ایم شکیل احمد ہمدانی بستی مبارک پور

دفتر پیام تعلیم
میں
حل وصول ہونے کی
آخری تاریخ
۳۱ ستمبر ۱۹۹۶ء
ہے

پیامی ادبی معمّا نمبر 95

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں
آپ جتنے حل چاہیں
بھیج سکتے ہیں لیکن
ہر حل کے ساتھ ایک
کوپن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 — دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ . . . . پر یقین رکھنے والا شخص ہر ایک کے کام آتا ہے۔ (مذہب / آخرت)

۲۔ قرآن اُترنے سے پہلے دنیا کی کیسی . . . . حالت تھی۔ (بری / عجیب)

۳۔ . . . . میں شہر کا گندا پانی بہہ رہا تھا۔ (درمیان / بیچ)

۴۔ وہ کسی سنئے . . . . پر چل پڑے — (راستے / ٹھکانے)

۵۔ ایسا لگتا ہے کہ ہمارا جہاز خلا میں . . . . کر رہ گیا ہے۔ (ٹلک / بھٹک)

۶۔ تم . . . . نے پیچھے ہی ہمیں اُتار دینا۔ (محل / قبرستان)

۷۔ کبھی کبھی . . . . میں اُسے یاد کرتا تھا۔ (اکیلے / تنہائیوں)

۸۔ . . . . نے اپنے پرانے ساتھی کو پہچان لیا۔ (گھوڑے / گدھے)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا کوپن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ پنسل کے لکھے ہوئے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

آپنے حل اس پتے پر بھیجیے
پیامی ادبی معمّا نمبر 95 ماہنامہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

کوپن پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۵
یہاں سے کاٹئے

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵

اکتوبر ۱۹۹۴ء — جلد ۴۴ — شمارہ ۱۰

فی پرچہ 5/ روپے — سالانہ 45/= روپے
سرکاری اداروں سے — 65/= روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

ایڈیٹر: **شاہد علی خاں**

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

پیامیو! پچھلے ماہ کی طرح اس مہینے میں بھی آپ نے اور آپ کے بزرگوں نے پیامِ تعلیم کو نکھارنے اور سنوارنے میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ لیجیے تنویر پھول کی نظم "ہمارا خدا" پڑھیے۔ ہم نے اس کو اتنی بار پڑھا کہ زبانی یاد ہو گئی۔ آپ بھی یاد کر لیجیے۔ کیسی خوبصورت نظم ہے۔ اس کے بعد پڑھیے تایا یوسف ناظم کو۔ لکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں۔ بچوں کے لیے بھی اور بڑوں کے لیے بھی — سید رشید الدین احمد صاحب کا مضمون پڑھیے اور اپنے تمام دوستوں کو پڑھ کر سنائیے۔

مشکل الفاظ کے معنی آپ اپنے استاد یا بزرگوں سے پوچھتے ہوں گے۔ اقبال مسعود کا مضمون پڑھیے، لغت کی مدد سے مشکل الفاظ کے معنی خود معلوم کر لیجیے۔ مسعودہ حیات، مسرت بانو شیخ، وسیم بن اشرف، ارشاد خاں اور رشید صاحب کو پڑھیے۔ کیسی کیسی دور کی کوڑیاں لائے ہیں یہ سب — ہم تو جھوم جھوم گئے مگر بات تو تب ہے جب آپ کو پسند آئیں۔ اپنی رائے ضرور لکھیے۔

اور ہاں اس بات کا خیال رکھیے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیے۔ خط ہو یا مضمون، صاف صاف ایک سطر چھوڑ کر لکھیے۔ ایسے نہ لکھیے کہ اس کو پڑھوانے کے لیے ہمیں آپ کے پاس آنا پڑے۔

پرنٹر پبلشر سید ندیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی سے شائع کیا

ہمارا خُدا

تنویر پھول

۱

بڑا مہرباں ہے ہمارا خدا — جو بے کس ہیں ان کا سہارا خدا

بنائے ہیں اس نے ہی ارض و سما — دیا اپنی قدرت سے پانی جما

پہاڑوں پہ جو یخ کے انبار ہیں — یہ قدرت کے سب حسن شہ کار ہیں

سمندر کو اس نے کیا بے کراں — ہر اک شے سے ہے اس کی قدرت عیاں

یہ گلزار ، کہسار اور وادیاں — یہ ویراں علاقے ، یہ آبادیاں

ہیں اس کے سوا کس نے پیدا کیے — فلک پر ستارے ہویدا کیے

بنائے ہیں اس نے پہاڑ اور بن — وہی دور کرتا ہے رنج و محن

سفینہ بھنور میں پھنسا جب کبھی — صدائیں لگے دینے اس کو سبھی

خدا سے جو فریاد کا غل مچا — لیا اپنی رحمت سے سب کو بچا

یوں آکاش پر جگمگایا ہے چاند — فلک پر پڑے سب ستارے بھی ماند

عیاں شان ہے اس کی افلاک سے — کیا پیدا انساں کو خاک سے

بنائے ہیں اس نے ہی شمس و قمر — مزے دار ہم کو کھلائے ثمر

اگائی ہیں فصلیں ہمارے لیے — ستاروں کے اس نے جلائے دیے

کھلائے ہیں گلشن میں خوش رنگ گل — ہماری ہدایت کو بھیجے رسلؑ

عطا کی ہمیں رات آرام کو — دیا دن کریں تاکہ ہم کام کو

گلستانِ عالم کا اک پھول ہوں

نسے حمدِ ربی میں مشغول ہوں

یوسف ناظم
۱۹ الہلال، ۳۱ باندرہ ریکلیمیشن
ممبئی

میں عورت کے بارے میں اپنی سچی رائے اس وقت دوں گا جب میرا ایک پاؤں قبر میں ہوگا، پھر جب میں اپنی رائے دے چکوں گا تو تابوت میں کود کر اس کا ڈھکنا بند کر لوں گا۔

(ٹالسٹائی)

نام پیدا کرنا

آدمی بھی کیا خوب مخلوق ہے اس کا جواب نہیں۔ یہ صرف شیطان سے بچتا رہتا تو اور بھی بڑا آدمی ہوتا۔ آدمی کتنی ہی چیزیں پیدا کر لیتا ہے۔ اناج، پھل پھول پیدا کرنا تو اس کے لیے اتنا آسان ہے جیسے بچے گلی میں گولیاں کھیلتے ہیں۔ لڑتے بھی ہیں اور پھر خود ہی صلح کر لیتے ہیں۔ آدمی پھل پھول پیدا بھی نہ کرے تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا لیکن اناج تو پیدا کرنا ہی ہوگا۔ اناج میں آدمی نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا کی اس کے بارے میں ابھی تک کوئی تقریر سننے میں یا کوئی تحریر پڑھنے میں نہیں آئی اس لیے ہم اپنی رائے دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ تو سن لو۔ اناج میں دو چیزیں بہت مشہور ہیں۔ گیہوں اور جوار۔ ایک زمانہ تھا جب جوار گیہوں کے مقابلے میں سستی ہوا کرتی تھی اور لوگ کہا کرتے تھے کہ نانِ جویں بھی میسر آجائے تو شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس خواہش کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو خوابوں کی تعبیر کا ہوا کرتا ہے۔ جس طرح خواب کی تعبیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی تعبیر الٹی ہوگی۔ اسی طرح جوار کی روٹی کی خواہش کا بھی اثر یہ ہوا کہ جوار بھی مہنگی ہو گئی۔ اس میں قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ سب آدمی کے کرتوت ہوا کرتے ہیں۔ کھانا مہنگا، کپڑا مہنگا، تعلیم مہنگی بلکہ خود مہنگائی بھی مہنگی۔ لیکن اس وقت مہنگائی پر بحث نہیں کرنی ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ مہنگائی کا نام بھی زبان پر لاؤ تو دس چیزیں اور ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ اس وقت ہم تو صرف یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ اناج میں یہی دو چیزیں یعنی گندم اور جوار ہیں جن کے لیے آدمی نے سب سے پہلے ہاتھ پاؤں مارے۔ گیہوں کی اہمیت بھی اتنی ہے جتنی جوار کی۔ ہمارے شاعر جنھوں نے ہندستان کے بارے میں یہ کہا کہ ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

انھوں نے ہی گندم کے بارے میں یہ شعر کہا ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

(اس شعر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گیہوں پیدا ہی نہ کرو بلکہ مطلب یہ کہ اگر کھیت سے کسان کو روزی اور روٹی نہیں ملتی ہے تو اس کھیت کا مطلب کیا ہوا! غصہ ہر شاعر کو آتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی کو بھی جب غصہ آیا تھا تو انھوں نے کہا تھا۔

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

(ان دونوں اشعار سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ پنجابی غصے اور الٰہ آبادی غصے میں کتنا فرق ہے۔)

آدمی نے جوار اور گیہوں پیدا کرنے کے بعد محسوس کیا کہ ارے یہ اناج تو بڑے مزے کی چیز ہے اور اس لیے اس میں کچھ اور قسموں کے اناج کا اضافہ کرنا چاہیے۔ قدرت نے آدمی کے دماغ میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اگر وہ اسے صحیح کاموں میں استعمال کرے تو اس کی صلاحیت میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے آدمی نے سوچا اور کام بن گیا۔ مکئی، باجرا، چاول اور کئی قسم کی دالیں آدمی نے پیدا کرلیں اور اس میں بھی وہ وہ کمال کہ چاول بھی خوشبودار ہونے لگے۔ مثلاً باسمتی چاول۔ یہ چاول ایک گھر میں پکتے ہیں تو ان کی خوشبو دس گھروں میں پہنچ جاتی ہے۔ شربتی جوار۔ اس جوار کے آٹے میں نمک کی چٹکی بھی ڈالو تو اس کی مٹھاس یونہی رہتی ہے اور آدمی اسے کھا کر اس طرح واہ واہ کرنے لگتا ہے جیسے لوگ مشاعروں میں اچھا شعر سن کر واہ وا کرنے لگتے ہیں (اس لیے شعر کو بھی روحانی غذا کہا جاتا ہے)۔ اناج پیدا ہوا تو پھر ترکاریوں کی باری آئی ایک سے ایک عمدہ ترکاری۔ ترکاریاں پکتی بھی ہیں اور صرف ابالی بھی جاتی ہیں۔ ابالی ہوئی ترکاریاں کسی ڈش میں سلیقے سے سجائی جائیں تو دسترخوان پر بہار آجاتی ہے۔ ترکاریوں میں خوبی یہ ہوتی ہے کہ انھیں کھائے چلے جاؤ ڈکاریں نہیں آتیں ورنہ بعض دعوتوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ پتا نہیں کیا کیا کھا لیتے ہیں کہ کئی لوگ ایک ساتھ مل کر ڈکاریں لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کہیں بم پھٹ رہے ہیں۔ ڈکار لینے کے معاملے میں احتیاط یہ کرنی چاہیے کہ دسترخوان پہ وقتِ واحد میں صرف ایک شخص ڈکارے دوسرا شخص ذرا ٹھہرا رہے۔

ترکاریوں کے بعد پھر پھلوں کی باری آئی اور ان میں بھی آدمی نے کیا کیا پھل پیدا

لگے۔ زمین پر لیٹے رہنے والے پھل جیسے خربوزہ اور خربوزہ تربوز تو اتنے بڑے اور وزنی کر جائیں کہ بچے تو ان کو گرا کر کھانا چاہیں تو انہی کی طرح زمین پر لیٹ جائیں۔ پھر آسمان سے باتیں کرنے والے پھل، ناریل۔ ناریل کے درخت اگر اتنے اونچے نہ ہوں تو آسمان سے گرنے والوں کا حشر پتا نہیں کیا ہو اور آسمان سے گرتے وقت اگر وہ کھجور میں نہ اٹکیں تو دوا خانوں میں نظر آئیں۔ ان پھلوں میں ان کا بادشاہ یعنی آم جسے دیکھ کر ہی رال ٹپکنے لگتی ہے اور فرش پوچھنا پڑتا ہے۔ اسی لیے ہم پھلوں میں آم اور پھولوں میں گلاب کی تعریف میں کچھ لکھنے سے ہمیشہ کتراتے ہیں۔ اس وقت ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ آدمی ہر چیز خواہ وہ اناج ہو یا ترکاری، پھول ہوں یا پھل ہر چیز آسانی سے پیدا کر لیتا ہے۔ اسے مشکل اگر پیش آتی ہے تو بس نام پیدا کرنے میں پیش آتی ہے۔ دنیا میں سب سے مشکل کام کہا جاتا ہے نام پیدا کرنا ہے۔ اس میں برسوں لگ جاتے ہیں۔

جب ہم تمہاری عمر کے تھے تو ہمیں ایک شعر سنایا جاتا تھا۔ نصیحت کے لیے وہ شعر تم نے بھی سنا ہوگا کیونکہ نصیحتیں ہر گھر میں ہوتی ہیں۔ وہ شعر ہے

پڑھو گے لکھو گے تو ہو گے نواب
جو کھیلو گے کودو گے تو ہو گے خراب

یہ اس زمانے کا شعر ہے جو اُس نواب ہو جانا بڑی بات تھی۔ اب نواب تو نہیں رہے لیکن پڑھنے لکھنے کی بدولت "بڑے لوگ" بہت پیدا ہونے لگے ہیں۔ یہ ہر ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس شعر میں کھیل کود سے منع کیا گیا ہے لیکن اس کھیل کود کا مطلب صرف ڈنڈے بجانا تھا۔ اب تو کھیل کود میں بھی آدمی اتنا ہی نام پیدا کر لیتا ہے جتنا پڑھنے لکھنے یا کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کی وجہ سے پیدا کرتا ہے۔ آدمی کودنے میں اب صرف دیواریں نہیں کودتا۔ لانگ جمپ، ہائی جمپ، پول جمپ۔ ان میں جتنی خوبی سے کودے گا اتنا ہی بڑا انعام پائے گا۔ پول جمپ میں تو اگر آدمی تھوڑی محنت اور کرے تو اس بانس کے ذریعے ناریل کے درخت پر چڑھ جائے اور وہیں ٹھہر کر ناریل پانی پینے کے بعد نشت پر اچھال گئے نیچے ہوں آ کود پڑے۔ کھیلوں میں بھی وہ جس کھیل میں چاہے حصہ لے اور نام پیدا کرے۔ دوسروں کے ساتھ مل جل کر کھیلنے میں کوئی حرج نہ سمجھتا ہو تو کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کھیلے تو اونچا ہو اور لمبی طرح اچھلنا آتا ہو تو باسکٹ بال وغیرہ کھیلے اور صرف اکیلے ہی کھیلنا چاہتا ہو تو بل جنس اور ٹینس کھیلے [illegible] کھیلے۔ اس [illegible] نام پیدا کرنے کے لیے خوش [illegible] ہے۔ اب کھیل کھیل نہیں رہے [illegible]

اگر کوئی پوچھے کہ آپ کیا کرتے ہیں تو تم فخر سے کہہ سکتے ہو جی میں کرکٹ کھیلتا ہوں۔
تمہیں معلوم ہوگا کہ امریکہ سے ایک کتاب چھپتی ہے۔ نام ہے گینز بک۔ اس کتاب میں ہر اس شخص کا نام درج ہے جس نے کسی میدان میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہو یعنی ایسا کارنامہ جسے ریکارڈ کہا جا سکے۔ اسی کتاب میں ہم نے ایک نام طالب علم کا نام دیکھا تھا جسے ۱۲ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی اور مضمون بھی کون سا۔ ریاضی۔ مضمون کا نام سنتے ہی دماغ چکرانے لگتا ہے۔ بعض صورتوں میں بغیر کچھ کیے بھی اس کتاب میں نام شامل کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً سب سے زیادہ موٹے شخص کا نام۔ موٹا اسے قدرت کرتی ہے اور نام اس کا چھپ جاتا ہے اگر تم بھی کوشش کرو لیکن موٹے پن میں نہیں کسی کارنامے میں۔ کوئی انوکھی چیز بناؤ۔ دن میں ایک لاکھ مرتبہ پلکیں جھپکاؤ۔ ۳ لاکھ چھلانگ مارو یا پھر اتنا اونچی چھلانگ لگاؤ کہ بتانا مشکل ہو جائے کہ تم نے کتنے میٹر کی چھلانگ لگائی ہے۔ دنیا میں چھلانگ اور پھلانگ کی بھی اہمیت ہے۔ کچھ نہیں کر سکتے تو تیز دوڑو اتنا تیز کہ دور کی منزل بھی قریب نظر آئے۔ ●

مقابلہ

مدیحہ اشرف ملک

گندے بچوں کی پہچان شکل سے لگتے ہیں شیطان
اچھے بچوں کی پہچان شکل سے لگتے ہیں انسان
گندے بچے شور مچائیں اچھے بچے چپ ہو جائیں
گندے بچے لڑتے ہیں اچھے بچے پڑھتے ہیں
آگے صرف وہ بڑھتے ہیں کام جو شوق سے کرتے ہیں
وقت جو اپنا گنواتے ہیں سدا وہی پچھتاتے ہیں
بچو ہم کو پڑھنا ہے سب سے آگے بڑھنا ہے

حضرت داؤد علیہ السلام

منوّرہ نوری خلیق

(آخری قسط)

حضرت داؤد علیہ السلام انھیں دیکھ کر گھبرائے مبادا دشمن ہوں اور قتل کے ارادے سے آگئے ہوں مگر ان میں سے ایک نے کہا: "آپ خوف مت کیجیے ہم اہلِ معاملہ ہیں"

یہ وقت وہ تھا کہ اتنے بڑے بادشاہ کی عبادت اور خلوت میں مخل ہونے کی بڑی سے بڑی سزا دی جاتی تھی لیکن آپ صرف بادشاہ ہی تو نہیں تھے نبی بھی تھے لہٰذا بہت ہی تحمل سے کام لیا اور بڑے ہی ضبط کے ساتھ فرمایا۔ "بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

ان میں سے ایک نے عرض کیا۔

"اے نبی اللہ! ہم دونوں شرکت کا کاروبار کرتے ہیں میرا یہ شریک کار خود ننانوے دُنبیوں کا مالک ہے جب کہ میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے لیکن یہ چاہتا ہے وہ بھی چھین لے جس کے لیے یہ مجھے دباتا ہے"۔

یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ "بلا شبہ یہ زیادتی کرتا ہے"۔

اس موقع کے لیے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں آنے والے فریق دراصل فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے علم اور دانائی کی آزمائش کو بھیجے تھے کیونکہ آپ نے جوں ہی یہ فرمایا کہ بلا شبہ یہ زیادتی اور ظلم کرتا ہے تو دوسرے نے عرض کیا" جناب! کیا انصاف کرنے کے لیے یہ طریقہ درست ہے کہ ایک ہی فریادی کی بات سن کر فیصلہ دے دیا جائے؟"

اب حضرت داؤد علیہ السلام جان گئے کہ یہ خدائے واحد کی جانب سے تنبیہ ہے لہٰذا سجدے میں گر گئے اور توبہ کرنے لگے۔

اس واقعے کو قرآنِ پاک کی سورۃ صٓ میں بڑی وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ یہ دراصل اللہ کی جانب سے ان کی آزمائش تھی جس کے بعد وہ بنی اسرائیل کی اصلاح و ہدایت اور خدمتِ خلق کے کام کرتے ہوئے خدا سے بار بار توبہ کرتے، صبح و شام عبادت کرتے اور دن کے وقت عدالت لگاتے تھے۔

اُن کی بہت سی بیویاں اور فرزند تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی تنانوے بیویاں تھیں لیکن اُنھیں سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوئی جب اُن کے فرزند حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے اور خدا نے انھیں خبر دی کہ جس عبادت خانے کا تم آغاز کر رہے ہو اس کی تکمیل تمھارا یہ فرزند کرے گا۔ یہ زمانہ تھا جب انھوں نے خدا کے حکم سے بیت المقدس کا آغاز کیا تھا۔ اس خبر کو سُن کر انھوں نے اس کام کو قدرے سست کر دیا اور جان گئے کہ خدا نے ان کے بعد نبوت اور بادشاہت کے لیے اُن کے فرزند سلیمانؑ کو منتخب فرمایا ہے۔ ایک موقع اور آیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں پھر تنبیہ کی اور وہ موقع تھا جب لاتعداد فتوحات کے بعد شام کی طرف سفر کرنے والے تھے۔ اپنے ایک وزیر کی زبانی انھیں اپنے دو بیٹوں کے جھگڑے کا حال معلوم ہوا کہ الشلوم بن داؤد اور امون بن داؤد کے درمیان شدید نزاع پیدا ہو گیا ہے سنتے ہی حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں کو اپنے حضور طلب کیا۔ مگر یہ پیغام پہنچنے سے قبل ہی الشلوم بن داؤد امون کو قتل کر کے یروشلم سے بھاگ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو سخت رنج ہوا۔ انھوں نے اعلان کیا: "الشلوم جہاں بھی ہے اُسے زندہ یا مُردہ پیش کیا جائے۔"

اس حکم پر تلاشی شروع ہوئی لیکن چار برس تک الشلوم کسی کے ہاتھ نہ آیا بلکہ خبر ملی کہ اس نے اپنی قوت بڑھا لی اور جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت داؤد علیہ السلام نے مقابلے کا فیصلہ کیا اور روانہ ہو گئے۔ اس جنگ میں بیس ہزار بنو اسرائیل مارے گئے اور الشلوم پھر فرار ہو گیا لیکن اس مرتبہ زیادہ دن نہ لگے کہ دھر لیا گیا۔ جس وقت حاضر خدمت کیا گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اس جانب سے از حد رنج تھا انھوں نے اسے دیکھ کر دکھ سے کہا۔ "الشلوم! نہ میں تجھ سے یہ دریافت کروں گا کہ تیری اس خود سری کا سبب کیا ہے نہ یہ پوچھوں گا کہ تو قوت بڑھا کر میرے مقابلے پر کیوں آیا۔ بس اب مجھے صرف اتنا احساس ہے کہ تیری بدولت بیس ہزار بندگانِ خدا کا خون ہوا لہٰذا تیری سزا بھی موت ہے۔"

اس کے بعد ان کے حکم سے الشلوم بن داؤد کو سزائے موت دے دی گئی۔ اللہ کو ان کا یہ فیصلہ پسند نہ آیا اور اسی وقت دریافت فرمایا۔

"اے داؤد! کیا تجھے معلوم ہے کہ ہم اولاد اور حکومت کو کس طرح تقسیم کر رہے ہیں؟"

خدا کے اس سوال پر حضرت داؤد علیہ السلام نے چند لمحے سوچا اور ادب کے ساتھ بولے: "باری تعالیٰ میں جانتا ہوں کہ آپ اس نسل میں ایک خاندان کو اولاد عطا فرماتے تھے اور ایک خاندان کو حضرت یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کو آپ نے نسل در نسل نبوت عطا فرمائی اور عیص بن اسحٰق بن ابراہیم کی اولاد

"لیکن تجھے ہم نے حکومت بھی دی اور اولاد بھی" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہماری اس بے پناہ عنایت اور رحمت کے بدلے تو نے ہمیں کیا دیا؟"

اللہ کے اس سوال پر حضرت داؤد علیہ السلام چکرا گئے۔ اپنے خیال میں تو وہ نبوت اور بادشاہت دونوں کا فرض ادا کر رہے تھے پھر اللہ کو ان کی کون سی بات پسند نہ آئی۔ یہ سوچ کر گھبرا گئے تب خدا نے کہا۔

"داؤد! نوح نے اپنے نافرمان فرزند کے لیے ہمارے فیصلے کا انتظار کیا لیکن تو نے اپنے فرزند کی موت کا فیصلہ کرنے میں جلدی کی۔ کیا تجھے خبر نہیں تھی کہ اصل فیصلہ کرنے والے ہم ہیں تو نہیں۔"

اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام شرمندگی اور خوف کے سبب سجدے میں گر گئے اور گڑگڑانے لگے لیکن اس بار اللہ انھیں ان کی عجلت کی سزا ضرور دینا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے پوری قوم کے لیے نیا انداز تجویز کیا اور فرمایا۔

"اے داؤد! تیری خطا کی سزا پوری قوم کو دی جائے گی البتہ تجھے یہ اعزاز بخشا جاتا ہے کہ سزا خود منتخب کرو اور ان تین میں سے کسی ایک کو پسند کرو اور مجھے جواب دو کہ تجھے اپنی قوم کے لیے کیا پسند ہے۔ تین برس کا قحط۔ تین ماہ دشمنوں سے مغلوب رہنا۔ تین یوم تک ناگہانی اموات میں مبتلا رہنا۔"

ان تین انداز میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار انھیں دیا گیا۔ اس وقت انھوں نے غور کیا تو اپنی قوم کے لیے سب سے آسان سزا پسند کی اور وہ تھی تین دن تک ناگہانی اموات میں مبتلا رہنا۔ جونہی انھوں نے یہ سہل سزا پسند کی۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو تین دن کے لیے اس قوم پر مسلط کر دیا۔ اس طرح پہلے دن ہی بنو اسرائیل کے لاکھوں نفوس مر گئے۔ اس صورتِ حال نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہوش اڑا دیے۔ انھوں نے سوچا کہ موت کے ابھی دو دن باقی ہیں۔ اس میں ساری قوم مر جائے گی۔ تب انھوں نے عبادت کی اور عرض کیا "اے مالکِ حقیقی! میں گنہگار اور سزا کا مستحق ہوں لیکن میری قوم بے قصور ہے۔ میری خطا پر اسے سزا مت دے۔ اسے نجات عطا کر اور جو بھی منشا مبارک ہو سزا مجھے دے دے۔"

اس وقت خدا کی رحمت جوش میں آگئی اور یہ سزا بھی معاف کر دی گئی اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی سورتیں نازل ہوئیں اور وہ مزامیر سے تسبیح کرنے لگے۔ وہ تابوتِ شہادت کے رُوبرو کرتے تو چرند پرند سب جمع ہو کر ان کے ساتھ خدا کی عبادت کرتے اور وجد میں آجاتے اس بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

"ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی (اور حکم دیا) اے پہاڑو، ان کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا۔ سورۃ صٓ آیت نمبر ۱۰

ان تمام حالات سے گزرنے کے بعد انھوں نے خدا کی عبادت کے لیے تابوتِ شہادت کے روبرو زامیر سے تسبیح کرنے کے لیے راوی بن یعقوب کی اولاد میں سے بارہ کاہن مقرر کیے اور خود عبادت کے ساتھ ساتھ انصاف کرنے لگے۔

پیارے بچو! حضرت داؤد علیہ السلام کے انصاف کرنے اور مقدموں کا فیصلہ کرنے کے بارے میں بہت سے واقعات مشہور ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ وہ عدالت لگائے ہوئے تھے کہ دو دہقان خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ "اے نبی اللہ! ہم آپ پر اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں آپ ہمارا فیصلہ کر دیجیے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرا ایک کھیت ہے اور اس دوسرے شخص کے پاس چند مویشی ہیں۔ اس کی بکریوں نے میرا کھیت کھا لیا۔ میں آپ سے انصاف چاہتا ہوں۔"

اس فریادی کی بات سننے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے کی جانب دیکھا اور فرمایا "تو بتا کیا یہ بات درست ہے جو اس نے کہی؟"

دوسرے نے عرض کیا "اے نبی اللہ! اس کی بات سچ ہے۔ میری لاعلمی اور غیر حاضری میں میری بکریاں اس کے کھیت میں گھس گئیں اور کھیت چر گئیں۔"

دونوں کی بات سن کر انھوں نے پہلے سے پوچھا۔ "تیرے کھیت کی قیمت کیا تھی؟"

فریادی نے اپنے کھیت کی قیمت بتائی تو انھوں نے دوسرے سے دریافت کیا۔ "تیری بکریوں کی قیمت کیا ہے؟"

اس نے اپنی بکریوں کی قیمت بتائی جو زراعت سے کم تھی تب آپ نے فیصلہ کیا۔ "زراعت والے کو تمام بکریاں دے دی جائیں۔"

یہ فیصلہ سن کر بکریوں کا مالک گھبرا گیا اور روتا فریاد کرتا ہوا عدالت سے باہر نکل آیا لیکن عدالت سے

باہر ایک کمسن لڑکے نے اسے پکارا اور وجہ تردد دریافت کی تو اس نے روتے روتے اس نزاع اور فیصلے کے بارے میں بتایا تو کمسن لڑکے نے کہا: "تم واپس عدالت میں جاؤ اور بادشاہ سے گزارش کرو کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔"

بکریوں کے مالک کو تعجب ہوا کہ یہ لڑکا کون ہے، تب لوگوں نے کہا: "یہ سلیمان بن داؤد ہیں اور ان کی بات مان لینا ہی بہتر ہے۔" یہ جان کر بکریوں کا مالک پھر سے عدالت میں گیا اور عرض کیا: "اے نبی اللہ! مجھ غریب کے مقدمے پر ایک بار پھر غور فرمالیں۔ یہ مشورہ مجھے ایک کمسن لڑکے نے دیا ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام حیران ہوئے کہ دوبارہ آنے کا مشورہ کس نے دیا؟ معلوم ہوا کہ وہ سلیمان بن داؤد ہیں۔ تب انھوں نے انھیں طلب کیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۷ برس تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا "فرزند! ہم نے اس کے مقدمے کا فیصلہ کر دیا اب اس کے سوا کوئی اور صورت ہو تو بتاؤ۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: "بابا جان! ایک غریب کا نقصان پورا کرنے اور دوسرے غریب کو نقصان سے بچانے کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ کچھ عرصے کے لیے اس غریب آدمی کی بکریاں اسے دے دیں جس کا کھیت پامال ہوا ہے۔ وہ ان بکریوں سے فیض حاصل کرے۔ اس دوران بکری والا اس کے کھیت میں زراعت کرے۔ یہاں تک کہ اس کا اجڑا ہوا کھیت اصل حالت میں آجائے تب اس کا کھیت اسے دے کر یہ اپنی بکریاں واپس لے لے اس طرح دونوں نقصان سے بچ جائیں گے۔"

یہ فیصلہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام بہت خوش ہوئے انھیں اندازہ ہوا کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو بھی دانائی عطا کی ہے۔ جب سے وہ انھیں عدالت میں اپنے ساتھ رکھنے لگے، اس واقعے کا تذکرہ قرآن میں اس طرح دیا گیا ہے۔

"اور داؤد اور سلیمان کا حال جب وہ ایک کھیت کے مقدمے کا فیصلہ کرتے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں اس فیصلے کے وقت ہم موجود تھے ہم ہی نے فیصلے کا طریقہ سلیمان کو سکھایا اور ان دونوں کو علم بخشا۔"

سورۃ الانبیاء آیت ۷۸

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام ہر فیصلے اور مقدمے کے وقت انھیں اپنے ساتھ رکھتے پھر چالیس برس نبوت اور بادشاہت کا فرض ادا کیا اور اندازہ کر لیا کہ اُن کی حکومت اور علم کا وارث کون ہے لیکن چونکہ دوسروں کو اندازہ نہ تھا لہٰذا ادھر ان کے اُنیس فرزند خواہش کر رہے تھے کہ ان کے بعد بادشاہت

ہیں ملے گی۔ اُدھر بنو اسرائیل اصرار کرتے تھے کہ ان کے لیے کوئی منصب مقرر کردیں جو ان کے فیصلے صادر کرے۔ ابھی داؤد علیہ السلام کچھ نہ کر پائے تھے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا۔ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک سربمہر ڈبا لے کر آئے اور بولے۔ "اے نبی اللہ! اس ڈبے میں چند چیزیں اور چند مسئلے ہیں آپ اپنے تمام فرزندوں سے دریافت کیجیے جو ان کا درست جواب دے دہی آپ کی حکومت اور نبوت کا وارث ہوگا"

حضرت داؤد علیہ السلام نے دربار کیا۔ بنو اسرائیل کے معززین اور اپنے انیس فرزندوں کو بلایا اور سب سے سوال کیا کہ اس میں کیا ہے؟ لیکن کوئی جواب نہ دے سکا یہاں تک کہ سلیمان بن داؤد کی باری آئی تو انھوں نے کہا: "اے نبی اللہ! میرا قیاس کہتا ہے کہ اس کے اندر ایک انگشتری، ایک خط اور ایک کوڑا ہے۔"

اس جواب پر سب حیران ہوئے اور مزید حیرت اس وقت ہوئی جب اندر سے یہی چیزیں برآمد ہوئیں۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام پر واضح کیا گیا کہ یہ تینوں چیزیں معجزہ ہیں، اس انگشتری کو جو پہنے گا خلقت پر حکومت کرے گا۔ ہر شے خدا کے حکم سے اس کے تابع ہوگی۔ کوڑا باغیوں کو راہِ راست پر لائے گا اور تیسری چیز خط ہے اس میں کیا رقم ہے کوئی نہیں جانتا لہٰذا یہ سوال بھی کیا جائے

تب حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے دریافت کیا، لیکن اس بار بھی وہ لاچار رہے اور جواب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی دیا اور بولے: "میرا دل کہتا ہے کہ اس خط میں پانچ مسئلے درج ہیں ایمان، ادراک، حجاب، قوت اور محبت۔ ان سب کا تعلق انسان کے جسم کے مختلف حصوں سے ہے۔ یعنی انسان ان پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے اگر وہ ان سب کو درست رکھے تو سب پر غالب آسکتا ہے

اس موقعے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک سربمہر خط حضرت داؤد علیہ السلام کو بھیجا اور کہا اس میں مسئلے درج ہیں۔ تیرا جو فرزند ان کا جواب دے گا وہی تیرے بعد تیرا وارث ہوگا۔

اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے دربار منعقد کیا۔ سب امراء و سرداروں کو جمع کیا۔ سب بیٹوں کو بلایا اور یہ مسئلے دریافت کرنے شروع کیے۔ فرمایا۔

اے میرے فرزندو! بتاؤ کہ سب چیزوں سے نزدیک ترین کون سی چیز ہے اور سب چیزوں سے دور کون سی چیز ہے؟

کون سی دو چیزیں ناموافق ہیں؟

کون سی چیز بہت ڈراؤنی ہے؟
کون سی دو چیزیں قائم ہیں؟
وہ کیا چیز ہے جس سے بہت محبت ہوتی ہے؟
وہ چیزیں کیا ہیں جو ایک دوسرے کی دشمن ہیں؟
وہ کیا شے ہے جس کا انجام خیر اور وہ کیا شے ہے جس کا انجام بُرا ہے؟

یہ تمام سوال سن کر ان کے سب بیٹے حیران رہ گئے کوئی کچھ نہ بتا سکا تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: "اے نبی اللہ اگر اجازت ہو تو میں وضاحت کروں"

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: "بتاؤ تمہیں اجازت ہے"۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: "نزدیک ترین چیز موت ہے اور سب سے دور چیز وقت ہے جو گزر گیا۔ ناموافق چیزیں دن اور رات ہیں سب سے زیادہ ڈراؤنی چیز جسدِ بے روح ہے۔ دو چیزیں جو قائم ہیں زمین اور آسمان ہیں۔ سب سے زیادہ محبت بدن کو روح سے ہے۔ دو چیزیں جو ایک دوسرے کی دشمن ہیں موت اور زندگی ہیں۔ جس کا انجام خیر ہے وہ صبر کرنا ہے اور جس کا انجام برا ہے وہ حالت غصہ میں تند و تیز بولنا ہے"۔

یہ جوابات سن کر سب نے سلیمان بن داؤدؑ کی عقل و دانش کو تسلیم کر لیا اور حضرت داؤدؑ نے خدا کا شکر ادا کیا اور انھیں اپنا ولی عہد و جانشیں مقرر فرما کر خود گوشہ نشیں ہو گئے جس کے کچھ عرصے بعد انھوں نے ایک روایت کے مطابق ایک سو بیس برس اور ایک روایت کے مطابق ستر (۷۰) برس کی عمر میں وفات پائی۔ انھیں بیت اللحم میں دفن کیا گیا۔ ان پر جو وحی نازل ہوتی تھی اسے "زبور" کہتے ہیں جسے وہ ترنم کے ساتھ پڑھتے تو دریا کا پانی تھم جاتا، پرندے پرواز روک دیتے اور چرند رک جاتے تھے۔
انھیں اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ عطا فرمایا۔ وہ اُن کی بہترین آواز تھی جسے لحنِ داؤدی کہتے ہیں۔ دوسرا معجزہ اُن کے ہاتھوں سے لوہے کا نرم ہو جانا تھا وہ بنا طاقت استعمال کیے لوہے کو موڑ توڑ دیتے تھے اسی لیے زرہ بکتر بناتے تھے تاکہ قوم نفیس اٹھا سکے۔ ان کے واقعات کا تذکرہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ، الانساء، المائدہ، الانعام، الانبیاء، النمل، سبا اور ص میں بڑی وضاحت سے دیا گیا ہے۔

محترمہ مسعودہ حیات

اُجالوں کا سفیر

شہرت ہے تیری باپو ہر سو مرے وطن میں
تیرا ہی تذکرہ ہے دنیا کی انجمن میں
تو پھول بن کے مہکا کچھ اس طرح چمن میں
خوشبو سما گئی ہے افسردہ جان و تن میں
تو صدرِ انجمن ہے تو نازشِ وطن ہے
تو رنگِ دلبری ہے تو نکہتِ چمن ہے
کلیوں میں تازگی ہے پھولوں میں رنگِ عشرت
شاخوں میں اک لچک ہے پتوں میں سبز رنگت
سارے چمن میں رقصاں ہے آج حسنِ فطرت
تو نے بنا دیا ہے بھارت کو مثلِ جنت
یہ انقلاب آیا تیرے ہی فکر و فن سے
آزاد ہم ہوئے ہیں باپو تری لگن سے
تو ابر بن کے چھایا دنیا پہ آشتی کا
تو مہر بن کے چمکا دنیا پہ سادگی کا
تو نے ہمیں دکھایا اعجاز دوستی کا
تیری نظر نے بخشا آئینِ زندگی کا

تیرا کرم ہے کتنا بھارت کی سرزمیں پر
عظمت کی روشنی ہے اب ہند کی زمیں پر
تجھ کو تھی مثلِ ایماں اپنے وطن سے الفت
اخلاق سے مٹا دی تو نے بنائے نفرت
مذہب تھا صرف تیرا خلقِ خدا کی خدمت
اے قوم کے مسیحا، اے فخرِ آدمیت
تو نغمۂ محبت، تو حسنِ دوستی ہے
تو روحِ آدمیت، تو نورِ زندگی ہے
حسنِ عمل سے تو نے وہ کام کر دکھایا
یعنی وطن کو دستِ اغیار سے چھڑایا
تو نے وطن کی خاطر کوہِ الم اٹھایا
لیکن تری زباں پر شکوہ کبھی نہ آیا
تجھ کو خدا نے بخشی حسنِ یقیں کی دولت
صبر و سکوں سے یکسر تھی زندگی عبارت

وسیم بن اشرف

ہمیں بہاریں جن کے دم سے

بچّوں کے اسکول کے قریب وہ باغ بہت خوبصورت تھا۔ جونہی انٹرول ہوتا، بچّے باغ میں آجاتے اور جی بھر کر کھیلتے، چھٹی کے بعد وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ وہ باغ ایک جن کا تھا جو کہیں گیا ہوا تھا اور بچّے اس کی غیر موجودگی سے خوب فائدہ اٹھا رہے تھے۔ کچھ عرصے بعد جب وہ جن واپس آیا تو اپنے روندے ہوئے باغ کو دیکھ کر بہت لال پیلا ہوا۔ اس نے باغ کے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں کھڑی کروادیں اور بیرونی دروازے پر ایک نوٹس بورڈ آویزاں کر دیا جس پر لکھا ہوا تھا۔

"بغیر اجازت باغ میں آنا منع ہے۔ خلاف ورزی کرنے پر قانونی کارروائی کی جائے گی" اگلے روز جونہی بچّے باغ میں کھیلنے کے لیے آئے تو بیرونی دروازے پر آویزاں نوٹس بورڈ دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے۔ حقیقت جان کر وہ بہت رنجیدہ ہوئے، وہ باغ جو ان کو بہت پیارا تھا، ان سے چھن گیا تھا۔ وہ آپس میں باغ کے متعلق باتیں کرتے، اس

کے سایہ دار پیڑوں کی تعریفیں کرتے، مگر اب وہ اس کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے۔
جن بہت خوش تھا کہ باغ خراب کرنے والوں سے نجات ملی۔
خزاں گزرنے کے بعد بہار کا موسم آیا تو ہر طرف باغات میں پھل، پھول، بڑے خوشنما اور دلفریب انداز میں لہلہا رہے تھے لیکن جن کے باغ پر وہی پت جھڑ کا دور دورہ تھا۔
جن بہت حیران تھا۔
"ہم کھل کر کیا کریں گے؟" ایک پھول دوسرے سے کہہ رہا تھا۔
"اور کیا! ہمیں کھلے ہوئے دیکھ کر خوش ہونے والے "قدرت کے پھول"، تو یہاں ہیں ہی نہیں" دوسرے پھول نے اداسی سے جواب دیا۔
اوپر درختوں پر گھونسلوں میں بیٹھی ہوئی چڑیاں سوچ رہی تھیں کہ "ہم کس کے لیے چہچہائیں بچے تو یہاں ہیں ہی نہیں! جو ہماری رسیلی آواز سن کر اچھلیں کودیں۔"
موسم بہار کہہ رہا تھا "ناجی نا! میں تو اس باغ میں ہرگز نہیں جاؤں گا، میری بہار بچوں سے ہے، سارے جہاں کی بہاریں بچوں کے ہی دم سے ہیں، جب انھیں ہی اس باغ میں آنے کی اجازت نہیں تو میرا وہاں جانا بھی فضول ہے۔"
پھر ہوا یوں کہ کئی بہار کے موسم آئے اور گزر گئے لیکن جن کے باغ میں بدستور خزاں ہی رہی۔ جن بڑا پریشان تھا کہ اس کے باغ میں بہار کیوں نہیں آتی۔
ایک روز اچانک سہ پہر کے وقت جن کی آنکھ کھل گئی، وہ سو رہا تھا۔ اس کے کانوں میں عجیب سے شور و غل کی آوازیں پہنچیں جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے کمرے میں کہیں سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ پہلے تو حیران ہوا، پھر سوچنے لگا، پھر دفعتاً وہ خوشی سے اپنے پلنگ پر اچھلنے لگا۔
"میرے باغ میں بہار آ گئی!" وہ دیوانگی سے چلّانے لگا۔
فوراً اس نے کھڑکی سے باہر باغ میں جھانکا، باغ میں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بہت سے کمسن بچے اودھم مچا رہے تھے، کوئی پیڑ کی ڈالیاں پکڑ کر جھول رہا تھا، کوئی درخت کو جھولا بنائے بیٹھا تھا، چند بچے تتلیاں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے، درخت ہرے بھرے نظر آ رہے تھے، پودے خوشنما پھولوں سے لدے ہوئے تھے، اور بچے بڑی بے تکلفی سے درختوں اور پودوں کے پھلوں کو چکھ رہے تھے۔ جب کوئی بچہ کسی پودے سے پھول توڑ لیتا تو اس کی معصوم شرارت پر کلیاں کھل کر پھول بن جاتیں۔
دراصل ہوا کچھ یوں تھا کہ باغ کی دیوار کسی وجہ سے ایک طرف سے گر گئی تھی، اور تمام

بچّے موقع پاکر اندر گھس آئے تھے، ان کے آنے سے باغ میں بہار آگئی تھی، ہرے بھرے باغ میں بچوں کی بکھری ہوئی فوج، جن کو بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ بچوں کے شور میں ایک خاص موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ چنانچہ جن نے فیصلہ کر لیا کہ اب کبھی بھی وہ بچوں کو باغ میں آنے سے نہیں روکے گا۔ وہ باغ کے اندر گیا۔ بچّے اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگے، مگر اس نے بچّوں کو واپس بلا کر ان میں پھل بانٹے، بچوں کے دل سے بھی جن کا ڈر نکل گیا وہ جلد ہی اس سے گھُل مل گئے۔ یکایک اس کی نظر باغ کے ایک کونے کے ایک درخت پر پڑی جو ابھی تک خزاں کے اثر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ وہ جونہی اس درخت کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت بچّہ اس درخت پر چڑھنے کی کوشش میں مصروف ہے .... درخت بار بار اپنی شاخیں جھکاتا تھا لیکن وہ کمسن ہونے کے باعث انھیں پکڑ نہیں پاتا تھا، جن نے اسے پکڑ کر درخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بیٹھتے ہی ایک دم بہار آگئی، وہ درخت پھلوں سے بھر گیا۔ جن کی سمجھ میں اب آیا کہ اس باغ میں بہار انھیں بچوں کی وجہ سے آئی ہے۔ جن کو یہ بچّہ خاص طور پر بہت پسند آیا۔ وہ اس کے ساتھ کافی دیر تک کھیلتا رہا، پھر اگلے روز سب بچّے تو آئے مگر وہ بچّہ نہیں آیا۔

پھر دھیرے دھیرے اس باغ میں بہت سی بہاریں آئیں اور رخصت ہو گئیں۔ سب سے پہلے جو بچّے اس باغ میں کھیلنے آئے تھے وہ جوان ہو گئے تھے۔ پھر ان کے بچّے کھیلنے آئے لیکن جس بچّے کی جن کو تلاش تھی وہ اس کے بعد کبھی نہ آیا۔ جن نے سب سے دریافت کیا۔ اس کا حلیہ بھی بتایا لیکن سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

جن بوڑھا ہو گیا۔ اس بچّے کی یاد اسے بہت ستاتی تھی وہ اکثر اس بچّے کو یاد کر کے آنسو بہاتا۔ ایک دن عین موسمِ خزاں میں جن نے دیکھا کہ وہ درخت جس پر وہ بچّہ اسے ملا تھا، پھولوں اور پھلوں سے لدا کھڑا ہے۔ وہ بھاگم بھاگ اس پیڑ کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ بچّہ درخت پر بیٹھا ہوا ہے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے اسے اپنے پاس بلا رہا ہے اسے دیکھ کر جن کو تعجب ہوا، کہ اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی اس بچّے کی عمر میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"اتنا عرصہ تم کہاں رہے؟ میں نے تمھارا بہت انتظار کیا۔"

"میرے مالک کا حکم نہ تھا کہ میں آج سے پہلے تمھارے پاس آؤں۔"

"میں اکثر تمھارے لیے بے چین رہتا ہوں، کیا تم میرے پاس نہیں رہ سکتے۔"

"مجھے جانے سے کون روک سکتا ہے لیکن ہاں! میرے مالک نے اجازت دی ہے کہ

میں تمھیں اپنے ساتھ لے آؤں، چلو گے ؟"

"ہاں !" جن جلدی سے بولا، "ضرور چلوں گا، تمھارا مالک بہت مہربان معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔" بچے سنجیدگی سے بولا "وہ تم سے خوش ہے، تم نے اس کے بچوں کو اپنے باغ کی سیر کرنے دی ہے وہ تمھیں اپنے باغ کی سیر ضرور کرائے گا۔"

"تمھارے مالک کا باغ کہاں ہے ؟ مجھے اچھے باغ بہت پسند ہیں، کیا اس باغ کا کوئی نام بھی ہے ؟"، جن نے پوچھا۔

بچے نے جن کے گلے میں اپنی باہیں ڈال دیں اور چپکے سے اس کے کان میں کہا "میرے مالک کا باغ کائنات کا سب سے بہترین باغ ہے۔ اس باغ کا نام "بہشت" ہے۔

دوسرے روز جب بچے اسکول سے واپس آئے تو انھیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ جن کا باغ خزاں کے موسم میں بھی پوری طرح بہار پر ہے اور جونہی وہ اندر گئے تو تقریباً سب بچوں کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے کہ ان کا محبوب جن زمین پر مرا پڑا ہے اور آس پاس کے پیڑوں نے اس پر پھولوں کی بوچھاڑ کر دی ہے۔

سید رشید الدین احمد
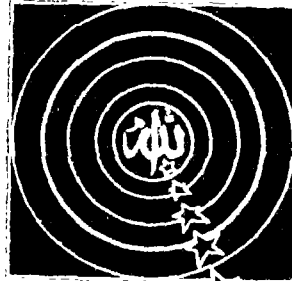
ملیریا سے بچاؤ اور علاج

بارشوں کے موسم میں ہیضے اور بد ہضمی کی شکایتیں جان کی لاگو ہو جاتی ہیں تو بارش کے بعد مچھروں کی یلغار سے ملیریا بخار تیزی سے پھیلتا اور کام کاج کا سخت نقصان کرتا ہے۔ ویسے ملک کے نشیبی اور سیلاب علاقوں میں اور جنگلات وغیرہ میں مچھر سال بھر اس بخار کا سبب بنتے رہتے ہیں۔

ملیریا بخار باری سے آتا ہے۔ جس کی باری روز آتی ہے، وہ روزانہ بخار کہلاتا ہے اور جس کی باری تیسرے اور چوتھے روز آتی ہے، وہ تیا اور چوتھیا بخار کہلاتا ہے۔ یہ خاص طور پر سندھ کے علاقے میں کبھی ہر وقت بھی چڑھا رہتا ہے۔ اسے لازی یا دائمی بخار کہتے ہیں۔

ملیریا بخار باری سے آتا ہے، اس کی باری تیسرے چوتھے روز آتی ہے، کبھی یہ ہر وقت چڑھا رہتا ہے، اسے دائمی بخار کہتے ہیں۔

بخار کے باری سے پہلے مریض ست ہو جاتا ہے۔ انگڑائیاں اور جمائیاں آنے لگتی ہیں اور تمام بدن ٹوٹنے لگتا ہے۔ سخت جاڑے سے بخار چڑھتا ہے۔ مریض کا دھوپ میں یا آگ کے پاس بیٹھنے کو دل چاہتا ہے۔ کبھی وہ لحاف اوڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، دانت بجنے لگتے ہیں۔ کچھ دیر بعد لحاف اتار پھینکتا ہے اور سخت گرمی اور پیاس ستاتی ہے، متلی اور قے بھی ہوتی ہے۔ بخار تیز ہوتا ہے، بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ بعض مریض بڑبڑانے لگتے ہیں۔ چار پانچ گھنٹے کے بعد پیشانی پر بھرپور پسینا آتا ہے۔ بدن شرابور ہو کر بخار اتر جاتا ہے، لیکن مریض نہایت کمزوری محسوس کرتا ہے۔

احتیاطی تدابیر

یوں تو تمام امراض سے بچاؤ کے لیے صفائی ضروری ہے، لیکن خاص طور پر ملیریا سے حفاظت کے لیے اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ ملیریا کے مچھر تنگ و تاریک مقامات جوہڑوں اور پانی کے گڑھوں میں جنم لیتے ہیں اور مقامات کے تنگ و تاریک کونوں اور حصوں میں پناہ لیتے ہیں۔ اس لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ مکان کے اطراف پانی کے تمام

گڑھے مٹی سے بند کر دیے جائیں۔ تالاب اور جوہڑوں میں مٹی کا تیل چھڑکیں تاکہ ان کے انڈے بچے ختم ہو جائیں۔ یہ کام اجتماعی سطح پر تھوڑی محنت اور پیسے خرچ کر کے کیا جاسکتا ہے۔ مکانوں کی کھڑیوں میں جالیاں لگائی جائیں۔ نائلون کی یہ جالی ایک دفعہ خرید کر خود بھی بڑی آسانی سے لگائی جاسکتی ہے۔ ایک دفعہ کی لگائی ہوئی جالیاں احتیاط کی جائے تو کئی برس تک چلتی ہیں۔ مکان کے اندر مغرب سے پہلے گندک اور گوگل کی دھونی دیں۔

ایک آسان اور بہترین تدبیر یہ بھی ہے کہ نیم کے خشک پتے کمروں اور صحن میں جلائے جائیں۔ اس سے مچھر نکل جائیں تو پھر جالی کی کھڑیاں کھلی رکھی جائیں اور دروازے خاص طور پر مغرب کے وقت بند رکھے جائیں، کیوں کہ مچھر اس وقت گھروں کا رخ کرتے ہیں۔ ممکن ہو تو مچھر دانی لگا کر سوئیں اور اس موسم میں ہفتے میں دو بار کونین کی ایک گولی ناشتے کے بعد دودھ یا پانی سے کھائیں۔ خالی پیٹ یہ گولی استعمال نہ کریں۔

ہضم کی خرابی اور قبض سے اس مرض میں مبتلا ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے، اس لیے ہضم درست رکھیں اور قبض نہ ہونے دیں۔ غذا کے ساتھ لیموں کا رس یا سرکہ استعمال کریں۔

محمد بن قاسم کی فوج اور ملیریا

سندھ کے فاتح محمد بن قاسم نے اپنی رپورٹ میں اس بخار کی شکایت کی تو اس کے لشکر کے لیے اطبا نے عراق سے سرکے میں بھگو کر خشک کی ہوئی روئی اس ہدایت کے ساتھ بھیجی تھی کہ یہ روئی پانی میں بھگو کر سرکہ حاصل کر کے تمام سپاہی کھانے کے سات استعمال کریں۔

ملیریا کے لیے انار دانہ اور املی کی چٹنی بھی مفید ہوتی ہے۔ آلو بخارے (خشک) سے کام لیا جاسکتا ہے۔

مرض کی صورت میں

۱: مریض کو پہلے ہلکا جلاب دیں اور جب پیٹ صاف ہو جائے تو دوسرے دن بخار یا باری سے پہلے کونین کی ایک ایک گولی کھانے کے بعد تین تین گھنٹے سے دیں۔

۲: کرنجوہ کے پتے ۱۰ گرام، کالی مرچیں سات عدد، پانی میں پیس چھان کر چند روز پلانے سے بھی ملیریا دور ہو جاتا ہے۔

۳: تلسی کے پتے دس گرام، کالی مرچیں سات عدد، پانی میں پیس چھان کر چند روز پلانے سے جاڑا بخار چلا جاتا ہے۔

۴: پان میں کھانے کا چونا تین گرام، پون پیالی پانی میں گھولیں اور اس کے بعد ایک لیموں نچوڑ دیں۔ تھوڑی دیر بعد اوپر کا صاف نتھر اپانی لے کر اس وقت پلائیں جب جاڑا بخار آنے والا ہو۔ پہلے روز کے استعمال سے یہ نہ رکے تو دوسرے اور تیسرے روز پلائیں۔ یہ چوتھیا بخار کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔

۵: سفید پھٹکری بھون کر باریک پیس کر رکھ چھوڑیں۔ جاڑا بخار سے چار گھنٹے پہلے چار چار رتی پھٹکری تھوڑی شکر ملا کر دو دو گھنٹے سے دو بار کھلائیں۔ جاڑا بخار نہیں آئے گا۔

۶: تخم پلاس پاپڑہ (ڈھاک کے بیج) لے کر اوپر کا سرخ چھلکا دور کریں اور برابر وزن کرنجوہ کا مغز ملا کر پیس چھان کر پانی سے گوندھ کر چنے برابر گولیاں بنا رکھیں۔ بخار روزانہ ہو یا تیلیا چوتھیا اس کی آمد سے چار گھنٹے پہلے ایک ایک گولی دو دو گھنٹے کے وقفے سے دو بار دیں۔ بخار نہیں آئے گا اگر آئے گا تو ہلکا ہو گا۔ دو تین روز کے استعمال سے بالکل رک جائے گا۔

۷: تباشیر، ست گلو، چھوٹی الائچی کے دانے، زہر مہرہ خطائی دس، دس گرام، کونین، کافور تین تین گرام، سب کو خوب باریک پیس کر اسپغول کے لعاب سے چنے سے بڑی یعنی جنگلی بیر کے سائز کی گولیاں بنا کر خشک کر لیں۔ باری سے تین گھنٹے پہلے اور پھر گھنٹے گھنٹے بعد دو دو گولیاں پانی سے کھلائیں۔ ضرورت ہو تو دوسرے روز بھی دیں۔ بطور حفاظت یہ گولیاں ملیریا کے موسم میں صبح پانی سے کھاتے رہنے سے بخار سے بچاؤ رہتا ہے۔

۸: باری سے چار گھنٹے پہلے پیپل کی نرم ٹہنی بطور مسواک چبانے سے بھی باری ٹل جاتی ہے۔

۹: سرخ مرچ تین عدد، پانی کے ساتھ خوب پیس کر بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی (انڈیکس فنگر) پر دو گھنٹے پہلے لیپ کر کے اوپر ململ کا گیلا کپڑا لپیٹ دیں اور اسے تر رکھیں۔ انگلی میں تکلیف تو ہو گی، لیکن بخار زیادہ سے زیادہ دوسری بار رک جائے گا۔ یہ علاج صرف تیا بخار کے لیے ہے۔

ملیریا کے مریض کو غذا ہلکی کھانی چاہیے۔ باری سے پہلے کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ مونگ کی دال، بکری کا شوربا، ٹینڈے، کدو کے علاوہ پھلوں میں لیموں، انگور، انار، سنترہ، سیب دے سکتے ہیں۔

قبض کے لیے سناکی سات گرام، سونف پانچ گرام، جوش دے کر پلائیں اور اس کے بعد کوئی دوا استعمال کریں۔

کونین کے سلسلے میں بھی احتیاط بہت ضروری ہے۔ کونین کی گولیاں اور انجکشن خالی پیٹ میں نہیں لینا چاہیے۔ یہ بہت خشک دوا ہوتی ہے۔ (بہ شکریہ ہمدرد صحت)

لبنیٰ سعدیہ

ابوچپّل

(ایک ایکٹ کا ڈراما)

اسکول میں بچوں کی ڈاکٹری جانچ کے لیے ڈاکٹروں کی ٹیم آئی بچّوں کی لمبائی، چھاتی، کمر ناپنے کے بعد انھیں چھوڑ دیا گیا ایک بچہ جانچ کروا کر بھی ڈاکٹر کے ساتھ کھڑا رہا۔
ڈاکٹر: کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟
بچّہ: کپڑے سی کر کب دوگے؟

کردار

دانیہ : بارہ سال کی بچّی۔ ابّو : ادھیڑ عمر کے آدمی (چہرے سے سنجیدگی اور وقار ٹپکتا ہے)

(آغاز)

پردہ اُٹھتا ہے

سجا ہوا صاف ستھرا روشن سا کمرہ نظر آتا ہے جس میں دو دروازے ہیں۔ ایک میز اور چند کرسیاں بھی ہیں۔ میز پر گل دان رکھا ہے جس میں موسم کے لحاظ سے پھول سجے ہیں۔ ایک بارہ سال کی بچّی میز کے سامنے کرسی پر بیٹھی اپنا ہوم ورک کر رہی ہے۔ اس کا نام دانیہ ہے۔ دروازے پر لگی گھنٹی بجتی ہے۔ دانیہ اٹھ کر دروازہ کھولتی ہے (دروازے پر ابّو کھڑے ہیں۔)

دانیہ : "السّلام علیکم ابّو"

ابّو : "وعلیکم السّلام بیٹے۔ جیتی رہو!"

ابّو سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد ابّو دانیہ کے کمرے میں آکر کہتے ہیں۔

ابّو : "دانیہ بیٹے! ذرا میری چپّل تو ڈھونڈو، مل نہیں رہی ہے۔"

ابّو کرسی گھسیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ آرام کے انداز میں پھیلا دیتے ہیں جیسے بہت تھک گئے ہوں۔ دانیہ چپل ڈھونڈنے جاتی ہے اور کچھ دیر بعد واپس آتی ہے۔ اس نے ایک ہاتھ میں ابّو کی چپل پکڑی ہوئی ہے۔ وہ جھک کر ابّو کے پیروں کے قریب چپّل رکھتی ہے اور کہتی ہے۔

دانیہ : "ابوچپل..."

ابّو : "بیٹے! ذرا میرے پاس بیٹھو اور میرے ایک سوال کا جواب دو۔" (دانیہ دوسری کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

دانیہ : "جی پوچھیے ابّو!"

اَبّو : "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابوجہل کو ابوجہل کیوں کہا جاتا ہے؟"

دانیہ : "اس لیے کہ وہ جاہلوں کا باپ تھا"

اَبّو : "بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں ابوجہل کے معنی معلوم ہیں لیکن افسوس اس کے باوجود تم نے مجھے "ابوچپل" کہا یعنی کہ میں چپلوں کا باپ ہوں"

دانیہ : "نہیں ابّو" (پریشان ہو جاتی ہے) ابّو دانیہ کی پریشانی بھانپ لیتے ہیں۔ مسکراتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَبّو : "تمہارا بھی اتنا خاص قصور نہیں ہے۔ اکثر پڑھے لکھے حضرات بھی اس طرح کی غلطیاں کرتے رہتے ہیں اور اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر "صلوٰۃ" معنی نماز کے ہیں۔ عربی میں اس کی جمع "صلوٰتیں" ہوتا ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے ہم اردو داں لفظ صلوٰتیں "بُرا بھلا" کہنے کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں جو کہ غلط ہے بلکہ ایک طرح سے گناہ ہے۔ اسی طرح اعراب کی غلطی (دانستہ یا نادانستہ) کی وجہ سے بھی معنی بدل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم "السّلام علیکم" کہتے ہیں تو اپنے مخاطب کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں کہ آپ پر سلامتی ہو مگر جب ہم "السام علیکم" کہتے ہیں تو اسے درحقیقت مرنے کی بددعا دیتے ہیں۔

اسی طرح سے سلیمان اور سلمان دو مختلف نام ہیں۔ حضرت سلیمانؑ ایک پیغمبر کا نام ہے جبکہ حضرت سلمانؓ ایک صحابی کا نام ہے۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ہو سکتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی گفتگو میں شایستہ اور اچھے معنوں کے الفاظ استعمال کریں اور دلائل اور وضاحت کے ساتھ بات کریں تاکہ ہمارے مخاطب پر اچھا اثر پڑے اور وہ کوفت کا شکار نہ ہو"

"اب یہ بتاؤ کہ تم نے میری باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کیا" ابّو آخر میں پوچھتے ہیں۔

دانیہ : "یہی کہ آیندہ جب میں آپ کے پاس چپل لے کر آؤں گی تو اسے سامنے رکھ کر کہوں گی لیجیے ... ابّو ... آپ ... کی ... چپل ... میں ..... ڈھونڈ ..... کر ..... لے ... آئی ... ہوں ... (اٹک اٹک کر کہتی ہے) ابّو مسکراتے ہیں اور چپل پاؤں میں پہن کر دانیہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اَبّو : "بھئی! اتنی دیر لگاؤ گی تو میں چپل پہن کر شام کی چائے پینے جا چکا ہوں گا"

دانیہ ابّو کی یہ بات سن کر زور سے ہنستی ہے اور ابّو مسکراتے ہوئے بڑے دروازے سے باہر چلے جاتے ہیں۔ (پردہ گرتا ہے)

سائنس ــــ روزمرہ کی زندگی میں

حامداللہ افسر

سوال: ابر آلود راتیں صاف و شفاف راتوں سے زیادہ گرم کیوں ہوتی ہیں؟

جواب: بادل اس حرارت کو جذب کر لیتے ہیں جو زمین سے نکلتی ہے۔ وہ اس حرارت کو اپنے اندر محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ اس حرارت کے لیے جو زمین سے نکلتی ہے ایک قسم کی روک بن جاتے ہیں۔

سوال: دن اور رات کس جگہ سارے سال برابر رہتے ہیں اور ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: خط استوا پر ہمیشہ رات اور دن برابر رہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ روشنی اور تاریکی کی لائن خط استوا کو مساوی طور پر تقسیم کر دیتی ہے۔

سوال: تھرماس فلاسک یا دہرے شیشے کی بوتل چیزوں کو گرم یا ٹھنڈا کیوں کر رکھتی ہے؟

جواب: تھرماس فلاسک محض ایک شیشے کی بوتل ہوتی ہے جو ایک دوسرے شیشے کے اندر رکھی ہوتی ہے اور اس دوسرے شیشے اور بوتل کے درمیان خلا ہوتا ہے۔ اس خلا میں ہوا کی غیر موجودگی کی وجہ سے گرمی کا نکلنا یا گرمی کا داخل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے' اس لیے اندر والی بوتل میں جب کوئی گرم چیز رکھی جاتی ہے تو اس کی گرمی نکل نہیں سکتی اور محفوظ رہتی ہے اور جب اس میں کوئی ٹھنڈی چیز رکھی جاتی ہے تو کرۂ ہوا کی گرمی اندر داخل نہیں ہو سکتی۔

سوال: سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟

جواب: آٹھ منٹ

سوال: کلکتہ کی بہ نسبت شملہ یا دار جلنگ میں ٹینس کی گیند زیادہ اونچی کیوں اچھلتی ہے؟

جواب: شملہ اور دار جلنگ بلندی پر ہیں اور وہ بہ نسبت کلکتہ کے زمین کے محور سے دور ہیں' اس لیے کشش ثقل کا زور جو گیند کو نیچے کی طرف کھینچتا ہے شملہ یا دار جلنگ میں بہ نسبت کلکتہ کے کم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مرتفع مقامات پر ہوا بہت لطیف اور ہلکی ہوتی ہے' اس لیے کلکتہ کی بہ نسبت شملہ اور دار جلنگ میں گیند کے اچھلنے میں زیادہ مزاحمت نہیں

کرتی۔

سوال: (ا) پانی بھاری ہوتا ہے یا برف؟

(ب) ایک ایسی دھات کا نام بتاؤ جو نارمل درجۂ حرارت پر بھی سیال ہوتی ہے۔

(ج) فاسفورس تجارت میں کس خاص مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؟

(د) نظام شمسی کے سب سے بڑے سیارے کا نام کیا ہے؟

جواب: (ا) پانی۔

(ب) پارہ۔

(ج) دیا سلائیاں بنانا۔

(د) مشتری سیارہ۔

سوال: (ا) دنیا میں سب سے اونچا مینار کون سا ہے؟

(ب) دنیا میں سب سے بڑا گنبد کون سا ہے؟

جواب: (ا) قطب مینا جو ۲۸۰ فیٹ اونچا ہے۔

(ب) گول گنبد بیجا پور دنیا کا سب سے بڑا گنبد ہے۔

سوال: جانوروں اور پودوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: ایک فرق تو یہ ہے کہ پودے سبز ہوتے ہیں اور اپنی جڑوں کی مدد سے ایک جگہ گڑے رہتے ہیں اور چلتے پھرتے نہیں۔ جانور ہرے نہیں ہوتے اور ایک جگہ سے دوسرے جگہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ حیاتیات کے ماہرین برسوں کی تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پودوں اور جانوروں میں دو خاص فرق ہیں: پودوں کے خلئے قریب قریب ہمیشہ ایک خول سے ڈھکے رہتے ہیں' یہ خول سیلولوز سے بنا ہوتا ہے اور پودوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے روکتا ہے۔ جانوروں کے خلیوں پر اس قسم کا کوئی غلاف نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ پودوں کا سبز رنگ جو کلوروفل کہلاتا ہے پودوں کے لیے ہوا سے کاربن ڈائی اوکسائڈ حاصل کرتا ہے' زمین سے پانی اور ہوا حاصل کرتا ہے اور انھیں ترکیب دے کر شکر اور دوسرے مرکبات تیار کرتا ہے۔ جانور یہ نہیں کر سکتے اور اپنی غذا کے لیے ہرے پودوں کے دست نگر ہیں۔

اقبال مسعود
۹۔بی احمد آباد پیلس
بھوپال۔ ایم پی

لغت کیسے دیکھیں

قدیم زمانے کے گرجا گھروں میں پیالے تو لکڑی کے ہوتے تھے اور پادری سونے کے مگر آج یہ حالت ہے کہ پیالے سونے کے بن جاتے ہیں اور پادری لکڑی کے
(اڈیمن)

آج دنیا ریڈیو، ٹی۔وی، کتابوں اور ذرائع آمدورفت کے باعث بے حد مختصر ہوگئی ہے۔ مگر علم اسی قدر وسعت اختیار کرتا جارہا ہے اب ارسطو، افلاطون، سقراط یا حکیم لقمان کا زمانہ نہیں ہے کہ ایک ہی آدمی سارے علوم پر دسترس حاصل کرلے۔ اب تو علم سمندر کی طرح بلکہ آسمان کی طرح وسیع ہوگیا ہے اب کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں کہ وہ ہر چیز اور ہر معاملے سے باخبر ہو۔ اگرچہ اب مشینی دماغ (کمپیوٹر) بھی ہماری مدد کرتا ہے مگر اس کا دائرہ بھی بہرحال محدود ہی ہوتا ہے۔

پیارے بچو! اس علم کے عظیم خزانے سے اپنے لیے معلومات حاصل کرنے اور معنی ومفاہیم کے لیے کمپیوٹر اور ویڈیو فلموں کے علاوہ کتابیں بھی ہماری مدد کرتی ہیں۔ یہ ہماری بہت پرانی ساتھی ہیں۔ آج ہم صرف لفظ اور ان کے معنی کس طرح معلوم کیے جائیں۔ اس پر بات کریں گے۔

دیکھیے۔ ہم جس قدر الفاظ بول چال میں استعمال کرتے ہیں اور جو مختلف لفظ ہماری نصاب کی کتابوں میں ہیں ان کے معنی معلوم کرنے کے لیے ہم کو لغت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ لغت میں درحقیقت لفظوں کا ذخیرہ ہوتا ہے اور اس میں معنی دیکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی علم ہوجاتا ہے کہ اس کا کس زبان سے بنیادی تعلق ہے۔ لغت بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں عام بول چال کے زبان کے علاوہ علمی موضوعات جیسے ادب، سائنس، تاریخ، جغرافیہ اور مختلف علوم کے الفاظ پر مشتمل لغت ہوتی ہیں۔ ان سے مشکل الفاظ کے معنی نکالنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ لغت میں "الف" سے لے کر "ی" تک ہر لفظ کے لیے ایک ایک باب ہوتا ہے جو لفظ "الف" سے شروع ہوتا ہے وہ "الف" کے باب میں اور جو "ب" سے شروع ہوتا ہے وہ "ب" کے باب میں اسی طرح "پ" "ت" اور

باقی تمام حروف کے لیے علاحدہ، علاحدہ باب ہیں۔

پیامیو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ "باب" کیا ہوتا ہے۔ تو باب ایک حصّہ ہوتا ہے جیسے آپ کی کورس کی کتاب میں مختلف سبق ہوتے ہیں اسی طرح لغت میں باب ہوتے ہیں یہ آپ کے سبق سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔

اچھا اب فرض کیجیے کہ جیسے آپ کو باب، سبق اور نصاب کے معنیٰ دیکھنا ہیں تو لغت میں آپ باب کو "ب" کے سلسلے میں سبق کو "س" کے باب میں اور نصاب کو "ن" کے باب میں تلاش کریں گے لیکن پیامیو اس طرح آپ معنی تلاش کرنے میں دشواری محسوس کریں گے۔ اس لیے ایک اور گُر کی بات سنیے جب آپ لغت کھولیں اور کسی باب کو مثلاً "الف" کو دیکھنا شروع کریں تو آپ کو اس میں بھی ایک خاص ترتیب نظر آئے گی۔ جیسے الف کے بعد پہلا لفظ بھی الف ہی ہوگا پھر وہ لفظ جن میں الف کے بعد "ب" آتی ہے اور پھر "پ" یہ ترتیب ہر باب میں یکساں ہوتی ہے۔

اگر آپ کو نصاب کے معنیٰ تلاش کرنا ہیں تو "ن" کا باب نکالیے اس میں سب ہی لفظ "ن" سے شروع ہوں گے "ن" کے بعد الف کا نمبر آئے گا اب ذرا غور سے تلاش کیجیے تو "ن" کے بعد "ص" اور "ب" کا لفظ بھی مل جائے گا اور آپ کو نصاب کے معنیٰ معلوم ہو جائیں گے۔

اب آپ ذرا غور سے اور دھیان سے دیکھیے کہ لغت میں صرف لفظ کے ابتدائی حرف کی ہی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ ان کے بعد کے حروف میں بھی یہ ہی ترتیب رکھی گئی ہے۔ اس سے بہت جلد لفظ مل جاتے ہیں۔

لیکن یہاں ایک بات اور ہے کہ آپ کے لیے بڑی لغت کا استعمال ابھی ٹھیک نہیں ہے طلبہ کے لیے مختصر لغت بھی آتی ہے اس کو جیبی استاد بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ کرتے کی جیب میں بھی بآسانی آجاتی ہے اور اس میں آپ کی عمر اور درجے کے لحاظ سے معنیٰ موجود ہوتے ہیں۔

اچھا تو پیامیو اب ہم کو یقین ہے کہ آپ سب مشکل لفظ کے معنی بآسانی تلاش کر سکیں گے۔ ٹھیک ہے۔

مسرّت بانو شیخ
میرا روڈ۔ ممبئی

جگنو

بچو! آج سے ہزاروں سال پہلے آسام کے گھنے جنگلات میں زومی نامی ایک خوش حال قبیلہ آباد تھا۔ جس کے لوگ محنتی، جفاکش، ایماندار، اور جنگجو تھے۔ کسی طرح قبیلے والوں کو کہیں سے کسی مدفن خزانے کا سراغ ملا اور وہ اس خفیہ خزانے پر قابض ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ قرب وجوار کے قبیلوں کی ان پر نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس خزانے کو حاصل کرنے کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ قبیلے کا سردار نیک دل، رعایا پرور، اور ایماندار شخص تھا۔ لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے اور اس کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ سردار کی ایک بیٹی تھی جو نہایت خوبصورت، بہادر اور رحم دل تھی۔ جس کا نام زوم بیکا تھا۔

زوعون نامی ایک اور قبیلہ ان کے پڑوس میں آباد تھا۔ اس قبیلے کے لوگ جادوگری میں ماہر تھے۔ اور شعبدہ بازی کے گُر جانتے تھے۔ لہٰذا ان لوگوں میں جھوٹ، فریب، مکاری، اور بے رحمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قبیلے کا سردار زومی قبیلے کے سردار کی بیٹی زوم بیکا سے اپنے بیٹے فردون کا بیاہ رچانا چاہتا تھا۔ تاکہ زومی قبیلے کے خفیہ خزانے پر قبضہ کر سکے۔

ایک روز اس نے زوم بیکا کے نام فردون کا پیغام بھیجا اور ساتھ میں ریشمی رومال سے ڈھکا ہوا خوان بھی۔ قاصدوں نے خوان قبیلے کے سردار کی خدمت میں پیش کیا اور اپنے آقا کا منشاء بیان کیا۔ سردار نے اُسے عزت واحترام سے بیٹھایا۔ اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ جب خوان پر سے ریشمی رومال ہٹایا گیا تو سردار دنگ رہ گیا۔ خوان ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا چونکہ اطراف میں سوائے ان کے کوئی اور قبیلہ دولت مند نہیں تھا اس لیے اسے تعجب ہوا اور اس نے ہیروں کی جانچ کے لیے ماہرین کو طلب کیا اور انھیں ہیرے پرکھنے کا حکم دیا۔ جواہرات کو پرکھنے کے بعد ماہرین نے کہا۔

”مہاراج! ان میں اصلی ہیرے کم اور نقلی زیادہ ہیں۔ جبکہ تمام ہیرے ہو بہو ایک

جیسے دکھائی دے رہے ہیں۔ شاید یہ ان کی شعبدہ بازی کا کمال ہے۔،،

ماہرین سے حقیقت جاننے کے بعد سردار غصہ سے آگ بگولہ ہوگیا اور بولا۔ "یہ ہماری توہین ہے۔ ہماری شان میں گستاخی کرنے کی تمھاری ہمت کیسے ہوئی؟ جانتے ہو اگر ہم چاہیں تو دھوکے کے الزام میں تمھارا سر قلم کر کے تشت میں سجاکر تمھارے سردار کے پاس بھجوا سکتے ہیں لیکن ہم مجبور ہیں۔ چونکہ اس وقت تم ہمارے مہمان ہو۔ اپنے سردار سے جاکر کہہ دو کہ آج کے بعد ہماری بیٹی تو کیا ہماری سرحد کی طرف بھی آنکھ اٹھاکر دیکھنے کی جرأت کی تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

اس طرح دونوں قبیلوں میں گہری دشمنی چھڑ گئی۔ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کی خاطر ایک دن موقع پاتے ہی دشمن قبیلے نے شہزادی زوم بیکا کا اغوا کر لیا اور پھر شہزادی کی رہائی کے لیے ماہ رتن کی شرط رکھی گئی۔ شہزادی کے عوض ماہ رتن، رتنوں میں سب سے قیمتی رتن کا سودا کرنا زومی سردار کو منظور نہ تھا۔ جس کا حجم بلخ کے انڈے کے برابر تھا۔ یہ رتن قبیلے کی شان اور نیک نامی کی علامت سمجھا جاتا تھا اور اس کا کھونا بدشگونی کی علامت مانا جاتا تھا لیکن شہزادی زوم بیکا کی رہائی بھی ضروری تھی۔ بیٹی کے فراق میں قبیلے کا سردار بستر مرگ تک پہنچ چکا تھا قبیلے میں چاروں طرف مایوسی پھیل گئی اور غم کے بادل چھاگئے۔ ایسے میں ایک روز قبیلے کے جانباز، بہادر، جنگجو نوجوانوں کا ایک دستہ سردار کے حضور میں حاضر ہوا اور انھوں نے سردار سے کہا "ہم قسم کھاتے ہیں۔ جب تک شہزادی کو دشمن کی قید سے آزاد نہیں کریں گے ہم اپنے قبیلے کو منہ نہیں دکھائیں گے۔،،

اِس طرح نوجوانوں کا یہ دستہ کسی نہ کسی طرح بچتا بچاتا، لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتا دشمن کی سرحد میں داخل ہوا۔ اور سراغ لگاتا ہوا اُس غار تک پہنچ گیا جس کے اندر جادوگرنیوں کے نرغے میں شہزادی کو قیدی بناکر رکھا گیا تھا۔ خوب جم کر لڑائی ہوئی۔ بہادر جوانوں کے سنسناتے ہوئے تیروں، چمکتی ہوئی تلواروں اور لہراتے ہوئے نیزوں کا جادوگرنیوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے ان نوجوانوں کو اپنے جادو کے زور سے کالے بھونروں کی شکل میں منتقل کر کے شہد کے چھتے کے جالے نما پنجرے میں قید کردیا اور پنجرے کو پیپل کے پیڑ کی شاخ پر لٹکادیا۔ بیچارے بھنورے دن رات گھوں۔۔۔ گھوں کرتے فریاد کرتے پنجرے میں بند پڑے رہتے لیکن ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔

ایک رات جب چاروں طرف اندھیرے کی کالی چادر تنی ہوئی تھی۔ بارش تھم

چکی تھی۔ گھپ اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسے میں ایک پری آسمان میں اُڑتی چلی جارہی تھی۔ اس نے بھنوروں کی گھوں، گھوں کی آواز سنی تو حقیقت کا پتا لگانے وہ نیچے اتر آئی اور بھونروں کی دکھ بھری داستان سنی۔ جسے سن کر اُسے ان پر ترس آگیا اور اس نے کہا۔ "میں تمھیں اس قید سے نجات تو دلا سکتی ہوں لیکن تمھیں، تمھارے اصلی روپ میں نہیں لا سکتی۔،، پھر اس نے پنجرے پر جادوئی چھڑی گھمائی۔ بھونروں کا قد سکڑنے لگا اور وہ اتنے چھوٹے بن گئے کہ آسانی سے پنجرے کے سوراخوں سے باہر نکل آئے لیکن باہر آتے ہی وہ اندھیرے میں گم ہو گئے۔ انھوں نے پری سے فریاد کی۔

"اے رحم دل پری! ہم تیرے احسان مند ہیں کہ تو نے ہمیں اس قید سے نجات دلائی گو کہ ہم اپنے اصلی روپ میں نہیں آسکے۔ اس کا ہمیں افسوس نہیں۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ اب ہم اپنے اس کالے رنگ کی بدولت اندھیرے میں ایک دوسرے کو پہچان نہیں پارہے ہیں۔ ہمیں اپنی جان کی پروا نہیں لیکن اپنے عہد کا پاس ضرور ہے۔ ہم شہزادی کو آزاد کیے بغیر واپس لوٹنا نہیں چاہتے۔ خدارا۔۔۔ کچھ ایسا کرو۔ کہ ہم اس گھپ اندھیرے میں مل جل کر اپنی شہزادی کو کھوج سکیں۔،،

پری خوش ہو کر بولی۔ "مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ قد چھوٹا ہونے کے باوجود تمھارے حوصلے بلند ہیں۔ مصیبتوں میں گھر کر بھی تم اپنے فرض سے غافل نہیں ہو اپنے عہد کے پکے اور وطن کے جانباز سپاہی ہو۔ میں تمھیں ایسی روشنی دوں گی جو دن کے اُجالے میں تو معدوم ہو جائے گی لیکن رات کے اندھیرے میں جھلملاتے ستاروں کی مانند تمھاری رہنمائی کرے گی اور اندھیرے میں مشعلِ راہ ثابت ہو گی۔

بس پری نے اپنے جگ مگ کرتے لباس میں سے کچھ ستارے توڑے اور انھیں ایک ایک کر کے سب بھونروں کے جسم پر ٹانک دیے۔ بھونرے فضا میں اڑنے لگے اور ان کے بدن پر لگے ستارے جلتے بجھتے چراغوں کی مانند روشن ہونے لگے۔

پیارے بچو! تم نے برسات کی اندھیری راتوں میں اکثر جھاڑیوں کے جھنڈ میں اور گھنے درختوں کے آس پاس ننھے ننھے جگنوؤں کو جھلملاتے دیکھا ہو گا۔ ان کے جلتے بجھتے قمقموں نے تمھارے من کو موہ لیا ہو گا۔ تمھارے دلوں میں اُنھیں پکڑنے کی چاہ نے سر اُبھارا ہو گا۔ جانتے ہو۔۔۔۔۔۔! یہ وہی زومی قبیلے کے جانباز سپاہی ہیں جو آج بھی رات کے اندھیرے میں اپنی شہزادی کو ڈھونڈھ رہے ہیں۔ آج بھی ان کی تلاش جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گی۔

اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:
۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔
۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور' ضرور پورا لکھیے' جس خط میں پتا نہیں ہوگا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جاسکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جاسکتا ہے' اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

پیلے دانت

س : عمر ۱۲ سال ہے۔ میرے دانت پیلے رہتے ہیں جب کہ میں باقاعدگی سے منجن سے دانت صاف کرتا ہوں۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرما دیجیے۔ جاوید محمد'

ج : میاں! اگر یہ پیدائشی ہے تو آپ اور میں شاید کچھ نہیں کرسکتے' لیکن اگر یہ حال کی

بات ہے تو ممکن ہے کہ آپ کو کوئی ایسی تکلیف ہوئی ہو جس کی وجہ سے کوئی مرض برپا ہوا ہو یا ممکن ہے کہ گلا صاف نہ ہو اور خون کی صفائی کی ضرورت ہو۔

ایک تو یہ کہ آپ ذرا ایک ماہ تک ایک چمچہ صافی رات کو روزانہ پی کر دیکھیں۔ میں نے ایک نیا ٹوتھ پیسٹ ریوند کے نام سے تیار کیا ہے روزانہ استعمال کر کے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ شفا فرمائیں۔

سر میں درد۔ چکر

س : عمر ۱۸ سال۔ پڑھتے وقت چکر آتے ہیں' سر میں درد رہتا ہے۔ جسمانی کم زوری محسوس کرتا ہوں' حال آنکہ ورزش باقاعدگی سے کرتا ہوں۔ عامر علی راجا'

ج : جناب راجا صاحب! ایسا لگتا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ ممکن ہے کہ نگاہ کم زور ہو اور زیادہ مطالعے سے اثر پڑتا ہو اور درد سر ہو جاتا ہے۔ میرے عزیز! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ پڑھنے کو درد سر سمجھتے ہوں! اگر ایسا ہے تو اس پر غور کرنا چاہیے اور خوب سمجھ لینا چاہیے کہ پڑھے بغیر تو علم حاصل نہیں ہوگا اور علم حاصل نہیں ہوگا تو آپ پورے انسان نہیں بنیں گے۔

ذرا ملک کا حال دیکھیں تعلیم کی کمی نے پچاس سال میں اس نہایت عظیم قوم کو ایک چھوٹی قوم بنا دیا ہے جو ہر قسم کے اخلاقی عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کمی کو اب میرے عظیم نونہال پورا کریں گے۔

آپ ایسا کریں خمیرۂ ہمدرد لے لیں۔ ۶ گرام خمیرہ روزانہ کھانا شروع کر دیں۔ ویسے بادام شیریں ۹ عدد شہد . دو تولے میں رات کو بھگو دیں۔ صبح کھائیں اس سے بھی یہ درد سری دور ہو جائے گی۔

پڑھتے وقت نیند

س : میری بیٹی کی عمر ۱۲ سال ہے۔ نویں جماعت میں پڑھتی ہے اسے پڑھتے وقت بہت نیند

آتی ہے۔ جب بھی پڑھنے بیٹھتی ہے نیند سے آنکھیں سرخ اور بوجھل ہو جاتی ہیں۔ امیر بیگم، کوئٹہ

ج : محترمہ! مجھے تو صاف لگتا ہے کہ طالبہ کو پڑھائی سے کم دلچسپی ہے۔ پڑھائی بوجھ بن گئی ہے۔ آپ ماں ہیں، آپ زیادہ توجہ سے جائزہ لے سکتی ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچی رات کو نیند پوری نہ کرتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ ان کی آنکھوں کا معاینہ بھی کرا لینا اچھا رہے گا۔

پڑھائی کے وقت آنکھوں کا بوجھل اور سرخ ہونا صحیح نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مرض آنکھوں ہی کا ہے۔

ایسا کیجئے کہ ہمدرد دواخانے سے آپ گل منڈی لے لیجئے۔ ۶ گرام رات کو پون گلاس پانی میں بھگو دیں، صبح مل چھان کر ذرا سا شہد ملا کر پلاتی رہیں۔ ۱۰۔ ۲۰ دن میں یہ خرابی انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔

کم زور حافظہ

س : عمر ۱۳ سال ہے۔ میرا حافظہ بہت کم زور ہے۔ اسے مضبوط کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ڈرائی فروٹ کھانا مناسب ہے؟ داؤد شفیع محمد

ج : ہاں ڈرائی فروٹ اچھے رہیں گے۔ خاص طور پر بادام اور ہاں اخروٹ، ذرا اخروٹ چھیل کر سامنے رکھ کر دیکھو۔ بالکل دماغ کی شکل ہے۔ سبحان اللہ کیا قدرت کی مساعی ہے۔ اخروٹ بہت اچھے رہیں گے۔ بادام کی بات یہ ہے کہ ۹ دانے رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح چھیل کر کھا لیں۔ ایسا کرنے سے بادام میں "جرمی نیشن" (نمو) ہو جاتا ہے۔ اس سے بادام قوی تر ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک بات اور وہ یہ ہے کہ اگر ان باداموں کو خوب باریک پیس کر دودھ میں ملا کر پی لیں تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جتنا باریک پیسیں گے "ایٹم" بنتا چلا جائے گا۔ اور تم جانتے ہو کہ ایٹم کی کیا طاقت ہے۔

بچوں کے لیے

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

- اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۹/:
- نماز پڑھیے ۴/۵۰
- السلام علیکم ۷/۵۰
- حضرت یوسف علیہ السلام ۴/۵۰
- حدیث کیا ہے ۴/:
- حضرت عمر فاروق رضہ ۶/:
- نقوش سیرتؐ اوّل ۵/:
- نقوش سیرتؐ حصہ دوم ۵/:
- نقوش سیرتؐ حصہ سوم ۵/:
- نقوش سیرتؐ حصہ چہارم ۵/:
- نقوش سیرت حصہ پنجم ۵/:
- رسالہ دینیات اوّل ۲/:
- 〃 دوم ۴/:
- 〃 سوم ۵/:
- 〃 چہارم ۵/:
- 〃 پنجم ۶/:
- 〃 ششم ۶/:
- 〃 ہفتم ۶/:
- 〃 ہشتم ۶/:
- حضرت آدم علیہ السلام ۴/:
- حضرت یحییٰ علیہ السلام ۳/:
- بزرگان دین ۴/:
- امت کی مائیں ۴/۵۰
- اچھی باتیں ۴/۵۰
- خوب سیرتؐ اول ۶/:
- خوب سیرتؐ دوم ۶/:
- رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
- سلطان جی رح ۴/۵۰

- سیرت پاک مختصر مختصر ۳/:
- کمسن صحابی ۶/:
- رحمان کا مہمان ۶/:
- اسلام کے جاں نثار ۵/:
- نور کے پھول ۹/:
- سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۵۰
- حضرت ابوبکر صدیق رضہ ۶/:
- حضرت عبداللہ بن عمر رضہ ۳/:
- حضرت طلحہ رضہ ۳/:
- حضرت ابو ذر غفاری رضہ ۳/:
- حضرت سلمان فارسی رضہ ۳/۵۰
- حضرت عبداللہ بن عباس رضہ ۳/:
- حضرت محبوب الٰہی رح ۳/:
- حضرت معین الدین چشتی رح ۳/:
- حضرت فرید گنج شکر رح ۳/:
- حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح ۳/:
- نیک بیٹیاں ۳/۵۰
- حضرت نظام الدین اولیاء رح ۳/:
- حضرت حمزہ رضہ ۳/:
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ ۳/:
- حضرت ابوہریرہ رضہ ۴/:
- اللہ کے صفی ۲/۵۰
- اللہ کا گھر ۴/۵۰
- اللہ کے خلیل ع ۳/۵۰
- رسول پاکؐ کے اخلاق ۴/:
- قرآن پاک کیا ہے؟ ۵/:
- اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۶/:
- 〃 دوم ۶/:
- اسلام کے مشہور امیر البحر ۹/:
- اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل ۷/۵۰

- 〃 حصہ دوم ۶/:
- اسلام کیسے شروع ہوا ۷/۵۰
- رسول پاکؐ ۶/:
- دس جنتی ۷/۵۰
- سرکار کا دربار ۶/۵۰
- چار یار ۷/۵۰
- آں حضرتؐ (اردو) ۳/۵۰
- حضرت محمدؐ (ہندی) ۴/۰
- ہمارا دین حصہ اوّل ۸/۵۰
- ہمارا دین حصہ دوم ۸/۵۰
- ہمارا دین حصہ سوم ۸/۵۰
- تحسین القرآن (زیر طبع)
- منہاج القرآن ۴/۵۰
- ائمہ اربعہ (زیر طبع)
- ارکان اسلام ۴/:
- عقائد اسلام ۴/۵۰
- خلفائے اربعہ ۱۰/۵۰
- نبیوں کے قصے ۷/۵۰
- ہمارے رسولؐ ۶/:
- مسلمان بیبیاں ۶/:
- ہمارے نبیؐ (اردو) ۴/:
- ہمارے نبیؐ (ہندی) زیر طبع
- سرکار دو عالم ۹/:
- قاعدہ یسرنا القرآن (خورد) ۲/:
- قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں) ۴/۵۰

سوانح

- بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/:
- بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/:
- بچوں کے " قاسم انصاری ۶/:
- [illegible]

اے۔حمید

خلائی ایڈونچر سیریز

دماغ بدل گیا

(قسط نمبر ۵)

کالے سانپ نے اپنا پھن شیبا کے منہ پر جھکا دیا۔
شیبا کا چہرہ چوں کہ جسم کے ساتھ ہی سُن ہو چکا تھا اس لیے وہ اپنے چہرے پر سانپ کا سانس محسوس نہ کر سکی۔ اس نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ کالے سانپ نے اپنا منہ شیبا کی آنکھوں کے درمیان رکھا اور ڈس لیا۔ شیبا کو پھر بھی کچھ محسوس نہ ہوا۔ کالے سانپ نے اپنا زہر شیبا کے جسم میں داخل کر دیا تھا۔ اس نے اپنا پھن پیچھے ہٹا لیا۔ شیبا کو اپنا خوف کم ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول ڈالیں۔ کیا دیکھتی ہے کہ کالا سانپ اس کے اوپر جھکا ہوا ہے مگر تھوڑا پیچھے ہو گیا ہے۔ شیبا حیران تھی کہ یہ سانپ کہاں سے آ گیا ہے اور اس سے کیا چاہتا ہے؟
وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا جسم ایک دم سے گرم ہو گیا اور اس کے بدن میں جیسے دوبارہ جان پڑ گئی۔ وہ اپنا ہاتھ اور پاؤں ہلا سکتی تھی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سانپ پیچھے ہو گیا۔ وہ مسلسل شیبا کی طرف تک رہا تھا۔ شیبا کو حیرانی ہو رہی تھی کہ اس کے مردہ جسم میں دوبارہ طاقت کیسے واپس آ گئی۔ وہ

اسٹریچر سے نیچے اتر آئی۔ مگر سانپ کی وجہ سے ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ اب چوں کہ اس کے جسم کی طاقت واپس آ گئی ہے اس لیے اگر سانپ نے کاٹا تو اس کے زہر سے مر جائے گی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے اس کو دوبارہ زندگی ملی ہے۔ کالا سانپ پھن اٹھائے شیبا کو تک رہا تھا۔

کوٹھری میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی تھی جو دیوار میں کسی جگہ سے پھوٹ رہی تھی۔ شیبا آہستہ سے کھسکتی ہوئی دروازے کے پاس آ گئی۔ دروازہ لوہے کا تھا اور بڑی سختی سے بند تھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اس نے دروازے کو باہر کی طرف زور لگا کر دھکیلا، مگر دروازے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں کالا سانپ اپنا پھن فرش سے تین فیٹ بلند کیے رینگتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

سانپ نے شیبا کی طرف گردن گھما کر دیکھا۔ شیبا دیوار کے ساتھ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ سانپ اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا کہ شیبا کو لگا جیسے وہ اس سے کوئی بات کرنے والا ہے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ سانپ کی زبان لہرائی اور پھر شیبا کو ایک دھیمی سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"شیبا! مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں تمھارا دوست ہوں۔"

پہلے تو شیبا کو یقین نہ آیا کہ یہ سانپ بولا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ شاید کوئی آدمی وہاں آ گیا ہے جس نے یہ جملہ کہا ہے۔ مگر وہاں ان دونوں کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ کالے سانپ کی ایک بار پھر دھیمی آواز آئی۔

"تم نے میری ہی آواز سنی ہے شیبا۔ یہاں میں ہی تمھارا

دوست ہوں اور میرے ہی ڈسنے سے تمھارے جسم میں دوبارہ طاقت آئی ہے۔"

اب تو شیبا کو یقین کرنا ہی پڑا کہ یہ سانپ ہی بول رہا ہے۔ مگر سانپ کیسے آدمی کی آواز میں بول سکتا ہے۔ یہ سانپ ضرور کوئی جن بھوت ہے یا جادوگر ہے جو سانپ بن گیا ہے۔ شیبا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سہمی ہوئی آواز میں پوچھا:

"تم۔ تم کون ہو؟"

سانپ کی آواز آئی:

"یہ میں تمھیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ اس وقت میں صرف تمھیں اس قید خانے سے نکالنے آیا ہوں۔"

اتنا کہہ کر کالے سانپ نے لوہے کے بند دروازے کے ایک طرف اپنا پھن جھکایا اور اپنے منہ سے پھنکار ماری۔ اس پھنکار کے ساتھ شعلے کی ایک لکیر نکل کر دروازے کے آہنی پٹ پر پڑی اور دروازہ ایک طرف سے یوں کٹ گیا جس طرح کوئی ویلڈنگ کی نالی سے دروازے کو کاٹ ڈالے۔ سانپ نے شیبا سے کہا:

"دروازے کو دھکیلو۔"

شیبا نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ سانپ دھیمی آواز میں بولا:

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

کالا سانپ کوٹھڑی سے نکل کر راہ داری میں آ گیا جہاں کونے میں ایک نیلا لیمپ روشن تھا۔ شیبا اس کے پیچھے چلنے لگی۔ سانپ اسے لے کر راہ داری میں ایک طرف گھوم گیا۔ آگے دیوار میں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ سانپ نے شیبا سے کہا:

"گڑھے میں اُتر جاؤ اور فرش پر پتھر کی جو سِل ہے اسے ہٹاؤ۔"

شیبا نے ایسا ہی کیا۔ وہ گڑھے میں اُتر گئی۔ نیچے پتھر کی ایک سِل تھی۔ شیبا نے سِل کو ہٹایا تو نیچے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔ سانپ خود اس راستے میں اُتر گیا اور شیبا کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ یہ ایک تنگ اور اندھیرا راستہ تھا۔ شیبا کا سر دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ جُھک کر سانپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ اسے سانپ نظر نہیں آ رہا تھا، مگر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سانپ آگے آگے چل رہا ہے۔ کچھ دیر بعد کالے سانپ کی دھیمی مردانہ آواز پھر آئی:

"شیبا اسی طرح چلتی آؤ۔ گھبرانا نہیں۔"

یہ ایک تاریک اندھیری سرنگ تھی جو زمین کے نیچے بنی ہوئی تھی۔ اس میں مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے جنھیں شیبا اپنے دونوں ہاتھوں سے بار بار پیچھے ہٹا رہی تھی۔ کچھ دور تک چلنے کے بعد سرنگ میں دُور روشنی دِکھائی دینے لگی۔ یہ روشنی بڑی پھیکی پھیکی تھی جیسے صبح سورج نکلنے سے پہلے ہوتی ہے۔ سرنگ ایک قبر میں نکل آئی تھی جہاں ایک مُردے کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سانپ نے شیبا سے کہا:

"شیبا! تم اس وقت آسیبی قبرستان کی ایک پُرانی قبر میں ہو۔ یہاں سے نکل کر جتنی جلدی ہو سکے اپنے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اب پہلی بار شیبا نے سانپ سے عمران کا ذکر کیا اور کہا:

"میرا ایک بھائی عمران بھی اس خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ کسی طرح اسے بھی یہاں سے نکالو۔ مجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اسے بھی قید میں بند کر رکھا ہوگا۔"

سانپ نے سرگوشی نما آواز میں کہا :
"عمران بھی ایک کوٹھری میں قید ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے بھی یہاں سے نکال دوں گا۔"
شیبا نے جلدی سے کہا :
"اللہ کے لیے اسے ابھی یہاں سے نکال دو نہیں تو اللہ جانے یہ بدبخت خلائی مخلوق اس کا کیا حشر کرے۔"
سانپ نے کہا :
"تم اس خلائی مخلوق کی طاقت سے واقف نہیں ہو شیبا - یہ تمھاری خوش قسمتی ہے کہ میں بھی یہاں موجود تھا ورنہ تمھارا یہاں سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔"
شیبا بولی ،" اسی لیے تو میں تم سے مدد چاہتی ہوں۔ کیوں کہ عمران کو بھی تم ہی یہاں سے نکال سکتے ہو۔"
سانپ کہنے لگا :
"تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ عمران بھی یہاں سے ضرور آزاد ہو گا۔ اب جاؤ۔"
شیبا پُرانی قبر کے گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ یہ آسیبی قبرستان ہی تھا۔ آسمان پر پچھلے پہر کی نیلی روشنی پھیل رہی تھی۔ شیبا قبروں کے درمیان تیز تیز چلنے لگی۔ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے گزر کر وہ اپنی کار کی طرف آئی اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔
دوسری جانب عمران اپنی کوٹھری میں اسٹریچر پر اسی طرح پڑا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک بے حس تھا اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ چھت کو گھورتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آخر اس کو خلائی مخلوق اپریشن والے اسٹریچر پر کس لیے لے گئی تھی اور اسے بے ہوش کس لیے کیا گیا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اس خلائی

مخلوق کے جسم اور چہرے اور آواز بالکل اپنی زمین کے لوگوں جیسی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ یا تو ان لوگوں نے اپنی انتہائی ترقی یافتہ خلائی سائنس کی مدد سے زمین کے لوگوں جیسا حلیہ بنا لیا ہے اور یا پھر یہ کسی دوسرے نظام شمسی کے کسی ایسے سیّارے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کی فضا اور آب و ہوا بالکل ہماری زمین جیسی ہے۔ ایک دم سے عمران کو جھٹکا لگا۔

خفیہ لیبوریٹری میں طوطم چیف اپنے خاص خلائی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے دو تین بٹن دبائے اور کمپیوٹر کی اسکرین پر عمران کے جسم کا ایکس رے نمودار ہو گیا۔ یہ عمران کے جسم کی اسکیننگ تھی۔ عمران کی ہڈیوں کا جو ڈھانچہ کمپیوٹر کی اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ننھا سا نقطہ بار بار چمک رہا تھا۔ یہ وہ سیکرٹ کیپسول تھا جو طوطم چیف نے لگایا تھا۔ طوطم نے ایک خاص بٹن دبایا۔ دوسری طرف اپنی کوٹھری میں اسٹریچر پر عمران کو ایک اور جھٹکا لگا۔ اس کے ساتھ ہی اسے اپنے جسم میں توانائی واپس آتی محسوس ہوئی۔ اس کے مُردہ جسم کا خون دوبارہ گردش کرنے لگا۔ وہ اسٹریچر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ ایک بار پھر زندہ لوگوں میں واپس آ گیا ہے۔ وہ اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ جیسے اس کے کان میں کسی کی پُراسرار سرگوشی سُنائی دی:

"عمران! واپس اسٹریچر پر جا کر لیٹ جاؤ۔"

عمران نے اس آواز کو اپنا وہم خیال کیا اور دروازے کی طرف بڑھا کہ وہاں سے فرار ہو جائے، مگر اس کے قدموں نے جیسے دروازے کی طرف چلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے قدم اپنے آپ اسٹریچر کی طرف آ گئے اور وہ اسٹریچر پر آ کر لیٹ گیا۔

لیبوریٹری میں کمپیوٹر کے آگے بیٹھے خلائی چیف طوطم نے اسکرین پر عمران کے ڈھانچے کو اسٹریچر پر واپس آتے ہوئے دیکھا تو اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔ سیکرٹ کیپسول نے کامیابی سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اب اس نے ایک دوسرا بٹن دبایا اور آہستہ سے سرگوشی کی:

"عمران! اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف چلو۔"

عمران کے کانوں میں وہی سرگوشی سُنائی دی تو وہ کسی غیبی طاقت کے اثر سے اسٹریچر سے اُٹھا اور آہستہ آہستہ کسی مشینی آدمی کی طرح قدم اُٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ اس کے کان میں سرگوشی کی آواز آئی:

"غار میں بائیں طرف چلو۔ آگے ایک زینہ زمین کے نیچے جاتا ہے۔ زینے سے اُتر کر راہ داری میں آ جاؤ۔"

عمران اپنے آپ غار میں بائیں طرف گھوما اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد ایک زینہ زمین کے اندر اترتا تھا۔ عمران زینے کی نیم روشن سیڑھیاں اُترنے لگا۔ زینہ ختم ہوا تو سامنے ایک چھوٹی سی راہ داری آ گئی جہاں چھت میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔ عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی سُنائی دی۔

"سامنے والے کمرے میں آ جاؤ۔"

عمران قدم قدم چلتا سامنے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ عمران کا ذہن جیسے گونج رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی یادداشت بھول رہا تھا۔ اس کے ذہن میں اپنے امّی ابّو اور دوستوں اور رشتے داروں اور شیبا کی شکلیں دُھندلی ہوتی جا رہی تھیں۔ لیے

اپنا نام بھی بھولنے لگا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کمرے میں المونیم کی گول میز درمیان میں پڑی ہے۔ اس کے گرد تین المونیم کی کرسیاں رکھی ہیں۔ چھت پر سے روشنی اُن پر پڑ رہی ہے۔ کمرے کی دیواریں بھی المونیم کی ہیں اور چمک رہی ہیں۔ کمرے میں ایک طرف دیوار کے ساتھ شیشے کا ایک تابوت پڑا تھا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا۔ عمران کے کان میں سرگوشی ہوئی۔

"عمران! اس تابوت میں لیٹ جاؤ۔"

عمران تو جیسے پُراسرار خلائی سرگوشی کے حکم کا غلام بن چکا تھا۔ وہ اپنے آپ تابوت کی طرف بڑھا اور اس میں لیٹ گیا۔ وہ مُردے کی طرح بالکل سیدھا لیٹا تھا۔ آہستہ آہستہ تابوت کا ڈھکنا نیچے ہونے لگا اور پھر تابوت کے اوپر آ کر لگ گیا۔ شیشے کا تابوت بند ہو گیا تھا۔ عمران اس کے اندر لاش کی طرح دونوں ہاتھ سینے پر باندھے لیٹا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ اوپر تک رہا تھا۔ اس کا جسم زندہ تھا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے نہ اپنے ہاتھ پیر ہلا سکتا ہے اور نہ کچھ سوچ سکتا ہے کمرے کا آہنی دروازہ خود بہ خود بند ہو گیا تھا۔

طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے سے ہٹ گیا۔ دونوں خلائی آدمی اس کے قریب ہی کھڑے تھے۔ طوطم چیف نے ان کی طرف دیکھا اور کہا:

"عمران اب پوری طرح سے ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ ہماری طرح کی خلائی مخلوق میں تبدیل ہو چکا ہے اور اس دُنیا میں ہمارے لیے کام کرے گا اور اس شہر سے ہماری پسند کے لڑکوں اور لڑکیوں کو ورغلا کر ہمارے پاس آسیبی قبرستان میں

لائے گا جہاں سے ہم ان لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنے خلائی سیارے پر پہنچادیا کریں گے۔،،
دونوں خلائی آدمی بڑے خوش ہوئے۔ایک نے پوچھا:
"مگر چیف شیبا کو ہم کب اپنی خلائی مخلوق میں تبدیل کریں گے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم شیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں خلائی کیپسول کب لگائیں گے کیونکہ ہمیں ایک ایسی لڑکی کی بھی توضرورت ہے جو اس شہر کی لڑکیوں کو ہماری خلائی لیبوریٹری میں لا سکے۔،،
(کیا شیبا خلائی مخلوق میں تبدیل ہو گئی؟ یہ آئندہ ماہ پڑھیے۔)

معمانمبر ۹۵ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل ۔۔(۱) شیشے (۲) گٹھری (۳) بچا (۴) گینڈوں (۵) پیدائش (۶) پندرہ سولہ (۷) امان (۸) معمولی

بالکل صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا، لہذا ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ فی کس : ر۴۰ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) اقلیم خاں، پی، ڈی میلو روڈ، ممبئی ۸ ۳ (۲) ہلال احمد محمد یٰسین، نیا پورہ، مالیگاؤں (۳) محمد فرشید پاشا، ۱۹ ابنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ (۴) کوثر جہاں، بکل گوڑہ، عادل آباد، حیدر آباد (۵ رضوان الحسن، وکاس مارکیٹ، اررریہ بہار (۶) محمد حسن سعدی۔ا نجمن اسٹریٹ، ویلور (۷) بدو محمد اسمٰعیل، ایچ، کے، نیو کون۔ شیرورو (۸) محمد ہارون حاجی عبد الرشید، جامع مسجد روڈ مانا، آکولہ (۹) رہبر خاں، چوک بازار۔ پاتھری، پربھنی (۱۰) محمد محی الدین، گل مہرپارک۔ نئی دہلی ۴۹

دو غلطی پر دوسرا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ فی کس : ر۲۰ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) محمد آصف انور، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ (۲) محمد عثمان شیخ۔ مجگاؤں ممبئی (۳) شمس تبریزاحیائی۔ کرنول (۴) شیخ تکمل حسین۔ بالیسر۔ اڑیسہ (۵) محمد سالک جمیل ۔مالیر کوٹلہ (۶) محمد نعیم، پاتھری (۷) صائمہ زہرا، رفیع گنج، گیا (۸) محمد مطیب احمداودگیر (۹) حسام الدین انصاری۔ بارہ بنکی (۱۰) وحید الرحمٰن۔ مالیگاؤں

ارشاد خاں سمیع اللہ
وسیم اپارٹمنٹ - بی/ ۷-۱۰۱ بمبئی کالونی
عیدا، ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

ٹی وی رحمت یا زحمت

کردار:
مرزا : ٹی وی کے شوقین
ہدایت اللہ : مرزا کے بے تکلف دوست
کریم خاں :
دانش صاحب : ایک مقامی کالج میں سائنس کے لکچرار
مرزا کی بیوی : ٹی. وی کی عاشق
مرزا کے لڑکے اور لڑکی

(پردہ اٹھتا ہے)

(مرزا کے کمرے کا منظر۔ مرزا صوفے پر بیٹھے ہیں۔ ان کے دوست ہدایت اللہ اور کریم خاں تشریف لاتے ہیں)

ہدایت اللہ: السلام علیکم مرزا۔
مرزا : وعلیکم السلام آؤ آؤ بیٹھو! بہت دنوں بعد تشریف لائے۔ آج کدھر راستہ بھٹک گئے۔
کریم خاں: بس آپ کی یاد یہاں کھینچ لائی ہے۔ آپ تو عید کا چاند ہو گئے ہیں۔ پندرہ دن سے نہ خیر نہ خیریت نہ میل ملاقات اس لیے سوچا آپ سے مل لیا جائے۔
مرزا : کیا بتائیں! آج کل اولمپک گیم چل رہے ہیں نا۔ بس یوں سمجھ لو "ٹی. وی" گلے کا ہار ہو گیا۔ کہیں باہر نکلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔
ہدایت اللہ: یار مرزا تم نے یہ کیا بیماری پال رکھی ہے۔ ایسی بھی کیا ٹی۔ وی سے محبت کہ دوستوں کو بھول جاؤ۔
مرزا : (چیں بہ جبیں ہو کر) بیماری! تم ٹی وی کو بیماری کہتے ہو۔ ارے حضرت! یہ دورِ جدید

کی رحمت ہے

کریم خاں : رحمت! ارے مرزا زحمت کہو! یہ رحمت کہاں سے ہو گئی؟

مرزا : یار تم بھی کمال کرتے ہو۔ ایسی ایجاد کو زحمت کہتے ہو۔ اس کے ذریعے گھر بیٹھے دنیا کی خبریں سن لو۔ کھیلوں کا لطف اٹھا لو۔ تفریحی پروگراموں سے دل بہلا لو۔

ہدایت اللہ : (بات کاٹتے ہوئے) اور فلمیں دیکھ کر معاشرے میں بگاڑ پیدا کر لو۔ فحش مناظر دیکھ کر اپنی عاقبت خطرے میں ڈالو۔ فرضی قصے اور من گھڑت کہانیاں دیکھ کر اپنا وقت برباد کرو۔ کیوں؟

مرزا : یار ہدایت اللہ تم تو ہمیشہ تصویر کا تاریک پہلو دیکھتے ہو۔ تمہاری نظر ہمیشہ برائیوں پر ہوتی ہے۔ خوبیوں کو تم نظر انداز کر دیتے ہو۔ تم اپنے آپ کو ابھی بھی اٹھارہویں صدی میں رکھے ہوئے ہو۔ ارے بھائی! ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ سائنسی ایجادات دنیا میں تہلکہ مچائے ہوئے ہیں۔ ٹی وی نے تو دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کیا تم نے کبھی پارلیمنٹ کی کارروائی دیکھنے کا تصور کیا تھا۔ کیا تم نے کبھی ایران اور عراق کی جنگ کے مناظر گھر بیٹھے دیکھنے کا سوچا تھا۔ کیا تم نے کبھی اولمپک کھیل سے لطف اندوز ہونے کا سوچا تھا۔

کریم خاں : بجا فرمایا آپ نے مرزا۔ لیکن کیا کبھی اس کی برائیوں پر بھی نظر گئی تمہاری۔ اس کے مضر اثرات پر بھی کبھی غور کیا ہے۔

(اتنے میں مرزا کا چھوٹا بچہ گاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتا ہے)

یائی رے یائی رے زور لگا کے ناچو رے۔

کریم خاں صاحب : (اشارہ کرتے ہوئے) دیکھا آپ نے ٹی وی کے برے اثرات۔

مرزا : پھر برائیاں گنوانے لگے۔ یہ تو دیکھو بچے کا I.Q کتنا بڑھا ہوا ہے۔ بچہ کتنا بولڈ ہو گیا ہے۔ اس کی جنرل نالج کے کیا کہنے۔

کریم خاں صاحب : چلو یہ بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ (بچے کو پاس بلاتے ہوئے) بیٹا تم نے ٹی وی پر اولمپک گیم دیکھے کیا تم بتا سکتے ہو سب سے زیادہ میڈیکل کس ملک کو ملے؟

بچہ : یہ تو انکل مجھے نہیں پتا لیکن اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ شاہ رخ خان کو دل والے دلہنیا لے جائیں گے پر فلم فیئر ایوارڈ ملا ہے۔

کریم خاں صاحب : ہاں بیٹا یہ تو تمہیں معلوم ہی ہونا تھا۔ خیر یہ بتاؤ ہمارا ملک کس کھیل میں سب سے آگے تھا اور اب اس میں سب سے پیچھے ہو گیا ہے؟

بچہ : انکل مجھے نہیں معلوم! لیکن پیچھے آپ کے پوچھنے پر مجھے یاد آیا کہ ایم۔ ایف حسین آج کل مادھوری دکشت کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ گئے ہیں۔

مرزا : (جو کچھ خجل سے تھے اچانک غصے میں آ گئے) بدتمیز چپ!

بچہ : چھوٹا بچہ سمجھ کے مجھ کو نہ آنکھ دکھانا رے۔ ٹاپی ٹاپی ڈم ڈم۔

مرزا : نکل نالایق یہاں سے۔

کریم خاں صاحب : (طنزیہ سے) کیوں ڈانٹ رہے ہیں بچے کا IQ بڑھ رہا ہے۔ بچہ بولڈ ہو رہا ہے۔

مرزا : (کھسیانے ہوکر) بچہ ہے! ناپختہ ذہن ہے نا۔

خاں صاحب : میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا کہ ناپختہ ذہنوں میں خرافات بٹھائی جا رہی ہے جاسوسی سیریل اور ہارر شو دیکھ کر ان کے ذہنوں پر غلط اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اشتہارات سے طلب بڑھ رہی ہے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بچے ضدی ہو رہے ہیں۔

ہدایت اللہ: اب اشتہارات کو دیکھ لیجیے۔ بتایئے کیا ہوتا ہے ان اشتہارات میں بے سر و پیر کے ہوتے ہیں یہ اشتہارات ادھر گولی کھائی ادھر سر درد غائب۔

(مرزا کی لڑکی جو پاس ہی کھڑی ہوئی تھی بولی)

لڑکی : انکل یہ اشتہارات تو بڑے مزے کے ہوتے ہیں۔ جیسے (وہ ایک اشتہارات کی نقل کرتی ہے) "کیا بات ہے زندگی میں بات ہے بات ہے ہم سبھی میں" انکل میں اس کے بعد ہی سے دیری ملک چاکلیٹ کھانے لگی ہوں!

مرزا : (اسے گھورتے ہوئے) خاں صاحب! آپ ٹی وی کی کتنی ہی برائی کریں لیکن آپ کو قائل ہونا پڑے گا۔ اب آپ ہی بتایئے۔ کیا دوسری ایجادات سے نقصانات نہیں ہیں۔ کیا ریل گاڑیوں، بسوں اور ملوں کا دھواں آلودگی پیدا نہیں کر رہا۔ کیا ٹریفک کے شور شرابے سے ہمارے سماعت پر اثر نہیں پڑ رہا؟

(اتنے میں مرزا کے دوست دانش صاحب داخل ہوتے ہیں جو کالج میں سائنس کے لکچرر ہیں)

دانش صاحب : بالکل سائنس نے جتنی ترقی کی انسان اتنی ہی مشکلات میں گھر گیا۔ اب دیکھو ٹی وی کی وجہ سے بینائی پر کس قدر خراب اثر پڑا ہے۔

مرزا : ایک آپ ہی باقی تھے ٹی وی میں برائیاں ڈھونڈنے والے۔ کیا دنیا میں برائیاں پھل پھول نہیں رہی ہیں۔ کیا دنیا میں جتنی برائیاں ہو رہی ہیں وہ صرف ٹی وی کی

وجہ سے ہیں۔ کیا جرائم میں اضافہ ٹی وی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ کیا قتل و غارت گری
ٹی وی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ بتایئے کیا دلہنوں کو ٹی وی کی وجہ سے جلایا جارہا ہے۔

دانش صاحب: اس میں پورا نہ صحیح تھوڑا ہاتھ ضرور ہے ٹی وی کا۔ اب تو ایسا لگتا ہے ٹی وی
ہمارا کلچر بنتا جارہا ہے۔ ٹی وی کلا کاروں کی نقالی ہمارا خاصہ بن چکی ہے۔

(اتنے میں مرزا کا بڑا لڑکا داخل ہوتا ہے۔)

بڑا لڑکا: ابھی ابھی ملی خبروں کے الوسار چائے تیار ہے۔ آپ سے ونتی ہے کہ آپ لوگ چائے
کے کمرے میں چلیں ورنہ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اسی کے ساتھ سماچار سمایت ہوئے دھنیاواد۔

دانش صاحب: دیکھا مرزا آپ نے ٹی وی ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ ہماری
شناخت بن چکا ہے۔ یہ ثقافت اور تہذیب کی علامت بن چکا ہے۔ کیا تمھیں یاد نہیں
شادی کے کارڈ پر درج ہوتا تھا لگن "مہابھارت" کے بعد ہوگا۔

کریم خاں صاحب: دانش صاحب یہ ہار ماننے والے نہیں۔ ان کی نظر میں ٹی وی رحمت ہے۔

مرزا: (چڑکر) آپ اپنی بھی تو سنایئے۔ آپ اسے بیماری سمجھتے ہیں۔ سیکڑوں برائیاں گنوائی
ہیں آپ نے اس کی۔

دانش صاحب: آپ دونوں غلطی پر ہیں۔ اگر باریکی سے دیکھا جائے تو ٹی وی بذات خود برا
نہیں بلکہ اس کا غیر مناسب استعمال برا ہے۔ آپ چھری سے قتل بھی کر سکتے ہیں اس سے
سبزی ترکاری بھی کاٹ سکتے ہیں۔ اس میں چھری کا قصور نہیں بلکہ اس کے استعمال کا ہے
ٹی وی پر اچھے پروگرام بھی ہوتے ہیں خراب پروگرام بھی۔ آپ اچھے پروگراموں کا انتخاب
کیجیے اور برے پروگراموں سے اجتناب کیجیے۔ ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول آپ کے ہاتھ میں
ہے جیسا چاہے استعمال کیجیے۔

مرزا: بجا فرمایا آپ نے اب میں قطعی برے پروگراموں سے احتراز کروں گا۔

(اتنے میں مرزا کی بیوی داخل ہوتی ہے)

مرزا کی بیوی: چلیے نا! ٹی وی پر فلم شروع ہو گئی ہے۔ کیا نہیں دیکھنا ہے آپ کو۔

(مرزا سہمے ہوئے سب دوستوں کو دیکھتے ہیں)

خاں صاحب: (شرارت سے) مرزا ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول آپ کے ہاتھ میں ہے آپ کی بیوی
کا ریموٹ کنٹرول کس کے ہاتھ میں ہے۔

(ایک زوردار قہقہہ پڑتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

●●

بچّوں کی کوششیں

نیکی کا انعام

ایک لڑکا تھا۔ نام تھا اس کا فیروز۔ وہ بہت نیک تھا۔ اسکول پابندی سے جاتا اور دل لگا کر پڑھتا۔ وہ ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہر سال کلاس میں اوّل آتا تھا۔ اس کے اساتذہ اس سے بہت خوش تھے۔ فیروز بڑوں کا بہت ادب کرتا، ان کی خدمت کرتا اور دعائیں لیتا۔ بڑوں کی نصیحت کو خوب غور سے سنتا اور ان کی باتوں پر عمل کرتا۔ روزانہ نمازِ فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتا، اس کے بعد اسکول کی تیاری کرتا۔ فیروز کے ابّو اس کو روزانہ پچاس پیسے دیتے تھے وہ ان میں سے پچیس پیسے جمع کرتا اور جب بھی کسی غریب بچّے کو پیسوں کی ضرورت پڑتی ان پیسوں سے اس کی مدد کرتا۔ فیروز ہمیشہ نماز کے لیے جاتے ہوئے یا اسکول جاتے ہوئے راستے میں کیلے کا یا آم کا چھلکا پڑا ہوا دیکھتا تو فوراً اس کو اٹھا کر کوڑے دان میں یا کنارے ڈال دیتا۔ اس کے ساتھی اس کی اس حرکت کو دیکھتے تو ہنس پڑتے اور اس سے پوچھتے کیا تمھیں گھن نہیں آتی۔ فیروز ان سے کہتا کہ ہماری امّی نے بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راستے سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور ساتھیوں سے کہتا کہ تم لوگ بھی ایسا ہی کرو۔

ایک دن فیروز نے صبح میں ناشتا کرتے ہوئے اپنے ابّو اور امّی کو بتایا کہ قریب کے گاؤں میں میلہ لگا ہوا ہے۔ اسکول کے لڑکے میلہ دیکھنے جا رہے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی ہو آؤں۔ اس کے ابّو اور امّی نے اس کو اجازت دے دی تو وہ خوشی خوشی جانے کی تیاری میں لگ گیا۔ جاتے وقت اس کی امّی نے کہا۔ فیروز میلہ سے شام سے پہلے پہلے لوٹ آؤ ورنہ تاریکی پھیل جائے گی۔ جی بہت اچھا۔ اس نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا۔ اور تھیلا لے کر گھر سے نکل گیا۔ سب لڑکے پارک میں جمع تھے۔ فیروز بھی ان سے جا کر مل گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب سب لڑکے جمع ہو گئے تو سب اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کچھ دور جانے کے بعد راستے میں کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ فیروز نے غور کیا تو اُسے ایسا لگا کہ آواز

ایک صاحب رسالے کے پیچھے کے ٹائٹل پر شائع شدہ اشتہار کو پڑھ کر بے تحاشا ہنس رہے تھے۔ دوسرے صاحب نے ان سے پوچھا "ارے صاحب! کیوں ہنس رہے ہیں؟"

انھوں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے جواب دیا، "یہ دیکھیں کیا لکھا ہے۔ حسین اور پُرکشش بنیے۔ کبھی بنیے بھی حسین اور پُرکشش ہوتے ہیں"

جھاڑیوں کی طرف سے آرہی ہے۔ وہ جھاڑیوں کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کمزور بوڑھا کانٹوں کی جھاڑیوں میں الجھ کر گر گیا ہے۔ فیروز بوڑھے کے قریب بیٹھ گیا اور اپنے تھیلے سے پانی کی بوتل نکال کر بوڑھے سے کہا "بابا آپ تھوڑا منہ کھولیں میں پانی پلاتا ہوں"۔ بوڑھے نے منہ کھولا تو فیروز اس کو آہستہ آہستہ پانی پلا نے لگا۔ تبھی فیروز کے ساتھیوں نے فیروز سے کہا آؤ چلیں وقت ہو رہا ہے۔ فیروز نے کہا میں بڑے میاں کو ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا تم وہیں بیٹھے رہو۔ ہم چلتے ہیں یہ کہ کر سب لڑکے چلے گئے۔ کانٹوں کی وجہ سے بوڑھے کے ہاتھ پیر زخمی ہو گئے تھے۔ فیروز نے بوڑھے کو سہارا دے کر آہستہ سے اٹھایا اور اس کے کپڑوں سے کانٹے نکالے، ہاتھ منہ دُھلایا اور ہاتھ پکڑ کر دوسری جگہ گھاس پر بٹھایا۔ فیروز نے گھر سے چلتے وقت تھوڑے سیب، انگور ساتھ رکھ لیے تھے۔ اس نے تھیلے سے سیب اور انگور نکال کر بوڑھے کو کھلائے۔ بوڑھے نے فیروز کو بہت دعائیں دیں اور اپنی جھولی سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی اور فیروز سے کہا، بیٹا تم بہت اچھے بچے ہو۔ میں تمھیں اور کچھ نہیں دے سکتا۔ اس تھیلی میں دو چار خوبصورت پتھر ہیں یہی لے لو۔ فیروز نے کہا "بابا آپ نے مجھے دعائیں دیں، اس سے زیادہ اور کیا چاہیے"؟ پھر اس نے بوڑھے کا دل رکھنے کے لیے اس سے تھیلی لے لی۔ بوڑھے نے کہا بیٹا! اب میں چل سکتا ہوں چلا جاؤں گا۔ تم بھی اپنے گھر چلے جاؤ۔ فیروز نے بوڑھے کو سلام کیا اور گھر واپس ہو گیا۔ گھر آ کر فیروز نے اپنی امی کو سلام کیا تو وہ حیران ہو گئیں اور پوچھا اتنی جلدی کیسے چلے آئے؟ فیروز نے اپنی امی کو سارا واقعہ سُنایا۔ اس کی امی سُن کر بہت خوش ہوئیں اور فیروز کو شاباشی دی۔ اس کے بعد فیروز نے تھیلے میں سے بوڑھے کی دی ہوئی تھیلی نکالی اور اس کو کھولا تو اندر ہیرے چمک رہے تھے۔ فیروز اور اس کی امی بہت حیران ہوئے۔ فیروز کی امی نے کہا، بیٹا یہ تمھاری نیکی کا انعام ہے۔

صفوت نشاط ــــــ پتا نہیں لکھا

علم

علم ایک ایسی دولت ہے جسے نہ کوئی چور چُرا سکتا ہے اور نہ ڈاکو۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ پیارے نبیؐ کے پاس سب سے پہلے جو وحی آئی تھی اس کی آخری دو آیتیں علم ہی کے متعلق ہیں جن کا ترجمہ ہے "اپنے اس رب کا نام لے کر پڑھو جس نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ بات سکھلائی جو وہ نہیں جانتا تھا" حدیث نبویؐ ہے کہ "علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین کیوں نہ جانا پڑے" مراد یہ ہے کہ علم کے حصول میں جو بھی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں کرو۔

وہ قوم ترقی کی منزلیں کبھی طے نہیں کر سکتی جس کے افراد علم کی دولت سے مالا مال نہ ہوں۔ علم کے بغیر انسان دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ علم کی بدولت انسان اللہ کو پہچاننے کے قابل ہوتا ہے۔ جاہل آدمی کو کتاب اور پتھر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

ماں کی گود بچّے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے اگر ماں تعلیم یافتہ، مہذب اور باشعور ہوگی تو اس کی اولاد بھی تعلیم یافتہ، مہذّب اور باشعور ہوگی۔ بچّے کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے۔

علم حاصل کر کے انسان اپنے معاشرے اور ملک کا اچھا شہری بنتا ہے۔ جہالت کے اندھیروں میں اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتا۔ کیڑوں مکوڑوں کی سی زندگی بسر نہیں کرتا اور زندگی کے وسائل سے محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام پیامی بھائی بہنوں کو علم کی دولت سے نوازے تاکہ ہم اپنے معاشرے سے جہالت کا اندھیرا دور کر سکیں۔

عبداللہ جہانگیر، خداداد پور، سجر پور ۲ سے گڑھ لوپی

بے شری

گورے گورے چہرے پر کالی کالی بٹن جیسی آنکھیں، آنکھوں کے نیچے چھوٹی سی چپٹی ناک، ناک کے نیچے سرخ گلاب کی طرح ہونٹ، پھولے ہوئے سُرخ و سفید گال بوٹا سا قد، پہلی کلاس کی طالب علم بے شری گجراتی گھرانے کی یہ چشم و چراغ ہمارے یہاں اپنی نرم مُسکراہٹوں اور معصوم اداؤں کے گلاب بکھرتی اپنی گجراتی اور ہندی ملی زبان میں بات کرتی ہمارے گھر کی فرد ہی لگتی۔

صبح سات بجے ہمارے یہاں وارد ہوتی اور دوپہر ایک بجے اسکول کے وقت کے مطابق ہمارے یہاں رہتی۔ درمیان میں کبھی ماں کے ساتھ بازار چلی جاتی۔ بے شری پرجاپتی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جہاں انڈا، مچھلی، گوشت کھانے والے لوگ گندے ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ لوگ خود مچھلی نہیں کھاتے یعنی پرجاپتی گھرانے والے۔

بے شری کے والدین پہلے جھکتے رہے پھر بچّی کی ضد کے آگے مجبور ہو گئے اور اس طرح اس کا آنا جانا ہمارے یہاں مستقل ہو گیا لیکن یہ آنا جانا اک دن اچانک بند ہو گیا۔ ہوا یوں کہ اک دن ہمارے یہاں مچھلی آئی ہوئی تھی اور بے شری نے صرف بازار میں مچھلی دیکھی تھی وہ بھی دور سے، تو وہ مچھلی قریب سے دیکھنے مچل گئی۔ ہمارے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ نہ مانی۔ ہمیں بہت ترس آیا کہ اک ننھی سی خواہش پوری نہیں کرتے بہرحال اسے دور کھڑا کیا اور مچھلی صاف کرنی شروع کی۔ وہ بڑی محویت سے دیکھتی رہی، تبھی اس کی بڑی بہن جو کچھ چڑچڑے مزاج کی

تھی اس نے جا کے اپنی ماں سے کہہ دیا۔ بے شری نے مچھلی کھائی، اس وقت ماں نے اپنے بٹے بیٹے کو بھیج کر بے شری کو بلوایا اس کے سرخ و سفید گالوں کو مزید سرخ کر کے غصہ کا اظہار کیا گیا۔ منہ اور حلق میں انگلیاں ٹھونس کر مچھلی کا پتا لگانے کی کوشش کی گئی۔ اس واقعہ پر بے شری بہت روئی چلائی، صفائی دینی چاہی لیکن اس کی بات کسی نے بھی نہ سنی بے شری کے گھر والوں پر ہمیں اتنا غصہ آیا کہ ہم نے بے شری کو آنے سے منع کر دیا لیکن کب تک اس کی معصوم نگاہیں ہمارے گھر اور چہرے کا طواف کرتیں جیسے کہہ رہی ہوں میرا کیا قصور، غلطی تو میرے گھر والوں کی ہے جنھوں نے جھوٹی خبر کو سچ سمجھ کر مجھے مارا پیٹا۔

اور پھر اک ماہ کے بعد اس کا ہمارے یہاں آنا جانا شروع ہوا۔ بے شری کو بات جلدی جلدی کہنے کی عادت بہت تھی۔ صبح جب اس سے پوچھیے کہ آج تو نے کیا کھایا تو کہتی چاند جا کری۔ ہم اسے ہنس کر چھیڑتے یہ چاند او رجاکری کیا ہوتا ہے تب کہتی چاند اور جاکری نئیں چا اور روٹی کھائی بے شری سے کبھی کبھی یہ سوال کریں کہ تم لوگ انڈا مچھلی کیوں نہیں کھاتے؟ کہتی ہم کو ہمارے بھگوان نے ناپاڑا۔ بے شری بہت حاضر دماغ بچی تھی اک بار میں نے اس سے پوچھا بے شری آج کون سی مچھلی کھائی؟ پہلے تو ناراض ہوتی لیکن میرے مذاق کو سمجھتے ہوئے فوراً بولی گو بھی مچھلی کھائی۔ اس کے بعد وہ خود ہی ہمیں اپنے کھانا کھانے کی رپورٹ دینے لگی ہر سبزی کے پیچھے مچھلی ضرور لگاتی۔ اگر اسے دن میں آنے کا وقت نہیں ملتا تو رات میں آتی۔ اتوار کے دن صرف کھانا کھانے گھر جاتی۔ ہم بہنوں کو سسٹر اپی اور ردیدی کے نام سے پکارتی جب کہ ہمارے بڑے بھائی صاحب کو نورین بھائی کہتی۔ منجھلے بھائی کو لومین بھائی کہتی۔ ابا کو ڈیڈی کے نام سے پکارتی۔ ہمارے گھر کی باتیں اپنے گھر جا کر سناتی۔ اپنے گھر والوں کی باتیں ہمارے یہاں آکر سناتی۔ اکثر دونوں بہنوں کے لڑائی جھگڑے بھی ہماری عدالت میں آتے۔

گھر چھوڑنے کے مہینے بھر پہلے سے ہی اس نے ہمیں خبر دی کہ اب اس کے گھر والے کرایہ کا مکان چھوڑ کر نئے مکان میں جانے والے ہیں۔ چند دنوں بعد میں نے اس سے پوچھا بے شری گھر چھوڑنے کو تو اک مہینہ باقی ہے پھر اتنے دن پہلے یہ خبر دی تو نے۔ تب مسکرا کر بولی دیدی میں تمھارے پاس روز صبح صبح آتی ہوں، پہلی تاریخ کے بعد میں نہیں آؤں گی۔ میں اس کی عقل پر حیران رہ گئی جیسے وہ جانے کے دن گن رہی ہو۔ مکان چھوڑنے کے دن اس کی آنکھوں میں بے شمار موتی جھلملا رہے تھے۔ ہمیں چھوڑنے کا دکھ آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا ہمارے والد صاحب بھی اسے بہت چاہتے تھے جانے کے دن اسے بہلانے کی غرض سے ابا جان نے اس کو ایک دو شعر سنائے جن سے

اس کے بھیگے ہوئے چہرے پر ہنسی دوڑ گئی۔ شعر یہ تھا۔

اک چھوری سندر پری
اس نے کھائی دہی کڑی!
اس کا نام ہے شری

ایک غیر مذہب کی ہونے کے باوجود جو محبت اس نے ہم کو دی، تعصب کی جو دیوار اس کے گھر والوں نے کھڑی کرنی چاہی تھی اس کو مسمار کرکے ہم سے آخر تک محبت سے ملتی رہی اور اس نے اپنی کبھی نہ بھولنے والی یادوں اور باتوں کو ہمارے ذہن پر ثبت کر دیا۔ ہماری دلی دعا ہے ہے شری جہاں رہے خوش رہے اور بچپن کی خصلتیں ہمیشہ اس کے پاس رہیں۔

آمنہ بیگم بنت عبدالوہاب نہطولے ۱/۷ امیش سدن سوسائٹی۔ پربھات نگر۔ ممبئی ۳۰۰

جنّت کا مستحق

"یہ راستہ جنت کا ہے نا؟" احمد نے وہاں کھڑے ہوئے ایک نورانی چہرے والے سے پوچھا۔

"ہاں! یہ راستہ جنّت کا ہے،" اس نورانی چہرے والے نے جواب دیا۔

احمد نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟

"نماز" اس نورانی چہرے والے نے جواب دیا۔

احمد: میں نے آپ کو وقت پر اور تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اب آپ مجھے جنت میں جانے کی اجازت دیں گے؟" میری طرف سے تمھیں خوش خبری ہے تمھیں مبارک ہو تم جنت کے مستحق ہو" نورانی چہرے والے نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

احمد آگے بڑھا، وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا کہ وہ جنت کا مستحق ہے۔ وہ خوش خوش جا رہا تھا کہ راستے میں ایک فرشتہ ملا۔ احمد کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ "روزہ" ہے اور احمد سے ان کو کوئی شکایت نہیں ہے اور احمد کو وہ جنت تک چھوڑنے کے لیے آیا ہے۔ احمد کا چہرہ خوشی سے اور چمک اٹھا۔ اگر کسی کو جنت کی بشارت ہو تو کیا وہ خوش نہیں ہوگا؟ یقیناً ہوگا۔

احمد جنت کے دروازے پر پہنچا۔

مریض (ڈاکٹر سے) "میں کئی دنوں سے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں کرکٹ کھیل رہا ہوں"۔
"یہ دوا لے لیجیے خواب آنا بند ہو جائیں گے"۔ ڈاکٹر نے کہا۔
"لیکن یہ دوا میں آج نہیں کل کھاؤں گا"۔
"مگر کیوں؟" ڈاکٹر نے حیرت سے پوچھا۔
"آج میری سنچری بننے کی امید ہے" مریض نے جواب دیا۔

جنت کے پہرے دار سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دم دو فرشتے بھاگتے ہوئے آئے اور بولے "کیا تم احمد ہو؟" "جی ہاں! میں ہی احمد ہوں۔ احمد نے ہلکی سی آواز میں کہا "تم جنت کے مستحق نہیں ہو" گویا انھوں نے میزائل پھینکا۔ "کیوں؟"، احمد کی کشادہ پیشانی پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے۔ "کیونکہ تم نے ماں کی خدمت نہیں کی۔ یاد کرو کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن تمھاری والدہ سر کے درد سے تڑپ رہی تھیں انھوں نے تم سے کہا تھا "بیٹے! سر دباؤ، میرے سر میں بے حد درد ہو رہا ہے" "ماں! میں ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں" تم نے کہا۔ تم اپنے دوست سے بعد میں بھی مل سکتے تھے مگر تم نے ماں کی خدمت کو پیچھے ڈال دیا۔ تمھیں ماں کی خدمت کرنی ضروری تھی۔ اتنا کہنے کے بعد اس فرشتہ نے احمد کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ احمد بہت ہی پریشان تھا وہ رو رہا تھا اور پچھتا رہا تھا کہ کاش! اس نے ماں کی خدمت کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا۔ یہ تھا احمد کا خواب، مگر کتنا سچا، کتنا نصیحت آمیز۔ سچ ہے جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ اگر ہم سب ماں کی خدمت کریں گے تو جنت کے مستحق ٹھہریں گے۔

عائشہ کوثر، نواب پورہ، مونڈھا روڈ، اورنگ آباد

عبرتناک واقعہ

جب کبھی بھی والد صاحب اپنی آٹھ یا دس دن کی چھٹیاں گزارنے کے لیے گھر آتے تو میں ان کے ساتھ بازار جایا کرتا تاکہ سودے کا تھیلا میں خود اٹھا کر لاؤں۔

ایک دن والد صاحب نے مجھے ایک ایسے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ آدمی جو سامنے سے آرہا ہے وہ ہمارے دور کے رشتے کا بھائی ہے۔ ان کے والد صاحب مرحوم بڑے رئیس تاجر تھے۔ یہ ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ بڑے لاڈ پیار سے پالا گیا ہے۔ اس کے لیے عمدہ لباس اور عمدہ غذا کا خیال رکھتے تھے پھر اسکول جانے آنے کے لیے سائکل کا انتظام بھی کیا گیا تھا مگر اس کی اچھی اور نیک تربیت کا خیال اس کے والدین کو نہ آیا۔ لباس میں یا کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ کمی بیشی ہو تو ماں باپ کو ہی برا بھلا کہتا تھا۔ اس کے والد بچے کو نادان اور بے عقل سمجھ کر اس کو روکتے اور ٹوکتے نہ تھے۔ جو کچھ وہ مانگتا اس کی فرمائش پوری کرتے تھے اس لیے یہ بڑا ضدی ہو گیا تھا۔ تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی پھر والد کے ساتھ تجارت کرنا سیکھتا رہا۔ چند دنوں کے بعد منگنی ہوئی اور پھر بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی۔

شادی کے دو تین سال گزرنے کے بعد باپ کا انتقال ہو گیا۔ اب اس کی بیوی نے

شوہر سے چھوٹی چھوٹی بات پر ساس کی شکایت کرنا شروع کردی۔ بیوی کی باتوں میں آکر اس نے اپنی ماں کو گالیاں دینا اور اس کو مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ آخر ماں ہی تو تھی بیٹے کی مار پیٹ کو برداشت کرتی رہی۔ جب حد سے زیادہ ظلم و ستم بیٹے نے شروع کردیا تو ماں کی زبان سے ہر وقت یہی بد دعا نکلتی رہی کہ اے اللہ اس کو اندھا بنادے۔ اللہ نے مظلوم ماں کی دعا قبول کر لی اور وہ اب اندھا بن کر گلی گلی اور بازاروں میں گھومتا پھر رہا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔ اس کی بیوی اپنے بچوں کو لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی۔ اب حال یہ ہے کہ بچے جوان ہو کر کماتے کھاتے اور ماں کی دیکھ بھال کرتے ہیں لیکن باپ کا گھر میں آنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

والد صاحب نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تم اپنے ماں باپ کی خوب خدمت کیا کرو، ان کی دعائیں لیتے رہو۔ ان کو ہمیشہ خوش رکھنے اور ان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ ان کی کسی بات پر غصہ نہ کرو خواہ وہ تم کو بری اور کڑوی ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ ان کی باتوں پر چلنا تمھارے لیے بھلائی ہے۔ تمھاری دنیا اور آخرت بھی اچھی بن سکتی ہے۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرو۔ روزانہ پانچ وقت کی نمازیں بھی ادا کرو۔ قرآن کی تلاوت کی عادت ڈالو۔ اچھی صحبت میں رہو۔ اچھے اور نیک اخلاق پیدا کرو۔ ماں باپ سے نرمی سے پیش آؤ۔ ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ یہ میری چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہیں تم ہمیشہ یاد رکھنا اور عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ ورنہ اس آدمی کی زندگی سے بھی بدتر تمھاری زندگی بن جائے گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور اس کی کنجی باپ ہے۔

ایک مسافر شہر میں نیا نیا آیا۔ اپنی تنہائی سے گھبرا کر ایک ہوٹل میں جا بیٹھا۔ بیرے نے آکر پوچھا کہ آپ کو کیا چاہیے؟
"ایک پلیٹ تلی ہوئی مچھلی اور ہمدردی کے دو بول بس"۔ مسافر نے جواب دیا۔
بیرا خاموشی سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بیرے نے پلیٹ لاکر میز پر رکھی اور مسافر کے کان میں کہنے لگا۔ "مچھلی نہ کھانا باسی ہے"

ابن عبداللہ باشاہ عرف امین، قلعہ وانم باڑی

نورِ الٰہی

عورتوں کو چاہیے کہ وہ دین کے احکام اور تہذیب سیکھیں، اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں، ہر ممکن کوشش کریں کہ وہ ایک اچھی بہن، ایک اچھی بیوی اور ایک اچھی ماں ثابت ہوں۔ خدا کی فرمانبردار بندی بن کر اپنے

فرائض بحسن وخوبی انجام دیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
"اے ایمان والو! اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت خدا کے حضور حاضر ہوتے پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیق حیات کو جگاتے اور کہتے "اٹھو اٹھو نماز قائم کرو" اور قرآنی آیت تلاوت فرماتے، اور کہتے "اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجیے اور خود بھی اس پر پابند رہیے"
خواتین کے لیے ضروری ہے کہ صفائی، سلیقہ اور آرائش و زیبائش کا پورا اہتمام کریں گھر کو صاف ستھرا رکھیں، گھر میں چیزوں کو سلیقے سے سجائیں اور سلیقے سے استعمال کریں، صاف ستھرا گھر، قرینے سے سجے ہوئے صاف ستھرے کمرے، پاک صاف باورچی خانہ، گھریلو کاموں میں سلیقہ اور سگھڑ پن۔ بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی پاکیزہ مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی پیار و محبت اور خیر و برکت سے مالا مال ہوتی ہے بلکہ یہ خدا کو بھی خوش کرنے کا ایک ذریعہ ہے، ایک بار بیگم عثمان بن مظعونؓ سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ بیگم عثمان نہایت ہی سادہ کپڑوں میں ہیں اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا "بی بی کیا عثمان کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟"

حضرت عائشہؓ کے اس تعجب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہروں کے لیے بناؤ سنگھار کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

سید محمد مظفر چشتی، جامع مسجد قصبہ پھپھوند، اٹاوہ یوپی

لالچی نائی

ایک نائی تھا جو بہت ہی لالچی تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ وہ اچھے سبزیوں والے باغ میں گیا جہاں بہت ساری مٹر کی پھلیاں لگی ہوئی تھیں۔ نائی مٹر کی پھلیوں کو توڑ کر ایک بڑے جھولے میں رکھ کر چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک بڑے ٹڈے پر پڑی جو اس باغ میں موجود تھا۔ نائی نے سوچا کہ یہ ٹڈا میری مٹر کی پھلیوں کو کھا رہا ہے اس لیے اس کو پکڑنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے دوڑ کر اس کی دم پکڑ لی۔ دم کا پکڑنا تھا کہ ٹڈا نائی کو لے کر آسمان کی طرف اڑ گیا اور اڑتے اڑتے ایک بہت ہی خوبصورت جگہ اترا۔ اس جگہ بہت سی دیوی دیوتا رہتے تھے جن میں دیوتاؤں کا راجا بھی تھا جب اس نے ایک نائی کو دیکھا تو اس سے کہا "ہمارے پاس کوئی نائی نہیں ہے۔ ہمارے بال لمبے ہو چکے ہیں اور ہماری داڑھیاں بکھری ہوئی ہیں تم ہمارے بالوں اور داڑھیوں کو درست کرو، اس کے بدلے میں ہر ایک دیوتا تمہیں سونے کا ایک سکہ دے گا" نائی بال کاٹنے پر تیار ہو گیا

اور سینتیس (۳۷) دیوتاؤں کے بال اور داڑھیاں درست کیں، بدلے میں سونے کے سکے حاصل کر کے چلنے کے لیے تیار ہوا۔ دیوتاؤں کے رہنما نے نائی سے کہا کہ ایک بار پھر کبھی آنا۔ نائی کی نظر دوبارہ اسی ٹڈے پر پڑی جو اڑ کر نیچے کی طرف آرہا تھا۔ نائی نے دوڑ کر اس کی دم پکڑ لی اور زمین پر واپس آگیا۔ اس نے سارے سکے اپنی بیوی کو دکھلائے، وہ اتنے سکے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ نائی کے بھائیوں کو جب سکوں کا علم ہوا تو وہ سب اس کے پاس آئے اور سکوں کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اس نے اپنے بھائیوں کو تمام واقعہ سنایا دوسرے دن تمام بھائی نائی کے ساتھ اسی باغ میں پہنچے جہاں اس نے ٹڈا دیکھا تھا۔ نائی نے دوڑ کر اس کی دم پکڑ لی اور ٹڈا اس کو لے کر اڑا۔ یہ دیکھ کر ایک بھائی نے دوڑ کر نائی کی ٹانگ پکڑ لی اور اوپر کی طرف جانے لگا۔ پھر تیسرے نے بھی یہی کیا۔ اس طرح ایک دوسرے کا پاؤں پکڑ کر تقریباً ۵۳ نائی اس خوبصورت جگہ کے قریب پہنچ گئے اور ٹڈا اسی جگہ اترنے ہی والا تھا کہ ایک اجنبی شخص نے دم پکڑے ہوئے نائی سے پوچھا "کیا تم اس طرح زیادہ سکے پاؤ گے؟" نائی نے کہا "ہاں" پھر اجنبی نے پوچھا "ہاتھوں کے اشارے سے بتاؤ کہ کتنے سکے لوگے" اس لالچی شخص نے ٹڈے کی دم چھوڑ کر ہاتھوں سے اشارہ کرنے ہی والا تھا کہ اپنے ترپن ۵۳ بھائیوں سمیت دھم سے زمین پر آ گیا۔

(انگریزی کہانی)

جھاڑو بیچنے والا گلی میں آواز لگا رہا تھا۔ اس نے ایک عورت سے کہا "بی بی جی! جھاڑو لے لو۔"

عورت نے کہا: "مجھے جھاڑو کی ضرورت نہیں لیکن تم میرے پڑوس میں ضرور پوچھ لو، کیونکہ ان کی جھاڑو ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

حضرت ابراہیمؑ کا توکّل

عبداللہ اعظمی، خداداد پور سنجر پور، اعظم گڑھ

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی قوم کے روبرو حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگی کہ خداوندا، تیرے خلیلؑ آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور ان کے سوا زمین پر کوئی انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں۔ پھر آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ آپ فرمائیں تو پانی برسا کر اس آگ

کو بجھادوں؟ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو زبردست آندھی چلا کر آگ کو بجھادوں؟ آپ نے ان فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہی جب چاہے گا، جس طرح چاہے گا میری مدد فرمائے گا۔ آخر کار وہ آگ گلزار ہوگئی۔

زمیسہ فاطمہ محمد زبیر شیخ۔ شیواجی نگر، جلگاؤں

پردہ

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی تمام تر تعلیمات انسانی فطرت وطبیعت کے عین مطابق ہیں۔ اسلام نے انسان کی دینوی و دنیاوی وقار کا نہ صرف خیال رکھا ہے بلکہ اسے باعزت وباوقار رہنے کی تاکید بھی کی ہے۔ جوں ہی کسی باوقار انسان کی عزت پر حرف آتا ہے تو اسلام کا قانون تعزیر حرکت میں آجاتا ہے۔ مجرم کے لیے عبرت ناک سزا اور غیور مومن کے لیے تحفظ ناموس کی نوید مسرت لاتا ہے، اس سے قبل تحفظ ناموس و وقار کی خاطر تشریعی احکام دیتا ہے جن پر عمل پیرا ہوکر معاشرہ جرائم سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پردے کا شرعی حکم بھی عورت کی عزت اور اس کے وقار کے پیش نظر دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد عورتوں پر پابندی عائد کرنا یا انھیں مردوں سے کم تر دکھانا ہرگز نہیں ہے۔ حدیث میں ہے۔

"النساء شقائق الرجال" یعنی عورتیں انسان ہونے میں مردوں کے برابر ہیں"۔ ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کا پردہ کرنا اور منہ ڈھانپنا فرض ہے۔ اس کی فرضیت کے دلائل اللہ رب العزت کی کتاب عظیم اور نبیؐ کی سنت مطہرہ میں موجود ہیں۔ جہاں تک عورتوں کے پردے کا سوال ہے تو آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عورتیں چادر اوڑھے بغیر نکلتی تھیں۔ مردوں کی نظر ان کے ہاتھ اور چہرہ پر پڑتی تھی۔ اس دور میں عورتوں کے لیے جائز تھا کہ چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھیں اور مردوں کے لیے بھی ان کی طرف دیکھنا درست تھا کیونکہ اس کا کھلا رکھنا جائز تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا۔ "اے نبی اپنی ازواج، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادریں لٹکائیں" تو عورتیں مکمل طور پر پردہ کرنے لگیں۔ اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ جب گھر سے باہر نکلیں تو حجاب لگا کر نکلا کریں۔

عورت کے چہرے کو بے پردہ رکھنے کے بڑے بڑے نقصانات ہیں جیسے عورت جب اپنے چہرے کو بے پردہ رکھتی ہے تو اپنے آپ کو فتنے میں ڈالتی ہے۔ کیونکہ اسے ان چیزوں کا اہتمام والتزام کرنا پڑتا ہے جس سے اس کا چہرہ خوبصورت اور دلکش دکھائی دے۔ اس طرح وہ دوسروں کے لیے فتنہ کا باعث

بنتی ہے۔ اس عادت بد سے عورت کے ضمیر سے رفتہ رفتہ شرم وحیا جاتی رہتی ہے جو ایمان کا جزو اور فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔

ایک زمانہ میں عورت شرم وحیا میں ضرب المثل ہوتی تھی مثلاً کہا جاتا تھا کہ فلاں تو پردہ نشیں دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلی ہے۔ شرم وحیا کا جاتا رہنا اس فطرت کے خلاف بغاوت بھی ہے جس پر اسے خالقِ کائنات نے پیدا کیا ہے۔

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو عورتوں کو مردوں کے ساتھ راستہ میں چلتے ہوئے دیکھا تو عورتوں سے ارشاد فرمایا "ایک طرف ہٹ جاؤ۔ بیچ راستہ سے چلنا تمھارا حق نہیں ہے ایک طرف ہو کر چلا کرو۔ نبی اکرمؐ نے اس شخص کو دیوث قرار دیا ہے جسے اپنے اہل خانہ کی بے حرمتی پر غیرت نہیں آتی، اور دیوث پر جنت حرام ہے اور جو شخص اپنے اہلِ خانہ کی عزت کی حفاظت کے لیے کٹ مرے اُسے شہید قرار دیا گیا ہے۔

محمد امام الدین متعلم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۲۵

ایک مرغ جو بولتا تھا

حضرت سلیمانؑ ایک بہت بڑے بادشاہ گزرے ہیں۔ وہ اللہ کے نبی بھی تھے وہ پرندوں اور جانوروں کے علاوہ چیونٹی جیسی چھوٹی چھوٹی مخلوقات کی بھی بولیاں جانتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے اللہ کے نبیؑ مجھے جانوروں اور پرندوں وغیرہ کی بولیاں بولنے اور سمجھنے کا ہنر سکھائیے؟ تاکہ میں ان کی بولیاں سن سن کر اپنے خدا کو پہچان لوں۔ کیونکہ لوگوں کی زبانیں ہمیشہ جھوٹ، فریب اور دغا میں لگی رہتی ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس شخص کے ذہن میں چھپی ہوئی اصل بات کو پہچان لیا اور کہا کہ تو اس بیکار خواہش سے دور رہ۔ کیونکہ اس میں بے شمار نقصانات ہیں اور جانوروں کی بولیاں سیکھنے سے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوتی لیکن وہ شخص ضد کرتا رہا کہ وہ تو جانوروں کی بولیاں ضرور سیکھے گا۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے عرض کیا۔ اے پروردگار تو بڑا بے نیاز ہے

ایک پروفیسر اپنی بیوی بچوں سمیت ریل میں سفر کر رہے تھے کہ سامان دیکھ کر بیوی سے بولے۔

"کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم اپنے ساتھ کھانے کی میز بھی لے آتے۔ بچے آرام سے کھانا کھا لیتے۔"

بیوی (حیران ہو کر) "کبھی کسی کو ریل میں میز پر کھاتے ہوئے دیکھا ہے؟ مگر تم اتنا پریشان کیوں ہو؟"

پروفیسر نے جواب دیا "اس لیے کہ میں ریل کے ٹکٹ کھانے کی میز پر ہی چھوڑ آیا ہوں۔"

یہ شخص اپنی ضد سے باز نہیں آتا۔ تو ہی بتا اب میں کیا کروں۔ عرش سے جواب آیا۔ " اے سلیمانؑ! اس شخص کی خواہش پوری کر دو۔ اس لیے کہ ہم کسی کی دعا کو رد نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے اس شخص کو کتے اور مرغ کی بولی سکھا دی۔ وہ شخص خوش خوش گھر واپس لوٹا اور اگلے روز اپنے پالتو جانوروں کتے اور مرغ کی بولی سننے کے لیے دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں گھر کی نوکرانی نے رات کی بچی ہوئی روٹی کا ٹکڑا باہر پھینک دیا۔ مرغ فوراً پھڑپھڑاتا آیا اور اس نے روٹی کا ٹکڑا اپنے منہ میں دبا لیا۔ یہ دیکھ کر کتے سے نہ رہا گیا اور بولا یار! تو بڑا لالچی ہے باسی روٹی کا یہ ٹکڑا دراصل میرے حصے کا تھا۔ تو نے اسے بھی اچک لیا۔ مرغ نے جواب دیا اس باسی روٹی کے ٹکڑے کا خیال نہ کر، کل ہمارے مالک کا چہیتا گھوڑا مرنے والا ہے اس کا گوشت خوب پیٹ بھر کر کھانا، بس ذرا صبر کر۔ اس شخص نے جب یہ سنا کہ گھوڑا مرنے والا ہے فوراً جلدی سے گھوڑا کھولا اور بازار لے گیا اور اسے بیچ کر دام کھرے کر لیے اور خوشی خوشی گھر لوٹ آیا۔ دوسرے دن بھی نوکرانی نے جب پھر روٹی کا ٹکڑا پھینکا تو مرغ نے پھر اچک لیا اور کتا منہ دیکھتا رہ گیا۔ پھر کتے نے مرغ سے کہا تو بڑا چالاک اور فریبی ہے تو نے کہا تھا کہ کل گھوڑا مر جائے گا اور مجھے پیٹ بھر گوشت ملے گا لیکن آقا نے تو اسے بیچ دیا۔ کہاں ہے گوشت، اے مرغ تو نمبر ایک کا جھوٹا ہے لیکن مرغ جھوٹا نہ تھا بولا گھوڑا مرنے والا تھا۔ یہاں نہیں کہیں اور جا کر مر گیا اور ہمارے ہوشیار آقا نے اپنے آپ کو نقصان سے بچا لیا اور اپنی جیب گرم کر لی لیکن تو فکر نہ کر، کل اس کا اونٹ مرنے والا ہے۔ پھر تیری پانچوں انگلیاں گھی میں تر ہوں گی۔ مالک یہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ لپکا ہوا گیا اور اونٹ بھی فروخت کر کے دام وصول کر لیے۔ وہ خوش تھا کہ جانوروں کی بولیاں سیکھ کر فائدہ میں رہا۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے خواہ مخواہ ڈرایا کہ اس میں بے شمار خطرے ہیں؟ کتا پھر اونٹ کے گوشت سے محروم ہو گیا۔ اس نے غراتے ہوئے مرغ سے کہا او زمانے بھر کے جھوٹے مرغ۔ جھوٹ بولنے میں تجھے کیا مزہ آتا ہے۔ مرغ نے بڑے زور سے بانگ دے کر کہا۔ تو غم نہ کر اونٹ بھی یہاں نہیں دوسری جگہ جا کر مر گیا۔ اب دیکھ میرے یار! کل ہمارے آقا کا غلام مرنے والا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد فقیروں، غریبوں میں روٹی گوشت تقسیم ہو گا لے اب خوش ہو جا۔ لیکن آقا نے مرغ کی بات سن کر فوراً غلام کو اچھی قیمت پر فروخت کر دیا اور پھر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے بولا، میں تین بڑے نقصانات سے بچ گیا اگر کتے اور مرغ کی بولی مجھے نہ آتی تو مجھے بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑتا۔ چوتھے دن

کٹنے نے آنکھیں نکال کر مرغ سے کہا۔ او
جھوٹوں کے بادشاہ تو تو کہتا تھا کہ غلام مرے گا
اور اس پر ہمارا آقا روٹی اور گوشت تقسیم
کرے گا غلام کیا مرا وہ تو بک گیا۔ مرغ نے
ٹکڑوں کوں ٹکڑوں کوں کی صدا لگاتے ہوئے
کہا۔ قسم خدا کی میں نے بالکل سچ کہا تھا غلام
کو جس نے خریدا ہوگا وہ اپنی قسمت کو رو رہا
ہوگا۔ کیونکہ غلام نئے آقا کے پاس جا کر دوسرے
دن مر گیا، اس کی ساری رقم برباد ہوگئی۔ خیر
ایک راز کی بات بتاتا ہوں، کل ہمارے آقا
کا نمبر ہے وہ یقیناً مر جائے گا موت کے فرشتوں
سے ہرگز نہیں بچ سکے گا پھر اس کے والی
وارث بھیڑ ذبح کریں گے۔ دیگیں چڑھیں گی
فقیروں اور محتاجوں کا ہجوم ہوگا اور تجھے روٹیاں
بوٹیاں، ہڈیاں اتنی کثرت سے کھانے کو ملیں گی
کہ تیرا جی بھر جائے گا۔ افسوس ہمارے آقا کو
اپنی موت یاد نہ آئی بلکہ مال و دولت جمع کرنے
میں لگا ہوا ہے، بڑا حریص ہے دولت کا، وہ
اب اپنی جان گنوائے گا اور تمام مال و دولت
کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔

جب آقا نے مرغ کی یہ بات سنی تو مارے
خوف کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ ساری
طاقت ٹوٹ گئی، گرتا پڑتا حضرت سلیمانؑ کے
دربار میں پہنچا اور ساری داستان سنا کر فریاد
کی کہ اے اللہ کے سچے نبی مجھے ملک الموت
سے بچا لیجیے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا تو فوراً بازار
چلا جا اور اپنے آپ کو بیچ ڈال، تو تو اس کام

بیٹا (اپنے کنجوس باپ سے) "ابو! آپ واپس کیوں آگئے؟"

باپ: (ہانپتے ہوئے) "بڑی دور سے واپس آیا ہوں۔ کمرے کی بتی بجھانا بھول گیا تھا۔"

بیٹا: "اتنی دور سے بھاگ کر آئے ہیں! آپ کے جوتے گھس گئے ہوں گے۔"

کنجوس باپ: "یہ معلوم ہوتا تو میں جوتے اُتار کر بھاگتا۔"

میں بڑا ہوشیار ہے اس مرتبہ بھی اپنا نقصان کسی
اور کے سر منڈھ دے لیکن وہ شخص مسلسل
دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔ حضرت سلیمانؑ
نے کہا اے شخص اب بھی اگر تو ایمان لے آئے
تو میں تجھے جنت کی بشارت دیتا ہوں، آنے
والی موت کبھی ٹل تو نہیں سکتی۔ وہ شخص فوراً
حضرت سلیمانؑ کی ہدایت سن کر ایمان لے آیا
اور ابھی چند منٹ نہ گزرے ہوں گے کہ اس کا
دل زور سے دھڑکنے لگا، یکایک خون کی
قے ہوئی اور فوراً مر گیا!

پیارے پیامی بھائیو اور بہنو! اللہ نے
اس بات کو ہم سے چھپا رکھا ہے کہ کون کب
اور کہاں مرے گا۔ موت کے وقت کا معلوم
نہ ہونا بھی ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے۔
اگر موت کا وقت معلوم ہوتا تو دنیا میں ہر شخص

مسلسل دھاڑیں مار مار کر روتا رہتا، کوئی نہ دین کا کام کرتا نہ دنیا کا۔

(حکایت رومی سے)

محمد حارث حبان چرتھاولی متعلم دارالعلوم محمدیہ لائر پالیہ، نائنڈھلی میسور روڈ، بنگلور ۳۹

ایک غلام کا قصہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا، جب میں اس کو لایا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے؟ کہنے لگا "جو نام آقا رکھیں" میں نے پوچھا "تم کیا کام کرو گے؟" کہنے لگا "میرے آقا جو حکم دیں گے" میں نے پوچھا تم کیا کھانا چاہتے ہو تاکہ میں تمھاری خاطر اس کی فکر کروں" کہنے لگا "میرے آقا جو آپ کھلائیں گے" میں نے پوچھا "تمھارا کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے" کہنے لگا کہ آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے۔ جو آقا کی مرضی ہے وہی غلام کی خواہش ہے" اس کا یہ جواب سن کر مجھے رونا آگیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو میرے مولا جل جلالہ کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے تو مجھے اپنے آقا کے ساتھ ادب کرنا سکھا دیا۔

ایچ، ایم، میمنی۔ نئی مسجد مدرسہ عثمانیہ امریلی (گجرات)

علم بہتر یا مال

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے مگر جواب الگ الگ چاہتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ ہاں کہو، اس نے سوال پیش کیا "علم بہتر یا مال"۔ حضرت علی رضؓ نے جواب دیا "علم اس لیے بہتر ہے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنا پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے علم کو نہیں رہتا۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ صاحب مال کبھی کبھی بخیل کہلاتا ہے مگر صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے مال سے دل تنگ و تاریک ہو جاتا ہے۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ کثرت مال سے فرعون نے خدائی کا دعوا کیا مگر کثرت علم سے رسول پاک نے اللہ کو پہچانا، علم اس لیے بہتر ہے کہ یوم قیامت مال کا حساب ہوگا علم پر کوئی حساب نہ ہوگا۔

محمد قاسم شیخ ٹیکری پورہ منگرول پیر آکولہ

مینڈک کی حضرت داؤدؑ سے گفتگو

کتاب الزاہر میں مصنف عبداللہ القرطبی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح بیان کروں گا کہ جو اس کی مخلوق میں کسی نے نہ کی ہوگی۔ یہ سن کر ایک مینڈک نے جو آپؑ کے گھر کے حوض میں رہتا تھا پکار کر کہا کہ اے داؤدؑ کیا آپ اللہ کی بارگاہ میں اپنی تسبیح پر فخر کرتے ہیں حالانکہ مجھ پر ستر سال گزر گئے لیکن میری زبان ذکر الٰہی سے خشک نہیں ہوئی علاوہ ازیں دس راتیں گزر چکی ہیں کہ میں نے ابھی تک نہ کوئی سبزی چکھی ہے اور نہ پانی پیا ہے بس دو کلمے میری زبان پر جاری ہیں۔ حضرت داؤدؑ نے دریافت فرمایا وہ دو کلمے کون سے ہیں؟ تو مینڈک نے بتایا۔ یا مسبحاً بکل لسانٍ و مذکوراً بکل مکانٍ۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ کے دل میں خیال آیا کہ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں ان سے زیادہ بلیغ الفاظ میں اللہ کی تسبیح بیان کروں۔ (الحدیث)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ نے ایک بار اپنے دل میں یہ گمان کیا کہ جیسی حمد اللہ کی میں کرتا ہوں ویسی کوئی نہ کرتا ہوگا۔ آپ اپنی محراب میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے قریب ایک حوض تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اس نے آپ سے کہا اے داؤدؑ اس مینڈک کی آواز سنو کیا کہہ رہی ہے۔ چنانچہ آپؑ نے کان لگا کر اس کی آواز سنی تو وہ کہہ رہی تھی۔ سبحانک و بحمدک و منتہی علمک۔ فرشتے نے پوچھا کہ اب بتائیے کیا خیال ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت سے نوازا میں نے ان الفاظ میں کبھی اس کی حمد و ثنا نہیں کی۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ مینڈک کا ٹرانا اس کی تسبیح ہے۔ (الحدیث)

مریض: "نرس، کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں تندرست ہو جاؤں؟"

نرس: "ہاں۔"

مریض: "پھر کہیے کہ واقعی آپ خلوص دل کے ساتھ میری زندگی بچانا چاہتی ہیں۔"

نرس: "یقیناً"

مریض: تب پھر از راہ کرم آکسیجن پائپ سے اپنا پاؤں ہٹا لیجیے۔"

رئیس احمد صدیقی، جامعہ عربیہ اسلام جلگاؤں

غور و فکر کا نتیجہ

بہت پہلے کی بات ہے۔ ایک مکتب کے معلم نے اپنے شاگرد سے کہا کہ اگر کوئی تم میں سے ہاتھی کو تول کر بتلا دے کہ وزن میں کتنا

ہے؟ تو اس کو پیٹ بھر مٹھائی کھلاؤں گا۔
اس پر لڑکے ہنس کر کہنے لگے کہ جناب آپ نے بھی کیا چھوٹی سی چیز کو تولنے کو فرمایا ہے۔ بھلا کہیں ہاتھی بھی تلتے ہیں؟ ہم کہاں سے ایسی ترازو یا ڈنڈی لائیں کہ اس کے ایک پلڑے میں ہاتھی کو بٹھائیں۔ دوسرے میں بٹے چڑھائیں اور ہاتھی کو تول کر بتلائیں کہ اس کا وزن اتنے من ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھی کو پارچہ پارچہ کر کے تول لیں۔

معلم نے کہا سنو! ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ بہت سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ اپنے جینے سے مایوس ہو گیا۔ اس نے یہ منّت مانی کہ خدا مجھے اچھا کر دے تو اس کے نام پر اپنے ہاتھی کے برابر روپے تول کر بھوکے، ننگے فقیروں کو خیرات کر دوں گا۔ خدا تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا اور بہت جلد اچھا ہو گیا۔ اب وہ حیران تھا کہ ہاتھی کے برابر روپے کیونکر تولوں؟ اس کے دربار کے بڑے بڑے دانشور اس فکر میں تھے کہ کس تدبیر سے اس مشکل کو حل کریں، بہتیرا سوچا مگر کوئی بات نہ بن پڑی بادشاہ کو اپنی منّت پوری کرنا منظور تھی اس لیے اس نے اشتہار دے دیا، "جو شخص ہاتھی کے برابر تو تول کر دکھا دے گا تو ہم اُسے معقول انعام دیں گے،، اس پر ایک ملّاح کو اس بھاری بھر کم جانور کے تولنے کی بہت آسان ترکیب سوجھی۔ اس نے بادشاہ کو بتائی جس کے صلے میں اوّل تو ملّاح کو اتنا بھاری انعام ملا کہ وہ امیر کبیر ہو گیا۔ پھر ہاتھی کے وزن کا روپیہ غریبوں، فقیروں، یتیموں، بیواؤں، محتاجوں لنگڑوں، لولوں، اندھوں، اپاہجوں میں تقسیم ہوا۔ اتنا بیان کر کے معلم صاحب نے لڑکوں سے کہا۔ دیکھو! ایک ملّاح نے اپنے سوچنے سے کتنے آدمیوں کا دامن دولت سے پُر کر دیا۔ اور خود بھی کتنا بھاری فائدہ اُٹھایا اگر تم بھی سوچا کرو تو ضرور کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا کرو گے جس سے اوروں کو بھی فائدہ پہنچے اور تمہیں بھی معقول منافع ہو۔ اب پھر تم سے کہتا ہوں کہ سوچو ملّاح نے کس ترکیب سے اُسے تولا۔ یہ سُن کر لڑکے رات دن غور و فکر کرنے لگے۔ سبحان اللہ غور و فکر بھی اللہ کی عطا کی ہوئی عجیب چیز ہے۔

سوچتے سوچتے آخر ایک لڑکے کی سمجھ میں آ گیا کہ ملّاح نے ہاتھی کو کیونکر تولا ہو گا۔ لڑکے کو جب یہ ترکیب سوجھی تو اسے اتنی فرحت و مسرت حاصل ہوئی کہ اس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا۔

معلم صاحب کی خدمت میں جب لڑکے نے آ کر کہا کہ میں نے وہ ترکیب پالی، تو سارے مدرسے کے طالب علم حیران رہ گئے اور اسی انتظار و شوق میں تھے کہ اُسے سنیں چنانچہ معلم صاحب کی اجازت سے لڑکے اکٹھے ہوئے اور اس لڑکے نے ترکیب بتانی شروع کی۔ اس نے کہا۔ ملّاح نے یہ ترکیب

کی ہوگی کہ پہلے ایک کشتی کو دریا کے کنارے پر لایا ہوگا اور اس کو تختوں سے پاٹا ہوگا پھر ہاتھی کو دریا کے کنارے پر لے گیا ہوگا اور کشتی پر چڑھایا ہوگا اس کے بوجھ سے جتنی کشتی پانی میں ڈوبی ہوگی اس پر نشان لگا دیا ہوگا۔ اور پھر ہاتھی کو کشتی میں سے نکال کر کنارے پر لایا ہوگا۔ پھر بادشاہ سے عرض کیا ہوگا کہ اب آپ کشتی میں روپے بھروا دیں جب تک کہ وہ کشتی اتنی ہی پانی کے اندر نہ ڈوبے جتنی ہاتھی کے چڑھنے سے ڈوبی تھی۔ اس طرح اس نے ہاتھی کے وزن کے برابر روپوں کو تولا ہوگا۔ جب اس لڑکے نے یہ ترکیب سنائی تو سارے لڑکے مارے خوشی کے اچھل پڑے اور اس کے ذہنِ رسا کی داد دینے لگے ادھر استاد صاحب نے بھی اس کی ذہانت کی داد دی اور وعدے کے مطابق اسے پیٹ بھر مٹھائی کھلائی۔

دوستو! تم کسی بات کو مشکل نہ جانو، سوچنے اور غور کرنے سے مشکل سے مشکل بات بھی سہل ہو جاتی ہے۔

محمد سجاد عالم کھگڑیاوی، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر بہار

صبر

ایک بار ایک بادشاہ کے روبرو کوئی امیر کھڑا تھا اور بادشاہ کسی بات پر امیر سے مشورہ کر رہا تھا کہ کہیں سے ایک بچھو امیر کے لباس میں گھس گیا اور متواتر ڈنک مارتا رہا یہاں تک کہ ڈنک کا تمام زہر جسم میں پیوست ہو گیا مگر امیر نے مشورے کے درمیان کوئی قطع کلام نہ کیا اور نہ کسی طرح کا دکھ اس کے چہرے پر ظاہر ہوا نہ اس کی باتیں عقل و قاعدے کے باہر ہوئیں۔ جب بات ختم ہوئی تو امیر گھر واپس ہوا تو بچھو کو علاحدہ کر کے زہر کا علاج کیا۔ بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جب دوسرے دن امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے ان سے فرمایا کہ بچھو کے کاٹنے کی تکلیف کو برداشت کرتا رہا، تجھ کو بچھو کو دور کرنا تھا۔ امیر نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ ایک بچھو کے کاٹنے کی تکلیف سے آپ کے مشورے کو خلل انداز کروں اور اگر آج بزم میں بچھو کے زہر کو برداشت نہ کر سکا تو کل بروزِ جنگ دشمن

ملا نصرالدین ایک قبر کے سرہانے بیٹھا رو رہا تھا لوگوں نے پوچھا "ملا جی! یہ کس کی قبر ہے؟"
ملا نصرالدین نے جواب دیا "میری بیوی کے پہلے شوہر کی۔"
"تو یہاں کیوں رو رہے ہو؟"
"اس لیے رو رہا ہوں کہ وہ خود تو مر گیا لیکن اپنی بلا میرے سر ڈال گیا۔"

کی زہر آلود تیروں سے کیونکر صبر کرسکوں گا۔ بادشاہ امیر کے اس جواب پر بہت خوش ہوا اور اس کو اعلا منصب عطا کیا۔

کلیم احمد، نیا اسلام محمد شعبان نگر، مالیگاؤں

ایک انوکھا مسئلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک محفل میں بڑے بڑے عالم جمع تھے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے آکر پوچھا۔

حضرات! واقعہ یہ پیش آیا ہے کہ چند آدمی بیٹھے تھے ایک کے اوپر سانپ چڑھ گیا۔ اس نے گھبرا کر جھٹکا، تو وہ دوسرے پر جا پڑا۔ دوسرے نے بھی جھٹکا تو تیسرے پر جا پڑا، تیسرے نے جھٹکا تو وہ سب سے آخر میں جو آدمی بیٹھا تھا اس پر گرا اور اس کو ڈس لیا، اب اس کی دیت (جرمانہ موت) کس کے ذمے ہوگی؟ علماء میں سے کسی نے کہا سب کو دیت (خون بہا) دینی ہوگی۔ ایک نے کہا پہلا آدمی ذمے دار ہوگا۔

علماء اس پر بحث کر رہے تھے امام صاحب مسکرا رہے تھے۔ سب نے کہا حضرت آپ بھی تو بتائیے کہ اس موت کا ذمے دار کون ہوا اور موت کا جرمانہ کسے دینا چاہیے؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا جب پہلے نے دوسرے پر سانپ پھینکا اور سانپ نے اسے ڈسا نہیں تو پہلا آدمی بری الذمہ ہوگیا، دوسرے نے تیسرے پر پھینکا اور وہ بھی بچ گیا، پھر تیسرے نے سانپ کو پھینک دیا۔ سوال یہ ہے کہ جس کو سانپ نے ڈس لیا، اس آدمی کو سانپ نے فوراً ڈس لیا یا کچھ وقفہ بھی ہوا۔ اگر فوراً ڈس لیا تو آخری آدمی پر جس نے سانپ پھینکا تھا موت کا جرمانہ ہونا چاہیے، اور اگر وقفے کے بعد ڈسا تو کسی پر تاوان یا جرمانہ نہ ہوگا کیونکہ غفلت اس کی اپنی ہے۔ اس نے کیوں فوراً سانپ کو پھینک نہ دیا جس طرح دوسرے نے جھٹک جھٹک کر پھینک دیا تھا۔ اس پر تمام علما نے جو مجلس میں بیٹھے تھے اتفاق کیا۔ امام صاحب کے زمانہ کے بڑے بڑے لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر آدمی دنیا کی عقل ایک پلے میں رکھی جائے اور دوسرے پلے میں امام صاحب کی عقل رکھ کر تولا جائے تو امام صاحب کی عقل کا وزن زیادہ نکلے گا۔

تبارک حسین حنفی متعلم مدرسہ منبع العلوم خیرآباد، یوپی

ملک الموت

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے۔ زبان بند ہو جاتی ہے اور دنیا کی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت

سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے یعنی روایات میں آیا ہے کہ جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہے۔ شیطان اسے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ اللہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو موت کے وقت شیطان کے دھوکے سے بچائے (آمین)

محمد اختر شیخ برہان ——— پاتھری

کامیابی کا راز

جب کسی آدمی کو کام کی ابتدا ہی میں اس بات کا روگ لگ جائے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا۔ تو چاہے لاکھ کوشش کرے کامیابی حاصل نہیں ہوگی لیکن اگر وہ اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالے کہ اسے کسی بھی طرح یہ کام کرنا ہے تو چاہے منزل پانے میں لاکھ دشواریاں پیش آئیں کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔ مثال کے طور پر جس طرح چیونٹی بار بار گرنے پر بھی اٹھ کر پھر اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاتی ہے، پھر انسان تو خدا کی تمام مخلوق میں سب سے بڑا ہے یعنی اشرف المخلوقات ہے۔ بالکل اسی طرح ایک چھوٹا بچہ کسی چیز کو لینے کی ضد کرتا ہے اور وہ رو دھو کر چاہے جس طرح بھی ہو اسے حاصل کر کے ہی رہتا ہے۔ اسی طرح ایک باہمت اور حوصلہ مند انسان اگر سچا ہو اور کامیابی نیک مقصد کی طرف ہو تو خدا خود اس کی قوت ارادے کو پامال نہ ہونے دے گا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ارادے جن کے پختہ ہوں یقیں جن کو خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

رخسانہ پروین، مکان نمبر ۹۴ اوکھلانئی دہلی

ایک روز ایک تاجر اپنے کارکنوں کو اس طرح ڈانٹ رہا تھا:

"تم لوگوں میں ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں رہا۔ ذرا دیکھو تو، اعلا درجے کی اینٹوں کو چھوڑ کر تم لوگ گھٹیا قسم کی اینٹیں ان مرچوں میں ملا رہے ہو۔"

پچھتاوا

کسی گاؤں میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اس کا نام افتخار تھا۔ وہ ایک ذہین لڑکا تھا اُسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ کیونکہ وہ ایک امیر گھرانے کا لڑکا تھا اس لیے اس کا داخلہ شہر کے ایک اچھے اسکول میں ہوگیا۔

چونکہ وہ ایک محنتی اور ذہین لڑکا تھا اس لیے ہمیشہ اپنی کلاس میں اوّل آتا۔ اسی طرح کامیابی کی منزل طے کرتا ہوا وہ ساتویں

جماعت میں پہنچا۔ اسی درجے میں ایک حیدر
نام کے لڑکے نے بھی داخلہ لیا۔ حیدر ایک امیر
تاجر کا بیٹا تھا۔ وہ ایک گھمنڈی لڑکا تھا۔
وہ پڑھائی میں دلچسپی نہیں لیا کرتا تھا۔ دن بھر
ادھر ادھر گھومتا اور کلاسوں سے غیر حاضر
رہا کرتا تھا۔

حیدر اور افتخار دونوں ہوسٹل کے ایک
ہی کمرے میں رہا کرتے تھے۔ کسی طرح حیدر
نے افتخار سے دوستی کرلی۔ پھر کیا تھا افتخار
بھی اسی رنگ میں رنگ گیا۔ اب وہ بھی حیدر
کی طرح کلاس چھوڑنے لگا اور پڑھائی سے
دور ہوگیا۔ دھیرے دھیرے پانچ مہینے
گزر گئے۔ اب کچھ ہی دنوں میں ششماہی
امتحانات تھے۔ یہ دیکھ کر افتخار کے ہوش
اڑ گئے کہ اب کیا ہوگا؟ افتخار سوچ رہا تھا
کہ اب چند دنوں بعد میرے امتحانات ہیں
اگر میں فیل ہوگیا تو میرے ماں باپ اور
اساتذہ کیا سوچیں گے؟ میں شرم سے کسی
کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہوں گا لیکن
" اب پچھتاوے کا ہوت جب چڑیا چگ
گئیں کھیت"، کسی طرح اس نے پہلا پرچہ دیا
لیکن پرچہ دیکھتے ہی اُسے رونا آنے لگا تھا
اور سوچنے لگا تھا کہ کاش میں نے تیاری
کی ہوتی۔ جب گھنٹی بجی تو اس نے کاپی
جمع کردی اور ... منہ لٹکائے ہوئے
امتحان ہال سے باہر نکلا۔ تبھی اس کی نظر
حیدر پر پڑی جو خوشی میں دوڑتا ہوا اسی کی
طرف آرہا تھا۔ جب وہ افتخار کے قریب
آیا تو اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر کہنے لگا، "کیا
ہے تمہارا پرچہ اچھا نہیں ہوا ہے تبھی تو اس
طرح منہ لٹکائے کھڑے ہو لیکن میرا پرچہ
بہت ہی اچھا ہوا کیونکہ میں جو چٹ لایا تھا
اسی میں پرچے کا حل ہی تھا"، یہ کہہ کر وہ
کھلکھلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ افتخار کسی طرح
ہاسٹل پہنچا اور تکیے میں منہ چھپا کر رونے
لگا کیونکہ آج اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اب اس نے پکا ارادہ کرلیا کہ کبھی
بھی اپنے وقت کو ضائع نہیں کروں گا اور
خوب جی لگا کر پڑھوں گا۔ پھر کسی طرح اس
نے ششماہی کے سارے پرچے دیے۔
رزلٹ بھی نکلا۔ جب اس نے اپنا رزلٹ
دیکھا تو یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا کہ
اس نے بہت ہی کم نمبروں سے کامیابی
حاصل کی ہے۔ کلاس کے لڑکے کہنے لگے۔
"شاید تم پہلے چیٹ کیا کرتے تھے تبھی تو
کلاسوں میں اوّل آیا کرتے تھے۔ اس بار
شاید تمھیں چیٹ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔
ان باتوں کو سن کر اور پچھتانے لگا۔

اب افتخار خوب جی لگا کر پڑھنے
لگا۔ اس نے حیدر سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔
حیدر کے لاکھ بہکانے پر بھی وہ اس کی
باتوں میں نہ آیا۔ افتخار اُسے سمجھاتا "تم
یہاں تعلیم حاصل کرنے آئے ہو۔ اگر تم پڑھائی
لکھائی نہیں کروگے تو تمہارے والدین کیا

کہیں گے۔ انھیں کتنا دکھ ہوگا، مگر افتخار
کی باتوں پر حیدر ذرا بھی دھیان نہ دیتا۔
بالآخر سالانہ امتحانات کا زمانہ آگیا
افتخار جی توڑ محنت کر رہا تھا مگر حیدر کو کوئی
فکر نہ تھی۔ دونوں نے امتحانات دیے مگر
اس بار ہیڈ ماسٹر صاحب نے بہت سختی
برتی۔ کسی کو امتحان ہال میں ہلنے کی بھی مہلت
نہیں تھی۔ افتخار مزے سے امتحان دے
رہا تھا اور حیدر پچھتا رہا تھا۔ امتحانات ختم
ہوئے اور ایک دن اسکول ہی میں سالانہ
جلسہ منعقد ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مائک
پر آئے اور خوشی سے افتخار کا نام لیتے
ہوئے کہا کہ" ہر سال کی طرح اس بار بھی
ساتویں جماعت کے افتخار حسن نے پورے
اسکول میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے
ہیں یہ سن کر سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔
اس وقت افتخار کو کتنی خوشی حاصل ہوئی
ہو گی اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔
پھر ہیڈ ماسٹر صاحب نے افتخار کو اسٹیج
پر بلایا اور اپنے ہاتھوں سے اسے انعام
دیا۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔
خوشی سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔
اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے صحیح
وقت پر اسے ہدایت دی۔
ادھر جب حیدر کا رزلٹ نکلا تو
پتا چلا کہ وہ اپنی کلاس میں فیل ہو گیا۔ یہ
سن کر حیدر رونے لگا۔ اب اس کی سمجھ
میں آرہا تھا کہ افتخار نے اسے صحیح باتیں
بتائی تھیں مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔
اب اس نے بھی افتخار کی طرح محنت کرنی
شروع کی اور خوب من لگا کر پڑھنے لگا۔
اگلے سال جب پھر اسکول میں سالانہ جلسہ
منعقد ہوا تو سبھی ساتھیوں کو اور خود حیدر کو
تعجب ہو رہا تھا کہ اس نے پورے اسکول میں
دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ سبھوں نے
اسے مبارکباد دی۔ حیدر خوشی کے مارے
پھولے نہ سما رہا تھا۔ وہ افتخار کے پاس گیا
اور آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے اس کا شکریہ
ادا کرنے لگا۔ افتخار نے کہا کہ تم میرا شکر ادا
نہ کرو بلکہ شکر تو اس رحیم و کریم کا کرو جس نے
تمھیں ہدایت دی۔

محمد خالد حسن، النسان اسکول کشن گنج بہار

میرے پسندیدہ اشعار

مندرجہ بالا کالم اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ اس میں آپ اپنے بزرگ شاعروں کے ایسے اشعار لکھیں جو آپ کو بے حد پسند ہوں لیکن ہمارے پیامی خود شعر کہنے لگے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس کالم کے لیے صرف بزرگ شاعروں کے اشعار ہی لکھیے۔ اشعار لکھنے کے بعد دو تین مرتبہ خود پڑھ لیجیے تاکہ کوئی غلطی نہ رہے۔ اس بار ہم نے بارہ سو پیامیوں کے اشعار کاٹ دیے جنھوں نے نقل کرتے وقت عقل سے کام نہیں لیا۔ ایسے بہت سے اشعار بھی کاٹ دیے گئے جو پہلے پیام تعلیم میں چھپ چکے تھے۔

(ادارہ)

کس کو یہ فکر ہے کہ قبیلے کا کیا ہوا
سب اس پر لڑ رہے ہیں کہ سردار کون ہے

روبی عثمان نمبر [illegible] اکس ۱۱، نئی دہلی ۲۵

زخموں کا میرے اس نے کیا اس طرح علاج
مرہم بھی جب لگایا تو کانٹوں کی نوک سے

محمد حمزہ شمسی، کٹرہ پختہ، آنولہ، یو۔پی

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

شمیم سلطانہ مدرسہ دینیہ [illegible] جگتیال

اے دل تجھے رونا ہے تو دل کھول کے رولے
دنیا سے نہ بڑھ کے کوئی حیرانہ ملے گا

انیسہ ناز شیخ ساندڑو، اسلام پورہ کاسودہ

روشنی قید ہے اندھیروں میں
جان باقی نہیں سویروں میں

شاہین خاتون، پٹھان پورہ چاندور ریلوے

اعمال کی پرسش نہ کر، اے داورِ محشر
مجبور تو مختار کبھی ہو نہیں سکتا

حنا کوثر، اردو گرلز میڈل اسکول، بالاپور

درِ شہرِ نبیؐ پر، دے کے دستک اپنی پلکوں سے
مضافاتِ مدینہ میں صبائیں رقص کرتی ہیں

روبینہ رحمٰن محمد عطاء الرحمٰن، بدنیرہ بھولجی

اردو کو مٹانے میں خود ہاتھ ہمارا ہے
ہم بات جو کرتے ہیں غیروں کی زبانوں میں

یوسف خاں یعقوب خاں، شبیر نگر، مالیگاؤں

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں جو اپنے دل میں ہنستے ہیں
ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

کشمیری بانو [illegible] بھون، راورکیلا

علی الاعلان ہوتے ہیں یہاں سودے ضمیروں کے
یہ وہ بازار ہے جس میں فرشتے آکے بک جائیں

•

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ

•

زمانے کو یقیں آئے کبھی یہ اک گھرانا تھا
مکاں کو بانٹ لیکن مشترک دالان رہنے دے

فرزانہ الیاس، نظام آباد۔ اے پی

سیلاب کے دھاروں میں گھر اپنا بنایا تھا
میں ڈوب گئی لیکن ٹھہرے ہوئے پانی میں

محمد اقبال عثمانی میوات، جھانڈہ

بہ مشکل ہی الجھتا ہو گا دیوانے سے دیوانہ
سمجھ داروں کو لڑتے ہم نے دیکھا بار بار اکثر

اعجاز احمد فلاحی، ابراہیم پور، اعظم گڑھ

سچی سخا اسی کی جو خود کو پسند ہو
دے ایسا مشورہ ہمیں جو سود مند ہو

محمد حسان سعدی انجمن اسٹریٹ ویلور

کون و مکاں میں ہوتا ہے چرچا رسول کا
نبیوں میں سربلند ہے رتبہ رسول کا

شاہدہ شاہین محمد ظہیر الدین لونیرہ بھوبلی

وہ شبنم کا سکوں ہو یا ہو پروانے کی بیتابی
اگر اڑنے کی دھن ہو گی تو ہوں گے بال و پر پیدا

فرزانہ عابدی نزد جامع مسجد مگہر ضلع بستی یوپی

یوں نہ سمجھو کہ ہر ایک راہ پہ کلیاں ہوں گی
راہ چلنی ہے تو کانٹوں پہ بھی چلنا ہو گا

محمد فیضان احمد، مسٹر لاج دبی، ایس کالج روڈ کیٹیہار

ہونٹوں کے تبسم میں چھپا لیتی ہے غم کو
اللہ نے بخشی ہے تجھے فطرتِ مریم

عبدالرحمن بالاپور ضلع آکولہ مہاراشٹر

یادیں بھی ہیں، امید بھی ہے بے بسی بھی ہے
اے دوست کیا نہیں ہے ہماری نگاہ میں

[illegible] اسحاق مومن۔ اتھنی کرناٹک

وہ خاک کا پتلا ہے مٹی کا ہی پیکر ہے
جس دل میں نہیں الفت وہ دل نہیں پتھر ہے

توقیر عالم راہی۔ بیرگاچھی اررریہ بہار

گزرے تھے جو اس راہ سے سرکارِ دو عالم
اب تک مہ و انجم کی فضا جھوم رہی ہے

محمد زبیر عبدالسلام، برھٹی پورہ [illegible]

ماہ رمضاں وقت سے پہلے نہیں آتا مگر
گھر کی حالت دیکھ کے بچوں نے روزہ رکھ لیا

محمد منتظر کی تاسی کلینک تعمیری ضلع کھیم پور [illegible]

چاند میں پہلے کیا اک انوکھا انقلاب
محفل فطرت میں اک ہنگامہ ہر سو ہوگیا
چاندنی، شبنم، شفق، نکہت، تجلی کہکشاں
جب ہوئے اک جاں تو اس کا نام اردو ہوگیا

[illegible] حسین صدیقی، حافظ پورہ منگرول پیر

جو میں سر بسجدہ ہوا تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

محمد ضیاء الحق مقام ہلدیہ ضلع اررید۔ بہار

عقابی روح جب بیدار ہوجاتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

نفیسہ پروین، ماتا تعلقہ مرتضیٰ پور

فلک کو ضد ہے جہاں بجلیاں گرانے کی
ہمیں بھی ضد ہے وہیں آشیاں بنانے کی

محمد [illegible] الرحمٰن انصاری، غیبی نگر، بھیونڈی

دنیا سے جا رہا ہوں کفن میں چھپائے منہ
افسوس بعد مرنے کے آئی حیا مجھے
بے گناہوں کو جو ڈستے ہو ذرا یاد رہے
غیب کی مار کچل دے گی ہر اک ناگ کا پھن

کریم اللہ خاں، جگتیال، کریم نگر اے پی

کاروبار شوق کی اتنی ترقی تو ہوئی
ہم نے ٹی وی کو کھلا، وقت اذاں رہنے دیا

[illegible] حسین [illegible] مدرسہ [illegible]

پسینہ خون بہتا ہے جبیں سے آسمانوں کی
کہ جب حق اور باطل میں کبھی تکرار ہوتی ہے

[illegible] آئیسر، جعفر آباد، جلال پور، امبیڈکر نگر

جہد مسلسل عزم مصمم ذوق صحیح ہو راہ نما
آکاش کے ماہ و انجم کو دھرتی پہ جانا دور نہیں

محمد ساجد مظاہری مقام ہلدیہ ضلع اررید بہار

انسان نے ہر ماہ کی راہیں تو ڈھونڈھ لیں
خود اس کی انجمن میں چراغاں نہ ہوسکا

عتیق الرحمٰن قریشی، بڑھئی پورہ [illegible]

فاصلے ایسے بھی کبھی ہوں گے یہ سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا

ڈاکٹر حسین امجد حسین، غوثیہ چوک، شہادہ دھولیہ

دلوں میں آگ لبوں پر گلاب رکھتے ہیں
سب اپنے چہروں پر دوہری نقاب رکھتے ہیں

[illegible] نیہ اردو اسکول عادل آباد

چھپ نہیں سکتی کبھی لوگوں کے دلوں کی گندگی
لاکھ بارش عطر کی ہوتی رہے پوشاک پر

طلحہ نقشبندی القادری بالا پور ضلع آکولہ

گر لاکھ برس جیئے تو پھر مرنا ہے
پیمانۂ عمر آخر ایک دن بھرنا ہے

محمد محب [illegible]

میں بچہ ہوں بھولا بھالا
سب کا دل بہلاتا ہوں
پانی ہو یا طوفاں ہوں
میں پڑھنے کو جاتا ہوں

سرفراز احمد، برداہا، مکتول مدھوبنی بہار

گل کدہ میں گل نہ تھا اشجار تھے سوکھے ہوئے
باغباں تھا مضطرب قسمت جگانے کے لیے

حماد سلفیہ اسکول موتیہاری

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم گونڈی، ممبئی

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

خوشبو نشاط ـــــــ امبیت

روز کھا لیتے ہیں ہنستے ہوئے چہروں سے فریب
کیا کریں اپنی نگاہوں میں مروت ہے بہت

وکیل ابن عبدالصمد، مقام طولی، سدھارتھ نگر

فقط اشارے میں سب کی نجات ہو کے رہی
تمھارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
کہا جو شب کو کہ دن ہے تو دن نکل آیا
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

مدثر احمد خان، آسیانہ، سنگم دل پیر

تم جتنا تراشو گے اتنا ہی ہرا ہوگا
اسلام وہ پودا ہے کاٹو تو ہرا ہوگا

•

کہیں صدیوں میں کوئی شہر بستا ہے مگر یارو
تباہی کے لیے دنیا کی ایک دیوانہ کافی ہے

سمیر احمد سمیر، مند، پورہ رانی، مبارک پور

یہ بہار کیسی بہار ہے، نہ چین ہے نہ قرار ہے
یہ چمن میں کیسی ہوا چلی کہ چراغ دل کا بجھا دیا

دانشہ رشید حاجی مدرسہ سول اسکول ...

بھوک لگتی ہے تو پتوں پہ گزارا کر لے
درِ مغرور کے پھینکے ہوئے ٹکڑوں پہ نہ جا

زبیر احمد خان، حافظ پورہ منگرول پیر اکولہ

مٹ نہیں سکتا کبھی لکھا ہوا تقدیر کا
ہم سدا جاری رکھیں گے سلسلہ تدبیر کا

تحسین فردوس، رانی پور، بڑہریا، سیوان، بہار

زندگی اپنی گناہوں سے بچائے رکھیے
ہر گھڑی خوفِ خدا دل میں بسائے رکھیے

پرویز عالم متعلم دارالعلوم مدینہ ... دربھنگہ

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے
ذروں سے یہ خورشید بجھا ہے نہ بجھے گا

محمد حسن، بی آئی سی انٹر کالج میاپارہ، ...

ہماری خاکساری پر بھی دنیا خوش نہیں ہوتی
قبا دراہ بنے ہیں تو آنکھوں میں کھٹکتے ہیں

حافظ محمد نسیم اللہ مقام دریا نواحی چاندن

کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو
جب کہ بوڑھے روشِ دین خدا بھول گئے

کنیز بانو عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد

نہ حافظ ہوں نہ قاری ہوں نہ مفتی ہوں نہ مولانا
تمنا دل میں گونجی ہے سنادوں حق کا پروانہ

محمد ناظم متعلم مدرسہ انوار العلوم، مئو ائمہ، الہ آباد

سراب بھی کٹ رہے ہیں نمازوں میں دوستو
افسوس تو یہی ہے وہ سجدے نہیں رہے

محمد ایاز محمد سمیع، قاضی پورہ، کارنجہ، آکولہ

رہے گا یاد یہ دورِ حیات بھی ہم کو
کہ زندگی میں ترستے ہیں زندگی کے لیے

ابو طالب اعظمی، بینا پارہ، اعظم گڑھ

جانے کیا کل بادلوں کے درمیاں سازش ہوئی
میرے گھر اولے گرے اور ان کے گھر بارش ہوئی

فوزیہ عثمانی، انسان اسکول کشن گنج بہار

ایک ایسا عزم دکھانا ہے تہذیب کے اس گھوڑے کو
جو موڑ دے اپنی طاقت سے سیلاب سرکش دھارے کو

عبدالرب عرف فرحان، ڈاک بنگلہ، کریم نگر

اے راہبر بتا تیرا کیا خیال ہے
اب کس کو لوٹنا ہے مجھے لوٹنے کے بعد

توصیف ندیم، دیوان پورہ، منگرول پیر

راہِ حیات تنگ ہے روٹھی ہوئی ہے موت
اچھا مذاق ہے یہ میری زندگی کے ساتھ

اکبر خاں منظفر خاں، شہادہ ضلع دھولیہ

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے۔ کوئی!

محمد مشتاق عالم، انسان اسکول کشن گنج بہار

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

محمد قامدالاسلام رحمانی، جامعہ رحمانی مونگیر

دھوپ میں نکلو گھٹاؤں میں نہا کر دیکھو
زندگی کیا ہے کتابوں کو ہٹا کر دیکھو

محمد جاوید محمد حیات، ڈونگاؤں، بلڈانہ

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

الماس وحید، عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد

خلق کے روندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

محمد شہزاد، خداداد پورہ، اعظم گڑھ

مرحوم عبدالحمید کی بیوی فاطمہ کے انتقال پر

کلمۂ طیب زباں پر اُن کی صبح و شام تھا
صبر و استقلال کی منزل پہ چلنا کام تھا
بجھ گیا ممتا کا سورج جھک گئے ماہ و نجوم
موت کا فرمانِ برحق فاطمہ کے نام تھا

وسیم شہباز انصاری، محمد علی روڈ، مالیگاؤں

کس قدر تم پہ گراں یہ صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمھیں پیاری ہے

[illegible] عبدالجبار، [illegible] محلہ [illegible]گاؤں

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

مجاہد علی خاں، مالیر کوٹلہ پنجاب

فریب وقت نے گہرا حجاب ڈالا ہے
وہاں بھی شمع جلادو جہاں اُجالا ہے

محمد اعظم شیخ ــــــ کرناٹک

چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
تیری آوارگی نے مجھے آوارہ بنا ڈالا

شبانہ دیشمکھ، کلمب ضلع ایوت محل

تعریف اس خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اتنی حسین مٹی جانے کہاں سے لایا

صفیہ سلطانہ، سعید آباد، آرمور، نظام آباد

پانی تھا آگ، گرمی روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

[illegible] ملت [illegible] ہائی اسکول راور کیلا

سائنس کے دورِ حاضر میں تعلیم نہیں تو کچھ بھی نہیں
آدابِ شریعت کی تم کو تعظیم نہیں تو کچھ بھی نہیں

نزہت ندیم الدین، کاشی پور، نینی تال

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
کھیت بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے

شیخ عمران الدین رحیم الدین، مُستا محلہ نندوبار

وجہِ تخلیق جہاں خیر البشر پیدا ہوئے
رحمتِ کُل آمنہ بی بی کے گھر پیدا ہوئے

[illegible] کرناٹک

تو ہی ناداں، چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

محمد علی، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

یہ وہ کتاب ہے جس کی کوئی مثال نہیں
یہی کلام ہے جس کو کبھی زوال نہیں

جمشید احمد، مدرسہ محمدیہ میوات، جھانڈہ

زمانہ آج بھی قرآں ہی سے فیض پائے گا
مٹے گی ظلمت شب اور سورج جگمگائے گا

محمد اقبال عثمانی، جھانڈہ ضلع فرید آباد ہریانہ

قلمی دوستی

نام : عبدالسمیع ابن محمد جعفر شاہ بندری
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کبڈی اور کرکٹ کھیلنا
پتا : شاہ بندری ہاؤس صدیق اسٹریٹ بھٹکل

نام : محمد اسلم انصاری عمر : ۱۶ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : اچھے دوست کی تلاش
پتا : معرفت ڈاکٹر حفظ الرحمٰن راکٹ اسٹار کلب محلہ حیدر آباد، پوسٹ مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی

نام : عبدالقیوم عمر : ۲۱ سال
تعلیم : بی ایس سی
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : روائل ڈریسیس، ہاسپٹل روڈ ارریہ بہار

نام : اعجاز احمد رئیس منصوری
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، اچھی کتابیں پڑھنا
پتا : ہنومان نگر، منماڑ ضلع ناسک مہاراشٹر

نام : محمد ممتاز شبیر
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا : معرفت محمد سلیمان (ہیرا) ۳، نواب بدرالدین اسٹریٹ کلکتہ ۷۳ ۰۰۰، (ویسٹ بنگال)

نام : محمد حامد اقبال عمر : ۱۴ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : اسپیل اکیڈمی، ہاسپٹل روڈ، ارریہ بہار

نام : محمد سعدان رحمانی عمر : ۱۲ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کہانی کی کتاب پڑھنا
پتا : معرفت محمد عمران عامر، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے- دربھنگہ بہار

نام : شہزادی پروین عرف ممتاز
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، قرآن کی تلاوت کرنا
پتا : معرفت محمد ضیاء الدین کنارا بینک، ۶ ڈاکٹر سدھیر باسو روڈ، خضر پور کلکتہ ۲۳

نام : جیلانی امین شیخ عمر ۱۷ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : کبڈی کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : امین منزل، سلگر بستی، شولاپور مہاراشٹر

نام : محمد شعیب سلیم عمر : ۱۵ سال

تعلیم: آئی کام
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: معرفت محمد زاہد حسین، سرور بلڈنگ،
فرسٹ فلور، بھٹی روڈ، راوڑکیلا اڑیسہ

نام: محمد آفرین پروین
تعلیم: طفلِ مکتب
مشغلہ: کھلونے سے کھیلنا
پتا: معرفت محمد ظفر اللہ، اسپر اٹاکیپر، اسٹیشن روڈ
راوڑکیلا (اڑیسہ)

نام: شمیم الریاض
تعلیم: درجہ حفظ
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت مولانا نعیم اختر محلہ پورہ رانی
مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو پی

نام: محمد میاں صدیقی
تعلیم: فارسی دوم
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: مدرسہ دعوت الحق کڑی ضلع مہسانہ گجرات

نام: ظفر اقبال عمر: ۱۷ سال
تعلیم: بی اے
مشغلہ: تمام کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت عمر دراز خاں، آشوہ خانہ،
ضلع امراؤتی، مہاراشٹر

نام: قریشی منیر احمد عمر: ۱۷ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: روم نمبر ۲، الہدیٰ ہاسٹل، پربھنی، مہاراشٹر

نام: خان شکیل احمد محمد حنیف
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، لوگوں کو نیک راہ دکھانا
پتا: ۶۰۶/۲ پرکار منزل، روم نمبر ۱۸ غیبی پیر روڈ
بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

نام: ابو عبید اعظمی عمر: ۱۴ سال
تعلیم: عربی دوم
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ

نام: عمران، اے ملّاں
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا،
پتا: معرفت عبدالغفار ملّاں، جالی روڈ،
مومن گارڈن، بھٹکل، (کرناٹک)

نام: شبینہ پروین رؤف الدین
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: گھر نمبر ۲۱۱ شیواجی نگر، جلگاؤں مہاراشٹر

نام : محمد ساجد
تعلیم : ایس ایس سی
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتا : محمد خالد کلاتھ مرچنٹ، سولہ سو پلاٹ نہرو نگر اکوٹ، آکولہ مہاراشٹر

نام : محمد ارشاد محمد احمد عمر : ۱۳ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : اسلام پورہ، انصار روڈ، مالیگاؤں

نام : شمشیر عالم عمر : ۱۱ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت عبدالرحمٰن، سی ایم او، سید صالح لین کلکتہ ۷۳ (ویسٹ بنگال)

نام : انصاری آفرین عبدالخالق
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : ۵۱، ۷ چونی والا بلڈنگ، درگاہ روڈ دیوان شاہ بھیونڈی مہاراشٹر

نام : شبانہ ناز بنت سردار خان
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : معرفت سردار خاں پٹیل، بڑھئی پورہ منگرول پیر آکولہ

نام : آفتاب عالم اعظمی
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : کھجوا تالاب، مبارکپور اعظم گڑھ یو پی

نام : عامر صغیر دسگو عمر : ۱۲ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کراٹے سیکھنا
پتا : السبیل اکیڈمی، عثمانیہ بورڈنگ اررہ بہار

نام : محمد عبدالعلیم المدربانی
تعلیم : حفظ قرآن پاک
مشغلہ : دل لگا کر پڑھنا
پتا : معرفت عبدالعزیز جامع مسجد تعلوست پلی ضلع کھمم، اے پی

نام : مسرور اسلام عمر : ۱۷ سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : کہانیاں لکھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : ۲۰۱ مومن جماعت خانہ نزد عبدالشکور ٹیکنیکل ہائی اسکول، صمد نگر، بھیونڈی ایم ایس

نام : محمد عثمان غنی عمر : ۱۰ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرنا
پتا : مقام ڈوڑیا سونا پور ضلع اررہ بہار

نام : محمد شمس تبریز
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : فٹ بال کھیلنا، بڑوں کا ادب کرنا
پتا : السبیل اکیڈمی اررریہ بہار

محمد شاداب (بوم) عمر : ۲۲ سال
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : بڑی محلہ، ساؤتھ بازار، پوسٹ انڈال
ضلع بردوان (مغربی بنگال)

نام : محمد عمر
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت عبدالرزاق شیخ، کے آئی وی بی
انڈسٹریل ایریا۔ کوارٹر نمبر ۳۔ دی، بائی کم پڈی
نیو منگلور ۱۱۔ ۵۷۵ کرناٹک

نام : دلشاد جہاں (عرف نازیہ)
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : محنت سے پڑھنا،
پتا : معرفت شیخ برہان الدین اے، ایس
آئی، پی، سی پولیس اسٹیشن مالیگاؤں آکولہ

نام : محمد راسخ یزدانی عمر : ۱۲ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت محمد یزدانی، بینی باڑی، بابی نگر
بارسوئی گھاٹ ضلع کٹیہار بہار

نام : محمد شہود اشرفی
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت شمیم احمد، پورہ رانی، مبارکپور
ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

نام : محمد مزمل عمر : ۱۲ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : نزد مسجد ماتھنی تعلقہ کھامگاؤں
ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر

نام : محمد مبین محمد عبدالمغنی
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، درسی کتابیں پڑھنا
پتا : مدرسہ مدینۃ العلوم وارڈ ۲ شری رام پور
ضلع احمد نگر مہاراشٹر

نام : بلال احمد عرف کیفی محمد عارف
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : مرغی کے انڈے جمع کرنا
پتا : منگراواں انٹر کالج، پوسٹ منگراواں
ضلع اعظم گڑھ یوپی

گدگدیاں

☆ایک خاتون مسلسل دو گھنٹے سے تقریر کررہی تھی۔ عنوان تھا "عورت کی برتری،، آخر یہ مرد اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں .... ہم عورتوں نے ہی مردوں کو جنم دیا۔ اِن کی بہترین پرورش کی۔ ان کو اس لائق بنایا کہ سماج میں زندہ رہ سکیں۔ میں ان مردوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر عورت نہ ہوتی تو یہ مرد کہاں ہوتے ؟،،

پیچھے سے ایک مردانی آواز آئی "جنت میں،،

شکیل احمد۔ آرمور ضلع نظام آباد اے پی

☆دو دوست شراب خانے میں بیٹھے باتیں کررہے تھے ایک نے کہا "میرا کتا بہت ہوشیار ہے جب میں اسے دکان سے انڈے لانے بھیجتا ہوں تو وہ صرف تازہ انڈے لاتا ہے۔ انڈا اگر خراب ہو تو وہ قبول نہیں کرتا۔،،

دوسرا بولا "یہ تو کچھ بھی نہیں، میرا کتا جب میرے لیے سگریٹ لینے جاتا ہے تو صرف میری پسند کے برانڈ کے سگریٹ ہی لاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت تک وہ سگریٹ کبھی نہیں پیتا جب تک میں خود اپنے ہاتھ سے اسے سگریٹ نہ دوں۔،، یہ کہہ کر دوسرے شخص نے قریب کی میز پر بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا "کیا آپ نے بھی کسی ایسے کتے کو دیکھا ہے جو ہمارے کتوں کی طرح ہوشیار ہو ؟،،

بوڑھے آدمی نے جواب دیا "ہاں ایک کتے کے بارے میں مجھے معلوم ہے جو میرے بیٹے کا ہے اور اس دکان کو چلاتا ہے جہاں تم دونوں کے کتے خریداری کرتے ہیں

شارب ندیم۔ محلہ چھجو۔ بہار شریف

☆ایک صاحب کو اتفاق سے کچھ زیورات مل گئے۔ ان صاحب نے اپنے مکان کی دیوار سے ایک اینٹ نکال کر وہ زیورات چھپادیے اور اس اینٹ پر لکھ دیا "اس اینٹ کے پیچھے زیورات نہیں ہیں،، اتفاق سے ایک پڑوسی کی نظر اس اینٹ پر پڑی اور ایک روز موقع پاکر اس نے اینٹ کے پیچھے سے زیورات نکال لیے اور اینٹ پہلے کی طرح لگادی اور اینٹ کے نیچے لکھ دیا "اس چوری میں پڑوسی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔،،

شکیلہ عنبرین، زہرہ اسپتال بر مل گنج گورکھپور

☆دو آدمی مسجد میں دعا مانگ رہے تھے۔ پہلے نے کہا "یا اللہ مجھے ایک ہزار روپے دے،، دوسرے نے کہا "یا اللہ مجھے سو روپے دے،، اس پر پہلے آدمی نے کہا "یہ لو سو روپے اور یہاں سے چلے جاؤ، اللہ کو میری دعا سننے دو،،

محمد سالم، مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ یوپی

☆ایک آدمی پر دو شادیوں کے جرم میں مقدمہ چل رہا تھا۔ جج نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا "کیونکہ تم پر جرم ثابت نہ ہو سکا اس لیے ہم تمھیں باعزت بری کرتے ہیں تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔،، مجرم نے پوچھا "حضور پہلی بیوی کے گھر جاؤں یا دوسری بیوی کے گھر جاؤں؟،،

محمد ضیاء الہدیٰ، محلّہ چھجو۔ بہار شریف

☆ماسٹر (شاگرد سے) جھونپڑی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟
شاگرد: معلوم نہیں
ماسٹر: کھڑے ہو جاؤ
کچھ دیر بعد شاگرد کی ناک پر مکھی بیٹھی۔ شاگرد نے کہا ہٹ۔
ماسٹر نے کہا۔ بیٹھ جاؤ

عامر سہیل، مدرسہ انوار العلوم الموء مبارکپور

☆دکان دار (گاہک سے) صاحب یہ ماچس لے لیجیے اس کے دام بھی کم ہے اور اس سے آگ لگنے کا کوئی خطرہ بھی نہیں ہے
گاہک: مجھے جلدی سے ایک درجن دے دیجیے لیکن یہ بتایئے کہ اس سے آگ لگنے کا خطرہ کیوں نہیں ہے؟
دکان دار: (مسکراتے ہوئے) جب ماچس جلے گی ہی نہیں تو آگ لگنے کا خطرہ کیسے ہوگا

شکیب احمد، رانی پور بڑہریا سیوان بہار

☆ایک عورت گھر سے بیلن اٹھائے نکلی تو اس کے شوہر نے پوچھا۔
شوہر: یہ بیلن لے کر کہاں جا رہی ہو؟
بیوی: پڑوسی سے لڑنے۔
شوہر: ابھی تو کل پڑوسی سے لڑ کر آئی ہو؟
بیوی: کل سیمی فائنل تھا آج فائنل ہے۔

شیخ محمد ندیم، محلّہ محبوب گنج۔ بیڑ مہاراشٹر

☆ایک شہر میں جیب کتروں کا بہت زور تھا ایک مرتبہ ایک صاحب بہت جوش میں آئے اور بولے "دیکھتا ہوں کون مائی کا لال میری جیب کاٹتا ہے۔،، وہ سو سو

کے دس نقلی نوٹ جیب میں ڈال کر دن بھر پھرتے رہے۔ جب شام کو گھر لوٹے تو جیب میں نوٹ ویسے ہی موجود تھے مگر ہر نوٹ پر لکھا تھا۔
"شرم نہیں آتی نقلی نوٹ لے کر گھومتے ہوئے،،

وحید الزماں خلیل الرحمٰن، عباس نگر مالیگاؤں

☆ایک شخص فوٹو گرافر کی دکان پر بہت دیر سے سوالات کر رہا تھا۔ پوسٹ سائز کی قیمت کیا ہوگی؟ پاپا سپورٹ سائز کے تین پرنٹ آپ کتنے میں دیں گے؟ کلر فوٹو آپ کتنے میں دیتے ہیں؟ آج فوٹو اتروائیں تو آپ کتنے دن میں بنا کر دیں گے اور جب اس شخص نے یہ سوال کیا کہ "کیا پاسپورٹ سائز میں میں جوتوں سمیت آسکوں گا ؟،، فوٹو گرافر نے جو بہت چڑھ گیا تھا فوراً جواب دیا "کیوں نہیں! بس آپ کو اپنے جوتے اپنے سر پر رکھنے ہوں گے۔،،

نائلہ صغریٰ۔ آکولہ بازار روڈ۔ ایوت محل

☆ایک بچے کو باوجود کوشش کے ہفتے کے سات دنوں کے نام یاد نہ ہوئے تو ماسٹر صاحب کو ایک ترکیب سوجھی۔ انھوں نے بچے سے کہا "کیا تمھارے گھر میں کوئی جانور وغیرہ ہے؟،، بچے نے کہا "جی! مرغی کے سات بچے ہیں،،
ماسٹر صاحب نے کہا "تو تم ہفتے کے سات دنوں کے نام پر ان بچوں کے نام رکھ لو۔،، کافی دن گزرنے کے بعد ماسٹر صاحب نے ہفتے کے نام سنانے کو کہا۔ تو اس نے سنایا۔ "پیر، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ۔،، "اتوار کہاں گیا؟،، ماسٹر صاحب نے کہا۔ "اتوار کو بلی کھا گئی،، بچے نے معصومیت سے کہا۔

محمد امتیاز خاں۔ ج۔م۔ر۔پ آسنسول ۲

☆سہیلی: آج تو تمھارے شوہر نے نیا سوٹ بدلا ہے۔
امریکن بیوی: میرے شوہر کے پاس کوئی دوسرا سوٹ نہیں ہے؟
سہیلی: مگر مجھے تو سوٹ بدلا ہوا نظر آیا تھا۔
امریکن بیوی: میرے شوہر نے سوٹ نہیں بدلا۔ بلکہ میں نے شوہر بدل لیا ہے۔

وسیم احمد۔ آرمور۔ ضلع نظام آباد۔ اے پی

☆ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کافی دن ہوگئے اب تو میری چھتری

واپس کردو۔،،

دوسرے نے کہا" جی! کون سی چھتری؟فی الحال میں نے آپ سے چھتری مانگی ہی نہیں۔ اگر مانگی تو تم نے دی نہیں ہوگی۔ اگر تم نے دی ہوگی تو میں نے لی نہیں ہوگی۔ اگرلی ہوگی تو میں نے لوٹادی ہوگی۔ اگر نہیں لوٹائی ہوگی تواب لوٹاؤں گا بھی نہیں۔ کیونکہ بارش ہونے والی ہے۔،،

خلیل افضل خاں باندرہ (ایسٹ) ممبئ

☆ایک خاتون تیز رفتار سے کار چلاتی ہوئی جارہی تھی کہ ٹریفک کے سپاہی سے اس کی کار ٹکرا گئی۔ خاتون نے کہا" دیکھا! بیچ میں کھڑے رہنے کا نتیجہ؟،،

محفوظ احمد، انجمن مفید الیتیمی، مدنپورہ۔ ممبئ

☆جج: تم نے نشہ میں بیوی پر گولی چلادی۔ لعنت ہے نشے پر۔
ملزم: بیوی سے لڑائی ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے باہر جاکر خوب شراب پی۔
جج: لعنت ہے شراب پر۔
ملزم: پھر میں نے ایک ریوالور خریدا۔
جج: پہلے تو تم نشے میں تھے پھر مسلح بھی ہوگئے۔ لعنت ہے شراب پر۔
ملزم: پھر میں نے بیوی پر گولی چلادی لیکن نشے کے سبب نشانہ خطا ہوگیا۔
جج: لعنت ہے شراب پر۔

اسما تبسم۔ منڈل۔ آرمور۔ ضلع نظام آباد

☆پہلی عورت: "میرے شوہر بہت خوش قسمت ہیں۔ بچپن میں وہ گھوڑے سے گرے لیکن چوٹ نہ آئی۔ طالب علمی کے زمانے میں وہ شیر کے منہ میں جانے سے بچ گئے۔ جوانی میں ایک مرتبہ ان کی کشتی دریا میں غرق ہوتے ہوتے بچی۔
دوسری عورت: "واقعی ان کی خوش نصیبی میں کوئی شک نہیں۔ اب دیکھو تمھارے ساتھ شادی کیے ہوئے دو برس ہوگئے اور اب تک زندہ ہیں۔

شیخ عمران الدین۔ سنار محلہ۔ دھولیہ

☆منا(روتے ہوئے) امی کل میں اسکول نہیں جاؤں گا۔
ماں: وہ کیوں؟
منا: امی آج اسکول میں مجھے تولا گیا ہے کل یقیناً بیچ دیا جائے گا۔

تبسم نسرین محمد اسمعیل۔ امراوتی

☆دو دوست تھے۔ دونوں دوستوں کے پاس ایک ایک نوکر تھا۔ دونوں بالکل ہی کوڑھ مغز تھے۔ ایک دن دونوں دوستوں

نے مشورہ کیا کہ دونوں کی کوڑھ مغزی معلوم کریں کہ کون زیادہ کوڑھ مغز ہے۔ اتوار کے روز پہلے دوست نے اپنے نوکر کو دس روپے دیے اور کہا کہ بازار جاکر کار خرید لاؤ۔ وہ چل پڑا۔
دوسرے دوست نے اپنے نوکر سے کہا کہ دیکھو کلب جاکر پتا لگاؤ کہ میں وہاں ہوں کہ یا نہیں۔ وہ بھی چل پڑا۔ دونوں کی ملاقات ایک جگہ ہو گئی۔ پہلے نے کہا کہ میرا مالک کتنا بیوقوف ہے۔ مجھے کار خریدنے کو کہا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں ہے کہ آج اتوار ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ارے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ میرا مالک تو اس سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ اس نے مجھے کلب جاکر یہ پتا لگانے کو کہا ہے کہ وہ وہاں ہے یا نہیں۔ ارے وہ ٹیلیفون سے پوچھ کر پتا لگالیتا کہ وہ وہاں ہے یا نہیں۔

عقیل احمد اللہ بخش یادگیر۔ شولاپور ایم ایس

☆ایک صاحب اپنی بیوی کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ شوہر نے زمین سے کچھ اٹھایا اور ہاتھ پیچھے چھپالیا۔ بیوی نے پوچھا کہ "آپ کیا چھپارہے ہیں؟"، شوہر نے کہا کہ "کچھ نہیں"، بیوی نے غصہ سے پھر سوال دہرایا۔ تب شوہر نے جھنجھلا کر کہا "آج کل لوگ بڑے بدتمیز ہیں وہ روپے کے سائز میں تھوک دیتے ہیں۔

رئیس احمد، علی نگر۔ مبارک پور اعظم گڑھ

☆ایک سائکل سوار کسی راہ گیر سے ٹکرا گیا۔ راہ گیر نے جیب سے ایک کا سکہ نکال کر اس کی طرف بڑھادیا۔ سائکل سوار نے پوچھا "یہ کیوں دے رہے ہو؟"،
راہ گیر نے جواب دیا "اندھوں کو خیرات دینا میری عادت ہے۔"،

محمد جاوید محمد حیات، ڈونگاؤں۔ (بلڈانہ)

☆ایک چور ایک گھر میں چوری کرنے آیا تو تجوری میں لکھا ہوا تھا "ھذامن فضل ربی"، (یہ میرے رب کا فضل ہے) چور چوری کرنے بعد اس پر لکھ دیتا ہے "ان اللہ مع الصٰبرین"، (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

عبدالرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر، ممبئی

عارف: (صادق سے) "تم نے گانے کی مشق کیوں چھوڑدی؟"۔ صادق: گلے کی وجہ سے۔" عارف۔ "کیوں گلے کو کیا ہوا؟" صادق۔ "پڑوسی نے گلا دبانے کی دھمکی دی ہے؟"

فاطمہ اعجاز خاں ابوالفضل انکلیو نئی دلی

آدھی ملاقات

● جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اولمپک کھیل، بچوں کی کوششیں، گدگدیاں، اقوال زریں، اور معلومات، قسط وار کہانی بہت پسند آئی۔

ظہیر الحق، محلہ پورے دلیوان، او نچہ تکیہ مبارک پور

● پیام تعلیم کے سبھی کالم دلچسپ، پُرکشش اور معلومات افزا ہیں۔ خصوصاً معلومات، آدھی ملاقات اور اقوال زریں۔

عتیق الرحمٰن قریشی، برھئی پورہ، منگرول پیر، آکولہ

● جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ مجھے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص طور پر گدگدیاں اور معلومات بہت پسند آئے۔

شبیہ الخدا، ...، شمس ...، [illegible]

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ (۱) یہ کہ آپ انعامی مقابلہ کا ٹوکن ایسی جگہ دیں جس کے پیچھے کچھ نہ لکھا ہوا ہو۔ کیونکہ ٹوکن کو کاٹنے سے پیچھے کا لکھا ہوا بھی کٹ جاتا ہے اور (۲) یہ کہ انعامی مقابلہ کا حل بھیجنے کے لیے پوسٹ کارڈ کی بھی اجازت دیں تاکہ ۵۰ پیسے کی بچت ہو۔

★ کارڈ پر ٹوکن چسپاں کرنے سے کارڈ بیرنگ ہو جاتا ہے اور بغیر ٹوکن والے حل مقابلے میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے لفافہ بھجوانا ضروری ہے۔ (ادارہ)

شکیل احمد۔ پسری گلی، آرمور ضلع نظام آباد

● ماہ جون کا شمارہ دستیاب ہوا۔ بہت ہی عمدہ رسالہ ہے، حکیم صاحب کے مشورے نہ دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ البتہ تمام کہانیاں لاجواب ہیں "خطرناک سگنل"، "چٹ پٹی"، باقی پورا رسالہ ہمارا پسندیدہ ہے۔ گزشتہ چار سال سے پابندی سے پڑھ رہا ہوں۔

نوشاد احمد، محلہ [illegible]، اوریہ بہار

● جولائی کا پیام تعلیم پڑھا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ پہلے تو ہم کو معلوم نہیں تھا کہ اس میں ہمارا نام آیا ہے۔ ہمارے دوست مزمل عمران نے بتایا کہ آپ کا نام بھی شائع ہوا ہے۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔

محمد غفران درانی، اقبال چوک، شیگاؤں، بلڈانہ

● ماہ جون کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو یہ کامیابیاں اس کے قدم چوم رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیام تعلیم کو اور ترقی دے۔

عاطف رفیق، بالاپور، ضلع آکولہ

● ماہ جون کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ سبھی مضامین بے حد پسند آئے۔ خاص طور پر چڑیل کی داسی، اللہ کی رضا، جادو کی بانسری وغیرہ بہت پسند آئے۔ اس کے علاوہ دیگر کالم بھی اچھے تھے۔

حیدر نیر، امواڈولہ شیخ، پوسٹ اموا ضلع شیوہر بہار

● جولائی کا شمارہ ملا۔ صفحہ اوّل پر نظم اکیسویں صدی نے دل کو موہ لیا۔ بچوں کی کوشش، پڑھ کر جہاں بے انتہا خوشی ہوئی وہیں اشعار پڑھ کر دماغ تر و تازہ ہو گیا۔

محمد آصف شیخ ساؤنڈ، اسلام پورہ کاسودہ

● ہر مہینے رسالہ وقت پر ملتا ہے۔ رسالے کے ملتے ہی دل خوشی کے مارے اچھلنے لگتا ہے جب تک میں پورا رسالہ "پیام تعلیم" پڑھ نہ لوں تب تک چین نہیں آتا۔ مجھے زیادہ تر اشعار بے حد پسند آتے ہیں۔

الیاس مومن، اتھنی، بیلگام، کرناٹک

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم میرے ہاتھ میں ہے اپنا نام دیکھ کر دلی خوشی ہوئی۔ آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں سمجھا آپ نے میرا نام نہیں چھاپا۔ پیام تعلیم کا ہر کالم مجھے عزیز ہے۔

ماہیمی سرفراز یوسف، فوزان ویکلی انصاری روڈ تھانہ

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ گدگدیاں میں اپنا نام چھپا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس ماہ کے تمام مضامین بے حد پسند آئے۔ خاص کر "چور چور" اور بچوں کی کوششیں قابل تعریف ہے۔

ترنم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک امراؤتی

● پیام تعلیم کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ سرورق بہت ہی خوبصورت ہے لیکن سرورق پر مہینہ اور سال نہیں لکھا ہوا ہے۔ "ہمدرد انسائیکلوپیڈیا" کارآمد کالم ہے۔ میرا یہ ناقص مشورہ ہے کہ آپ آدھی ملاقات میں خطوط کے جوابات بھی دیا کریں تو یہ کالم اور بھی دلچسپ ہو جائے گا۔

شیریں جبیں عبدالرشید پٹیل، ناچن کھیڑا، جامنیر

● پیام تعلیم جولائی کا تازہ شمارہ دستیاب ہوا۔ جسے پڑھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملا۔ بچوں کی کوششیں میں اپنا نام دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

اعجاز احمد فدائی۔ ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ

● ماہ جولائی کا پیام تعلیم پڑھا۔ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ اس میں میرا شعر آپ نے چھاپا بہت بہت شکریہ۔

محمد محسن، محمد امین، مدار تکیہ، منگرول پیر

● جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ بے حد پسند آیا۔ سبھی کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ اور "اولمپک کھیل" مضمون پڑھ کر معلومات میں کافی اضافہ ہوا

اے۔ حمید صاحب کے ناول کی دوسری قسط بہت اچھی لگی۔

محمد سالک جمیل براڑ، محلہ احسان پورہ، مالیرکوٹلہ

• پیام تعلیم کا تازہ شمارہ جونہی موصول ہوا۔ دل مسرت سے جھوم اٹھا۔ سب ہی مضامین بے حد پسند آئے، خاص کر قسط وار کہانی خطرناک سگنل، کا دوسرا حصہ اور چوں چوں پسند آیا۔

نجم نسرین محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک امراؤتی

• میرے گھر پیام تعلیم جاری ہے۔ ماشاء اللہ پابندی سے آرہا ہے اور ہمارے گھر کے تمام افراد خوش ہوکر پڑھتے ہیں۔ ہمارے سبھی دوست اس رسالہ کو لے جاتے ہیں اور پڑھ کر بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

اظہار الحق محمدی کھیری، لکھیم پور، یوپی

• میں پیام تعلیم تین سال سے پڑھ رہا ہوں۔ ہمیشہ اس میں عمدہ کہانیاں اور لطیفے شائع ہوتے ہیں۔ اس لیے مجھے پیام تعلیم کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔

مشتاق فاروقی، شاہ عنایت محلّہ، پربھنی

• جولائی کا پیام تعلیم نظر سے گزرا جس نے میرے دل و دماغ پر کافی اچھا اثر کیا اور روح کو مسرت سے بھر دیا۔ پیام تعلیم میں ویسے تو ہر کالم اپنی صفت کا آئینہ دار ہے مگر آدھی ملاقات کا مقام اس رسالہ میں ایسا ہے جیسے انسان کے جسم میں سر کا۔

عرفان احمد برکتی، دیوان پورہ، منگرول پیر

• ماہ جولائی کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ تمام نگارشات کافی قابل تعریف ہیں۔ خاص کر "خطرناک سگنل"، بچوں کی کوششیں، گدگدیاں کے ساتھ ساتھ پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۳ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

آفتاب انور، اسلامیہ لائبریری لال چوک مبارکپور

• جولائی کا شمارہ ملا۔ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ اس میں مجھے تمام مضامین پسند آئے۔ خاص طور پر گدگدیاں، خلائی تابوت اترتا ہے، ذوالقرنین، اولمپک کھیل۔

عبدالمحیٔ۔ ڈاک بنگلہ، کورٹلہ

• ماہ اگست کا پیام تعلیم اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ ہمیں تو ویسے سب ہی مضامین اچھے لگے۔ قصہ حضرت موسیٰ و خضرؑ کا، قبر کا زینہ، راستے کا پتھر، بچوں کی کوششیں، اقوال زرّیں، معلومات سبھی اچھی لگیں۔ اللہ تعالیٰ اس پاک و صاف رسالے کو نظر بد سے بچائے اور آپ کی شب و روز کی محنت اور جانفشانی کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

مختار شیخ سید پورہ، بالاپور آکولہ

اقوالِ زرّیں

ماں

• دنیا میں کوئی رشتہ ماں سے زیادہ پیارا نہیں ہوتا۔
• ماں کی اطاعت کرنے والا جنت میں جائے گا۔
• ماں اگر مجھ سے چھوٹ جائے تو میرا جینا بیکار ہے۔
• ماں خدا کا تحفۂ عظیم ہے۔

سیّد علی حسنین، نوگانواں سادات، مراد آباد

• زبان ایک کھلا درندہ ہے جسے کھلا چھوڑ دو تو کاٹ کھائے گا۔
★ اپنا علم دوسروں کو سکھاؤ تاکہ تمھاری معلومات کی بنیاد مستحکم ہو، اور علم بھی سیکھو تاکہ تمھاری معلومات کی سطح بلند تر ہو۔
• پچھلے گناہوں کو نیکیوں سے مٹاؤ۔
• وقت کو پیچھے سے مت پکڑو۔ اسے آگے سے روک کر اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔
• جس نے قرآن کو سمجھا اس کے ہاتھ میں سارے علوم کی کنجی آ گئی۔

شعیب انوار محمد اسمٰعیل، چاندنی چوک امراؤتی

• اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فقر و فاقہ سے ملی جلی ہوتی ہے۔
(حضرت غوثِ اعظمؒ)

• مومن ریشم کی طرح نرم اور فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔ (علامہ اقبالؒ)
• اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو مشکلات میں ڈانوا ڈول نہ ہو۔ اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ اہلِ ایمان کا یہی شیوہ ہے۔ (حضرت موسیٰؑ)

عبید الرحمٰن خلیل الرحمٰن، عباس نگر، مالیگاؤں

• ان تینوں کا احترام کریں۔
والدین، علماء، اساتذہ
• ان تینوں سے پرہیز کریں۔
شرک، بدعت، نفاق
• ان تینوں میں دیر نہ کریں۔
نماز، جنازے کی تدفین، بالغ عورت کا نکاح

ارشاد احمد کدر اسلامیہ شاہ پور نگھونہ مستی پور بہار

• وفا سیکھنا ہو تو پھولوں سے سیکھو جو شاخ سے جدا ہو کر مرجھا جاتا ہے۔
• دوست پر اندھا اعتماد نہ کرو کیونکہ اسی کا وار دشمن سے زیادہ کاری ہوتا ہے۔
• حکمت ایک درخت ہے جو دل میں اُگتا ہے دماغ میں پلتا ہے اور زبان پر پھیلتا ہے۔
• ایک عالم کے قلم کی روشنائی شہید کے خون کے قطروں سے زیادہ پاک ہے۔
• جو علم حاصل کرتا ہے وہ حقیقت میں کبھی مرتا نہیں ہے۔

محمد حسین عالم، پھلواری شریف، گیا

بیوقوف

• بیوقوف پاگل نہیں ہوتا، پاگل بنا دیتا ہے۔
• دنیا کو نیم بیوقوفوں اور نیم عقلمندوں سے ڈرنا چاہیے۔

شہباز احمد، چکجادو، درگاہ بیلا، ویشالی بہار

• مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ وقت پر نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ دے۔
• اگر تمہارا کھانا حسب خواہش نہ ہو تو اسے برا نہ کہو۔
• پرندوں کو ان کے گھونسلے سے نہ اڑاؤ۔
• جو شخص کسی نجومی کے پاس جاکر دریافت حال کرتا ہے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتی۔
• جو شخص مانگنے کی عادت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

محمد عمران عالم، بسرا ضلع سندرگڑھ اڑیسہ

• علم ایسی عزت دیتا ہے کہ ذلت کی کوئی نشانی باقی نہیں رہتی ہے۔
• علم ایسا موتی ہے کہ اس کے مشابہ کوئی موتی نہیں ہے۔
• علم گوہر یکتا ہے جو دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔

سیف عبداللہ پاپی، مدرسہ مدینۃ العلوم [illegible]

• خامیوں کا احساس کامیابی کی کنجی ہے۔
(بقراط)
• ہر مشکل انسان کی ہمت کا امتحان لیتی ہے
(سقراط)
• خاموشی انسان کی سلامتی ہے۔ (افلاطون)
• عقلمندی دولت کا زیور اور مفلسی کا پردہ پوش ہے۔

محمد ابو ہریرہ اکرمی، مخدوم کالونی بھٹکل

• ماں کی محبت سب سے افضل نعمت ہے۔
• ماں کی خوشی خدا کی خوشی ہے، ماں کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔
• ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔
• خدا کے بعد ماں باپ کا درجہ ہے۔

رفیع احمد مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو مبارک [illegible]

فرمانِ رسالت مآبؐ

• اللہ ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو اپنی امیری پر مغرور اور اپنی بڑائی پر فخر کرنے والے ہیں۔

محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴

فرشتے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کرو اس کا اثر یہ ہوگا کہ جب تک تمہارا یہ وضو

باقی رہے گا اس وقت تک تمہارے فرشتے (یعنی کراماً کاتبین) تمہارے لیے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے۔

محمد شرافت رحمان، آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر

یہ حقیقت ہے

موت کے بعد انسان پانچ حصوں میں تقسیم ہو جائیگا

● مال وارثوں کے لیے ● روح ملک الموت کے لیے ● گوشت کیڑوں کے لیے ● ہڈیاں مٹی کے لیے ● نیکیاں قرض خواہوں کے لیے۔

نوٹ: مال تو وارث لے لیں گے۔ روح ملک الموت لے جائے گا لیکن کوشش یہ کریں کہ ایمان شیطان نہ چھین لے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

حافظ محمد الطاف حسین، رانی پور ضلع گڈا، بہار

● تلوار کا زخم جسم پر لگتا ہے اور گناہ کا زخم روح پر۔

● دشمن سے زیادہ خطرناک وہ ہے جو دوست بن کر دھوکا دے۔

● دشمن ایک بھی زیادہ ہے اور دوست سو بھی کم۔

محمد عظیم جاوید، اولڈ اسٹیشن روڈ، راوڑ کیلا

● میرے دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ اگر انھوں نے مجھے قید کیا تو مجھے خلوت کی نعمت نصیب ہوگی۔ اگر جلا وطن کیا تو سیاحت کا موقع مل جائے گا اور اگر قتل کر دیا تو شہادت کا عظیم مرتبہ میسر آئے گا۔

پرویز اقبال انصاری، مبارک پور، اعظم گڑھ

● انسان خود عظیم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار اسے عظیم بناتا ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

● زبان ایک ایسا درندہ ہے اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو عجب نہیں کہ تمھیں بھی پھاڑ کھائے۔ (حضرت علیؓ)

● دل کو زندہ رکھنے کے لیے بہتر کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ (امام غزالیؒ)

رمیسہ خاتون، ڈلوکھر، ضلع مدھوبنی بہار

● پست ارادے کامیابی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

● انسان زندگی میں وہ سب نہیں پا سکتا جس کی وہ خواہش رکھتا ہے۔

● زخم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس مرہم نہ ہو۔

ثمینہ یوسف میمن، امراوتی، مہاراشٹر

حیرت ہے اس شخص پر

● جس نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے خالق ہیں اور پھر اس کی عبادت نہ کی۔

● جس نے یقین کیا کہ اللہ تعالیٰ سب کو رزق پہنچاتا ہے اور پھر اطمینان نہیں کرتا۔

● جس کو یقین ہے کہ دنیا فانی اور مٹنے والی ہے اور پھر بھی اس پر بھروسا کرتا ہے۔

● جس نے یقین کیا کہ وارث ان کے دشمن ہیں

پھر بھی ان کے لیے دولت جمع کرتا ہے۔
• جس نے یقین کیا کہ آخرت آنے والی ہی ہے اور پھر بھی اس کے لیے تیاری نہیں کرتا۔

محمد یوسف کوٹھلوی متعلم مدرسہ ضیاء العلوم پاؤر ڈا

• دوست کے گھر گیا جو چیز پکی ہوئی ملی خود لے کر کھالی (یعنی بغیر پوچھے) یا اس کے باغ میں گیا اور پھل توڑ کر کھالیا، اگر معلوم ہے کہ اسے ناگوار نہ ہوگا تو کھانا جائز ہے۔
• چاندی یا سونے کے بٹن کرتے یا اچکن میں لگانا جائز ہے جس طرح گھنڈی جائز ہے۔ (در مختار) یعنی جب بٹن بغیر زنجیر کے ہوں، اگر زنجیر والے ہوں تو اس کا استعمال ناجائز ہے کہ یہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے اور مرد کو زیور کا استعمال جائز نہیں ہے۔
• دانت گر گیا، اس دانت کو سونے یا چاندی کے تار سے بندھوا سکتا ہے۔ دوسرے شخص کا دانت اپنے منہ میں نہیں لگا سکتا۔
(عالمگیری)

محمد سلیم امجدی، باسنی، ناگور راجستھان

• علم سب سے بڑی دولت ہے۔
• علم اور بردباری انسان کی سیرت کو آراستہ کرتی ہے۔
• علم حاصل کرنے کے لیے شمع کی مانند پگھلنا چاہیے۔
• علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔
• سب مردہ ہیں، اہل علم زندہ ہیں۔

محمد حنیف نگارچی، بیجاپور، کرناٹک

• علم وہ نور ہے جس سے انسان ہدایت پاتا ہے
• علم وہ شمع ہے جس کو کسی آندھی کا خوف نہیں۔
• علم ایسی دولت ہے جو انسان کو بلندی تک پہنچاتا ہے۔

محمد ذوالفقار دربھنگوی، لکھنؤ

سلام کے آداب

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان آپس میں سلام کی کثرت رکھیں باآواز بلند اور ہاتھ سے۔ اے انس تم جس کے پاس جایا کرو پہلے سلام کیا کرو، تاکہ تمہاری نیکیاں بہت ہوں۔
• مصافحہ بھی کریں، اس سے کینہ دور ہوتا ہے۔ معانقہ (گلے ملنا) ہاتھ چومنا اور پیشانی کو بوسہ دینا بھی ثابت ہے۔
• سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب ہے۔

فرحانہ انجم خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

• مہمان کے سامنے تھوڑا کھانا رکھنا بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ رکھنا تکبر ہے (امام غزالیؒ)
• ظالم، مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے اور اپنی آخرت۔
(حضرت غوث پاکؒ)

ابو طالب اعظمی بینا پاڑہ اعظم گڑھ

معلومات

عاشورہ کے دن

- حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔
- حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔
- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔
- حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس ملی۔

محمد آصف شیخ سانڈو، اسلام پورہ اکاسودہ

ہندستان میں

- ہندستان کی کل آبادی ۱۹۹۱ء کے مطابق ۸۴،۳۹،۳۰،۸۶۱ ہے۔
- سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ اترپردیش ہے۔ جس کی آبادی ۱۳،۸۷،۶۹،۱۷۴ ہے۔
- سب سے کم آبادی والا صوبہ سکم ہے۔ جس کی آبادی ۴،۰۳،۶۱۲ ہے
- سب سے کم پڑھا لکھا صوبہ بہار ہے جس کا تناسب ۳۸.۵۴٪ ہے

محمد مصباح الہدیٰ شمس، مثالی مڈل اسکول ارریہ

- ۱۹۶۶ء: ہندستان اور پاکستان کے بیچ تاشقند سمجھوتہ۔
- ۱۹۶۷ء: عرب اور اسرائیل کے بیچ جنگ
- ۱۵۲۶ء: پانی پت کی پہلی جنگ
- ۱۷۶۱ء: پانی پت کی تیسری جنگ، مراٹھوں کی احمد شاہ سے شکست۔
- ۱۸۶۹ء: مہاتما گاندھی کا جنم۔

شبانہ اصغر بنت کبیر، بھنڈارہ

صحابی	منقول احادیث
حضرت ابوہریرہؓ	۵۳۷۴
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۲۶۳۰
حضرت انس بن مالکؓ	۲۲۸۶
حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۶۶۰

عتیق الرحمٰن، عبدالعظیم، گونڈی، ممبئی

- لفظ "مانسون" عربی کی اصطلاح ہے
- لفظ "کیلنڈر" یونانی اصطلاح ہے
- "رجب" جنت میں ایک نہر کا نام ہے
- بھرت قبیلے کے نام پر ہمارے ملک کا نام بھارت پڑا۔

انور حسین محمد خلیل، انجمن مفید الیتمیٰ، ممبئی

- ہمیشہ یکم اکتوبر کو وہی دن ہوگا جو پہلی جنوری کو ہوگا۔
- ہمیشہ یکم اپریل کو وہی دن ہوگا جو پہلی جولائی کو ہوگا۔

• ہمیشہ یکم ستمبر کو وہی دن ہوگا جو پہلی دسمبر کو ہوگا۔

• کوئی بھی صدی اتوار، بدھ اور جمعہ سے شروع نہیں ہوئی۔

ایم اے رؤف، مورتاڈ، نظام آباد۔ اے پی

مصنف (شعرا)	تصانیف
مرزا غالب	دیوان غالب، غالب کے خطوط
ڈاکٹر محمد اقبال	بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز
خواجہ الطاف حسین حالی	مسدس حالی
پنڈت دیا شنکر نسیم	گل بکاؤلی
نواب مرزا شوق لکھنوی	مثنوی زہر عشق

مختار شیخ، سید پورہ، بلوہ پور، آکولہ

• ہندستان کی پہلی عورت آئی۔ پی۔ ایس کرن بیدی۔

• پہلی بولتی فلم۔ عالم آرا

• چاند پر سب سے پہلے پہنچنے والا آدمی نیل آرمس اسٹرانگ۔

ناصح عالم، رسل ہائی اسکول، بہادر گنج بہار

• اسلام قبول کرنے والی سب سے پہلی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ مسلمان ہونے والی دوسری خاتون حضرت ام فضل بنت حارث تھیں۔

• آب زم زم دیوار کعبہ سے ۳۸ گز کے فاصلے پر ہے۔

• مسجد نبویؐ کے دوسرے مؤذن حضرت ابن ام مکتومؓ تھے۔

• غار حرا جبل النور میں واقع ہے۔

محمد مونس، رضا، عزیزیہ چیک اسکول مبارکپور

کچھ خاص ممالک کی راجدھانیاں جو ندی کے کنارے بسائی گئیں

دہلی	جمنا کے کنارے
بغداد	ٹگرس ندی کے کنارے
روم	ٹائبر ندی کے کنارے
واشنگٹن	پوٹاما ندی کے کنارے

مطلوب رضا، جی۔ ۱۳/اے ابوالفضل انکلیو ۲

• دنیا کی سب سے مقدس کتاب: قرآن

• دنیا کی سب سے مقدس دولت: ایمان

• دنیا کی سب سے مقدس شخصیت: حضرت محمدؐ

• دنیا کا سب سے مقدس مذہب: اسلام

ثاقب ظفر، غیاث نگر، رانی پور، سیوان بہار

• ایک پرندہ جس کا نام HAWK ہے وہ ۳۰۰ میٹر اوپر اڑ کر گھاس میں چھپے چوہے کو باآسانی دیکھ سکتا ہے۔

• گوریلا ہر دن ۱۴ گھنٹے سوتا ہے اور ۱۰ گھنٹے جاگتا ہے۔

عاطف رفیق [illegible] ضلع [illegible]

ملک	راجدھانی	سکّہ
سعودی عرب	ریاض	ریال
اٹلی	روم	لیرا
برطانیہ	لندن	پونڈ
جاپان	ٹوکیو	ین
عراق	بغداد	دینار

عبداللہ اعظمی جہانگیر احمد، خدادا پور، اعظم گڑھ

ہند کے چند مسلم حکمراں اور مدّت حکومت

محمود غزنوی	۳۳ سال
محمد غوری	۳۰ سال
قطب الدین ایبک	۴ سال
شمس الدین التمش	۲۵ سال
رضیہ سلطانہ	۴ سال
ناصر الدین محمود	۲۰ سال

سید عامر علی، بشیر گنج، بیڑ، مہاراشٹر

ہندستان کی

- پہلی خاتون، ہائی کورٹ کی چیف جج : لیلا سیٹھ
- پہلی خاتون، سپریم کورٹ کی جج : فاطمہ بی بی
- پہلی خاتون، مرکزی وزیر : راجکماری امرت کور
- پہلی خاتون، وزیراعظم : شریمتی اندرا گاندھی

قمر جہاں، تی، ڈاکٹر پھر نرہو نا مدسوہنی، بہار

- سب سے زیادہ جھونپڑیاں برازیل میں ہیں۔
- سب سے امیر ملک کویت ہے۔
- سب سے زیادہ غریب ملک بھوٹان ہے۔
- سب سے بڑا براعظم ایشیا ہے۔
- سب سے بڑا جزیرہ آسٹریلیا ہے۔

منشی فیاض، کمار گلی، اُودگیر

اسمائے انبیاء اور ان کی والدہ

حضرت شیث ؑ	حضرت بی بی حوّا
حضرت اسماعیل ؑ	بی بی ہاجرہ
حضرت عیسیٰ ؑ	بی بی مریم
حضرت محمد ﷺ	بی بی آمنہ

ظہور اکرمی، شاذلی اسٹریٹ، بھٹکل

س: دستور کے ذریعے ہمارے ملک کا کیا نام دیا گیا؟

ج: بھارت ورش یا بھارت، اور انڈیا۔

س: ہندستان کے اختلاف میں اتحاد ہے یہ کس نے کہا؟

ج: وی۔ اسمتھ نے۔

محمد نجیب پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴

۱۷ ستمبر، تاریخ کے آئینے میں

- ۱۷ ستمبر ۱۸۷۶ء کو بنگالی ناول نگار شرت چندر چٹوپادھیائے پیدا ہوئے۔
- اسی دن ۱۹۴۸ء میں حیدرآباد ریاست کو ہندستان میں شامل کیا گیا۔
- اسی دن ۱۵۹۵ء میں پوپ نے ہینری پنجم کو فرانس کا حکمراں تسلیم کیا۔

فرحت آمیز، پانی باغ، کشن گنج، بہار

• قرآن پاک میں ۳۰ پارے، ۷ منزلیں، ۱۴ سجدے، ۵۴۰ رکوع، ۱۱۴ سورتیں اور ۶۶۶۶ آیات ہیں۔
• قرآن پاک میں ۳۲۰۲۶۷ حروف استعمال ہوئے ہیں۔
• قرآن پاک میں ۵۳۲۲۳ زبر، ۳۹۵۹۲ زیر، ۸۸۰۴ پیش اور ۱۲۷۳ تشدید ہیں۔

ہلال خاں۔ اوکے روڈ، ریل پار آسنسول

تاریخی عمارتیں	بنانے والے
چار مینار	قلی قطب شاہ
گولکنڈہ کا قلعہ	〃
لال قلعہ	شاہجہاں
مکہ مسجد	قلی قطب شاہ
قطب مینار	قطب الدین ایبک
بلند دروازہ	اکبر

منشی محمد امتیاز، کمارگلی، اودگیر ضلع لاتور

• ریاست کشمیر میں ریلوے لائن نہیں ہے۔
• اتوار کی چھٹی سب سے پہلے ۱۸۴۳ء میں ہوئی۔
• دنیا میں تقریباً ۸۵۰۰۰ قسم کے کیڑے پائے جاتے ہیں۔

دانش خورشید، حاجی قدم رسول اسکول آسنسول

پہلا گورنر جنرل	شری راگوپال
پہلا کانگریس صدر	شری ڈبلیو سی بنرجی
پہلی خاتون گورنر	مسز سروجنی نائیڈو
پہلا فیلڈ مارشل	شری مانک شاہ
پہلی یو این او میں ہندستانی صدر	مسز وجے لکشمی پنڈت

محمد شمشاد، مالیرکوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب

یہ لوگ جو کبھی معمولی آدمی تھے

• شمالی ویت نام کے آنجہانی صدر ہوچی منہ، ایک جہاز کے قلی تھے۔
• کرسٹوفر کولمبس: جس نے امریکا دریافت کیا ایک جولاہے کا لڑکا تھا۔
• جدید ترکی کے بانی کمال اتاترک، ایک معمولی کلرک کے بیٹے تھے۔
• حکیم لقمان بچپن میں موم بتیاں بناتے تھے۔
• ناصر الدین بادشاہ بچپن میں ٹوپیاں بیچا کرتے تھے۔
• روس کا سابق ڈکٹیٹر اسٹالن، ایک موچی کے گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔
• فرانس کا عظیم حکمراں نپولین ابتدا میں ایک معمولی سپاہی تھا۔
• مشہور سائنس داں تھامس الوا ایڈیسن ایک معمولی اخبار فروش تھا۔
• سقراط بچپن میں ایک سنگ تراش تھا۔
• فریڈی نائیکل کبھی ایک معمولی جلد ساز تھا۔
• نادر شاہ ابتدا میں ایک گڈریا تھا۔

محمد عکرمہ عبدالرب، اسلام پورہ مالیگاؤں

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۴ر نومبر ۱۹۹۶ء ہے

پیامی ادبی معمّا نمبر 96

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 — دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ خلائی گن سے . . . . شعاع نکل کر اُن پر گری۔ (سفید / نیلی / لال)

۲۔ پوری اسلامی دنیا اس وقت نہایت . . . . حالات سے گزر رہی ہے۔ (خطرناک / صبر آزما)

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے . . . . . آکر بیٹھ گئے۔ (روبرو / سامنے / پیچھے)

۴۔ حافظ کا درجہ . . . . سے بڑا ہے۔ (مولوی / محدّث)

۵۔ میرا کوئی عزیز . . . . . نہیں۔ نہ بھائی ہے نہ باپ۔ (وارث / رشتے دار)

۶۔ حیا اسلام کا . . . . وصف ہے۔ (نمایاں / امتیازی)

۷۔ کسی . . . . بات پر انسان کو غصہ آتا ہے۔ (بری / ناگوار)

۸۔ افضال پہلے بیٹے کا باپ بنا تو حالت اور . . . . . ہو گئی۔ (بری / اچھی)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

● ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی —— ● حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمّا نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

آپ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر 96 ماہنامہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NUMBER 96

PAYAM-E-TALEEM

پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۶

ہمارے داہنے ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر لا الٰہ الا اللہ ۔ سرسید احمد خاں

بچوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم

فی پرچہ =/5 روپے ـــــ سالانہ =/45 روپے
سرکاری اداروں سے ـــــ =/65 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ روشنیوں کے تہوار دیوالی سے پہلے آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ دیوالی کے دن اپنے ہندو دوستوں کو دیوالی کی مبارکباد ضرور دیجیے کہ اس سے آپسی بھائی چارہ اور محبت بڑھے گی آخر آپ کو اپنے انھیں دوستوں کے ساتھ مل کر ہی ملک کی تعمیر و ترقی میں کارہائے نمایاں انجام دینا ہیں۔

پچھلے مہینے پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۴ کا حل اور انعام پانے والوں کے نام شائع ہوئے تھے لیکن غلطی سے سرخی میں "حل پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۵" چھپ گیا۔ اس غلطی کی نشان دہی کے لیے پیامیوں کے خطوط کا سیلاب آگیا۔ ہمیں اس غلطی کا واقعی افسوس ہے آیندہ سے احتیاط کی جائے گی۔

پیامی ادبی معمّا نمبر ۹۳ کا انعام اب تک جس پیامی کو نہ ملا ہو وہ ۱۵ نومبر ۹۶ء تک ضرور منگالیں اس کے بعد یہ فائل بند کر دیا جائے گا۔ بعض پیامی اپنی تحریریں مہینے میں ایک مرتبہ نہیں چار چار مرتبہ ہر کالم کے لیے بھجوا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ صرف ایک پیامی کی اتنی ڈھیر ساری تحریریں پڑھنا ہمارے بس کی بات نہیں انھیں چاہیے کہ تھوک میں مضامین، لطیفے، اقوال وغیرہ ہرگز نہ بھیجیں بلکہ ہماری رائے ہے کہ ہمارے پیامی پڑھیں زیادہ اور لکھیں کم۔ اس سے ان کی تحریروں میں پختگی اور روانی آئے گی۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

حفیظ الرحمان احسن

وہی تو ہے خدا میرا

> کتابوں کو زمین پر نہ گرنے دیا کرو، کتابیں انسان کو آسمان پر لے جاتی ہیں۔
> افلاطون

یہ دُنیا خوبصورت ہے
فلک پر چاند تارے ہیں
حسیں ہے آسمان کتنا
وہ نکلا چاند بادل سے
ہے پیاری چاندنی اس کی
سنہری دھوپ کو دیکھو
یہ کھلتے پھول گلشن کے
ہوا سے سب یہ ہلتے ہیں
یہ شبنم موتیوں جیسی
یہ دیکھو رنگ تتلی کے
دھنک کے رنگ بھی دیکھو
کبھی بارش کی چھم چھم ہے
سُریلی تان کوئل کی
کہیں چڑیوں کی چہکاریں
یہ بچے کتنے پیارے ہیں
جو ہنستے مسکراتے ہیں
یہ سب کچھ دیکھ کر خوش ہوں
یہ سب کچھ کس کی قدرت ہے
بنائی جس نے یہ دُنیا
نہیں ہے کوئی اس جیسا

کوئی پیاری سی مورت ہے
زمیں پر پھول پیارے ہیں
ہے خیمہ نیل گوں اس کا
دکھاتا ہے کئی چہرے
بھلی لگتی ہے یہ کیسی
تم اس کا روپ تو دیکھو
سجے ہیں کتنے رنگوں میں
گلے خوش ہو کے ملتے ہیں
ہو جھالر جیسے چاندی کی
چُرا لائی ہے پھولوں سے
اور اُن کے ڈھنگ بھی دیکھو
کبھی اولوں کی دھم دھم ہے
ہے اک پہچان کوئل کی
کہیں پھولوں کی مہکاریں
مری آنکھوں کے تارے ہیں
مرے دل کو لبھاتے ہیں
عجب سی بات اک سوچوں
کہ ہر شئے خوبصورت ہے
وہ خود کتنا حسیں ہوگا
وہی تو ہے خدا میرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

اچھا سلوک، اچھے انسان کی پہچان ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے محبت رکھتا ہے وہ انسانوں سے بھی محبت کرتا ہے، ان سے اچھا برتاؤ کرتا ہے ان کو تکلیف نہیں پہنچاتا، ان کے کام آتا ہے۔

اچھا انسان ہر ایک سے اچھا سلوک کرتا ہے، لیکن اسے خاص طور پر ماں باپ سے اور اپنے رشتے داروں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۸۳ میں ارشاد باری ہے :

"والدین سے اور رشتے داروں سے اور یتیموں
سے اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرو۔" (ترجمہ)

سب سے بڑا رتبہ ماں باپ کا ہے اور ماں باپ سب سے زیادہ اچھے برتاؤ کے حق دار ہیں۔ اچھے برتاؤ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اچھی طرح، اچھے الفاظ میں، نرم لہجے میں، میٹھی زبان میں اور نیچی آواز سے بات کی جائے۔ ان کی بات توجہ سے سنی جائے۔ ان کا کہنا مانا جائے۔ ان کے حکم کے خلاف نہ کیا جائے۔ ان کی مرضی سمجھی جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ اگر وہ بوڑھے ہوں تو ان کی صحت کا خیال رکھا جائے، ان کے کھانے پینے میں ان کی پسند ناپسند کا لحاظ رکھا جائے۔ ان کو ان کی خواہش کے مطابق لباس مہیا جائے۔ غرض ان کے آرام اور سکون کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

حکیم محمد سعید

سونے کی چوری
4/=
مکتبہ
پیام تعلیم
کی نئی اور
دلچسپ
کتابیں
خلائی
طبیب
8/=
سُنہری جھیل
9/=
ہلتا ہوا مکان
5/=
بونوں کا جزیرہ
8/=
جادو نگری
9/=
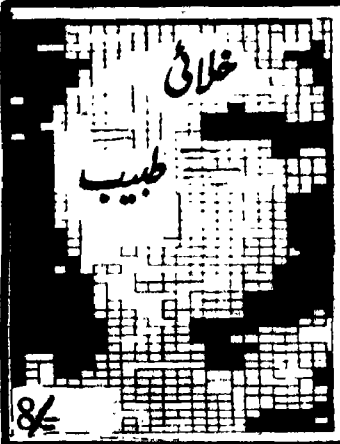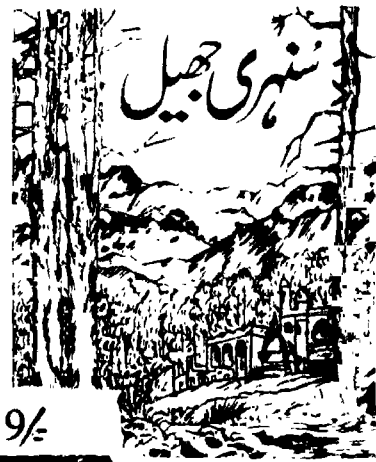
ڈاکٹر سید حامد حسین
۵۔ سلور لائن اپارٹمنٹس۔ اے سیکٹر (بی۔ ڈی۔ اے)
کوہ فضا۔ بھوپال۔ ۴۶۲۰۰۱

عقل کا امتحان

(مختلف قسم کے امتحانوں میں پوچھے جانے والے سوالوں کے نمونے پر)

عقل کے امتحان کے لیے ایک قسم کے سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق کسی قطار وغیرہ میں کسی شخص کے مقام سے ہوتا ہے۔ جیسے

سوال نمبر ۱۔ ۵۱ بچوں کے ایک کلاس میں طاہر کو امتحان میں جو نمبر ملے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس کا اکیسواں (۲۱واں) مقام ہے۔ بتایئے کہ آخر سے اس کا کون سا نمبر ہے۔

صحیح جواب: ۳۱ واں۔ ایسے سوالوں میں ہمیں اس کی احتیاط رکھنا پڑتی ہے کہ سوال میں شامل شخص کی گنتی دوبارہ نہ ہو جائے، اسے ایک بار چھوڑ نہ دیا جائے۔ اس سوال کو حل کرتے وقت آپ جلدی میں ۵۱ (کل بچوں کی تعداد) میں سے ۲۱ (شروع سے طاہر کے نمبر) کو گھٹا کر اپنا جواب ۳۰ نکالیں گے تو یہ صرف ان بچوں کی تعداد ہوگی جنہیں طاہر سے کم نمبر ملے ہیں۔ طاہر کا مقام، ان ۳۰ میں طاہر کو جوڑ کر نکالیں گے یعنی ۳۱ واں۔

سوال نمبر ۲۔ کسی کلاس میں ۳۱ لڑکے ہیں۔ ان میں قاسم کا سترھواں (۱۷واں) نمبر ہے۔ آخر سے اس کا کون سا نمبر ہے۔

صحیح جواب: ۱۵ (کل لڑکے = ۳۱۔ قاسم کو ملا کر شروع سے کل لڑکے = ۱۷ اب ۳۱ میں سے ۱۷ گھٹا کر ۱۴ آیا جو ان لڑکوں کی تعداد ہے جو قاسم کے بعد ہیں اس لیے قاسم کو جوڑ کر قاسم کا آخر سے ۱۵ واں نمبر ہوگا)

سوال نمبر ۳۔ کچھ کھلاڑیوں کو خاص مہمان سے ہاتھ ملانے کے لیے ایک قطار میں کھڑا کیا گیا ہے۔ اس قطار میں بائیں جانب سے امجد دسواں کھلاڑی ہے اور داہنی جانب سے سلیمان نواں کھلاڑی۔ امجد اور سلیمان اپنی اپنی جگہیں بدل لیتے ہیں۔ اب امجد بائیں سے پندرھواں کھلاڑی ہے۔ قطار میں کل کتنے کھلاڑی ہیں۔

صحیح جواب : ۲۳۔(اگر ہم نقشہ بنا کر اس سوال کو حل کریں تو الجھن کم ہو جائے گی۔
(پہلی حالت) ۸ لڑکے + سلیمان... امجد + ۹ لڑکے
(دوسری حالت) ۸ لڑکے + امجد + ۱۴ کھلاڑی
دوسری حالت میں امجد کے بائیں جانب ۱۴ کھلاڑی ہیں اور کیونکہ امجد نے سلیمان کی جگہ لی ہے اس لیے اب امجد کے بھی دائیں جانب ۸ لڑکے ہوئے اور ۱۴ + امجد + ۸ کو جوڑ کر کل ۲۳ لڑکے ہوئے)

سوال نمبر ۴۔ خلیق کسی قطار میں بائیں سے چھٹا ہے اور اکرم دائیں سے چوتھا۔ جب خلیق اور اکرم اپنی اپنی جگہ بدل لیتے ہیں تو اکرم دائیں جانب سے سترھواں ہو جاتا ہے تو بائیں جانب سے خلیق کی کون سی جگہ ہوگی۔

صحیح جواب : انیسویں۔(پہلے ہمیں یہ نکالنا ہوگا کہ قطار میں کل کتنے بچے ہیں۔
پہلی حالت : ۳ لڑکے + اکرم +...+ خلیق + ۵ لڑکے
دوسری حالت : ۱۶ لڑکے + اکرم + ۵ لڑکے
یعنی قطار میں کل ۲۲ لڑکے ہیں۔ دوسری حالت میں اکرم کی جگہ خلیق کے پہنچ جانے سے خلیق کے دائیں جانب تین لڑکے ہیں، جس طرح پہلی حالت میں اکرم کے لیے تھے۔ اب کل لڑکوں کی تعداد یعنی ۲۲ میں سے ان تین لڑکوں کو گھٹا دینے سے اکرم کی ۱۹ویں جگہ نکل آئی)۔

سوال نمبر ۵۔ تین دوست فٹ بال کا میچ دیکھنے پہنچے۔ میچ دیکھنے کے لیے انھیں ٹکٹ خریدنا تھا۔ لیکن قطار میں کھڑے ہونے کے لیے انھیں ایک ساتھ جگہ نہیں ملی۔ لطیف کھڑکی سے آٹھواں ہے۔ رشید آخر سے پانچواں ہے۔ فیروز اور لطیف کے بیچ میں دو لوگ ہیں اور فیروز آخر سے چودھویں جگہ پر ہے۔ اگر تین دوستوں میں سب سے آگے لطیف، سب سے پیچھے رشید اور بیچ میں فیروز ہے تو رشید اور فیروز کے بیچ کتنے لوگ کھڑے ہیں۔

صحیح جواب : سات (پہلے یہ پتا چلائیں کہ قطار میں کل کتنے لوگ کھڑے ہیں۔
کھڑکی کے سامنے لوگ اس طرح کھڑے ہیں۔
سات لوگ + لطیف + دو لوگ + فیروز + تیرہ لوگ = ۲۳
اب کھڑکی کے سامنے سے فیروز تک ۷ + ۱ + ۲ + ۱ = ۱۱ لوگ ہیں۔

فیروز کے بعد ۱۱ ـ ۲۳ = ۱۲ لوگ ہیں ان میں سے پانچ رشید تک ہیں۔
یعنی فیروز اور رشید کے بیچ ۵ ـ ۱۲ = ۷ لوگ ہیں۔
سوال نمبر۶۔ کسی لائبریری میں ایک میز پر الگ الگ شاعروں کے دیوان ایک کے اوپر ایک رکھے ہیں۔ غالب کا دیون اوپر سے نواں ہے اور اقبال کی "بانگ درا" نیچے سے گیارہویں ہے۔ اگر کتابوں کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے اور "دیوان غالب" اور "بانگ درا" کے درمیان چار کتابیں ہیں تو کتابوں کی کل تعداد کتنی ہے۔
صحیح جواب : ۱۴۔ اس سوال میں یہ بات تو بتائی گئی ہے کہ "دیوان غالب" اور "بانگ درا" کے درمیان چار دوسری کتابیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ ان میں سے کون سی کتاب اوپر ہے اور کون سی نیچے۔ اس لیے ہمیں اس سوال کو دو طرح حل کر کے دیکھنا ہوگا۔ یعنی پہلے "دیوان غالب" کو اوپر مان کر اور دوسرے "بانگ درا" کو اوپر مان کر۔
اگر "دیوان غالب" اوپر ہے تو اوپر سے نیچے کتابوں کی تعداد اس طرح ہوگی۔
آٹھ کتابیں + دیوان غالب + چار کتابیں + بانگ درا + دس کتابیں = ۲۴۔
لیکن کیونکہ سوال میں دیا گیا ہے کہ کتابوں کی تعداد ۲۰ سے زیادہ نہیں ہے تو یہ جواب ہمیں نہیں چاہیے۔ اب یہ دیکھیں کہ "بانگ درا" کو اوپر اور "دیوان غالب" کو نیچے مان کر سوال، حل کیا جائے۔
اس کا نقشہ اس طرح بنے گا۔
اوپر کی کتابیں + بانگ درا + بیچ کی چار کتابیں + دیوان غالب + نیچے کی کتابیں۔ اب کیونکہ "دیوان غالب" نویں ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر کل ملا کر آٹھ کتابیں ہیں۔ اس لیے اوپر کے نقشے میں۔
اوپر کی کتابیں + بانگ درا + بیچ کی چار کتابیں = آٹھ
یعنی بانگ درا اور چار کتابوں کو نکال کر اوپر کی کتابیں تین بچیں۔
اب کیونکہ نیچے سے "بانگ درا" گیارہویں کتاب ہے اس لیے کل ملا کر ۱۱ + ۳ = ۱۴ چودہ کتابیں ہوئیں۔ یہی صحیح جواب ہے)۔
سوال نمبر۷۔ اصغر اور بشیر دونوں ایک ہی ٹرین میں سفر کر رہے ہیں۔ اصغر کا ڈبہ آخر سے

اٹھارواں ہے اور بشیر کا ڈبہ انجن کی طرف سے سترھواں۔ دونوں کے درمیان آٹھ ڈبے ہیں۔ اگر گیارہویں اور بارہویں ڈبے کے درمیان ڈائننگ کار ہے تو اصغر کو ڈائننگ کار میں ناشتہ کرنے جانے کے لیے کتنے ڈبے پار کرنا پڑیں گے (اگر اصغر بشیر کے مقابلے میں انجن کے زیادہ قریب ہے)۔

صحیح جواب : تین۔ (پہلے یہ دیکھیں کہ گاڑی میں کل کتنے ڈبے ہیں۔
کیونکہ اصغر انجن سے زیادہ قریب ہے تو شکل یوں ہوگی۔
انجن ...اصغر + ۸ ڈبے + بشیر + ...
اصغر کے لحاظ سے آخر میں اصغر + ۱۷ ڈبے ہیں۔ یعنی ۸ + ۹ ڈبے
بشیر کے لحاظ سے شروع میں ۱۶ + بشیر کا ڈبہ ہیں۔ یعنی ۸ + ۸ ڈبے
تو کل نقشہ ہوا شروع کے ۸ ڈبے اصغر کے ڈبے کو شامل کرکے + اصغر اور بشیر کے درمیان کے ۸ + آخر کے ۹ ڈبے بشیر کے ڈبے کو شامل کرکے یعنی
۸ + ۸ + ۹ = ۲۵۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اصغر کی آخر سے اٹھارویں ڈبے میں ہونے کی وجہ سے اس کے بعد آخر میں ۱۷ ڈبے ہیں یعنی ۲۵-۱۷ = ۸۔ وہ انجن کی طرف سے آٹھویں ڈبے میں ہے اور ڈائننگ کار میں جانے کے لیے اسے نویں، دسویں اور گیارہویں یعنی تین ڈبے پار کرنے ہوں گے)۔

سوال نمبر ۸ : رشید اور گوہر کو فٹ بال اور ہاکی میں دلچسپی ہے۔ سعید اور گوہر کو فٹ بال اور ٹینس میں دلچسپی ہے۔ رشید اور نعیم کو بیڈمنٹن اور ہاکی میں دلچسپی ہے۔ نعیم اور سعید کو ٹینس اور بیڈمنٹن میں دلچسپی ہے۔ یہ بتائیے کہ ہاکی، ٹینس اور بیڈمنٹن میں کس کو دلچسپی ہے اور کون ٹینس نہیں کھیلتا۔

صحیح جواب : (۱) نعیم (۲) رشید۔
اس قسم کے سوالات کو حل کرنے کے لیے دی ہوئی معلومات سے ایک ٹیبل تیار کرنا اچھا رہتا ہے۔

(ٹیبل اگلے صفحہ پر دیکھیں)

	رشید	گوہر	سعید	نعیم
فٹ بال	✓	✓	✓	
ہاکی	✓	✓		✓
ٹینس		✓	✓	✓
بیڈمنٹن	✓		✓	✓

سوال نمبر۹ : اسلم، سراج، رفیق اور حمید چار دوست ہیں جن میں سے ایک ستار بجاتا اور اردو اور تاریخ پڑھتا ہے۔ اسلم اور سراج بانسری بجاتے ہیں۔ اسلم سیاست پڑھتا ہے۔

بانسری بجانے والے دونوں دوست سائنس پڑھتے ہیں۔ حمید سارنگی بجاتا ہے۔ بانسری بجانے والا ایک دوست انگریزی ادب بھی پڑھتا ہے۔ سارنگی بجانے والا سائنس اور سیاست پڑھتا ہے۔ چاروں دوست دو دو مضمون پڑھتے اور ایک ایک ساز بجاتے ہیں۔ یہ بتائیے کہ سائنس کون نہیں پڑھتا اور ستار کون بجاتا ہے۔

صحیح جواب : دونوں کے "رفیق" (پہلے تو دی ہوئی معلومات سے ایک ٹیبل بنالیں)

	اُردو	تاریخ	سیاست	انگریزی	سائنس	ستار	بانسری	سارنگی
اسلم			✓		(۳)		✓	
سراج				(۴)	(۳)		✓	
رفیق	(۱)	(۱)				(۱)		
حمید			(۳)		(۳)			✓

(۱) کیونکہ ٹیبل میں سارنگی اور بانسری بجانے والوں کے نام تو دیے ہیں ستار بجانے والا رفیق رہ جاتا ہے اور سوال میں دیا گیا ہے کہ ستار بجانے والا اردو اور تاریخ پڑھتا ہے تو یہ بات بھی ٹیبل میں بڑھادیں گے۔

(۲) . سارنگی بجانے والا حمید ہے اس لیے سوال سے پتا چلتا ہے کہ اس کے مضمون سائنس اور سیاست ہوں گے۔
(۳) بانسری بجانے والے یعنی اسلم اور سراج سائنس پڑھتے ہیں۔
(۴) بانسری بجانے والا جو انگریزی پڑھتا ہے وہ سراج ہے کیونکہ اسلم کے دونوں مضمون معلوم ہو چکے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰ : پانچ لوگوں میں سے ایک کسان، ایک سائنس دان، ایک اخبار والا، ایک دوکاندار اور ایک وکیل ہے۔ ان میں سے اختر، سلیم اور وکیل کافی کے مقابلے میں چائے اور دو یعنی بشیر اور اخبار والا چائے کے مقابلے میں کافی پسند کرتے ہیں۔ دوکاندار اور دلاور اور اختر ایک دوسرے کے دوست ہیں لیکن ان میں سے دو کافی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کسان سلیم کا بھائی ہے۔ یہ بتائیں کہ (۱) چائے پسند کرنے والے کون ہیں۔ (۲) کسان کون ہے۔ جب کہ پانچویں دوست کا نام اعجاز ہے۔

صحیح جواب : (۱) اختر، سلیم اور اعجاز (۲) اختر۔

یہاں پہلے یہ معلوم کرنا اچھا ہوگا کہ کافی کون کون پیتا ہے اور چائے کون کون ؟ سوال سے یہ تو پتا چلتا ہے کہ کافی پینے والے دو اور چائے پینے والے تین ہیں۔ اب سوال میں دی گئی اس معلومات پر غور کریں۔
(۱) بشیر اور اخبار والا کافی پسند کرتے ہیں۔
(۲) دوکاندار، دلاور اور اختر میں سے دو کو کافی پسند ہے۔

اب کیونکہ یہ بھی دیا گیا ہے کہ اختر چائے پیتا ہے اس لیے یہاں سے یہ پتا چلا کہ کافی پینے والے دوکاندار اور دلاور ہیں۔

(۱) اور (۲) کو ملا کر یہ نتیجہ نکلا کہ بشیر اور دلاور کافی پیتے ہیں اور بشیر دوکاندار اور دلاور اخبار والا ہے، چائے پینے والوں میں اختر اور سلیم اور وکیل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے پانچواں شخص یعنی اعجاز چائے پینے والا ہے۔ تو ہماری ٹیبل اس طرح بنی۔

	کافی		چائے		
نام	بشیر	دلاور	اختر	سلیم	اعجاز
پیشہ	دوکاندار	اخبار والا			وکیل

اب کیونکہ سلیم کسان کا بھائی ہے اس لیے کسان اختر ہوا۔ کیونکہ ابھی سائنس داں کی کوئی بات نہیں ہوئی اس لیے سلیم سائنس داں ہے۔ تو سوالوں کا جواب ہے۔

(۱) چائے پینے والے : اختر، سلیم اور اعجاز اور

(۲) اختر کسان ہے۔

سوال نمبر ۱۱ : ایک کالج میں پانچ پروفیسر ہیں۔ وقار اور مسعود اردو یا فارسی نہیں پڑھاتے۔ عورتوں میں سے کوئی بھی عربی یا جغرافیہ نہیں پڑھاتیں۔ مسعور اور اعظم تاریخ یا جغرافیہ نہیں پڑھاتے۔ عائشہ اردو نہیں پڑھاتیں۔ اعظم فارسی نہیں پڑھاتے اور شفیقہ تاریخ نہیں پڑھاتیں۔ یہ بتایئے کہ عربی اور جغرافیہ کون کون پڑھاتا ہے۔

صحیح جواب : (۱) عربی : مسعود (۲) جغرافیہ : وقار

پہلے ٹیبل بنالیں۔

	اردو	فارسی	عربی	جغرافیہ	تاریخ
وقار	X	X	⊗		⊗
مسعود	X	X		X	X
اعظم		X	⊗	X	X
عائشہ	X	⊕	X	X	
شفیقہ	⋇		X	X	X

اب سب سے پہلے جغرافیہ کے چار خانے کٹ گئے جس سے پتا چلا کہ جغرافیہ وقار پڑھاتے ہیں۔ اب وقار کا مضمون معلوم ہوگیا تو عربی اور تاریخ کے خانوں کو بھی کاٹ دیا ⊗۔ اس کے بعد تاریخ کے چار خانے کٹ گئے اور معلوم ہوا عائشہ تاریخ پڑھاتی ہیں۔ عائشہ کے سامنے فارسی کا خانہ بھی کٹ گیا ⊕۔ اب معلوم ہوا کہ شفیقہ فارسی پڑھاتی ہیں۔ اب ان کے سامنے کا اردو کا خانہ بھی کاٹ دیا ⋇۔ یہاں معلوم ہوا کہ اعظم اردو پڑھاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اعظم کے سامنے عربی کا خانہ بھی کٹ گیا ⊗ اور ہمیں آخری جواب بھی مل گیا۔ یعنی مسعود عربی پڑھاتے ہیں۔

ذکیہ بلگرامی

بوجھ

اس روز میرے سر میں شدید درد تھا۔ میرے دونوں بیٹوں عدنان اور کامران نے گھر میں اُدھم مچا رکھا تھا۔ میں ان بچوں کو سمجھا سمجھا کر عاجز آچکی تھی۔ کسی طور خاموش بیٹھنا تو انھیں آتا ہی نہیں تھا۔ میں بھی کتنا کچھ کہہ سکتی تھی، آخر بچے ہی تھے پانچ اور چھے سال کی عمر کے۔ اُدھم مچانا، کھیل کود اور آپس کے لڑائی جھگڑے ایک فطری عمل تھا۔ میرا الجھنا فضول تھا مگر پھر بھی اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل تو ہونا ہی چاہیے تھا۔ گھر کے تمام کام میں اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی عادی تھی۔ تھک کر لیٹتی تو دل چاہتا کہ کچھ دیر سکون نصیب ہو جائے مگر ایسا نہ ہوتا۔ بہر حال پھر قدرت نے میرا مسئلہ حل کر دیا۔ مجھے ایک ملازم مل گیا۔ ہوا یوں کہ ایک دن عدنان اور کامران کو ڈانٹ ڈپٹ رہی تھی کہ گھنٹی بجی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ وہاں ایک صاف ستھری عورت ایک لڑکے کو ساتھ لیے کھڑی تھی

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بیگم صاحب جی، آپ کو ملازم کی ضرورت تو نہیں۔ یہ لڑکا ہے، بہت نیک اور محنتی، آپ کا سب کام کرے گا۔"

"ملازم کی ضرورت تو ہے مگر میں اس طرح جان پہچان کے بغیر اسے گھر میں کس طرح رکھ لوں؟"

"یہ میرا بیٹا ہے۔ میں سامنے رہتی ہوں، ریلوے لائن کے ساتھ جو کچے گھر ہیں ان میں۔ آپ چل کر دیکھ لیں اور یہ سامنے جو سبزی والا ہے نا کملا، وہ میرا بھائی ہے۔ آپ اپنا اطمینان کر لیں بیگم صاحب۔"

"اچھا کملا سبزی فروش تمھارا بھائی ہے؟"

"جی بیگم صاحب آپ اطمینان رکھیں۔"

کملا سبزی فروش ایمان دار اور نیک آدمی تھا۔ میں کافی دنوں سے اس سے سبزی خرید رہی تھی۔ مجھے کچھ اطمینان سا ہو گیا۔ اب میں نے لڑکے کی جانب نظر کی۔ اس کی عمر کوئی بارہ سال کے لگ بھگ ہو گی۔ صورت سے معصوم نظر آتا تھا۔ کپڑے پھٹے پرانے تھے اور آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"
"خادم"
"کچھ پڑھے لکھے ہو۔"
"جی نہیں۔"

"دل چاہتا ہے تمھارا پڑھنے کو؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔ میرے اس سوال کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں خاموش ہو گئی اور اس عورت سے کہا "تم کل خادم کو لے کر آجانا۔ میں اپنے صاحب سے بات کر کے تمھیں بتاؤں گی۔"

کملا کا نام سن کر میرے شوہر بھی مطمئن ہو گئے۔ دوسرے دن خادم کی ماں اسے لے کر آگئی، جب میں نے اسے اپنے گھر رکھنے کی خوش خبری سنائی تو میں نے دیکھا کہ خادم کی بجھی بجھی سی آنکھیں چانک چمک اٹھیں۔ خوشی سے اس کا مُرجھایا ہوا چہرہ چمک اٹھا۔

خادم کا لباس گندا اور نامناسب تھا۔ ظاہر ہے کہ مجھے ہی اس کے لیے کچھ کرنا تھا۔ میری بہن کا گھر زیادہ دور نہ تھا۔ ان کا بیٹا شہریار، خادم کا ہم عمر تھا جس کے بہت سے پرانے کپڑے ان کے ہاں ضرور ہوں گے۔ یہی سوچ کر میں نے آپی کو فون کیا۔ انھوں نے کہا:

"ہاں ہاں بھئی ضرور، شہریار کے بہت سے کپڑے فالتو پڑے ہیں۔ تم تو جانتی ہو، شہریار ایک کپڑا ایک مرتبہ سے زیادہ پہنتا ہی نہیں۔ نخرے کرتا ہے، پھر اوپر سے اس کے ڈیڈی کی شہ۔ میں تو بہت منع کرتی ہوں مگر شہریار کے ڈیڈی نئے جوڑے خرید لاتے ہیں۔ میں ابھی ملازم کے ہاتھ کپڑے بھیج رہی ہوں۔"

آپی کی عادت تھی کہ لمبی بات کرتی تھیں، غالباً اس وقت انھیں کام ہو گا اس لیے جلدی فون رکھ دیا ذرا دیر کے بعد ان کا ملازم بہت سے کپڑے لے آیا جو اچھی خاصی حالت میں تھے۔

خادم نے ان کپڑوں کو خوش ہو کر دیکھا اور پھر میری ہدایت پر نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔ اب وہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ عدنان اور کامران بھی بہت خوش تھے اور میں بھی مطمئن تھی۔ پورا دن میں نے سکون سے گزارا، کیونکہ دونوں بچے خادم کے ساتھ کھیلتے رہے۔ اس روز خادم ہوٹل سے چپاتیاں خرید لایا تھا۔ اس لیے میں روٹی پکانے سے بھی بچ گئی۔ شام کو میرے شوہر دفتر سے آئے تو وہ بھی خادم کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ میرا خیال تھا کہ وہ رات کو اپنے گھر چلا جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔

"بیگم صاحب جی، میں اِدھر ہی رہوں گا۔" نہ جانے اس کے لہجے میں کیا تھا کہ

میں اس کی خواہش رد نہ کر سکی۔ کچھ دیر سوچ کر میں نے کہا "یوں تو میرے گھر میں جگہ نہیں ہے لیکن خیر تم لاؤنج میں سو جانا۔" اور وہ خوش ہو گیا۔

دن اچھی طرح گزرنے لگے۔ خادم ہمارے گھر کے کام بھاگ بھاگ کر کرتا تھا۔ پورے گھر کی صفائی اس نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ عدنان اور کامران سے اس کی خوب دوستی ہو گئی تھی۔ ہمارے ہاں صرف دو بیڈ روم تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور کمرہ تھا جس میں ہمارے گھر کا فالتو سامان بھرا ہوا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے خادم کا پلنگ اس کمرے میں ڈلوا دیا۔ اب اس کا ایک مستقل ٹھکانا بن گیا۔ وہ خوش رہتا تھا۔ میں بھی خوش اور مطمئن تھی وہ میرے بہت سے کام کر دیتا تھا مگر مجھے اس کا نام پسند نہ تھا۔ میں نے اس سے کہا "تم اپنا نام بدل لو، خادم اچھا نام نہیں۔"

"میں خدمت کرتا ہوں، میرا نام خادم ہی ہونا چاہیے۔" اس نے لاپروائی سے کہا مگر میں اس کے لہجے پر چونک پڑی۔ اس کے اندر ایک بڑا فلسفی چھپا ہوا تھا۔ اس روز سے میں نے اسے پڑھانا شروع کر دیا۔ الف بے والی کتاب اسے اچھی طرح آتی تھی۔ بقول اس کے حرف جوڑنا نہیں آتا تھا۔ سو میں نے اسے حرف سے حرف جوڑنا سکھایا۔ نہ جانے اس کے دماغ میں ذہانت کے کون سے خزانے دفن تھے کہ وہ پڑھائی کے میدان میں تیز تیز بھاگنے لگا۔ دو ماہ کے مختصر عرصے میں وہ اردو پڑھنے لگا اور اب لکھنا سیکھ رہا تھا۔

میرے شوہر کہتے تھے کہ "تم ثواب کما رہی ہو۔ غریب کا بچہ پڑھ لکھ جائے تو اس کی زندگی بن جائے گی۔" مگر میں زیادہ عرصے ثواب نہ کما سکی۔ میرا جی اکتا گیا۔ خادم کو پڑھنے کا چسکا لگ گیا تھا۔ نہ وقت دیکھتا نہ گھڑی، کتاب لے آدھمکتا۔ میں ڈانٹ دیتی تو اس کا چہرہ مرجھا جاتا۔ وہ خود ہی پنسل کاغذ لے کر لکھائی کی مشق کرتا رہتا۔ عجیب لڑکا تھا۔ چوبیس گھنٹے ہمارے ہی گھر رہتا۔ میں بہت کہتی کہ جمعے کے دن ماں کے پاس چلے جاؤ مگر وہ ٹال جاتا۔ بہت ہی ڈھیٹ تھا۔ اس کی ماں بھی کچھ کم بے نیاز نہ تھی۔ تین ماہ سے زیادہ ہو گئے تھے وہ پلٹ کر نہ آئی تھی۔

پہلی بار جب میں نے خادم کو تنخواہ کے سو روپے دیے تو میں نے کہا تھا:

"جاؤ اپنی ماں کو دے آؤ۔ اِدھر اُدھر نہ اُڑا دینا۔"

میرے کہنے پر وہ باہر چلا گیا تھا۔ گھنٹہ بھر بعد واپس آ گیا تھا۔ اس کے بعد مہینے بھر تک نہیں گیا۔

اب خادم کچھ کاہل ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے کوئی کام کہو تو وہ ٹال جاتا تھا یا پھر بھول

جاتا تھا، غالباً ضروری کاموں سے فراغت کے بعد اس کا دھیان کتاب اور کاپی ہی میں لگا رہتا تھا۔ مجھے بڑی کوفت ہوتی۔ ایک روز میں نے کہا:

"میں تمھاری شکایت تمھاری ماں سے کروں گی۔ تم بہت کام چور ہوتے جا رہے ہو ہر وقت کتاب اور پنسل۔ آخر کس لیے رکھا ہے تمھیں، کل کامران روتا رہا اور تم کتاب پکڑے خیالوں میں گم رہے۔ میں سب دیکھ رہی تھی۔"

"نہیں بیگم صاحب جی، میں نے کامی میاں کو فوراً بہلا لیا تھا۔"

"خاموش رہو، زبان چلاتے ہو۔ تمھاری ماں نے تمھیں کچھ نہیں سکھایا۔"

وہ میری طرف دیکھ کر رہ گیا۔ اب میں بات بات پر اس کو ڈانٹنے لگی تھی۔ خواہ مخواہ مجھے اس سے الجھن ہونے لگی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا وہ میلے چیکٹ کپڑے پہنے ہوئے کامی سے کھیل رہا ہے۔ میرا کامی اتنا صاف ستھرا بالکل شہزادہ سا تھا۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ خادم کی گود میں میلا نہ ہو جائے۔ اچانک مجھے غصہ آگیا:

خادم! ادھر آؤ!"

"جی بیگم صاحب۔" وہ سہم کر نزدیک آگیا۔

"اپنے کپڑے دیکھو کس قدر میلے ہو رہے ہیں۔ اتنی گندگی، توبہ! حالانکہ تمھارے پاس ایک درجن جوڑے ہیں۔ ایک سے ایک عمدہ شہری کے قیمتی کپڑے۔"

(میں نے بے خیالی میں شہری کے پرانے کپڑوں کا طعنہ دیا تھا۔) وہ میری بات پر کچھ نہ بولا میں پھر بولی:

"تمھاری ماں نے صاف رہنا شاید سکھایا ہی نہیں۔ کچھ بھی کر لو تم لوگوں کے ساتھ، رہو گے وہی نالی کے کیڑے۔"

"بیگم صاحب جی! آپ میری ماں کو کچھ نہ کہیں۔ ماں تو ماں ہوتی ہے جی۔ اپنے بچوں کو اچھی بات سکھاتی ہے۔"

فلسفہ مت بگھارنا میرے سامنے۔ اپنی ماں کو بلا کر لاؤ۔ میں اس سے تمھاری شکایت کروں گی اور ہاں جاؤ نہا کر فوراً کپڑے بدلو۔ نہائے بغیر کامی کو ہاتھ نہ لگانا۔"

عدنان ساری بات سن رہا تھا اس نے کہا:

"امی! خادم نے کل کپڑے بدلے تھے۔ آج سڑک پر گر گیا تھا۔ اس لیے مٹی لگ گئی۔"

"چپ رہو خادم کے حمایتی!" میں نے عدنان کو بھی ڈانٹ دیا۔

خادم چپ چاپ غسل خانے میں چلا گیا۔ نہا دھو کر کپڑے بدلے اور خاموشی سے میرے بتائے ہوئے کام کرنے لگا۔

اب خادم کو ہمارے ہاں کام کرتے چھے مہینے ہو گئے تھے۔ اس دوران عدنان پہلی جماعت میں داخل ہو گیا تھا۔ گھر پر میرے علاوہ صرف کامی ہوتا۔ کامی اور خادم کی پکی دوستی تھی۔ خادم ہر وقت اردو لکھتا پڑھتا رہتا تھا۔

خادم کی ماں تو کبھی نہیں آئی۔ خادم پہلی تاریخ کو تنخواہ لے کر اس کے پاس جاتا تھا اور گھنٹے دو گھنٹے بعد واپس آجاتا تھا۔ میں نے ایک دن کملا سبزی فروش سے بات کی :

"تمھارا خادم اب بہت کاہل اور کلا ہو گیا ہے۔ اپنی من مانی کرتا ہے۔ اس کی ماں سے کہنا کہ کسی روز میرے پاس آئے میں اس سے بات کروں گی۔،،

کملا بولا "رہنے دیں بیگم صاحب جی۔ آپ کیوں شکایت کریں گی۔ آپ خود ہی اسے سمجھا دیں۔ بچہ ہے سمجھ جائے گا۔،،

میں نے جی میں کہا کہ یہ بچہ نہیں پورا فلسفی ہے اور سبزی لے کر چلی آئی۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ مجھے ایک اچھی ماسی مل گئی۔ یہ ماسی اتفاق سے بہت صاف ستھری اور سلیقے مند تھی۔ اس نے رفتہ رفتہ پورے گھر کا کاج سنبھال لیا۔ ماسی کی وجہ سے مجھے بہت آرام ہو گیا۔ ایسے میں خادم کا وجود مجھے بے کار لگنے لگا۔ اس کی تنخواہ مجھے اپنے بجٹ پر ایک بوجھ محسوس ہونے لگی۔ میں جو پہلے ہی اس سے ناخوش تھی، اب بات بات پر اسے سخت سست کہنے لگی۔ پھر ایک دن اسے نکال باہر کرنے کا معقول بہانہ میرے ہاتھ آگیا۔ ہوا یہ کہ میں نے کامی کے لیے گلاس میں دودھ نکال کر رکھا اور اس سے کہا کہ اسے پی کر سو جانا۔ یہ کہہ کر میں سونے چلی گئی۔

مجھے نیند نہیں آئی تو میں یہ دیکھنے کے لیے کہ کامی نے دودھ پیا یا نہیں دوسرے کمرے میں گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ کامی بے خبر سو رہا ہے اور خادم کرسی پر بیٹھا دودھ پی رہا ہے۔ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"بے ایمان، بے حیا، یہ حرکتیں ہیں تیری، کامی کا دودھ آرام سے بیٹھا پی رہا ہے۔ تیری ماں نے یہی سکھایا ہے تجھے، بول ؟،، میں نے اس کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چھین لیا۔

"نکل جا اسی وقت۔ جا اپنی ماں کے پاس اور بتا دے ہمیں تیرے جیسے چور، بے ایمان اور گندے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ پہلی کو تنخواہ لے جانا۔،،

اس نے میری بات کے جواب میں ایک حرف نہ کہا۔ بس خاموشی سے اٹھا اور چلا گیا

کامی سو کر اٹھا تو اس نے فوراً خادم کو پوچھا۔

"میں نے اُسے نکال دیا ہے۔"

"مگر کیوں امی؟"

"بد دماغ، نکما اور کام چور۔ تمھارا دودھ کا گلاس پی رہا تھا مزے سے۔ میں نے اتفاق سے دیکھ لیا۔"

"امی وہ چور نہیں ہے۔ میں نے خادم سے کہا تھا کہ میرے پیٹ میں درد ہے، تم دودھ پی لو۔" یہ کہہ کر کامی رونے لگا۔

"امی خادم کو بلایئے۔ میں اس سے کھیلوں گا۔ ابھی میرا اس کے ساتھ ہاکی کا میچ ہے۔"

کامی کی بات سن کر میں کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی:

"اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ماسی سب کام کر لیتی ہے۔"

عدنان کو بھی خادم کے جانے ملال تھا۔ شام کو میرے شوہر آئے تو میں نے انھیں خادم کے خلاف نمک مرچ لگا کر بہت سی باتیں سنائیں اور اسے نکال دینے کی خبر سنائی۔ میرے شوہر نے کہا۔

"تم نے بے کار نکال دیا۔ کافی کام کر دیتا تھا۔ بچے بھی بہلے رہتے تھے۔"

"آپ کی عادت ہے خرچے بڑھانے کی۔ میں نے اسے نکال کے ٹھیک کیا۔ بہت سر چڑھ گیا تھا۔ جواب بھی دیتا تھا برابر سے۔"

میرے شوہر کیا کہتے خاموش ہو گئے۔ خادم کے چلے جانے سے عجب طرح کے سناٹے کا احساس ہوا۔ بچے بھی اُداس تھے۔ میں خادم کے کمرے میں گئی تو اس کا سارا سامان جوں کا توں رکھا تھا۔ شہری کے دیے ہوئے کپڑے اور اس کی کتابیں۔ ان ہی چیزوں میں اس کا چھوٹا سا پرس بھی رکھا تھا۔ میں نے پرس کھول کر دیکھا اس میں چھے سو روپے تھے۔ گویا چھے مہینے کی تنخواہ جوں کی توں دھری تھی۔ میں بہت حیران ہوئی۔ آخر اس نے یہ رقم ماں کو کیوں نہ دی۔ پہلی تاریخ گزر گئی۔ وہ تنخواہ لینے نہ آیا تو میں نے سبزی فروش سے پوچھا اس نے نظریں جھکا کر کہا۔

"بیگم صاحب جی! وہ ہمارا کچھ بھی نہ لگتا تھا۔ ہمیں معاف کر دیں۔ ہم نے اسے اپنا

بچہ بولا، پر وہ نیک لڑکا تھا۔ اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس کا بیٹا تھا۔ اس کے پیدا ہوتے ہی ماں مر گئی تھی۔ مولوی صاحب اسے اپنے گھر لے گئے۔ مولوی کی بیوی نے اسے اچھی طرح رکھا مگر وہ پھر مر گئی۔ دوسری بیوی نے اسے نکال دیا۔ در بدر پھرتا تھا بچارہ۔ میری بہن اس سے ہمدردی رکھتی تھی۔ کئی گھروں میں لے کر گئی۔ کسی نے ملازم بھی نہ رکھا کہ نہ جانے کس کی اولاد ہے۔ پھر مجبور ہو کر آپ سے اپنا بیٹا بول کر ملازم رکھوادیا۔ بیگم صاحب اِدھر وہ بہت خوش تھا۔ کہتا تھا میں بہت پڑھوں گا۔ اپنے باپ کو ڈھونڈوں گا۔ اللہ جانے اب وہ کہاں ہو گا غریب۔،، یہ کہہ کر کملے نے ٹھنڈی سانس بھری۔ میرے پاس کہنے کو کچھ بھی نہ تھا۔ مُردہ قدموں سے واپس آگئی میں نے خادم کی کاپی کھول دیکھی اس میں لکھا تھا:

"میں اپنی سب تنخواہ جمع کروں گا۔ پھر اپنے ابا کو ڈھونڈوں گا وہ میرا کوئی اچھا سا نام رکھے گا جیسے شہریار، عدنان یا کامران۔ پھر میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا۔،،

کئی مہینے بیت چکے ہیں۔ خادم کی تحریر، اس کی رقم، اس کا سامان جوں کا توں رکھا ہے۔ وہ لوٹ کر نہیں آیا۔ ندامت اور پچھتاوے کا بوجھ لیے میں آج بھی اس کی منتظر ہوں تاکہ اگر وہ لوٹ کر آئے تو اس کا کوئی اچھا سا نام رکھ سکوں۔ اُسے پڑھاؤں اور لکھاؤں۔ نہ جانے ندامت اور پچھتاوے کا یہ بوجھ میرے ذہن سے کبھی اتر بھی سکے گا یا نہیں۔

اچھے اخلاق کا کامل نمونہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ: تمھارے لیے اللہ کے رسول میں نہایت عمدہ نمونہ ہے

تفسیر

جس دین کو اللہ نے سب دینوں میں کامل کیا اور انسان کے لیے دائمی طور پر جس دین کو پسند کیا، اس کا ایک کامل نمونہ جب تک انسانوں ہی میں سے نہ ہوتا "انسان کیوں کر کمال تک پہنچ سکتا تھا لہٰذا اللہ نے ایک نمونہ بھی ایسا جیتا جاگتا عطا کیا جو انسانی کمال کی اپنی آپ نظیر تھا۔ انسانی تکمیل کی جو عمارت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تھی اس کو رحمت عالم خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چوٹی تک پہنچا دیا۔ حضور ﷺ سے پہلے جو پیغمبر آئے وہ آسمان ہدایت کے ستارے تھے لیکن آپ کو اللہ نے آسمان ہدایت کا بدر کامل بنایا جس کے بعد پھر رہنمائی کے لیے کسی ستارے کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا کسی پیغمبر کی زندگی ہمارے سامنے اس تفصیل سے موجود نہیں کہ زندگی کے ہر گلی کوچہ میں ہم اس کو اپنا رہنما بنا سکیں۔

جگدیپ سکسینہ

سوچنے سمجھنے والی عمارتیں

آپ کے کمرے میں کھڑکی سے دھوپ جاتے ہی اس پر لگا پردہ اپنے آپ دھیرے دھیرے کھل گیا۔ خوب روشنی ہو جانے پر کمرے کی لائٹیں اپنے آپ بجھ گئیں۔ اسی طرح آرام دہ درجۂ حرارت ہونے پر ایر کنڈیشنز نے اپنے آپ کام کرنا بند کر دیا۔ رات میں ٹھنڈی ہوا چلی تو کمرے کی کھڑکیاں اپنے آپ کھل گئیں تاکہ کمرہ رات بھر میں ٹھنڈا ہو جائے اور صبح ایر کنڈیشنز چلانے کی ضرورت ہی پڑے۔

یہ کوئی خیالی بات نہیں ایک حقیقت ہے۔ کمپیوٹر تکنیک اور جدید ترین الکٹرانک سنسروں، یا زود حس آلات کے ذریعے ایسا خودکار نظام قائم کرنا ممکن ہے۔ آج کل جدید ترین کثیر منزلہ عمارتوں میں اس طرح کا خودکار نظام بڑی تیزی سے مقبول ہوتا جارہا ہے۔ اسے سائنس کی زبان میں مربوط عمارت نظام کہا جاتا ہے اور اس نظام سے لیس عمارتوں کو ذہین عمارت کہا جاتا ہے۔ اس نام کا استعمال سب سے پہلے امریکا میں ہوا تھا اور پہلی ذہین عمارت بھی وہیں بنائی گئی تھی۔ سائنسی اور تکنیکی اعتبار سے ترقی یافتہ تقریباً تمام ملکوں میں ' ذہین عمارتیں، دھڑلے سے بنائی جارہی ہیں۔ ہمارے ملک میں پہلی ذہین عمارت ممبئی میں بنائی گئی تھی یعنی سی ایم سی ہاؤس۔ راجدھانی دہلی میں آئی ایف سی کا صدر دفتر، امریکن اکسپریس، ورلڈ بنک، اسکوپ، اور ہیبیٹیٹ سنٹر، کی عمارتیں بھی ذہین عمارتوں کے خانے میں آتی ہیں۔ پونا میں ٹاٹا ریسرچ سنٹر کی عمارت بھی ذہین عمارت ہے۔

ذہین عمارتوں میں تین نظاموں پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے، توانائی کی بچت، مواصلات اور تحفظ، توانائی کی بچت کے لیے قدرتی روشنی اور ہوا کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی بجلی کی بیشتر ضرورت شمسی توانائی سے پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پونے کے ٹاٹا ریسرچ سنٹر میں رات کی ٹھنڈی ہوا عمارت میں داخل ہو کر اگلے دن ایر کنڈیشنز پر خرچ ہونے والی بجلی کی بچت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ مرکزی کمپیوٹر نظام کے ذریعے عمارت کے مختلف حصوں کے درجۂ حرارت پر مسلسل نگاہ رکھی جاتی ہے۔ مناسب درجۂ حرارت ہوتے ہی اس حصے کا ایر کنڈیشنز اپنے آپ بند ہو جاتا ہے۔ ان تکنیکوں سے اس عمارت میں بجلی کے خرچ میں ۴۵ فیصد کی لائی جاسکتی ہے۔

سی ایم سی ہاؤس میں قدرتی روشنی کے بھرپور استعمال کے لیے کھڑکیوں پر ایسے شیشے لگائے گئے ہیں جو روشنی تو اندر آنے دیتے ہیں مگر گرمی کو باہر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ عمارت کے اندر روشنی کے بھرپور داخلے کے لیے انعکاسی کار یعنی ریفلکٹر بھی لگائے جاتے ہیں۔ عمارت میں موجود مرکزی کمپیوٹر دن بھر عمارت پر پڑنے والی دھوپ پر نگاہ رکھتا ہے اور لطیف موٹروں کے ذریعے ان کھڑکیوں کے پردے (وینے شین بلائنڈس) کھولتا رہتا ہے جہاں سے روشنی آنے کا امکان ہوتا ہے۔ یہاں کا ایر کنڈیشنر نظام کمپیوٹر سے چلتا ہے۔ اسی طرح سی ایم سی ہاؤس میں بجلی کے خرچ پر ۲۵ فی صد تک کٹوتی کی جاتی ہے۔ گرمی کے دنوں میں بجلی کی شدید قلت کے دوران ایسا نظام ہوتا ہے کہ کم اہمیت اِ جگہوں پر بجلی اپنے آپ بند ہو جاتی ہے۔ بجلی سے چلنے والے غیر ضروری آلات کو بجلی سپلائی بند کر دی جاتی ہے۔

تیزی سے معلومات اور خبروں کی آمد و رفت اور ان کا جمع ہونا آج کسی بھی تجارتی ادارے کے لیے نہایت اہم مانا جاتا ہے۔ اس لیے ذہین عمارتوں میں اس کا بھرپور انتظام ہوتا ہے۔ ٹیلی فون ایکسی چینج میں ایسا نظام ہوتا ہے کہ کسی شخص کی کال، ہر ممکنہ جگہ پر اس کی تلاش کرتی ہے اور اس شخص کے نہ ملنے پر پیغام کو کمپیوٹر میں ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ ہر ڈیسک آپس میں کمپیوٹر کے ذریعے جڑی ہوتی ہے جس کے ذریعے زبانی پیغام اور اعداد و شمار کی فوری ترسیل ممکن ہوتی ہے۔ عمارت سے باہر ترسیل کے لیے مرکزی کمپیوٹر کو مختلف قومی اور بین اقوامی کمپیوٹر نیٹ ورکوں سے جوڑا جاتا ہے۔ اس لیے 'لوکل ایریا نیٹ ورک' (لین) کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ اس میں 'آپٹیکل فائبر' پر مبنی تکنیک کی مدد سے معلومات اور اعداد و شمار کی ترسیل کی جاتی ہے۔ اس طرح دفتر میں کاغذ کا استعمال کم سے کم کیا جاتا ہے۔

دفتر کو خود کار طریقے سے چلانے کے لیے آج کل بازار میں کئی کمپیوٹر نظام دستیاب ہیں۔ سی ایم سی ہاؤس میں 'آفس میٹ' نام کا نظام استعمال کیا جاتا ہے۔ ذہین عمارتوں میں کمپیوٹر کی مدد سے بین اقوامی سطح پر 'ویڈیو اجلاس' کا انعقاد کیا جانا بھی ممکن ہوتا ہے۔ اس طریقے سے دنیا کے مختلف حصوں میں بیٹھے ماہرین سے آمنے سامنے بات چیت کر کے دوری فیصلے کیے جاتے ہیں۔ ذہین عمارتوں میں ہر ڈیسک ایک 'ورک اسٹیشن' کی طرح ہوتی ہے جس پر کوئی بھی شخص جب چاہے کام کر سکتا ہے۔ اسی لیے ڈیسکوں کی تعداد دفتر کے کل کارکنوں کی تعداد سے ہمیشہ کم رکھی جاتی ہے۔ اس طرح جگہ اور وسائل دونوں

کی بچت ہوتی ہے۔ ذہین عمارتوں میں افسروں کے لیے الگ الگ کمرے نہیں ہوتے بلکہ ڈیسک یا 'ماڈیول، ہوتی ہیں۔ انھیں الگ کرنے کے لیے خوش گوار رنگوں کے کپڑوں کی اسکرین لگی ہوتی ہے جو آواز کو جذب کرنے کا کام بھی کرتی ہیں۔ اس طرح عمارت میں آواز کی سطح کام کاج کرنے کے لیے مناسب رہتی ہے۔

اب بات آتی ہے تحفظ کی۔ کثیر منزلہ عمارتوں میں سب سے بڑا خطرہ آگ سے ہوتا ہے۔ یوں تو ذہین عمارتوں میں آتشزدگی روکنے کے لیے پکے انتظامات کیے جاتے ہیں لیکن اگر آگ لگ ہی جائے تو اس کی فوری خبر پانے اور بجھانے کے طریقے بھی موجود ہوتے ہیں۔ اس کے لیے عمارت کے ہر کمرے اور گلیارے میں تھوڑی تھوڑی دوری پر سنسر لگائے جاتے ہیں جو دھوئیں یا آگ کے تئیں حساس ہوتے ہیں۔ یہ سنسر آگ لگتے ہی متحرک ہو جاتے ہیں اور پوری عمارت میں خطرے کا الارم بجنے لگتا ہے۔ کمروں اور گلیار وں میں لگے ویڈیو ڈسپلے ٹرمینل یا کوز سرکٹ ٹی وی پر آگ کا منظر بھی آنے لگتا ہے تاکہ لوگ آتش زدگی کی جگہ کے حساب سے عمارت سے باہر جانے کا راستہ چن سکیں۔ اس کے علاوہ آتش زدگی کی جگہ پر لگے 'اسپر نکلر، پانی کی فوار بھی چھوڑنے لگتے ہیں۔

بلا اجازت داخل ہونے والے افراد سے تحفظ کے لیے مرکزی چپ پر مبنی تحفظ نظام اختیار کیا جاتا ہے۔ اس اجازت یافتہ شخص کے پاس ایک کارڈ ہوتا ہے جسے دروازے کے پاس بنے خانے میں ڈالنے سے ہی دروازہ کھلتا ہے۔ اسی طرح دروازوں کے کھلنے بند ہونے کا کمپیوٹر پر مبنی انتظام آنے والوں کو صرف وہیں تک راستہ دیتا ہے جہاں انھیں جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حفاظتی کارکن 'کوز سرکٹ ٹی وی، کے ذریعے آنے والوں کی آمد و رفت اور چال ڈھال پر نظر رکھتے ہیں اور مشکوک حالت میں آنے والوں کو روک لیا جاتا ہے۔

ذہین عمارتوں میں سارا نظام بجلی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں بجلی کی مسلسل سپلائی لازمی ہوتی ہے۔ اس کے لیے جنریٹر کا انتظام ہوتا ہے جو بجلی جانے پر اپنے آپ چار سکنڈ میں کام کرنے لگتے ہیں۔ کمپیوٹروں کے ساتھ ایسا الکٹرانک نظام بھی لگا ہوتا ہے کہ انھیں بجلی جانے کا پتا ہی نہیں چلتا۔ ان سب نظاموں کے علاوہ ذہین عمارتوں میں ہمیشہ ماحول کی بھلائی کا دھیان رکھا جاتا ہے۔ عمارت بنانے سجانے میں قدرتی چیزوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کاش آدمی بھی ان عمارتوں جیسا سمجھ دار ہو سکے۔

نظیر اکبرآبادی

دِوالی کا ساماں

ہر ایک مکاں میں جلا پھر دِیا دِوالی کا ہر اِک طرف کو اُجالا ہوا دِوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دِوالی کا کسی کے دل کو مزا خوش لگا دِوالی کا
عجب بہار کا ہے دن بنا دِوالی کا

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہے یہ تیوہار کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہے اُدھار
کھلونے کھیلوں بتاشوں کا گرم ہے بازار ہر اِک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہے بہار
سبھوں کو فکر ہے اب جا بجا دِوالی کا

مٹھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی پکارتے ہیں کہ لالہ دِوالی ہے آئی
بتاشے لے کوئی برفی کسی نے تلوائی کھلونے والوں کی اُن سے زیادہ بن آئی
گویا انھوں کے واں راج آگیا دِوالی کا

صرّاف حرام کی کوڑی کا جن کا ہے بیوپار انھوں نے کھایا ہے اس دن کے واسطے ہی اُدھار
کہے ہیں ہنس کے قرض خواہ سے ہر اِک اِک بار دِوالی آئی ہے سب دے چکائیں گے اے یار
خدا کے فضل سے ہے آسرا دِوالی کا

مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوڑی رکھوائی جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی
اصل جواری تھے اُن میں تو جان سی آئی خوشی سے کود اُچھل کر پکارے او بھائی
شگون پہلے کرو تم ذرا دِوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری جو کچھ تھی جنس میسّر ذرا ذرا ہاری
کسی نے چیز کسی کی چُرا چھپا ہاری کسی نے گٹھری پڑوسن کی اپنی لا ہاری
یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دِوالی کا

عوامی بول چال

ایمان دار لوگ

شمیم نوید

آج وہ دفتر سے جلدی گھر چلا آیا۔ عموماً اس کی واپسی رات گئے ہوتی تھی، کیوں کہ وہ ایک اخبار میں ملازم تھا۔ اس کی بیوی صفیہ کو اس وقت باورچی خانے میں ہونا چاہیے تھا۔ دروازہ کھولنے کے بعد صفیہ نے جب کمرے کا رُخ کیا تو وہ چونک اٹھا۔ اس نے سوچا، کہیں صفیہ کی طبیعت خراب نہ ہو! چہرے سے بھی وہ کچھ نڈھال سی لگ رہی تھی۔ پوچھنے پر اسے معلوم ہوا کہ واقعی صفیہ کے سر میں درد ہے۔

"ایسا کرتے ہیں کہ آج کہیں باہر چل کر کھانا کھاتے ہیں۔ اس طرح کچھ تفریح بھی ہو جائے گی اور تم کھانا پکانے سے بھی بچ جاؤ گی۔" اس نے تجویز پیش کی۔

"آپ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں شکیل!" صفیہ خوش ہوگئی۔ اس کے شوہر کا نام شکیل تھا۔

صفیہ نے اس روز تیار ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ اس بلڈنگ میں ان کا فلیٹ پہلی ہی منزل پر تھا۔ نیچے کمپاؤنڈ میں شکیل کی کار کھڑی تھی۔

جلد ہی وہ دونوں "ہوٹل گلیکسی" پہنچ گئے یہ ہوٹل شکیل کے دفتر کے قریب تھا۔ اکثر وہ فارغ وقت میں یہیں آکر بیٹھ جاتا تھا۔ منیجر اور بیرے سبھی اسے جانتے تھے۔ کھانا کھا کر اس نے بل منگوایا اور بٹوا نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ بٹوا غائب تھا۔ چہرے سے صفیہ نے بھی اس کی حالت کا اندازہ لگا لیا اور پوچھا: "کیا ہوا؟"

"میرا بٹوا کہیں گر گیا ہے۔" شکیل نے بتایا۔

"کتنے رُپے تھے اس میں؟" صفیہ نے معلوم کیا۔

"رُپے تو خیر چھے سات سو ہوں گے، مگر اس میں شناختی کارڈ اور دوسرے ضروری کاغذات تھے۔ رپوں سے زیادہ مجھے کاغذات کی فکر ہے۔" شکیل نے جواب دیا۔

"بٹوے میں رُپے بھی تھے تو پھر ملنا مشکل ہے جس کے ہاتھ بھی بٹوا لگے گا، وہ رُپے نکال

گر کاغذات سمیت بٹوا کہیں پھینک دے گا۔" صفیہ بولی۔

"نہیں صفیہ! دنیا ابھی ایمان دار لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ مجھے یقین ہے جسے بٹوا ملے گا' وہ اسے ہمارے پتے پر پہنچا دے گا۔ شناختی کارڈ میں فلیٹ کا پتا لکھا ہوا ہے۔" شکیل نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ان دونوں میاں بیوی میں اکثر اس موضوع پر بحث ہوتی رہتی تھی۔ صفیہ کہتی کہ اب دنیا بہت بدل چکی ہے۔ لوگوں میں پہلی جیسی شرافت اور ایمان داری نہیں رہی۔ شکیل کا خیال اس کے بُرعکس تھا' لیکن یہ بحث کرنے کا موقع نہیں تھا۔ صفیہ کے پرس میں اتنے رپے موجود تھے کہ ہوٹل کا بل ادا کیا جاسکے۔ بل ادا کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

واپس آکر شکیل نے جیسے ہی فلیٹ کا دروازہ کھولا' سامنے ہی بٹوا پڑا ہوا تھا۔ لپک کر اس نے بٹوا اٹھالیا۔ بٹوے میں رُپے بھی موجود تھے اور کاغذات بھی رکھے تھے۔

"تم نے دیکھا صفیہ! میں ٹھیک ہی کہہ رہا تھا نا! دنیا ابھی ایمان دار لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ جس شخص کو بٹوا ملا' اس نے صبح ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا اور اسی وقت دروازے کی جھری سے اندر بٹوا پھینک گیا۔ اگر اسے انعام ملنے کا لالچ ہوتا تو کل صبح خود بٹوا لے کر آتا۔ اگر ایسے بے غرض اور ایمان دار لوگ نہ ہوتے تو یہ دنیا دو دن میں ختم ہو جاتی۔" شکیل فخریہ انداز میں بولا۔

صفیہ کیا کہتی خاموش رہی۔

شکیل اپنے اخبار میں ہفتہ وار کالم بھی لکھتا تھا۔ صفیہ سے کہنے لگا: "میں اپنے کالم میں اس واقعے کا ذکر کرکے اس ایمان دار آدمی کا شکریہ ادا کروں گا۔"

جمعے کے روز شکیل کا کالم اخبار میں چھپا۔ اس نے اپنے کالم میں بٹوا واپس کرنے والے شخص کا بہت بہت شکریہ ادا کیا تھا' اسی کے ساتھ اس شخص سے ہوٹل گلیکسی میں اسی رات آٹھ بجے ملاقات کی درخواست کی تھی۔

شکیل اپنے دفتر سے اٹھ کر آٹھ بجے رات کو ہوٹل گلیکسی پہنچ گیا۔ جس وقت وہ ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا' اس کا ایک دوست سہیل مل گیا۔ وہ کہنے لگا "آج کل تمھیں بہت شہرت

ل رہی ہے۔ تمہارے انتظار میں اندر پانچ افراد بیٹھے ہوئے ہیں جن میں ایک خاتون بھی ہیں۔"

یہ سن کر شکیل کے ذہن کو دھچکا سا لگا۔ اس کا خیال تھا کہ کسی ایک ہی شخص کو آنا چاہیے تھا۔

وہ بہرحال اندر پہنچا ہوٹل کے منیجر نے بھی اسے ان پانچوں افراد کے بارے میں بتایا جو ایک بڑی سی میز کے گرد بیٹھے تھے۔ منیجر نے بتایا: "شکیل صاحب! یہ لوگ آپ کا کالم پڑھ کر آئے ہیں۔"

شکیل نے سر ہلایا اور پھر ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا۔ ان سے اپنا تعارف کرانے کے بعد شکیل نے کہا: "میں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ میرے بٹوے میں سے تین ہزار رُپے کا ایک چیک غائب ہے۔ اس کا ذکر میں نے جان بوجھ کر اپنے کالم میں نہیں کیا۔ آپ میں سے جس کے پاس بھی چیک ہو، وہ ادھر میری میز پر آجائے۔" یہ کہہ کر شکیل اپنی مخصوص میز کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اس نے سبھی آنے والوں کے چہروں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایمان دار نہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ذرا ہی دیر میں وہ پانچوں ایک ایک کر کے ہوٹل سے چلے گئے۔ کوئی شکیل سے نہیں ملا۔

چائے پی کر شکیل اٹھنے ہی والا تھا کہ ایک ویٹر نے اسے بتایا: "جناب! ایک شخص ہوٹل کے باہر کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"اسے تم نے اندر بلا لیا ہوتا!" شکیل چونک کر بولا۔

"میں نے کہا تھا جناب! مگر وہ اندر نہیں آیا۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر شکیل اٹھ کھڑا ہوا۔

ہوٹل کے دروازے پر ایک شخص پریشان سا کھڑا تھا۔

"آپ ہی شکیل صاحب ہیں نا؟" وہ شخص جلدی سے قریب آگیا۔

"جی ہاں، فرمایئے!"

"معاف کیجیے گا، مجھے دیر ہوگئی۔ دراصل میں جس بس میں یہاں آرہا تھا اس کا ایک ٹائر برسٹ ہوگیا تھا۔ دوسرا ٹائر بدلنے میں دیر ہوگئی۔ میں نے آپ کا کالم پڑھا تھا۔ اسی سلسلے

میں۔"

"ارے تو پھر اندر تشریف کیوں نہیں لائے؟" شکیل اس شخص کی بات کاٹ کر بولا۔

"میں غریب آدمی ہوں جناب! دراصل میرے کپڑے اس قابل نہیں کہ کسی ایسے ہوٹل میں داخل ہونے کی ہمت کر سکوں۔" وہ شخص عاجزی سے کہنے لگا۔

شکیل اس شخص سے بہت متاثر ہوا۔ اسے یقین تھا کہ اسی شخص نے اس کا بٹوا واپس پہنچایا ہوگا۔

"حد کرتے ہیں آپ بھی! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔" شکیل نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر زبردستی ہوٹل میں لے گیا۔

وہ شخص کرسی پر بیٹھنے کے بعد بولا: "اپنے کالم میں آپ نے کچھ اس طرح مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا کہ میں مجبور ہوگیا ورنہ ہرگز نہ آتا۔"

"آپ نہ آتے تو مجھے زندگی بھر افسوس رہتا۔ شرافت اور ایمان داری تو اب آپ جیسے لوگوں ہی میں رہ گئی ہے۔" شکیل نے کہا اور پھر کھانے کے لیے اصرار کرنے لگا۔

اس غریب لیکن ایمان دار آدمی کو کھانا کھلا کر شکیل کو بہت خوشی ہوئی۔ چلتے وقت شکیل نے اپنے بٹوے سے دو سو روپے نکال کر اس شخص کو دیے۔

"آپ انھیں میرے خلوص کا حقیر سا نذرانہ سمجھ کر رکھ لیجیے! آپ نے یہ روپے نہ لیے تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔" شکیل نے بہ ضد ہو کر خود اپنے ہاتھ سے اس شخص کی جیب میں روپے رکھ دیے۔

اسی رات جب وہ اپنی بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو اس کے پڑوسی ناصر صاحب نے کہا: "شکیل صاحب! بٹوا تو مل گیا تھا نا؟ میں حیدر آباد گیا ہوا تھا اور آج لوٹا ہوں اسی لیے پہلے معلوم نہیں کر سکا۔ جب میں حیدر آباد جانے کے لیے اپنے فلیٹ سے نکلا تو راہ داری میں مجھے بٹوا پڑا دکھائی دیا۔ بٹوا آپ کے فلیٹ کے دروازے ہی پر پڑا تھا' کھول کر دیکھا تو آپ کا تھا۔ میں نے اسی لیے دروازے کی جھری کے نیچے سے بٹوے کو اندر ڈال دیا۔"

❋

کتے کا حصہ

م، ندیم (علی گڑھ)

وہ پانچ تھے۔ ایک عورت، اس کا شوہر، بڑا بیٹا، آٹھ سال کا ایک بچہ اور اس کا کتا۔ ان کے پاس مکا کی صرف چار روکھی روٹیاں تھیں۔ عورت نے تلاش کر کے چند سوکھی مرچیں اور نمک پتھر پر رگڑ کر چٹنی بنالی تھی۔ وہ بہت بھوکے تھے کیوں کہ شہر میں کرفیو لگا تھا۔

وہ مزدور پیشہ لوگ تھے اور چند ماہ پہلے گاؤں سے شہر میں مزدوری کرنے آئے تھے۔ ایک مکان میں جو بن رہا تھا، اس میں وہ رہ رہے تھے۔ مالک مکان نے ان کو رہنے کی اجازت دے دی تھی تاکہ وہ سامان کی حفاظت بھی کرتے رہیں۔

لیکن مکان کا مالک کہیں دور رہتا تھا۔ راج مزدور کرفیو کی وجہ سے کام پر نہیں آرہے تھے اور بھوکے پیاسے شاید اپنے گھروں کے اندر ہی رہنے پر مجبور تھے۔ یہ لوگ بھی ایک ہفتہ سے بیکار تھے۔ اب ان کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ آج مکئی کے آٹے کی چار روٹیاں کسی طرح اس عورت نے بنالی تھیں۔ عورت نے ایک ایک روٹی سب کو بانٹ دی۔ بھلا ایک روٹی میں ان کا کیسے پیٹ بھر سکتا تھا!

"اگر کرفیو نہ ہوتا تو میں کہیں سے آٹے دال کا بندوبست کرلیتا۔" مرد نے کہا۔

"خدا جانے یہ کرفیو کب کھلے گا۔" عورت بولی۔

"ابا یہ کرفیو کیا ہوتا ہے؟" ننھے بچے نے معصومیت سے پوچھا۔

"بیٹا! سارا شہر سنسان ہے۔ سب لوگ پریشان ہیں۔ ہم سب بھوکے ہیں۔ کوئی گھر سے باہر نہیں نکل رہا ہے۔ بس یہی ہے کرفیو۔ اب تم روٹی کھالو۔" باپ نے کہا۔

"مگر ابا یہ شیرا، یہ تو بھوکا ہے۔ اسے بھی تو کچھ کھانے کو دو۔" بچے نے یاد دلایا۔

سب نے نظریں اٹھا کر کتے کی طرف دیکھا جو ان کی طرف بھوکی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو "میں بھی پریشان ہوں، بھوکا ہوں، کہیں کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ مجھے بھی ایک روٹی دیدو!"

"کتے کا کیا ہے، وہ کہیں بھی جاکر پیٹ بھرلے گا، تم کھاؤ۔" ماں نے کہا۔

چاروں روٹیاں ان چاروں کے ہاتھ میں تھیں، لیکن وہ کتے کے سامنے کھانے سے جھجک رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کتا ہٹے تو وہ روٹی کھائیں اتنے میں باہر کچھ آہٹ ہوئی۔ کتا بھونکتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا اور چند لمحوں بعد پھر واپس آگیا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے چور کو بھگا دیا ہے، لاؤ میرا انعام مجھے دے دو!

وہ چاروں ایک احساس جرم میں خاموش بیٹھے تھے اور یہ فیصلہ نہیں کرپا رہے تھے کہ کتے کی موجودگی میں روٹی کھائیں یا نہ کھائیں!

مٹی کے چراغ کی مدھم روشنی میں ان پانچ بھر کی جانوں کے صرف بھوکے چہرے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ چاروں طرف خاموشی اور اندھیرا تھا۔ آخر بچے نے اس خاموشی کو توڑا۔ اپنے حصے کی روٹی میں سے ایک حصہ توڑ کر کتے کے آگے ڈال دیا۔ کتے نے اس کو احسان مند نظروں سے دیکھا اور روٹی کا ٹکڑا کھانے لگا۔

پھر ان باقی تینوں نے بھی ایک ایک ٹکڑا کتے کے آگے ڈال دیا۔ اس طرح اس ننھے بچے نے ان کو راستہ دکھلایا۔ وہ تینوں سوچنے لگے کہ اس بات کا خیال ان کو کیوں نہ آیا!

گو ان کا پیٹ نہیں بھرا تھا لیکن ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔

جلد باز

سلیمان بن وہب خلیفہ بغداد کا وزیر تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ علاقوں کے گورنروں کو جلدی جلدی بدلتا رہتا۔ ایک مقرر کرتا تو چند دنوں بعد اسے معزول کر کے کسی اور کو بھیج دیتا۔ ایک دن کسی شخص کو ایک جگہ مقرر کر کے بھیجا۔ جب وہ جانے لگا تو شکریہ ادا کرنے کے بعد بولا: "کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو!" سلیمان نے کہا۔

اس آدمی نے آہستہ سے کہا: "گھوڑا صرف جانے کے لیے کرائے پر لوں یا آنے کے لیے بھی۔"

سلیمان بہت ہنسا اور عہدے داروں کو جلدی جلدی تبدیل کرنا بند کر دیا۔

جنّت میں کیسے رہنا چاہیے

پروفیسر فہمیدہ عبادت

ایک دن خواجہ نصر الدین اپنے گدھے پر آتیشر (شہر کا نام) سے کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک آدمی ملا۔ اس آدمی نے خواجہ سے پوچھا: "خواجہ! مجھے بتاؤ میں کب مروں گا؟"

خواجہ: بھئی مجھے کیا معلوم تم کب مرو گے۔

آدمی: میں تمھیں بتا سکتا ہوں کہ تم کب مرو گے۔

خواجہ: (حیرت زدہ ہو کر) کب مروں گا؟

آدمی: "جب تمہارا گدھا مسلسل تین بار ڈھینچوں ڈھینچوں کرے گا تو تم مر جاؤ گے۔"

ملا نصر الدین حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے اپنے گدھے پر سوار ہو کر منزل کی جانب چلنے لگا کہ کچھ وقت کے بعد گدھے نے مسلسل تین بار چیخ چیخ کر ڈھینچوں ڈھینچوں کیا۔

نصر الدین اپنے گدھے سے اترا، سڑک پر لیٹ گیا اور بولا: "میں مر گیا ہوں۔"

اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک شیر اس کے گدھے پر جھپٹا اور گدھے کو کھا گیا۔ نصر الدین بولا: "بیچارہ میرا گدھا کتنا مخلص ہے، میرے ساتھ ہی اپنی جان بھی دے دی۔"

جب رات کو نصر الدین اپنے گھر نہ پہنچا تو اس کی بیوی ملازموں کے ساتھ اس کی تلاش میں نکلی، اس نے دیکھا کہ نصر الدین سڑک کے کنارے لیٹا ہے۔

وہ بولی: خواجہ! اپنے گھر کیوں نہیں چلتے۔

نصر الدین: میری پیاری بیوی! میں گھر نہیں جا سکتا، کیوں کہ میں مر گیا ہوں۔ تم مجھے گھر لے چلو اور میرے کفن دفن کا بندوبست کرو۔

بیوی نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ زندہ ہے، مگر خواجہ نہیں مانا، آخر گھر لا کے نہلا دھلا کر کفن پہنا دیا اور پڑسیوں سے کہہ دیا کہ خواجہ مر گیا، مگر اسے ایک دن بعد دفن کرنا، شاید اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے اور یہ خود سمجھ جائے کہ یہ مرا نہیں۔ بیوی نے تمام پڑوسیوں کو یہ

ہدایات دے دیں، چناں چہ خواجہ کی ہدایت کے مطابق اسے قبر میں لٹا کر قبر کو کھلا چھوڑ کر گھر آ گئے۔

خواجہ نصر الدین قبر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک عجیب سی آواز دور سے اسے سنائی دی۔ ایک شخص اپنے گدھے پر شیشے کا سامان لیے گدھے کے ساتھ پیدل جا رہا تھا۔

ملا نے عجیب طرح قبر میں سے سر اٹھایا۔ اس کو دیکھ کر گدھا بھڑک اٹھا اور ڈر کے مارے بے طرح بھاگنے لگا جس کی وجہ سے اس کے تمام برتن چکنا چور ہو گئے۔ گدھے کے مالک کا خون کھول اٹھا اور وہ لگا خواجہ کو مارنے۔ مار مار کر بھرکس نکال دیا۔

خواجہ بولا: "تم مجھے کیوں مار رہے ہو؟"

مگر وہ کہاں سننے والا تھا۔ اس کا ہزاروں کا نقصان ہو چکا تھا۔ جب وہ مار کر تھک گیا تو خواجہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

بے چارہ خواجہ پٹ پٹا کر گھر آگیا تو لوگ حیران ہو کر کہنے لگے: "تم تو مر گئے تھے کہو جنت میں کیسی گزری، وہاں کیا ہوتا ہے؟"

خواجہ نے جواب دیا کہ وہاں کا ماحول بہت اچھا ہے، بس تم اگر کسی ایسے گدھے کو نہ ڈرا دو جس پر شیشے کے برتن لدے ہوں۔

مقصد یہ کہ جنت بھی ایسا ہی مقام ہو گا جیسے دنیا کے بارے میں میر نے کہا تھا۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام ——— آفاق کی اس کارگہہِ شیشہ گری کا
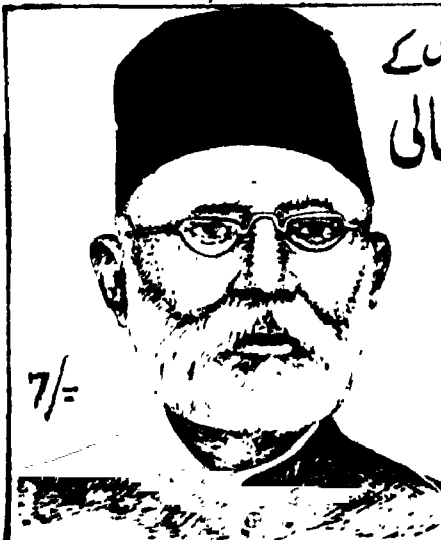
اس صفحے کے لیے جو لوگ سوال بھیجتے ہیں وہ سوال بھیجتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:
۱۔ بیماری کے حالات پورے اور صاف لکھیے۔
۲۔ اپنا پتا ہر حال میں ضرور، ضرور پورا لکھیے، جس خط میں پتا نہیں ہو گا اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
۳۔ اگر بیماری ایسی ہو کہ رسالے میں شائع نہ کی جا سکتی ہو تو اس کا جواب ڈاک سے بھیجا جا سکتا ہے، اس لیے کوئی پتا ضرور لکھیں ورنہ جواب کی امید نہ رکھیں۔

س : عمر ۱۵ سال ہے۔ میری ناک کے دائیں طرف ایک لمبا سا کالا نشان ہے۔ یہ نشان بچپن سے ہے۔ اس نشان کو ختم کرنے کا حل بتایئے۔ مہربانی ہوگی۔

ج : اس نشان سیاہ کو ختم کرنے کا ایک سیدھا سادہ حل یہ ہے کہ آپ اسے بھول جایئے۔

یہ ایک بہترین حل ہے۔ چلیے حل تو میں نے بتادیا اب رہی بات اس کالے نشان کو ختم کرنے کی تو میرے عزیز یہ پیدائشی ہے اور جلدی ہے۔ یہ کسی دوا سے نہیں جا سکتا۔ ممکن ہے کہ پلاسٹک سرجری مدد کرے۔ اس کے لیے کسی اچھے پلاسٹک سرجن سے مشورہ کر لیجیے۔

ہاں' ذرا پٹرولیم جیلی (وہائٹ) آزمالیجے رات گرم پانی سے ناک دھو کر اس پر جیلی لگا کر ذرا مالش کر لیں۔ شاید اس سے یہ کالا نشان ہلکا پڑ جائے۔

س : عمر ۲۲ سال ہے۔ میں بی کام کا طالب علم ہوں' میں بند جوتے پہنتا ہوں' میں جب بھی جوتے اتارتا ہوں تو میرے دونوں پیروں سے ناقابل برداشت بو آتی ہے۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ شاہد محمود'

ج : غالباً آپ اونی موزے بھی پہنتے ہوں گے! اگر ہاں تو سوتی موزے لے لیجیے نائلون کے موزے بھی ترک کر دیں۔ بہ ظاہر ایسا لگتا ہے کہ آپ کے تلووں کی جلد سے پسینہ آتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ پسینہ سڑتا ہے اور بو پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے آپ کو پیروں کی صفائی پر توجہ کرنی چاہیے۔ یعنی رات سوتے وقت دونوں پیر گندک کے صابن سے دھو لیا کریں۔ دھونے کے بعد ان پر کوئی اچھا پاؤڈر لگا لیا کریں۔ صبح بھی جب جوتے پہنیں تو پیروں پر پاؤڈر چھڑک لیا کریں۔ اس تدبیر سے اگر فائدہ نہ ہو تو پھر رات کو سوتے وقت دونوں پیروں پر بینگن کا پانی لگایا کریں۔ بینگن کی ایک قاش لے کر اس سے دونوں پیروں کو تر کر لیں اور خشک کر کے لیٹ جائیں۔

س : عمر ۱۸ سال ہے۔ میرے گال پچکے ہوئے ہیں' ویسے میں کھاتا پیتا خوب ہوں۔ جسامت تو بڑھتی جا رہی ہے۔ لیکن گالوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جسمانی کمزوری محسوس کرتا ہوں۔ تنولی

ج :
ہاں یہ خوب کھانا پینا بھی کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ اچھا یہ فرمائیے کہ آپ خوب ورزش تو ضرور کرتے ہوں گے؟ اگر خوب ورزش نہیں کرتے تو یہ خوب کھانے پینے سے وزن بڑھ جائے گا' توند نکل آئے گی' سینہ پچک جائے گا۔ آپ پھر اچھے خاصے کارٹون لگیں گے۔ میرے عزیز! ورزش تو صحت کے لیے ضروری ہے۔ اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

گالوں کے لیے ایک تدبیر یہ ہے۔

رات کو گرم پانی سے منہ دھوئیں تولیے سے خشک کریں۔ ذرا سی گلیسرین دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر لیں' اس سے گالوں کی مالش کریں۔ اوپر نیچے اور پھر دائرے میں ۱۰۔ ۱۲ منٹ روزانہ مالش کریں۔ میرا خیال کہ اس ورزش سے گال ذرا تو ابھر ہی جائیں گے۔

س : عمر ۱۶ سال ہے۔ پیدا ہوا تو میرا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا' رنگت گلابی' لیکن اب میرے چہرے پر بے تحاشا دانے نکل آئے ہیں۔ بہت علاج کرایا کوئی فائدہ نہیں ہوا' بہ راہ مہربانی کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ عدنان اسمٰعیل

ج : چہرے پر بے تحاشا نشان نظام جسم پر ہارمونز کی تبدیلی ہے جو جوانی میں قدم رکھتے وقت بعض میں شدید اور بعض میں ہلکی ہوتی ہے۔ شدت کی صورت میں یہ دانے ہیں۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ انڈے' مرغی کھانا بند کر دیجئے اور ے کا گوشت سخت مضر ہے۔ اس گوشت میں مرض ہے۔ یہ کھانے کی چیز نہیں ہے۔ ے کا گوشت بھی کم سے کم کھانا چاہیے۔ آپ کے لیے ہرا گھیا (لوکی) ایک بہترین ترکاری ہے۔ ٹماٹر بھی آپ کے لیے اچھے ہیں۔ دوا کے طور پر صافی کے دو چائے کے برابر چمچے ۱۵۔ ۲۰ دن پی لیجئے۔ گھیکوار کا گودا رات کو ان دانوں پر لگا کر سو جائیں اور صبح صاف کریں۔

بچوں کے لیے

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

صراط مستقیم ۷/۵۰
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۹/:
نماز پڑھیے ۴/۵۰
السلام علیکم ۷/۵۰
حضرت یوسف علیہ السلام ۴/۵۰
حدیث کیا ہے ۴/:
حضرت عمر فاروق رض ۶/:
نقوش سیرت اول ۵/:
نقوش سیرت حصہ دوم ۵/:
نقوش سیرت حصہ سوم ۵/:
نقوش سیرت حصہ چہارم ۵/:
نقوش سیرت حصہ پنجم ۵/:
رسالہ دینیات اوّل ۲/:
" دوم ۴/:
" سوم ۵/:
" چہارم ۵/:
" پنجم ۶/:
" ششم ۶/:
" ہفتم ۶/:
" ہشتم ۶/:
حضرت آدم علیہ السلام ۴/:
حضرت یحییٰ علیہ السلام ۳/:
بزرگان دین ۴/:
امت کی مائیں ۴/۵۰
اچھی باتیں ۴/۵۰
خوب سیرت اول ۶/:
خوب سیرت دوم ۶/:
رسول اللہ کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
سلطان جی رح ۴/۵۰

سیرت پاک مختصر مختصر ۳/:
کمسن صحابی ۶/:
رحمان کا مہمان ۶/:
اسلام کے جاں نثار ۵/:
نور کے پھول ۹/:
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیق رض ۶/:
حضرت عبداللہ بن عمر رض ۳/:
حضرت طلحہ رض ۳/:
حضرت ابو ذر غفاری رض ۲/:
حضرت سلمان فارسی رض ۳/۵۰
حضرت عبداللہ بن عباس رض ۳/:
حضرت محبوب الٰہی رح ۲/:
حضرت معین الدین چشتی رح ۳/:
حضرت فرید گنج شکر رح ۳/:
حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح ۳/:
نیک بیٹیاں ۳/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاء رح ۲/:
حضرت حمزہ رض ۳/:
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض ۳/:
حضرت ابوہریرہ رض ۴/:
اللہ کے صفی ۲/۵۰
اللہ کا گھر ۴/۵۰
اللہ کے خلیل ۳/۵۰
رسول پاک کے اخلاق ۴/:
قرآن پاک کیا ہے؟ ۵/:
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۶/:
" دوم ۶/:
اسلام کے مشہور امیر البحر ۹/:
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل ۷/۵۰

" حصہ دوم ۶/:
اسلام کیسے شروع ہوا ۷/۵۰
رسول پاک ۶/:
دس جنتی ۷/۵۰
سرکار کا دربار ۶/۵۰
چار یار ۷/۵۰
آں حضرت (اردو) ۲/۵۰
حضرت محمد (ہندی) /۴۰
ہمارا دین حصہ اوّل ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ دوم ۸/۵۰
ہمارا دین حصہ سوم ۸/۵۰
تحسین القرآن (زیر طبع)
منہاج القرآن ۴/۵۰
ائمہ اربعہ (زیر طبع)
ارکان اسلام ۴/:
عقائد اسلام ۴/۵۰
خلفائے اربعہ ۱۰/۵۰
نبیوں کے قصے ۷/۵۰
ہمارے رسول ۶/:
مسلمان بیبیاں ۶/:
ہمارے نبی (اردو) ۴/:
ہمارے نبی (ہندی) زیر طبع
سرکار دو عالم ۹/:
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد) ۲/:
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں) ۴/۵۰

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/:
بچوں کے نظیر اکبرآبادی ۶/:
بچوں کے [illegible] انصاری ۶/:
بچوں کی آپا جان (گیرڈا فلپس) ۶/:

هندستان کے مسلمان حکمرانوں نے

جو شہر آباد کیے

رنگ پور (بنگال) ــــ یہ شہر سلطان بختیار خلجی نے آباد کرایا تھا۔
دولت آباد (دکن) ــــ پہلے یہاں دیوگڑھ نام کی بستی تھی۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے اس کو اپنا پایہ تخت بنانے کے لیے یہاں ایک نیا شہر دولت آباد کے نام سے تعمیر کرایا۔
جونپور (اتر پردیش) ــــ اس شہر کو فیروز شاہ نے اپنے چچا زاد بھائی فخر الدین جونہ کے نام پر آباد کیا۔ بعد میں مشرقی سلطانوں کا پائے تخت بنا۔
احمد آباد (گجرات) ــــ سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس شہر کو آباد کیا۔
پٹیالہ ــــ بہلول لودھی کے زمانے میں رائے رام دیو بھٹی نے یہ شہر تعمیر کرایا۔ بعد میں یہ خود مسلمان ہو گیا۔
احمد نگر ــــ یہ شہر احمد نظام شاہ نے ۹۰۰ ہجری میں تعمیر کرایا تھا۔
فتح پور سیکری ــــ آگرہ سے ۱۲ کوس (۲۴ میل) کے فاصلے پر سیکری ایک گاؤں تھا۔ قریب ایک پہاڑ پر ایک بزرگ شیخ سلیم رہتے تھے۔ شہنشاہ اکبر کی ۲۸ سال کی عمر تک کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس نے شیخ سلیم سے دعا کرائی اور یہ منت مانی کہ میں اپنے پہلے بیٹے کو آپ کی تربیت میں دوں گا۔ جب جہانگیر پیدا ہوا تو ان بزرگ کے نام پر اس کا نام بھی سلیم رکھا گیا۔ بعد میں یہاں محل اور باغ بنوائے گئے اور اس کا نام فتح پور سیکری رکھا گیا۔
حیدر آباد دکن ــــ گولکنڈہ کی آب و ہوا اچھی نہ تھی۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ایک اور شہر آباد کرکے اپنی بیوی بھاگ متی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔ بعد میں اس کا نام بدل کر حیدر آباد کر دیا۔
مراد آباد ــــ یہ شہر کو شاہ جہاں کے زمانے میں رستم خاں نے اپنے بیٹے مراد بخش کے نام پر آباد کیا۔
دلی (دہلی) ــــ کہتے ہیں کہ یہ شہر ۲۱ شہروں کا مجموعہ ہے۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ پرانے زمانے میں موجود دلی سے سو میل دور ایک مقام ہستاپور تھا جو راجاؤں کا پایہ تخت تھا۔ جب

کوروؤں اور پانڈوؤں میں جنگ ہوئی تو پانڈو ایک اور جگہ آباد ہوئے جس کا نام اندر پت تھا۔ یہی دلی کا قدیم نام ہے۔

بعد میں ایک تنوری راجا نے اندر پت کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا۔ ہندی میں دہلی نرم زمین کو کہتے ہیں، اس لیے اس کا نام دہلی ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قنوج کے راجا کا نام دہلو تھا۔ اس نے یہاں ایک شہر آباد کیا تھا۔ اس کا نام دہلی مشہور ہوا۔

اس کے بعد چوہان راجپوتوں کے دور میں راجا رائے پتھورا نے ایک قلعہ اور شہر آباد کیا۔ سلطان قطب الدین ایبک اور شمس الدین کی سلطنت کا یہی شہر صدر مقام رہا۔

سلطان غیاث الدین نے اس کے نواح میں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور غیاث پور کا نام دیا۔ سلطان معز الدین کیقباد نے گاؤں کیلو کھڑی کے پاس دریائے جمنا کے کنارے ایک شہر آباد کیا۔ سلطان جلال الدین خلجی نے اس کو پایہ تخت بنایا۔ اس کے بعد سلطان علاء الدین خلجی نے ایک گاؤں سیری کے پاس ایک قلعہ بنوایا۔ اس کا پائے تخت یہی تھا اور اس کو دہلی علائی کہتے ہیں۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے یہاں ایک شہر تغلق آباد بسایا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد فخر الدین جونا نے یہاں ایک اور شہر آباد کیا۔ اس کا لقب محمد عادل تھا، اس لیے اس شہر کا نام محمد آباد رکھا اور بعد میں عادل آباد مشہور ہوا۔

اس کے بعد فیروز شاہ تغلق نے فیروز آباد کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ جب خضر خان بادشاہ ہوا تو اس نے یہاں خضر آباد کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ اس کے بیٹے مبارک شاہ نے اپنے نام پر یہاں مبارک آباد کے نام کا شہر بسایا۔

شہنشاہ ہمایوں نے قلعہ اندر پت کی مرمت کروا کے اس کو پایہ تخت بنایا۔ یہ تمام شہر موجودہ شہر دہلی میں شامل ہو گئے۔ شاہ جہان بادشاہ ہوا تو اس نے قلعہ معلی اور جامع مسجد بنوائی۔ اس وقت دہلی کو شاہ جہاں آباد کہا جانے لگا۔

اورنگ آباد (دکن)۔۔۔۔ شہنشاہ محمد تغلق نے دولت آباد شہر بسایا تھا۔ بعد میں وہ ویران ہو گیا۔ جب اورنگ زیب دکن کا صوبے دار (گورنر) بنا تو اس نے دولت آباد سے سات کوس پر یہ نیا شہر اورنگ آباد بسایا۔

اے۔حمید

دماغ بدل گیا (ب)

(قسط نمبر ۶)

طوطم چیف نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور آہستہ سے کہا:
"سب سے پہلے ہمیں آج آدھی رات کو خلائی تابوت کی لاش کو قبرستان میں لے جانا ہے۔ اس کے فوراً بعد شیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں سیکرٹ کیپسول لگا دیا جائے گا۔ پھر ان دونوں یعنی عمران اور شیبا کو چھوڑ دیں گے اور یہ ہمارے کمپیوٹر کنٹرول کے قبضے میں ہوں گے اور ہماری مرضی کے مطابق کام کریں گے۔"
پھر طوطم چیف نے اپنی خلائی گھڑی پر وقت دیکھا اور بولا:
"میں اوپر اپنے سیارے میں جا رہا ہوں۔ مجھے گریٹ کنگ سے کچھ ضروری مشورہ کرنا ہے۔ رات کے دس بجے واپس آجاؤں گا۔ پھر خلائی تابوت کو کھولا جائے گا۔"
یہ کہہ کر طوطم چیف ایک برقی دروازے میں سے گزر کر اس لیبورٹری میں آگیا جہاں دیوار کے ساتھ شیشے کا بہت بڑا سلنڈر لگا ہوا تھا۔ دونوں خلائی آدمی اس کے ساتھ تھے۔ وہ آتے ہی سلنڈر میں داخل ہو گیا۔ شیشے کے گول سلنڈر میں المونیم کے تین اسٹول رکھے تھے۔ طوطم ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔

سلنڈر کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ طوطم نے اشارہ کیا۔ خلائی آدمی نے آگے بڑھ کر پینل پر ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سلنڈر میں ایک دم نیلی روشنی پھیل گئی اور طوطم چیف کا جسم روشنی کے ذرات بن کر وہیں غائب ہو گیا۔ طوطم چیف ایک سیکنڈ سے بھی کم مدت میں ہمارے نظامِ شمسی سے نکل کر اپنے نظامِ شمسی کے سیارے میں پہنچ چکا تھا۔

شیبا کو قبرستان سے نکالنے کے بعد کالا سانپ اسی تنگ و تاریک سرنگ میں سے رینگتا ہوا خلائی مخلوق کی زمین دوز لیبوریٹری میں آ گیا۔ اب وہ عمران کو اس خلائی قید سے آزاد کروانا چاہتا تھا۔ سانپ کو معلوم تھا کہ عمران کس کوٹھری میں بند ہے۔ وہ سرنگ کے شگاف سے نکلا اور خلائی کمیں گاہ کی راہ داری میں سے ہوتا ہوا ایک سوراخ میں سے گزر کر عمران کی کوٹھری میں داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر سانپ وہیں رُک گیا کہ عمران کا اسٹریچر خالی پڑا تھا۔ عمران اپنی کوٹھری میں نہیں تھا۔ کالے سانپ نے باری باری تمام کوٹھریوں میں تلاش کیا مگر عمران اسے کہیں نہ ملا۔ دوسرے غار میں جانا سانپ کے لیے ناممکن تھا۔ کیوں کہ وہاں دیواریں فولاد کی تھیں جن میں سے سانپ نہیں گزر سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ خلائی مخلوق عمران کو فولادی دیواروں کے پیچھے لے جا چکی ہے۔ وہ خاموشی سے آسیبی قبرستان والی قبر میں آ کر چھپ گیا اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔

دوسری جانب شیبا تیزی سے اپنی کار چلاتے ہوئے شہر کے آباد علاقے میں پہنچی اور پھر سیدھی اپنی کوٹھی میں آ گئی۔ اسے دیکھ کر اس کی ممی اور ڈیڈی کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ انھوں نے شیبا کو پیار کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں چلی گئی تھی؟ شیبا

نے کہا :
" اللہ کے لیے مجھے سو جانے دیجیے۔ میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی۔"
اور شیبا اپنے کمرے میں جاتے ہی پلنگ پر گری اور گہری نیند میں کھو گئی۔ ڈیڈی اور ممی نے فوراً پولیس کو اطلاع کر دی کہ ان کی بیٹی گھر واپس آ گئی ہے۔ وہ ایک رشتے دار کے پاس دوسرے شہر چلی گئی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے عمران کے امی ابو کو بھی فون پر اطلاع کر دی کہ شیبا واپس آ گئی ہے۔ مگر ابھی اس نے کچھ نہیں بتایا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی تھی اور عمران اسے ملا کہ نہیں۔ عمران کے امی ابو اسی وقت شیبا کی کوٹھی پر آ گئے اور شیبا کے جاگنے کا انتظار کرنے لگے۔ شیبا سو کر اٹھی تو اس کے پلنگ کے گرد سبھی بیٹھے تھے۔ شیبا نے جب انھیں بتایا کہ آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے آسمان کے کسی دور دراز سیارے سے آئی ہوئی مخلوق کی خفیہ لیبوریٹری ہے جو ہماری دنیا کے سیارے کو تباہ کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے تو سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کسی کو شیبا کی بات کا یقین نہیں آرہا تھا۔ سب یہی سمجھے کہ شیبا آسیبی قبرستان گئی تھی اس پر کسی بدروح کے آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔ اس کے ڈیڈی نے کہا :
" بیٹی تم ابھی آرام کرو۔ پھر بات کریں گے۔"
شیبا نے کہا :
" ڈیڈی ! آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے ؟ مجھے خلائی مخلوق نے پکڑ کر قید میں ڈال دیا تھا اور عمران بھی وہیں قید ہے۔ اگر کالا سانپ میری مدد نہ کرتا تو میں کبھی آپ

کے پاس نہ پہنچ سکتی ۔"
جب شیبا نے کالے سانپ کا ذکر کیا تو وہاں بیٹھے ہوئے ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ شیبا پر کسی نے ضرور جادو کر دیا ہے۔ اس کی ممی تو رونے لگی۔ عمران کی امی اپنے بیٹے کے لیے پریشان تھی۔ اس نے پوچھا :
"بیٹی ! کیا تم نے اپنی آنکھوں سے عمران کو وہاں دیکھا ہے ؟"
شیبا نے جواب دیا :
"میں نے اسے دیکھا تو نہیں آنٹی، مگر کالے سانپ نے مجھے بتایا تھا کہ عمران کو بھی خلائی مخلوق نے قید کر رکھا ہے۔"
اب تو کسی کو بھی ذرا سا شبہ نہ رہا کہ شیبا پر کسی بھوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اسی وقت ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ ڈاکٹر نے شیبا کا معائنہ کیا۔ بلڈ پریشر چیک کیا۔ ایک انجکشن لگا دیا جس سے اسے نیند آ گئی۔ اس کی ممی اور ڈیڈی نے عمران کے امی ابو سے کہا کہ ہمیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے اسی وقت پولیس کو دوبارہ ٹیلی فون کیا گیا کہ شیبا پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور وہ عمران کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ پولیس انسپکٹر نے یہ سنا تو ٹیلی فون پر ہی جواب دیا۔
"محترم ! بہتر ہو گا کہ آپ اپنی بیٹی کا دماغی معائنہ کروائیں۔ آپ کی بیٹی آپ کو واپس مل گئی ہے۔ اب آپ آرام سے بیٹھیں۔ عمران کو پولیس تلاش کر رہی ہے وہ بھی مل جائے گا۔"
عمران کے امی ابو فکرمند سے ہو کر واپس گھر آ گئے۔

شام کو شیبا جاگ پڑی۔ ڈاکٹر کے انجکشن کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ گھر میں اس بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس نے خلائی مخلوق کے سگنل کی تحریر اٹھا کر جیب میں ڈالی اور پولیس اسٹیشن آ گئی۔ یہاں اس نے انسپکٹر کو ساری بات بیان کر دی اور ثبوت کے طور پر خلا سے آیا ہوا وہ سگنل بھی دکھایا جو عمران نے کاغذ پر لکھا تھا۔ پولیس انسپکٹر سگنل کو پڑھنے لگا۔ پھر بولا:

"یہ کاغذ تو کوئی ثبوت نہیں کہ یہ سگنل خلا سے آیا ہے"

شیبا نے کہا:

"یہ عمران کے کمپیوٹر پر پکڑا گیا تھا عمران اور میں نے خود خلائی مخلوق کو دیکھا ہے۔ ان کی خفیہ لیبورٹری قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے ہے۔ آپ وہاں چل کر چھاپہ ماریں اور خلائی مخلوق کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں نہیں تو وہ ہماری دنیا میں تباہی مچا دیں گے۔ وہ قاتل مشن لے کر زمین پر اترے ہیں۔"

یہاں بھی جب شیبا نے بتایا کہ کالے سانپ نے اس کو فرار کروانے میں اس کی مدد کی تھی تو پولیس انسپکٹر کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ اس لڑکی کا دماغ چل چکا ہے اور یا پھر اس پر بھوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر شیبا کو پولیس اسٹیشن سے رخصت کر دیا کہ ہم ضرور تفتیش کریں گے۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ شیبا کے جانے کے بعد پولیس انسپکٹر شہباز نے جو ایک نوجوان افسر تھا کاغذات ایک طرف رکھے اور سر ہلا کر بولا:

"پڑھی لکھی لڑکی ہو کر بھی یہ شیبا کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی تھی۔ ضرور اس پر کسی بد روح کا اثر ہو گیا ہے"
پولیس انسپکٹر شہباز اٹھا اور کنٹین میں چائے پینے چل دیا۔
شیبا پریشانی کی حالت میں گھر واپس آ گئی اور عمران کو خلائی مخلوق کی قید سے نکالنے کے بارے میں غور فکر کرنے لگی۔

جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو خلائی مخلوق کی زیر زمین لیبوریٹری کے اس کمرے میں روشنی ہو گئی جہاں خلائی تابوت رکھا ہوا تھا۔ طوطم چیف گریٹ کنگ سے مشورہ کر کے اپنے دور دراز خلائی سیارے سے واپس آ چکا تھا اور رات کے بارہ بجنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دونوں خلائی آدمی بھی اس کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ جب رات کے بارہ بجے کا عمل ہوا تو طوطم چیف نے اشارہ کیا۔

دونوں خلائی آدمی تابوت کی طرف بڑھے۔ انھوں نے تابوت کو کاندھوں پر اٹھایا اور کمرے سے باہر راہداری میں آ کر ایک طرف چلنے لگے۔ طوطم چیف ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ زمین کے نیچے بنی ہوئی غار میں سے گزرتے سیاہ ٹیلوں کے شگاف میں سے باہر نکل آئے۔ باہر رات کا اندھیرا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تینوں خلائی آدمی تابوت کو لے کر آسیبی قبرستان کے ویران کونے میں آ گئے جہاں شکستہ قبروں کے نشان بھی باقی نہ رہے تھے اور جہاں آدمی دن کے وقت آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ ایک قبر بیٹھ گئی تھی۔ اس میں گڑھا پڑا ہوا تھا۔ طوطم نے اس قبر کی طرف اشارہ کیا۔ خلائی آدمیوں نے خلائی تابوت قبر کے گڑھے میں اس جگہ رکھ دیا جہاں اس قبر کے مُردے کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ طوطم قبر میں اتر گیا۔ اس

نے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ تابوت کے اندر ایک ایسی لاش
بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی جس کا رنگ کالا تھا۔ بال حبشیوں
کی طرح گھنگھریالے تھے۔ لاش سیاہ لمبے کوٹ میں ملبوس تھی۔
طوطم چیف نے لاش کے سینے پر سے کوٹ ہٹایا۔ لاش کے
سینے میں ایک خنجر دھنسا ہوا تھا۔ طوطم نے خنجر باہر کھینچ لیا۔
لاش نے ایک جھرجھری سی لی۔ طوطم چیف نے اپنی خلائی
زبان میں کہا :

"اسکالا ! تم اپنے سیّارے اوٹان سے پہلی بار زمینی سیارے
کے اس قبرستان میں لائے گئے ہو۔ تمھیں اس شہر میں جو کچھ کرنا
ہے اس کے پروگرام کی ڈِسک تمھارے دماغ کے چھوٹے سے
کمپیوٹر میں لگا دی گئی ہے۔ اس شہر میں عمران سے تمھارا رابطہ
رہے گا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی شیبا بھی تم سے آن ملے گی
تم تینوں مل کر زمین پر ہمارے خلائی قاتل مشن کو مکمل کرنے
میں ہماری مدد کرو گے۔ جواب دو۔"

خلائی لاش اسکالا کے حلق سے گڑگڑاہٹ نما آواز نکلی :
"ٹھیک ہے۔" طوطم نے تابوت بند کیا۔ قبر سے باہر نکلا اور خلائی
آدمیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اسی وقت قبر کے گڑھے کو مٹی
اور پتھروں سے بھر کر اوپر قبر کی ڈھیری بنا دی۔

آسیبی قبرستان سے اپنی خفیہ زمین دوز لیبوریٹری میں آتے ہی
طوطم چیف نے اپنے خلائی آدمی کو حکم دیا کہ شیبا کو لے کر
اپریشن لیبوریٹری میں آ جاؤ۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ خود اپریشن
لیبوریٹری میں آ گیا۔ اس نے اپریشن کا سارا سامان نکال کر اسٹریچر
کے پاس میز پر رکھ دیا۔ پھر الماری میں سے سیکرٹ کیپسول والی
ڈبیہ نکالی۔ یہ سیکرٹ کیپسول اُس نے شیبا کی کمر میں ریڑھ کی

بڑی میں لگانا تھا تا کہ عمران کی طرح وہ بھی خلائی مخلوق کی غلام بن کر ان کے کمپیوٹر کے اشاروں پر کام کرے۔ اتنے میں خلائی آدمی گھبرایا ہوا داخل ہوا اور بولا:

"شیبا فرار ہو گئی ہے۔"

خلائی چیف طوطم کا رنگ اُڑ گیا۔ غصے سے اس کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور چیخ کر کہا:

"وہ کیسے فرار ہو گئی؟ اسے تلاش کرو۔ وہ یہاں سے نکل گئی تو ہمارا راز فاش ہو جائے گا۔"

اُسی وقت شیبا کی تلاش شروع ہو گئی مگر وہ کہیں نہ ملی۔ طوطم چیف سخت پریشان تھا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لیبوریٹری کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس نے دو تین بٹن دبا دیے۔ اسکرین پر عمران کے جسم کا ڈھانچہ نمودار ہوا۔ طوطم نے نیلا بٹن دبایا۔ تہ خانے کی کوٹھری میں اسٹریچر پر لیٹے لیٹے عمران کو ایک جھٹکا لگا اور وہ ہوشیار ہو گیا۔ اس کے کان میں طوطم کی سرگوشی گونجی۔

"عمران! شیبا ہمارے تہ خانے سے فرار ہو گئی ہے وہ ہماری دشمن ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اسے گھیر کر یہاں واپس لاؤ۔"

عمران کی کمر میں جو سیکرٹ کیپسول لگا ہوا تھا اس کی وجہ سے اب وہ اس خلائی مخلوق کا غلام بن چکا تھا۔ اسے صرف اتنا ہی یاد تھا کہ وہ عمران ہے اور خلائی مخلوق ہے اور شیبا اس کی دشمن ہے جو بھاگ گئی ہے اور طوطم چیف کے حکم سے اسے پکڑ کر واپس خفیہ زمین دوز خلائی لیبوریٹری میں لانا ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"چیف! آپ کا حکم پورا ہو گا"
یہ کہہ کر عمران اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ وہ سرنگ میں آ گیا۔ آگے ہر دروازہ خود بہ خود کھلتا گیا۔ یوں رات کے اندھیرے میں عمران ٹیلے کے شگاف سے باہر نکل آیا۔ اس کے نکلنے کے فوراً بعد شگاف کا آہنی دروازہ بند ہو گیا۔ عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تارے اسے عجیب انگاروں کی طرح لگے۔ وہ پوری طرح خلائی مخلوق بن گیا تھا۔ پیچھے سے طوطم چیف کمپیوٹر پر بیٹھا اسے کنٹرول کر رہا تھا۔ عمران آسیبی قبرستان میں سے ہوتا ہوا شہر کو جانے والی سڑک پر آ گیا اس وقت رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ دور شہر کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔

عمران سڑک پر پیدل ہی شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ ایک مشینی آدمی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا کو پکڑ کر تہ خانے کی لیبوریٹری میں واپس لانا ہے۔ عمران کی آنکھیں پتھر کی لگ رہی تھیں۔ شہر کی روشنیاں قریب آ رہی تھیں ــــ

پھر کیا ہوا؟ کیا عمران نے شیبا کو
طوطم چیف کے حوالے کر دیا؟ ــــــ
یہ خلائی ایڈونچر سیریز کی

"لاش چل پڑی"

میں پڑھیے

ہمیشہ خوش رہو

حکیم محمد سعید

آدمیوں کی دو قسمیں

نونہالو! آدمیوں کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ جو جلتے اور کڑھتے رہتے ہیں' بڑبڑاتے رہتے ہیں' بات بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں' دوسرے وہ جو دوسروں سے محبت اور نرمی سے پیش آتے ہیں' تکلیف پیش آجائے تو صبر سے برداشت کرتے ہیں' ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔

نونہالو! ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں' ایک چمک دار اور روشن پہلو' دوسرا تاریک پہلو۔ مثال کے طور پر اسکول میں تمھیں بتایا جاتا ہے کہ اگلے ہفتے تمھارا ٹیسٹ ہوگا۔ جو نونہال روشن پہلو دیکھتا ہے اس کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ تمام سبق دوبارہ پڑھ لیے جائیں' جو باتیں بھول گئی ہیں انھیں یاد کر لیا جائے' جو قاعدے سمجھ میں نہیں آئے انھیں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ چناں چہ وہ نونہال دل لگا کر پڑھائی میں لگ جائے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ حوصلہ دے گا اور وہ یہ کوشش کرے گا کہ پہلے سے زیادہ نمبر لے۔

دوسرا نونہال جو ہر چیز کا ایک تاریک پہلو دیکھتا ہے' ٹیسٹ کا نام سن کر بجھ سا جاتا ہے۔ اس کے من کا چور اسے ڈراتا ہے کہ وہ فیل ہو جائے گا۔ وہ چڑچڑا ہو کر چیزوں کو ادھر ادھر پھینکتا ہے' اپنے بہن بھائیوں سے لڑتا ہے' گھر کے کھانے میں عیب ڈھونڈتا ہے' مگر جو چیز کرنی چاہیے یعنی پڑھائی وہ نہیں کرتا۔

ہشاش بشاش اور اُداس

نونہالو! اگر ایک تن درست اور ایک بیمار نونہال تمھارے سامنے سے گزرے تو تم فوراً پہچان جاؤ گے کہ تن درست کون ہے اور بیمار کون! ایک چست اور اسمارٹ ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکتا ہوگا۔ دوسرا ڈھیلا ڈھالا اور مریل۔ چہرہ اس کا اترا ہوا ہوگا۔

نونہالو! اسی طرح اگر تمھیں ایک ہشاش بشاش اور ایک اداس نونہال نظر آئے تو تم فوراً

پہچان لو گے۔

ہشاش بشاش نونہال اللہ پر یقین رکھتا ہے' ناامید نہیں ہوتا' دلیر ہوتا ہے۔ پہاڑ جتنی تکلیف ہو تو بھی پروا نہیں کرتا' خوشی خوشی کام میں لگ جاتا ہے' ادب اور تمیز سے پیش آتا ہے۔ اس کا دل صاف ہوتا ہے۔

اداس نونہال کا اللہ پر پورا یقین نہیں ہوتا۔ اس کا ارادہ پختہ نہیں ہوتا۔ وہ محنت کرنے سے گھبراتا ہے' دوسروں سے جلتا ہے۔ اس کا من صاف نہیں ہوتا۔ اس کے چہرے پر نور نظر نہیں آتا۔ اداسی صحت پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ اس پر قابو پانا چاہیے۔

ناامید مت ہو

نونہالو! اللہ کا حکم ہے: "اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔" اللہ کو یاد رکھتے ہوئے پڑھائی میں لگے رہو۔ کھیل کے وقت کھیلو' پڑھائی کے وقت پڑھو' اسکول کا کام جو گھر پر کرنا ہے اسے دل لگا کر کرو۔ دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ' ماں باپ جو حکم دیں اس پر خوشی خوشی عمل کرو' اپنے دوستوں کی مدد کرو' کسی سے مت جلو' عقل سے کام لو۔

ان باتوں کے ساتھ ساتھ تم پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ تم دیکھو گے کہ تم ہر وقت تازہ رہتے ہو۔ تمہارا چہرہ خوش نظر آئے گا۔ تمہاری صحت اچھی ہوگی۔

اچھی عادتیں اچھی زندگی

نونہالو! تم اچھی عادتیں اپنالو تو تمہاری زندگی اچھی ہوگی۔ تم خوش و خرم رہو گے۔

اچھی عادتیں کیا ہیں؟ صبح سویرے اٹھنا' نماز پڑھنا' جو ناشتا ملے ہنسی خوشی سے کھانا' صاف کپڑے پہننا' جی لگا کر پڑھنا' کھیل کے وقت کھیلنا' ادب اور تمیز کو ہاتھ سے نہ جانے دینا' ماں کے پکائے ہوئے کھانے میں کیڑے نہ نکالنا' گھر کے کام میں ہاتھ بٹانا' دوسروں کی مدد کرنا۔

یہ عادتیں اپناؤ گے تو تم ہمیشہ خوش رہو گے' ہمیشہ کام یاب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا۔

بچوں کی کوششیں

منشی جی سال گرہ پارٹی میں

ایک روز زینب بی بی منشی جی کے گھر آئیں اور ان کی بیگم سے کہنے لگیں "بہن اگلے اتوار کو شام سات بجے ہمارے بچے کی سالگرہ ہے مہربانی کرکے آپ دونوں میاں بیوی تشریف لائیں۔

"بڑی خوشی سے ،، بیگم نے جواب دیا۔ "اس دعوت کا بہت بہت شکریہ ،، بات شکریہ کی نہیں ہے ،،بہن زینب بی بی کہنے لگی "بات ذرا یہ ہے کہ آپ کو پہلے آکر میرا ہاتھ بٹانا ہوگا۔ سہ پہر کے وقت آکر میرے ساتھ چائے پئیں اور سالگرہ کی تیاریوں میں میری مدد کریں آپ کے شوہر شام کو تشریف لا سکتے ہیں۔

"اچھی بات ہے۔،، بیگم کہنے لگی جب آپ فرمائیں۔ میں سہ پہر کے وقت آپ کے یہاں پہنچ جاؤں گی۔ ان کی ساری چیزیں میں پہلے سے تیار کرکے رکھ دوں گی۔ اس طرح وہ خود تیار ہوکر آپ کے یہاں پہنچ جائیں گے۔

سالگرہ کے دن سہ پہر کے وقت منشی جی کی بیگم نے ان سے کہا "اجی میں نے آپ کے کپڑے تیار کرکے یہاں رکھ دیے ہیں تحفے کا ڈبہ بھی کپڑوں کے پاس رکھا ہے۔" "بہت اچھا بیگم ،، منشی جی بولے مجھے یاد رہے گا۔"

بیگم منشی جی کے کمرے سے بول رہی تھیں مگر منشی جی جو کسی اور ہی دُھن میں کھوئے ہوئے تھے یہ سمجھے کہ بیگم باورچی خانے سے بول رہی ہے۔ بیگم تو یہ کہہ کر زینب بی بی کے یہاں چلی گئیں اور منشی جی اطمینان سے اخبار پڑھتے رہے۔ جب شام ہوئی تو وہ اٹھے اور باورچی خانہ کی طرف بڑھے تاکہ سالگرہ کے لیے تیار ہوسکیں۔

باورچی خانہ میں اندھیرا تھا منشی جی نے روشنی کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی یا شاید انھیں اس کا خیال ہی نہ آیا ہو ،وہ باورچی خانہ میں داخل ہوئے اور لگے ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے کہ بیگم ان کی چیزیں کہاں رکھ گئیں ہیں۔ "کمال ہے ،،وہ اپنے آپ سے بولے " بیگم میری چیزیں تیار کرکے یہیں رکھ گئیں تھیں اور یہاں کوئی چیز بھی نہیں مل رہی ہے عجیب بات ہے انھوں نے تمام چیزیں میز پر کیوں نہیں رکھ دیں تاکہ مجھے آسانی سے سب چیز مل جاتیں۔

چیزوں کو ٹٹولتے ٹٹولتے منشی جی کا ہاتھ میز پر پڑا تو اس پر پڑا ہوا میز پوش نیچے جاگرا اور جب وہ دوسری طرف نکلے تو وہ اس میز پوش میں الجھ گئے "آہا! یہ رہی قمیص۔ وہ خوش ہوکر بولے

ایک مالدار کسان نے کیمسٹ سے دوائیں خریدتے وقت اُسے ہدایت کی۔ " دوائیں علاحدہ علاحدہ پیک کرکے اوپر لکھ دینا کہ کونسی دوا میری بیوی کی ہے اور کون سی بھینس کی۔ میں نہیں چاہتا کہ دوا میں کوئی گڑ بڑ ہوجائے اور میری بھینس کو کچھ ہوجائے۔"

اچھی بات چاہے کوئی کہے پلے باندھ لو۔ کیونکہ جب موتی کی قیمت مقرر کی جاتی ہے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ سمندر کی تہہ سے لانے والا شریف ہے یا ذلیل۔

انھوں نے میز پوش اٹھالیا اور اسے قمیص کی طرح پہننے کی کوشش کرنے لگے آخر کار اسے کسی نہ کسی طرح اپنے اردگرد لپیٹ لیا۔ اور اب انھیں اپنی ٹوپی کی تلاش ہوئی۔ "ٹوپی بھی یہیں کہیں قریب ہو گی۔ جس عورت نے میری قمیص فرش پر ڈال دی اس سے کیا امید ہو سکتی ہے" وہ خود سے بولے یہ سوچتے ہوئے وہ فرش کو ٹٹولنے لگے تو ان کا ہاتھ ردی کی ٹوکری سے جا ٹکرایا۔ یہ ان کی ٹوپی کی طرح گول تھی اور اتفاق سے خالی بھی تھی۔ انھوں نے اٹھایا اور ٹوپی سمجھتے ہوئے سر پر جمالیا۔ " یہ تو ذرا ڈھیلی ہے" منشی جی کہنے لگے۔ "خیر ڈھیلی ہے تو کیا ہوا مل تو گئی۔ یہی بڑی بات ہے۔" ٹوپی کے بعد اب انھیں رومال کی تلاش ہوئی ٹٹولتے ٹٹولتے ان کا ہاتھ ایک جھاڑن پر جا پڑا اور انھوں نے اسے رومال سمجھتے ہوئے شلوار میں اس طرح ڈال دیا کہ اس کا ایک کنارہ باہر ہی رہے۔ رومال کے بعد اب وہ چھڑی تلاش کرنے لگے۔ چھڑی تلاش کرتے ہوئے ان کا ہاتھ کونڈی والے ڈنڈے پر جا پڑا۔ یہ ان کی چھڑی سے کہیں زیادہ بھاری تھا مگر انھوں نے اس کی پروانہ کی، اور اسے چھڑی کی طرح بغل میں داب لیا۔ اس کے بعد وہ باہر جانے ہی والے تھے کہ تحفے کے ڈبے کا خیال آگیا۔ "ارے وہ" اپنے آپ سے کہنے لگے سب سے ضروری چیز تو میں بھول ہی گیا۔ اب وہ تحفے کے ڈبے کو تلاش کرنے لگے جلد ہی انھیں ڈبہ بھی مل گیا مگر انھیں معلوم نہ تھا کہ اس میں ان کی بیگم نے اپنے جوتوں کا ایک پرانا جوڑا جمعدارنی کو دینے کے لیے رکھا ہے۔ خیر منشی جی اپنے حسابوں ٹھاٹ سے تیار ہو کر گھر سے نکلے اور زینب بی بی کے گھر کا رخ کیا۔ باہر اندھیرا تھا اس لیے ان کے یہ ٹھاٹ کسی نے نہیں دیکھے اور وہ زینب بی بی کے گھر جا پہنچے۔ انھوں نے دروازے پر دستک دی تو زینب بی بی خود دروازہ کھولنے آئیں۔ دروازہ کھلا منشی جی اندر داخل ہوئے اور جب روشنی میں آئے تو سب لوگ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان لوگوں کو حیران دیکھ کر منشی جی بڑے حیران ہوئے اور بولے "کیا بات ہے ؟" "منشی جی صاحب !" زینب بی بی کے شوہر امجد میاں نے کہا "کیا آپ فینسی ڈریس میں آئے ہیں۔ ؟" "نہیں تو" منشی جی نے ناراض ہو کر کہا۔ یہ کہہ کر ان کی نظر اسی ٹوپی پر پڑی جسے انھوں نے سر سے ابھی اتاری تھی۔ وہ حیرت سے اچھل پڑے۔ یہ ان کی ٹوپی نہیں۔ ردی کی ٹوکری تھی۔ پھر ان نظر کی اپنی قمیص پر پڑی۔ یہ ان کی قمیص نہیں بلکہ سرخ رنگ کا میز پوش تھا۔ ساتھ ہی ان کی نظر اپنی بغل میں دبی ہوئی چھڑی پر پڑی۔ یہ ان کی چھڑی نہیں گیہوں کوٹنے کا ڈنڈا تھا۔ مارے شرم کے وہ سرخ ہو گئے۔ اب منشی جی کی بیگم ان کی طرف

بڑھیں اور ان کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے بولیں "اجی میں نے کہا یہ کس نے کہا تھا آپ سے کہ میرا میز پوش اوڑھ لیں، ردی کی ٹوکری سر پر رکھ لیں اور بغل میں گیہوں کوٹنے کا ڈنڈا دبا کر یہاں چلے آئیں۔ منشی جی شرم کے مارے پانی پانی ہوئے جارہے تھے۔ انھوں نے جیب سے رومال نکالا مگر یہ کیا یہ تو باورچی خانے کا جھاڑن تھا۔ بیگم نے جھاڑن دیکھا تو بگڑ کر بولیں "آپ جھاڑن کیوں اٹھا لائے ہیں؟" منشی جی نے جواب دینے کی بجائے جھاڑن ایک طرف پھینک دیا۔ ہاتھ سے ماتھے کا پسینا پونچھا اور مسکراتے ہوئے تحفے کا ڈبہ امجد میاں کی طرف بڑھایا۔ جناب آپ کے بچے کے لیے سال گرہ کا تحفہ۔ شکریہ منشی جی صاحب یہ کہتے ہوئے امجد میاں نے ڈبہ کھولا تو اس میں سے منشی جی کی بیگم کے پرانے جوتوں کا جوڑا نکلا۔ "یہ کیا مذاق ہے۔" امجد میاں نے حیرت سے کہا۔ مگر منشی جی کی بیگم زور زور سے ہنسنے لگی۔ انھوں نے کہا حیران نہ ہوں بھائی جان آپ کے یہ بھائی صاحب غلط ڈبہ اٹھا لائے ہیں۔ میں ان کی چیزیں اور تحفے کا ڈبہ ان کے کمرے میں رکھ کر آئی تھی مگر یہ اپنی چیزیں باورچی خانے میں تلاش کرتے رہے، انھوں نے میز پوش کو قمیص سمجھ کر پہن لیا، ردی کی ٹوکری کی ٹوپی بنالی، جھاڑن کو رومال بنالیا۔ گیہوں کوٹنے والے ڈنڈے کو چھڑی سمجھ کر بغل میں داب لیا اور پھر ان ڈبے کو تحفے کا ڈبہ سمجھ کر اٹھا لائے۔ جس میں میں نے اپنے جوتوں کا پرانا جوڑا جمعدارنی کو دینے کے لیے رکھ دیا تھا۔ اس پر چاروں طرف سے قہقہوں کا طوفان اٹھا کہ تھمنے ہی میں نہیں آتا تھا۔ منشی جی شرم سے سر جھکائے ایک طرف کھڑے تھے۔

ایک سہیلی دوسری سہیلی سے بولی "ہماری ساری باتیں ہمسائے سنتے ہیں۔"
دوسری نے مشورہ دیا کہ درمیان میں دیوار بنوا دو تو وہ جھٹ سے بولی "اللہ! یہ کیا کہتی ہو؟ دیوار بننے کے بعد ان کی باتیں میں کیسے سنوں گی۔"

محمد انور عبد الجبار ڈگذالی پوروشیگاؤں بلڈانہ

نافرمانی

حضرت عبداللہ بن علی او فابیان کرتے ہیں کہ القمر نام کے ایک صحابی جو نماز اور روزے کے نہایت پابند تھے۔ ان کی موت کا وقت جب قریب آیا تو کلمۂ شہادت پڑھوانے پر بھی ان کی زبان پر کلمہ نہیں آتا تھا اس وجہ سے القمر کی بیوی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خبر بھیجی تو آپ نے فرمایا "القمر کے ماں باپ کیا زندہ ہیں؟" جواب دیا "صرف ماں حیات ہے وہ اپنے بیٹے سے ناراض ہے۔" آپؐ نے ماں کو ملنے کے لیے کہلوایا "تم آتے ہو کہ میں تمھارے پاس آؤں؟" ماں نے کہا "ہماری جان آپ پر قربان ہوں میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی ہوں میں خود حاضر ہوتی ہوں۔"

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ سے کسی شخص نے آکر کہا فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اسی وقت تازہ چھوہارے منگوائے اور ایک طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس بطور تحفہ بھیجے کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری غیبت کر کے اپنی نیکیوں کو میرے دفترِ اعمال میں منتقل کر دیا، آپ کے احسان کا بدلہ میں چکا نہیں سکتا تاہم یہ حقیر سا تحفہ قبول فرمایئے۔ وہ شخص حسن بصریؒ کے اس سلوک سے بہت شرمندہ ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

جب ماں آئی تو حضورؐ نے القمر کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا کہ "القمر نیک مرد ہے مگر اپنی بیوی کے کہنے پر ماں کی نافرمانی کرتا تھا۔ اس لیے میں ناراض تھی۔" "اگر تو اس کا قصور معاف کر دے تو اس کے لیے بہتر ہو" آپؐ نے فرمایا۔ مگر ماں نے انکار کیا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ القمر کو لکڑی جمع کر کے جلا دو۔ یہ سن کر ماں گھبرا گئی اور تعجب سے پوچھا "کیا میرے بیٹے کو آگ میں جلا دو گے؟" "آپؐ نے کہا ہاں یہ آگ کا عذاب اللہ کے عذاب سے بہت کم ہے۔ خدا کی قسم ماں جب تک ناراض رہے گی اس کی نماز، صدقہ قبول نہ ہوگا" یہ سن کر ماں نے کہا آپ گواہ رہیں میں کہتی ہوں کہ میں نے اس کا قصور معاف کیا۔ حضورؐ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اب القمر کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوا کہ نہیں؟ جواب دیا "ہاں جاری ہوا" اور القمر اسی وقت گزر گئے۔ آپ نے القمر کو غسل و کفن کا حکم دیا اور اس کے جنازے کے ساتھ آپؐ خود گئے۔ القمر کے دفن کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا "مہاجرین اور انصار میں سے جس نے اپنی ماں کی نافرمانی کی اور تکلیف دی اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نوافل قبول نہیں کریگا یہاں تک کہ اللہ سے توبہ کرے اور ماں کو راضی کرے۔ اللہ کی خوشی ماں کی خوشی پر منحصر ہے اور اللہ کا غصہ ماں کے غصہ سے وابستہ ہے۔

عبدالکریم فقیرا، انجمن مفید الیتیٰمی مدنپورہ ممبئی

مالیگاؤں کے شہیدانِ آزادی

۱۔ اسرائیل اللہ در کھا ولد اللہ در کھا۔

ولادت ۱۸۹۲ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک، مہاراشٹر۔ تحتانوی درجے تک تعلیم پائی۔ پیشہ خانگی ملازمت۔ آپ نے ۱۹۲۱ء کی تحریک عدم تعاون میں سرگرم حصہ لیا۔ آپ مقامی تحریک خلافت کے منتظمین اور سربراہوں میں سے تھے۔ شراب کی دکانوں پر دھرنا دینے کے پروگرام میں شریک ہوئے۔ پولیس کی مداخلت اور گولی چلانے سے مشتعل ہو کر ہجوم تشدد پر اتر آیا۔ اس میں ایک پولیس کانسٹبل ہلاک ہوا۔ آپ کو گرفتار کر کے آپ پر قتل اور بلوے کا مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں آپ کو سزائے موت دی گئی۔

۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو یرودا جیل پونہ میں پھانسی کے تختے پر شہید کیے گئے۔

۲۔ بدھو فریدن ولد فریدن

ولادت ۱۸۸۳ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔ تحتانوی درجہ تک تعلیم پائی۔ پیشے کے لحاظ سے بنکر تھے ۱۹۲۱ء کی عدم تعاون تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ تحریک خلافت کے مقامی منتظمین اور رہنماؤں میں سے تھے۔ آپ نے شراب کی دکانوں پر دھرنا بھی دیا۔ پولیس کی مداخلت اور گولیوں نے ہجوم کو مشتعل کر کے تشدد پر مجبور کر دیا۔ اس میں پولیس کا ایک سپاہی ہلاک ہوا۔ آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ پر قتل اور بلوے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس مقدمہ میں آپ کو سزائے موت دی گئی۔ ۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو یرودا جیل پونہ میں پھانسی کے تختے پر شہید ہو گئے۔

۳۔ خلیفہ عبداللہ ولد خدابخش

ولادت ۱۸۸۵ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔ ساتویں درجہ تک تعلیم پائی۔ پارچہ بافی ۱۹۲۱ء کی تحریک خلافت میں شریک ہوئے اور اگست ۱۹۲۱ء میں دیناپور جیل میں پولیس کی شدید جسمانی اذیت رسانی سے جانبر نہ ہو سکے۔

۴۔ سلیمان شاہ ولد روجان مومن :

ولادت ۱۸۷۴ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔ آٹھویں درجہ تک تعلیم پائی۔ ایک ہوٹل کے مالک تھے۔ آپ نے ۱۹۲۱ء کی تحریک عدم تعاون میں سرگرم حصہ لیا۔ مالیگاؤں میں تحریک خلافت کی تنظیم کی شراب کی دکانوں پر دھرنے میں شریک ہوئے۔ پولیس کی مداخلت اور فائرنگ سے ہجوم تشدد پر اتر آیا جس میں ایک کانسٹبل ہلاک ہو گیا۔ آپ کو گرفتار کر کے قتل اور بلوے کا مقدمہ چلایا گیا اور ۶ جولائی ۱۹۲۲ء میں یرودا جیل پونہ میں پھانسی کے تختے پر شہید ہو گئے۔

ایک دوست : (دوسرے سے) تم سائکل چلانا جانتے ہو؟
دوسرا : ہاں جانتا ہوں
پہلا : اور موٹر سائکل؟
دوسرا : بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔
پہلے : جہاز چلانا بھی جانتے ہو؟
دوسرا : ارے بھئی واہ! وہ تو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔
پہلا : اور جھوٹ بولنا بھی جانتے ہو؟
دوسرا : پانچ منٹ سے اور کیا کر رہا ہوں۔

۵۔ عبدالغفور ولد شکور مومن

ولادت ۱۸۸۶ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر میں پیدا ہوئے۔ شکور مومن کے بیٹے تھے۔ پرائمری اسکول تک تعلیم پائی۔ پہلوان تھے۔ آپ نے تحریک عدم تعاون ۱۹۲۱ء میں سرگرم حصہ لیا۔ تحریکِ خلافت کے مقامی منتظمین کی رہنمائی میں آپ نے شراب کی دکانوں پر دھرنے دیے، پولیس کی مداخلت اور فائرنگ سے ہجوم کے تشدد پر اتر آنے سے ایک کانسٹبل مارا گیا۔ آپ کو گرفتار کر کے سزائے موت دی گئی

حضرت لقمان نے فرمایا کہ : عقلمندی کے لیے میں تین الفاظ کا استعمال کروں گا ان میں سے دو کو یاد رکھنا چاہیے اور ایک کو بھلا دینا چاہیے۔ اپنے خدا اور اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اور اپنے اچھے اعمال کو بھلا دینا چاہیے۔

۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء کو آپ نے پھانسی کے تختے پر جان قربان کر دی۔

۶۔ محمد شعبان بھاکری ولد بھکاری :

ولادت ۱۸۸۹ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔ ساتویں درجے تک تعلیم پائی۔ پیشے سے کپڑے کے بیوپاری تھے۔ ۱۹۲۱ء کی تحریک عدم تعاون میں شریک ہوئے۔ آپ تحریک خلافت کے مقامی تنظیم کرنے والوں کے رہنماؤں میں سے تھے۔ شراب کی دکانوں پر دھرنا دینے میں شریک ہوئے۔ پولیس کی مداخلت اور گولیوں سے ہجوم تشدد پر اتر آیا۔ اس میں ایک کانسٹبل ہلاک ہو گیا۔ آپ کو گرفتار کر کے قتل اور بلوے کا مقدمہ چلایا گیا اور سزائے موت دی گئی۔ ۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو یرودا جیل پونہ میں پھانسی کے تختے پر شہید ہوئے۔

۷۔ محمد حسین حاجی مدو ولد مدو سیٹھ

ولادت ۱۸۸۶ء موضع مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔ پانچویں درجہ تک تعلیم پائی۔ پیشہ سے کپڑے کے بیوپاری تھے۔ ۱۹۲۱ء کی تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ ۵ اپریل ۱۹۲۱ء کو گرفتار ہوئے اور ۱۹۲۲ء کو تھانہ جیل میں پولیس کی جسمانی تشدد کی وجہ سے شہید ہوئے۔

(ماخوذ از "شہیدانِ آزادی")

وسیم شہباز انصاری۔ سویرا کڈپو۔ مالیگاؤں

سائل کی دعا

ایک حاجی صاحب تھے جب حج سے واپس آئے تو لوگ ان سے ملنے کے لیے پہنچے ان میں سے ایک شخص نے حاجی صاحب سے عرض کیا کہ کوئی عجیب و غریب واقعہ جو آپ نے سفر کی حالت میں دیکھا ہو بیان کیجیے" حاجی صاحب کہنے لگے " ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ایک لہار گرم لوہے کی سلاخ کو بجائے چمٹی کے ہاتھ سے ہی پکڑے ہوئے ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ گرم سلاخ سے اس کے ہاتھ نہیں جل رہے ہیں اس سے میں نے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ اس سے قبل میں ایک رئیس کے یہاں کھانے پکانے کے لیے تعینات تھا وہاں مزدوری میں کچھ کھانا ملا کرتا تھا اس میں بھی ایک شرط تھی کہ اگر ایک روٹی جل گئی تو کھانا نہیں ملے گا۔ ایک روز کھانا پکانے میں دیر ہوئی میں اپنے حصے کا کھانا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر باہر کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید پوش بزرگ آکر کہنے لگے کہ " بیٹا تیرے پاس اگر کچھ کھانے کو ہو تو مجھے بھی کھلا دے۔ میں نے اپنے حصے میں سے انھیں بھی کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس

سفید پوش بزرگ نے دعا دی کہ بیٹا جس طرح تو نے میرے پیٹ کی آگ کو ٹھنڈا کیا اسی طرح اللہ تجھ پر دنیا و دوزخ کی آگ حرام کر دے اتنا کہہ کر وہ بزرگ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ روزانہ کی طرح جب میں کام پر پہنچا اور تندور میں روٹی لگائی تو روٹی فوراً آگ میں گر گئی۔ روٹی جلنے کی فکر سے جلدی میں میں نے تندور میں ہاتھ ڈال دیا سلاخ نہ اٹھائی لیکن آگ نے میرے ہاتھ پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اسی تاریخ سے وہ کام بند کر کے لوہے کا کام کرتا ہوں اور یہ آگ مجھے نہیں جلاتی مجھے یقین ہے کہ اس فقیر کی دعا نے جس طرح دنیا کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا ہے انشاء اللہ دوزخ کی آگ بھی ہمارے اوپر حرام ہو گی۔

سید مظفر چشتی جامع مسجد پھپھوند، اٹاوہ

فرانسسکو پیزارو

فرانسسکو پیزارو وہ بہادر اور فاتح سیاح تھا جس نے صرف ۱۸۰ سپاہیوں کی مدد سے ناقابل تسخیر "انکا" سلطنت کو فتح کیا تھا۔

لاطینی امریکا میں (جہاں آج پیرو، اکواڈور، بولیویا اور ارجنٹینا کی سرحدیں ملتی ہیں) "انکا" سلطنت قائم تھی۔ یہ سلطنت انڈیز سلسلہ کوہ کے ناقابل گزر وادیوں میں بسی ہوئی تھی۔ قدرتی فصیلوں کے ذریعے یہ سلطنت ناقابل تسخیر بن چکی تھی۔ "انکا" سلطنت کی آبادی کروڑوں میں تھی ان لوگوں کا تعلق باہر کی دنیا سے برائے نام تھا۔ ان کی عسکری طاقت بہت زیادہ تھی۔

۱۵ویں صدی ہی سے یورپ کے تاجر اور سیاح دنیا کے نقشے میں نئے نئے علاقوں کو کھوجنے میں لگے ہوئے تھے۔ برطانیہ، پرتگال، اسپین وغیرہ کی حکومتوں نے نئے نئے جزیروں اور علاقوں کو کھوجنے کے لیے سیاحوں کو بڑی مدد دی۔ خاص کر اسپینی حکومت نے مختلف ملاحوں کو سونے کی کھوج اور حکومت کی وسعت کے لیے کئی سمتوں میں روانہ کیا۔ انہی ملاحوں میں فرانسسکو پیزارو بھی تھا۔

پیزارو کی پیدائش ۱۴۷۵ء میں ٹروزیلو (Trujillo) نامی مقام پر ہوئی۔ وہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس کا باپ ایک غریب سپاہی تھا۔ پیزارو کو سمندری سیاحت کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ۱۵۱۳ء میں اس نے بحر الکاہل کا سمندری سفر کیا۔ اس سفر میں اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات نے اسے ایک تجربہ کار ملاح بنا دیا۔

۱۵۳۱ء میں اسپین کے راجا چارلس پنجم نے اسے سمندری سفر کی دعوت دی اور اسے پیرو کی طرف روانہ کیا۔ اس سفر کے دو مقاصد

ماں: (بیٹے سے) بیٹا جب سے گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہوئی ہیں تم نے بستہ کھول کر نہیں دیکھا۔

بیٹا: (بڑی معصومیت سے) امی بستہ کھول کر دیکھا تھا کتابیں پوری تھیں۔

ایک مرتبہ ایک صحابی سے کوئی غلطی ہو گئی تو وہ اپنی غلطی کی معذرت کے لیے حضورؐ کے گلے لگ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے تو آپ سے غلطی کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کیا۔ تو صحابیؓ نے عرض کی "حضورؐ یہ تو آپؐ کے جسم مبارک سے لگنے کا ایک بہانہ تھا تاکہ مجھ پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے۔"

تھے اولاً سونے کی کھوج اور دوم اسپینی سلطنت کی وسعت۔ اس سفر میں پیزارو کے ہمراہ ۱۸۰ آدمی اور ۲ گھوڑے تھے۔ ۵ انومبر ۱۵۳۲ء کو پیزارو نے پیرو کے ساحل پر قدم رکھا۔ گورے داڑھی والے یورپیوں کو دیکھ کر انکا باسیوں نے انھیں دیوتا کا اوتار سمجھا مگر پیزارو کے ساتھی انکاؤں کے آسانی بلا ثابت ہوئے۔

ان دنوں انکا سلطنت آپسی جھگڑوں سے کافی کمزور ہو چکی تھی۔ جس وقت پیزارو نے انکا سلطنت میں قدم رکھا اس وقت انکا کا بادشاہ اتا ہوالپا (Atahualpa) نامی شخص تھا جسے انکا کے لوگ ناپسند کرتے تھے۔ پیزارو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسپین کے گھوڑے اور توپیں دیکھ کر انکا سپاہی ڈر گئے۔ پیزارو نے سازش کر کے اتا ہوالپا کو قید کر لیا مگر اتا ہوالپا پیزارو کو دھوکا دے کر فرار ہو گیا۔ بعد میں وہ پیزارو کے مقابلے کے لیے ایک لاکھ سپاہی لے کر میدان میں اترا۔ پیزارو کے ۱۸۰ ساتھیوں نے ایک لاکھ انکاؤں کا دانشمندانہ مقابلہ کیا جب اسپین کی توپوں نے آگ اگلنی شروع کی تو انکا کے سپاہیوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ اس طرح پیزارو کے ۱۸۰ ساتھیوں نے ایک لاکھ انکائیوں کو کچھ ہی دیر میں میدان سے کھدیڑ دیا۔ اتا ہوالپا قید ہو گیا۔ بعد میں پیزارو نے اسے قتل کر دیا اور پیرو پر قبضہ کر کے خود وہاں کا راجا بن گیا۔ اس نے لیما شہر (پیرو کی موجودہ راجدھانی) کی بنیاد ڈالی۔ پیزارو ۱۵۳۳ء سے ۱۵۴۱ء تک اسپین کے نمائندے کے حیثیت سے پیرو پر حکومت کرتا رہا۔ اس دوران اس نے انکا کے سلطنت کے کروڑوں روپوں کے خزانے لوٹے۔ ۲۶ جنوری ۱۵۴۱ء کو پیزارو کو اسی کے ساتھیوں نے سونے کے بٹوارے کے چکر میں مار دیا۔

تاریخ داں فرانسسکو پیزارو کو ایک سمندری لٹیرا کہتے ہیں مگر پھر بھی دنیا اسے ایک بہادر ملاح کے روپ میں یاد رکھے گی۔

رعنا جاوید۔ رحمانیہ ہائی اسکول کلنی بردوان

عقلمند بچہ

عراق میں ایک بہت بڑا دریا ہے جس کا نام فرات ہے۔ اگلے وقتوں میں دریائے فرات کے قریب ایک شہر تھا۔ اسی شہر میں بہت دن پہلے ایک پردیسی آیا۔ وہ آدمی پڑھا لکھا تو بہت تھا مگر تھا بے دین۔ اس شخص نے شہر کے عالموں سے تین سوال کیے مگر کوئی بھی ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکا۔ وہ بے دین آدمی بازار میں ایک جگہ کھڑا ہو جاتا اور ڈینگیں مارتا۔ ایک دن وہ اسی جگہ پر

کھڑے ہو کر کہنے لگا" ہے کوئی شخص جو میرے سوالوں کا جواب دے سکے ؟" ایک دس گیارہ سال کا لڑکا اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور بولا "میں تمھارے سوالوں کا جواب دوں گا۔" اس لڑکے کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کے لوگ آکر جمع ہو گئے۔ اور تعجب کے ساتھ بولے۔ "لڑکے کیا سچ مچ اس کے سوالوں کا جواب دو گے۔" لڑکے نے جواب دیا "انشاء اللہ۔" بے دین نے اس بچہ سے پوچھا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ اس وقت تمھارا خدا کیا کر رہا ہے ؟" لڑکے نے جواب دیا جناب پوچھنے والے کا درجہ جواب دینے والے سے چھوٹا ہوتا ہے اس لیے آپ نیچے آئیں۔ اور میں اونچائی پر آتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا ٹھیک ہے اور وہ نیچے اتر آیا۔ لڑکا اونچائی پر چڑھ گیا۔ پھر بولا۔" جناب میرا خدا اس وقت ایک بے دین آدمی کا رتبہ گھٹا کر ایک ایمان والے کا رتبہ بڑھا رہا ہے۔ لوگوں نے یہ جواب سنا تو واہ واہ کرنے لگے اور بے دین آدمی شرما کر رہ گیا۔ پھر اس نے دوسرا سوال کیا" خدا سے پہلے کیا ہے ؟" لڑکے نے کہا" جناب ذرا آپ پانچ سے شروع کر کے الٹی گنتی گنیں۔" بے دین آدمی گننے لگا پانچ، چار، تین، دو، ایک۔ پھر دو چپ ہو گیا۔ لڑکے نے کہا۔ اور ایک سے پہلے کیا ہے ؟ اس آدمی نے کہا ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا۔" تو خدا بھی ایک ہے اور خدا سے پہلے کوئی نہیں ہے۔" لڑکے کا جواب سن کر بے دین آدمی سٹپٹا کر رہ گیا اور سننے والے بے انتہا خوش ہوئے۔

ایک یہودی بستر مرگ پر پڑا آخری سانسیں لے رہا تھا۔ بیوی اس کے سرہانے بیٹھی تھی۔ مرنے سے چند منٹ قبل اس نے پتھرائی ہوئی آنکھوں کو تھوڑا سا کھولا اور بیوی سے کہا" بیگم اس وقت میرے کمرے میں کون موجود ہے ؟" "سبھی موجود ہیں" بیوی نے جواب دیا۔ کیا شموئل بھی موجود ہے ؟" ہاں شموئل بھی یہیں ہے"۔ کیا ڈیوڈ بھی ہے ؟ ہاں ڈیوڈ بھی ہے۔ کیا جیکب بھی یہیں ہے ؟ ہاں جیکب بھی یہیں ہے۔ یہودی کے منہ سے فلک شگاف چیخ نکلی" پھر دکان پر کون ہے ؟" اس کے ساتھ ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اب اس آدمی نے تیسرا سوال کیا۔ خدا کا منہ کس طرف ہے ؟ لڑکے نے جواب دیا۔ ایک موم بتی لاؤ۔ چنانچہ موم بتی لائی گئی۔ لڑکے نے موم بتی جلائی اور پوچھا اس موم بتی کا منہ کدھر ہے ؟ بے دین آدمی نے کہا چاروں طرف۔ لڑکے نے کہا خدا بھی نور ہے، اس کا رخ ہر طرف ہے۔ لڑکے کا جواب سن کر وہ خدا کا منکر ہکا بکا رہ گیا۔ اپنی ہار پر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولا تم نے مجھ بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ دکھایا ہے میں عمر بھر تمھارا احسان مند رہوں گا۔

پیامیو ! یہ وہی بچہ تھا جو آگے چل کر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوا۔

حنا کوثر۔ مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر

ایک دفعہ شیخ سعدیؒ سر پر پگڑی باندھے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک دیہاتی ملا۔
اس نے شیخ سعدیؒ کو روک کر ایک خط دیا اور کہا "اسے پڑھ دیجیے۔"
شیخ سعدیؒ نے خط لے کر پڑھنے کی کوشش کی مگر خط بگڑا ہوا تھا۔ وہ نہ پڑھ سکے۔ اس شخص نے غصے میں آکر کہا "اتنی بڑی پگڑی سر پر باندھ رکھی ہے اور خط نہیں پڑھ سکتے!"
شیخ سعدیؒ نے اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھ کر کہا "تم خود پڑھ لو۔"

کسی کا بُرا مت سوچو

کسی گانو میں ایک آدمی رہتا تھا۔ اس کا نام کریم تھا۔ وہ بہت ایماندار تھا۔ وہ کبھی کسی کا برا نہیں چاہتا تھا۔ گانو کے سبھی لوگ اس سے بہت خوش تھے۔ اسی گانو میں ایک ریاض نام کا آدمی بھی رہتا تھا۔ وہ ہر وقت کریم کو بدنام کرنے پر تلا رہتا تھا۔ کیونکہ گانو کے سبھی لوگ کریم کے پاس اپنا روپیا پیسا رکھتے تھے اور جب چاہتے تھے لے لیتے تھے اور اگر کوئی شخص ریاض کے پاس روپیا پیسا رکھتا تھا تو ریاض اس آدمی سے معاوضہ لیتا تھا

ایک دن ریاض کریم کے پاس گیا اور بولا۔ میں کسی کام سے شہر جا رہا ہوں تم میری یہ بکری اپنے پاس رکھو جب میں شہر سے واپس آجاؤں تو بکری مجھے لوٹا دینا۔ جب ریاض نے کریم کو بکری دی تو وہاں دو، تین آدمی موجود تھے کریم نے وہ بکری گھر کے آنگن میں باندھ دی۔
رات کا وقت تھا۔ کریم اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ ریاض، کریم کے گھر گیا اور دھیرے سے اس نے بکری کھول لی اور اسے اپنے گھر لے جانا چاہا۔ تو بکری نے مَیں مَیں شروع کر دی۔ بکری کی آواز سن کر کریم کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ ریاض بکری کو کھول رہا ہے۔ کریم ریاض کے پاس گیا اور کہا کہ تم شہر سے کب آئے اور بکری چوروں کی طرح کیوں لے جا رہے ہو۔ ریاض نے کہا کہ در حقیقت میں ابھی ابھی شہر سے آیا ہوں۔ میں نے سوچا کھول لی اور اسے لے جا رہا ہوں۔ کریم نے کہا "ٹھیک ہے لے جاؤ۔" ریاض نے بکری لی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا اگر کریم بکری چراتے ہوئے دیکھ لیتا تو آفت آجاتی۔ دراصل ریاض چاہتا تھا کہ رات چپکے سے بکری لے جائے اور صبح آکر سب کے سامنے کریم سے اپنی بکری مانگے۔ جب بکری نہ ہوگی تو کریم دیگا کہاں سے۔ اس طرح کریم کو سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس لیے تو کہتے ہیں نا کہ "کسی کا بُرا مت سوچو۔"

واثق زبیر۔ ایوت محل۔ مہاراشٹر

گھمنڈ کرنے والی چڑیا

کسی جنگل کے ایک گھنے درخت پر ایک

چڑیا رہتی تھی۔ اس کے دو سر تھے۔ اسے اپنے دونوں سروں پر بہت گھمنڈ تھا۔ جب وہ شکار پر جاتی تو پہلا سر آگے کی طرف کر لیتی اور دوسرا پیچھے کی طرف۔ وہ اپنے آپ کو دوسری چڑیوں سے الگ سمجھتی تھی۔

ایک دفعہ وہ چڑیا شکار کی تلاش میں گئی لیکن اس دن بھی اسے کوئی شکار نہیں ملا۔ تھک ہار کر وہ واپس آگئی دوسرے دن بھی اسے کوئی شکار نہ ملا۔ اس دن بھی اسے بھوکا رہنا پڑا۔ تیسرے دن جب وہ شکار کی تلاش میں نکلی تو اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ سامنے ایک موسمی کا درخت ہے۔ موسمی چڑیا کو بہت پسند تھی۔ چڑیا تیزی سے اڑ کر پیڑ کے پاس پہنچی۔ پہلے سر نے موسمی پر چونچ مار کر سارا رس پی لیا۔ یہ دیکھ کر دوسرا سر خفا ہو گیا۔ چوتھے دن دوسرے سر نے فیصلہ کیا کہ پہلے سر کو مزہ چکھانا چاہیے۔ جب چڑیا غذا کی تلاش میں نکلی تو دوسرے سر نے ایک زہر والا پھول دیکھا اور اس نے پہلے سر کو مزہ چکھانے کے لیے جھوٹ موٹ آگے بڑھ کر اس کو پینے کی کوشش کی۔ پہلے سر نے سمجھا کہ یہ سارا پینا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی پوری طاقت لگا کر زہر والے پھل کا رس پی لیا۔ رس پینا تھا کہ اس کو خون کی قے ہوئی اور وہ ختم ہو گیا۔ اسی کے ساتھ چڑیا بھی ختم ہو گئی۔

محمد حیدر اقبال سبھاش پلی، کشن گنج بہار

اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرنا

جن دنوں حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ ایک شخص ملک شام سے آیا، اس کے پاس ڈھیر سارا مال تھا۔ اس کی نظر حضرت سلمانؓ پر پڑی۔ بھاری جسم، دراز قد، طاقتور اور محنتی۔ اس نے سوچا کہ یہ قلی ہے۔ انھیں بلا کر کہا کہ یہ سارا سامان اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس شخص کا سامان اٹھانے میں کچھ بھی عار محسوس نہیں کیا۔ سامان اٹھائے ہوئے جا رہے تھے کہ چند افراد نے آگے بڑھ کر کہا۔ جناب! گورنر! ہم یہ سامان اٹھا لیتے ہیں۔ سامان کے مالک نے انھیں گورنر کے لقب کے ساتھ پکارتے ہوئے سنا تو حیران رہ گیا۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ گورنر ہیں۔ وہ شخص شرم و حیا سے پانی پانی ہو گیا۔ اس نے شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

پڑوس کے کچھ بچے ایک گھر میں داخل ہوئے اور گھر کی مالکہ سے کہنے لگے۔ "آنٹی! کیا ہم نومی کے ساتھ کھیل سکتے ہیں؟"

عورت نے جواب دیا "لیکن بچو! تم نومی کے ساتھ کیا کھیلو گے؟"

"آنٹی ہم اس کے ساتھ فٹ بال کھیلیں گے۔" ایک بچے نے جواب دیا۔

عورت نے حیرانگی سے کہا "تم نومی کے ساتھ فٹ بال کیسے کھیل سکتے ہو؟ وہ تو ابھی اتنا چھوٹا ہے کہ چل بھی نہیں سکتا"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے آنٹی، ہم تو اسے گیند کے طور پر استعمال کریں گے۔" ایک دوسرے بچے نے جواب دیا۔

ایک انگریز خاتون نے دوسری خاتون سے کہا "بہن کل بازار میں تمھارے شوہر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے ٹوپی اُتار کر سلام نہیں کیا۔ کیا اخلاق کی کمی ہے؟"
"اخلاق کی نہیں بالوں کی کمی ہے۔" دوسری عورت نے جواب دیا۔

جناب! میں آپ سے واقف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش خرم رکھے۔ میرا سامان دے دیجیے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا کہ میں تمھارا سامان تمھارے گھر پہنچائے بغیر نہیں دوں گا۔ اور فرمایا کہ میں نے یہ کارِ خیر تین مقاصد کے پیش نظر کیا ہے۔

۱۔ تکبر اور غرور میرے قریب نہ آنے پائے۔
۲۔ میں نے ایک مسلمان بھائی کی مدد کی ہے۔
۳۔ تم اگر مجھ سے کام نہ لیتے تو مجھ سے کمزور کسی اور شخص سے کام لیتے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ خود ہی یہ کام انجام دوں۔

(ایک عربی ڈائری سے ماخوذ)

اعجاز احمد فدائی۔ ابراہیم پور اعظم گڑھ

دُکھ

کہنے کو تو دُکھ تین لفظوں کا بنا چھوٹا سا حرف ہے لیکن اس سے جس کا سامنا ہے اسے ہی معلوم ہے کہ یہ کیا چیز ہے دکھ کی ایک صورت نہیں۔ یہ ہم سے بدل بدل کر ملتا رہتا ہے۔ یہ تحفہ کبھی دوستوں کی طرف سے تو کبھی نذرانے کے طور پر رشتے دار دے جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ ہمارے چاہنے والے جو دل کے بہت قریب ہوتے ہیں جس کی چاہت پر ہمیں ناز بھی ہوتا ہے وہ مختلف طریقوں سے ہمیں دیتے رہتے ہیں۔ انجان بن کر۔ انھیں ش خود معلوم نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

کبھی کبھی تو ہم خود اپنے آپ کو دُکھ دیتے ہیں اپنے ہی غلط فیصلوں کی صورت میں، اور اس سے بھی بڑھ کر دکھ اس وقت ہوتا ہے جب ہم اپنے غلط فیصلوں کی تلافی بھی نہیں کر سکتے۔

شاہین درخشاں۔ آزاد نگر اریہ بہار

علم کی برکت

شیطان کا سردار ابلیس ہے۔ ابلیس انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ اور اس کے چیلے انسان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر دم کمر بستہ رہتے ہیں۔ روزانہ عصر کے بعد شام کے وقت ابلیس کا تخت بچھتا ہے۔ اس کے ارد گرد تمام شیطان جمع ہو کر اپنا اپنا کام ابلیس کے دربار میں پیش کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ تمام شیطان اپنے اپنے کارنامے سنانے کے لیے ابلیس کے دربار میں جمع تھے۔ ان میں سے ایک شیطان بولا کہ میں نے اتنے لوگوں کو بہکایا اور ان سے حرام فعل کروایا۔ اسی طرح اور شیطان بھی اپنی اپنی شرارتیں سناتے

ابلیس نے سب کی باتیں سنیں اور خاموش رہا، کسی کو کوئی شاباشی نہیں دی۔ پھر آخر میں ایک شیطان بولا کہ آج میں نے فلاں طالب علم کو بہکا کر پڑھنے سے روک دیا۔ اتنا سنتے ہی ابلیس مارے خوشی کے تخت پر سے اچھل کر نیچے آگیا اور اس کو اپنے گلے سے لگا لیا اور بولا۔ انت انت۔ یعنی تو نے قابل تعریف کام کیا۔ دوسرے شیطان یہ دیکھ کر جل بھن اٹھے کہ ہم لوگوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے لیکن ہماری کچھ تعریف نہیں اور اس نے ایک لڑکے کو پڑھنے سے روک دیا تو اس معمولی کام پر وہ شاباشی کے قابل ہو گیا۔

ابلیس نے کہا کہ تمھیں پتے کی بات معلوم نہیں، تم لوگوں کا سارا کام اسی شیطان کی بدولت انجام پا رہا ہے۔ اگر یہ انسان کو علم سے باز نہیں رکھتا تو تم لوگ انسان کو ہرگز بہکا نہیں پاتے۔ اچھا وہ جگہ بتاؤ جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہو۔ شیطانوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ ابلیس صبح سویرے آفتاب نکلنے سے پہلے اپنے تمام شیطانوں کو لیے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور ایک انسان کی شکل بن کر راستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ ابلیس راستے میں کھڑا ہی تھا۔ دیکھ کر بولا۔ السلام علیکم

عابد: وعلیکم السلام۔

ابلیس: حضرت! مجھے ایک شرعی مسئلہ پوچھنا ہے۔

عابد: جلد پوچھو، مجھے نماز کو جانا ہے۔

ایک ریل گاڑی میں ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔ "آپ کا اسم شریف ؟"

دوسرے نے کہا "بندۂ ناچیز کو، فقیر الفقراء، غریب الغرباء، قدوۃ السالکین، الشیخ اسماعیل، عفی عنہ کہتے ہیں۔ ویسے آپ کا کیا نام ہے؟"

پہلے نے جواب دیا کہ میرا نام بھی اسماعیل ہے لیکن بقیہ طوفان سے اللہ نے بچا رکھا ہے۔"

ابلیس: (اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالتا ہے اور دکھا کر پوچھتا ہے) حضرت! کیا اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ اس شیشی میں آسمان و زمین داخل کر دے؟

عابد: (کچھ دیر خاموش ہو کر سوچتا رہا پھر بولا) کہاں زمین و آسمان اور کہاں یہ چھوٹی شیشی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔؟

ابلیس: بس حضرت مجھے اتنا ہی پوچھنا ہے۔ اب آپ تشریف لے جائیں۔ شیاطین کھڑے ہوئے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ابلیس نے ان سے کہا تم لوگوں نے دیکھا۔ میں نے اس کی ساری عبادت ملیا میٹ کر دی۔ یہ عابد اپنی بے علمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا انکار کر بیٹھا۔ خدائی قدرت پر اس کا ایمان نہیں۔ اب اس کی عبادت کس کام کی؟ پھر ابلیس آگے بڑھا۔ سورج نکلنے میں تھوڑی دیر تھی عالم صاحب تیز تیز چلتے ہوئے نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ ابلیس

چار عورتیں سر پر گھڑے رکھے پانی بھرنے جا رہی تھیں۔ ایک عورت کہنے لگی "میرا بیٹا گانے بہت اچھا گاتا ہے"

دوسری بولی "میرا بیٹا بہت پھرتیلا ہے۔"

تیسری بولی "میرے بیٹے میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

چوتھی کے کوئی اولاد نہیں تھی وہ چپ رہی۔ پانی بھر کر وہ عورتیں جانے لگیں۔ چاروں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں، پھر ایک جگہ رک کر ستانے لگیں۔ تھوڑی دیر گزری کہ اچانک ایک طرف سے تین لڑکے آئے۔ ایک گانا گانے لگا، ایک بندر کی طرح اچھلنے لگا اور ایک نے آگے بڑھ کر ایک عورت کے سر سے مٹکا لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ تینوں عورتیں چوتھی عورت سے بولی "تمہیں ہمارے بیٹے کیسے لگے؟"

چوتھی کہنے لگی "بیٹے؟ کیسے بیٹے؟ مجھے تو ایک ہی بیٹا لگا جس نے اپنی ماں کے سر سے مٹکا لے لیا۔"

سامنے پہنچا اور بولا۔ السلام علیکم۔

عالم: وعلیکم السلام

ابلیس: مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے؟

عالم: جلدی پوچھو، نماز کا وقت بہت کم ہی رہ گیا ہے۔

ابلیس: حضور کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ آسمان و زمین کو اس چھوٹی سی شیشی میں جمع کر دے۔

عالم: ملعون! تو ابلیس ہے، ارے مردود یہ شیشی تو بہت بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ اگر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین ایک سوئی کے ناکے کے اندر داخل کر دے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ اِنّ اللہَ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر۔ یعنی بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ابلیس نے اپنے شیطان چیلوں سے کہا۔ دیکھا تم لوگوں نے؟ یہ علم ہی کی برکت ہے کہ یہ عالم میرے ہتھکنڈے سے صاف بچ کر نکل گیا۔

(فارسی کتب سے ماخوذ)

محمد خرم اقبال۔ نزد نور مسجد، راولہ کیلا اڑیسہ

اغوا

ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ضرور ہوتا ہے جسے وہ بھلانے پر بھی نہیں بھلا پاتا۔ ایک روز میں اپنے والد کے ہمراہ ریلوے پلیٹ فارم پر ٹرین کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک لڑکا (جس کی عمر تقریباً ۱۰ سال یا ۱۲ سال کی ہوگی) بھاگتا ہوا آیا اور مجھ سے ٹکرا گیا۔ اور ٹکرانے کے فوراً بعد وہ پھر اسی رفتار سے بھاگنے لگا۔ اس کے پیچھے پولیس بھی بھاگ رہی تھی۔ آخر کار پولیس نے اس لڑکے کو گرفتار کر لیا اور اس عورت کے پاس لے آیا جس کے گلے کی چین لے کر وہ بھاگا تھا۔ لڑکے کو دیکھ کر وہ عورت خوش ہو گئی اور اسے گلے سے لگا کر چومنے لگی۔ پولیس اور میں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا۔

جب وہ عورت اسے پیار کر چکی تو پولیس نے اس عورت سے پوچھا کہ "یہ لڑکا کون

ہے؟" "کیا تم اسے جانتی ہو؟" اس پر اس عورت نے کہا "یہ لڑکا میرا ہے جو تقریباً دو مہینے پہلے کہیں کھو گیا تھا اور اب یکایک مل گیا۔" پولیس نے اس لڑکے سے پوچھا کہ "دو مہینے تک تم کہاں رہے؟" اس پر اس نے کہا "ایک شام اسکول کی چھٹی ہوتے ہی ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تمھاری ماں کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ وہ اسپتال میں ہے۔ تمھارے گھر کے سب لوگ اسپتال گئے ہیں اور تمھارے ابا نے مجھے تمھیں لینے کے لیے بھیجا ہے۔ میں گھبرا گیا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ایک ٹیکسی سے ماہم لے گیا۔

ٹیکسی سے اتر کر کچھ دور چلنے کے بعد وہ مجھے ایک سنسان علاقے میں لے گیا۔ وہاں ایک پرانا کھنڈر تھا۔ اس نے مجھے کھنڈر میں داخل ہونے کے لیے کہا۔ کھنڈر میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کر لیا۔ وہاں میرے ہی طرح کے بہت سے لڑکے تھے۔ ان میں کچھ لڑکے ایسے تھے جن کا ہاتھ یا پیر ٹوٹے ہوئے تھے۔ بعض کے جسم پر چھالے تھے۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ پھر بھی میں نے ہمت کر کے اس آدمی سے پوچھا کہ تم مجھے کہاں لے آئے؟ میرے اس سوال پر اس نے ایک زور دار تمانچہ رسید کیا۔ اور کہا "اب یہی تمھارا گھر ہے۔ یہ لڑکے جنھیں تم دیکھ رہے ہو ان سے ہم بھیک منگواتے ہیں جو لڑکے بھیک مانگنے سے انکار کرتے ہیں ان کے ہاتھ پیر توڑ دیے جاتے ہیں۔ گرم سلاخوں سے ان کے جسم کو داغا جاتا ہے تاکہ یہ ہمارے خلاف

ایک دن دو پاگل جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک جہاز میں سوراخ ہو گیا۔ پانی سوراخ کے ذریعے سے اندر آنے لگا۔

ایک پاگل بولا: "اب کیا کیا جائے؟"

دوسرا بولا: "ایک اور سوراخ کر دیا جائے تاکہ پانی دوسرے سوراخ سے باہر نکل جائے۔"

دوبارہ آواز نہ اٹھا سکیں۔ پھر وہ آدمی مجھے اپنے سردار کے پاس لے گیا۔

سردار نے مجھے دیکھتے ہی ہنٹر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مارنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے گرج دار آواز میں کہا "کل سے تمھاری ڈیوٹی ریلوے اسٹیشن پر ہوگی لیکن خبردار واپس جانے کی کوشش نہیں کرنا ورنہ ہم تمھارے ماں باپ کو قتل کر ڈالیں گے۔" اس کی باتیں سن کر میں خوف زدہ ہو گیا اور اب میں پلیٹ فارم پر کبھی بھیک مانگتا ہوں تو کبھی مردوں کی جیبیں کاٹتا ہوں۔ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ میری ماں برقعے میں تھی اور نقاب کی وجہ سے میں ان کا چہرہ دیکھ نہیں پایا ورنہ میں ان کے سامنے کبھی نہیں آتا۔ پولیس اس لڑکے کے ساتھ کھنڈر کا پتا لگانے کے لیے چلی گئی اتنے میں ہماری ٹرین آگئی اور ہم اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ پھر کیا ہوا یہ ہم کو نہیں معلوم۔

انصاری اخلاق احمد، باگلہ اسٹیشن روڈ ممبئی

سچی کہانی

ایک بار حضرت امّ سلمہؓ کے پاس کہیں سے

مامون الرشید کے مشہور جنرل طاہر بن حسین کو ایک شخص نے بہت گالیاں دیں لیکن وہ خاموش رہا۔
اس کے ایک دوست نے پوچھا "طاہر! تم اس شخص کو سزا کیوں نہیں دیتے؟"
طاہر نے جواب دیا "مچھر مارنے کے لیے طاقت کا استعمال فضول سی بات ہے۔"
دوست نے پھر کہا "پھر تم اُسے جوابی گالیاں دو۔"
طاہر نے کہا "میں ایسی لڑائی میں حصہ نہیں لیتا جس میں غالب، مغلوب سے زیادہ ذلیل ہو جاتا۔"

گوشت آیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت اچھا لگتا تھا اس لیے حضرت ام سلمہؓ نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ گوشت طاق میں رکھ دے شاید حضورؐ نوش فرمائیں۔ اس نے طاق میں رکھ دیا۔ اتنے میں ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی "بھیجو اللہ کے نام پر خدا برکت دے گا" گھر سے جواب آیا "تجھ کو بھی برکت دے" اس لفظ میں اشارہ ہے کہ کوئی چیز دینے کے لیے موجود نہیں ہے۔ وہ سائل چلا گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے ام سلمہؓ تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟
انھوں نے کہا "ہاں ہے" اور خادمہ سے شت آپؐ کے واسطے لے آ۔ وہ گوشت لینے گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہاں گوشت کا تو نام بھی نہیں ہے فقط پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا چونکہ تم نے سائل کو نہیں دیا تھا اس لیے وہ گوشت پتھر بن گیا۔ غور کیجیے خدا کے نام پر نہ دینے کی یہ نحوست ہوئی کہ اس گوشت کی صورت بدل گئی اور وہ پتھر بن گیا۔ اس طرح جو شخص سائل سے بہانہ کر کے خود کھاتا ہے وہ خود پتھر کھاتا ہے اس لیے جب بھی کوئی سائل آئے اور گھر میں جو کچھ بھی ہو اس میں سے سائل کو تھوڑا ضرور دے دینا چاہیے۔

محمد حسان رحمانی، کسیلا مدنپور، ارریہ بہار

عقلمند زمین دار

بہت دنوں کی بات ہے۔ کاشی پور گانو میں ایک زمین دار تھا۔ وہ بہت ہی ایمان دار اور شریف تھا لیکن اس کا منیم اس کا الٹا تھا۔ وہ اکثر حساب میں گڑ بڑ کر کے روپیا اُڑا لیتا۔ ایک روز زمین دار کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ اس کا منیم حساب میں گڑ بڑ کرتا ہے۔ زمین دار نے اس منیم کو اپنے یہاں سے نکال دیا۔ اب زمین دار کو دوسرے منیم کی ضرورت تھی۔ ایک دن اس نے گانو میں اعلان کرا دیا کہ جو کوئی زمین دار کے سوالوں کا جواب دے گا وہی اس کا منیم ہو گا۔
یہ اعلان سنتے ہی گانو کے لوگ زمین دار کی حویلی کی طرف جانے لگے۔ ایک فقیر راستے میں اللہ کے نام پر مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "کوئی مجھ کمزور کو میرے گھر پہنچا دے۔ خدا اس کا بھلا

کرے گا" ایک آدمی جس کا نام حمید تھا۔ وہ فقیر کے پاس جاکر بولا۔ بابا آپ کا گھر کہاں ہے چلیے میں آپ کو پہنچادوں۔ وہ فقیر کو ساتھ لے کر فقیر کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے کہا ارے یہ تو زمین دار صاحب گھر کا ہے؟ حمید نے حیرت سے پوچھا۔ پر فقیر کوئی جواب دیے بنا اندر جانے لگا۔

حمید فقیر کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

فقیر حویلی میں جاکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جہاں کچھ لوگ ملازمت حاصل کرنے کے لیے کھڑے تھے۔ زمین دار کے نوکر فقیر کو بھگانے لگے لیکن اچانک رُک گئے کیونکہ فقیر نے اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹالی تھی۔ سب لوگوں کی نگاہیں کرسی پر بیٹھے ہوئے زمین دار پر پڑی۔ تبھی زمین دار نے کہا۔ اے لوگو میں نے اپنا منیم چن لیا ہے۔ "وہ دیکھو" اس نے حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سب لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ زمین دار نے کہا جو فقیر راستہ میں مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں میں ہی تھا۔ میں اسی کو اپنے یہاں کام دے سکتا ہوں جو دوسروں کے کام آسکے۔ سب لوگ ایک دوسرے کا منہ تکتے ہوئے حویلی سے باہر نکل گئے۔

پیارے پیامیو! ہمیں بھی ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔

اعجاز احمد معرفت احسان کلینک، مبارکپور

تیس مار خاں

کسی گانو میں ایک آدمی رہتا تھا۔ اس کا نام شکیل تھا۔ وہ بڑا چالاک تھا۔ ایک مرتبہ وہ کوئی میٹھی چیز لایا۔ اس پر مکھیاں بیٹھ گئیں۔ اس نے ایک کپڑا لیا اور ان مکھیوں پر دے مارا۔ ساری مکھیاں ایک ہی وار میں مر گئیں۔ اب شکیل نے ان کو گنا تو وہ تیس تھیں۔ بس پھر کیا تھا شکیل نے ہر ایک سے کہنا شروع کر دیا۔ میں تیس مار خاں ہوں میں نے ایک ہی ہاتھ میں تیس کو مارا ہے۔ یہ خبر پھیلتے پھیلتے راجا کے پاس پہنچی جس کی رعایا کو ایک جادوگر نے پریشان کر رکھا تھا۔ راجا نے شکیل کو دربار میں بلا کر کہا کہ جس طرح بھی ہو تم کو جادوگر کو مارنا پڑے گا۔ شکیل پہلے تو بہت پریشان ہوا پھر اس نے راجا سے جادوگر کو مارنے کا وعدہ کرلیا۔ دربار سے واپس آنے کے بعد اس کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ جادوگر کے پاس گیا اور بولا کہ اگر تم واقعی جادوگر ہو تو تم مجھے بلی بنادو اور خود چوہا بن کر دکھاؤ تو میں تمھیں یہاں کا راجا بنوا سکتا ہوں۔ جادوگر اس کی چال میں آگیا اور جادو کے زور سے اس نے شکیل کو بلی اور خود کو چوہا بنالیا۔ بلی نے فوراً ہی چوہے کو کھالیا۔ جادوگر کے ختم ہوتے ہی شکیل بھی اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ راجا نے

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

ایک بچہ: (آنٹی سے) "دنیا میں روزانہ کتنے لوگ مرتے ہیں؟"

آنٹی: بیٹا! یوں سمجھ لو کہ میری ایک سانس لینے سے دنیا میں ایک شخص مرتا ہے۔

بچہ: (معصومیت سے) آنٹی کوئی اچھا ٹوتھ پیسٹ استعمال کیا کریں ورنہ میں بھی مر جاؤں گا۔"

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

حاتم ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو بہرا مشہور کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ آپ اپنے کمرے میں اکیلے بیٹھے تھے۔ وہاں مکڑی نے جالا تان رکھا تھا۔ اس میں ایک مکھی آ پھنسی۔ مکھی کی بھنبھناہٹ سن کر وہ اٹھے اور اسے جال سے نکال دیا۔ کھڑکی سے ایک دوست دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ آپ تو بہرے ہیں مکھی کی بھنبھناہٹ کیسے سن لی؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے آپ کو بہرا مشہور کر رکھا ہے کہ لوگ بے باکی سے میرے سامنے عیب کہہ دیں اور میں اپنی اصلاح کر سکوں۔

شکیل کو بہت سارا انعام دیا۔ یہ تھا ہوشیاری اور چالاکی کا کھیل۔

معاذ درحمن، ۲۴۹۰ گلی قاسم جان دہلی ۶

کمالِ علم

قرطمہؒ ایک محدث ہیں ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں قرطمہؒ سے زیادہ حافظہ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جو نسی دل چاہے اٹھالو، میں سنا دوں گا۔ میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی۔ وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سنا دی۔

ابو الحسینؒ اصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اس کی سند پڑھ دیتے تھے۔

ابو عمرو خفافؒ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔

انیس احمد جلیل ماسٹر۔ مالیگاؤں مہاراشٹر

چالاک لومڑی

ایک [illegible] جنگل میں ایک گھوڑے کو گھاس چرتے دیکھ کر لومڑی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ دوڑی دوڑی اپنے دوست بھیڑیے کے پاس گئی اور بولی "اللہ میاں نے شاید ہمارے لیے ہی ایک موٹا تازہ گھوڑا بھیجا ہے۔ کوئی ترکیب کرو کہ اس کا ہم شکار کرلیں۔

ترکیب سوچنے کے بعد دونوں دوڑتے ہوئے گھوڑے کے قریب آئے۔ بی لومڑی نے بڑے ادب سے گھوڑے سے کہا۔" جناب کیا ہم آپ کا نام جان سکتے ہیں؟" گھوڑے نے سر اٹھائے بغیر بے نیازی سے جواب دیا۔" میرا نام سموں پر لکھا ہوا ہے۔ جو جاننا چاہتا ہے وہ پڑھ لے" چالاک لومڑی اس جواب سے کھٹک گئی اور بولی۔" جناب یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں غریب ماں باپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے بالکل بھی نہیں پڑھ لکھ سکی لیکن میرا دوست کئی زبانیں جانتا ہے وہ یقیناً آپ کا نام پڑھ لے گا۔" بیوقوف بھیڑیا اپنی تعریف سن کر پھولا نہ سمایا اور گھوڑے کے قریب چلا گیا۔ گھوڑے نے اپنی پچھلی ٹانگ

اٹھائی اور بھیڑیے کے منہ پر ایسی زور سے رسید کی کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ زمین پر جا گرا۔

چالاک لومڑی دور سے بولی "میاں بھیڑیے میرا خیال ہے کہ تم کو اب ان کا نام جاننے کی دوبارہ ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ انھوں نے صاف صاف تمھارے منہ پر لکھ دیا ہے۔"

محفوظ منا۔ انجمن مفید الیتمیٰ، مدنپورہ ممبئی

بھول اور یاد

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے حضرت ہشامِ کلبیؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حافظہ کی تیزی کا ثبوت بھی ایسا دیا کہ شاید کسی نے نہ دیا ہو اور ایک مرتبہ بھول بھی ایسی ہوئی کہ شاید کسی سے نہ ہوئی ہو۔

میرے حافظہ کی تیزی کا عالم تو یہ ہے کہ میں نے قرآن شریف صرف تین دن میں یاد کر لیا تھا اور بھول ایسی ہوئی کہ ایک دن میں خط بنانے بیٹھا، داڑھی کو مٹھی میں لے کر نیچے کے بال کاٹنا چاہتا تھا مگر بدحواسی میں مٹھی سے اوپر کے بال کاٹ ڈالے اور پوری داڑھی ہاتھ میں آگئی۔

اطہر عالم، مدرسہ منبع العلوم خیر آباد ضلع مئو

ضدی لڑکوں کی سزا

ایک دن کی بات ہے ارشاد اور راشد گھومنے جا رہے تھے تو ان کے ابا آگئے اور کہا "کہیں جانا نہیں" دونوں نے اپنے ابا کی بات نہیں مانی اور گھومنے چلے گئے۔ راستے میں دونوں کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا اور پھر کہا۔ "تمھارے ابا کیا کام کرتے ہیں" راشد نے کہا۔ "ہمارے ابا بینک کے منیجر ہیں" ڈاکوؤں نے کہا "اب تو بہت مزہ آئے گا۔" وہ دونوں سے بینک کا فون نمبر پوچھ کر بات کرنے لگے۔ اور کہا۔ "تمھارے دونوں بیٹے ہمارے قبضے میں ہیں۔ اگر دونوں کی خیریت چاہتے ہو تو غار کے پیچھے ۲۰ لاکھ روپے لے کر آجانا۔ میرا ایک آدمی وہاں رہے گا۔ تم کو وہ ہمارے پاس لے کر آئے گا اگر تم نے کوئی چالاکی کی یا پولیس کو اپنے ساتھ لے کر آئے تو دونوں بیٹوں کو پہاڑی سے نیچے پھینک دیا جائے گا۔" دونوں کے ابا نے پولیس کو اطلاع دے دی اور اپنے پیچھے آنے کو کہا۔ ارشاد اور راشد کے ابا نے ایک پستول اپنی جیب میں رکھ لیا اور پولیس سے کہا۔ "ہم پہاڑ پر جا رہے ہیں۔ میرے پیچھے تم لوگ آجانا۔" انسپکٹر نے ایک پولیس فورس تیار کی اور راشد کے ابا کے پیچھے چل پڑے اور وہ سب ڈاکوؤں کے بتائے ہوئے جگہ پر پہنچ گئے اور پھر وہ ڈاکو راشد کے ابا کو اپنے سردار

ہوٹل کے مالک نے رات گزارنے والے مسافر سے پوچھا: "رات آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی! میرا مطلب ہے سکون سے تو سوئے تھے نا!"

مسافر نے طنزیہ کہا "ہاں! اگر ہوٹل کے کھٹمل مجھے پکڑ کر نہ رکھتے تو مچھر مجھے لے اڑتے۔"

حضرت عمر فاروقؓ کسی کام سے جا رہے تھے۔ ایک سیاح کو پتا چلا کہ یہ مسلمانوں کے امیر ہیں تو وہ بہت حیران ہوا۔ بھاگا بھاگا آپؓ کے پاس پہنچا اور پوچھا: "آپؓ مسلمانوں کے امیر ہیں؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا" میں مسلمانوں کا امیر نہیں اُن کا محافظ ہوں۔"

اس نے کہا "آپؓ اپنے ساتھ حفاظتی دستہ کیوں نہیں رکھتے؟"

آپؓ نے جواب دیا" عوام کا یہ کام نہیں کہ وہ میری حفاظت کریں یہ تو میرا کام ہے کہ میں اُن کی حفاظت کروں۔"

کے پاس لے کر چلے گئے اور کہا۔ اب تم آگے اکیلے جاؤ۔ راشد اور ارشاد کے ابا چل پڑے۔ اچانک کہیں سے آواز آئی۔ "تم اپنے ساتھ پولیس کو تو نہیں لائے۔؟" تو انھوں نے کہا "نہیں" تو پھر بیس لاکھ روپے ہمیں دے دو۔ اور یہ بچے لے جاؤ۔ ڈاکوؤں کے سردار نے پیسے کے لالچ میں اپنے سارے آدمیوں کو ایک ایک کرکے مار ڈالا تاکہ ان روپے کا کوئی اور حصے دار نہ بنے۔ اور پھر ڈاکو راشد اور ارشاد کے ابا کی طرف پستول کرکے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ تم تو پورا راز جان چکے ہو اس لیے تمھارا مرنا ضروری ہے۔ اس سے پہلے کہ ڈاکوؤں کا سردار پستول کا بٹن دباتا، کہ پولیس نے اس کے ہاتھ پر گولی مار دی۔ سردار کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گئی۔ اور پولیس نے کہا۔ اب تمھارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ اور پھر سردار کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد اسے سزائے موت دے دی گئی۔ راشد اور ارشاد (جو ڈاکوؤں کے ڈر سے کانپ رہے تھے) نے اپنے ابا سے معافی مانگی اور کہا۔ "ہم پھر کبھی بغیر اجازت باہر نہیں جائیں گے۔"

دیکھا پیامیو! دونوں نے اپنے ابا کی بات نہیں مانی جس کی سزا انھیں مل گئی۔ اس لیے اپنوں سے بڑوں کا کہنا ماننا چاہیے اور کبھی نافرمانی نہیں کرنا چاہیے۔

اسحاق موسیٰ، انجمن مفید الیتمیٰ مدنپورہ، ممبئی

جانباز بھائی

بارہ سال کا شیر خان ایک پہاڑی گانو میں رہتا تھا اس کا باپ ایک جانباز شکاری تھا چونکہ وہ جنگل کے راستوں سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے بڑی بڑی پارٹیاں اُسے رہنمائی کے لیے شکار کے وقت اپنے ساتھ لے جاتیں تھیں۔

شیر خان کا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام منا تھا جو تقریباً دو سال کا تھا۔ ایک بار شیر خان کا باپ کسی شکاری پارٹی کے ساتھ کہیں دور جنگل میں گیا ہوا تھا۔ باپ کی غیر حاضری میں منا سخت بیمار ہو گیا۔ اس کے پیٹ میں سخت درد ہونے لگا جو کسی طرح بھی ٹھیک نہ ہو رہا تھا۔ چونکہ کالا گھاٹ اسپتال بہت دور تھا اور یوں بھی وہ گنوار اور جنگلی لوگ اسپتال کو موت کا گھر سمجھتے تھے۔ ان کے دماغ میں جانے یہ بات کیسے آگئی کہ اسپتا۔

جا کر کوئی بھی واپس نہیں آتا۔

آخر جب درد کسی طرح نہ رُکا تو شیر خان کی ماں نے منا کو اسپتال لے جانے کا فیصلہ کیا۔ شیر خان شکار سے واپس آچکا تھا اس نے ماں کی ضد پر کسی طرح اپنے آپ کو اس کام کے لیے تیار کر لیا۔

اسپتال گانو سے پچاس کلو میٹر دور تھا اور راستہ خطرناک تھا۔ شیر خان کی ماں نے اپنی ایک بوسیدہ سی ساڑھی شیر خان کی پیٹھ پر پیچھے باندھ دی اور اس میں منا کو ڈال دیا۔

جب شیر خان نے اسپتال کے لیے سفر شروع کیا تو شام ہو چکی تھی۔ شیر خان کی ماں نے اسے دعائیں دے کر رخصت کیا۔ چونکہ شیر خان کو جنگلی جانوروں کا سامنا کرنے کی عادت سی پڑ چکی تھی۔ اس لیے اسے کوئی ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اپنے ننھے بھائی کو اٹھائے وہ بہت ہی ہوشیاری سے چل رہا تھا۔

سب سے پہلے راستے میں اسے ایک بڑا سانپ دکھائی دیا جو پھن پھیلائے ہوئے تھا۔ شیر خان تھوڑا پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد سانپ بھی چلا گیا۔ رات ہو چکی تھی اور چاند بھی بدلیوں میں سے جھانک رہا تھا۔ شیر خان نڈر ہو کر چلتا گیا۔ آگے اس نے مٹی پر ریچھ کے پنجے کے نشانات دیکھے۔ جلدی ہی شیر خان دور ایک اونچی سی جگہ میں پہنچ گیا۔ تھک جانے کی وجہ سے وہ تھوڑا آرام کرنے لگا۔ پھر اس کے کانوں میں ہاتھیوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں آنے لگیں جو کچھ ہی

> سائنس کے غائب دماغ پروفیسر صاحب کلاس میں طلبہ کو جانوروں کے دماغ دکھا رہے تھے انھوں نے ایک خاص قسم کا دماغ اٹھایا اور بولے: "یہ مصر کے کالے گدھے کا دماغ ہے۔" "یہ بہت نایاب ہے، کیونکہ یہ نسل دنیا سے مٹ چکی ہے۔ اس قسم کے دماغ پوری دنیا میں صرف دو ہیں۔ ایک طبّی عجائب گھر میں اور دوسرا میرے پاس۔"

دوری پر تھے۔ شیر خان وہیں سہما بیٹھا رہا۔ دوسرے ہی پل وہ بھائی کو پیٹھ پر اٹھائے چلنے لگا۔ ابھی اس کو دو ندیاں پار کرنی تھیں۔ پہلی ندی چھوٹی ہونے کی وجہ سے جلدی ہی پار کر لی لیکن دوسری ندی بڑی خطرناک تھی لیکن اس نے بڑی بہادری سے وہ بھی پار کر لی۔ اب وہ سردی سے کانپ رہا تھا۔

جھاڑیوں میں سے مینڈکوں کی آواز لگاتار آرہی تھی اور چاند بھی لگاتار اپنی چاندنی چاروں طرف پھیلا رہا تھا۔ شیر خان پوری طرح تھک جانے کے باوجود بھی لگاتار چل رہا تھا۔ آخر کار اللہ اللہ کر کے جنگل کا راستہ پار ہوا اور اب اسپتال کو جانے والی سڑک پر شیر خان آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہاں ایک ٹرک ڈرائیور نے اس پر ترس کھا کر اسے ٹرک میں بیٹھا لیا اور جلدی ہی وہ اسپتال کے گیٹ پر تھا۔

شیر خان نے بھائی کو اسپتال میں داخل کروایا اور ڈاکٹر نے جلد ہی اس کا علاج شروع کر دیا

مسلمان کی ذلت غریب ہونے میں نہیں،
اسلام سے غفلت برتنے میں ہے۔
بہترین انسان وہ ہے جس کا آج اس کے
گزرے ہوئے کل سے بہتر ہو۔
کوئی انسان دوسرے کے لیے کچھ نہیں کرتا۔
ہر انسان کو کامیابی کے لیے خود ہی جدوجہد
کرنا پڑتی ہے۔

شیر خان نے وہ رات اسپتال کے باہر لیٹ کر گزاری۔ علاج کے وجہ سے اسے کئی دن وہاں رہنا تھا اس لیے وہ دوسرے دن صبح کچھ کام کی تلاش میں نکل پڑا۔ بجائے کسی سے کچھ مانگنے کے اس نے کوئلہ ڈھونے کا کام پسند کیا جس سے اسے کچھ روپے مل گئے۔

ادھر جب اسپتال کے لوگوں کو شیر خان کی جانفشانی کا سارا حال معلوم ہوا تو سب بہت حیران ہوئے۔ شام کو شیر خان اسپتال کے برآمدے میں بیٹھا تھا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کو بھی اس کی بہادری کا پتا چل گیا تھا اس لیے انھوں نے اچھی طرح اس کے بھائی کا علاج کیا اور شیر خان کو بہت سارا انعام دیا۔ اور اسے "شیر خان بہادر" کے نام سے بلایا۔ اور اس طرح شیر خان کی بہادری کام آئی۔

محمد اختر۔ ایس آئی او، مالیر کوٹلہ

دُعا کی حقیقت

دعا کا مطلب چاند تاروں سے تقدیر معلوم کرنا نہیں ہے۔ دعا کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں عقاید بالکل درست ہوں۔ عقیدے کی خرابی کے بعد دعا مفید ہونے سے زیادہ مضر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مجھے پکارو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔" اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دعائیں قبول کرنے یا نہ کرنے کے تمام اختیارات اس کے پاس ہیں۔ اس حقیقت کے جاننے کے بعد یہ کتنی بڑی غلطی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بجائے دوسروں سے مانگے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے اور شرک کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو عقل سلیم عطا کرے۔ (آمین)

مدبر شیخ نذیر احمد۔ تھانہ روڈ، بھیونڈی

دنیا سے محبت کا نتیجہ

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تمھارے خلاف دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جس طرح بھوکے اپنے خوان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

ایک پوچھنے والے نے دریافت کیا کہ کیا یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اس زمانہ میں ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ فرمایا "نہیں" اس زمانے میں تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے لیکن اس زمانے میں تمھاری حیثیت سیلاب کے رخ پر بہنے والے خس

و خاشاک کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں سے تمھاری ہیبت نکال دے گا اور تمھارے دلوں میں دھن سے محبت پیدا کر دے گا۔" سوال کرنے والے نے دریافت کیا۔ دھن کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا" دنیا کی محبت اور موت سے کراہت و نفرت۔

محمد اختر شیخ برہان۔ پاتھری۔ پربھنی

حسینہ اور جانور

کسی شہر میں ایک تاجر رہتا تھا اس کے تین لڑکیاں تھیں۔ دو لڑکیاں خوبصورت تو تھیں لیکن کاہل اور بد مزاج تھیں۔ چھوٹی لڑکی بہت ہی خوبصورت، جفاکش اور خوش مزاج تھی۔ اس کا نام حسینہ تھا۔

ایک دن ایک سفیر تاجر کے پاس آیا اور کہا" آقا، آپ کے لیے ایک بُری خبر ہے۔ ظالم سمندری لٹیروں نے آپ کی کشتیوں اور مال اسباب کو لوٹ لیا اور آپ اپنی تمام جائداد کھو چکے ہیں۔" تاجر بہت ہی خفا ہوا۔ حسینہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ دوڑتی ہوئی اپنے والد کے پاس پہنچی اور پوچھا" والد محترم! معاملہ کیا ہے؟ آپ افسردہ کیوں ہیں؟"

کچھ نہیں میری بیٹی۔ تم فکر نہ کرو۔"

"مجھ سے کہیے نا بابا۔ شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔" کیا تم سچ جاننا چاہتی ہو؟ ہاں بابا۔ لیکن وہ بری خبر ہے۔ پھر اس نے اپنی بیٹی سے کہا کہ کچھ سمندری لٹیروں نے اس کی کشتیاں اور مال و اسباب لوٹ لیا اور اب ہم غریب ہو گئے ہیں لیکن تم فکر مت کرو بیٹی، میں اپنا عالیشان مکان بیچ دوں گا اور میں ایک چھوٹا سا گھر کہیں اور خرید لوں گا۔" کوئی حرج نہیں بابا۔ تمھیں ہماری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اس چھوٹے سے گھر میں بھی خوش حال رہیں گے۔"" واقعی میری بچی" اب ہمارے پاس عمدہ لباس اور عمدہ کھانے کے لیے پیسے نہیں ہوں گے بلکہ میں نوکروں کو بھی چھڑوا دوں گا۔

ہم انتظام کر لیں گے بابا۔ میں بہت سارا کام گھر پر ہی کر سکتی ہوں ہمیں نوکروں کی ضرورت نہیں ہے آپ فکر نہ کریں۔

لیکن حسینہ جانتی تھی کہ اس کی دونوں بہنیں کاہل اور بد مزاج ہے اس لیے اس نے اپنے والد کی بد حالی کا ان سے ذکر نہیں کیا لیکن ایک دن بڑی بہن نے کہا" حسینہ! بابا اتنے فکر مند کیوں ہیں؟" حسینہ نے جواب میں کہا کہ سمندری قزاقوں نے والد کی تمام کشتیاں اور مال و اسباب لوٹ لیا ہے اور اب ہم مفلس ہیں۔"

دیہاتی: غضب ہو گیا آج ہماری بھینس کھو گئی، سارا گھر پریشان ہے۔
شہری: اخبار میں تلاش گمشدہ کا اشتہار دے دو۔
دیہاتی: کیا فائدہ میری بھینس تو ان پڑھ ہے۔

ایک کنجوس آدمی اُداس اور غمگین سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے ایک دوست نے پوچھا "بھئی کیا بات ہے؟ اس قدر اُداس کیوں ہو۔؟"

"پہلے گھی پندرہ روپے کلو تھا اب گیارہ روپے کلو ہو گیا۔" کنجوس نے کہا۔

"پھر تو تمھیں خوش ہونا چاہیے ایک کلو گھی پر چار روپے بچیں گے۔"

کنجوس بولا "یہی تو دکھ ہے! پہلے میں گھی نہ خرید کر پندرہ روپے بچاتا تھا اب صرف گیارہ روپے بچیں گے۔"

"کیا بابا کی تمام جائداد ختم ہو گئیں؟" حسینہ نے کہا۔ "ہاں" منجھلی بہن نے کہا۔ بابا کہہ رہے تھے کہ اب وہ عالیشان مکان کو بیچ کر کہیں اور چھوٹا سا مکان خرید لیں گے اور وہیں زندگی بسر کریں گے۔ بڑی بہن نے پوچھا۔ لیکن نوکروں کے بارے میں کیا کہا؟" بابا نے کہا کہ اب ان کے پاس عمدہ لباسوں، عمدہ کھانوں اور نوکروں کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اب ہمیں ان تمام لوازمات کے بغیر ہی رہنا پڑے گا۔ اب ہمیں سخت محنت کرنی ہوگی۔ دونوں بہنیں بہت غصہ ہوئیں۔ تاجر نے کچھ دن بعد اپنا عالیشان مکان فروخت کر دیا اور ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا۔ تاجر کو زراعت میں دلچسپی تھی اس لیے اس نے کچھ زمین بھی خرید لی اور نئی طرح سے زندگی کا آغاز کیا

حسینہ کو باورچی خانے میں کام کرنا بے حد پسند تھا۔ وہ گھریلو کاموں کو دلچسپی سے کرلیتی تھی۔ تمام دن سخت محنت کرتی لیکن اس کی بہنیں کچھ کام نہیں کرتی تھی۔

چند مہینوں بعد تاجر نے سنا کہ اس کی کشتیاں محفوظ ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ اسے جانا چاہیے اور اپنی کشتی واپس لانی چاہیے۔ "مجھے تم لڑکیوں کے لیے کیا لانا ہوگا؟" بڑی لڑکی نے کہا "مجھے لباس چاہیے۔" منجھلی نے کہا "مجھے ہیرے جواہر چاہیے۔" "حسینہ تم کیا چاہتی ہو؟ میں تمھارے لیے کیا لاؤں؟" "کچھ نہیں بابا مجھے کوئی چیز نہیں چاہیے" "بس آپ جلدی واپس آجائیں۔" "مجھے تمھارے لیے کچھ خریدنا ہے کچھ تو کہو تمھیں کیا چاہیے؟" حسینہ نے کچھ دیر سوچا اور کہا "پھر بابا میرے لیے سرخ گلاب ہی لائیے گا" جب دونوں بہنوں نے سنا تو قہقہہ لگایا لیکن حسینہ نے کچھ توجہ نہیں دی۔

"بہت خوب حسینہ" "میں نہیں بھولوں گا۔

کئی دن گزر گئے لیکن تاجر کو اس کی کشتیاں واپس نہیں ملیں۔ لوگ اس پر بھروسا نہیں کر رہے تھے اور اس کے پاس وکیل کو دینے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ وہ غم زدہ اور مایوس ہو گیا اور اس نے گھر لوٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

واپسی کا سفر طویل اور تھکا دینے والا تھا تاجر اور اس کا گھوڑا دونوں ہی تھک گئے تھے۔ اچانک اس نے قریب ہی ایک محل کا دروازہ دیکھا لیکن دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا اور اصطبل

بھی خالی تھا تاجر نے اپنے گھوڑے کا دانا پانی کیا اور اسے اصطبل میں باندھ دیا۔ اور پھر محل میں داخل ہوا۔ لیکن اس نے محل میں کسی کو نہیں پایا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ٹیبل پر کھانا لگا ہوا ہے۔ اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا پھر وہیں بستر پر سو گیا۔

اگلی صبح وہ باغ میں گیا۔ اس نے بلند آواز میں کہا "کون اس خوبصورت باغ میں رہتا ہے اس کا مالک کون ہے؟ میں جانے سے پہلے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن وہاں باغ میں کوئی نہ تھا اس نے اطراف میں چند گلاب کی جھاڑیاں دیکھی اسے اپنی بیٹی حسینہ کا وعدہ یاد آیا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک بہت خوبصورت گلاب توڑ لیا۔ اچانک اس نے اپنے کندھے پر ایک مضبوط ہاتھ محسوس کیا۔ وہ مڑا تو دیکھا کہ ایک خوفناک جانور اس کے سامنے کھڑا ہے۔ تاجر خوفزدہ ہو گیا اور تھر تھرانے لگا۔

"تم نے میرا کھانا کھایا، میرے محل میں آرام کیا۔ تم نے اپنے گھوڑے کو میرے اصطبل میں باندھا اور چارہ پانی کیا۔ یہ کوئی شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہے۔ احسان فراموش آدمی تیری اس حرکت پر تجھے میں مار ڈالوں گا۔"

"مہربانی کیجیے مجھے مت ماریے، مجھے معاف کر دیجیے" "میں نے اپنی بیٹی سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے لیے سرخ گلاب لاؤں گا۔"

"بہت خوب تم اپنی بچی کے لیے سرخ گلاب لے جاؤ لیکن مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم اسے تین مہینے کی مدت میں اسے یہاں لاؤ گے"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسے یہاں لاؤں گا" تاجر نے کہا۔ تاجر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند ہی دنوں میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ اس کی لڑکیاں اسے ملنے کے لیے دوڑتی ہوئی آئی۔

بڑی لڑکی نے پوچھا "میرا لباس کہاں ہے بابا؟" منجھلی لڑکی نے پوچھا "میرے زیورات کہاں ہیں بابا"؟

"مجھے معاف کرو میں تمھارے لیے تحفے نہیں لایا۔ مجھے اپنی کشتی واپس نہیں ملی میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ اس لیے میں نہیں لا سکا لیکن میں حسینہ کے لیے سرخ گلاب لایا ہوں۔"

"ایک سرخ گلاب" بڑی لڑکی نے قہقہہ لگایا۔ "سب کچھ یہی ہے؟" لیکن حسینہ نے سرخ گلاب لیا اور اپنے والد کا شکریہ ادا کیا۔ دو ماہ گزر گئے تاجر پریشان ہو گیا۔ حسینہ نے یہ دیکھا تو تعجب کیا اور پوچھا "کیا معاملہ ہے بابا؟" "کوئی بات نہیں میری بچی" "مجھ سے کہیے نا بابا کوئی بات تو ہے؟" حسینہ نے کہا۔

تو سنو" جب میں اپنی لٹی ہوئی کشتی کی تلاش میں نکلا تھا اس وقت کشتی کو بہت تلاش کیا لیکن ناکامی ہوئی، میں بہت تھک بھی گیا تھا ساتھ ہی ساتھ گھوڑا بھی تھک گیا تھا۔ اچانک مجھے ایک محل دکھائی دیا اور اصطبل بھی۔ وہاں میں نے کھانا کھایا اور گھوڑے کا دانا پانی بھی کیا اور پھر آرام کیا۔

اگلی صبح میں باغ میں گیا اور جھاڑی سے

سرخ گلاب توڑا تو اچانک ایک جانور نمودار ہوا، میں گھبرا گیا میں نے جتنا بھی کچھ کیا تھا اس پر جانور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ اور پوچھا کہ تم یہ پھول کس کے لیے لے جا رہے ہو ؟ میں نے کہا" اپنی بچی کے لیے" اس نے وعدہ لیا تم اپنی بچی کو تین مہینے میں یہاں لاؤ گے۔ میں نے کہا "ہاں" اور اب دو ماہ گزر چکے ہیں اس لیے میں فکر مند ہو گیا ہوں تیسرا ماہ بھی ختم ہونے کو ہے اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

"گھبرایئے مت بابا، آپ اپنے کیے ہوئے وعدہ کو مت توڑیے، ہم وہاں ضرور جائیں گے۔ اور اس جانور کو دیکھیں گے آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

تیسرے ماہ کے اختتام پر حسینہ اور اس کے والد سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہ جلد ہی جانور کے محل پہنچ گئے۔ اس مرتبہ بھی وہاں کوئی نہ تھا۔ دروازے کھلے تھے اور میز پر کھانا سجا ہوا تھا۔ وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ جب کھانا ختم ہوا تو جانور اچانک ظاہر ہوا۔

"یہ میری بیٹی حسینہ ہے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔" تاجر نے کہا۔ حسینہ نے جانور کو دیکھا اور گھبرائی۔ جانور نے پوچھا "کیا تم اپنی مرضی سے آئی ہو یا اپنے باپ کی زبردستی سے۔" "میں خود یہاں آنا چاہتی تھی اس لیے آئی" "کیا تم میرے ساتھ یہاں رہو گی؟" "ہاں رہوں گی" "تو پھر کل اپنے باپ کو الوداع کہہ دو۔ تم یہاں محل میں محفوظ رہو گی۔ جانور نے کہا۔

اگلی صبح تاجر روانہ ہو گیا۔ حسینہ ایک کمرے کے دروازے پر اپنا نام لکھا دیکھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو اس میں کتابوں سے بھری لائبریری دیکھی۔ اسے مطالعہ کرنا بہت پسند تھا اب وہ گھنٹوں مطالعہ میں گزار دیتی۔

وہ کبھی تنہائی محسوس نہیں کرتی تھی۔ جانور وہاں اکثر آیا کرتا تھا۔ اس نے اسے کئی تحفے دیے اور اس کے ساتھ وہ شطرنج کھیلتا تھا۔ حسینہ جانور کو پسند کرنے لگی کیونکہ وہ ہمدرد تھا۔ ایک دن جانور نے پوچھا" حسینہ کیا تم یہ نہیں سوچتی ہو کہ میں بدصورت ہوں۔"

"ہاں" حسینہ نے حق گوئی کے ساتھ جواب دیا لیکن میں تم سے خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ تم ہمدرد اور شریف ہو۔"

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گی ؟"

"اوہ! نہیں میں تم سے شادی نہیں کروں گی"

"ٹھیک ہے" جانور نے غم زدہ ہو کر کہا اور چلا گیا۔

جانور کے دیے ہوئے کئی تحفوں میں سے ایک تحفہ جادوئی آئینہ بھی تھا۔ ایک دن جب وہ اس کے اندر دیکھ رہی تھی تو اس نے اپنے والد کو بستر پر پڑا بیمار دیکھا۔ وہ چلاتی ہوئی جانور کے قریب پہنچی اور کہا " میرے والد بیمار ہیں۔" مہربانی کر کے مجھے گھر جانے دو اور انھیں دیکھنے دو۔ کیا میں جا سکتی ہوں ؟۔

"مت رو حسینہ، جاؤ اپنے والد کو دیکھ آؤ

لیکن تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم واپس آؤ گی۔ میں تمھیں ایک جادوئی انگوٹھی دوں گا تم اسے انگلی میں پہن لینا۔ جب تم اپنے والد کو دیکھ چکو تب اسے ایک بار رگڑنا اور یہ تمھیں واپس لائے گی۔

حسینہ گھر گئی اور وہاں اپنے والد کو بستر پر بیمار پایا۔ جب تاجر نے اپنی بیٹی کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور جلد ہی صحت یاب ہو گیا لیکن اس کی بہنیں حسینہ کو دولت مند دیکھ کر جلنے لگی۔

انھوں نے اس جانور کے بارے میں کئی سوالات کیے۔ حسینہ نے انھیں اپنی محل والی زندگی اور تحائف کے بارے میں بتایا جو کہ اسے جانور نے دیے تھے۔ اس نے انھیں جادوئی آئینے کے بارے میں بتایا اور کہا کہ میں نے آئینے میں دیکھا کہ بابا بستر پر لیٹے بیمار پڑے ہیں۔ تب میں نے جانور سے کہا کہ میرے والد بیمار ہیں اور میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ تب جانور نے کہا کہ تم جا سکتی ہو لیکن اس نے مجھ سے کہا کہ تم وہاں آٹھ دن سے زیادہ نہیں رہو گی ورنہ میں مر جاؤں گا۔ دیکھیے اس نے یہ انگوٹھی دی۔ یہ بھی جادو کی انگوٹھی ہے۔

بڑی بہن نے پوچھا "کیا تم آٹھ دن کے بعد واپس جانا چاہتی ہو؟" منجھلی نے طنزاً کہا "نہیں یہ ضروری نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک خوبصورت محل میں رہنے لگی ہے اب یہ نہیں چاہتی ہے کہ اس چھوٹی سی کٹیا میں رہے۔ اب وہ واپس محل میں رہنا چاہتی ہے۔"

حسینہ نے فوراً کہا "یہ صحیح نہیں ہے اگر میں واپس نہیں گئی تو جانور مر جائے گا اور میں وہاں پر خوش بھی ہوں لیکن جانور سے آٹھ دن بعد واپس آنے کا وعدہ کر چکی ہوں۔"

سب سے بڑی بہن نے کہا "ٹھیک ہے تم جانا چاہتی ہو تو جاؤ لیکن بابا مر جائیں گے۔ اس لیے مہربانی کر کے بابا کے ٹھیک ہونے تک یہاں رہو۔" حسینہ نے دو ہفتے کے بعد ایک خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ جانور سرخ گلاب کی جھاڑیوں میں بیمار پڑا ہے۔ وہ نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے جادوئی انگوٹھی گھسی۔ ایک لمحے کے اندر وہ جھاڑی کے قریب پہنچ گئی اور جانور کو گلاب کی جھاڑیوں میں پڑا ہوا پایا۔

"پیارے جانور مہربانی کر کے زندہ رہیے۔ مجھے معاف کر دیجیے میں اپنا وعدہ بھول گئی تھی لیکن میں اب دوبارہ واپس آ چکی ہوں۔ مہربانی کر کے ہوش میں آیئے۔

اچانک جانور ایک خوبصورت شہزادے میں تبدیل ہو گیا اور خوشی سے جھوم اٹھا اور کہا کہ "ایک بدمعاش چڑیل نے مجھے ایک شہزادے سے ایک جانور میں تبدیل کر دیا تھا لیکن تمھارے پیار نے مجھے شہزادہ بنا دیا، اب میں بد صورت جانور نہیں ہوں۔" "کیا تم مجھ سے شادی کرو گی حسینہ؟"

"ہاں! میں شادی کروں گی"

شہزادے نے جلد ہی حسینہ سے شادی کر لی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لیے اس محل میں خوش حال رہنے لگے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

مسعود احمد قریشی، مدار تکیہ منگروال پیر آکولہ

اقوالِ زریں

وہ آنکھ ہی کیا جس میں شرم نہیں۔
بڑے کام کرو لیکن بڑے وعدے نہ کرو۔
علم امیر کی زینت ہے اور غریب کی دولت ہے۔
عیش و عشرت جوانی کا روگ ہے۔
زبان کی حفاظت دولت سے زیادہ مشکل ہے۔
گرے ہوئے کو ٹھوکر لگانا مردانگی نہیں بزدلی ہے۔

پرویز اختر۔ زیتون پورہ۔ بھیونڈی۔ تھانہ

نزولِ قرآن کے وقت جو چوپائے عام طور پر بار برداری اور سواری کے لیے استعمال ہوتے تھے وہ چار جانور اونٹ، گھوڑے، گدھے، خچر تھے۔ بار برداری اور سواری کے ان چاروں جانوروں کا قرآن مجید میں (سورۃ النحل رکوع ۱) میں صراحتاً ذکر ہے۔

نسیم الریاض۔ پوروہ رانی مبارکپور۔ یوپی

گفتگو کے آداب

ہمیشہ سچ ہی بولیے۔
نرمی کے ساتھ مسکراتے ہوئے بولیے۔
ہمیشہ انصاف کی باتیں کیجیے۔
ہمیشہ مختصر اور مطلب کی بات کیجیے۔
پہلے غور کیجیے پھر بولیے۔
دوسروں کی زیادہ سنیے اور اپنی کم کہیے۔
عمر، مرتبہ کا لحاظ رکھ کر گفتگو کیجیے۔

عبید الرحمٰن عبد العظیم۔ گونڈی ممبئی ۴۲

جانوروں سے دلیری کا درس لیجیے

شیر سے دلیری کا
چیونٹی سے کفایت شعاری کا
بندر سے چالاکی اور حکمت کا
شہد کی مکھی سے محنت اور جفاکشی کا
کتے سے وفاداری کا
عقاب سے بلند پروازی کا
ہاتھی سے دانائی کا
مرغی سے بچوں کی پرورش کا

فرحت سلطانہ حور لقا۔ مرزاپور دیاری، ارریہ

اچھے برے خواب

اگر اچھا خواب دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو۔ اور اس کے فضل و کرم کی امید رکھو۔ اور اگر برا خواب دیکھ کر آنکھ کھلے تو یقین کر لو کہ شیطانی خواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے خوابوں کو شیطانی خواب فرمایا ہے اور اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ جیسے ہی آنکھ کھلے استغفار اور تعوذ پڑھ لو اور تین دفعہ تھتکار دو اور پھر کروٹ بدل کر سو جاؤ اور کسی سے اس کا تذکرہ مت کرو۔ انشاء اللہ اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

رفعت پروین۔ دگھا، چندن پٹی۔ ویشالی بہار

بہترین دوست

جو لوگ کتابوں کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں وہ کبھی نہیں پچھتاتے۔ ہمارے یہ دوست اپنے سینوں میں علم کے سمندر لیے ہوئے ہیں جو ہمیں بہت کچھ سکھاتے ہیں۔،، کچھ چھینتے نہیں۔ ہمارے ذہنوں کے بند دریچے کو کھولتے ہیں، ہماری ذہنی گھٹن کو ختم کرتے ہیں۔ لہذا یہی ہمارے بہترین دوست و ساتھی ہیں۔

غوثیہ نشاط۔ لیسٹ۔ رائے گڑھ۔

اللہ ہی روزی کو تنگ اور کشادہ کرتا ہے۔
اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ بندے کی توبہ سانس اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔

شمیم انور۔ محلہ کٹرہ مبارکپور۔ یوپی

ضروری ہے

امیر کے لیے سخاوت ضروری ہے
سپاہی کے لیے جرأت ضروری ہے
استاد کے لیے فضیلت ضروری ہے
مرد کے لیے ہمت ضروری ہے
عورت کے لیے حیا ضروری ہے

سید اشفاق سید چاند۔ ناندورہ علاپورہ

لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں

سخی: سخی وہ شخص ہے جو کہ خود کھائے اور دوسروں کو دے۔
کریم: کریم وہ شخص ہے جو کہ خود نہ کھائے مگر دوسروں کو دے۔
بخیل: بخیل وہ شخص ہے جو کہ خود کھائے مگر دوسروں کو نہ دے۔
لئیم: لئیم وہ شخص ہے جو کہ نہ خود کھائے نہ دوسروں کو دے۔

محمد صادق سہیل۔ مخدوم کالونی، پٹنہ

ماں کا وجود

سمندر نے کہا: ماں ایک سیپی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز اپنے سینے میں چھپالیتی ہے۔
بادل نے کہا: ماں ایک دھنک ہے جس پر ہر رنگ نمایاں ہوتا ہے۔
شاعر نے کہا: ماں ایک ایسی غزل ہے جو ہر سننے والے کے سینے میں اترتی چلی جاتی ہے۔
اولاد نے کہا: ماں ممتا کی انمول داستان ہے جو ہر دل پر قربانی ہے۔

عبدالرشید محمد بھساری۔ نہال، شرول کولہاپور

خدا ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ ابراہیم بن ادھمؒ
کفر کے بعد سے بڑا گناہ دل آزاری ہے
حضرت مجدد الف ثانیؒ
گمنامی کو پسند کر کے اس میں ناموری کی نسبت بڑا

امن ہے۔ (عبدالقادر جیلانیؒ)
اپنے سے کمتر کو مد نظر رکھو اور اپنے سے بلند کو نظر انداز کرو۔ (ابوذر غفاریؓ)
شیر کا بچہ شیر بنے گا خواہ اس کی تربیت کہیں بھی ہو۔

کفایت اللہ خاں۔ حسین پوردہ، بسرائچ یوپی

زبان کی حفاظت دولت سے بھی زیادہ مشکل ہے
ظالموں کا ساتھ دینا بھی ظلم ہے۔
علم وہ خزانہ ہے جس کا ذخیرہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔
علم لوگوں کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اس کے پاس جاتے ہیں۔

محمد منیر خاں مناخاں۔ انجمن مفید الیتمیٰ ممبئی ۸

ماں کی اہمیت

ماں دنیا کی انمول ہستی ہے۔
ماں اولاد کے لیے دعاؤں کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔
ماں کی نم آنکھیں سخت سے سخت دل کو موم بنا دیتی ہیں۔
ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح معلوم ہوتا ہے۔
ماں انسان کے لیے قدرت کا سب سے بڑا عطیہ ہے۔
ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

محمد ظفر خاں۔ مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں

عیب جوئی نہ کرو۔
چھپ کر باتیں نہ سنو۔
فخر نہ کرو۔
حسد اور کینہ نہ رکھو۔
اللہ کے بندے کو بھائی بھائی بنے رہو۔

محتشم عبداللطیف بیگر۔ نور باغ ممبئی

ماں

ماں اولاد کے لیے دعاؤں کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔
ماں نظام کائنات کی ایک مقدس حقیقت ہے۔
ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔
ماں کی نم آنکھوں میں اولاد کی محبت کا سمندر چھپا ہے۔
ماں ایک سائباں ہے جو اپنی اولاد کو دنیا کے سرد اور گرم سے محفوظ رکھتی ہے۔

محمد مبشر حسین خالد اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ۔ یوپی

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ پتے درختوں سے گر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ مسلمان بندہ جب اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

نوازش علی۔ سروان ضلع جیگاؤں مہاراشٹر

میرے پسندیدہ اشعار

میرے خلاف ہوا دے رہے ہو شعلوں کو
لگی جو آگ تو دامن بچا نہ پاؤ گے
● غوثیہ نشاط، اہیت۔ رائے گڑھ

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ
● اسامہ نور افریقی منزل قدیم دار العلوم دیوبند

غریبی توڑ دیتی ہے جو رشتہ خاص ہوتا ہے
پرائے اپنے ہو جاتے ہیں جو پیسا پاس ہوتا ہے
● ایم اے عزیز۔ لطیف بازار، نظام آباد

دو پھول ساتھ نکلے قسمت جدا جدا ہے
نوشہ نے ایک پہنا ایک قبر پر چڑھا ہے
● سیدہ لبنیٰ فردوس کوثر نقشبندی۔ بالا پور

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں
● جویریہ رانو بنت احمد علی۔ کارنجہ آکولہ

جس کا جی چاہے کسی رخ سے اٹھا کر دیکھ لے
کس قدر بے داغ ہے سیرت رسول اللہ کی
● محمد سالک جمیل براتہ۔ مالیر کوٹلہ، پنجاب

فلک پر جب چمکتا ہے ہمارے عزم کا سورج
تو خود تاریکیاں گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہیں
● انیسہ ناز شیخ ساتھدو۔ اسلام پورہ کاسودہ

جب خبر ان کو ہوئی آمد ہے ان کے پیر کی
مرغیاں گاؤں سے بھاگیں جاں بچانے کے لیے
● شاہ اسلام عرف ننھے۔ مولوی سیتا مڑھی

ہوتے ہیں ان کے ہی قدموں پہ نچھاور سجدے
جو برے وقت میں انسان کے کام آتے ہیں
● ایچ ایم پٹنی۔ مدرسہ عثمانیہ کوڈینار گجرات

آج کے بچے ہیں لیکن کل کے ہوں گے ناخدا
دین کی کشتی کو طوفاں سے بچانے کے لیے
● ذکی اختر مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو مبارکپور

غیروں کی جد و جہد پر تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوشش ذات خاص پر ناز کر اعتماد کر
● مہ جبیں فردوس۔ بکل گوڑہ عادل آباد

کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے
دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ گر گئے تو اعمال گئے
● مبین فاروقی۔ مالیر کوٹلہ پنجاب

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا
● احمر عباس خاں۔ آسے گاؤں، آکولہ

جہاں جہاں انسانیت ہے خطرے میں
وہاں وہاں تیرے پیغام کی ضرورت ہے
● محمد سراج الدین۔ سری پور آسنسول

ہم نے ایک دخترِ مفلس کو سہارا دے کر
محلوں کے امیروں سے بغاوت کی ہے
● عامر سہیل مدرسہ انوار العلوم املو مبارکپور

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں
● سید محمد اجمل وحید منگرول پیر۔ آکولہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
● ثمینہ ثروت تنظیم عرف سوی۔ منگرول پیر

یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
● عبداللہ۔ مدرسہ ... انوار العلوم ہلو مبارکپور
آئینہ ٹوٹ بھی جائے تو کوئی بات نہیں
دل نہ ٹوٹے کہ یہ بکتا نہیں بازاروں میں
● عبدالعلیم۔ گورنمنٹ ہائی اسکول فورٹ جگتیال
دنیا میری بلا جانے مہنگی ہے یا سستی ہے
موت ملے تو مفت نہ لوں ہستی کی کیا ہے ہستی ہے
● ایم اے فہیم گورنمنٹ ہائی اسکول جگتیال
نہیں پیتا مگر دنیا مجھے مخمور کہتی ہے
مری معصوم فطرت پر بڑا الزام ہے ساقی
● محمد زبیر احمد۔ بڑھئی پورہ منگرول پیر آکولہ
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
● قرۃ العین ام ولد الشیخ ضلع شیوہر سیتامڑھی
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
● محمد نجم العین۔ سیتامڑھی۔ بہار
تدبیر کے دست رنگیں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
قدرت بھی کرم فرماتی ہے جب کوشش انساں ہوتی ہے
● امامہ۔ گیاری۔ اررریہ بہار
ڈر کے طوفاں سے میں ساحل کا طلب گار نہیں
اپنے مقصد کو بدلنا میرا کردار نہیں
● حمید اللہ خاں۔ بنگل گوڑہ عادل آباد
دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
● محمد حنیف ایم نگارچی۔ جامع مسجد بیجاپور
خدا کے چہیتے فرشتوں کے پیارے
محمدؐ ہمارے محمدؐ ہمارے

وہ ایمان لائے وہ قرآن لائے
خدا کی خدائی کا فرمان لائے
دیے دین کے ہم کو تحفے یہ سارے
محمدؐ ہمارے محمدؐ ہمارے
● سرفراز ماہی۔ ممبئی
غم سے بڑھ کر دوست کوئی دوسرا ہوتا نہیں
سب جدا ہوتے ہیں لیکن غم جدا ہوتا نہیں
● محمد شمیم۔ محلہ پرانی بستی بکھری مبارکپور
حوصلے دل میں جواں ہوں تو نہیں کچھ مشکل
بس ذرا دیر میں حالات سنور جاتے ہیں
● رئیس احمد عبدالحق۔ دھولیہ مہاراشٹر
اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں میرا گھر نہ ہو
● محمد رفعت آمیز اقبال سپانی باغ گلشن گنج بہار
ہم اپنے پر بھی قفس میں ہلا نہیں سکتے
ہمارے سامنے جشن بہار ہوتا ہے
● توقیر احمد۔ بارود گر پورہ، بالاپور آکولہ
بے خودی کا یہ عالم کہ خدا یاد نہیں
سامنے گھر کے ہے مسجد مگر آباد نہیں
● محمد منظر عالم۔ مدرسہ عین الاسلام نوادہ
یہ موج حوادث راحت میں پہلے یہ سمجھنا پڑتا ہے
نایک پھول کو حاصل کرنے میں کانٹوں سے الجھنا پڑتا ہے
● انیس احمد جلیل ماسٹر۔ چونا بھٹی مالیگاؤں
کہا یہ، فاطمہؓ بنتِ محمدؐ مصطفےٰ کی ہے
یہ بی بی دیکھ اے آدم، علیؓ شیر خدا کی ہے
● شبانہ اصغر۔ چھوٹا بازار ملکاپور۔ بلڈانہ
نفرت ہو کڑوی بولی سے
الفت جو ہر ہم جھولی سے

شیریں کردے دنیا ساری
پیار سے بھر دے دنیا ساری
● محمد آصف شیخ ساٹھوں۔ اسلام پورہ کاسودہ

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
● تنزیل الرحمٰن۔ سونتھا، گلشن گنج بہار

اعلا تہذیب و تمدن کی جان ہے اردو
امن و یکجہتی کا زندہ نشان ہے اردو
● شیخ اصغر شیخ غلام مصطفےٰ۔ قاضی نگر بھنڈارہ

کہہ دو یہ حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دل داغ دار میں
● عبداللہ مالکی۔ الکتاب۔ ارریہ بہار

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
● محمد عبدالرؤف۔ مورتاؤ

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی
● پروین زہرا بیگم۔ اعظم پورہ

زندگی ایک مسافر کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے رہتے ہیں
● خان ثریا سہیل۔ کماٹی پورہ ممبئی ۸

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرار حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم کبھی آنسو ہوئی
● خورشید احمد انصاری محلہ مومن چتوڑ گڑھ

جان بھی دے دوں میں خدا کی قسم
کوئی مانگے اگر مصطفےٰ کے لیے
● مدثر احمد خاں۔ آسے گاؤں آکولہ

پیوست رہے دل میں تیرے اخلاق محمدی
اعلا رہے مقام جہاں جارہے ہیں آپ
● نور جہاں۔ ڈومریا گنج سدھارتھ نگر

یارب ہمیں تو علم کی توفیق عطا کر
رکھوں میں ترے قرآن کو سینے سے لگا کر
● محمد فیضان احمد۔ کسیا، مدنپور ضلع ارریہ بہار

پیاس سے جب حشر میں امت پریشاں ہو گئی
آپ کو کوثر ملا سب کو پلانے کے لیے
● اختر جہاں آفریں۔ ڈومریا گنج سدھارتھ نگر

لے چل صبا مجھے بھی کھجوروں کی چھاؤں میں
رحمت برس رہی ہے محمد کے گاؤں میں
● غزالہ تبسم۔ نتھکا کولیری آسنسول

کوئی سوتا ہے جیسے ڈوبتی کشتی کے تختے پر
اگر کچھ ہے تو بس اتنی ہی اس دنیا کی راحت ہے
● حنیف عرف وسیم۔ جمہوریہ ہائی اسکول مالیگاؤں

سورج کی طرح ڈوب گیا میرا دل بھی آج
اتنا اداس شام کا منظر کبھی نہ تھا
● عابد علی خاں۔ مالیر کوٹلہ پنجاب

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں
● مرزا ظفر خان بیگ۔ کدورہ جالون

جس کو کہتا ہے امرت یہ سارا جہاں
وہ ہے میری زباں، میری اردو زباں
● تاز سلطانہ۔ مدرسہ دینیہ معین العلوم جگتیال

جد و جہد کی لو ... بھنور سے نکل گئے
ساحل قریب تھا جبھی کشتی اُلٹ گئی
● غلام حسن۔ مکھواں ارریہ بہار

دیش کی آن بان ہے اردو
فخر ہندوستان ہے اردو
اس میں ہیں علم کے خزانے ہیں
علم و دانش کی کان ہے اردو
ہر زمانے کا اس نے ساتھ دیا
ایک زندہ زبان ہے اردو
خون دل دے کے ہم نے سینچا ہے
ہاں ہماری زبان ہے اردو
اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا
تاج بھارت کی جان ہے اردو
● شیخ فرید۔ گورنمنٹ ہائی اسکول جگتیال

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
● آسما جبیں۔ مدرسہ دینیہ معین العلوم جگتیال

کانپتا ہے دل تیرا اندیشہ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
● انوار الدین۔ محلہ تلیا سرونج (ایم پی)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں
● نیلوفر انجم۔ بکل گوڑہ عادل آباد

دیکھتے آئے اس گلشن کی زیب و زینت برسوں سے
چپہ چپہ چمک رہا ہے وجہ محبت برسوں سے
نانک، چشتی، گوتم، غزنی، شیواجی، اکبر، رانا
چھوڑ گئے سب اپنے اپنے رنگ کی رنگت برسوں سے
اَفسُردے اجنتا کی وہ غاریں تاج محل کی جگ مگ راتیں
بانٹ رہی ہیں عزم و محبت جوش عقیدت برسوں سے
● جمیل اختر۔ ملکا پور۔ ضلع بلڈانہ

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزاز سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے
● ملکہ بانو۔ دانیال پور مکھوا بہار

کل رکھتے تھے نام پسر کا عبد اللہ، اکرام
اب بچوں کا ہم رکھتے ہیں ملو پپو نام
ممکن ہے کہ ہر وقت اسے بھی کر ڈالے تبدیل
خچر، کتا، بندر، رکھنا ہو جائے گا عام
● عبد الستار مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بکھونی

نہ ہنسنے سے نہ رونے سے نہ فریاد کرنے سے
تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے
● محمد احتشام۔ رونق منزل پٹنہ ۴

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر
● اقبال النساء بیگم مدرسہ دینیہ معین العلوم جگتیال

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی
● آفرین انصاری۔ انجمن چوک مالیگاؤں

حوصلے اپنے تھے طوفاں آشنا
ہم مگر ساحل پہ آکر رہ گئے
● جاوید احمد۔ ہملی کرناٹک

نہ گھبرا شدت غم سے حصول کامیابی میں
کہ شاخ گل پہ گل آنے سے خار پہلے آتا ہے
● فیضان احمد اعظمی منگرواں اعظم گڑھ

کبھی کلیاں جگر میں چبھتی ہیں
کبھی کانٹوں سے جی بہلتا ہے
● محمد خالد۔ شاہدہ ضلع دھولیہ

زخم کچھ ایسے ہوئے جو پھولوں پہ سویا نہ گیا
دل تو جل کر راکھ ہوا آنکھوں سے رویا نہ گیا
● محمد طلحہ خالد۔ کوٹڑہ، علی گڑھ ضلع ...

گدگدیاں

☆ دوستوں کی محفل میں اعلان ہوا کہ وہ لوگ ہاتھ اٹھائیں جو اپنی بیویوں سے ڈرتے ہیں ۔ سوائے ایک کے سبھوں نے ہاتھ اٹھا دیے۔ اعلان کرنے والا خوش ہوا کہ کم از کم ایک شخص محفل میں ایسا ہے جو بیوی سے نہیں ڈرتا ہے۔ اس نے قریب جاکر اس سے پوچھا کیا "آپ واقعی اپنی بیوی سے نہیں ڈرتے۔،، اس نے جواب دیا۔ "میں نے اپنی بیوی سے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں لی تھی۔ اس لیے بیوی کی اجازت کے بغیر محفل میں ہاتھ کیسے اٹھاتا۔

عالیہ صدیقہ۔ پرکٹ۔ نظام آباد اے پی

☆ ایک دوست نے دوسرے دوست سے پوچھا۔ "ایسا آسان طریقہ بتاؤ کہ لوگ مجھے یاد رکھیں،، دوسرے دوست نے جواب دیا۔ "تم کسی سے قرض لے کر واپس نہ کرو پھر وہ ہمیشہ تمھیں یاد رکھے گا۔،،

محمد اعجاز احمد۔ آسنسول

☆ رشیدہ جب سلائی کے اسکول سے گھر پہنچی تو والد نے لاڈلی بیٹی کی ہمت افزائی کے لیے پوچھا۔

"ہاں بھئی ہماری بیٹی نے کتنی سلائی کٹائی سیکھی؟،،

"رشیدہ نے بڑے ناز سے کہا "بس ڈیڈی جیب کاٹنا تو سیکھ ہی لیا ہے اگلے ہفتے گلا کاٹنا بھی سیکھ لوں گی۔،،

ہلال خاں۔ ایچ۔ کیو۔ آر اسکول آسنسول

☆ دوست۔۔ "تمھاری بیوی روزانہ نئے کپڑے خرید کر تمھیں دیوالیہ کر رہی ہے۔ تم اسے روکتے کیوں نہیں؟،،

"قرض داروں سے نبٹنا آسان ہے بیوی سے نہیں۔،، دوسرے دوست نے جواب دیا۔

وسیم راجا۔ ہوسپٹل بھٹی روڈ۔ راوڑ کیلا

☆ امریکا کے شہر شکاگو میں ایک پادری نے میونسپل کارپوریشن کو فون کیا اور اپنا نام پتا بتاکر کہنے لگے۔ "میرے گھر کے سامنے ایک گدھا مرا پڑا ہے۔ براہِ کرم اسے اٹھوا دیجیے۔،، جس شخص نے فون سنا اسے مذاق سوجھا کہنے لگے۔

"لیکن جناب مرنے والوں کے کفن دفن کا انتظام تو آپ کے ذمے ہے۔،،

" جی ہاں! بے شک،، پادری نے جواب دیا۔ مگر مرنے والے کے عزیزوں سے اجازت بھی تو لینی پڑتی ہے۔،،

شہناز بانو۔ شیواجی نگر۔ گونڈی ممبئی

☆ ایک شریف آدمی (ڈاکو سے) ارے بھائی صاحب آپ نے سارے پیسے بھی لے لیے،

کپڑے بھی اتار لیے، پھر کیوں پٹائی کر رہے ہیں۔
ڈاکو۔ "خاموش۔ ہم محنت کا پیسا کماتے ہیں۔"

محمد حمزہ۔ نیو سرسید نگر۔ علی گڑھ

ایک خاتون نے پُرجوش انداز میں بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا "یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عورتیں عقل کے اعتبار سے مردوں سے کہیں زیادہ برتر ہیں۔" مردوں نے پوچھا کوئی ثبوت پیش کیجیے۔ عورت نے کہا۔ یہی دیکھیے "دنیا بھر میں پاگل مردوں کی تعداد عورتوں سے تین گنا زیادہ ہے۔ مردوں نے کہا۔ ذرا یہ بھی تو بتایئے کہ مردوں کو پاگل خانے بھجوانے والا کون ہے؟ کیا عورت نہیں ؟۔ یہ سنتے ہیں عورت نے کہا۔ یہی تو ثبوت ہے عورت کے عقلمند ہونے کا۔ وہ اپنی عقل سے مردوں کو پاگل بنا دیتی ہے اور مرد عقل مند ہوتے ہوئے بھی پاگل بن جاتے ہیں۔"

محمد فہد پاشا۔ بنگالی بازار۔ گارڈن ریچ کلکتہ

تین آدمی سفر کر رہے تھے۔ جن میں سے ایک امریکی۔ ایک روسی۔ ایک ہندستانی تھا۔ امریکی نے کہا "امریکا کا ہوائی جہاز چاند سے ٹک کر اڑتا ہے۔" تو روسی اور ہندستانی چونکے اور انھوں نے پوچھا "کیا چاند سے ٹک کر؟" تو امریکی نے کہا نہیں تھوڑا سا نیچے۔"

پھر روسی نے کہا "روس کا پانی والا جہاز سمندر کی زمین سے ٹک کر چلتا ہے۔" تو امریکی اور ہندستانی نے چونک کر پوچھا۔ "کیا سمندر کی سطح سے ٹک کر؟" تو روسی نے کہا "نہیں تھوڑا سا اوپر۔"

پھر ہندستانی نے کہا۔ "ہندستان کے آدمی ناک سے کھانا کھاتے ہیں۔" تو روسی اور امریکی نے چونک پوچھا "کیا ناک سے؟" ہندستانی کہا "نہیں تھوڑا سا نیچے۔"

شبیہہ انور۔ تلشی پور۔ گونڈہ۔ یوپی

ایک کنجوس آدمی اپنے لڑکے کو خوب پیٹ رہا تھا۔ پڑوسی نے پوچھا "ارے بھائی اتنا کیوں مار رہے ہو اسے؟" کنجوس بولا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ زینے کی ایک ساتھ دو سیڑھیاں چڑھنا تاکہ جوتے گھسنے نہ پائیں لیکن اس کمبخت نے میری بات نہ مانی۔ ایک ساتھ تین سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔"
پڑوسی: "تو اس میں مارنے کی کیا بات ہے؟"
کنجوس: "تین سیڑھیاں چڑھنے سے اس کی پتلون جو پھٹ گئی۔"

محمد جاوید کوکنی۔ مگر ولی پیر آکول

ایک آدمی نے مرغی کے بیوپاری کو لکھا کہ مجھے چند مرغیاں درکار ہیں براہِ مہربانی بھیج دیں۔ بیوپاری جب دیے ہوئے پتے پر مرغیاں لے کر پہنچا تو وہ آدمی کہیں گیا ہوا تھا اس نے باغ میں مرغیاں چھوڑ دیں اور

دروازے پر چٹ لگا کر چلا گیا۔ لکھا تھا "مرغیاں باغ میں چھوڑے جا رہا ہوں شام کو آکر پیسے لے لوں گا۔ جب آدمی آیا تو چٹ پڑھ کر باغ میں گیا۔ دیکھا کہ مرغیاں ادھر ادھر جا چکی ہیں۔ اس نے شام تک محلے میں گھوم پھر کر مرغیاں اکٹھی کر لیں۔ جب بیوپاری پیسے لینے آیا تو اس نے کہا "آپ باغ میں مرغیاں چھوڑ کر چلے گئے میں نے بڑی مشکل سے گیارہ مرغیاں اکٹھی کی ہیں۔ بیوپاری نے کہا واہ آپ تو بڑے خوش قسمت آدمی ہیں۔ میں صرف چھ مرغیاں چھوڑ گیا تھا۔ آپ نے گیارہ کر لیں۔"

ثمینہ یوسف میمن۔ امرؤتی۔ مہاراشٹر

☆ایک گلاس بنانے والی کمپنی کے باہر لکھا ہوا تھا "ہمارے یہاں خوبصورت اور مضبوط گلاس بنتے ہیں۔ ہمارے گلاس اکیس فٹ کی بلندی سے نیچے گرائیے تو بیس فٹ تک ہماری گارنٹی ہے کہ گلاس نہیں ٹوٹے گا۔

محمد عبداللہ۔ ادارہ محمدیہ۔ محمدی کھیری

☆گول گھومنے والے ایک دروازے کے ساتھ ساتھ پروفیسر صاحب بھی گھومتے جا رہے تھے آخر کار ایک شناسا نے آواز دے کر کہا "کیا بات ہے پروفیسر صاحب۔ یہ آپ دروازے کے ساتھ ساتھ کیوں چکر لگا رہے ہیں؟" "دراصل مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں اندر جا رہا ہوں یا باہر۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

م۔ ر۔ ع۔ کورٹلہ

☆اسکول میں داخلے کا فارم چیک کرتے ہوئے استاد نے پوچھا "عمر کے خانے میں تم نے عمر کیوں نہیں لکھی؟" بچے نے جواب دیا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری عمر کیا ہے۔" پھر سوچتے ہوئے کہا۔ "جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے ڈیڈی کے بیان کے مطابق میری ممی کی عمر ۲۵ سال تھی لیکن گذشتہ اتوار کو ممی نے اپنی ۲۴ ویں سالگرہ منائی ہے

غوثیہ نشاط۔ لیبت رائے گڑھ

☆استاد (شاگرد سے) برف کو جملوں استعمال کرو۔

شاگرد: پانی بہت ٹھنڈا ہے۔

استاد: اس جملے میں برف کہاں ہے؟

شاگرد: سر! وہ پانی بن گئی۔

سعدیہ بیگم۔ جگتیال ضلع کریم نگر

☆ایک صاحب گھبرائے ہوئے بیوی سے بولے۔ "بیگم میں دفتر سے آرہا تھا کہ راستے میں ایک گدھا۔۔۔۔" اتنے میں ان کی بچی بول اٹھی "ممی باجی نے میری گڑیا توڑ دی بیوی نے کہا "اچھا بیٹی تمھارے لیے ایک نئی گڑیا لائیں گے۔" ہاں تو بیگم میں کہہ رہا تھا کہ راستے میں ایک گدھا۔۔۔ اتنے میں ان کا

لڑکا بول اٹھا۔ "امی بھائی جان نے مارا۔" بیوی جھلا کر بولی۔ "خدا کے لیے تم لوگ چپ ہو جاؤ مجھے گدھے کی بات سننے دو۔"

عبدالغفار قمر۔ ور بھگہ۔ بہار

☆استاد نے کلاس میں ایک سوال پوچھا مگر سب بچوں کی انگلیاں نیچے تھیں صرف ایک ہی لڑکے کی انگلی اٹھی ہوئی تھی جو پڑھنے لکھنے میں کامل تھا۔ استاد بہت خوش ہوئے اور اسے کھڑا کیا اور پھر استاد استاد نے اپنا سوال دھرایا اگر زمین، سمندر، سورج، چاند، ستارے، موسم، ہوا، یہ سب نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟
اس لڑکے نے جواب دیا "سر! ہماری جغرافیہ کی کتاب نہ ہوتی۔"

جاوید شیخ غوث علی۔ محلہ درگاہ علی چوپڑہ

☆بیٹا: (ماں سے) امی کپڑوں پر استری کیوں کرتے ہیں؟
ماں: جھریاں مٹانے کے لیے۔
بیٹا: تو پھر دادی ماں کے چہرے کی جھریاں بھی استری سے مٹا دیجیے نا۔

تسلیم بانو بنت امجد حسین۔ شاہدہ

☆استاد: (طالب علم سے) پانی پت کی لڑائی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟
طالب علم: سر ہم لڑائی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے والدین کا کہنا ہے کہ تم لڑائی جھگڑے کی بات مت کیا کرو۔

نگار افروز۔ چیراج پور۔ اعظم گڑھ

☆ایک آدمی ایک امیر کے پاس گیا اور اپنی درد بھری کہانی شروع کی۔ اس کا لہجہ ایسا تھا۔ جس کو سن کر امیر آدمی کے آنسو نکل آئے۔ امیر آدمی نے اپنے نوکر کو آواز دی۔ وہ شخص خوش ہو گیا۔ کہ اب شاید مجھے کچھ انعام مل جائے گا لیکن جب نوکر آیا تو امیر آدمی نے کہا۔ اس کمبخت کو دھکے مار کر نکال دو۔ اس نے تو رلا رلا کر میرا برا حال کر دیا ہے۔

کہکشاں آفریں۔ اولڈ اسٹیشن روڈ راوڑکیلا

☆ایک آدمی پریشانی کی حالت میں ڈاکٹر کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب غضب ہو گیا میری بیوی نے غلطی سے پٹرول پی لیا ہے اور اب اس کی حالت یہ ہے کہ سارے گھر کے اندر دوڑتی پھر رہی ہے پلیز کچھ کیجیے۔
گھبراؤ نہیں۔ ڈاکٹر نے نہایت اطمینان سے کہا۔ گھر کے سب دروازے بند کر دو۔ جب پٹرول ختم ہو جائے گا تو وہ گاڑی خود بخود رک جائے گی۔

محمد افروز الدین گورنمنٹ ہائی اسکول جگتیال

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ خط صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں

معلومات

خلفاء راشدین اور مدت خلافت

حضرت ابو بکر صدیقؓ دو برس تین مہینے
حضرت عمر فاروقؓ دس برس چھ مہینے
حضرت عثمان غنیؓ گیارہ برس گیارہ مہینے
حضرت علیؓ چار برس نو مہینے

محمد ندیم اللہ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ کھجور سب سے زیادہ عراق میں پیدا ہوتی ہے
☆ مچھر کے منہ میں ۲۲ دانت ہوتے ہیں
☆ خرگوش ایک گھنٹہ میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ میل کا سفر طے کر سکتا ہے۔
☆ صحت مند انسان کی نبض کی رفتار فی منٹ ۷۲ ہوتی ہے۔

محمد نجیب عالم نوری۔ جی آئی اکیڈمی ارریہ

ٹیلی فون کی کہانی

ٹیلی فون انگریزی زبان کا لفظ ہے جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ٹیلی اور فون۔ ٹیلی کے معنی ہیں دور اور فون کے معنی ہیں آواز۔ مطلب آواز کو دور تک پہنچانے والا آلہ۔

سنہ ۱۹۷۱ء میں ویڈیو ٹیلی فون ایجاد ہوا اس ٹیلی فون سے بات چیت کرنے والے شخص ایک دوسرے کی شکل دیکھ سکتے ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ ٹیلی فون امریکا میں ہے۔ اس کے بعد جاپان، سوویت یونین، جرمن، فرانس، اور انگلینڈ کا نمبر ہے۔

فہیمہ کلیم۔ سراج بھون راوڑکیلا

-- یہ حسین و جمیل کائنات، یہ زمین و آسمان میں رزق رسانی اور پرورش کا بے مثال نظام، یہ روشن سورج، یہ چمکتا چاند، یہ حسین تارے، یہ اتھاہ سمندر، یہ لہلہاتے کھیت، یہ پھول سے لدے باغ، یہ دن کی ہما ہمی، یہ رات کا سکون، یہ صبح کی شگفتگی، یہ شام کی دل آویزی، یہ چیزیں پکار پکار کر اللہ کے وجود کی گواہی دے رہی ہے۔ اور ایک ایک چیز اس حقیقت کی واضح نشانی ہے کہ اس کائنات کا ایک بہترین خالق اور بے مثال رب ہے۔

عتیق الرحمن عبد العظیم، شیواجی نگر گونڈی ممبئی

پہلے نمبر پر تھا

-- ابو الفیض، اکبر کے نورتنوں میں سے پہلے نمبر پر تھے جو پنڈت اور موزخ تھے۔
-- اکبر کے نورتنوں میں دوسرے نمبر کے ابو الفیض فیضی جو ایک شاعر اور فلسفی تھے۔
-- اکبر کے نورتنوں میں تیسرے نمبر پر مان سنگھ تھے جو قابل سپہ سالار تھے۔
-- اکبر کے نورتنوں میں چوتھے نمبر پر ٹوڈر مل تھے جو باصلاحیت منتظم تھے۔
-- اکبر کے نورتنوں میں پانچویں نمبر پر بیربل تھے

جو مسخری اور حاضر جوابی میں مشہور تھے۔

☆اکبر کے نورتنوں میں چھٹے نمبر پر تان سین تھے جو سنگیت کے سمراٹ تھے۔

☆اکبر کے نورتنوں میں ساتویں نمبر پر حمام تھے جو ایک قابل حکیم تھے۔

☆اکبر کے نورتنوں میں آٹھویں نمبر پر ملا دو پیازہ تھے جو ایک حاضر جواب عالم تھے۔

☆اکبر کے نورتنوں میں نویں نمبر پر بدایونی تھے جو مشہور مورخ تھے۔

مختار شیخ سید پورہ بالاپور آکولہ

☆ابو البشر: حضرت آدمؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆ابو الانبیاء: حضرت ابراہیمؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆شیخ الانبیاء: حضرت نوحؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆کلیم اللہ: حضرت موسیٰؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆صفی اللہ: حضرت آدمؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆نجی اللہ: حضرت نوحؑ کو کہا جاتا ہے۔

☆محمد کے معنی ہیں جس کی تعریف کی گئی ہو۔

محمد انور عبد الجبار۔ شیگاؤں مہاراشٹر

☆دنیا میں ۳۔۷ ملین بچے کٹھن اور خطرناک زندگی گزار رہے ہیں۔

☆دنیا میں ۱۳۰ ملین بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ جن میں دو تہائی تعداد لڑکیوں کی ہے۔

☆دنیا میں ۱۲ ملین بچے اپنے اصلی وطن سے باہر گھروں کی زندگی گزار رہے ہیں۔

☆دنیا میں ۱۲ ملین بچے جنگوں اور خوں ریز فسادات کے نتیجے میں یتیمی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اسامہ [illegible]

☆دنیا کی سب سے بڑی موٹر امریکا میں ہے جس میں بائیس پہیے ہیں۔

☆دنیا میں سب سے زیادہ ڈاک خانے ہندستان میں ہے۔

☆دنیا میں سب سے زیادہ یونیورسٹیاں امریکا میں ہے۔ ۳۰۰ سو سے زائد۔

☆چین میں ایک ایسا پھول ہے جس کا رنگ رات میں سفید اور دن میں سورج نکلنے کے بعد سرخ ہو جاتا ہے۔

محمد شمشاد عالم۔ چکنور، درگاہ میلا ویشالی

☆بھارت میں ۷۰۰۰ ریلوے اسٹیشن ہیں۔

☆امریکہ نے برطانیہ کی ۲۰۰ برس غلامی کی۔

☆انگریزی ایک زبان ہے جس میں زبر زیر پیش نہیں ہے۔

☆دنیا میں سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن نیویارک میں ہے۔

☆بھارت کے راشٹریہ گیت کا وقت ۵۲ سیکنڈ ہے۔

عبد الرحمٰن۔ پاتور آکولہ ایم ایس

س۔ قرآن میں کتنی سورتیں ہیں؟

ج۔ ایک سو چودہ (۱۱۴)

س۔ قرآن میں کتنی آیات ہیں؟

ج۔ چھے ہزار چھے سو چھیاسٹھ۔

س۔ قرآن میں کتنے حروف ہیں؟

ج: تین لاکھ، تیس ہزار سات سو ساٹھ۔

س۔ قرآن میں کتنے الفاظ ہیں؟

ج۔ چھیاسی ہزار، چار سو تیس۔

ریاض احمد صدیقی۔ اونسی محلہ ٹولہ دربھنگہ

مخصوص صحابۂ کرام اور ان سے مروی احادیث

حضرت ابوہریرہؓ	۵۳۷۴
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۲۶۳۰
حضرت انس بن مالکؓ	۲۲۸۶
حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۱۶۶۰
حضرت جابر بن عبداللہؓ	۱۵۴۰

امتیاز احمد رحمانی۔ اشرف نگر مونگیر بہار

☆ ہندستان میں فی الحال روزانہ ۱۲۶۶۰ ریل گاڑیاں چلتی ہیں۔

☆ ہندستان میں کل ۹۰ ہوائی اڈے ہیں۔

☆ ہندستان کی بلند ترین سڑک "منالی لیہہ روڈ" ہے۔

☆ ہندستان کی کل پیداوار کا ۳۰٪ کوئلہ صرف رانی گنج میں پایا جاتا ہے۔

☆ ممبئی بندرگاہ کو ہندستان کا دروازہ کہتے ہیں۔

☆ بنگلور ہندستان کا "سوئٹزرلینڈ" کہلاتا ہے۔

محمد گلزار عالم۔ رحمانیہ ہائی اسکول آسنسول

پیامی ادبی معما نمبر ۹۵ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔ (۱) آخرت (۲) بُری (۳) بیچ (۴) ٹھکانے (۵) بھٹک (۶) قبرستان (۷) تنہائیوں (۸) گڑھے

پہلا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ فی کس ۴۰ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) فاطمہ چشتی چمن بلڈنگ بھیونڈی (۲) ساجد انصاری، مبارک پور اعظم گڑھ (۳) محمد یعقوب سہراب علی، ایوب نگر مالیگاؤں (۴) صابر امام۔ برن پور بردوان (۵) سیفی انصاری احباب کالونی ناگ پور (۶) ثمینہ خان۔ ٹھاکر دووارہ مرادآباد (۷) آصفہ عرفی۔ اکرام نگر مونگیر بہار (۸) محمد جمال عبد المنان۔ منصورہ مالیگاؤں (۹) مسرت روشن خان۔ کھیڑ، رتناگیری (۱۰) محمد غزالی۔ برہان پور ایم پی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ فی کس ۲۰ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) عظیم النساء، شاہدہ دھولیہ (۲) روبینہ رحمن سری نگر (۳) گلشن غالب اررریہ (۴) ملک عنبر ظہیر احمد ہمدانی (۵) اظہر خان، گھاٹ کوپر ممبئی (۶) ابرار احمد، مل وشارم۔ تمل ناڈو (۷) قدسیہ تبسم، چتور اے پی (۸) محمد حسن سعدی، ویلور (۹) گل افشاں عبد الباقی۔ جبل پور (۱۰) کوثر پروین۔ تھانہ مہاراشٹر۔

آدھی ملاقات

☆ ستمبر کا پیام تعلیم ملا۔ بے حد پسند آیا۔ سبھی مضامین ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ میں ڈاکٹر سید حامد حسین صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت اس مضمون کو لکھنے میں لگا دیا۔ "عقل کا امتحان،، یہ مضمون سب سے اعلا مضمون ہے۔ ویسے رشید الدین صاحب کا مضمون بھی بہت اچھا ہے۔

محمد سالک جمیل براڑ، مالیر کوٹلہ پنجاب

☆ حضرت داؤد علیہ السلام (پہلی قسط) بہت اچھی ہے۔ ایک عالم اور ایک ملّاح موسمی والے ماما کی کہانی۔ صرف ایک قانون۔ سنہرے حروف۔ پتھر باورچی بہت پسند آئے

کلیم اختر دلکش۔ سراج بھون، راوڑکیلا

☆ نومبر ۹۵ء میں میرا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

محمد خالد اعظمی۔ کھریواں سرائے میرو

☆ میں سال گذشتہ سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں۔ اب تو پیام تعلیم میرا دوست بن چکا ہے۔ پیام تعلیم ہنساتا ہے اور ہمارے دلوں کو خوش کرتا ہے۔

خیدر عباس، محلہ پورہ رانی۔ مبارک پور

☆ میں آپ کے پیام تعلیم کا نیا قاری ہوں۔ ماشاء اللہ بہت بہترین رسالہ ہے۔ پڑھنے کے بعد دلچسپی اور بڑھ گئی ہے۔ انشاء اللہ پیام تعلیم سے میرا رشتہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

محمد اقبال شمسی، بہرام پور مظفر پور، بہار

☆ اس سال میں دسویں جماعت میں ہوں اور پڑھائی کا بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں پیام تعلیم پڑھ نہیں پاتی۔ دعا کیجیے کہ میں اچھے فیصد لے کر کامیاب ہو جاؤں۔

وجیہہ خانم مرزا مجاہد بیگ۔ ممبئی

☆ میرا فرزند آپ کے پیام تعلیم میں حصہ لے چکا ہے آکولہ بھائی جاوید عزیزی جو میرے رفیق بھی ہیں ان کے بک ڈپو سے پیام تعلیم با آسانی دستیاب ہو جاتا ہے مگر میں ایک دیہات میں معلم کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ وہاں پیام تعلیم دستیاب نہیں ہے۔ اگر آکولہ جاتا ہو تو وہاں سے لے آتا ہوں۔ ہمارا اردو ادارہ ہے۔ یہاں اکیس اساتذہ کرام ہیں۔ تمام اساتذہ کرام پیام تعلیم کے شوقین ہیں۔

رفیق احمد، مدرس فخر الدین علی احمد اردو ہائی اسکول، ڈونگاؤں، تعلقہ مہکر، ضلع بلڈانہ

☆ پیام تعلیم کے دو شمارے اگست اور ستمبر کے دستیاب ہوئے۔ سب سے پہلے شروعات اگست کے شمارے سے کی۔ اب ستمبر کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ یہ شمارہ

تو واقعی خوب سے خوب تر ہے۔ اب مجھے اپنی "عقل کا امتحان" لینا ہے۔

محمد حمزہ شمسی۔ کبذہ پختہ، کوچہ چاہ آنولہ

☆ ہمارے جگری دوست اور مدرسہ جدید کے معلم عبداللہ ہلال کی بوا کا ۲۹ اگست بروز جمعرات انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت ہی ملنسار اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ تمام پیامی بھائیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

شریک غم۔ جلیل احمد جلیلی، عقیل احمد ملی، شفیق احمد ملی، حفیظ الرحمٰن انصاری، عبدالمجید سعیدی، اخلاق احمد انصاری، محمد مجاہد، محمد کاشف، اشتیاق احمد، احمد علی، مزمل حسین، طلبہ مدرسہ جدید جونی مسجد اسلام پورہ مالیگاؤں۔ مہاراشٹر

☆ میں پیام تعلیم کا اچھی طرح مطالعہ کرتا ہوں۔ یہ رسالہ مجھے بہت پسند ہے اور ہمارے گھر والوں کو بھی بہت پسند ہے۔ جب میں یہ رسالہ لاتا ہوں تو تھوڑا بھی نہیں پڑھ پاتا اور کوئی بڑا دیکھتا ہے تو ہاتھ سے چھین کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ میں نے یہ رسالہ ۹ تاریخ کو خریدا تھا اور اب ۲۶ تاریخ کو پڑھنے کو مل رہا ہے۔ میری عذرا بڑی اماں اسے بہت ہی دلچسپی سے پڑھتی ہیں۔ اس میں میرے چھوٹے بھائی کا اپریل کے رسالے میں فوٹو شائع ہوا تھا۔

ملک شاکر صابر، بڑا باگودہ، جلگاؤں

☆ جب میں نے ستمبر کے شمارے میں اپنا نام دیکھا تو شادمانی کی کلیاں ہونٹوں پر رقص کرنے لگیں اور قلم خود بخود ہاتھ میں آکر کاغذ پر پھسلنے لگا۔ اس کے لیے دل کی عمیق گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

فرزانہ آرا شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

☆ میں نے آپ کا رسالہ پیام تعلیم پڑھا اور بہت مفید ودلچسپ پایا۔ میں اس کی مستقل خریدار بننا چاہتی ہوں۔ مہربانی کر کے یہ رسالہ مجھے باقاعدہ ارسال کریں۔ ایک سال کی فیس مبلغ ۴۵ روپے بذریعے منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔

نصرت سلیم بھٹی اودھم پور۔ کشمیر نصرت

☆ ہمارے بچے بہت ہی شوق سے پیام تعلیم پڑھتے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت ہی بہترین رسالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے۔ آمین

عالیہ تسنیم۔ ورنگل۔

☆ آپ کا رسالہ پیام تعلیم ماہ اگست پہلی بار مجھ کو نظر نواز ہوا۔ ماشاء اللہ اس کے تمام مضامین عمدہ ہیں۔ خصوصاً بہترین دو۔ بہترین لو۔ قبر کا زینہ۔ میرے پسندیدہ اشعار

وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ شر سالے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

کفایت اللہ خاں حسین پورہ۔ بسرائچ

☆ اگست کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اس کے تمام مضامین قابل مطالعہ تھے۔ ہم سب مل کر دل لگا کر پڑھتے ہیں۔

محمد امتیاز رحمانی، جامعہ رحمانیہ مونگیر

☆ آپ کا پرچہ دینی، سائنسی، معلوماتی مضامین کا جانے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

آفتاب عالم اصلاحی۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵

☆ اگست کا پیام تعلیم اچھا لگا۔ اس کے لیے مبارکباد قبول فرمائیں اور اسی کے ساتھ دو شکایتیں بھی سماعت فرمائیں اور ان پر شدت سے غور کریں۔

(۱) پہلی یہ کہ بچوں کی کوششوں میں صرف مستند اور حوالہ دی گئی معلومات شائع کریں۔ آپ نے اگست کے شمارے میں مختار شیخ (بالا پور) کی تحریر شائع کی ہے جس میں حضرت عمرؓ کے نام، کنیت اور لقب سے متعلق غلطی تھی۔ غلطی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا نام عمر بن خطاب، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ اس طرح اگر غلط معلومات شائع ہو تو پیاری بھائیوں اور بہنوں کے علم پر غلط اثر پڑے گا۔

(۲) دوسرے یہ کہ قومی ملاقات کا کالم بالکل آخر میں رکھا جائے۔ کیونکہ یہ کالم درمیان میں ہونے کی وجہ سے مسلسل تحریر کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔

شائستہ انجم خلیل الرحمن۔ مالیگاؤں

☆ پیام تعلیم دستیاب ہوا۔ پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ بچوں کی کوششیں۔ قومی ملاقات اور گدگدیاں پڑھ کر میرا من خوشی سے اچھلنے لگا۔

آفتاب انور [illegible] لائبریری مبارکپور

☆ میں نے اس سے پہلے ایک خط لکھا تھا کہ جولائی کا رسالہ ملا لیکن اگست کا رسالہ نہیں ملا۔ پرسوں اگست کا رسالہ مل گیا ہے۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے بے صبری میں خط لکھا تھا۔ ہاں ایک بات اور آپ نے لکھا تھا کہ جولائی کا رسالہ دوبارہ روانہ کیا جارہا ہے ہمیں جولائی کے دونوں رسالے مل گئے ایک کو ہماری بہن پڑھنے کے لیے لے گئی تھی جو کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں نے جلدی میں آپ کو خط لکھ دیا کہ جولائی کا پرچہ نہیں ملا۔ میں آپ سے سچے دل سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ اگست کا پرچہ روانہ نہ کریں مجھے مل گیا ہے۔

انعام اے علیم جامع مسجد [illegible] کھام

قلمی دوستی

نام: اقبال احمد عمر: ۱۵سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: مومن ہاؤس قیمن اسٹریٹ۔ مخدوم کالونی بھکل۔ ۵۸۱۳۲۰

....

نام: ساجدہ پروین
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد شریف۔ مکان نمبر ۱۵۹ محلہ چوبند، نزدیک مسجد شاہ فضل والی حویلی قاضیاں مالیر کوٹلہ۔ ضلع سنگرور پنجاب

....

نام: نور جہاں
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: پابندی سے پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد شریف۔ مکان نمبر ۱۵۹ محلہ چوبند۔ نزدیک مسجد شاہ فضل والی مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور۔ پنجاب

....

نام: اسعد انور راہی عمر: ۷ سال
تعلیم: اعلیٰ
مشغلہ: دوسروں کے کام آنا
پتا: بیام گیدی ضلع ارریہ بہار

....

نام: ایاز احمد عمر: ۲۲سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۱۷/۳۰۲ "فلوریڈا"، شاستری نگر اندھیری (مغرب) ممبئی ۵۳

....

نام: محمد شاداں نعمانی
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: ہاکی کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: عادل آباد۔ مسعود نگر۔ آندھرا پردیش

....

نام: وقار احمد عمر: ۱۲سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: غریبوں کی مدد کرنا
پتا: مثالی مڈل اسکول ککڑوا ضلع ارریہ بہار

....

نام: محمد تنویر قمر راہی عمر: ۱۴سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد عمر قریشی مقام رحیم آباد۔ پوسٹ تاجپور ضلع سمستی پور۔ بہار

....

نام: محمد ظفر رضا خاں (عادل) عمر: ۱۶سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت حیدر رضا خاں۔ چوڑی پٹی روڈ۔ کشن گنج (بہار)

نام: عابد اختر عمر: ۱۰ سال
تعلیم: [illegible]
مشغلہ: [illegible] والدین کی خدمت کرنا
پتا: معرفت ناجد اراحمد شمس بابر۔ مثالی مڈل اسکول کنکرول۔ ضلع ارریہ (بہار)

....

نام: محمد ساجد انصاری
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: قاسمیہ لائبریری۔ پرانی بستی۔ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

....

نام: محمد توقیر احمد عمر: ۱۳ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پڑھنا اور کھیلنا
پتا: دہی بھات، ٹیڑھا گاچھ۔ ضلع کشن گنج بہار

....

نام: ابوبکر صدیق ہمی شاہ۔ عمر: ۱۱ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ۔ الورہاسن

....

نام: شیخ ریاض الدین عمر: ۱۵ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت شیخ یوسف الدین۔ دگھی نگر۔ قدیم جالنہ ۴۳۱۲۰۳

....

نام: محمد ارشد
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت محمد نذیر محلہ پورہ صوفی۔ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

....

نام: نغمہ ناز عرف بے بی
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت احمد پرویز۔ آسے گاؤں تعلقہ منگرول پیر ضلع آکولہ۔ مہاراشٹر

....

نام: احفاظ احمد خان عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت فرید (حاجی) خان موذن۔ دیوان پورہ منگرول پیر ضلع آکولہ۔ مہاراشٹر

....

نام: عبدالوصی ڈامودی عمر: ۹ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: جوادی اسٹریٹ دارالامین۔ مکان نمبر ۳۴۔ بھٹکل

....

نام: محمد ایوب دامدا عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کراٹے سیکھنا
پتا: اسلامیہ عربک کالج منصورہ الورہاسن

نام : رخسار خاتون
تعلیم : پہلی جماعت
مشغلہ : اخبار پڑھنا
پتا : معرفت ہلال خاں۔ لوکے روڈ۔ ریلپار۔
آسنسول۔ مغربی بنگال۔

....

نام : محمد نوید امام عمر : ۸ سال
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا : السعیل اکیڈمی۔ آزاد نگر ارریہ بہار

....

نام : محمد احسان تاجپوری عمر : ۱۶ سال
تعلیم : حافظ قرآن
مشغلہ : قرآن شریف کی تلاوت کرنا
پتا : مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بکھونی۔ ضلع ستی
پور (بہار)

....

نام : محمد تبریز اختر
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : غریبوں کی مدد کرنا
پتا : معرفت ناز ڈریسز۔ بسرا۔ سندر گڑھ
اڑیسہ

....

نام : محمد اظہار ابن شاب الدین اعظمی
تعلیم : عربی سوم
مشغلہ : نعت پڑھنا۔
پتا : مدرسہ مفتاح العلوم ہندستانی مسجد
بھونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

....

نام : آفرین افشاں (خوشبو)
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : آزاد فلور مل۔ ریل پار، جہانگیری محلہ
پوسٹ آسنسول ضلع بردوان۔ مغربی بنگال

....

نام : حیدر نیر عمر : ۱۳ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مقام پوسٹ امواممۃ الشیخ۔ ولیاپور اہی
ضلع شیوہر۔ بہار

....

نام : اسماعیل خان۔ جے کے۔ عمر : ۲۰ سال
تعلیم : بی اے
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : نعل صاحب پورہ۔ امروتی

....

نام : محیف خاں عمر : ۱۲ سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : پڑھنا اور کھیلنا
پتا : السعیل اکیڈمی ارریہ۔ بہار

ایک نظر ادھر بھی

پیامی ادبی معما کا حل بغیر ٹوکن کے قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس لیے برائے کرم حل بھیجتے وقت لفافے کے اندر ٹوکن والا حل ہی ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

"ہمارے داہنے ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لاالہ الااللہ" سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

۱۹۹۶	جلد ۴۴	شمارہ ۱۲

فی پرچہ : /5روپے۔۔۔ سالانہ : /45روپے
سرکاری اداروں سے۔۔۔ : /65روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) : /320روپے

اڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر :
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
فون اور ٹیلی فیکس نمبر : 6910191
شاخیں :
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ ۱۹۹۶ء کا آخری شمارہ ہے۔ اگر ہم پلٹ کر دیکھیں تو یہ سال بھی پچھلے سالوں کی طرح اچھا نہیں گزرا۔ ملک کے لیے بھی اور جامعہ برادری کے لیے بھی بلکہ جامعہ برادری کے لیے تو یہ سال بڑا منحوس ثابت ہوا۔ کیسی کیسی بلند پایہ ہستیوں کا سایہ جامعہ برادری کے سر سے اٹھ گیا سوچتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ سابق شیخ الجامعہ انور جمال قدوائی، سابق شیخ الجامعہ علی اشرف، شیخ الجامعہ بشیر الدین احمد، ممتاز عالم پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی اور پروفیسر ماجد علی خاں، یہ وہ عظیم ہستیاں تھیں جن کے چلے جانے سے تعلیم و تدریس کے شعبے میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔ اب رہا ملک کا حال، تو بہت بڑے پیمانے پر فسادات تو نہیں ہوئے البتہ ان کی جگہ بڑے پیمانے پر گھٹالوں نے لے لی۔ ان گھٹالوں میں نام لیے جا رہے ہیں ملک کے سیاسی رہنماؤں کے۔ اللہ رحم کرے۔ یہ سطور لکھی جا رہی تھیں کہ دہلی کے قریب ہی ایک نہایت بھیانک اور تکلیف دہ ہوائی حادثہ ہوا۔ اس نے سیکڑوں گھروں کی خوشیاں ہمیشہ کے لیے چھین لیں۔ تین سو سے زائد مسافر پلک جھپکتے ہی اس دنیا سے اس دنیا میں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

"آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے"

اللہ تعالیٰ ان کے عزیز و اقارب کو صبر کی تلقین فرمائے۔ آمین

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

اصحابِ کہف

منورہ نوری خلیق

کہف کے معنی ہیں وسیع ترین غار اور اصحاب کہف سے مُراد ہے غار والے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے چند جوان تھے، جو اپنا ایمان بچانے کے لیے ایک غار میں چھُپ کر سو گئے تھے۔ یہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ سلطنت روم کا فرماں قیصر ڈیسیس جس نے ۲۴۹ء سے ۲۵۱ء تک روم پر حکومت کی، بت پرست تھا لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اور ان پر وہ تشدد کرتا جو کر سکتا تھا۔ اسے کسی مقابلہ میں فتح نصیب ہوئی تو قیدیوں میں کچھ جوان آئے جن کی حقیقت نہ جانتے ہوئے قیصر ڈیسیس نے انھیں مختلف کاموں پر مامور کر دیا۔ یہاں رہتے ہوئے یہ لوگ قید و بند کی زندگی گزارنے لگے۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کی امت کے جوان تھے لیکن ان کے نام کیا تھے اور ان کی تعداد کتنی تھی۔ اس کے بارے میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ پانچ تھے اور یہ ان کے نام تھے۔ کوئی کہتا ہے وہ سات تھے آٹھواں اُن کا کتا اور یہ یہ ان کے نام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان باتوں کی وضاحت نہیں فرمائی اور اس موقع کے لیے اتنا ہی ارشاد فرمایا ہے: "بعض لوگ اٹکل پچو کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کُتا، بعض کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کُتا اور بعض کہیں گے وہ سات تھے آٹھواں ان کا کُتا تھا۔ (اے نبی) آپ کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے اور انھیں جانتے بھی ہیں تو تھوڑے لوگ ہی جانتے ہیں۔ بس آپ ان کی تعداد پر بھی بحث نہ کیجیے اور نہ ان کے متعلق کسی سے طویل گفتگو کیجیے۔" (سورۃ الکہف۔ آیت ۲۲)

بہرحال یہ جوان قیصر ڈیسیس کی حکومت میں قیدی تھے۔ ایک دن اُن بت پرستوں اور اُن کے مُشرک بادشاہ کی عید تھی جس کی خوشی میں سب کو کھیل تماشے دیکھنے کی عام اجازت تھی چنانچہ یہ جوان بھی کچھ اور لوگوں کے ساتھ میلے میں گئے۔ انھوں نے دیکھا کہیں کھیل ہو رہے تھے کہیں شعبدے دکھائے جا رہے تھے۔ کہیں نجومی خواہ مخواہ تقدیر کا حال بتا کر عوام کو مرعوب کر رہے تھے۔ یہ ان سب چیزوں کو حسرت سے دیکھتے ہوئے میلے میں گھوم

رہے تھے۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک جگہ زبردست ہجوم ہے۔ وہاں رنگ برنگی چادروں اور زیورات سے ڈھکے ہوئے جانور موجود ہیں۔ وہ آگے بڑھے تو تعجب میں رہ گئے۔ اس میلے میں اس قوم کی مقدس دیوی اور اس کے دائیں بائیں رکھے ہوئے لاتعداد بتوں کے سامنے ان جانوروں کی قربانی پیش کی جارہی تھی۔ کچھ لوگ ان بتوں کا طواف کر رہے تھے۔ کچھ انھیں سجدہ کر رہے تھے اور کچھ لوگ ہاتھ پھیلا کر ان سے دُعائیں مانگ رہے تھے۔

اس منظر کو دیکھ کر ان نوجوانوں کو بہت دُکھ ہوا۔ وہ توبہ واستغفار کرتے اور خدا کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے چُپ چاپ وہاں سے رخصت ہوگئے۔

اس وقت تک وہ جوان نہ ایک دوسرے کے نام جانتے تھے، نہ ایک دوسرے سے واقف تھے۔ لیکن ان سب کا عقیدہ ایک ہی تھا اور یہ بات صرف خدا کو معلوم تھی۔ انھیں خود بھی معلوم نہ تھا کہ دوسرے کے دل میں کیا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے۔ بس اپنے اپنے طور پر وہ سب ہی دل ہی دل میں اس قوم کے شرک اور ان کے بتوں کو ناپسندیدہ انداز سے دیکھتے ہوئے اس قوم کے عمل سے نفرت کر رہے تھے اور اپنے خدائے لاشریک سے توبہ کر رہے تھے۔ شاید خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو نورِ بصیرت سے روشن کر دیا تھا اور انھیں یکجا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ یکے بعد دیگرے اس میلے سے نکل کر ان کے قدم ایک ہی جانب بڑھنے لگے۔ پہلے ایک شخص توبہ واستغفار کرتے ہوئے میلے سے نکلا اور دور ایک گھنے درخت کے سائے میں بیٹھ کر اپنے خدا کو یاد کرنے لگا۔ پھر دوسرا میلے سے نکلا اور اسی درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے یہ سب وہاں جمع ہوگئے تو اچانک انھیں ایک دوسرے کا خیال آیا اور ایک نوجوان دوسروں کو مخاطب کر کے بولا: "بھائیو! بھلا تم کیوں اس ہنگامہ سے کٹ کر یہاں تنہائی میں کیوں آ بیٹھے ہو؟ تم نے کسی کھیل یا خرید و فروخت میں حصّہ لیا نہ کھیل تماشوں میں؟"

یہ سُن کر ان سب نے باری باری ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک شخص نے سوال کرنے والے آدمی سے پوچھا "پہلے تم ہی وضاحت کرو کہ تم ان سب لوگوں سے کنارہ کش ہو کر یہاں کیوں آئے ہو؟"

اس سوال پر وہ شخص صاف گوئی کے ساتھ بولا: "حقیقت تو یہ ہے کہ یہ غیر ملک ہے، غیر حکومت۔ میں اپنے دل کا حال کسی سے کہنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہاں ہر وقت جان کا خطرہ ہے لیکن اب جو بھی گزر جائے میں یہ ضرور کہوں گا کہ آج میں نے جو منظر دیکھا ہے اس نے مجھے بے حد تکلیف دی ہے۔ عبادت اور پرستش، سجدے اور قربانی صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں۔ وہی ان کے قابل ہے۔ وہ جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ زندگی اور موت

کا مالک ہے۔ عزت اور دولت جس کے اختیار میں ہے۔ بھلا اس جیسی ہستی کو چھوڑ کر ان بتوں کی پوجا کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ یہ قوم بہت بے وقوف اور ناعاقبت اندیش ہے۔ میں چاہتا ہوں خدا اس میں اور مجھ میں جدائی ڈال دے اسی لیے میں ان سے کنارہ کش ہو کر اس درخت کے سائے میں آگیا ہوں کہ شاید کوئی راہ نکل آئے۔"

وہ شخص خاموش ہوا تو باقی اسے اپنائیت اور محبت سے دیکھنے اور اپنا اپنا حال کہنے لگے۔ کوئی بولا "تمھارے اور میرے حالات ہی نہیں، عقیدے بھی ایک جیسے ہیں۔ تم میرے دوست ہو۔ میں بھی قیدی بن کر یہاں آیا اور یہاں تکلیف دہ زندگی گزار رہا تھا لیکن جو تکلیف آج ہوئی ہے کبھی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر مٹی اور پتھر کے حقیر بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ناقابلِ برداشت ہے۔" اس طرح ایک ایک کر کے سب نوجوان اپنا حال کہنے لگے۔ انھیں لگا اس ملک میں وہی ہیں جن کا عقیدہ اور معبود ایک ہے اور صحیح معنوں میں وہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اس طرح وہ سب ہم خیال ہوئے اور شہر واپس نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت ان سب کو اندازہ تھا کہ بادشاہ ان کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ اوّل تو وہ ہر روز سب کو دیکھتا نہ تھا، دوسرے انھیں یہاں جمع ہوتے اور شہر چھوڑتے کسی نے دیکھا نہیں تھا لہٰذا اسی گوشۂ عافیت کو انھوں نے اپنا مسکن بنایا اور رہنے لگے۔

اس موقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دو صدی بعد کا زمانہ تھا۔ اس وقت لوگ قیامت اور حشر کے دن زندہ ہونے کے عقیدے کے منکر تھے۔ کسی کو یقین نہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔ اُن کے دِلوں میں انکار اقرار کی کیفیت تھی۔ کچھ کے دِلوں پر خُدا کا ذکر اثر کرتا تھا۔ کچھ روگردانی کرتے تھے۔ ایسے میں اس قوم میں جادوگری کا سب سے بڑا مرکز یہی شہر تھا۔ اس شہر کے جادوگر اور فال نکالنے والے دُور دُور تک مشہور تھے۔ ایسے ماحول میں چند توحید پرستوں کا زندہ رہنا آسان بات نہ تھی۔

ان جوانوں کو شہر سے نکلے ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اور اُس نے اپنے فوجی اُن کے پیچھے لگا دیے کہ جیسے بھی ہو انھیں پکڑ کر لاؤ اور بتوں کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور کرو۔ اگر وہ سجدہ کرنے سے انکار کریں تو قتل کر دو۔ یہ خبر سُن کر وہ نوجوان موت سے نہیں بلکہ شرک سے خوف زدہ ہو کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتے ہوئے بھاگنے لگے۔ اسی راہ میں انھیں چند چرواہے ملے جنھوں نے صورتِ حال جان کر ان کے عقیدے اور ایمان سے متاثر ہو کر ان ہی کا دین اختیار کیا اور

ان کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا جسے وہ پیچھے چھوڑنا چاہتے تھے مگر وہ ان کے ساتھ ساتھ رہا۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے وہ ایک وسیع تو بن غار تک پہنچ گئے۔

شاید اس وقت انھیں یقین تھا کہ وہ آگے سفر کریں گے لیکن فی الحال قیصر کے جاسوسوں سے بچنے کے لیے یہ غار بہت مناسب تھا۔ یہ سوچ کر انھوں نے خدائے تعالیٰ سے دُعا کی تو خدا نے انھیں محفوظ کرنے کے لیے سکون کی نیند سُلا دیا۔ قرآنِ پاک میں اس موقع کے لیے فرمایا گیا ہے۔ "جب وہ چند جوان غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے تو انھوں نے دُعا کی۔ اے پروردگار! ہمیں اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کردے۔ تب ہم نے انھیں اسی غار میں سالہا سال کے لیے گہری نیند سُلا دیا۔ پھر ہم نے انھیں بیدار کیا تاکہ اندازہ کریں کہ اُن کے دو گروہوں میں سے کون سا اپنی مدّتِ قیام کا ٹھیک ٹھیک شمار کرتا ہے۔" (سورہ الکھف آیت ۱۲)

جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے انھیں سالہا سال کے لیے گہری نیند سُلا دیا یعنی قیصرِ روم کے مظالم سے بچ کر وہ غار میں پناہ لینے گئے تو قدرت نے ان پر نیند طاری کر دی۔ وہ سب اندر سو گئے اور ان کا کتا غار کے دہانے پر بیٹھا رہا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا۔ قیصر اپنی مدّت اور عمر مکمل کرکے مرگیا۔

معلومات

دُنیا کا سب سے وزنی قرآن:

دُنیا کا سب سے وزنی قرآن ایران میں قم کے مقام پر پچھلے دس سال سے تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس کی لمبائی پونے دو گز اور چوڑائی سوا گز ہے۔ اس کے صفحات چھ سو اور وزن تین ہزار کلوگرام ہے۔ اس کی تحریر میں تین صد مختلف رنگ استعمال کیے گئے ہیں۔

علمائے دین جو اس کے دور میں خوف زدہ رہتے تھے۔ اس کے بعد تبلیغ دین کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ پوری رومی سلطنت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تعلیمات پر عمل کرنے لگی۔ یہاں تک کہ وہاں پوری طرح ایک انقلاب آگیا اور صدیاں بیت گئیں۔ تب خدائے تعالیٰ نے اُن سب کو نیند سے بیدار کیا۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک بولا۔

"دوستو! لگتا ہے ہم کافی دیر سوتے رہے ہیں۔"

"ہاں" دوسرا بولا "تمھارے خیال میں ہم کتنی دیر سوتے رہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے شاید ہم لوگ دن بھر سوتے رہے ہیں" تیسرے نے کہا۔

"خیر یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر آرام کرتے رہے۔ چلو اب ایسا کرتے ہیں کہ یہاں سے چُھپ کر نکل جاتے ہیں؟" ایک نے مشورہ دیا۔

تھوڑی دیر یہ لوگ باتیں کرتے رہے پھر کسی

نے کہا: "کیوں نہ ہم سفر شروع کرنے سے قبل کچھ کھالیں۔ ہم میں سے صرف ایک چاندی کا سکہ لے کر جائے اور کھانا لے آئے لیکن خیال رہے کہ قیصر کے ہرکارے یا کوئی جاسوس اسے دیکھ نہ لے۔ اس وقت ان کا مقصد ہمیں ہر طرح سے بتوں کے سامنے جھکانا ہے اور انکار کی صورت تو معلوم ہی ہے۔ ہم فرار ہونے والوں کو تو وہ ہر طرح کی سزا دیں گے۔"

اس گفتگو کے بعد ان میں سے ایک جوان چاندی کا ایک سکہ لے کر اس غار سے باہر نکلا تو بدستور دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور دور دور زندگی کے وہی آثار تھے۔ اس نے احتیاط سے پوشیدہ جگہ رک کر نظر ڈالی تو اس وقت قیصر کے جاسوس کہیں نظر نہ آئے تب وہ سکہ ہاتھ میں لیے تیز تیز قدموں کے ساتھ نانبائی کی دکان کی طرف بڑھ گیا اور یہاں بھی اس نے غور کیا کہ کوئی پہچان لینے والا تو نہیں ہے۔ جب ہجوم قدرے کم ہوا اور نانبائی کی صورت بھی نئی محسوس ہوئی تو وہ اس اطمینان کے ساتھ کہ کسی نئی دکان پر آیا ہے۔ اس کی طرف بڑھا اور چاندی کا سکہ نانبائی کو دیتے ہوئے بولا: "بھائی! اس کی روٹیاں اور سالن دے دو۔"

نانبائی نے سکے کو دیکھا پھر اُسے دیکھا اور رازداری سے بولا: "اے جوان! یہ سکہ کہاں سے لائے ہو؟"

اس سوال کو اس جوان نے حیرانی سے سُنا اور کہا: "میرا سکہ ہے۔ میں تم سے کھانا طلب کر رہا ہوں۔ تم کھانا دے دو۔"

نانبائی حیرت زدہ سا اسے تکتا رہا پھر بولا۔ "سچ بتادو تم نے یہ ذخیرہ کہاں سے کھود کر نکالا ہے؟"

اسی دوران میں یہ گفتگو سُن کر ہجوم اکٹھا ہو گیا، جو بھی اس سکے کو دیکھتا، تعجب کے ساتھ دوسرے کو دکھاتا۔ ہر آدمی اس نوجوان سے پوچھ رہا تھا کہ بتاؤ یہ خزانہ کہاں دفن تھا؟

آخر کار اس جوان نے کہا: "ہم چند مظلوم دوست ہیں جو قیصر کے ظلم سے بچ کر غار میں چھپ گئے تھے۔ جہاں ہمیں نیند آگئی۔ اب جاگے ہیں تو بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ یہ سکہ وہی ہے جو سوتے وقت ہمارے پاس تھا۔ ہمیں کسی دفینے یا خزانے کی خبر نہیں ہے۔"

اسی دوران میں حکومت کے سپاہی بھی وہاں آگئے اور یہ خبر اس وقت کے قیصر تک پہنچ گئی۔

۴۵۰ء کا یہ زمانہ دوسرے قیصر کا تھا۔ جس کا نام قیصر تھیوڈوسیس ثانی بتایا جاتا ہے۔ اس کے زمانہ میں رومی سلطنت اور قوم نے پوری طرح سے عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اور دنیا ہی بدل چکی تھی۔

اوّل تو یہ جوان لباس، وضع قطع اور شاید زبان کے لحاظ سے بھی ان لوگوں سے مختلف تھا۔ دوسرے اس نے دکان دار کو صدیوں پُرانا سکّہ دیا تھا۔ جس نے سب کو چونکا دیا اور جب اس نے اپنے غار میں چھپنے کی وجہ بیان کی تو سننے والے سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ آخرکار حکومت کے سپاہی اُسے لے کر غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو سُنتا حیران ہوکر ساتھ ہو لیتا تھا۔ ہر فرد کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ دیکھو لوگو! یہ وہ جوان ہیں جو صدیوں قبل اپنا ایمان بچانے کے لیے چھپ گئے تھے۔ اس طرح بہت سے لوگ، اس غار تک پہنچ گئے۔

یہ جوان اُن سب سے پہلے غار کے اندر داخل ہو گیا جہاں اس کے ساتھی کھانے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے کہا: "بھائیو! خدا سے بڑھ کر کوئی قوّت والا نہیں ہے۔ وہی عبادت کے قابل ہے جس نے ہم پر صدیوں تک نیند طاری رکھی۔"

اصحابِ کہف نے یہ بات حیرانی سے سُنی اور جان گئے کہ وہ برسوں بھی نہیں بلکہ صدیوں سوتے رہے ہیں۔ یہ جان کر انھوں نے کلمہ پڑھا اور لیٹ گئے۔ اس بار خدا نے ان پر نیند نہیں بلکہ موت طاری کر دی تھی۔

اس وقت وہ لوگ جو قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے کو جھٹلاتے تھے۔ دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئے۔ پھر انھوں نے اندر کے منظر کو حیرانی سے دیکھا اور بولے: "اس غار کے سامنے ایک دیوار چُن دو۔"

کسی نے کہا: "نہیں اس غار کے دہانے پر ایک عبادت گاہ بنانا چاہیے تاکہ ان لوگوں کے تقدّس کا اظہار ہو۔"

اس جگہ عبادت گاہ تو نہیں بنائی گئی لیکن ان لوگوں نے یہاں ایک رقیم (کتبہ) نصب کر دیا۔

اس طرح خدائے تعالیٰ نے قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے کا انکار کرنے والوں کو اس بات کا قائل کر دیا کہ جس خدا کی قدرت کی نشانیاں ہر شے سے ظاہر ہوتی ہیں، جس نے انسان، چاند سورج، زمین آسمان سب کو پیدا کیا، اس کے لیے یہ بات بھی مشکل نہیں کہ وہ چند جوانوں کو صدیوں تک سُلائے رکھے اور پھر اسی شکل و صورت اسی جسم اور اسی عقل کے ساتھ بیدار کر دے۔ قرآنِ پاک میں سورۃ الکہف میں آیت ۹ سے آیت ۲۶ تک اس واقعہ کو خدائے تعالیٰ نے بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

امین حزیں
نانا پیٹھ - پونے ۴۱۱۰۰۲

امّی کی پریشانی

منّے تم کو کیا سمجھاؤں؟
مارو بھی تو کیونکر ماروں؟
بھیّا کی کاپی لیتے ہو
اس پر کچھ بھی لکھ دیتے ہو
اُون کا بنڈل لے کر تم نے
کر دیے سارے اون کے ٹکڑے
لے کر یہ کمپاس کا ڈبّا
کر دیا ہے پرکا کو ٹیڑھا
منہ دھونے حمام میں چل کر
ختم کیا سب صابن مل کر
تیل مَلا ہے سارے سر پہ
چھوڑ دی شیشی نیچے گرا کر
کھانا اپنے کیسے کھایا
سارے گھر میں پانی گرایا
رنگ و برش لے کر منّے تم
فرش پہ پھیلاتے ہو ہر دم
چوزے کو ڈبّے میں رکھا
مر گیا وہ چوزہ بے چارہ
دن بھر اُلٹ پُلٹ کرتے ہو
جانے کیا کھٹ پٹ کرتے ہو
تنگ آئی ہوں تم سے بابا
اب ماریں گے تم کو ابّا

عادل اسیر دہلوی
۲۲۱۲ پھاٹک تیلیان، ترکمان گیٹ
دہلی ۶

ننھا سائنس داں

اک بچّے نے رات گگن پر
دیکھے کچھ تارے تو سوچا

اِن کو اتنی دُور پہ جا کر
کس نے بجلی سے چمکایا

تھوڑی دیر کے بعد ہوا یہ
چاند بھی چم چم کرتا نکلا

چاند کو دیکھ کے اس نے سوچا
شاید اپنی بجلی دے کر

تاروں کو چمکایا اس نے
صبح کو سو کر اٹھا تو وہ

خوش تھا راز کی بات یہ پا کر
پھر جب وہ اسکول میں پہنچا

تارے جگمگ کیوں کرتے ہیں
دوستوں کو یہ نکتہ بتلایا

ڈاکٹر سید حامد حسین
(تیسری قسط)
۵ سلور لائن اپارٹمنٹس۔ اے سیکٹر (بی ڈی اے)
کوہ فضا، بھوپال ۴۶۲۰۰۱

> ایک دوست نے دوسرے دوست سے ناراض ہوتے ہوئے کہا "تم نے میرے دشمن کو لمبی عمر کی دعا کیوں دی؟"
> دوسرا دوست: تم بھی کتنے احمق ہو یہ بھی نہیں جانتے کہ لمبی چیز جلد ٹوٹ جاتی ہے۔

عقل کا امتحان

مقابلے کے امتحانات میں دیئے جانے والے سوالات کے نمونے پر

چھوٹے بڑے کا فرق

اس قسم کے سوالوں میں ہمارے لیے الجھن اس طرح پیدا کی جاتی ہے کہ کسی ایک چیز کو بتایا جاتا ہے کہ وہ دوسری چیز سے چھوٹی ہے۔ لیکن کچھ دوسری دو چیزوں کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان میں سے بڑی کون سی ہے۔ کہیں "چھوٹی نہیں" یا "بڑی نہیں" کہہ کر چیزوں کے تعلق کو بتاتے ہیں۔ عقل کے امتحان کے سوالوں کو حل کرتے وقت سب سے پہلے یہ الجھن دور کرنا چاہیے۔ چھوٹے بڑے کے فرق سے بنائے گئے سوالوں میں اپنی الجھن اس طرح کم کر سکتے ہیں کہ سوال میں جہاں اس قسم کا چھوٹے اور بڑے کا فرق بتایا گیا ہے اُسے ایک ہی اصول پر لے آئیں۔ یعنی جیسے ہم یہ طے کر لیں کہ کون کس سے چھوٹا ہے تو جتنے بھی تعلق دیئے گئے ہیں اُن کو "کون کس سے چھوٹا ہے" کی بنیاد پر بدل لیں اور اس کے بعد اپنا سوال حل کریں۔ اس مثال کو توجہ کے ساتھ سمجھیں۔

سوال ۱: ایک کلاس میں چھ لڑکے ہیں جن میں سے کسی کا قد دوسرے کے برابر نہیں ہے۔ اکبر، داؤد سے چھوٹا ہے۔ سلیم، عمر سے بڑا ہے۔ بدر، اکبر سے بڑا نہیں ہے۔ عمر، داؤد سے چھوٹا نہیں ہے۔ یہ بتائیے کہ سب سے لمبا قد کس کا ہے اور سب سے چھوٹا کون ہے۔

جواب: سب سے بڑا سلیم اور سب سے چھوٹا بدر ہے۔

حل: پہلے یہ طے کر لیجیے کہ دی ہوئی معلومات کو کس بنیاد پر رکھ کر کرنا پڑتا ہے۔ جیسے ہم "چھوٹا ہے" کو بنیاد بنائیں تو معلومات کو اس طرح لکھنا ہوگا۔

(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "چھوٹا ہے" کی بنیاد پر معلومات
۱ اکبر، داؤد سے چھوٹا ہے	اکبر، داؤد سے چھوٹا ہے (کوئی فرق نہیں)
۲ سلیم، عمر سے بڑا ہے	عمر، سلیم سے چھوٹا ہے
۳ بدر، اکبر سے بڑا نہیں ہے	بدر، اکبر سے چھوٹا ہے
۴ عمر، داؤد سے چھوٹا نہیں ہے	داؤد، عمر سے چھوٹا ہے

اب "چھوٹا ہے" کو دھیان میں رکھتے ہوئے (ب) میں دی گئی معلومات سے سلسلہ تیار کریں گے تو اس طرح بنے گا۔

(۳) بدر، اکبر سے چھوٹا ہے۔ (۱) اکبر، داؤد سے چھوٹا ہے۔

(۴) داؤد، عمر سے چھوٹا ہے۔ (۲) عمر، سلیم سے چھوٹا ہے۔

اس طرح بدر سب سے چھوٹا اور سلیم سب سے بڑا ہے۔

سوال ۲ : پانچ ندیوں کے نام الف، ب، ج، د، ہ ہیں۔ ان میں سے الف، ب سے چھوٹی لیکن ہ سے لمبی ہے۔ ج سب سے لمبی ہے اور د، سب سے تھوڑی کم لمبی اور الف سے تھوڑی زیادہ لمبی ہے۔ سب سے چھوٹی ندی کون سی ہے۔

جواب :۔ "ہ"

سطر	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "چھوٹی ہے" کی بنیاد پر
۱	الف، ب سے چھوٹی ہے	الف، ب سے چھوٹی ہے (کوئی فرق نہیں)
۲	الف، ہ سے بڑی ہے	ہ، الف سے چھوٹی ہے
۳	ج سب سے لمبی ہے	(کوئی فرق نہیں)
۴	د، ب سے تھوڑی کم لمبی ہے	د، ب سے چھوٹی ہے
۵	د، الف سے تھوڑی زیادہ لمبی ہے	الف، د سے چھوٹی ہے

اب انھیں جمائیں تو یہ معلوم ہوگا کہ

(۲) ہ، الف سے چھوٹی ہے۔ (۵) الف، د سے چھوٹی ہے۔

(۴) د، ب سے چھوٹی ہے۔ (۳) ج سب سے لمبی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ "ہ" سب سے چھوٹی ہے۔ اس سوال کے حل کرنے میں معلومات (۱) کا کوئی خاص کام نہیں پڑا۔ وہ دوسری معلومات میں یعنی (۵) و (۴) میں اپنے آپ شامل ہوگئی۔

سوال ۲: طاہرہ، قمر سے لمبی ہے۔ صفیہ، نعیمہ سے چھوٹی ہے۔ رفیقہ کے دائیں طرف دو لڑکیاں ہیں۔ صفیہ طاہرہ سے لمبی ہے۔ اگر سب لڑکیاں اپنے قد کے حساب سے ایک قطار میں کھڑی کی گئی ہیں تو (۱) سب سے لمبی لڑکی کون ہے۔ (۲) سب سے کم کس لڑکی کا قد ہے اور (۳) رفیقہ کہاں کھڑی ہے۔

جواب: ۱۔ نعیمہ ۲۔ قمر ۳۔ بیچوں بیچ میں۔

حل:	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "چھوٹی ہے" کی بنیاد پر
۱	طاہرہ، قمر سے لمبی ہے	قمر، طاہرہ سے چھوٹی ہے
۲	صفیہ، نعیمہ سے چھوٹی ہے	(کوئی فرق نہیں)
۳	صفیہ، طاہرہ سے لمبی ہے	طاہرہ، صفیہ سے چھوٹی ہے

اس کا مطلب ہے (۱) قمر، طاہرہ سے چھوٹی ہے (۳) طاہرہ، صفیہ سے چھوٹی ہے (۲) صفیہ، نعیمہ سے چھوٹی ہے۔ یعنی قمر سب سے چھوٹی اور نعیمہ سب سے بڑی ہے۔

کیونکہ رفیقہ کے دائیں جانب دو لڑکیاں ہیں تو پانچ لڑکیوں میں سے باقی دو لڑکیاں اس کے بائیں طرف ہیں یعنی رفیقہ بیچوں بیچ میں ہے۔

سوال ۳: شفیق عمر میں پرویز سے بڑا ہے۔ قیصر کی عمر انجم کی عمر کے برابر ہے۔ اظہر سلیم سے چھوٹا ہے اور سلیم انجم کے برابر ہے۔ پرویز، قیصر سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ عمر کس کی ہے۔

جواب: شفیق کی۔

حل:	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "چھوٹی ہے" کی بنیاد پر
۱۔	شفیق پرویز سے بڑا ہے	پرویز، شفیق سے چھوٹا ہے۔
۲۔	اظہر سلیم سے چھوٹا ہے	اظہر، قیصر سے چھوٹا ہے۔
۳۔	پرویز، قیصر سے بڑا ہے	قیصر، پرویز سے چھوٹا ہے
۴۔	قیصر، انجم کے برابر ہے	
۵۔	سلیم، انجم کے برابر ہے	

(۲) میں اظہر کو سلیم سے چھوٹا بتایا ہے۔ (۵) میں سلیم انجم کے برابر ہے۔ (۴) میں انجم قیصر کے برابر

ہے۔ اس لیے سلیم قیصر کے برابر ہوا اور (۲) میں ہم کہیں گے کہ اظہر قیصر سے چھوٹا ہوگا۔ اور (ب) کی معلومات کو جانیں تو۔

(۲) اظہر، قیصر سے چھوٹا ہے (۳) قیصر، پرویز سے چھوٹا ہے۔

(۱) پرویز، شفیق سے چھوٹا ہے

اس کا مطلب ہوا کہ شفیق سب سے بڑا ہے۔

سوال ۵ : پانچ لڑکے کسی پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ جمیل، مشتاق کے پیچھے ہے۔ رشید، گوہر کے آگے ہے۔ کمال، گوہر اور مشتاق کے بیچ میں ہے۔ اوپر سے دوسرا کون ہے۔

جواب : گوہر۔

حل :	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "پیچھے ہے" کی بنیاد پر
۱	جمیل، مشتاق کے پیچھے ہے	(کوئی فرق نہیں)
۲	رشید، گوہر کے آگے ہے	گوہر، رشید کے پیچھے ہے
۳	کمال، گوہر اور مشتاق کے بیچ ہے	(رشید۔ گوہر، کمال، مشتاق۔ جمیل)

اس طرح اوپر سے نیچے، دوسری جگہ پر گوہر ہوا۔

سوال ۶ : واحد، رحیم سے قد میں لمبا ہے لیکن اسد سے چھوٹا ہے۔ جمال اسد سے زیادہ لمبا ہے۔ سعید، واحد سے بڑے قد کا ہے۔ رحیم، سعید سے چھوٹے قد کا ہے۔ ان سب میں سب سے چھوٹے قد کا کون ہے۔

جواب : رحیم۔

حل :	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "چھوٹا ہے" کے حساب سے
۱	واحد، رحیم سے لمبا ہے	رحیم، واحد سے چھوٹا ہے
۲	واحد، اسد سے چھوٹا ہے	(کوئی فرق نہیں)
۳	جمال، اسد سے لمبا ہے	اسد، جمال سے چھوٹا ہے
۴	سعید، واحد سے بڑا ہے	واحد، سعید سے چھوٹا ہے
۵	رحیم، سعید سے چھوٹا ہے	(کوئی فرق نہیں)

(۱) رحیم، واحد سے چھوٹا ہے (۴) واحد، سعید سے چھوٹا ہے

(۵) رحیم، سعید سے چھوٹا ہے لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ (۱) اور (۴) کو ملا کر یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

(۲) واحد، اسد سے چھوٹا ہے (۳) اسد، جمال سے چھوٹا ہے

اس طرح چھوٹے سے بڑے کا سلسلہ یہ بنا۔

رحیم، واحد، سعید (اسد) جمال۔ یہاں ہم کو یہ نہیں معلوم کہ سعید، اسد سے بڑا ہے یا چھوٹا ہے۔ لیکن جواب پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیوں کہ ہمیں تو سب سے چھوٹے قد والے کا نام معلوم کرنا ہے جو رحیم ہے۔

سوال ۵: آفاق، بشیر اور غفور سے چھوٹا ہے۔ صادق، بشیر سے چھوٹا اور غفور سے بڑا ہے۔ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔

(۱) آفاق، صادق سے بڑا ہے (۲) صادق ان میں سب سے بڑا ہے

(۳) غفور، آفاق سے چھوٹا ہے (۴) غفور، بشیر سے بڑا ہے

(۵) غفور ان میں سب سے چھوٹے سے بڑا ہے۔

جواب: (۵) یعنی غفور سب سے چھوٹے سے بڑا ہے۔

حل:			
	۱	آفاق، بشیر سے چھوٹا ہے	(کوئی فرق نہیں)
	۲	آفاق، غفور سے چھوٹا ہے	(کوئی فرق نہیں)
	۳	صادق، بشیر سے چھوٹا ہے	(کوئی فرق نہیں)
	۴	صادق، غفور سے بڑا ہے	غفور، صادق سے چھوٹا ہے

اب سوال کے ساتھ جو جواب دیئے گئے ہیں اُن پر غور کیا جائے۔

(۱) آفاق، صادق سے بڑا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صادق، غفور سے بڑا ہے اور آفاق غفور سے چھوٹا۔

(۲) صادق سب میں اس لیے بڑا نہیں ہے کہ صادق بشیر سے چھوٹا ہے۔

(۳) غفور، آفاق سے چھوٹا نہیں بڑا ہے۔

(۴) غفور، بشیر سے بڑا نہیں کیوں کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ صادق، بشیر سے چھوٹا مگر غفور سے بڑا ہے۔ یعنی سلسلہ یوں ہے۔ بشیر اس سے چھوٹا صادق اور صادق سے چھوٹا غفور۔

(۵) یہ صحیح ہے کیوں کہ چاروں میں سب سے بڑا بشیر اور سب سے چھوٹا آفاق ہے اور پورا سلسلہ یہ ہے بشیر، صادق، غفور اور آفاق یعنی سب چھوٹے (آفاق) سے بڑا غفور ہے۔

سوال ۸: وقار، حمید سے زیادہ لمبا ہے، حمید، احمد سے لمبا ہے۔ اشفاق، اختر سے لمبا ہے۔ اختر، حمید سے لمبا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ لمبا کون ہے۔

(۱) وقار (۲) اشفاق (۳) اختر (۴) کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

جواب: (۴) کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ سوال سے دو سلسلے بنتے ہیں۔

(الف) وقار، حمید، احمد (ب) اشفاق، اختر، حمید

یعنی حمید سے بڑے وقار اور اشفاق اور اختر ہیں۔ اب کیوں کہ ہم کو یہ پتا نہیں ہے کہ وقار، اشفاق سے بڑا ہے یا چھوٹا اس لیے سب سے بڑا کون ہے اس کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے

سوال ۹: راشد، اسلم سے لمبا ہے۔ وحید، سرفراز اور رفیق سے زیادہ لمبا ہے۔ ان میں سب سے چھوٹا کون ہے۔

(۱) رفیق (۲) سرفراز (۳) اسلم (۴) کہا نہیں جا سکتا (۵) کوئی بھی نہیں۔

جواب: (۴) کہا نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ دو باتیں بتائی گئی ہیں جن کا تعلق (الف) راشد اور اسلم اور (ب) وحید، سرفراز اور رفیق سے ہے اور (الف) اور (ب) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں بتایا گیا ہے۔

سوال ۱۰: ایک آدمی کے پانچ بیٹے ہیں۔ الف، ب سے بڑا ہے۔ ج، الف سے بڑا ہے۔ ب کے دو چھوٹے بھائی ہیں د اور ہ۔ ان میں سے ہ بڑا ہے۔ ان کی عمروں کے لحاظ سے بڑے سے شروع کر کے صحیح ترتیب کیا ہوگی۔

(۱) الف، ب، ج، د، ہ (۲) ج، الف، ب، د، ہ

(۳) ج، الف، ب، ہ، د (۴) الف، ب، ج، ہ، د

جواب: (۳) ج الف ب ہ د

حل:

	(الف) دی ہوئی معلومات	(ب) "بڑا ہے" کے حساب سے
۱	الف، ب سے بڑا ہے	(کوئی فرق نہیں)
۲	ج، الف سے بڑا ہے	(کوئی فرق نہیں)
۳	د اور ہ، ب سے چھوٹے ہیں	ب، د اور ہ سے بڑا ہے
۴	ہ دونوں میں بڑا ہے	ہ، د سے بڑا ہے

(۲) ج، الف سے بڑا ہے (۱) الف، ب سے بڑا ہے
(۳) ب، ہ سے بڑا ہے (۴) ہ، د سے بڑا ہے
اس طرح بڑے سے چھوٹے کی جانب سلسلہ یہ ہے ج، الف، ب، ہ، د۔

سوال ۱۱: کلیم، رزاق سے نو ماہ چھوٹا ہے اور قادر، سلیم سے تین ماہ۔ لقمان جب پیدا ہوا تب قادر صرف دو ماہ کا تھا۔ سلیم کی عمر سات سال سے زیادہ ہے اور کلیم نو سال عمر کے گروپ میں ہے۔ ان میں سب سے زیادہ عمر کا لڑکا کون سا ہے۔
جواب: رزاق۔
حل: الگ الگ لڑکوں کے بارے میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے۔
(۱) کلیم: رزاق سے نو ماہ چھوٹا ہے۔ اور نو سال عمر کے گروپ میں ہے۔
(۲) رزاق: کلیم سے نو ماہ بڑا ہے۔
(۳) قادر: سلیم سے تین ماہ چھوٹا ہے اور لقمان سے دو ماہ بڑا ہے۔
(۴) لقمان: قادر سے دو ماہ چھوٹا ہے۔
(۵) سلیم: قادر سے تین ماہ بڑا ہے۔ عمر سات سال سے زیادہ ہے۔
اس سے یہ سلسلہ بنتا ہے رزاق، کلیم، سلیم، قادر، لقمان۔

سعد الدین انصاری

جو کچھ ملتا ہے کوشش سے ملتا ہے

لیس للانسان الا ما سعیٰ: انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش سے لیا ہے۔

تفسیر

دین اور دنیا میں جو کچھ اور جتنا لینا چاہو وہ بس اپنی کوشش ہی کے مطابق لے سکتے ہو، اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا وہ ہماری کوششوں میں زیادہ سے زیادہ مدد کرتا ہے۔ لیکن کسی کو اس کے حق سے زیادہ نہیں دیتا اس لیے کہ یہ اس کی شان عدل کے خلاف ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۸ کا
صبح سویرے سونا۔ جنم بیٹھ کر رونا۔"
آشپاٹ نگر کے لوگ صبح سویرے جلدی اٹھنے کے عادی ہیں یہی وجہ ہے کہ سکھی اور خوش حال ہیں۔
پیارے دوستو: محنت کرنا سیکھو اور صبح جلدی اٹھنے کی عادت اپنالو۔

[illegible] : سدو ناگ چنے
ترجمہ : وقار قادری
C-70/203, Sector-8
[illegible] (صدا شر)

ٹیچر : بتاؤ دنیا گول ہے یا چپٹی؟
پرویز : دنیا گول ہے نہ چپٹی میرے پاپا کبھی جھوٹ نہیں بولتے وہ کہتے ہیں دنیا 420 ہے۔
شہزاد علی انصاری
انجمن مفید الیتمیٰ مدن پورہ ممبئی نمبر :8

آٹ پاٹ نگر کی دادی

وہ شہر آٹ پاٹ نگر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ شہر کے ایک سرے پر ایک بڑھیا رہا کرتی تھی۔ لوگ اسے "دادی ماں" کے نام سے پکارتے تھے۔ اس کی کٹیا کے پاس ہی اس کا ایک کھیت تھا کھیت ہی میں ایک کنواں بھی تھا۔ کنویں میں بھرپور پانی ہوتا تھا۔ بڑھیا دن بھر اپنے کھیت میں جی جان لگا کر محنت کیا کرتی تھی اور کئی قسم کی فصلیں اگایا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بڑھیا خوش حال تھی۔ شہر کے سارے لوگوں کے ساتھ اپنائیت اور خلوص سے پیش آتی نہ صرف انسان بلکہ چرند وپرند بھی اسے بہت عزیز تھے۔ بس اسے نفرت تھی تو صرف ان لوگوں سے جو کاہل اور سست ہوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر وہ کہتی "کاہل انسان چور کا باپ ہوتا ہے جسے مفت کھلانا بڑا پاپ ہوتا ہے۔"

ایک دن بوڑھی "دادی ماں" اپنے گھر کے آنگن میں مکئی کے دانوں کو دھوپ دکھانے کی [illegible] دانے پھیلا کر بیٹھی تھی۔ سامنے کے پیڑ کی شاخ پر ایک کوّا آبیٹھا۔ آنگن میں پھیلے مکئی کے دانے دیکھ کر اس کے منہ ہی پانی بھر لیا۔ کوّے نے سوچا جب ہر دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے تو کیوں نہ میں بھی اپنی قسمت کو آزماؤں۔ شاید کسی دانے پر میرا نام لکھا ہو۔ یہ سوچ کر کوّا نیچے اتر آیا دادی اماں نے کوّے کی آنکھوں میں لالچ کو بھانپ لیا۔

"بھاگ مردود' کام چور کہیں کے' جانتا نہیں کاہل انسان چور کا باپ ہوتا ہے جسے مفت کھلانا بڑا پاپ ہوتا ہے۔" دادی اماں نے اسے کھری کھری سنائی۔

"میں اپنی قسمت آزمانے آیا ہوں دادی ماں' سنا ہے ہر دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔" کوّے نے اپنے دل کی بات بتادی۔

"محنت کی تھی کبھی' جو قسمت آزمانے اور دانے پر اپنا نام لکھا دیکھنے آگئے؟" یہ کہتے ہوئے دادی اماں نے ہاتھ کی چھڑی کو ہوا میں لہرایا۔

کوّا جھٹ سے اُٹھ کر پیڑ کی ٹہنی پر جا بیٹھا۔ آج اس نے طے کر لیا تھا کہ سونے جیسی رنگت والے مکی کے اِن دانوں کو ضرور چکھے گا جس پر اُس کا نام لکھا ہے۔ وہ تاک میں تھا بڑھیا کی نظر بچا کر جھٹ ایک دانہ اٹھا لایا۔

دادی اماں یہ دیکھ کر کوّے پر جھپٹی مگر تب تک وہ پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا تھا۔

"دیکھو میرا دانہ لوٹا دے۔" بڑھیا نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

کوّا اس ٹہنی سے اٹھ کر اوپر کی شاخ پر جا بیٹھا۔

"پیڑ بھیا پیڑ بھیا کاہل ہوتا ہے چور کا باپ اسے مفت کھلانا ہوتا ہے بڑا پاپ 'تم کوّے کر پکڑ کر میرا دانہ واپس لوٹا دو۔" بڑھیا نے پیڑ سے گزارش کی۔

"کوّے نے بھلا میرا کیا بگاڑا ہے؟ تم اپنا معاملہ اس سے خود نپٹ لو۔" پیڑ نے بڑھیا کو ٹکا سا جواب دے دیا۔

"تمہارا تو اس نے کچھ نہ بگاڑا مگر کاہل پر یوں رحم کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس کے ایک دانہ کھانے سے غریب تو نہ بنوں گی مگر اس سے اسے ہمیشہ کے لیے مفت خوری کی عادت پڑ جائے گی۔

پیڑ یہ سن کر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ ادھر سے ایک لکڑہارا راجا رہا تھا۔ بڑھیا نے اس سے بھی منت سماجت کی اور اسے اپنی کلہاڑی پیڑ کے تنے پر مارنے کے لیے کہا تاکہ پیڑ اس کوّے کو اپنی شاخوں میں جکڑ لے اور میرا اناج کا دانہ مجھے واپس مل جائے یہ کوّا بڑا کاہل اور ست ہے اور کاہل انسان چور کا باپ ہوتا ہے جسے مفت کھلانا بڑا پاپ ہوتا ہے۔

"تم اپنا معاملہ آپس میں نپٹ لو۔" یہ کہہ کر لکڑہارا بھی چلتا بنا۔

ٹھیک ہے تم بھی جا رہے ہو——؟ مگر یہ بات بھی سنتے جاؤ کہ کاہل کو سزا دینے سے جی چرانے والا بھی اس کا ساجھے دار ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر دادی اماں نے سَر اٹھا کر کوّے کی جانب دیکھا۔ کوّا منہ میں دانہ لیے بڑھیا کا منہ چڑا رہا تھا۔ بڑھیا یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئی۔ ادھر ایک پولس والا آنکلا۔

"سپاہی بھیا سنو۔ کوّا میرا دانہ چرا کر اوپر ٹہنی پر جا بیٹھا ہے۔ یہ پیڑ اور لکڑہارا میری مدد نہیں کرتے۔ تم لکڑہارے کو پکڑ لو وہ پیڑ کے تنے پر کلہاڑی چلائے گا پیڑ کوّے کو پکڑ کر میرا دانہ دلوائے گا۔ تم بھی یہ بات سن لو کہ کاہل چور کا باپ ہوتا ہے اسے مفت کھلانا بڑا پاپ ہوتا ہے۔"

"ارے بڑھیا سُن——! اس لکڑہارے نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ اس نے کون سا جرم کیا

ہے؟ اور پھر اس کوّے نے میرا دانہ چرا لیا ہے اس کاہل [illegible] ہے میرے پاس؟"

ابھی بڑھیا کو ڈانٹ کر پولس والا گیا بھی نہ تھا کہ آٹ پاٹ گھر کا داروغہ اپنے خاندان کے ساتھ لوٹ کر آ گیا۔ بڑھیا نے شروع سے آخر تک اسے ساری کہانی سنائی۔ داروغہ نے بھی اسے وہی جواب دیا۔ بڑھیا نے داروغہ کو چھوڑ اس کی بیوی کو جالیا۔

"پیاری بھورانی —— تم ہو بڑی سیانی۔ لائے دھیان سے سنو میری کہانی —— کہانی سن کر اپنے شوہر سے روٹھ جاؤ . تاکہ وہ سپاہی کو ڈانٹے سپاہی لکڑہارے کو ڈانٹے لکڑہارا اپنی کلہاڑی پیڑ پر چلائے۔ پیڑ کوّے کو اپنی شاخوں میں جکڑ کر کوّے سے میرا دانہ واپس دلوادے۔ کیونکہ یہ کوّا نہایت کاہل اور ست ہے۔ محنت مزدوری کرکے اپنی روزی روٹی کمانے کے بجائے مفت خور بنا پھرتا ہے۔ جو بڑا پاپ ہے۔

بھورانی کو دادی اماں کی بات اچھی لگی۔ سچی لگی۔ وہ خوش ہو گئی۔ خوش ہو کر بولی۔

"دادی ماں' دادی ماں بات تمہاری سولہ آنا سچی' مفت میں روٹیاں توڑنے کی عادت نہیں اچھی۔ میں ابھی سے اپنے شوہر سے روٹھ جانے کا اعلان کرتی ہوں۔"

داروغہ جی یہ سن کر ڈر گئے۔ بیوی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولے۔ "بیگم یہ سچ ہے۔ کاہل ' چور کا باپ ہوتا ہے اسے مفت کھلانا بڑا پاپ ہوتا ہے۔"

اب اس نے سپاہی کو آواز دی۔ اُس کے آنے پر اُسے ڈانٹا پھٹکارا سپاہی نے بھی اب "کاہل کو چور کا باپ کہا۔" وہ لکڑہارے کو پکڑ لایا۔ لکڑہارے نے بھی اب وہی کہا اور کاندھے سے کلہاڑی اتار کر پیڑ کے تنے پر مارنی چاہی۔

"نہیں لکڑہارے دادا مجھ پر کلہاڑی نہ چلانا۔ میں بھی یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ کاہل' چور کا باپ ہوتا ہے۔ لو میں کوّے کو پکڑتا ہوں۔" یہ کہ کر پیڑ نے کوّے کو اپنی شاخوں کے شکنجے میں جکڑ لیا۔ کوّا رونے چلانے لگا۔ کائیں کائیں کا شور اٹھا۔ "پیڑ بھیا پیڑ بھیا مجھے نہ پکڑو میں دادی ماں کا دانہ واپس لوٹاتا ہوں ان کی بات بالکل درست ہے کہ کاہل' چور کا باپ ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر کوّے نے بڑھیا کا دانہ واپس لوٹا دیا۔

"بیٹے کوّے تم نے آج نصیحت پائی۔ محنت کرنے اور پسینہ بہانے والے ہی کا نام دانے پر لکھا ہوتا ہے۔ اب دو صبح جلدی اٹھ کر پہلے لوگوں کو یہی سبق دیا کرنا۔" بڑھیا نے کوّے کو نصیحت کی۔

اس روز کے بعد کوّا کائیں کائیں کرکے ہمیں صبح سویرے سے جگانا شروع کرتا ہے۔ یعنی ہمیں زیادہ دیر تک سوئے رہنے سے منع کرتا ہے۔ آپ نے وہ کہاوت نہیں سنی ——؟

(باقی صفحہ پر)

چمک دار دانت

حکیم محمد سعید

۳۲ موتی

نونہالو! جب پورے دانت نکل آتے ہیں تو ان کی کل تعداد ۳۲ ہوتی ہے' اس لیے ۳۲ دانتوں کو بتیسی کہتے ہیں۔ ۱۶ اوپر اور ۱۶ نیچے۔ جب چمک دار دانتوں والا آدمی منہ کھولتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے موتی جڑے ہوئے ہیں۔

دانت کس کام آتے ہیں؟

نونہالو! ہمارے کھانے میں طرح طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ کچھ کھیر اور کھچڑی کی طرح نرم' کچھ روٹی کے لقمے کی طرح خاصی بڑی' کچھ چنوں اور باداموں کی طرح سخت۔ اگر روٹی کے لقمے کو یا ثابت چنوں کو یا ثابت باداموں کو نگل لیا جائے تو وہ بالکل ہضم نہیں ہوں گے۔ اگر یہ سخت چیزیں آنتوں میں پھنس گئیں تو بڑی مصیبت ہوگی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے دانت بنائے ہیں۔ جو سخت چیزوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑتے ہیں۔ لقمے جیسی بڑی چیز کو ریزہ ریزہ کرتے ہیں۔ تمھاری بتیسی چکی کا کام کرتی ہے۔ ہر قسم کا کھانا اس چکی میں پس کر ریزہ ریزہ اور منہ کے ہاضم لعاب سے نرم ہوجاتا ہے۔ پھر کھانا منہ سے معدے میں جاتا ہے۔ تب جاکر وہ ہضم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس سے خون اور گوشت بنتا ہے۔ غذا کو اچھی طرح چبا کر نہ کھایا جائے تو یہ ہضم نہیں ہوتی۔ اس سے خون اور گوشت نہیں بنتا۔ الٹا پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ غذا کو ٹھیک طور پر چبانے کے لیے دانتوں کا صحت مند ہونا بہت ضروری ہے۔

دانتوں کی صفائی

نونہالو! جو چیز کام کی ہو اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ خراب نہ ہو۔ دانت اتنی ضروری چیز ہیں کہ ان کے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوتا' اس لیے ان کا صاف رکھنا بہت بہت ضروری ہے۔ ان کی صفائی کا طریقہ یہ ہے کہ دن میں دو وقت یعنی صبح اٹھتے وقت اور رات کو

سوتے وقت دانتوں کو مسواک یا برش سے صاف کرو۔ ہر کھانے کے بعد کلی کرو۔ اگر تمہارے گھر میں منجن استعمال ہوتا ہے تو انگلی سے منجن کو دانتوں پر لگا کر خوب ملو اور پھر اچھی طرح کلیاں کرو۔ مسواک، برش یا منجن سے دانتوں کی صفائی کے بعد آئینے میں دیکھ لو تمہارے دانت اچھی طرح چمک گئے ہیں، نہیں تو دوبارہ مسواک کرو۔ اگر تمہیں موقع ملے تو ایک بار دن کے کھانے کے بعد بھی مسواک کرلو۔

دانتوں کے دشمن

اگر ہر کھانے کے بعد اچھی طرح کلی نہ کی جائے اور مسواک استعمال نہ کی جائے تو دانتوں پر پیلے رنگ کا میل جمنے لگتا ہے۔ پھر یہ دانتوں سے آگے بڑھ کر مسوڑوں کے گوشت کے نیچے پہنچتا ہے۔ پھر یہ سخت پپڑی بن جاتی ہے اور مسواک یا برش سے بھی نہیں اترتی۔ مسوڑے خراب ہوجاتے ہیں۔ ان سے خون آنے لگتا ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی۔ دانتوں کو کیڑا لگتا ہے۔ کسی کے دانت کا سرا ٹوٹ جاتا ہے، کسی کے دانت کی جڑ کھوکھلی ہوجاتی ہے، دانتوں میں درد ہوتا ہے۔ پیٹ بھی خراب رہنے لگتا ہے۔

نونہالو! شکر اور ہر میٹھی چیز دانتوں کی دشمن ہے۔ اسی سے دانتوں کو کیڑا لگتا ہے۔

اچھی اچھی باتیں

☆ نونہالو! اگر دانتوں میں کوئی چیز پھنس جائے تو لکڑی کی تیلی سے نکالو، سوئی ہرگز استعمال نہ کرو۔

☆ دانتوں سے اپنے ناخن نہ کاٹو۔ ناخنوں کے نیچے میل ہوتا ہے وہ پیٹ کے اندر چلا جاتا ہے اور زہر پھیلاتا ہے۔

☆ کسی سخت چیز کو دانتوں سے نہ توڑو، ایک بار دانت ٹوٹ گیا تو وہ ہمیشہ ٹوٹا ہوا رہے گا۔

☆ مسواک یا برش کو استعمال کے بعد دھو کر رکھو۔ پھر استعمال کرنے سے پہلے اس کو دھو لو۔ دوسروں کا برش یا مسواک استعمال نہ کرو۔

☆ یاد رکھو! جہاں بھی تم جاؤ گے تمہارے دانتوں سے معلوم ہوجائے گا کہ تم دانتوں کی صفائی کرتے ہو یا نہیں، اس لیے تم اچھے نونہال کی طرح روزانہ اپنے دانت صاف کیا کرو۔

چھوٹی مس

ذکیہ بلگرامی

راشد آج بہت خوش تھا۔ اس کے سارے دوست خوش تھے۔ آج وہ سب چھٹی جماعت پاس کرکے ساتویں کلاس میں آگئے تھے۔۔ ساتویں کلاس ان کے لیے بڑی کلاس تھی۔ راشد کو دہری خوشی تھی۔ ایک تو پاس ہونے کی خوشی دوسری چھوٹی مس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خوشی۔ وہ چھٹی کلاس کو حساب پڑھاتی تھیں' بہت سخت ٹیچر تھیں۔ وہ اس وقت تک بچوں کا پیچھا نہ چھوڑتیں جب تک کہ تمام سوال سب کی سمجھ میں نہ آجاتے۔ یوں تو ان کا نام بہت خوب صورت تھا "گل بانو" مگر بچے انھیں چھوٹی مس کہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کا قد بہت چھوٹا تھا۔

راشد ایک موچی کا بیٹا تھا۔ اس سے چھوٹی تین بہنیں تھیں۔ ماں بھی بیمار رہتی تھی۔ اس کی نظریں راشد پر تھیں کہ پڑھ لکھ کر کچھ بن جائے۔ راشد کا باپ ایمان دار اور محنتی موچی تھا۔ وہ جوتے گانٹھنے کی بہت کم اجرت طلب کرتا تھا اور کام اتنا مضبوط ہوتا کہ جو چپل ایک بار اس کے پاس سے مرمت ہوکر جاتی وہ دوبارہ واپس نہ آتی۔ اس کے نزدیک کی دکان پر بیٹھنے والا موچی بہت مہنگا تھا اور کام اتنا ناقص کرتا کہ اکثر بنائی ہوئی چپل دوسرے ہی دن واپس آجاتی۔

راشد کا باپ دین محمد اپنے کام میں مگن رہنے والا مطمئن انسان تھا' مگر گھر میں غربت افلاس اور بیماری تھی۔ وہ ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ جہاں کی سیلن زدہ فضا نے راشد کی ماں کو بیمار کر رکھا تھا۔ اس کی پرانی کھانسی کسی طور ٹھیک ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ آج کا دن ان غریبوں کے لیے بھی خوشیاں لے کر آیا' اس لیے کہ راشد چھٹی جماعت میں پاس ہوگیا تھا۔

"شاباش بیٹا' شاباش! یوں ہی محنت کرتے رہو!" دین محمد نے خوش ہوکر کہا۔

"ابا! اب چھوٹی مس سے بھی پیچھا چھوٹ جائے گا۔ وہ مجھے بہت بُری لگتی تھیں۔ شکر ہے کہ۔۔۔"

"بہت بُری بات ہے بیٹا! اپنی مس کو بُرا نہیں کہتے۔ وہ تو ماں جیسی ہوتی ہے۔"

"نہیں ابا! وہ ابھی مس نہیں ہیں۔"
"ارے راشد! ذرا پانی تو دے دے۔" کھانستی ہوئی ماں نے راشد کو پکار لیا۔

شام کو جب دین محمد کام سے فارغ ہو کر آیا تو بیٹے سے پوچھا "اس سال کی فیس اور کتابوں وغیرہ کے لیے پرنسپل صاحب سے بات کی تھی تم نے؟؟"
"ابا! اس کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ نتیجہ صبح سنایا گیا تھا' دوپہر کو پرنسپل صاحب نے مجھے آفس میں بلایا تھا اور کہا تھا کہ گزشتہ سالوں کی طرح مجھے کتابیں' یونی فارم وغیرہ مل جائے گا اور فیس بھی ادا ہوتی رہے گی۔"
دین محمد نے دعا دی "اللہ تمھاری پرنسپل کی عمر دراز کرے۔ کس طرح غریبوں کی مدد کرتی ہیں!"
"ہاں ابا! مجھ جیسے کئی لڑکے اور بھی ہیں جن کی وہ مدد کرتی ہیں۔"
بیٹے کے پاس ہونے کی خوشی میں دین محمد آج گرم گرم جلیبیاں لایا تھا جن کو دیکھتے ہی چھوٹی بچیاں جھپٹ پڑیں۔
دوسرے دن راشد جب اسکول پہنچا تو اسے کچھ دیر ہو گئی تھی۔ جب وہ اپنی نئی کلاس میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر اس کا دل ڈوب گیا کہ اس کی کلاس ٹیچر چھوٹی مس تھیں جو حاضری لے رہی تھیں۔
"پہلے ہی دن لیٹ آئے ہو راشد! یاد رکھو اب میں تمھاری کلاس ٹیچر ہوں۔ میں کوئی بے قاعدگی برداشت کرنے کی عادی نہیں ہوں۔ خیر آج معاف کرتی ہوں' مگر آیندہ ایسا مت کرنا!"
وہ چپ چاپ سب سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل بجھا ہوا تھا۔ نئی کلاس میں آنے کی خوشی ماند پڑ گئی تھی۔ اب کیا ہو گا؟ چھوٹی مس تو اس کی کلاس ٹیچر بن گئیں! اب ہر روز کی ڈانٹ ڈپٹ کون سہے گا؟ یہ کیا ہو گیا؟ وہ سوچنے لگا۔
چھوٹی مس حساب کا نیا فارمولا سمجھا رہی تھیں' مگر راشد کا دھیان اس طرف نہ تھا۔ چناں چہ اسے سزا کے طور پر کھڑا کر دیا گیا۔ وہ پورا پیریڈ کھڑا رہا اور چھوٹی مس سوال سمجھاتی رہیں۔ پھر انھوں نے حکم دیا کہ راشد اس مشق کو پانچ بار کر کے دکھائے گا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ

و تاب کھانا رہا مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ سزا اسے بہرحال پوری کرنی تھی ورنہ اس میں اضافہ بھی ہو سکتا تھا۔

راشد کی افسردگی دین محمد سے چھپی نہ رہ سکی۔ اس نے وجہ پوچھی تو راشد رونے لگا اور بولا: "بابا! چھوٹی مِس سے کب جان چھوٹے گی! وہ تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں۔ اب یہ سزا دی ہے۔ دیکھو بابا' دیکھو! پانچ بار مشق کرنی ہے مجھے' پورے پانچ بار!"

"یہ سب تمھاری بھلائی کے لیے ہے بیٹا! تم ابھی نادان ہو۔" دین محمد نے سمجھایا۔

"یہ کیسی بھلائی ہے بابا! مجھے چھوٹی مِس سے نفرت ہے' نفرت!"

"نہیں راشد' نہیں! یہ مت کہو! میں نے بھی استاد کی سختی سے گھبرا کر' جو کہ میری ہی بھلائی کے لیے تھی' اسکول چھوڑ دیا تھا جس کا نتیجہ بھگت رہا ہوں۔ کاش میں نے پڑھ لیا ہوتا۔" دین محمد کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

راشد پر بابا کی باتوں کا کوئی اثر نہ تھا۔ اس کے دل میں تو چھوٹی مِس کے خلاف نفرت کا الاؤ روشن تھا جسے بجھانا اس کے بس میں نہ تھا۔

دن پر دن گزر رہے تھے۔ راشد پر چھوٹی مِس کی خاص نظر تھی۔ وہ صرف حساب ہی میں نہیں دوسرے مضامین میں بھی دخل دیتی تھیں اور یہ سب باتیں راشد کو پسند نہ تھیں۔ اس نے سوچا کہ اس مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالنا چاہیے۔ اپنے ہم خیال دوستوں کو اس نے اکٹھا کیا اور چھوٹی مِس کے خلاف ایک درخواست لکھ کر پرنسپل صاحبہ کو بھجوا دی جس میں کلاس ٹیچر کی تبدیلی کے لیے لکھا گیا تھا۔

پرنسپل صاحبہ نے ان سب لڑکوں کو بلا کر وجہ دریافت کی' مگر طلبہ کوئی معقول وجہ بیان نہ کر سکے۔ نتیجے کے طور پر انھیں پرنسپل صاحبہ کے پاس سے مایوس لوٹنا پڑا۔ چھوٹی مِس کو اس تمام کارروائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہ سب کچھ راشد نے کیا ہے۔ انھوں نے راشد کو اپنے کمرے میں بلایا۔ راشد ڈرتے ڈرتے ان کے پاس پہنچا۔

"مجھے تم سے زیادہ بات نہیں کرنی ہے' صرف اتنا کہنا ہے کہ آیندہ میں تمھارے مضامین کے ٹیسٹ کی کاپیاں خود چیک کیا کروں گی۔ میں نے تمھاری سب مسوں سے بات کرلی ہے۔ ہاں اگلے ماہ کے ٹیسٹوں میں تمھارے نمبر اچھے آنے چاہئیں۔ اب تم جاسکتے ہو۔"

راشد پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس بار اس نے بابا کو بھی کچھ نہ بتایا' البتہ چھوٹی مس کی بات پر بالکل عمل نہ کیا' کوئی سبق بھی ٹھیک سے یاد نہ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام مضمونوں میں بُری طرح ناکام ہو گیا۔

چھوٹی مس نے اسے پھر بلا لیا اور بولیں: "راشد! تم غلط راستے پر جا رہے ہو۔ میں چاہتی تھی تم پڑھ لکھ جاؤ۔ میں جانتی ہوں کہ تمھارا باپ ایک ایمان دار اور محنتی موچی ہے۔ اس اسکول میں تم صرف پرنسپل صاحب کی مہربانیوں کی وجہ سے ہو ورنہ اتنی فیس' کتابیں اور پڑھائی کے اخراجات تمھارا غریب باپ کہاں سے پورے کرتا! اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ خوب محنت کرو' پڑھو لکھو اور اپنے باپ کا سہارا بنو۔ جاؤ اس بار میں تمھیں معاف کرتی ہوں' اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو پھر مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ جو بچے پڑھائی سے جان چراتے ہیں ان کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں!"

راشد پر مس کی باتوں نے کوئی اثر نہ کیا۔ اس کے دل میں ان کے خلاف نفرت شدت اختیار کر گئی۔ آخر ان مس کو مجھ سے کیا غرض ہے؟ میرا باپ غریب ہے' موچی ہے تو ان کو کیا؟ میں پڑھوں نہ پڑھوں ان سے مطلب!

اس کے بعد راشد نے چھوٹی مس کو پریشان کرنے کے نت نئے طریقے اختیار کر لیے۔ کبھی موقع پا کر وہ ان کے پین کی نب توڑ دیتا' کبھی کسی کتاب پر روشنائی گرا دیتا' کبھی کسی نہ کسی بہانے کلاس میں ہنگامہ کھڑا کر دیتا' مگر اب چھوٹی مس نے اس کے معاملات میں بولنا قطعی چھوڑ دیا تھا بلکہ اس سے بات چیت بھی چھوڑ دی تھی۔

ششماہی امتحان میں راشد بُری طرح ناکام ہو گیا تھا۔ چھوٹی مس نے کچھ بھی نہ کہا البتہ پرنسپل صاحب نے اسے بلا کر کافی سخت سست کہا تھا۔ دین محمد کو بھی راشد کی بے پروائیوں نے پریشان کر رکھا تھا۔ اب وہ پڑھتا نہیں تھا' محلے کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ مل کر پتنگ اڑاتا یا پھر گولیاں کھیلتا۔ اس کی ماں کی حالت روز بہ روز خراب ہو رہی تھی' مگر اسے کچھ پتا نہ تھا۔

ششماہی امتحان کی خراب رپورٹ دیکھ کر دین محمد نے کہا: "اب تمھاری چھوٹی مس تم سے کچھ نہیں کہتیں؟"

"ان کا نام نہ لیں بابا! مجھے ان سے نفرت ہے۔ انھوں نے جان بوجھ کر مجھے فیل کیا ہے۔

وہ مجھ سے جلتی ہیں۔"

"لیکن پچھلے سال تو ان کے مضمون میں تمہارے بہت اچھے نمبر تھے!"

"بابا! آپ کو کچھ نہیں معلوم۔ وہ مجھے حقیر سمجھتی ہیں' ایک موچی کا بیٹا۔ پہلے شاید انھیں معلوم نہ تھا۔ وہ امیر لڑکوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہیں۔ خیر مجھے بھی ان کی پروا نہیں۔"

"مگر بیٹا' تم تو فیل ہو گئے ہو!"

"تو کیا ہوا' سالانہ امتحان میں پاس ہو جاؤں گا۔"

دین محمد خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس کہنے کے لیے بھلا کیا تھا!

سردیوں کی چھٹیوں کے بعد اسکول کھلا تو پتا چلا' چھوٹی مس چھٹی پر ہیں۔ پھر معلوم ہوا وہ بیمار ہو گئی ہیں۔ انھوں نے چھٹی بڑھوالی ہے۔ اب ان کی جگہ ایک دوسری مس کلاس لیتی تھیں۔ راشد کے دل کو قرار سا آگیا تھا۔ وہ اب خوش رہتا تھا۔ اس نے سوچا' چھوٹی مس کو اللہ میاں نے سزا دی ہے۔ انھوں نے ہمیشہ مجھ سے برا سلوک کیا اور اب وہ بیمار ہیں۔

پڑھائی میں وہ کم زور ہو چکا تھا' خاص طور پر حساب میں۔ اس کی نئی مس کو بالکل پروا نہیں تھی کہ بچوں کی سمجھ میں سوال آتے ہیں یا نہیں! وہ ایک سوال بورڈ پر حل کرتیں' باقی مشق بچے خود ہی کرنے کی کوشش کرتے جس میں اکثر ناکام رہتے۔

وقت گزر رہا تھا۔ چھوٹی مس کی بیماری بڑھتی گئی۔ دو ماہ گزر گئے۔ پھر اچانک پتا چلا کہ چھوٹی مس انتقال کر گئیں' مگر راشد کے دل پر کوئی اثر نہ تھا بلکہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے دل پر سے کوئی بڑا بوجھ تھا جو ہٹ گیا۔

دوسرے روز اسکول میں مس گل بانو کے غم میں پڑھائی بند کر کے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اس موقع پر راشد اسکول سے کھسک لیا اور گھر آگیا۔ چھوٹی مس کی موت کی خبر اس نے سرسری انداز میں ماں باپ کو سنائی جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو' پھر شام کو پتنگ بازی کرنے گھر سے نکل گیا۔

دوسرے روز پرنسپل صاحبہ نے راشد کو بلایا۔ وہ حیران تھا بھلا کیا بات ہو سکتی ہے؟

"بیٹھو راشد!" پرنسپل صاحبہ نے کہا۔

وہ ڈرتے ڈرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں تمھیں جو بات بتانے والی ہوں اسے بتاتے ہوئے دکھ محسوس کر رہی ہوں مگر بتانا بھی ضروری ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ تم اب اس اسکول میں نہیں پڑھ سکو گے۔ تمھاری فیس وغیرہ کا انتظام اب ممکن نہیں ہو گا۔"
"لیکن کیوں؟ میری فیس تو آپ کے اسپیشل فنڈ سے دی جاتی ہے اور میرے علاوہ دوسرے لڑکے بھی تو ہیں جن کی فیس ـــــ"
"میں نے انھیں بھی اطلاع دے دی ہے۔ انھیں بتایا ہے کہ اب ان کی تعلیمی اخراجات اٹھانے ممکن نہیں ہیں۔"
"لیکن ایسا کیوں ہوا میڈم؟"
"راشد! دراصل یہاں کوئی اسپیشل فنڈ نہیں تھا۔ یہ تو مس گل بانو تھیں جو اپنی پوری تنخواہ تم لڑکوں پر چپ چاپ خرچ کیا کرتی تھیں۔ وہ بیوہ تھیں اور ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ تم لوگ پڑھ لکھ کر نام پیدا کرو۔ جن لڑکوں کا خرچ وہ اٹھاتی تھیں تمھیں پتا ہی ہو گا۔ ایک کا باپ چپراسی ہے ایک یتیم ہے۔ اس کی ماں کوٹھیوں میں ماسی کا کام کرتی ہے۔ ایک تم ہو اور کچھ دوسرے بھی مگر ہمیں افسوس ہے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ زندگی میں انھوں نے اپنی اس نیکی کی اطلاع کسی کو نہ ہونے دی۔ اس کا علم صرف مجھے تھا مگر اب ـــــ اب تو بتانا ہی پڑا۔ ہاں اگر چاہو تو ان کی عنایتوں کے عوض ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہنا! اب تم جا سکتے ہو۔"
پرنسپل صاحبہ کے آفس سے باہر آتے ہوئے راشد کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا یہ کیا ہو گیا؟ مس گل بانو! آپ تو عظمت کا مینار تھیں۔ میں ہی ناداں تھا۔
پھر وہ اسکول میں رُکا نہیں، بھاگتا ہوا گھر پہنچا اور اپنے جھلنگے پلنگ پر گر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ چھوٹی مس کا غم ایسا نہیں تھا جسے وہ آسانی سے فراموش کر سکتا۔ ہر بات کا علم اس کے ماں باپ کو ہو چکا تھا۔ وہ بھی غم زدہ تھا اور اپنے بیٹے کے مستقبل کے لیے فکر مند۔
"راشد! اب تم کیا کرو گے؟ میرے ساتھ بیٹھ جایا کرو! جوتوں کی مرمت کا کام ہی سیکھ لو۔ آخر تمھیں اس گھر کا سہارا بننا ہے۔" دین محمد نے کہا۔
"نہیں بابا! میں پڑھائی جاری رکھوں گا۔ اب مجھے عقل آگئی ہے۔ میں اپنے دوست امجد

کی طرح شام کو اخبار بیچوں گا اور پڑھائی کا خرچ اٹھاؤں گا۔ میں محنت کروں گا' خوب پڑھوں گا۔ میں چھوٹی مس کی خواہش ضرور پوری کروں گا۔ میں بھی ماسٹر بنوں گا بابا' چھوٹی مس کی طرح!"

دین محمد نے راشد کو گلے سے لگالیا۔
بے شک جو لوگ سیدھا راستہ چن لیتے ہیں' کام یابی ان کے قدم چومتی ہے۔
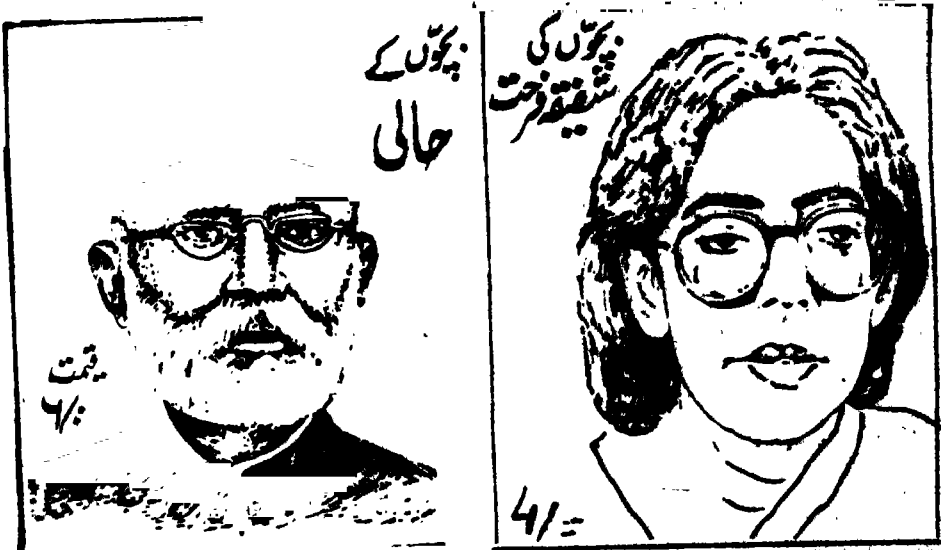
ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لیکچرر ڈپارٹمنٹ [illegible] گورنمنٹ کالج ٹونک
(راجستھان)
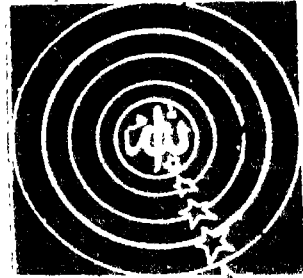
سردی کے یہ مہمان پرندے

موسم سرما کے آغاز کی سب سے پہلی خوشخبری شاید ہمیں آسمان پر قطاروں میں اُڑتی ہوئی مرغابیاں ہی دیتی ہیں جن کی مخصوص آواز یکایک ہمارا دھیان اپنی طرف کر لیتی ہیں۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو موسم سرما کا آغاز ہوتے ہی ہمارے آس پاس کے تالابوں' جھیلوں' بندھوں اور ندیوں میں قسم قسم کے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اِدھر سے اُدھر اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کھیتوں' کھلیانوں' گھاس کے میدانوں اور جنگلوں میں بھی سیکڑوں اقسام کے خوبصورت پرندے نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ان پرندوں کا ہر طرف میلا سا لگا ہے۔ پھر جیسے جیسے سردی کا موسم ختم ہونے لگتا ہے ان پرندوں کی دلکش آوازیں کم ہوتی جاتی ہیں اور مارچ کا مہینہ آتے آتے ان میں سے زیادہ تر غائب ہو جاتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ پرندے کہاں سے آتے ہیں اور اچانک کہاں چلے جاتے ہیں۔ دراصل یہ سب مہمان سیلانی پرندے ہیں۔ یہ پرندے جو اپنے اپنے آبائی وطن میں بہت زیادہ سردی کے زیر اثر درجۂ حرارت میں کمی اور غذا میں قلت کے سبب اپنے رہائشی علاقوں کو چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں ان علاقوں کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیتے ہیں جہاں اُن کو مناسب آب و ہوا' کھانے پینے کے لیے دانہ پانی اور رہنے کے لیے اچھی جگہ کے ساتھ ساتھ معقول درجۂ حرارت میسر ہو' یہی وجہ ہے کہ یہ پرندے خاص طور سے ان ممالک کا رُخ کرتے ہیں جہاں نسبتاً کم ٹھنڈک پڑتی ہو۔ ہمارے یہاں بھی ان ہی وجوہات کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں میں آکر یہ مہاجر سیلانی پرندے اپنا ڈیرا جماتے ہیں۔ جب ہمارے یہاں کا درجہ حرارت بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور ان کے اپنے علاقوں میں حالات ان کے موافق ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو یہ مہاجر پرندے یہاں تین چار ماہ مستی میں گزار کر اپنے علاقوں کی راہ لیتے ہیں

یہ سیلانی مہاجر پرندے (MIGRATORY BIRDS) کوہ ہمالیہ کے درّوں کو پار کرتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں داخل ہوتے ہیں اور خاص طور سے ملک کے میدانی حصوں کا

رُخ کرتے ہیں۔
سائبیریا' وسط ایشیاء اور یوروپ کے کئی ممالک سے ہزاروں میل کا سفر طے کرتے ہوئے یہ پرندے ہمارے مہمان بنتے ہیں۔ غیر ملکی مہمان پرندوں کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کے پرندے بھی اسی موسم میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف بڑی تعداد میں کوچ کرتے ہیں۔ ان موسمی مہمانوں میں سب سے پہلے سفید سر والی مرغابی یعنی "کوٹ" (Coot) چین سے اور "پرپل مون ہین" (PURPLE MOON HEN) کشمیر کے علاقوں سے آتی ہیں۔ "پرپل مون ہنس" سلیٹی رنگ کی ہوتی ہے اور اس کی چونچ بطخ جیسی' لال رنگ کی ہوتی ہے ان کے علاوہ یوروپ کے برف سے ڈھکے ہوئے ممالک سے سرخاب (چکوا چکوی) چاقو کے پھل کی طرح دم والے "پن ٹیل" (DUCK PIN-TAIL) یعنی "سیخ پر" "ڈبڈی مکھراڈ" (DAB CHICK) ہماری ہیر کم "بک" (STORK ADJUTANT) وغیرہ ہمارے ملک کا رُخ کرتے ہیں۔ سائبیریا سے "سائبیرین سارس" (SIBERIAN CRANE) روس سے کئی قسم کے ہنس (GEESE) جیسے "گرے لیگ گیز" (GREY LEG GEESE) "بار ہیڈیڈ گیز" (BAR HEADED GEESE) "وہائٹ فرنٹیڈ گیز" (WHITE FRONTED GEESE) وغیرہ نومبر کے مہینے میں ہی ہمارے ملک میں آجاتے ہیں اڑتے وقت یہ ہنس ہی سب سے زیادہ شور مچاتے ہیں۔ ایک خاص بات جو نوٹ کرنے کے لائق ہے ' وہ یہ ہے کہ سائبیرین سارس ہمارے ملک میں صرف کیولادیوی نیشنل پارک بھرت پور راجستھان ہی میں آتے ہیں اور وسطی مغربی ایشیائی ممالک سے آئے "ہواسِل"
(PELICAN GREY) کے جھنڈ کے جھنڈ اڑتے دکھائی دیتے ہیں ' یہ پرندے ہماری ندیوں اور جھیلوں میں سے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر شوق سے کھاتے ہیں۔ "گجرات کے رن آف کچھ" کے دلدلی حصوں میں جب نئے پنچھی آنا شروع ہو جاتے ہیں تو وہاں موجود ہنسادریا بگلے (FLEMINGO) سیر سپاٹے کے لیے نکل پڑتے ہیں اور ملک کے دوسرے علاقوں میں جاکر وہاں کی رونق بڑھاتے ہیں۔ ان کا سائز بڑا ہوتا ہے۔ اپنی گلابی موٹی چونچ اور سفید پروں کی وجہ سے یہ سب کا دھیان اپنی طرف کر لیتے ہیں۔

مختلف اقسام کے ان آبی پرندوں کے علاوہ سردی کے موسم میں خشکی پر رہنے والے پرندوں کی بے شمار قسمیں ہمارے ملک کے میدانی علاقوں جنگلوں باغوں اور کھیتوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ سارنگ (COMMON CRANE) کرُجا (CRANE DOMI-CILE) سفید دم والی ٹیٹری (PIPIT TAWNY PIPIT HODGSONS) پیوٹ (LAP

WING PEEWIT) ٹٹیری (PIPIT TREE)، پوچرڈ (POCHOR COMMON)
، نیل کنٹھ (BLUE JAY)، ٹٹولا (sand piper common)، لٹورا (SHRIKE
GREAT GREY) موتیا چیرا (RUBY THROAT) رانی سارہ یا (BLACK THRUS
THROATED)، ممولا (GREY WINGTAIL)، وغیرہ جا بجا چہچہاتے دکھائی دیتے
ہیں۔ یوروپ کا ایک بہت ہی خوبصورت پرندہ "روزی پوسٹر" (ROSY POSTER) جو
ہماری مینا سے مشابہت رکھتا ہے ان دنوں پیلوں کے درختوں پر اس کے لال بینگنی پھل
کھاتا ہوا اکثر دکھائی دیتا ہے۔ ان آبی اور میدانی مہمان پرندوں کے ساتھ بہت سے شکاری
پرندے بھی ہمارے ملک میں ڈیرا جماتے ہیں جیسے یوروپ، روس اور مشرقی ایشیاء کے گروڑ
(STEPPEE EAGLE) ، کالا گرگٹ (PARAGREEN FALCON)، شکرا
مار (MARSH HARRIER)، باز (HAWK)، مچھلی مار (AUNÇEPRESIS HAWK)
اور الو جیسے کئی اقسام کے پرندے ان بے ضرر پرندوں کا شکار کرنے کے لیے یہاں آجاتے
ہیں اور موسمی پرندوں (MIGRATORY BIRDS) کے ساتھ پیڑوں اور ان کی دوسری
رہائش گاہوں کے آس پاس رہنے لگتے ہیں اور ان کا شکار کرتے رہتے ہیں۔
علم الطیر (ORNITHOLOGY) یعنی پرندوں کی سائنس کے بارے میں معلومات رکھنے
والے ماہرین کا خیال ہے کہ پرندوں کا ایک علاقے سے یا ملک سے دوسرے علاقے یا ملک
میں آنے جانے (MIGRATION) کا سلسلہ اگرچہ بہت قدیم زمانے سے جاری و ساری ہے
مگر اس سلسلے کا علم کچھ عرصے پہلے ہی ہوا ہے۔ ان سیلانی پرندوں کو شمار کرنے پر معلوم ہوا
ہے کہ تقریباً ۳۰۰ اقسام کے پرندے ہر سال ہمارے ملک میں دوسرے ممالک سے آتے
ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ ۱۱۱۲ اقسام کے پرندے تو صرف کیولادیوی نیشنل پارک
بھرت پور راجستھان ہی میں دیکھے گئے ہیں۔

قدرت کے کرشمے بھی نرالے ہیں۔ ان پرندوں کا ایک خاص وقت پر اپنے آبائی
وطن کو عارضی طور پر خیر باد کہنا اپنی طے شدہ منزل تک ہزاروں میل کا سفر بھوک پیاس
کی پرواکیے بغیر راستے کی ہر مشکل کا سامنا کرنا اور ایک خاص مدت کے بعد ان ہی راستوں
سے واپس اپنے آبائی وطن میں پہنچ جانا یہ سب قدرت کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے۔ آرکٹک
ٹرن (ARCTIC TERN) ان سیلانی پرندوں میں شاید سب سے زیادہ سفر کرتا ہے۔ یہ
آرکٹیکا (ARCTIC) سے انٹار کٹیکا (ANTARTICA) کے درمیان گیارہ ہزار میل کی
مسافت طے کر کے اپنا طویل سفر (MIGRATION) مکمل کرتا ہے●

پیاری صورت، پیاری سیرت

شیخ عبدالحمید عابد۔ کاموکے

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بھی پیاری تھی اور سیرت بھی۔ دونوں چیزوں کا ایک جگہ جمع ہوجانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی اور کیوں نہ ہوتی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی تھے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ گندمی تھا۔ قد درمیانہ، چہرہ سرخی مائل اور رخسار صاف و شفاف، آنکھیں سیاہ اور ان میں ہر وقت لال ڈورے نظر آتے تھے۔ چہرے پر شرم و حیا، لیکن ساتھ ساتھ بارُعب بھی تھے۔ داڑھی گنجان، سر کے بال کم گھنگرالے، کبھی بال آپؐ کے کندھے سے نیچے لٹکے ہوتے اور کبھی کندھے سے اوپر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے لے کر ناف تک گھنے بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی اور پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان کچھ گوشت ابھرا ہوا تھا اور اس پر کچھ بال نمایاں تھے۔ یہی نبوت کی مہر کہلاتی تھی۔ گردن صراحی دار اور خوب صورت تھی۔ کبھی کبھی مونچھیں ترشواتے تھے۔ ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں پر گوشت ابھرا ہوا، پیشانی چوڑی اور بلند، یہ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صورت!

اور اب پیارے نبیؐ کی پیاری سیرت کی باتیں!

آپؐ کو غصہ کم آتا تھا۔ غصے کی حالت میں کوئی آپؐ کے نزدیک جانے کی جرات نہیں کرتا تھا سوائے حضرت علیؓ کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو پاؤں خوب جما کر رکھتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ چلتے وقت نظریں نیچی رکھتے تھے۔ سرداروں کی طرح آگے آگے نہیں چلتے تھے۔ کبھی عام لوگوں کے ساتھ ساتھ چلتے اور کبھی ان کے پیچھے۔

آپؐ لڑائی کے دوران میں اور راستہ چلتے وقت مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ اگر آپؐ کی چادر کسی درخت یا کانٹوں میں الجھ جاتی تو آپؐ اس کو بھی پلٹ کر نہیں نکالتے تھے اور

آپؐ کی آواز نہایت نرم' بلند مگر گرج دار تھی۔ جب آپؐ خطبہ دیتے تو ساری مسجد گونج اٹھتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کسی لشکر کو کوئی حکم سنا رہے ہوں۔ آپؐ کی آواز میں ایسا جلال تھا کہ جو کوئی سنتا لرز جاتا تھا۔ جس کو نظر بھر کر دیکھ لیتے وہ گم صم ہو جاتا۔

آپؐ ایک دفعہ کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ تلوار قریب ہی رکھی ہوئی تھی۔ ایک دشمن نے آکر تلوار اٹھائی اور کہا: "بتاؤ! اب تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟"

آپؐ نے اسے ایک تیز نگاہ سے دیکھا اور گرج کر فرمایا: "مجھے میرا اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ تو میرا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

دشمن تھرا گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

آپؐ اکثر مسکرا کر بات کرتے تھے۔ کبھی قہقہہ نہیں لگایا۔

آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ (ساتھیوں) میں مل جل کر بیٹھتے۔ کوئی اجنبی آپؐ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ آخر صحابہؓ نے ایک مٹی کا چبوترا بنایا تاکہ اجنبیوں کو رسول پاکؐ کو پہچاننے میں تکلیف نہ ہو۔ آپؐ اس مٹی کے چبوترے پر بیٹھا کرتے تھے۔

آپؐ مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے' غریبوں میں بیٹھتے' یتیموں پر شفقت فرماتے۔ آپؐ کے صحابہؓ میں سے کوئی آپؐ کو آواز دیتا تو "لبیک" کہہ کر اسے جواب دیتے۔ کسی کو غربت اور بیماری کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ آپؐ کسی بادشاہ یا سرمایہ دار کی شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت' ملازم یا کسی بچے پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی کسی سے بد مزاجی سے بات کی۔ آپؐ نے سوائے جہاد کے کسی پر وار نہیں کیا۔

آپؐ کا اگر کوئی شخص محبت سے ہاتھ پکڑ لیتا تو جب تک وہ شخص آپؐ کا ہاتھ خود چھوڑ نہیں دیتا آپؐ اس سے ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔

آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے۔ کسی کو اٹھانے کی تکلیف نہیں دیتے تھے۔

آپؐ کے پاس جو بھی آتا اس کی عزت کرتے۔ آپؐ ہر شخص سے ایسے ملتے کہ وہ شخص یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ حضورؐ کی نظر کرم مجھ پر ہی زیادہ ہے۔

لاش چل پڑی

شیبا موت کے پھندے میں

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔
شہر کی سڑکیں خالی اور سنسان تھیں۔ آسمان کو کالے کالے بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں مزے کی نیند سو رہے تھے۔ عمران ایک مشینی آدمی کی طرح ایک فٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی کمر میں خلائی مخلوق نے جو سیکرٹ کیپسول لگا دیا تھا وہ خلائی مخلوق کے سگنل وصول کر کے عمران کے دماغ میں پہنچا رہا تھا اور عمران ان سگنلوں کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی مرضی، اپنا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ خلائی مخلوق کے چیف طوطم کے سگنل پر عمل کر رہا تھا۔ عمران کی یادداشت بھی بہت ہی مدہم پڑ چکی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور شیبا اس کی چچازاد بہن اور کالج کی ساتھی ہے اور ان دونوں نے خلائی مخلوق کے قاتل مشن کو تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اب وہ خود خلائی مخلوق کے کمپیوٹر سگنلوں کا غلام بن کر شیبا کو قابو کرنے جا رہا تھا تاکہ اسے کسی طرح سے ورغلا کر یا زبردستی اٹھا کر شہر کے آسیبی قبرستان میں پہنچا دے جس کے ٹیلوں کے نیچے خلائی مخلوق نے زمین دوز لیبوریٹری قائم کر رکھی تھی اور جہاں طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے بیٹھا

اس کے سگنلوں کے ذریعہ سے عمران کو آگے چلا رہا تھا۔
یہ خلائی مخلوق ہمارے نظام شمسی سے بھی آگے کسی دوسرے نظام شمسی کے سیارے سے ہماری زمین پر اُتر آئی تھی اور ان کا مقصد اس دُنیا کے ہر شہر میں سے قابل ماہر تعلیم اور سائنس دان لڑکوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر پہنچانا اور اس کے بعد دنیا کے ہر بڑے شہر میں کمپیوٹر نیوکلیائی بم نصب کر کے انھیں تباہ کرنا تھا۔ عمران نے اپنے کمپیوٹر پر اتفاق سے اس خلائی مخلوق کا خطرناک سگنل پکڑ لیا تھا اور پھر خلائی مخلوق کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ شیبا بھی اس کے ساتھ تھی۔ مگر دونوں خلائی مخلوق کے جال میں پھنس گئے۔ شیبا ایک کالے سانپ کی مدد سے فرار ہونے میں کام یاب ہو گئی، مگر عمران نہ نکل سکا۔ پھر خلائی چیف طوطم نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک خلائی سیکرٹ کیپسول لگا دیا اور اب عمران اپنی شناخت بھول کر خلائی مخلوق کا تابع ہو چکا تھا اور ان کے ہر حکم پر عمل کر رہا تھا۔ اس وقت رات کے پونے دو بج رہے تھے اور عمران نیم روشن فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ایک پارک میں سے گزر گیا۔ سامنے شیبا کے ممی ڈیڈی کی دو منزلہ کوٹھی تھی۔
عمران کوٹھی کے پیچھے آ کر پام کے ایک درخت کے نیچے رُک گیا۔ اس نے اپنی خالی خالی پتھرائی ہوئی آنکھیں اُٹھا کر شیبا کے کمرے کو دیکھا۔ شیبا کے کمرے کی بتی بجھی ہوئی تھی اور وہاں اندھیرا چھایا تھا۔ عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی،
"عمران! ہماری دشمن شیبا اپنے کمرے میں سو رہی ہے اسے جاکر اُٹھاؤ اور ورغلا کر آسیبی قبرستان میں لے آؤ۔ وہاں ہم اسے قابو میں کر لیں گے۔ آگے بڑھو۔ یہ میرا حکم ہے۔ طوطم چیف کا حکم ہے!"

عمران کو اس کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ کوٹھی کی دیوار پھاند گیا۔ سامنے وہ برآمدہ تھا جہاں سے ایک زینہ کوٹھی کی دوسری منزل کو جاتا تھا۔ عمران نے رُک کر دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کوٹھی کے باغیچے میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ دُور شہر کی کسی سڑک پر سے کسی ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی۔ عمران زینہ چڑھ کر دوسری منزل پر آ گیا۔ شیبا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ بہت اندر سے شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی:

"کون ہے؟"

عمران نے دروازے کے ساتھ مُنہ لگا کر کہا:

"میں ہوں۔ عمران۔ دروازہ کھولو۔"

عمران کا نام سُنتے ہی شیبا نے کمبل ایک طرف پھینکا۔ ٹیبل لیمپ روشن کیا اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ اس کے سامنے عمران کھڑا اسے خالی خالی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ شیبا نے اُسے دیکھا تو خوش ہو گئی۔ عمران کے مل جانے کی خوشی کے جذبات اتنے جوش بھرے تھے کہ شیبا نے عمران کے چہرے پر آئی ہوئی تبدیلی کو پل بھر کے لیے بھی محسوس نہ کیا۔ وہ بے تابی سے بولی:

"عمران! تم! اللہ کا شکر ہے کہ تم خلائی قید خانے سے نکل آئے۔ اندر آ جاؤ تمھاری امّی ابّو بھی بے حد پریشان ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ قبرستان کے نیچے خلائی مخلوق کا خفیہ ٹھکانا ہے، مگر میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا۔"

شیبا نے پلٹ کر دیکھا۔ عمران ابھی تک دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے کہا:

"اندر کیوں نہیں آتے عمران؟ کیا بات ہے؟ تم... تم مجھے کچھ بدلے بدلے سے لگتے ہو؟"

عین اس وقت عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی:

"عمران! شیبا کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم پہلے کیا کرتے تھے۔"

اس کے ساتھ ہی عمران مسکرایا اور کمرے میں داخل ہو کر بولا:

"میں ابھی تک حیرت زدہ ہوں شیبا۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اس ظالم خلائی مخلوق کی قید سے بھاگ نکلنے میں کام یاب ہو گیا ہوں۔"

شیبا نے دروازہ بند کر دیا اور ٹیلے فون کی طرف بڑھی:

"میں تمھارے امّی ابو کو فون پر خوش خبری سناتی ہوں کہ عمران آ گیا ہے۔"

عمران نے آگے بڑھ کر شیبا کا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں شیبا۔ ابھی کسی کو میرے آنے کی خبر نہ دو۔"

شیبا نے محسوس کیا کہ عمران کی گرفت میں لوہے کے شکنجے جیسی سختی تھی۔ اتنی سختی سے اس نے کبھی شیبا کا بازو نہیں پکڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور کہنے لگا:

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو شیبا۔ میرے آنے کی کسی کو خبر ہو گئی تو سب لوگ یہاں آ جائیں گے اور ہم اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکیں گے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" شیبا نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا:
"اس وقت خلائی مخلوق کا زمین دوز تہ خانہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میں جب جان بچا کر وہاں سے فرار ہونے لگا تھا تو طوطم چیف اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ اپنے سیارے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس وقت تک تینوں خلائی آدمی جا چکے ہوں گے۔ تم فوراً میرے ساتھ چلو۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہم ان لوگوں کی دونوں لیبورٹریز میں آگ لگا کر انھیں تباہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے پولیس کو خبر کی تو وہ دیر لگا دے گی اور ممکن ہے اس دوران خلائی مخلوق اپنے سیارے سے واپس آ جائے۔"
شیبا کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عمران خلائی مخلوق کے ساتھ مل چکا ہے اور ان کے اشاروں پر کام کر رہا ہے۔ وہ بھلا کیسے عمران کی باتوں پر اعتبار نہ کرتی؟ اس نے کہا:
"لیکن عمران ہم آگ کیسے لگائیں گے؟ ہمارے پاس تو ڈائنامیٹ بھی نہیں ہے۔"
عمران بولا، "یہ سب کچھ خلائی کمین گاہ میں موجود ہے۔ میں اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا تھا اس لیے تمھیں لینے آیا ہوں۔ بس اب تم باتیں نہ کرو اور میرے ساتھ چلو۔ دیر نہ کرو۔"
شیبا تو عمران کو وہی پہلے والا اپنا ساتھی عمران ہی سمجھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ چلنے پر فوراً تیار ہو گئی۔ عمران اسے ساتھ لے کر کوٹھی سے باہر آ گیا۔ شیبا کہنے لگی۔
"پچھلی سڑک پر ہمیں ٹیکسی وغیرہ مل جائے گی عمران۔"
عمران اپنی پتھرائی ہوئی خلائی آنکھوں سے اندھیرے میں دور سڑک پر نظر آنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ بولا:

"ہاں اسی سڑک پر چلو۔"

وہ پارک میں سے گزر کر سڑک پر آ گئے۔ عمران بالکل سیدھا ہو کر ایسے چل رہا تھا جیسے کوئی مشینی روبوٹ چل رہا ہو۔ شیبا اس کی چال میں اس تبدیلی کو محسوس کرتے ہوئے بولی:

"عمران! کیا بات ہے۔ تم اس طرح بالکل سیدھے ہو کر کیوں چل رہے ہو؟"

عمران نے آہستہ سے کہا:

"میری گردن میں ان لوگوں نے انجکشن لگائے تھے اس کی وجہ سے گردن میں درد ہو رہا ہے۔"

شیبا کو تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کہنے لگی۔

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ خلائی مخلوق نے مجھے بھی قید کر لیا تھا؛ میں تو بڑی مشکل سے کل ہی فرار ہو کر آئی ہوں۔ اور عمران عجیب بات ہے۔ ایک کالے سانپ نے میری مدد کی تھی۔ وہ سانپ آدمیوں کی طرح بات بھی کرتا تھا۔ تم سن رہے ہو ناں عمران؟"

عمران سُن رہا تھا۔ مگر اسے کالا سانپ یاد نہیں آیا تھا جس نے اس کو ڈسا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا خفیہ تہ خانے سے بھاگ آئی ہے اور اسے دوبارہ واپس تہ خانے میں لے جانا ہے۔ اس کی کمر میں لگا ہوا سیکرٹ کیپسول طوطم چیف کے سگنل وصول کر کے انھیں عمران کے دماغ میں برابر پہنچا رہا تھا۔ کسی وقت عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی بھی سُنائی دیتی۔

"عمران! شاباش! اسے لے کر آسیبی قبرستان میں آ جاؤ۔ ہم لوگ شیبا کا انتظار کر رہے ہیں۔"

عمران نے شیبا کی طرف دیکھے بغیر کہا :
"ہاں شیبا ، مجھے معلوم ہے کہ تم بھی پکڑ لی گئی تھیں اور پھر فرار ہونے میں کام یاب ہو گئیں ۔"
شیبا نے کسی قدر تعجب سے پوچھا :
"عمران ! تم میری طرف دیکھتے کیوں نہیں ہو ؟ اور تمھاری آواز بھی کچھ بدلی ہوئی ہے ۔"
عمران نے جلدی سے کہا :
"میری گردن میں درد ہے جس سے گلا بیٹھ گیا ہے اور میں اس وقت کوئی ٹیکسی دیکھ رہا ہوں ۔ تمھاری طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ۔"
شیبا مسکرا دی ۔ اس کے دل میں عمران کی طرف سے اب بھی کوئی شک پیدا نہیں ہوا تھا ۔ سامنے کی جانب سے ایک خالی ٹیکسی آئی تو شیبا نے اسے ہاتھ دے کر روک لیا اور ڈرائیور سے کہا :
"بھائی ! ہمیں سامنے والے ٹیلوں تک لے چلو وہاں ہماری ماں بیمار پڑی ہے ۔ اسے ہسپتال لے جانا ہے ۔"
ڈرائیور بولا ، "وہاں تو آسیبی قبرستان ہے ۔ میں اُدھر نہیں جا سکتا ۔"
وہ گاڑی بڑھانے ہی لگا تھا کہ عمران نے کہا :
"میں تمھیں ایک سو رُپے دوں گا ۔ تم قبرستان سے پیچھے ہی ہمیں اُتار دینا ۔"
ڈرائیور سو رُپے کے لالچ میں آ گیا ۔ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی گھومی اور آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کی طرف روانہ ہو گئی ۔ فاصلہ ایک ڈیڑھ میل کا ہی تھا ۔ ٹیکسی سڑک سے اُتر کر

ویران سنگلاخ اور اندھیرے میدان میں جھاڑیوں کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور وہ رُک گئی۔ عمران نے سختی سے پوچھا:

"گاڑی کیوں روک دی؟"

اتنی کرخت آواز شیبا نے عمران کے منہ سے پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ وہ کچھ ڈر سی گئی۔ ڈرائیور نے کہا:

"بھائی صاحب انجن خراب ہو گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

عمران نے دروازہ کھول دیا اور شیبا سے کہا:

"شیبا! ٹیکسی چھوڑ دو۔ ہم پیدل ہی چلیں گے۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

شیبا کو زندگی میں پہلی بار اندھیری رات میں عمران کے ساتھ آسیبی قبرستان کی طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ مگر فوراً ہی اس نے یہ سوچ کر اپنا خوف دُور کر دیا کہ آخر عمران میرے ساتھ ہے مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ عمران تو میرا ساتھی ہے۔ وہ ٹیکسی سے نکل کر عمران کے ساتھ اندھیرے ٹیلوں کی طرف چل پڑی۔ اندھیرے میں آسیبی قبرستان کی دیوار اور ڈیوڑھی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ شیبا نے کہا:

"ہم ڈیوڑھی میں سے نہیں عمران بلکہ قبرستان کی دیوار کی طرف سے ہو کر جائیں گے۔"

مگر عمران کی کمر میں پیوست سیکرٹ کیپسول نے سگنل دیا کہ وہ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے شیبا کو لے جائے گا۔ عمران نے فوراً کہا:

"نہیں شیبا! ہم ڈیوڑھی میں سے گزریں گے دیوار کی طرف ہو سکتا ہے خلائی مخلوق نے کوئی پھندا لگا رکھا ہو۔"

شیبا کو پھر بھی کوئی شک نہ ہوا۔ وہ عمران کے ساتھ قبرستان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئی۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی اُسے ایک لمبی سِسکار کی آواز سُنائی دی۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہُوا ؟" عمران نے پوچھا۔

"آگے کوئی ہے عمران ! مجھے آواز آئی ہے ؟"

شیبا نے ڈری ہوئی آواز میں جواب دیا۔ عمران بولا :

"میں دیکھتا ہوں۔ یہاں کون ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر عمران قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر ویران قبروں کی طرف نکل گیا جو رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ شیبا وہیں ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی کہ اچانک اندھیرے میں سے کالا سانپ نکلا اور اس کے سامنے آ کر زمین سے تین فیٹ اونچا پھن کھول کر کھڑا ہو گیا۔ شیبا نے سانپ کو پہچان لیا۔ یہ اس کا دوست سانپ ہی تھا۔ کالے سانپ نے دھیمی آواز میں کہا :

"شیبا ! تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہو۔ یہاں سے واپس بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"مگر میرے ساتھ عمران ہے۔" شیبا نے خشک آواز میں کہا۔

سانپ بولا، "شیبا ! واپس گھر کی طرف دوڑو۔ تمھاری زندگی خطرے میں ہے۔ باقی باتیں میں تمھیں پھر بتاؤں گا۔ بھاگو"

شیبا نے جلدی سے کہا :

"مگر عمران کو اکیلا کیسے چھوڑ دوں ؟"

کالے سانپ نے کہا :

"وہی تو تمھیں پھنسا کر یہاں لایا ہے۔ وہ تمھارا دُشمن بن چکا ہے۔ اس کے دماغ پر خلائی مخلوق کا قبضہ ہے۔ جلدی کرو۔

یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

شیبا نے جب یہ سُنا تو اس کا ذہن سنسنا گیا۔ اسے عمران کا بدلا ہوا چہرہ اور بدلی ہوئی چال اور کرخت آواز اور سخت ہاتھوں کی گرفت یاد آنے لگی۔ سانپ کے بارے میں شیبا کو معلوم تھا کہ وہ اس کا دوست ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہو گا۔ شیبا جلدی سے ڈیوڑھی سے نکل آئی اور تاریک درختوں میں شہر کو جانے والی سڑک کی طرف دوڑ پڑی۔ وہ پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ جب وہ کچے راستے پر آئی تو ٹیکسی والا ٹیکسی کے انجن کو ٹھیک کر چکا تھا۔ وہ انجن اسٹارٹ کر رہا تھا کہ شیبا دروازہ کھول کر اندر گھس گئی اور ہانپتی ہوئی آواز میں بولی:

"اللہ کے لیے واپس شہر چلو۔ جلدی۔"

ٹیکسی ڈرائیور بھی گھبرا گیا کہ ضرور اس لڑکی کے پیچھے قبرستان کی کوئی بد روح لگی ہے۔ اس نے ایکسیلیٹر دبایا۔ پہیے تیزی سے گھومے اور ٹیکسی گرد اڑاتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ پکی سڑک پر آتے ہی ٹیکسی کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ شیبا نے شیشے میں سے پیچھے دیکھا۔ اسے خطرہ تھا کہ عمران اس کا پیچھا کر رہا ہو گا۔ مگر سوائے اندھیرے کے شیبا کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ اب اس کے دل میں شک شبہے بیدار ہو رہے تھے۔ اس کو یاد آ رہا تھا کہ عمران کی شکل میں ایک سختی اور کرختگی تھی۔ اس نے جب اس کا بازو پکڑا تھا تو اس کی گرفت فولاد کی طرح سخت تھی۔ اس کی آنکھیں بھی ویران اور پتھرائی ہوئی تھیں۔ تو کیا خلائی مخلوق نے عمران کا برین واش کر کے اسے اپنے اثر میں کر لیا ہے؟ ایسا ہو سکتا تھا۔ شیبا فزکس اور نیوکلیئر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق جو زمین پر اُتری ہے وہ سائنس میں ان کی دنیا سے بہت آگے ہے اور بہت

ترقی یافتہ ہے۔ یہ مخلوق کسی بھی آدمی کے دماغ میں یا جسم کے کسی حصّے میں کوئی کمپیوٹر ڈسک فٹ کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

اس خیال سے کہ عمران خلائی مخلوق کا آلۂ کار بن گیا ہے اور وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے شیبا پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ عمران تو بڑی تباہی مچا سکتا ہے۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ٹیکسی شہر کی روشن سڑک پر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی تھی۔ اس نے پوچھا۔

"بی بی جی قبرستان میں کوئی بھوت دیکھا تھا آپ نے؟"

شیبا بولی، "ہاں۔ ایک بھوت دیکھا تھا۔"

ڈرائیور نے کہا:

"بی بی! آپ کو رات کے وقت قبرستان میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ آپ کا بھائی کہاں ہے؟"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سامنے پارک کی دوسری طرف شیبا کی کوٹھی تھی۔ اس نے ٹیکسی رکوائی۔ جیب سے کچھ پیسے نکال کر ڈرائیور کو دیے اور کہا:

"بھائی میرے پاس اس وقت یہی کچھ ہے۔"

ڈرائیور بولا: "کوئی بات نہیں بی بی جی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جان بچ گئی۔"

یہ کہہ کر ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

شیبا نے تیز تیز قدموں سے پارک عبور کیا۔ اپنی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ زینے کی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بے دم سی ہو کر اپنے بستر پر گر پڑی۔ پھر جلدی سے اُٹھ بیٹھی اور کھڑکی کھول کر نیچے سڑک پر تکنے لگی۔ اسے دھڑکا

لگا تھا کہ عمران کسی بھی وقت وہاں آ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور سیڑھیاں پھلانگتی اپنے ڈیڈی ممی کے کمرے کی طرف دوڑی۔ دروازے پر زور سے دستک دی۔ کمرے کی بتی روشن ہو گئی۔ اس کے ڈیڈی کی کرخت آواز آئی:
"کون ہے باہر؟"
شیبا نے کہا:
"میں ہوں ڈیڈی! شیبا!"
دروازہ اسی وقت کھل گیا۔ شیبا جلدی سے اندر آ گئی۔ اسے گھبرائی ہوئی دیکھ کر اس کے ممی ڈیڈی پریشان ہو گئے۔ ڈیڈی نے پوچھا:
"کیا بات ہے بیٹی! تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ کیا کوئی چور آ گیا ہے گھر میں؟"
شیبا نے اپنے سانس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پانی مانگا۔ اس کی ممی نے اسی وقت جگ میں سے پانی نکال کر دیا۔ شیبا نے پانی پیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ ممی نے دوڑ کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اور پوچھا:
"کیا کوئی چور ڈاکو ہے باہر؟"
شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:
"چور نہیں آیا۔ ابھی سارا قصہ سناتی ہوں۔"
اور پھر شیبا نے اپنے ڈیڈی اور ممی کو سارا واقعہ کھول کر بیان کر دیا۔ ساری کہانی سننے کے بعد ڈیڈی نے کہا:
"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سانپ آدمی کی طرح بات کرتا ہو؟ یہ تمھارا وہم ہے شیبا۔ عمران تمھارا دشمن نہیں ہے اور قبرستان کے ٹیلوں میں کوئی خلائی مخلوق بھی نہیں رہتی۔ تم

دونوں پاگل ہو گئے ہو۔ عمران شاید واپس آئے۔ اُسے آنے دو۔ میں اس کے امّی ابّو کو فون کر کے یہاں بلا لیتا ہوں۔ وہ تو اپنے بیٹے کی جُدائی میں سخت پریشان ہیں۔"

شیبا خاموش رہی۔ وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس پر کوئی اعتبار ہی نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بہت کہا کہ کالا سانپ آدمی کی آواز میں بولتا ہے مگر ڈیڈی ممّی اسے یہی کہتے رہے کہ تم پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔ صبح تمھیں کسی پیر صاحب کو دکھائیں گے۔ اب جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤ۔ شیبا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تو پھر یہیں میرے پلنگ پر سو جاؤ۔" شیبا کی ممّی نے کہا۔

شیبا کے ڈیڈی نے اسی وقت عمران کے گھر فون کر دیا کہ عمران واپس آ گیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر میں ہمارے گھر آنے والا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے یہاں آ جائیں۔ عمران کی امّی ابّو نے یہ خوش خبری سُنی تو خوشی سے نہال ہو گئے۔ اسی وقت ٹیکسی پکڑی اور شیبا کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شیبا کے ڈیڈی نے انھیں مختصر کر کے بتایا کہ عمران آسیبی قبرستان میں بھٹک گیا تھا۔ شاید وہ کسی خیالی آسیب سے ڈر گیا تھا۔ ابھی یہاں آ جائے گا۔ عمران کے ماں باپ بے چینی سے اپنے بیٹے کی راہ دیکھنے لگے۔

دوسری طرف عمران جب ڈیوڑھی سے نکل کر رات کے اندھیرے میں قبروں میں گیا تو اسے وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ شیبا کو وہم ہو گیا تھا کہ قبرستان میں کوئی ہے۔ وہ ایک قبر کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے کان میں طوطم کی سرگوشی ہوئی۔ طوطم کی سرگوشی میں ڈانٹ تھی۔

"تم احمق ہو۔ شیبا کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آ گئے۔ اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے لے کر ٹیلے کے شگاف میں آؤ۔ ہمارے آدمی وہاں موجود ہیں"

عمران وہیں سے واپس پلٹا اور ڈیوڑھی میں آ گیا۔ وہاں آکر دیکھا کہ شیبا موجود نہیں تھی۔ اس نے دو تین آوازیں دیں مگر شیبا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عمران ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا۔ عین اس وقت اسے دُور سڑک پر ٹیکسی کے انجن کے اسٹارٹ ہونے اور پھر گاڑی کے تیزی سے بھاگنے کی آواز سُنائی دی۔ ساتھ ہی خلائی چیف کا سگنل ملا۔

"شیبا واپس بھاگ گئی ہے۔ اس کے پیچھے جاؤ اور جس طرح بھی ہو اسے لے کر تہ خانے میں پہنچو نہیں تو تمھیں بھسم کر دیا جائے گا۔"

"ایسا نہ کرنا چیف! میں شیبا کے پیچھے جاتا ہوں میں اسے لے کر ہی آؤں گا۔"

اور عمران قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف چلا۔

کیا عمران، شیبا کو پکڑ کر واپس خلائی چیف کے پاس لے گیا؟ اس سنسنی خیز کہانی کے چونکا دینے والے واقعات آیندہ ماہ پڑھیے۔

مکتبہ پیام تعلیم کی
دل چسپ، باتصویر، کتابیں
بتاشے (نظمیں)
7/50
بھیڑیے کا گانا
7/50
کوّے کا خواب
7/50
گدھے نے بجائی بانسری
7/50
چالاک بلّی
7/50
دُم کٹی لومڑی
7/50
شیر اور بکری 9/=
چاند کی بیٹی 8/=

محمد قیوم اعتصامی

ہیوبل اسپیس ٹیلی سکوپ

(خلائی دوربین)

زمین سے لاکھوں کروڑوں میل دور ستاروں کو دیکھ سکتی ہے

ہماری آنکھ یا زمین پر نصب دوربین خلا میں آسمان پر بہت سے ستارے سیاروں (سٹارز اور پلینٹس Stars Plane)کو نہیں دیکھ سکتی۔ بہت سے خلائی سائنس داں ایک عرصے سے یہ ضرورت محسوس کررہے تھے کہ کہکشاں سے پرے جو ستارے اور سیارے ہیں وہ کتنے بڑے اور کیسے ہیں۔ گرم ہیں یا سرد ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہکشاں سے پرے والی بات ہم کیوں کہتے ہیں اس لیے کہ کہکشاں ستاروں سے کہیں دور فاصلے پر ہے۔ ہم تو صرف آسمان پر ایک کہکشاں دیکھتے ہیں مگر خلائی تسخیر کے بعد بے شمار کہکشاؤں کا پتا چلا ہے۔

جب بھی کسی ستارے یا سیارے کو دیکھا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کی بڑائی دیکھی جاتی ہے۔ اب آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں عام لوگوں کا بھی یہی دستور ہے کہ وہ جس میں بڑائی ہو، اُسی کو دیکھتے ہیں۔ اب رہ گئی بات سائنس داں کہتے ہیں کہ ہر ستارہ سیارہ گرم یا سرد ہوتا ہے، اگر گرم ہے تو ریڈی ایشن چارج کرتا ہے جسے حرارت بھی کہتے ہیں یا روشنی کی لہروں کو خارج کرتا ہے اور اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے۔ یہی حرارت یا روشنی ہم زمین والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے مگر یہ فائدہ پہنچانا براہِ راست نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسرے ذریعے سے فائدہ پہنچاتی ہے۔ زمین پر موجود ہماری اشیاء کو جنگلات، فصلوں، دریاؤں، پہاڑوں، سمندروں اور معدنیات کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

جو ستارے اور سیارے سرد ہوتے ہیں اس کی فضا برفانی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ان کے ذریعے ہم زمین والوں کو فائدہ پہنچتا ہے غرض پروردگار عالم نے ہم اہل زمین کے لیے ہر چیز کو فائدہ کا وسیلہ بنایا ہے۔ یہ ہمارے لیے سوچنے اور شکر کرنے کا مقام ہے۔

اب ایک بڑی دوربین ہیوبل اسپیس ٹیلی سکوپ مختصر نام ایچ ایس ٹی خلا میں پہنچ چکی ہے۔ وہ خلا میں چار سو میل اوپر معلق ہے اور وہ ایک اسپیس کرافٹ (خلائی جہاز) کے اندر ہے جس نے اسے محفوظ کر رکھا ہے۔ خلائی مضمون سے دلچسپی رکھنے والی پیٹریشا برنس

سیوارنی کہتی ہیں اب تک اس سے بڑی دور بین خلا میں نہیں بھیجی گئی۔ اس دور بین کی سب سے بڑی خوبی تو اس کا بڑا ہونا ہے مگر اس پر خلا میں موجود کثافتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے شیشوں کو نہ تو گرد متاثر کرتی ہے نہ ہی اس پر فضا میں موجود بادلوں کے منتشر پانی اور نمی کا اثر ہوتا ہے اور نہ اس پر زمینی ماحول میں چلنے والی گرد آلود آندھیوں اور ہر چیز کو ڈگمگا دینے والی تیز ہواؤں کا اثر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے آندھیاں اور تیز ہوائیں بھی خلا ہی سے نیچے آتی ہیں۔

ایچ ایس ٹی کی یہ خوبی ہے کہ وہ آسمان پر موجود دور دراز فاصلوں کی کہکشاؤں ستاروں سیاروں کو نہایت واضح طور پر دیکھ سکتی ہے۔ حقیقت میں یہ فلکیاتی اجرام کا مشاہدہ کرنے والوں یعنی ہیئت دانوں کو خلا کا ہر منظر کھلا کھلا کر کے دکھادے گی۔ اس دور بین کو کیلی فورنیا میں قائم ادارہ لاک ہیڈ میزائلز اینڈ اسپیس کمپنی نے بنایا ہے۔ اس کا نام امریکی ہیئت دان ایڈون ہیوبل کے نام پر ہیوبل اسپیس ٹیلی سکوپ رکھا گیا ہے۔ یہ دور بین ایک خلائی جہاز میں رکھی گئی ہے۔ اسے ڈسکوری اسپیس شٹل (خلائی گاڑی) کے ذریعے ۱۹۹۰ء میں خلائی مدار میں پہنچایا گیا تھا۔ اس دور بین کا وزن چوبیس ہزار پاؤنڈ یعنی گیارہ ہزار کلو گرام ہے۔ یہ ۴۳ فٹ یعنی ۱۳ میٹر لمبی ہے اس دور بین پر خراب موسم کا ناگوار اثر نہیں پڑتا اسے خلائی جہاز کے اندر ایک صاف ستھرے کمرے میں نصب کیا گیا ہے جو ہر طرح کی اندرونی یا بیرونی چیز کی مداخلت سے محفوظ ہے۔ اگر اس میں بال برابر کوئی چیز اندر چلی جائے تو وہ ہاتھی کی جسامت میں نظر آئے گا۔

فضائی گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کی ضرورت اس لیے واضح کی گئی ہے کہ اس سے ہمیں اس کی صفائی کی نزاکت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ خلا کے سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ انسان کسی ایسی جگہ بیٹھا ہو خواہ وہ گرد و غبار سے جتنی بھی محفوظ ہو مگر پھر بھی انسان کے کپڑوں، بالوں اور جلد کی پرتوں سے ایک منٹ میں ایک لاکھ ذرّے گرتے ہیں۔ دور بین کے شیشوں کو اس سے محفوظ کرنے کے لیے بے پناہ احتیاطیں کی گئیں ہیں۔ اس خلائی دور بین کی تیاری پر جو کچھ خرچ ہوا وہ آپ کو بعد میں بتائیں گے۔ اب آپ حیران ہو جائیں بلکہ حیرت کے گڑھے میں اوندھے جا پڑیں جب اسے تیار کیا جا رہا تھا تب اس کی صفائی کو برقرار رکھنے کے لیے نوے لاکھ ڈالر ماہوار خرچ آتا تھا۔ ظاہر ہے یہ حیرت کی بات ہے۔

غرض ایچ ایس ٹی کی کہانی ٹی وی ڈراموں سے بھی زیادہ دلچسپ ہے جنہیں دیکھنے میں ناظرین کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے شیشے کا قطر ۹۴ء۵ یعنی ۲ء۴ میٹر ہے اور وہ

ایسی عمدہ حالت میں نصب ہے کہ ماندو مد ہم پڑے ستاروں اور کہکشاؤں کو دیکھ سکتا ہے۔ اسی اسپیس کرافٹ جس میں دور بین نصب ہے مختلف خود کار کیمرے بھی لگائے گئے ہیں جو دور بین کے شیشوں سے دیکھ کر خلائی سیاروں، ستاروں اور ماحول کی تصویریں اتاریں گے اور ان ہی تصویروں کو زمینی مرکز میں لگی اسکرین پر واضح کردیں گے جن سے خلائی سائنس داں پتا چلائیں گے کہ وہ کیا کیا دیکھ سکتے ہیں جسے اب تک نہیں دیکھا گیا۔

ایچ ایس ٹی کے پانچ بڑے آلات کو گرد و غبار اور نمی سے محفوظ کیا گیا کیونکہ اگر اس پر گرد اور نمی کا اثر پڑ جائے تو اس کی حاصل کردہ تصویری معلومات غلط ہو سکتی ہے۔ ہم میں سے بہت سوں کو پتا نہیں ہو گا کہ ایک اسپیس کرافٹ جسے بوسٹر راکٹ کے ذریعے خلا میں پہنچایا جاتا ہے تب وہ زمین کی کشش سے نکل کر بے پناہ قوت سے چلتا ہے۔ راکٹ ایک خاص منزل پر بند ہو جاتا ہے جبکہ اسپیس کرافٹ خلائی جہاز خلائی گاڑی اور سٹلائٹ (طفیلی یا مصنوعی سیارہ) کے ساتھ ایک آلہ جسے سولر سیلز کہتے ہیں لگے ہوتے ہیں۔ وہ اسپیس کرافٹ کو چلنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ سولر سیلز سورج سے خارج ہونے والی توانائی ہم زمین والے جسے دھوپ کہتے ہیں سے چلتے ہیں۔ ہم زمین والے موسم گرما کی دھوپ سے پناہ مانگتے ہیں مگر سائنس دانوں نے دھوپ کو لوپر بھی قابو کرلیا ہے۔
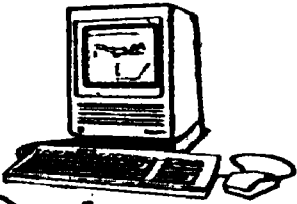
تحفہ 84

کمپیوٹر کیا ہے؟ حکیم نعیم الدین زبیری

ریڈیو اور ٹیلی وژن کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں کثرت سے استعمال ہونے والی ایجادات میں سب سے مفید اور حیرت انگیز ایجاد کمپیوٹر ہے۔

طیارے، بحری جہاز، بڑے بڑے بجلی گھر، بینک، پریس، لائبریری، اسکول، کالج اور ہسپتال غرض کہ گھر سے لے کر ہر ادارے کے دفتر تک اور اسکول سے لے کر ہر قسم کے کارخانے تک کمپیوٹر ہر جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔

کمپیوٹر کیا ہے؟ یہ کب ایجاد ہوا؟ کام کے لحاظ سے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ یہ کس کس میدان میں استعمال ہو رہا ہے؟ یہ کس زبان میں اور کن ہدایات کے مطابق کام کرتا ہے؟ یہ سب باتیں آپ کو اس مختصر کتاب میں ملیں گی۔ کتاب "کمپیوٹر کیا ہے؟" نہایت آسان زبان میں لکھی گئی ہے۔ بچوں سے بڑوں تک سب کی معلومات میں اضافہ کرتی ہے جو نوجوان کمپیوٹر کو اپنا کیریر بنانا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ بہت مفید ہے جو لوگ اپنے دفتر کی کارکردگی میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں یا کاروبار کو منظم کرنے کے لیے کمپیوٹر کا منصوبہ بنا رہے ہیں وہ بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ اتنی معلومات افزا کتاب ہے کہ ہر شخص خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، اس کو پڑھ کر یقیناً اپنے علم میں اضافے کو محسوس کرے گا۔ اس میں درجن بھر سے زیادہ سیاہ و سفید تصویریں بھی شامل ہیں۔

احمد خان خلیل

بچوں کی کوششیں

جانوروں کی دنیا

یوں تو دُنیا میں ہزاروں قسم کے جانور ہیں آیئے آج ہم جانوروں کی دنیا میں چل کر کچھ اہم جانوروں کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

دیکھیے سامنے گیٹ پر ہی شیر صاحب سینہ پھُلائے چہل قدمی فرمارہے ہیں۔ ان کی ایک عجیب عادت یہ ہے کہ یہ دن میں سوتے اور سرِ شام چنگھاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی اوسط عمر صرف بیس سال ہوتی ہے۔ یہ قریب تین فٹ اونچے اور کوئی دس فٹ لمبے ہوتے ہیں۔ ان کا وزن پانچ سے چھے من تک ہوتا ہے۔ مادہ نرُ سے چھوٹی ہوتی ہے اور اس کا وزن ڈھائی سے تین من سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ شکار کرتے وقت ہمیشہ جانور کی گردن پر وار کرتے ہیں۔ گائے، بھینس، بندر، ہرن وغیرہ ان کی اہم غذا ہیں۔

اب چلیے گینڈے صاحب سے ملتے ہیں۔ یہ سب جانوروں سے الگ تھلگ کھڑے ہوئے ہیں اور چپ چاپ اپنی محبوب غذا یعنی جڑی بوٹیاں اور پتے چبارہے ہیں۔ یہ پانچ سے چھے فٹ اونچے لگ رہے ہیں۔ ان کی کھال خاصی موٹی ہے اور سینگ کافی مضبوط دکھائی پڑتا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ سینگ صرف گینڈے کے بالوں سے بنا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی شاید بارہ انچ تک ہوتی ہے۔

ارے ادھر دیکھیے برفانی ریچھ بیٹھا ہوا ہے۔ اس بچارے کو بہت گرمی لگ رہی ہے۔ اسی لیے تو برف کی سلی پر بیٹھا ہوا ہے جو کہ وہ شاید اپنے ساتھ شمالی ملکوں سے لایا ہے۔ اس کے پاس اسی کی برادری کا ہندستانی بھالو بھی تشریف فرما ہیں۔ دونوں ہی دیکھنے میں خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ اگر انہیں موقع ملے اور وہ بھوکے ہوں تو انسانوں کی بستی پر حملہ کر ڈالتے ہیں۔ ان سے ہم ملاقات نہیں کریں گے اب آیئے آگے بڑھ جائیں۔

اور آگے بڑھیے ذرا پنجوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھیے وہ ہے سرخ ہرن۔ یہ امریکا

ایک شوہر نے اپنی بیوی سے کہا۔ کیا تم نے لڑکی کو بتادیا کہ اگر اس نے اپنی مرضی سے شادی کی تو اُسے ہماری جائداد میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اُسے اپنے شوہر کے ساتھ چلاجانا ہوگا۔

بیوی نے کہا۔ لڑکی کو یہ سب بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے لڑکے ہی سے کہہ دیا اور وہ بھی اس دن کے بعد سے آج تک نہیں آیا۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا
کہ حضرت ابو اسحٰق کی داڑھی مبارک
یاقوت اور جواہرات سے سجی ہے۔ اس
شخص نے صبح حضرت ابو اسحٰق کے پاس
جاکر یہ خواب بیان کیا تو حضرت ابو اسحٰق
فرمانے لگے "تو نے سچ کہا ہے میں نے کل
رات اپنی ماں کے قدم چومے تھے، یہ اسی
کی بدولت ہے۔"

سے آیا ہے۔ یہ بڑا طاقتور جانور ہوتا ہے اس کے سینگ بہت خوبصورت ہوتے ہیں اور یہ لڑتے وقت بر چھی کا کام کرتے ہیں۔

یہ ارنا بھینسا ہے۔ نہایت طاقتور مگر بے وقوف کبھی کبھی انسان آکر ان کے غول میں سے کئی بھینسوں کا شکار کر ڈالتا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ بھی انسانوں پر بے دھڑک حملہ کر دیتے ہیں۔

اب اس درخت پر دیکھیے آپ کو بندروں کی کئی قسمیں ملیں گی۔ حتیٰ کہ ایک گوریلا بھی۔ درخت پر چمپیزی بھی بیٹھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ببون اور بن مانس بھی۔ گوریلا کافی مضبوط بدن کا مالک دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی عادتیں انسان سے بہت ملتی جلتی ہیں کیونکہ یہ دونوں ہاتھوں پیروں کے بجائے انسان ہی کی طرح کھڑا ہو کر چل رہا ہے۔ چمپیزی نہایت سمجھدار لگتا ہے۔ اس وقت یہ کسی وجہ سے کافی غصہ میں ہے۔ اسی لیے گلا پھاڑ کر چیخنے لگا ہے ببون رنگ برنگا جانور ہے۔ یہ بہت ہوشیار ہے۔ یہ بندر ہوتے ہوئے بھی چھوٹے چھوٹے ہرنوں کا شکار کرتا ہے اس کے علاوہ کیڑے مکوڑے پھل سبزیاں بھی شوق سے کھاتا ہے۔

بن مانس دیکھنے میں بالدار انسان لگتا ہے۔ یہ صرف پھل اور پتے کھاتا ہے۔ پانی ہمیشہ چلو میں ہی پیتا ہے پرندوں کی طرح گھونسلا بھی بناتا ہے۔

ارے دیکھیے ہاتھی جھومتا آرہا ہے۔ اس سے بھی مل لیتے ہیں۔ یہ تقریباً بارہ فٹ لمبا ہے۔ ہندستانی ہاتھی تو صرف دس فٹ لمبا ہوتا ہے مگر یہ تو افریقہ کا ہاتھی ہے اور اسی وجہ سے اس کی گردن کے پاس گڑھا نہیں ہے جیسا کہ ہندستانی ہاتھی کے ہوتا ہے اس کے دانت آٹھ نو فٹ لمبے ہوتے ہیں۔ ہاتھی بڑا ہوشیار جانور ہے۔ اس کی یادداشت بہت اچھی ہوتی ہے۔ گھنے جنگلوں میں بڑی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ وہ جب سفر کرتا ہے تو سب سے آگے سردار رہتا ہے پھر بچے اور ہتھنیاں اور پھر باقی ہاتھی۔

اب چلیے واپس چلتے ہیں۔ ارے اس کو ہم دیکھنا بھول کیسے گئے۔ یہ تو بڑا دلچسپ معلوم ہوتا ہے اس کا نام اڑن لومڑ ہے۔ یہ اصل میں ایک قسم کی چمگادڑ ہے

اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ یہ صرف پھل کھاتی ہے اور دن بھر پیڑ پر الٹی لٹکی رہتی ہے۔ اس کی شکل لومڑی سے بہت ملتی ہے۔ یہ دیکھیے کچھ خرگوشوں بھی جو گیٹ کے پاس ہیں ان پر بھی نظر ڈال لیتے ہیں۔ یہ بھٹ میں رہتے ہیں اور وہیں بچے دیتے ہیں۔ اپنے بھٹ کے یہ کئی کئی راستے بناتے ہیں تاکہ خطرے کے وقت جدھر منہ اٹھے ادھر بھاگ سکیں۔ مادہ اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی ہے اور اپنے بال نوچ کر بھٹ میں نرم سا گدا بناتی ہے

اچھا اب چلتے ہیں بہت وقت گزر چکا۔ پھر کبھی جانوروں کی دنیا میں ملاقات ہوگی۔ انسانوں کی دنیا میں تو اتنی بھیڑ ہوگئی ہے کہ اب اسے انسانی دنیا کہنے کے بجائے "انسانوں کا جنگل" کہنے کو دل چاہتا ہے

شباب فاروقی ۲۸۹ ذاکر نگر نئی دہلی ۲۵

ایک شرابی کا احسان

ہمارے بچپن کا زمانہ تھا۔ بارش کے موسموں میں ہر سال ہمارے گھر کے پاس کی ندی میں پانی بہتا تھا۔ یہ پالار ندی کی ایک شاخ ہے جو جنوبی ہند میں مشہور ہے۔ اس کا پانی بیت منگل کولارڈ سٹرکٹ سے نکل کر چھوٹے چھوٹے گانو سے گزر کر ہمارے علاقے سے ہوتے ہوئے مدراس کے سمندر میں جا کر گرتا ہے۔ بیت منگل کولار میں پانی کا بہت بڑا ڈیم موجود ہے جس کے تقریباً ۷ بندھ ہیں جب کبھی ڈیم میں پانی حد سے بڑھ جاتا ہے تو تمام علاقے کے گانو کے کنارے رہنے والوں کو اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں دن یا فلاں رات کو فلاں وقت پر ڈیم کے ایک یا دو دروازے کھول کر پانی باہر کر دیا جائے گا اس لیے تمام لوگ ہوشیار رہیں۔ جھونپڑیوں کو خالی کر کے اپنے اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال کو لے کر کہیں چلے جائیں ورنہ جان کا خطرہ ہے۔

حسب معمول اعلان کے بعد ایک دفعہ رات کے تین چار بجے پانی آنا شروع ہوا۔ جو لوگ ہوشیار تھے وہ اپنے رشتہ داروں کے یہاں چلے گئے اور چند لوگ اپنی جھونپڑیوں سے تھوڑی دور چلے

ایک خاتون سیلز مین نے ایک بزرگ سیلز مین سے کہا۔ "آج تو بزنس بالکل نہیں ملا۔ ہر جگہ بے عزتی ہی ہوئی۔"

بزرگ سیلز مین بولے "کمال ہے! اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں مجھے کبھی بے عزتی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مجھ پر دروازے بند ہوئے۔ ڈانٹ کے ساتھ کبھی کبھی گالیاں بھی پڑیں دھکے بھی دے کر نکالا گیا مگر میری بے عزتی کبھی نہیں کی گئی۔"

رات ڈوبتے ہوئے سورج نے کہا "کوئی ہے
جو میرے بعد اس دنیا کو روشنی پہنچائے۔"
ایک چھوٹے سے دیے نے کہا "ہاں میں
کوشش کروں گا"

گئے اور جو لوگ نادان تھے وہ یہ سمجھ کر وہیں رہ گئے کہ پانی آیا تو دیکھ لیں گے۔ پانی بڑھتا ہوا آرہا تھا ۶ اور ۷ بجے پانی بہت بڑھ گیا یہاں تک پانی آگیا کہ اونچی دیواروں کو پار کرنے میں ایک بانس جگہ رہ گئی تھی اور پانی دیواروں سے ٹکرا رہا تھا۔

صبح سویرے پانی بہنے کی آوازیں ہمارے گھر تک پہنچ رہی تھیں اور لوگ صبح کی نماز مسجدوں میں ادا کر کے پانی دیکھنے کے لیے ہماری گلی سے گزرتے جارہے تھے اور دیوار پر کھڑے ہو کر بہتا ہوا پانی دیکھ رہے تھے۔ میں بھی پانی دیکھنے کے لیے نکلا اور ہجوم میں گھس کر دیوار کے کنارے کھڑا ہو گیا جہاں جہاں پانی دیوار سے ٹکرا رہا تھا پانی میں درخت کی ڈالیاں جھونپڑی کی پتیاں اور بانس بہتے جارہے تھے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا ندی کے بیچوں بیچ ہاتھ اوپر کی جانب اٹھائے پانی میں بہتا جارہا تھا۔ تمام لوگوں کی نظریں اس پر پڑیں اور سب کے سب کہنے لگے کہ دیکھو بچہ پانی میں ڈوبتا جارہا ہے مگر کوئی بھی آگے بڑھ کر بچے کو بچانے والا نظر نہ آتا تھا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

میرے قریب تیسرا آدمی جو کھڑا تھا اس نے جھٹ سے اپنی قمیص اتار پھینکی اور پانی میں کود پڑا اور تیزی کے ساتھ تیرتا ہوا اس بچے کو اٹھا کر کھینچ لایا۔ یہ نظارہ ابھی آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ جب دونوں کنارے پر آپہنچے تو لوگوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بڑا ہجوم ہو گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا وہ لڑکا کون تھا مجھے خبر نہیں۔ مگر وہ آدمی جو قمیص اتار کر لڑکے کو ڈوبتا دیکھتے ہی پانی میں کود پڑا تھا تو وہ ایک باورچی مگر شرابی تھا۔ پانی کا نظارہ دیکھنے آیا تھا البتہ اس وقت نشے کی حالت میں نہیں تھا۔

یہ واقعہ سنا کر والد صاحب کہنے لگے جب کبھی بھی اس شرابی کو دیکھتا ہوں تو میرے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اے اللہ اس شرابی کے گناہ معاف فرمادے۔ اس کے شراب پینے کو نہ دیکھ اس لیے کہ اس نے ایک لڑکے کی جان بچائی تھی۔ اس نیکی کے عوض اس کو بخش دے۔ ابھی چند دن پہلے اس کے انتقال کی خبر ملی۔ اللہ اس کو جنت عطا فرمائے آمین اس کے بعد والد صاحب نے مجھے تیرنے کا شوق دلایا اور تاکید فرمائی کہ بڑے بڑے کنووں میں

مت تیرو اس لیے کہ ان میں بجلی کا انتظام ہوتا ہے جس سے پانی کھینچ کر کھیتوں کو دیا جاتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بجلی چلتی ہو اور تم بے خبر ہو کر تیرنے کے لیے کنویں میں کود پڑو تو جان کھو بیٹھو گے اس لیے ہوشیار رہو۔ والد صاحب آخر میں نصیحت فرمانے لگے۔ لوگوں کی خدمت کر کے دعائیں لیتے رہو:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ہو سکتا ہے تمھارے حق میں خدا کسی آدمی کی دعا قبول کر لے اور تمھاری دین و دنیا سنور جائے شرابی کو بُرا نہ سمجھو اس کی نیکی کو ڈھونڈو۔ ہر آدمی کی اچھی اور بُری فطرت ہوتی ہے۔ ہر شخص کی اچھائیوں کو دیکھو اور سبق سیکھو مگر کسی کی بُرائی کو مت دیکھو۔ اسی طرح بُرے آدمی کی اچھی باتوں کو لے لو اور بُری باتوں کو چھوڑ دو۔ تمھارا دشمن بھی اگر اچھی اور نیک بات کہتا ہے تو مان لو اور تمھارا دوست اگر بُری بات کہتا ہے تو اس کو روکو۔ اچھی اور سیدھی بات کرنے کو کہو۔ اگر نہ مانے تو تم اس سے الگ ہو جاؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

تلوڑی عبداللہ باشاہ قلعہ واحمباڑی

اور کرو لڑائی

ایک لڑکا تھا۔ خرم علی قادری۔ وہ پڑھنے کے لیے روزانہ پبلک اسکول جاتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے ابو کے ساتھ اسکول سے واپس آرہا تھا کہ اس کی نظر چوزہ بیچنے والے پر پڑی۔ وہ اپنے ابو سے ضد کرنے لگا "مجھے چوزہ خرید دیجیے"۔ "مجھے چوزہ خرید دیجیے" ابو نے سمجھایا میں تمھیں ڈسکو پنسل خرید دیتا ہوں چاکلیٹ خرید دیتا ہوں۔ "لیکن خرم علی قادری ماننے کو تیار نہیں ہوا۔ پھر مجبوراً ابو نے اسے دو چوزے خرید دیے۔ ان چوزوں کو لے کر خرم علی قادری گھر آیا۔ اس نے چوزوں کے کھانے کے لیے گیہوں دیا، چاول دیا، پھر پانی پلا دیا۔ چوزوں کے رہنے کے لیے لکڑی کا ایک بکس خالی کر دیا گیا۔ ایک کا نام سونو اور دوسرے کا نام مونو رکھا گیا۔ روزانہ اسکول جاتے وقت خرم علی قادری ان چوزوں کو دانہ پانی دے جاتا تھا۔ پھر دوپہر بعد اسکول سے واپس آکر انھیں دیکھتا۔ اس طرح دونوں چوزے دن بھر کھاتے پیتے، ٹہلتے پھرتے اور رات کو

دو میاں بیوی غالب کے ایک شعر پر بحث کر رہے تھے جب دونوں کافی دیر تک اُسے نہ سمجھ سکے تو بیوی نے کہا "چلو چھوڑو، میں جب جنت میں جاؤں گی تو مرزا غالب سے خود ہی پوچھ لوں گی۔"
میاں نے کہا "اگر غالب جنت میں نہ ہوئے تو؟"
"پھر تم خود ہی پوچھ لینا۔" بیوی نے جواب دیا۔

طرح برناڈشا نے گھر آئے ہوئے مہمانوں کو اپنا مجسمہ دکھایا۔ یہ مجسمہ ایک مشہور مجسمہ ساز نے بنا کر تحفے میں شا کو دیا تھا۔

سارے مہمان مجسّے کا ہر پہلو سے جائزہ لے کر اس کی تعریف کر چکے تو برناڈشا نے کہا "اس مجسّے کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ روز بہ روز کم عمر ہوتا جاتا ہے۔"

آرام سے بکس میں سو جاتے۔ دھیرے دھیرے چوزے بڑے ہو گئے اور کافی خوبصورت مرغ بن گئے۔ ان کی لال لال کلغی گول گول آنکھیں پیلی لال دُم اور لمبی لمبی ٹانگیں بڑی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں۔ ہر روز کی طرح خرّم علی قادری مُرغوں کو دانہ پانی دے کر اسکول گیا۔

دوپہر کو دونوں نے پیٹ بھر کھانا کھایا سونو کھانا کھانے کے بعد لیٹ گیا۔ مونو سونو کے قریب ہی چہل قدمی کرنے لگا۔ سونو نے کہا "اگر تمھیں ٹہلنا ہی ہے تو کہیں اور جا کر ٹہلو مجھے آرام کرنے دو" مونو بول اٹھا۔ کھانے کے بعد ٹہلنا چاہیے۔ تم تو کاہل ہو اس لیے لیٹ گئے۔"

"میں کاہل نہیں ہوں۔" سونو نے کہا "بلکہ تم شیطان ہو۔"

"تم نے مجھے شیطان کہا۔"؟

"تم نے مجھے کاہل کہا۔"؟

پھر کیا تھا دونوں میں اسی بات پر لڑائی شروع ہو گئی۔ سونو نے مونو پر پنجوں سے وار کیا۔ مونو نے سونو کو چونچ ماری۔ اب دونوں میں جم کر لڑائی ہونے لگی مونو کی کلغی سے ٹپ ٹپ خون بہنے لگا۔ سونو کی ناک سے خون آنے لگا۔ یہاں تک کہ دونوں لہولہان ہو گئے۔

لڑتے لڑتے مونو بُری طرح تھک چکا تھا وہ وہاں سے بھاگا اور اس نے لکڑی کے ڈھیر کے اندر جا کر پناہ لی۔ اس کی کلغی اور نتھنوں سے خون جاری تھا۔

سونو اپنی فتح پر بہت مغرور ہوا اور گھر سے باہر نکلا۔ چبوترے پر کھڑا ہو گیا اور خوشی میں آنکھیں بند کر کے اپنی فتح کا اعلان کرنے لگا۔ "میں جیت گیا میں جیت گیا۔ میں جیت گیا۔" کچھ فاصلے پر ایک بلّی نے سونو کو آنکھیں بند کیے دیکھا۔ اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور سونو کو پیچھے سے دھر دبوچا۔ سونو نے خود کو چھڑانے کی بہت کوشش کی۔ بلّی کی آنکھ پر اس نے اپنی چونچ سے وار کیا لیکن بہت زخمی ہونے کی وجہ سے سونو کی طاقت جواب دے چکی تھی آخر میں وہ گر گیا اور بلّی نے اسے کچا ہی چبا ڈالا۔

مونو ان حالات سے بے خبر لکڑی کے ڈھیر کے نیچے گھسا پڑا تھا۔ اس کی کلغی اور نتھنوں سے اب بھی خون جاری تھا۔ تھوڑی دیر بعد خرّم علی قادری اسکول

سے واپس آیا۔ زمین کی اکڑی ہوئی مٹی خون کی بوندیں اور مرغوں کے قدموں کے نشانات کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ سونو اور مونو نے لڑائی کی ہے۔ دونوں مرغوں کو تلاش کرنے وہ گھر سے باہر نکلا۔ سونو کے پَر، کچھ ہڈیاں اور جسم کے باقی حصّے کو چبوترے کے قریب پا کر اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اسے کوئی جانور کھا گیا ہے۔

مونو یوں ہی لکڑی کے ڈھیر کے نیچے بے جان پڑا تھا۔ خون اب بھی جاری تھا۔ درد و کرب کی شدت سے وہ باہر نہیں نکل پایا۔ حُرم علی قادری بھی کوشش کے باوجود اس کو تلاش نہ کر سکا۔ رات کو کڑاکے کی سردی پڑی اور مونو کی زندگی کا خاتمہ اسی لکڑی کے ڈھیر کے نیچے ہو گیا۔

دو دن کے بعد جب لاش سے بدبو نکلنے لگی تب جا کر حُرم علی قادری کو پتا چلا کہ مونو تو لکڑی کے ڈھیر میں مرا پڑا تھا لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

افسوس کر کے رہ گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگا "اور کرو لڑائی"

(مرکزی خیال انگریزی سے)

زہو چشتی بنت ڈاکٹر وصی اللہ درہی پٹی
مین پور مظفر پور (بہار)

شیطانوں کی وادی

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ایک صاحب کو اپنے دوست کے لیے کم قیمت کے تحفے کی تلاش تھی مگر انھیں بازار میں تحفے مہنگے نظر آ رہے تھے۔ آخر انھیں ایک گلدان پسند آیا جس کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ دکان دار صرف دس روپے میں اس گلدان کو اس کے دوست کے پاس بھیجنے پر راضی ہو گیا۔ ان صاحب نے سوچا کہ ان کا دوست سمجھے گا، گلدان راستے میں ٹوٹ گیا ہے اس لیے وہ دکان دار کو دوست کا پتا دے کر رخصت ہو گئے کہ وہ ان کی طرف سے یہ تحفہ پہنچا دے۔ دو دن کے بعد انھیں دوست کی طرف سے پیغام ملا۔ لکھا تھا۔

"گلدان کے تحفے کا شکریہ اور جس احتیاط کے ساتھ آپ نے دونوں ٹکڑوں کو الگ الگ کاغذ میں لپیٹ کر بھیجا، اس کے لیے اور بھی شکریہ۔"

کسی جگہ سے تشریف لا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ لوگوں نے راستے میں خیمہ ڈال دیا چونکہ لوگ سفر کی وجہ سے کافی تھکے ہوئے تھے اس لیے سبھی لوگوں کو نیند آنے لگی تو حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو پہرا دینے کا حکم دیا اور باقی لوگ سو گئے۔ حضرت بلالؓ پہرا دیتے دیتے سو گئے اگلی صبح حضور اکرم ﷺ نے بلالؓ سے پوچھا۔ اے بلالؓ یہ کیا؟ آپ نے فرمایا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی وہی لاحق ہوا جو اور لوگوں کو یعنی میں

سر شیخ عبدالقادر نے قصر بکنگھم کی دعوت میں چھری کانٹے کے بجائے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ ایک لارڈ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا "آپ ہاتھوں سے کھانا کھا رہے ہیں؟"

"جی ہاں، ایسے ہی جیسے حضرت عیسیٰ کھایا کرتے تھے۔"

پھر کسی لارڈ نے عبدالقادر کو ٹوکنے کی جرأت نہ کی۔

بھی سو گیا۔ تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ خیمہ اکھاڑ دیا جائے اور سفر شروع کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سفر شروع کر دیا گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد حضرت بلالؓ کو حضور اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا اور نماز ادا کی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (جب کہ آپ نے لوگوں کے اوپر طاری شدہ خوف کو دیکھا) کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور جب چاہا اسی وقت میں واپس کر دیا۔ پس تم میں سے کوئی بھی شخص نماز سے غافل ہو کر سو جائے یا نماز بھول جائے پھر اس کے اوپر نماز کے متعلق خوف طاری ہو تو اسے ٹھیک اسی طرح سے نماز ادا کر لینی چاہیے جس طرح سے وہ اس نماز کے وقت پر ادا کرتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا بلا شبہ جب بلال نماز میں مشغول تھے (پہرا دیتے ہوئے) تو شیطان اُن کے پاس آیا اور انھیں لٹا دیا اور ان کو ایسی تھپکیاں دیتا رہا جیسے ایک بچے کو اس کی ماں سلاتے وقت تھپکی دیتی ہے۔ حتیٰ کہ بلالؓ سو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے بلالؓ کو بلایا اور پوچھا تو حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ سے ویسا ہی کچھ بتایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو بتایا تھا۔ یعنی جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو کسی نے مجھے لٹا دیا اور تھپکیاں دیں یہاں تک کہ مجھے نیند آ گئی۔ جب بلالؓ سے یہ بات حضرت ابو بکرؓ نے سنی تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل پڑا۔

اشھد انک رسول اللہ

بلا شبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ماخوذ)

اشرف اخلاق راجا پور سکرور اعظم گڑھ

چار دوست

کسی جنگل میں چار دوست کتا، چوہا بندر اور توتا بڑے پیار سے رہا کرتے تھے۔ ایک بار چاروں اکٹھے ہی گھوم پھر رہے تھے۔ اچانک کتے کی چھٹی حس بیدار ہو گئی اسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس نے ہوا میں کچھ سونگھا اور کہا، مجھے لگتا ہے کہ اس

جنگل میں کچھ اجنبی آئے ہیں جو انسان ہیں وہ ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ مٹھو! (یہ توتے کا نام تھا) تم جاکر پتا لگاؤ۔ توتا فوراً پتا لگانے اڑ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آیا اور بولا تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ پورب کے حصّے میں دو خیمے لگے ہوئے ہیں۔ شکاریوں کی تعداد تین ہے۔ ان کے پاس کچھ ہتھیار بھی ہیں۔" پھر تو راجا کو خبر کرنی ہی پڑے گی" کتّے نے کہا۔ اور شیر کی کچھار کی طرف تیزی سے دوڑنے لگا۔ شیر نے جب کتّے کو اتنی تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ ضرور کوئی بات ہے۔

کتّے نے جاکر شیر کو سلام کیا اور بولا" مہاراج! اس جنگل میں کچھ شکاری آئے ہیں۔ وہ جانوروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مٹھو نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" راجا شیر نے کہا" پھر تو جلدی کچھ کرنا ہوگا۔ اس نے لومڑی کو حکم دیا کہ جنگل میں سبھی جانوروں کو اطلاع کر دو کہ وہ اپنے اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔" لومڑی نے حکم کی تعمیل کی اور فوراً بندر اور چوہے کو اعلان کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اعلان کرنے کے بعد چاروں دوست پھر اکٹھے ہو گئے۔ انھوں نے آپس میں کچھ مشورہ کیا۔ کتّے نے انھیں سارا منصوبہ سمجھا دیا۔ بندر نے کہا" ٹھیک ہے ہم سب رات کو اپنی کاروائی کا آغاز کر دیں گے۔"

رات ہو گئی تھی جنگل کے سبھی جانور اپنے اپنے ٹھکانوں پر دبے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک سایہ شکاریوں کے خیمے کی طرف بڑھتا چلا گیا یہ بندر تھا۔ وہ سامان والے خیمے میں چلا گیا۔ اس کو دیکھ کر شکاریوں کے ساتھ لائے ہوئے کتّے چونکے۔ بندر نے انھیں فوراً گوشت کے زہریلے ٹکڑے کھلا دیے۔ ان میں سے چار کتّے فوراً مر گئے مگر ان میں ایک کتّا زندہ بچ رہا۔ وہ زہر کے اثر سے پاگل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بندر ہتھیاروں کی طرف بڑھا اس نے ہتھیار اٹھائے اور کتّے کو چھوڑ کو باہر آگیا۔ پھر وہ تیزی سے باہر نکلا۔ بندر کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ ادھر کتّا (جو پاگل ہو گیا تھا) خیمے سے باہر نکلا اور شکاریوں کے خیمے کی طرف لپکا۔ شور کی آواز سن کر ایک شکاری جاگ گیا۔ اس نے کتّے کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کتّے نے کوئی زہریلی چیز کھالی ہے اور پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے دوسرے ساتھیوں کو جگایا۔ انھوں نے دوسرے

آپریشن ٹیبل پر ایک سینیر سرجن نے نئے سرجن سے ناراضگی سے کہا" یہ آپ نے کیسا آپریشن کیا ہے؟"
نئے سرجن نے چونک کر کہا" آپریشن! سر میں تو سمجھا تھا کہ پوسٹ مارٹم کیس ہے۔"

مسکراتے وقت ۱۸ پٹھے (عضلات) استعمال ہوتے ہیں جبکہ غصّے میں ۶۴ پٹھے استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصّہ کرنے سے ہماری کتنی طاقت ضائع ہوتی ہے لہٰذا ہم اپنی طاقت کو غصّہ کر کے کیوں گنوائیں۔ ہمیں ہر وقت مسکراتے رہنا چاہیے۔

خیمے میں ہتھیار ڈھونڈے مگر انھیں ایک ہتھیار بھی نہیں ملا انھوں نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ بھاگ کر ندی میں کود پڑے۔ کتّا بھی ندی میں کود پڑا مگر ڈوب کر مر گیا۔ شکاری بھاگ نکلے۔ شکاریوں کے بھاگنے پر راجا نے دوبارہ اعلان کرا دیا کہ اب خطرہ ٹل چکا ہے۔ سبھی جانور کہیں بھی آ جا سکتے ہیں۔ راجا نے چاروں دوستوں کو خوب انعام سے نوازا۔ کتّے کی سوجھ بوجھ سے خوش ہو کر اس نے کتّے کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر دیا۔

سید عمران احمد۔ مالیر کوٹلہ

شرک کے اسباب

انسان اللہ کا بندہ ہے اور بندہ ہی پیدا کیا گیا ہے اس لیے اس کا سر حقیقی خالق و مالک ہی کی بارگاہ میں جھکنا چاہیے۔ اپنی تمام حاجتیں اس سے طلب کرے۔ دعا اس سے مانگے۔ اللہ بندوں پر انتہائی مہربان ہے۔ اگر بندے کا سر اس کی بارگاہ میں نہ جھکا تو اسے پھر نہ جانے کتنی بارگاہوں میں اپنا سر جھکانا پڑے گا۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
(علامہ اقبال)

مشرک قوموں کو دیکھو، توحید کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد وہ نیک لوگوں ہی کی نہیں بلکہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں تک کی پوجا کر رہی ہیں۔ شرک کا ایک بڑا سبب عموماً یہ ہوتا ہے کہ کسی نبی یا نیک انسان کی عظمت دل میں ایسی بیٹھ جاتی ہے گویا وہ خدا کا اوتار یا اس سے بڑھ کر اس کا بیٹا ہے جس میں کچھ خدائی طاقت بھی آ گئی ہے جیسے کہ ہندو کہ اپنے بعض بزرگوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں یا یہودی کہ حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں یا عیسائی کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

حضورؐ سے بڑھ کر کون اللہ کا محبوب ہوگا مگر قرآن میں بار بار آپؐ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے "کہہ دو کہ میں بھی تمھاری ہی طرح ایک انسان ہوں۔ فرق یہ ہے کہ میری طرف اللہ کی وحی آتی ہے اور میں اس کا پیغامبر ہوں۔ آپؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ "میرے بارے میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا اور گمراہ ہوئے اکثر مشرک قوموں کا شرک یہی رہا ہے کہ وہ کچھ ہستیوں کو ان سے انتہائی محبت کی بنا

پر نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر عبادت کے وہ مراسم ان کے سامنے ادا کرنے لگے جو اللہ کے لیے مخصوص ہیں، اسی لیے آج بھی جہاں یہ صورت پائی جائے گی تو اس پر شرک کا حکم لگایا جائے گا۔ وصال سے پانچ روز پہلے آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے دیکھو تم لوگ قبروں کو مسجدیں نہ بنانا عین وصال سے چند لمحے قبل پہلے آپؐ نے چہرے سے چادر ہٹائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ اللہ ہم لوگوں کو اس لعنت سے بچائے آمین

اسماء اسمٰعیل خوط، فرلاے داپولی رتناگیری

محنتی لڑکا

بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک آدمی کسی کام سے سڑک پر جارہا تھا کہ اسے ایک لڑکا ملا۔ اس کی عمر دس بارہ سال کی ہوگی۔ ہاتھ پھیلا کر اس نے کہا "دلوا مجھے دو روپے دو۔" دو روپے۔ کس لیے؟ اس آدمی نے پوچھا۔ لڑکا بولا "میری ماں بیمار ہے ایک روپیہ دوا کے لیے، ہم دو دن سے بھوکے ہیں ۔ ایک روپے میں ہم دونوں کھانا کھالیں گے۔ دو دن کے بھوکے ہیں بڑی مہربانی ہوگی ۔" ناٹک مت کرو۔ کوئی بھی بہانہ کر کے پیسے مانگنا

ٹھیک نہیں ہے۔ کام کرو اور پیسے کماؤ۔ لڑکے نے کہا "میری ماں برتن اور کپڑے دھونے کا کام کرتی ہے مگر وہ بیمار ہوگئی ہے اس لیے کام پر نہیں جارہی ہے اور میں بھی جو کام ملتا ہے کرلیتا ہوں مگر ماں کی خدمت کرنے کے لیے میں کام پر نہیں گیا۔ سچ بولتا ہوں مہربانی کیجیے اور دو روپے دے دیجیے۔" "ٹھیک ہے اگر میں تمھیں دو کے بجائے چار روپے دے دوں تو تم کیا کروگے؟ اس آدمی نے کہا۔ لڑکے نے کہا "عجیب بات ہے۔ آپ نے دو روپے نہیں دیے اور چار روپے کا حساب مانگ رہے ہیں"۔ ارے بھئی میں مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ سچ سچ پوچھ رہا ہوں اس لڑکے نے کہا دوا اور کھانا دو روپے میں ہوگا اور باقی دو روپے کی سبزی خرید کر بیچوں گا۔ ان دو روپوں کے تین، تین کے چار، چار کے پانچ بنالوں گا۔ لڑکے نے تفصیل سے جواب دیا۔ شاباش! یہ لو پانچ روپے اور پانچ کے پچیس بناؤ۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ وہ عظیم انسان بولا ۔ کچھ عرصے کے بعد وہ آدمی اسی سڑک سے گزرا۔ اچانک ایک بہت

> ایک خاتون اپنی پڑوسن سے کہنے لگیں۔ "دس سال پہلے میں گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑی رہتی تھی لیکن یہاں کی آب و ہوا اتنی خراب ہے کہ اب بے خبری میں کبھی آئینے پر نظر پڑتی ہے تو اس کی کوالٹی پر شبہ ہونے لگتا ہے۔"

☆عادت کی زنجیریں دیکھنے میں کتنی چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ اتنی مضبوط اور بڑی ہو جاتی ہیں کہ ساری زندگی توڑتے رہیں تو نہیں ٹوٹتیں۔
☆کام کرو۔ کام کے بغیر عقل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کام کرنے سے غلطی اور غلطی سے تجربہ اور تجربے سے عقل آتی ہے۔
☆اگر ہر آدمی ایک دعا کا دے تو کسی غریب شخص کی تقدیر بن جائے۔
☆ساری دنیا کا اندھیرا ایک چھوٹی سی موم بتی پر بھی حاوی نہیں آسکتا۔
☆جھگڑے بھی بچوں کی طرح ہوتے ہیں انھیں پالتے رہو تو بڑے ہو جاتے ہیں۔

صاف ستھرا لباس پہنا ہوا ایک لڑکا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اس لڑکے نے اس آدمی کے بازو پکڑ لیے۔ "ارے! یہ کیا؟ کون ہے تو؟" وہ آدمی بولا۔ آپ نے پہچانا نہیں۔ اس دن آپ نے دو روپے کہتے کہتے پانچ روپے دیے تھے۔ آپ کی دعا سے اس پانچ کے پچیس ہوئے اور پچیس کے سو روپے ہو گئے۔ اس بات کو ایک سال بیت گیا۔ وہ سامنے دیکھیے میری پھلوں کی دکان ہے۔ آیئے ادھر اپنے پیروں کی دھول میری دکان میں لگا دیجیے۔ وہ لڑکا بولا۔ اب اس آدمی کے دھیان میں آیا اور اسے بے حد خوشی ہوئی۔ لڑکے کے اصرار کرنے پر وہ آدمی دکان میں گیا اور بیٹھ گیا۔ اس لڑکے نے ایک اچھا سا پھل اس آدمی کو دیا۔ پھل لے کر اس آدمی نے کہا۔ ارے! یہ کیا؟ لڑکے نے کہا۔ یہ آپ کی مہربانی کا پھل ہے لیکن میں نے پھلوں کی امید نہیں کی تھی اس وقت میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ اچھا ٹھیک ہے اور بتاؤ تمھاری تعلیم؟ جی میری تعلیم جاری ہے۔ یہاں رات کا ایک اسکول ہے وہاں جاتا ہوں، دن بھر کام اور رات کو دو گھنٹے تعلیم۔ "" پیشے کے ساتھ علم ہونا ضروری ہے۔ اچھی طرح پڑھو، بڑے آدمی بنو، بڑے تاجر بنو۔ تمھیں میری یہ دوبارہ دعا ہے" دعا دینے والا کون تھا؟ وہ تھے ایشور چندر دیا ساگر جو بنگال کے ایک عظیم عالم اور عظیم سماجی مصلح تھے۔

شیخ عمران الدین، ستار محلہ نندوربار دھولیہ

اردو میں بچوں کے رسائل

☆ بچوں کا اخبار --- یہ انیسویں صدی کے آغاز میں غالباً بچوں کا پہلا رسالہ تھا مگر چند شماروں کے بعد بند ہو گیا۔
☆ پھول (ہفتہ وار اخبار) ۱۹۰۸ء میں دہلی سے سید ممتاز علی نے نکالا تھا۔
☆ غنچہ --- ۱۹۲۲ء میں بجنور سے اس کی اشاعت ہوئی مگر نصف صدی سے زائد عرصے شائع ہونے والا یہ مشہور رسالہ کئی سال سے بند ہے۔

☆ پیام تعلیم ــــــ ۱۹۲۶ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے مشہور ادیب ڈاکٹر سید عابد حسین نے نکالنا شروع کیا۔ مگر ۱۹۴۶ء میں بند ہو کر دوبارہ شروع ہوا۔ اس وقت یہ رسالہ ہندستان کے بہترین رسالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

☆ نو نہال ــــــ ۱۹۴۳ء میں حکومت ہند نے شروع کیا مگر تقسیم ملک کے بعد یہ رسالہ بھی بند ہو گیا۔ پھر جوش ملیح آبادی نے دوبارہ شروع کیا۔ کچھ عرصے کے بعد بند ہو گیا۔

☆ رتن ــــــ تقسیم ملک سے پہلے جموں سے شائع ہوتا تھا جس کے مدیر کندن لال تھے۔

☆ کھلونا ــــــ ۱۹۴۷ء میں یوسف دہلوی نے دہلی سے شائع کیا لیکن یہ بھی بند ہو گیا۔

☆ نور ــــــ ۱۹۵۳ء میں یہ رام پور سے ادارہ الحسنات نے شائع کیا۔ یہ اسلامی رسالہ اب تک شائع ہو رہا ہے۔

☆ کلیاں ــــــ ۱۹۵۴ء میں لکھنؤ سے اس کی اشاعت ہوئی۔ کئی سال پہلے نکلنا بند ہو گیا۔

☆ نانی ــــــ ۱۹۶۱ء میں لکھنؤ سے اس کی اشاعت ہوئی۔ آج کل بند ہے۔

☆ مسرت ــــــ ۱۹۶۶ء میں پٹنہ سے جاری ہوا۔ اب بند ہے۔

ایک صاحب کے گھر کا پانی کا پائپ ٹوٹ گیا۔ انھوں نے پلمبر کو فون کیا کہ آکر پائپ ٹھیک کر جائے۔
وہ ایک گھنٹے کے بعد آیا اور بولا۔ ”جناب! میرے دیر آنے سے آپ کو کچھ پریشانی تو نہیں ہوئی؟“
وہ صاحب بولے ”جی نہیں، اس دوران میں اپنے بیوی بچوں کو تیرنا سکھا چکا ہوں۔“

☆ ہلال ــــــ یہ رسالہ رام پور سے ادارہ الحسنات کی طرف سے نکلتا ہے۔ نہایت ہی چھوٹے بچوں کا رسالہ ہے۔

☆ سائنس کی دنیا ــــــ یہ رسالہ دہلی سے حکومت ہند کی طرف سے اردو زبان میں سائنس پر نکلتا ہے۔ رسالہ سہ ماہی ہے۔

☆ امنگ ــــــ یہ رسالہ دہلی اردو اکیڈمی کی طرف سے نکلتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے معیار کا ہے۔

☆ اچھا ساتھی ــــــ بجنور سے نکل رہا ہے۔

ایم سالک جمال احسان پورہ مالیر کوٹلہ

سایہ

عامر ماں باپ کا اکلوتا لڑکا تھا جس کی وجہ سے ماں باپ نے اسے نازوں سے پالا تھا اس کی چھوٹی بڑی ہر قسم کی خواہش پوری

کسی بھی انسان کو برف کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ گرمی سے پگھل جائے بلکہ ایسی مضبوط چٹان کی طرح ہونا چاہیے کہ بڑے بڑے طوفان بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں۔

عامر ڈرتے ڈرتے وہاں بھی پہنچ گیا مگر وہاں بھی کوئی پہچان نہ سکا۔ عامر نے ڈاکٹر صاحب سے سب کچھ سچ سچ بتادیا اس نے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور جو پیسے بچے تھے واپس کردیے اور وعدہ کیا کہ باقی پیسے وہ جلد ہی واپس کردے گا۔

ڈاکٹر صاحب بڑے ہی نیک دل انسان تھے۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور آج سے وعدہ کرو کہ زندگی میں کبھی چوری نہیں کروگے۔ عامر نے اس کے سامنے وعدہ کیا کہ اب وہ کبھی زندگی میں چوری نہیں کرے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ اب ان دواؤں کو لے کر جاؤ اور جب دوا ختم ہو جائے تو اپنی ماں کو اسی نرسنگ ہوم میں لے آنا میں ان کا تب تک علاج کروں گا جب تک پہلے جیسی نہیں ہو جاتیں۔

عامر خوشیوں سے پھولا نہیں سمایا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ اسے ایسا لگا جیسے کہ اس کا کھویا ہوا سایہ واپس مل گیا۔

محمد راشد، سنجرپور اعظم گڑھ

دو بوڑھے

دریا کے کنارے ایک چھوٹی جھونپڑی تھی جس میں ایک بندر اور ایک مداری رہتے تھے۔ مداری کا بڑھاپا شروع ہو چکا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ مداری کے پاس دو بندر اور دو بکریاں تھیں۔ ہر روز وہ ان چاروں کو ساتھ لے کر دریا کے پار شہر میں جاتا تھا اور بچوں کو تماشا دکھا کر روپیا ڈیڑھ روپیا کما کر اپنی جھونپڑی میں لوٹ آتا تھا۔ مداری خوش تھا بکریاں اور بندر بھی خوش تھے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ ایک بکری مر گئی۔ دو ماہ بعد دوسری بھی چل بسی۔ ایک دن ایک بندر کی دوسرے بندر سے لڑائی ہو گئی اور پہلا ایک دن چپ چاپ بھاگ گیا۔ اس کے بعد مداری کے پاس صرف ایک بندر رہ گیا اور وہ اس کے سہارے زندگی بسر کرنے لگا۔ مداری بوڑھا ہو گیا تھا اب اس میں ہر روز اتنی دور جانے کی ہمت نہ تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ کسی درخت کے سایے میں جا لیٹا رہے اور روٹی ملتی رہے مگر ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ پیٹ بھرنے کے لیے کام کرنا ضروری ہے اور بوڑھا مداری کام کرنے پر مجبور تھا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ مداری بھی بیمار ہو گیا۔ اکیلا بندر بچارا کیا کر سکتا تھا۔ بڑی مشکل آپڑی تھی دونوں پر۔ مداری بیمار، بیکار۔ روٹی آئے تو کہاں سے آئے اور نہ آئے تو

کھائیں کیا۔

دو دن گزر گئے۔ ایک تو بیماری اور اس پر فاقہ۔ مداری بڑا کمزور ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا پرانا ساتھی یعنی بندر ایک طرف چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا ہے جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ جب شام ہو گئی تو مداری بڑی مشکل سے اٹھا، اس نے گھڑے سے پانی نکالا اور غٹا غٹ پانی پی گیا۔ یکایک اس کی نظر جھونپڑے کے اس کونے پر پڑی جہاں بندر بیٹھا رہتا تھا۔ وہاں اس نے بندر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ کونا خالی تھا۔ مداری نے سمجھ لیا کہ وہ بھی اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ خیر اب کیا ہو سکتا تھا وہ نہ جاتا تو بیمار بوڑھے کے پاس رہ کر کیا کرتا۔

آدھی رات ہوئی تو بوڑھے مداری کے ہاتھ میں ایک نرم چیز لگی۔ اس نے آنکھ کھول کر دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا بوڑھا ساتھی اپنے پنجے میں ایک روٹی پکڑے بیٹھا ہے اور روٹی والے پنجے کو اس کی طرف بڑھا رہا ہے۔ مداری کو بھلا یہ سوچنے کی کیا ضرورت تھی کہ بندر یہ روٹی لایا کہاں سے۔ اس نے روٹی پکڑی اور فی الفور کھانے لگا۔ اب تو ہر روز ایسا ہونے لگا۔ مداری اپنی چارپائی پر پڑا رہتا۔ بندر جھونپڑے سے نکل کر نہ جانے کہاں چلا جاتا اور جب واپس آتا تو اس کے پنجے

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

ایک سیاسی پارٹی کے حمایتی عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "میرے ہم وطنو اور بھائیو! ہماری مخالف پارٹی پچھلے پچیس برسوں سے آپ کو دھوکا دے رہی ہے۔ اب ہمیں کچھ وقت کے لیے موقع عنایت کیجیے۔"

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

میں یا تو کوئی روٹی ہوتی یا کوئی پھل۔ ایک دن وہ چند بسکٹ بھی کہیں سے لے آیا۔ بڑے مزے دار بسکٹ تھے۔ اس طرح دن گزرتے جا رہے تھے۔ مداری کی حالت کچھ بہتر ہو گئی مگر اتنی نہیں کہ وہ شہر جا کر کوئی کام کر سکے اس میں بس اتنی ہی ہمت تھی کہ چارپائی سے اٹھ کر گھڑے سے پانی لے کر پی لے۔ ایک دن دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے۔ آندھی چلنے لگی اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ سارا دن بارش ہوتی رہی۔ دوسرے دن بھی یہی حالت رہی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی پھیل گیا۔ مداری کی جھونپڑی ایک اونچی جگہ میں تھی۔ وہاں تک تو پانی نہ جا سکا لیکن نیچے پانی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بندر اپنی جگہ پر بڑا اداس بیٹھا تھا۔ اتنے میں اس نے جھونپڑی کی کھڑکی سے چھلانگ لگائی اور غائب ہو گیا۔ کافی دیر گزر گئی اور وہ واپس نہ آیا۔ مداری نے سوچ لیا کہ کہیں طغیانی میں بہہ گیا ہے اور اب وہ کبھی جھونپڑی

اس وقت دنیا میں چار قسم کے کلنڈر استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ایک کلنڈر جو دنیا کے بہت سے ملکوں میں استعمال ہوتا ہے، حضرت عیسیٰ سے منسوب ہے اور عیسوی کلنڈر کہلاتا ہے۔
دوسرا ہجری کلنڈر کہلاتا ہے۔ یہ مسلمان ملکوں میں رائج ہے۔
تیسرا بکرمی کلنڈر ہے جو ہندستان میں استعمال ہوتا ہے۔
چوتھا کلنڈر یہودیوں کا ہے۔ اُسے صرف یہودی ہی استعمال کرتے ہیں۔

میں واپس نہیں آئے گا مگر قریب آدھی رات کے بندر کھڑکی سے چھلانگ لگا کر اندر آگیا اس کے پنجے میں دو روٹیاں تھیں اس سے پہلے کہ مداری یہ روٹیاں ہاتھ میں لے کہ تین آدمی اندر آگئے۔ وہ بڑی حیرت اور دلچسپی سے بندر کو دیکھ رہے تھے۔ مداری نے پوچھا۔ بھائیو کیا بات ہے۔ تم میری جھونپڑی میں کیا کرنے آئے ہو؟ ایک آدمی بولا "ہم بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ بندر آیا اور دو روٹیاں اٹھا کر بھاگ نکلا۔ یہ پہلے بھی اس قسم کی حرکت کر چکا ہے۔ اس لیے ہم اس کے پیچھے پیچھے بھاگتے یہاں تک آگئے۔" بوڑھا مداری بولا "اسے کچھ نہ کہو، یہ میرا بندر ہے۔ میں بوڑھا ہوں، اور کئی دن سے بیمار ہوں۔ یہ میرے لیے روز کچھ نہ کچھ لے آتا ہے اس کی وجہ سے آج تک زندہ ہوں ورنہ کب کا مر گیا ہوتا" ان لوگوں نے جب یہ بات سنی تو انھیں حیرت ہوئی اور خوشی بھی۔ وہ لوگ اس بوڑھے مداری اور اس کے وفادار بندر کو اپنے یہاں لے آئے اور پھر دونوں بوڑھے نئے گھر میں رہنے لگے۔ ایک تو بوڑھا مداری تھا اور دوسرا بوڑھا کون تھا؟ آپ سمجھ گئے نا؟

محمد انوار حسین، جے سی نگر بنگلور

پردہ کی بے حرمتی

(تصحیح مطبوعہ پیام تعلیم ستمبر ۹۶ء۔ معذرت کے ساتھ)

(میں یہ مانتی ہوں۔۔۔۔۔ دنیا میں بعد میں آیا) ان سطور کو مضمون سے حذف کر دیا۔ ان آیات کا اضافہ کر کے پڑھ لیا جائے۔)

قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پردہ سے متعلق احکام یوں نازل فرمائے ہیں "اے ایمان والو اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں بغیر سلام اور بغیر اجازت لیے داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمھارے لیے بہترین عمل ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ پھر اگر اس گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے اس میں نہ جاؤ اور اگر تم سے واپس جانے کو کہا جائے تو واپس ہو جایا کرو۔ اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو خوب

جاتا ہے۔ ایسے گھروں میں جہاں کوئی نہ رہتا ہو اور اس میں تمہارا سامان ہو تو اس گھر میں جانے پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو۔
سورہ نور آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹
(اے نبی ﷺ) آپ مومنین سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے (ستر کی) شرم گاہ کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کی بات ہے۔ بے شک اللہ کو خبر ہے ان سب کاموں کی جو لوگ کرتے ہیں اور اے نبیؐ آپ کہہ دیجیے ایمان والی عورتوں سے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤ سنگھار کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے کھلی چیز ہے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں کسی پر سوائے اپنے خاوند کے یا اپنے باپ کے یا خسر کے یا اپنے بیٹے کے اپنے شوہر کے بیٹے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی باندیوں کے یا چھوٹے لڑکوں کے۔ اور اپنے پانو زمین پر نہ ماریں کہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگھار جو چھپا ہوا ہے اور توبہ کرو اے مسلمانو تم سب مل کر تاکہ فلاح پاؤ۔ (سورہ مجادلہ آیت نمبر ۳۰، اور ۳۱)
حدیث شریف۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت گویا ستر ہے (یعنی عورت کو چھپی ہوئی رہنا چاہیے) جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکتے رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

برطانیہ کے لارڈ نوٹل نے اپنے دس ممتاز اور اعلا حیثیت کے مالک دوستوں کا ضمیر آزمانے کے لیے انھیں ایک ہی مضمون کے خط لکھے۔ خط کا مضمون تھا: "تمہارا راز کھل چکا ہے۔ خیریت چاہتے ہو تو موقع ملتے ہی فرار ہو جاؤ۔"
تیسرے روز نوٹل کے وہ تمام دوست شہر سے غائب ہو چکے تھے جنھیں ایک جیسے خط لکھے گئے تھے۔"

کوثر جہاں۔ بنگل گوڑہ عادل آباد

ایمان کی ضرورت

آج مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے مسلم معاشرے میں ایمان کی اتنی کمی ہوتی جا رہی ہے کہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کے ایمان ختم ہی ہوتے جا رہے ہیں اس لیے کہ ہم غیر قوموں کی تقلید کرنے لگے ہیں۔ اگر ہمارے اندر ایمان کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہم دنیا کی بڑی بڑی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اسی سلسلے میں حضرت ابراہیمؑ کا ایک

ایک دن محمود غزنوی نے جو خاصا بد صورت تھا اپنے وزیر سے کہا "سنا تھا کہ بادشاہوں کا چہرہ دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں لیکن ہمیں دیکھ کر لوگوں کو کوفت ہوتی ہو گی۔

وزیر نے کہا" ظل الٰہی! آپ کی صورت دیکھنے والے چند ہیں اور سیرت دیکھنے والے بے شمار۔ انسان کی سیرت اچھی ہو تو اس کی صورت پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔"

سچا قصہ بیان کرتی ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ غریبوں کی مدد کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اسی زمانے میں ایک کافر بادشاہ نمرود تھا جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ وہ شراب پیتا تھا، جوا کھیلتا تھا اور ہر برا کام کرتا تھا۔ بڑا ہی سخت دل بادشاہ تھا۔ ایک دن اس نے حضرت ابراہیمؑ سے اپنے آگے سر جھکانے کے لیے کہا لیکن حضرت ابراہیمؑ نیک دل، ایماندار، خدا پرست تھے انھوں نے کافر نمرود کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ تب سے حضرت ابراہیمؑ کو نمرود طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگا۔ وہ ان کا دشمن بن گیا۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک کنویں میں زبردستی دھکیل دیا جس میں آگ جل رہی تھی۔ فوراً ہی حضرت ابراہیمؑ اللہ کا نام لے کر اس آگ میں کود پڑے اور اللہ کے حکم سے آگ پھول کا گلستاں بن گئی اور چنگاری اور دھواں خوشبوؤں میں تبدیل ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ اللہ کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اس ماجرے کو دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے وہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بہت سے لوگ ان پر ایمان لے آئے اور دین کے راستے پر چلنے لگے۔

اگر ہم چاہیں تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے ایمان میں جلا پیدا کر سکتے ہیں آج ہم سب کو، پورے معاشرے کو پاکیزہ زندگی اور ایمان کی جلا کی ضرورت ہے۔

عصر حاضر کی سیاست بلا شبہ ایک نازک موڑ سے گزر رہی ہے۔ دینی اور لا دینی کے ٹکراؤ سے جو چنگاریاں اڑ اڑ کر شعلوں کی صورت اختیار کر رہی ہیں ان کی بری ہواؤں سے دامنِ کردار کو بچایا جا سکتا ہے اس کے لیے ہم سب کو بیدار ہونے کی سخت ضرورت ہے بلکہ یہ ہمارا اور آپ کا دینی اور سماجی فرض ہے کہ ہم سب دینی اور لادینی سیاست کے ٹکراؤ سے بچیں اور اپنے اندر ایمان کا جذبہ پیدا کریں تاکہ ہمارے دل میں ایمان کی روشنی ہمیشہ قائم رہ سکے۔ بقول علامہ اقبال ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

شبنم پروین۔ سید واڑہ۔ غازی پور یوپی

ظالم بادشاہ

ملک یمن پر پہلے وقتوں میں ایک بادشاہ حکمرانی کرتا تھا، وہ بادشاہ بہت ظالم تھا وہ رعایا پر ہر وقت ظلم ڈھاتا رہتا تھا۔ امیروں کے ساتھ تو اچھا سلوک کرتا تھا مگر غریبوں سے سختی سے پیش آتا۔ یہی نہیں جس کو چاہتا قتل کرا دیتا لوگ اس بادشاہ سے بہت تنگ تھے اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں بادشاہ انھیں قتل نہ کروا دے ' ان لوگوں کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھی ڈر اور خوف کا یہ عالم تھا کہ کوئی بادشاہ کے خلاف بات تک نہیں کر سکتا تھا اس ظالم بادشاہ کے دو بیٹے تھے ' بڑا بیٹا تو بالکل بادشاہ کی طرح ظالم تھا لیکن چھوٹا رحم دل اور نیک تھا ' بادشاہ بڑے بیٹے سے بہت خوش تھا بڑے بیٹے کا نام جواد اور چھوٹے بیٹے کا نبیل تھا۔ شہزادہ نبیل سادہ لوح تھا لیکن جواد بہت چالاک اور لالچی تھا۔ ایک دن مصر کے بادشاہ نے یمن کے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس کے چھوٹے بیٹے سے کرنا چاہتا ہے۔ یمن کے بادشاہ نے اس پیغام کو منظور کر لیا اور شادی کی تیاریاں ہونے لگی شادی خیر و عافیت سے ہو گئی۔ شہزادہ نبیل کی شہزادی کا نام نیلم تھا۔ شہزادی نیلم بہت خوب صورت تھی اور بہت رحم دل بھی تھی اس لیے بادشاہ جب بھی بے گناہ غریبوں کو سزا دیتا تو شہزادی اور شہزادہ دونوں بادشاہ کو روکتے کہ یہ تو بے گناہ ہے اس کو کیوں سزا دیتے ہیں۔ اس وجہ سے بادشاہ کو نیلم شہزادی سے نفرت ہونے لگی۔ بادشاہ کو اپنے کام میں کسی کی مداخلت پسند نہ تھی کچھ عرصے بعد شہزادہ نبیل کو کسی ضروری کام سے ملک سے باہر جانا پڑا تو اس کی غیر موجودگی میں بادشاہ نے شہزادی نیلم کو برا بھلا کہہ کر مصر واپس کر دیا۔ اس دوران اس کے بڑے بیٹے نے سوچا کہ چھوٹا بھائی تو یہاں موجود نہیں اس لیے اب میں حکومت آسانی سے حاصل کر سکتا ہوں یہ سوچ کر اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا یہ خبر جب شہزادہ نبیل کو ملی تو وہ فوراً واپس آیا اس نے اپنے بھائی کو بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا نبیل کو اپنے باپ کی وفات کا بہت دکھ ہوا۔ ایک دن شہزادہ

وکیل صاحب نے ٹیکسی سے اتر کر میٹر دیکھا پانچ روپے اسّی پیسے۔ وہ پانچ روپے دیتے ہوئے چل دیے۔ ٹیکسی ڈرائور بولا۔

"حضور! آپ سے تو آپ کا بیٹا اچھا ہے۔ کل اسی فاصلے کے اس نے مجھے دس روپے دیے تھے۔"

"مگر یہ تو سوچو کہ اس کا باپ زندہ ہے اور میں یتیم ہوں۔" انھوں نے پُر سکون انداز میں کہا۔

آنسو کیا ہے؟ فقط پانی کا ایک نمکین قطرہ لیکن تم اس حقیقت کو بھی مان جاؤ کہ اس قطرے کو آنکھ سے ٹپکتا دیکھ کر ظالم اور سنگ دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ آنسو پلکوں کی ٹہنیوں کو اس وقت بھگوتے ہیں جب دل روتا ہے۔ دل تب روتا ہے جب روح زخمی ہوتی ہے۔ پھر آنسو آنکھوں سے اس وقت ٹپکتے ہیں جب اپنوں کے لگائے ہوئے زخم اتنے گہرے ہو جاتے ہیں کہ وقت کا مرہم بھی ان پر کارگر ثابت نہیں ہوتا تو اس زخم کی ٹیسیں آنسوؤں کی صورت میں بہہ نکلتی ہے

جواد رات کو اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ بہت زہریلے سانپ نے اس سے ڈس لیا اور شہزادہ موقع پر ہی فوت ہو گیا۔ شہزادہ نبیل اپنے باپ اور بھائی کی وفات پر بہت رویا لیکن اسے اب اطمینان ہو گیا کہ رعایا اب سکون سے زندگی گزار سکے گی۔ شہزادہ نبیل نے تخت سنبھالا اور ملک میں امن و سکون اور خوش حالی پیدا کرنے کے لیے بہت سے اقدامات کیے پھر وہ اپنی ملکہ نیلم کو واپس لے آیا اور سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے

محمد نوشاد عثمانی محلہ شاہ چاوڑی بازار دہلی ۶

غلطی کا احساس

وہ آٹھویں درجے کا طالب علم تھا آج اس کے سالانہ امتحان کا رزلٹ آنے والا تھا۔ اس کا دل صبح سے ہی دھڑک رہا تھا کہ پتا نہیں رزلٹ کیسا ہو۔

اسکول پہنچا تو اسکول کے گیٹ پر ہی ہیڈ ماسٹر صاحب اپنی موٹر سائیکل سے اترتے ہوئے مل گئے۔ اس نے ادب سے ہیڈ ماسٹر کو سلام کیا۔ ماسٹر صاحب نے مسکرا کر جواب دیا اور آگے بڑھ گئے۔ جب وہ اسکول کے اندر داخل ہوا تو کھیل کا وسیع و عریض میدان سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اس کے انگریزی کے استاد اسٹیج پر کھڑے مائک پر اعلان کر رہے تھے "اب فنکشن کا باضابطہ آغاز ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے بچوں کے نتائج کا اعلان ہوگا اور پھر مہمان خصوصی کے ہاتھوں سے انعامات تقسیم کیے جائیں گے۔ پھر اول درجہ سے نتائج کا اعلان شروع ہوا اور جب آٹھویں درجے کی باری آئی تو اس کا دل دھڑکنے لگا اسی وقت اعلان ہوا "ڈی بیسٹ بوائے آف دی اسکول مسٹر ریحان اسعد، جنھوں نے پورے اسکول میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کر کے فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے" پورا جلسہ گاہ تالیوں سے گونج اٹھا۔

ریحان ایک ہونہار اور محنتی طالب علم تھا۔ اول درجے ہی سے وہ اپنی کلاس میں ہمیشہ اول آتا رہا اس کے والدین اس سے بہت خوش تھے۔ آج بھی اس نے فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی والدین نے اس کا داخلہ شہر

کے سب سے بڑے اسکول ضلع اسکول میں کر دیا۔ یہاں بھی وہ خوب دل لگا کر پڑھائی کرتا رہا۔ نویں جماعت میں اس نے فرسٹ ڈویژن حاصل کیا۔ یہاں ضلع اسکول میں اس کے دوستوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اسکول کے بُرے لڑکے اسے بہکانے کی ہر وقت کوشش کرتے تھے۔ کبھی کبھی اسے پڑھائی کرتے وقت اسکول "کینٹین" جانے کے لیے کہتے لیکن وہ انکار کر دیتا مگر بار بار اصرار کرنے پر کبھی وہ مجبور ہو جایا کرتا تھا۔ اس کے بُرے دوست اسے کہتے چلو چائے پی کر آتے ہیں پھر رات بھر پڑھائی کریں گے۔ لیکن کافی دیر بعد جب وہ سب واپس آتے تو نیند آنے لگتی اور سب سونے کو چلے جاتے۔ رفتہ رفتہ وہ روز ہی چائے پینے کینٹین جانے لگا۔ کبھی کبھی ٹی وی پر فلمیں دیکھنے لگا۔ ہر جمعہ اور سنیچر کی فلم وہ ضرور دیکھتا ' الف لیلہ سیریل اور دوسرے سیریل بھی دیکھتا۔ اب اس کا زیادہ وقت ٹی،وی، کینٹین اور پارکوں میں گزرنے لگا رات کو لائبریری آتا اور ایک دو گھنٹے پڑھائی کر کے چلے جاتا کبھی آتا اور کبھی نہیں آتا اب تو کلاس بھی مس کرنے لگا آئندہ مہینے اس کا دسویں کا سالانہ امتحان ہونے والا تھا اور آناً فاناً امتحان ختم بھی ہو گیا نتیجہ نکلا۔ وہ پاس تو ہو گیا تھا لیکن تھرڈ

> دو بوڑھی عورتیں ایک جگہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔
> ایک بولی۔ " نجمہ کل اپنے شوہر کے چالیسویں سے فارغ ہوئی ہے۔"
> "آج کل ہم عورتوں کے ساتھ یہی مسئلہ ہے۔ ہم میں سے بعض کو شوہر نہیں ملتا اور جنھیں ملتا ہے وہ چہلم کروا کے ہی پیچھا چھوڑتے ہیں۔"

ڈویژن اور وہ بھی آخری نمبر پر اس کے باقی دوستوں کا حال ایسا ہی تھا۔ اس رات اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ رات بھر وہ کروٹیں بدلتا رہا اس نتیجہ سے اسے بہت زبردست دھکا لگا تھا۔ اس وقت اس کا ماضی وحال اس کے سامنے تھا۔ چھٹیاں ہو چکی تھی۔ جب وہ گھر پہنچا تو اس کے والدین بہت خوش ہوئے لیکن ریحان کا اداس چہرہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گئے۔ جب انھوں نے مایوسی کی وجہ پوچھی تو وہ امّی کے گود میں سر رکھ کر رونے لگا اور ساری باتیں اپنی امّی اور ابّو کو بتا دیں۔ اس کے والد ایک شریف انسان تھے۔ انھوں نے ریحان کو سمجھایا اور حوصلہ دلایا کہ بیٹا اب رونے سے کیا فائدہ۔ اب دل لگا کر پڑھو انشاء اللہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا یہ کم ہے کہ تمھیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ ریحان نے اپنے والدین سے معافی

مانگی اور آیندہ دل لگا کر محنت کرنے کا عہد کرلیا۔ آج وہ بہت خوش ہے آج گیارھویں جماعت کا نتیجہ نکلا ہے جس میں اس نے اپنے کلاس میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے آج وہ خوشی خوشی گھر جارہا ہے میں اسے اسٹیشن پر چھوڑنے آیا ہوں کیوں کہ میں اس کا ایک اچھا دوست ہوں اس نے اب بُرے دوستوں کو چھوڑ دیا ہے پیامی ساتھیو! میں آپ کا بھی اچھا دوست ہوں۔ اول تو بُرے دوستوں سے پرہیز کیجیے اور کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا احساس ہونا چاہیے اور پھر ایسی غلطی کرنے سے توبہ کرلینا چاہیے۔

ہوں نا میں آپ کا بہترین دوست؟

غفران اختر ۵۱/ر ایس ایس ہال (نارتھ)
۷۷ 'ایم' یو علی گڑھ (یوپی)

پیامی ادبی معمانمبر 96 کا شاندار نتیجہ

بالکل صحیح حل (۱) سفید (۲) صبر آزما (۳) روبرو (۴) محدث (۵) وارث (۶) امتیازی (۷) ناگوار (۸) اچھی

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے تیرہ خوش نصیب بچوں کو فی کس -/30 روپے تقسیم کیے گئے

(۱) تنزیلہ عالمگیر۔ بھیونڈی (۲) صبا عمر کوپے 'نواگر' ممبئی (۳) خدیجہ عارفہ' بہرائچ (۴) شائستہ انجم' عباس نگر' مالیگاؤں (۵) رفیعہ شبنم' الہ آباد (۶) نورین بیگم' ویلور (۷) سعیدہ محمد یونس' مالیگاؤں (۸) شاہدہ خاتون' نئی دہلی ۲۵ (۹) فاطمہ جمالی' پٹنہ (۱۰) ایم' اے حکیم' حیدر آباد (۱۱) ضیاء الحق' مدراس (۱۲) ایس' ایس' جاوید' اورنگ آباد (۱۳) ناصر حسین' برہان پور

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے چودہ خوش نصیب۔ فی کس پندرہ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں

(۱) نوشین ناصر' مالیگاؤں (۲) شاکلہ منظور' اورنگ آباد (۳) صفوت غزالہ' ویلور (۴) درخشاں انجم' پٹنہ (۵) زکیہ پروین' جوگیشوری (۶) نفیس فاطمہ' دھارواڑ (۷) نور الصباح' ویشالی (۸) شبانہ د۔شمکہ' ایوت محل (۹) محمد عرفان' بیلگام (۱۰) شیخ ضیاء عبدالحمید' پونا (۱۱) ایم' اے معید' ایوت محل (۱۲) سید عتیق احمد' پربھنی (۱۳) فیصل عتیق گیا (۱۴) پرویز امام' پرلیہ۔

گدگدیاں

☆ایک دوست (دوسرے دوست سے) یار میرے ابو نے مٹکا لٹکایا اور پھر اس میں پانی بھرا اور اس کا نشانہ لگایا پانی گر گیا مگر مٹکا ٹوٹا تک نہیں۔

دوسرا دوست : بس اتنی سی بات! میرے ابو نے بھی مٹکا لٹکایا اس میں پانی بھرا اور اس کا نشانہ لیا تو مٹکا ٹوٹ گیا لیکن پانی لٹکا رہا۔

فیضان احمد۔ محلہ پورہ رانی۔ مبارک پور

☆ڈرائنگ روم میں سجے ہوئے شیر کو دیکھ کر مہمان نے پوچھا۔ اتنا خوبصورت شیر آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟

یوگنڈا میں اپنے چچا کے ساتھ شکار کھیلنے گیا تھا۔ وہاں سے۔

تمھارے چچا کہاں ہیں؟

وہ شیر کی پیٹ میں ہیں۔

محمد وجیہہ الحق۔ ڈلوکھر۔ مدھوبنی بہار

☆اندھیرے میں ایک کھمبے سے ٹکرا کر ایک صاحب نے جھلا کر کہا۔ کمبختوں نے اس کھمبے کو جہنم میں کیوں نہیں کھڑا کیا۔ سننے والے کہا۔ اسے وہاں ہرگز نہ کھڑا کروائیے ورنہ آپ پھر وہاں بھی ٹکرا جائیں گے۔

اسعد انور۔ گیاری۔ ارریہ۔ بہار

☆ایک ڈاکٹر پاگل خانے کا معائنہ کرنے گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی اس کے سر کے اوپر چھت سے لٹکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ یہ آدمی چھت سے کیوں لٹکا ہوا ہے؟ پاگل خانے کے انچارج نے جواب دیا۔ یہ پاگل اپنے آپ کو بلب سمجھتا ہے۔ ڈاکٹر بولا تو آپ اس پاگل کو نیچے کیوں نہیں اتار دیتے۔ انچارج نے جواب دیا۔ کیا میں آپ کو پاگل نظر آتا ہوں؟ اگر میں نے اس کو نیچے اتار دیا تو میں کتاب کیسے پڑھوں گا۔

محمد عابد محمد سلیم۔ حفظ کمپاؤنڈ۔ مالیگاؤں

☆ پہلوان : (لکڑہارے سے) کیوں بے کیا کر رہا ہے؟

لکڑہارا : دکھائی نہیں دیتا۔ لکڑی کاٹ رہا ہوں

پہلوان : کیوں بے اکڑتا کیوں ہے۔

لکڑہارا : اکڑوں گا نہیں تو گٹھا کیسے بندھے گا۔

پہلوان : آؤں کیا۔ لگاؤں دو چار ہاتھ۔

لکڑہارا : ہاتھ نہیں لگاؤ گے تو گٹھا اٹھے گا کیسے۔

مرزا فرحان بیگ۔ کدورہ جالون

☆ایک بڑے بزنس مین نے دفتری کارکردگی کو بہتر بنانے کی غرض سے جا بجا یہ لکھوا کر لگا دیا کہ "جو کام ذہن میں ہے، آج ہی کر ڈالو۔" کچھ دن بعد بزنس مین کے ایک دوست نے پوچھا۔

"ان تختیوں کا کچھ اثر ہوا بھی یا نہیں۔۔۔؟"

بزنس مین نے آہ بھر کر کہا "اس

اندازے سے نہیں ہوا جس طرح مجھے امید تھی۔
ہوا یوں کہ ہمارا کیشیر ایک لاکھ روپے لے کر رفوچکر ہو گیا۔
۔ٹائپسٹ نے اپنا ٹائپ رائٹر
اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

سید سعید نواز اختر۔ پھپھوند۔ اٹاوہ

☆ایک دفعہ ایک آدمی حجام کی دکان میں گیا اور طنزاً کہنے لگا "آپ نے کبھی گدھے کی حجامت کی ہے؟"
حجام نے کہا: "جی نہیں پہلا اتفاق ہوگا۔ تشریف لائیے۔

ہما فردوس شیخ چاند۔ دیوان پورہ منگرول پیر

☆گاہک: (دکاندار سے) یہ چھتری کتنے دن چلے گی۔
دکان دار: "اگر آپ نے اس کو دو چیزوں سے بچایا تو قیامت تک چلے گی۔"
گاہک: وہ دو چیزیں کونسی ہیں؟"
دکان دار: دھوپ اور پانی۔

ایاز احمد، شاستری نگر اندھیری (ویسٹ) ممبئی

☆ایک بھکاری: بابا خدا کی راہ میں ایک روپیا دے دو۔
راہ گیر: روپیا تو نہیں دوں گا اگر بھوک لگی ہو تو کھانا کھلا سکتا ہوں۔
بھکاری: ایک روپے کی خاطر صبح سے اب تک پانچ بار کھانا کھا چکا ہوں۔

احمد عبداللہ۔ عطار گلی، کورٹلہ کریم نگر

☆ماسٹر صاحب اپنے اسکول کے بچوں کو پڑھا رہے تھے اور پڑھاتے پڑھاتے گہری نیند میں سو گئے۔ انسپکٹر صاحب اچانک کمرہ میں داخل ہوئے۔ دیکھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب بہت گہری نیند میں سو رہے ہیں۔ انسپکٹر صاحب نے ماسٹر صاحب کے جسم کو تین بار ہلایا۔
ماسٹر صاحب: کون بیوقوف ایسا کر رہا ہے؟
انسپکٹر صاحب نے جب چوتھی بار ماسٹر صاحب کا جسم ہلایا تو ماسٹر صاحب کی نیند ٹوٹ گئی۔ "پرنام سر" تین بار کہا۔
انسپکٹر: آپ بچوں کو پڑھا رہے ہیں یا سو رہے ہیں؟
ماسٹر: میں بتا رہا تھا کہ افریقہ میں بندر کس طرح سوتا ہے۔

عبداللہ مالکی۔ الکتاب۔ ارریہ بہار

☆ایک صاحب حادثے میں زخمی ہو گئے۔ انھیں اسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ڈاکٹر نے مرہم پٹی کے بعد کہا "آپ کو کل چھٹی ہو جائے گی۔"
دوسرے دن ڈاکٹر نے کہا۔ "آپ یہاں کم از کم ایک ہفتہ اور رکیں گے۔"
مریض نے کہا۔ "مگر کل تو آپ نے کہا تھا کہ کل مجھے چھٹی مل جائے گی!"
ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "وہ تو ٹھیک ہے مگر آج کے اخبار میں حادثے کی تفصیل پڑھ کر تمھارے زخموں کی شدت کا اندازہ ہوا ہے۔"

عبدالحی۔ ڈاک بنگلہ۔ کورٹلہ

☆استاد :(شاگرد سے) "بتاؤ چینی اور مصری زبان میں کیا فرق ہے۔؟"
شاگرد : "جناب! کوئی فرق نہیں۔ دونوں ہی میٹھی ہوتی ہیں"

قمر جاوید۔ مدرسہ فیض العلوم رام پور

☆بیوی نے شوہر سے کہا۔ "میں پانچ منٹ کے لیے پڑوس میں جارہی ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد پتیلی چولھے سے اتار لینا اور ایک گھنٹے بعد بے بی کو فیڈر سے دودھ پلا کر سلا دینا۔ میں بس ابھی آئی۔"

گلشن فاطمہ۔ اسلام نگر۔ ارریہ بہار

☆ایک امیر آدمی کا جنازہ اٹھا۔ اس نے اپنے رشتے داروں کے لیے کافی دولت چھوڑدی تھی۔ رشتے داروں کے ساتھ ایک اجنبی بھی رو رہا تھا۔ اس کے قریب کھڑے ایک شخص نے اس سے پوچھا۔ "کیا مرنے والے صاحب تمھارے بھی رشتے دار تھے ؟"
"نہیں! میں اس لیے رو رہا ہوں کہ کاش وہ میرے بھی رشتے دار ہوتے۔"

آصف اقبال پٹویکر۔ ملت نگر رائے گڑھ

☆دو مسافر ریل میں ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک بولا : "معاف کیجیے میں کچھ اونچا سنتا ہوں ، آج لگتا ہے بالکل بہرہ ہوگیا ہوں۔ آپ آدھے گھنٹے سے باتیں کر رہے ہیں اور مجھے ایک لفظ بھی سنائی نہیں دیا۔"
دوسرے آدمی نے جواب دیا : "میں باتیں نہیں کر رہا چیونگم کھا رہا ہوں۔"

دانئی سید منہاج وسیع۔ مومن پورہ لودگیر

☆ایک لائبریری کے انچارج کو رات کو کسی نے فون کیا۔ لائبریرین نے ریسیور اٹھایا۔ آواز آئی "جناب! لائبریری کس وقت کھلتی ہے ؟" لائبریرین نے غصے میں کہا۔ "آپ کو اس وقت لائبریری جانا ہے۔" آواز آئی "جانا کہاں ہے جناب! لائبریری سے باہر آنا ہے۔

محمد ارشد۔ محلہ پورہ رانی۔ مبارکپور

☆قسائی کی دکان پر ایک خاتون سب گاہکوں کو تقریباً دھکیلتی ہوئی آگے پہنچیں اور بولیں "مجھے ذرا جلدی سے پانچ روپے کے چھیچھڑے دے دو۔" پھر انھیں کچھ خیال آیا پلٹ کر اپنے پیچھے کھڑی ہوئی عمر رسیدہ عورت سے بولیں۔ "امید ہے آپ نے میری جلد بازی کا بُرا نہیں مانا ہوگا ؟"
عمر رسیدہ خاتون نے شفقت سے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں! تمھیں یقیناً بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

محمد مصباح الرحمٰن۔ کھتول پور مظفرپور

میرے پسندیدہ اشعار

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
● شہروز احمد۔ بریلی

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
● عبدالقدوس، نزد اردو ہائی اسکول۔ راوڑ کیلا

چور کے پاکٹ میں ہوا ریل کے انجن کا گزر
آج کی اُلٹی خبر آج کی اُلٹی خبر
● عالیہ تسنیم۔ منڈی بازار۔ ورنگل

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں
● فاروق احمد۔ نیو سر سید نگر علی گڑھ

تم نے الفاظ کی تاثیر کو پرکھا ہی نہیں
نرم لہجے سے تو پتھر بھی پگھل سکتے ہیں
● عبدالرب احسان۔ ڈاک بنگلہ کورٹلہ کریم نگر

زمانہ خود غرض ہے لوگ سب مطلب سے ملتے ہیں
نظر رکھنا کہ جو ملتے ہیں وہ کس ڈھب سے ملتے ہیں
● کلیم اللہ خان۔ محلہ منگل گڈہ۔ جگتیال

مٹا سکے نہ زمانے کے حادثات مجھے
کھڑا ہوں اپنی جگہ پر ہمالیہ کی طرح
● وسیم احمد انصاری سویرا ہکڈپو مالیگاؤں

وقت کے سانچے میں جب ڈھلنے کی عادت ہو گئی
راستہ جیسا بھی ہو چلنے کی عادت ہو گئی
● غوثیہ نشاط۔ لبیت، رائے گڑھ

دیا خاموش ہے لیکن کسی کا دل تو جلتا ہے
چلے آؤ جہاں تک روشنی معلوم ہوتی ہے
● مجیب الرحمٰن خان رضوی دارالعلوم حنفیہ ممبئی

ہجوم غم میری فطرت نہیں بدل سکتا
میں کیا کروں میری عادت ہے مسکرانے کی
● امتیاز عالم نزد بہاری مسجد گوونڈی ممبئی

اس شان سے وہ آج پئے امتحان چلے
فتنوں نے پانو چوم کے پوچھا کہاں چلے
● محمد علی، بھارت ہارڈویر اسٹور برہان پور

قلم کی نہنی بھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں
● محمد رمضان متعلم مدرسہ انوار العلوم ڈونڈپور

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او باد صبا
یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک
● محمد مستان، بڑا محلہ۔ بدنیرہ بھوبجی ناندورہ

ہمارے دور نے یہ معجزے دکھائے ہیں
ہمارے قد سے بھی اونچے ہمارے سایے ہیں
● شیخ اصغر شیخ غلام، قاضی نگر بھنڈارہ

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
ساماں ہے سو برس کا پل کی خبر نہیں
● محمد عشرت متعلم مدرسہ ادارہ محمودیہ، محمدی کھیری

چاہتی تو روک سکتی تھی اسے
دم کہاں تھا لشکر کفار میں
● تازیہ پروین۔ دیوان پورہ منگرول پیر

یہ جو محفل ہے اس کو سجانا بھی ہے
یہ جو شیطاں ہے اس کو مٹانا بھی ہے
● محمد مستقیم محمد الیاس، تیلی محلہ ناگپاڑہ ممبئی

ہے علم ہی کی شمع سے ہستی میں اُجالا
لو اس جو ہوست تو خون اپنا ملادو
● دانش خورشید محلہ قدم رسول اسکول آسنسول

جو شخص محمدؐ کی راہوں پر چلا ہوگا
اس کے لیے جنت کا دروازہ کھلا ہوگا
● محمد عبدالعلیم محمد عبدالرحیم گوپال واڑی

رکھتے ہیں ہم اپنے سینے میں الفت رسولؐ کی
بدلیں گے ہم کبھی نہ شریعت رسولؐ کی
دشمن کو بھی پسند ہے سیرت رسولؐ کی
ہر آدمی کے لب پہ ہے مدحت رسولؐ کی
● محمد حارث سبحان متعلم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
● شبینہ پروین عبدالسلام، منگرول پیر

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں
● صادق النساء محمد نعیم الدین، بدنیرہ بھولجی

اللہ تیرے ہاتھ میں موت و حیات ہے
پتہ بھی اک ہلا سکے کس کی مجال ہے
● محمد ارشد محلہ چوہنہ مالیر کوٹلہ

احساس عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس آنکھ کا آنسو موتی ہے اس لب کا تبسم ہیرا ہے
● نازیہ سلطانہ، سعید آباد آرمور

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
● سید حسن، انسان اسکول کشن گنج بہار

یادوں کی جڑیں پھوٹ ہی پڑتی ہیں کہیں سے
دل سوکھ بھی جاتا ہے تو بنجر نہیں ہوتا
● قمر عباس، بڑی ارجنی مبارکپور اعظم گڑھ

گھر آکے بہت روئے ماں باپ اکیلے میں
مٹی کے کھلونے بھی سستے نہ تھے میلے میں
● حفصہ روحانہ اسکول رحمانیہ آرمور

فرشتۂ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے
● عابد علی خاں شیروانی، مالیر کوٹلہ

جمیل ہم کو کوئی دیکھے غلام مصطفیٰ ہیں ہم
ہماری ٹھوکروں سے زندگی کا راز کھلتا ہے
● عرفان احمد اکیلا، ۹۴ موتی تالاب مالیگاؤں

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
● شفاعت اللہ مدرسہ خیر العلوم ڈومریا گنج

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروت حسن عالم گیر ہے مردانِ غازی کا
● تسنیم کوثر، مکتب جامعہ اسلامیہ بیناپارہ

برسات میں تالاب بھی ہو جاتے ہے کم ظرف
آپے سے سمندر کبھی باہر نہیں ہوتا
● شبستاں پروین، منگرول پیر

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
کہ اس میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے
● طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور آکولہ

سناں کی، تیر کی، تلوار کی، حاجت نہ خنجر کی
ہے مومن کے لیے کافی صدا اللہ اکبر کی
● اعجاز احمد فدائی، ابراہیم پور اعظم گڑھ

جلا وہ شمع کہ آندھی جسے بجھا نہ سکے
وہ نقش بن کہ زمانہ جسے مٹا نہ سکے
● توقیر عالم راہی، مثالی مڈل اسکول، اررِیہ

کہا کس نے غم دنیا، غم جاناں نہیں ہوتا
یہ میرا غم کدہ ہے جو کبھی ویراں نہیں ہوتا
● محمد اعجاز، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری
کہ آشیاں کسی شاخ شجر پہ بار نہ ہو
● ایس ایم رضا شاہ، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

رہبر ملک سے کہہ دو کہ ہے منظور ہمیں
ہر وہ قانون جو قرآں کے مطابق ہوگا
● ضیاء الرحمٰن حیدر آبادی، مبارکپور
ہم جہاں چھڑ کتے تھے جن پیاری نہ تھی آن پیادوں سے
یہ زخم جو ہم نے کھائے ہیں گہرے ہیں کہیں تلوار سے
● انوار خاں، بالا پور آکولہ
کشتی کا ذمے دار فقط ناخدا نہیں
کشتی پر بیٹھنے کا سلیقہ بھی چاہیے
● محمد کامران عالم، مین روڈ ارریہ
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو
● افروز خاں، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد
آدمی کی قسمت میں صرف غم اٹھانا ہے
زندگی تماشا ہے، موت ایک بہانا ہے
● وکیل خاں، بڑھئی پورہ منگرول پیر
نفرت کا سبب ایک ہی ملتا ہے جہاں میں
کہ انساں کو انساں کی پہچان نہیں ہے
● عبدالمبین عبدالرحیم، وارڈ نمبر ۲۸ آکولہ
اپنے دشمن سے تو امید کرم لا حاصل
دوست کے ہاتھ میں پتھر ہے پکاروں کس کو
● فیضان احمد، انصار کلب پورہ رانی اعظم گڑھ
سچی بات کو مان مسلماں
دیکھ تیرا ایمان بڑا ہے
● محمد افسر، فخر آباد پاتھری، پربھنی
تو خالق تو رازق تو مالک تو حاکم
تو خلقت پہ اپنی نظر رکھنے والا
زمیں سے فلک تک تیری حکمرانی
تو ارض و سماں کی خبر رکھنے والا
● شاداں رحمان جول، دلاور پور مونگیر

اگر درد محبت سے نہ انساں آشنا ہوتا
نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا نہ جینے کا مزا ہوتا
● ترنم نگار، جی آئی اکیڈمی ارریہ
میں نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں
● نہال رانی، شاہ پور بگھونی سستی پور بہار
اس دور میں انسان کا چہرہ نہیں ملتا
کب سے میں نقابوں کی تہیں کھول رہا ہوں
● نور محمد نور القادری، لال چوک مبارکپور
کس کے ماتھے سے غلامی کی سیاہی پھوٹی
خنجر آزاد ہے سینوں میں اترنے کے لیے
موت آزاد ہے لاشوں پہ گزرنے کے لیے
قوم کے رہزنو! اپنے گلدان سیاست میں سجا لو لاشیں
● عزیز احمد انعامدار، بھوسپا چوک دھارواڑ
ان کے آنے سے جو آجاتی ہے رونق منہ پر
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
● شہناز پروین، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد
گرنے والوں کو اٹھا پست کو بالا کر دے
ہر جگہ آج زمانے میں اجالا کر دے
● ناہید اشفاق، دیوان پورہ منگرول پیر
کیا حسن سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے
● حیدر عباس، پورہ رانی مبارکپور
ایک معما ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب دیوانے کا
● محمد شاداب المظفی، بگڈ ھرا، ارریہ بہار
رحمت رسول پاک کی ہر شئے پہ عام ہے
ہر گل پہ، ہر شجر پہ، محمدؐ کا نام ہے
● محمد عبدالرؤف مورتھاو

معلومات

☆ قرآن پاک میں لفظ احمد ایک مرتبہ آیا ہے۔
☆ قرآن پاک میں چودہ سجود ہیں۔
☆ قرآن پاک میں لفظ قل ۳۳۲ بار آیا ہے۔
☆ قرآن پاک میں ۷۰۰ بار نماز کا حکم آیا ہے۔

دانش اختر۔ سبھاش پلی چوک کشن گنج بہار

☆ ہمارے جسم میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار مسامات (سوراخ) ہیں۔
☆ ایک منٹ میں دنیا کے مختلف حصوں میں ۳۰ طوفان اٹھتے ہیں۔
☆ ٹیلی فون کا انتظام سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں شملہ میں ہوا۔
☆ بعض ستاروں کی روشنی سورج سے بیس ہزار گنا زیادہ ہے۔

یاسمین اختری۔ مرزاپور دیاری ارریہ بہار

☆ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ سے اکتوبر ۱۹۷۹ کے اس طویل عرصہ میں ہماری بھارت سرکار نے مختلف قسم کے ۶۳۴ ڈاک ٹکٹ جاری کیے۔
☆ ۱۹۷۹ء میں بھارت کے پوسٹ کارڈ کی صدی منائی گئی۔ آج ہر سال ۲۱۰۰۰۰۰۰۰۰ پوسٹ کارڈ ملک کے ہر کونے میں پہنچتے ہیں۔
☆ تامل ناڈو نامی ایکسپریس ریل گاڑی کے ۲۱ ڈبے اور دو انجن ہیں۔

[illegible]۔ بڑا تیرہ بھوکجی۔ ناندورہ بلڈانہ

☆ بابر کی پیدائش ۱۴ فروری ۱۴۸۳ء میں ہوئی اور ۱۵۳۰ء میں بابر کا انتقال ہوا۔

ریاض احمد صدیقی۔ ضلع اسکول در بھنگہ بہار

س۔ حضورؐ کے آخری الفاظ کیا تھے؟
ج۔ نماز نماز اور تمھارے لونڈی غلام بس اب اور کوئی نہیں صرف رفیق اعلا درکار ہے۔
س۔ حضورؐ کس کے لیے فرماتے تھے کہ "میں اس کا ہوں اور وہ میرا ہے۔؟"
ج۔ شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کے لیے۔
س۔ حضرت محمدؐ کی حیات مبارکہ میں کن دو غاروں کے نام آئے ہیں؟
ج۔ غار حرا۔ غار ثور۔
س۔ حضرت محمدؐ کے گھر میں سب سے پہلے اسلام لانے والی کون ہیں؟
ج۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ

عبید الرحمٰن۔ شیواجی نگر، گونڈی ممبئی

☆ حضرت امیر حمزہؓ کو شہیدوں کا سردار کہتے ہیں
☆ حضورؐ کو سب سے پہلے حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا۔
☆ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فاتح ایران بھی کہا جاتا ہے۔
☆ آپؐ کے دادا حضرت ابو المطلب کا اصلی نام عمرو تھا۔

انور حسین محمد خلیل۔ انجمن مفید الیتمی ممبئی

☆ سب سے بڑا سمندری جانور "نیل وہیل" ہے

☆سب سے زیادہ تیز دوڑنے والا جانور "چیتا" ہے۔

☆سب سے بڑا جانور سوکھے حصّے کا "بش ہاتھی" ہے جو افریقہ میں پایا جاتا ہے۔

☆سب سے بڑی سمندری چڑیا "الواٹروس" ہے۔

اطہر البشر۔ ایس ٹی ہائی اسکول۔ علی گڑھ

عجیب و غریب مگر سچ

☆مارچ ۱۹۲۹ء میں لندن میں چارلس ورگو نامی بچہ پیدا ہوا۔ ۴ سال کی عمر میں اس کی داڑھی مونچھ آگئی اور جب سات سال کی عمر کا ہوا تو سارے بال سفید ہو گئے اور وہ اسی سال مر گیا۔

☆نیویارک کی ایک خاتون جو اگست ۱۹۴۱ء سے بے ہوش تھی۔ ۳۷ برس تک مسلسل بے ہوش رہنے کے بعد ۴۳ سال کی عمر میں ۲۷ نومبر ۱۹۷۸ء کو انتقال کر گئی۔ یہ خاتون جب بیہوش ہوئی تھی تو اس وقت اس کی عمر ۶ برس تھی۔

☆دنیا کا سب سے لمبا آدمی پاکستان کا "عالم چنا" ہے جس کی لمبائی ۸ فٹ ۱۶ انچ ہے۔

☆دنیا کا سب سے چھوٹا آدمی ہندستان کا "گل محمد" ہے جس کی لمبائی ڈیڑھ فٹ ہے۔

☆ببل گیم (چیونگم) کو منہ سے پھلا کر سب سے بڑا غبارہ بنانے کا ریکارڈ کیلی فورنیا (امریکا) کے مسز "سوزن منٹگمری" نے جون ۱۹۸۵ء میں قائم کیا تھا اس نے چیونگم سے جو غبارہ بنایا تھا اس کا قطر ۲۲ انچ تھا۔

☆آگ برسانے والا درخت "ملیشیا" میں پایا جاتا ہے

وسیم شہباز انصاری۔ سویرا ایکڈیمی مالیگاؤں

عظیم تر

☆عظیم نام	اللہ
☆عظیم ہستی	حضرت محمدؐ
☆عظیم کتاب	قرآن شریف
☆عظیم مذہب	اسلام
☆عظیم قوم	مسلمان
☆عظیم اجتماع	حج مبارک
☆عظیم شہر	مکہ مکرمہ
☆عظیم مسجد	مسجد نبویؐ
☆عظیم دعوت	اذان
☆عظیم زبان	عربی
☆عظیم بزرگ	غوث پاکؒ

قاضی شبانہ نسرین۔ ملت نگر دھولیہ

☆جاوا میں ایک ایسا چمن ہے جس کے سارے پھول ایک ساتھ کھلتے ہیں اور ایک ساتھ مرجھاتے ہیں۔

☆کیوبا میں ایک ایسا درخت ہے جس کو زلزلہ درخت، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ زلزلہ آنے سے پہلے اس درخت کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے

محمد فہد پاشا۔ بنگالی بازار گارڈن ریچ کلکتہ

☆اتوار کے دن چھٹی منانے کا رواج شہنشاہ اسٹالن نے شروع کیا۔

☆جاپان میں سب سے پہلی مسجد ۱۹۳۰ء میں تعمیر ہوئی۔

☆سائکل ۱۸۱۸ء میں برطانیہ نے تیار کی۔

☆۹ ہجری میں حج فرض ہوا۔

محمد انیس عبدالجبار۔ ڈگڈالی پورہ شیگاؤں

☆ ہندستان میں پہلا کمپیوٹر ۱۶ اگست ۱۹۸۰ کو بنگلور کے پردھان ڈاک خانہ میں لگایا گیا۔

☆ ہندستان میں پہلا ڈاک ٹکٹ ۱۸۵۲ء میں کراچی میں جاری کیا گیا۔

☆ ہندستان میں ڈاک خدمت ۱۸۵۴ء میں شروع کی گئی۔

☆ ہندستان میں پہلا عام چناؤ ۱۹۵۲ء میں ہوا۔

محمد مقصود رشید۔ ڈی ٹی ایس اسکول

☆ آبی رنگ۔ گہرے پانی سے ملتا جلتا ہلکا نیلا رنگ۔

☆ ارغوانی رنگ۔ نارنگی یا گل انار سے ملتا جلتا رنگ

☆ بینگنی رنگ۔ بینگن کے رنگ سے ملتا جلتا، سرخی مائل اُودا۔

☆ پیازی رنگ۔ سفیدی مائل گلابی رنگ

☆ زعفرانی رنگ۔ کیسری رنگ

مختار شیخ۔ سید پورہ بالاپور ضلع آکولہ

☆ ہندستان کا سب سے زیادہ آبادی والا شہر کلکتہ ہے

☆ سورن مندر (گولڈن ٹیمپل) امرتسر میں ہے

☆ ممبئی سے تھانہ ریلوے لائن ۱۸۵۳ء میں تعمیر ہوئی۔

☆ ریاست مہاراشٹر یکم مئی ۱۹۶۰ء کو بنی۔

خوشیہ نشاط۔ لیہت، رائے گڑھ مہاراشٹر

بھارتی کرکٹر

☆ س۔ بھارت کے کس کھلاڑی کے ٹیسٹ میچوں میں سب سے زیادہ رن ہیں؟

ج۔ سنیل گواسکر کے۔

☆ س۔ شارجہ میں بھارت کے کس کھلاڑی کے سب سے زیادہ رن ہیں؟

ج۔ محمد اظہر الدین کے۔

☆ س۔ ونڈے میچوں میں کس کھلاڑی کے سب سے زیادہ رنز ہیں؟

ج۔ محمد اظہر الدین کے

☆ س۔ ونڈے میچوں میں سب سے زیادہ سنچریاں کس کی ہیں؟

ج۔ سچن تندولکر کے۔

محمد سالک جمیل براز، محلہ احسانپورہ مالیر کوٹلہ

مشہور عظیم ہستیاں

☆ عدل میں۔ حضرت عمر فاروقؓ

☆ صبر میں۔ حضرت ایوبؑ

☆ خوبصورتی میں۔ حضرت یوسفؑ

☆ شجاعت میں۔ حضرت علیؓ

☆ رضا جوئی میں۔ حضرت ابراہیمؑ

کوثر جہاں، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

☆ ہندستانی کرکٹ کے پہلے کیپٹن سی کے نائیڈو تھے

☆ سچن تندولکر ہندستان کے سب سے کم عمر کپتان ہیں

☆ محمد اظہر الدین نے کل ملا کر ۱۱۸ ونڈے میں ہندستان کی کپتانی کی۔

محمد شمشاد عالم، چکنوٹہ درگاہ بیلا، ویشالی بہار

اقوال زریں

شرف و عزت انکساری میں ہے۔
(حضرت ابو بکر صدیقؓ)

مصیبت تنہا ہی نہیں آتی۔ (علامہ اقبال)

حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے۔ (حدیث)

جس کی زبان شیریں اس کے بہت سے دوست۔
(حضرت علیؓ)

محمد انور عبدالجبار۔ ڈگڈالی محلّہ، شیگاؤں بلڈانہ

علم

انسان کی پہچان قلم ہے انگوٹھا نہیں۔

علم انسان کی تیسری آنکھ ہے۔

ترقی کی بنیاد صد فیصد خواندگی پر ہے۔

علم حاصل کرو گود سے گور تک۔

جاوید شیخ غلام غوث۔ محلّہ درگاہ علی چوپڑہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز زیادہ وزن اخلاق کا ہو گا۔

جن کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اچھے بُرے سب ہی لوگ اُن کے اطراف منڈلاتے ہیں۔

انسان کی شناخت اس کے سوال سے کی جاتی ہے نہ کہ جواب سے۔

عائشہ فاطمہ، عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد

زندگی بغیر دوست کے ویران ہے۔

اچھا دوست وہ ہے جس پر اعتماد ہو۔

دوست وہ جو دکھ درد میں ساتھ دے۔

افتخار احمد شیخ۔ تالاب پورہ ایوت محل

علم اور دولت

دولت فرعون کا ورثہ ہے اور علم انبیاء کا عطیہ۔

دولت کی حفاظت تم کرتے ہو، جبکہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے۔

جس کے پاس دولت ہو اس کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہوتا ہے اس کے بہت سے دوست ہوتے ہیں۔

سید عامر علی۔ بیڑ

دانائی کی باتیں

جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ ایمان سے میرا دل خالی ہے۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ)

گناہ کا آغاز مکڑی کے تار کی مانند نازک ہوتا ہے لیکن انجام جہاز کے رسّے کی مانند مضبوط اور ناقابل شکست ہوتا ہے۔ (ابو بکر بن داؤد)

جو علم کو دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں جگہ نہیں پاتا۔
(حضرت امام ابو حنیفہؒ)

محمد اعظم عبدالرزاق شیخ۔ باکھڑی مکور

وہ شخص مومن کامل ہے

جس کا دل حسد سے پاک ہو۔

جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو۔

جس کے اعمال ریا سے پاک ہوں۔

جس کا پیٹ حرام مال سے پاک ہو۔

معراج علی۔ مقام شیونی، آکولہ بلڈانہ

پانچ آدمی ظالم ہیں

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں پانچ آدمی ظالم میں شمار کیے جاتے ہیں۔
۱۔وہ شخص جو اپنے لیے دعا کرے، والدین اور دوسرے مسلمانوں کو بھول جائے۔
۲۔ وہ شخص جو قرآن پاک کی کم از کم سو آیتیں تلاوت نہ کرے۔
۳۔وہ شخص جو مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے بغیر نکل جائے۔
۴۔وہ شخص جو قبرستان سے گزرے اور مُردوں کو سلام نہ کرے اور ان کے لیے دعا نہ کرے۔
۵۔وہ شخص جو جمعہ کے روز شہر میں آئے اور جمعہ کی نماز پڑھے بغیر چلا جائے۔

محمد اقبال احمد۔مقام پارٹول ضلع دمکا بہار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کا کہنا مانو۔ بڑوں کی عزت کرو۔ اچھے کام کرو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ بُرے لوگوں سے بچو۔ روزانہ قرآن کی تلاوت کرو۔ نماز پڑھو۔ کیونکہ میدانِ حشر میں سب سے پہلے نماز کی پوچھ ہوگی۔

فہیم انور۔ولید پور بازار مئو۔یوپی

زندگی ایک ایسا ہیرا ہے جس کو خوبصورتی کے ساتھ تراشنا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔
زبان کا قلم استعمال کرنے سے پہلے اسے دل کی سیاہی میں ڈبو لینا ضروری ہے۔
سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے پاس غرور، حسد، جھوٹ اور بے ایمانی نہ ہو۔

محمد خالد اعظمی۔کھریواں۔سرائے میر

وہ بدترین خصلت ہے جس میں بناوٹ اختیار کی جائے۔
دولت مند بننے کے لیے راست بازی اور دیانت داری بہترین ذریعہ ہے۔
دوسروں کے عیب اور گناہ کیوں گنتا ہے کبھی اپنے عیبوں اور گناہوں پر بھی دھیان کر۔

غفرانہ رحمٰن۔الکتاب، ارریہ بہار

علم ایک ایسا گہرا سمندر ہے جس کی تہہ نہیں ملتی۔
علم نیکی کا راستہ بتاتا ہے۔
علم آدمی کو انسان بناتا ہے۔

زرینہ تبسم۔گرلز ہائی اسکول، جگتیال

دولت تقسیم کی جائے تو کم ہوتی ہے لیکن اگر علم تقسیم کیا جائے تو بڑھتا ہے۔
علم ایسی خوشبو ہے جو انسان کے ذہن کو ہمیشہ معطر رکھتی ہے۔
علم عمل کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن عمل، علم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔
دولت وقت کے ساتھ گھٹتی رہتی ہے جبکہ علم کا خزانہ منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

محمد عبید الرحمٰن قریشی۔مدار تکیہ منگرول پیر

موت کو یاد رکھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

نفس کی تمنا پوری نہ کرو ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔
عقل مند پہلے دل سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بولتا ہے۔
عمل کے بغیر جنت کو طلب کرنا بھی گناہ ہے۔
موت کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔

زرین شباب فلاحی۔ کمرواں اعظم گڑھ۔

سب سے برا وہ شخص ہے جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہو۔
جو تیرے منہ پر تعریف کرتا ہے گویا وہ تجھے ذبح کرتا ہے۔
بخل اور ایمان ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔
جو کام کرو وقار اور اطمینان کے ساتھ کرو۔

سلمان شاہد۔ پورہ صوفی مبارکپور۔ یوپی

س۔ سب سے پہلے جنت میں کونسا نبی اور کونسی امت داخل ہوگی۔
ج۔ جنت میں سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت داخل ہوگی۔
س۔ اہل جنت کا قد کتنا ہوگا۔
ج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔
س۔ وہ کونسی نہریں ہیں جو جنت سے نکل کر دنیا میں پائی جاتی ہیں؟۔
ج۔ ان نہروں کے متعلق دو قول ہیں (۱) ایک قول کے مطابق چار ہیں (۱) جیحون (۲) سیحون (۳) فرات (۴) نیل۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے طریق سے شیخین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے دنیا میں پانچ نہریں جاری فرمائی ہیں۔ (۱) سیحون (۲) جیحون (۳) دجلہ (۴) فرات (۵) نیل۔

مزمل حسین پورنوی مدرسہ منبع العلوم خیر آباد

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتا ہے
میری طرف آکر تو دیکھ۔
متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میرے لیے لٹ کر تو دیکھ۔
رحمت کے خزانے نہ لٹادوں تو کہنا۔
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ۔
انمول نہ کردوں تو کہنا

محمد اختر۔ پاتھری۔ پربھنی

وفا

وفا ایک دریا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔
وفا وہ چیز ہے جس پر دنیا عمل نہیں کرتی۔
وفا وہ راہ ہے جس پر چلنا مشکل ہے۔
وفا وہ دامن ہے جو ہمیشہ محبت کے آگے پھیلا رہتا ہے

محمد راغب جمال۔ مڈل ہائی اسکول۔ ارریہ

بے بس ہے

زندگی	موت کے سامنے
خوشی	غم کے سامنے
آنکھ	آنسوؤں کے سامنے
انسان	قدرت کے سامنے
علم	جاہل کے سامنے

ایس محمد امتیاز رحمن۔ اشرف نگر مونگیر بہار

محبت غیر اللہ سے ہو تو شرک بن جاتی ہے۔
محبت قرآن سے ہو تو عشقِ خدا بن جاتی ہے۔

آصف محمد جی۔ کلادگی۔ بیجاپور

اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہ جھکاؤ۔
تم جس سے نفرت کرتے ہو اس سے ہوشیار ہو جاؤ۔
صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔
وہ راز محفوظ نہیں جس کی کسی عورت کو خبر ہو۔

محمد صادق محمد رحمٰن۔ مانک چوک امراپور

عقل مند اس وقت تک نہیں بولتا جب تک دوسرا خاموش نہ ہو جائے۔ (شیخ سعدی)
بُرا نہ ہونا بھی ایک نیکی ہے۔ (ابن جوزی)
کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرو۔ (کارلائل)
ملازم سے اپنا راز کہنا اسے ملازم سے مالک بنالینا ہے۔ (ارسطو)

وسیم شہباز انصاری۔ سویرا بکڈپو۔ مالیگاؤں

جھوٹ بول کر اسے نبھانا مشکل ہے۔
جھوٹ بولنے کا سب سے تاریک پہلو یہ ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔
جھوٹ بولنے والا کبھی خود کو مطمئن نہیں کر پاتا۔
جھوٹ تمام گناہوں کی ماں ہے۔

مسعود احمد ابوالکلام خان۔ صمد نگر بھیونڈی

آدھی ملاقات

☆ ستمبر کا پیام تعلیم باصرہ نواز ہوا۔ اس ماہ کا سرورق خاص طور سے نظروں کا مرکز بنا رہا پردہ کی بے حرمتی، دینی معلومات، اقوال زریں اور شمع کی راہ پڑھی۔ اس میں خاص طور سے پردہ کی بے حرمتی کا مضمون زیادہ پسند آیا۔

اکرم خاں و سیم خاں جامع مسجد دہلی ۶

☆ مجھے پیام تعلیم بہت اچھا لگتا ہے خاص کر یہ چیزیں جیسے بچوں کی کوششیں، گدگدیاں، قلمی دوستی اور میرے پسندیدہ اشعار۔ یہ دونوں سلسلے بہت اچھے ہیں۔ حکیم صاحب کے مشورے سے تو کئی مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

معاذہ رحمٰن، گلی قاسم جان۔ دہلی ۶

☆ میں نے ماہنامہ پیام تعیم پڑھا۔ اتنی نصیحت آمیز باتیں لکھی تھیں جس کو بیان کرنے سے میری زبان گنگ ہے۔

محمد اعجاز احمد مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ گوپال گنج

☆ پیام تعلیم اپنے خوشنما سرورق کے ساتھ کچھ تاخیر سے موصول ہوا۔ اندرونی صفحات کافی دلچسپ تھے۔ میرے گھر کے تقریباً تمام افراد اس رسالے کو پسند کرتے ہیں۔

شہناز اختر جلیل الرحمٰن، عباس نگر مالیگاؤں

☆ اس ماہ قسط وار کہانی بھی بہت خوب ہے۔ بچوں سے باتیں پسند آئیں۔ تنویر پھول کی نظم، یوسف ناظم کا مضمون، رشید الدین احمد کا معلوماتی مضمون بہت پسند آیا لیکن وسیم بن اشرف کی کہانی کو میں نے کبھی امنگ میں پڑھا تھا۔ دوبارہ پڑھنے میں مزہ نہیں آیا۔ اجالوں کا سفر نظم خوب ہے۔

محمد راغب ظفر گیاری، اورریہ بہار

☆ پہلی بار پیام تعلیم پڑھا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس میں نئے نئے کالم کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ تمام کالم بہت پسند آئے اور سب سے بہترین اور دلچسپ اے حمید کا لکھا خلائی ایڈوینچر سیریز رہا۔

فیاض نظر، مومن پورہ ناگ پور

☆ پیام تعلیم موصول ہوا، پڑھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ ہمارے ساتھ ہی ساتھ ہمارے گھر کے تمام افراد پابندی سے ہر ماہ پیام تعلیم پڑھتے ہیں۔ پیام تعلیم میں جب میں نے اپنے دوستوں کا نام قلمی دوستی میں دیکھا تو بہت خوشی ہوئی۔

جہانگیر خاں، لوکے روڈ آسنسول

☆ آپ کا ارسال کردہ پیام تعلیم ملا۔ اس کا میں نے اول تا آخر رات کے سناٹے میں گہری نظروں سے مطالعہ کیا، بچوں، بچیوں کے لیے یہ بہت ہی معلوماتی رسالہ ہے اس سے

بڑے حضرات بھی مستفیض ہوتے ہیں۔

محمد الیاس قادری، جامعہ امجدیہ گھوسی

☆ میں آپ کا رسالہ پیام تعلیم ہر ماہ پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ اس کے ہر کالم بہت ہی مزیدار ہوتے ہیں خاص کر اے حمید صاحب کی قسط وار کہانی بہت ہی پسند آئی۔ آپ سے ایک شکایت ہے ضلع پربھنی کے ایجنٹ عبداللہ کے پاس پیام تعلیم بہت دیر سے ملتا ہے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ پیام تعلیم جلد روانہ کیا کریں۔

میر مصور علی، جواہر کالونی پربھنی

☆ پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس ماہ لطیفے پڑھنے میں بے حد مزہ آگیا۔ نظمیں اور کہانیاں اچھی تھیں۔ پیام تعلیم واقعی بچوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

احسن رضا، مرزاپور دیاری، ارریہ بہار

☆ میں پیام تعلیم کو ایک سال سے پڑھ رہا ہوں یہ رسالہ ایک اچھے اخلاق سکھانے والا ہے۔ ستمبر کے رسالے میں گدگدیاں، اشعار، آدھی ملاقات، صرف ایک قانون، قبر کا زینہ وغیرہ بہت پسند آئے۔

محمد عبدالرؤف۔ مور تاڑ

☆ مجھے پہلی بار پیام تعلیم پڑھنے کا موقع ملا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو جاری و ساری رکھے۔ میرے دو دوست ہیں اظہار الحق، نجم الہدیٰ، ان کو بھی پیام تعلیم بہت زیادہ پسند ہے۔ اور یہ رسالہ وقت کا بہت پابند ہے۔

محمد سعد محمدی، لکھیم پور کھیری

☆ میں یہ خط دل و جان سے لکھ رہا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اچھے رسالے کو پڑھنے کا موقع عطا فرمایا۔ پیام تعلیم خوشیوں کے پیغام لے کر آتا ہے اور ہم سب کے دلوں کو روشن کرتا ہے۔

مرزا بیگ حسین بیگ، دھارواڑ

☆ پیام تعلیم بفضل خدا بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہے۔ اس کامیاب کوشش کی مبارکباد۔

عرفان اکیلا، موتی تالاب، مالیگاؤں

☆ ماہ ستمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سرورق بہت دیدہ زیب تھا بس دیکھتا ہی رہا۔

محمد خالد بن حبیب خاں، شہادہ، دھولیہ

☆ ماہ اگست کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تمام مضامین قابل مطالعہ تھے۔ خاص طور سے قصہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کا۔ کھیر کس نے پکائی۔ راستے کا پتھر۔ نظام چاچا۔ اور قسط وار کہانی "قبر کا زینہ"، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

تبسم نسرین محمد اسماعیل، امروتی

☆ میں پیام تعلیم کافی ماہ سے مطالعہ کر رہی ہوں۔ مجھے اس میں معلومات اور اقوال زریں آؤ ہمی ملاقات اور قلمی دوستی کے کالم بہت پسند ہیں۔

غزالہ پروین۔ یودوڈی مہاگاؤں

☆ ماہ اگست ۹۶ء کا پیام تعلیم ملا۔ اس ماہ کے سبھی کالم پسند آئے۔ مگر یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس ماہ کے پیام تعلیم میں "اپنا تعارف خود کرائیے،، موجود نہ تھا۔ میں اور میرے سب سے قریبی دوست دانش خورشید نے بھی اس کالم میں اپنا تعارف نامہ پچھلے ماہ روانہ کیا تھا اور ہم لوگ بڑی بے چینی سے اس کے شائع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں

گلزار عالم دانش خورشید۔ آسنسول

مٹ "تعارف نامے،، کا سلسلہ فی الحال بند ہے اس کو عنقریب نئے طریقے سے پیش کرنے پہ غور کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

☆ میں تقریباً پانچ یا چھے سال سے پیام تعلیم پڑھ رہی ہوں۔ ہمارے گھر میں سبھی لوگ پیام تعلیم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں ہمارے اسکول میں بھی سبھی پیام تعلیم پڑھتے ہیں۔

سمیہ تحسین رعنا۔ آر مور نظام آباد۔ اے پی

☆ ماہ جولائی کا پیام تعلیم پڑھا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سبھی مضامین اچھے لگے۔ خاص کر "خطرناک سکل،، کے تمام ٹکڑے اچھے لگ رہے ہیں۔

اطہر البشر منو سر کل ایس ٹی ہائی اسکول رسول ہاشل ویسٹ۔ علی گڑھ

☆ ماہ اگست کا پیام تعلیم ملا۔ یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ میرا نام پیامی ادبی معما نمبر ۹۲ کے نتیجہ میں پہلے نمبر میں آیا۔

نفیس فاطمہ بنت محمد امین مدار تکیہ منگرول پیر

☆ اگست کا شمارہ پڑھا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر پسندیدہ اشعار تک سبھی بے حد پسند آئے۔ "انٹرنیٹ" بھی ہماری معلومات میں اضافے کا سبب بنا۔ جدید شیخ چلی، پڑھ کر بڑا مزا آیا۔

نرگس بانو شاکرہ بانو۔ دھولیہ

☆ اگست کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ آپ نے جون سے خلائی ایڈونچر سیریز شروع کی ہے۔ میں نے اس کو اپنی اسکول کی لائبریری سے حاصل کر کے مکمل بارہ ناول پڑھے جو کافی دلچسپ ہے۔

عبید الرحمٰن خلیل الرحمٰن۔ مالیگاؤں

☆ ماہ اگست کا شمارہ ملا۔ اقوال زریں کے کالم میں میرا نام شائع ہوا۔ جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

محمد صادق امرا پوری مالک چوک امرا پور

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں

قلمی دوستی

نام : ظفر اقبال عمر : ۱۲ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت قاری محمد یحییٰ مبارکپور اعظم گڑھ

....

نام : عبدالباری فردوسی عمر : ۱۴ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : ٹائپ کا کام کرنا۔
پتا : معرفت محمد کلام الدین محلہ بھیلا پوسٹ بھیلا کیلا باڑی دلیا، گرہ تھلی ضلع ارریہ (بہار)

....

نام : محمد اعجاز عمر : ۱۶ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا : پورہ رانی، سودھی روڈ مبارک پور (یوپی)

....

نام : سلیمان صابر عمر : ۱۴ سال
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : اچھے لڑکوں سے دوستی کرنا
پتا : مقام جمکا پوسٹ سرا تھانہ سکٹا مغربی چمپارن بہار

....

نام : محمد انیس الرحمٰن عمر : ۱۲ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مطیع جعفر اسکول لہریا سرائے دربھنگہ

....

نام : کلیم اللہ دلکش عمر : ۱۲ سال
تعلیم : حافظ قرآن
مشغلہ : بڑوں کی عزت کرنا
پتا : بھولا رگھونگر۔ مدھوبنی۔ بہار

....

نام : محمد افسر عالم وجہ القمر
تعلیم : بی اے
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : ترکیلی۔ پوسٹ، گیر کی ضلع ارریہ بہار

....

نام : سونی خاتون
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت محمد رفیع مجاہد، درگاہ بیلا ضلع ویشالی بہار

....

نام : محمد کامران عالم
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا : السبیل اکیڈمی۔ ارریہ۔ بہار

....

نام : منی خاتون
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : دینی تعلیم حاصل کرنا
پتا : معرفت ملا ہلال خان۔ لوکے روڈ آسنسول

....

نام : مہتاب عالم
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا : رانی پور برہریا۔ سیوان (بہار)

....

نام : محمد علام الدین عمر : ۱۲سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : بردلہ کمول۔ دربھنگہ۔ بہار

....

نام : محمد شمشاد عالم عمر : ۱۳سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا۔
پتا : آزاد ہائی اسکول چاکند ضلع گیا بہار

....

نام : آنند کمار سنگھ عمر : ۱۴سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : پڑھنا لکھنا۔ خطوط کے جواب دینا
پتا : مقام پوسٹ جسن پور، چاکند ضلع گیا بہار

....

نام : محمد دانش شمشاد احمد عمر : ۱۴سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : معرفت نزہت بانو مقام ڈاہٹی ضلع ارریہ بہار

....

نام : محمد انور عالم عمر : ۱۵سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا۔ قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت احمد حسین مکھو اسالدری ضلع کٹیہار بہار

....

نام : انیس احمد
تعلیم : ہائی اسکول
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : محلہ علی نگر پوسٹ مبارک پور اعظم گڑھ

....

نام : محمد کونین عالم عمر : ۸سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مثالی مڈل اسکول گگزوا۔ ارریہ بہار

....

نام : محمد کاشف لطیف عمر : ۹سال
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا : قلندریہ اردو پرائمری اسکول منگرول پیٹھ

....

نام : یاسر عرفات واٹی عمر : ۸سال
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : کمہار گلی تعلقہ اودگیر ضلع لاتور۔ ایم ایس

....

نام : زیبا فروین
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : معرفت راغب مسیح ڈاہٹی ضلع ارریہ بہار

....

نام : محمد شاہد حسین عمر : ۸سال
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ : غریبوں کی مدد کرنا
پتا : ڈی، ٹی، اسکول کانپور (یوپی)

....

نام : غفران اختر عمر : ۱۶سال
تعلیم : آئی، ایس، سی
مشغلہ : اچھے اور مخلص دوستوں کی تلاش
پتا : روم نمبر [illegible] [illegible]

....

نام : عبداللہ باشاہ (عرف امین)
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : مکان نمبر ۲۸۴، قلعہ واحمہاڑی تامل ناڈو

....

نام : شفیق الرحمٰن
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : دارالعلوم امدادیہ چونا بھٹی مسجد، ممبئی

....

نام : محمد شبیر ممتاز عمر : ۱۵سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا : یتیم خانہ اسلامیہ، ۸ سید صالح لین کلکتہ ۷۳

....

نام : اکرام شور عمر : ۱۷سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : ۳۴ / G2a تلسی نگر بھوپال (ایم پی)

....

نام : محمد اشفاق عمر : ۱۶سال
تعلیم : بارھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : محمد پور پوسٹ محمد بشن پور چوکی بارہ بنکی یوپی

....

نام : شفاء اللہ خالد عمر : ۱۶سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : ۳۰۸۵ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

....

نام : ضیاء الرحمٰن جلیل الرحمٰن۔ عمر ۱۲سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : تلاوت قرآن پاک
پتا : گلی نمبر ۶ عباس نگر، مالیگاؤں (ناسک)

....

نام : محمد حمزہ حشمی عمر : ۱۹سال
تعلیم : بی کام
مشغلہ : حصول علم کے لیے کوشاں رہنا
پتا : کٹرہ پختہ کوچہ چاہ، آنولہ ضلع بریلی یوپی

....

نام : ممتاز الحسن عرف عادل
تعلیم : آٹھویں
مشغلہ : قرآن پاک پڑھنا
پتا : ۸۔ سید صالح لین کلکتہ ۷۳

....

نام : غلام اشرف عرف غلام حیدر
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : محنت سے پڑھنا، دوستی کرنا
پتا : ۱۲۰، لور چیت پور روڈ کلکتہ ۷۳

....

نام : شاداب فاطمہ عرف شمیمہ
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا، دینی کتابیں پڑھنا
پتا : گلبرٹ جنگالوانی محمدی مسجد اندھیری (ویسٹ) ممبئی

[illegible]
حل وصول ہونے
کی آخری تاریخ
۲۰ جنوری ۱۹۹۷ء

پیام ادبی معمّا نمبر 98

600 روپے کے نقد انعامات

[illegible]
صحیح سمجھتے ہیں لیکن
ہر حل کے ساتھ ایک
ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400 دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 200 روپے کی کتابیں
تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبروار لکھیے

۱۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ــــــــــــــ تھا۔ (زینب / حمزہ / بَرّہ)

۲۔ حضرت میمونہؓ کی بہنیں ــــــــــ تھیں ــــــ (آٹھ / دس / نو)

۳۔ قدرت نے اس ــــــــــــ کو مجھ تک پہنچا دیا تھا ــــ (جہاز / کشتی / ناؤ)

۴۔ اسی دوران انھیں ــــــــــــ کی تیز آواز سنائی دی۔ (سیٹی / ڈھول / بندوق)

۵۔ سامان لے جانے والی ــــــــــــ بالکل خالی تھی ــــ (گاڑی / ٹرالی / کشتی)

۶۔ تم اپنا ــــــــــــ خود کر سکتے ہو (کام / علاج)

۷۔ ان سے کئی ــــــــــــ مل چکا ہوں ــ (بار / دفعہ / مرتبہ)

۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی جنازے کی نماز کس نے پڑھائی؟

(حضرت ابو بکرؓ / حضرت عمرؓ / حضرت عثمان غنیؓ)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے
ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی ــــ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمّا نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

شرائط پیامی ادبی معمّا (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن کا آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) پیامی کو ایک ہی انعام اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر 98 ماہنامہ پیام تعلیم جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر 98
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ
لفافے کے اندر
رکھیے

Regd. No DL-16013/96 DECEMBER: 1996
Licence No U(SE) 21 to post without prepayment to postage
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.